عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ کی نادر روزگار
اور معرکہ آراء کتاب ''مثنوی مولوی معنوی'' کی جامع اور لاجواب اُردو شرح

کلید مثنوی

جلد 7-8-9 دفتر 3

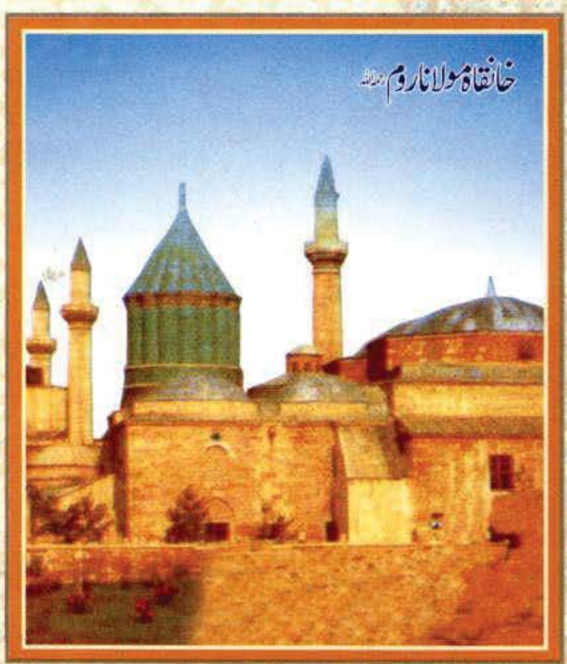

مع افادات و ارشادات

حضرت شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

از

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

www.besturdubooks.wordpress.com

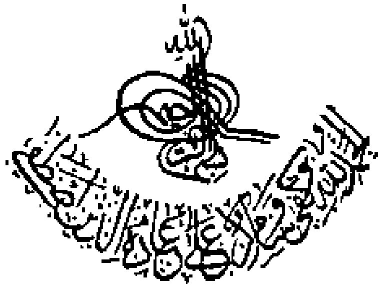

عرض ناشر

الحمدللہ ادارہ شروع ہی سے اکابر کی نایاب کتب کی اشاعت میں سرگرم عمل ہے خصوصاً حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتب جو کہ عامۃ المسلمین کے لئے سرچشمہ ہدایت ہیں ان کی اشاعت ادارہ کے لئے باعث مسرت وافتخار ہے۔

انہیں کتب میں سے زیر نظر کتاب ''کلید مثنوی'' بھی ماضی قریب میں اتنی نایاب تھی کہ خود حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بعض خاص خلفاء کرام رحمہم اللہ کو مکمل کہیں دستیاب نہ آ سکی حتیٰ کہ ایک دفعہ بندہ سید ومرشدی عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی صاحب رحمہ اللہ کی مجلس میں حاضر تھا کہ کسی صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت آپ نے ''کلید مثنوی'' مکمل کہیں دیکھی ہے؟ تو حضرت نے جواب میں فرمایا کہ مجھے عرصہ سے اس کی تلاش ہے مگر صرف دو چار جلدیں ہی دستیاب ہو سکیں۔ اور حضرت نے مکمل دیکھنے کے شوق کا اظہار بھی فرمایا۔ اسی وقت حضرت کی برکت سے احقر کے دل میں کلید مثنوی مکمل تلاش کرنے کا داعیہ پیدا ہوا۔ اور پاکستان اور ہندوستان میں جہاں جہاں کلید مثنوی کے حصے ملنے کی امید تھی وہاں کا سفر کیا تو الحمدللہ اصل مرکز یعنی خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون سے کافی حصے مل گئے۔ لیکن پانچواں دفتر کہیں سے نہ مل سکا حتیٰ کہ اس کی تلاش دہلی کی گلی کوچوں میں حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب رحمہ اللہ (مترجم مثنوی) کے در دولت

www.besturdubooks.wordpress.com

پر ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ تو انہوں نے بھی پانچوے دفتر کی عدم موجودگی کا اظہار فرمایا۔

بہر حال اللہ پاک نے نصرت فرمائی اور دار العلوم کراچی میں حضرت مولانا شبیر علی صاحب رحمہ اللہ کے وقف کردہ کتب خانہ سے پانچویں دفتر کا قلمی نسخہ نہایت شکستہ خط میں دستیاب ہوا۔ اور اس طرح محنت شاقہ اور تلاش بسیار کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی یہ نایاب تصنیف لطیف "کلید مثنوی" مکمل چوبیں حصوں میں منظر عام پر آئی۔

ادارہ نے پہلے بھی اس کتاب کو شائع کیا تھا مگر قارئین کرام کے شدید اصرار پر ادارہ کو اس جدید ایڈیشن کو ترتیب نو کے ساتھ جلی قلم سے بڑی تختی پر شائع کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے تاکہ شائقین کے لئے تفہیم میں اشاعت کی طرف سے کوئی پیچیدگی نہ رہے اور قارئین اس چشمۂ اشرفی سے بسہولت سیراب ہو سکیں۔

نوٹ: اس سے قبل دو ایڈیشن قدیم کتابت کے ساتھ شائع کئے تھے اُن میں بعض مقامات پر فارسی اشعار کا علیحدہ ترجمہ نہیں تھا۔ جو اکابر کے مشورہ سے حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب دھلوی رحمہ اللہ کے ترجمہ سے پورا کیا ہے۔ الحمد للہ اس جدید کمپیوٹر ایڈیشن میں تمام فارسی اشعار کا اُردو ترجمہ موجود ہے۔

اللہ پاک ادارہ کی اس سعی کو قبول فرما کر ذریعہ نجات بنائیں۔ آمین

احقر محمد اسحٰق
(محرم الحرام ۱۴۲۶ھ)

www.besturdubooks.wordpress.com

ربع اول از دفتر سوم مثنوی معنوی موسوم بہ کلید مثنوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرح شبیری

اے ضیاء الحق حسام الدین بیار	ایں سوم دفتر کہ سنت شد سہ بار
اے ضیاء الحق حسام الدین لا	یہ تیسرا دفتر کیونکہ تہرانا سنت ہے

یعنی اے ضیاء الحق حسام الدین اس تیسرے دفتر کو بھی لے آؤ اس لئے کہ سنت تین بار کرنا ہے دفتر دوم کے دیباچہ کے شعر اول کے ذیل میں مولانا حسام الدین کا اور مولانا کا علاقہ تو بیان کر دیا گیا ہے کہ دونوں پیر بھائی ہیں مگر مولانا حسام الدین کی تکمیل مولانا رومیؒ ہی سے ہوئی اور فیض ان ہی سے ملا ہے مگر چونکہ پیر بھائی ہیں اس لئے مولانا ان کا ادب بہت کرتے ہیں اور ان کو اس طرح خطاب کرتے ہیں گویا کہ مولانا ان سے مستفیض ہیں اور کچھ عجب بھی نہیں ہے اس لئے کہ بعض مرتبہ بڑوں کو چھوٹوں سے فیض ہو جاتا ہے اگرچہ وہ تھوڑا ہی سہی مگر یہاں قطع نظر اس سے مولانا کو صرف پیر بھائی ہونے ہی کا بہت ادب ہے اور کیوں نہ ہو آخر اپنے شیخ کی یادگار ہوتی ہے بڑا بھائی چھوٹے بھائی سے کس قدر محبت کرتا ہے مگر ہاں چھوٹے کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے کو خورد ہی سمجھے لہذا اس لحاظ سے مولانا فرماتے ہیں کہ بھائی ضیاء الحق حسام الدین اس تیسرے دفتر کو بھی لکھ ڈالو اس لئے کہ ایک کام کو تین بار کرنا سنت ہے لہذا اس تیسرے دفتر کو لکھ ڈالو اب یہاں بعض نادان معترضین نے کچھ اعتراضات کئے ہیں بعض کہتے ہیں کہ جب مولانا اس دفتر کے لکھنے کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ سنت تین دفعہ کرنا ہے تو پھر اسی پر کفایت کرتے آگے چوتھا دفتر کیوں لکھا بعض کہتے ہیں کہ حدیث میں جو آیا ہے وہ تو ایک کام کے تین بار کرنے کو آیا ہے تو اگر مولانا دفتر اول ہی کو تین بار مکرر لکھتے تب تو یہ صحیح تھا اور جب وہ الگ لکھے اور یہ الگ تو پھر کیسے صحیح ہوگا۔ اس لئے کہ حدیث میں کہاں ہے کہ تین کام کیا کرو بلکہ وہاں تو یہ ہے کہ ایک کام کو تین بار کیا کرو۔ اول کا تو جواب یہ ہے کہ مولانا نے جو یہ مصلحت لکھی ہے کہ سنت تین بار کرنا ہے تو اس میں مصلحت کا انحصار نہیں ہے بلکہ منجملہ اور مصالح کے ایک مصلحت یہ بھی ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور جواب دوسرے کا یہ ہے کہ مولانا کی تمام مثنوی میں دو مضمون ہیں ایک توحید دوسری ضرورت شیخ کامل یہی مضمون مختلف عنوانات سے آیا ہے لہذا جب مولانا نے اول دو دفتر لکھ لئے ان

www.besturdubooks.wordpress.com

میں یہی مضمون تھا۔ تو اب فرماتے ہیں کہ اس ہی مضمون کو پھر تیسری مرتبہ بھی بیان کرتے ہیں اس لئے بعض احادیث میں جو ایسا آیا ہے کہ راوی کہتا ہے کہ حضور نے یوں فرمایا ہے تو محدثین نے لکھا ہے کہ حضور بعض مرتبہ تو ایک بات کو تین مرتبہ ایک لفظ سے فرماتے تھے مگر بعض مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ ایک ہی مضمون کو مختلف الفاظ سے تعبیر فرماتے تھے جیسے کہ استاد کہ ایک ہی تقریر کو بہ تبدیل الفاظ بیان کیا کرتا ہے پس جو کہ ایک راوی کو یاد رہا اس نے وہ الفاظ کہے۔اور دوسرے نے دوسرے کہے اسی طرح مولانا کی مثنوی میں بھی مضمون تو ایک ہی ہے مگر اس کی تعبیر مختلف ہے اور اس کا ماخذ خود حدیث سے نکل آیا فللہ الحمد اور اس قسم کے اور بھی لچر اور واہی شبہات کیے ہیں۔ اور ان کے جوابات دیئے ہیں جن کا بیان طویل ہے اور بے فائدہ لہذا قیاس کن زگلستان من بہار مرا آگے فرماتے ہیں کہ

بر کشا گنجینۂ اسرار را	در سوم دفتر بہل اعزار را
رازوں کا خزانہ کھول دے	تیسرے دفتر میں عذروں کو چھوڑ دے

یعنی اسرار کے خزانہ کو کھول دیجئے اور تیسرے دفتر میں عذروں کو ترک کر دیجئے مطلب یہ کہ اگرچہ وہ اعذار جو کہ آپ کو دوسرے دفتر کے شروع کے وقت تھے اب بھی ہیں یعنی غلبۂ توجہ الی الحق اور استغراق عالم غیب کا مگر اب اس تیسرے دفتر میں ان عذروں کو چھوڑ دیئے اور ان کی پرواہ نہ کیجئے اس لئے کہ

قوتت از قوت حق می زہد	نز عروقے کز حرارت می جہد
تیری طاقت اللہ کی طاقت سے جوش مارتی ہے	نہ کہ رگوں سے جو گرمی سے بھڑکتی ہیں

یعنی آپ کی قوت تو قوت حق سے جوش مار رہی ہے نہ کہ عروق سے کہ حرارت کی وجہ سے کود رہی ہوں۔

یہاں سے مولانا حسام الدین کا صاحب افاضہ ہونا بیان فرماتے ہیں کہ آپ ان اعذار کی پرواہ نہ کیجئے اس لئے کہ یہ اعذار آپ کی اس قوت اور کمال کے سامنے کیا چیز ہیں آپ کی قوت قوت حق ہے اس کو ان ظاہری اسباب سے کیا تعلق جو قوت کہ ان اسباب ظاہری سے پیدا ہوتی ہے وہ تو ناقص ہوتی ہے اور عوارضات اسکو مغلوب کر سکتے ہیں مگر آپ کی قوت تو وہ قوت ہے کہ اس کو مغلوب ہی نہیں کر سکتا آپ کی شان بی ینطق و بی یبصر و بی یسمع کی ہے۔ آگے ایک مثال فرماتے ہیں۔

ایں چراغ شمس کو روشن بود	نز فتیلہ و پنبہ و روغن بود
یہ سورج کا چراغ جو روشن ہوتا ہے	بتی اور روئی اور تیل کی وجہ سے نہیں ہے

یعنی یہ سورج کا چراغ جو روشن ہے نہ بتی اور روئی اور تیل سے ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو جس طرح چراغ شمس بے اسباب ظاہر کے روشن ہے اسی طرح آپ کی قوت کو بھی ان اسباب ظاہری کی ضرورت نہیں ہے کہ ان کے انعدام سے اس قوت کا انعدام لازم ہو آگے دوسری اسی کی مثال فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سقف گردوں کو چنیں دائم بود	نز طناب واستنے قائم بود
آسمان کی چھت جو اس طرح سے ہمیشہ سے ہے	رسے اور ستون کی وجہ سے قائم نہیں ہے

یعنی سقف گردوں کہ جو ایسی دائم ہے وہ طناب اور ستون سے قائم نہیں ہے بلکہ صرف قدرت حق اس کو سنبھالے ہوئے ہے اسباب ظاہر کچھ بھی نہیں اور تیسری اسی کی مثال ہے کہ

قوت جبریل از مطبخ نبود	بود از دیدار اخلاق وجود
حضرت جبرئیل کی قوت مطبخ کی وجہ سے نہ تھی	وجود کو پیدا کرنے والے اللہ کے دیدار کی وجہ سے تھی

یعنی قوت جبریل علیہ السلام کی کسی باورچی خانہ کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اس اخلاق وجودات کے دیدار سے تھی مطلب یہ ہے کہ دیکھو جبرئیل علیہ السلام میں جو قوت ہے وہ کہیں اغذیہ مقوی کھانے کی وجہ سے تو نہیں ہے بلکہ وہ اس دیدار حق کی وجہ سے ہے جو کہ ان کی استعداد کے قابل ہے اس سے ان کے اندر ایک بہت بڑی قوت تو آ گئی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

ہمچنیں ایں قوت ابدال حق	ہم زحق داں نز طعام ونز طبق
اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ابدال کی قوت	اللہ کی جانب سے سمجھ لے نہ کہ کھانے اور طباق کی وجہ سے

یعنی اسی طرح ابدال حق کی قوت کو بھی حق تعالیٰ کی طرف سے سمجھو نہ کہ طعام وطبق سے مطلب یہ ہے کہ بزرگان دین میں جو قوت اور ہمت ہوتی ہے وہ حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے کہ رات رات بھر جاگتے ہیں اس قدر مجاہدات کرتے ہیں اور پھر ویسے ہی کے ویسے رہتے ہیں بلکہ غذائیں تو بعض کم کر دیتے ہیں۔ بس معلوم ہوا کہ یہ قوت اور نشاط کسی ایسی وجہ سے ہے جو کہ ظاہری نہیں ہے بلکہ حقیقی ہے اور وہ وہی ہے جو کہ حق کی وجہ سے ہو یہاں سے اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی تعریف اور ان کی صفات کو بیان فرماتے ہیں اور آگے بھی یہی مضمون ہے فرماتے ہیں کہ۔

جسم شاں راہم زنورا سرشتہ اند	تاز روح واز ملک بگذشتہ اند
ان کے جسم کو بھی نور سے بنایا ہے	یہاں تک کہ وہ روح اور فرشتے سے بڑھ گئے ہیں

یعنی ان حضرات کے جسم کو بھی نور ہی سے گوندھا ہے یہاں تک کہ وہ (دوسری) ارواح سے اور فرشتوں سے بھی بڑھ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ ان حضرات کے جسم میں ایسی لطافت اور نور ہوتا ہے کہ اتنی لطافت اور نور دوسروں کی روح میں اور فرشتوں میں بھی نہیں ہوتا حالانکہ وہ ارواح اور ملائک سراپا نور ہیں مگر ان کی لطافت جسمی ان سے بدرجہا زیادہ ہوتی ہے تو پھر لطافت روحانی کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہے اور یہ بات مشاہدہ سے معلوم ہوتی ہے اکابر دین کے چہروں کو جس کا جی چاہے دیکھ لے خدا کی قسم بڑے بڑے حسین و جمیل ان کے آگے جوتی کا تلا معلوم ہوتے ہیں خوب کہا ہے کہ

فدا مہ جبیں جن پہ سارے ہوئے ہیں انہیں کے تو ہم ہارے مارے ہوئے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمارے سامنے تو ایک چہرہ ہے کہ ساری عمر میں اس کو دیکھا ہے آنکھ کھولی اور ہوش سنبھالا تو خدا کا شکر ہے کہ وہی چہرہ زیبا دیکھا ہے خدا کی قسم وہ حسن جو اس میں ہے کہیں ہم نے تو دیکھا نہیں اگر کسی اور نے دیکھا ہو تو وہ جانے۔

ہے شانِ محبوبیت بھی کمال محبت کی صفت بھی حاصل   کہاں ہے دکھلائے کوئی یکجا جمال ایسا کمال ایسا

وہ چہرہ اور روئے مبارک میرے بڑے ابا حضرت قبلہ وکعبہ مولانا المولوی الحاج الشاہ اشرف علی صاحب کا ہے جس کا دل چاہے دیکھ لے اور جس نے دیکھا جانتا ہے۔

جس نے بہ چشم نکتہ بیں دیکھ لیا وہ مہ جبیں   اس کی نظر میں پھر کہیں کوئی حسین جچا نہیں

اور تعجب ہے کہ

آں دل کہ رم نمودے باخوبرو جواناں   دیرینہ سال پیرے بردے بیک نگاہے

صفت تحریر سے باہر ہے جو چاہے آ کر دیکھ لے اور ان بڈھوں کو چاہے اور ان سے محبت کرے کہ چپڑی اور دو دو کا مزہ آوے۔ میں مقصود سے بہت دور ہو گیا مگر اس میں بھی مجھے امید ثواب ہے غرضکہ مولانا کا مقصود یہ ہے کہ ان حضرات کا جسم بھی دیگر ارواح سے لطیف اور نورانی ہوتا ہے چونکہ میاں ملوک قسم کا تعجب ہوتا تھا کہ جسم روح سے بڑھ جاوے آگے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ موصوفی باوصاف جلیل	زآتش نمرود بگذر چوں خلیلؑ
چونکہ تو بڑے وصفوں سے موصوف ہے	حضرت خلیلؑ کی طرح نمرود کی آگ سے گزر جا

یعنی جبکہ تم اوصاف جلیل سے موصوف ہو تو آتش نمرود سے حضرت خلیل اللہ کی طرح گزر جاؤ مطلب یہ ہے کہ جب تم اوصاف حق سے موصوف ہو چکے ہو اور بی ینطق و بی یبصر و بی یسمع کے مصداق بن گئے ہو پھر اگر روح و ملائک پر فوقیت حاصل ہو گئی تو کیا تعجب ہے تمہارے اوصاف وہ تمہارے نہیں وہ اوصاف حق ہیں جو تمہارے اندر جلوہ گر ہیں اور مراد اس سے وہی عنیت مصطلحہ ہے کہ جب وہ حاصل ہو گئی تو پھر اور کس کی ضرورت ہے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی   تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

آتش نمرود سے مراد وہ مقتضیات ہیں جو کہ انسان میں بحیثیت انسان ہونے کے موجود ہوتے ہیں تو وہ بزرگوں میں بھی ہوتے ہیں مگر فرق اس قدر ہے کہ وہ حضرات ان سے مغلوب نہیں ہوتے بلکہ غالب رہتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ تم ان مقتضیات نفسانی سے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح گزر جاؤ کہ جس طرح ان کو آتش نمرود مضر نہیں ہوئی اسی طرح تم کو ان کا وجود مضر نہ ہوگا اور تم غالب ہی رہو گے۔

گردد آتش بر تو ہم بردو سلام	اے عناصر مرمزاجت را غلام
آگ بھی تجھ پر سلامتی اور ٹھنڈک بن جائے گی	اے وہ کہ عناصر (اربعہ) تیرے مزاج کے غلام ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی آگ تمہارے اوپر بھی ٹھنڈی اور سلامتی ہو جاوے گی اے وہ شخص کہ جس کی مزاج کے غلام عناصر ہو گئے ہیں۔ آتش سے مراد وہی مقتضیات نفسانی ہیں مطلب یہ ہے کہ جس طرح وہ آتش نمرودان کے لئے بردو سلام ہوگئی تھی اور مضر نہ ہوئی اسی طرح یہ مقتضیات تم سے مغلوب رہیں گے اور تم ان پر عمل سے سلامت رہو گے اور اگر کہیں یہ مقتضیات ہی فنا ہو جاویں تو پھر علو مراتب ہی کیوں ہو علو مراتب کا تو یہی سبب ہے کہ وہ موجود رہیں اور پھر نفس پر جبر کر کے ان سے رکتے ہیں اور چونکہ یہ سارے تقاضے ان عناصر اربعہ کے امتزاج سے ہی پیدا ہوتے ہیں اور وہ مقتضیات مغلوب ہو گئے ہیں تو گویا عناصر ہی مغلوب اور غلام ہو گئے ہیں اس لئے مولانا نے فرمادیا کہ اے عناصر مر مزاجت را غلام۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔

ہر مزاجے را عناصر مایہ ایست	ویں مزاجت برتر از ہر پایہ ایست
عناصر ہر مزاج کا سرمایہ ہیں	اور تیرا یہ مزاج ہر مرتبہ سے بالاتر ہے

یعنی ہر مزاج کے لئے عناصر ہی مایہ ہیں اور یہ تمہارا مزاج ہر مرتبہ سے بلند ہے مطلب ظاہر ہے کہ آپ کا مزاج ان اسباب ظاہری کا محتاج نہیں ہے۔

ایں مزاجت در جہان منبسط	وصف وحدت را کنوں شد ملتقط
وسیع عالم میں تیرا یہ مزاج	اب وحدت کی صفت کو چننے والا ہو گیا ہے

یعنی تمہارا یہ مزاج جہان کشادہ میں ہے اب وصف وحدت کا خوشہ چیں ہو گیا ہے مطلب یہ ہے کہ تمہاری طبیعت جو کہ اس عالم بالا کی طرف متوجہ ہے اور اس وحدہٗ لاشریک میں غرق ہے اس لئے وہ اس وصف وحدت سے اقتباس کر رہا ہے۔

اے دریغا عرصۂ افہام خلق	سخت تنگ آمد ندارد خلقِ حلق
ہائے افسوس! لوگوں کی فہموں کا میدان	بہت تنگ ہے مخلوق حلق نہیں رکھتی ہے

یعنی افسوس مخلوق کے افہام کا میدان سخت تنگ ہو گیا ہے اور مخلوق حلق نہیں رکھتی مطلب یہ ہے کہ دیکھو اولیاء اللہ میں یہ صفات ہیں مگر لوگ نہیں سمجھتے اور علوم و معارف کو حاصل نہیں کرتے حلق سے مراد قبولیت ہے یعنی مخلوق کے وہ حلق جو کہ ان علوم و معارف کے کھانے کے لئے ہیں۔ بہت تنگ ہو گئے ہیں اور استعدادیں بہت ہی ضعیف ہو گئی ہیں چونکہ لوگوں کی استعداد کے ضعیف ہونے پر افسوس کیا ہے لہذا آگے مولانا حسام الدین کو اس طرف متوجہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

اے ضیاء الحق بحذق رائے تو	حلق بخشد سنگ را حلوائے تو
اے ضیاء الحق تیری رائے کی ہوشیاری سے	تیرا حلوہ پتھر کو حلق بخش دیتا ہے

یعنی اے ضیاء الحق آپ کی حذاقت رائے کی وجہ سے آپ کا حلوا پتھر کو حلق بخشتا ہے حلوے سے مراد علوم و

www.besturdubooks.wordpress.com

معارف ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے علوم و معارف کی وہ برکت ہے کہ آپ تو پتھر میں بھی قابلیت پیدا کردیں اور وہ بھی اقتباس علوم معارف کرنے لگے تو پھر اگر آپ توجہ کریں تو قلوب انسانی کو تو کیوں متاثر نہیں کر سکتے۔ ان کو تو ذرا سی توجہ سے قابل بنا سکتے ہیں اور ان کی استعداد کو قوی فرما سکتے ہیں بس ذرا سی توجہ کی ضرورت ہے چونکہ یہ شبہ ہوتا تھا کہ بھلا پتھر کے بھی کہیں منہ ہوا ہے تو آگے اس استبعاد کو دور فرماتے ہیں کہ۔

کوہ طور اندر تجلی حلق یافت	تاک مے نوشید و مے رابر نتافت
کوہ طور نے تجلی میں حلق پا لیا	یہاں تک کہ (اس نے) شراب پی اور شراب کو برداشت نہ کرسکا

یعنی کوہ طور نے تجلی کے وقت حلق پایا یہاں تک کہ شراب پی اور اس کو برداشت نہ کر سکا تو نتیجہ یہ ہوا کہ

صارد کا منہٗ وانشق الجبل	ھل رأیتم من جبل رقص الجمل
وہ ٹکڑے ہو گیا اور پہاڑ پھٹ گیا	کبھی تم نے پہاڑ سے اونٹ کا رقص دیکھا ہے

یعنی وہ پہاڑ اس سے ٹکڑے ہو گیا اور پہاڑ پھٹ گیا تو کیا تم نے پہاڑ سے جمل جیسا رقص دیکھا ہے حلق سے مراد استعداد و قابلیت ہے تو مطلب یہ ہے کہ دیکھو تجلی حق جب پہاڑ پر ہوئی تو آخر اس کے اندر استعداد قبولیت تھی جب تو متاثر ہوا اگرچہ برداشت نہ کر سکا مگر آخر قبول تو کیا تو دیکھو پتھر میں قبول حق کی استعداد ہو گئی تو چونکہ آپ کی شان بی ینطق وبی یبصر وبی یسمع کی ہو گئی ہے تو آپ کا توجہ فرمانا گویا کہ توجہ حق ہے لہٰذا اس وجہ سے ضرور قلب انسانی میں قابلیت پیدا ہو جاوے گی اور قبول حق کر لیں گے آگے فرماتے ہیں کہ۔

لقمہ بخشی آید از ہر کس بکس	حلق بخشی کار یزداں ست وبس
لقمہ دینا ہر شخص سے ہر شخص کے لئے ہو سکتا ہے	حلق بخشا صرف اللہ (تعالیٰ) کا کام ہے

یعنی لقمہ بخشی تو ہر شخص سے دوسرے شخص کو آتی ہے مگر حلق بخشی حق تعالیٰ ہی کا کام ہے اور بس مطلب یہ ہے کہ انسان دوسرے کو لقمہ تو دے بھی دیتا ہے اگرچہ سبب ہی کے درجہ میں سہی مگر ہو تو سکتا ہے مگر حلق تو کوئی بھی کسی کو نہیں بخش سکتا یہ قدرت تو حق تعالیٰ ہی کو ہے کہ اس لقمہ کے کھانے کے لئے حلق بھی عطا ہوا ہے اور چونکہ اولیاء اللہ کے تمام افعال و صفات فنافی الحق ہوتے ہیں اس لئے ان کا توجہ کرنا بھی توجہ حق ہے اور چونکہ حلق بخشی حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کا کام نہیں ہے اس لئے گویا کہ ان حضرات کا کام بھی حلق بخشی ہے اور ان کی وجہ سے بھی استعداد قابلیت پیدا ہو سکتی ہے اور یہی حلق ہے آگے فرماتے ہیں کہ

حلق بخشد جسمہا و روح را	حلق بخشد بہر ہر عضوت جدا
وہ جسم اور روح کو حلق بخش دیتا ہے	تیرے ہر عضو کو علیحدہ حلق بخش دیتا ہے

یعنی جسم کے لئے بھی اور روح کے لئے بھی حلق عنایت فرمادے گا اور تیرے ہر عضو کے لئے جداگانہ حلق

www.besturdubooks.wordpress.com

بخشے گا مطلب یہ ہے کہ وہ توجہ جس کو کہ حلوے سے تعبیر کیا ہے وہ تمہارے جسم کے اندر بھی قابلیت اس کی استعداد کے موافق رکھ دی گئی اور روح کے اندر بھی بلکہ ہر ہر عضو میں قابلیت پیدا ہو جاوے گی اور ہر ہر عضو اپنے اپنے مناسب غذا لے گا مگر اس کے لئے ایک شرط ہے آگے اس شرط کو بیان فرماتے ہیں۔

ایں گہے بخشد کہ اجلالی شوی	از دغا و از دغل خالی شوی
یہ اس وقت بخشتا ہے جب تو اجلالی ہو جائے	فریب اور کھوٹ سے خالی ہو جائے

یعنی یہ اس وقت عنایت ہوں گے جب کہ تم اجلالی ہو جاؤ گے اور دغا و دغل سے خالی ہو جاؤ گے۔

مطلب یہ ہے کہ یہ قابلیت قبول اس وقت حاصل ہوگی جبکہ تم مجاہدات وریاضات کرتے کرتے اللہ والے ہو جاؤ گے اور اسی میں فنا ہو جاؤ گے اور تمام اخلاق ذمیمہ سے خالی ہو جاؤ گے اس وقت وہ قابلیت پیدا ہو جاوے گی اور اس استعداد مخفی کا ظہور ہو جاوے گا آگے اس کی مصلحت بتاتے ہیں۔

تانگوئی سر سلطاں رابکس	تا نریزی قندرا پیش مگس
تاکہ تو شاہ کا راز ہر شخص سے نہ کہے	تاکہ تو قند کو مکھی کے آگے نہ گرائے

یعنی تاکہ تم اسرار سلطانی کو کسی سے ظاہر نہ کردو اور تاکہ قند کو مکھی کے سامنے نہ ڈال دو مطلب یہ ہے کہ مجاہدات میں یہ فائدہ ہے اور یہ مصلحت ہے کہ اس سے رفتہ رفتہ تم کو علوم و معارف کے حاصل کرنے کی عادت ہو جاوے گی اور اس کے ضبط پر بھی قدرت ہوگی تو پھر جو ملے گا اس کو گاتے نہ پھرو گے ورنہ اگر اس سے پہلے ہی مل جاوے گا تو ظرف تو اس قابل ہے نہیں سارے میں گاتے پھرو گے اور اس سے غیرت حق جوش میں آتی ہے کہ یہ ہمارے اسرار کو ظاہر کرتا پھرتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ فیض بند ہو جاوے گا اور کیوں غیرت نہ ہو جبکہ ان محبوبان مجازی کو غیرت آتی ہے تو ان کو تو کیوں غیرت نہ آوے گی اور یہاں اسرار سے مراد علوم مکاشفہ ہیں کہ ان کے اظہار سے غیرت حق جوش میں آتی ہے جیسے کہ مثلاً مسئلہ وحدت الوجود ہے یا اور اسی قسم کے مسئلے ہیں کہ ان کے اظہار سے بعض مرتبہ بہت نقصان ہو جاتا ہے اور لوگ کم فہمی کی بدولت ایمان کھو بیٹھتے ہیں اور علوم معاملہ کو تو بر سر منبر بآواز دہل بیان کرنا فرض ہے اور علوم مکاشفہ کو بھی اگر کوئی کما حقہ بیان کر سکتا تو ان کی بھی یقیناً اجازت ہوتی مگر بات یہ ہے کہ مسائل کشفیہ کو کوئی پوری طرح بیان ہی نہیں کر سکتا اور اس سے غلط فہمی ہو جاتی ہے بس یہ تو جو دیکھے وہی جانے اگر معلوم کرنے کا شوق ہے تو کام میں لگو پھر دیکھو کہ

بینی اندر خود علوم انبیاء بے کتاب و بے معید و اوستا

ہاں اگر کسی کو کشف اجمالی ہوا ہو اور وہ پوچھے تو اس کے سامنے پوری تفصیل بیان کر دینا ضروری ہے اور جس کو خود کشف نہیں ہوا بلکہ محجوب ہے اس کے سامنے بیان کرنا تو بس یہ ہے کہ مکھی کے آگے قند ڈال دینا ہی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ فضول محض ہے کوئی فائدہ ہی نہیں۔

گوش آں کس نوشد اسرار جلال	کو چو سوسن صد زباں افتاد لال
اللہ کے راز اس شخص کا کان سنتا ہے	جو سوسن کی طرح سو زبانوں کے باوجود گونگا ہے

یعنی اس شخص کا کان اسرار حق کو سن سکتا ہے جو کہ سوسن کی طرح سو زبان والا ہے مگر خاموش پڑا ہوا ہے چونکہ سوسن میں کٹاؤ ہوتے ہیں ان کو زبان سے تشبیہ دیدی تو مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اور باتوں میں خوب بولنے والا ہو مگر ضبط کے اسرار حق کو بیان نہ کرے وہ سن سکتا ہے ورنہ غیرت حق اس شخص کو ہرگز نہ سناوے گی بلکہ ممکن ہے کہ پہلا بھی سلب ہو جاوے۔ سلال ترکی بمعنی گنگ۔ آگے مولانا فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ کچھ انسان ہی کے ساتھ حلق کا ہونا اور استعداد قبول خاص نہیں ہے بلکہ تمام اکوان عالم اپنی مناسب اشیاء کو قبول کر رہی ہیں اور ایک دوسرے کو کھا رہی ہیں اور ایک دوسرے سے مستفیض ہو رہی ہیں فرماتے ہیں کہ۔

حلق بخشد خاک را لطف خدا	تا خورد خاک آب و روید صد گیا
اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی مٹی کو حلق عنایت کرتی ہے	یہاں تک کہ مٹی پانی پیتی ہے اور سینکڑوں گھاسیں اگاتی ہے

یعنی لطف حق خاک کو حلق بخشتے ہیں یہاں تک کہ وہ خاک پانی کو پیتی ہے اور سینکڑوں سبزے اس سے اگتے ہیں۔

باز حیواں را بہ بخشد حلق و لب	تا گیاہش را خورد اندر طلب
پھر (اللہ) حیوان کو حلق اور ہونٹ بخشتا ہے	یہاں تک کہ وہ تلاش کر کے اس (خاک) کی گھاس کھاتا ہے

یعنی پھر حیوان کو حلق اور لب بخشتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس گھاس کو طالب ہو کر کھا لیتا ہے۔

چوں گیاہش خورد و حیواں گشت زفت	گشت حیواں لقمۂ انساں و رفت
جب اس (حیوان) نے اس (خاک) کی گھاس کھائی اور موٹا ہو گیا	حیوان ' انسان کا لقمہ بنا اور ختم ہو گیا

یعنی جب اس نے اس کی گھاس کو کھلیا اور وہ جانور موٹا ہو گیا تو وہ حیوان انسان کا لقمہ ہو گیا اور (پیٹ میں) چلا گیا یعنی اس کو انسان کھا گیا۔

باز خاک آمد شدا کال بشر	چوں جدا شد از بشر روح و بصر
پھر مٹی آئی وہ انسان کو نگل جانے والی بنی	جبکہ انسان سے روح اور بینائی جدا ہو گئی

یعنی پھر خاک آئی اور بشر کو کھا گئی جبکہ بشر سے روح اور بصر جدا ہوئی غرضکہ سب ایک دوسرے کو کھا رہے ہیں اور اپنے مناسب غذا حاصل کر رہے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

ذرہا دیدم دہاں شاں جملہ باز	گر بگویم خورد شاں گردد دراز
میں نے ذرے دیکھے جن کے منہ کھلے ہوئے تھے	اگر میں ان کی خوراک کا بیان کروں تو بات بڑھ جائے گی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں نے ذروں کو دیکھا ہے کہ ان سب کے منہ کھلے ہوئے تھے اور اگر میں ان سب کی خوراک کو بیان کروں تو بہت دراز ہو جائے۔ بات یہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ ہر شئے اپنے لائق غذا حاصل کرتی ہے تب تو وہ قائم ہے ورنہ ہلاک ہو جاوے اس لئے مولانا فرماتے ہیں کہ میں نے ہر ذرہ کو دیکھا ہے کہ وہ منہ کھولے ہوئے تھا اور اپنی اپنی غذا حاصل کر رہا تھا مگر خوف طویل کتاب کے ان سب کی خوراک وغیرہ کے بیان کو ترک کرتا ہوں اللہ اکبر معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی نظر میں بہت ہی بیان اس کے مناسب تھا مگر خوف طویل نے چھڑا دیا سچ یہ ہے کہ اس قدر قادر علی الکلام ہیں کہ کچھ انتہا ہی نہیں ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے چھلنی کا وعظ فرمایا تھا یعنی جس طرح کہ مولانا روم نے سب کے لئے حلق ثابت کیے ہیں اسی طرح مولانا نے سب چیزوں کے لئے چھلنی ثابت کی تھی یعنی ہر شئے کے لئے ایک ایسی چیز ہوتی ہے کہ جس سے اس کے فضلے نکل جاتے ہیں اور جوہر رہ جاتا ہے۔ اسی میں یہ بھی فرمایا تھا کہ اس زمین کی بھی ایک چھلنی ہوگی کہ اس میں اس کو چھانا جائے گا اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز اس زمین کی ایک روٹی پکائی جاوے گی اور وہ اہل جنت کو اول ملے گی اس کے بعد جنت کی غذائیں ملیں گی تو اس پر یہ شبہ ہوتا تھا کہ اس میں تو یہ اینٹ پتھر بھرے پڑے ہیں کیا حق تعالیٰ جنت والوں کو یہ کھلا دیں گے مولانا نے اس شبہ کو زائل فرمایا اسی وعظ میں فرمایا کہ دیکھو تمہارے یہاں کوئی مہمان آتا ہے تو کیا۔ اس کو آٹا بے چھانے ہوئے روٹی کھلا دیتے ہو ہرگز نہیں بلکہ خوب صاف کر کے عمدہ روٹی پکا کر کھلاتے ہو تو اسی طرح کیا حق تعالیٰ اپنے مہمان بندوں کو بے چھانے کھلا دیں گے۔ ہرگز نہیں بلکہ قدرت حق سے اس کے چھاننے کی ایک چھلنی پیدا ہوگی اس سے چھانکر کنکر پتھر الگ کر دیئے جاویں گے اور عمدہ اصل چیزیں جو اس میں مخفی ہیں وہ کھلائی جاویں گی اس لئے کہ جس قدر میوے ہیں اور جس قدر دانے ہیں یہ آخر خاک ہی تو ہیں وہ ہی مستحیل ہو کر اس صورت میں ہو جاتے ہیں تو حق تعالیٰ اس چھلنی میں اس کو چھان کر ان میووں وغیرہ کو جو لطیف چیزیں ہیں باقی رکھیں گے اور ان فضلات کو نکال کر باہر کریں گے اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ دنیا میں بعض اللہ کے بندوں نے لذائذ کو خدا واسطے چھوڑ دیا ہے تو ان کو چونکہ جنت کی چیزوں کا دنیا کی لذائذ سے موازنہ ہی نہ ہو سکتا تھا لہذا حق تعالیٰ نے ان کو اول دنیا کی ساری چیزوں کے مزے چکھا دیئے کہ دیکھ لو یہ وہ دنیا کی لطیف اشیاء میں سے لب لباب ہیں اس کے بعد جنت کی نعمتوں کی قدر ہوگی تو دیکھو اول خاک نے انسان کو کھایا پھر خود انسان نے اس خاک کو کھا لیا غرضکہ یوں ہی سلسلہ جاری ہے اور لیجئے فرماتے ہیں۔

برگہا را برگ از انعام او	دایگاں را دایہ لطف عام او
پتوں کو ساز و سامان اس (اللہ) کے انعام سے ہے	پرورش کرنے والوں کی دایہ اس کی عام مہربانی ہے

یعنی پتوں کو غذا ان کے انعام سے حاصل ہوتی ہے اور دایوں کے لئے اس کا لطف عام دایہ ہے دایہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

مراد مربی مطلب یہ ہے کہ مربیوں کے لئے بس وہی مربی ہیں غرض ہر شئے کو اس کے لئے حلق دیا ہے کہ اس سے وہ غذا حاصل کر رہی ہے۔

رزقہا را رزقہا او می دہد	زانکہ گندم بے غذائے چوں زہد
وہ (اللہ) رزقوں کو رزق دیتا ہے	کیونکہ گیہوں بغیر غذا کے کب پرورش پاتا ہے

یعنی رزق کو رزق وہی دیتے ہیں اس لئے کہ گندم بے غذا کے کب جوش مارتا ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو سب اغذیہ کو دیکھ لو اول ان کی تربیت کے لئے غذا کی ضرورت ہوتی ہے تب وہ غذا بن سکتی ہے تو غذا کو غذا دینا یہ اس ذات حق ہی کا کام ہے۔

نیست شرح ایں سخن را منتہی	پارۂ گفتم بداں زاں پارہا
اس بات کی تفصیل کا خاتمہ نہیں ہے	میں نے ایک ٹکڑا کہہ دیا تو اس سے (اور) ٹکڑوں کو سمجھ لے

یعنی اس بات کی شرح کی تو کہیں انتہا ہی نہیں میں نے ایک پارہ بیان کر دیا اس سے اور پارے جان لو یعنی ہم نے تھوڑے سے حالات اور ان کی اغذیہ بیان کر دی ہیں مگر اور کہاں تک بیان کریں اب خود قیاس کر لو۔

جملہ عالم آکل و ماکول داں	باقیاں را مقبل و مقبول داں
تمام عالم کو کھانے والا اور کھایا ہوا سمجھ	باقی رہنے والوں کو مقبول اور بااقبال سمجھ

یعنی تمام عالم کو آکل و ماکول جانو اور باقیوں کو مقبل و مقبول جانو مطلب یہ ہے کہ تمام ایک دوسرے کو کھا رہا ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے مگر جو کہ مقبولان حق ہیں وہ کسی کی غذا نہیں بنتے اس لئے کہ وہ تو نور اور روح ہوتے ہیں ان کو کون کھا سکتا ہے۔

ایں جہان و ساکنانش منتشر	واں جہان و ساکنانش مستمر
یہ عالم اور اس کے باشندے جدا ہو جانے والے ہیں	وہ عالم اور اس کے باشندے ہمیشہ رہنے والے ہیں

یعنی یہ جہاں اور اس کے ساکنین تو پراگندہ اور وہ جہاں اور اس کے ساکنین مستمر ہیں مستمر سے مراد لاتسقف عند حد ہے اس لئے کہ وہ عالم تو ابدی ہے اگرچہ ازلی نہیں بلکہ انسان بھی ابدی ہے بعض لوگ تو اس کے قائل ہیں کہ نفخ صور کے وقت بھی انسان فنا نہ ہوگا بلکہ بے ہوش ہو جاوے گا اور بعض کہتے ہیں کہ فنا ہوگا مگر بہت قلیل عرصہ کے لئے جس کا کہ اعتبار نہیں ہے تو معلوم ہو گیا کہ وہ جہان ابدی ہے لہذا اس کے ساکنین بھی مستمر لاتقفون عند حد ہوں گے۔

ایں جہان و عاشقانش منقطع	اہل آں عالم مخلد مجتمع
یہ عالم اور اس کے عاشق مٹ جانے والے ہیں	اس عالم والے ہمیشہ اور اکٹھے رہنے والے ہیں

یعنی یہ جہاں اور اس کے دلدادہ سب منقطع ہیں اور اس عالم والے ہمیشہ رہنے والے مجتمع ہیں جب اس عالم

www.besturdubooks.wordpress.com

کی یہ حالت ہے اوراس کی یہ تو اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ۔

پس کریم آنست کو خود را دہد	آب حیوانے کہ ماند تا ابد
تو بزرگ وہ ہے جو اپنے آپ کو پا دے	آب حیات ' تاکہ ہمیشہ رہے

یعنی پس کریم وہ ہے جو کہ اپنے کو وہ آب حیوانی دے جو کہ ابدالآباد تک رہے آگے اس آب حیوانی کی تفسیر فرماتے ہیں کہ

باقیات الصالحات آمد کریم	رستہ از صد آفت و اخطار و بیم
بھلا (بزرگ) باقی رہنے والی نیکیوں میں سے ہے	جو سینکڑوں آفتوں اور خطروں اور خوف سے نجات پا گیا ہو

یعنی باقیات الصالحات کریم ہیں سینکڑوں آفتوں اور خطروں اور خوف سے چھوٹے ہوئے ہیں یعنی جو لوگ کہ کریم ہیں وہی باقیات الصالحات ہیں جن کی شان میں ارشاد ہے۔والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا و خیر املا اور یہ لوگ سارے مصائب دنیاوی سے چھوٹے ہوئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ

گر ہزار اند یک تن بیش نیست	چوں خیالات عدد اندیش نیست
اگر وہ ہزار ہیں تو (بھی) ایک سے زیادہ نہیں ہیں	تعداد بڑھانے والے خیالات کی طرح نہیں ہیں

یعنی اگر وہ ہزار بھی ہیں تو ایک تن سے زیادہ نہیں ہیں وہ مثل خیالات عدد اندیش کے نہیں ہیں مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ عدد اندیش کے خیالات پراگندہ ہوتے ہیں اس طرح یہ حضرات پراگندہ نہیں ہیں بلکہ ان کو جمعیت قلب حاصل ہے اور ان کو پریشانی آتی ہی نہیں۔

آکل و ماکول را حلق است و نائے	غالب و مغلوب را عقل است و رائے
کھانے والے اور کھائے جانے والے کا حلق اور گلا ہوتا ہے	غالب اور مغلوب کے لئے عقل اور رائے ہے

یعنی آکل و ماکول کے لئے تو حلق اور نائے ہیں اور غالب و مغلوب کے لئے عقل اور رائے ہیں یعنی جو لوگ کہ دنیا دار ہیں وہ تو آکل و ماکول ہیں اور ان کے لئے تو حلق ہے اور جو غالب و مغلوب ہیں وہ عاقلین اور رائے والے ہیں۔

حلق بخشید او عصائے عدل را	خورد او چنداں عصا و حبل را
اس نے انصاف کی لاٹھی کو حلق بخشا	وہ بہت سی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گئی

یعنی حق تعالیٰ نے عصائے عدل کو حلق بخشا تو اس نے اتنے عصا و حبل کو کھا لیا مطلب یہ کہ اس کے اندر اس قدر قوت عطا فرمادی کہ اس نے سب کو باطل کر دیا۔

و اندروں افزوں نشد زاں جملہ اکل	زانکہ حیوانی نبودش اکل و شکل
اس سب کچھ کھانے سے اس میں اضافہ نہ ہوا	کیونکہ اس کا کھانا اور صورت حیوانی نہ تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس عصا کے اندر اس سارے کھانے سے کچھ زیادتی نہیں ہوئی اس لئے کہ اس کا کھانا اور اس کی شکل حیوانی نہ تھی مطلب یہ کہ دیکھو اس نے اس قدر چیزیں کھائیں مگر اس کے اندر زیادتی نہ ہوئی مثلاً اس کا پیٹ ہی پھول جاتا لیکن چونکہ اس کی اکل وشکل انسانی نہ تھی اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ اژدہا ہی نہ بنا تھا اور وہ صرف خیال تھا جیسا کہ بعض عقلاء زماں کا بیان ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ سانپ ہی تھا اور اس نے کھایا بھی مگر وہ کھانا اس کا اکل حیوانی کے مشابہ نہ تھا کہ اس سے اس کے اندر کچھ زیادتی بھی ہوتی بلکہ وہ رہا تو ویسا کا ویسا ہی ہاں کھا گیا سب کچھ۔

مر یقین را چوں عصا حق حلق داد	تا بخورد او ہر خیال را کہ زاد
اللہ (تعالیٰ) نے لاٹھی کی طرح یقین کو (بھی) حلق دیا ہے	یہاں تک کہ اس نے ہر اس خیال کو نگل لیا جو پیدا ہوا

یعنی یقین کو بھی حق تعالیٰ نے ایک حلق دیا ہے یہاں تک کہ وہ ہر اس خیال کو کھا گیا جو کہ پیدا ہوا تھا مطلب یہ ہے کہ یقین کو حق تعالیٰ نے ایک قوت عطا فرمائی ہے کہ اس کے آتے ہی سارے شکوک زائل۔ آگے تفریع فرماتے ہیں۔

پس معانی را چو اعیاں حلقہاست	رازق حلق معانی ہم خداست
تو خارجی موجودات کی طرح معانی کے بھی حلق ہیں	معانی کے حلقوں کو رزق دینے والا بھی خدا ہے

یعنی پس معانی کے لئے بھی اعیان کی طرح حلق ہیں اور حلق معانی کا رازق بھی خدا ہی ہے ان کو بھی قوت حق تعالیٰ ہی عنایت فرماتے ہیں آگے دوسری تفریع فرماتے ہیں کہ

پس ز ماہی تابہ مہ از خلق نیست	کہ بجذب مایہ او را حلق نیست
تو مچھلی سے لے کر چاند تک کوئی مخلوق نہیں ہے	مادہ کو جذب کرنے کے لئے جس کے حلق نہ ہو

یعنی پس ماہی سے ماہ تک کوئی خلق نہیں ہے جس کے پاس جذب مایہ کے لئے حلق نہیں ہے مطلب یہ کہ ماہی سے لے کر ماہ تک سب چیزوں کے اندر استعداد موجود ہے کہ وہ اقتباس علوم کرسکیں آگے پھر اوپر کے مضمون کی طرف رجوع ہے اوپر کہا تھا کہ ایں گہے بخشد کہ اجلالی شوی آگے اس طرف رجوع فرماتے ہیں

حلق نفس از وسوسہ خالی شود	میہمان وحی اجلالی شود
نفس کا حلق اگر وسوسہ سے خالی ہو جائے	تو اللہ کی وحی کا میہمان ہو جائے

یعنی نفس کا حلق وسوسہ سے خالی ہو جاوے گا اور وحی اجلالی کا میہمان ہو جاوے گا مطلب یہ کہ ان علوم ومعارف کے لئے شرط مجاہدہ ہے اور اس سے یہ نتیجہ ہوگا کہ نفس تمام وساوس سے خالی ہو جاوے گا اور اس کو لطف وحی حاصل ہو جاوے گا اور اس کو مناسبت عالم بالا کی ساتھ ہو جاوے گی اور یہ نتیجہ ہوگا۔

حلق جاں از فکر تن خالی شود	وانگہاں روزیش اجلالی شود
روح کا حلق جو جسم کی فکر سے خالی ہو جاتا ہے	تب اس کی روزی خدائی ہو جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی حلق جان تن کی فکر سے خالی ہو جائے گا اور اس وقت اس کی روزی اجلالی ہو جائے گی جان سے مراد نفس ہے مراد یہ ہے کہ جب مجاہدہ وریاضت کروگے تو پھر اس فکر تن سے خالی ہو کر تمہاری روزی اجلالی ہو جائے گی۔

حلق عقل و دل چو شد خالی ز فکر	یافت او بے ہضم معدہ رزق بکر
عقل اور دل کا حلق جب فکر سے خالی ہو گیا	تو اس نے معدہ کے ہضم کے بغیر تازہ رزق پا لیا

یعنی عقل اور دل کا حلق جب فکر (تن) سے خالی ہو گیا تو اس نے بے ہضم معدہ کے رزق نو بنو پائے مطلب یہ ہے کہ جب مجاہدات وریاضات سے حق تعالیٰ نے ان اسباب کی فکر سے تم کو چھڑا دیا تو پھر تم کو نئے نئے تازہ بتازہ علوم ومعارف حاصل ہو نگے اور یہ ضرور نہیں ہے کہ پہلے علوم تحلیل ہوں تب دوسرے حاصل ہوں جیسا کہ غذائے ظاہری میں ہوتا ہے اس میں یہ ہے کہ بے تحلیل غذائے ماقبل کے اور نئی اور تازہ غذا حاصل ہوتی ہے اور علوم ومعارف حاصل ہوتے ہیں اور یہ معلوم ہی ہے کہ مجاہدہ کی ضرورت ہے لہذا اس شرط کو پھر تنبیہ کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ۔

شرط تبدیل مزاج آمد بداں	کز مزاج بد بود مرگ بداں
سمجھ لے مزاج کو بدلنا شرط ہے	اس لئے کہ بروں کی موت برے مزاج کی وجہ سے ہوتی ہے

یعنی اس کی شرط تبدیل مزاج ہے اس کو جان لو کیونکہ مزاج بد کی وجہ سے برے لوگوں کی موت ہوتی ہے مطلب یہ ہے کہ مجاہدات وریاضات کرنا ضروری ہیں کہ ان کے ذریعہ سے مزاج بدل جاوے اور سیئات حسنات ہو جاویں اس لئے کہ برا مزاج یعنی سیئات تو بہت بری شئے ہے آگے اس مزاج کے خراب ہو جانے کی خرابی کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

چوں مزاج آدمی گل خوار شد	زرد و بد رنگ و سقیم و خوار شد
جب آدمی کا مزاج مٹی خور ہو جائے	(تو وہ) زرد اور بد رنگ اور بیمار اور ذلیل ہو جاتا ہے

یعنی آدمی کا مزاج جب گلخوار ہو گیا تو وہ زرد اور بدرنگ اور بیمار اور ذلیل ہو گیا۔

چوں مزاج زشت او تبدیل یافت	رفت زشتی واں رخش چوں شمع تافت
جب اس کا برا مزاج بدل گیا	برائی جاتی رہی اور اس کا چہرہ شمع کی طرح چمک اٹھا

یعنی جب کہ اس کے مزاج زشت نے تبدیلی پائی تو اس کی زشتی جاتی رہی اور شمع کی طرح چمک گیا مطلب یہ کہ دیکھو جب انسان مٹی کھانے لگتا ہے تو اس کی رنگت اور رونق روح سب خراب ہو جاتی ہے اور جب یہ عادت بد چھوٹ جاتی ہے تو پھر چہرہ پر وہی رونق وہی تازگی آ جاتی ہے اسی طرح جب قلب انسانی خراب ہو جاتا ہے تو اس کی استعداد مکدر اور خراب ہو جاتی ہے اور جب مجاہدہ سے اس میں تبدیل ہو جاتا ہے اور دل درست ہو جاتا ہے تو وہ استعداد چمک اٹھتی ہے اور اس میں رونق اور تازگی ہو جاتی ہے آگے اور مثال ہے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دایہ کو طفل شیر آموز را	تا بہ نعمت خوش کند بد فوز را
وہ دایہ کہاں ہے؟ جو شیر خوار بچہ کو	نعمت کے ذریعہ خوش کر دے بد ذوق کو

یعنی طفل شیر خوار کی وہ دایہ کہاں ہے کہ نعمت سے اس بدذہن کو خوش کر دے۔

دایہ کو شیر خوارہ طفل را	تا ز نعمتہا کند او را غذا
شیر خوار بچہ کے لئے وہ دایہ کہاں ہے ؟	جو نعمتوں کی اس کو غذا دے

یعنی طفل شیر خوار کی وہ دایہ کہاں ہے جو کہ اس کی غذا نعمتوں سے کر دے یعنی اس کو نعمتیں علاوہ دودھ کے پلا دے مطلب یہ ہے کہ ایسا مربی کہاں ہے کہ جو ہم کو اس عالم کی ظاہری نعمتوں سے چھڑا کر اس عالم کی حقیقی نعمتیں دے دے۔

گر بہ بندد راہ یک پستاں برو	بر کشاید راہ صد بستاں برو
اگر اس پر ایک پستان کا راستہ بند کرے گی	سینکڑوں باغوں کا راستہ اس پر کھول دے گی

یعنی اگر وہ ایک پستان کی راہ کو بند کر دے تو سینکڑوں باغوں کا راستہ کھول دے مطلب یہ کہ دیکھو ماں اگر چہ دودھ چھڑاتی ہے اور بچہ روتا ہے مگر وہ نہیں دیتی اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یہ چاہتی ہے کہ اب اس کا دودھ چھوٹے تو یہ ساری نعمتیں کھانے لگے روٹی بھی کھاوے میوے بھی کھاوے تو اگر چہ ایک پستان سے اس کو روک رہی ہے مگر انجام کار یہ روکنا باعث ہو جاوے گا لاکھوں نعمتوں کے کھانے کا۔ ورنہ ساری عمر ایک ہی چیز کو لئے بیٹھے رہتے تو اسی طرح شیخ اور مربی اگر چہ بظاہر دنیا کو چھڑا رہا ہے مگر یہ تو دیکھو کہ وہ اس کی عوض میں کیا دے رہا ہے وہ اس کی عوض میں اس عالم کی باغ و بہار اور جنت دے رہا ہے۔

زانکہ پستاں شد حجاب آں ضعیف	از ہزاراں نعمت و خواں و رغیف
کیونکہ اس ناتواں کے لئے پستان پردہ بن گیا	ہزاروں نعمتوں اور خوان اور روٹی سے

یعنی اس لئے کہ پستان اس ضعیف کے لئے حجاب ہو رہا ہے ہزاروں نعمتوں سے اور خوانوں سے اور روٹیوں سے بس اگر یہ دودھ چھوٹ جاوے یقیناً وہ نعمتیں حاصل ہوں تو اسی طرح جب اس دنیا سے ترک تعلق ہو تب اس عالم کی نعمتیں نصیب ہوں اس پر تفریع فرماتے ہیں۔

پس حیات ماست موقوف فطام	اندک اندک جہد کن تم الکلام
تو ہماری زندگی دودھ چھڑانے پر موقوف ہے	بتدریج کوشش کر بات ختم ہوئی

یعنی بس ہماری حیات اصلی فطام پر موقوف ہے تو تھوڑی تھوڑی کوشش کر و بات پوری ہو چکی مطلب یہ ہے کہ اب معلوم ہو گیا کہ ہماری اس عالم کی حیات ابدی اور اصلی کا حصول اس پر موقوف ہے کہ اس دنیاوی تعلقات

www.besturdubooks.wordpress.com

کو چھوڑا جاوے جب یہ بات ہے تو خیر ایک دم سے تو کیا ترک کرو گے تھوڑا تھوڑا چھوڑ دو کہ تم کو اس میں آسانی ہوگی ورنہ ایک دم بوجھ پڑ جاوے گا۔ سبحان اللہ کیا آسانی ہے بزرگان دین معاصی کو تو ایک دم سے ہی فرماتے ہیں کہ قطع کردو مگر جو اور تعلقات مباحہ ہیں ان کو خیر تھوڑا تھوڑا ہی کر کے چھوڑ دو اول کم کرو پھر چھوڑ دو اس لئے کہ اس عالم کی نعمتیں اور اس عالم کے لذائذ اس عالم کے سامنے بالکل ہیچ ہیں۔ لہذا ان کو ترک کر کے ان کو اختیار کرو آگے مثال فرماتے ہیں کہ

چوں جنیں بود آدمی خوں بد غذا	از نجس پاکی برد مومن کذا
جب انسان ماں کے پیٹ میں تھا خون خوراک تھی	مومن اسی طرح نجاست سے پاکیزگی حاصل کرتا ہے

یعنی آدمی جنین کی طرح تھا اور خون غذا تھی تو مومن نجس سے اسی طرح پاکی لے لیا کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ جنین خون کھاتے کھاتے غذا خور ہو گیا اسی طرح مومن بھی اپنے نفس کی مخالفت کر کے اور مجاہدہ وریاضت کر کے ملکات سیئہ کو حسنہ بنالیا کرتا ہے۔

چوں جنیں بود آدمی خونخوار بود	بود او را بود از وخوں تارو پود
جب انسان ماں کے پیٹ میں خون کھانے والا تھا	اس کے وجود کا تانا بانا خون سے تھا

یعنی جب آدمی جنین تھا تو خونخوار تھا اور اس کی ہستی کے لئے خون ہی سے تار و پود تھا یعنی اسی سے پرورش پاتا تھا۔

از فطام خوں غذایش شیر شد	وز فطام شیر لقمہ گیر شد
خون چھڑانے سے اس کی خوراک دودھ ہوئی	اور دودھ چھڑانے سے وہ لقمہ کھانے والا ہو گیا

یعنی خون کے چھوٹنے سے اس کی غذا دودھ ہوئی اور دودھ کے چھوٹنے سے وہ لقمہ گیر ہو گیا یعنی دوسری غذا کھانے لگا۔

وز فطام لقمہ لقمانے شود	طالب مطلوب پنہانے شود
لقمہ چھڑانے سے وہ لقمان ہو جاتا ہے	ایک پوشیدہ مطلوب کا طالب بن جاتا ہے

یعنی لقمہ کے چھوٹنے سے ایک لقمان ہو گیا اور ایک مطلوب پوشیدہ کا طالب ہو گیا۔ لقمہ سے مراد تعلقات دنیاوی ہیں اب مطلب یہ ہوا اول انسان حالت جنین ہونے میں نجس خوار تھا اس کے بعد شیر خوار پھر غذا خوار ہو گیا اور اس کے کسب میں بہت سے تعلقات دنیاوی پیدا ہوئے جب ان سب تعلقات کو ترک کر دیا اب یہ کامل ہو گیا اور طالب حق ہو گیا آگے انسان کے اس دنیا سے خوش ہونے اور اس میں دل لگانے کی اور اس عالم سے گھبرانے اور اکتانے کی ایک بہت عجیب اور نفیس مثال فرماتے ہیں۔

گر جنیں را کس بگفتے در رحم	ہست بیروں عالمی بس منتظم
اگر پیٹ کے بچے سے کوئی رحم میں کہتا	باہر ایک بڑی منظم دنیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر جنین سے کوئی رحم میں کہتا کہ (رحم کے) باہر ایک بہت نفیس عالم ہے۔

یک زمین خرمے با عرض وطول	اندر و بس نعمت و بیحد اکول
ایک لمبی چوڑی دل کشا زمین ہے	اس میں بیشمار نعمتیں اور بے حد غذائیں ہیں

یعنی ایک زمین خوش ہے ساتھ عرض وطول کے کہ اس میں بہت نعمتیں ہیں اور بے حد غذائیں ہیں۔

کوہ ہا و بحرہا و دشتہا	بوستاں ہا باغہا و کشتہا
پہاڑ ہیں دریا ہیں اور جنگل ہیں	گلستان ہیں باغات ہیں کھیتیاں ہیں

یعنی (اس میں) پہاڑ ہیں اور دریا ہیں اور جنگل ہیں اور بہت سے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں۔

آسمانے بس بلند و پر ضیا	آفتاب و ماہتاب و صد سہا
بہت اونچا آسمان ہے اور منور	آفتاب اور چاند اور سینکڑوں سہا (ستارے) ہیں

یعنی ایک آسمان ہے بہت بلند اور پر ضیا اور آفتاب ہے اور ماہتاب ہے اور سینکڑوں ستارے ہیں۔

از جنوب و از شمال و از دبور	باغہا دارد عروسیہا و سور
جنوبی اور شمالی اور مغربی ہواؤں سے	باغات جشن اور تازگی رکھتے ہیں

یعنی باد شمال اور جنوب اور دبور سے باغ بہار رکھتے ہیں اور خوشیاں یعنی ان کی وجہ سے سب ہرے بھرے ہیں۔

در صفت ناید عجابہای آں	تو دریں ظلمت چہ در امتحاں
اس کے عجائب بیان نہیں ہو سکتے ہیں	تو اس اندھیرے میں آزمائش میں کیوں ہے؟

یعنی اس کے عجائبات بیان میں نہیں آتے تو اس ظلمت کے اندر کیا مصیبت میں پڑا ہوا ہے۔

خوں خوری در چار میخ تنگنا	درمیان حبس و انجاس و عنا
تنگ قید خانہ میں تو خون کھا رہا ہے	بندش اور نجاستوں اور مشقت میں

یعنی تو اس چارمیخ تنگنا میں خون کھاتا ہے اور اس حبس میں اور نجاستوں میں اور مشکلوں میں پھنسا ہوا ہے

جب کوئی اس کو یہ کہے اور اس کو اس جہان کا شوق دلاوے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ

او بحکم حال خود منکر بدے	زیں رسالت معرض و کافر شدے
وہ اپنی حالت کے تقاضے سے منکر ہوتا	اس پیغام سے اعراض کرنے والا اور کافر ہوتا

یعنی اپنی حالت کی اقتضا کی وجہ سے منکر ہوتا اور اس پیغام سے معرض اور منکر ہوتا مطلب یہ کہ وہ یقیناً اس کا انکار کرتا اور کہتا کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کایں محال ست و فریب ست و غرور	زانکہ وہم کور زیں معنی است دور
کہ یہ ناممکن ہے اور فریب ہے اور دھوکا ہے	کیونکہ اندھے کا وہم ان باتوں سے دور ہے

یعنی کہ یہ محال ہے اور فریب ہے اور دھوکہ ہے (اور اس کا یہ انکار) اس لئے ہے کہ اس اندھے کی فکران معانی سے دور ہے وہ ان باتوں کا ادراک کیا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

جنس چیزے چوں ندید ادراک او	نشنود ادراک منکر ناک او
اس کے ادراک نے چونکہ اس چیز کی جنس نہیں دیکھی	اس کا انکار کرنیوالا احساس (ان باتوں کو) نہیں سنتا ہے

یعنی اس کے ادراک نے جب کسی شئے کی جنس کو دیکھا ہی نہیں تو اس کا ادراک انکار منداس کو سنے ہی گا نہیں مطلب یہ کہ وہ اس کو قبول ہی نہیں کرسکتا اور وہ یہی خیال کرے گا کہ سب خیالی امور ہیں واقعی کچھ بھی نہیں ہیں۔

ہمچنانکہ خلق عام اندر جہاں	زاں جہاں ابدال میگویند شاں
اسی طرح دنیا کی عام مخلوق	ان کو ابدال اس عالم کے بارے میں کہتے ہیں

یعنی اسی طرح عوام خلق جہان میں ہے کہ اس جہان سے ابدال ان سے کہہ رہے ہیں کہ

کایں جہاں چاہست بس تاریک وتنگ	ہست بیروں عالمی بے بو و رنگ
کہ یہ عالم ایک بہت تاریک اور تنگ کنواں ہے	(اس) سے باہر ایک بے بو اور بے رنگ عالم ہے

یعنی کہ یہ جہان (دنیا) ایک چاہ تاریک وتنگ ہے اور اس سے باہر ایک عالم ہے بے بو اور رنگ کا کہ اس میں لون ہے اور نہ بو ہے تو اس عالم کی طرف حضرت اولیاء اللہ بلاتے ہیں۔ مگر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ۔

ہیچ در گوش کسے ز ایشاں نرفت	کایں طمع آمد حجاب ژرف وزفت
ان میں سے کسی کے کان میں (بات) نہ پہنچی	کیونکہ یہ لالچ گہرا اور موٹا پردہ بن گیا ہے

یعنی کچھ بھی کسی نے ان سے نہ سنا اس لئے کہ یہ طمع ایک حجاب قوی اور بڑا ہے مطلب یہ کہ جو اس عالم کی خوبیوں کو سن کر اس طرف متوجہ نہیں ہوتے وجہ اس کی یہ ہے کہ طمع عاجل نے اندھا کردیا ہے وہ حجاب ہو رہا ہے مولانا فرماتے ہیں۔

گوش را بندد طمع از استماع	چشم را بندد غرض از اطلاع
لالچ' کان کو سننے سے روک دیتا ہے	غرض' آنکھ کو باخبر ہونے سے بند کر دیتی ہے

یعنی طمع کان کو سننے سے بند کردیتی ہے اور غرض آنکھ کو دیکھنے سے روک دیتی ہے۔ بس جب طمع اور غرض دونوں ہوں تب تو بالکل کور و کر ہو جائے گا۔ نعوذ باللہ۔

ہمچنانکہ آں جنیں را طمع خوں	کاں غذائے اوست در اوطان دوں
جس طرح سے خون کے لالچ نے اس پیٹ کے بچہ کو	جو کہ کم درجہ وطنوں میں اس کی غذا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جس طرح کہ اس جنین کو خون کی طمع نے جو کہ اس کی غذا اس وطن ذلیل میں تھی۔

از حدیث ایں جہاں محجوب کرد	خون تن را در دلش محبوب کرد
اس عالم کی بات سے محروم کر دیا	اس کے دل کے لئے جسم کے خون کو محبوب کر دیا

یعنی اس جہان کی باتوں سے محجوب کر دیا اور خون تن کو اس کے دل میں محبوب کر دیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ۔

زین ہمہ انواع نعمت ماند فرد	غیر خوں اومی نداند چاشت خورد
نعمت کی ان تمام قسموں سے محروم رہا	خون کے علاوہ وہ غذا کھانا نہیں جانتا

یعنی ان تمام قسم کی نعمتوں سے محروم رہا اور وہ سوائے خون کے کوئی غذا کھانا جانتا ہی نہیں اسی طرح

برتو ہم طمع خوشی ایں جہاں	شد حجاب آں خوشی جاوداں
تجھ پر بھی اس دنیا کی خوشی کا لالچ	اس دائمی خوشی کا پردہ بن گیا

یعنی تجھ پر بھی اس جہان کی خوشی اس خوشی جاودانی سے حجاب ہوگئی ہے۔

طمع و ذوق ایں حیات پر غرور	از حیات راستینت کرد کور
دھوکے سے پر اس زندگی کے لالچ اور ذوق نے	سچی زندگی سے تجھے اندھا کر دیا

یعنی اس حیات پر غرور کی طمع اور ذوق نے تم کو حیات جاودانی سے دور کر دیا ہے جب معلوم ہوا کہ اس جہاں کی طمع ہی نے تم کو اندھا بنا رکھا ہے تو آگے اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ۔

پس طمع کورت کند نیکو بداں	برتو پوشاند یقیں را بیگماں
اچھی طرح سمجھ لے لالچ تجھے اندھا بناتا ہے	یقینا تجھ پر یقین کو پوشیدہ کر دیتا ہے

یعنی پس طمع تم کو اندھا کر دیتی ہے خوب جان لو وہ تم پر یقین کو بے شک پوشیدہ کر دیتی ہے۔

حق ترا باطل نماید از طمع	در تو صد کوری فزاید از طمع
لالچ کی وجہ سے تجھے حق باطل نظر آتا ہے	لالچ کی وجہ سے صد درجہ اندھاپن تجھ میں بڑھ جاتا ہے

یعنی تم کو طمع کی وجہ سے حق باطل دکھائی دینے لگتا ہے اور طمع سے تمہارے اندر سینکڑوں نابینائیاں زیادہ ہو جاتی ہیں۔

از طمع بیزار شو چوں راستاں	تانہی پا برسرآں آستاں
سچوں کی طرح تو لالچ سے بیزار بن	تا کہ اس چوکھٹ پر تو پیر رکھ سکے

یعنی طمع سے سچے لوگوں کی طرح بیزار ہو جاؤ تا کہ اس آستان (حق) پر سر رکھ سکو۔ مطلب یہ کہ تا کہ وہاں تک رسائی ہو سکے لہذا اول طمع کو اپنے اندر سے زائل کرو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کاندراں در چوں درائی وارہی	از غم و شادی قدم بیروں نہی
جب تو اس درگاہ میں پہنچ جائے گا نجات پالے گا	دنیا کے غم اور خوشی سے قدم باہر رکھے گا

یعنی اس درِ حق میں جب تم آ جاؤ گے تو غم اور خوشی سے قدم باہر رکھو گے مطلب یہ کہ جب اس در تک رسائی ہو گئی تو پھر سب غم و شادی سے چھوٹ جاؤ گے اور راحت اور آرام نصیب ہو جاوے گا اور طمع کے ترک سے یہ نتیجہ ہو گا کہ۔

چشم جانت روشن و حق بیں شود	بے ظلام کفر نور دیں شود
تیری روح کی آنکھ روشنی اور حق دیکھنے والی بن جائے گی	دین کا نور کفر کے اندھیرے سے پاک ہو جائے گا

یعنی تمہاری چشم باطن روشن اور حق بیں ہو جاوے گی اور بے ظلمت کفر کے (خالص) نور دین ہو جاوے گی مطلب یہ کہ اگر ان اخلاق رذیلہ کا دفعیہ مجاہدہ سے کر دیا تو پھر حق تعالیٰ تم کو نور ایمان نصیب کرے گا اور سراپا نور ہی نور ہو جاؤ گے۔

پند مرداں را پذیرا شو بجاں	تارہی از خوف و مانی در اماں
(دل و) جان سے مردان (حق آگاہ) کی نصیحت قبول کرنے والا بن	تاکہ تو خوف سے نجات پا جائے اور امن میں رہے

یعنی مردان حق کے نصائح کو دل و جان سے قبول کرو تا کہ خوف سے چھوٹ جاؤ اور امن میں ہو جاؤ خوف سے مراد پریشانی دنیاوی ہے مطلب یہ کہ اولیاء اللہ اور علماء کرام کی نصائح کو گوش دل سے سنو اور ان کو قبول کرو تا کہ تم کو یہ پریشانی دنیا کی نہ ہوں اور آرام اور راحت سے ہو جاؤ ورنہ اگر نہ سنو گے تو یاد رہے ہمیشہ خسران و ناکامی میں رہو گے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

بشنو اکنوں قصۂ تمثیل آں	تا بیابی در حقیقت نور جاں
اب اس کی مثال اور ایک قصہ سن لے	تاکہ تجھے حقیقتاً روح کا نور حاصل ہو جائے

یعنی اب تم ایک قصہ اس کی مثال میں سن لو تا کہ حقیقت میں نور جاں تم پالو یعنی تا کہ تمہارے قلب میں نور پیدا ہو لہذا ایک قصہ تمثیلاً سن لو آگے ایک قصہ بیان کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک بزرگ نے جنگل میں چند آدمیوں کو کہ وہ بھوکے تھے منع کیا تھا کہ دیکھو اس جنگل میں ہاتھی کے بچے ہیں مگر تم ان کو مت کھانا ورنہ ہاتھی تم کو پھاڑ ڈالیں گے۔ اس نصیحت پر بعض نے عمل کیا اور بعض نے نہ کیا بلکہ خوب کھائے رات کو جب سو گئے ان بچوں کے ماں باپ آئے بچوں کو نہ پا کر تلاش کیا اس میں ان لوگوں کے پاس بھی گزر ہوا تو انہوں نے ان لوگوں کے منہ کو سونگھا جس نے کھایا تھا اس کے منہ میں سے گوشت کی بو آئی اس کو انہوں نے چیر پھاڑ دیا اور جس نے نہ کھایا تھا اس کے منہ سے چونکہ بو نہ آئی لہذا چھوڑ گئے تو دیکھو جس نے ناصح کی نصیحت کو سنا وہ تو بچ گیا کہ اس کو ہاتھی نے مارا نہیں اور جس نے عمل نہ کیا اس نے اپنی جان دی لہذا اچھا ہے کہ ناصحین راہ حق کی نصیحت کو ضرور قبول کرو ورنہ ہلاک ہو گے۔ اب حکایت سنو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اے ضیاء الحق حسام الدین تیسرا دفتر بھی معرض اظہار میں لایئے اس لئے کہ تثلیث سنت ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ ایک مضمون کو تین بار بیان فرماتے تھے کبھی ایک ہی عنوان سے جبکہ اختلال فی السماع کا اندیشہ ہو۔ اور کبھی عنوان بدل کر جب کہ اختلال فی الفہم محتمل ہو اور ہر دو صورت میں تمکین فی اذھان السامعین بھی مقصود ہوتی تھی پس آپ نے مضمون توحید و اصلاح روح وضرورت شیخ کو دو بار تو مختلف عنوانوں سے ہر دو دفتر سابق میں بیان فرمادیا ہے۔ تیسری بار تیسرے عنوان سے اور بیان فرمادیجئے تاکہ سنت پر بھی عمل ہو جائے اور یہ مضامین عالیہ اچھی طرح سمجھ میں آ کر اذہان میں راسخ ہو جائیں آپ کو جو کچھ عذر ہوں سب کو چھوڑ دیجئے اور تیسرے دفتر میں اسرار کا خزانہ کھول دیجئے اعذار آپ کو مغلوب نہیں کر سکتے بلکہ آپ اعذار کو مغلوب کر سکتے ہیں کیونکہ آپ کی قوت قوت الٰہیہ ہے جو آپ کو حق سبحانہ کی طرف سے عطا ہوئی ہے اور وہ قوت نہیں جو ان رگوں کی مضبوطی سے پیدا ہوتی ہے جو حرارت سے متحرک ہوتی ہیں کہ آپ اعذار سے مغلوب ہو سکیں کسی پابند اسباب ظاہر کو شبہ نہ ہونا چاہئے کہ منشا قوت تو عروق ہی ہیں پھر کوئی ایسی قوت کیونکر ہو سکتی ہے جس کا منشا عروق نہ ہوں کیونکہ مسببات کے لئے دو قسم کے اسباب ہوتے ہیں۔ اولاً اسباب ظاہرہ عادیہ دوم اسباب مخفیہ غیر عادیہ چنانچہ نظائر اور مثالیں اس پر شاہد ہیں جن سے چشم پوشی نہیں ہو سکتی مثلاً چراغ کی روشنی مسبب ہے تیل بتی وغیرہ سے مگر آفتاب کی روشنی کے لئے نہ تیل کی ضرورت ہے نہ بتی کی۔ علیٰ ہذا سقف خیمہ وغیرہ ستونوں اور رسیوں سے قائم ہوتی ہے لیکن سقف فلک کے لئے نہ ستون کی ضرورت ہے نہ رسی کی حاجت خود قوت ہی کو لو جبریل کو حق سبحانہ فی شدید القوی ذو مرۃ فرمایا ہے حالانکہ ان کی قوت کھانے پینے اور رگ و ریشہ سے مستفاد نہیں بلکہ وہ ایسی دیدار حق سبحانہ سے مستفاد ہیں جو ان کی استعداد کے مناسب ہے بس یوں ہی ابدال اور دیگر اہل اللہ کی قوت بھی حق سبحانہ سے مستفاد ہے نہ کہ کھانے پینے وغیرہ سے لگی منشاء اس اشتباہ کا یہ ہو کہ تم ان کے اجسام کو اپنے اجسام کے مماثل دیکھ رہے ہو لہذا ان کی قوت کو بھی اپنی قوت پر قیاس کرتے ہو تو یہ بھی غلط ہے اس لئے کہ ان کے اجسام تمہارے اجسام سے گو دیکھنے میں مشابہ معلوم ہوں مگر حقیقت میں مماثل نہیں کیونکہ ان کے رگ و ریشہ میں نور پیوست ہو گیا ہے اس لئے یوں کہا جا سکتا ہے کہ ان کے جسم کا خمیر نور سے ہوا ہے حتیٰ کہ ان کے اجسام لطافت معنویہ میں دیگر اشخاص کی ارواح سے اور فرشتوں کی اجسام سے بھی بڑھ گئے ہیں پھر تم کو ان سے کیا نسبت اور تمہارا ان کو اپنے اوپر قیاس کرنا کہاں تک صحیح ہے (اب دفع دخل مقدر سے فارغ ہو کر پھر حسام الدین کو خطاب فرماتے ہیں) آپ تو حق سبحانہ کے اوصاف سے موصوف اور متخلق

www.besturdubooks.wordpress.com

باخلاق اللہ ہیں آپ معمولی اعذار سے کیا متاثر ہوتے) کیونکہ آپ تو بڑے بڑے عوارض سے بھی متاثر نہیں ہوتے دیکھو آتش شہوات وغضب کس قدر تیز ہے مگر خلیل اللہ کی طرف آپ کیلئے گلستان اور ٹھنڈی اور غیر مضر بن گئی کیوں نہ ہو کہ یہ آتش ناشی ہے عناصر سے پس جس پر عناصر غالب ہوں گے اس کے لئے یہ آتش بھی مضر ہو گی اور جس کے عناصر مغلوب ہوں گے اس کے لئے یہ آتش بھی غیر مضر ہو گی چنانچہ عناصر آپ کے مزاج کے غلام ہیں پھر یہ آتش آپ کو کیا مضر ہو سکتی ہے آپ کا مزاج تو ایک نرالا مزاج ہے کیونکہ تمام مزاجوں کا مادہ عناصر اربعہ ہیں لیکن آپ کا مزاج سب سے فائق ہے کہ اس کا مادہ عناصر نہیں بلکہ اس عالم فراخ میں آپ کے مزاج نے بوجہ تخلق باخلاق اللہ کے صفت اتحاد بحق سبحانہ حاصل کر لی ہے۔ جس سے آپ کو مزاج خاص حاصل ہوا ہے جس میں عناصر کو دخل نہیں جس کی بناء پر جس طرح عناصر حق سبحانہ کے لئے مغلوب و مقہور ہیں یونہی وہ عناصر آپ کے مزاج کے بھی مغلوب و مقہور ہوں گے پس اب وہ شبہ مندفع ہو گیا جو ہمارے اس قول پر واقع ہو سکتا تھا کہ عناصر آپ کے مزاج کے غلام ہیں لیکن افسوس کہ مخلوق کی افہام کا میدان نہایت تنگ ہے کہ آپ کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے اور خواہ مخواہ کے شبہات پیدا کرتے ہیں بات یہ ہے کہ ارواح مخلوق کے لئے اس غذا کے مناسب حلق بھی نہیں کہ یہ غذائے ادراک حقیقت ان کے اندر پہنچ سکے لیکن اے ضیاء الحق والدین آپ کے مہارت تامہ و کمال کے سبب یہ حلوائے شیریں یعنی معرفت حقیقت حال پتھر میں بھی حلق پیدا کر سکتا ہے اور پتھر کے اندر بھی یہ غذا پہنچ کر اس کو آپ کی حقیقت حال سے واقف کر سکتی ہے یہ تو پھر بھی انسان ہیں اور گونہ استعداد رکھتے ہیں پس اگر آپ چاہیں تو ان کا آگاہ ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں یہ میرا دعویٰ ہی دعویٰ نہیں بلکہ میں اس دعویٰ پر دلیل رکھتا ہوں دیکھو کوہ طور پر پتھر ہی تو تھا مگر تجلی کے لئے اس میں حلق پیدا ہو گیا حتیٰ کہ اس نے وہ شراب تجلی پی لی اور اتنی پی کہ برداشت نہ کر سکا بلکہ پھٹ گیا اور ریزہ ریزہ ہو گیا بھلا بتلاؤ کہیں تم نے پتھر کو بھی اونٹ کی طرح وجد میں دیکھا ہے ہرگز نہیں پھر کوہ طور کی یہ حالت کیسے ہو گئی کیا وہ شراب پئے بغیر ہو گئی ہرگز نہیں پھر کیا شراب کے مناسب حلق پیدا ہو گیا تھا اور خدا نے پیدا کر دیا تھا اس کے ساتھ ایک مقدمہ اور شامل کرو جو ماسبق سے معلوم ہو چکا ہے وہ یہ کہ ممدوح الصدر متصف باوصاف حق سبحانہ اور متحد بحق جل عظمة بوحدة الاص طلاحیہ ہیں اور تصرف میں جارحہ حق سبحانہ ہیں اس کے ملانے سے صاف نتیجہ نکل آیا کہ ممدوح الصدر پتھر میں حلق پیدا کر سکتے ہیں اس کے بعد مولانا دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہر شخص دوسرے شخص کو کھانا دے سکتا ہے مگر حلق نہیں دے سکتا۔ حلق صرف حق سبحانہ عطا کر سکتے ہیں کبھی بواسطہ جارحہ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور کبھی بلاواسطہ جیسا کہ آگے مذکور ہو گا۔ (ف یہاں ایک شبہ واقع ہوتا ہے وہ یہ کہ اس کو تسلیم کیا گیا ہے کہ آدمی کھانا دیتا ہے نیز یہ بھی مانا گیا ہے کہ مولانا حسام الدین حلق دے سکتے ہیں اور کھانا دینا اور حلق دینا حقیقۃً دونوں فعل حق

www.besturdubooks.wordpress.com

سبحانہ کے ہیں پس اگر بالنظر الی الحقیقت عبادت سے اس کی نفی کی جائے تو دونوں منفی ہوں گے اور اگر بالنظر الی الظاہر عباد کے لئے ان کو ثابت کیا جائے تو دونوں ثابت ہوں گے پھر کیا وجہ ہے کہ ایک کو بندوں کے لئے ثابت کیا گیا اور دوسرے کو عباد سے نفی کر کے ذات حق سبحانہ میں منحصر کیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اعطاء طعام میں قدرت واختیار عبد کو دخل ہے گو وہ قدرت واختیار بھی موہوب من اللہ ہے۔ اس لئے اس کو بندوں کے لئے ثابت کیا گیا۔ اور اعطائے حلق میں قدرت واختیار عبد کو دخل نہیں بلکہ وہاں محض قدرت الٰہیہ کام کرتی ہے اگرچہ ظہور اس فعل کا عبد کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے اس کو عبد سے اتنا تعلق نہیں جتنا کہ اعطائے طعام کو لہٰذا اس کو اس سے نفی کیا گیا اور صرف حق سبحانہ کے لئے ثابت کیا گیا میں محض تقریب فہم کے لئے اس مضمون کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں گو یہ حقیقی مثال نہیں کیونکہ حق سبحانہ مثال سے منزہ ہیں۔ وللہ المثل الاعلیٰ۔ مثلاً ایک آدمی ایک وقت پیدل چلتا ہے اور دوسرے وقت ریل میں سفر کرتا ہے پہلی صورت میں وہ اپنی قوت سے جا رہا ہے اور دوسری صورت میں انجن کی قوت سے اس صورت میں یہ بھی کہنا صحیح ہے کہ آدمی ایک گھنٹہ میں چالیس میل سفر کر سکتا ہے یہ تو ایسا ہے جیسا کہ اوپر مولانا حسام الدین کو کہا گیا ہے کہ آپ پتھر کو حلق دے سکتے ہیں اور یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ آدمی مثلاً چار میل تو ایک گھنٹہ میں چل سکتا ہے مگر چالیس میل چلنا صرف انجن کا کام ہے یہ ایسا ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ آدمی کھانا تو دے سکتا ہے مگر حلق دینا حق سبحانہ ہی کا کام ہے۔ اس وقت حصر بھی صحیح ہوگا اور متناقض بھی نہ ہوگا اور اعطائے طعام اور اعطائے حلق میں فرق بھی ظاہر ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔ اوپر معلوم ہوا کہ اعطائے حلق حق سبحانہ کا کام ہے اب سمجھو کہ وہ ہر چیز کو اس کے مناسب حلق عطا فرماتے ہیں وہ جسم کو جسم کے مناسب حلق عطا فرماتے ہیں اور روح کو روح کے مناسب اور ہر ہر عضو کو جدا جدا ان کے مناسب مگر روح کو اپنی اصلی غذا کھانے کے لئے اور اسرار و معارف الٰہیہ سے بہرہ ور ہونے کے لئے اسی وقت حلق عطا فرماتے ہیں جبکہ وہ متخلق باخلاق اللہ ہو جائے اور دغا و دغل و دیگر ملکات سیئہ سے پاک صاف ہو جاوے اس میں علاوہ دیگر مصالح کے ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ آدمی اسرار الٰہیہ کو فاش نہ کر سکے تاکہ وہ ان قند کے مثل لذیذ علوم مکاشفہ کو نااہلوں کے سامنے جو کہ مکھی کے مانند ہیں بیان نہ کرنے لگیں کیونکہ جو چیز آسانی سے ملتی ہے اس کی قدر نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ اسرار حق سبحانہ کو وہ ہی معلوم کر سکتا ہے جو سوسن کی طرح سو زبانیں رکھتا ہو لیکن گونگا ہو یعنی زبان رکھتا ہو مگر ظاہر نہ کر سکے اور یہ ایسے وقت ممکن ہے جبکہ اس کو اس کی قدر ہو اور یہ بات حاصل ہوتی ہے ریاضات و مجاہدات میں مشقت اٹھانے اور ملکات رذیلہ کو دور کرنے سے اس سے اس شرط کی ضرورت ہوئی جو حق سبحانہ اپنی عنایت سے خاک کو بھی حلق عطا فرماتے ہیں مگر اس کے مناسب حتیٰ کہ وہ پانی سے غذا حاصل کرتی ہے اور انواع و اقسام کے نباتات پیدا ہوتے ہیں پھر حیوان کو حلق عطا فرماتے ہیں حتیٰ کہ وہ نباتات کو کھا جاتا ہے اور نباتات کھا

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ حیوان موٹا تازہ ہوتا ہے تو انسان اس کو حلق کے ذریعہ سے کھاتا ہے جو اس کو عطا ہوا ہے اور حیوان کا صفایا ہو جاتا ہے اب پھر مٹی کی باری آتی ہے اور وہ اپنے اس حلق سے جو اس کے مناسب اس کو عطا ہوا ہے انسان کو کھا جاتی ہے جبکہ اس کی روح و حواس وغیرہ اس سے جدا ہو جاتے ہیں اس کے علاوہ میں نے بہت سے ذرے اپنی نظر کشفی سے دیکھے ہیں جن کو ان کے مناسب حلق عطا کیا گیا ہے اور وہ اپنی مناسب غذا کے لئے منہ کھولے ہوئے ہیں جن کی خوراک کی اگر میں تفصیل بیان کروں تو بہت طویل ہو جاوے حق سبحانہ نے اپنے انعام سے پتوں کو بھی سامان تغذی عطا فرمایا ہے اور اس کا لطف تمام مربیوں کو بھی تربیت فرماتا ہے وہ رزقوں کو بھی رزق عطا کرتا ہے کیونکہ گندم وغیرہ بلا غذا کے کیسے نشو و نما پا سکتے ہیں اس گفتگو کی کوئی انتہا نہیں یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے خوب سمجھ لو کہ اس کی بے تعداد حصوں میں سے ایک مختصر سا حصہ ہے خلاصہ یہ کہ تمام عالم آپس میں ایک دوسرے کو کھاتا اور اس کو فنا کرتا ہے اور جو آکلیت و کومالیت مخصوصہ کے قبضہ سے باہر ہیں وہی صاحب اقبال اور مقبول حق سبحانہ ہیں۔ یہ عالم ناسوت اور اس کے رہنے والے یعنی وہ لوگ جو اس میں منہمک ہیں سب منتشر اور فانی ہیں اور وہ عالم مخفی اور اس کے رہنے والے مستمر اور ابدی ہیں دنیا اور اس کے عشاق ختم ہو جانے والے ہیں اور وہ عالم علوی اور اس کے متعلقین ہمیشہ رہنے والے اور متحد و متفق ہیں کہ ان میں بوجہ عدم تخالف اغراض کے اختلاف نہیں۔ (ف یاد رکھو کہ اہل اللہ کو جو باقی کہا ہے سو اس بقاء سے بقاء حیات روحانی مراد ہے اور فنا غیر اہل اللہ سے مراد عدم حیات روحانی ہے خواہ موت روحانی کے ضمن میں متحقق ہو خواہ عدم کے ضمن میں تمام کے آکل و ماکول ہونے اور اہل اللہ کے اس قضیہ سے خارج ہونے کے مراد یہ ہے کہ جملہ عالم آکلیت و ماکولیت مخصوصہ میں منہمک ہے اور اہل اللہ منہمک نہیں گو فی الجملہ آکلیت و ماکولیت مخصوصہ ان سے بھی متعلق ہے اب نہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ فانی تو اہل اللہ بھی ہیں کہ وہ مرتے ہیں اور روح تو کفار وغیرہ کی بھی باقی رہنے والی ہے اور آکل و ماکول سے تو اہل اللہ خارج نہیں وجہ اندفاع ظاہر ہے) جب یہ معلوم ہوا کہ اہل اللہ کے سوا سب فانی ہیں تو کریم اور بھلا مانس اور اچھا شخص وہی ہے جو اپنی روح کو آب حیات یعنی معرفت حق سبحانہ سے سیراب کرے جس سے کہ اس کو حیات روحانی ابدی حاصل ہو باقیات الصالحات کا اصل مصداق یہی شخص ہے کہ اس کے لئے حکم ہے۔ **لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون** نہ ان کو کوئی خوف ہے نہ ہلاک روحانی وغیرہ کا خطرہ و اندیشہ۔ ان لوگوں کی ایک عجیب صفت یہ ہے کہ جس کی طرف اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے کہ اگر یہ ہزاروں بھی ہوں تب بھی ایک نفس سے زیادہ نہیں کیونکہ سب کا مقصود واحد ہوتا ہے اس لئے ان میں اتحاد و یگانگت ہوتی ہے اور ایسے جدا اور متباین نہیں ہوتے جیسے اس شخص کے خیالات جو اعداد کا خیال کرتا ہو کہ اس کا ہر خیال دوسرے خیال کے مبائن ہوتا ہے کیونکہ ایک کا خیال دو کے خیال کے خلاف ہے اور دو کا تین کے اور تین کا چار کے علی ہذا القیاس جن کا مطمح نظر آکلیت و ماکولیت ہے اور جو نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

میں منہمک ہیں ان کے لئے تو حلق وہ نالی ہے جس سے وہ کھاتے یا کھائے جاتے ہیں یعنی ان پر تو حیوانیت کا غلبہ ہے اور جو اپنے نفس پر غالب اور مغلوب حق ہیں ان پر روحانیت غالب ہے اور ان کو عقل ورائے عطا ہوئی ہے یہاں تک مضمون ارشادی کو ختم کر کے پھر مضمون سابق کی طرف رجوع فرماتے ہیں۔اور فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے عدل قائم کرنیوالی اور ظلم کو دفع کرنے والی لاٹھی کو بھی حلق عطا فرمایا تھا کہ وہ بہت سی لاٹھیوں اور رسیوں کو کھا گئی تھی مگر چونکہ اس کا اکل اور اس کی شکل عام حیوانوں کی طرح نہ تھی گو وہ بھی حقیقۃً حیوان تھی کیونکہ اسکو اکل سے دیگر حیوانات کی طرح تغذی مقصود نہ تھی نیز اس کی حیوانیت اصلی نہ تھی بلکہ عارضی تھی کہ بوقت ضرورت اس کو حاصل ہو جاتی تھی اور پھر فنا ہو جاتی تھی اس لئے اس میں اس آکل سے کوئی زیادتی نہ ہوتی تھی نیز اس عصائے موسیٰ علیہ السلام کی طرح حق سبحانہ نے یقین کو بھی حلق عطا فرمایا ہے کہ وہ ان خیالات فاسدہ کو کھا جاتا ہے جو آدمی کے اندر پیدا ہوتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ حق سبحانہ نے صرف اجسام ہی کو حلق عطا نہیں فرمایا بلکہ معانی کو بھی عطا فرمایا ہے۔جو ان کے مناسب ہے اور حلق معانی کو بھی حق سبحانہ غذا دیتے ہیں پس خلاصہ یہ ہے کہ نیچے سے اوپر تک کوئی مخلوق ایسی نہیں جو اپنے مناسب حلق نہ رکھتی ہو اور غذا حاصل نہ کرتی ہو پس روح کے لئے بھی حلق ہے اور وہ بھی غذا حاصل کرتی ہے کبھی غذا اصلی اور کبھی عارضی وساوس وغیرہ اس کی غذائے عارضی ہیں اور حقائق و معارف غذائے اصلی جب تک کہ وہ غذائے عارضی سے منتفع ہوتی ہے اور وساوس وشکوک سے غذا حاصل کرتی ہے اس وقت تک غذائے اصلی سے محروم رہتی ہے اور جبکہ اس غذا کو چھوڑ دیتی ہے اس وقت اس کی الہام حق سے مہمانی کی جاتی ہے اور جب روح کو فکر جسم سے نجات حاصل ہوتی ہے اس وقت اس کو حق سبحانہ سے تعلق رکھنے والا رزق یعنی معرفت الٰہیہ عطا ہوتا ہے اور جب عقل ودل فکر اصلاح جسم سے فارغ ہوتے ہیں اس وقت ان کو نیا رزق ملتا ہے جس کو ہضم معدہ کی ضرورت نہیں ہوتی اور تبدیل مزاج اس لئے مشروط ہے کہ سوء مزاج سوء مزاج والوں کے لئے مہلک ہے وہ ضرور ہلاک کر کے چھوڑتا ہے اور جب تک اس کی اصلاح نہ ہو اس وقت تک کوئی غذا عادۃً مفید نہیں ہوتی مثلاً جب آدمی مٹی کھانے کا عادی ہوتا ہے تو اس کی رنگت زرد ہوتی جاتی ہے اور بیمار اور کمزور ہوتا چلا جاتا ہے خواہ کیسی ہی قوی غذا کھائے بالآخر فنا ہو جاتا ہے اور جب کہ سوء مزاج جاتا رہا تو اس کی خرابی بھی دفع ہو جاتی ہے اور جو غذا کھاتا ہے اس سے اس کا چہرہ شمع کی مانند چمکنے لگتا ہے اس لئے اس روحانی غذا کے لئے تبدیل مزاج روح ضروری ہے ایک تو مماثلت اس سئی الاخلاق والملکات شخص کو گلخوار سے ہے جیسے کہ اوپر معلوم ہوا دوسری مشابہت اس کو طفل شیر خوار سے ہے کہ جس طرح وہ دودھ کے سبب اغذیہ نفیسہ سے محروم ہے یونہی یہ شخص اس غذائے عارضی یعنی ملکات سیئہ واخلاق رذیلہ کے سبب بہترین واصلی غذا یعنی معرفت حق سبحانہ سے محروم ہے پس کاش کوئی شخص ایسا ہو کہ جس طرح دایہ طفل شیر خوار کا دودھ چھڑا کر دیگر نعمتوں کو اس کی غذا بناتی اور

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کے برے منہ کو جو دودھ پینے کا عادی ہو گیا تھا دوسری نعمتوں سے اچھا کرتی اور اس کی چاٹ لگاتی ہے یونہی وہ شخص اس کو بھی ان اغذیہ فاسدہ یعنی ملکات رذیلہ سے چھوڑا کر اچھی غذاؤں پر لگادے یعنی اس کو معرفت الٰہی کی چاٹ لگادے دایہ جس وقت بچہ سے پستان چھوڑاتی ہے تو وہ اس کا نقصان نہیں کرتی بلکہ سو باغوں کی راہ اس پر کھول کر اس کو بہت بڑی محرومی سے بچاتی ہے کہ وہ اس کے سبب انواع واقسام کے میوے کھانے کے قابل ہوتا ہے کیونکہ پستان اس کمزور بچے کے لئے ہزاروں نعمتوں اور طرح طرح کے کھانوں اور روٹیوں سے مانع تھا اس نے اس مانع کو دور کر دیا جس سے وہ محرومی سے بچ گیا پس اسی طرح سمجھ لو کہ ہماری حیات روحانی بھی اخلاق رذیلہ کے چھوڑنے پر منحصر ہے اگر شیخ ان کو چھوڑانا چاہے تو چیں بہ جبیں نہ ہونا چاہئے بلکہ اگر دفعۃً ممکن نہ ہو تو آہستہ آہستہ ان کے چھوڑنے کی کوشش کرنی چاہئے ان شاء اللہ ایک دن تم کو وہ دولت عظمٰی حاصل ہو جائے گی اور اس شیر خوار کی طرح تم بھی محرومی سے بچ جاؤ گے اس تدریجی ترقی کی نظیر ہم تم کو محسوسات میں دکھلاتے ہیں۔ دیکھو جب آدمی شکم مادر میں تھا تو خون حیض اس کی غذا تھی اور اپنے جنین ہونے کی حالت میں خون کھاتا تھا اور اس کی ہستی کا دارومدار اسی خون پر تھا لیکن جب خون چھوٹا تو دودھ غذا ہوا گو اب بھی خون ہی کھا رہا ہے کیونکہ دودھ کا مادہ بھی خون ہی ہے لیکن حالت اولیٰ سے یہ حالت بہتر ہے کہ وہ ناپاک تھا یہ پاک ہے جب دودھ چھوٹا ہے تو کھانا کھانا شروع کرتا ہے جو کہ پہلی دونوں غذاؤں سے بہتر غذا ہے اور جب یہ ظاہری غذا چھوٹتی ہے تو اس وقت وہ ایک عارف ہوتا ہے اور حق سبحانہ کا طالب ہو کر غذائے روحانی سے متمتع ہوتا ہے یوں ہی مومن نجاسات روحانیہ سے رفتہ رفتہ پاک ہوتا ہے اور یوماً فیوماً اس کی حالت بدلتی رہتی ہے اور ادنیٰ حالت سے اعلیٰ کی طرف ترقی کرتا رہتا ہے تم کو اس کا یقین نہ آئے گا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ تمہاری حالت ایسی ہے جیسے بچہ شکم۔ اگر اس بچہ سے کوئی کہے کہ شکم سے باہر منتظم النظام اور نہایت خوبی سے سجا ہوا ایک عالم ہے اور ایک سرسبز شاداب بہت لمبی چوڑی زمین ہے اس میں بہت سی نعمتیں اور بے انتہا کھانے کی چیزیں ہیں اس میں پہاڑ ہیں دریا ہیں جنگل ہیں باغیچہ اور چمن میں کھیتیاں ہیں ایک عالیشان اور منور آسمان اس میں ایک سورج ہے ایک چاند ہے اور سینکڑوں ستارے ہیں بادشمالی بادجنوب پچھوا اور پروا ہوائیں چلتی ہیں بہت سے باغ ہیں بیاہ شادیاں ہوتی ہیں غرضکہ وہ عالم ایسا ہے کہ اس کے عجائبات بیان سے باہر ہیں تو اس زحمت میں پڑا ہوا کیا کر رہا ہے۔ تو تنگ شکنجہ میں پڑا ہوا خون کھا رہا ہے قید خانہ میں محبوس ہے گندگی میں لتھڑا ہوا ہے مصیبت میں گرفتار ہے تو وہ اپنی حالت کے لحاظ سے ان سب امور واقعیہ کا انکار کرے گا اور اس پیام رسانی سے اعراض کرے گا اور خلاف ورزی کرے گا کبھی نہ مانے گا اور یہ کہے گا کہ یہ محال ہے فطرت کے خلاف ہے فریب ہے دھوکہ ہے کیونکہ اس پر اندھے وہم کا غلبہ ہے اور وہم ان امور سے دور ہے۔ جس شے کی جنس کو اس کے ادراک نے دیکھا ہی نہیں اس کو اس کا سراپا انکار

www.besturdubooks.wordpress.com

ادراک کبھی تسلیم نہیں کر سکتا بس اسی طرح عام مخلوق کی حالت ہے جس میں تو بھی داخل ہے کہ ابدال اور اہل اللہ ان کے سامنے عالم تخفی کی حالت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ عالم ایک کنواں ہے جو تاریک و تنگ ہے اس سے باہر ایک اور عالم ہے جس میں نہ اس عالم کی بو ہے نہ رنگ بلکہ بالکل نرالا ہے مگر کسی کے کان پر بھی جوں نہیں رینگتی اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ طمع اس کے لئے ایک زبردست حجاب ہوگئی ہے اور طمع وہ بری بلا ہے کہ کان کو خلاف مطلوب کے سننے سے روک دیتی ہے اور آنکھ کو دیکھنے سے باز رکھتی ہے جس طرح کہ جنین کو اس خون کی طمع نے جو کہ اس کے ذلیل وطن میں اس کی غذا ہے اس جہان کے متعلق گفتگو کے سننے سے روک دیا اور جسم کے خون ہی کو اس کے دل کا محبوب و مرغوب بنا دیا لہٰذا وہ ان طرح طرح کی نعمتوں سے محروم ہوگیا اور بجز خون کے اس کو کوئی غذا کھانا نصیب ہی نہ ہوا یونہی تیرے لئے بھی اس عالم کی خوشی حجاب ہوگئی اور تجھ کو اس ابدی خوشی سے محروم کر دیا اور حیات کی لذت کی طمع نے جو فی الحقیقت ایک دھوکے کی ٹٹی ہے تجھ کو حقیقی اور سچی حیات سے دور کر دیا پس خوب سمجھ لو کہ طمع وہ بری بلا ہے کہ آدمی کو اندھا کر دیتی ہے اور حق کو پوشیدہ کر دیتی ہے طمع ہی کے باعث تمکوحق باطل نظر آتا ہے اور طمع ہی سینکڑوں پردے آنکھوں پر ڈالتی ہے پس تم کو سچے اور مخلص لوگوں کی طرح طمع سے دست بردار ہونا چاہئے تاکہ اس آستانہ پر قدم رکھ سکو جس میں داخل ہونے کے بعد تمام رنج و محن سے چھوٹ جاؤ گے اور تمہاری روح منور اور حق بیں ہو جائے اور سراپا نور دین بن جاوے جس میں ظلمت کفر کا نام و نشان بھی نہ ہو مشائخ کی بات تم کو دل و جان سے قبول کرنی چاہئے تاکہ خوف مکروہات دنیا و عقبیٰ سے چھوٹ کر مامون اور مصداق لاخوف علیھم ہو جاؤ اب تم کو اس کی مثال میں ایک قصہ سنا چاہئے تاکہ تم کو اس سے نور بصیرت حاصل ہو۔

شرح شبّیری

ایک دانا شخص کا قصہ جو کہ جنگل میں کچھ لوگوں سے ملا اور ان لوگوں کو نصیحت کی کہ ہاتھی کے بچے مت کھانا۔

آں شنیدی تو کہ در ہندوستاں	دید دانائے گروہ دوستاں
تو نے وہ قصہ سنا ہے کہ ہندوستان میں	ایک عقلمند نے دوستوں کے ایک گروہ کو دیکھا

یعنی تم نے وہ سنا ہے کہ ہندوستان میں ایک دانا شخص نے ایک گروہ دوستاں دیکھا یعنی وہ لوگ آپس میں دوست تھے جنگل میں سب یکجا جمع تھے۔ یہ دانا صاحب بھی جا پہنچے۔

گرسنہ ماندہ شدہ بے برگ و عور	می رسیدند از سفر و زراہ دور
بھوکے، تھکے ہوئے، بے ساز و سامان اور ننگے	سفر سے اور دراز راستہ سے آ رہے تھے

یعنی بھوکے اور بے سامان اور برہنہ رہے ہوئے تھے اور سفر اور راہ دور دراز سے پہنچے تھے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مہر دانائیش جوشید و بگفت	خوش سلامے شان وچوں گلبن شگفت
اس کی دانائی کی محبت جوش میں آئی اور	ان کو تپاک سے سلام کیا اور پھول کی طرح کھل گیا

یعنی اس دانا کی دانائی کی الفت نے جوش کیا تو اس نے ایک اچھا سلام کیا اور گل کی طرح کھل گیا یعنی اس نے سب کو سلام کیا اور ان کو دیکھ کر مسرت ظاہر کی۔

گفت دانم کز تجوع واز خلا	جمع آمد رنج تاں زیں کربلا
بولا میں جانتا ہوں کہ بھوک سے اور (معدہ کے) خالی ہونے سے	(اور) اس (میدان) کربلا کی وجہ سے تم پر مصیبتیں جمع ہوگئی ہیں

یعنی اس نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ بھوک اور خلو معدہ کی وجہ سے اس میدان میں تکلیف تم کو جمع ہوئی ہے مطلب یہ کہ مجھے معلوم ہے کہ تم بھوک وغیرہ کی وجہ سے بہت تکلیف میں ہو۔

لیک اللہ اللہ اے قوم جلیل	تانباشد خورد ان فرزند پیل
لیکن خدا کے لئے اے بزرگو	تم ہاتھی کے بچہ کو ہرگز نہ کھانا

یعنی لیکن اے قوم بزرگ خدا سے ڈرو اور ہرگز تمہاری خوراک ہاتھی کے بچے نہ ہوں اللہ اللہ کا معمول محذوف ہے یعنی اتقوا اللہ اتقوا اللہ مطلب یہ کہ ارے کہیں ہاتھی کے بچے مت کھا جانا اگرچہ بھوکے ہو مگر اس کا بہت برا نتیجہ ہوگا خدا سے ڈرنا اور اس کام سے بچنا۔

پیل ہست ایں سو کہ اکنوں می روید	پند من از جان و از دل بشنوید
جس جانب تم اب جا رہے ہو ہاتھی ہے	دل و جان سے میری نصیحت سن لو

یعنی جس طرف کہ اب تم جا رہے ہو ادھر ہاتھی ہیں لہذا میری نصیحت کو دل و جان سے سنو۔

پیل بچگانند اندر راہ تاں	صید ایشاں ہست بس دلخواہ تاں
تمہارے راستے میں ہاتھی کے بچے ہیں	جن کا شکار تمہیں بہت مرغوب ہے

یعنی تمہارے راستہ میں ہاتھی کے بچے ہیں اور ان کا شکار کرنا تمہارے بہت دلخواہ ہے اس لئے۔

بس ظریف اند و لطیف اند و سمیں	لیک مادر شاں بود اندر کمیں
نہایت عمدہ اور پاکیزہ اور موٹے ہیں	لیکن ان کی ماں گھات میں رہتی ہے

یعنی وہ خوب موٹے اور تازے اور لطیف ہیں لیکن ان کی ماں گھات میں لگی ہوئی ہے۔

از پئے فرزند صد فرسنگ راہ	او بگردد در حنیں و آہ آہ
اپنے بچے کی خاطر سینکڑوں میل کے راستہ سے	وہ روتی ہوئی اور ہائے ہائے کرتی ہوئی دوڑتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اپنے بچہ کے مارے سینکڑوں کوسوں میں روتی ہوئی اور افسوس کرتی پھرتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اس کے بچے کو کوئی مار ڈالتا ہے تو اپنے بچہ کی وجہ سے سینکڑوں کوس تک اس کے قاتل کو تلاش کرتی پھرتی ہے اور جب پاتی ہے تو اس کو مار ڈالتی ہے۔

آتش و دود آید از خرطوم او	الحذر زاں بچۂ مرحوم او
اس کی سونڈ سے آگ اور دھواں نکلتا ہے	اس کے قابل رحم بچے سے بچو

یعنی اس کی سونڈ میں سے (غصہ کی) آگ اور دھواں نکلتا ہے اس کے اس بچۂ مرحوم سے بس بچنا ہی بہتر ہے ان کو بھلا کھانا تو درکنار ان کو ہاتھ بھی نہ لگاوے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

اولیاء اطفال حق اند اے پسر	درحضور و غیبت آگاہ باخبر
اے لڑکے! اولیاء اللہ کے بچے ہیں	وہ (ان کی) موجودگی اور غیر حاضری میں (ان سے) باخبر ہے

یعنی اولیاء اللہ اطفال حق ہیں اور حالت غیبت اور حضور میں وہ ان سے باخبر ہیں۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ اگر اس وقت تمہارے سامنے ہوں اور تم ان کو ستاؤ اور ان کو برا بھلا کہو تو ممکن ہے کہ وہ خود بدلہ لے لیں اور جب کہ وہ غائب ہوں تب تم ان کی برائی کرو تو وہ بدلہ نہیں لے سکتے مگر حق تعالیٰ ہر حال میں ان سے خبردار ہیں اور جب کوئی ان کو ستاوے گا فوراً اس سے بدلہ لیں گے۔

غائبی مندیش از نقصان شاں	کو کشد کیں از برائے جان شاں
ان کی غیر حاضری ان کا نقصان نہ سمجھ	کیونکہ وہ ان کی جان کے سلسلے میں بدلہ لیتا ہے

یعنی غائبی کو ان کا نقصان مت سمجھو اس لئے کہ وہ ان کی جان کے لئے کینہ کھینچتے ہیں مطلب یہ اگر وہ اس وقت موجود نہیں ہیں اور کوئی برائی کرنے لگے تو یہ مت سمجھو کہ اس سے ان کا کوئی نقصان نہ ہوگا ان کا کوئی حرج بھی نہیں ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ ان کی خبر رکھتے ہیں بس جو ان کو ستاوے گا اس سے وہ خود بدلہ لے لیں گے۔

گفت اطفال من اند ایں اولیاء	در غریبی فرد از کار و کیا
اس نے فرمایا ہے کہ یہ اولیاء میری اولاد ہیں	غیر حاضری میں (بھی) کام اور مشغولیت سے خالی ہیں

یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ اولیاء میرے اطفال ہیں اور غربت میں شان وشوکت سے تنہا ہیں مطلب یہ کہ اگرچہ ظاہر حالت میں شان وشوکت ان میں نہیں مگر یہ میری اولاد ہیں لہٰذا حقیقت میں ان کا مرتبہ بہت بلند ہے اطفال ہونے کی توجیہ بعض نے یہ کی ہے کہ حدیث میں ہے۔ الخلق عیال اللہ مگر اس میں اولیاء اللہ کی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ خلق ایک کلی ہے جو کہ کل کفار و مسلمین سب کو شامل ہے بلکہ اگر یہ کہا جاوے کہ حدیث میں ہے من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب یعنی جو میرے کسی ولی کو ستاوے گا میں اس کو اعلان جنگ دیتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوں۔ یہ تو مشہور ہے مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب نے تفسیر مظہری میں اس حدیث کے ساتھ ایک حصہ اور بڑھایا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو کوئی میرے کسی ولی کو ستاتا ہے تو مجھے ایسا غصہ آتا ہے جیسے کہ شیرنی کو اس کے بچہ کو چھیڑنے سے آتا ہے تو اس تشبیہ سے نکل سکتا ہے کہ اولیاء اللہ بھی بمنزلہ عیال و اطفال کے ہوئے اور چونکہ قاضی صاحب کی نظر حدیث پر بہت تھی اس لئے ان کی اس زیادتی کو تسلیم کیا جاوے گا کہ زیادتی ایک ثقہ محدث کی ہے اور یہ توجیہ بہت ہی نفیس ہے کہ اس میں اولیاء اللہ کی نسبت صراحۃً ارشاد ہے تو یہ حضرات اگرچہ بظاہر بہت ہی شکستہ حالی میں ہوں مگر باطن میں بادشاہ ہوتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

مبیں حقیر گدایان عشق را کایں قوم — کہ شہان بے کمر و خسروان بے کلہ اند

اس شعر میں جو حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے آگے بھی اسی کی روایت بالمعنی فرماتے ہیں کہ۔

از برائے امتحاں خوار و یتیم	لیک اندر سر منم یارا و ندیم
وہ آزمائش کے لئے بے وقعت اور یتیم ہیں	لیکن درپردہ میں ان کا مددگار اور ساتھی ہوں

یعنی (دوسروں) کی آزمائش کے لئے (ظاہر میں تو) خوار و بے کس ہیں۔ لیکن باطن میں میں ان کا ندیم ہوں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی آزمائش کے لئے کہ دیکھیں کون تو اس امر کو سن کر کہ یہ ولی خدا ہیں اس ظاہری حالت کا لحاظ نہیں کرتا اور ان کی قدر کرتا ہے اور کون صرف اس ظاہری حالت پر نظر کرتا ہے۔ لہذا ظاہر میں تو اس طرح بے کس رہتے ہیں اور باطن میں حق تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔

پشت دار جملہ عصمتہائے من	گوئیا ہستند خود اجزائے من
میری تمام حفاظتوں پر ان کا بھروسہ ہے	گویا وہ میرے ہی ٹکڑے ہیں

یعنی میری عصمتوں کے پشت دار ہیں۔ گویا خود میرے ہی اجزا ہیں۔ مطلب یہ کہ میری عصمتیں اور حفاظتیں ان کے لئے پشت پناہ ہو رہی ہیں گویا کہ وہ میرے اجزا ہو گئے ہیں اور اتحاد اصطلاحی حاصل ہو گیا ہے۔ اور ارشاد ہے کہ

ہاں وہاں ایں دلق پوشان من اند	صد ہزار اندر ہزار و یک تن اند
خبردار خبردار یہ گدڑی پوش میرے ہیں	ہزاروں ہزار ہیں اور ایک ہیں

یعنی کہ ہاں ہاں یہ دلق پوش میرے ہی ہیں لاکھ مضروب ہزار ہیں اور ایک تن ہیں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ دلق پوش میرے ہیں اور چونکہ ان کو میری نسبت حاصل ہے ان میں کا ایک بھی اس قدر قدرت رکھتا ہے اور اس قدر قوی ہے کہ دوسرے دس کروڑ کا مقابلہ کر سکتا ہے اور وہ اس کے سامنے ہیچ ہیں دس کروڑ اس لئے کہا کہ مولانا نے صد ہزار مضروب ہزار کہا تو ان کی ضرب سے دس کروڑ ہی حاصل ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان میں کا ایک بہتوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ آگے اس کی نظائر بتاتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ورنہ کے کردے بیک چوب ہنر	موسیٰؑ فرعون راز زیر و زبر
ورنہ ہنر کی لاٹھی سے کر سکتے ؟	(حضرت) موسیٰ ' فرعون کو تہ و بالا

یعنی ورنہ ایک ہنر کی لکڑی سے ایک موسیٰ فرعون کو کس طرح زیروزبر کردیتے مطلب یہ کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام ایک آدمی نے فرعون جیسے بادشاہ کو زیروزبر کردیا اور وہ بھی ایک ذرا سی لاٹھی سے حالانکہ اس کے سامنے ایک آدمی کیا چیز ہے پھر اس کے آلات حرب کے آگے یہ لاٹھی مگر چونکہ نسبت حق تعالیٰ حاصل تھی لہذا سب پر غالب ہوئے۔

ورنہ کے کردے بیک نفرین بد	نوح شرق و غرب را غرقاب خود
ورنہ ایک بددعا سے کب کر سکتے	(حضرت) نوح مشرق اور مغرب کو غرقاب

یعنی ورنہ ایک بددعا سے حضرت نوح علیہ السلام تمام شرق وغرب کو اتنا غرقاب کس طرح کرتے۔ غرقاب خود میں اضافت بادنیٰ ملابست ہے یعنی وہ غرقاب جو کہ ان کی وجہ سے ہوا تھا مطلب یہ کہ اگر حضرت نوح علیہ السلام کو معیت حاصل نہ ہوتی تو وہ ایک بددعا سے تمام عالم کو کس طرح غرقاب کر سکتے تھے یہ اسی معیت کی برکت تھی۔

برنکندے یک دعائے لوط زاد	شہر ہائے کافراں را المراد
جوانمرد لوط کی ایک دعا نہ اکھاڑ سکتی	کافروں کے شہروں کا خلاصہ یہ ہے

یعنی لوط بزرگ کی صرف ایک دعا ان کی تمام شہروں بے مراد کو ہرگز نہ اکھاڑ سکتی۔ یہ ایک دعا سے تمام جہان کا تہ و بالا ہوجانا یہ قوت حق سے ہی ہوا۔ لوط علیہ السلام کی بددعا صراحۃً تو کہیں منقول ہی نہیں ہاں قرآن شریف میں اتنا آیا ہے کہ انہوں نے دعا کی۔ رب نجنی و اھلی مما یعملون اور نجات کی ایک صورت یہ بھی ہوسکتی تھی کہ ان کو ہلاک کیا جاوے اور ان کو نجات دی جاوے لہذا اس سے بددعا بھی مستنبط ہوتی ہے۔ معیت حق کے حاصل ہونے کی وجہ سے ان کی ایک دعا کا یہ نتیجہ ہوا کہ۔

گشت شہرستاں چوں فردوس شاں	دجلۂ آب سیاہ رو بیں نشاں
ان کا جنت جیسا شہر ہو گیا	سیاہ پانی کا دریا جا نشان دیکھ لے

یعنی ان کا شہر جو مثل فردوس کے تھا ایک سیاہ پانی بہنے کی ندی ہو گئی نشان دیکھ لو مطلب یہ کہ وہ تمام شہر وغیرہ سب برباد ہو کر مٹ گئے۔ جن کا اب تک نشان باقی ہے آگے ان نشانات کی جگہ بتاتے ہیں کہ۔

سوئے شام ست ایں نشان وایں خبر	در رہ قدسش بہ بینی برگزر
یہ نشان اور واقعہ شام کی جانب (ہوا) ہے	بیت المقدس کے راستہ میں سر راہ تو دیکھ لے گا

یعنی یہ جز اور نشان شام کی طرف ہے بیت المقدس کے راستہ میں گزرگاہ پر دیکھو گے۔ قرآن شریف میں

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی ثمود کے نشانات کی بابت ذکر ہے اور وہ بھی شام ہی کی راہ میں ہیں تو یہ بھی اسی راستہ میں ہے سب ایک ہی جگہ قریب قریب بستیاں ہیں تو دیکھو یہ ساری برکت معیت مع اللہ کی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

صد ہزاراں انبیائے حق پرست	خود بہر قرنے سیاستہا بدست
لاکھوں حق پرست نبی (آئے ہیں)	(اور) ہر دور میں عذاب ہوئے ہیں

یعنی لاکھوں اولیائے حق پرست خود ہر زمانہ میں (موجب) سیاست ہوئے ہیں کہ ان کو ستانے اور ایذا دہی کی بدولت حق تعالیٰ کا غضب نازل ہوا ہے۔

گر بگویم ایں بیاں افزوں شود	خود جگر چہ بود کہ خارا خوں شود
اگر میں کہوں گا تو یہ بیان بڑھ جائے گا	جگر کیا ہوتا ہے خارا پتھر خون بن جائے گا

یعنی اگر میں اس کو بیان کروں تو طویل ہو جاوے گا اور جگر تو کیا پتھر بھی خون ہو جاوے گا۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کے مناقبت تو بہت طول طویل ہیں ان کے بیان میں خوف طویل کتاب کا ہے لہذا مختصر بیان کر کے ترک کیا جاتا ہے اگر ان کے پورے مناقب بیان کئے جائیں تو پتھر بھی خون ہو جاوے جبکہ ان حضرات کی عظمت پیش نظر ہو تو وہ بھی سنبھل نہیں سکتا۔

خوں شود کہ ہا و باز آں بفسرد	تو نہ بینی خوں شدن کوری ورد
پہاڑ خون بن جاتے ہیں اور پھر وہ جم جاتے ہیں	تو (ان کا) خون بننا محسوس نہیں کرتا ہے تو اندھا اور مردود ہے

یعنی پہاڑ خون ہو جاویں اور پھر ٹھٹھر جاویں تم ان کا خون ہونا دیکھتے نہیں ہو اس لئے کہ اندھے اور مردود ہو اگر تمہارے آنکھیں ہوتیں تو تم کو ان کا خون ہونا نظر آتا۔

طرفہ کوری دور بین و تیز چشم	لیک از اشتر نہ بیند غیر پشم
تو عجب اندھا ہے کہ دوربین اور تیز نگاہ ہے	لیکن اونٹ میں سے اون کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے

یعنی تو عجب اندھا ہے کہ دور بین اور تیز چشم ہے لیکن اونٹ کے سوائے اون کے کچھ نہیں دیکھتا یعنی صرف ظاہر پر نظر کرتے ہو حالانکہ دیدے کھلے ہوئے ہیں مگر حقیقت کو نہیں دیکھتے اور ایسی مثال ہے کہ جیسے اونٹ کو کوئی دیکھے اور کہے کہ ایک اون کا ڈھیر ہے اور اس کی حقیقت کو دریافت نہ کر سکے اسی طرح اس دنیا میں رہ کر تم اس کے ظاہر کو دیکھ رہے ہو اور جو اس سے مقصود اصلی ہے یعنی یہاں رہ کر عبادت اور یاد حق کرنا اس پر نظر نہیں ہوتی اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں یعلمون ظاھراً من الحیوۃ الدنیا یعنی دنیا کی زندگی کے ظاہر ہی کو دیکھتے ہیں اس کی غایت اور حقیقت پر نظر نہیں کرتے اور اس ظاہر میں اس قدر منہمک ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مو بمو بیند ز صرفہ حرص انس	رقص بے مقصود داند ہمچو خرس
انسان کا لالچ خرچ کو بال بال دیکھتا ہے	(اور) بے مقصد ریچھ کی طرح ناچتا ہے

یعنی حرص انسانی حرفۂ دنیا میں بال بال کو دیکھتا ہے اور ریچھ کی طرح رقص بے مقصود جانتا ہے مطلب یہ ہے کہ اس قدر طلب اور انہماک ہے کہ دنیا کے کاموں سے ذرا ذرا سی بات بھی نہیں چھوٹتی۔ حصول دنیا کے لئے بہت بہت دور نظر پہنچتی ہے کہ کوئی دقیقہ باقی نہیں رہتا۔ ہاں آخرت سے اندھے ہیں کہ خبر ہی نہیں اور دنیا کے لئے رات دن چکر میں رہتے ہیں اور کمانے کے لئے پھرتے ہیں اور انجام کار بے حاصل اور فضول ہوگا جیسے کہ ریچھ ناچتا ہے تو اس کو کوئی فائدہ ہی نہیں ہوتا بلکہ جو پیسے وغیرہ ملتے ہیں ریچھ والے کو ملتے ہیں اس کو خاک بھی فائدہ نہیں ہوتا اسی طرح اس ساری دوڑ دھوپ سے ان کو بھی کوئی فائدہ حقیقی نہیں ہوتا۔

مو بمو بیند ز حرص خود بشر	رقص او خالی ز خیر و پر ز شر
اپنے لالچ کی وجہ سے انسان ذرہ ذرہ دیکھتا ہے	اس کا ناچنا بھلائی سے خالی اور شر سے بھرا ہوا ہے

یعنی اپنی حرص کی وجہ سے انسان بال بال کو دیکھتا ہے اور اس کا رقص دنیا خیر سے تو خالی ہوتا ہے اور شر سے پر ہوتا ہے یعنی خیر حقیقی اس میں نہیں ہوتی آگے فرماتے ہیں کہ

رقص آنجا کن کہ خود را بشکنی	پنبہ را از ریش شہوت برکنی
اس وقت ناچ جبکہ تو خود شکنی کرے	شہوت کے زخم سے روئی کو نوچ ڈالے

یعنی رقص تو اس جگہ کرو کہ اپنے کو شکستہ کرلو اور روئی کو شہوت کے زخم سے اکھاڑ دو یعنی اس رقص دنیاوی کو ترک کردو کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ دین کے لئے کوشش کرو کہ جس سے فائدہ بھی حاصل ہو۔

رقص و جولاں بر سر میداں کنند	رقص اندر خون خود مرداں کنند
رقص اور جولانیاں میدان (جنگ) میں دکھاتے ہیں	بہادر اپنے خون میں رقص کرتے ہیں

یعنی رقص و جولانی میدان میں کرتے ہیں اور مردان راہ حق اپنے خون میں رقص کرتے ہیں یعنی جو کہ مردان حق ہیں وہ تو فنا ہوتے ہیں اور رقص کرتے ہیں ان کو اس سے اور خوشی ہوتی ہے ان کی یہ حالت ہوتی ہے۔

چوں رہند از دست خود دستے زنند	چوں جہند از نقص بر رقصے تنند
جب اپنے آپ سے نجات پالیتے ہیں تالیاں بجاتے ہیں	جب نقص سے باہر آ جاتے ہیں تو ناچتے ہیں

یعنی جب وہ لوگ اپنی ہستی کے ہاتھ سے چھوٹتے ہیں تو تالیاں بجاتے ہیں اور جب اس نقص سے نکلتے ہیں تو رقص شروع کر دیتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطرباں شاں از دروں دف می زنند	بحر ہا در شورشاں کف می زنند
ان کے مطرب اندر سے دف بجاتے ہیں	سمندر ان کے شور میں تالیاں بجاتے ہیں

یعنی ان کے مطرب ان کے اندر سے دف بجاتے ہیں اور بہت سے دریا ان کے شور میں کف مار رہے ہیں یعنی ان کو ظاہری دف و چنگ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خود ان کے اندر دف و چنگ محبت حق کے موجود ہے جس سے کہ مست ہو رہے ہیں اور علوم و معارف کے دریا ان کے اندر سے جوش مار رہے ہیں جس سے کہ وہ خوش و خرم ہیں۔

تو نہ بینی برگہا بر شاخ ہا	کف زناں رقصاں ز تحریک صبا
تو نے پتوں کو شاخوں پر نہیں دیکھا ہے	باد صبا کے حرکت دینے سے ناچتے تالیاں بجاتے

یعنی کیا تم پتوں کو شاخوں پر صبا کی حرکت دینے سے تالیاں بجاتے ہوئے نہیں دیکھتے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں بھی پتے اور شاخیں صبا کی حرکت دینے سے تالیاں بجاتے ہیں اور رقص کرتے ہیں۔ اسی طرح جب ان حضرات پر واردات عشقیہ ہوتے ہیں تو ان کی یہی حالت ہوتی ہے جو ان پتوں کی ہوتی ہے کہ خوش و خرم ہیں اور رقص کرتے ہیں۔

تو نہ بینی لیک بہر گوش شاں	برگہا بر شاخ شد کف زن عیاں
تو نہیں دیکھتا ہے لیکن ان کے کان کے لئے	کھلم کھلا پتے شاخوں پر تالیاں بجاتے ہیں

یعنی تو تو نہیں دیکھتا لیکن ان کے کان کے واسطے پتے شاخوں پر تالیاں بجا رہے ہیں مطلب یہ کہ تم کو تو نظر نہیں آتا مگر وہ ہر وقت تالیاں بجا رہے ہیں اور خوش ہو رہے ہیں۔

تو نہ بینی برگہا را کف زدن	گوش دل باید نہ این گوش بدن
تو پتوں کے تالیوں کے بجانے کو نہیں دیکھتا ہے	(اس کے لئے) دل کا کان چاہیے نہ کہ بدن کا کان

یعنی تم ان پتوں کے تالیاں بجانے کو دیکھتے نہیں ہو اس کے لئے گوش دل کی ضرورت ہے نہ کہ گوش بدن کی اور تمہارے پاس گوش دل ہے نہیں لہذا تم سن بھی نہیں سکتے۔

گوش سر بر بند از ہزل و دروغ	تا بہ بینی شہر جاں را با فروغ
سر کے کان کو مذاق اور جھوٹ سے بند کر لے	تاکہ تو جان کے شہروں کو بارونق دیکھے

یعنی ان گوش سر کو ہزل اور دروغ سے بند کر لو تا کہ شہر جان کو با فروغ دیکھ سکو یعنی ان کانوں کو واہیات اور فضولیات سے بند کر دو تا کہ تم اس عالم غیب کو جو کہ با فروغ ہے دیکھ سکو اور اس کی زیارت کر سکو۔

پس دہاں بر بند از ہزل اے عمو	جز حدیث روئے او چیزے مگو
اے چچا! مذاق سے منہ بند کر لے	اس کے چہرے کی بات کے علاوہ کچھ نہ بول

یعنی بس منہ کو ہزل سے بند کرلواے چچااور سوائے اس ذات کے روکے ذکر کے اور کچھ مت کہو مطلب یہ کہ بس سوائے ذکر حبیب کے اور سب سے منہ بند کرلو کہ سب ہزل ہے۔

در مصحف روئے او نظر کن خبر و غزل و کتاب تاکے

تو گوش ودہان دل حاصل کرواوران ظاہری گوش ودہان کو بند کرلو پھر دیکھو کیسے انوار نازل ہوتے ہیں۔

سرکشد گوش محمدؐ در سخن	کش بگوید در نبے حق ہو اذن
محمدؐ کا کان بات سے راز معلوم کر لیتا ہے	ان کو اللہ (تعالیٰ) نے قرآن میں فرمایا ہے وہ کان ہیں

یعنی گوش محمد صلی اللہ علیہ وسلم بات میں سر جھکاتا ہے کہ ان کو حق تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے ھـو اذن مطلب یہ کہ دیکھو وحی کے وقت حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی کس قدر کان لگاتے تھے کہ جس کی بدولت حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ھو اذن پوری آیت یہ ہے۔ ومنهم الذين يوذون النبي و يقولون هو اذن قل اذن خير لكم یعنی ان منافقین میں سے وہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں (اور جب کوئی ان سے کہتا ہے کہ کم بختو اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن پائیں گے تو کیا کہیں گے) تو کہتے ہیں کہ وہ تو کان کے کچے ہیں (ان کو جس طرح ہم بہکائیں گے مان لیں گے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) آپ فرمادیجئے کہ وہ کان کے کچے نہیں ہیں۔ وہ بہتر ہیں تمہارے لئے تو اول جو ھـو اذن ہے وہ تو یہاں مراد نہیں ہوسکتا اس لئے کہ یہ تو قول منافقین کا ہے لہذا یہ کہا جاوے گا کہ قل کے بعد جو اذن ہے وہ چونکہ خبر ہے مبتدا محذوف کی اس لئے اس کی تقدیر ہو اذن ہے تو مولانا کا مراد وہ اذن ہے اور اس مبتدا کو ظاہر کر دیا ہے کہ ھـو اذن اس سے بہتر اور کوئی توجیہ اس کی ہرگز نہیں ہوسکتی۔ واللہ الحمد وللہ در مولانا۔

سربسر گوش ست وچشم ست بنی	رحمت او مرضع ست و ما صبی
یہ نبی مجسم کان اور آنکھ ہیں	ان کی رحمت دودھ پلانے والی ہے اور ہم بچے ہیں

یعنی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سراسر چشم وگوش ہیں اور رحمت حق ہیں جو کہ مرضع ہے اور ہم صبی ہیں یعنی جس طرح کہ حضور کو فیض ہوا تھا اور ان کو چشم وگوش باطن عطا ہوئے تھے اسی طرح اب بھی ہم کو عطا ہو سکتے ہیں اس لئے کہ آپ تو رحمۃ للعالمین ہیں اور ہم بچے ہیں لہذا ہم پر بھی رحمت ہوگی۔

ہنوز آں ابر رحمت در فشانست خم و خمخانہ با مہر و نشانست

اب فرماتے ہیں کہ۔

ایں سخن پایاں ندارد باز راں	سوئے اہل پیل برآغاز راں
اس بات کی انتہا نہیں ہے واپس چل	ہاتھی والوں کی جانب اور شروع کی طرف چل

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی لہذا الوٹو طرف اہل پیل کے اور شروع کی طرف رجوع کرو یعنی شفقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تو انتہا ہی نہیں جتنا بیان کریں کم ہی ہے لہذا اس کو یہاں چھوڑ کر اس پیل بچگان کے قصہ کو بیان کردو۔

بقیہ قصہ معترضان پیل بچگان

ہاتھی کے بچوں پر اعتراض کرنیوالوں کے قصہ کا بقیہ

ہر دہاں را پیل بوئے می کند	گرد معدہ ہر بشر بری تند
ہاتھی ہر منہ کو سونگھتا ہے	ہر انسان کے معدے کے گرد چکر لگاتا ہے

یعنی ہاتھی ہر شخص کے منہ کو سونگھتا ہے اور ہر آدمی کے معدہ کے گرد پھرتا ہے مطلب یہ کہ اس ناصح نے کہا کہ یہ مت سمجھنا کہ جب ہم کھالیں گے تو اس کو کیا خبر ہوگی خوب منہ صاف کرلیں گے وہ ہاتھی منہ سونگھتا ہے اور معدہ کے اندر سے بو کو معلوم کرلیتا ہے۔

تا کجا یابد کباب پور خویش	تا زند اندر جزا صد زخم نیش
تاکہ کہیں اپنے بچے کے کباب (کی خوشبو) پالے	تاکہ بدلے میں سو زخم لگائے

یعنی تاکہ جہاں کہیں وہ اپنے بچہ کے کباب پاوے تو اس کو سزا میں سو زخم نیش کے مارے

تا کجا بوئے کباب بچہ را	یابد و زخمش زند اندر جزا
تاکہ کہیں بچے کے کباب کی خوشبو	پالے اور بدلے میں اس کے زخم لگائے

یعنی یہاں تک کہ جہاں کہیں اپنے بچہ کے کباب کی بو پاتا ہے تو بدلے میں اس کے زخم مارتا ہے اور اس شخص کو جس نے کھایا ہے سزا دیتا ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

لحمہائے بندگان حق خوری	غیبت ایشاں کنی کیفر بری
تو اللہ کے بندوں کے گوشت کھاتا ہے	ان کی غیبت کرتا ہے سزا پاتا ہے

یعنی تم بندگان حق کے گوشت کھاتے ہو (اس طرح کہ) ان کی غیبت کرتے ہو تو بدلہ پاتے ہو۔

ہاں کہ بویائے دہاں تاں خالق ست	کے برد جاں غیر آں کو صادق ست
خبردار! تمہارے منہ کی خوشبو سونگھنے والا خدا ہے	سوائے اس کے جو سچا ہے کون جان بچا سکتا ہے

یعنی ارے تمہارے منہ کو سونگھنے والا تو خالق ہے تو سوائے اس کے جو کہ صادق ہے کس کو جاں بری ہوسکتی ہے تو جب تم نے غیبت کرکے بمقتضائے آیہ ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً کے تم نے ان حضرات کا گوشت کھایا اور ان کو ایذا دی تو ان کے طرف سے تو بدلہ لینے والا حق ہے پھر بتاؤ

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ وہ تو عالم الغیب ہے اس سے کہاں بچ سکتے ہو۔

وائے آں افسوس کش بوئے گیر	باشد اندر گور منکر بانکیر
اس افسوس والے پر افسوس ہے جس کی خوشبو سونگھنے والے	قبر میں منکر اور نکیر ہوں

یعنی اس افسوس والے کی حالت پر افسوس ہے کہ جس کا منہ قبر میں سونگھنے والے منکر نکیر ہوں اور افسوس اس لئے ہے کہ

نے دہاں وزدیدن امکاں زاں مہا	نے دہاں خوش کردن از دارو دہاں
ان بزرگوں سے نہ منہ چھپانا ممکن ہے	نہ کسی دوا سے منہ کو خوشبو دار کرنا

یعنی نہ تو منہ کو ان سرداروں سے چھپا سکتے ہیں اور نہ دوا سے منہ کو خوشبودار کر سکتے ہیں۔ بس جو حالت ہوگی وہ سامنے ہوگی۔

آب و روغن نیست مر روپوش را	راہ حیلت نیست عقل و ہوش را
منہ چھپانے کیلئے چکنی چپڑی باتیں نہیں ہیں	عقل اور حواس کے لئے حیلہ کا راستہ نہیں ہے

یعنی وہاں روپوشی کے لئے آب و روغن نہیں ہے اور عقل و ہوش کے لئے حیلہ کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے بس جو ہوگا وہ سامنے ہوگا کوئی دھوکہ دہی وغیرہ وہاں کچھ نہیں چل سکتی۔

چند کوبد زخمہائے گرز شان	برسر ہر ژاژ خا و مرز شان
ان کے گرز بہت زخم لگائیں گے	ہر بکواسی کے سر اور سرینوں پر

یعنی وہ کتنے ہی گرز کے زخم لگا دیں گے ہر بیہودہ گو کے سر پر اور چوتڑوں پر مرز بضم میم مقعد یعنی جب چھپا تو سکیں گے نہیں لہٰذا ان پر ظاہر ہو جاوے گا اور وہ خوب گرز لگادیں گے اور پیٹیں گے۔ اب کوئی کہتا ہے کہ جناب ہم تو کہیں نہ گرز دیکھیں نہ کچھ اس کا جواب دیتے ہیں۔

گرز عزرائیل را بنگر اثر	گر نہ بینی چوب و آہن در صور
ملک الموت کے گرز کا اثر دیکھ لے	اگر تو لکڑی اور لوہا صورتاً نہیں دیکھتا ہے

یعنی گرز عزرائیل کا اثر دیکھ لو اگر تم لوہا اور لکڑی صورت میں نہیں دیکھتے مطلب یہ کہ اگر تم کو یہ نظر نہیں آتا تو اچھا نزع کے وقت عزرائیل علیہ السلام کے گرز کا اثر تو معلوم ہوتا ہے اگرچہ خود موثر نہ معلوم ہو مگر اثر سے بھی موثر پہ دلالت ہوتی ہے لہٰذا اس نزع والے کے کرب و بے چینی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کوئی چیز ہے کہ جو اس پر سخت تر ہے تو اسی سے اس گرز منکر نکیر کو بھی سمجھ لو اور اس سے قیاس کر لو اور بلکہ بعض مرتبہ صورت میں بھی نظر آ جاتا ہے جس کو آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

ہم بصورت می نماید گہ گہے	زاں ہمہ رنجور باشد آگہے
کبھی کبھی صورتاً بھی نظر آ جاتا ہے	ان سب سے بیمار باخبر ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی کبھی کبھی صورت میں بھی نظر آ جاتے ہیں اور ان سب سے وہ بیمار ہی آگاہ ہوتا ہے اس کو سب خبر ہوتی ہے وہ دیکھتا ہے اور بیان کرتا ہے اس سے تم کو بھی معلوم ہو جاتا ہے۔

گوید آں رنجور کاے یار حرم	چیست ایں شمشیر برفرق سرم
بیمار کہتا ہے کہ اے میرے محترم دوست!	میرے سر کی مانگ پر یہ تلوار کیسی ہے

یعنی وہ مریض کہتا ہے کہ اے گھر والو یہ تلوار میرے سر پر کیسی ہے۔

چوں نمی بیند کس از یاران او	در جواب آیند ہر یک اے عمو
جبکہ اس کے دوستوں میں سے کوئی نہیں دیکھتا ہے	ہر ایک جواب میں کہتا ہے ' اے چچا!

یعنی جبکہ اس کے دوستوں میں سے کوئی اس کو دیکھتا نہیں تو سب جواب دیتے ہیں کہ اے چچا۔

مانمی بینیم باشد ایں خیال	چہ خیالست اینکہ ہست ایں ارتحال
ہمیں نظر نہیں آتا ' یہ وہم ہو گا	کیسا وہم! یہ تو چل چلاؤ ہے

یعنی ہم تو دیکھتے نہیں ہیں خیال ہوگا (مولانا فرماتے ہیں کہ) یہ کیسا خیال ہے بلکہ یہ تو کوچ ہے یعنی وہ لوگ کہتے ہیں کہ برار ہے ہیں سرسام ہو گیا ہے۔ خیالات منتشر ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس کا تو کوچ ہونے والا ہے تم اس کو خیال ہی کہہ رہے ہو۔

چہ خیالست اینکہ آں چرخ نگوں	از نہیب ایں خیالے شد کنوں
یہ کیسا خیال ہے کہ اوندھا آسمان	اس خیال کے ڈر سے ویسا ہی ہو گیا

یعنی یہ کیسا خیال ہے کہ یہ چرخ نگون اس کے خوف سے ایک خیال ہو گیا ہے اس وقت یعنی اس کے سامنے یہ بھی ضعیف ہو گیا ہے وہ وقت ارتحال بہت بڑی چیز ہے حق تعالیٰ آسان فرمادیں اور ساتھ ایمان کے خاتمہ فرمادیں۔

گرزہا و تیغہا محسوس شد	پیش بیمار و سرش منکوس شد
گرز اور تلواریں محسوس ہو گئیں	بیمار کو اور اس کا سر اوندھا ہو گیا

یعنی تلواریں اور گرز اس بیمار کے آگے سب محسوس ہو گئے اور اس کا سر اوندھا ہو گیا۔

او ہمی بیند کہ آں از بہر اوست	چشم دشمن بستہ زان و چشم دوست
وہ دیکھ لیتا ہے کہ وہ اس کے لئے ہیں	دوست اور دشمن کی آنکھ اس سے بند ہے

یعنی وہ مریض تو دیکھ رہا ہے کہ وہ اس کے لئے ہے اور اس سے چشم دشمن و دوست سب بند ہیں کسی کو کچھ خبر نہیں اور وہ ان کو دیکھ دیکھ کر ہول کھا رہا ہے اور اس کو جو یہ ساری چیزیں دکھائی دے رہی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

حرص دنیا رفت و چشمش تیز شد	چشم او روشن گہ خونریز شد
دنیا کا لالچ گیا اور اس کی آنکھ تیز ہوئی	اس کی آنکھ خونریز ہونے کے وقت روشن ہوئی

یعنی حرص دنیا کی جاتی رہی اور اس کی آنکھ تیز ہوگئی اور اس کی آنکھ بڑی خونریزی کے وقت بند ہوئی یعنی ان اشیاء کو دیکھنے سے مانع تو یہ حرص دنیا ہی تھی اب وہ نہیں رہی لہذا سب منکشف ہوگیا۔مولانا فرماتے ہیں کہ بہت ہی ناوقت اس کی آنکھ کھلی اگر کچھ پہلے سے آنکھ کھلتی تو کچھ علاج بھی کرلیتا۔

مرغ بے ہنگام شد آں چشم او	از نتیجہ کبر اود و خشم او
اس کی آنکھ بے وقت کا مرغا ہوگئی	اس کے تکبر اور غصہ کے نتیجہ میں

یعنی اس کی یہ آنکھ مرغ بے ہنگام ہوگئی ہے اس کے کبر وخشم کے نتیجہ سے یعنی پہلے سے کبر وخشم اس کی آنکھ بند کیے ہوئے تھے اب جبکہ وہ جاتے رہے تو اس کی آنکھ کھلی تو یہ مرغ بے ہنگام ہے کہ جس طرح وہ اذان بے وقت دیتا ہے اسی طرح یہ کھلی بے وقت ہے۔

سر بریدن واجب آید مرغ را	کہ بغیر وقت جنباند درا
(اس) مرغ کا سر قلم کرنا ضروری ہو جاتا ہے	جو بغیر وقت کے گھنٹی بجائے

یعنی اس مرغ بے ہنگام کا سر کاٹنا ضروری ہے (عرفاً) کیونکہ وہ بغیر وقت کے آواز کو ہلاتا ہے تو اسی طرح اس آنکھ کو بھی ہلاک کر دینا ضروری ہے اب کوئی کہتا ہے کہ اچھا اس وقت تو ہم کو نزاع نہیں ہے جب ہوگا دیکھا جائے گا۔مولانا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

ہر زماں نزعیست جزو جانت را	بنگر اندر نزع جاں ایمانت را
تیری جان کے کسی جزو کا ہر وقت نزع ہے	جان کے نزع میں اپنے ایمان کی نگرانی کر

یعنی تمہارے اجزاء جان کو ہر وقت نزع ہے تو تم نزع جان کے اندر ایمان کو دیکھو مطلب یہ کہ تم کہتے ہو کہ نزع کے وقت ایمان کو درست کرلیں گے تو تمہاری جان کا نزع تو جب ہوگا جب ہوگا اس وقت تمہارے اجزا کا نزع ہو رہا ہے کہ جوں جوں گھڑیاں گزرتی جاتی ہیں ان میں کمی اور انحطاط ہوتا ہے پھر جب ایک قسم کا نزع اب بھی ہو رہا ہے تو اب بھی تو دیکھو کہ ایمان درست ہے یا نہیں۔خوب کہا ہے۔ تسر المرء ماذهب الليالي. وكان ذهابهن له ذهابا اور کہا ہے کہ

ہر دم تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی لے ایک گھڑی عمر تری اور گھٹا دی

آگے اس عمر کی ہر وقت گھٹنے کی ایک بہت ہی نفیس مثال فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

عمر تو مانند ہمیان زرست	روز و شب مانند دینار اشمرست
تیری عمر اشرفیوں کی تھیلیوں کی طرح ہے	دن اور رات اشرفیاں شمار کرنے والے کی طرح ہیں

یعنی عمر تیری اشرفیوں کی ہمیانی کی طرح ہے کہ رات دن اشرفی گننے والے کی طرح ہے۔

می شمارد می دہد زر بے وقوف	تا کہ خالی گردد و آید خسوف
بغیر توقف وہ اشرفیاں گنتے اور دیتے ہیں	یہاں تک کہ (ہمیانی) خالی ہو جاتی ہے اور گرہن آ جاتا ہے

یعنی وہ گننے والا گن رہا ہے اور بے سوچے سمجھے دے رہا ہے یہاں تک کہ وہ خالی ہو جاوے گا خسوف میں آ جاوے گا یعنی جب وہ خرچ تو کرے گا اور اس کی جگہ اور رکھے گا نہیں تو ظاہر ہے کہ ایک دن وہ خرچ ہو جاوے گی۔ خواہ خزانہ قارون ہی ہو۔

گرز کہ بستانی و ننہی بجائے	اندر آید کوہ زاں دادن بپائے
اگر تو پہاڑ سے لیتا رہے اور اس کی جگہ (کچھ) نہ رکھے	اس دینے سے پہاڑ جڑ سے ختم ہو جائے گا

یعنی اگر پہاڑ میں سے لینا شروع کرو اور اس کی جگہ کچھ رکھو نہیں تو اس دینے سے پہاڑ بھی جگہ سے گر پڑے اور ختم ہو جاوے تو جب تمہاری عمر ختم تو ہو رہی ہے اور اس کی جگہ کچھ رکھا جاتا نہیں ہے تو آخر نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک دن ختم ہو جاوے گی لہذا ضروری ہے کہ ہر دم اور ہر گھڑی ایمان کی خبر رکھو۔ تو اگر صرف خرچ ہو اور اس کی عوض میں کوئی چیز نہ رکھی جاوے تو پہاڑ بھی ختم ہو جاوے اور اگر عوض رکھ دیا جاوے تو پھر نقصان نہیں ہوتا اس لئے فرماتے ہیں کہ

پس بنہ بر جائے ہر دم را عوض	تا ز واسجد واقترب یابی غرض
تو ہر وقت جگہ پر عوض رکھتا رہ	تاکہ تجھے "سجدہ کر اور قریب ہو جا" کا مقصد حاصل ہو جائے

یعنی پس ہر دم کا عوض اس کی جگہ رکھ تا کہ واسجد واقترب سے تم غرض کو حاصل کرو یعنی تم اپنے ہر سانس کے عوض میں جس سے کہ عمر ختم ہو رہی ہے ذکر اور طاعت کو عوض میں رکھو پھر اگر بظاہر عمر ختم بھی ہو جائیگی مگر حقیقت میں تم کو عمر جاودانی اور حیات ابدی حاصل ہوگی۔

در کمال کارہا چندیں مکوش	جز بکارے کاں بود در دیں مکوش
تمام کاموں کی تکمیل میں اس قدر کوشش نہ کر	سوائے اس کام کے جو دین سے متعلق ہو کوشش نہ کر

یعنی تمام کاموں میں اتنی کوشش مت کرو سوائے اس کام کے جو دین میں ہو اور کسی میں کوشش مت کرو مطلب یہ کہ امور دنیاوی میں اس قدر کوشش مت کرو کہ بس اسی میں کھپ جاؤ۔ اس قسم کی کوشش تو امور دینی میں ہونی چاہیئے نہ کہ امور دنیاوی میں اس لئے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

عاقبت تو رفت خواہی ناتمام	کارہایت ابترو نان تو خام
(ورنہ) تو انجام کار ناقص روانہ ہو گا	تیرے کام ناقص ہونگے اور تیری روٹی کچی ہو گی

یعنی آخرکارتو ناتمام ہی چلا جائے گا کہ تیرے کام ابتر ہوں گے اور تیری روٹی کچی ہوگی مطلب یہ کہ دنیا کے تو تمام کام آخرکار ناتمام ہی رہ جاویں گے اس لئے اس سے ابھی سے ان کو ترک کردو کہ کچھ مفید نہیں ہے اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ جناب آپ موت کو یاد رکھنے کو کہتے ہیں تو ہم نے تو دل میں اس قدر یاد کر رکھا ہے کہ اتنا بڑا مقبرہ بنایا ہے اور اس قدر لاگت سے سنگ مرمر کی قبر بنائی ہے تو اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

واں عمارت کردن گور و لحد	نے بسنگ ست ونہ چوب ونے لبد
قبر اور لحد کی تعمیر	نہ پتھر سے ہے نہ لکڑی سے نہ ٹاٹ اور نمدے سے

یعنی اور یہ گور ولحد کی عمارت کرنا نہ پتھر سے ہے اور نہ لکڑی سے اور نہ ردوں سے۔

بلکہ خود را در صفا گورے کنی	درمنی او کنی دفن منی
بلکہ اپنی قبر (قلب کی) صفائی میں بنا	(اپنی) خودی کو اس (اللہ) کی خودی میں دفن کر

یعنی بلکہ اپنی کو صفا میں ایک گور بنالو کہ اس کے وجود میں تم اپنے اس وجود کو دفن کردو۔ مطلب یہ کہ صفائی قلب حاصل کرو اور اس میں مرتبہ فنا کا حاصل کرو کہ مردہ کی طرح اس میں دفن ہو جاؤ۔

خاک اوگردی و مدفون غمش	تادمت یابدمدد ہا از دمش
اس کی خاک بن جا اور اس کے غم میں دفن ہو جا	تا کہ تیرا سانس اس کے فیضان سے مددیں حاصل کرے

یعنی اس کی خاک بن جاؤ اور اس کے غم میں مدفون ہو جاؤ تا کہ تمہارا دم دم حق سے مدد پاوے یعنی فنا حاصل کرو تا کہ حق تعالیٰ تمہاری مدد فرماویں۔

گورخانہ قبہا و کنگرہ	نبود از اصحاب معنیٰ آں سرہ
قبوں اور کنگرہ کی قبریں	اہل باطن کے نزدیک بے عیب نہیں ہیں

یعنی گورخانہ اور قبے اور کنگرے اصحاب معنی کو یہ پسندیدہ نہیں ہیں اس لئے کہ

بنگر اکنوں رند اطلس پوش را	ہیچ اطلس دست گیرد ہوش را
اب کسی اطلس پوش رند کو دیکھ	کوئی اطلس اس کی روح کی دستگیری کرے گا؟

یعنی اب تم کسی رند اطلس پوش کو دیکھ لو کہ اطلس نے کچھ ہوش میں مدد کی یعنی قبر میں کچھ اس کے ہوش وحواس میں اطلس نے مدد کی اور ان کو قوت پہنچائی ہے یا نہیں تم خود ہی دیکھ لو بلکہ جو رند ہی ہیں ان کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

در عذاب منکرست آں جان او	کژدم غم در دل غمدان او
اس کی جان برے عذاب میں ہے	اس کے غمگین دل میں غم کا بچھو ہے

یعنی اس کی جان عذاب منکر میں ہے اور غم کے بچھو اس کے دل غمدان میں ہیں۔

از بروں برظاہرش نقش و نگار	وزدروں زاندیشہا اوزار زار
باہر سے اس کے ظاہر پر نقش و نگار ہیں	اور اندر سے وہ فکروں میں زار زار ہے

یعنی باہر تو اس کے ظاہر میں خوب نقش ونگار ہیں اور اندر سے اس کے افکار زار زار مطلب یہ کہ اس کی قبر وغیرہ بظاہر تو بہت منقش ہے مگر اندر سے جو حالت ہے اس کی خبر ہی نہیں کہ بے چارہ خراب وخستہ ہو رہا ہے اس رند اطلس پوش کی تو یہ حالت ہوگئی۔

واں یکے بینی دراں دلق کہن	چوں نبات اندیشہ و شکر سخن
اور ایک کو تو پرانی گدڑی میں دیکھے گا	اس کا فکر مصری کی طرح ہے اور بات شکر جیسی

یعنی اس ایک کو دیکھو کہ پرانی گدڑی میں نبات کی طرح تو اس کے افکار ہیں اور باتیں شکر کی طرح ہیں یعنی ایک وہ شخص ہے کہ پھٹی پرانی گدڑی میں ہے اور اس کا ظاہر بہت ہی خراب ہے مگر قلب دیکھو تو اندر سے شگفتہ ہے اور قبر بھی اندر سے پرنور اور رحمت سے بھری ہوئی ہے تو ظاہر کا کوئی اعتبار نہیں ہے اصل میں اعتبار اندروں اور قلب کا ہے لہٰذا اس کو درست کرو ظاہر خراب بھی ہو تو کوئی حرج بھی نہیں ہے آگے پھر ان مسافروں کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح: تو نے سنا ہوگا کہ ہندوستان میں ایک حکیم نے چند رفقا کی ایک جماعت دیکھی کہ وہ بھوکے اور بے سروسامان ہیں اور دور دراز سے سفر کر کے چلے آرہے ہیں بمقتضائے حکمت اس کی شفقت نے جوش مارا اور بہت تپاک سے سلام کیا اور ان سے مل کر گل کی طرح شگفتہ ہوگیا اور یہ کہا کہ یہ تو میں جانتا ہوں کہ اس پرمحن صحرا کے باعث اور بھوک اور خلوئے معدہ کے سبب تم کو بہت تکلیف ہے لیکن خدا کے لئے آپ بزرگان ہاتھی کا بچہ نہ کھالیویں میں یہ اس لئے کہتا ہوں کہ ادھر جس طرف تم اب جارہے ہو ایک ہاتھی رہتا ہے تم میری نصیحت کو غور وتوجہ سے اور بقصد عمل سنو بے التفاتی مت کرو (یہ ایک جملہ معترضہ ہے جو ان کی بے التفاتی دیکھ کر اثنائے کلام میں فرمایا گیا ہے پھر نصیحت شروع کرتے ہیں) اس راستہ میں کچھ ہاتھی کے بچے ہیں جن کو دیکھ کر ان کے شکار کے لئے تمہارا جی بہت للچائے گا کیونکہ وہ بہت نفیس اور عمدہ اور موٹے تازے ہیں لیکن یہ یاد

www.besturdubooks.wordpress.com

رکھو کہ وہ غیر محفوظ نہیں بلکہ ان کی ماں ان کی محافظ ہے۔ گو تمہاری نظر سے غائب ہے وہ اپنے بچوں پر اتنی شفیق ہے کہ ان کے لئے سو فرسخ کا چکر لگاتی ہے اور چنگھاڑتی اور فریاد کرتی جاتی ہے اس کی سونڈ سے آگ کے شعلے نکلتے ہیں پس تم کو اس کے بچوں سے نہایت احتراز چاہئے یہاں تک پہنچ کر مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم اولیاء اللہ کو بھی ایسا ہی سمجھو جیسے ہاتھی کے بچے اہل اللہ حق سبحانہ کے بچے ہیں اور وہ ان کی غیبت و توجہ الی الخلق کی حالت میں بھی اور حضور و توجہ الی الحق کی صورت میں بھی ان کا محافظ اور نگراں ہے ان کے نقصان اور مشغولیت کا بالخلق کے سبب تم یہ خیال نہ کرنا کہ حق سبحانہ کی نگرانی اور حفاظت ان سے منقطع ہو گئی ہے ہرگز نہیں بلکہ وہ ہنوز قائم ہے اور وہ اس حالت میں بھی ان کو ایذا پہنچانے والوں سے انتقام لینے پر آمادہ ہے کیونکہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ میرے غریب تنہا اور بے شوکت و شان اولیا میرے بچے ہیں (چنانچہ تفسیر مظہری میں کسی مقام پر ایک حدیث بدیں مضمون منقول ہے کہ حق سبحانہٗ اہل اللہ کو ستانے والوں پر ان کی خاطر یوں غضبناک ہوتے ہیں جس طرح شیر اپنے بچوں کے لئے ان کی ایذا دینے والوں پر۔ اس روایت سے اولیاء کا مثل اطفال حق سبحانہ ہونا مستفاد ہوتا ہے) میں نے ان لوگوں کے امتحان کے لئے بظاہر ذلیل اور لاوارث بنایا ہے۔ لیکن در پردہ میں ان کا مصاحب ہوں میری حفاظتیں جو مختلف عنوانوں سے ظاہر ہوتی ہیں ان سب کی معین و مددگار ہیں اور یہ بمنزلہ میرے اجزا کے ہیں کیونکہ وہ بمنزلہ میرے اولاد کے ہیں اور اولاد جزو ہوتی ہے۔ دیکھنا خبردار یہ میری گدڑی والے ہیں ان کو کوئی اذیت نہ پہنچے۔ گو دیکھنے میں یہ تنہا معلوم ہوں لیکن ہماری اعانت و حمایت سے ان میں کا ایک ایک لاکھوں اور کروڑوں کے برابر ہے ورنہ تم خیال تو کرو کہ اکیلے موسیٰ علیہ السلام فرعون کو ایک لاٹھی سے تلپٹ کیسے کر سکتے تھے اور ایک بددعا سے حضرت نوح علیہ السلام مشرق و مغرب کو کیونکر غرقاب کر سکتے تھے۔ نیز اگر ہماری اعانت و حمایت ان کے شامل نہ ہوتی تو حضرت لوط علیہ السلام کی ایک دعا کفار کے نامراد ملک کی بیخ کنی ہرگز نہ کر سکتی تھی۔ حالانکہ ان کا بہشت کے مانند گلزار اور بارونق ملک دجلہ آب سیاہ کی طرح غیر آباد پڑا ہوا ہے اب بھی تم اس کا نشان دیکھ سکتے ہو ہم تم کو پتہ بھی بتلائے دیتے ہیں شام کی طرف بیت المقدس کو جاتے ہوئے راستہ پر تم کو وہ نشان ملے گا اور اس سے تم کو اس واقعہ کی تصدیق ہوگی کچھ انہیں چند پیغمبروں پر منحصر نہیں بلکہ ہزاروں اہل اللہ اپنے اپنے زمانہ میں مخالفین کی تعذیب اور سرکوبی کا ذریعہ بنے ہیں۔ اگر میں سب کی تفصیل بیان کروں تو بہت طول ہوا جاتا ہے نیز ان کے تصورات سے کلیجے پھٹتے اور خون ہوتے ہیں کلیجے تو کیا پہاڑ خون ہوتے ہیں اور خون ہو کر پھر منجمد ہو جاتے ہیں۔ تم چونکہ مردود اور اندھے ہو اس لئے تم کو ان کا خون ہونا محسوس نہیں ہوتا یہاں تک بیان کر کے آگے دوسرے مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اندھے تو ہو مگر عجیب قسم کے اندھے ہو کہ اس کے ساتھ دور بین اور تیز نظر بھی ہو یعنی گو عالم غیب

سے اندھے ہو لیکن عالم اجسام میں تمہاری نظر بہت تیز ہے لیکن وہ تیزی بھی عجیب قسم کی ہے کہ اونٹ کی اون تو دکھلائی دیتی ہے مگر اونٹ نہیں دکھلائی دیتا یعنی عالم اجسام میں تم کو غیر مقصود اور غیر نافع اشیاء دکھلائی دیتی ہیں اور مقصود اصلی اور نافع حقیقی تمہاری نظر سے محجوب ہیں چنانچہ آدمی کی حالت یہ ہے کہ حرص کو ذرہ ذرہ دیکھتا ہے اور اس کے سبب ریچھ کی طرح بلا غایت محمودہ کے ناچتا ہے اور رات دن جدوجہد میں مصروف ہے اور حرص بال برابر بھی اس کی نظر سے مخفی نہیں ہوتی لیکن جو جدوجہد وہ اس حرص کے سبب کر رہا ہے اس میں برائی ہی برائی ہے بھلائی اصلا نہیں۔ مگر نہ وہ اشیاء نافع کو دیکھتا ہے اور نہ سعی لاحاصل کو چھوڑتا ہے ارے ظالم کس خرافات میں مصروف ہے تجھ کو جدوجہد اس کام میں کرنی چاہیے جس سے شکستگی و عجز وانکسار پیدا ہو اور یہ جو شہوات کا زخم تجھ میں موجود ہے اس کا پھاہا اتار اور انکو اچھا کر۔ میدان میں ناچنا اور خواہشات نفسانیہ کے لئے جدوجہد کرنا رنڈیوں اور زن خوں اور پست ہمت لوگوں کا کام ہے مردخون میں رقص کرتے ہیں اور مجاہدہ نفسانی میں جدوجہد کرتے ہیں ان لوگوں کو ابتدا میں تو تکلیف ہوتی ہے مگر جب اپنے کو فنا کر دیتے ہیں اور مرضیات حق سبحانہ کے تابع ہو جاتے ہیں اس وقت یہ خوشی سے تالیاں بجاتے ہیں اور جب اپنے نقصان سے نکل کر کامل ہو جاتے ہیں تو فرط مسرت سے ناچنے لگتے ہیں (تالیاں بجانے اور ناچنے سے ظاہری کود پھاند مراد نہیں ہے بلکہ فرط انبساط اور جوش مسرت مقصود ہے مضامین مابعد کو بھی ظاہری معنی پر محمول نہ کرنا چاہئے) ان کے باطن محفل رقص وسرود منعقد ہے اور ارباب نشاط شادیانے بجا رہے ہیں اور ان کے اندر شورش و جوش عشق حق سبحانہ کے سمندر جوش مار رہے ہیں اشجار و نباتات حقائق و معارف کی شاخیں اور پتے نسیم لطف الٰہی سے لہرا رہے ہیں اور وجد و طرب میں رقص کر رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں تم ان کو نہیں دیکھ سکتے مگر ان کے کانوں میں ان شاخوں اور پتوں کے تالیوں کی آوازیں آ رہی ہیں ہم پھر کہتے ہیں کہ تم ایسی تالیاں بجانے کو نہیں معلوم کر سکتے اس لئے کہ اس کے لئے گوش دل کی ضرورت ہے نہ کہ جسمانی کان کی بلکہ یہ تو اس کے ادراک سے مانع ہے پس اگر تم کو اس بارونق شہر جان کے سیر کی ضرورت ہے جس میں یہ پر لطف جلسے اور پر بہار باغ ہیں تو لغویات اور بے حقیقت باتوں کے سننے سے کانوں کو روکو اس سے تم کو وہ بارونق اور پر لطف شہر جان نظر آئے گا نیز تم کو صرف کان ہی کے بند کرنے پر اکتفانہ کرنا چاہئے بلکہ منہ کو بھی بند کرنا چاہئے کہ نہ محرمات کھاؤ پیو اور نہ ناجائز باتیں زبان سے نکالو بلکہ اگر مباحات سے احتراز کرنے میں کچھ ضرر نہ ہو تو ان سے بھی احتراز کرنا مناسب ہے اور بجز ذکر اللہ حقیقی یا حکمی کے کوئی بات زبان سے نہ نکالنا چاہئے۔ (ف: ذکر اللہ حکمی سے مراد وہ باتیں ہیں جو بامر شارع علیہ السلام ہیں خواہ وجوبا یا استحبابا۔ لذاتہ یا لغیرہ (ف ۲ آنکھ کو بھی انہیں دو پر قیاس کرنا چاہئے) ان نصائح کو کما حقہ اور اصالۃ تو حق سبحانہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سنتے ہیں جن کو حق سبحانہ نے سراپا گوش فرمایا ہے۔ (یا تو اس سے و تعیھا اذن و

www.besturdubooks.wordpress.com

اعیہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے یاذن خیر لکم کی طرف)اور وہ سراپا گوش اور سراپا چشم ہیں کہ اسی کو سنتے ہیں جو سننے کے قابل ہے اور اسی کو دیکھتے ہیں جو دیکھنے کے لائق ہے۔ ہم تو ان کے فیض سے علی حسب الاستعداد مستفیض ہیں ورحمۃ للعالمین ہمارے لئے بمنزلہ دایہ کے ہیں اور ہم ان کے لئے بمنزلہ شیر خوار بچے کے خیر یہ گفتگو تو کبھی ختم ہی نہیں ہوسکتی اب ہم کو مضمون سابق کی طرف لوٹنا چاہئے اور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہونا چاہئے جن کو ہتھنی سے پالا پڑنے والا ہے اس حکیم نے کہا کہ وہ ہتھنی آدمیوں کو سونگھتی ہے اور ان کے معدوں کو دیکھتی ہے تاکہ کہیں اپنے بچے کے کبابوں کی بو پالے اور تاکہ اپنا غیظ وغضب اور اپنا زور اس کھانے والے کو دکھلائے بس جب کسی جگہ اس کو اس کے بچے کی بو مل جاتی ہے تو پھر وہ اپنا قہر وغضب اور اپنی عقوبت اس کو دکھلاتی ہے غرضکہ وہ پوری کوشش کرتی ہے تاکہ وہ اپنے بچہ کی بو کہیں پائے اور اس کے عوض میں اس کو سزا دے۔ یہاں تک بیان کر کے مولانا پھر مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے تم کو عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ تم حق سبحانہ کے بندوں کا گوشت کھاتے ہو اور ان کی غیبتیں کرتے ہو بالآخر تم اس کا خمیازہ بھگتو گے یاد رکھو کہ حق سبحانہ تمہارے اس گوشت کھانے کو جانتے ہیں لہذا تم اس کے انتقام سے بچ نہیں سکتے۔ بلکہ صرف وہی شخص بچ سکتا ہے جو بچتہ رہا اور اس فعل شنیع کا مرتکب نہیں ہوا ارے اس قابل افسوس شخص کی حالت پر کمال افسوس ہے جس کا منہ منکر ونکیر سونگھیں گے اور وہ ان سے منہ نہ چھپا سکے گا اور وہ کسی دوا سے بھی اپنی منہ کی بو نہ کھو سکے گا نہ تو حلیہ تبدیل کرنے کے لئے کوئی پوڈر وغیرہ ہوگا اور نہ عقل وفہم کوئی تدبیر رہائی کی نکال سکے گی لہذا ان کے گرز اس بے ہودہ شخص کے سر اور چوتڑوں پر بہت سی ضربیں لگائیں گے تم کو اگر ان کے گرزوں میں کچھ شبہ ہو اور لکڑی اور لوہا ظاہر میں نہ دکھلائی دیتا ہو تو تم حضرت عزرائیل کے گرز کو تو اس کے اثر سے پہچانتے ہو اسی پر قیاس کر لو گرز عزرائیل علیہ السلام اثر کے ذریعہ سے تو یقیناً معلوم ہے لیکن کبھی کبھی وہ اس عالم میں محسوس بھی ہوتا ہے اور مرنے والا شخص نزع کی حالت میں اس کی واقفیت حاصل کرتا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ ارے یارو یہ میرے سر پر تلوار کیسی ہے اور چونکہ اس کے یار دوست وغیرہ نہیں دیکھ سکتے اس لئے وہ کہتے ہیں کہ ہم کو تو کچھ نظر نہیں آتا تیری متخیلہ کا اختراع ہے اب مولانا فرماتے ہیں ارے کیسا اختراع اور کیسا خیال یہ تو جان لے گا اور کیسا خیال یہ تو وہ واقعی شئے ہے جس کی دہشت سے آسمان جیسے واقعی اور عظیم الشان شے اس کی نظر میں خیال ہوگئی ہے اور جس نے کہ اس عالم واقعی کو اس نظر میں بے حقیقت بنا دیا ہے غرضکہ بیمار کو وہ گرز اور تلواریں دکھلائی دیتی ہیں جن سے اس کی حالت بالکل بدل جاتی ہے کہ جن کو وہ حقائق سمجھتا تھا وہ خیالات ہو جاتے ہیں اور جن کو خیالات جانتا تھا وہ واقعات ہو جاتے ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ یہ سب اسی کے لئے ہیں لیکن اور دوستوں اور دشمنوں کی آنکھیں بند ہوتی ہیں کہ وہ ان کو نہیں دیکھ سکتے اب دنیا کی حرص بالکل فنا ہو جاتی ہے اور مجوائے فکشفنا عنک غطاءک

www.besturdubooks.wordpress.com

فبصرک الیوم حدید اس کی نظر تیز ہو جاتی ہے اور جو چیزیں کہ اس کو پیشتر نہیں دکھلائی دیتی تھیں اب وہ دکھلائی دینے لگ جاتی ہیں لیکن افسوس کہ کب آنکھ کھلتی ہے جبکہ موت کا وقت آ جاتا ہے اور وہ آنکھ کھلنا کچھ مفید نہیں ہوتا اس کے تکبر اور غصہ و دیگر خصائل ذمیمہ کے سبب اس کی آنکھ نے اس مرغ کی صفت حاصل کر لی ہے جو بے وقت اذان دیتا ہو کیونکہ یہ اس وقت حقیقت سے مطلع کرتی ہے جب کہ تلافی و تدارک کا وقت نہیں رہتا اس مرغ بے ہنگام کا سر اڑا دینا واجب ہے جو بے وقت گھنٹے بجاتا اور اذان دیتا ہے لہٰذا اس آنکھ کو پھوڑ ڈالنا چاہئے اور دوسری آنکھ یعنی چشم قلب پر اعتماد کرنا چاہئے تم یہ نہ خیال کرو کہ ابھی کاہے کے لئے لذات سے محروم رہیں مرنے سے کچھ پیشتر سب کچھ کر لیں گے کیونکہ تم اب بھی نزع میں ہو بس اس حالت نزع میں تم کو اپنے ایمان کی خبر لینی چاہئے ہماری عمر کی مثال ایسی ہے جیسے کہ اشرفیوں کی تھیلی اور رات دن اشرفیاں گننے والے کی مانند ہیں چنانچہ وہ گن رہے اور صرف کر رہے ہیں مگر وہ نہیں جانتے کہ یہ عمر کی اشرفیاں گھٹتی جاتی ہیں حتیٰ کہ نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ وہ تھیلی ایک وقت میں بالکل خالی ہو جاتی ہے اور اشرفیوں کا چاند گہن میں آ جاتا ہے یعنی عمر ختم ہو جاتی ہے یہ تو تھیلی ہے اگر پہاڑ میں سے بھی صرف کیا جائے اور کوئی شے اس نکالے ہوئے حصہ کی جگہ نہ رکھی جائے تو پہاڑ بھی ایک دن ختم ہو جائے گا مطلب یہ کہ ہم لوگوں کی عمریں تو بہت کم ہیں لیکن بہت زیادہ ہوں تو بھی گردش روزگار انہیں فنا کر دے گی کیونکہ جو زمانہ گزرتا ہے اس کا بدل نہیں ہوتا جو اس کی کو پورا کر سکے پس اگر تم کو اپنی عمر بچانا منظور ہے تو اس کی ایک صورت ہے کہ عمر کا جس قدر حصہ ہوتا جاوے اس کی جگہ طاعت کا کوئی حصہ رکھتے جاؤ اس سے تم موت حقیقی و موت روحانی سے محفوظ رہو گے اور بحوائے واسجدو اقترب تم قرب حق سے کامیاب ہو گے اور مقرب ہو کر باقی ببقاء حق ہو جاؤ گے اور فنا سے بچ جاؤ گے دنیا کے کاموں کے پورا کرنے میں کوشش نہ کرنی چاہئے اور دین کے کاموں کے علاوہ کسی کام میں کوشش نہ کرنی چاہئے۔

فائدہ: یاد رکھو کہ جو کام بامر یا باذن شروع ہوں گے گو وہ بظاہر دنیوی ہوں مگر حقیقۃً دینی ہیں کوئی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جاوے تم خیال تو کرو کہ تمہاری اس کوشش کا کیا نتیجہ ہے آخر تم کو مرنا ہے اور کار دنیا کے تمام مکرد مسلم ہے پس اس اہتمام کا انجام بھی تو ناتمامی ہے پھر اس بے ہودہ کام میں کیوں مصروف ہوتے ہو اگر تم دنیوی امور ہی کے اہتمام کی سعی میں چل دیئے تو علاوہ اس خرابی کے کہ وہ کام ہنوز ناتمام رہے اور تمہاری سعی بیکار ہوئی ایک خرابی یہ ہے کہ تمہاری روٹی کچی رہے گی جو کھانے کے قابل نہ ہو گی یعنی زاد آخرت بھی تمہارے پاس ایسا نہ ہو گا جو تم کو کام دے سکے اور یہ جو تم آخرت کا سامان کر رہے ہو کہ اپنے لئے قبر پختہ بنوا رہے ہو یہ سب لغو ہے قبر کی اصلی تعمیر پتھر اور لکڑی اور روودوں سے نہیں ہوتی بلکہ اصلی تعمیر قبر یہ ہے کہ صفائی باطن اور اخلاص میں اپنی قبر بناؤ اس کی ہستی میں اپنی ہستی کو دفن کر دو تم اس کی خاک ہو جاؤ اور اس کے غم میں مدفون ہو جاؤ تا کہ اس کے انفاس سے تمہارے

www.besturdubooks.wordpress.com

انفاس کو مدد ملے اور وہ تمہاری بقا کا ذریعہ ہو اور صندوق قبر اور قبے اور کنگرے کو اہل دل کوئی اعلیٰ شے نہیں سمجھتے بلکہ وہ تو قبر صفائی باطن کو پسند کرتے ہیں۔ اچھا اب ہم تم کو اہل ظاہر اور اہل باطن کی حالت کا فرق دکھاتے ہیں جس سے تم کو ان کے خیالات متعلق بہ قبر میں بھی فرق ظاہر ہو جاوے گا دیکھو رند اطلس پوش کا اطلس کیا اس کے ہوش میں کوئی امداد دیتا ہے اور وہ اطلس پوشی سے صاحب ہوش ہو جاتا ہے ہرگز نہیں بلکہ اس کی جان تو سخت عذاب میں مبتلا ہے کہ اس کو اپنا پوزیشن قائم رکھنے کی فکر ہے وغیرہ وغیرہ اور اس کے مخزن غم دل میں غم کا بچھو گھسا ہوا ہے جو اس کو ہر وقت پریشان رکھتا ہے گو اس کا ظاہر آراستہ پیراستہ ہے مگر اس کے خیالات اس کے اندر رو رہے ہیں یعنی اس کا دل ان تکلیف دہ خیالات کے سبب رو رہا ہے اور اس پرانی گدڑی والے فقیر کو دیکھو تو جہاں غم کا نام نہیں اس کے خیالات میں بھی حلاوت ہے اور اس کی باتوں میں بھی بس یہ فرق معلوم ہو گیا تو اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ ظاہری ٹیپ ٹاپ کوئی چیز نہیں بلکہ ایک صفائی باطن ہی وہ ہے جو تحصیل کے قابل ہے۔

شرح شبیری

مسافروں اور ہاتھی کے بچوں کی حکایت کی طرف رجوع

گفت ناصح بشنوید ایں پند من	تا دل و جاں تاں نیفتد در محن
نصیحت کرنے والے نے کہا میری یہ نصیحت سن لو	تا کہ تمہارا دل اور جان مشقتوں میں نہ پھنسے

یعنی اس ناصح نے کہا کہ میری بات سن لو تا کہ تمہارا دل و جان مصیبت میں نہ پڑے

با گیاہ و برگہا قانع شوید	در شکار پیل بچگاں کم روید
گھاس اور پتوں پر قناعت کر لو	ہاتھی کے بچوں کو شکار کرنے کے درپے نہ ہو

یعنی گھاس اور پتوں ہی پر قانع رہنا اور ہاتھی کے بچوں کے شکار میں مت جانا۔

من بروں کردم زگردن دام نصح	جز سعادت کے بود انجام نصح
میں نے اپنی گردن سے نصیحت کا قرض اتار دیا	نصیحت کا نتیجہ نیک بختی کے سوا کب ہوتا ہے

یعنی میں نے اپنی گردن سے نصیحت کے جال کو نکال دیا اور سوائے سعادت کے اور کچھ انجام نصیحت کب ہوگا۔ مطلب یہ کہ میرے ذمہ جو نصیحت کرنا تھی میں کر چکا اب تسلیم کرنا نہ کرنا تمہارا کام ہے میں سبکدوش ہو گیا۔

من بہ تبلیغ رسالت آمدم	تا رہانم مرشمارا از ندم
میں پیغام پہنچانے آیا ہوں	تا کہ تمہیں شرمندگی سے رہائی دیدوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں تو پیام رسانی کے لئے آیا ہوں تا کہ تم کو ندامت سے چھڑا دوں۔

ہیں مبادا کہ طمع تاں رہ زند	طمع برگ از بیخهاتاں برکند
خبردار! ایسا نہ ہو کہ لالچ تمہارا رہزن بن جائے	خوراک کا لالچ تمہیں جڑ سے اکھاڑ دے

یعنی ایسا نہ ہو کہ طمع تمہاری راہ مارے اور توشہ کی طمع کہیں جڑ سے اکھاڑ دے

ایں بگفت و خیر بادی کرد و رفت	گشت قحط و جوع شاہ در راہ زفت
یہ کہا اور خدا حافظ کہہ کر چل دیا	قحط اور بھوک نے راستہ میں زور پکڑا

یعنی اس نے یہ کہا اور ایک خیر بادی اور چل دیا اور ان لوگوں کی بھوک اور قحط راستہ میں اور سخت ہو گیا۔

ناگہاں دیدند بریک جادۂ	پور فیلے فربہے نوزادۂ
ایک راستہ پر انہوں نے اچانک دیکھا	ہاتھی کا بچہ ' موٹا ' نو عمر

یعنی انہوں نے ناگاہ ایک بٹیا کی طرف ایک ہاتھی کا بچہ موٹا نیا پیدا شدہ دیکھا۔

اندر افتادند چوں گرگان مست	پاک خوردندش فروشستند دست
وہ مست بھیڑیوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے	اس کو چٹ کر گئے (اور) انہوں نے ہاتھ دھو لئے

یعنی اس میں مست بھیڑیوں کی طرح پڑ گئے اور بالکل صاف کر کے کھا گئے اور ہاتھ دھو لئے یعنی خوب کھا پی کر فارغ ہو گئے۔

آں یکے ہمرہ نخورد و پند داد	کہ حدیث آں فقیرش بود یاد
ایک ساتھی نے نہ کھایا اور نصیحت کی	کیونکہ اس کو اس فقیر کی بات یاد تھی

یعنی اس ایک ہمراہی نے نہ کھایا اور سب کو نصیحت کی کیونکہ اس کو اس فقیر کی نصیحت یاد تھی۔

از کبابش مانع آمد آں سخن	بخت نو بخشد ترا عقل کہن
وہ بات اس کے لئے اس کے کباب سے مانع بنی	پرانی عقل تجھے نیا نصیبہ عنایت کرتی ہے

یعنی کبابوں سے اس کو وہ بات مانع ہوئی (مولانا فرماتے ہیں کہ) پرانے لوگوں کی عقل تم کو بخت تو بخشتی ہے اور اس سے بخت تو حاصل ہوتا ہے خیر اس نے نہ کھایا اور ان سب نے کھایا اور بعد کھانے کے نیند آتی ہے تو وہ تو سو رہے اور یہ چونکہ بھوکا تھا لہٰذا اس کو نیند کہاں یہ چوکیدار کی طرح بیٹھ گیا۔

پس بیفتادند و خفتند آں ہمہ	واں گرسنہ چوں شباں اندر رمہ
پھر وہ لیٹ گئے اور سب سو گئے	وہ بھوکا گلے میں چرواہے کی طرح تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی سب پڑ گئے اور سو گئے اور وہ بھوکا اس جماعت کا پاسبان تھا۔

دید فیلے سہمنا کے در رسید	اولاً آمد سوئے حارس دوید
اس نے دیکھا کہ ایک خوفناک ہاتھی آ پہنچا	پہلے آیا اور نگہبان کی طرف دوڑا

یعنی ایک خوفناک ہاتھی کو دیکھا کہ وہ آیا اول تو اس چوکیدار کی طرف لپکا۔

بوئے میکرد آں دہانش راسہ بار	ہیچ بوئے زو نیامد ناگوار
اس کے منہ کو اس نے تین دفعہ سونگھا	اس کو کوئی ناگوار بو نہ آئی

یعنی اس کے منہ کو تین دفعہ سونگھا تو کوئی ناگوار بو اس کے منہ میں سے نہ آئی۔

چند بارے گرد اوگشت و برفت	مر ورانا زرد آں شہ پیل زفت
چند بار اس کے گرد چکر کاٹے اور چلا گیا	اس بڑے موٹے ہاتھی نے اس کو نہ ستایا

یعنی چند بار اس کے گرد پھرا اور چل دیا اور اس زبردست ہاتھی نے اس شخص کو کچھ بھی نہ ستایا۔

پس لب ہر خفتہ را بوئے کرد	بوئے می آمد و رازاں خفتہ مرد
پھر اس نے ہر سوئے ہوئے کے ہونٹ سونگھے	اس کو اس سوئے ہوئے آدمی سے بو آتی تھی

یعنی پھر ہر سونے والے کے منہ کو سونگھا تو ہر سونے والے میں سے اس کو بو آئی۔

کز کباب پیل زادہ خوردہ بود	بردرانیدو بکشتش پیل زود
کیونکہ اس نے ہاتھی کے بچے کے کباب کھائے تھے	ہاتھی نے اس کو پھاڑ دیا اور مار ڈالا

یعنی کیونکہ کباب پیل زدہ میں سے کھائے تھے تو اس ہاتھی نے اس کو جلدی سے پھاڑ دیا اور مار دیا۔

درزماں اویک بیک رازاں گروہ	می درانیدو نبودش زاں شکوہ
اس نے فوراً اس گروہ میں سے ایک ایک کو	پھاڑ ڈالا اور اس کو کوئی خوف نہ تھا

یعنی اس نے اسی وقت اس گروہ میں سے ایک ایک کو چیر پھاڑ دیا اور کوئی خوف نہیں کیا۔

برہوا انداخت ہریک راگزاف	تاہمی زد برزمیں می شد شگاف
وہ بے پروائی سے ہر ایک کو ہوا میں اچھالتا	یہاں تک کہ وہ زمین پر آ گرتا اور پھٹ جاتا

یعنی ہر ایک کو پراگندگی سے ہوا پر پھینک دیتا تھا اور زمین پر مارتا تھا تو وہ پھٹ جاتا تھا غرضکہ اس نے خوب ہی گت بنائی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اے خورندہ خون خلق از رہ بگرد	تانیارد خون ایشانت نبرد
اے مخلوق کا خون پینے والے واپس لوٹ	تا کہ ان کا خون تیرے لئے معرکہ نہ پیدا کر دے

یعنی اے خلق کا خون کھانے والے اس راستہ سے پھر جا تا کہ ان کا خون تجھے مقاومت پر نہ لاوے مطلب یہ کہ دیکھ ان کے خون کا کہیں تجھ سے بدلا نہ لیا جاوے تو اس حرکت کو ترک کر دے۔ یہاں یہ شبہ ہوتا تھا کہ جناب ہم تو کسی کا خون نہیں کھاتے اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

مال ایشاں خون ایشاں داں یقیں	زانکہ مال از زور آید در یمیں
یقینی طور پر ان کے مال کو ان کا خون سمجھ	اس لئے کہ مال طاقت سے ہاتھ میں آتا ہے

یعنی ان کے مال کو ان کا خون جانو یقیناً اس لئے کہ مال زور ہی سے تو ہاتھ میں آتا ہے یعنی چونکہ مال محنت و مشقت و بذل نفس سے حاصل ہوتا ہے اور تم لوگوں کا مال خوب اڑاتے ہو تو گویا ان کا خون اور ان کی جان کھا رہے ہو۔

مادر آں فیل بچگاں کیں کشد	فیل بچہ خوارہ را کیفر کشد
ہاتھی کے بچوں کی ماں بدلہ لیتی ہے	ہاتھی کے بچہ کے کھانے والے کو بدلے میں مار ڈالتی ہے

یعنی اس ہاتھی کے بچہ کی ماں کینہ کھینچتی ہے اور ہاتھی کے بچہ کھانے والے کو سزا میں کھینچتی ہے مطلب یہ کہ جس طرح وہ اپنے بچہ کا انتقام لیتی ہے اسی طرح حق تعالیٰ جو کہ خلق کے مربی ہیں انتقام لیتے ہیں۔

فیل بچہ می خوری اے پارہ خوار	ہم برآرد خصم فیل از تو دمار
اے رشوت خور! تو ہاتھی کا بچہ کھاتا ہے	ہاتھی کا محافظ تجھے برباد کر دے گا

یعنی اے پارہ خوار تو ہاتھی کے بچے کو کھا رہا ہے تو ہاتھی جو کہ دشمن ہے تیرے اندر سے دماغ کو نکالے گا یعنی تجھے سزا دے گا۔

بوئے رسوا کرد مکر اندیش را	پیل داند بوئے بچہ خویش را
مکر کرنے والے کو بو نے رسوا کیا	ہاتھی اپنے بچہ کی خوشبو پہچانتا ہے

یعنی اس مکار کو بو نے رسوا کر دیا اور ہاتھی اپنے بچہ کی بو کو جانتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ بھی جانتے ہیں کہ اس نے میری مخلوق کو ستایا ہے اور اس نے نہیں بلکہ اس ہاتھی کو اسباب ظاہر مثل سونگھنے وغیرہ کی بھی ضرورت ہوئی تھی اور حق تعالیٰ کو تو ان اسباب کی بھی ضرورت نہیں ہے وہ تو عالم الغیب ہے وہ ہر شخص کی حالت کو جانتے ہیں کہ یہ موذی ہے اور یہ نہیں اور بھلا حق تعالیٰ کو معلوم ہو جانا تو کچھ بھی بعید نہیں ہے جبکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بوئے حق و باطل بہت دور سے آ جاتی تھی اسی کو فرماتے ہیں کہ

آنکہ یابد بوئے حق را از یمن	چوں نیابد بوئے باطل را زمن
وہ ذات جو اللہ کی خوشبو یمن سے سونگھ لے	وہ میرے باطل کی بو کو کیوں محسوس نہ کرے گی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جو شخص کہ حق کی بو کو یمن سے پالیتے ہیں تو بو باطل کی میرے اندر سے کس طرح محسوس نہ کریں گے۔ حدیث میں ارشاد ہے انی لاجد ریح الرحمان من قبل الیمن شراح حدیث نے لکھا ہے کہ اس کے مصداق حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں تو جب یمن سے آپ کو بوحق کی آ گئی تو بھلا باطل کی بو ہمارے اندر سے نہ آوے گی۔

مصطفیٰؐ چوں بوئے برد از راہ دور	چوں نیابد از دہان ما بخور
مصطفیٰ نے جب اس دور دراز راستے سے بو محسوس کر لی	ہمارے منہ کی بو کیوں نہ محسوس کر لیں گے

یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ راہ دور سے بو محسوس فرمالی تو ہمارے منہ سے تو کس طرح بو کو محسوس نہ فرمادیں گے مطلب یہ کہ حضور تو حق و باطل سب کی بو محسوس فرماتے ہیں جیسا کہ اتنی دور سے بوئے حق حضور کو آئی پھر ہمارے اندر سے حضور کو کس طرح بوئے باطل نہ آوے گی یقیناً معلوم ہو جاوے گا کہ یہ لوگ گنہگار اور نافرمان ہیں تو حق تعالیٰ کا معلوم ہو جانا تو بطریق اولیٰ ثابت ہو گیا۔ یہاں یہ شبہ ہوا کہ اگر حضور کو بو آتی تو کبھی تو ظاہر فرماتے حیات میں خود فرماتے اور آپ حق تعالیٰ سے عرض کر کے ظاہر فرمادیتے کہ وہ شخص رسوا ہوتا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

ہم بیابد لیک پوشاند زما	بوئے نیک و بد برآید برسما
وہ محسوس کر لیتے ہیں لیکن ہم سے چھپاتے ہیں	اچھی اور بری بو آسمان پر پہنچتی ہے

یعنی محسوس تو فرماتے ہیں لیکن ہم سے نیک و بد کی بو کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور وہ آسمان پر ظاہر ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ حضور تو کسی کو رسوا نہیں فرماتے وہ تو پوشیدہ ہی رکھتے ہیں مگر وہ بو خود آسمان پر ظاہر ہو جاتی ہے بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ہر آسمان پر چند فرشتے ہیں کہ جو خاص خاص گناہوں کو محسوس کرتے ہیں اور ان کو چڑھنے سے اوپر روکتے ہیں مثلاً کبر کے لئے اول آسمان کے فرشتے روکتے ہیں اور اسی طرح سے بعض نے اس کو حدیث بھی کہا ہے لیکن خیر اگر حدیث نہ بھی ہو تب بھی یہ مضمون ثابت ہے اس لئے کہ فرشتوں کو تو محسوس ہوتا ہی ہے تو حضور تو پوشیدہ ہی رکھتے ہیں مگر اس طریقہ سے فرشتوں کو معلوم ہو جاتا ہے تو یہ اظہار خود ہمارے ہاتھوں ہوتا ہے نہ ایسا کام کرتے نہ یہ اظہار ہوتا۔

تو ہمی خسپی و بوئے آں حرام	می زند بر آسمان سبز فام
تو سوجاتا ہے اور اس حرام کی بو	نیلگوں آسمان پر پہنچتی ہے

یعنی تم تو سورہے ہو اور اس حرام کی بو آسمان سبز فام پر پھیل رہی ہے جس طرح کہ اوپر بیان کیا گیا۔

ہمرہ انفاس زشتت می شود	تابہ بوگیران گردوں می رود
وہ تیرے برے سانسوں کے ساتھ ہو جاتی ہے	یہاں تک کہ آسمان کے خوشبو سونگھنے والوں تک پہنچ جاتی ہے

یعنی وہ بو تیرے انفاس زشت کے ساتھ ہوتی ہے یہاں تک آسمان کے بوگیروں تک جاتی ہے۔ وہی

www.besturdubooks.wordpress.com

مضمون مولانا خود بیان فرمارہے ہیں کہ جب گناہ کی بو اوپر کو صعود کرتی ہے تو وہ فرشتے جو کہ آسمان پر ہوتے ہیں اس کو محسوس کرتے ہیں اور تم کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔

بوئے کبر و بوئے خشم و بوئے آز	در سخن گفتن بیاید چوں پیاز
تکبر کی بو غصہ کی بو حرص کی بو	پیاز کی طرح بات کرنے میں محسوس ہو جاتی ہے

یعنی کبر اور حرص کی بو بات کہنے میں پیاز کی طرح آتی ہے یعنی جس طرح کہ پیاز کھانے سے منہ میں سے بات کرنے میں بو آتی ہے۔ اسی طرح گناہ کرنے کے بعد اس کی بو بھی اسی طرح آتی ہے اور اس کو فرشتے اور حضور محسوس فرماتے ہیں اور جب تم مخلوق خدا کو ستاؤ گے تو یقینی امر ہے کہ حق تعالیٰ کو معلوم ہو جاوے گا اور وہ تم کو اس کا بدلہ دیں گے۔

گر خوری سوگند من کے خوردہ ام	از پیاز و سیر تقویٰ کردہ ام
اگر تو قسم کھائے کہ میں نے کب کھائی ہے	پیاز اور لہسن سے میں پرہیز کرتا ہوں

یعنی اگر تم قسم کھاؤ کہ میں نے کب کھایا ہے پیاز اور لہسن سے تو میں نے پرہیز کیا ہے۔

آں دمت سوگند غمازی کند	بر دماغ ہمنشیناں بر زند
اس وقت قسم تیری چغلی کھائے گی	(اور) ساتھیوں کے دماغ سے ٹکرائے گی

یعنی اس وقت وہ قسم تمہاری غمازی کرے گی اور ہمنشینوں کے دماغ پر حملہ کرے گی مطلب یہ کہ اگر تم قسم کھاؤ کہ میں نے تو پیاز نہیں کھایا ہے تو اس کہے سے جو ایک ہوا تمہارے منہ سے نکلے گی اس ہوا میں بوئے پیاز ہوگی اور وہ بتادے گی کہ اس شخص نے پیاز کھایا ہے اسی طرح تم انکار بھی کرو گے کہ میں نے گناہ نہیں کیا ہے مگر تمہارے اس کہنے سے ہی معلوم ہو جاوے گا کہ تم نے کیا ہے اور جب معلوم ہو جاتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ

پس دعا ہا رد شود از بوئے آں	آں دل کژ می نماید در زباں
اس بو کی وجہ سے دعائیں مردود ہوں گی	وہ دل کی کجی زبان پر نمایاں ہو جاتی ہے

یعنی پس اس کی بو کی وجہ سے دعائیں رد ہو جاتی ہیں اور وہ کجی قلب زبان ہی سے معلوم ہو جاتی ہے یعنی اس کا اثر زبان پر آجاتا ہے اور محسوس ہو جاتا ہے کہ اس کا قلب کج ہے۔

اخسؤا آید جواب آں دعا	چوب رد باشد جزائے ہر دغا
اس دعا کا جواب اخسؤا آتا ہے	ہر دغا بازی کا جواب، مار کی لاٹھی ہوتی ہے

یعنی اس دعا کا (جو قلب کج سے ہو) جواب اخسؤا آیا ہے اور رد کر دینے کی لکڑی ہر دغا باز کی سزا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

قرآن شریف میں کہ جب کفار کہیں گے کہ ربنا اخرجنا منها فان عدنا فانا ظالمون تو ارشاد ہوگا کہ اخسئوا فیها ولا تکلمون تو یہ جو ارشاد اخسئوا ہے اس کی وجہ یہ ہی ہے کہ ان کے قلوب گندہ در گندہ تھے اور اس گندگی کی بوان سے محسوس ہوتی ہے تو ان کی دعا مردود ہوگئی۔ اللهم احفظنا نعوذ بالله من الشیطان الرجیم آگے فرماتے ہیں کہ

گر حدیثے کژ بود معنیت راست	آں کژی لفظ مقبول خداست
اگر لفظ ٹیڑھے ہوں اور معنی سیدھے ہوں	وہ لفظوں کی ٹیڑھ اللہ کے یہاں مقبول ہے

یعنی اگر تمہارے الفاظ کج ہوں اور معنی درست ہوں تو یہ بھی الفاظ خدا کے یہاں مقبول ہے مثلاً کسی کا شین قاف درست نہیں ہے مگر دل پر از محبت حق ہے تو اس کے وہ الفاظ بھی مقبول حق ہیں۔

ور بود معنیٰ کژ و لفظت نکو	آں نکو لفظے نیرزد یک تسو
اور اگر معنی ٹیڑھے اور تیرے الفاظ اچھے ہوں	وہ اچھے لفظ دمڑی کے قابل بھی نہیں

یعنی اور اگر معنی تو کج ہوں اور لفظاً اچھے ہوں تو ایسے معنی ایک تسو کی بھی برابر نہیں مطلب یہ کہ ظاہری الفاظ تو بڑے فوق البھڑک ہوں بڑے بھاری مقرر ہیں مگر قلب اندر سے گندہ ہے تو ان الفاظ کا کچھ اعتبار نہیں ہے یہ شخص مردود اور غیر مقبول ہی ہوگا آگے حضرت بلالؓ کی حکایت بیان فرماتے ہیں۔

بیان میں اس کے کہ مجنوں کی خطا بیگانوں کے صواب سے بھی اولیٰ ہے

آں بلال صدق در بانگ نماز	حی راہی خواند از روئے نیاز
وہ سچے بلال اذان میں	(لفظ) حی کو عاجزی سے ہی پڑھتے تھے

یعنی وہ سچے بلال نماز کی اذان میں حی کو ہی کہا کرتے تھے نیاز کے طریقہ پر مطلب یہ کہ حاء حلقی کی جگہ ہائے ہوز ان سے نکلتی تھی مگر یہ کسی شرارت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ تھا نیاز و عاجزی ہی سے مگر ان کے منہ سے نکلتا ہی اس طرح تھا۔

تا بگفتند اے پیمبر نیست راست	ایں خطا اکنوں کہ آغاز بناست
یہاں تک کہ ان (منافقوں) نے کہا اے پیغمبر درست نہیں ہے	یہ غلطی اس وقت کہ تعمیر کی ابتدا ہے

یعنی یہاں تک کہ لوگوں نے عرض کیا کہ پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم یہ غلطی اس وقت ٹھیک نہیں ہے اس لئے کہ شروع بناء اسلام ہے تو لوگوں کو اعتراض کا موقعہ ملے گا کہ موذن بھی ایسا رکھا گیا جو صحیح بھی نہیں بول سکتا اور قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ گفتند کے فاعل مومنین نہیں ہیں۔ منافقین ہیں جن کو کہ اس قول سے ہمدردی اسلامی مقصود نہ تھی بلکہ مطلب یہ تھا کہ حضرت بلال پر جو یہ عنایت ہے کہ ان کو اتنا بڑا کام ملا ہے یہ عنایت ان سے جاتی رہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ قرینہ یہ ہے کہ آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کمینے فرمایا اور فرمایا کہ دیکھو چپ رہو ورنہ تمہارے اترے پتر کھول دوں گا تو حضور کی عادت مومنین کے لئے ایسے ارشاد کی نہ تھی لہذا صاف معلوم ہوتا ہے کہ قول مومنین نہیں ہے پھر اگر یہ قول دل سوزی اور ہمدردی سے ہوتا تو حضور اس میں غور فرماتے اور گمان غالب تھا کہ اس کو قبول فرما لیتے مگر اس طرح رد فرما دینے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول ہرگز مسلمانوں کا نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ

اے نبی وائے رسول کردگار	یک موذن کہ بود افصح بیار
اے اللہ کے رسول اور نبیؐ	ایک زیادہ فصیح موذن لے آیئے

یعنی اے نبی اور اے رسول خدا ایک اور موذن جو کہ فصیح ہو بلایئے اس لئے کہ

عیب باشد اول دین و صلاح	لحن خواندن لفظ حی علی الفلاح
دین اور نیکی کے شروع میں عیب ہو گا	لفظ حی علی الفلاح کو غلط پڑھنا

یعنی اول دین اور صلاح میں لفظ حی علی الفلاح کو غلط پڑھنا عیب ہے (لہذا دوسرا موذن تجویز فرما دیجئے)

چشم پیغمبر بجوشید و بگفت	یک دو رمزے از عنایات نہفت
پیغمبرؐ کا غصہ جوش میں آیا اور فرمائے	ایک دو اشارے چھپی ہوئی عنایتوں میں سے

یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ جوش میں آ گیا اور عنایات پوشیدہ میں سے دو ایک رمز ارشاد فرمائے مطلب یہ کہ اس کو سن کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آ گیا اور حضرت بلال پر جو خاص عنایات تھیں ان کو ارشاد فرمایا مثلاً یہ کہ مقرب الی الحق ہونا اور ان کے اوپر رحمت کا نازل ہونا حضور نے فرمایا اور فرمایا کہ۔

کاے خساں نزد خدا ہی بلالؓ	بہتر از صدحی حی و قیل و قال
کہ اے کمینو! اللہ کے نزدیک بلالؓ کی ہی	شور و غل کے سینکڑوں حی اور حی سے بہتر ہے

یعنی اے کمینو بلال کا ہی (بہ ہاء ہوز) سینکڑوں حی (بہ حاء حطی) سے اور قیل و قال سے بہتر ہے مطلب یہ کہ ان ظاہری الفاظ کی بناوٹ سے ان کا وہ غلط پڑھنا ہی بہتر ہے۔

وامشورا نیدتا من رازتاں	وانگویم زآخر و آغاز تاں
جوش نہ دلاؤ تاکہ میں تمہارے راز	اول اور آخر کے صاف نہ کہہ ڈالوں

یعنی بہت شورمت کرو کہ میں تمہارے راز اول سے آخر تک ظاہر نہ کر دوں یعنی آپ نے ارشاد فرمایا کہ بہت ساری گڑبڑمت کرو ورنہ یاد رہے کہ تمہارے سارے مکر اور فساد کھول دوں گا اور لوگوں کو بتادوں گا کہ یہ اس قدر مکار اور دغا باز ہیں اب بھلا مومنین سے حضور نے کبھی اس طرح ارشاد فرمایا ہے ہرگز نہیں حضور صلی اللہ علیہ

www.besturdubooks.wordpress.com

وسلم کا اس طرح ارشاد فرمانا دلیل اس کی ہے کہ یہ سب کمبخت منافقین تھے تو دیکھو چونکہ حضرت بلال کا قلب درست تھا ان کے الفاظ غیر فصیح ہونے پر نظر نہیں کی گئی بلکہ ان کے اس غیر فصیح ہی کو قبول کیا گیا۔ قصص میں لکھا ہے کہ حسن بصریؒ جو کہ ہر فن میں ماہر تھے۔ تجوید بھی خوب جانتے تھے ایک مرتبہ پچھلی شب کو جا رہے تھے تو ایک بزرگ حبیب عجمی قرآن پڑھ رہے تھے تجوید سے کما حقہ واقف نہ تھے اور پھر تھے عجمی لہذا جیسا اس حالت میں قرآن پڑھنا چاہئے پڑھ رہے تھے۔ حضرت حسن نے چاہا کہ ان کی اقتدا کر لیں مگر خیال ہوا کہ ان کو تجوید آتی نہیں ہے اور مجھے آتی ہے اس خیال سے آپ نے ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھی اور تشریف لے جا کر کہیں اور نماز پڑھ لی۔ بعد تہجد ذرا سو گئے خواب میں حق تعالیٰ جل شانہ کی زیارت ہوئی انہوں نے عرض کیا کہ یا رب دلنی علیٰ عمل یقربنی الیک یعنی اے اللہ کوئی ایسا عمل بتائیے کہ جس سے آپ کا قرب حاصل ہو ارشاد ہوا الصلوٰۃ خلف الحبیب العجمی یعنی حبیب عجمی کے پیچھے نماز پڑھنا یہ بہت بڑی عبادت ہے جس سے کہ میرا قرب نصیب ہو سکتا ہے اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ اس وقت حضرت حسن بصریؒ نے ان کے الفاظ ہی کی طرف نظر کی اس کی طرف نظر نہ کی کہ یہ جو نکل رہا ان کے دل سے نکل رہا ہے غرضیکہ مقصود یہ ہے کہ اصل میں اعتبار قلب کا ہے اگر وہ پاک ہے تو الفاظ کا اعتبار نہیں ہے پس قلب کو صاف کرو یہ اصل جڑ ہے۔ اس کے بعد دعا قبول ہوگی اس قصہ کو درمیان میں بیان کر کے آگے پھر اسی مضمون بالا کی طرف رجوع ہے فرماتے ہیں کہ۔

گر نداری تو دم خوش در دعا	رو دعا می خواہ ز اخوان صفا
اگر تو دعا میں اچھا دم نہیں رکھتا ہے	جا صفائی والوں سے دعا کرا لے

یعنی اگر تم دعا میں دم خوب نہیں رکھتے تو جاؤ اخوان صفا سے دعا چاہو مطلب یہ کہ اگر تمہارا منہ بوجہ گناہوں کے قابل دعا کے نہیں ہے تو خیر خود تو کر وہی اور اس کی تلافی کے لئے اور حضرات اہل اللہ سے بھی دعا کراؤ کہ اس گندگی دہن کی تلافی ان کی دعا کرنے سے ہو جاوے گی آگے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں جس سے کہ دوسروں سے دعا کرانے کی خوبی معلوم ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ۔

موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ کا ارشاد کہ ہم کو اس منہ سے پکارو جس سے کہ تم نے گناہ نہ کیا ہو

بہر ایں فرمود با موسےٰ خدا	وقت حاجت خواستن اندر دعا
اس کے لئے اللہ (تعالیٰ) نے موسیٰ سے فرمایا	دعا میں مراد مانگتے وقت

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اسی واسطے موسیٰ علیہ السلام سے خدائے تعالیٰ نے دعا میں حاجت چاہنے کے وقت یہ ارشاد فرمایا کہ۔

کاے کلیم اللہ زمن میجو پناہ	بادہانے کہ نہ کردی تو گناہ
کہ اے کلیم! میری پناہ چاہ	اس منہ سے جس سے تو نے گناہ نہ کیا ہو

یعنی اے کلیم اللہ مجھ سے اس منہ سے پناہ مانگو کہ جس سے تم نے گناہ نہ کیا ہو۔

گفت موسیٰ من ندارم آں دہاں	گفت مارا از دہان غیر خواں
موسیٰ نے عرض کیا میرا وہ منہ نہیں ہے	فرمایا ہمیں دوسرے کے منہ سے پکار

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں تو وہ منہ نہیں رکھتا تو ارشاد ہوا کہ مجھے دہان غیر سے پکارو گناہ سے مراد ان کے مرتبہ کے موافق لغزش ہے ورنہ انبیاء تو معصوم ہوتے ہی ہیں لہذا ارشاد ہوا کہ تم دوسروں سے دعا منگواؤ تو اس کے منہ سے تم نے تو گناہ کیا نہ ہوگا اگرچہ اس شخص نے کیا ہو لہذا یہ ارشاد کہ اس منہ سے دعا کرو کہ جس سے تم نے گناہ نہ کیا ہو صادق ہو گیا۔ خود فرماتے ہیں کہ

از دہان غیر کے کردی گناہ	از دہان غیر برخواں کاۓ الہ
دوسرے کے منہ سے تو نے کب گناہ کیا ہے	دوسرے کے منہ سے کہہ کہ اے خدا

یعنی دوسرے کے منہ سے تم نے کب گناہ کیا ہے تو دوسرے کے منہ سے دعا کراؤ کہ اے الٰہی

از دہانے کہ نکر دستی گناہ	آں دہان غیر باشد عذر خواہ
اس منہ سے جس سے تو نے کبھی گناہ نہیں کیا	وہ دوسرے کا منہ تیرا عذر خواہ ہو گا

یعنی اس منہ سے کہ تم نے گناہ نہ کیا ہو (دعا مانگنا یہ ہے) کہ دہان غیر سے عذر خواہ ہو اب یہاں یہ شبہ ہوا کہ دوسرے سے دعا کرانا تو اپنے قبضہ میں نہیں ہے ممکن ہے کہ اس سے کہیں اور وہ دعا نہ کرے تو اس کا کیا علاج ہے آگے اس کا علاج فرماتے ہیں کہ۔

آں چناں کن کاں دہانہا مرترا	در شب و در روزہا آرد دعا
ایسا کر کہ وہ منہ تیرے لئے	رات اور دن دعائیں کریں

یعنی کام ایسے کرو کہ تمام منہ تمہارے لئے رات دن دعائیں کریں مطلب یہ کہ سب کے ساتھ بھلائی کرو کہ اس سے سب لوگ خود تمہارے لئے دعا کریں گے کسی سے کہنے سننے کی ضرورت ہی نہ ہو گی۔ خیر یہ نہ ہو سکے تو آگے اس کی ترکیب فرماتے ہیں کہ

یا دہان خویشتن را پاک کن	روح خود را چابک و چالاک کن
یا اپنے منہ کو پاک کر	(اور) اپنی روح کو چست و چالاک بنا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی یا اپنے منہ کو پاک کر لے اور روح اپنی کو چابک و چالاک کر دے یعنی اپنے ہی منہ کو استغفار وغیرہ سے پاک کر لو اور اس کے بعد دعا کرو کہ وہ مقبول ہوگی ان شاء اللہ اس لئے کہ۔

ذکر حق پاکست چوں پاکی رسید	رخت بر بندد بروں آید پلید
اللہ تعالیٰ کا ذکر پاک ہے جب پاکی حاصل ہوئی	ناپاکی بوریا بستر باندھ لیتی ہے باہر ہو جاتی ہے

یعنی ذکر حق پاک ہے تو جب پاکی پہنچی تو پلید نے اسباب باندھا اور چلتا ہوا مطلب یہ کہ اگر تم دعا سے قبل استغفار اور ذکر حق میں مشغول ہو جاؤ گے تو چونکہ ذکر حق پاک ہے لہٰذا تمہاری وہ ساری گندگیاں اور ناپاکیاں زائل ہو جاویں گی اور آب آمد تیمم برخاست کا مضمون ہو جاوے گا۔ اور تمہارا منہ پھر اس قابل ہوگا کہ اس سے دعا کر سکو۔

می گریزد ضدہا از ضدہا	شب گریزد چوں برافروزد ضیا
ضدیں ضدوں سے گریز کرتی ہیں	رات بھاگ جاتی ہے جب روشنی نمودار ہوتی ہے

یعنی ایک ضد اپنی دوسری ضد سے بھاگتی ہے دیکھو رات چلی جاتی ہے جب روشنی چمکتی ہے۔

چوں درآید نام پاک اندر دہاں	نے پلیدی ماند و نے آں دہاں
جب (اللہ تعالیٰ کا) پاک نام منہ میں آتا ہے	نہ پلیدی رہتی ہے اور نہ وہ منہ رہتا ہے

یعنی جب کہ منہ کے اندر نام پاک حق تعالیٰ کا آیا تو نہ پلیدی رہی اور نہ وہ منہ رہا بلکہ اب دہان پاک ہو گیا لہٰذا چاہئے کہ ہمیشہ دعا سے پہلے حق تعالیٰ سے استغفار کر لے آگے ذکر کے فضائل اور اس کی قبولیت کی علامات بیان فرماتے ہیں۔

بیان میں اس کے کہ بندہ کا اللہ کہنا عین حق تعالیٰ کا لبیک فرمانا ہے

آں یکے اللہ میگفتے شباں	تا کہ شیریں مے شد از ذکرش لباں
ایک شخص رات کو اللہ کہتا تھا	یہاں تک کہ ذکر سے اس کے ہونٹ میٹھے ہوئے تھے

یعنی ایک شخص رات کو اللہ اللہ کیا کرتا تھا تا کہ ذکر حق سے لب شیریں ہوں یعنی لطف حاصل ہو اس لئے وہ ذکر حق کیا کرتا تھا۔

گفت شیطانش خموش اے سخت رو	چند گوئی آخر اے بسیار گو
شیطان نے اس سے کہا اے سخت جان! چپ رہ	اے بت بے! آخر کب تک کہے گا

یعنی اس عابد سے شیطان نے کہا کہ ارے بے حیا آخر کہاں تک پکارے گا اے بسیار گو

ایں ہمہ اللہ گوئی از عتو	خود یکے اللہ را لبیک کو
یہ سب تو غرور سے اللہ اللہ کہتا ہے	اللہ کی جانب سے ایک بھی لبیک کہاں ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے سرکش تو یہ اللہ اللہ کہہ رہا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لبیک کہاں ہے مطلب یہ ہے کہ اس خبیث نے بہکایا کہ اے تو تو یوں پکار رہا ہے اور اللہ میاں تجھے پوچھتے بھی نہیں یہ بھی نہیں کہ کبھی لبیک ہی فرمادیں اور جواب ہی دیدیں۔

می نیاید یک جواب از پیش تخت	چند اللہ می زنی باروئے سخت
پیشگاہ خداوندی سے ایک جواب بھی نہیں آتا ہے	تو سخت روئی سے کتنی بار اللہ کی ضرب لگائے گا

یعنی عرش کے آگے سے ایک جواب بھی نہیں آتا تو اس بے حیائی کے ساتھ کب تک اللہ اللہ کریگا۔

او شکستہ دل شد و بنہاد سر	دید در خواب او خضر را در خضر
وہ دل شکستہ ہو گیا اور لیٹ گیا	اس نے خواب میں (حضرت) خضر کو سبزہ زار میں دیکھا

یعنی وہ شکستہ دل ہو کر سو رہا تو خواب میں خضر علیہ السلام کو ایک باغ میں دیکھا۔

گفت ہیں از ذکر چوں واماندۂ	چوں پشیمانی ازاں کش خواندۂ
انہوں نے کہا۔ ہائیں! تو ذکر سے کیوں رک گیا	تو اس سے کیوں شرمندہ ہے کہ اس کو پکارتا تھا

یعنی حضرت خضر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ارے ذکر سے کیوں رہ گیا اور جس کو کہ پکارا کرتا تھا اس سے کیوں پشیمان ہوتا ہے۔

گفت لبیکم نمی آید جواب	زاں ہمی ترسم کہ باشم ردباب
اس نے کہا جواب میں میرے پاس لبیک نہیں آرہا ہے	اس سے میں خوفزدہ ہوں کہ میں مردود بارگاہ ہوں

یعنی اس نے عرض کیا کہ میرے جواب میں لبیک تو آتا نہیں تو مجھے خوف ہے کہ کہیں مردود بارگاہ نہ ہو جاؤں۔ مطلب یہ کہ جب وہاں مقبول نہیں ہے تو مجھے خوف ہے کہ کہیں اس سے بھی نہ جاؤں اور بالکل ہی مردود نہ ہو جاؤں۔

گفت خضرش کہ خدا گفت ایں بمن	کہ برو باو بگو اے ممتحن
اس سے (حضرت) خضر نے کہا کہ خدا نے یہ مجھ سے کہا ہے	کہ جاؤ اس سے کہو اے آزمائش میں پڑنے والے

یعنی خضر علیہ السلام نے اس سے کہا کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ اے ممتحن

گفت آں اللہ تو لبیک ماست	آں نیاز و درد و سوزت پیک ماست
وہ تیرا اللہ کہنا (ہی) ہماری لبیک ہے	وہ عاجزی اور تیرا درد و سوز ہی ہمارا قاصد ہے

یعنی ارشاد ہوا ہے کہ وہ اللہ کہنا تیرا ہمارا لبیک ہے اور یہ نیاز و سوز اور درد تیرا ہمارا قاصد ہے۔

نے ترا در کار من آوردہ ام	نے کہ من مشغول ذکرت کردہ ام
کیا میں نے تجھے (اپنے) کام میں نہیں لگا رکھا ہے	کیا میں نے تجھے ذکر میں مشغول نہیں کر رکھا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی کیا میں نے ہی تجھے کام میں نہیں لگایا ہے اور کیا میں نے ہی تجھے ذکر میں مشغول نہیں کیا

حیلہاؤ چارہ جویہائے تو	جذب مابود وکشاد ایں پائے تو
تیری تدبیریں اور کوششیں	ہماری کشش (سے) تھیں اور اس نے تیرے پاؤں کھولے

یعنی تیرے حیلے اور تیری چارہ جوئیاں یہ ہمارا جذب تھا کہ جس نے تیرا پاؤں کھول دیا۔

ترس وعشق تو کمند لطف ماست	زیر ہر یارب تو لبیک ہاست
تیرا خوف اور عشق ہماری مہربانی کی کمند ہے	تیرے ہر یارب کہنے میں ہماری لبیکیں ہیں

یعنی تیرا خوف اور تیری محبت یہ ہمارے لطف کی کمند ہے اور تیرے ہر یارب کے نیچے بہت سے لبیک ہیں مطلب یہ کہ تم جو پکار رہے ہو اور اللہ اللہ کر رہے ہو یہ ہماری توفیق ہی سے تو ہے اور تمہارا یہ اللہ اللہ کرنا ہی ہمارا لبیک کہنا ہے اس لئے کہ اگر ہم جواب نہ دیتے تو پھر دوبارہ تم کو توفیق ہی کیوں دیتے ایک مرتبہ کے بعد دوبارہ توفیق ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے اول کو قبول کر لیا اور اس کا جواب دیدیا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ۔

جان جاہل زیں دعا جز دور نیست	زانکہ یارب گفتنش دستور نیست
جاہل کی جان اس دعا سے دور ہی ہے	کیونکہ یارب کہنا اس کی عادت نہیں ہے

یعنی جاہل کی جان دعا سے سوائے دور کے نہیں ہے اسی لئے یارب کہنا اس کا دستور نہیں ہے۔یعنی دیکھو مطلب یہ کہ جو کہ محجوب ہے اس کو اللہ کہنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کو توفیق ہوتی ہے وہ مقبول ہو جاتا ہے جب تو توفیق ہوتی ہے۔

بر دہان و بر دلش قفل است و بند	تا نہ نالد با خدا وقت گزند
اس کے منہ اور دل پر تالا اور بند ہے	تاکہ تکلیف کے وقت خدا سے نالہ نہ کر سکے

یعنی اس محجوب کے منہ اور دل پر تو قفل اور قید ہے تاکہ خدا کے آگے مصیبت کے وقت نہ رو سکے اور جو کہ عرض اور دعا کر سکے معلوم ہوا کہ وہ مقبول ہو گیا۔آگے اس محجوبیت کی وجہ سے دعا نہ کر سکنے کی ایک نظیر بیان فرماتے ہیں۔

داد مر فرعون را صد ملک و مال	تا کہ کرد او دعوئے عز و جلال
فرعون کو سینکڑوں ملک اور مال دیئے	یہاں تک کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا

یعنی حق تعالیٰ نے فرعون کو سینکڑوں ملک اور مال دیئے یہاں تک کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا۔

در ہمہ عمرش نہ دید او درد سر	تا نہ نالد سوئے حق آں بدگہر
اپنی تمام عمر اس نے سر کا درد نہ محسوس کیا	تاکہ وہ بد اصل اللہ کی جناب میں نالہ نہ کر سکے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تمام عمر میں اس کو درد سر بھی نہ ہوا تا کہ وہ بدذات حق تعالیٰ کی درگاہ میں دعا ہی نہ کر سکے۔

داد او را جملہ ملک ایں جہاں	حق نہ دادش درد و رنج و اندہاں
اس کو اس دنیا کی تمام سلطنت دے دی	اللہ نے اس کو درد اور رنج اور غم نہ دیئے

یعنی اس کو اس جہان کے تو تمام ملک و مال دیئے مگر حق تعالیٰ نے اس کو درد اور رنج اور اندوہ نہ دیا اسی لئے وہ مبغوض تھا حق تعالیٰ کو منظور نہ ہوا کہ وہ دعا کرے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

درد آمد بہتر از ملک جہاں	تا بخوانی مر خدارا در نہاں
درد دنیا کی دولت سے بہتر ہے	تا کہ تو تنہائی میں خدا کو پکارے

یعنی درد اس ملک جہان سے بھی بہتر ہے تا کہ تو خدا کو پوشیدگی میں پکار سکے مطلب یہ کہ وہ ملک و مال جو کہ غافل عن الحق کرنے والا ہو اس سے وہ درد جو کہ یاد دلانے والا ہو بہتر ہے کہ اس میں یاد حق تو ہے۔

زانکہ درد و رنج و بار اندہاں	شد نصیب دوستانش در جہاں
اس لئے کہ درد اور رنج اور غموں کا بوجھ	دنیا میں اس کے دوستوں کا حصہ ہے

یعنی اس لئے کہ درد و رنج اور بار اندوہ دوستان حق کو نصیب ہوتا ہے اور جو محجوب اور دشمن ہیں ان کا تو کبھی کان بھی گرم نہیں ہوتا۔

خواندن بیدرد از افسردگیست	خواندن با درد از دل بردگیست
بغیر درد کے پکارنا افسردگی ہے	درد کے ساتھ پکارنا دلربائی کی وجہ سے ہے

یعنی بے درد کی دعا تو دل افسردگی سے ہوگی اور بادرد کی دعا دل بردگی سے ہوگی اس میں ضرور ایک سوز و گداز ہوگا جو کہ در اجابت تک پہنچا دے گا۔

آں کشیدن زیر لب آواز را	یاد کردن مبدء و آغاز را
دبے ہونٹوں آواز نکالنا	مبدء اور شروع کو یاد کرنا ہے

یعنی وہ زیر لب آواز کو کھینچنا اور مبدء کو اور آغاز کو یاد کرنا۔

آں شدہ آواز صافی و حزیں	کاے خدا اے مستغاث واے معیں
وہ آواز صاف اور غمناک ہو چکی ہے	اے خدا اے مددگار اے معین

یعنی وہ صاف اور حزیں آوازیں ہوں کہ اے مستغاث اور اے مددگار مطلب یہ کہ جب درد ہوتا ہے تو آواز میں بھی لوچ پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ مقبول ہو جاتی ہے اور یہ اثر اس جذبہ حق کا ہوتا ہے جس کی

وجہ سے یہ مرض آیا ہے اور دل میں یہ بات پیدا ہوئی ہے آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ

نالۂ سگ در رہش بے جذبہ نیست	زانکہ ہر راغب اسیر رہزنے ست
اس کے راستہ میں کتے کا رونا بھی بغیر جذبہ کے نہیں ہے	اس لئے کہ ہر رغبت کرنے والا ایک راہزن کا قیدی ہے

یعنی کتے کا نالہ بھی اس کی راہ میں بے جذبہ نہیں ہے اس لئے کہ ہر راغب ایک رہزن کا اسیر ہے مطلب یہ کہ ہر شخص کسی نہ کسی دنیاوی طمع وغیرہ میں پھنسا ہوا ہے کہ وہ اس کو مانع عن الحق ہوتی ہے مثلاً کتا ہے وہ ہڈی بوٹی کی طمع میں ہے مگر ان سب سے الگ کر کے جوان کو متوجہ بحق کر دیتا ہے وہ جذبۂ حق ہی ہے لہذا معلوم ہوا کہ دنیا میں جس کو بھی توجہ الی الحق ہوتی ہے وہ بغیر جذبہ کے نہیں ہوتی۔ آگے ایک نظیر فرماتے ہیں۔

چوں سگ کہفے کہ از مردار رست	بر سر خوان شہنشاہاں نشست
اصحاب کہف کے کتے کی طرح جس نے مردار سے نجات حاصل کرلی	شہنشاہوں کے خوان پر بیٹھ گیا

یعنی اصحاب کہف کے کتے کی طرح کہ وہ مردار سے چھوٹ گیا اور بادشاہوں کے خوان پر بیٹھا مطلب یہ کہ دیکھو جذب حق وہ شئے ہے کہ وہ کتا تھا مگر وہ آرام سے سو رہا ہے مردار خوری سے چھوٹ گیا اور پھر دیکھو آخر اس میں کوئی تو بات تھی جو اس کا ذکر قرآن شریف میں آیا یہ ساری برکت جذبۂ حق کی تھی۔

تا قیامت مے خورد او پیش غار	آب رحمت عارفانہ بے تغار
وہ غار کے سامنے قیامت تک پیتا ہے	عارفانہ آب حیات بغیر پیالے کے

یعنی وہ قیامت تک غار کے آگے آب رحمت کو بے کسی برتن کے کھاتا رہے گا اس لئے کہ جب رحمت ان اصحاب کہف پر نازل ہوتی ہے تو اس میں سے ضرور ہے کہ اس کو بھی حصہ ملتا ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ آب رحمت کے کھانے کے لئے برتن وغیرہ کی کہیں کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے بسا سگ پوست کو را نام نیست	لیک اندر پردہ بے آں جام نیست
اے طالب بہت سے معمولی لباس والے ہیں جن کا ذکر بھی نہیں ہے	لیکن در پردہ وہ اس جام کے بغیر نہیں ہیں

یعنی بہت سے سگ پوست کا کہ جن کا نام بھی نہیں ہے لیکن پردہ میں اس جام بغیر نہیں ہیں مطلب یہ کہ بہت ایسے ہیں کہ جو ظاہر میں بے نام ونشان ہیں مگر باطن میں شراب محبت حق سے پر ہیں۔ بلکہ زیادہ تو وہی ہیں جو ایسے ہیں نام والے اور مشہور تو کم ہی ہیں، بہت سے تو اسی پردہ میں پوشیدہ ہیں۔

جاں بدہ از بہر آں جام اے پسر	بے جہاد و صبر کے باشد ظفر
اے صاحبزادے! اس جام کے لئے جان دیدے	بغیر جہاد اور صبر کے فتح کب ہوتی ہے

5

یعنی اے صاجزادے اس جام محبت کے (حصول کے) لئے جان دیدو اس لئے کہ بے مجاہدہ اور صبر کے فتح کب حاصل ہوسکتی ہے فتح تو جب ہی ہوگی جب کہ صبر سے کام لوگے اور مجاہدہ کروگے۔

صبر کردن بہر ایں نبود حرج	صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
اس (جام) کے لئے صبر کرنے میں کوئی خرابی نہیں ہے	صبر کر کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے

یعنی اس کے لئے صبر کرنے کا کوئی حرج نہیں ہے صبر کرو اس لئے کہ صبر کشادگی کی کنجی ہے۔

زیں کمیں بے حزم وصبرے کس نہ جست	حزم را خود صبر آمد پاؤ دست
اس گھات سے بغیر احتیاط اور صبر کے کوئی نہیں بچ سکا	احتیاط کے لئے صبر خود ہاتھ پاؤں ہے

یعنی اس گھائی سے بے سوچ بچار کے اور صبر کے کوئی نہ نکل سکا اور حزم کے لئے خود صبر پاؤں ہاتھ ہیں مطلب یہ کہ بے صبر کے اور مجاہدہ کے حزم سے کام نہیں چلتا لہذا دونوں کی ضرورت ہے۔

حزم کن از خوردکایں زہریں گیاست	حزم کردن زور ونور انبیاست
کھانے میں احتیاط برت کیونکہ یہ زہریلی گھاس ہے	احتیاط کرنا انبیاء کی طاقت اور نور ہے

یعنی اس کے کھانے سے پرہیز کرو اس لئے کہ یہ گھاس زہریلا ہے اور حزم کرنا زور اور نور انبیاء علیہم السلام کا ہے مطلب یہ کہ دنیا میں رہو تو سوچ سے کام لو اس لئے کہ یہ دنیا زہریلا گھاس ہے کہ ظاہر میں سرسبز ہے مگر حقیقت میں قاتل ہے اور اس کو سوچ سمجھ کر استعمال کرو اور خود حضرات انبیاء علیہم السلام نے حزم سے کام لیا ہے تو تم کو ان کی اتباع کی وجہ سے بھی حزم ضروری ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

کاہ باشد کو بہر بادے جہد	کوہ کے ہر بادرا وزنے نہد
گھاس ہے جو ہر ہوا سے اچھلتی ہے	پہاڑ ہر ہوا کو کب جانچتا ہے

یعنی جو کہ ہر ہوا سے اچھلنے کودنے لگے وہ تو گھاس ہوتا ہے اور پہاڑ کب ہر ہوا کا وزن رکھتا ہے مطلب یہ کہ جو خام ہیں وہی ان تغیرات سے متاثر ہوتے ہیں اور اس دنیا کو خیال میں لاتے ہیں ورنہ جو پختہ ہو چکے ہیں ان کو تو ان حوادث کی پرواہ ہی نہیں ہوتی لہذا خامی کو ترک کر کے پختگی حاصل کرو۔

ہر طرف غولے ہمی خواند ترا	کاے برادر راہ خواہی ہیں بیا
چھلاوا ہر جانب سے تجھے پکارتا ہے	کہ اے بھائی! راستہ چاہتا ہے خبردار آجا

یعنی شیاطین تجھے ہر طرف بلا رہے ہیں کہ اے بھائی اگر راہ چاہتا ہے تو یہاں آ اور کہتا ہے کہ

رہنمایم ہمرہت باشم رفیق	من قلاوزم دریں راہ دقیق
راستہ دکھاؤں گا اور تیرا رفیق سفر رہوں گا	میں اس باریک راستہ میں تیرا رہنما ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں رہنما ہوں اور تیرے ہمراہ ہوں اور رفیق ہوں اور اس راہ دقیق میں میں رہبر ہوں غرضکہ خوب بہکاتا ہے اور چاہتا ہے کہ کسی طرح یہ پھنس جاوے مولانا بچاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

نے قلاوزست و نے رہ داند او	یوسفا کم رو سوئے آں گرگ خو
وہ نہ رہنما ہے نہ راستہ جانتا ہے	اے یوسف! اس بھیڑیا صفت کی طرف نہ جا

یعنی نہ وہ رہبر ہے اور نہ خود راہ جانتا ہے تو اے یوسف (جیسے) تم اس بھیڑیا خصلت کی طرف مت جاؤ اگر اس کے کہنے کو صحیح مان لیا تو بس پھر غارت ہوگئے اور اس سے بچنا ہی تو حزم ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

حزم آں باشد کہ نہ فریبد ترا	چرب و نوش دامہائے ایں سرا
احتیاط یہی ہے کہ تجھے فریب نہ دے سکیں	اس دنیا کے چکنے اور شیریں جال

یعنی حزم یہی ہے کہ اس سراء دنیا کے جال کی چکنی چپڑی باتیں لبھانہ لیں اس لئے کہ

کہ نہ چربی دارد و نے نوش او	سحر خواند می دمد در گوش او
نہ ان میں چکنائی ہے نہ مٹھاس	وہ منتر پڑھتا ہے (اور) تیرے کان میں پھونکتا ہے

یعنی کہ نہ یہ چربی رکھتا ہے اور نہ لذت وہ جادو پڑھ رہا ہے اور کان میں پھونک رہا ہے۔ لہٰذا اس سے بچنا اور پرہیز کرنا بہت ضروری ہے اور وہ شیاطین کہتے ہیں کہ

کہ بیا مہمان ما اے روشنی	خانہ آں تست تو آن منی
کہ آ جا اے ہمارے مہمان اور (گھر کی) روشنی	گھر تیرا ہے اور تو میرا ہے

یعنی کہ اے روشن (دل) ہمارا مہمان آ۔ گھر تیری ملک ہے اور تو میری ملک ہے مطلب یہ کہ تو یہاں آ کہ گھر تیری ملک ہے مگر تجھ پر میرا قابو ہے تو جب وہ یہ کہے تو تم کو چاہئے کہ اس سے انکار کردو اور کہہ دو کہ بھائی ہم تیرے گھر باہر سے باز آئے اور یہی حزم ہے اور اسی کو سوچ اور اسی کو پرہیز کہتے ہیں۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

حزم آں باشد کہ گوئی تخمہ ام	یا سقیم و خستہ ایں دخمہ ام
احتیاط یہ ہوگی کہ تو کہہ دے میں بدہضمی میں ہوں	(یا کہہ دے) میں اس قبرستان کا بیمار اور زخمی ہوں

یعنی حزم تو یہ ہے کہ کہہ دو مجھے تخمہ ہو رہا ہے یا میں مریض اور خستہ اس دخمہ کا ہوں مطلب یہ کہ جب وہ بلاوے اور کہے کہ یہ میری چیزیں کھالو تو حزم کی بات تو یہ ہے کہ اس کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ بلکہ اس سے انکار کردو یا یوں کہہ دو۔

یا سرم درد ست و درد سر ببر	یا مرا خواند است آں خالو پسر
یا (کہہ دے) میرے سر میں درد ہے اور درد سر دور کردے	یا (کہہ دے) مجھے ماموں کے بیٹے نے بلایا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی یا میرے سر میں درد ہے تو میرے سر کے درد کو کاٹ دے یا یہ کہ مجھے اس خالو کے بیٹے نے بلایا ہے یعنی اس سے یہ عذر کردو کہ اچھا اگر فلاں کام میرا کردو تو میں چلنے کو تیار ہوں اور کام ایسا بتاؤ کہ اس سے نہ ہو سکے غرض کہ کسی نہ کسی طرح اس سے جان بچاؤ اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ۔

زانکہ یک نوشت دہد بانیشہا	کہ بکار دور تو نیشش ریشہا
کیونکہ وہ تجھے ایک شہد بہت سے ڈنکوں کیساتھ دے گا	اس کا شہد تجھ میں بہت سے زخم پیدا کر دے گا

یعنی اس لئے کہ وہ تجھے ایک نوش بہت سے نیشوں کے ساتھ دیتا ہے کہ وہ اس کے نیش تیرے اندر بہت سے زخم پیدا کر دیں گے۔

زر اگر پنجاہ وگر شصت دہد	ماہیا او گوشت در شستت نہد
وہ اگر پچاس یا ساٹھ اشرفیاں تجھے دے	اے مچھلی وہ کانٹے میں تیرے لئے گوشت لگا رہا ہے

یعنی وہ اگر تمہیں پچاس یا ساٹھ روپے دیتا ہے تو اے مچھلی وہ شست میں تجھے گوشت دے رہا ہے۔

گر دہد خود کے دہد آں پرحیل	جوز بوسیدہ ست و گفتار دغل
اگر وہ حیلہ باز کچھ دیتا بھی ہے تو کہاں دیتا ہے	(اس کے) اخروٹ سڑے ہوئے ہیں اور باتیں مکاری کی ہیں

یعنی اگر وہ (ظاہر میں) دیتا ہے (مگر حقیقت میں) وہ پرحیل کب دیتا ہے وہ جوز بوسیدہ ہے اور اس کی بات دھوکہ ہے مطلب یہ ہے کہ اگرچہ یہ شیاطین ظاہر میں کوئی بات نفع کی بھی بتا دیں مگر حقیقت میں اور اصل میں وہ مضر اور نقصان دہ ہی ہوتی ہے۔

ژغوغ زر مغز و عقلت را برد	صد ہزاراں عقل را یک نشمرد
اشرفیوں کی کھنکھناہٹ تیرے دماغ اور عقل کو زائل کر دیتی ہے	لاکھوں عقلوں کو ایک بھی نہیں سمجھتی ہے

یعنی روپیہ کا بجنا تیرے مغز اور عقل کو لے جاتا ہے اور لاکھوں عقلوں کو ایک بھی نہیں گنتا مطلب یہ کہ دنیا کی محبت وہ ہے کہ تمام عقول اس کے آگے پست ہو جاتی ہیں اور سب پر یہ غالب آتی ہے اور عقل کو بالکل سلب کر دیتی ہے پس چاہئے کہ حرص اور محبت دنیا کو دل میں جگہ نہ دے اس لئے کہ۔

یار تو خرجین تست و کیسہ ات	گر تو رامینی مجو جز ویسہ ات
تیرا دوست تیرا ناشتہ دان اور تیری تھیلی ہے	اگر تو رامین ہے اپنی ویسہ کے علاوہ کسی کو نہ چاہ

یعنی تیرا یار تیری خرجین اور تیرا کیسہ ہے اگر تو رامین ہے تو سوائے اپنی ویسہ کے اور کسی کو مت تلاش کر رامین ایک عاشق کا نام ہے اور ویسہ اس کی معشوقہ کا مطلب یہ کہ تمہارا معشوق اور مطلوب اصل جو ہے اس کی تلاش کرو

www.besturdubooks.wordpress.com

اور ادھر ادھر بہکے ہوئے مت پھرو آگے خود اس کی تعیین فرماتے ہیں کہ۔

ویسہ و معشوق تو ہم ذات تست	ویں برونیہا ہمہ آفات تست
تیری ویسہ اور معشوقہ تیری ہی ذات ہے	اور یہ بیرونی چیزیں سب تیری مصیبتیں ہیں

یعنی تمہاری ویسہ اور تمہارا معشوق خود تمہاری ذات ہے اور یہ باہر کی اشیاء سب تمہاری آفات ہیں مطلب یہ کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اگر تم کو خود اپنی ذات کی معرفت ہو جاوے تو ظاہر ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی معرفت ضرور ہوگی تو بس تمہارا مطلوب تمہاری ذات ہے تم باہر کیوں تلاش کرتے ہو آگے فرماتے ہیں کہ۔

حزم آں باشد کہ چوں دعوت کنند	تو نگوئی مست و خواہان من اند
احتیاط یہ ہے کہ جب تجھے بلائیں	تو یہ نہ کہنا وہ عاشق اور میرے خواہاں ہیں

یعنی حزم تو یہ ہے کہ یہ شیاطین جب بلاویں تو تم یہ نہ کہو کہ میرے مست اور خواہاں ہیں بلکہ ان کو غیر ہی سمجھو اس لئے کہ

دعوت ایشاں صفیر مرغ داں	کہ کند صیاد در مکمن نہاں
ان کی دعوت کو پرندوں کی سیٹی سمجھ	جو شکاری گھات میں چھپ کر بجاتا ہے

یعنی ان کی دعوت وہ آواز مرغ سمجھو جس کو کہ صیاد گھات میں پوشیدہ کر دیتا ہے۔

مرغ مردہ پیش بنہادہ کہ ایں	می کند ایں بانگ و آواز حنیں
مرا ہوا پرندہ اس نے آگے رکھ لیا ہے کہ یہ	آواز اور فریاد اور نالہ کر رہا ہے

یعنی اس صیاد نے مرغ مردہ ایک آگے رکھ لیا ہے کہ یہ آواز اور بکا کر رہا ہے۔

مرغ پندارد کہ جنس اوست آں	جمع آید بر درد شاں پوست آں
پرندے سمجھتے ہیں کہ وہ ان کا ہم جنس ہے	وہ جمع ہو جاتے ہیں اور وہ ان کی کھال ادھیڑ دیتا ہے

یعنی جانور تو سمجھتا ہے کہ یہ اس کی جنس ہی ہے تو وہ گرد آ جاتا ہے اور وہ صیاد اس کی کھال پھاڑ ڈالتا ہے۔

مطلب یہ کہ جس طرح صیاد جال کے آگے ایک مردہ جانور بٹھا کر سیٹی بجاتا ہے تو دوسرے جانور جو سنتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا ہم جنس سامنے بیٹھا ہے اور وہ آواز کر رہا ہے لہذا سب اس کے پاس آ کر جمع ہوتے ہیں اور جال میں پھنستے ہیں اسی طرح شیاطین تلبیس کرتے ہیں اور تم کو پکارتے ہیں ہم اپنے ہم جنس جان کر ان کے پاس چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ ہم کو بھی دوست بناتے ہیں لہذا ہم کو چاہئے کہ ذرا سوچ سمجھ کر دیکھ بھال کر سمجھیں کہ آیا ہمارا ہم جنس ہی ہے یا کوئی اور ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

جز مگر مرغے کہ حزمش داد حق	تا نگردد گیج ازاں دانہ ملق
سوائے اس پرندے کے جس کو خدا نے عقل دیدی ہے	تا کہ اس دانہ اور خوشامد سے احمق نہ بنے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی سوائے اس جانور کے کہ جس کو حق تعالیٰ نے حزم عطا فرمایا ہے تا کہ وہ اس دانہ چاپلوسی سے پریشانی میں نہ پڑے۔ مطلب یہ کہ اور سب جال میں پھنس جاتے ہیں مگر جس کو حق تعالیٰ نے عقل اور حزم عطا فرمایا ہو بھلا وہ اس بناوٹی دانہ اور چاپلوسی میں کب پھنس سکتا ہے اس کو تو اس سے ہرگز پریشانی نہ ہوگی۔

ہست بے حزمے پشیمانی یقیں	حزم را مگزار و محکم کن تو ایں
بے احتیاطی یقیناً پشیمانی ہے	احتیاط کو نہ چھوڑ تو اس کو مضبوط کر لے

یعنی بے حزم کے پشیمانی یقیناً ہے تو حزم کو ترک مت کرو اور دین کو مضبوط کرو مطلب یہ کہ بے سوچ اور فکر کے تو ضرور پریشانی اور پشیمانی ہوتی ہے لہٰذا چاہئے کہ دین کو مضبوط رکھو اور حزم کو اختیار کرو تا کہ ان ساری بلاؤں سے نجات ہو۔

زانکہ بے حزمے شقاوت بردہد	دیں رود از دست و درد سر دہد
اس لئے کہ بے احتیاطی بدبختی کا پھل دیتی ہے	دین ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور درد سر پیدا کر دیتی ہے

یعنی اس لئے کہ بے حزم کے شقاوت پھل دیتی ہے اور ہاتھ سے دین جاتا رہتا ہے اور درد سر دیتا ہے مطلب یہ کہ بے فکر کے ہمیشہ پریشانی ہی ہوتی ہے لہٰذا چاہئے کہ کام ہمیشہ حزم اور فکر سے کرے تا کہ پشیمانی اور پچھتانا نہ پڑے۔

بشنو ایں افسانہ را در شرح ایں	تا شوی حازم برائے حفظ دیں
اس کی تشریح میں یہ قصہ سن لے	تا کہ تو دین کی حفاظت کیلئے پختہ کار بن جائے

یعنی اس امر کی شرح میں اس قصہ کو سنو تا کہ تم حفاظت دین کے لئے حزم والے ہو جاؤ مطلب یہ کہ ہم ایک حکایت بیان کرتے ہیں جس سے کہ معلوم ہوگا کہ ہر کام میں حزم اور احتیاط کی ضرورت ہے اس سے استدلال کر کے تم کو چاہئے کہ امور دین میں احتیاط سے کام لو اس لئے کہ امور دین تو بہت اہم اور احتیاط کے قابل ہیں آگے حکایت کو بیان فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دیہاتی اور ایک شہری کی آپس میں دوستی تھی وہ دیہاتی ہمیشہ اس شہری کا مہمان رہا کرتا تھا اور اصرار کیا کرتا تھا کہ تم بھی کبھی ہمارے یہاں آؤ اور وہ ہمیشہ بہانے کیا کرتا تھا آخر کار ایک مرتبہ کمبختی کا مارا چلا گیا اس دیہاتی نالائق نے خوب ہی پریشان کیا تو دیکھو چونکہ اس شہری نے احتیاط اور حزم سے کام نہ لیا تھا اس لئے پریشان ہوا ورنہ کیوں پریشان ہوتا۔ اب حکایت سنو فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: ناصح نے کہا کہ میری نصیحت خوب اچھی طرح سن لو تا کہ تمہارے دل و جان رنج و محن کی مصیبت میں نہ گرفتار ہو جائیں دیکھو میں تم سے تاکیداً کہتا ہوں کہ نباتات اور پتوں پر قناعت کرنا اور ہاتھی کے بچوں کے شکار کے درپے نہ ہونا میں نصیحت کا قرض اپنے سر سے اتار چکا ہوں تم کو اختیار ہے مانو یا نہ مانو لیکن

www.besturdubooks.wordpress.com

اگر مانو گے تو یاد رکھو میری نصیحت کا انجام بہتر ہی ہوگا میں اس لئے آیا تھا کہ یہ پیغام جس کا پہنچانا بمقتضائے حکمت مجھ پر واجب تھا تم کو پہنچا دوں اور تا کہ تم کو اس ندامت سے نجات دوں جو کہ جہل واقعہ کے سبب تم کو پیش آتی دیکھو ایسا نہ ہو کہ طمع تم کو صراط مستقیم سے بھٹکا دے اور اس جہان کے بظاہر خوش ولذیذ متاع کی طمع تمہاری بیخ کنی نہ کر دے یہ نصیحت کی اور خدا حافظ کہہ کر رخصت ہو گیا۔ جب وہ چلا گیا تو ان لوگوں نے سفر شروع کیا اور راستہ میں غذا کی کمی اور بھوک بے حد ہوگئی دفعۃً انہوں نے راستہ ایک جانب ہاتھی کا ایک بہت چھوٹا بچہ دیکھا جو خوب موٹا تازہ تھا اس کو دیکھ کر یہ لوگ اس کو سب بھیڑیوں کی صرح لپٹ گئے اور اس کو چٹ کر کے فارغ ہو گئے لیکن ایک ہمراہی نے نہ کھایا بلکہ اوروں کو بھی منع کیا کیونکہ اس کو حکیم کی نصیحت یاد تھی اور وہی بات اس کو اس کے کباب کھانے سے مانع آئی۔ اے رفیق شاباش کہ تو نے اس نصیحت پر عمل کیا تو دیکھنا کہ وہ پرانی اور تجربہ کار عقل تجھ کو ایک نیا نصیحت عطا کرے گی جیسا کہ اس کا قاعدہ ہے۔ خیر یہ لوگ کھا پی کر لیٹ رہے اور سب کے سب سو رہے اور یہ بھوکا شخص ان سب کا پاسبان ہوا۔ اتنے میں اس نے دیکھا کہ ایک خوفناک ہاتھی آیا اور اول وہ اس محافظ کی طرف لپکا اس نے تین مرتبہ اس کا منہ سونگھا لیکن اس کو اس کے منہ سے اپنے بچے کے کبابوں کی بو نہیں آئی وہ کئی بار اسکے چاروں طرف گھوما اور چلا گیا اس زبردست ہاتھی نے اس بے چارہ کو کچھ نہیں کہا۔ اس کے بعد ان سونے والوں میں سے ہر شخص کا منہ سونگھا پس ان سونے والوں میں سے ہر ایک کے منہ سے جس نے اس کے بچہ کے کباب کھائے تھے کباب کی بو آئی اس نے اس کو فوراً چیر پھاڑ ڈالا اور مار ڈالا اس نے اس جماعت میں سے ایک ایک کو پھاڑ ڈالا اور اس کو کچھ بھی خوف نہ ہوا یہ ان کو اٹھا اٹھا کر اوپر پھینکتا تھا اور وہ گر کر پارہ پارہ ہو جاتے تھے یہاں تک ہاتھی کا واقعہ بیان فرما کر آگے مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اے مخلوق کے خون کھانے والے اس روش کو چھوڑ تا کہ ان کا یہ خون تجھے جنگ با خدا میں مبتلا نہ کر دے۔ کیونکہ ارشاد ہے کہ من عادی لي وليا فقد آذنته بالحرب یا یوں کہو کہ ان کا خون تیرے مخالف نہ ہو جاوے اور تیری گردن پر سوار ہو کر تجھے کسی بلا میں نہ پھنسا دے ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ کہ ان کا مال بھی خون ہی کا حکم رکھتا ہے کیونکہ مال علی العموم کسب سے ہاتھ آتا ہے اور کسب قوت سے حاصل ہوتا ہے اور قوت خون سے پس مال کھانا بھی حکم میں خون کھانے کے ہوا۔ حق سبحانہ اپنے بندوں کے یوں ہی مربی ہیں جس طرح ہاتھی اپنے بچوں کا بلکہ اس کی تربیت ہاتھی کی تربیت سے کہیں اعلیٰ ہے خون کھانے والے کے دشمن ہو جاتے ہیں اور اس سے انتقام لیتے ہیں اور گوشت کھانے والے تو ہاتھی کے بچے کھاتا ہے یعنی بندگان حق سبحانہ کو ستاتا ہے تجھ کو آگاہ ہونا چاہئے کہ ہاتھی (حق سبحانہ) مخالف ہو کر تجھے تباہ کر دے گا یہ نہ سمجھنا کہ خبر کیسے ہوگی خود اس کی بو ایسے مکار کو رسوا کر دیتی ہے ہاتھی اپنے بچے کی بو جانتا ہے یعنی گناہ میں ایک خاص اثر ہوتا ہے جس سے کہ وہ ظاہر ہو جاتا ہے مگر حق سبحانہ اپنے علم میں اس اثر کے محتاج نہیں بلکہ وہ قطع نظر اس اثر سے بھی جانتے ہیں الا یعلم من خلق وهو اللطيف الخبير یہاں ہاتھی کے قصہ کی مناسبت سے یہ عنوان تعبیر اختیار کیا گیا ہے خیر وہ تو علیم وخبیر

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی (جس وقت حق سبحانہ چاہتے تھے) اپنے زمانہ میں گناہ کو اس کے اثر خاص سے معلوم کر لیتے تھے اس کام کو منکر نہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے انی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن پس جب کہ وہ انفاس رحمانیہ کو یمن سے بقدرت حق سبحانہ و مشیت الٰہیہ معلوم کر سکتے ہیں تو وہ باطل کو اس کی بو اور اثر سے کیوں نہیں معلوم کر سکتے نیز جبکہ وہ اتنی دور سے ایک بو کو معلوم کر سکتے ہیں تو پاس سے کیوں نہیں دریافت کر سکتے۔ (ف) یاد رکھنا چاہئے کہ ادراک مغیبات آپ کی عام حالت نہ تھی جیسا کہ نصوص اس پر شاہد ہیں بلکہ احوال خاصہ میں ایسا ہوتا تھا اور راز اس میں یہ ہے کہ اس ادراک میں قوت بشریہ کو دخل نہیں بلکہ اس کا تعلق قدرت الٰہیہ سے ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر اہل اللہ قوت بشریہ سے جو کام کرتے ہیں وہ تو ان کا اختیاری ہے اور جو بقوت الٰہیہ کرتے ہیں اس میں وہ مختار نہیں اس لئے ان میں مشیت الٰہیہ خاصہ کو دخل ہے جب حضرت حق چاہتے ہیں اس وقت ان سے افعال خرق عادت صادر ہوتے ہیں اور ایسا نہیں ہوتا کہ جس وقت وہ چاہیں دیگر افعال اختیاریہ کی طرح یہ افعال بھی صادر ہو جائیں اس بناء پر ہم نے جس وقت حق سبحانہ چاہتے تھے وغیرہ الفاظ بڑھائے اور چونکہ فرمایا ہے کہ جب وہ اتنی دور سے معلوم کر لیتے تھے تو پاس سے کیوں نہ دریافت کر لیتے ہوں گے یہ قرینہ ہے اس کا یہ بیان حالت حیات کا ہے نہ کہ بعد الممات کا کما ہو الظاہر اس لئے "ہم نے اپنے زمانہ میں" یہ الفاظ بڑھائے اور صیغ حال جو شعر آئندہ میں مستعمل ہوئے ہیں ان سے کسی کو شبہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ مولانا استعمال صیغ میں اکثر تسامح فرماتے ہیں علاوہ ازیں یہ کلام حکایت حال پر محمول ہو سکتا ہے۔ فتدبر وہ ضرور دریافت کر لیتے تھے مگر غایت کرم سے ہم پر اپنا علم ظاہر نہ فرماتے تھے کیونکہ افعال حسنہ و سیئہ کا اثر تو اس قدر قوی ہے کہ آسمان والوں کو بھی اس کا علم ہو جاتا ہے اور بقدرت الٰہیہ پھر ارباب بصیرت کاملہ جو زمین پر رہتے ہیں کیوں نہیں جان سکتے تم سوتے ہوتے ہو مگر اس حرام کی بو جو تم نے کھایا ہے آسمان سے ٹکر کھاتی ہے وہ تمہارے برے سانسوں کے ساتھ ساتھ جاتی ہے حتیٰ کہ آسمان کے صاحب ادراک رہنے والوں تک پہنچتی ہے۔ یہ عنوان بیان بطور استعارہ کے ہے نہ کہ بطور حقیقت کے اور مقصود صرف اتنا ہے کہ تمہارے گناہوں کی آسمان والوں کو بھی اطلاع ہوتی ہے فقط) آدمی جب بات کرتا ہے تو جس طرح اس وقت پیاز کی بو آتی ہے یوں ہی تکبر اور حرص اور آز کی بو بھی آتی ہے اور باتوں ہی سے تکبر اور حرص کا پتہ چل جاتا ہے اگر تم انکار کرو کہ میرے اندر تکبر اور حرص نہیں اور قسم بھی کھاؤ تب بھی یقین نہیں ہو سکتا جس طرح کوئی شخص لہسن پیاز کھائے اور قسم کھائے کہ میں نے نہیں کھائے تو ہرگز یقین نہیں ہو سکتا بلکہ تمہارا یہ کلام یعنی یہی خود چغلی کھاوے گا اور کہے گا کہ اس نے ضرور کھایا ہے اور یہ جھوٹا ہے۔ جو انکار کرتا ہے اس لئے کہ اس وقت اس کے منہ سے ایک بھپکارا نکلے گا جو کہ پاس بیٹھنے والوں کے دماغ سے ٹکرائے گا جب کہ تم کو معلوم ہو گیا کہ گناہوں کے لئے ایک خاص قسم کی بو ہے جو اس کے مناسب ہے پس وہ بو قبول دعا سے مانع ہوتی ہے کیونکہ وہ دعا اس بو کے ساتھ ملتبس ہوتی ہے اور اسی کی بو ناپسندی کے سبب سے دعا بھی رد ہو جاتی ہے۔ نیز جس طرح بوئے پیاز سے باطنی حالت

www.besturdubooks.wordpress.com

معلوم ہو جاتی ہے یونہی اس دعا سے بھی دل کی کجی معلوم ہو جاتی ہے پس ایسی دعا کا جواب یہ ہوتا ہے کہ دور ہو جاؤ ہم سے کلام مت کرو کیونکہ یہ ایک قسم کا فریب ہوتا ہے اور فریب کا جواب رد کے ڈنڈے سے دیا جاتا ہے۔ یاد رکھو کہ حق سبحانہ کی جناب میں الفاظ کام نہیں دیتے بلکہ وہاں معنی کی ضرورت ہے پس اگر الفاظ درست نہ ہوں اور معنی ٹھیک ہوں تو وہ نادرست الفاظ حق سبحانہ کے یہاں مقبول ہیں اور اگر معنی درست نہ ہوں اور الفاظ درست ہوں تو اس کی جناب میں الفاظ کی کچھ بھی وقعت نہیں دیکھو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان میں بجائے حیَّ کے ہی کہتے تھے مگر خلوص کے ساتھ اس پر کچھ لوگوں نے کہا کہ حضور والا اس وقت دین ر بتدائی حالت ہے ایسی حالت میں ایسی غلطی ٹھیک نہیں پس یا رسول اللہ و یا نبی اللہ آپ کوئی ایسا موذن مقرر فرمایئے جس کی زبان صحیح اور صاف ہو کیونکہ ابتدائے دین و آغاز ہدایت میں حی علی الفلاح کو ہی علی الفلاح پڑھنا سخت عیب کی بات ہے لوگوں کو اس سے نفرت ہوگی یہ سن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصب جوش میں آیا اور حق سبحانہ کی ان مخفی عنایتوں میں سے ایک دو کو اشارۃً ظاہر فرمایا جو کہ مخلصین پر ہوتی ہیں اور یہ فرمایا کہ ارے پاجیو بلال کے ہی حق سبحانہ کی جناب میں تمہاری محض زبانی حی وحی سے بہتر ہے دیکھو تم مجھے بہت نہ پریشان کرو ورنہ میں تمہارے راز اول سے آخر تک سب کہہ ڈالوں گا اس سے ثابت ہوا کہ وہاں الفاظ کی پوچھ نہیں بلکہ معنی کی قدر ہے اب اگر خود تمہارے اندر یہ صفت نہیں ہے تو جاؤ۔ دیگر اہل اللہ اور ارباب صفائے باطن سے دعا کراؤ چونکہ آدمی کچھ نہ کچھ گناہ ضرور کرتا ہے خواہ وہ اس کے مرتبہ ہی کے نسبت سے گناہ ہو اور فی نفسہ گناہ نہ ہو اس لئے اس کے حق میں خود اس کی دعا کی نسبت دوسروں کی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے اس بنا پر حق سبحانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جبکہ وہ دعا میں اپنی حاجات طلب کر رہے تھے یہ فرمایا کہ اے کلیم مجھ سے مجھ کو ایسے منہ سے مانگنا چاہئے جس سے تم نے گناہ نہ کیا ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا اللہ میرا منہ تو ایسا نہیں حق سبحانہ نے جواب دیا کہ مطلب یہ ہے کہ دوسرے شخص سے اپنے لئے دعا منگواؤ یعنی تم کو ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا چاہئے کہ وہ رات دن تمہارے لئے دعا کریں پس یہ وہ منہ ہے جس سے تم نے گناہ نہیں کیا کیونکہ دوسرے کے منہ سے آدمی گناہ نہیں کرتا لہذا اس سے دعا منگوانا چاہئے اور دوسری صورت یہ ہے خود اپنے ہی منہ کو پاک کرنا چاہئے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی روح کو راہ طاعت میں چست و چالاک کرنا چاہئے اور ذکر حق میں مشغول ہونا چاہئے اس سے پاکی حاصل ہو جاوے گی کیونکہ حق سبحانہ کا ذکر تو پاک ہے جب پاکی آ جائیگی تو ناپاکی خود ڈیرہ ڈنڈا اٹھا کر چلتا ہوگی کیونکہ پاکی اور ناپاکی ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ایک ضد دوسری ضد سے بھاگتی ہے دیکھو جب روشنی آتی ہے تو تاریکی چمپت ہو جاتی ہے پس جب ذکر اللہ منہ میں آئے گا تو نہ ناپاکی رہے گی اور نہ ناپاک منہ رہے گا۔ اب ہم ایک قصہ بیان کرتے ہیں جس سے بدلالت مطابقی تو قبولیت ذکر ثابت ہوگی اور بدلالت التزامی ذکر اللہ کا مطہر دہن ہونا ظاہر ہوگا۔ ایک شخص رات کو اللہ اللہ کیا کرتا تھا تا کہ ذکر اللہ سے اس کے ہونٹوں کو شیرینی اور لذت حاصل ہو۔ ایک مرتبہ شیطان نے اس سے کہا کہ اے بے حیا چپ بھی رہ آخر تو کب تک اللہ اللہ کرے گا تو نے حد سے بڑھ

www.besturdubooks.wordpress.com

کراور اس قدر کثرت سے اللہ اللہ کی بھلا ایک ندا کا بھی جواب ملا تخت شاہی سے تو ایک بھی جواب نہ ملا تو بے حیائی سے کب تک اللہ اللہ کے نعرے لگا تا رہے گا اس وسوسہ سے وہ شکستہ دل ہو کر لیٹ رہا تب اس نے ایک سبزہ زار کے اندر حضرت خضر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا انہوں نے فرمایا ارے تو نے ذکر کیوں چھوڑ دیا اور خدا کو پکارنے سے تو پشیمان کیوں ہوا اس نے کہا چونکہ میری ندا کا جواب نہیں ملتا اس لئے میں خیال کرتا ہوں کہ حق سبحانہ کو میرا پکارنا پسند نہیں اور جب میرا پکارنا ان کو ناپسند ہے تو ایک ایسے فعل کی کثرت سے جو ان کو ناپسند ہے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ زیادہ ناخوش نہ ہوں۔ اور میں بالکل ہی مردود ہو جاؤں حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت حق جل علا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم جاؤ اور جا کر اس سے یہ کہو کہ اے کمبختی مارے یہ تیرا اللہ اللہ کہنا ہی ہماری لبیک ہے جو تجھ کو خشوع وخضوع اور درد و سوز کے ذریعہ سے پہنچتی ہے جو کہ ہمارے قاصد ہیں یعنی میں نے ہی تو تجھے دین کے کام میں لگایا ہے اور میں نے ہی تجھے ذکر میں مشغول کیا ہے۔ یہ تیری تدبیریں اور علاج ہمارے جذب کا نتیجہ ہیں۔ جنہوں نے تیرا پاؤں کھولا اور ہمارے راستہ پر چلتا کیا اور یہ جو تیرے اندر خوف اور محبت ہے یہ ہماری ہی لطف کی کمند ہے اس سے ثابت ہوا کہ تیرے ایک اللہ کے تحت میں ہمارے بہت سے جواب موجود ہیں یاد رکھ کہ خدا کو نہ پہچاننے والے کو دعا ہی میسر نہیں ہوتی کیونکہ اس کو دعا کی اجازت ہی نہیں۔ اس کے منہ پر اس کے ہونٹوں پر قفل لگا ہوا ہے تا کہ تکلیف کے وقت وہ حق سبحانہ کے سامنے نہ رو سکے چنانچہ فرعون کو بہت کچھ مال اور ملک دیا حتیٰ کہ اس نے عزت وعظمت حقیقی کا دعویٰ کیا اور عمر بھر میں اس کے سر میں بھی درد نہیں ہوا یہ سب اس لئے کیا گیا کہ یہ امور اس کے ہونٹوں کے لئے قفل کا کام دیں اور توجہ الی اللہ سے اس کو مانع ہو جائیں اور وہ حق سبحانہ کے حضور میں رو نہ سکے حق سبحانہ نے اس کو ملک دنیا عطا کیا اور رنج وغم کچھ نہ دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ رنج وغم دنیاوی اس کے دوستوں کا حصہ ہیں کیونکہ یہ باعث ہیں مزید توجہ الی الحق کے پس دشمنوں کو کیسے مل سکتے ہیں۔ (ف یاد رکھنا چاہئے کہ مطلق رنج وغم دنیاوی دوستوں کا حصہ نہیں ہیں کیونکہ یہ خلاف مشاہدہ ہے بلکہ وہ رنج وغم ان کا حصہ ہیں جو موجب توجہ الی اللہ ہوں) پس درد تمام ملک دنیا سے بہتر ہے اس لئے کہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تم متوجہ الی الحق ہوتے ہو برخلاف ملک دنیا کے کہ وہ مشاغل عن الحق ہے اور اگر بدوں درد کے کوئی پکارتا ہے تو محض اوپری دل سے ہوتا ہے جو نہ پکارنے کے برابر ہے اور درد کے ساتھ پکارنا یہ شیفتگی کے ساتھ اور تہ دل سے ہے چپکے ہی چپکے حق سبحانہ کو پکارنا اپنی ابتدائی حالت کو یاد کرنا آواز کا صاف اور غمگین ہونا اور یہ کہنا کہ اے خدا اے فریاد رس اے مددگار یہ تمام باتیں درد ہی سے ہوتی ہیں جو عطاء حق سبحانہ ہوتا ہے آدمی تو آدمی کتے کا نالہ بھی اس کی راہ میں بدوں جذب حق سبحانہ نہیں ہے کیونکہ جو حق سبحانہ کی طرف راغب ہونے والا ہے وہ پابند ہے ایک رہزن کا جو اس کو مانع ہوتا ہے اس رغبت سے پس اس معاوقت کو اٹھانا اور دواعی کو مسلط کرنا یہ کام حق سبحانہ ہی کا ہے اس لئے ہر توجہ الی اللہ ناخوشی از جذب حق ہے (مگر جذب حق کے درجات متفاوت ہیں بعض جذبات کے بعد خذلان نہیں ہوتا اور بعض کے بعد ہو جاتا ہے) ہم نے اوپر کہا تھا کہ کتا بھی اس کی راہ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

بدوں جذب کے نالاں نہیں ہوتا۔اس سے معلوم ہوا تھا کہ کتا بھی مجذوب حق ہوتا ہے اس پر کسی کو استبعاد نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس کی مثال موجود ہے۔دیکھو سگ اصحاب کہف مردار سے چھوٹا بادشاہوں کے ساتھ خوان رحمت پر بیٹھ گیا اور قیامت تک وہ غار کے سامنے بیٹھا ہوا آب رحمت سے بدوں تغاری کے سیراب ہوتا رہے گا یہ تو حقیقی کتا تھا۔اور بہت سے اہل اللہ ایسے ہیں کہ کتے کی طرح لوگوں کی نظروں میں ذلیل وخوار ہیں اور ان کا نام بھی کوئی نہیں جانتا لیکن باطن میں وہ جام محبت سے خالی نہیں ہیں پس ان کی طرح تم کو بھی یہ جام حاصل کرنا چاہئے اور اس کے حاصل کرنے کے لئے جان بھی دیدینی چاہئے اس لئے کہ بدوں مجاہدہ اور صبر کے کامیابی دشوار ہے اور اس جام کے حاصل کرنے کے لئے صبر کرنا حقیقت میں کچھ تنگی نہیں ہے پس صبر کرنا چاہئے کیونکہ صبر ہی فراخی کا آلہ ہے یاد رکھو کہ عام طور پر یہی حالت ہے کہ بدون صبر علی الطاعات وعن المعاصی اور بغیر حزم واحتیاط کے اس گھاٹی سے کوئی نہیں نکلا۔الا ماشاءاللہ حزم کا ضروری ہونا تو ظاہر ہے رہا صبر وہ حزم کے لئے ممدو معاون بلکہ لازم ہے کہ اس کے بغیر حزم بھی نہیں ہوسکتا پس صبر کا ضروری ہونا بھی ظاہر ہوگیا تم کو کھانے میں احتیاط کو کام میں لانا چاہئے اس لئے کہ زہریلی گھاس ہے حزم واحتیاط بڑی اچھی چیز ہے کہ اولیاء اللہ کے لئے یہ قوت بازو اور موجب نور ہے یہ لوگ حزم کو ہرگز نہیں چھوڑتے اس لئے کہ ان کی مثال پہاڑ کی سی ہے اور اوروں کی مثال کاہ کی سی پس ہوا کاہ کو تو جنبش دے سکتی ہے مگر پہاڑ کے نزدیک اس کی کوئی وقعت نہیں۔یوں ہی لذائذ دنیاوی عوام کو ڈگمگا سکتے ہیں مگر اہل اللہ کو نہیں ڈگمگا سکتے یاد رکھ کہ ہر طرف سے تجھے ایک شیطان بلا رہا ہے کہ اے بھائی اگر تجھے راہ راست مطلوب ہے تو ادھر آ میں رہنما ہوں میں تیرے ساتھ چلوں گا۔میں اس کٹھن منزل کا رہنما ہوں تجھ کو میرا اتباع لازمی ہے۔یعنی شیاطین تم کو معاصی کی طرف بلاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ یہی سیدھا راستہ ہے لیکن تم کو آگاہ ہونا چاہئے کہ نہ وہ رہبر ہیں اور نہ راستہ جانتے ہیں بلکہ وہ گرگ خصلت شیاطین ہیں پس اے یوسف دیکھ اس گرگ خصلت کی طرف نہ جانا ورنہ کھاہی جائے گا کیسی اچھی بات ہو کہ تو چرب وشیریں غذا سے دنیا کے دھوکہ میں نہ آئے اس لئے کہ نہ اس میں درحقیقت چکنائی ہے اور نہ شیرینی بلکہ اس کی یہ ظاہری چربی وشیرینی بمنزلہ ایک منتر کے ہے جو تجھ پر پھونکا جارہا ہے اور اس کے ذریعہ سے تجھ کو پھنسایا جارہا ہے اور کہا جارہا ہے کہ آپ دعوت قبول فرمائیے مکان آپ ہی کا ہے اور آپ بھی ہمارے ہی ہیں کوئی تکلف کی بات نہیں پس اس وقت احتیاط یہ ہے کہ تم کہہ دو کہ جناب مجھے بدہضمی ہورہی ہے یا میں بیمار اور قریب المرگ ہوں یا میرے سر میں درد ہے آپ اگر میرے سر کا درد کھو سکیں تو میں دعوت قبول کرسکتا ہوں یا میرے خالو کے بیٹے نے میری دعوت کردی ہے لہذا میں معذور ہوں غرضکہ کسی نہ کسی طرح پیچھا چھڑانا چاہئے کیونکہ وہ ایک ایسی مٹھائی ہے جس میں سینکڑوں ڈنک ہیں اور لذت نفسانی کے ساتھ روحانی تکالیف بے حد ہیں اور اگر وہ پچاس ساٹھ اشرفیاں بھی تجھے دے تب بھی تجھے واپس کردینی چاہئے کیونکہ یہ گوشت ہے جو شست میں لگایا جارہا ہے اور اس کے ذریعہ سے تجھے ہلاک کیا جارہا ہے اگر وہ بظاہر دیتا ہے تو فی الحقیقت نہیں دیتا بلکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے بوسیدہ اخروٹ کے دیکھنے والے کو معلوم

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو کہ اخروٹ دیا اور واقعہ میں کچھ بھی نہیں دیا اور یہ گفتگو محض فریب ہے کہ میں تجھے یہ دیتا ہوں وہ دیتا ہوں۔ حالانکہ دیتا کچھ بھی نہیں بلکہ جان لیتا ہے تم کو بہت ہوشیار رہنا چاہئے اور نہایت تحمل کی ضرورت ہے اس لئے کہ اگر ذرا کوتاہی کرے گا تو اس کی بکواس تیری عقل کو کھو دیگی اور تو بالکل اس کی مٹھی میں آ جائے گا وہ بڑی بلا کی گفتگو ہے سینکڑوں عقلوں کو ایک کے برابر بھی نہیں سمجھتی تو ہرگز لالچ میں نہ آنا اور سمجھنا تیرا یار تو تیرا کیسہ اور تیری خرجین ہے اس میں جو کچھ ہے وہ تیرے لئے مفید ہے اور اگر تو راہ میں ہے تو وہی تیری معشوقہ ولیہ ہے بس اس کو چھوڑ کر کسی اور کو طلب نہ کرنا چاہئے اب ہم بتائے دیتے ہیں کہ وہ ولیہ کون ہے وہ ویسہ اور تیری معشوقہ خود تیری ذات ہے تجھ کو اس کی قدر کرنی چاہئے اس کی حفاظت چاہئے اور یہ چیزیں جو شیطان تیرے سامنے پیش کر رہا ہے یہ تو دین کھو دینے والی اور آفتیں ہیں پس احتیاط کی بات یہ ہے کہ جب شیاطین تیری دعوت کریں اور تجھے معاصی کی طرف بلائیں تو تو ان کو اپنا مشتاق اور طالب نہ سمجھ بیٹھے بلکہ ان کی دعوت کو ایسا سمجھنا چاہئے جیسے وہ آواز جو شکاری گھات میں چھپ کر جانوروں کی آواز کے مشابہ بولتا ہے اور اپنے سامنے ایک مردہ جانور اس لئے رکھ لیتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ فریاد آہ وزاری کرتا ہے جانور سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری جنس سے ہے یہ سمجھ کر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور وہ شکاری پکڑ کر سب کی کھال ادھیڑ ڈالتا ہے اس تدبیر سے سب جانور دھوکے میں آ جاتے ہیں۔ مگر وہی جانور بچتا ہے جس کو حق سبحانہ نے حزم عطا کیا ہے وہ اس خوشامد کے دانہ کے لئے احمق نہیں بنتا یوں ہی شیاطین کی حالت سمجھو کہ وہ ہر ایسی تدبیر کرتے ہیں جس سے آدمی پھنسے چنانچہ عوام پھنس جاتے ہیں مگر اہل اللہ جو کہ حزم کو کام میں لاتے ہیں نہیں پھنستے سمجھو کہ بدوں حزم کے پشیمانی یقینی ہے دیکھنا حزم کو نہ چھوڑنا اور اپنے دین کو مضبوط پکڑنا کیونکہ بے احتیاطی کا نتیجہ محرومی ہے دین بھی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے اور خواہ مخواہ کی چپقلش میں آدمی پھنس جاتا ہے اب یہ قصہ اور اس کی تفصیل سنو تاکہ تم اپنے دین کی حفاظت کے لئے محتاط بنو فقط۔

شرح شبیری

ایک دیہاتی کا ایک شہری کو فریب دینا اور خوشامد اور الحاح سے اسکی دعوت کرنا

اے برادر بود اندر ما مضے	شہریے با روستائے آشنا
اے بھائی! گذشتہ (زمانہ) میں تھا	ایک شہری ایک دیہاتی کا دوست

یعنی اے بھائی زمانہ ماضی میں ایک شہری کا ایک دیہاتی دوست تھا۔

روستائی چوں سوئے شہر آمدے	خرگہ اندر کوئے آں شہرے زدے
دیہاتی جب شہر میں آتا	اس شہری کے کوچے میں مقیم ہوتا

یعنی وہ دیہاتی جب شہر کی طرف آتا تو اس شہری کے یہاں قیام کرتا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دو مہ و سہ ماہ مہمانش شدے	بر دوکان او و بر خوانش بدے
دو تین مہینے اس کا مہمان ہوتا	اس کی دکان اور اس کے دستر خوان پر رہتا

یعنی دو دو تین تین مہینے اس کا مہمان رہتا اور اس کی دوکان اور اس کے خوان پر رہتا مطلب یہ کہ اسی کے یہاں خوب رہتا سہتا۔

ہر حوائج را کہ بودش آں زماں	راست کردی مرد شہری رائگاں
اس کی اس وقت جو ضرورتیں ہوتیں	وہ شہری مفت مہیا کرتا

یعنی اس دیہاتی کو جو ضرورتیں ہوتیں وہ شہری آدمی ان کو مفت ہی درست کر دیتا۔

رو بہ شہری کرد و گفت اے خواجہ تو	ہیچ می نائی سوئے دہ فرجہ جو
وہ (دیہاتی) شہری کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ جناب!	تفریح کے لئے آپ کبھی گاؤں میں نہیں آتے ہیں

یعنی (ایک دفعہ) دیہاتی نے شہری کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ جناب والا آپ کبھی گاؤں کی طرف سیر کرتے ہوئے تشریف نہیں لاتے۔

اللہ اللہ جملہ فرزنداں بیار	کایں زمان گلشن ست و نو بہار
خدا کے لئے تمام بچوں کو لایئے	کیونکہ یہ موسم باغ اور نو بہار کا ہے

یعنی اللہ کے واسطے اپنے تمام صاحبزادوں کو لاؤ اس لئے کہ یہ زمانہ گلشن اور نو بہار کا ہے۔

یا بہ تابستاں بیا وقت ثمر	تا بہ بندم خدمتت را من کمر
یا گرمیوں میں پھل کے وقت آیئے	تاکہ میں آپ کی خدمت میں کمر بستہ ہو جاؤں

یعنی یا گرمیوں میں پھلوں کے وقت تشریف لایئے تاکہ میں آپ کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہوں۔

خیل و فرزندان و قومت را بیار	در دہ ما باش ماہ سہ و چہار
خاندان اور بچوں اور اپنی قوم کو لایئے	ہمارے گاؤں میں تین چار مہینے رہیے

یعنی اپنے نوکروں اور بچوں اور کنبہ سب کو لاؤ اور ہمارے گاؤں میں خوب اچھی طرح تین چار ماہ رہو۔

در بہاراں خطۂ دہ خوش بود	کشت زار و لالہ دلکش بود
بہار کے موسم میں گاؤں کا علاقہ اچھا ہوتا ہے	کھیتیاں اور لالہ دلکش ہوتا ہے

یعنی بہار کے زمانہ میں گاؤں کا خطہ خوب ہوتا ہے۔ کھیتی اور لالہ خوب دلکش ہوتا ہے غرضکہ وہ ہمیشہ بلایا کرتا اور اس شہری کی یہ حالت تھی کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

وعدہ دادے شہری اورا دفع حال	تا برآمد بعد وعدہ ہشت سال
ٹالنے کے لئے شہری اس سے وعدہ کر لیتا	یہاں تک کہ وعدے ہی وعدے میں آٹھ سال گزر گئے

یعنی وہ خواجہ اس سے دفع الوقتی کے لئے وعدہ کر لیا کرتا یہاں تک کہ وعدہ کئے ہوئے بھی آٹھ برس گزر گئے۔

او بہر سالے ہمی گفتے کہ کے	عزم خواہی کرد کامد ماہ دے
وہ دیہاتی ہر سال کہتا کہ کب	آپ ارادہ کریں گے خزاں کا موسم آ گیا

یعنی وہ دیہاتی ہر سال کہتا کہ (میاں) کب ارادہ کروگے (لو) ماہ خزاں بھی آ گیا۔

او بہانہ ساختے کامسال ماں	از فلاں خطہ بیاید میہماں
وہ (شہری) بہانہ بنا دیتا کہ اس سال ہمارے	فلاں علاقے کا مہمان آئے گا

یعنی وہ شہری بہانہ کر دیتا کہ ہمارے اس سال تو فلاں جگہ سے مہمان آ گئے ہیں۔

سال دیگر گر توانم وارہید	از مہمات آں طرف خواہم دوید
اگر آئندہ سال نجات پاؤں گا	ضروریات ادھر آؤں گا

یعنی اگلے سال اگر میں کاموں سے چھوٹ گیا تو اس طرف آؤں گا۔

گفت ہستند آں عیالم منتظر	بہر فرزندان تو اے اہل بر
اس (دیہاتی) نے کہا میرے بال بچے منتظر ہیں	آپ کے بچوں کے اے کرم فرما!

یعنی دیہاتی بولا کہ اجی حضرت میرے اہل وعیال آپ کے بچوں کے منتظر ہیں۔

باز ہر سالے چو لکلک آمدے	تا مقیم قبۂ شہرے شدے
پھر وہ ہر سال لقلق کی طرح آ جاتا	شہری کے گھر مقیم ہو جاتا

یعنی پھر ہر سال لکلک کی طرح آتا اور اس شہری کے گھر ٹھہرتا۔

خواجہ ہر سالے زر و مال خویش	خرج او کردے کشودے بال خویش
خواجہ (شہری) ہر سال اپنا روپیہ پیسہ	اس پر خرچ کرتا اپنا دل کھول دیتا

یعنی وہ خواجہ شہری ہر سال اپنا روپیہ پیسہ اس پر خرچ کرتا اور اپنا ہاتھ خوب فراخ کرتا مطلب یہ کہ خوب فراخ دلی سے خرچ کرتا۔

آخریں کرت سہ ماہ آں پہلواں	خواں نہادش بامداداں و شباں
آخری مرتبہ اس سخی نے تین مہینے	صبح اور شام اس کے لئے دستر خوان بچھایا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی آخری مرتبہ میں اس پٹھے نے تین ماہ تک رات اور دن قیام کیا۔

از خجالت باز گفت او خواجہ را	چند وعدہ چند بفریبی مرا
اس (دیہاتی) نے خواجہ (شہری) سے شرمندگی سے کہا	آپ کتنے وعدے اور کتنا دھوکا دیجئے

یعنی اس نے خجالت کی وجہ سے اس خواجہ سے کہا کہ کب تک وعدہ کرو گے اور کب تک مجھے فریب دو گے یہ ایک طبعی امر ہے کہ جب اپنے اوپر کوئی احسان کرے اور اپنی طرف سے اس کی مکافات نہ ہو تو شرم آتی ہے تو یہ کتنا ہی بے حیا اور بے مروت تھا مگر آخر طبعیات تو نہ بدگئی تھیں اس وجہ سے اس کو بھی مدت تک اس کے یہاں قیام کر کے شرم آئی اور اس سے کہا کہ جناب آخر کب تک وعدے کرو گے اب تو ضرور چلو۔

گفت خواجہ جسم و جانم وصل جوست	لیک ہر تحویل اندر حکم اوست
خواجہ (شہری) نے کہا کہ میرا جسم اور جان ملنے کے متمنی ہیں	لیکن ہر نقل و حرکت اللہ کے قبضہ میں ہے

یعنی شہری نے کہا خود میرا جسم و جان وصل کا متلاشی ہے لیکن ہر تبدیلی اس کے حکم میں ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ خود میرا دل آنے کو بہت چاہتا ہے مگر خدا کے قبضہ میں سب چیزیں ہیں جب وہ چاہیں گے اس وقت ہی آنا ہو سکتا ہے۔

آدمی چوں کشتی است و بادباں	تا کہ آرد بادرا آں بادراں
انسان کشتی اور بادبان جیسا ہے	(دیکھو) وہ ہوا چلانے والا ہوا کب چلائے

یعنی آدمی مثل کشتی اور بادبان کے ہے کہ کب وہ بادران (حق تعالیٰ) ہوا کو لاوے مطلب یہ کہ جس طرح کشتی اور بادبان محتاج اس کے ہیں کہ جب حق تعالیٰ ہوا چلا دیں تو وہ بھی چلیں اسی طرح انسان بھی محتاج مشیت ایزدی کا ہے جب وہ چاہیں جب ہی کچھ کر سکتا ہے۔

باز آں سوگند دادش کاے کریم	گیر فرزنداں بیا بنگر نعیم
اس (دیہاتی) نے اس (شہری) کو پھر قسم دی	اولاد کو لیجئے آیئے مزے دیکھئے

یعنی پھر اس دیہاتی نے اس کو قسم دی کہ اے کریم صاحبزادوں کو ہمراہ لے کر تشریف لایئے اور عیش و آرام دیکھئے۔

دست او بگرفت سہ کرت بعہد	کاللہ اللہ زود آ بنمائے جہد
تین مرتبہ عہد کے لئے اس کا ہاتھ پکڑا	کہ خدا کے لئے جلد آیئے کوشش کیجئے

یعنی تین مرتبہ عہد کے لئے اس کا ہاتھ پکڑا کہ تجھے خدا کی قسم کوشش کر کے جلدی ہی آنا۔

بعد دہ سالے بہر سال چنیں	لابہ وعدہائے شکریں
دس سال بعد اور ہر سال اسی طرح کی	خوشامدیں اور شیریں وعدے

یعنی بعد دس برس کے اور ہر برس میں اسی طرح وہ وعدے اور خوشامد میٹھی کیا کرتا تھا۔

کودکان خواجہ گفتند اے پدر	ماہ و ابرو سایہ ھم دارد سفر
خواجہ (شہری) کے بچوں نے کہا ' اے ابا جان!	چاند اور ابر اور سایہ بھی سفر کرتے ہیں

یعنی اس خواجہ کے لڑکوں نے کہا کہ ابا جان چاند اور ابر اور سایہ بھی سفر کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ یہ سب چیزیں سفر کرتی ہیں مگر آپ ایسے اٹل ہیں کہ ایک جگہ سے ہل کر ہی نہیں دیتے۔

حقہا بردے تو ثابت کردہٗ	رنج ہا درکار او بس بردہ
آپ نے اس (دیہاتی) پر حقوق قائم کر دیئے ہیں	اس کے معاملے میں بہت سی تکلیفیں اٹھائی ہیں

یعنی آپ نے اس پر بہت سے حقوق قائم کر دیئے اور اس کے کاموں میں بہت سی تکالیف برداشت کی ہیں۔

او ہمی خواہد کہ بعضے حق آں	واگزارد چوں شوی تو میہماں
وہ چاہتا ہے کہ ان میں سے بعض حق	ادا کرے جب آپ مہمان ہوں

یعنی وہ چاہتا ہے کہ ان میں سے بعض حق جب آپ مہمان ہوں ادا کرے۔

بس وصیت کرد مارا او نہاں	کہ کشیدش سوئے دہ لابہ کناں
اس (دیہاتی) نے ہم سے در پردہ بہت اصرار کیا ہے	کہ اس (آپ) کو خوشامد کر کے گاؤں کھینچ لائیں

یعنی اس دیہاتی نے ہم کو پوشیدگی میں بہت کہا تھا کہ اس (اپنے باپ) کو گاؤں کی طرف کھیلتے کودتے کبھی لے آؤ جب بچوں نے یہ کہا تو اس شہری نے جواب دیا۔

گفت حق است ایں ولے اے سیبویہ	اتق من شر من احسنت الیہ
اس (شہری) نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن اے سیبویہ	اس شخص کے شر سے بچنا جس کے ساتھ تو نے احسان کیا ہے

یعنی اس شہری نے کہا کہ یہ سب ٹھیک ہے لیکن اے سیبویہ جس سے کہ تم نے احسان کیا ہے اس کے شر سے بچو اس شخص کا سیبویہ کہنا اس لئے ہے کہ وہ سمجھدار تھا ورنہ اس لڑکے کا نام سیبویہ نہیں ہے اس نے کہا کہ جس پر تم نے احسان کیا ہو اس کے شر سے ہمیشہ بچتے رہنا۔ اگر وہ شر کرے گا تو یقیناً بے طرح کرے گا۔ یہ ایک تجربہ ہے ایک تو یہ خرابی ہے دوسری یہ کہ

دوستی تخم دم آخر بود	ترسم از وحشت کہ آں فاسد شود
دوستی آخری وقت کا بیج ہوتی ہے	میں ڈرتا ہوں ناخوشی کی وجہ سے وہ بیج سڑ نہ جائے

یعنی دوستی دم آخر کا تخم ہوتی ہے اور میں وحشت سے ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ فاسد نہ ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ بھائی میں نے اس دوستی کو ذخیرۂ آخرت بنایا ہے کہ یہ اللہ واسطے کی دوستی ہے اور جو احسان کیا ہے صرف اللہ واسطے

کیا ہے اب مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہاں جا کر کوئی شکر رنجی پیش آ وے اور اللہ واسطے کی دوستی میں خلل پڑے لہذا اس کو تو بس ذخیرہ آخرت ہی رہنے دو اس لئے کہ۔

صحبتے باشد چو شمشیر قطوع	ہمچو دے در بوستان و در زروع
ایک میل ملاپ براں تلوار کی طرح ہوتا ہے	جیسا کہ دے کا مہینہ باغ اور کھیتوں کے لئے

یعنی ایک صحبت تو مثل کاٹنے والی تلوار کے ہوتی ہے جیسا کہ ایام خزاں کھیتی اور باغوں میں مطلب یہ کہ جس طرح کہ خزاں کا موسم برباد کرنے والا ہوتا ہے اسی طرح بعض صحبت سے علیحدگی اور برباد ہو جاتی ہے۔

صحبتے باشد چو فصل نو بہار	زو عمارتہا و دخل بے شمار
ایک میل ملاپ نو بہار فصل کی طرح ہوتا ہے	جس سے آبادیاں اور بیشمار آمدنی (ہوتی ہے)

یعنی ایک صحبت مثل فصل نوبہار کے ہوتی ہے کہ اس سے آبادی اور بے شمار آمدنی ہوتی ہے مطلب یہ کہ بعض صحبت ایسی ہے کہ جس سے منافع ہوتے ہیں اور اس سے بجائے بربادی کے آبادی ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ صحبت میں دونوں پہلو ہیں خرابی بھی ہے اور نفع بھی ہے۔ لہذا احتیاط یہ ہے کہ عملاً ظن بد رکھو اور ہر صحبت سے بچو اعتقاداً تو کسی کو برا نہ سمجھو مگر عمل ایسا رکھو کہ جیسے بدگمان لوگ رکھا کرتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

حزم آں باشد کہ ظن بد بری	تا گریزی و شوی از بد بری
احتیاط یہ ہے کہ تو بدگمانی کرے تا کہ تو گریز کرے	اور برائی سے بری ہو جائے

یعنی احتیاط یہ ہے کہ اس سے ظن بد لے جاوے تو تا کہ تم علیحدہ رہو اور برائی سے بری ہو جاؤ۔

حزم سوء الظن فرمود آں رسول	ہر قدم را دام میداں اے فضول
رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے احتیاط بدگمانی ہے	اے فضول! ہر قدم کو جال سمجھ

یعنی الحزم سوء الظن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو اے فضول ہر قدم کو تم جال سمجھو۔ حدیث میں ہے الحزم سوء الظن یعنی احتیاط یہ ہے کہ (عملاً) سوء ظنی کا برتاؤ کرے اور اس حدیث کو جامع صغیر نے نقل کیا ہے اور حسن کہا ہے۔

روئے صحرا ہست ہموار و فراخ	ہر قدم دامیست کم راں گوستاخ
صحرا کا میدان ہموار اور فراخ ہے	(لیکن) ہر قدم پر جال ہے بے پروائی سے نہ چل

یعنی روئے صحرا تو ہموار اور فراخ ہے اور ہر قدم پر ایک جال ہے تو ذرا گستاخانہ مت چلو روئے صحرا سے مراد دنیا ہے مطلب یہ کہ ظاہر میں تو خوب کشادہ اور فراخ معلوم ہوتی ہے مگر اس کے اندر قدم قدم پر جال ہیں لہذا ذرا بیباک ہو کر مت چلو ممکن ہے کہ پھنس جاؤ آگے اس کی مثال ہے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آں بز کوہی دود کہ دام کو	چوں بتازد دامش افتد در گلو
پہاڑی بکرا دوڑتا ہے کہ جال کہاں ہے ؟	جب دوڑتا ہے جال اس کے گلے میں پھنس جاتا ہے

یعنی بز کوہی کہتا ہے کہ دام کہاں ہے تو جب دوڑتا ہے تو اس کے گلے میں جال پڑ جاتا ہے مطلب یہ کہ بز کوہی پہاڑ میں رہتا ہے لیکن بعض مرتبہ اس کو زمین فراخ دیکھ کر شوق ہوتا ہے کہ دوڑے اور سیر کرے اور سمجھتا ہے کہ بھلا جال کہیں دیکھائی دیتا نہیں ہے کہاں ہوگا یہ سمجھ کر دوڑتا ہے اور پھنس جاتا ہے اسی طرح انسان اس دنیا کی سرسبزی اور ظاہری بہار پر نظر کر کے اس میں منہمک ہوتا ہے کہ نفس وشیطان کے جال میں پھنس جاتا ہے اور پھر افسوس کرتا ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ

آنکہ می گفتی کہ کو اینک بہ بیں	دشت می دیدی نمی دیدی کمیں
تو نے جو یہ کہا تھا کہ کہاں ہے ؟ یہ ہے دیکھ	تو نے جنگل دیکھا ' گھات کو نہ دیکھا

یعنی اے بز کوہی تو جو کہہ رہا تھا کہ (جال) کہاں ہے دیکھ لے یہ ہے تو نے جنگل کو تو دیکھا اور اس گھات کو نہ دیکھا اور یہ نہ سمجھا کہ

بے کمین ودام وصیاد اے عیار	دنبہ کے باشد میان کشت زار
اے چالاک! گھات اور جال کے بغیر	کھیت میں دنبہ کب ہوتا ہے

یعنی ارے چالاک بے کمین کے اور دام وصیاد کے کشت زار میں دنبہ کب ہوتا ہے تو تم جو اس ظاہری دنیا کی بہار کو دیکھتے ہو بھلا بغیر دھوکہ اور جال کے کہیں یہ تھوڑا ہی ہے ضرور اس کے اندر کوئی بات ہے جس کی وجہ سے یہ کہ یہ بہار رکھی گئی ہے تاکہ اس کو دیکھ کر لوگ پھنسیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ گستاخ آمدند اندر زمیں	استخواں وکلہ ہاشاں رابہ بیں
جو لوگ اس دنیا میں گستاخ ہوتے ہیں	ان کی ہڈیاں اور جبڑے دیکھ

یعنی جو لوگ کہ زمین میں گستاخانہ آئے تھے ان کی ہڈیوں اور جبڑوں کو تو ذرا دیکھو

چوں بگورستاں روی اے مرتضیٰ	استخواں شاں راپرس از مامضیٰ
اے پسندیدہ! جب تو قبرستان میں جائے	ان کی ہڈیوں سے گذشتہ واقعات پوچھ لے

یعنی اے برگزیدہ جب تو گورستان میں جاوے تو ان کی ہڈیوں سے زمانہ ماضی کی حالت دریافت کرنا کہ پہلے تمہاری کیا حالت تھی۔

تا بظاہر بینی آں مستان زور	چوں فرورفتند در چاہ غرور
تا کہ کھلے طور پر دیکھ لے کہ وہ طاقت سے مست	دھوکے کے کنویں میں کس طرح گرے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

تا کہ تم ظاہر طور پر دیکھ لو کہ وہ اندھے مست کس طرح چاہ غرور میں چلے گئے ہیں مطلب یہ کہ اگر تم ان ہڈیوں کو بہ نظر عبرت دیکھو گے تو وہ بزبان حال جواب دیں گی اس وقت تجھ کو معلوم ہوگا کہ اس غرور و تکبر کا کیا نتیجہ ہوا کسی نے خوب کہا ہے

کل پاؤں ایک کاسئہ سر پہ جو آ گیا　　وہ سر جو استخوان شکستہ سے چور تھا

بولا کہ چل سنبھل کے ذرا راہ بے خبر　　میں بھی کبھو کسی کا سر پر غرور تھا

آگے فرماتے ہیں کہ

چشم اگر داری تو کورانہ میا	ورنہ داری چشم دست آور عصا
اگر تیرے آنکھیں ہیں تو اندھا بن کر نہ آ	اگر آنکھیں نہیں ہیں تو لکڑی ہاتھ میں لے

یعنی اگر بصیرت رکھتے ہو تو اندھے بن کر مت آؤ اور اگر بصیرت نہیں ہے تو ہاتھ میں لاٹھی لو لاٹھی سے مراد علم استدلالی ہے مطلب یہ کہ اگر ذوق سلیم نہیں ہے تو علم استدلالی سے ہی کام چلاؤ وہ بھی کار آمد ہے۔

آں عصائے حزم واستدلال را	چوں نداری دیدہ می کن پیشوا
وہ احتیاط اور استدلال کی لاٹھی	جب تیرے پاس نہیں ہے (کسی کی) آنکھ کو پیشوا بنالے

یعنی اس عصائے حزم واستدلال کو جب تو نہیں رکھتا تو کسی دیکھے ہوئے کو پیشوا بنالے مطلب یہ کہ اگر علم استدلالی بھی نہیں ہے تو پھر کسی کو اپنا پیشوا بنالو۔

ورعصائے حزم واستدلال نیست	بے عصاکش در سر ہر رہ مایست
اگر پختہ کاری اور استدلال کی لاٹھی نہیں ہے	لاٹھی پکڑنے والے کے بغیر ہر راستہ پر نہ کھڑا ہو

یعنی اور اگر حزم واستدلال کا عصا نہیں ہے تو بے عصاکش کے ہر راہ کے سرے پر کھڑا ہی مت ہو مطلب یہ کہ پھر کسی کو راہبر اور پیشوا بنالو جو تم کو راہ مقصود تک پہنچا دے اور اس وقت یہ حالت کرلو کہ

گام ز انساں نہ کہ نابینا نہد	تا کہ پا از سنگ و از چہ وارہد
پاؤں اس طرح رکھ جس طرح اندھا رکھتا ہے	تا کہ پاؤں پتھر اور کنویں سے نجات پا جائے

یعنی قدم اس طرح رکھو کہ جس طرح نابینا رکھتا ہے تا کہ پاؤں پتھر اور گڑھے سے بچا رہے مطلب یہ کہ جس طرح اندھا خوب دیکھ بھال کر قدم رکھتا ہے تو جب تم کو نہ علم استدلالی ہے اور نہ ذوقی ہے تو پھر بہت ہی سنبھل کر قدم رکھو ذرا ادھر ادھر ہوا اور تم گرے۔

کور لرزان و بترس و احتیاط	می نہد پاتا نیفتد در خباط
اندھا لرزتے ہوئے اور ڈر اور احتیاط سے	پاؤں رکھتا ہے تا کہ غلطی میں نہ پڑ جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اندھا کانپتا ہوا اور خوف اور احتیاط سے پاؤں رکھتا ہے تاکہ خرابی میں نہ پڑ جاوے اسی طرح تم بھی۔

اے زدود جستہ در نارے شدہ	لقمہ جستہ لقمۂ مارے شدہ
اے وہ جو دھویں سے بھاگا آگ میں گرا	لقمہ ڈھونڈا سانپ کا لقمہ بن گیا

یعنی اے شخص جو کہ دھویں سے نکل کر آگ میں پڑ گیا ہے اور لقمہ کی تلاش میں خود لقمۂ مار ہو گیا ہے مطلب یہ کہ نفع کی جگہ جو تجھے نقصان ہو رہا ہے کہ تو اس سے دنیاوی نفع کو نفع خیال کر رہا ہے حالانکہ یہ اس نقصان کے مقابلہ میں جو تجھے آخرت کا نقصان ہو رہا ہے کچھ بھی نہیں ہے ذرا سنبھل اور سوچ اور نفع اصلی کو اختیار کر آگے اہل سبا کی نافرمانی کی وجہ سے ان کے تمام عیش و آرام کے چھن جانے کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو وہ اس دنیا ہی میں منہمک رہے اور آخرت کو بھول گئے اسی طرح کہیں تمہاری بھی گت نہ بنے فرماتے ہیں کہ۔

اہل سبا اور ان کی نافرمانی کا قصہ اور ان کی نعمت کا ناشکری کی وجہ سے زائل ہو جانا اور شکر و وفا کی فضیلت

تو نہ خواندی قصۂ اہل سبا	یا بخواندی و نہ دیدی جز صدا
کیا تونے سبا والوں کا قصہ نہیں پڑھا؟	یا تونے پڑھا ہے اور اس کو صرف صدائے (بازگشت) سمجھا ہے

یعنی کیا تم نے اہل سبا کا قصہ نہیں پڑھا ہے یا پڑھا ہے تو بجز صدا کے اور کچھ دیکھا نہیں ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ کسی گنبد یا پہاڑ میں اگر کوئی آواز کرے تو اس میں سے بھی آواز پیدا ہوتی ہے۔ مگر اس کو کوئی نفع اس آواز سے نہیں ہوتا اسی طرح تم نے بھی قصہ اہل سبا پڑھا ہے مگر اس سے کوئی نفع حاصل نہیں کیا۔

از صدا آں کوہ خود آگاہ نیست	سوئے معنی ہوش کہ را راہ نیست
صدا سے خود پہاڑ واقف نہیں ہے	حقیقت کی جانب پہاڑ کے ہوش کے لئے راستہ نہیں ہے

یعنی آواز سے وہ خود پہاڑ آگاہ نہیں ہے اور معنی کی طرف کوہ کے ہوش کو راہ نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اس آواز سے وہ خاک بھی نہیں سمجھتا بلکہ۔

او ہمی بانگے کند بے گوش و ہوش	چوں خمش گردی تو او ہم شد خموش
وہ بغیر گوش اور ہوش کے آواز نکالتا ہے	جب تو چپ ہو گیا وہ بھی چپ ہو گیا

یعنی وہ بھی ایک آواز بے سمجھ بوجھ کے کرتا ہے اور جب تو خاموش ہووے تو وہ بھی خاموش ہو جاوے اسی طرح تم نے بھی اس قصہ سے معنی کو نہیں لیا ہے بلکہ صرف صدا اور الفاظ ہی سنے ہیں۔ اسی لئے اس سے عبرت

www.besturdubooks.wordpress.com

حاصل نہیں ہوئی آگے خود اہل سبا کے اس قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

داد حق اہل سبا را بس فراغ	صد ہزاراں قصر و ایوانہا و باغ
اللہ نے اہل سبا کو بہت فارغ البالی بخشی	لاکھوں قلعے اور محلات اور باغ

یعنی حق تعالیٰ نے اہل سبا کو بہت فراغت عطا فرمائی تھی لاکھوں محل اور مکان اور باغات تھے۔

حق آں نگزاردند آں بدرگان	در وفا بودند کمتر از سگان
ان بدطینتوں نے اس کا حق نہ ادا کیا	وہ وفاداری میں کتوں سے کم تھے

یعنی ان نالائقوں نے ان چیزوں کا شکر ادا نہ کیا وہ تو وفا میں کتے سے بھی کم تھے اس لئے کہ

مر سگے را لقمۂ نانے ز در	چوں رسد بر در ہمی بندد کمر
کسی کتے کو کسی دروازے سے روٹی کا لقمہ	جب مل جاتا ہے وہ اس در پر کمر بستہ ہو جاتا ہے

یعنی کتے کو روٹی کا ٹکڑا جس دروازہ سے مل جاوے تو وہ اسی در پر قیام کرتا ہے۔

پاسبان و حارس در می شود	گرچہ بروے جور و سختی می رود
دروازے کا محافظ اور نگہبان بن جاتا ہے	خواہ اس پر ظلم اور سختی ہو

یعنی اس در کا پاسبان اور حارس ہو جاتا ہے اگرچہ اس پر جور و سختی کتنی ہی ہو۔

ہم براں در باشدش باش و قرار	کفر داند کرد غیرے اختیار
اسی دروازے پر اس کی بود و باش ہو جاتی ہے	غیر کو اختیار کرنا وہ کفر سمجھتا ہے

یعنی اسی در پر اس کی بود و باش ہوتی ہے اور کسی غیر کو اختیار کرنا وہ کفر جانتا ہے یعنی اور کہیں جانا وہ بہت ہی برا سمجھتا ہے تو دیکھو اس کے اندر کس قدر وفا کی خصلت بڑھی ہوئی ہے۔ آگے ایک نہایت لطیف مضمون فرماتے ہیں کہ۔

ور سگے آید غریبے روز و شب	آں سگانش می کنند آندم ادب
اگر کوئی اجنبی کتا آ جاتا ہے رات یا دن (میں)	وہ کتے اس کو فوراً تنبیہ کرتے ہیں

یعنی اور اگر کوئی اجنبی کتا رات کو یا دن کو آ جاتا ہے تو کتے اس کو اسی وقت ادب کرتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ۔

کہ برو آنجا کہ اول منزل است	حق آں نعمت گروگان دل است
کہ وہاں جا جہاں پہلا گھر ہے	اس نعمت کا حق دل کو گروی کئے ہوئے ہے

یعنی اسی جگہ جا جو کہ اول ٹھکانا ہے اس لئے کہ اس نعمت کا حق مرہون دل کا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

می گزندش کہ برو بر جائے خویش	حق آں نعمت فرو مگزار پیش
وہ اس کو کاٹتے ہیں کہ اپنی جگہ جا	اس نعمت کے حق کو نظرانداز نہ کر

یعنی اس کو کاٹتے ہیں کہ اپنی جگہ جا اور اس نعمت کے حق کو مت چھوڑ تو دیکھو خود تو وفادار ہوتے ہی ہیں مگر کسی اپنے ہم جنس کو بھی بے وفائی نہیں کرنے دیتے آگے اس پر ایک دوسرا مضمون متفرع فرماتے ہیں کہ

از درون اہل دل آب حیات	چند نوشیدی وواشد چشمہات
دل اور صاحب دل کے در سے آب حیات	تو نے کئی بار پیا ہے اور اس کے چشمے جاری ہوئے ہیں

یعنی اہل دل کے اندر سے تم نے آب حیات کس قدر پیا ہے کہ تمہاری آنکھیں کھل گئی ہیں۔

بس غذائے سکر و وجد و بیخودی	از در اہل دلاں بر جاں زدی
سکر اور وجد اور بے خودی کی غذا	دل والوں کے دروازے سے تو نے جان کو دی ہے

یعنی بہت سی سکر اور وجد اور بے خودی کی غذا کو اہل قلوب سے تم نے اپنی جان پر لگایا ہے یعنی ان کوان سے حاصل کیا ہے۔

باز ایں در را رہا کردی ز حرص	گرد ہر دکاں ہمی گردی ز حرص
پھر تو نے لالچ کی وجہ سے اس دروازے کو چھوڑ دیا	حرص سے ہر دکان کا چکر کاٹتا ہے

یعنی پھر اس در کو تم نے حرص کی وجہ سے چھوڑ دیا اور ہر دوکان کے گرد حرص کی وجہ سے پھریں گے یہاں وہ لوگ مراد ہیں کہ جو ایک جگہ سے دوسری جگہ کسی نفسانی غرض کی وجہ سے جاتے ہیں مثلاً کوئی بات ناگوار ہوئی اور چل دیئے یا اور کوئی غرض ہے تو فرماتے ہیں کہ تم جو اس در کو جس سے کہ تم کو فیض ہو رہا ہے چھوڑ رہے ہو تو یہ سخت ناشکری کی بات ہے اور اگر ایک جگہ سے دوسری جگہ طلب حق ہی میں جاوے تو مضائقہ نہیں ہے لیکن غرض نفسانی کے لئے جانا مضر ہوتا ہے۔

بر در آں منعمان چرب دیگ	می دوی بہر ثریدا ے مردہ ریگ
چکنی دیگ والے دولت مندوں کے در پر	اے ناچیز! ثرید کے لئے تو دوڑا پھرتا ہے

یعنی اے کمینے تو ان امیروں چرب دیگ کے در پر کھانے کے لئے دوڑ رہا ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ تحصیل دنیا کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں کہ اس در کو جس سے نفع ہوا ہے ترک کر کے دوسری جگہ تحصیل دنیا کے لئے جا رہے ہو بڑے شرم کی بات ہے۔

چربش آں جاداں کہ جاں فربہ شود	کار نا امید آنجا بہ شود
چکنی غذا وہاں سمجھ کہ روح موٹی ہوتی ہے	مایوس کا معاملہ وہاں درست ہو جاتا ہے

یعنی چرب تو اس جگہ جانو جہاں کہ جان فربہ ہووے اور نا امید کا کام اس جگہ درست ہو جاوے مطلب

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ کہ تم جو اس جسم کے فربہ کرنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہو اس کو ترک کرو بلکہ جان اور سب کی فربہی کو تلاش کرو کہ اس سے دین و دنیا دونوں حاصل ہوں گی۔

صومعہ عیسیٰ است خوان اہل دل	ہان وہاں اے مبتلا ایں در مہل
اہل دل کا دستر خوان حضرت عیسیٰ کا گرجا گھر ہے	خبردار! خبردار! اے بیمار اس در کو نہ چھوڑ

یعنی خوان اہل دل کو صومعہ عیسیٰ کی طرح جانو اور اے مبتلا اس در کو ہرگز مت چھوڑ مطلب یہ کہ جس طرح کہ صومعہ عیسیٰ علیہ السلام سے سب کو شفا حاصل ہوتی تھی اسی طرح تم کو ان اہل دل سے جو نفع ہوگا اس سے دین و دنیا دونوں درست ہوں گے لہذا خدا کے لئے اس کو ترک کر کے اور کہیں مت جاؤ آگے اس صومعہ عیسیٰ علیہ السلام سے سب کو نفع ہونے کو ذکر فرماتے ہیں کہ۔

مصیبت زدہ لوگوں کا ہر صبح کو عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ کے دروازہ پر دعا کے لئے جمع اور حاضر ہونا

جمع گشتندے زہر اطراف خلق	از ضریر و لنگ و شل و اہل دلق
مخلوق ہر جانب سے جمع ہو جاتی	اندھے اور لنگڑے اور اپاہج اور گدڑی والے

یعنی ہر طرف سے لوگ جمع ہوا کرتے تھے اندھے لنگڑے لنجے اور محتاج۔

بر در آں صومعہ عیسیٰ صباح	تابدم شاں وارہاند از جناح
صبح کو (حضرت) عیسیٰ کے گرجا گھر کے دروازے پر	تا کہ دم کر کے ان کو تکلیف سے نجات دیں

یعنی صبح کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ پر تا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھونک سے ان کو مصیبت سے چھڑا دیں۔

او چو فارغ گشتے از اوراد خویش	چاشتگہ بیروں شدے آں خوب کیش
جب وہ اپنے معمولات سے فارغ ہوتے	وہ نیک عادت چاشت کے وقت باہر آتے

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اپنے اوراد سے فارغ ہوتے تو چاشت کے وقت وہ خوب کیش باہر نکلتے۔

جوق جوق مبتلا دیدے نزار	شستہ بردر در امید و انتظار
وہ کمزور بیماروں کے غول کے غول دیکھتے	امید اور انتظار میں دروازے پر بیٹھے ہوئے

یعنی وہ بیماروں ضعیفوں کو جوق جوق دیکھتے کہ دروازہ پر امید و انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

پس دعا کردے و گفتے اے خدا	حاجت و مقصود جملہ شد روا
تو دعا کرتے اور کہتے اللہ کی جانب سے	تمام ضرورت مندوں کی حاجت پوری ہو گئی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی آپ دعا فرماتے اور فرماتے کہ اے اللہ سب کی حاجت اور مقصود پورا فرمادے۔

گفتے اے اصحاب آفت از خدا	حاجت ایں جملگاں تاں شد روا
فرماتے کہ اے مصیبت زدہ لوگو! خدا کی جانب سے	تم سب کی حاجت پوری ہو گئی ہے

یعنی پھر فرماتے کہ اے مصیبت والو خدا سے تمہاری سب کی حاجت پوری ہوگئی۔

ہیں رواں گردید بے رنج وعنا	سوئے غفاری و اکرام خدا
بغیر رنج اور مشقت کے روانہ ہوئے	اللہ کی خطا بخشی اور عزت افزائی کی طرف

یعنی ہاں اب بے رنج وعنا کے حق تعالیٰ کی غفاری اور ان کے اکرام کی طرف روانہ ہو جاؤ۔

جملگاں چوں اشتران بستہ پائے	کہ کشائی زانوئے ایشاں پرائے
سب پاؤں بندھے اونٹوں کی طرح	جن کے زانو کو تونے تدبیر سے کھول دیا ہو

یعنی سارے ان اونٹوں کی طرح جو کہ پاؤں بندھے ہوئے ہوں اور تم ان کے پاؤں خود کھول دو اور وہ اونٹ روانہ ہو جاتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بے کسی تکلیف کے چنگے ہو کر روانہ ہو جاتے تھے۔

جملہ صحت یافتند و شد رواں	از دم جاں بخش عیسیٰ در زماں
سب صحت مند ہو گئے اور روانہ ہو گئے	فوراً (حضرت) عیسیٰ کے جان بخشنے والے دم کرنے سے

یعنی سارے کے سارے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جاں بخش پھونک سے اسی وقت روانہ ہو جاتے تھے اللہ اکبر کیا ہی برکت تھی۔

شد رواں آں حاجت جملہ علیل	ز امر حق و از دم نیک جلیل
سب مریضوں کی حاجت روائی ہو جاتی	خدا کے حکم سے نیک بزرگ کے دم کرنے سے

یعنی ان سارے مریضوں کی حاجت امر حق سے اور ان نیک اور بزرگ کی دعا سے روا ہو جاتی ہے۔

بے توقف جملہ شاداں در اماں	از دعائے او شدندے پادواں
سب اطمینان سے خوشی خوشی بلا توقف	ان کی دعا سے دوڑتے چلے جاتے

یعنی بے توقف وہ سارے خوش اور امن میں ان کی دعا سے اپنے پاؤں سے دوڑنے لگتے تھے۔

جملہ بے درد والم بے رنج وغم	تندرست و شادمان و محترم
سب بغیر درد اور تکلیف اور رنج و غم کے	تندرست اور خوش اور قابل عزت

یعنی وہ سارے بے رنج والم اور بے درد وغم کے تندرست اور شادمان اور محترم

www.besturdubooks.wordpress.com

سوئے خانہ خویش گشتندے رواں	ازدم میموں آں صاحبقراں
اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے	اس صاحب قران کے مبارک دم سے

یعنی اپنے گھر کی طرف ان صاحبقراں کی پھونک سے روانہ ہو جاتے تھے تو دیکھو ان کی پھونک میں یہ برکت تھی اور لوگ اس سے تندرستی اور صحت حاصل کرتے تھے مولانا آگے انتقال کر کے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اے بھائی زمانہ گذشتہ میں ایک دیہاتی کی ایک شہری سے دوستی تھی وہ دیہاتی جب شہر میں آتا تو اسی کے یہاں ڈیرا ڈالتا اور اسی کے مکان پر ٹھہرتا دو دو مہینے تین تین مہینے اس کے یہاں مہمان رہتا کھانے میں بھی شریک ہوتا اور دکان پر بھی رہتا غرض بہت آرام و آسائش اور نہایت بے تکلفی کے ساتھ رہتا اور اگر اس کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو شہری بلا قیمت کے اس کے لئے مہیا کر دیتا ایک روز اس نے شہری کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ جناب آپ تو کبھی سیر کے لئے بھی ہمارے گاؤں میں تشریف نہیں لاتے۔ آپ کو خدا کی قسم آپ معہ اپنے بال بچوں کے تشریف لے چلئے کیونکہ یہ زمانہ بہار کا ہے اس زمانہ میں باغوں میں رونق ہوتی ہے ذرا لطف رہے گا۔ اور اگر اس وقت آپ نہیں چل سکتے تو گرمیوں میں جو میوؤں کا زمانہ ہو گا ضرور تشریف لائیے۔ تاکہ میں بھی آپ کی خدمت کروں آپ اپنے ساتھ خدم و حشم اور عیال و اطفال دوست آشناؤں کو بھی ضرور لائیے اور مزے سے تین چار مہینے ہمارے گاؤں میں قیام فرمائیے اگر آپ موسم بہار میں تشریف لے چلیں تو بہت ہی اچھا ہے کیونکہ بہار میں گاؤں کا رقبہ نہایت پر لطف ہوتا ہے۔ ہر طرف کھیتیاں لہلہاتی ہیں اور لالوں کا عجیب دلکش کا عالم ہوتا ہے وہ امیر دفع الوقتی کے طور پر اس سے وعدہ کر لیتا حتیٰ کہ وعدۂ اول کے بعد آٹھ سال گزر گئے اور وہ نہیں گیا وہ ہر سال کہتا تھا کہ جناب کب تشریف لے چلیں گے لیجئے موسم خزاں بھی آ گیا اور آپ تشریف نہیں لائے وہ بہانہ کر دیتا تھا کہ امسال ہمارے یہاں فلاں مقام سے کچھ مہمان آ گئے تھے ان کے سبب آنا نہ ہوا آئندہ سال اگر ضروریات سے فرصت ہوئی تو ضرور آؤں گا اس پر وہ کہتا کہ ہاں آپ ضرور ضرور تشریف لائیے میرے گھر کے لوگوں کو آپ کے بچوں کا سخت انتظار ہے اور گن گن کر دن کاٹتے ہیں غرض ہر سال وہ لکلک کی طرح آوارد ہوتا اور اس شہری کے مکان پر ٹھہرتا اور وہ امیر خوب دل کھول کر اس پر اپنا زر و مال صرف کرتا آخری مرتبہ اس جوانمرد نے تین مہینے تک اس کو دونوں وقت خوب کھانے کھلائے اس نے اس امیر کے بے امید و توقع نفع احسانات سے شرمندہ ہو کر اس کو بہت مجبور کیا اور کہا کہ آخر آپ مجھ سے کتنے وعدے کریں گے اور کب تک ٹلائیں گے۔ اب کے تو آپ کو ضرور ہی چلنا ہو گا۔ امیر نے کہا میرا جی بھی ملنے کو بہت چاہتا ہے لیکن

www.besturdubooks.wordpress.com

مجبور ہوں کہ میرا انتقال حق سبحانہ کے قبضہ میں ہے۔ آدمی کی مثال ایسی ہے جیسے کشتی اور اس کا بادبان اور قضائے الٰہی ایسی ہے جیسے ہوا حق سبحانہ اس ہوا کو چلانے والے اور قضا کو نافذ کرنے والے ہیں پس جب تک ان کا حکم نہ ہو آدمی کیا کر سکتا ہے اس نے پھر قسمیں دیں کہ مہربانی فرما کر ان جیلے حوالوں کو جانے دیجئے اور اپنے بچوں کو لے کر آپ ضرور تشریف لائیے دیکھئے تو سہی گاؤں میں کیسی کیسی نعمتیں ہیں۔ وہاں کیسی پر لطف زندگی بسر ہوتی ہے آخر اس نے پھر وعدہ کیا اس نے تین مرتبہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر عہد لیا اور کہا آپ کو خدا کی قسم آپ جلد تشریف لانے کی کوشش کریں آخرش دس سال کے عرصہ کے بعد وہ جس میں ہر سال دلجوئی اور دلخوش وعدے کرتا رہا اس امیر کے لڑکوں نے کہا کہ ابا جان آپ ملاحظہ فرمائیں کہ چاند ابر سایہ سب اپنے اپنے مقام سے حرکت کرتے ہیں لیکن حضور والا ہیں کہ ایک ہی جگہ مقیم ہیں آپ کے بہت سے حقوق اس غریب کے ذمہ ہو گئے ہیں۔ اور آپ نے اس کے معاملات میں بہت کچھ تکلیف اٹھائی ہے اس لئے وہ چاہتا ہے کہ آپ کو مہمان بلا کر آپ کے احسانات کا کچھ حق ادا کرے اس بناء پر اس نے ہم سے وعدہ لیا ہے کہ تم بہت خوشامد کر کے اپنے والد صاحب کو ضرور ہمارے یہاں لاؤ۔ جب وہ بیچارہ اس قدر اصرار کر رہا ہے تو جناب والا کو اس کی درخواست کے قبول فرمانے میں کیوں تامل ہے امیر نے کہا بیٹا یہ سچ ہے لیکن بزرگوں کا مقولہ ہے کہ جس کے ساتھ تم احسان کرو تم کو اس کے شر سے بہت بچنا چاہئے۔ میں اس لئے پس و پیش کرتا ہوں۔ نیز یہ وجہ بھی ہے کہ میں دوستی کو منافع بعد الموت کا تخم خیال کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ جب میں مر جاؤں گا تو میرے دوست دعا وغیرہ سے مجھے فائدہ پہنچائیں گے۔ اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ مبادا اس ذریعہ سے ہم میں منافرت پیدا ہو جائے اور یہ تخم فاسد ہو کر ناقابل انتفاع ہو جاوے میرے اس اندیشہ کی وجہ یہ ہے کہ بعض صحبتیں تو ایسی ہوتی ہیں کہ شمشیر براں کی طرح پہلے تعلقات کو قطع کر دیتی ہیں اور جس طرح خزاں باغوں اور کھیتوں کا ستیاناس کر دیتی ہے یونہی وہ بھی اس گلشن معنوی یعنی خوشگوار تعلقات کا استیصال کر دیتی ہیں اور بعض صحبتیں فصل بہار کی طرح مثمر ثمرات و برکات اور خوشگوار تعلقات کو بڑھانے والی اور ان کو ایک سے چار کرنے والی ہوتی ہیں۔ ایسی حالت میں مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ ہم نقصان کو پیش نظر رکھیں تا کہ اس سے بچیں اور شر سے محفوظ رہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ امیر نے بہت صحیح کہا واقعی بات یہ ہے کہ احتیاط ضروری ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الحزم سوء الظن (کما ہو المشہور واللہ اعلم بحقیقۃ الحال) لیکن اس کو صرف ضرر دنیوی ہی تک محدود نہ رکھنا چاہئے بلکہ ضرر دینی سے بچنے کے لئے بھی اس کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ بل ھو الاھم اور ہر قول و فعل میں نہایت احتیاط کرنی چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ ہر قدم پر جال لگا ہوا ہے ذرا چوکے اور پھنسے گو تم کو میدان ہموار اور فراخ معلوم ہوتا ہے اور تم اپنے افعال و اقوال میں ضرر محسوس نہیں کرتے ہو لیکن ہم تم کو بتاتے ہیں کہ ہر قدم پر جال لگا ہوا ہے تم کو بے باکانہ اور انیلے پن سے

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں چلنا چاہئے تم اپنی ایسی مثال سمجھو جیسے پہاڑی بکرا کہ وہ میدان کو بظاہر صاف دیکھ کر سمجھتا ہے کہ چلو بھی جال کہاں لیکن جب وہ لاابالی پن سے دوڑتا ہے تو اس کے گلے میں جال پڑ جاتا ہے۔ اب اس سے کوئی کہے کہ تو تو کہتا تھا کہ جال کہاں ہے دیکھ یہ ہے کمبخت تو نے سرسری نظر سے میدان صاف دیکھ لیا لیکن اس گھات کو نہ دیکھا سمجھو تو سہی بدوں گھات کے اور بلا شکاری کے جال کے بھی کہیں کھیت میں دنبہ بندھا ہوتا ہے ہرگز نہیں پس اسی طرح سمجھ لو کہ یہ تلذذات و تنعمات دنیوی خطرۂ اخروی سے خالی نہیں ان سے نہایت احتیاط کے ساتھ متمتع ہونا چاہئے زندہ لوگوں میں عوام تو تمہاری ہی طرح بے خبر ہیں ان سے تو کچھ پتہ ہی نہیں چل سکتا رہے باخبر لوگ سو ان کے قول کو تم اغراض نفسانیہ دون ہمتی پست خیالی وغیرہ پر محمول کر لو گے اس لئے ہم تم سے کہتے ہیں کہ جو لوگ زمین پر بیباکانہ چلتے ہیں ان کی ہڈیوں اور کھوپڑیوں کو قبرستان میں جا کر دیکھو اور ان سے واقعات دریافت کرو کہ وہ اندھے اور مست شہوات ولذات اپنی بے احتیاطی کی بدولت کیونکر دھوکے کے گڑھے میں گرے وہ زبان حال سے اپنی غلطی کو بتلائیں گے پس جب حزم کی ضرورت ثابت ہوئی تو اب تیرے لئے تین صورتیں ہیں اگر تو صاحب بصیرت ہے تو بیناؤں کی طرح چل اور اندھوں کی طرح مت چل یعنی اپنی بصیرت سے ہر شئے کے حسن و قبح کو دیکھ کر اس کے مطابق عمل کر اور اگر تو چشم بصیرت نہیں رکھتا تو ہاتھ میں لاٹھی لے کر چل یعنی جب تجھے بصیرت نہیں تو حزم واستدلال کی لاٹھی کے سہارے چل اور جس چیز کا ضرر تجھے دلیل سے معلوم ہو جائے یا اس میں مضرت کا احتمال ہو اس سے بچ اور اگر حزم واستدلال کی لاٹھی بھی تیرے پاس نہیں تو کوئی شیخ کامل ہونا چاہئے جو تیرا ہاتھ پکڑ کر تجھے راستہ پر لے چلے اور بدوں اس کے ہر راستہ پر چلنے کے لئے مت کھڑا ہو غرضکہ جب تجھے نہ بصیرت ہو نہ صاحب بصیرت راہ پر تجھے لئے جاتا ہو اس وقت تجھے پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہئے اور ہر قدم یوں رکھنا چاہئے جس طرح اندھا رکھتا ہے تاکہ تیرا پاؤں پتھر کی ٹھوکر اور کنویں میں پڑنے سے محفوظ رہے۔ یاد رکھ کہ تو اندھا ہے اور اندھا آدمی کانپتے ہوئے اور ڈرتے ڈرتے اور بہت احتیاط سے قدم رکھتا ہے تاکہ وہ گڑبڑ میں نہ پڑ جاوے۔ اے دھوئیں سے بھاگ کر آگ میں گرنے والے اور کھانے کی خاطر سانپ کا لقمہ بن جانے والے یعنی ضرر دنیوی سے بچ کر ضرر دینی میں مبتلا ہونے والے اور تنعمات دنیویہ کی خواہش میں نفس وشیطان کا شکار ہونے والے شاید تو نے اہل سبا کا قصہ نہیں پڑھا ہے لیکن اس کو صدائے کوہ سے زیادہ وقعت نہیں دی۔ پہاڑ کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنی آواز کو سمجھتا نہیں اور پہاڑ کی فہم اس کے معنی تک نہیں پہنچتی وہ نہ سنتا ہے نہ سمجھتا ہے بلکہ یوں ہی آواز نکالتا ہے اور اس کی آواز صرف انسان کی آواز کی نقل ہوتی ہے جب وہ چپ ہو جاتا ہے تو وہ پہاڑ بھی خاموش ہو جاتا ہے یہی تو نے بھی کیا ہے کہ محض زبان سے الفاظ نکالے نہ ان کو خیال سے سنا اور نہ ان کے معانی کو اچھی طرح سمجھا بلکہ محض کہنے والے کی نقل کی اب ہم اس قصہ کو تیرے لئے بیان کرتے ہیں اگر تو نے نہیں پڑھا

www.besturdubooks.wordpress.com

تو اب پڑھ اگر پڑھا ہے لیکن سمجھا نہیں تو اب سمجھ حق سبحانہ نے اہل سبا کو بہت کچھ اطمینان اور فراغ خاطر عطا کیا تھا ہزاروں قصر وایوان اور باغ وغیرہ ان کو عطا کیے تھے۔ لیکن ان بدذاتوں نے اس انعام حق کا شکر ادا نہیں کیا اور وفا میں کتوں سے بھی کم حصہ لیا۔ کتے کی عادت ہوتی ہے کہ جب کسی دروازہ سے اس کو ایک ٹکڑا مل جاتا ہے تو اسی در کا ہو رہتا ہے وہ اس کی پاسبانی اور پہرہ داری کرتا ہے خواہ اس پر کتنی ہی زیادتی اور سختی ہو لیکن اس کا استقرار اور ٹھکانا وہی در رہتا ہے اس کے سوا دوسرے کے اختیار کرنے کو وہ کفر سمجھتا ہے اگر کبھی غلطی سے کوئی کتا راہ وفا سے ڈگمگاتا ہے اور رات کو یا دن کو کسی دوسرے دروازہ پر جانے کا قصد کرتا ہے تو دوسرے کتے اس کو سزا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنے پہلے ہی ٹھکانے پر جا حق نعمت کا پاس دل میں مقید رہنا چاہئے اور اس کو اس سے علیحدہ نہ ہونا چاہئے۔ وہ اس کو کاٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی اصلی جگہ پر جا اور حق نعمت کا پاس نہ چھوڑ اے طالب اس واقعہ سے تجھ کو بھی سبق لینا چاہئے تو نے اہل اللہ کے باطن سے بہت کچھ آب حیات پیا ہے اور اس سے تیری آنکھیں کھل گئی ہیں اور وجد وسکر و بیخودی کی کافی غذا اہل دل سے حاصل کر کے تو نے اپنی جان کو دی ہے مگر اس پر بھی تو نے اس دروازہ کو چھوڑ دیا ہے اور حرص سے تو دنیا داروں کی دکانوں کا طواف کر رہا ہے اور بے حقیقت ثرید (ایک غذا کا نام ہے جو شوربے میں ٹکڑے چور کر تیار کی جاتی ہے) مرغن ہانڈی والے امیروں کے دروازوں پر دوڑ دوڑ کر جاتا ہے تجھے اس ناشکری اور بے وفائی سے شرم آنی چاہئے ارے احمق تجھے سمجھنا چاہئے کہ حقیقی روغن وہاں ہے جہاں جان موٹی تازی ہوتی ہے اور روح کو قوت اور تازگی حاصل ہوتی ہے اور جہاں ناامیدوں کا بھی کام بن جاتا ہے یعنی اہل اللہ کے یہاں نہ کہ وہاں جہاں تو تلاش کرتا ہے اس لئے کہ ان کے روغن سے تو نفس کو قوت ہوتی ہے اور وہی موٹا تازہ ہو سکتا ہے نیز وہاں یہ بھی ضرور نہیں کہ ہر امیدوار کو مل ہی جاوے بلکہ بہت سوں کو دھکے بھی ملتے ہیں۔ یاد رکھ کہ اہل اللہ کا لنگر خانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ کی مانند ہے کہ وہاں سے کوئی محروم ہی نہیں جاتا بس اے مریض قلب دیکھ خبردار تو اس در کو نہ چھوڑنا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ کی یہ حالت تھی کہ دور دور سے لوگ آ کر وہاں جمع ہوتے تھے بعض اندھے ہوتے تھے بعض لنگڑے بعض لنجے بعض محتاج تاکہ حضرت عیسیٰ اپنی پرتاثیر پھونک سے ان کو بلا سے نجات دیں جس میں وہ مبتلا ہیں۔ حضرت عیسیٰ جب اپنے معمولات سے فارغ ہوتے تھے تو دوپہر کے وقت صومعہ سے باہر تشریف لاتے تھے اور آ کر دیکھتے تھے کہ بہت سے مریض خستہ حال امیدوار انتظار تشریف آوری میں بیٹھے ہوتے تھے یہ دیکھ کر آپ فرماتے کہ اے مبتلائے آفات خداوندی بحکم خدا تم سب کی حاجت اور مدعا پورا ہوا۔ اب تم بے رنج ومشقت حق سبحانہ کی غفاری اور اس کے اکرام کی طرف چلو اور ان کو حاصل کرو وہ سب یوں جیسے اونٹ کا پاؤں اول بندھا ہوا ہو اور پھر اس کو کھول دیا جاوے حضرت عیسیٰ کی پھونک سے شفا پا کر چل دیتے اور حق سبحانہ کے حکم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پھونک کی

www.besturdubooks.wordpress.com

برکت سے ان تمام بیماروں کی حاجت روا ہو جاتی اور ان کی دعا کی برکت سے اپنے پاؤں دوڑتے ہوئے خوش و خرم اپنے گھر چلے جاتے اور اس عظیم الشان صاحب اقبال کی پھونک سے سب کی تکلیف اور رنج و غم دور ہو جاتا اور سب کے سب تندرست اور خوش و خرم اور عزت کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے۔

شرح شبیری

آزمودی تو بسے آفات خویش	یافتی صحت ازیں شاہاں کیش
تو نے اپنی بہت سی مصیبتوں کو آزمایا ہے	مذہب کے شہنشاہوں سے تو صحت یاب ہوا ہے

یعنی تم نے بہت سے اپنے امراض کو آزما لیا ہے اور ان شاہان دین سے صحت پائی ہے مطلب یہ کہ اپنے امراض باطنی کو بہت مرتبہ دیکھ چکے ہو اور معلوم کر چکے ہو پھر ان حضرات کی برکت ہی سے تم کو صحت حاصل ہوئی ہے۔

چند آں لنگی تو رہوار شد	چند جانت بے غم و آزار شد
کتنی مرتبہ تیرا لنگڑا پن تیز رفتار بنا ہے	کتنی مرتبہ تیری جان بے غم اور بے درد ہو گئی ہے

یعنی تیری کتنی ہی لنگیاں درست ہو چکی ہیں اور کتنی مرتبہ تیری جان بے غم و آزار ہو چکی ہے مطلب یہ کہ کتنی مرتبہ تجھے ان حضرات کی برکت سے آزار سے چھٹکارا مل چکا ہے تو ان کو ترک کرتا ہے اور دوسری جگہ جاتا ہے بڑے شرم کی بات ہے آگے ایک ترکیب بتاتے ہیں کہ۔

اے مغفل رشتۂ بر پائے بند	تا ز خود ہم گم نگردی اے لوند
اے بیوقوف! پاؤں پر رسی باندھ لے	تاکہ اے خود رائے! تو اپنے آپ سے بھی گم نہ ہو جائے

یعنی اے غافل پاؤں میں ایک تاگا باندھ لے تاکہ اپنے سے بھی گم نہ ہو تو اے کمینہ ایک شخص بیوقوف تھا وہ اپنے بدن پر بہت سے تاگے باندھے رہتا تھا کہ کہیں کھو نہ جاوے ایک روز اس کے تاگے اس کے بھائی نے باندھ لئے تو کہتا کیا ہے کہ بھائی تم تو میں ہو گئے اور میں کہاں گیا تو مولانا اسی سے تشبیہ دیکر بطور طعن فرماتے ہیں کہ یہاں تم جو بھٹکتے پھرتے ہو اور ان حضرات کے در کو ترک کرتے ہو تو تم اس شخص کی طرح تاگا باندھ لو تاکہ پھر گم نہ ہو سکو اور اس در کو نہ چھوڑو۔

ناسپاسی و فراموشی تو	یاد نادرد آں عسل نوشی تو
تیری ناشکری اور (احسان) فراموشی نے	تجھے شہد پینے کو یاد نہ دلایا

یعنی تیری ناشکری اور تیری (احسان) فراموشی اس عسل نوشی کو یاد نہیں لائی مطلب یہ کہ تم کو جو حضرات اہل

www.besturdubooks.wordpress.com

اللہ سے فیض ہوا تھا اس کو تم نے ناشکری کی وجہ سے فراموش کر دیا۔ اور بھلا دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ۔

لاجرم آں راہ بر تو بستہ شد	چوں دل اہل دل از تو خستہ شد
لامحالہ وہ راستہ تجھ پر بند ہو گیا	جبکہ اہل دل کا دل تجھ سے زخمی ہوا

یعنی آخر کار وہ راہ (حق) تم پر بند ہو گی جب کہ اہل دل کا قلب تم سے رنجیدہ ہوا۔ یعنی جبکہ تم نے ان کو بلا کسی ضرورت شرعی کے ترک کر دیا تو ان کے قلب میں کدورت آ گئی اور پھر سارے فیوض بند ہو گئے اور یہ مشاہدہ ہے برابر ایسا ہی ہوتا ہے چونکہ اکثر ایسا ہو جاتا ہے تو اس کو سن کر کسی کو رنج ہوتا کہ بس اب تو کہیں ٹھکانہ ہی نہ رہا اس لئے آگے اس کا علاج فرماتے ہیں کہ اگر کبھی ایسا غلطی سے ہو جاوے تو یہ کرو کہ۔

زود شاں دریاب و استغفار کن	ہمچو ابرے گریہ ہائے زار کن
جلد ان کے پاس پہنچ جا اور توبہ کر لے	ابر کی طرح عاجزی کا رونا رو

یعنی جلدی سے ان کو پالو اور استغفار کرو اور مثل ابر کے خوب رو مطلب یہ کہ ان سے معاف کراؤ اور حق تعالیٰ کی درگاہ میں استغفار کرو اور آہ و زاری کرو پھر اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ۔

تا گلستاں شاں سوئے تو بشگفد	میوہ ہائے پختہ بر خود واکفد
تاکہ ان کا باغ تیری جانب کھلے	پکے ہوئے میوے خود پھٹ پڑیں

یعنی تاکہ ان کا گلستاں تیری طرف کھل جاوے اور پختہ میوے تیرے اوپر پھٹ پڑیں یعنی کثرت سے فیوض و برکات تم پر فائض ہوں۔

ہم برآں در گرد و کم از سگ مباش	باسگ کہف ارشدستی خواجہ تاش
اسی در کا چکر کاٹ کتے سے کم نہ ہو	اگرچہ تو (اصحاب) کہف کے کتے کا ساتھی ہو گیا ہے

یعنی اس در پر پھر اور کتے سے کم مت ہو سگ اصحاب کہف کے ساتھ اگر تو خواجہ تاش ہوا ہے یعنی اگر تو نیکوں کی صحبت میں رہا ہے تو وفا میں کتوں سے کم مت ہو یہاں سے عود ہے مضمون وفا کی طرف جس کو کہ اوپر بیان کیا تھا کہ کتے کے اندر وفا کی خصلت بہت زیادہ ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر کوئی اجنبی کتا آ جاتا ہے تو دوسرے کتے اس کو کاٹتے ہیں کہ اول ہی جگہ جا اسی مضمون کو آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

چوں سگاں ہم مر سگاں را ناصح اند	کہ دل اندر خانۂ اول بہ بند
کتے کتوں کے لئے ناصح ہیں	کہ پہلے گھر سے دل لگا

یعنی کہ جب کتے کتوں کے لئے ناصح ہیں کہ دل کو اول گھر کے ساتھ بند کر لے اور کہتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

آں دراول کہ خوردی استخواں	سخت گیروحق گزاری رامماں
وہ پہلا دروازہ جس پر تونے ہڈی کھائی ہے	سخت پکڑے اور حق گزاری سے نہ رک

یعنی دراول کوجس سے کہ تونے ہڈی کھائی ہے مضبوط پکڑلے اورحق گزاری کوترک مت کر۔

می گزندش کز ادب آنجا رود	وز مقام اولیں مفلح شود
وہ اس کو کاٹتے ہیں تاکہ تہذیب سے وہاں چلا جائے	اور پہلے مقام پر کامیاب ہو جائے

یعنی اس اجنبی کوکاٹتے ہیں تاکہ ادب کی وجہ سے اس جگہ سے چلاجاوے اورپہلے ہی جگہ سے مفلح ہومطلب یہ کہ کتے اس اجنبی کواس لئے کاٹتے ہیں تاکہ اپنی پہلی ہی جگہ چلاجاوے۔

می گزندش کاے سگ طاغی برو	باولی نعمت باغی مشو
اس کو کاٹتے ہیں کہ اے سرکش کتے جا	اپنے محسن سے باغی نہ بن

یعنی وہ کتے اس کوکاٹتے ہیں کہ ارے باغی جاوراپنے ولی نعمت کے ساتھ باغی مت ہو۔

بر ہماں در ہمچو حلقہ بستہ باش	پاسبان وچابک وبرجستہ باش
اسی در پر حلقہ کی طرح بندھا رہ	محافظ اور چست اور آمادہ بنا رہ

یعنی اسی دروازہ پرحلقہ کی طرح بندھارہ پاسبان اورچالاک اوربرجستہ رہ۔

صورت نقض وفائی مامباش	بیوفائی را مکن بیہودہ فاش
ہماری بے وفائی کی صورت نہ بن	بیوفائی کو خواہ مخواہ ظاہر نہ کر

یعنی ہمارے نقض وفا کانمونہ مت بن اوربیہودہ ہوکر بے وفائی کوظاہرمت کر

مرسگاں راچوں وفا آمد شعار	رو سگاں رانگ بدنامی میار
وفاداری جبکہ کتوں کا شعار ہے	جا کتوں کو ذلیل اور بدنام نہ کر

یعنی کتوں کے لئے جب وفاشعار ہے توجااورکتوں کے لئے شرم اور بدنامی کومت لامطلب یہ کہ اس کو کاٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کمبخت کتوں کا تواصل شعاروفاداری ہے تواول ہوگا جوکہ بیوفائی کرے گا گویاکہ نمونہ بے وفائی بنناچاہتاہے اورسب کوبے وفامشہورکرناچاہتاہے ارے بھائی ایسامت کراس لئے کہ کتوں کے لئے یہ توبڑی شرم کی بات ہے۔مولانافرماتے ہیں کہ

بیوفائی چوں سگاں را عار بود	بیوفائی چوں روادارِی نمود
جبکہ بیوفائی کتوں کے لئے ذلت ہے	تونے بے وفائی کو کیوں جائز رکھا

یعنی جب کہ بیوفائی کتوں کے لئے عار ہے تو تو بے وفائی کرنے کو کس طرح جائز رکھتا ہے

حق تعالیٰ فخر آورد از وفا	گفت من اوفیٰ بعهد غیرنا
اللہ تعالیٰ نے وفاداری پر فخر فرمایا ہے	فرمایا ہمارے علاوہ عہد کو زیادہ پورا کرنے والا کون ہے؟

یعنی حق تعالیٰ نے وفا کی وجہ سے فخر فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ عہد کو وفا کرنے والا ہم سے زیادہ کون ہے یعنی کوئی نہیں ہے۔ قرآن شریف میں ہے ومن اوفیٰ بعهده من الله یعنی کہ اللہ سے زیادہ کون عہد کا پورا کرنے والا ہے تو دیکھو حق تعالیٰ نے وفا عہد پر فخر فرمایا ہے تو اگر وفا کوئی ایسی شے نہیں ہے تو فخر کس پر ہے معلوم ہوا کہ وفاء عہد بہت بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ ہم کو نصیب فرماوے اور توفیق دے اب یہاں شبہ ہوتا تھا کہ جب محسن سے بیوفائی بری ہے تو اگر ماں باپ مثلاً حکم شرک کریں تو ان کا کہا بھی مان لے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

بیوفائی داں وفا بارد حق	برحقوق حق ندارد کس سبق
اللہ کے مردود کے ساتھ وفا کرنا (خدا کے ساتھ) بیوفائی سمجھ	اللہ کے حقوق پر کوئی ترجیح نہیں رکھتا

یعنی مردود حق کے ساتھ وفا کرنا بیوفائی سمجھو اس لئے کہ حقوق حق پر تو کوئی سبقت نہیں رکھتا بلکہ حق تعالیٰ کا حق سب سے مقدم ہے لہذا سب کے حقوق پر اس کو مقدم رکھو۔

نور را ہم نور شو با نار نار	جائے گل گل باش و جائے خار خار
نور کے لئے نور بن، آگ کے لئے آگ	پھول کے مقام پر پھول بن اور کانٹے کی جگہ کانٹا

یعنی نور کے لئے تو نور ہو اور نار کے ساتھ نار گل کی جگہ گل رہو اور خار کی جگہ خار رہو مطلب یہ کہ موافقین حق کے ساتھ دوست رہو اور مخالفین کے مخالف۔

حق مادر بعد ازاں شد کاں کریم	کرد او را از جنین تو غریم
ماں کا حق اس کے بعد ہوا کیوں کہ اللہ نے	تیرے حمل کا اس کو مقروض بنایا

یعنی حق ماں کا اس کے بعد ہوا ہے کہ اس کریم نے اس کو تیرے جنین سے بوجھل کیا۔

صورتے کردت درون جسم او	داد در حملش ترا آرام و خو
اس کے جسم میں تیری صورت پیدا کی	(اور) اس کے حمل میں تجھے آرام دیا اور عادت ڈالی

یعنی جسم کے اندر تجھے ایک صورت عطا کی اور اس کے حمل میں تجھے آرام اور عادات عطا کئے۔

ہمچو جزو متصل دید او ترا	متصل را کرد تدبیرش جدا
اس نے تجھے اپنا ملا ہوا جزو سمجھا	اس (اللہ) کی تدبیر نے جڑے ہوئے کو جدا کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس نے تجھے ایک جزو متصل (ماں کا) دیکھا تو ان کی تدبیر نے متصل کو جدا کر دیا۔

حق ہزاراں صنعت وفن ساختست	تا کہ مادر بر تو مہر انداختست
اللہ نے ہزاروں صنعتوں اور فن سے (تجھے) بنایا ہے	اس کے بعد ماں نے تجھ سے محبت کی ہے

یعنی حق تعالیٰ نے ہزاروں فن کئے ہیں یہاں تک کہ ماں نے تجھ پر محبت ڈالی ہے۔

پس حق حق سابق از مادر بود	ہر کہ آں حق راند اند خر بود
تو اللہ کا حق ماں سے پہلے ہوا	جو اس حق کو نہیں پہچانتا گدھا ہے

یعنی پس حق تعالیٰ کا حق ماں سے سابق ہے اور جو کوئی اس حق کو نہ جانے خر ہے۔

آنکہ مادر آفرید وضرع وشیر	با پدر کردش قریں آں خود مگیر
جس نے ماں کو پیدا کیا اور پستان اور دودھ پیدا کیا	اس کو باپ کا ساتھی بنایا یہ خود بخود نہیں ہوا

یعنی جس نے کہ ماں کو پیدا کیا اور پستان کو اور دودھ کو اور باپ کے ساتھ ماں کو قرین کیا اس کو از خود مت فرض کرو بلکہ یہ سب قدرت حق نے کیا ہے اور حق تعالیٰ ہی کے کرنے سے سب کچھ ہوا ہے چونکہ یہاں ضرورت حقوق کا ذکر کیا ہے اس لئے آگے مناجات فرماتے ہیں کہ۔

اے خداوندا اے قدیم احسان تو	آنکہ دانم وانکہ نے ہم آن تو
اے اللہ اے وہ ذات کہ تیرا احسان قدیم ہے	جو میرے علم میں ہے اور جو میرے علم میں نہیں ہے تیری ملکیت ہے

یعنی اے خدا اور اے وہ ذات کہ تیرا احسان قدیم ہے اور جو میں جانتا ہوں اور جو نہیں جانتا سب آپ کی ملک ہے۔

تو بفرمودی کہ حق را یاد کن	زانکہ حق من نمیگردد کہن
تو نے فرمایا ہے کہ حق کو یاد کر	کیونکہ میرا حق پرانا نہیں ہوتا ہے

یعنی آپ نے فرمایا ہے کہ میرے حق کو یاد کرو اس لئے کہ میرا حق کبھی پرانا نہیں ہوتا کیونکہ اگر نعمتیں ختم ہو جاویں تو حق بھی پرانا ہو جاوے گا جب نعمتیں ہر وقت ہو رہی ہیں تو پھر حق کس طرح پرانا ہو سکتا ہے اور آپ کا ارشاد ہے کہ۔

یاد کن لطفے کہ کردم آں صبوح	با شما از حفظ در کشتی نوح
(تو نے فرمایا) اس مہربانی کو یاد کر جو اس صبح کو میں نے کی	تمہارے ساتھ نوح کی کشتی میں حفاظت کر کے

یعنی اس مہربانی کو یاد کرو جو کہ میں نے اس صبح کو تمہارے ساتھ کشتی نوح میں حفاظت سے کی تھی۔

اصل واجداد شمارا آں زماں	دادم از طوفان واز موجش اماں
اس وقت تمہاری اصل اور باپ دادا کو	میں نے طوفان اور اس کی موج سے امن دی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تمہارے باپ دادوں کو اس وقت میں نے طوفان اور اس کی موج سے امن دیا تھا

آب آتش خو زمیں بگرفتہ بود	موج او ہر اوج کہ را می ربود
آگ کے مزاج والے پانی نے زمین گھیر لی تھی	اس کی موج پہاڑ کی ہر چوٹی کو اڑائے لئے جا رہی تھی

یعنی اس پانی مہلک نے زمین کو احاطہ کر رکھا تھا اور اس کی موج پہاڑ کی بلندی سے گزر گئی تھی۔

حفظ کردم من نکردم رد تاں	در وجود جد جد جدتاں
میں نے حفاظت کی میں نے تمہیں مردود نہ بنایا	تمہارے دادا' پردادا' سکڑدادا کے وجود میں

یعنی تمہاری میں نے حفاظت کی اور تم کو تمہارے جد جدالجد کے وجود میں رد نہیں کیا مطلب یہ کہ دیکھو اس وقت اگر سب کو ہلاک کیا جاتا تو تم کہاں سے پیدا ہوتے اس وقت سے تمہاری بنیاد ڈالی گئی ہے جب تم اس وقت موجود ہوئے ہو۔

چوں شدی سر پشت پایت چوں زنم	کارگاہ خویش ضائع چوں کنم
جب تو سردار ہو گیا تو میں ٹھوکر کیسے ماروں؟	اپنے کارخانہ کو کیسے ضائع کروں؟

یعنی جب کہ تو موجود ہو گیا تو میں اب تیری پشت پا کس طرح ماروں گا اور اپنی کارگاہ کو کس طرح ضائع کردوں گا مطلب یہ کہ جب تیرے لئے اس قدر تجہید کی اور تجھے وجود میں لایا تو بھلا اب ضائع کردوں گا ہرگز نہیں۔

چوں فدائے بیوفایاں می شوی	از گمان بدبداں سومی روی
تو بیوفاؤں پر قربان کیوں ہو رہا ہے؟	بدگمانی کی وجہ سے اس جانب جا رہا ہے

یعنی کس طرح بے وفائیوں پر فدا ہو رہا ہے اور گمان بد کی وجہ سے اس جگہ جاتا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میں نے تجھے بنایا ہے اور تجھے غارت نہ کروں گا تو پھر مجھے اور میرے در کو چھوڑ کر اور طرف کیوں متوجہ ہوتا ہے اور مجھ پر گمان بدل جاتا ہے کہ میں تجھے بھول جاؤں گا اور چھوڑ دوں گا ہرگز نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔

من ز سہو و بیوفائی ہا بری	سوئے من آئی گمان بدبری
میں بھول اور بے وفائی سے بری ہوں	تو میری جانب آتا ہے تو بدگمانی کرتا ہے

یعنی میں تو سہو اور بیوفائی سے بری ہوں تو میری طرف آ رہے کیا گمان بد کرتا ہے۔

ایں گمان بدبر آنجا بر کہ تو	می شوی در پیش ہم چوں خود دوتو
یہ بدگمانی وہاں لے جا جس جگہ کہ تو	اپنے جیسے کے سامنے دہرا ہوتا ہے

یعنی یہ گمان بد اس جگہ لے جا کہ تو اپنے جیسے کے سامنے دوہرا ہوتا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس کو کہ تو نے مقصود اور مطلوب بنا رکھا ہے ان پر بدگمانی کر کہ وہ شاید تجھے چھوڑ دیں مگر میں تو تجھے چھوڑنے والا نہیں ہوں پھر میرے ساتھ بدگمانی کر کے اور کی طرف کیوں جاتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بس گرفتی یار و ہمراہان زفت	گر ترا پرسم کہ کو گوئی کہ رفت
تو نے بہت سے طاقتور ساتھی اور دوست بنائے	اگر میں تجھ سے پوچھوں کہ کہاں ہیں تو تو کہے گا چلے گئے

یعنی تو نے بہت سے یار اور ہمراہ مضبوط بنائے اگر میں تجھ سے دریافت کروں کہ کہاں ہیں تو تو کہے گا کہ چلے گئے یعنی کہ مر گئے اور چونکہ یار دو ہی طرح کے ہوتے ہیں برے اور بھلے۔ لہذا

یار نیکت رفت بر چرخ بریں	یار فسقت رفت در قعر زمین
تیرا نیک ساتھی بلند آسمان پر چلا گیا	تیرا بدکار ساتھی زمین کی گہرائی میں چلا گیا

یعنی تیرا یار نیک تو چرخ بریں پر چلا گیا اور تیرا برا دوست قعر زمین میں چلا گیا۔

تو بماندی درمیانہ آنچناں	بمدد چوں آتشے از کارواں
تو درمیان میں رہ گیا اسی طرح	بے مدد جیسے کہ قافلہ (کی روانگی) کے بعد آگ

یعنی تو درمیان میں اسی طرح بے مدد رہ گیا جیسے کہ آگ قافلہ میں (بعد اس کے چلے جانے کے بے مدد اور بے یار مددگار رہ جاتی ہے) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

دامن او گیر اے یار دلیر	کو منزہ باشد از بالا وزیر
اے بہادر دوست! تو اس کا دامن پکڑ لے	جو اوپر نیچے سے پاک ہو

یعنی اے یار دلیر اس کا دامن پکڑ جو کہ بالا و زیر سے منزہ ہو۔

نے چو عیسیٰ سوئے گردوں بر شود	نے چو قاروں در زمیں اندر رود
نہ تو (حضرت) عیسیٰ کی طرح آسمان پر چڑھ جائے	نہ قارون کی طرح زمین کے اندر چلا جائے

یعنی وہ نہ تو عیسیٰ کی طرح آسمان پر جاوے اور نہ قارون کی طرح زمین کے اندر جاویں بلکہ

با تو باشد در مکان و لا مکان	چوں بمانی از سرا و از دوکاں
وہ تیرے ساتھ مکان اور لامکان میں ہو گا	جب تو گھر اور دکان سے اکیلا رہ جائے گا

یعنی وہ تیرے ساتھ مکان اور لامکان سب میں رہے جب کہ تو گھر اور دوکان سے رہ جاوے یعنی جب کہ ان سب سے علیحدگی ہو تب اور جب ان میں رہو تب ہر وقت وہ ساتھ ہے۔ وہ تمہیں چھوڑ کر کہیں نہ جاوے ایسا دوست بناؤ۔

او بر آرد از کدورتہا صفا	مر جفاہائے ترا گیرد وفا
وہ کدورتوں سے صفائی نکال لیتا ہے	تیری جفاؤں کو وفا فرض کر لیتا ہے

یعنی وہ کدورتوں میں سے صفا پیدا کرے اور تیری جفاؤں کو وفا بنا دے بمصداق یبدل اللہ سیاتھم

www.besturdubooks.wordpress.com

حسنات ملکات سیۂ کو ملکات حسنہ سے بدل دے گا۔ یہاں یہ شبہ ہوتا تھا کہ سیئات کو حسنات تو نہیں کرتے بلکہ وہ تو سزا دیتے ہیں لہذا اس شبہ کو زائل فرماتے ہیں کہ۔

چوں جفا آری فرستد گوشمال	تاز نقصان واروی سوے کمال
جب تو ظلم کرتا ہے وہ سزا بھیجتا ہے	تاکہ تو نقصان سے کمال کی طرف روانہ ہو

یعنی جب کہ تو جفا کرے تو وہ گوشمال بھیجے تاکہ نقصان سے چھوٹ کر تو کمال کی طرف جاوے مطلب یہ کہ کوئی سزا ایسی مقرر فرمادیتے ہیں مثلاً قبض وغیرہ کہ اس سے تنبیہ ہوکر پھر متوجہ بحق ہو جاتے ہو آگے خود اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

چوں تو وردے ترک کردی در روش	بر تو قبضے آید از رنج وتبش
جب تو عمل میں کوئی معمول ترک کر دیتا ہے	رنج اور غصہ سے تجھ پر قبض (طاری) ہو جاتا ہے

یعنی جب کہ تو نے کوئی ورد سلوک میں ترک کر دیا تو تجھ پر ایک قبض رنج وتپش سے آیا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی ورد ناغہ ہو جاتا ہے تو اس سے ایک قسم کا رنج ایسا مسلط ہوتا ہے کہ پھر یاد رہتا ہے اور کبھی ایسا نہیں ہوتا اور یہ بات روز کی مشاہدہ سے معلوم ہے اور قبض کی وجوہ مختلف ہیں کبھی تو سوء مزاج سے ہوتا ہے اور کبھی ضعف سے اور کبھی کسی وارد قوی سے اور کبھی عصیان سے تو جو عصیان سے ہو وہ تو ترقی کو مانع ہے اور باقی اور جو ہیں وہ مانع نہیں ہیں۔ اور حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگ معاصی کے بعد جو اپنے قلب کو مکدر نہیں پاتے تو کہتے ہیں کہ ہمارا ظرف اس قدر وسیع ہے کہ اس میں یہ معصیت اثر نہیں کرتی۔ تو یاد رکھو کہ یہ سخت غلطی ہے اگر بعد معصیت کے قلب میں تکدر نہیں ہے تو سمجھو کہ نسبت عن الحق حاصل نہیں ہے بلکہ جو نسبت ہے وہ شیطانی ہے ایسے شخص کو سر پکڑ کر رونا چاہئے کہ بڑی بدبختی ہے اور یہ قبض اس لئے ہوتا ہے کہ۔

آں ادب کردن بود یعنی مکن	ہیچ تحویلے ازاں عہد کہن
وہ ادب سکھانا ہوتا ہے' یعنی نہ کر	پرانے عہد میں کوئی تبدیلی

یعنی یہ ادب کرنا ہے یعنی (پھر) مت کرنا کوئی تبدیلی اس عہد کہنہ سے بات یہ ہے کہ ایک تو عہد قولی ہوتا ہے اور ایک عہد عملی ہوتا ہے تو اس شخص نے جو اتنی روز تک ایک کام کیا تو اس سے ایک عہد عملاً حق تعالیٰ کے ساتھ کرلیا ہے لہذا اس قبض سے یہ ادب دینا مقصود ہوتا ہے کہ دیکھو پھر کبھی ایسا مت کرنا کہ اس کو ترک کرو۔

پیش ازاں کایں قبض زنجیرے شود	اینکہ دلگیرست پاگیرے شود
اس سے پہلے کہ یہ قبض زنجیر بنے	جو (آج) دلگیر ہے وہ پاگیر بن جائے

یعنی اس سے پہلے کہ یہ قبض زنجیر ہو جاوے اور یہ کہ دلگیر ہے پاگیر ہو جاوے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

رنج معقولت شود محسوس و فاش	تا نہ گیری ایں اشارت را بلاش
ترا ذہنی رنج محسوس اور واضح ہو جائے گا	خبردار! اس اشارے کو معدوم نہ سمجھنا

یعنی تیرا رنج معقول محسوس اور فاش ہو جاوے ہرگز اس اشارہ کو لاشے مت سمجھنا۔ لاش مخفف لاشے کا ہے مطلب یہ کہ اگر اس قبض کے وارد ہونے کے بعد توبہ وغیرہ کر کے متوجہ نہ ہو گے تو ابھی تو اس سے دل تنگی ہوتی ہے پھر یہی دل تنگی قبض مرتبہ محسوس بن جاتی ہے اور عذاب دنیاوی کا سبب ہو جاتی ہے لہذا اس سے پہلے کہ یہ سبب کسی عذاب کا بنے اس کو لاشے مت خیال کرو بلکہ اس سے عبرت حاصل کرو۔

در معاصی قبضہا دلگیر شد	قبضہا بعد از اجل زنجیر شد
گناہوں میں قبض دلگیر بنتا ہے	موت کے بعد انقباضی کیفیتیں زنجیر ہو جاتی ہیں

یعنی معاصی میں قبض دلگیر ہوا اور وہی قبض بعد اجل کے زنجیر ہو گیا یعنی معاصی کی وجہ سے جو قبض پڑا ہے وہ اس وقت تو دلگیر ہے مگر موت کے بعد وہی سبب عقوبت اخروی کا ہو جاتا ہے اس لئے کہ معاصی پر عقوبت آخرت تو یقینی ہے مگر بعض مرتبہ عقوبت دنیا بھی مرتب ہو جاتی ہے لہذا اس سے غافل نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ ارشاد ہے۔

نعط من اعرض هنا عن ذکرنا	عیشة ضنکا و نحشر بالعمی
جس شخص نے یہاں ہمارے ذکر سے اعراض کیا ہم اس کو دیں گے	تنگ زندگی اور (قیامت میں) اندھا اٹھائیں گے

یعنی جس نے کہ یہاں (دنیا میں) ہمارے ذکر سے اعراض کیا ہم اس کو عیش تنگ دیتے ہیں۔ اور اس کا حشر اندھا کر کے کرتے ہیں اس کے آگے ایک مثال ہے کہ

دزد چوں مال کسانرا می برو	قبض و دل تنگی دلش را میخلد
چور جب لوگوں کا مال لے جاتا ہے	قبض اور دل تنگی اس کے دل میں کھٹکتی ہے

یعنی چور جب لوگوں کا مال لے جاتا ہے تو قبض اور دل تنگی اس کے دل میں چبھتی ہے اس لئے کہ طبعی امر ہے کہ جب کوئی نیا کام کرتا ہے تو اس میں ایک عجیب حالت ہوتی ہے اور ضرور ایک دل تنگی محسوس ہوتی ہے۔

او ہمی گوید عجب ایں قبض چیست	قبض آں مظلوم کز شرت گریست
وہ کہتا ہے تعجب ہے یہ قبض کیسا ہے	یہ قبض اس مظلوم (کی دعا) کا اثر ہے جو تیرے شر سے رو رہا ہے

یعنی وہ کہتا ہے کہ تعجب ہے کہ یہ قبض کیسا ہے (مولانا فرماتے ہیں کہ) اس مظلوم کا قبض ہے جو کہ تیرے شر کی وجہ سے رویا ہے۔

چوں بدیں قبض التفاتے کم کند	باد اصرار آتشش را دم کند
جب وہ اس قبض کی طرف توجہ نہیں کرتا ہے	اصرار کی ہوا اس کی آگ کو بھڑکاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب کہ اس قبض کی طرف التفات کم کرتا ہے تو اصرار کی ہوا اس کی آگ کو اور بھڑکاتی ہے یعنی اول تو دل میں کچھ اوپرا معلوم ہوا تھا اب وہ بات بھی نہیں رہی بلکہ عادت ہوگئی اب یہ نتیجہ ہوا کہ عقوبت دنیا اس پر مسلط ہوگئی اور یہ ہوا کہ۔

قبض دل قبض عواں شد لاجرم	گشت محسوس آں معانی زد علم
لامحالہ دل کا قبض سپاہی کی گرفت ہو گیا	وہ محسوس بن گیا' معنی نے نشان قائم کر دیا

یعنی وہ قبض دل قبض پولیس ہوگیا آخر کار اور وہ معانی محسوس ہوگئے اور خوب مشہور ہوگئے لہذا اسی طرح معصیت سے اول بار تو دل تنگی ہوتی ہے مگر جب اس طرف التفات نہیں ہوتا تو پھر مساوات ہو جاتی ہے اور عقوبت مسلط ہو جاتی ہے لہذا اول ہی سے خیال کر کے توبہ واستغفار سے اس کا دفعیہ ضروری ہے۔

قبضہا زنداں شداست وچار میخ	قبض بیخست و برآرد شاخ بیخ
قبض جیل خانہ اور چار میخ بن گیا ہے	قبض جڑ ہے اور جڑ شاخ اتار دیتی ہے

یعنی قبض قید ہیں اور عقوبت ہیں اور قبض جڑ ہے اور جڑ شاخ نکالا ہی کرتی ہے لہذا اس سے بھی ثمرات مرتب ہوں گے۔

بیخ پنہاں بود ہم شد آشکار	قبض و بسط خویش را بیخے شمار
جڑ چھپی ہوئی تھی نمایاں ہو گئی	اپنے قبض اور بسط کو جڑ سمجھ

یعنی جڑ پوشیدہ تھی اب ظاہر ہوگئی اور قلب کے قبض وبسط کو ایک جڑ سمجھو کہ اس سے اور ثمرات پیدا ہوتے ہیں۔

چونکہ بیخ بد بود زودش بکن	تا نہ روید زشت خارے در چمن
جب جڑ بری ہو اس کو جلد اکھاڑ دے	تاکہ کوئی برا کانٹا چمن میں نہ اگے

یعنی جب بیخ قلب بری ہو تو اس کو جلدی اور اکھاڑ دو تاکہ چمن قلب میں ایک زشت خار نہ اگ آوے مطلب یہ کہ اگر قبض معصیہ کی وجہ سے ہوا ہے تو اس سے بہت جلد توبہ کرلو کہ یہ بہت برا ہے اور علامت اس کی یہ ہے کہ اگر قبض میں میلان الی المعصیت ہے تو سمجھو کہ یہ معصیت کی وجہ سے ہے ورنہ اگر میلان طاعت کی طرف ہے تو وہ محمود ہے اور موجب ترقی درجات کا ہے۔

قبض دیدی چارۂ آں قبض کن	زانکہ سرہا جملہ می روید زبن
تو نے قبض دیکھ لیا اس قبض کی تدبیر کر	کیونکہ شاخیں سب جڑ سے اگتی ہیں

یعنی تو نے قبض دیکھا تو اس کا علاج کر اس لئے کہ شاخیں سب جڑ ہی سے پیدا ہوتی ہیں تو یہ میلان الی المعصیہ جو قبض کی وجہ سے ہے ایک دن مفضی الی المعصیہ ہو جاوے گا۔ لہذا اس قبض کا بہت جلد علاج کرنا ضروری ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بسط دیدی بسط خود را آب ده	چو برآید میوہ با اصحاب ده
تونے بسط دیکھا اپنے بسط کو سیراب کر	جب پھل آ جائے تو ساتھیوں کو دے

یعنی جب کہ بسط دیکھو تو اس کو پانی دو اور جب میوہ نکلے تو اور اصحاب کو بھی دو یعنی اور لوگوں کو بھی فائدہ پہنچاؤ بلکہ بیضاوی نے تو ومما رزقناھم ینفقون کی تفسیر میں کہا ہے ومن انوار اللہ یفیضون تو یہ بھی انفاق فی سبیل اللہ میں داخل ہے جیسا کہ معلوم ہوا آگے اسی قصہ اہل سبا کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

باز گردو قصۂ اہل سبا	باز گو تا باز گویم مرحبا
پلٹ اور سبا والوں کا قصہ	پھر کہہ تا کہ میں مرحبا پھر کہوں

یعنی پھر واپس ہو اور اہل سبا کا قصہ کہو تا کہ میں تم کو مرحبا کہوں۔ یعنی میں تم کو شاباش کہوں کہ کیا خوب بیان کیا ہے لہذا اول اس کو بیان کردو آگے اس قصہ کو بیان فرماتے ہیں۔

باقی قصۂ اہل سبا

اہل سبا کا باقی قصہ

آں سبا ز اہل صبا بودند خام	کارشاں کفران نعمت با کرام
وہ (اہل) سبا منجملہ بچوں کے بے عقل تھے	ان کا کام بزرگوں کی نعمت سے انکار تھا

یعنی وہ سبا جو کہ بچپن والوں میں سے خام تھے ان کا کام کرام کے ساتھ کفران نعمت تھا۔ مطلب یہ کہ اہل سبا نادان تھے اور دین میں پختہ نہ تھے اور ان کا کام یہ تھا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی کفران نعمت کیا کرتے تھے آگے اس کفران کو بتاتے ہیں کہ

باشد آں کفران نعمت در مثال	کہ کنی با محسن خود تو جدال
مثلاً کفران نعمت یہ ہوتا ہے	کہ تو اپنے محسن سے جھگڑنے لگے

یعنی مثال میں یہ بھی کفران نعمت ہی ہے کہ اپنے محسن کے ساتھ لڑائی کرنے لگو اس طرح کہ

کہ نمی باید مرا ایں نیکوئی	من برنجم زیں چہ رنجہ می شوی
کہ مجھے یہ بھلائی نہیں چاہیے	تو کیا رنجیدہ ہوتا ہے میں اس (تیری بھلائی) سے خود رنجیدہ ہوں

یعنی (یوں کہو کہ) مجھے آپ کے احسان کی ضرورت نہیں ہے اور مجھے اس (احسان) سے تکلیف ہوتی ہے لہذا تم کیوں رنج اٹھا رہے ہو مطلب یہ کہ اگر تم اپنے محسن سے کہنے لگو کہ جناب مجھے آپ کے احسان کی ضرورت

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں ہے آپ کے احسان سے مجھے تکلیف ہوتی ہے تو دیکھو یہ کفران نعمت ہے یا نہیں ہے یا یوں کہو کہ

لطف کن ایں نیکوئی را دور کن	من نخواہم چشم زودم کور کن
مہربانی کر یہ بھلائی مجھ سے دور کر دے	میں آنکھیں نہیں چاہتا ہوں مجھے جلد اندھا کر دے

یعنی مہربانی کر کے اس احسان کو دور کر دیجئے اور میں آنکھ نہیں چاہتا مجھے جلدی اندھا کر دو مطلب یہ کہ اس محسن سے کہنا شروع کرو کہ جناب آپ کی مہربانی ہوگی اگر آپ مجھ پر احسان نہ کریں مولانا فرماتے ہیں کہ یہ تو ایسی مثال ہوگئی کہ جیسے کہ کوئی کہے کہ مجھے آنکھ کی ضرورت نہیں ہے مجھے تو اندھا ہی کر دو اسی طرح اس کی تمنا کرنا ہے کہ مجھ پر احسان مت کرو آگے اس پر قول اہل سبا کو متفرع فرماتے ہیں کہ

پس سبا گفتند باعد بیننا	شیننا خیر لنا خذ زیننا
تو (اہل) سبا نے کہا ہمیں دور دور کر دے	ہمارا عیب ہمارے لئے اچھا ہے ہماری زینت لے لے

پس اہل سبا نے کہا کہ اے اللہ ہمارے آپس کے درمیان میں دوری فرما دیجئے اس لئے کہ ہماری نحوست بہتر ہے یہ اپنی زینت لے لیجئے۔ نعوذ باللہ مطلب یہ کہ چونکہ اہل سبا جو کہ ملک یمن میں ہے اس قدر مالدار تھے کہ جس کی کوئی انتہا ہی نہیں ان پر حق تعالیٰ کا بے حد انعام تھا یہ حالت تھی کہ ان کی بستیاں اس قدر قریب قریب تھیں کہ اگر صبح کو چلو تو دوپہر کو آرام لے لو اور اگر دوپہر کو ایک جگہ سے چلو تو عصر کے وقت بستی موجود ہے علی ہذا غرضکہ ان کو کلفت نہ ہوتی تھی پھر راستوں میں سڑکوں کے دونوں طرف درخت میوہ دار اور خودرو بے انتہا تھے کہ کہیں دھوپ کا نام نہ تھا۔ کوسوں چلے جاؤ اور جیسے گھر میں ہیں پھر جابجا نہریں جاری سبحان اللہ کیا ملک تھا ان نالائقوں کو مستی سوجھی دعا کی کہ اے اللہ ان سفروں میں تو مزا نہیں آتا اس لئے کہ سفر معلوم ہی نہیں ہوتا مزا تو یہ ہے کہ کچھ امیر ہیں کچھ غریب ہیں سفر میں جا رہے ہیں مشکیزوں میں پانی ہے خرجیاں توشہ سے بھری ہوئی ہیں کوسوں تک نہ پانی ملتا ہے نہ کچھ امراء غربا کو بانٹ رہے ہیں چہل پہل ہے اس طرح تو لطف سفر بھی ہے ورنہ اب کیا ہے یہاں سے وہاں اور وہاں سے اور آگے گویا گھر سے نکلے ہی نہیں لہٰذا دعا دوری سفر کی کی غیرت حق جوش میں آئی ان نالائقوں کو ہلاک کر دیا کہ جاؤ کم بختو جیسا تم نے ہماری نعمتوں کی ناشکری کی اور ان کا زوال چاہا تو زوال بھی ایسا لو کہ پھر مل ہی نہ سکیں۔ نعوذ باللہ اور یاد رکھو کہ آج کل کے لکھے پڑھے لوگ اور عوام بھی اس میں مبتلا ہیں یعنی کفران نعمت حق کا اہل سبا کی طرح کرتے ہیں مثلاً جاڑے کے روزے ہیں کہتے ہیں کہ میاں اس میں کیا مزہ ہے معلوم بھی نہیں ہوتا گرمیوں میں مزہ ہے عصر سے شربت بن رہا ہے منہ سوکھ رہے ہیں اذان کے منتظر ہیں یاد رکھو کہ یہ اس نعمت کی ناشکری ہے اور اسی طرح غور کرنے سے بہت سی باتیں نکل سکتی ہیں خدا سے ڈرو اور توبہ کرو اور ایسے کلمات سے زبان کو روکو کہ مبادا غیرت حق جوش میں آ کر انتقام نہ لے۔ اللھم احفظنا غرضکہ انہوں نے یہ دعا کی اور یہ کہا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ما نمی خواہیم ایں ایوان و باغ	نے زمانے خوب نے امن وفراغ
ہم یہ قلعے اور باغ نہیں چاہتے ہیں	نہ اچھا وقت نہ امن نہ فارغ البالی

یعنی ہم یہ محل اور باغ نہیں چاہتے اور نہ یہ زمانہ وفراغ۔

شہرہا نزدیک ہمدیگر بدست	آں بیابار ست خوش کانجا دواست
ایک دوسرے سے قریب شہر برے ہیں	وہ جنگل اچھا ہے جہاں درندے ہوں

یعنی دوسرے شہر نزدیک ہیں یہ بھی برا ہے وہ جنگل ٹھیک ہیں جہاں درندے ہوں غرضکہ ایسی ایسی دعائیں کیں جس کی وجہ سے غارت ہوئے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

یطلب الانسان فی الصیف الشتاء	فاذا جاء الشتاء انکر ذا
انسان گرمیوں میں جاڑا طلب کرتا ہے	جب جاڑا آتا ہے اس کو برا سمجھتا ہے

یعنی انسان گرمی میں تو جاڑے کو مانگتا ہے اور جب جاڑا آیا تو اس کو برا سمجھتا ہے۔

فھولا یرضیٰ بحال ابدا	لا بضیق لا بعیش رغدا
وہ کسی حال میں کبھی راضی نہیں ہوتا ہے	نہ تنگی میں نہ وسیع عیش میں

یعنی بس کبھی کسی حال پر راضی نہیں ہوتا نہ تو تنگی میں اور نہ عیش خوشگوار میں۔

قتل الانسان ما اکفرہ	کلما مال الھدی انکرہ
انسان غارت ہو کس قدر ناشکرا ہے	جب ہدایت پالیتا ہے اس کا انکار کرتا ہے

یعنی انسان مارا جاوے کیسا ناشکرا ہے کہ جب ہدایت پہنچتی ہے اس کو برا سمجھتا ہے مطلب یہ کہ کسی حال میں حضرت انسان راضی نہیں ہے اگر آرام سے ہیں تو مصیبت کے طالب اور اگر مصیبت میں ہیں تو آرام کے خواہاں۔

نفس زینسا نست زاں شد کشتنی	اقتلوا انفسکم گفت آں سنی
نفس ایسا ہی ہے اسی وجہ سے وہ گردن زدنی ہے	تم اپنے نفسوں کو قتل کرو اس بزرگ نے فرمایا

یعنی نفس ایسا ہی ہے اس لئے وہ لائق کشتن ہے اور اس بزرگ نے اقتلوا انفسکم فرمایا ہے۔

اقتلوا انفسکم اگرچہ بنی اسرائیل کو ارشاد ہے مگر چونکہ علت یعنی طغیان وسرکشی ہم میں اور ان میں دونوں میں یکساں ہے لہذا اس حکم کے عموم میں ہم بھی داخل ہو گئے لہذا چاہیئے کہ اس نفس کی مخالفت کر کے اس کو قتل کرنا چاہیئے آگے نفس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

خارسہ پہلوست ہر سو کش نہی	در خلد و از زخم او تو کے رہی
یہ گوکھرو ہے اس کو جس جانب سے بھی رکھے گا	وہ چبھے گا اس کے زخم سے تو کب بچے گا

یعنی یہ نفس تکونہ کانٹا ہے تم اس کو جس طرف رکھو گے چبھ جاوے گا تم اس کے زخم سے کب چھوٹ سکتے ہو یعنی اس کی مفرت سے تو چھٹکارہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اب چونکہ بعض لوگ بے فکر ہو جاتے ہیں کہ جب چھٹکارا ممکن ہی نہیں تو ہم پر کوئی ملامت بھی نہیں لہذا آگے اس سے چھوٹنے کی تدبیر فرماتے ہیں کہ۔

آتش ترک ہوا در خار زن	دست اندر یار نیکو کارزن
خواہش کو ترک کرنے کی آگ کانٹے میں لگا دے	نیکوکار دوست کو پکڑ لے

یعنی اس کانٹے میں ترک ہوا کی آگ لگا دو اور یار نیکو کار میں ہاتھ مارو مطلب یہ کہ اس کانٹے کو اگر پاس رکھو گے تو ضرور چبھے گا لہذا ترکیب یہ ہے کہ اس میں آگ لگا دو بس اس کا قضیہ ہی ختم ہوا اور اس نفس کے لئے آتش ترک ہوا مناسب ہے لذات اور خواہشات کو اس کے پورا نہ کرو اس کے بعد ان شاء اللہ یہ سرکشی نہ کرے گا اور پھر حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرلو اور آرام سے رہو آگے پھر اہل سبا کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

چوں زحد بردند اصحاب سبا	کہ بہ پیش ما و با بہ از صبا
جب سبا والے حد سے تجاوز کر گئے	کہ ہمارے لئے وبا صبا سے بہتر ہے

یعنی جب کہ اہل سبا کفران نعمت کو حد سے زیادہ لے گئے (اور کہا) کہ ہمارے آگے تو وبا صبا سے بہتر ہے مطلب وہی کہ نعمتوں سے بیماریاں مصیبتیں بہتر ہیں نعوذ باللہ۔

قصد خون ناصحان مے داشتند	تخم فسق و کافری مے کاشتند
نصیحت کرنے والوں نے نصیحت کی	بدمعاشی اور کفر سے انہوں نے روکا

یعنی ناصحین ان کو نصیحت کرتے تھے اور فسوق اور کفر سے مانع ہوتے تھے۔ اور ان باتوں سے منع کرتے تھے تو اس نصیحت کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ۔

ناصحاں شاں در نصیحت آمدند	از فسوق و کفر مانع می شدند
تو نصیحت کرنے والوں کو قتل کرنے کا ارادہ کرتے تھے	بدمعاشی اور کفر کا بیج بوتے تھے

یعنی ناصحین کے قتل کا قصد رکھتے تھے اور فسق و کافری کا بیج بوتے تھے مولانا فرماتے ہیں کہ

چوں قضا آید شود تنگ ایں جہاں	از قضا حلوا شود رنج دہاں
جب قضا آتی ہے یہ دنیا تنگ ہو جاتی ہے	قضا سے حلوا منہ کی کلفت بن جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جبکہ قضا آتی ہے تو یہ جہان تنگ ہو جاتا ہے اور قضا سے حلوا تکلیف دہ ہو جاتا ہے۔

گفت اذا جاء القضا ضاق الفضا	تحجب الابصار اذا جاء القضا
فرمایا جب قضا آتی ہے فضا تنگ ہو جاتی ہے	(اور) آنکھیں بند کر دی جاتی ہیں جب قضا آتی ہے

یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب قضا آتی ہے تو میدان وسیع تنگ ہو جاتا ہے اور آنکھیں بند ہو جاتی ہیں جبکہ قضا آتی ہے اس حدیث کو جامع صغیر میں علامہ سیوطی نے مرفوعاً بسند ضعیف بالفاظ ذیل میں نقل کیا ہے۔ اذا اراد اللہ انفاذ قضائہ و قدرہ سلب ذوی العقول عقولھم حتی ینفذ فیھم قضاؤہ و قدرہ فاذا قضیٰ امرہ ردہ الیھم عقولھم و وقعت الندامۃ یعنی جب کہ حق تعالیٰ اپنے کسی قضا اور حکم کو جاری فرمانا چاہتے ہیں تو ذوی العقول کی عقلیں سلب ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ ان میں وہ حکم نافذ ہو جاتا ہے اور جب نافذ ہو چکتا ہے تو ان کی عقول واپس ہو جاتی ہیں اور پھر ندامت ہوتی ہے۔

چشم بستہ می شود وقت قضا	تانہ بیند چشم کحل چشم را
قضا کے وقت آنکھیں بند ہو جاتی ہیں	تاکہ آنکھ آنکھ کے سرمہ کو نہ دیکھے

یعنی قضا کے وقت آنکھ بند ہو جاتی ہے یہاں تک کہ آنکھ کو سرمۂ چشم بھی دکھائی نہیں دیتا اور اس پردہ قضا جاری ہو جاتی ہے بس اس کا علاج یہ ہے کہ اس قضا کے اسباب پر نظر نہ کرے بلکہ خود اس قضا والے کے پاس جا کھڑا ہو۔ اور جا کھڑا ہونا دعا کرنا ہے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے لا یرد القضاء الا الدعاء جس کے معنے یہی ہیں کہ اگر قضا معلق ہے تب تو وہ رد ہی ہو جاتی ہے اور اگر مبرم ہے ہو تو اس کے ضرر سے انسان محفوظ رہتا ہے لہذا چاہئے کہ جب کوئی مصیبت ہو تو بس حضرت حق کے آگے روئے اور دعا کرے آگے خود مولانا اس مضمون کو مثال میں فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: جب تو صومعہ عیسیٰ کا قصہ سن چکا اور یہ جان چکا کہ اہل اللہ کا لنگر خانہ اس صومعہ کے مشابہ ہے تو اب ہم کہتے ہیں کہ یہ ہمارا ہی دعویٰ نہیں بلکہ تو بھی جانتا ہے۔ اس لئے کہ تو نے اپنی بہت سی روحانی تکلیفوں کو آزمایا ہے کہ ان اہل اللہ کے ہاتھوں تجھے اس سے صحت حاصل ہوئی ہے۔ اور تو جانتا ہے کہ تیرا لنگڑا پن کس قدر ٹھیک ہو گیا ہے۔ اور تیری جان کس قدر رنج اور تکلیف سے چھوٹ گئی ہے پھر بھی تو ان کو بھولتا ہے ارے اگر یہی بھول ہے تو خدا خیر کرے کہیں تو خود اپنے کو بھی نہ بھول جاوے اور اپنے کو بھی نہ کھو بیٹھے اس لئے تو اپنے پاؤں میں تاگا باندھ لے کہ اگر کھویا جاوے تو اس کے ذریعہ سے تو اپنے کو پا سکے (ف اس شعر میں ایک

www.besturdubooks.wordpress.com

احمق کے قصہ کی طرف اشارہ ہے جس نے اپنے پاؤں میں تاگا اس لئے باندھا تھا کہ اگر میں گم ہو جاؤں تو اپنے کو پاسکوں) تیری ناشکری اور بھول اس قدر بڑھ گئی ہے کہ تجھے یاد بھی نہیں آتا کہ اہل اللہ نے ہمیں کبھی شہد پلایا اور لذائذ روحانیہ سے بہرہ یاب کیا ہے۔ پس تو نے اہل اللہ کو رنج دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہونا ہی تھا کہ راہ حق تجھ پر مسدود ہو گیا اور خذلان کی نوبت آ گئی ارے کمبخت اب بھی کچھ نہیں گیا جلد تلافی کر اور توجہ کر اور ابر کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو تا کہ ان کے فیوض کا باغ تیرے لئے کھلے اور اس کے پختہ میوے تجھ پر پھٹ پڑیں۔ (ف اس مقام پر ایک نسخہ برخودوا کفد ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ شگوفہ پھٹ کر میوے نکل آئیں اور وہ پختہ ہو جائیں اس تقدیر پروا کفد کی اسناد میوہائے پختہ کی طرف مجازی ہے نیز شگوفوں کے پھٹنے کے بعد پختہ میوے نکلنے سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ نکلنے کے وقت وہ پختہ ہوں لیکن ایسا نہیں بلکہ مآل کے اعتبار سے ان کو پختہ کہا گیا ہے اور یہ معنی بھی ممکن ہیں کہ میوہ ہائے پختہ خود پھٹ جائیں جیسے انار کھل جاتا ہے یا بیر پھٹ جاتا ہے۔ واللہ اعلم) اگر تو سگ اصحاب کہف کا جوڑی دار بنا ہے اور جس طرح اس نے اہل اللہ کی خدمت کی تھی تو نے بھی ان کی خدمت اختیار کی ہے تو تجھ کو وفا کرنا چاہئے اور اسی در کا ہو رہنا چاہئے اور کتے سے بھی کم نہ ہونا چاہئے غور تو کر کہ جب کتے بھی اپنے بے وفا بھائیوں کو نصیحت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلے ہی گھر سے وابستگی چاہئے اور جس اول گھر سے تجھ کو ہڈی ملی ہے اسی کو مضبوط پکڑنا چاہئے اور حق گزاری کو ہاتھ سے نہ دینا چاہئے اور بے وفائی کرنے والے کو کاٹتے ہیں تاکہ وہ اس سزا کے سبب وہاں چلا جاوے اور پہلے ٹھکانہ پر جا کر کامیاب ہو وہ اس کو یہ نہ سمجھانے کو کاٹتے ہیں کہ اے حد سے تجاوز کرنے والے کتے تو وہیں جا اور اپنے ولی نعمت سے باغی مت ہو اور اس کی اطاعت سے دست بردار مت ہو تو حلقہ کیطرح اس در پر جا رہ اسی کی پاسبانی میں خوب چست اور چوکنا رہ تو ہمارے لئے عہد شکنی کی زندہ تصویر نہ بن اور حماقت سے کتوں کی بیوفائی کی شہرت مت دے اور جب کہ کتوں کا عام دستور وفا ہے تو تو بیوفائی کر کے ان کی بدنامی اور ننگ کا سبب مت بن تو جب کہ کتے بھی بیوفائی سے عار کرتے ہیں تو تو بیوفائی کو کیونکر جائز رکھتا ہے۔ وفا تو وہ وصف اعلیٰ ہے کہ حق سبحانہ اس پر فخر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم سے زیادہ عہد کا پورا کرنے والا کون ہے پھر تو اس کو کیوں چھوڑتا ہے اور وفا کیوں نہیں کرتا تجھ کو وفادار ہونا چاہئے لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ وفا ہر جگہ حسن نہیں ہے بلکہ حق سبحانہ کے ساتھ یا جہاں وفا کا وہ حکم دے وہیں حسن ہے اور اگر مردود حق سبحانہ کے ساتھ اور برخلاف حکم خداوندی وفا کی جاوے تو وہ وفا معیوب اور بے وفائی کا حکم رکھتی ہے اس لئے حق سبحانہ کے حق سے کسی کا حق مقدم نہیں ہے اور جن بعض مقامات پر بظاہر مقدم ہے وہاں بھی بامر حق مقدم ہے اس لئے وہاں بھی حق سبحانہ ہی کا حق مقدم ہے خلاصہ یہ کہ نور کے لئے تجھے نور ہونا چاہئے اور نار کے لئے نار جہاں پھول بننے کی ضرورت ہو وہاں پھول بن جہاں خار بننے کی ضرورت ہو وہاں خار بن یعنی جہاں وفا مناسب ہو وہاں وفا کر

www.besturdubooks.wordpress.com

اور جہاں بیوفائی زیبا ہو وہاں بیوفائی کر اب ہم تجھے اس کی لم سمجھاتے ہیں کہ حق سبحانہ کا حق سب پر مقدم کیوں ہے حقوق العباد دو قسم کے ہیں ایک دین کے لحاظ سے دوسرے دنیا کے لحاظ سے جو حقوق دین کے لحاظ سے ہیں جیسے رسول کا حق امت پر شیخ کا حق مریدین پر استاد کا حق شاگردوں پر ان کا تو حق اللہ کے تابع ہونا ظاہر ہے لہٰذا ان پر حق اللہ کا مقدم ہونا بھی واضح ہے اور جو حقوق دنیا کے لحاظ سے ہیں ان میں سب سے زیادہ حق ماں کا ہے لیکن غور کرنا چاہئے کہ اول حق سبحانہ نے تجھے اس کے پیٹ میں رکھ کر اس کو مثل اپنے مقروض کے بنایا (پھر اس کے جسم کے اندر تیری صورت بنائی اور اس کے حمل کے اندر تجھے آسائش اور اقتضاءات طبعی عطا کئے اور جب کہ اس نے تجھے اس کا جزو متصل دیکھا تو اپنی حکمت سے اس کو جدا کیا اور بہت سی تدبیریں اور حکمتیں کیں جن سے ماں کو تجھ پر مہربان کیا اس کے بعد ماں کا حق ثابت ہوا اس سے ظاہر ہوا کہ حق سبحانہ کا حق ماں کے حق سے مقدم ہے اور جب ماں کے حق سے مقدم ہے تو اوروں کے حق سے تو بالاولیٰ مقدم ہوگا پس جو شخص اس حق کا لحاظ نہ کرے جو سب سے مقدم ہے وہ گدھا اور احمق ہے وہ خدا ہی ہے جس نے ماں کو اس کے پستانوں کو اس کے دودھ کو پیدا کیا اور باپ کے ساتھ اس کو ہم صحبت کیا یہ امور خود بخود نہیں ہو گئے پھر اس کا حق مقدم کیوں نہ ہوگا جب کلام تقدم حق اللہ تک منجر ہوا تو اب مولانا بصورت مناجات حق سبحانہ کے حقوق ظاہر فرماتے ہیں جن سے مدعائے سابق کی تائید ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ اے اللہ تیرا حق مقدم کیوں نہ ہوگا تو مالک ہے تیرے احسانات قدیم ہیں اور جو اشیاء میرے علم کے احاطہ میں ہیں اور جو اس سے باہر ہیں سب تیری ہی ملک ہیں تو نے فرمایا ہے کہ ہمارے حق کو یاد کرو اس لئے کہ ہمارا حق پرانا نہیں ہو سکتا۔ اور پرانا ہو کر قابل نظر انداز کرنے کے نہیں ہو سکتا۔ نیز تو نے فرمایا ہے کہ ہماری اس عنایت کو یاد کرو جو ہم نے فلاں صبح کو تمہارے ساتھ کی تھی یعنی تم کو کشتی نوح میں محفوظ کیا تھا کیونکہ تمہارے اجداد کا محفوظ کرنا خود تمہارا محفوظ کرنا تھا اور میں نے تمہارے اصول اور تمہارے اجداد کو جس کی تم اولاد ہو اس وقت طوفان اور اسکی موج سے نجات دی تھی جب کہ آتش خصلت اور آگ کی طرح تباہ کن پانی کی موجیں زمین کو گھیرے ہوئے تھیں اور اس کی ایک ایک موج پہاڑ کی رفعت کی ہستی نہ سمجھتی تھی۔ میں نے ایسی حالت میں تم کو تمہارے داداؤں کے داداؤں کے اصلاب میں محفوظ رکھا اور تم کو ردنہ کیا جب کہ تم مجھے اس قدر عزیز ہو تو میں تم پر لات کیونکر مار سکتا ہوں اور تم کو تباہ کر کے اپنے کارخانہ کو کیونکر درہم برہم کر سکتا ہوں۔ جب میری یہ حالت ہے اور مجھے تم اس درجہ عزیز ہو اور میری شفقت تم پر اس درجہ مبذول ہے تو مجھے چھوڑ کر تم بے وفاؤں پر کیوں فدا ہوتے ہو اور فانیات میں کیوں منہمک ہوتے ہو اور مجھ سے بدگمان ہو کر اس طرف کیوں جاتے ہو۔ ارے بھلے مانسو مجھ پر بدگمانی کرتے ہو میں تو سہو سے بھی منزہ ہوں اور بیوفائیوں سے بھی پس تم میری طرف آؤ اور بدگمانی کو چھوڑو بیوفائی کا محل وہ لوگ ہیں جن کے سامنے تم جھکتے ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

باوجودیکہ وہ بھی تمہارے ہی مثل ہیں پس تم کو ان سے بدگمان ہونا چاہئے نہ کہ مجھ سے تم نے بڑے بڑے زبردست یار آشنا بنائے لیکن اگر میں تم سے پوچھوں کہ تمہارے یار کہاں ہیں تو تمہارے پاس بجز اس کے کچھ جواب نہ ہوگا کہ وہ چل بسے تمہارے جو نیک یار تھے وہ آسمان یعنی بہشت میں چلے گئے اور جو برے تھے وہ زمین کے نیچے دوزخ میں چلے گئے اور تم ادھر میں یوں ہی بے یار و مددگار رہ گئے جس طرح قافلہ کی آگ رہ جاتی ہے کیا یہ بیوفائی نہیں ہے ضرور ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے بہادر دوست تو اس کا دامن پکڑ جو بلندی و پستی سے منزہ ہے اور نہ تجھے چھوڑ کر عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اوپر جاتا ہے اور نہ قارون کی طرح زمین کے نیچے جاتا ہے بلکہ مکان اور لامکان ہر دو میں تیرے ساتھ رہتا ہے۔ یعنی تیرے جسم کے ساتھ بھی ہے جو مکانی ہے اور تیری روح کے ساتھ بھی ہے جو مکان سے منزہ ہے اور جب تم بالکل بے ٹھکانے ہو نہ تمہارے پاس مکان ہو نہ دوکان اور بالکل کس مپرسی کی حالت میں ہو اس وقت بھی تمہارے ساتھ ہے۔ برخلاف دنیاوی یاروں کے کہ وہ ایسی حالت میں بات بھی نہیں پوچھتے چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے۔

سیہ بختی میں انساں کا کوئی کب ساتھ دیتا ہے ۔۔۔ کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا رہتا ہے انساں سے

نیز اس میں اور دنیاوی یار دوستوں میں یہ بھی فرق ہے کہ دنیاوی یار دوست کدورتوں کو نظرانداز نہیں کرتے بلکہ صفا اور کدورت کی آمیزش ہو تب بھی وہ کدورت ہی کو پیش نظر رکھتے ہیں برخلاف حق سبحانہ کے کہ وہ کدورتوں سے صفا نکالتے ہیں یعنی کدورتوں کو صفا بناتے ہیں۔ **کما قال تبارک و تعالیٰ اولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات** نیز عام دوست جفاؤں کو نظرانداز نہیں کرتے اور حق سبحانہ تمہاری جفاؤں کو وفا سمجھتے ہیں اس لئے کہ ہم قصہ شبان کے متصل بتا چکے ہیں کہ تمہاری طاعات بھی گستاخیاں ہیں لیکن وہ بایں ہمہ اپنی رحمت سے ان کو قبول فرماتے ہیں اور طاعات میں محسوب فرماتے ہیں نیز جب تم کوئی تعدی کرتے ہو تو وہ اور دوستوں کی طرح تم کو چھوڑ نہیں دیتے بلکہ متنبہ فرماتے ہیں اور مشفقانہ سزا دیتے ہیں تاکہ تم نقصان سے کمال کی طرف ترقی کرو۔ مثلاً جب تم سے کوئی معمولی ترک ہوتا ہے تو تم پر قبض طاری ہوتا ہے یعنی ایک قسم کا ملال اور اضطراب تمہاری طبیعت میں پیدا ہوتا ہے پس یہ تنبیہ ہوتی ہے کہ خبردار پھر ایسی حرکت نہ کرنا اور اپنے پرانے عہد سے بال برابر نہ ہٹنا اور اس وقت سے پیشتر ہی اس کی تلافی کر لینا جبکہ یہ قبض زنجیر ہو جاوے اور بجائے دلگیر ہونے کے پاگیر ہو جاوے یہ جواب رنج معقول ہے وہ پھر محسوس ہو جائے گا اور آخرت میں یا دنیا میں بھی بشکل طوق و سلاسل ظاہر ہو گا۔ دیکھنا اس اشارہ کو معمولی نہ سمجھنا اس لئے کہ معاصی کے سبب جو قبض دل پر طاری ہوتے ہیں وہ ہی قبض موت کے بعد بشکل زنجیر ظاہر ہوتے ہیں چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ دنیا میں ہمارے ذکر سے اعراض کرتے ہیں ان کی زندگی کو ہم تنگ اور وبال جان کر دیتے ہیں (یعنی قبض باطنی کے ذریعہ سے) اور آخرت میں ان کو

www.besturdubooks.wordpress.com

اندھا اٹھاویں گے (اور ٹھکانہ ان کا دوزخ ہوگا جہاں وہ زنجیروں میں جکڑے جائیں گے) یہ مضمون اگر تمہاری سمجھ میں بخوبی نہ آیا ہو تو ہم ایک محسوس مثال سے سمجھاتے ہیں تاکہ تم اچھی طرح سمجھ جاؤ کہ قبض کے آخرت میں زنجیر ہونے کا کیا مطلب ہے مثلاً جب آدمی لوگوں کا مال ابتداً چراتا ہے تو اس کے دل میں قبض اور تنگی کی خلش ہوتی ہے وہ اپنے دل میں کہتا ہے کہ کیا بات ہے مجھے پریشانی کیوں ہے اس سے کوئی کہے کہ یہ پریشانی اس مظلوم کی پریشانی کا عکس ہے جس کو تو نے رولایا ہے لیکن جب وہ اس قبض کو نظر انداز کر دیتا ہے اور اس کے اصرار کی ہوا اس کی آگ کو بھڑکاتی ہے یعنی وہ اس فعل شنیع سے باز نہیں آتا تو لامحالہ وہ قبض قبضہ پولیس ہو جاتا ہے اور پکڑا جاتا ہے اس وقت وہ قبض غیر محسوس محسوس ہو جاتا ہے اور شہرۂ عالم بن جاتا ہے وہی قبض جیل خانہ اور شکنجوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے بات یہ ہے کہ قبض دل بمنزلہ جڑ کے ہے اور جیل خانہ وغیرہ بمنزلہ اس کی شاخوں کے اور جڑ سے شاخیں نکلتی ہیں پس جس طرح پہلے جڑ پوشیدہ ہوتی ہے پھر شاخ نکل کر ظاہر ہو جاتی ہے یوں ہی قبض وبسط باطنی کو بھی سمجھو پس جس طرح باغ میں کوئی خراب جڑ موجود ہو تو اس کا اکھاڑنا ضروری ہوتا ہے تاکہ چمن میں خار نہ پیدا ہو جائیں یوں ہی جب تم قبض باطنی دیکھو تو اس کے اکھاڑنے کی کوشش کرو اس لئے کہ یہ جڑ ہے دیگر مفاسد کی حتیٰ کہ بعض اوقات کفر تک نوبت پہنچا دیتا ہے۔ اور وہ شاخیں ہیں اس جڑ کی شاخیں جڑ ہی سے پھوٹتی ہیں پس اگر تم جڑ ہی کو اکھاڑ دو گے تو ان شاخوں کے شر سے بھی محفوظ رہو گے ورنہ مصیبت میں گرفتار ہو گے اور جب بسط دیکھو تو اس کو سینچو اور ترقی دو اور جب اس میں میوے نکلیں یعنی اس پر ثمرات باطنی مرتب ہوں تو ان میں سے اپنے یار دوستوں کو بھی دو اچھا اب لوٹنا چاہئے اور قصہ اہل سبا بیان کرنا چاہئے تاکہ میں بھی داد دوں اہل سبا حکما لونڈے اور ناتجربہ کار تھے۔ ان کا کام منعموں کی نعمتوں کی ناشکری کرنا تھا۔ اب میں ناشکری کی حقیقت تم کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں۔ مثلاً یہ کہ کوئی شخص تجھ پر کوئی انعام کرے تو تو اس محسن کی مزاحمت کرے اور کہے کہ مجھے اس نعمت کی ضرورت نہیں آپ تکلیف نہ کیجئے مجھے اس سے تکلیف ہوتی ہے براہ مہربانی اس نوازش کو دور ہی رکھئے مجھے آنکھ کی ضرورت نہیں آپ مجھے اندھا کر دیجئے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ اہل سبا کی بالکل یہی حالت تھی کہ حق سبحانہ نے ان پر انعامات کو بارش کی طرح برسایا تھا اور خوب دولت دی تھی ملک کو آرائش سے بہشت بنا دیا تھا لیکن ان ناشکروں نے یہ کیا کہ دعا کی کہ اے اللہ جماعتوں اور بستیوں کو دور دور کر دے ہماری اس زینت سے ہمارے لئے وہ برائی ہی اچھی ہے نہ ہم کو قصر وایوان درکار ہیں نہ اچھا زمانہ نہ امن چین نہ فراغت واطمینان۔ رے شہر بہت قریب قریب ہیں یہ ہم کو اچھے نہیں معلوم ہوتے ہم کو تو وہ جنگل اچھے معلوم ہوتے ہیں جہاں درندے رہتے ہوں اب مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کی بھی عجب حالت ہے کہ گرمی میں جاڑے کی درخواست کرتا ہے اور جب جاڑا آتا ہے تو اس کو ناپسند کرتا ہے اور گرمی چاہتا ہے لہٰذا وہ کسی حال میں بھی خوش نہیں رہتا نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تنگی ہی سے خوش ہوتا ہے نہ بے حد خوش عیشی سے پس غارت ہو یہ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے جب اس کو ہدایت پہنچتی ہے تو اس کو بھی ناپسند کرتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ انسان کی اس ناشکری کا منشا کون ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ حرکات نفس کے ہیں لہٰذا وہ قابل گردن زدنی ہے اسی بناء پر حق سبحانہ نے ایک جگہ قتل الانسان ما اکفرہ فرما کر دوسری جگہ اس کے اقتلوا انفسکم سے تفسیر فرمائی ہے۔ نفس کی حالت بالکل ایسی ہے جیسے خارسہ پہلو (گوکھرو) کہ اسے جس پہلو سے رکھو اسی پہلو سے چبھے گا اور تم اس کے زخم سے بچ نہیں سکتے۔ اب تمہارا فرض ہے کہ اس خار کو آگ لگاؤ یعنی اس کے مقتضیات کو چھوڑ دو اور بہتر مصاحب (روح یا حق سبحانہ یا مرشد کامل) کو پکڑو غرض جب اہل سبا نے اپنی اس درخواست کو حد سے بڑھایا اور کہا کہ ہم کو وباصبا سے اچھی معلوم ہوتی ہے تو نصیحت گروں (انبیاء) نے ان کو نصیحتیں کیں اور ان کو اس کفر و فسوق سے روکا اس پر وہ ان کے خون کے پیاسے ہو گئے اور کفر و فسق حقیقی کا بیج بونے لگے بات یہ ہے کہ تقدیر الٰہی کے سامنے کسی کی پیش نہیں چلتی آدمی کی نظر میں اشیاء برعکس دکھلائی دیتی ہیں دنیا نہایت فراخ ہے مگر اسے تنگ نظر آتی ہے اور حلوا کھاتے منہ دکھتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ جب قضا آتی ہے تو میدان آدمی پر تنگ ہو جاتا ہے اور آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں اور آنکھوں پر پٹی بندھ جاتی ہے حتیٰ کہ آنکھ کو سرمہ سی مفید چیز دکھلائی نہیں دیتی بلکہ خاک دکھلائی دیتی ہے۔

شرح شبیری

مکر آں فارس چو انگیزید گرد	آں غبارت ز استعانت دور کرد
اس شہسوار (اللہ) کی تدبیر نے جب گرد اڑائی	(اور) اس غبار نے تجھے مدد حاصل کرنے سے دور کر دیا

یعنی اس سوار کے مکر نے جب کہ گرد اٹھائی تو اس غبار نے تجھے استعانت (بالفارس) سے دور کر دیا فارس سے مراد حق سبحانہ تعالیٰ ہیں اور گرد سے مراد اسباب ظاہر ہیں مطلب یہ ہوا کہ جس طرح کہ سوار گرد میں پوشیدہ ہو جاتا ہے اسی طرح افعال حق ان اسباب ظاہر میں مخفی ہیں کہ ان اسباب پر تو نظر ہے مگر حق تعالیٰ پر نظر نہیں جس طرح کہ وہاں گرد تو نظر آتی ہے اور سوار کا پتہ نہیں اب جو لوگ کہ اسباب کو فاعل سمجھ کر ان کے دفعیہ کے درپے ہوتے ہیں ان کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی اس گرد کے سامنے ہاتھ جوڑے کہ مجھے سم اسپ سے محفوظ رکھنا بھلا بتاؤ وہ کیا محفوظ کر سکتی ہے بس اس کا علاج تو یہی ہے کہ خود فاعل حقیقی حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

سوئے فارس رو مرو سوئے غبار	ورنہ بر تو کوبد آں مکر سوار
شہسوار کی طرف جا غبار کی جانب نہ جا	ورنہ سوار کا پاؤں تجھے کچل دے گا

یعنی سوار کی طرف جا اور غبار کی طرف مت جا ورنہ وہ مکر سوار تجھے کوٹے گا مطلب یہ ہے کہ ان اسباب ظاہر

www.besturdubooks.wordpress.com

پر نظر مت کرو بلکہ حق سبحانہ تعالیٰ پر ہی نظر کرو ورنہ اگر تم نے اسباب پر نظر کی تو یاد رکھو کہ غیرت حق جوش میں آوے گی اور تم سے انتقام لے گی پھر بتاؤ کہ کیا علاج ہے۔

گفت حق آں را کہ ایں گرگش بخورد	دید گرد گرگ چوں زاری نکرد
جس کو اس بھیڑیے نے کھا لیا اس کو خدا نے فرمایا	جب اس بھیڑیے کی گرد دیکھی فریاد کیوں نہ کی

یعنی حق تعالیٰ نے اس شخص کو فرمایا کہ جس کو اس گرگ (قضا) نے کھا لیا کہ اس نے گرد گرگ کو دیکھا تو زاری کیوں نہیں کی۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب اسباب قضا و بلا دیکھے تھے تو اس وقت دعا کیوں نہ کی تا کہ ان سب کے آسیب سے چھوٹ جاتے اور ارشاد ہے کہ

او نمی دانست گرد گرگ را	با چنیں دانش چرا کرد او چرا
وہ بھیڑیے کے غبار کو نہ پہچان سکا	اس قدر عقل کے ہوتے ہوئے وہ کیوں چرتا رہا

یعنی کیا وہ گرد گرگ کو نہ جانتا تھا پھر باوجود اس عقل کے کیوں اس نے اس جگہ چراگاہ بنائی مطلب یہ کہ کیا اس کو آثار قضا معلوم نہ تھے۔ استفہام انکاری یعنی معلوم تھے جب معلوم تھے تو پھر ان سے بچنے کی کیوں کوشش نہیں کی اور اس سے بچنا وہی حضرت حق سے دعا کرنا ہے کہ لایرد القضاء الا الدعاء آگے فرماتے ہیں کہ مگوائے ھم کالانعام بل ھم اضل یہ لوگ تو جانوروں سے بھی بدتر اور گئی گزری حالت میں ہیں اس لئے کہ۔

گوسفنداں بوئے گرگ باگزند	می بدانند و بہر سوی خزند
بکریاں، تکلیف رساں' بھیڑیے کی بو	پہچان لیتی ہیں اور ہر جانب گھس جاتی ہیں

یعنی بکریاں اس باگزند گرگ کی بو پالیتی ہیں اور ہر طرف چھپنے لگتی ہیں۔

مغز حیوانات بوئے شیر را	می بداند ترک می گیرد چرا
حیوانات کا دماغ شیر کی بو کو	جانتا ہے چراگاہ چھوڑ دیتا ہے

یعنی حیوانات کا مغز شیر کی بو کو جان لیتا ہے تو چراگاہ کو چھوڑ دیتا ہے اور (چھپ جاتا ہے) تو دیکھو ان سب نے آثار سے معلوم کر لیا لہذا آثار ہی سے تم بھی قضا کو معلوم کر کے تضرع و زاری کیا کرو کہ یہ فائدہ ہوگا کہ اگر وہ لوٹے گی نہیں تو اس کے ضرر سے تو بچ جاؤ گے مثلاً قضا میں موت ہے اور تم کو آثار سے معلوم ہو گیا تو اس کے لئے حق تعالیٰ سے دعا کرو تا کہ اس کے مضارع سے بچ جاؤ مثلاً یہ کہ ایمان پر خاتمہ ہو اور بہت سے امور ایسے ہیں جو مضر ہیں حق تعالیٰ ان سب سے بچا دیں گے۔

بوئے شیر خشم دیدی باز گرد	با مناجات و حذر انباز گرد
(اللہ کے) غصہ کے شیر کی بو تو نے سونگھ لی واپس ہو جا	دعا اور بچاؤ کا ساتھی بن جا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تم نے خشم حق کی شیر کی بو معلوم کر لی ہے تو اب واپس ہو اور پرہیز کے ساتھ شریک ہو جاؤ مطلب یہ کہ تم کو آثار خشم حق کے معلوم ہوئے ہیں تو اب دعا کرو کہ اس کے مضاء سے بچ جاؤ گے آگے فرماتے ہیں کہ۔

وانگشتند آں گروہ از گرد گرگ	گرگ محنت بعد گرد آمد سترگ
وہ لوگ بھیڑیے کی گرد کی وجہ سے نہ لوٹے	گرد کے بعد محنت کا موٹا بھیڑیا آگیا

یعنی اس گروہ (سبا) نے گرد گرگ سے احتیاط نہ کی تو گرگ مصیبت گرد کے بعد بہت بڑا ظاہر ہوا مطلب یہ کہ جب آثار قہر حق کے دیکھے تو ان سے پناہ نہیں چاہی اور دعا نہیں کی نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر بلائیں سخت سے سخت نازل ہوئیں اس لئے کہ ان آثار کے بعد تو بلائیں ہی تھیں جب آثار دیکھ کر ان کا دفعیہ نہ کیا تو نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ساری بلائیں سر پر ٹوٹ پڑیں پس جب بلائیں آئیں تو انہوں نے یہ کیا کہ۔

بر درید آں گوسفنداں را بخشم	کہ ز چوپان خرد بستند چشم
اس نے غصہ سے ان بکریوں کو پھاڑ ڈالا	جنہوں نے عقل کے گڈریے سے آنکھیں بند کر لی تھیں

یعنی ان بکریوں کو غصہ میں آکر پھاڑ ڈالا جنہوں نے کہ عقل کے چرواہے سے آنکھیں بند کر رکھی تھیں مطلب یہ کہ ان بلاؤں نے جو کہ مشابہ گرگ کے تھیں ان لوگوں کو ہلاک کر دیا جو کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے احکام کی نافرمانی کرتے تھے چوپان سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں۔

چند چوپاں شاں بخواند و نامدند	خاک غم در چشم چوپاں میزدند
گڈریے نے ان کو بہت بلایا وہ نہ آئے	گڈریے کی آنکھ میں غم کی دھول جھونک دی

یعنی کتنے ہی چرواہوں (انبیا) نے ان کو بلایا مگر وہ نہ آئے (بلکہ) غم کی خاک ان (انبیاء) کی آنکھوں میں جھونکتے تھے یعنی ان کو ستاتے تھے اور ایذا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ۔

کہ بروما خود ز تو چوپاں تریم	چوں تبع گردیم ہر یک سروریم
کہ جا ہم تجھ سے زیادہ اپنے رکھوالے ہیں	ہم تابع کیسے بن جائیں ہم میں سے ہر ایک سردار ہے

یعنی کہ جاؤ ہم تم سے زیادہ خود ہوشیار ہیں اور ہم تابع کیوں بنیں ہم تو خود سب سردار ہیں اور گویا کہ بزبان حال یہ کہتے تھے کہ۔

طعمۂ گرگیم و آن یار نے	ہیزم ناریم و آن عار نے
ہمیں بھیڑیے کا لقمہ بننا (منظور) ہے دوست کی ملک ہونا نہیں	ہم آگ کے ایندھن ہیں ذلت کے مملوک نہیں ہیں

یعنی ہم طعمۂ گرگ ہیں اور یار کی ملک نہیں ہیں اور جہنم کے ایندھن ہیں مگر آن عار نہیں ہیں۔ مطلب یہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ ان کی حالت ایسی تھی گویا کہ وہ یوں کہہ رہے تھے کہ ہم کو طعمۂ گرگ بننا منظور ہے مگر کسی کے تابع نہ ہوں گے اور جہنم میں جلنا منظور ہے۔ (نعوذ باللہ) مگر عار تابعیت کو برداشت نہ کریں گے اور بلکہ یہ تو بعض نے خود کہہ بھی دیا ہے خود ابو طالب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کی ہے تو کہا تھا اگر مجھے اس کا خوف نہ ہوتا کہ قریش کی بوڑھیاں مجھ پر طعن کریں گی تو میں آپ کا دل مسلمان ہو کر ضرور ٹھنڈا کر دیتا لیکن مجھے بعد مرنے کے بوڑھیاں قریش کی طعن کریں گی کہ جہنم سے ڈر گیا اس لئے مسلمان نہیں ہو سکتا (نعوذ باللہ) اب دیکھ لیں وہ تو جو بزرگوں سے محبت کرنے پر گھمنڈ کرتے ہیں کہ دیکھو دونوں جانب سے کس قدر محبت تھی کہ ایک دوسرے کے دلدادہ تھے مگر بتاؤ وہ کیا کام آئی کافر ہی مرے اور ارشاد ہوا کہ انک لاتھدی من اجبت ولکن اللہ یھدی من یشاء یعنی جس کو آپ چاہیں ہدایت پر نہیں لا سکتے بلکہ جس کو خدا چاہے ہدایت دے خدا کے لئے اس فخر نسب کو ترک کر و حدیث و قرآن کو دیکھو خوب کہا ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ

حمیتے بد جاہلیت در دماغ	بانگ شومی بر دہن شاں کرد زاغ
حمیت دماغ میں ایک جاہلیت تھی	ان کی کوڑی پر کوے نے بدبختی کی آواز لگائی

یعنی ایک حمیت بد جاہلیت کی ان کے دماغ میں تھی (گویا کہ) نحوست کی آواز ان کے منہ پر کوا کر رہا ہے یعنی وہ اس طرح باتیں کرتے تھے گویا کہ کوا ان کے منہ پر بول رہا ہے چونکہ کوے کو منحوس خیال کرتے ہیں لہذا اس کی نحوست کو ثابت کرتے ہیں۔

بہر مظلوماں ہمی کندند چاہ	درچہ افتادند و می گفتند آہ
انہوں نے مظلوموں کے لئے کنواں کھودا	وہ کنویں میں گرے اور آہیں بھریں

یعنی مظلوموں کے لئے کنواں کھودر ہے تھے تو کنویں میں خود ہی گر گئے اور افسوس کرتے تھے۔

پوستین یوسفاں بشگافتند	انچہ می کردند یک یک یافتند
انہوں نے یوسفوں کی پوستینیں پھاڑیں	انہوں نے جو کچھ کیا ایک ایک (کا بدلہ) پایا

یعنی یوسفوں کے پوستین کو پھاڑتے تھے اور جو کچھ کرتے تھے اس کو ایک ایک کر کے پاتے تھے مطلب یہ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو ستاتے تھے اور ان کے بدلے ایک ایک کر کے پاتے تھے یہاں بعض نااہلوں کو بے فکری ہوئی کہ بس آج کل انبیا تو ہیں ہی نہیں لہذا ان کے ستانے سے تو چھوٹ گئے اور ان میں سے بعض اولیاء اللہ کے بھی معتقد ہیں وہ تو بالکل ہی بے فکر ہو گئے کہ یہ وعید بس ہم پر تو ہو ہی نہیں سکتی اس لئے کہ ہم تو کسی کو ستاتے ہی نہیں ایسے لوگوں کو جواب فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کیست یوسف آں دل حق جوئے تو	چوں اسیرے بستہ اندر کوئے تو
یوسف کون ہے؟ تیرا حق کا جویاں دل	جو قیدی کی طرح تیرے کوچہ میں بندھا ہوا ہے

یعنی یوسف کون ہے وہ تیرا قلب حق کا تلاش کرنے والا جو کہ قیدی کی طرح تیرے کوچہ میں بندہ رہا ہے مطلب یہ ہے کہ تمہارا قلب جو کہ اصل فطرت سے حق جو ہے وہ یوسف کی طرح ہے تم نے اس کو جو نفس کا مغلوب کر رکھا ہے اور شہوات میں اس کو مبتلا کر رکھا ہے یہی ایذاء دہی یوسف کی ہے تو اب تم بھی نہ چھوٹے اور فرماتے ہیں کہ۔

جبرئیلے را براستن بستۂ	پروبالش را بصد جا خستۂ
تو نے جبرئیل کو ستون سے باندھا ہے	اس کے بال و پر کو تو نے سینکڑوں جگہ سے زخمی کر دیا ہے

یعنی ایک جبرئیل کو تم نے ستون سے باندھ رکھا ہے اور اس کے پر و بال کو سو جگہ سے زخمی کر رکھا ہے مطلب یہ کہ وہ قلب جو کہ اصل فطرت کے اعتبار سے جبرئیل جیسا پاک صاف ہے اس کو تم نے نفس کی قید میں ڈال رکھا ہے اور اس کے ملکات حسنہ کو جن سے کہ عروج الی الحق ہوتا تم نے بالکل خراب اور کمزور کر رکھا ہے۔

پیش او گو سالہ بریاں آوری	گہ کشی او را بگہداں آوری
تو اس کے سامنے بھنا ہوا بچھڑا لاتا ہے	کبھی اس کو کھینچتا ہے اور چہ کے پاس لاتا ہے

یعنی اس کے سامنے بھنا ہوا بچھڑا لاتے ہو اور کبھی خود اس کو کھینچ کر بیت الخلاء میں لے جاتے ہو گو سالہ اور گہدان سے مراد لذات و ملکات سیئہ ہیں چونکہ ان میں بھی تفاوت ہوتا ہے کوئی کم برا اور کوئی زیادہ لہٰذا ایک کو گو سالہ سے اور دوسرے کو گہدان سے تشبیہ دی یعنی بعض مرتبہ تو اس کو لذات میں مبتلا کرتے ہو اور کبھی اس کو معاصی میں جھونکتے ہو اور بزبان حال اس سے کہتے ہو۔

کہ بخور اینست ما را لوت و پوت	نیست او را جز لقاء اللہ قوت
کہ کھا لے یہ ہماری لذیذ غذا ہے	(حالانکہ) اس کی غذا سوائے اللہ کی ملاقات کے کچھ نہیں ہے

یعنی کہ کہا کہ ہماری تو یہی غذا ہے (مولانا فرماتے ہیں کہ) اس کی تو سوائے لقاء اللہ اور کوئی غذا ہی نہیں۔

زیں شکنجہ و امتحاں آں مبتلا	می کند از تو شکایت باخدا
وہ مصیبت زدہ اس شکنجہ اور امتحان کی وجہ سے	خدا سے تیری شکایت کرتا ہے

یعنی اس شکنجہ اور مصیبت سے وہ مبتلا تیری شکایت خدا سے کرتا ہے کہ۔

کائے خدا افغاں ازیں گرگ کہن	گویدش نک وقت آمد صبر کن
کہ اے خدا اس بوڑھے بھیڑیے سے فریاد ہے	وہ اس سے کہتا ہے اب وقت آ گیا ہے صبر کر

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے خدا اس پرانے گرگ سے فریاد ہے تو حق تعالیٰ اس سے فرماتے ہیں کہ اب وقت آتا ہے صبر کر۔

داد تو وا خواہم از ہر بے خبر	داد کہ دہد جز خدائے دادگر
میں ہر جاہل سے تیرا بدلہ لے لوں گا	سوائے منصف خدا کے انصاف کون کرتا ہے

یعنی ارشاد ہوتا ہے) میں تیرا انصاف ہر بے خبر سے لوں گا (مولانا فرماتے ہیں کہ) انصاف سوائے خدائے دادگر کے اور کون دے گا۔

او ہمی گوید کہ صبرم شد فنا	در فراق روئے تو یاربنا
وہ کہتا ہے کہ میرا صبر فنا ہو گیا	اے ہمارے رب تیرے چہرے کے فراق میں

یعنی وہ قلب یہ کہتا ہے کہ اے اللہ تیرے رو کے فراق میں میرا صبر جاتا رہا یعنی صبر نہیں ہوسکتا۔

احمدم درماندہ در دست یہود	صالحم افتادہ در حبس ثمود
میں احمدؐ ہوں جو یہود کے ہاتھ میں پھنسا ہوں	میں صالحؑ ہوں جو ثمود کی قید میں پڑا ہوں

یعنی میں (مثل) احمد (کے) ہوں جو کہ یہود کے قبضہ میں رہا ہوا ہے اور میں (مثل) صالح (کے) ہوں کہ ثمود کے قید میں پڑا ہوا ہوں یعنی میں تو جو فطرت اصلی کے اعتبار سے مثل احمد اور صالح کے ہوں ان نفس و شیطان کے قبضہ میں پھنس گیا ہوں اس سے چھڑائیے اور دعا کرتا ہے کہ۔

اے سعادت بخش جان انبیاؑ	یا بکش یا باز خوانم یا بیا
اے انبیاء کی جان کو سعادت بخشنے والے	یا مار ڈال یا مجھے واپس بلا لے یا تو آ جا

یعنی اے ذات جو کہ انبیاؑ کی جان بخش ہے یا تو مجھے مار ڈال یا بلا لے یا خود آ جا۔ اس لئے کہ

با فراقت کافراں را تاب نیست	کایں فراق اندر خور اصحاب نیست
تیرے فراق کی کافروں میں بھی تاب نہیں ہے	یہ فراق دوستوں کے لائق نہیں ہے

یعنی آپ کے فراق کی تو کافروں کو بھی تاب نہیں ہے اور یہ فراق اصحاب کے تو لائق ہے ہی نہیں اس لئے کہ کفار کو جو جہنم میں عذاب ہوگا تو اصل عذاب تو خشم حق ہی ہے کہ اسی کی وجہ سے ان کو عذاب محسوس ہوگا ورنہ جہنم میں جو فرشتے ہیں ان کو بھی عذاب ہونا چاہئے۔ لیکن چونکہ ان کو دولت رضاء حق حاصل ہوگی لہذا ان کو وہ نار جہنم عذاب نہ معلوم ہوگی بلکہ وہ ان کے لئے رحمت ہو جاوے گی تو جب کفار کو بھی آپ کے عذاب کی تاب نہیں تو بھلا دوست تو کیا صبر کر سکتے ہیں۔

کافراں گویند در وقت عذاب	ہر یکے یا لیتنی کنت تراب
عذاب کے وقت کافر کہیں گے	ہر ایک کاش میں مٹی ہوتا

یعنی عذاب کے وقت ہر ایک کافر کہے گا کہ یالیتنی کنت ترابا تو مٹی ہونے کی جو تمنا ہوگی اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان کو رضا حق حاصل نہ ہوگی۔

حال او اینست کو خود زاں سوست	چوں بود بے تو کسے کان توست
جو اس جانب کا ہے اس کا یہ حال ہے	تیرے بغیر اس کا کیا حال ہوگا جو تیرا ہے

یعنی جو کہ اس طرف کے لوگ ہیں ان کا یہ حال ہے تو جو کہ خود تیرے ہیں وہ بے تیرے کیسے رہ سکتے ہیں جب قلب یہ عرض کرتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے کہ۔

حق ہمی گوید کہ آرے اے نزہ	لیک بشنو صبر آور صبر بہ
اللہ فرماتا ہے کہ ہاں اے پاک نسل	لیکن سن صبر کر صبر اچھا ہے

یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے نزہ ہاں ٹھیک ہے لیکن سن صبر کر اس لئے کہ صبر بہت اچھا ہے۔

صبح نزدیک است خامش دم مزن	کاندر آمد وقت بیروں آمدن
صبح قریب ہے چپ ہو جا سانس نہ لے	کہ باہر نکلنے کا وقت آ پہنچا ہے

یعنی صبح نزدیک ہے خاموش رہ بول مت اس لئے کہ باہر آنے کا وقت قریب آ گیا یعنی نجات کا وقت قریب ہے۔

صبح نزدیک ست خامش کم خروش	من ہمی کوشم پئے تو تو مکوش
صبح نزدیک ہے چپ ہو جا شور نہ کر	میں تیرے لئے کوشاں ہوں تو کوشش نہ کر

یعنی اب ان کو مصیبت پہنچتی ہے تو خروش مت کر میں تیرے لئے کوشش کرتا ہوں تو کوشش مت کر۔

کوشش من بہ کہ کوششہائے تو	داروئے تلخم بہ از حلوائے تو
تیری کوششوں سے میری کوشش بہتر ہے	تیرے حلوے سے میری کڑوی دوا بہتر ہے

یعنی میری کوشش بہتر ہے تیری کوششوں سے اور میری تلخ دوا تیرے حلوے سے بہتر ہے داروئے تلخ سے مراد وہ حکم صبر ہے اور حلوہ سے مراد آرزو جلد نجات ہونے کی ہے مطلب یہ کہ جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کر اگرچہ کچھ ناگواری ہو۔

ہیں تحمل کن بروخاموش شو	کمترک جنباں زباں روگوش شو
ہاں برداشت کر جا چپ ہو جا	زبان نہ چلا جا کان بن جا

یعنی کہ تحمل کر اور جا خاموش رہ اور زبان کو کم ہلا (ہمہ تن) گوش رہ یعنی بس سن کر تحمل کر واپنی رائے کو دخل مت دے مولانا نے یہاں جو اس مکالمہ کو بیان کیا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ نفس و قلب دونوں کے مقتضیات کو بیان کیا جاوے کہ اس کے مقتضیات یہ ہیں اور اس کے یہ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شد ز حد ہیں باز گرد اے یار گرد	روستائی خواجہ را در خانہ برد
(بات) حد سے گزر گئی اے بہادر یار! واپس چل	دیہاتی خواجہ کو گھر لے گیا

یعنی یہ باتیں حد سے گزر گئیں اب اے یار گرد واپس ہو کہ روستائی خواجہ کو گھر لے گیا مطلب یہ کہ ان کا قصہ بیان کرو۔

قصہٗ اہل سبا یک گوشہ نہ	آں بگوکاں خواجہ چوں آمد بدہ
سبا والوں کا قصہ ایک طرف رکھ دے	وہ بتا خواجہ کس طرح گاؤں میں آیا

یعنی اہل سبا کا قصہ ایک کونہ میں رکھو اور اس کو بیان کرو کہ وہ خواجہ گاؤں میں کس طرح آیا۔

بقیہ قصہ رفتن خواجہ بدعوت روستائی

خواجہ کے دیہاتی کی دعوت کیلئے گاؤں میں جانے کے قصہ کا بقیہ

روستائی در تملق شیوہ کرد	تا کہ حزم خواجہ را کالیوہ کرد
دیہاتی نے خوشامد کا ایسا طریقہ اختیار کیا	کہ خواجہ کی ہوشیاری کو دیوانہ بنا دیا

یعنی دیہاتی نے خوشامد کی عادت کر لی یہاں تک کہ خواجہ کی ہوشیاری کو غارت کر دیا۔

از پیام اندر پیام او خیرہ شد	تاز لال حزم خواجہ تیرہ شد
وہ پیغام در پیغام سے حیران ہو گیا	یہاں تک کہ خواجہ کی احتیاط کا صاف پانی گدلا ہو گیا

یعنی وہ خواجہ پیام پر پیام سے متحیر ہو گیا یہاں تک کہ اس کی ہوشیاری کا آب صاف تاریک ہو گیا۔

ہم ازینجا کود کانش در پسند	نرتع و نلعب بشادی میزدند
ساتھ ہی ادھر سے اس کے بچے خوشی میں	ہم کھائیں گے ہم کھیلیں گے" کا شادیانہ بجاتے تھے

یعنی (یہیں گھر ہی) سے اس کے لڑکے خوشی میں نرتع ونلعب خوشی سے کر رہے تھے یعنی انہوں نے گھر ہی سے غل مچایا کہ ہم گاؤں میں جائیں گے وہ خوب خوش تھے۔

ہمچو یوسف کش بہ تقدیر عجب	نرتع ونلعب بہ برد از ظل اب
(حضرت) یوسفؑ کی طرح جن کو عجیب تقدیر کی وجہ سے	ہم کھائیں گے ہم کھیلیں گے نے باپ کے سایہ سے محروم کر دیا

یعنی یوسف علیہ السلام کی طرح ان کو تقدیر عجیب نرتع ونلعب ہی سے ظل اب سے لے گئی یعنی اس کھیل کود ہی کے لئے وہ گئے تھے جو مصیبت میں پڑے تھے اسی طرح یہ حضرات چلے ہیں مولانا فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آں نہ بازی بلکہ جاں بازیست آں	حیلہ و مکرو دغا سازیست آں
یہ کھیل نہیں ہے بلکہ جان پر کھیلنا ہے	یہ حیلہ اور مکر اور دغا بازی ہے

یعنی یہ کھیل نہیں ہے بلکہ جاں بازی ہے اور حیلہ اور مکرو دغا بازی ہے۔

ہر چہ از یارت جدا اندازد آں	مشنو آنرا کاں زیاں دارد زیاں
جو تجھے دوست سے دور پھینک دے	اس کو نہ سن کیونکہ بربادی ہے بربادی

یعنی جو شے تجھے تیرے دوست سے جدا کردے اس کو مت سنو اس لئے کہ وہ نقصان دہ ہے۔

گر بود آں سود صد در صد مگیر	بہر زر مگسل زگنجور اے فقیر
اگر وہ ہزاروں کا فائدہ ہو تب بھی نہ لے	اے فقیر! سونے کے لئے خزانچی سے تعلق نہ توڑ

یعنی اگر چہ وہ صد در صد بھی سود ہووے تو اسے مت لو اور تھوڑے سے سونے کے لئے خزانہ سے قطع تعلق مت کرو۔

ایں شنو کہ چند یزداں زجر کرد	گفت اصحاب نبی را گرم وسرد
یہ سنو کہ اللہ نے کس قدر ملامت کی	نبیؐ کے ساتھیوں کو برا بھلا کہا

یعنی یہ سنو کہ کتنا حق تعالیٰ نے زجر فرمایا اور اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا گرم وسرد کہا اشارہ ہے اس قصہ کی طرف جو کہ قرآن شریف میں سورۂ جمعہ میں مذکور ہے کہ۔ یاایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ الخ تو دیکھو یہ لوگ حضور کو چھوڑ کر جو دنیا کی طرف گئے تھے اس پر عتاب ہوا تھا آگے خود بیان فرماتے ہیں کہ۔

زانکہ بربانگ دہل درسال تنگ	جمعہ را کردند باطل بے درنگ
کیونکہ تنگی کے ایک سال میں نقارے کی آواز پر	بلاتوقف انہوں نے جمعہ کی نماز توڑ دی

یعنی اس لئے (زجر ہوا تھا) کہ ڈھول کی آواز پر تنگسالی میں انہوں نے جمعہ کو بے خوف ضائع کردیا جمعہ کو ترک سے مراد خطبہ کا ترک ہے اس لئے کہ یہی ہوا تھا مگر چونکہ وہ بھی ایک جزو جمعہ ہے تو اس کو ترک کرنا گویا کہ جمعہ کو ترک کرنا ہے اور یہ اس لئے ہوا تھا کہ عرب میں اناج تھا نہیں قحط ہو رہا تھا تو شام سے اناج آ گیا تھا جب صحابہ کو اطلاع ہوئی تو سب چلے گئے کہ کہیں یہاں کے سوداگر خرید کر مہنگا نہ کردیں اس لئے جلدی سے لینا چاہا تھا اور حضور کے پاس صرف بارہ تیرہ آدمی رہ گئے تھے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

تا نباید دیگراں ارزاں خرند	زاں جلب صرفہ زما ایشاں برند
تاکہ ایسا نہ ہو کہ دوسرے سستا خرید لیں	اس سودے کا فائدہ وہ ہم سے زیادہ اٹھا لیں

یعنی تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسرے لوگ ارزاں خرید لیں اور اس لے لینے کی وجہ سے نفع ہم سے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس غرضکہ بہت لوگ چلے گئے۔

ماند پیغمبر بخلوت در نماز	بادو سہ درویش ثابت بر نیاز
پیغمبر نماز میں اکیلے رہ گئے	ان دو تین غریبوں کے ساتھ جو عاجزی پر قائم رہے

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو تین آدمیوں کے ساتھ تنہا نماز میں رہ گئے مراد قلیل ہے ورنہ بارہ تیرہ آدمی باقی رہے تھے۔

کوفت طبل لہو بازر گانئے	چوں تاں ہبرید از ربانئے
ایک تاجر نے تفریح کا نقارہ بجایا	تم کیوں ربانی (رسول) سے کٹے

یعنی ایک سوداگر نے طبل لہو بجایا تو اس نے تم کو ایک اللہ والے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح قطع کر دیا جیسا کہ ارشاد ہے واذا راو تجارۃ او لھوان انفضوا الیھا و ترکوک قائما

قد فضضتم نحو قمح ھائما	ثم خلیتم نبیا قائما
تم لوٹ پڑے گیہوں کی جانب دیوانہ وار	پھر تم نے نبی کو کھڑا چھوڑ دیا

یعنی تم گیہوں کی طرف گھبرا کر چلے گئے اور نبی علیہ السلام کو کھڑا ہوا چھوڑ دیا۔

بہر گندم تخم باطل کاشتید	واں رسول حق را بگذاشتید
گیہوں کے لئے تم نے باطل کا بیج بویا	اور اس خدا کے رسول کو چھوڑ دیا

یعنی گیہوں کے لئے تخم باطل بویا اور اس رسول حق کو چھوڑ گئے۔

صحبت او خیر من لہواست و مال	ہیں کرا بگذاشتے چشمے بمال
اس کی صحبت مال اور کھیل کود سے بہتر ہے	خبردار کس کو چھوڑا ہے آنکھ مل

یعنی آپ کی صحبت تو لہو و مال سے بہتر ہے ارے دیکھ تو تو نے کس کو چھوڑا ہے ذرا آنکھ مل

خود نشد حرص شمارا ایں یقیں	کہ منم رزاق خیر الرازقین
تمہاری حرص کو یہ یقین نہ آیا	کہ میں رازق رزق دینے والوں میں سب سے بہتر ہوں

یعنی (ارشاد ہوا کہ) تمہاری حرص کو اس کا یقین نہ ہوا کہ میں رزاق ہوں بہتر رزق دینے والوں کا۔

آنکہ گندم را ز خود روزی دہد	کے توکلہات را ضایع نہد
جو گیہوں کو بھی خود روزی دیتا ہے	وہ تیرے توکلوں کو کب ضائع کرے گا

یعنی جو ذات کہ خود گیہوں کو روزی دیتا ہے وہ تمہارے توکلوں کو کب ضائع کر دے گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

از پئے گندم جدا گشتی ازاں	کہ فرستادست گندم ز آسماں
تو گیہوں کے لئے اس سے جدا ہو گیا	جس نے گیہوں آسمان سے بھیجا ہے

یعنی گیہوں کے لئے اس ذات سے جدا ہو گئے جس نے کہ خود گیہوں کو آسمان سے بھیجا ہے۔

کمتر از بط نیستی آخر در آب	کو دہد مر باز داعی را جواب
آخر تو پانی کی بطخ سے کم نہیں ہے	جو دعوت دینے والے باز کو جواب دیتی ہے

یعنی تو اس بط سے تو کم نہیں ہے جس نے کہ پانی میں باز داعی کو جواب دیا تھا۔ آگے اس بط کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

دعوت کردن باز بطاں را از آب بصحرا و جواب بطاں

ایک باز کا بطخوں کو پانی سے جنگل کی دعوت دینا اور بطخوں کا جواب

باز گوید بط را کز آب خیز	تا بہ بینی دشتہا را قند ریز
باز بطخ سے کہتا ہے کہ پانی سے نکل	تاکہ تو جنگلوں کو شکر بکھیرنے والا دیکھے

یعنی باز بط سے کہتا ہے کہ پانی سے اٹھ تاکہ جنگلوں کو قند ریز دیکھے یعنی سرسبز و شاداب دیکھے۔

بط عاقل گویدش کائے باز دور	آب مارا حصن امن است و سرور
عقلمند بطخ اس سے کہتی ہے کہ اے باز جا	پانی ہمارے لئے امن اور خوشی کا قلعہ ہے

یعنی بط عاقل اس سے کہتی ہے کہ اے باز دور ہو جا۔ پانی ہی ہمارے لئے امن و سرور کا قلعہ ہے۔

دیو چوں باز آمد اے بطاں شتاب	ہیں بہ بیروں کم روید از حصن آب
اے بطخو! شیطان کی مثال باز کی سی ہے جلدی کرو	خبردار! پانی کے قلعہ سے باہر نہ نکلنا

یعنی اے (لوگو جو کہ مشابہ) بط (کے ہو) شیطان باز کی طرح ہے تو ذرا اس قلعہ آب سے باہر مت نکلنا

حصن آب سے مراد معیت مع الحق یعنی ذکر حق اور معیت حق کو ترک مت کرنا اس کو ترک کیا اور مرے۔

باز را گوئید رو رو باز گرد	از سر ما دست دار اے پاکمرد
باز سے کہہ دو جا جا واپس ہو جا	اے مددگار! ہمارے سر سے دست بردار ہو جا

یعنی باز (شیطان) سے کہہ دو کہ جا جالوٹ جا ہمارے سر سے ہاتھ اٹھالے جوانمرد

ما بری از دعوتت دعوت ترا	ما نخواہیم ایں دم تو کافرا
ہم تیری دعوت سے بری ہیں تیری دعوت تجھے مبارک ہو	اے کافر ہم تیرا یہ کر نہ قبول کریں گے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہم تیری دعوت سے بری ہیں دعوت تجھی کو نصیب ہو اور اے کافر ہم تیرے اس دم کو نہ پئیں گے یعنی تیرے بہکانے میں نہ آئیں گے۔

حصن مارا قند قندستاں ترا	مانخواہم ہدیہ ات بستاں ترا
قلعہ ہم کو اور قند و قندستان تجھے (مبارک ہو)	ہم تیرے ہدیہ کے خواہشمند نہیں ہیں باغ تجھے (مبارک ہو)

یعنی قلعہ (ذکر حق) ہمارے لئے قند ہے اور قندستان تجھے مبارک ہو میں تیرے ہدیہ کو نہیں لیتا باغ تجھی کو مبارک ہو اسی طرح تم ایسے عذر کر دو اور کہہ دو کہ۔

چونکہ جاں باشد نیاید قوت کم	چونکہ لشکر ہست کم ناید علم
جب جان ہے روزی کی کمی نہ ہو گی	جبکہ لشکر ہے جھنڈے کم نہ ہوں گے

یعنی جب کہ جان ہو غذا کی کیا کمی اور جب کہ لشکر ہو جھنڈوں کی کیا کمی ہے۔ لہٰذا ہم تیری اس دعوت سے معافی چاہتے ہیں آگے پھر اس روستائی اور خواجہ کی حکایت فرماتے ہیں۔

رجوع بحکایت خواجہ بروستائی

خواجہ اور دیہاتی کے قصہ کی طرف واپسی

خواجۂ حازم بسے عذر آورید	بس بہانہ کرد بادیو مرید
پختہ کار خواجہ نے بہت عذر کئے	سرکش شیطان سے بہت بہانے کئے

یعنی اس ہوشیار خواجہ نے بہت عذر کئے اور اس سرکش شیطان سے بہت سے بہانے کئے۔

گفت ایندم کارہا دارم مہم	گر بیایم آں نگردد منتظم
کہا اس وقت میں بہت ضروری کام رکھتا ہوں	اگر میں چلا جاؤں گا ان کا انتظام نہ ہو سکے گا

یعنی کہا کہ اس وقت مجھے بہت سے ضروری کام ہیں تو اگر میں (گاؤں میں) آؤں تو وہ منتظم نہ رہیں گے۔

شاہ کار نازکم فرمودہ است	زانتظارم شاہ شب نغنودہ است
بادشاہ نے مجھے ایک نازک کام کا حکم فرمایا ہے	میرے انتظار میں وہ رات بھر نہیں سویا ہے

یعنی بادشاہ نے مجھے ایک بہت نازک کام بتایا ہے اور میرے انتظار میں وہ رات کو سویا بھی نہیں ہے۔

من نیارم ترک امر شاہ کرد	من نتانم شد بر شہ روئے زرد
میں بادشاہ کے حکم کو نہیں چھوڑ سکتا	میں بادشاہ کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں امر شاہ کو ترک نہیں کر سکتا اور میں (کام نہ کر کے) بادشاہ کے سامنے شرمندہ بھی ہونا نہیں چاہتا۔

ہر صباح و ہر مسا سرہنگ خاص	میرسد از من ہمی جوید مناص
ہر صبح اور ہر شام ایک خاص سپاہی	آتا ہے اور مجھ سے خلاصی چاہتا ہے

یعنی صبح اور شام پیادہ خاص آتا ہے اور مجھ سے اس کام کی انجام دہی کو تلاش کرتا ہے۔

تو روا داری کہ آیم سوئے دہ	تا درا بر و افگند سلطاں گرہ
تو مناسب سمجھتا ہے کہ میں گاؤں کی طرف آ جاؤں	یہاں تک کہ بادشاہ پیشانی پر گرہ ڈالے

یعنی کیا تو یہ جائز رکھتا ہے کہ میں گاؤں میں آ ؤں اور سلطان ابرو پر میری طرف سے گرہ ڈال لے یعنی وہ مجھ سے ناخوش ہو جاوے یا تجھے یہ منظور ہے۔

بعد ازاں درماں خشمش چوں کنم	زندہ خود را زیں مگر مدفوں کنم
اس کے بعد اس کے غصہ کا کیا علاج کروں؟	ہاں اس سے اپنے آپ کو زندہ دفن کروں

یعنی اس کے بعد اس غصہ کا میں کیا علاج کروں گا بس شاید اپنے کو زندہ دفن کر دوں گا۔

زیں نمط او صد بہانہ باز گفت	حیلہ ہا با حکم حق نفتاد جفت
اس طرح کہ اس نے سینکڑوں بہانے بنائے	(لیکن) حیلے حکم خداوندی کے مطابق نہ ہو سکے

یعنی اسی طرح اس نے سینکڑوں حیلے کئے مگر حکم حق کے آگے حیلے کیا چلتے اس لئے کہ ان کی قسمت میں تو وہ مصیبت لکھی تھی جو کہ آگے بیان ہوگی تو بھلا وہ کیسے چھوٹ سکتے تھے مولانا فرماتے ہیں کہ

گر شود ذرات عالم حیلہ پیچ	با قضائے آسماں ہیچ ست ہیچ
اگر تمام دنیا کے ذرے حیلہ گری کریں	آسمان کے فیصلہ کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہیں

یعنی اگر تمام ذرات عالم بھی حیلہ کرنے والے ہوں تب بھی قضائے آسمان کے آگے سب ہیچ ہیں ہیچ آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چوں گریزد ایں زمیں از آسماں	چوں کند او خویش را از وے نہاں
یہ زمین آسمان سے کیسے گریز کرے	یہ اپنے آپ کو اس سے کیسے چھپائے

یعنی یہ زمین آسمان سے کب بھاگ سکتی ہے اور یہ اپنے کو اس سے کب پوشیدہ کر سکتی ہے یعنی زمین چاہے کہ آسمان سے باہر نکل جاوے کیسے ممکن ہے۔

ہر چہ آید ز آسماں سوئے زمیں	نے مفر دارد نہ چارہ نے کمیں
جو کچھ آسمان سے زمین پر آتا ہے	(اس سے) نہ مفر ہے نہ کوئی تدبیر چھپنے کی جگہ

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی آسمان سے زمین کی طرف جو کچھ بھی آوے وہ اس سے نہ مفر رکھتی ہے اور نہ علاج اور نہ کوئی ٹھکانا۔

آتش از خورشید می بارد برو	او بہ پیش آتشش بنہادہ رو
سورج سے اس پر آگ برستی ہے	اور اس کی آگ کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہے

یعنی خورشید سے اس پر آگ برستی ہے اور وہ اس کی آگ کے سامنے منہ رکھے ہوئے ہے۔

ور ہمی طوفاں کند باراں برو	شہرہا را می کند ویراں برو
وہ اگر اس پر بارش کا طوفان برسائے	اس پر شہروں کو ویران کرے

یعنی اور اگر بارش اس پر طوفان لاوے تو اس پر شہروں کو ویران کردے۔

او شدہ تسلیم او ایوب وار	کہ اسیرم ہرچہ میخواہی بیار
وہ (حضرت) ایوب کی طرح اپنے آپ کو اس کے سپرد کئے ہوئے ہے	کہ میں قیدی ہوں تو جو چاہے کر

یعنی وہ زمین اس آسمان کے تابع حضرت ایوبؑ کی طرح ہے کہ میں قیدی ہوں جو چاہے مجھ پر لا جب زمین کی تواضع کی یہ حالت ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے کہ جزو ایں زمینی سرمکش	چونکہ بینی حکم یزداں درمکش
اے وہ کہ تو اس زمین کا جزو ہے سرکشی نہ کر	جب تو خدا کا حکم (آتا) دیکھے دروازہ بند نہ کر

یعنی اے وہ شخص کہ تو جزو زمین ہے سرکشی مت کر اور جب کہ تو حکم حق کو دیکھے دم مت مار۔

چوں خلقنا کم شنیدی من تراب	خاک باشی جست ازتو رومتاب
جبکہ تو نے "ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا" سن لیا ہے	اس نے تجھ سے خاک بن جانا چاہا ہے، روگردانی نہ کر

یعنی جب کہ خلقنا کم من تراب تو نے سن لیا ہے تو خاک ہونا کافی ہے اس سے روتابی مت کر۔ جب تم تواضع کروگے تو اس پر ثمرات مرتب ہوں گے آگے ان کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

بیں کہ اندر خاک تخمے کاشتم	گرد خاکی و منش افراشتم
دیکھ لے میں نے مٹی میں بیج بویا	وہ خاکی بنا اور میں نے اس کو بلند کیا

یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دیکھو میں نے زمین میں ایک تخم بویا اس نے خاکی کی تو میں نے ہی اس کو بلند کیا تو اسی طرح اگر تم تواضع کروگے تو تم کو حق تعالیٰ عزت دیں گے۔ فرماتے ہیں کہ

حملۂ دیگر تو خاکی پیشہ گیر	تاکنم بر جملہ میرانت امیر
دوسری بار تو خاکی ہونا اختیار کر	تاکہ میں تجھے تمام سرداروں کا سردار بنا دوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ایک مرتبہ تو خاک سے پیدا ہوئے ہی ہو اب) ایک مرتبہ اور خاکی اختیار کرو تا کہ میں تم کو سب امیروں پر امیر بنادوں۔ آگے اس کے ایک مثال ہے کہ

آب از بالا بہ پستی دررود	انگہ از پستی ببالا در رود
پانی بلندی سے پستی میں جاتا ہے	تب پستی سے بلندی پر جاتا ہے

یعنی پانی اول بلندی (یعنی آسمان) سے پستی (یعنی زمین) میں جاتا ہے اس وقت پستی سے (ڈول کے ذریعہ سے) اوپر آتا ہے اور مثال ہے کہ۔

گندم از بالا بزیر خاک شد	بعد ازاں او خوشہ چالاک شد
گیہوں بلندی سے مٹی کے نیچے گیا	اس کے بعد وہ لہلہاتا خوشہ بنا

یعنی گندم اول اوپر سے خاک میں گیا بعد اس کے خوشہ چالاک ہو گیا۔

دانۂ ہر میوہ چوں گردد دفیں	بعد ازاں سرہا برآرد از زمیں
ہر پھل کا دانہ جب گڑتا ہے	اس کے بعد زمین سے سر ابھارتا ہے

یعنی ہر میوہ کا دانہ جب دفن ہوتا ہے بعد اس کے زمین سے سر نکالتا ہے۔

اصل نعمتہا ز گردوں تا بخاک	زیر آمد شد غذائے جان پاک
تمام نعمتوں کی اصل آسمان سے مٹی تک	نیچے آئی تو پاک جان کی غذا بنی

یعنی تمام نعمتوں کی اصل (یعنی پانی) آسمان سے زمین پر آئی تب جان پاک انسانی کی غذا بنی۔

از تواضع چوں ز گردوں شد بزیر	گشت جزو آدمی حی دلیر
تواضع کی وجہ سے جب وہ آسمان سے نیچے آیا	تو وہ زندہ دلیر انسان کا جزو بن گیا

یعنی وہ پانی تواضع کی وجہ سے جب آسمان سے نیچے آیا تو آدمی کا جزو اور زندہ اور دلیر بن گیا۔

پس صفات آدمی شد آں جماد	بر فراز عرش پراں گشت شاد
تو وہ بے جان آدمی کی صفات سے (موصوف) ہو گیا	خوش ہو کر آسمان کی بلندی پر اڑ گیا

یعنی پھر وہ جماد آدمی کی صفات بن گئیں اور بلندی عرش پر خوش پراں ہوئی۔ یعنی اس پانی سے نباتات اگے ان کو آدمی نے پیا تو اس کے اندر صفات پیدا ہوئیں پھر وہ آدمی بلندی عرش پر پہنچا تو یہ پانی بھی اس کے ساتھ ہی رہا تو دیکھو کہاں کہاں پہنچ گیا اور وہ بزبان حال یہ کہہ رہا ہے کہ۔

کز جہان زندہ اول آمدیم	باز از پستی سوئے بالاشدیم
ہم پہلے زندہ جہان سے آئے	پھر پستی سے بلندی کی طرف گئے

یعنی کہ اول جہان زندہ (عالم غیب) سے آئے تھے پھر پستی سے بلندی کی طرف گئے یعنی ڈولوں سے کھینچا گیا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

جملہ اجزاء در تحرک در سکوں	ناطقاں کہ انا الیہ راجعوں
تمام اجزا حرکت اور سکون میں	کہتے ہیں کہ ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں

یعنی اجزاءعالم تمام حالت حرکت اور سکوں میں انا للہ وانا الیہ راجعون بول رہے ہیں اور محققین کا مذہب یہی ہے کہ ان تسبیح بھی حالی نہیں ہے بلکہ قالی ہے۔

ذکر وتسبیحات اجزائے نہاں	غلغلے افگند اندر آسماں
پوشیدہ اجزاء کے ذکر اور تسبیح نے	آسمان میں غلغلہ ڈال دیا

یعنی اجزائے نہاں کے ذکر وتسبیح نے بھی آسمان میں ایک غلغلہ ڈال رکھا ہے مطلب یہ کہ بھلا جو اشیاء کہ ذات جسم ہیں ان کی تسبیحات تو کیوں نہ شور کریں کہ جو کہ ایسے ہیں کہ وہ نہاں ہیں ان کی تسبیح نے بھی ایک غل مچا رکھا ہے حاصل یہ کہ تمام عالم تسبیح خواں ہے۔

چوں قضا آہنگ نارنجات کرد	روستائی شہری را مات کرد
جب قضا نے طلسم کرنے کا ارادہ کیا	دیہاتی نے شہری کو مات دے دی

یعنی جب کہ قضا نے نیرنگیوں کا قصد کیا تو ایک دیہاتی نے شہری کو مات کر دیا۔ مطلب یہ کہ یہ دیکھو جب حق تعالیٰ نے عجائبات کے دکھانے کا قصد کیا تو ایک دیہاتی کے سامنے شہری کی کچھ نہ چلی۔

باہزاراں حزم خواجہ مات شد	زاں سفر در معرض آفات شد
ہزاروں احتیاطوں کے باوجود خواجہ ہار گیا	اور اس سفر سے آفتوں میں پھنس گیا

یعنی باوجود ہزاروں ہوشیاریوں کے خواجہ صاحب ہار گئے اور اس سفر سے معرض آفات میں پڑ گئے اس لئے کہ۔

اعتمادش بر ثبات خویش بود	گرچہ کہ بد نیم سیلش در ربود
اس کو اپنی ثابت قدمی پر بھروسہ تھا	اگرچہ پہاڑ تھا اس کو آدھا سیلاب بہا لے گیا

یعنی اس کو اپنے ثبات پر اعتماد تھا تو اگرچہ وہ ایک کوہ تھا مگر ایک نیم سیل اس کو لے بھاگا۔ مطلب یہ کہ وہ اپنی عقلمندی اور ہوشیاری پر چونکہ نازاں تھا اس لئے اس کو مات ہوئی ورنہ اگر نظر حق تعالیٰ پر ہوتی تو پھر ہرگز ایسا نہ ہوتا۔

چوں قضا بیروں کند از چرخ سر	عاقلاں گردند جملہ کو رو کر
قضا جب آسمان سے سر نکالتی ہے	سب عقلمند اندھے بہرے ہو جاتے ہیں

یعنی جب کہ قضا آسمان سے سر نکالتی ہے تو عقلمند لوگ بھی سب اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ اور قضا وہ شے ہے کہ جب اس کا ظہور ہوتا ہے تو کوئی شے اپنے قبضہ میں نہیں رہتی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

ماہیاں افتند از دریا بروں	مرغ پراں گردد از دامے زبوں
مچھلیاں دریا سے باہر نکل پڑتی ہیں	اڑنے والا پرند ایک جال سے عاجز آ جاتا ہے

یعنی مچھلیاں دریا سے باہر نکل پڑتی ہیں اور اڑنے والا جانور جال سے عاجز ہو جاتا ہے ورنہ اگر قطع نظر حکم قضا کے دیکھا جاوے تو کہاں وہ پرند اور کہاں یہ دام خاکی۔

تا پری و دیو در شیشہ شود	بلکہ ہاروتے بہ بابل در رود
یہاں تک کہ دیو اور پری بوتل میں بند ہو جاتے ہیں	بلکہ ہاروت بابل میں چلا جاتا ہے

یعنی یہاں تک کہ دیو پری شیشہ میں بند ہو جاتی ہیں بلکہ ایک ہاروت بابل میں چلے جاتے ہیں اس قصہ کی طرف اشارہ ہے جو مشہور ہے اب کسی کو خوف ہوا کہ بس جبکہ قضا سے بچنا محال ہے تو پھر ہم کیا کر سکتے ہیں نہ طاعت نہ گناہ سب قضا ہی کی طرف سے ہے اور اس کو کسی طرح رد نہیں کر سکتے تو اب مجبور ہو گئے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

جز کسے کاندر قضا اندر گریخت	خون او را ہیچ تربیعے نہ ریخت
سوائے اس کے جو قضا کی پناہ میں آ گیا	کوئی تربیع اس کا خون نہ بہا سکی

یعنی سوائے اس شخص کے کہ قضا سے قضا میں بھاگا تو اس کے خون کو کسی تربیع نے نہ گرایا تربیع کہتے ہیں کسی شخص کے طالع کے دوستاروں کا اس طرح آ جانا کہ ایک سے دوسرا چوتھے خانہ میں ہو اس کو اہل نجوم منحوس کہتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ کام نہیں ہوتے مولانا فرماتے ہیں کہ جو کہ خود قضا کی طرف یعنی صاحب القضاء کی طرف متوجہ ہو جاوے اس کو تربیع ستا نہیں سکتی یعنی اس کو کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا۔

غیر آنکہ در گریزی در قضا	ہیچ حیلہ ندہدت از وے رہا
سوائے اس کے کہ تو قضا کی طرف بھاگے	کوئی تدبیر تجھے رہائی نہیں دلا سکتی

یعنی سوائے اس کے قضا سے قضا میں ہی بھاگو کوئی حیلہ تم کو رہائی نہیں دے سکتا۔ پس قضا سے بچنے کی یہی تدبیر ہے کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے جیسا کہ حدیث میں ہے لا یرد القضاء الا الدعاء سیر میں لکھا ہے کہ افلاطون نے ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اگر تمام آسمان کمان ہوں اور حوادث تیر ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

اور پھینکنے والے حق تعالیٰ ہوں تو اس سے بچ کر کہاں جاوے آپ نے فرمایا کہ کمان والے کے پاس جا کھڑا ہو یعنی تعلق بحق پیدا کرے تو افلاطون بولا کہ بے شک یہ علوم نبوت ہی کے ہیں تو بس معلوم ہوا کہ قضا سے بچنے کے لئے دعا کرو اگر قضا نہ ٹلے گی تو اس کے ضرر سے تو بچ جاؤ گے چونکہ یہاں کہا ہے کہ قضا سے بچنا ممکن نہیں ہے جب کہ توجہ بحق نہ ہو آگے اس کے متعلق ایک قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اور تم کو معلوم ہوا ہے کہ اذا جاء القضاء عمی البصر اب اس کی وجہ سنو بات یہ ہے کہ جس طرح سوار اس گرد میں چھپ جاتا ہے جو اس کے گھوڑوں کے ٹاپوں سے اڑتی ہے یوں ہی حق سبحانہ اپنے تصرفات کے پردہ میں محجوب ہیں دیکھنے والے کی نظر ان تصرفات اور اسباب ظاہرہ تک محدود ہوتی ہے اس لئے متصرف حقیقی تک نہیں پہنچتی آگے قضا سے بچنے کی تدبیر ارشاد فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایسی حالت میں شہ سوار سے پناہ ڈھونڈنی چاہئے اور غبار میں الجھ کر نہ رہ جانا چاہئے کیونکہ غبار فی نفسہ کوئی چیز نہیں وہ محض سوار کے تابع ہے پس اگر کوئی چیز پناہ دے سکتی ہے تو وہ سوار ہے لہذا اسی سے التجا کرنی چاہئے یعنی متصرف حقیقی حق سبحانہ ہیں اور اسباب ظاہرہ اس کے قبضہ میں ہیں پس تم کو حق سبحانہ سے پناہ لینی چاہئے اور اسباب میں نہ الجھنا چاہئے اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اس کی مخفی تدبیر تم کو کچل ڈالے گی اور تم قضاء الٰہی کا شکار ہو جاؤ گے جب کوئی اپنی حماقت سے قضائے الٰہی کا شکار ہو جاتا ہے جو مثل بھیڑیئے کے ہے تو حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ اس احمق نے جب اس بھیڑیئے کی گرد یعنی آثار قضا کو دیکھا تھا تو اس نے تضرع کیوں نہ کیا اور یہ ہماری جناب میں کیوں نہ گڑگڑایا کہ ہم اگر مصلحت سمجھتے تو اس کو خود اس قضا ہی سے بچا لیتے ورنہ اس کے مضرات سے محفوظ رکھتے کیا اس بھیڑیئے کی گرد اسے معلوم نہ تھی اور آثار قضا کو اس نے دیکھا نہ تھا ضرور دیکھا تھا پھر باوجود علم کے وہ بدستور کیوں چرنے میں مشغول اور ملذذات و تنعمات وغیرہ میں منہمک رہا یہ تو بھیڑیوں اور دیگر حیوانات سے بھی کم عقل نکلا۔ اس لئے کہ بکریوں کا قاعدہ ہے کہ خطرناک بھیڑیئے کی بو پا کر اپنے بچاؤ کی فکر کرتی ہیں اور جہاں سینگ سماتا ہے گھس جاتی ہیں اور دیگر حیوانات جب شیر کی بو پاتے ہیں تو اپنے چرنے کے شغل کو چھوڑ کر بچنے کی فکر میں مشغول ہو جاتے ہیں لیکن اس نے نہ یہ کیا نہ وہ بلکہ باوجود علم کے مشغول رہا اور بچاؤ کی فکر نہ کی اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ تم کو چاہئے کہ جب اپنے مخالف شیر کی بو پاؤ اور آثار قضا کا مشاہدہ کرو تو اپنی مشغولیت کو چھوڑ کر دعا اور بچنے کی حقیقی تدبیر میں مصروف ہونا چاہئے تم کو معلوم ہے کہ اہل سبا کو مصیبت کیوں برداشت کرنی پڑی اس کی وجہ بھی تھی کہ انہوں نے گرگ قضا کی گرد اور اس کے آثار کا مشاہدہ کیا مگر انہوں نے حق سبحانہ کی جناب میں رجوع نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

کیا لامحالہ اس گرد کے بعد ایک زبردست بھیڑیا برآمد ہوا اور غضبناک ہو کر ان بکریوں کو چیر پھاڑ ڈالا یعنی قضاء الٰہی اپنا کام کر گئی اور ان کا ستیاناس کر دیا کیونکہ چوپان سے تو انہوں نے آنکھیں ہی بند کر لی تھیں جو ان کو بچاتا یعنی انبیاء کی بات تو مانتے ہی نہ تھے جو ان کو بچانا چاہتے تھے حالانکہ انبیاء نے ان کو بہت کچھ اپنی طرف بلایا لیکن وہ نہ آئے اور ان کو طرح طرح کی تکلیفیں دے دیکر رنجیدہ کرتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ ہم آپ سے زیادہ اپنی حفاظت کر سکتے ہیں اور ہم خود افسر ہیں ہم کو تمہاری حفاظت اور طاعت کی ضرورت نہیں آپ لوگ جو کہتے ہیں کہ تم کو بھیڑیا کھا جاوے گا اور تم آگ میں جل جاؤ گے ہم تمہارے دوست ہیں تم ہمارے ہو جاؤ سو صاحبو ہم کو بھیڑیے کا لقمہ بننا منظور ہے مگر تم سے دوستوں کا ہونا منظور نہیں ہم آگ کا ایندھن ہونا اچھا سمجھتے ہیں لیکن آپ لوگوں کی ماتحتی اور اتباع کی عار گوارا نہیں بات یہ ہے کہ حمیت جاہلیہ دماغ میں بھری ہوئی تھی اور منہ پر کوا بدبختی کی آواز بول گیا تھا سر پر شامت سوار تھی لہذا غرور دماغ میں بسا ہوا تھا اور بدبختی کی باتیں منہ سے نکل رہی تھیں یہ لوگ انبیاء مظلومین کے لئے کنواں کھودتے تھے اور ان کی ضرر رسانی کی تدبیریں کرتے تھے لیکن بصد حسرت و افسوس خود ہی اس کنویں میں گر رہے تھے یہ لوگ یوسف کی طرح محبوبین اور اہل اللہ کے کپڑے پھاڑتے تھے لیکن جو کچھ انہوں نے کیا ایک ایک کر کے ان کے آگے آیا۔ اہل سبا نے تو ان یوسفوں کے ساتھ بدسلوکی کی اب ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ تم بھی ایک یوسف کو ستا رہے ہو تم سمجھے وہ یوسف کون ہے؟ وہ تمہارا قلب ہے جو بالذات طالب حق ہے اور وہ حق کی طرح تمہارے پاس پابہ زنجیر ہے غور کرنے کا مقام ہے کہ تم نے ایک جبرئیل یعنی دل کو جو واسطۂ فیض ہے ستون سے باندھ رکھا ہے اور پوری کوشش سے اس کے پروبال اکھیڑے ہیں تمہارا دل اصالتاً طالب حق ہے اور وہ حق سبحانہ تک پہنچ کر واسطہ فی الفیض بننا چاہتا ہے لیکن تم نے اس کو اس قدر مجبور کیا ہے کہ وہ سبحانہ تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ نہایت بیجا بات ہے تم اس کو غذا دکھاتے ہو کبھی تو گوسالہ بریاں اس کے سامنے رکھتے ہو اور کبھی جائے براز پر اس لے جا کر کھڑا کرتے ہو یعنی کبھی لذائذ جسمانیہ اسے کھلاتے ہو اور کبھی گندی چیز دل سے اس کا پیٹ بھرنا چاہتے ہو اور کہتے ہو کہ ہماری غذا تو یہی ہے حالانکہ جو غذا تم اس کو کھلاتے ہو وہ اس کی اصلی غذا نہیں ہے بلکہ اس کی اصلی غذا دیدار حق سبحانہ ہے اس شکنجہ اور مصیبت سے پریشان ہو کر وہ حق سبحانہ سے تمہاری شکایت کرتا ہے اور کہتا ہے فریاد ہے اس بھیڑیے سے تو مجھے اس کے پنجہ سے نجات دے حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ذرا اور صبر کر وہ وقت بہت قریب آ گیا ہے کہ میں ہر غافل سے جس نے تجھے ستایا ہے تیرا انتقام لوں گا۔ واقعی بات یہ ہے کہ خدائے عادل ہی انصاف کر سکتا ہے اور وہی انتقام لے سکتا ہے اس کے سوا اور کسی میں طاقت نہیں ہے کہ اس کا انصاف کرے خیر یہ تو جملۂ معترضہ تھا اب دل پھر عرض کرتا ہے کہ اے اللہ مجھ میں تو اتنی طاقت نہیں کہ میں تیری جدائی میں صبر کر سکوں۔ میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اور خو اپنے اندر رکھتا ہوں لیکن یہود کے

www.besturdubooks.wordpress.com

پھندے میں پھنس گیا ہوں اور ان نااہلوں کے قبضہ میں آ گیا ہوں۔ میں صالح علیہ السلام کی طینت رکھتا ہوں لیکن ثمود اور گمراہوں کی قید میں ہوں پس اے انبیا کو سعادت عطا کرنے والے یا مجھے فنا کردے یا اپنے پاس بلا لے یا خود مجھ پر تجلی فرما تیرا فراق تو اس درجہ سخت ہے کہ کافر بھی اس کی تاب نہیں لا سکتے میں کیونکر تاب لا سکتا ہوں۔ کافروں کی مفارقت کی تاب نہ لانے کی دلیل یہ ہے کہ وہ عذاب کے وقت کہیں گے یالیتنی کنت ترابا. اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عذاب کو برداشت نہیں کرسکتے اور عذاب نتیجہ ہے مفارقت کا تو معلوم ہوا کہ مفارقت کی ان کو تاب نہیں۔ یا یوں کہو کہ عذاب عام ہے جو شامل ہے مفارقت کو بھی پس عذاب کی تاب نہ لانا مفارقت کی تاب نہ لانا ہے جو تجھ سے تعلق نہیں رکھتا اس کی تو تیری جدائی میں یہ حالت ہے پھر جو تیرا ہو اس کی کیا حالت ہوگی حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ تو صحیح کہتا ہے لیکن سن ذرا صبر کر صبر بہت اچھی چیز ہے ذرا خاموش رہ صبح بہت نزدیک ہے۔ (اشارة الی قوله الیس الصبح بقریب) اور تیرے اس کے پھندے سے نکلنے کا وقت آ پہنچا ہے تو شور مت کر اس پر بلا آیا ہی چاہتی ہے تیری کوشش کی ضرورت نہیں میں خود کوشش کر رہا ہوں اور تیری کوششوں سے میری کوشش بہتر ہے اور میری تعلیم صبر کی تلخ دوا تیرے حلوائے طلب وصال سے بہتر ہے۔ بس تو جا صبر کر اور خاموش رہ زبان مت ہلا بلکہ میں نے جو کچھ کہا ہے اس کو بسماع قبول سن (یاد رکھو کہ یہ سوال و جواب حقیقی نہیں ہیں بلکہ واقعات واقتضائے حال کی بناء پر قائم کیے گئے ہیں) جب تجھے یہ معلوم ہوا کہ تیرا دل طالب وصال حق ہے اور تیرا اس کو اس سے روکنا ظلم شدید ہے جس سے حق سبحانہ نہایت ناخوش ہوتے ہیں تو تجھ کو متنبہ ہونا چاہئے اور طلب حق کی فکر کرنا چاہئے اور جو اشیاء تجھے حق سے جدا کرنے والی ہوں ان کو فریب اور مکر اور دغا بازی سمجھنا چاہئے ارے یہ گفتگو حد سے بڑھ گئی۔ لوٹ دیکھ تو سہی وہ دھقانی امیر کو اپنے گھر سے لے گیا اہل سبا کے قصہ کو الگ کر اور یہ بتا کہ امیر گاؤں میں کیونکر آیا اچھا سن بات یہ ہے کہ دیہاتی نے خوشامد کرنا اپنا شیوہ بنالیا تھا جب ملتا یہی کہتا کہ آپ آتے ہی نہیں آپ ضرور آیئے وغیرہ وغیرہ جس کا انجام یہ ہوا کہ امیر کی احتیاط بیہودہ ٹھہری اور وہ اس کے متواتر پیاموں سے مغلوب ہوا حتیٰ کہ انجام امیر کی احتیاط کا آب صاف مکدر ہو گیا اور احتیاط میں نقص واقع ہو ہی گیا اور وہ چل دیا اس کے لڑکوں کو گھر ہی سے یہ سفر اچھا معلوم ہوا اور "او ہو ہم خوب کھیلیں گے آہا ہم خوب کھائیں گے" کے نعرے بلند کرنے لگے اس بارہ میں ان کی حالت بالکل ایسی ہی تھی جیسے کہ نیرنگ تقدیر سے کھانے اور کھیلنے کی رغبت نے یوسف علیہ السلام کو ان کے مہربان باپ کے سایہ سے جدا کر دیا تھا ان کو معلوم نہیں کہ یہ کھیل نہیں بلکہ جان پر کھیلنا اور مصیبت جھیلنا ہے اور اس شریر دیہاتی کی دغا بازی اور مکر و فریب ہے کہ وہ اس تدبیر سے اور راحت کی چاٹ دیکر وطن مالوف اور راحت مرغوبہ سے جدا کرنا چاہتا ہے یہاں تم کو یہ نکتہ یاد رکھنا چاہئے کہ جو چیز تم کو حق سبحانہ سے جدا کرے خواہ وہ کتنی ہی دل خوش کن کیوں نہ ہو کبھی اس کی

www.besturdubooks.wordpress.com

طرف التفات نہ کرنا چاہئے کیونکہ اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہے بلکہ اس کا انجام سراسر خسارہ ہے وہ ہزار نفع ہو لیکن اس کو اختیار نہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ بایں ہمہ اس نفع سے بہت کم ہے جو حق سبحانہ سے تعلق رکھنے سے تم کو حاصل ہونے والا ہے تقریب فہم کے لئے یوں سمجھو کہ اس نفع کی مثال تو ایسی ہے جیسے اشرفی یا معمولی سونا اور جو نفع حق کے تعلق سے حاصل ہونے والا ہے وہ مثل خزانہ کے ہے اور اشرفی کی خاطر خزانہ کو چھوڑ نا ہرگز مناسب نہیں اب ہم ایک قصہ سناتے ہیں جس سے تم کو عبرت ہو دیکھو حق سبحانہ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کس قدر تنبیہ فرمائی ہے اور کیسا سخت سست کہا ہے حالانکہ بات صرف اتنی تھی کہ قحط سالی کا زمانہ تھا شام سے ایک قافلہ آ گیا اس نے منادی کرائی کہ جس کو غلہ خریدنا ہو ہمارے پاس چلا آئے انہوں نے ڈھول کی آواز سن کر خطبہ کو چھوڑا اور گیہوں خریدنے چلے گئے تا کہ اس قافلہ سے اور لوگ سستا خرید کر زیادہ نفع سے ان کے ہاتھ نہ بیچ سکیں اور جناب رسول اللہ قریب قریب تنہا رہ گئے کیونکہ چند آدمی اپنے خلوص پر قائم رہے تھے اور سب چل دیئے تھے۔ اس پر ارشاد ہوا کہ تم کو کیسے گوارا ہوا کہ رسول کو چھوڑ کر ایک سوداگر کی ڈھول کی آواز پر چل دو۔ تم پریشان ہو کر گیہوں کی طرف چل دیئے اور نبی کو کھڑا چھوڑ گئے تم نے گیہوں کی خاطر ایک باطل کا بیج بویا اور رسول کو چھوڑ دیا حالانکہ ان کی صحبت اس خدا سے غافل کرنے والی شے اور مال دولت سے بہتر ہے اب تم کو غور سے دیکھنا چاہئے کہ کس حقیر شے کی خاطر تم نے کتنی بیش بہا دولت کو چھوڑا ہے غضب ہے کہ تمہاری حرص نے تمہارے اس یقین کو کہ ہم خیر الرازقین ہیں کالعدم کر دیا اس سے تم کو معلوم ہوا ہوگا کہ اتنی سی بات پر ان کو کس قدر تنبیہ فرمائی گئی حالانکہ ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑنا محض عارضی تھا اور اس کی تلافی بھی ہو سکتی تھی پھر وہ بھی خطا اجتہادی تھی نیت ان کی بری نہ تھی لیکن حق سبحانہ کو یہ صوری اعراض بھی گوارا نہ ہوا پھر تمہارا کیا حال ہوگا کہ تم بالکل ہی حق سبحانہ کو چھوڑے ہوئے ہو اور طلب دنیا میں منہمک ہو تم خیال تو کرو جو گیہوں کو رزق دیتا ہے وہ تمہارے توکل کی قدر کیوں نہ کرے گا۔ بڑی شرم کی بات ہے کہ تم نے گیہوں کے لئے اس ذات کو چھوڑ رکھا ہے۔ جس نے آسمان سے گیہوں برسائے یعنی مینہ برسایا جس سے گیہوں پیدا ہوئے بھلے مانس تو عقل میں اس پانی کی بط سے تو کم نہیں جس نے باہر بلانے والے باز کو ٹکا سا جواب دے دیا تھا جس کا قصہ یہ ہے کہ ایک باز نے بط سے کہا کہ پانی سے نکل کر دیکھ کر جنگل قند برسا رہے ہیں اور وہاں کیسی کیسی نعمتیں ہیں عقلمند بط نے جواب دیا کہ دور ہو ہمارے لئے پانی ہی امن و عافیت کا قلعہ ہے اور ہم اسی میں خوش ہیں اس سے تم سمجھو کہ تم بط ہو اور شیطان باز ہے وہ کہتا ہے کہ اے بطو تم اس پانی کے قلعہ سے باہر نکلو اور اہل اللہ کو چھوڑ و دیکھو تو سہی صحرائے دنیا میں کیسی کیسی مزیدار نعمتیں موجود ہیں اس کا جواب اس عقلمند بط کی طرح تم کو یہ دینا چاہئے کہ جائیے آپ واپس تشریف لے جائیے اور ہمارے پھانسنے کے خیال سے دست بردار ہو جائیے ہم پھنسنے والے نہیں ہیں ہم نے آپ کی دعوت چھوڑی ایسی

www.besturdubooks.wordpress.com

دعوت آپ ہی کو مبارک رہے ارے ہم تیرے فریب میں آنے والے نہیں تو کیا ہمیں جل دیتا ہے ہماری قند تو ہمارا یہ قلعہ ہی ہے اور جس قندستان میں تو ہمیں بلاتا ہے وہ تجھی کو روزی رہے ہمیں تیرا ہدیہ لینا منظور نہیں تو ہی لے ہم نے تجھی کو دیا یاد رکھو کہ جب تک جان ہے روزی کی کمی نہیں مثلاً جب تمہارے پاس فوج موجود ہو تو جھنڈوں کی کیا کمی کیونکہ وہ تو اس کے لوازمات میں سے ہیں یوں ہی رزق جان کے لوازمات میں سے ہے پس جان کے ہوتے ہوئے رزق نہ ملنا چہ معنی جب یہ ثابت ہوا کہ رزق لامحالہ ملے گا تو اس کی ایسی فکر چھوڑ دینا چاہئے جس سے آدمی وصول الی الحق سے محروم رہ جائے اور طلب حق کے ساتھ اور اس کی اعانت کے لئے روزی تلاش کرنے میں مضائقہ نہیں کہ یہ بھی طلب حق ہے اچھا اب ہم اصل قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اس محتاط امیر نے بہت کچھ عذر کئے اور اس سرکش شیطان دیہاتی سے بہت سی باتیں بنائیں یہاں تک کہ مجھے ایک نہایت ضروری کام ہے اگر میں چلا جاؤں گا تو وہ سرانجام نہ ہو سکے گا۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ بادشاہ نے ایک بہت نازک کام میرے سپرد کیا ہے اور اس کے سرانجام ہونے کی بادشاہ کو اس قدر فکر ہے کہ میرے انتظار میں رات بھر نہیں سویا اور میں یہ کر نہیں سکتا کہ حکم شاہی کی تعمیل نہ کروں اور مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ بادشاہ کے روبرو شرمندہ ہوں بادشاہ کو اس کی یہاں تک فکر ہے کہ دونوں وقت بادشاہ کا ہرکارہ میرے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ بہت جلد اس حکم کی تعمیل سے خلاصی حاصل کرو۔اب تمہیں بتلاؤ کہ کیا تمہیں یہ بات گوارا ہے کہ میں گاؤں چلا جاؤں جس کا نتیجہ یہ ہو کہ بادشاہ مجھ سے چیں بجبیں ہو جائے اور میری طرف سے پیشانی پر بل ڈالے اور اس کے بعد میرے پاس اس کے غصہ کا فرو کرنے کا کچھ بھی علاج نہ ہو۔بجز اس کے کہ میں اپنے کو زندہ درگور کردوں اور اسی قسم کے اور سینکڑوں بہانے کئے لیکن یہ تدابیر حکم حق کی ہمسری کہاں کر سکتی تھیں اور قضائے الٰہی کے مزاحم کیونکر ہو سکتی تھیں تقدیر الٰہی کی قوت کی تو یہ حالت ہے کہ اگر ذرات عالم دانوں پیچ بن جائیں پھر بھی اس کے سامنے محض لاشے اور بے حقیقت ہیں اس مقام پر ضمناً ہم ایک نہایت ضروری بات تجھے بتلانا چاہتے ہیں لیکن وہ کسی قدر تمہید کے بعد اچھی طرح ذہن نشین ہوگی اس لئے ہم اولاً تمہیداً کچھ کہتے ہیں اس کے بعد اصل بات کہیں گے دیکھو زمین آسمان سے بچ کر کہیں نہیں جاسکتی اور وہ اپنے کو اس سے پوشیدہ نہیں کر سکتی اس کی حالت یہ ہے کہ آسمان کی جانب سے جو حادثہ اس پر واقع ہو نہ وہ اس سے بھاگ کر کہیں جاسکتی ہے نہ اس کے دفع کرنے کی کوئی تدبیر اس کے پاس ہے اور نہ اس کے لئے کوئی مامن ہے اس کی یہ حالت ہے کہ آفتاب سے اس پر آگ برستی ہے تو وہ سامنے ہی سر جھکاتی ہے اور اگر مینہ برس کر طوفان برپا کر دے اور اس کے تمام شہروں کو اجاڑ دے تب بھی وہ ایوب علیہ السلام کی طرح اس کے آگے سر تسلیم خم کرتی ہے۔اور بزبان حال کہتی ہے کہ میں آپ کی مقید ہوں آپ جو چاہیں کریں جب تمہیں مقدمہ معلوم ہو گیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ تم اپنی اصل پر غور کرو کہ تمہاری اصل کیا ہے تم زمین کا ایک حصہ ہو لہذا

www.besturdubooks.wordpress.com

تمہارے اندر وہی خصلت ہونی چاہئے جو زمین کے اندر ہے یعنی اطاعت وانقیاد اور سرکشی اختیار نہ کرنی چاہئے اور جب خدا کا کوئی حکم تمہارے لئے صادر ہو خود اسی سے امان لینا چاہئے اور اس سے اپنے کو کھینچنا نہیں چاہئے جب تم نے فرمان خداوندی خلقنا کم من تراب سنا ہے اور تم کو اس کے حق ہونے کا اعتقاد بھی ہے تو تم کو محض خاکسار ہونا چاہئے اور سرتابی نہ کرنا چاہئے حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہم نے زمین میں بیج بویا اس نے خاکساری اختیار کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے اسے رفعت عطا کی پس یوں ہی تم بھی دوبارہ خاک بنو اور خاکساری اختیار کرو تا کہ میں تم کو تمام سرداروں پر سرداری بخشوں یاد رکھو کہ خاکساری ہی رفعت کا سبب ہے دیکھو پانی اولاً اوپر سے نیچے آتا ہے اور آسمان سے زمین پر برس کر زمین میں داخل ہوتا ہے اس کے بعد اس کو پھر رفعت حاصل ہوتی ہے کہ لوگ اس کو نیچے سے اوپر لاتے ہیں اور کنویں وغیرہ کھود کر نکالتے ہیں پھر کنویں سے نکال کر لیتے ہیں اور دیکھو گیہوں اوپر سے زمین میں مدفون ہوا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خوشہ بن کر لہلہانے لگا اور دیکھو ہر میوہ کا بیج اولاً زمین میں جاتا ہے اس کے بعد اس مدفونیت سے سر نکالتا ہے اور شاخ بن کر اگتا ہے اور دیکھو تمام نعمتوں کی جڑ یعنی پانی وہ آسمان سے زمین میں آتا ہے اور نیچے آکر جانداروں کی غذا بنتا ہے چونکہ اس نے تواضع کی اور اوپر سے نیچے آیا اس تواضع کا یہ نتیجہ ہوا کہ جزو انسان بن گیا اور صفات انسان کی طرح وہ بھی اس کا تابع ہو گیا یا موصوف بصفات انسان ہو گیا اور انسان کے ساتھ وہ بھی عرش سے اوپر اڑ آیا تو اس لئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی تھی اور آپ کے جسم میں پانی بھی موجود تھا یا یہ مطلب ہے کہ روح کے علو مرتبت سے اس کے جسم کو بھی تفوق معنوی حاصل ہوا اور اس میں پانی موجود ہے لہذا اس کو بھی تفوق حاصل ہوا۔ والاول اوضح اس رفعت کو دیکھ کر وہ خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اول ہم جہاں زندہ عالم بالا سے پستی کی طرف آئے تھے اب ہم پستی سے پھر عالم بالا کو چل دیئے کچھ پانی ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ تمام اجزائے عالم خواہ متحرک ہوں یا ساکن سب یہی کہتے ہیں کہ ہم حق سبحانہ کی طرف لوٹنے والے ہیں اور ان ذرات عالم کے ذکر و تسبیح نے آسمان میں غلغلہ ڈال رکھا ہے اس ضمنی گفتگو سے فارغ ہو کر ہم پھر گفتگوئے سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قضائے الٰہی میں وہ قوت ہے کہ جب اس نے اپنا کرشمہ دکھلانا چاہا تو ایک دہقانی نے شہری کو مات کر دیا اور باوجودیکہ شہری نے ہزاروں پیش بندیاں کیں لیکن بالآخر اس کو مغلوب ہونا پڑا اور اس نے سفر کیا پھر کیا اور مصیبتیں جھیلیں اور پھر جھیلیں ہر چند کہ اس کو اپنی ثبات اور غیر متزلزل ہونے پر بہت کچھ اعتماد تھا اور گویا کہ وہ اس وصف میں وہ ایک پہاڑ تھا لیکن معمولی سے سیلاب کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور قضا الٰہی کی ایک ٹکر کا بھی نہ ہوا واقعی بات یہ ہے کہ جب قضا الٰہی آسمان سے نمودار ہوتی ہے تو بڑے بڑے عقلا اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ وہ حقیقت کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں مچھلیوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ باوجود پانی کے اس قدر عزیز ہونے کے

www.besturdubooks.wordpress.com

دریا کو چھوڑ کر باہر آ جاتی ہیں اور جال باوجود زمین میں ہونے کے ہوا میں اڑتے ہوئے جانور کو پھانس لیتا ہے حتیٰ کہ جن و پری شیشہ میں بند ہو جاتے ہیں بلکہ ہاروت بابل میں کنویں میں لٹکنے کے لئے آ جاتا ہے (کما ھو المشہور) الا وہ لوگ جو قضا سے بھاگ کر قضا ہی میں پناہ لیتے ہیں اور کہتے ہیں نفر من القضاء الی القضاء کما قال امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان کو کوئی تریع ضرر نہیں پہنچا سکتی۔

فائدہ: یاد رکھو کہ تریع اہل نجوم کی اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں کہ ایک کسی برج کے ایک خاص درجہ پر ہو اور دوسرا اس برج سے چوتھے برج کے اسی درجہ پر ہو اس وضع کو وہ نیم دشمنی کا موجب کہتے ہیں چونکہ عرفاً حوادث کو اوضاع فلکیہ کا اثر سمجھا جاتا ہے اس لئے مولانا نے تریع کا لفظ استعمال کیا لیکن مراد حادثہ ہے۔ فافہم) اور یاد رکھ کہ اگر تو قضائے الٰہی کی پناہ میں نہ آ جائے تو کوئی تدبیر تجھ کو قضا الٰہی سے نہیں بچا سکتی ہے۔ (قضا الٰہی کی پناہ میں آنے کے بعد دو صورتیں ہوں گی اگر مصلحت خداوندی مقتضی ہو گی تو وہ قضا ہی کو رد کر دے گا اور اگر مصلحت اس کو مقتضی نہ ہوئی تو اس کی مضرت سے محفوظ رہو گے اور جس قدر مضرت پہنچے گی اس کی تلافی معاوضہ اور اجر سے کر دی جاوے گی۔ واللہ اعلم)

شرح شبّیری

قصہ اصحاب ضروان کا اور ان کے اس حیلہ کرنے کا کہ فقیروں کو بے دئے ہوئے میوے توڑ لاویں

قصہ اصحاب ضرواں خواندۂ	پس چرا در حیلہ جوئی ماندۂ
تو نے ضروان والوں کا قصہ پڑھا ہے	پھر تو کیوں حیلہ جوئی میں لگا ہے؟

یعنی اصحاب ضروان کا قصہ تم نے (قرآن میں) پڑھا ہے پھر حیلہ جوئی کے اندر کیوں رہے ہوئے ہو ضروان ایک گاؤں کا نام ہے یمن میں ان کا قصہ قرآن شریف میں موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک شخص تھا وہ اپنے باغ میں سے فقراء کو بھی میوے دیا کرتا تھا اور زیادہ حصہ ان ہی لوگوں کو دیتا تھا جب وہ مر گیا تو اس کی اولاد نے اس کو لغو سمجھا مگر چونکہ ایک عادت پڑ رہی تھی تو سمجھے کہ اگر صبح کو توڑنے کے واسطے گئے تو فقرا جمع ہو جاویں گے اس لئے خوب سویرے سے توڑنے چلے تاکہ سویرے ہی لا کر گھر میں بھر لیں چونکہ رات سے قصد تھا اور حق تعالیٰ کو علم تھا ہی لہٰذا رات کو ایک بجلی آئی اور باغ جل کر خاک سیاہ ہو گیا تو دیکھو انہوں نے مقابلہ تقدیر کا کرنا چاہا تھا مگر اس کے سامنے عاجز رہے اور سارا مال کھو بیٹھے اس قصہ کو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حیلہ می کردند کژدم نیش چند	کہ برند از روزی درویش چند
چند بچھو جیسے ڈنک والے تدبیر کرتے تھے	کہ چند فقیروں کی روزی مار لیں

یعنی چند بچھو جیسے ڈنگ والے لوگ حیلہ کر رہے تھے تا کہ چند درویشوں کی روزی لے جاویں۔

شب ہمہ شب می سگالیدند مکر	روئے در رو کردہ چندیں عمرو بکر
تمام رات مکر اور حیلے سوچتے رہے	آمنے سامنے ہو کر بہت سے عمر و بکر

یعنی رات کو ساری رات وہ مکر سوچ رہے تھے کئی ایک عمرو بکر منہ سے منہ ملائے ہوئے یعنی آہستہ آہستہ۔

خفیہ میگفتند سرہا آں بداں	تا نباید کہ خدا دریا بدآں
ان نالائقوں نے راز مخفی طور پر کہے	تاکہ خدا ان کو نہ جان لے

یعنی وہ لوگ خفیہ اسرار بیان کر رہے تھے (گویا کہ یہ سمجھتے تھے) کہ کہیں خدا نہ سن لے یعنی ان کی حالت ایسی تھی کہ گویا کہ وہ سمجھ رہے تھے ان کی ایسی مثال تھی جیسے کہ۔

باگل اندایندہ اسگالید گل	دست کارے میکند پنہاں ز دل
کہگل نے کہگل کرنے والے کے خلاف سوچا؟	ہاتھ دل سے چھپا کر کوئی کام کرتا ہے؟

یعنی مٹی گوندھنے والے کے ساتھ مٹی (امور مخالف) سوچے یا ہاتھ کوئی کام دل سے پوشیدہ کر کے کرنا چاہے تو یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا اسی طرح ان کے یہ اسرار حق تعالیٰ سے پوشیدہ نہ رہتے تھے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

کیف لا یعلم ھواک من خلق	ان فی نجواک صدقاً ام ملق
تیری خواہش کو کیسے نہ جانے گا جس نے پیدا کیا	تیری خفیہ باتوں میں سچائی ہے یا جھوٹ

یعنی جس نے کہ تجھے پیدا کیا ہے وہ تیری خواہشوں کو کس طرح نہ جان لے گا کہ آیا تیری سرگوشی میں صدق ہے یا کذب ہے۔

کیف یغفل عن ظعین رغداً	من یعاین این مثواہ غداً
خوش عیش ہودج نشین سے وہ کیسے ناواقف ہوگا؟	جو دیکھ رہا ہے کہ کل کو اس کا ٹھکانا کہاں ہے

یعنی مسافر خوش سے وہ شخص کس طرح غافل ہو سکتا ہے کہ اس کے ٹھکانے کو آج ہی دیکھ رہا ہے کہ کل کہاں ہے مطلب یہ کہ جس کو مسافر کے سفر اور قیام گاہ سے سب سے پہلے ہی خبر ہے وہ بھلا اس سے غافل ہو سکتا ہے ہرگز نہیں وہ تو اس کی ساری نشست و برخاست سے واقف ہوگا تو اسی طرح حق تعالیٰ ہماری ساری باتوں سے واقف ہیں ان سے پوشیدہ ہو کر کہاں جاویں گے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اینما قد هبطا و صعدا	قد تولاه و احصیٰ عددا
کہاں وہ نشیب میں اتری کہاں اونچائی پر چڑھی	وہ اس کا نگراں ہے اور اس نے شمار کر لیا ہے

یعنی وہ مسافر جہاں اترا ہے اور جہاں چڑھا ہے وہ خبردار اس کے پیچھے ہے اور اس کے تمام حالات کو احصاء کئے ہوئے ہوتا ہے۔

اس قصہ کو یہیں ختم کر کے آگے پھر خواجہ صاحب کی خبر لی جاتی ہے ماتے ہیں کہ۔

گوش کن اکنوں حدیث خواجہ را	کو سوئے دہ چوں شد و دید او جزا
اب خواجہ کی بات سن	کہ وہ شہر کی جانب کیسے گیا اور اس نے سزا بھگتی

یعنی اب ذرا خواجہ کی بات سنو کہ وہ گاؤں میں کس طرح گیا اس نے کس طرح بدلا پایا۔

گوش را اکنوں ز غفلت پاک کن	استماع ہجر آں غمناک کن
اب کان کو غفلت سے پاک کرلے	اس غمناک کی ہجرت (کا قصہ) سن

یعنی کان کو اب غفلت سے پاک کر کے اس غمناک کی مصیبت کو سنو۔

تا چہا دید از بلاؤ از عنا	در رہ دہ چوں شد از شہر او جدا
اس نے کس قدر بلا اور مشقت دیکھی	گاؤں کے راستہ میں جب وہ شہر سے جدا ہوا

یعنی تا کہ (معلوم ہو کہ) اس نے کیا کیا بلا اور مصیبت گاؤں کے راستہ میں دیکھی جب کہ وہ شہر سے جدا ہوا آگے فرماتے ہیں کہ ہم جو تم کو اس کے سننے کی ترغیب دے رہے ہیں یہ فضول نہیں ہے بلکہ اس کے اندر بھی فائدہ اور ثواب ہے اس لئے کہ جب تم غمگین کی داستان سنو گے تو اس میں یہ فائدہ ہوگا کہ اس کا دل ہلکا ہو جاوے گا اور وہ تنگی اس کے قلب سے دور ہو جاوے گی تو اس میں ایک تو تطییب قلب مومن ہے دوسرے یہ فائدہ ہے کہ اگر اس غم کے زائل ہونے سے اس کا قلب بشاش ہوا اور اس کی وجہ سے اس کو مشغولی بحق ہو گئی تو چونکہ اس کے سبب تم بنے ہو لہذا ماجور ہو گے لہذا ضروری ہے کہ غمگین کی بات کو غور سے سنو آگے مولانا تھوڑی دور تک اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

آں زکاتے داں کہ غمگیں را دہی	گوش را چوں پیش دستانش نہی
اس کو ایک زکوۃ سمجھ جو تو غمزدہ کو دے رہا ہے	جب تو کان اس کی داستان پر دھرے

یعنی تم جو غمگین کی داستان پر کان رکھ رہے ہو اور سن رہے ہو اس کو یوں سمجھو کہ زکوۃ دے رہے ہو۔

بشنوی غمہائے رنجوران دل	فاقۂ جان شریف از آب و گل
دل کے بیماروں کا غم سن لے	آب و گل (میں پھنسنے) سے شریف جان کا فاقہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی رنجور دلوں کے غموں کو سنو جن کی جان شریف کو آب و گل سے فاقہ ہے یعنی ان کو جو اس آب و گل میں پھنسنے کی وجہ سے اور تر ددات میں ابتلاء کی وجہ سے جان شریف کی اصل غذا نہیں ملتی اس لئے وہ رنجور ہیں تو تم سے اگر وہ بیان کریں ان کی بات سن لو کہ وہ اس سے سبک دل ہو جاویں گے اور پھر مشغول بحق ہوں گے تو تم اس کے سبب ہو گے اور ماجور ہو گے ان کی یہ حالت ہے کہ۔

خانہ پر دود دارد پر فنے	مر و را بکشاز اصغا روزنے
صاحب ہنر کا گھر (دل) دھوئیں سے بھرا ہوا ہے	اس کی بات سننے کے لئے (کان کے) سوراخ کھول دے

یعنی ایک پرفن ایک گھر دھویں سے بھرا ہوا رکھتا ہے تو تم اس میں کان لگانے کا ایک روزن کھول دو مطلب یہ کہ اس کا قلب جو گھٹ رہا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی گھر میں دھواں گھٹ رہا ہو تو اگر اس گھر میں ایک روشندان لگا دیا جاوے تو وہ سارا دھواں نکل جاوے اسی طرح اگر تم اس کی ساری داستان سن لو گے تو ایسا ہو گا گویا کہ تم نے ایک روزن اس کے قلب میں لگا دیا اور وہ سارا غبار اس سے نکل گیا۔ سبحان اللہ خوب مثال ہے۔

گوش تو او را چو راہ دم شود	دود تلخ از خانہ او کم شود
جب تیرا کان اس کے سانس لینے کا راستہ بن جائے	کڑوا دھواں اس کے گھر میں سے کم ہو جائے

یعنی تمہارا کان اس کے لئے سانس کا راستہ ہو جاوے گا اور وہ تلخ دھواں اس کے گھر میں سے کم ہو جاوے گا یعنی تمہارا سن لینا جب کہ روشن وان کی طرح ہے تو تمہارا کان اس کے سانس لینے کا روزن ہو جاوے گا اور اس کا قلب بہت ہلکا ہو جاوے گا اور پھر وہ مشغول بحق ہو گا تو اس کے سبب بننے کا ثواب تمہیں بھی ملے گا اب آگے شیخ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ۔

غمگساری کن تو باما اے روی	گر بسوئے رب اعلیٰ میروی
اے سیراب! ہماری غمگساری کر	اگر تو رب اعلیٰ کی طرف جا رہا ہے

یعنی اے سیراب اگر تو حق تعالیٰ کی طرف جا رہا ہے تو ہماری بھی غمگساری کر اور ہماری بھی خبر لے۔

ایں تردد حبس و زندانے بود	کو نہ بگذارد کہ جاں سوئے رود
یہ تردد قید اور قیدی ہے	جو نہیں چھوڑتا کہ جان کسی طرف جائے

یعنی یہ تردد ایک حبس اور زندان ہے جو کہ جان کو ایک طرف ہونے نہیں دیتا۔

ایں بدیں سو آں بداں سو میکشد	ہر یکے گوید منم راہ رشد
یہ اس جانب وہ اس جانب کھینچتا ہے	ہر شخص کہتا ہے میں ہدایت کا راستہ ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ایک اس طرف کو اور دوسرا اس طرف کو کھینچ رہا ہے اور ہر ایک کہہ رہا ہے کہ میں راہ ہدایت ہوں چونکہ تردد میں تو یہی ہوتا ہے کہ دونوں طرف دل ہوتا ہے اس لئے کہتے ہیں کہ دل ادھر ہوتا ہے نہ ادھر بس بیچ میں ڈانواں ڈول ہے خبر لو۔

ایں تردد عقبہ راہ حق است	اے خنک آں کس کہ پایش مطلق ست
یہ تردد اللہ کے راستہ کی گھاٹی ہے	وہ شخص قابل مبارکباد ہے جس کا پیر آزاد ہے

یعنی یہ تردد راہ حق کی گھاٹی ہے اور وہ شخص اچھا ہے جس کا پاؤں ان سے چھوٹا ہوا ہے یعنی جس کو کہ ترددات نہیں ہیں وہی اچھا ہے اور اس کی یہ حالت ہے کہ۔

بے تردد می رود درراہ راست	رہ نمی دانی بجو گامش کجاست
وہ سیدھے راستہ پر بغیر تردد جا رہا ہے	(اگر) تو راستہ نہیں جانتا ہے جا اس کا نشان قدم معلوم کرلے

یعنی وہ راہ راست پر بے تردد کے چلا جارہا ہے تو اگر راہ نہیں جانتا تو اس کا نشان قدم تلاش کرلے کہ کہاں ہے مطلب یہ کہ جو علائق اور ترددات سے چھوٹا ہوا ہے بس وہ سیدھے راستہ پر بے تکلف چلا جارہا ہے تو اگر تم کو خود بصیرت نہیں ہے تو اس راست رو کا اتباع ہی کرو کہ اسی طرح منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے آگے اس کی ایک مثال ہے کہ۔

گام آہو را بگیر و رو معاف	تارسی از گام آہو تا بناف
تو ہرن کے (نشان) قدم پکڑ لے اور عافیت سے چلدے	تاکہ تو ہرن کے نشان قدم سے نافہ تک پہنچ جائے

یعنی گام آہو کو پکڑ لو اور عافیت کے ساتھ چلے جاؤ تاکہ تم گام آہو سے نافہ تک پہنچ جاؤ مطلب یہ کہ اگر تم کو نافہ کی تلاش ہے اور اس کے متلاشی ہو تو آہو کے نشان قدم پر چلے چلو اسی سے تم کو نافہ مل جاوے گا تو اسی طرح ان حضرات کی اتباع سے تم کو دولت عقبیٰ حاصل ہو جاوے گی۔

زیں روش براوج انور میروی	اے برادر گر برآذر میروی
اس رفتار سے تو روشن بلندی پر جا رہا ہے	اے بھائی! اگر تو آگ پر چل رہا ہے

یعنی اس چال سے اوج انور تک چلے جاؤ گے اے بھائی اگرچہ آگ پر چل رہے ہو مطلب یہ کہ اگرچہ اس وقت مجاہدہ وریاضت کرنا گویا آگ پر چلنا ہے مگر اسی سے تم کو اوج انور کی روش حاصل ہو جاوے گی آگے فرماتے ہیں کہ۔

نے ز دریا ترس و نے از موج وکف	چوں شنیدی تو خطاب لاتخف
نہ دریا سے ڈر نہ موج سے' نہ جھاگ سے	جب تو نے "نہ ڈر" کا خطاب سن لیا ہے

یعنی نہ دریا سے ڈرو اور نہ موج وکف سے جب کہ تم نے لاتخف کا خطاب سن لیا ہے مطلب یہ کہ جب کہ تم کو

www.besturdubooks.wordpress.com

حق تعالیٰ کی طرف سے لاتخف کا خطاب ہے تو پھر تم کسی شے سے کیوں ڈرتے ہو اور خطاب لاتخف اس طرح ہے کہ ارشاد ہے کہ ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون اور جو کہ اولیاء کا دوست ہو اور ان کا محب ہو وہ بھی اسی میں داخل ہے لہٰذا ہر شخص کو لاتخف کا خطاب ہو گیا لیکن مولانا اس کو اور طرح سے بھی بیان فرماتے ہیں کہ۔

لاتخف داں چونکہ خوفت داد حق	نان فرستد چوں فرستادت طبق
جبکہ تجھے اللہ نے خوف دیا ہے تو (اپنے آپ کو) لاتخف (کا مصداق) سمجھ	وہ روٹی بھیج دے گا جبکہ اس نے تجھے طباق دیا ہے

یعنی جب کہ حق تعالیٰ خوف دیں تو تم لاتخف جانو اس لئے کہ جب طباق بھیجا ہے تو روٹی بھی بھیجے گا مطلب یہ کہ جب تم کو خوف ہو تو سمجھ لو کہ اب خطاب لاتخف ہو رہا ہے اس لئے کہ ایسی مثال سمجھو کہ جیسے جب آقا طبق بھیجتا ہے تو روٹی بھی دیتا ہے تو جب تم کو خوف دیا ہے تو اس کے اندر خطاب لاتخف بھی ضرور ہے۔

خوف آنکس راست کو را خوف نیست	غصہ آنکس راکش اینجا طوف نیست
ڈر اس کے لئے ہے جس کو ڈر نہیں ہے	غم اس کے لئے ہے جس کو یہاں طواف (کا موقع) نہیں ہے

یعنی خوف تو اس کو ہے (یہاں) خوف نہیں ہے اور غصہ اس کے لئے ہے جس کو کہ اس جگہ سرگشتگی نہیں ہے مطلب یہ کہ جس کو دنیا میں خدا کا خوف نہیں ہے اس کو آخرت میں خوف ہوگا اور جو کہ یہاں خوف میں ہیں وہ انشاء اللہ وہاں خوش اور بے خوف ہوں گے خیر چونکہ اوپر کہا تھا کہ خواجہ کا قصہ بیان کرو تو آگے ان کا قصہ بیان کرتے ہیں اور یہ بیچ میں اور مضمون کچھ مناسبات سے آ گیا تھا۔

خواجہ کا گاؤں کی طرف بچوں کے ساتھ روانہ ہونا

خواجہ در کار آمد و تجہیز ساخت	مرغ عزمش سوئے دہ اشتاب تاخت
خواجہ کام میں لگا اور سامان تیار کیا	اس کے ارادہ کا پرند جلد گاؤں کی جانب روانہ ہوا

یعنی میاں نے کام شروع کیا اور سامان کیا اور ان کے ارادہ کا جانور گاؤں کی طرف چلا یعنی خوب شوق میں سامان کر کے جلدی جلدی روانہ ہوئے۔

اہل و فرزنداں سفر را ساختند	رخت را برگاو عزم انداختند
اہل اور اولاد نے سفر کی تیاری کر لی	سامان ارادے کے بیل پر لاد دیا

یعنی اہل وعیال نے سفر شروع کیا اور اسباب کو قصد کے بیل پر لاد دیا یعنی اسباب کو سواری میں لاد کر روانہ ہو گئے۔

شادمانان و شتاباں سوئے دہ	کہ برے خوردیم از دہ مژدہ دہ
خوشی خوشی جلدی سے گاؤں کی جانب	کہ ہم نے گاؤں کے پھل کھائے ہمیں خوشخبری سنا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی خوش اور جلدی گاؤں کی طرف جا رہے تھے اور بزبان حال کہہ رہے تھے کہ گویا ہم نے مژدہ دینے والے گاؤں سے پھل کھا ہی لیا اور کہتے تھے کہ۔

مقصد ما را چراگاہ خوش است	یار ما آنجا کریم و دلکش است
ہمارے مقصد کے لئے عمدہ چراگاہ ہے	اس جگہ ہمارا دوست سخی اور دلنواز ہے

یعنی ہمارا منزل مقصود ایک عمدہ چراگاہ ہے اور ہمارا دوست کریم اور دلکش وہاں موجود ہے۔

با ہزاراں آرزو ما خواندہ است	بہر ما غرس کرم بنشاندہ است
اس نے ہمیں ہزاروں تمناؤں سے بلایا ہے	اس نے ہمارے لئے سخاوت کا پودا لگایا ہے

یعنی ہزاروں آرزو سے اس نے ہمیں بلایا ہے اور ہمارے لئے کرم کا درخت اس نے لگا رکھا ہے۔

ما ذخیرہ دہ زمستان دراز	از بر او سوئے شہر آریم باز
ہم دیں لمبے جاڑوں کیلئے سامان	اس کے پاس سے شہر لے آئیں گے

یعنی تا کہ گاؤں کی چیزیں جاڑے کے طویل موسم کے لئے اس کے پاس سے شہر کی طرف لادیں گے مطلب یہ کہ گاؤں سے خوب ذخیرہ لادیں گے مثلاً لکڑی گیہوں وغیرہ وغیرہ خوب بھر کر لادیں گے یہ منصوبے سوچتے جا رہے تھے اور سوچتے تھے کہ۔

بلکہ باغ ایثار راہ ما کند	درمیان جان خود ما جا کند
بلکہ وہ باغ ہمارے لئے قربان کر دے گا	اپنی جان میں ہماری جگہ بنائے گا

یعنی بلکہ ہمارے اوپر باغ کو فدا کر دے گا اور اپنی جان میں ہماری جگہ کرے گا یعنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھے گا اور کہتے تھے کہ۔

عجلوا اصحابنا کے تربحوا	عقل میگفت از دروں لا تفرحوا
ہمارے ساتھیو! جلدی کرو تاکہ نفع اٹھاؤ	اندر سے عقل کہتی تھی "خوش نہ ہو"

یعنی اے ہمارے ساتھیو جلدی کرو تا کہ نفع حاصل کرو اور عقل اندر سے کہہ رہی تھی کہ ذرا اتراؤ مت۔

من رباح اللہ کونوا ابحین	ان ربی لا یحب الفرحین
اللہ کے نفع سے نفع اٹھانے والے بنو	بیشک میرا خدا خوش ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے

یعنی حق تعالیٰ کے نفع سے نفع حاصل کرو اس لئے کہ میرا رب اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا مطلب یہ کہ یہ کیا نفع دنیاوی پر مر رہے ہو حق تعالیٰ کے پاس جو نفع ہے اس کو حاصل کرو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

افرحوا هونا بما آتاکم	کل ات مشغل الھاکم
اس پر ہلکے سے خوش ہو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے	ہر آنے والی خبر مشغول کرنے والی ہے جس نے تمہیں غافل بنایا

یعنی جو شے کہ تم کو ملی ہے اس پر اعتدال سے خوش ہو اس لئے کہ ہر آنے والا مشغل ہے کہ لہو میں تم کو ڈال دیا ہے حدیث میں ہے احبب حبیبک ھونا ما عسیٰ ان یکون بغیضک یوماً ما وابغض بغیضک ھونا ماعسی ان یکون حبیبک یوماً ما یعنی دوست سے دوستی بھی اعتدال سے کرو شاید کبھی دشمن ہو جاوے (تو تمہارے اسرار پر مطلع ہو کر زیادہ نقصان دہ ہو سکتا ہے) اور اپنے دشمن سے دشمنی بھی اعتدال کے ساتھ کرو شاید وہ کبھی دوست ہو جاوے (تو پھر کیا منہ دکھاؤ گے) تو مولانا فرماتے ہیں کہ عقل کہہ رہی تھی کہ ذرا فرح اعتدال پر رکھو آپے سے باہر مت ہو جاؤ۔

از وے شو مشو از غیر وے	کو بہارست و دگر ہا ماہ دے
اس سے خوش ہو اس کے غیر سے نہ ہو	کیونکہ وہ موسم بہار ہے دوسرے ماگھ کا مہینہ

یعنی حق تعالیٰ سے خوش ہو اور دوسروں سے خوش مت ہو اس لئے کہ وہ تو مثل موسم بہار کے ہیں اور باقی اور سب ماہ خزاں ہیں لہٰذا حق تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو اور ان کی نعماء پر خوش ہو۔

ہر چہ غیر اوست استدراج تست	گرچہ تخت و ملک تست و تاج تست
جو کچھ اس کے علاوہ ہے وہ تیرا استدراج ہے	خواہ وہ تیرا تخت اور سلطنت ہو اور تیرا تاج ہو

یعنی اس کے سوا اور جو ہے سب تیرے لئے استدراج ہے اگرچہ تیرا تاج و تخت اور ملک ہی ہو سب مغفل ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے استدراج اور امتحان ہے آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

شاد از غم شو کہ غم دام بقاست	اندریں رہ سوئے پستی ارتقاست
غم سے خوش ہو کیونکہ وہ لقا (خداوندی) کا ذریعہ ہے	اس راستہ میں پستی کی جانب جانا' بلند ہونا ہے

یعنی غم سے خوش ہو کیونکہ غم جالب بقا ہے اور اس راہ میں پستی کی طرف عروج ہے مطلب یہ کہ غیر اللہ سے خوش مت ہو بلکہ اگر غم آوے تو اس سے خوش ہو کہ یہاں کا غم وہاں کے اجر کا موجب ہے اور اگر یہاں پستی اور تواضع اختیار کرو گے تو وہاں کا عروج حاصل ہو گا تو دیکھو یہاں پستی میں عروج ہے۔

غم یکے گنج است و رنج تو چوں	لیک کے در گیرد ایں در کودکاں
غم ایک خزانہ ہے اور تیرا رنج کان ہے	لیکن اس بات کا اثر بچوں پر نہیں ہے

یعنی غم ایک بہت بڑا خزانہ ہے اور تمہارا رنج مثل معدن کے ہے لیکن اس بات کو بچے کیا جانیں یعنی جو

www.besturdubooks.wordpress.com

نادان ہیں وہ اس بات کو کیا سمجھ سکتے ہیں کہ غم کیا شے ہے ورنہ غم ایک بڑی نعمت ہے کیونکہ اس کا اجر حق تعالیٰ کے یہاں عظیم ہے غم کے میں تعظیم کے لئے ہے آگے بچوں کی عادت بتاتے ہیں کہ۔

کودکاں چوں نام بازی بشنوند	جملہ باخر گورہم تگ می دوند
بچے جب کھیل کا نام سنتے ہیں	سب گورخر کے ہم رفتار ہوتے ہیں

یعنی بچے جب کھیل کا نام سن لیتے ہیں تو سارے گورخر کے برابر دوڑ میں ہو جاتے ہیں یعنی خوب چست و چالاک ہوتے ہیں اسی طرح جو نادان ہیں وہ اس دنیاوی لذات اور خوشی کو سن کر خوش ہوتے ہیں اور اصلی خوشی کی ان کو خبر بھی نہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے خراماں گور ایں سوداما ست	در کمیں ایں سوئے خوں آشاماست
اے ٹہلنے والے گورخر! اس طرف جال ہیں	اس جانب گھات میں خون پینے والی (بلائیں) ہیں

یعنی اے اندھے چلنے والے اس طرف جال ہیں اور اس طرف کمین ہیں خون کے پیاسے ہیں۔ مطلب یہ کہ اے حقیقت سے اندھے تو جو خوش خوش جا رہا ہے اور اس طرف سلامتی سمجھے ہوئے ہے ارے اس طرف تو تیرے خون کی پیاسی چیزیں ہیں اس طرف یعنی دنیا کی طرف مت جا اور اس میں مشغول مت ہو۔

تیرہا پنہاں نہ شد لیکن کماں	گشت پنہاں از دو چشم مرداں
تیر پوشیدہ نہیں ہیں لیکن کمان	انسانوں کی دو آنکھوں سے چھپی ہوئی ہے
تیرہا پراں کماں پنہاں وغیب	بر جوانے میرسد صد تیر شیب
تیر چل رہے ہیں، کمان چھپی ہوئی اور غائب ہے	ایک جوان پر بڑھاپے کے سو تیر پہنچتے ہیں

یعنی تیر تو اڑ رہے ہیں اور کمان پوشیدہ اور غائب ہے اور جوانی پر سینکڑوں تیر بڑھاپے کے پڑ رہے ہیں مطلب یہ کہ دیکھو جوانی پر جو یہ بڑھاپے کا اثر ہے اور روز بروز طاقت کم ہو رہی ہے آخر یہ کیا بات ہے یہ وہی حوادث ہیں مگر نظر تو اس پر چاہئے کہ جس نے ان حوادث کو پیدا کیا ہے۔

گام در صحرائے دل باید نہاد	زانکہ در صحرائے گل نبود کشاد
دل کے جنگل میں قدم رکھنا چاہیے	اس لئے کہ مٹی کے جنگل (جسم) میں وسعت نہیں ہے

یعنی قدم صحرائے دل میں رکھنا چاہئے اس لئے کہ صحرائے گل میں تو کشادگی نہیں ہے یعنی ان ظاہری جنگلوں میں تو فراخی اور کشادگی حقیقی نہیں ہے لہذا ان کو ترک کرو اور صحرائے دل میں قدم رکھو اور قلب کی سیر کرو کسی نے خوب کہا ہے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ستمت اگر ہوست کشد کہ بہ سیر سرو چمن درآ | تو زغنچہ کم نہ دمیدہ دردل کشابہ چمن درآ

اور امیر خسرو فرماتے ہیں کہ

ما غریباں را تماشائے چمن درکار نیست | داغہائے سینۂ ما کمتر از گلزار نیست

اور فرماتے ہیں کہ۔

ایمن آباد است دل اے مرداں	حصن محکم موضع امن و اماں
اے لوگو! دل امن آباد ہے	مضبوط قلعہ ہے امن و امان کی جگہ ہے

یعنی اے لوگو دل ایک ایمن آباد ہے (کہ جہاں کچھ خوف ہے ہی نہیں) اور ایک مضبوط قلعہ ہے اور امن و امان کی جگہ ہے اور دل وہ شے ہے کہ۔

گلشن خرم بکام دوستاں	چشمہا و گلستاں در گلستاں
دوستوں کے حسب مراد تازہ گلشن ہے	چشمے ہیں اور باغ در باغ ہیں

یعنی دل ایک عمدہ گلشن موافق مقصد دوستوں کے ہے اور اس میں چشمے ہیں اور گلستاں در گلستاں ہیں یعنی علوم و معارف کے باغ کھل رہے ہیں۔

عج الی القلب و سریا ساریہ	فیہ اشجار و عین جاریہ
قلب کی طرف لوٹ اور چل دے چلنے والے	اس میں درخت اور جاری چشمہ ہے

یعنی اے (قافلہ) چلنے والے قلب کی طرف متوجہ ہو کہ اس میں (علوم و معارف کے) باغ ہیں اور چشمہ جاریہ ہیں۔

دہ مرو دہ مرد را احمق کند	عقل را بے نور و بے رونق کند
گاؤں میں نہ جانا گاؤں انسان کو احمق بنا دیتا ہے	عقل کو بے نور اور بے رونق بنا دیتا ہے

یعنی گاؤں میں مت جاؤ کیونکہ گاؤں انسان کو احمق بنا دیتا ہے اور عقل کو بے نور اور بے رونق کر دیتا ہے وہ سے مراد ماسواء اللہ ہے مطلب یہ کہ ادھر ادھر ماسوا اللہ سے دل مت لگاؤ بلکہ بس اس ایک ہی طرف دل لگائے رکھو اسی میں سب کچھ ہے ورنہ اگر اور طرف متوجہ ہو جاؤ گے تو عقل بے رونق ہو جاوے گی۔

خواجہ پندارد کہ روزی دہ دہد	ایں نمیداند کہ روزی دہ دہد
خواجہ سمجھتا ہے کہ گاؤں روزی دیتا ہے	یہ نہیں سمجھتا کہ روزی دینے والا (روزی) دیتا ہے

یعنی میاں جانتے ہیں کہ روزی گاؤں دیتا ہے اور یہ نہیں جانتے کہ روزی دینے والا دیتا ہے مطلب یہ کہ میاں کو تو خیال ہے کہ ہمارے باغ ہیں گاؤں ہیں زمین ہیں اور ان ہی سے روزی ملتی ہے اور یہ خبر نہیں کہ روزی روزی دینے

www.besturdubooks.wordpress.com

والا یعنی حق تعالیٰ دیتے ہیں لہذا چاہئے کہ ماسوی اللہ پر بھروسہ اور اعتبار مت کرو بلکہ توکل بحق ہونا ضروری ہے۔

قول پیغمبر شنوائے مجتبیٰ	گور عقل آمد وطن در روستا
اے برگزیدہ! پیغمبرؐ کا قول سن لے	گاؤں کا وطن عقل کی قبر ہے

یعنی اے برگزیدہ شخص حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول سنو کہ (فرمایا کہ) گاؤں میں گھر ہونا کوری عقل ہے اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جو کہ صحاح میں ہے کہ فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ من تسکن البادیة جفا یعنی جو کوئی جنگل میں رہے وہ سخت دل ہو جاتا ہے اور سخت دلی ایک بہت بڑی کوری قلب ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ روزے باشد اندر روستا	تا بماہے عقل او ناید بجا
جو گاؤں میں ایک دن رہے گا	اس کی عقل ایک مہینہ تک ٹھکانے نہ آئے گی

یعنی جو کوئی ایک دن گاؤں میں رہے اس کی عقل ایک ماہ تک ٹھکانہ پر نہیں آتی۔

ہر کہ در رستا کند روزے وشام	تا بماہے عقل او نبود تمام
جو شخص ایک دن اور شام گاؤں میں گزارے گا	ایک مہینہ تک اس کی عقل مکمل نہیں ہو گی

یعنی جو کوئی گاؤں میں ایک صبح وشام گزارے اس کی عقل ایک ماہ تک پوری نہیں ہوتی۔

تا بماہے احمقی با او بود	از حشیش دہ جز اینہا چہ رود
ایک مہینہ تک حماقت اس کے ساتھ ہو گی	گاؤں کی گھاس سے اس کے علاوہ اور کیا ہو گا

یعنی احمقی ایک ماہ تک اس کے ہمراہ رہتی ہے اور وہ گاؤں کے گھاس میں سوائے اس کے اور کیا لے گا۔

مطلب یہ کہ وہاں کے گھاس پھونس سے تو بے وقوفی اور جانور پن ہی آتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ ماہے باشد اندر روستا	روزگارے باشدش جہل و عمیٰ
جو ایک مہینہ تک گاؤں میں رہے گا	اس کی نادانی اور جہالت تمام عمر رہے گی

یعنی اور جو شخص کہ ایک مہینے تک گاؤں میں رہے تو اس کو ایک زمانہ تک جہل و عمیٰ رہے گا اول تو اس میں بھی شبہ نہیں ہے بلکہ مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ بعض سرزمین کی خاصیت ہی ایسی ہوتی ہے کہ وہاں جا کر آدمی بیوقوف ہو جاتا ہے ایسے قصے بعض قصبات کے ہر جگہ مشہور ہوتے ہیں جیسے کہ ہمارے اطراف میں کاندھلہ و لنیڈہ اور پورب میں کرسی علیٰ ہذا اور قصبات نہ تو اسی طرح گاؤں کی آب و ہوا میں خاصیت کم عقل کر دینے کی ہونا تعجب نہیں ہے لیکن مولانا نے گاؤں سے ایک اور لطیف امر مراد لیا ہے جس کو خود آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ده چه باشد شیخ کامل ناشده	دست در تقلید و در حجت زده
گاؤں کیا ہے؟ ناقص شیخ	جس نے تقلید اور حجت بازی حاصل کی ہے

یعنی گاؤں کیا ہے وہ شیخ ہے جو کہ واصل نہ ہوا ہو اور ہاتھ تقلید و حجت میں مارے ہوئے ہو مطلب یہ کہ جو شیخ کہ کامل نہیں ہے وہ ان لوگوں کے آگے جن کو کہ بصیرت حاصل ہے مثل مقلد کے ہے کہ اس کو صرف علم تقلیدی حاصل ہوتا ہے اور دیگر جہال کی نسبت سے وہ مدلل ہے تو ایسا شخص جو کہ اصطلاحات وغیرہ سے تو واقف ہو لیکن کامل نہ ہو وہ ایسا ہے جیسے ایک شخص مجتہد اور مجتہد دونوں نہ ہو تو ایسا شخص یقیناً گمراہ اور گمراہ کن ہوگا تو اسی طرح یہ شخص بھی گمراہ کن ہے سبحان اللہ خوب ہی مثال دی ہے۔

پیش شہر عقل کلی ایں حواس	چوں خران چشم بستہ در خراس
کلی عقل کے شہر کے سامنے یہ حواس	آنکھوں پر پٹی بندھے ہوئے کولہو کے گدھوں کی طرح ہیں

یعنی عقل کامل کے سامنے یہ حواس مثل آنکھ بندھے ہوئے گدھوں کے ہیں جو کہ چونہ چکی میں ہوتے ہیں حواس سے مراد عقل ناقص اور عقل کل سے مراد عقل کامل مطلب یہ کہ عقل کامل یعنی شیخ کامل کے آگے یہ شیوخ ایسے ہیں کہ جیسے گدھے کو چونہ چکی میں آنکھیں باندھ کر لگا دیا جاتا ہے اور وہ گھومتا رہتا ہے اور اس کو یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ کہاں جا رہا ہے اور صبح سے شام تک چلتا ہے اور پھر وہیں کا وہیں اسی طرح شیخ ناقص سلوک طے کر رہا ہے اور جہاں تھا وہیں رہتا ہے آگے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

ایں رہا کن صورت افسانہ گیر	رو بہل درِّ دانہ گندم دانہ گیر
اس کو رہنے دے قصہ کی صورت اختیار کر	جا موتی کو چھوڑ دے گیہوں کا دانہ لے لے

یعنی اس کو ترک کرو اور افسانہ کی صورت کو اختیار کرو اور دردانہ کو ترک کرو اور گندم دانہ کو لو مطلب یہ کہ ان باتوں کو جو کہ مثل دردانہ کے ہیں یعنی علوم و معارف کے بیان کو ترک کرو اس لئے کہ ان کی تو کہیں انتہا ہی نہیں ہے لہٰذا اس پر اکتفا کر کے اس قصہ خواجہ کو جو کہ مشابہ گندم دانہ کے ہے بیان کرو مولانا کو ان باتوں کے ترک کرنے کو بھی ذرا دیر چاہئے اس لئے کہ یہ باتیں تو مثل طبیعت ثانیہ کے ہوگئی ہیں لہٰذا آگے فرماتے ہیں کہ

گر بہ درره نیست ہیں بر می ستاں	گر بداں سو نیست رہ ایں سو براں
اگر موتی کی طرف راستہ نہیں ہے خبردار گیہوں لے لے	اگر اس طرف راستہ نہیں ہے اس طرف چل پڑ

یعنی اگر موتی کو حاصل نہیں کر سکتے تو گیہوں ہی لے لو اور اگر اس طرف جانے کا راستہ نہیں ہے تو (سواری کو) اسی طرف کو چلاؤ مطلب یہ کہ اگر اسرار و معانی کے بیان کرنے کی تاب نہیں ہے تو یہ قصہ ہی بیان کرو کہ اس میں بھی جبکہ نیت غمخواری ہو ثواب ملنے کی امید ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ظاہرش گیر ارچہ ظاہر کژ بود	عاقبت ظاہر سوئے باطن برد
اس کے ظاہر کو اختیار کرلے اگرچہ ظاہر ٹیڑھا ہو	آخر ظاہر باطن ہی کی طرف جاتا ہے

یعنی اس کے ظاہری کو لو اگرچہ ظاہر کج ہوتا ہے انجام کار ظاہر باطن کی طرف لے جاتا ہے یعنی اس ظاہر سے رسائی باطن کی طرف ہو جاتی ہے۔

اول ہر آدمی خود صورت است	بعد ازاں جاں کو جمال سیرت است
آدمی کی ابتدا خود صورت ہے	اس کے بعد جان ہے جو باطن کا حسن ہے

یعنی ہر آدمی کا شروع صورت ہی ہے اور اس کے بعد جان ہوتی ہے جو کہ سیرت کی جمال ہے۔

اول ہر میوہ جز صورت کے است	بعد ازاں لذت کہ معنی ویست
ہر میوے کی ابتداء سوائے صورت کے کیا ہے	اس کے بعد لذت ہے جو اس کے معنی ہیں

یعنی ہر میوہ کی ابتدا بجز صورت کے اور کیا ہے اور اس کے بعد لذت ہے جو کہ اس کا مقصود ہے۔

اولاً خرگاہ سازند و خرند	ترک رازاں پس بہ مہماں آورند
پہلے خیمہ تیار کرتے ہیں اور خریدتے ہیں	اس کے بعد سردار کو مہمان بنا کر لاتے ہیں

یعنی اول خرگاہ درست کر لیتے ہیں اور خرید لیتے ہیں اور ترک کو بعد اس کے مہمانی میں لاتے ہیں تو دیکھو صورت ہی موصل الی المعنی والمقصود ہوا کرتی ہے لہذا صورت کو اختیار کرنا بھی مضر نہیں ہے بلکہ موصل ہے ہاں صرف صورت میں رہ جانا مضر ہے مگر جو صورت سے مقصود معنی ہوں تو کچھ بھی مضر نہیں ہے آگے فرماتے ہیں کہ

صورتت خرگاہ و آں معنی ست ترک	معنیت ملاح و آں صورت چو فلک
تیری صورت خیمہ ہے اور معنی سردار ہے	تیرے معنی ملاح ہیں اور صورت کشتی جیسی ہے

یعنی تمہاری صورت خرگاہ ہے اور وہ جان ترک ہے اور تمہاری جاں ملاح (کی طرح) ہے اور صورت کشتی ہے تو اگر اول خرگاہ اور کشتی نہ ہوگی تو ترک اور ملاح کو جگہ کہاں مل سکتی ہے اس لئے صورت پر نظر معنی کے لئے کرنا مفید ہے ہاں صرف صورت ہی صورت کو لینا مضر ہے کہ وہ حاجب عن المقصود ہو جایا کرتی ہے بس اس کو بیان کر کے آگے خواجہ کی روانگی کو پھر بیان کرتے ہیں۔

رفتن و خواجہ و قومش بسوئے دہ

خواجہ اور اس کے کنبہ کا گاؤں کی طرف چلنا

بہر حق ایں را رہا کن یک نفس	تا خر خواجہ بجنباند جرس
خدا کے لئے اس بات کو تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دے	تاکہ خواجہ کا گدھا گھنٹی ہلائے

یعنی (مولانا اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ خدا کے لئے ایک لمحہ کے لئے اس بیان اسرار کو ترک کرو تا کہ خواجہ کا گدھا گھنٹی ہلا دے مطلب یہ کہ وہ چلنے کو تیار ہوں یعنی اس کو ترک کرو اور ان کی روانگی کو بیان کرو خیر آگے بیان کرتے ہیں۔

خواجہ و بچگاں جہازے ساختند	بر ستوں را جانب دہ تاختند
خواجہ اور بچوں نے سامان تیار کیا	جانوروں پر چڑھ کر گاؤں کی جانب روانہ ہو گئے

یعنی خواجہ اور اس کے بچوں نے سامان کیا اور بیلوں پر گاؤں کی جانب چلے۔

شادمانہ سوئے صحرا راندند	سافروا کہ تغنموا بر خواندند
خوشی خوشی جنگل کی جانب روانہ ہو گئے	سفر کرو تا کہ غنیمت حاصل کرو پڑھنے لگے

یعنی یہ لوگ جنگل کی طرف خوش خوش چلے اور کہہ رہے تھے کہ سفر کرو تا کہ غنیمت حاصل ہو۔

کز سفرہا بندہ کے خسرو شود	بے سفر ہاماہ کے خوشرو شود
سفروں کی وجہ سے غلام کی خسرو بن جاتا ہے	بغیر سفر کے چاند کب حسین بنتا ہے

یعنی کہ سفروں کی وجہ سے غلام بادشاہ ہو جاتے ہیں اور بے سفر کے چاند کب خوشرو ہوتا ہے مطلب یہ کہ سب آپس میں کہہ رہے تھے کہ سفر بہت عمدہ چیز ہے اس سے چاند خوب صورت اور غلام بادشاہ ہو جاتے ہیں لہذا ہم کو بھی سفر کرنا چاہئے۔

از سفر بیذق شود فرزیں راد	از سفر یابید یوسف صد مراد
پیادہ سفر کر کے عقلمند فرزین بن جاتا ہے	سفر سے (حضرت) یوسف نے سینکڑوں مرادیں پائیں

یعنی سفر ہی کی وجہ سے بیذق فرزین بزرگ ہو جاتا ہے اور سفر ہی سے یوسف علیہ السلام نے سینکڑوں مرادیں پائیں کہ دیکھو بادشاہ بن گئے غرضکہ ان کی یہ حالت تھی کہ۔

روز روی از تاب خورمی سوختند	شب ز اختر راہ می آموختند
دن میں سورج کی گرمی سے منہ جلاتے تھے	رات کو ستاروں سے راستہ معلوم کرتے تھے

یعنی دن کو تو خورشید کی تابش سے منہ جلایا کرتے تھے اور رات کو ستاروں سے راستہ سیکھا کرتے تھے مطلب یہ کہ بیچارے رات دن چلتے تھے۔

خوب گشتہ پیش ایشاں راہ زشت	از نشاط دہ شدہ رہ چوں بہشت
برا راستہ ان کے لئے اچھا بن گیا تھا	گاؤں کی خوشی میں راستہ بہشت جیسا ہو گیا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ان کے سامنے وہ راہ زشت (شوق کی وجہ سے) خوب ہوگئی تھی اور گاؤں کے شوق کی وجہ سے راہ بہشت کی طرح ہوگئی تھی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

تلخ از شیریں لباں خوش می شود	خار از گلزار دلکش می شود
شیریں لب والوں سے کڑوا بھلا ہو جاتا ہے	چمن کی وجہ سے کانٹا دلکش ہو جاتا ہے

یعنی شیریں لبوں کی وجہ سے تلخ شیریں ہو جاتا ہے اور گلزار کی وجہ سے خار بھی دلکش ہو جاتا ہے۔

حنظل از معشوق خرما می شود	خانہ از ہمخانہ صحرا می شود
معشوق کی جانب سے اندرائن چھوارا بن جاتی ہے	گھر بیوی کی وجہ سے جنگل (چمن) ہو جاتا ہے

یعنی معشوق کی وجہ سے حنظل بھی خرما ہو جاتا ہے اور صحرا بیوی کی وجہ سے گھر ہو جاتا ہے۔

اے بسا از نازنیناں خارکش	برامید گلعذارے ماہوش
بہت سے نازوں کے پالے کانٹے چننے والے ہیں	گلاب جیسے رخسار چاند جیسے چہرے والے (معشوق) کی امید پر

یعنی بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ نازنینوں کی وجہ سے خارکش ہیں اور ایک ماہوش گلعذار کی امید پر سب کچھ سہتے ہیں۔

اے بسا حمال گشتہ پشت ریش	از بلائے دلبر مہ روئے خویش
بہت سے بوجھ اٹھانے والے زخمی کمر ہیں	اپنے چاند جیسے ٹکڑے والے معشوق کے لئے

یعنی بہت سے حمال ایک اپنے دلبر مہرو کی مصیبت کی وجہ سے پشت زخمی ہوگئے ہیں۔

کردہ آہنگر جمال خود سیاہ	تا کہ شب آید بوسد روئے ماہ
لوہار نے اپنا حسن کالا کیا	تا کہ رات آئے تو چاند جیسے منہ والی کا بوسہ لے

یعنی آہنگر نے اپنے جمال کو سیاہ کر رکھا ہے تا کہ رات کو آ کر اپنے چاند سے ٹکڑے کا منہ چوم لے۔

خواجہ تا شب بر دکانی چارمیخ	زانکہ سروے در دلش کردست بیخ
خواجہ رات تک دکان پر قیدی ہے	اس لئے کہ ایک سروقد نے اس کے دل میں جڑ کر لی ہے

یعنی خواجہ رات تک ایک دوکان پر محبوس رہتا ہے اس لئے کہ ایک سرو نے اس کے دل میں جڑ پکڑ رکھی ہے۔

تاجرے دریاؤ خشکی می رود	آں بمہر خانہ شینے میرود
ایک تاجر دریا اور خشکی میں جاتا ہے	وہ ایک خانہ نشین کی محبت کی وجہ سے دوڑتا ہے

یعنی ایک تاجر دریا و خشکی میں چلتا ہے وہ ایک خانہ نشین کی محبت میں چل رہا ہے خانہ شینے مخفف ہے خانہ نشینی کا۔

ہر کرا با مردہ سودائے بود	برامید زندہ سیمائے بود
جو کسی بے جان کا عاشق ہوتا ہے	وہ زندہ چہرے والے کی امید پر ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جس کو کہ مردہ کے ساتھ کوئی خیال ہوتا ہے وہ کسی زندہ سیما کی امید پر ہوا کرتا ہے۔

آں درو گر روئے آوردہ بچوب	برامید خدمت مہ روئے خوب
وہ بڑھئی لکڑی کی طرف متوجہ ہے	خوبصورت ماہ رو کی خدمت کی امید پر

یعنی وہ بڑھئی جو توجہ لکڑی کی طرف کرتا ہے تو ایک عمدہ مہ رو کی خدمت کی امید پر کرتا ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

برامید زندۂ کن اجتہاد	کو نگردد بعد روزے دو جماد
زندہ کی امید پر کوشش کر	جو دو روز کے بعد جماد نہ بنے

یعنی ایک زندہ کی امید پر کوشش کر کیونکہ وہ بعد دو روز کے جماد نہ ہو جاوے گا۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کے لئے کوشش کرو کہ وہ زائل ہونے والا نہیں ہے۔

مونسے مگزیں خسے را از خسی	عاریت باشد درو آں مونسی
کمینہ پن سے کمینہ کو دوست نہ بنا	اس میں وہ محبت عارضی ہے

یعنی کسی خس کو خسی کی وجہ سے مونس مت بناؤ اس لئے کہ وہ مونسی صرف عاریتی ہے۔

انس تو بامادر و بابا کجا است	گر بجز حق مونسانت را وفا است
ماں اور باپ کے ساتھ تیری محبت کہاں ہے	اگر خدا کے علاوہ تجھ سے محبت کرنے والوں میں وفا ہے

یعنی تیرا انس ماں باپ کے ساتھ کہاں ہے اگر سوائے حق کے تیرے کسی مونس کو وفا ہے مطلب یہ کہ اگر سوائے خدا کے اور کوئی بھی وفادار مونس ہے تو یوں بتاؤ کہ تمہارے ماں باپ کی محبت کہاں گئی یعنی سب مر گئے اور سب کی محبت غائب ہو چکی۔

انس تو بادایہ و لالہ چہ شد	گر کسے شاید بغیر حق عضد
تیری محبت دایہ اور خادم کے ساتھ کیا ہوئی	اگر کوئی اللہ کے سوا (قوت) بازو ہونے کے لائق ہے

یعنی تیری مونسی دایہ اور لالہ کے ساتھ کیا ہوئی اگر کوئی سوائے حق کے ساتھ مدد چاہے۔

انس تو باشیر و باپستاں نماند	نفرت تو از دبیرستاں نماند
دودھ اور پستان کے ساتھ تیری محبت نہ رہی	مکتب سے تیری نفرت نہ رہی

یعنی تیری محبت دودھ اور پستان کے ساتھ نہ رہی اور تیری نفرت مکتب سے نہ رہی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ۔

آں شعاعے بود بر دیوار شاں	جانب خورشید وارفت آں نشاں
ان کی دیوار پر وہ ایک کرن تھی	وہ نشانی سورج کی جانب لوٹ گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ دیوار پر شعاعیں تھیں تو خورشید کی جانب وہ نشان چلتے ہوئے مطلب یہ کہ یہ ساری محبتیں صرف ظلی اور عارضی تھیں اور صرف پرتو حق تھا کہ تھوڑی دیر میں سب زائل ہو جاتا ہے اور وہ نور جاتا رہتا ہے۔

برہر آں چیزے کہ افتد آں شعاع	تو بر آں ہم عاشق آئی اے شجاع
جس چیز پر وہ کرن پڑ جائے	اے بہادر! تو بھی اس کا عاشق ہو جائے گا

یعنی جس شے پر کہ وہ شعاع پڑتی ہے اسی پر عاشق ہو بہ ہے اے شجاع ادا اس اصل کو نہیں دیکھتا کہ جس کا یہ ظل اور پرتو ہے۔

عشق تو بر ہر چہ آں موجود بود	آں ز وصف حق چو زر اندود بود
جس موجود پر تیرا عشق تھا	وہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے ملمع شدہ تھی

یعنی تیرا عشق ہر اس شے پر جو موجود تھی وہ وصف حق کی وجہ سے زر اندود تھا یعنی تیرا عشق جو ان اشیاء ظلیہ کے اوپر ہے یہ صرف اس لئے ہے کہ اوصاف حق ان میں متجلی ہیں ورنہ خود ان میں کچھ نہیں ہے اور صرف یہ ملمع ہے ورنہ اصل نہیں ہے۔

چوں زرے با اصل رفت و مس نماند	وز زری خویشتن مفلس بماند
جب سونا اصل کی طرف چلا گیا تانبا رہ گیا	اور اپنے سونے پن سے خالی رہ گیا

یعنی جب کہ زری اصل کے ساتھ مل گئی تو تانبا رہ گیا اور سونے پن سے مفلس رہ گیا۔ مطلب یہ کہ جب وہ کمال عارضی جاتا رہا اور اصل کی طرف راجع ہو گیا تو اب جیسے تھے ویسے ہی رہ گئے کچھ بھی نہ رہا۔

طبع سیر آمد طلاق او براند	پشت بروے کرد و دست از وے فشاند
طبیعت بھر گئی تو اس کو طلاق دے دی	اس کی طرف پیٹھ کر لی اس سے ہاتھ اٹھا لیا

یعنی اب اس سے طبیعت سیر ہو گئی اور اس کو طلاق دیدی اور اس پر پشت کر کے اس سے ہاتھ جھاڑ دیا۔ یعنی اب جب کہ اس سے وہ حسن عارضی زائل ہو گیا اس کو ترک کر کے بیٹھ رہے کوئی پوچھے کہ آج وہ محبت اور الفت کہاں گئی۔ معلوم ہوا کہ وہ سب عارضی تھا۔

از زر اندود صفاتش پا بکش	از جہالت قلب را کم گوے خوش
اس کی صفات سے ملمع کی ہوئی چیزوں سے قدم ہٹا لے	نادانی سے کھوٹے سکے کو کھرا نہ کہہ

یعنی اس کی ان ملمع کی صفات سے پاؤں کھینچ لو اور جہالت کی وجہ سے قلب کو بہت خوش مت کرو۔ مطلب یہ کہ بہت زیادہ ان عارضی اشیاء پر جان مت دو بلکہ سب کو غیر مقصود سمجھو اس لئے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کاں خوشی در قلبہا عاریتی است	زیر زینت مایہ بے زینتی است
اس لئے کہ کھوٹے سکوں میں حسن عارضی ہے	سجاوٹ کے نیچے بھدے پن کا سرمایہ ہے

یعنی اس لئے کہ وہ خوشی قلوب کے اندر عاریتی ہے اور زینت کے نیچے اسباب بے زینتی کے ہیں مطلب یہ کہ یہ اشیاء فانیہ جو ظاہر میں اچھی معلوم ہو رہی ہیں یہ بالکل عاریت ہیں کہ چندروزہ ہیں اور پھر کچھ بھی نہیں ان کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی خوب عمدہ اطلس کے خوان پوش کے نیچے غلاظت بھری ہو کہ باہر سے تو اچھا معلوم دے رہا ہے مگر اس کی حقیقت جو ہے وہ بعد کھلنے کے معلوم ہوگی لہٰذا ان چیزوں کو کسی کو مقصود نہ بناؤ بلکہ اصل مقصود حق تعالیٰ کو سمجھو کہ وہ باقی ہیں۔

زر زروئے قلب درکاں میرود	سوئے آکاں روتو ہم کاں میرود
سونا کھوٹے سکے پر سے کان میں چلا جاتا ہے	تو بھی اس کان کی طرف جا جہاں وہ جاتا ہے

یعنی سونا کھوٹے پر سے کان میں چلا جاتا ہے تو تو بھی اس معدن کی طرف جا جس طرف کہ وہ جا رہا ہے مطلب یہ کہ یہ تمام اشیاء دیکھو انجام کار وہیں جا رہی ہیں اور ان سب کا مرجع حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف ہے تو پھر تم ان میں کیوں دل لگا رہے ہو تم کو لازم ہے کہ تم بھی اسی طرف توجہ کرو جو کہ ان سب کی اصل ہے یعنی حق تعالیٰ سے تعلق اور نسبت اور محبت پیدا کرو۔

نور از دیوار تا خود میرود	تو بداں خور رو کہ در خور میرود
نور دیوار سے سورج کی طرف چلا جاتا ہے	تو اس سورج کی طرف جا کہ یہ مناسب ہے

یعنی نور دیوار سے خورشید کی طرف چلا جاتا ہے تو تم اس خورشید کی طرف متوجہ ہو جو کہ اس خورشید میں اثر کر رہا ہے مطلب یہ کہ دیکھو اول تو سورج کی شعاعیں دیوار پر پڑ کر اس کو منور کر دیتی ہیں پھر ساری شعاعیں سمٹ کر خورشید ہی کی طرف چلی جاتی ہیں تو تم کو چاہئے کہ اس نور کی طرف متوجہ نہ ہو اور اس کو اپنا مقصود مت بناؤ بلکہ تم اس اصل مقصود کی طرف متوجہ ہو جس سے کہ نور خود اس خورشید میں آ رہا ہے کہ جب تم نے اس کو لے لیا تو یہ سارے انوار ظلیہ تمہارے ساتھ ہوں گے۔

زیں سپس بستاں تو آب از آسماں	چوں ندیدی تو وفا از ناوداں
اس کے بعد تو آسمان سے پانی لے	جب تو نے پرنالے سے وفا نہ دیکھی

یعنی اس کے بعد تم پانی آسمان سے حاصل کرو جب کہ تم نے پرنالوں سے وفا نہ دیکھی مطلب یہ کہ جب تم کو معلوم ہو گیا کہ جس قدر یہ اشیاء دنیاوی ہیں ان میں وفاداری نہیں ہے بلکہ سب زائل ہونے والے اور ناپائیدار ہیں تو اب تم کو چاہئے کہ اصل سے یعنی عالم غیب سے انوار حاصل کرو اور اس طرف متوجہ ہو اور ان تمام اشیاء کو

www.besturdubooks.wordpress.com

ترک کرو اور کسی شئے کو سوائے حق تعالیٰ کے مقصود نہ بناؤ آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

معدنِ دنبہ نباشد دام گرگ	کے شناسد معدن آں گرگ سترگ
دنبہ کی کان بھیڑیے کا جال نہیں ہوتی ہے	وہ موٹا بھیڑیا کان کو کہاں پہچانتا ہے؟

یعنی دام گرگ معدن دنبہ نہیں ہوا کرتا اور وہ گرگ عظیم معدن (دنبہ) کو کب پہچانتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو جب بھیڑیے کو جال میں پھنساتے ہیں تو اس کے اندر ایک دنبہ باندھ دیتے ہیں تاکہ وہ آ جاوے مگر وہ دنبوں کا ریوڑ تو نہیں ہے کہ جہاں بہت سے دنبے ہوں بلکہ ظاہر ہے کہ صرف یہی ایک ہے جو دکھائی دے رہا ہے اور اگر اس ایک دنبہ کو چھوڑ کر ریوڑ کی طرف جاوے کہ جہاں دام بھی نہیں ہے اور ایک کی جگہ دس موجود ہیں اسی طرح اہل دنیا صرف ظاہری اشیاء پر نظر کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس جو ہے وہ یہی ہے حالانکہ ان کو خبر نہیں کہ عالم غیب میں کیا کچھ بھرا پڑا ہے وہ اس ایک کی طرف متوجہ ہو کر جال میں پھنستے ہیں اور اس خزانہ غیر متناہی کو چھوڑے ہوئے ہیں افسوس صد افسوس آگے فرماتے ہیں کہ جس طرح ان اہل دنیا کو غلطی ہو رہی ہے اور غیر اصل کو اصل سمجھے ہوئے ہیں اسی طرح اس خواجہ کو بھی غلطی ہو رہی تھی کہ اس روستائی کی محبت کو اصل اور دلی محبت خیال کئے ہوئے تھا آگے اس کو فرماتے ہیں کہ۔

زر گماں بردند بستہ در گرہ	می شتابیدند مغروراں بدہ
سونے کو گرہ میں بندھا ہوا سمجھ رہے تھے	دھوکے میں مبتلا گاؤں کی طرف دوڑ رہے تھے

یعنی وہ (خواجہ اور اس کے اہل وعیال) گرہ میں سونا بندھا ہوا سمجھے اس لئے مغرور ہو کر گاؤں کی طرف دوڑ رہے تھے مطلب یہ کہ یہ لوگ اس گنوار کی باتوں میں صدق سمجھے اس لئے جلدی جلدی ادھر کو جا رہے تھے اور ان کی فرط شوق میں یہ حالت تھی کہ۔

ہمچنیں خنداں و رقصاں می شدند	سوئے آں دولاب چرخے میزدند
اسی طرح سے خوشی خوشی اور ناچتے ہوئے جا رہے تھے	اس رہٹ کی طرف قلابازیاں کھا رہے تھے

یعنی ایسے خنداں اور رقصاں جا رہے تھے اور اس دولاب کی طرف چرخ لگا رہے تھے مطلب یہ کہ اس گاؤں کی طرف خوب خوش وخرم چلے جا رہے تھے اور یہ حالت تھی کہ۔

چوں ہمی دیدند مرغے می پرید	جانب دہ صبر جامہ می درید
جب وہ دیکھتے تھے کہ کوئی پرندہ اڑا جا رہا ہے	گاؤں کی جانب وہ صبر کا جامہ چاک کرتے تھے

یعنی جب دیکھتے تھے کہ کوئی جانور گاؤں کی جانب اڑ رہا ہے تو ان کا صبر کپڑے پھاڑتا تھا مطلب یہ کہ اگر دیکھتے تھے کہ کوئی جانور گاؤں کی طرف جا رہا ہے تو ان کا بہت برا حال ہوتا تھا اس لئے کو سوچتے تھے کہ اللہ اکبر یہ ہم سے پہلے

www.besturdubooks.wordpress.com

پہنچ جائے گا اور اس منزل مقصود کی ہم سے پہلے زیارت کرلے گا سچ یہ ہے کہ شوق عجب چیز ہے اور یہ حالت تھی کہ۔

ہر نسیمے کز سوئے دہ می وزید	گوئیا روح رواں می پرورید
جو ہوا گاؤں کی طرف سے آتی تھی	گویا وہ روح اور جان کو پرورش کر رہی تھی

یعنی جو ہوا گاؤں کی طرف سے آتی تھی گویا کہ ان کی روح رواں کو پرورش کرتی تھی۔

ہر کہ می آمد زدہ از سوئے او	بوسہ می دادند خوش بر روئے او
جو گاؤں سے اس طرف آتا تھا	اس کے منہ کو خوب چومتے تھے

یعنی جو کوئی گاؤں کی طرف سے ان کی طرف آتا تو یہ لوگ خوب خوش ہو کر اس کے منہ کو بوسہ دیتے تھے اور بزبان حال کہتے تھے کہ

کہ تو روئے یار مارا دیدۂ	پس تو جان جان مارا دیدۂ
تو نے ہمارے یار کا چہرہ دیکھا ہے	لہذا تو ہمارے محبوب کی آنکھ ہے

یعنی تو نے ہمارے یار کا چہرہ دیکھا ہے اور تو نے ہماری جان جان کو دیکھا ہے۔ اس لئے اس کی قدر کرتے تھے اور اس کے منہ کو چومتے تھے آگے مولانا مجنوں کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ جیسے کہ فرط شوق میں یہ لوگ ان راہگیروں کے منہ کو چومتے تھے صرف اس لئے کہ ان لوگوں نے اس دیہاتی کو دیکھا تھا اور اس کے گاؤں کے باشندے تھے اسی طرح مجنوں سگ کوئے لیلیٰ کو پیار کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اے کتے تو ہی وہ کتا ہے کہ جس نے میری لیلیٰ کو دیکھا ہے اور اس کے کوچے میں رہا ہے اب قصہ سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یہاں مولانا عقبۂ تقدیر الٰہی کو ایک قصہ سے ظاہر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن میں تو نے اصحاب شہر ضروان کا قصہ تو پڑھا ہی ہے پھر تو تدابیر میں پھنس کر کیوں رہ گیا ہے اور تقدیر الٰہی کو کیوں نظر انداز کر دیا ہے۔ ہاں اگر تقدیر کے تابع ہو کر تدبیر بھی کرے تو مضائقہ نہیں تقدیر کی مزاحمت میں تدبیر چہ معنی دارد۔ قصہ مذکور کی تفصیل یہ ہے کہ ضروان کے چند مردم آزار آدمیوں نے اس کی کہ فقرا کو ان کی روزی سے محروم کریں اور باغ کے سارے پھل منہ اندھیرے اپنے گھر لے آئیں ان چند آدمیوں نے رات بھر اس فریب کی بابت کمیٹی کی وہ اس طرح چپکے چپکے باتیں کرتے تھے جیسے اس واقعہ کو خدا سے بھی چھپانا چاہتے ہوں۔ غضب ہے کہ مٹی اور لیپنے والے کے خلاف کوئی منصوبے گانٹھے یا ہاتھ دل سے چھپا کر کوئی کام کرے بھلا کہیں ممکن ہے ہرگز نہیں پھر ان کی اس کارروائی کا خدا سے پوشیدہ رہنا کیونکر ممکن تھا وہ تو کہتا ہے۔ الالا یعلم من خلق یعنی ہر چیز کا پیدا کرنے

www.besturdubooks.wordpress.com

والا خدا ہے اب تم بتلاؤ کہ کیا خالق سے مخلوق پوشیدہ ہو سکتی ہے ہرگز نہیں پھر خدا سے کوئی چیز مخفی کیونکر ہو سکتی ہے اور وہ کیسے نہ جانے گا کہ تمہاری دعا میں صدق ہے یا محض ظاہری خوشامد جب کہ وہ صدق اور تملق کو بھی جانتا ہے جو کیفیات قلبیہ میں سے ہیں تو وہ مخفی گفتگو کو کیوں نہ جانے گا اور جو اس کو جانتا ہے کہ جو آج سفر کر رہا ہے کل وہ کہاں ہوگا اور کہاں وہ پستی کی طرف اترا اور کہاں سے بلندی کی طرف چڑھا تو وہ اس چلنے والے سے کیسے غافل ہو سکتا ہے وہ تو اس کا متولی اور اس پر ہر صورت سے قابض ہے اور اس کی ہر کیفیت اس کے احاطہ شمار میں ہے پھر اس کے غافل ہونے کے کیا معنی بھلا دیکھو تو سہی یہ جاہل کتنے اپنی جہالت اور نابینائی سے اپنے راز خدا سے چھپاتے تھے لیکن وہ نہ چھپا سکے اور خدا نے ان کی اس مشورت کے باعث باغ پر بجلی گرائی اور وہ جل بھن کر خاک سیاہ ہو گیا اور یہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ خیر یہ قصہ تو ختم ہوا اب اس امیر کا قصہ سنو کہ وہ گاؤں کی طرف کیونکر چلا اور اس کو اس کی کیسی سزا ملی۔ تم اپنے کانوں سے غفلت کو دور کرو اور اس مبتلائے رنج و محن کے مفارقت وطن کا قصہ سنو کہ اس نے گاؤں کے راستہ میں اپنے شہر سے جدا ہو کر کیا کیا مصیبتیں اور تکلیفیں جھیلیں جب تم اس کے قصہ کو کان لگا کر سنو گے تو یہ زکوۃ ہوگی جو اس مصیبت زدہ کو دو گے اور تم مریض القلب لوگوں کی غموں کو اور بوجہ لذات جسمانیہ میں مبتلا ہونے کے ان کی ارواح کی غذائے روحانی سے بھوکا ہونے کی مصیبت کو تو ضرور ہی سننا غمگین شخص کے دل کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کے گھر میں دھواں گھٹ رہا ہو اور اس کے رنج کا سن لینا گویا کہ اس دھویں کے نکلنے کے لئے سوراخ کھول دینا ہے پس تو اس کو سن کر اس دھویں کے لئے ضرور سوراخ کھول دینا جب تیرا کان اس کی بات کا رہ گزر رہے گا تو یہ کڑوا دھواں یعنی رنج اس کے دل سے کسی قدر کم ہو جاوے گا۔ بھڑاس نکل کر اس کی طبیعت ہلکی ہو جاوے گی یہاں تک مبتلائے غم کی مصیبت سننے اور اس کی غمگساری کرنے کی ترغیب تھی اب ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب تجھے غمگساری کی ضرورت معلوم ہو گئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ اگر تجھے حق سبحانہ کی راہ پر چلنا اور اس تک پہنچنا مقصود ہے تو ہم تجھے محض تیری خیر خواہی کے لئے کہتے ہیں کہ تو ہم دل جلوں کا غمگسار بن اور ہماری نصیحت سن جو محض دردِ دل اور ہمدردی کی بناء پر ہے اگر تیری خیر خواہی اور تیرے ساتھ ہمدردی مدنظر ہوتی تو ہم کو اس کے اظہار کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اس میں اپنی تعریف کا شائبہ ہے لیکن اس ضرورت نے اس تحدث بالنعمت پر مجبور کیا تجھے اس کے ماننے میں ضرور پس و پیش ہوگی لیکن ہم یہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ تردد بہت بری چیز ہے یہ جان کی قید جیل خانہ ہے کہ اس کو یکسو نہیں ہونے دیتا اس میں ایک خیال ایک طرف دل کو کھینچتا ہے اور دوسرا خیال دوسری طرف اور ہر ایک اس کا مدعی ہوتا ہے کہ صحیح راستہ میں ہوں اور جان کے اندر ایک کی تصویب اور دوسرے کی تخطیہ کی قابلیت ہوتی نہیں پس وہ متحیر ہو کے رہ جاتی ہے نہ ادھر کی رہتی ہے نہ ادھر کی پس تم کو اس قید اور جیل خانہ میں ہرگز نہ پھنسنا چاہئے یاد رکھو کہ تردد راہ حق کی بڑی زبردست گھاٹی ہے اگر آدمی اس سے پار ہو جائے تو بیڑا پار ہے اور اگر اس میں پھنس گیا تو گیا گزرا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوا۔ ارے وہ لوگ بڑے مزہ میں ہیں جن کے پاؤں اس بیڑی سے آزاد ہیں یہ لوگ بے تردد اور بلا کسی کشاکش کے راہ حق پر چلتے ہیں پس اگر تجھے راہ حق معلوم نہیں ہے اس لئے تو تحقیقی طور پر اس پر نہیں چل سکتا اور اپنی تحقیق سے خیال مزاحم کا تخطیہ کر کے تردد سے نہیں نجات پا سکتا تو کچھ دنوں کے لئے ایسے لوگوں کی تقلید کر جو محض بے تردد ہیں اور ان کے نقش قدم پر چل یہ نقش قدم تیرے لئے بمنزلہ ہرن کے نقش قدم کے ہے جو نافہ مطلوب تک پہنچاتا ہے پس تو اس نقش قدم کو پکڑ لے اور بے کھٹکے چلا چل انشاء اللہ ایک دن مطلوب حقیقی تک پہنچ جائے گا۔ اس وقت گو تجھے اس پر چلنا ناگوار ہوگا اور تو اس کو بمنزلہ آگ پر چلنے کے سمجھے گا لیکن اگر تو اس آگ پر چلنا گوارا کر لے گا تو ہم تجھے بشارت دیتے ہیں کہ اسی روش کی بدولت ایک روز تو اوج انوار اور اس مقام عالی پر پہنچ جائے گا جو نور سے لبریز ہے اور جس وقت تو نے خطاب حق لاتخف سن لیا اس وقت تجھے نہ دریا سے خوف ہوگا نہ موج سے نہ جھاگ سے غرض نفس الامر میں تیرے لئے کوئی خطرہ نہ ہوگا اب ہم یہ بھی بتلائے دیتے ہیں کہ یہ خطاب کب ہوتا ہے اور آدمی اس کو کیسے سنتا ہے پس یاد رکھ کہ یہ خطاب اس وقت ہوتا ہے جب کہ حق سبحانہ کا خوف دل میں پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے سننے سے مراد ہے اس خوف سے اس خطاب معنوی پر استدلال کرنا اور وجہ استدلال یہ ہے کہ یہ خوف مثل طبق کے ہے اور بے خوفی بمنزلہ روٹی کے اور ایک کریم کا طبق عطا کرنا دلیل ہے روٹی عطا کرنے کی لہذا حق سبحانہ کا تم کو اپنا خوف عطا کرنا دلیل ہے تمام مہالک سے بے خوفی عطا کرنے کی۔ اس لئے کہ خوف مہالک تو اس کے لئے ہے جس کو خدا کا خوف نہیں اور خون کے گھونٹ تو اس کو پینے پڑیں گے جو یہاں طلب حق میں تگ ودو نہیں کرتا اور جس کو خدا کا خوف ہے اور جو طلب میں ساعی ہے اس کو کیا خوف چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ و اجر کریم اچھا اس ضمنی گفتگو کو چھوڑو اور قصہ سنو وہ امیر کام میں مشغول ہوا اور سفر کی تیاری کی اور اس نے گاؤں کی جانب بہت جلد روانہ ہونے کا پختہ ارادہ کر لیا اس کے گھر کے لوگوں اور بال بچوں نے بھی سفر کی تیاری کی اور ان کا ارادہ بھی پختہ ہو گیا اور یہ سب خوش تھے اور گاؤں جانے کی بدیں خیال جلدی کر رہے تھے کہ اس خوشخبری دینے والے دیہاتی کے گاؤں سے ہر قسم کا نفع اٹھائیں گے اور سمجھتے تھے کہ جہاں ہم جا رہے ہیں وہاں ہمارے لئے عمدہ چراگاہ ہے اس میں خوب کھائیں پئیں گے اور خوب کھیلیں کودیں گے کیونکہ ہمارا یار جو وہاں ہے وہ بڑا کشادہ دست اور دل لگی کا آدمی ہے اور جس نے ہم کو بہت آرزوؤں سے بلایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ہمارے لئے سخاوت کا درخت بویا ہے تا کہ ہم اس سے یہاں تک متمتع ہوں کہ گاؤں سے آئندہ جاڑے تک کا سامان شہر میں لے آئیں گے بلکہ وہ تو باغ ہی کو ہماری راہ پر قربان کر دے گا اور وہاں پہنچنے کی خوشی میں اس کو ہمارے حوالہ کر دے گا اور اپنے دل میں ہم کو جگہ دے گا یار و جلدی چلو کہ یہ نفع جلدی حاصل ہو وہ تو یہ خیال خام پکا کر خوش ہو رہے تھے اور عقل اندر سے کہہ رہی تھی کہ بس زیادہ نہ اتراؤ اس نفع پر لات مارو اور حق سبحانہ کے منافع سے منتفع ہو کہ حقیقی منافعے وہی ہیں حق سبحانہ

دنیوی منفعتوں پر اترانے والوں کو پسند نہیں کرتے ہاں جو نعمتیں حق سبحانہ نے تم کو عطا کی ہیں یا آئندہ عطا کریں ان پر اعتدال کے ساتھ خوش ہو اعتدال کی اس لئے ضرورت ہے کہ ہر نعمت کے اندر ایک ضرر کا پہلو بھی ہوتا ہے وہ یہ کہ وہ تم کو اپنے اندر مشغول کر کے حق سبحانہ سے غافل کر سکتی ہے لہذا اس پہلو کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے اور فرحت محضہ میں مصروف نہ ہونا چاہئے اس سے معلوم ہوا کہ وہ حق سبحانہ ہی ہیں جن کے ملنے پر فرحت محضہ ہونی چاہئے اور کوئی ایسی شے نہیں۔ لہذا کامل خوشی تم کو اسی کے ملنے کی ہونی چاہئے اور کسی کے ملنے پر فرحت تامہ نہ ہونی چاہئے۔ اس لئے کہ وہ بہار کے مشابہ ہے اور دیگر اشیاء مانند خزاں کے اس سے طرح طرح کے ثمرات منافع اور خوشیاں حاصل ہوتی ہیں اور اوروں سے رنج و غم ضرر و نقصان۔ اس کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں خواہ بادشاہت اور تخت و تاج ہی کیوں نہ ہو سب ذریعہ امتحان ہیں اور ان سے حق سبحانہ کو بندوں کی آزمائش اور ان کی استعداد مخفیہ کا اظہار مقصود ہوتا ہے کہ ہم سے زیادہ محبت کرتا ہے یا ان چیزوں سے لہذا کوئی چیز بھی خوشی کے قابل نہیں۔ پس اگر حق سبحانہ کا غم محبت نصیب ہو تو وہ خوش ہونے کی چیز ہے کیونکہ اور سب غم مار ڈالنے والے ہیں لیکن یہ غم جالب بقا ہے اور اس سے حیات ابدی اور فرحت سرمدی حاصل ہوتی ہے تم کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ غم حیات ابدی و فرحت سرمدی کا سبب کیونکر ہو سکتا ہے لیکن تم کو یقین کرنا چاہئے کہ واقعی یہاں کی یہی حالت ہے اور یہاں پستی ہی میں بلندی ہے تم جتنے پست ہو گے اتنے ہی اوپر جاؤ گے یاد رکھو کہ تمہارا مطلق رنج ایک کان زر ہے اور اس کا ایک حرف ایک خزانہ لیکن اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے آزمایا ہو اور تم جو لونڈوں کی طرح ناتجربہ کار ناقص العقل اور مبتلائے لہو لعب ہو تمہارے دل کو یہ بات نہ لگے گی کیونکہ تمہاری حالت تو بالکل بچوں کی سی ہے جس طرح بچوں کی حالت ہوتی ہے کہ جہاں انہوں نے کھیل کا نام سنا اور گورخر کی طرح دوڑ پڑے یوں ہی تم بھی خیالی خوشی کے لئے دوڑے چلے جا رہے ہو لیکن ہم تمہیں متنبہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اندھے گدھو کدھر جا رہے ہو وہاں بہت سے جال لگے ہوئے اور اس طرف بہت سے خون آشام چھپے ہوئے ہیں لوٹو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے آگے فرماتے ہیں کہ لوگوں کی غفلت کی وجہ یہ ہے کہ تیر حوادث تو چل رہے ہیں لیکن کمان قضا لوگوں کی نظروں سے مخفی ہے اس لئے وہ ان کو خاطر میں نہیں لاتے اور یہ نہیں سمجھتے کہ یہ کسی قادر انداز تیر افگن کے چلائے ہوئے ہیں تیر حوادث کے چلنے اور کمان کے مخفی ہونے کی ایسی مثال ہے جیسے بڑھاپے کے تیر جوانی پر چلتے ہیں کہ یہاں بھی تیر چل رہے ہیں اور کمان مخفی ہے دیکھو دن بدن قویٰ کے اندر اضمحلال آتا جاتا ہے اعضاء کمزور ہوتے جاتے ہیں صحت کے اندر نقصان آتا جاتا ہے اور یہ تمام آثار ہیں بڑھاپے کے لیکن بڑھاپا ابھی ظاہر نہیں جب یہ معلوم ہو چکا تو اب تم کو صحرائے گل کے سفر کو چھوڑنا چاہئے اور صحرائے دل کے سفر میں مشغول ہونا چاہئے اور اس کی صفائی میں منزلیں طے کرنا چاہئے کیونکہ صحرائے گل سے مشکل حل نہ ہوگی لوگو تمہیں دل کی حقیقت معلوم نہیں یہ وہ بستی ہے جہاں کوئی خطرہ نہیں اور ایک مضبوط قلعہ اور نہایت امن و امان کی جگہ ہے۔ پس اے گاؤں کے باغ کے طالبو یہ شاداب باغ

www.besturdubooks.wordpress.com

جو اہل اللہ کو ملا ہے چشمہائے معرفت کا معدن اور گلہائے رنگارنگ حقائق و معارف سے پھٹا پڑتا ہے تم اس کی سیر کو آؤ اس میں واردات غیبیہ کے اشجار قائم ہیں اور فیوض ربانی کے چشمے جاری ہیں گاؤں جا کر کیا لوگے گاؤں جانے میں علاوہ اور نقصانات کے ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اس میں جا کر آدمی احمق ہو جاتا ہے نہ اس کی عقل میں نور رہتا ہے نہ رونق تم گاؤں اس لئے جاتے ہو کہ گاؤں کو روزی دینے والا سمجھتے ہو لیکن تم یہ نہیں سمجھتے کہ روزی دینے والا رزاق عالم ہے پس تم جانے کے ارادہ کو فسخ کرو اور گاؤں کے باغ کو چھوڑو اور گلشن قلب اہل اللہ کی طرف آؤ دیکھو وہاں جا کر تمہاری رہی سہی عقل بھی جاتی رہے گی کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو گاؤں میں رہتا ہے اس کی عقل ماری جاتی ہے وہ کوڑ مغز اور کودن ہو جاتا ہے جو شخص ایک دن گاؤں میں رہ لیتا ہے ایک مہینے تک اس کی عقل ٹھکانے نہیں ہوتی بلکہ ایک مہینہ تک حماقت اس کے اندر موجود رہتی ہے بات ہے بھی یہی کہ کودن پن و حماقت کے سوا گاؤں کے گھاس پات سے اور کوئی بات چل ہی کیا سکتی اور جو شخص ایک مہینہ تک گاؤں میں رہتا ہے اس کی جہالت و کوری ایک عرصہ دراز تک باقی رہتی ہے تم جانتے ہو کہ اس گفتگو سے ہمارا اصلی مقصد کیا ہے وہ یہ ہے کہ مشائخ دو قسم کے ہیں بعض مشابہ ہیں گاؤں کے اور بعض مشابہ ہیں شہر سے جو گاؤں سے مشابہ ہیں وہ مشائخ ہیں جو قال تو رکھتے ہیں مگر حال نہیں رکھتے وہ محض علوم و معارف کو استدلالی طور پر جانتے ہیں مگر واصل نہیں ہیں لہٰذا وہ بمنزلہ مقلد کے ہیں ایسے لوگوں سے سالکین کو بچنا چاہئے کیونکہ جو مشائخ محقق اور صاحب عقل کلی مشابہ بشہر ہیں ان کی عقل کل کے سامنے ان ناقصین کے حواس ایسے ہی ہیں جیسے گدھوں کی آنکھیں باندھ کر گدھا چکی میں جوت دیا جاوے پس جس طرح وہ انکل پچو چلتے ہیں یونہی یہ بھی چلتے ہیں وہاں بصارت یہاں بصیرت نہیں اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اچھا میاں اگر یہ دقائق تیری سمجھ میں نہیں آئے اور حقیقت تک تیری رسائی نہیں تو لے ہم صورت قصہ ہی تجھے سناتے ہیں تو ان موتیوں کو چھوڑ اور گیہوں کے دانے لے اگر موتیوں تک تیری رسائی نہیں نہ سہی ہم تجھے گیہوں ہی کے دانے دیتے ہیں وہی لے اور اگر تو حقیقت کی طرف نہیں چلتا نہ سہی صورت ہی کی طرف چل اور ظاہر افسانہ ہی سن ظاہرا اگرچہ فی نفسہ ٹھیک نہیں لیکن اس حیثیت سے وہ بھی اچھا ہے کہ مفضی الی الباطن ہے اور اول ظاہر ہوتا ہے اس کے بعد باطن اور حقیقت و معنی حاصل ہوتے ہیں مثلاً آدمی اولاً ایک گوشت کا لوتھڑا اور صورت تھا مگر اس کے بعد اس میں جان پڑ گئی جو جمال سیرت ہے نیز ہر میوہ اولاً صورت ہوتا ہے اس کے بعد اس میں مزہ پیدا ہوتا ہے جو اس کا معنی اور حقیقت ہے علیٰ ہذا اولاً خیمہ قائم کرتے ہیں اس کے بعد کسی بڑے شخص مثلاً ترک کو اس میں مہمان رکھتے ہیں پس خیمہ جو کہ اول تھا صورت ہے اور ترک جو بعد ہے وہ اس کا معنی اور مقصد نیز معنی ایسے ہیں جیسے ملاح اور صورت ایسی ہے جیسے کشتی پس جس طرح ملاح بحیثیت ملاح ہونے کے بغیر کشتی کے نہیں ہو سکتا یوں ہی معنی بدوں صورت کے نہیں ہو سکتے اور جس طرح اولاً کشتی ہوتی ہے پھر ملاح یوں ہی اول صورت ہوتی ہے پھر معنی لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ صورت میں

www.besturdubooks.wordpress.com

انضا الی المعنی کی وجہ سے حسن آیا ہے۔ پس اگر کہیں صورت ہی مقصود ہو اور وصول الی المعنی مدنظر نہ ہو تو اس میں کوئی خوبی نہیں اب سامع گھبرا کر کہتا ہے کہ خدا کے لئے تھوڑی دیر کیلئے بیان حقائق کو چھوڑیئے اور امیر کے گدھے کو گھنٹی بجانے دیجئے یعنی وہ بیچارہ تیار کھڑا ہے لیکن چل نہیں سکتا ذرا چلایئے بھی تو سہی کہ چلنے میں گھنٹی بجے پس مولانا مخاطب کی درخواست کو منظور فرما کر فرماتے ہیں کہ اچھا سنو امیر اور اس کے بال بچے تیاری کر کے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر گاؤں کی جانب روانہ ہو گئے۔ وہ خوش خوش جنگل کی جانب گھوڑے بڑھاتے جاتے تھے اور سافروا کے تغنموا یعنی سفر کرو تاکہ تم دولت لوٹو کہتے جاتے تھے اور سفر کے فضائل بیان کرتے تھے کہ سفر ہی سے آدمی کے خسرو (بادشاہ اور دولتمند) ہوتا ہے اور بدوں سفر کے چاند خوش رو اور مہ کامل نہیں بنتا سفر سے پیادہ شطرنج فرزین بن جاتا ہے اور سفر ہی سے یوسف علیہ السلام کو سینکڑوں مرادیں حاصل ہوئیں ان خیالات کی بناء پر وہ سفر کر رہے تھے اور دن بھر دھوپ میں اپنا منہ جلاتے تھے اور رات کو ستاروں کی رہنمائی پر چلتے تھے وہ برا راستہ ان کی نظر میں خوشنما ہو گیا تھا اور گاؤں پہنچنے کی خوشی میں وہ راستہ باوجود مکروہ ہونے کے بہشت کی طرح مرغوب ہو گیا تھا اور ایک مکروہ شے کا مرغوب ہو جانا کچھ مستبعد نہیں کیونکہ شیریں لبوں کے منہ سے جو ناگوار بات نکلتی ہے یا اور کوئی کڑوی شے ان سے حاصل ہوتی ہے وہ پسندیدہ ہو جاتی ہے گلزار کی بدولت خار بھی پسندیدہ ہو جاتا ہے معشوق اگر حنظل دے تو وہ چھوہارے کے مانند لذیذ ہو جاتا ہے۔ بیوی اگر ساتھ ہو تو جنگل گھر بن جاتا ہے ارے دیکھو بہت سے نازنین اور نازک بدن اپنی گلعذار اور ماہوش محبوبہ کے لئے خوشی سے مصائب جھیلتے ہیں اور بہت سے حمالوں کی پیٹھ اپنی مہر و دلبر کی بدولت زخمی ہو جاتی ہے لوہار نے محض اس لئے کہ رات کو آ کر اپنی چاندنی کا منہ چومے گا اپنے حسن و جمال کو برباد کر کے دھوئیں سے اپنا منہ کالا کر لیا ہے ایک شخص اپنے کو دوکان کا پابند کر دیتا ہے اور وہاں سے ہل نہیں سکتا کیونکہ محض اس لئے کہ ایک سرو قد بیوی نے اس کے دل میں جگہ کر رکھی ہے ایک تاجر زمین کا گز بن گیا ہے اور تری و خشکی کو روند ڈالا ہے یہ سفر وہ ایک خانہ نشین بیوی کی محبت میں کر رہا ہے غرض کہ ان واقعات سے ثابت ہو گیا کہ کسی مطلوب کی تحصیل کے لئے ناگوار شے کا گوارا اور مکروہ کا مرغوب ہو جانا کچھ بعید نہیں اب تم اس سے ایک اور بھی نتیجہ نکالو وہ یہ کہ جس کو کسی بے جان شے سے تعلق ہے وہ کسی زندہ نما کے لئے مثلاً بڑھئی جو لکڑی کی درستی میں مصروف ہے وہ اس لئے کہ اس کے ذریعہ سے ایک دلکش مہ رو کی خدمت کرے گا جب یہ معلوم ہو گیا تو اب تم کو سمجھنا چاہئے کہ حقیقی زندہ حق سبحانہ کے سوا کوئی نہیں اس کے سوا جتنے زندہ ہیں وہ زندہ نہیں بلکہ زندہ نما ہیں پس ہر شخص کو اسی کے وصال کے لئے اور اسی کی خدمت و اطاعت کے لئے جدو جہد کرنی چاہئے کیونکہ اور تو چند روز کے بعد مردہ ہو جائیں گے مگر وہ ہمیشہ زندہ رہے گا لہذا حق سبحانہ کے سوا کوئی چیز بھی دل لگانے کے قابل نہیں پس تم اپنی پست ہمتی سے کسی ذلیل کو مونس نہ بناؤ اس لئے کہ اس کی مونسی صرف چند روزہ ہے بلکہ حق سبحانہ سے دل لگاؤ جس کی مونسی ابدی ہے دیکھو سب سے زیادہ ماں باپ تمہارے مونس تھے اور سب

www.besturdubooks.wordpress.com

سے بڑھ کر تم کو ان سے انس تھا لیکن بتاؤ کہ اگر خدا کے سوا کسی اور کے ساتھ بھی انس قائم رہ سکتا ہے تو وہ تمہارا انس آج کہاں ہے نیز اگر کوئی خدا کے سوا بھی دائمی طور پر معین و مددگار بن سکتا ہے تو بتاؤ تمہاری مددگار دایہ اور غلام کہاں ہیں اور ان کے ساتھ جو تم کو انس تھا وہ کہاں ہے پس معلوم ہوا کہ حق کے سوا کسی کے ساتھ انس قائم نہیں رہ سکتا۔ علیٰ ہذا القیاس نفرت کی بھی یہی حالت ہے مثلاً شیر و پستان سے تم کو کس درجہ انس تھا لیکن آج نہیں اور مکتب سے تم کو کس بلا کی نفرت تھی مگر اب نہیں اب اس کی وجہ پر غور کرو کہ تم کو انس کیوں ہوا تھا اور کیوں زائل ہو گیا اصل وجہ یہ ہے کہ مصنوعات کی مثال ایسی ہے جیسے دیوار اور حق سبحانہ کی مثال ایسی ہے جیسے خورشید اور یہ مثال محض تقریب کے لئے ہے ولہ المثل الاعلیٰ پس جس طرح دیوار کی روشنی آفتاب کا پرتو ہوتی ہے اور بالآخر آفتاب کی طرف منجذب ہو جاتی ہے یونہی مصنوعات کے کمالات کمالات حق سبحانہ کا ظل ہیں اور ایک روز اپنی اصل کی طرف راجع ہو جاتے ہیں پس تمہاری مونس اشیاء کے کمالات بھی ظل و پرتو کمالات حق سبحانہ تھے ان کی بناء پر تم کو انس ہوا تھا اور بعد کو وہ حق سبحانہ کی طرف راجع ہو گئے تو انس بھی جاتا رہا غرض جس چیز سے تم کو محبت ہوتی ہے اس کا منشاء وہی پرتو ہے جب وہ پرتو کسی شے پر پڑتا ہے تو تم اس پر عاشق ہو جاتے ہو اور جس موجود سے تم کو عشق ہوتا ہے وہ کمال حق سبحانہ کے پرتو سے مثل ملمع کی ہوئی شے کے ہوتی ہے اور جب وہ پرتو اور ملمع اپنی اصل کی طرف راجع ہو جاتا ہے اور وہ خالص تانبا رہ جاتی ہے اور اپنی ملمع سے خالی ہو جاتی ہے تو اس وقت اس سے تمہارا جی بھر جاتا ہے اور تم اس کو دھتا بتاتے ہو اور اس سے منہ پھیر لیتے اور دست بردار ہو جاتے ہو پس اس بناء پر تمہارا فرض یہ ہے کہ اس کے ملمع کی ہوئی صفات سے تعلق منقطع کر دو اور جہالت سے کھوٹے کو کھرا نہ کہو اس لئے کہ ان کھوٹوں کے اندر جو کھرا پن ہے وہ چند روزہ ہے اور اس کی زینت کے تحت میں انتہائی بھدا پن چھپا ہوا ہے اور یہ جو ملمع ہے یہ بھی قائم نہ رہے گا بلکہ ایک روز اپنی اصل کی طرف راجع ہو جائے گا اس لئے تم کو بھی اس اصل کی طرف متوجہ ہونا چاہئے جس کی طرف وہ راجع ہوتا ہے یاد رکھو کہ یہ نور اس دیوار پر قائم نہ رہے گا بلکہ اپنی اصل یعنی آفتاب حقیقی کی طرف راجع ہو گا ایسی حالت میں تمہارا فرض یہ ہے کہ تم بھی خورشید ہی کی طرف متوجہ ہو کیونکہ مناسب یہی ہے اور دیوار پر عاشق ہو جانا بالکل نامناسب اور نازیبا ہے اس کے بعد ہم دوسرے عنوان سے تم کو سمجھاتے ہیں دیکھو مخلوق میں جو کمالات ہیں ان کی مثال پرنالے کے پانی کی سی ہے اور حق سبحانہ کے کمالات کی مثال آب بارش کی سی پس جب تم یہ دیکھتے ہو کہ پرنالہ ہماری ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا کیونکہ وہ خود محتاج ہے بارش کا تو تم کو آسمان سے پانی لینا چاہئے یعنی کمالات حق سبحانہ کو اختیار کرنا چاہئے یاد رکھو کہ جب بھیڑیوں کو پھانسنے کے لئے جال لگایا جاتا ہے تو اس میں ایک دنبہ باندھ دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس کو دیکھ کر اس میں پھنس جاوے لیکن وہ دنبہ کی اصلی جگہ نہیں ہوتی۔ لیکن بھیڑیا تو اس کو سمجھتا نہیں اور اس کے لالچ میں پھنس جاتا ہے یونہی کمالات مخلوق اپنی اصلی جگہ نہیں ہیں بلکہ وہ عارضی اور ذریعہ امتحان ہیں لیکن لوگ اس راز کو نہیں سمجھتے اور ان پر

www.besturdubooks.wordpress.com

فریفتہ ہو کر دام شیطانی میں پھنس جاتے ہیں جب یہ سن چکے تو اب اصل قصہ سنو وہ بیوقوف گاؤں کی طرف جا رہے تھے اور حصول منافع کو اتنا ہی یقینی سمجھتے تھے جیسا کہ اشرفیاں گرہ میں بندھی ہوئی ہیں اور اس بناء پر ان کا حصول یقینی ہے غرض وہ اسی طرح خوش خوش اور شاداں وفرحاں جا رہے تھے اور اس رہٹ کی طرح چکر کھا رہے تھے ان کی بے تابی کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی پرندہ گاؤں کی طرف اڑتا تھا تو بے تاب ہو کر کپڑے پھاڑ لیتے تھے اور کہتے تھے کہ کسی طرح ہم اس سے پہلے پہنچ جائیں اور اس قدر شغف بڑھا ہوا تھا کہ گاؤں کی طرف سے آنے والی صبا سے ان کی جان میں جان آتی تھی اور جو شخص گاؤں کی طرف سے آتا ہوا ملتا تو فرط محبت سے اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے اور کہتے کہ تو نے ہمارے یار کو دیکھا ہے تو گویا کہ ہماری جان کو دیکھا ہے۔

شرح شبّیری

مجنوں کا اس کتے کو نوازنا جو کہ کوچہ لیلیٰ میں رہا کرتا تھا

ہمچو مجنوں کو سگے را می نواخت	بوسہ اش میداد و پیشش میگداخت
مجنوں کی طرح کہ وہ ایک کتے کو نوازتا تھا	اس کو چومتا اس پر جان نثار کرتا

یعنی مجنوں کی مانند کہ وہ کتے کو نوازا کرتا تھا اور اسکو چوما کرتا تھا اور اس کے سامنے گھلا جاتا تھا۔

گرد او می گشت خاضع در طواف	ہمچو حاجی گرد کعبہ بے گزاف
عاجزی سے طواف میں اس کے چاروں طرف گھومتا تھا	بلا تکلف جس طرح حاجی کعبہ کے چاروں طرف

یعنی وہ مجنوں اس کتے کے گرد طواف میں بہت ہی خضوع میں پھرتا تھا جیسے کہ حاجی کعبہ کے گرد بے مسخرگی کے پھرتا ہے مطلب یہ کہ اس کو اس سے مسخرگی مقصود نہ تھی بلکہ اس کتے کی وقعت واقع میں اس کے قلب میں ایسی ہی تھی جیسی کہ وہ ظاہر کرتا تھا۔

گہ سر و پایش ہمی بوسید و ناف	گہ جلاب شکرش میداد صاف
کبھی اس کے سر اور پیر اور ناف کو چومتا تھا	کبھی صاف شکر آمیز گلاب پلاتا تھا

یعنی اس کا سر اور پاؤں اور ناف چوما کرتا تھا اور اس کو شربت قند اور شکر صاف دیا کرتا تھا۔

بوالفضولے گفت کاے مجنون خام	ایں چہ شید ست اینکہ می آری مدام
ایک بے ہودہ نے کہا اے ناقص پاگل	یہ کیسی مکاری ہے جو تو ہمیشہ کرتا ہے

یعنی ایک بوالفضول نے کہا کہ اے مجنوں خام یہ کیا مکاری ہے جو کہ تو ہمیشہ کیا کرتا ہے چونکہ اس کے قلب

www.besturdubooks.wordpress.com

میں تو اس کی الفت نہ تھی اس لئے اس کو مکر اور فریب معلوم ہوا اور اس نے کہا کہ۔

پوز سگ دایم پلیدی میخورد	مقعد خود را بلب می استرد
کتے کی تھوتھنی ہمیشہ پلیدی کھاتی ہے	اپنی مقعد کو ہونٹوں سے چاٹتی ہے

یعنی کتے کا منہ ہمیشہ پلیدی کھاتا ہے اور وہ اپنے مقعد کو لب سے صاف کرتا ہے باوجود اس کے پھر تو اس کو چومنا چاہتا ہے آخ تھو۔

عیبہائے سگ بسے او می شمرد	عیداں از عیداں بوئے نبرد
وہ کتے کے بہت سے عیب گنتا رہا	عیب جاننے والا غیب جاننے والے کا راز نہ پا سکا

یعنی اس شخص نے کتے کے بہت عیوب گنے مگر عیب داں راز داں سے کوئی بو نہ لے گیا مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اس شخص نے کتے کی بہت ہی برائیاں کیں اور یہ سب اس لئے تھا کہ یہ شخص تو عیب داں تھا اور مجنوں غیب داں یعنی راز داں تھا جو راز اور بھید اس کتے کے اندر تھا اس کو تو مجنوں ہی جانتا تھا اس بے چارے کو کیا خبر کہ اس میں کیا بات ہے۔ کہ جس سے یہ اس قدر محبوب ہے غرض کہ جب اس نے کتوں کی بہت برائی کر لی تو مجنوں بولا کہ۔

گفت مجنوں تو ہمہ نقشی وتن	اندر آؤ بنگرش از چشم من
مجنوں نے کہا تو مجسم نقش اور صورت ہے	اندر آ' اور اس کو میری آنکھ سے دیکھ

یعنی مجنوں نے کہا کہ تو تو بالکل صورت اور تن (پرست) ہے تو اندر آ کر میری آنکھ سے دیکھ۔

کایں طلسم بستۂ مولیٰ است ایں	پاسبان کوچۂ لیلیٰ است ایں
کہ یہ طلسم مولیٰ کا قائم کیا ہوا ہے	یہ لیلیٰ کے کوچہ کا محافظ ہے

یعنی یہ طلسم حق تعالیٰ کا لگایا ہوا ہے اور یہ لیلیٰ کے کوچہ کا پاسبان ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ تو تو صرف صورت کو دیکھ رہا ہے کہ اس کی صورت کتے کی ہے اور تجھے یہ خبر نہیں کہ اس کے اندر ایک طلسم ہے جس پر کہ حق تعالیٰ نے اس صورت کی مہر لگا رکھی ہے اور وہ طلسم اس کی وہی صفت دربانی لیلیٰ ہے پس اس صفت پر ہم تو عاشق ہیں نہ کہ اس کی صورت پر۔

ہمتش بین ودل وجاں راشناخت	کو کجا بگزید و مسکن گاہ ساخت
اس کی ہمت اور دل اور جان اور پہچان کو دیکھ	کہ اس نے کس جگہ کو پسند کیا اور ٹھکانا بنایا ہے

یعنی اس کتے کی ہمت اور دل اور جان کو دیکھو کہ اس نے (کیسا) پہچانا (اور اس بات کو دیکھو) کہ اس نے کہاں (جگہ) اختیار کی ہے اور مسکن گاہ بنائی ہے بات دیکھنے کی تو یہ ہے کہ اللہ اکبر لیلیٰ کے کوچہ میں جو اس نے جگہ بنائی ہے تو اس کو کہاں سے عقل آئی کہ اس نے ایسی جگہ اختیار کی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

او سگ فرخ رخ کہف من است	بلکہ او ہمدرد و ہم لہف من است
وہ میرے غار کا مبارک رو کتا ہے	بلکہ وہ میرا ہمدرد اور غم خوار ہے

یعنی یہ کتا مبارک رو میرا پناہ ہے بلکہ وہ میرا ہمدرد اور ہم لہف ہے۔ بعض محققین بمعنی مطلب یہ کہ یہ تو اس صفت کی بدولت میرا ہمدرد اور جائے پناہ بن گیا ہے تو جس طرح کہ یہ مجنون صرف اس مناسبت سے کہ اس کی لیلیٰ کے کوچہ کا کتا ہے اس کی اس قدر منزلت کرتا تھا اسی طرح وہ لوگ بھی جو ادھر سے آتا تھا اس کی قدر و منزلت کرتے تھے اس لئے کہ اس نے اس دیہاتی کو جوان کا دوست تھا دیکھا تھا خوب کہا ہے کہ۔

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است　　افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آں سگے کہ گشت در کویش مقیم	خاک پایش بہ ز شیران عظیم
وہ کتا جو اس کے کوچہ میں مقیم ہے	بڑے شیروں سے اس کے پیروں کی خاک بہتر ہے

یعنی جو کتا کہ اس کے (یعنی حق تعالیٰ کے) کوچہ میں مقیم ہو جاوے اس کی خاک پا بڑے بڑے شیروں سے بہتر ہے یہاں سگ سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ ظاہر حالت میں ذلیل رہتے ہیں اور جن کی شان حدیث کم من اشعث اغبر الخ کے مطابق ہے مطلب یہ کہ جب اس کتے کی جو کہ مقیم کوچہ لیلیٰ تھا یہ قدر ہے تو بھلا وہ لوگ جو ظاہر حالت میں اگر چہ خراب وخستہ ہیں مگر مقیم کوئے حق ہیں کیوں قدر کے قابل نہ ہوں گے ان کی تو خاک پا بھی ان ظاہری قوی اور باعزت دنیاداروں کے جسم سے بھی کہیں زیادہ ہے۔

آں سگے کہ باشد اندر کوئے او	من بہ شیراں کے دہم یک موئے او
وہ کتا جو اس کے کوچہ میں ہو	میں شیروں کے بدلے میں اس کا ایک بال کب دے سکتا ہوں

یعنی جو کتا کہ اس کے کوچہ میں مقیم ہو تو میں اس کا ایک بال بھی شیروں کو کب دوں۔ مطلب یہ کہ وہ شخص جو کہ بظاہر ذلیل وخوار ہے مگر مقیم کوئے حق ہے اس کی تو میں ان دنیاداروں کو ہوا بھی نہ لگنے دوں اور ان ظاہری عزت والوں کو اس کے ہاتھ بھی نہ لگانے دوں۔ اس لئے کہ اگر چہ اس کی ظاہری حالت ذلیل ہے مگر اس کا ایک ایک بال اس قدر معزز ہے کہ ان کا سارا جسم بھی اس قدر معزز نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کے اس بال کو بھی عزت حقیقی حاصل ہے اور ان کے اس سارے جثہ کو بھی عزت حقیقی حاصل نہیں ہے تو پھر مجازی اور رعایتی کے سامنے خواہ وہ کتنی ہی باعزت کیوں نہ ہو حقیقی شے ہمیشہ بڑھی ہوئی ہوگی اگر چہ ظاہر میں تھوڑی اور کم ہی ہو۔

آنکہ شیراں مر سگانت را غلام	گفتن امکاں نیست خامش والسلام
وہ ذات کہ شیر اس کے کتے کے غلام ہیں	بیان کرنا ممکن نہیں ہے چپ ہو جا والسلام

یعنی اے وہ شخص کہ شیر اس کے کتوں کے غلام ہیں کہنا ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا چپ رہو والسلام مطلب یہ کہ یہ تو وہ حضرات ہیں کہ ان کے ادنیٰ خدام کے تابع یہ سب شیران دنیاوی ہیں ان کی ان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں لیکن کیا کریں ہمارے اندر اس قدر استعداد ہی نہیں ہے کہ ان کی عزت کو پوری طرح بیان کر سکیں لہٰذا بہتر یہی ہے کہ چپ رہیں اور جتنا بیان کر دیا ہے اسی پر اکتفا کریں والسلام آگے فرماتے ہیں کہ ہمارے بیان کرنے کی حاجت ہی نہیں بلکہ۔

گر ز صورت بگزریدائے دوستاں	جنت است و گلستاں در گلستاں
اے دوستو! اگر تم صورت سے گزر جاؤ گے	جنت ہے اور باغ در باغ ہیں

یعنی اے دوستو اگر تم صورت سے گزر جاؤ تو پھر جنت ہی جنت ہے اور گلستاں ہی گلستاں ہے مطلب یہ کہ یہ صورت ہی حاجب ہو رہی ہے اور حقیقت بینی سے مانع ہے ورنہ اگر تم اس صورت پر نظر نہ کرو تو پھر تو نور ہی نور اور جنت ہی جنت ہے اس لئے کہ ان کے قلب میں تو باغ و بہار ہے اور انوار و معارف بھرے پڑے ہیں اب کوئی کہہ سکتا تھا کہ بھلا کس کی صورت سے قطع نظر کرتے پھریں اور کہاں کہاں صورت کو توڑیں مولانا اس کی ایک بہت سہل تدبیر فرماتے ہیں کہ۔

صورت خود چوں شکستی سوختی	صورت گل را شکست آموختی
جب تو نے اپنی صورت توڑ دی (اور) جلا دی	(تو) سب کی صورت کو توڑنا سیکھ لیا

یعنی جب تو نے اپنی صورت کو توڑ دیا اور جلا دیا تو بس ساری صورتوں کو شکست سکھا دیا مطلب یہ کہ بس جب اپنی ہستی پر نظر نہ رہے گی اور اس کو فنا کر دو گے پھر ساری ہستیاں فانی معلوم ہوں گی اس کی ضرورت ہی نہ ہوگی کہ سب کو الگ الگ توڑتے اور ان سے قطع نظر کرتے پھرو پس جب تم اپنی ہستی کو مٹا چکو گے تو یہ ہوگا کہ۔

بعد ازاں ہر صورتے را بشکنی	ہمچو حیدر باب خیبر کنی
اس کے بعد تو ہر صورت کو توڑ دے گا	حیدرؓ کی طرح خیبر کے دروازے کو اکھاڑ دے گا

یعنی اس کے بعد تو ہر صورت کو توڑ دے گا اور حیدر رضی اللہ عنہ کی طرح باب خیبر کو اکھاڑ دے گا۔ صورت کے توڑنے سے مراد ان سے قطع نظر کرنا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر تم نے اپنی صورت سے قطع نظر کر لی اور اپنی حقیقت پر نظر کی تو پھر یوں سمجھو کہ تم نے باب خیبر کو فتح کر لیا اور بہت بڑا کام کر لیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ جس طرح کہ صورت پر نظر ہونے سے حقیقت پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح وہ خواجہ صاحب ان الفاظ کی صورت کو دیکھ کر فریفتہ ہو گئے اور یہ خبر نہ ہوئی کہ اس کے اندر آیا صدق ہے یا کذب ہے آگے مولانا اسی کو فرماتے ہیں کہ

سغبۂ صورت شد آں خواجہ سلیم	کو بدہ می شد بگفتار سقیم
وہ بھولا خواجہ صورت پر فریفتہ ہو گیا	جو غلط باتوں سے گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ بھولا بھالا خواجہ اسی صورت الفاظ پر فریفتہ ہو گیا تھا اور کذب کو صدق کی وجہ سے گاؤں میں جا رہا تھا مطلب یہ کہ چونکہ وہ ان فضول باتوں پر فریفتہ ہو گیا تھا اور کذب کو صدق سمجھے ہوئے تھا اس لئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گاؤں کو روانہ ہو گیا۔ آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

سوئے دام آں تملق شادماں	ہمچو مرغے سوئے دانہ امتحاں
خوشاں کے اس جال کی جانب خوشی خوشی	جیسا کہ پرند آزمائش کے دانہ کی جانب

یعنی اس تملق کی جان کی طرف وہ خوش خوش اس جانور کی طرح کہ جو دانہ آزمائش کی طرف جاتا ہو (جا رہا تھا) مطلب یہ کہ جس طرح کہ جال میں دانہ رکھا ہوا ہوتا ہے تو جانور اس کی طرف جاتا ہے اور پھنس جاتا ہے اسی طرح یہ خواجہ بھی ان باتوں کو صادق خیال کر کے چلا تھا آخر کار پھنس گیا۔

از کرم دانست آں مرغ حریص	دانہ را با دام لیکن شد محیص
اس لالچی پرند نے منجملہ سخاوت جانا	دانہ کو جال کے ساتھ لیکن بچاؤ کا موقع جاتا رہا

یعنی وہ مرغ حریص اس دانہ کو کرم کی وجہ سے سمجھا لیکن وہ جال ہو گیا۔ مطلب یہ کہ وہ جانور یوں سمجھا کہ یہ دانہ صیاد نے کرم کی وجہ سے ڈالا ہے اور اس کا غایت کرم ہے کہ ہم کو دانہ کھلاتا ہے مگر وہی اس کے لئے دام تزویر ہو گیا کہ پھنس گیا۔

از کرم دانست مرغ آں دانہ را	غایت حرص است نے جود و عطا
پرند اس دانہ کو منجملہ سخاوت جانا	(لیکن یہ تو) انتہائی لالچ ہے نہ کہ بخشش اور عطا

یعنی جانور تو اس کو کرم کی وجہ سے سمجھتا ہے بلکہ وہ غایت حرص کی وجہ سے ہے جود و عطا نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب صیاد کو حرص شکار ہوئی جب ہی تو اس نے یہ جال پھیلایا ہے ورنہ کیوں جال پھیلاتا تو یہ کرم نہیں بلکہ صیاد کی حرص ہے۔

مرغگاں در طمع دانہ شادماں	سوئے آں تزویر پراں دواں
پرند دانہ کے لالچ میں خوشی خوشی	اس مکر کی جانب اڑ اور دوڑ رہے تھے

یعنی جانور دانہ کی طمع میں خوش خوش اس جان کی طرف دوڑ رہے ہیں اور اڑ رہے ہیں اسی طرح یہ خواجہ اور اس کے اہل و عیال خوش خوش اس دام تزویر کی طرف جا رہے تھے آگے فرماتے ہیں کہ۔

گر ز شادی ہاش آگاہت کنم	ترسم اے رہرو کہ بے گاہت کنم
اگر میں تجھے ان کی خوشیوں سے باخبر کروں	اے رہرو! میں ڈرتا ہوں کہ تیرا وقت بیکار کروں گا

یعنی اگر اس خواجہ کی خوشی سے تم کو آگاہ کروں تو اے خواجہ میں ڈرتا ہوں کہ میں تم کو بے وقت کر دوں گا مطلب یہ کہ اگر میں اس کی خوشی کی پوری کیفیت بیان کروں تو مجھے خوف ہے کہ قصہ طویل ہو جاوے اور اصل

www.besturdubooks.wordpress.com

مقصود بھی ہاتھ سے جاتا ہے اس لئے آگے قصہ کو مختصر کر کے بیان فرماتے ہیں کہ۔

مختصر کردم چو آمد دہ پدید	خود نبود آں دہ دہ دیگر گزید
میں نے مختصر کر دیا جو گاؤں نظر آیا	یہ دہ گاؤں نہ تھا دوسرا گاؤں تھا

یعنی میں مختصر کرتا ہوں کہ جب وہ گاؤں آیا تو خود وہ گاؤں نہ تھا بلکہ کوئی گاؤں دوسرا (اس خواجہ نے) اختیار کر لیا تھا غرضکہ بے چارے راستہ بہک گئے۔

قرب ماہے دہ بدہ می تاختند	زانکہ راہ دہ نکوشناختند
تقریباً وہ ایک مہینہ گاؤں در گاؤں بھاگے پھرے	کیونکہ وہ گاؤں کے راستہ کو اچھی طرح نہ جانتے تھے

یعنی قریب ایک ماہ کے وہ گاؤں در گاؤں دوڑ رہے تھے اس لئے کہ گاؤں کا راستہ پوری طرح پہچانتے نہ تھے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ در رہ بے قلاوزے رود	ہر دو روزہ راہ صد سالہ شود
جو بغیر رہبر کے راستہ پر چلے گا	دو دن کا راستہ سو سال کا ہو جائے گا

یعنی جو شخص کہ راہ میں بے رہبر کے چلے تو دو دن کی راہ اس کو راہ صد سالہ کی برابر ہو جاتی ہے۔ مولانا کے ظاہر الفاظ تو اس راہ پر دال ہیں مگر مقصود مولانا کا راہ حق مراد ہے۔

ہر کہ تازد سوئے کعبہ بے دلیل	ہمچو ایں سرگشتگاں گردد ذلیل
جو کعبہ کی جانب بغیر راہبر کے روانہ ہوگا	وہ ان حیرانوں کی طرح ذلیل ہوگا

یعنی جو شخص کہ کعبہ کی طرف بلا دلیل دوڑے وہ ان بھٹکے ہوؤں کی طرح ذلیل ہی ہوگا۔

ہر کہ گیرد پیشۂ بے اوستا	ریشخندے شد بہ شہر و روستا
جو بغیر کسی استاد کے کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے	وہ گاؤں اور شہر میں مضحکہ بنتا ہے

یعنی جو شخص کہ بے اوستاد کے کسی پیشہ کو اختیار کر لے تو اس کا مذاق ہر شہر اور گاؤں میں ہوگا اس لئے کہ کام ہوگا نہیں تو مذاق ہی اڑے گا۔

زانکہ نادر باشد اندر خافقیں	کادمی سر برزند بے والدیں
مشرق و مغرب میں یہ بات نادر ہوگی	کہ بغیر ماں باپ کے آدمی پیدا ہو

یعنی اس لئے کہ یہ بات اس زمانہ میں بہت نادر ہے کہ آدمی بے والدین کے پرورش پائے تو جب اسباب ہی سے سب کام ہوتے ہیں تو اس راہ پانے کا سبب وجود رہبر ہی ہے اس کے بغیر راہ یابی بہت مشکل ہے اور اگر

www.besturdubooks.wordpress.com

کسی کو مل گئی ہے تو وہ نادر ہے آگے اس کی مثال ہے کہ۔

مال او یابد کہ کسبے میکند	نادرے باشد کہ بر گنجے زند
مال وہ پاتا ہے جو کماتا ہے	نادر ہوتا ہے کہ خزانہ مل جائے

یعنی مال اسی کو ملتا ہے جو کہ کمائی کرے اور یہ امر نادر ہے کہ کوئی خزانہ پہنچ جاوے۔

مصطفائے کو کہ جسمش جان بود	تا کہ رحمٰن علم القرآں بود
مصطفیٰ کہاں ہیں کہ جن کا جسم بھی روح تھا	تا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھا دے

یعنی وہ مصطفےٰ کہاں ہیں کہ ان کا جسم بھی جان ہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ علم القرآن ہوں مطلب یہ کہ ایسے لوگ کہاں ہیں کہ جن کا جسم بھی مشغول حق میں جان کی طرح ہو اور ان کا مربی بلا واسطہ حق تعالیٰ ہوں اب تو یہی ہے کہ اسباب کو مہیا کرو اور کام ہو جاوے تو رہبر کو ساتھ لو تب کام چل سکتا ہے اس لئے کہ۔

اہل تن را جملہ علم بالقلم	واسطہ افراشت در بذل وکرم
تمام جسمانی لوگوں کو قلم سے سکھایا کا	واسطہ بنایا جود و عطا میں

یعنی اہل تن کو تو جملہ علم بالقلم بذل کرم میں واسطہ ڈالا ہے مطلب یہ کہ جن کو بلا واسطہ خود ہی تعلیم قرآن فرمائی تو وہ بہت کم لوگ ہیں ورنہ اور سب کے لئے تو علم کیلئے قلم ہی کو واسطہ فرمایا جا رہا ہے تو جب واسطہ ہوتا ہے جب ہی کرم ہوتا ہے۔

ہر حریصے ہست محروم اے پسر	چوں حریصاں تگ مرو آہستہ تر
اے بیٹا! ہر لالچی محروم ہے	لالچیوں کی طرح نہ دوڑ بہت آہستہ (چل)

یعنی اے صاحبزادے ہر حریص محروم ہے تو تو حریصوں کی طرح دوڑ کر مت چل آہستہ چل تا کہ مطلوب تک وصول ہو جاوے آگے پھر اس خواجہ کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

اندراں رہ رنجہا دیدند و تاب	چوں عذاب مرغ خاکی اندر آب
اس راستہ میں انہوں نے بہت رنج اور تکلیف دیکھی	جیسا کہ خشکی کے پرند کی تکلیف پانی میں

یعنی اس راہ میں انہوں نے بہت تکالیف اور تپش دیکھی جیسے کہ مرغ خاکی پانی میں مصیبت میں ہوتا ہے اسی طرح وہ بھی مصیبت میں مبتلا ہو رہے تھے اور ان کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ۔

سیر گشتہ ازدہ و از روستا	وز شکر ریزی چناں نا اوستا
وہ گاؤں اور دیہاتی سے بیزار ہو گیا	اور ایسے بے استادے کی میٹھی باتوں سے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ گاؤں سے اور روستائی سب سے سیر ہو گئے تھے اور ایسے نالائق کی مہمانی سے بھی۔ چونکہ تکالیف بہت برداشت کی تھیں اس لئے سخت پریشان ہو کر کہتے تھے کہ بس باز آئے اور طبیعت سیر ہو گئی تھی جیسا کہ قاعدہ ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اس بارہ میں اس کی حالت مجنوں کی طرح تھی کہ وہ سگ لیلیٰ کی وقعت کرتا تھا اور اس کو چومتا تھا اور اس کے سامنے گھلا جاتا تھا۔ اور بہت عاجزی کے ساتھ اس کے گرد پھر پھر کر اس پر قربان ہوتا تھا بلا مبالغہ اس کی ایسی حالت تھی جیسے کوئی حاجی خانہ کعبہ کے گرد پھرتا ہو وہ کبھی اس کا سر چومتا تھا کبھی پاؤں کبھی ناف اور کبھی اس کو شکر کا شربت پلاتا تھا اس کی یہ حالت دیکھ کر ایک بے ہودہ نے کہا کہ اے مجنوں یہ کیا مکر ہے جو تو ہمیشہ کیا کرتا ہے کتے کا منہ ہمیشہ ناپاکی کھاتا اور ہونٹوں سے اپنے پاخانہ کا مقام صاف کرتا ہے۔ بھلا ایسا منہ چومنے کے قابل ہے یہ شخص کتے کے بہت سے عیوب بیان کر رہا تھا لیکن اس عیب سے واقف شخص کو مجنونی کی ہوا بھی نہ لگی تھی جو اس کے ان کمالات سے واقف تھا جو اس کی نظر سے مخفی تھی اس کا اعتراض سن کر مجنوں نے جواب دیا کہ تو تو سراسر ظاہر پرست ہے ذرا میری آنکھوں سے اس کے باطن کو دیکھ کہ حق سبحانہ نے اس کو ایک عجیب طلسم بنایا ہے یعنی کہ یہ لیلیٰ کے کوچہ کا پاسبان ہے۔ ذرا اس کی ہمت اس کی روح اور اس کی تمیز تو دیکھو کہ اس نے کیسی جگہ انتخاب کی ہے اور کہاں مسکن بنایا ہے یہ اوصاف کسی معمولی کتے میں ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ ارے یہ مبارک روکتا تو میری لیلیٰ کا کتا ہے جو کہ میری جائے پناہ ہے بلکہ وہ تو میرا ہمدرد اور میرے رنج میں شریک ہے کہ وہ بھی لیلیٰ کا دلسوز ہے اور میں بھی۔ جو کتا کہ کوچہ لیلیٰ میں رہتا ہے میرے نزدیک تو اس کے پاؤں کی خاک بڑے بڑے شیروں سے بڑھ کر ہے اور جو کتا اس کی گلی کا رہنے والا ہے اس کا ایک بال شیروں کے بدلے میں نہیں دے سکتا اور لیلیٰ جس کے کتوں کے شیر غلام ہیں اس کے اوصاف بیان کرنا تو میرے امکان سے باہر ہے لہٰذا خاموش رہنا چاہئے فقط (شعر آں سگے الخ اور اس سے اگلا اور اس سے تیسرا سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مقولہ مجنون ہے اور یہ بھی ممکن ہو کہ مولانا کا مقولہ ہو اور سگ سے مراد وہ اہل اللہ ہوں جو لوگوں کی نظروں میں حقیر ہیں اور دنیوی وجاہت اصلاً نہیں رکھتے اور شیروں سے مراد دنیا کے امراء وسلاطین ہوں اس وقت بھی ترجمہ وہی ہوگا جو لکھا گیا فقط لیلیٰ کی جگہ حق سبحانہ رکھا جاوے گا) آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح صورت سگ نے اس کی اس حقیقت کو محجوب کر رکھا تھا جو مجنوں کی نظر میں تھی یوں ہی صورت ظاہری نے حقیقت واقعیہ کو محجوب کر رکھا ہے۔ پس اگر تم صورت کو چھوڑ دو اور حقیقت کو دیکھو تو بس جنت اور گلزار ہی گلزار ہے اب ہم ایک قاعدہ بتاتے ہیں جس سے تم کو معلوم ہوگا کہ صورت سے گزرنے کی کیا صورت ہے جب تو اپنی صورت کو توڑ پھوڑ دے گا اور جلا پھونک دے گا تو تجھ کو سب صورتوں کا توڑنا آ جاوے گا اس کے بعد تو ہر صورت کو توڑ سکے گا اور جناب علی

www.besturdubooks.wordpress.com

کرم اللہ وجہہ کی طرح اس در خیبر کو اکھیڑ سکے گا (اپنی صورت کو توڑنا اور جلانا ترک لذات وشہوات وفنا فی اللہ ہے) جس طرح اس معترض مجنوں نے صورت سے دھوکہ کھایا اور عام طور پر لوگ صورت پر فریفتہ ہیں یوں ہی یہ بیوقوف امیر بھی جو غیر صحیح گفتگو کی بناء پر گاؤں جا رہا تھا صورت گفتگو پر فریفتہ ہوا اور حقیقت تک نہ پہنچا وہ خوشامد کے جال میں پھنسنے کے لئے خوش خوش چل دیا جس طرح پرندہ اس دانہ کی طرف جاتا ہے جو اس کو مصیبت میں پھنسانے والا ہے۔ یہ حریص پرندہ جال کے دانوں کو ناشی از کرم وسخاوت سمجھتا ہے مگر ان سے اس کی رہائی اور آزادی رخصت ہو جاتی ہے وہ دانوں کو سخاوت سے ناشی سمجھتا ہے لیکن واقع میں ان کا منشا غایت حرص صیاد ہوتی ہے نہ کہ سخاوت وبخشش لیکن پرندے چونکہ اس راز سے واقف نہیں ہوتے اس لئے دانہ کے لالچ میں خوش خوش اس دام فریب کی طرف اڑتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ یہی حالت بالکل اس امیر کی تھی وہ بھی خوش خوش مصیبت میں پھنسنے کے لئے جا رہا تھا اور اتنا خوش تھا کہ اگر میں تم سے اس کی خوشی کی تفصیل بیان کروں تو مجھے اندیشہ ہے کہیں نا وقت نہ ہو جاوے اور ضروری باتیں بیان سے رہ جائیں اس لئے میں اس کو مختصر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ جب کوئی گاؤں نظر پڑتا اور وہ وہاں پہنچتے اور پہنچنے پر معلوم ہوتا کہ وہ گاؤں نہیں بلکہ ہم کسی اور گاؤں میں چلے آئے چونکہ گاؤں کو جانتے نہ تھے اس لئے تقریباً ایک ماہ تک یوں ہی پریشان پھرتے رہے اور پھرنا ہی چاہئے تھا کیونکہ جو شخص بدوں استاد کے کوئی کام کرتا ہے تو کیا شہر کیا دیہات ہر جگہ مسخرہ بنایا جاتا ہے اور جو شخص بلا رہبر کے کسی راستہ پر چلتا ہے عام ہے کہ راہ حق ہو یا راہ متعارف تو دو دن کا راستہ سو برس میں طے ہوتا ہے یعنی اس کے طے کرنے میں بہت وقت صرف ہوتا ہے اور جو شخص کہ بلا رہبر کے کعبہ کا سفر کرتا ہے وہ انہیں حیران وپریشان لوگوں کی طرح ذلیل ہوتا ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ عادۃ اللہ یوں ہی جاری ہے کہ وہ اسباب پر نتائج مرتب کرتے ہیں گو اسباب نہ فی حد ذاتہا موثر ہیں نہ حق سبحانہ ان کے محتاج۔ لیکن انہوں نے باختیار خود اپنی غالب عادت یوں ہی قرار دے رکھی ہے کہ بلا وسائط وہ نتیجہ مرتب نہیں فرماتے چنانچہ ایسا دنیا میں بہت کم ہوتا ہے کہ بلا ماں باپ کے بچہ ہو جاوے اس لئے علی العموم مال اسی کو ملتا ہے جو کماتا ہے اور ایسا شاذ ونادر ہوتا ہے کہ کسی کو خزانہ مل جاوے۔ ہر شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کا جسم بھی بوجہ غایت لطافت وصلاحیت وفقدان مقتضیات نفسانیہ کے روح کے مماثل کے تو ہے نہیں کہ حق سبحانہ اس کو بلا واسطہ تعلیم فرمائیں جس طرح جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو تعلیم فرمائی تھی چنانچہ فرمایا ہے الرحمن علم القرآن بلکہ عام طور پر لوگوں پر جسمانیت غالب ہے جو کہ افاضہ بلا توسط سے عادۃ مانع ہے اس لئے ایسے لوگوں کے لئے علم بالقلم فرمایا اور صرف کرم کے لئے تعلیم کو واسطہ مقرر فرمایا جب یہ معلوم ہوا کہ کسی راہ پر چلنے کے لئے راہبر کی ضرورت ہے اور بدوں راہبر کے چلنے والا پریشان ہوتا ہے اس بنا پر اس کا پریشان ہونا ضروری تھا اور ان تمام پریشانیوں کا اصل منشاء حرص تھا لہٰذا حرص کے متعلق ہم

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک مفید اور نہایت کارآمد بات تم کو بتلاتے ہیں سنو حریص محروم ہوتا ہے کیونکہ حرص عاقبت اندیشی سے مانع ہوتی ہے اور نا عاقبت اندیشی کا لازمی نتیجہ محرومی و ناکامی ہے لہٰذا تم کو حریصوں کی طرح دوڑ کر نہ چلنا چاہئے بلکہ آہستہ آہستہ اور سوچ سمجھ کر اور مآل پر نظر کر کے کام کرنا چاہئے۔ خیر یہ تو ضمنی گفتگو تھی اب اصل مقصد سنو اس راستہ میں امیر اور اس کے ساتھیوں کو بہت کچھ تکلیفیں اٹھانی پڑیں اور بہت پیچ و تاب کھانے پڑے اور ایسی تکلیف ہوئی جیسے خشکی کے جانور کو پانی میں ہوتی ہے حتیٰ کہ گاؤں سے بھی ان کا جی بھر گیا اور اس دہقانی سے بھی اور اس کندہ ناتراش کی شکر ریزی اور آؤ بھگت سے بھی مگر کرتے کیا مجبور تھے اس لئے گاؤں ہی کو تلاش کیا اور اللہ اللہ کر کے ایک مہینہ کے بعد گاؤں میں پہنچے جب وہاں پہنچے تو نہ ان کے پاس سامان رہا تھا اور نہ ان کے گھوڑوں کے لئے چارہ تھا کیونکہ سامان لے کر چلے تھے دو چار دن کا لگ گیا ایک مہینہ۔

شرح شبّیری

خواجہ اور اس کے متعلقین کا گاؤں میں پہنچنا اور دیہاتی کا انکو اجنبی اور نا آشنا ٹھہرانا

بعد ماہے چوں رسیدند آں طرف	بینوا ایشاں ستوں را بے علف
جب وہ اس طرف ایک مہینہ کے بعد پہنچے	وہ بے سروسامان (اور) چوپائے بغیر گھاس کے تھے

یعنی بعد ایک مہینے کے جب وہ لوگ اس طرف پہنچے تو وہ خود تو بے توشہ تھے اور ان کے بیل بے گھاس دانہ۔

روستائی بیں کہ از بدنیتی	میکند بعد اللتیا و التی
دیہاتی کو دیکھ کر بدنیتی سے	چناں و چنیں کے بعد کرتا ہے

یعنی اس گنوار کو دیکھو کہ (کمبخت) بدنیتی کی وجہ سے ایسی ویسی باتوں کے بعد یہ کرتا ہے کہ۔

روئے پنہاں میکند زایشاں بروز	تا سوئے باغش نہ بکشایند پوز
ان سے دن میں منہ چھپاتا ہے	تاکہ وہ اس کے باغ کی جانب منہ نہ کھولیں

یعنی ان لوگوں سے دن دہاڑے روپوشی اختیار کرتا ہے تاکہ اس کے باغ کی طرف منہ نہ کھولیں۔ مطلب یہ کہ وہ لوگ بے چارے ایک ماہ کے بعد مارے تاڑے اس گاؤں میں پہنچے اور وہ کمبخت روستائی دن دہاڑے روپوشی کرتا ہے اور چھپتا پھرتا ہے اگر رات ہوتو خیر ایک دوسرے کو دیکھتے بھی نہیں آنکھ تو چار نہ ہوں یہاں تو نالائق اس قدر بے مروتی کرتا ہے کہ دن دہاڑے دیدوں میں دیدے ڈال کر بے مروتی کرتا ہے بس حد ہوگئی اور صرف

www.besturdubooks.wordpress.com

اس لئے کہ اگر ان کے ساتھ بے مروت کرتا ہوں تو میرے باغ کے میوے سب کھا جائیں ایسے شخص کے لئے تو یہی کہا جاوے گا کہ خدا ایسے کو غارت ہی کرے مولانا کو بھی غصہ آ گیا ہے فرماتے ہیں کہ۔

آں چناں رو کہ ہمہ زرق و سرشت	از مسلماناں نہاں اولیٰ ترست
ایسا چہرہ جو جسم مکر اور شرارت ہے	مسلمانوں سے چھپا رہنا بہتر ہے

یعنی ایسا منہ جو کہ بالکل مکر اور شر ہے وہ مسلمانوں سے پوشیدہ ہی (رہے تو) بہتر ہے (اور ایسے کمبخت منحوس کی صورت نہ دیکھنا ہی بہتر ہے) اور فرماتے ہیں کہ۔

رو بہا باشد کہ دیواں چوں مگس	بر سرش بنشستہ باشد چوں حرس
بہت سے چہرے ہوتے ہیں کہ شیاطین مکھیوں کی طرح	(اور) پہرہ داروں کی طرح ان کے سر پر بیٹھے ہوتے ہیں

یعنی بہت منہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے سر پر شیاطین مکھی کی طرح بیٹھے ہوتے ہیں جیسے کہ نگہبان ہوں مطلب یہ کہ بعض ایسے نالائق ہوتے ہیں کہ ان کے سر پر ہر وقت شیطان سوار رہتے ہیں۔

چوں بہ بینی روئے شاں در تو فتند	یا مبیں شاں چوں بدیدی خوش مخند
جب تو ان کا چہرہ دیکھے گا وہ تجھے چمٹیں گے	یا تو ان کو نہ دیکھ یا اگر دیکھتا ہے تو مت ہنس

یعنی جب تم ان کا منہ دیکھو تو وہ تمہارے اندر پڑیں (یعنی ضرر پہنچاویں) تو یا تو ان کا منہ ہی مت دیکھو (اور یہی بہتر ہے) اور اگر دیکھ لیا تو پھر خوش مت ہو۔ اس لئے کہ مثل مشہور ہے کہ ہنسے اور پھنسے۔ بس ان سے تعلق ہی مت رکھو کہ سخت مضر ہے۔

در چناں روئے خبیث عاصیہ	گفت یزداں نسفعا بالناصیہ
ایسے ہی خبیث نافرمان چہرے کے بارے میں	خدا نے فرمایا ہے ہم پیشانی پکڑ کر گھسیٹیں گے

یعنی ایسے ہی روئے عاصی کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **نسفعا بالناصیہ** (یعنی اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچے جاویں گے) مولانا فرماتے ہیں کہ یہ قول ایسے ہی نالائقوں کے حق میں ہے خیر آگے پھر ان مصیبت زدگان کی حالت مفصل بیان فرماتے ہیں کہ۔

چوں بپرسیدند و خانش یافتند	ہمچو خویشاں سوئے در بشتافتند
جب انہوں نے معلومات کیں اور اس کا گھر پا لیا	اپنوں کی طرح دروازے کی طرف دوڑے

یعنی انہوں نے پوچھ پاچھ کر اس کا گھر پا لیا تو عزیزوں کی طرح اس کے دروازہ کی طرف دوڑے تا کہ دروازہ کھلواویں مگر گھر والے بھی تو اسی نالائق کے تھے وہ اس سے کم تھوڑے ہی تھے انہوں نے یہ کیا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

در فرو بستند اہل خانہ اش	خواجہ شد زیں کجروی دیوانہ وش
اس کے گھر والوں نے دروازہ بند کر لیا	خواجہ اس بدتمیزی سے دیوانہ جیسا ہو گیا

یعنی اس کے گھر والوں نے دروازہ بند کرلیا تو یہ خواجہ ان کی اس کجروی سے دیوانہ سا رہ گیا۔

لیک ہنگام درشتی ہم نبود	چوں در افتادی بچہ تیزی چہ سود
لیکن سختی کا وقت بھی نہ تھا	تو جب کنویں میں گر گیا تیزی سے کیا فائدہ؟

یعنی لیکن وقت سختی کا بھی نہ تھا (کیونکہ مثل مشہور ہے کہ) جب تم کنویں میں گر پڑے تو اب تیزی سے کیا فائدہ تو اب تو آ پھنسے اگر اس وقت تیزی کرتے ہیں تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس قدر امید ہوگی وہ بھی جاتی رہے گی لہذا آخر بے چاروں نے یہ کیا کہ۔

بر درش ماند ند ایشاں پنجروز	شب بسر ماروز خود خورشید سوز
وہ اس کے دروازہ پر پانچ روز پڑے رہے	رات جاڑے میں اور دن خود جلانے والے سورج والا

یعنی یہ لوگ اس کے دروازہ پر پانچ روز تک پڑے رہے رات کو جاڑے میں اور دن کو خوب آفتاب جلانے والا

نے زغفلت بود ماندن نے خری	لیک بود از اضطرار و بے زری
پڑا رہنا نہ غفلت کی وجہ سے تھا نہ حماقت کی وجہ سے	لیکن مجبوری اور مفلسی کی وجہ سے تھا

یعنی ان کا یہ (دروازہ پر پڑا) رہنا کسی غفلت یا گدھے پن کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اضطرار اور بے زری کی بدولت تھا کہ بے چاروں کے پاس خرچ بھی ختم ہوگیا تھا ان کی یہ حالت تھی کہ۔

بالئیماں بستہ نیکاں ز اضطرار	شیر مرداری خورد از جوع زار
مجبوری سے بھلے کمینوں سے وابستہ ہو گئے	بھوک سے لاغر شیر مردار کھا لیتا ہے

یعنی نیک لئیموں کے لئے بندھ گئے تھے جیسے کہ شیر جو بھوک سے زار و نزار ہو کر مردار کھالیا کرتا ہے۔ اسی طرح مصیبت کے مارے یہ پڑے ہوئے تھے۔

او ہمی دیدش ہمی کردش سلام	کہ فلانم مرمرا اینست نام
وہ (شہری) اس (دیہاتی) کو دیکھتا سلام کرتا	کہ میں فلاں ہوں میرا یہ نام ہے

یعنی وہ خواجہ اس نالائق کو دیکھتا تھا تو اس کو سلام کرتا تھا (اور کہتا تھا) کہ ارے میں فلاں ہوں اور میرا نام یہ ہے۔

گفت باشد من چہ دانم تو کئی	یا پلیدی یا قرین پاکئی
اس دیہاتی نے کہا ہوگا میں کیا جانوں تو کون ہے؟	تو ناپاک ہے یا پاکی سے موصوف ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ روستائی خبیث کہتا کہ ہوگا میں کیا جانوں تو کون ہے کوئی پلید ہے یا کسی پاک کا ساتھی ہے ۔مطلب یہ کہ وہ خبیث کہتا کہ بھائی تم کوئی ہو گے مگر مجھے کیا خبر ہے کہ کون ہو بھلے ہو یا برے ہو اور کہتا کہ مجھے کیا خبر اس لئے میری تو یہ حالت ہے۔

واله روز و شب اندر صنع هو	هیچگونه نیستم پروائے تو
میں دن رات اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کا شیداں ہوں	مجھے تیری کوئی پروا نہیں ہے

یعنی میں تو صنع حق میں رات دن مستغرق ہوں اور مجھے تو کسی قسم کی خبر ہی نہیں۔

از خودی خود ندارم هم خبر	نیست از هستی سرمویم اثر
مجھے خود اپنا پتہ نہیں ہے	میرے وجود کا ایک بال برابر بھی نشان نہیں ہے

یعنی میں تو اپنی ہستی کی بھی خبر نہیں رکھتا اور مجھے تو ہستی سے سر مو بھی اثر نہیں ہے مطلب یہ کہ خبیث صوفی بنتا تھا اور کہتا تھا کہ جناب میں تو حق تعالیٰ کی مصنوعات کے مشاہدے میں مستغرق ہوں مجھے اپنی بھی خبر نہیں میں تو اپنی ہستی کو فنا کر چکا ہوں۔ مٹا چکا ہوں تو بھلا جب مجھے اپنی خبر نہیں ہے تمہاری تو کیا خبر ہوگی اور کہتا کہ میری یہ حالت ہے کہ۔

هوش من از غیر حق آگاه نیست	دردل و جانم بجز الله نیست
میرا ہوش اللہ کے سوا کسی سے باخبر نہیں ہے	میرے دل و جان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے

یعنی میرے ہوش تو غیر حق سے آگاہ نہیں ہیں اور میرے دل و جان میں بجز اللہ کے کوئی نہیں ہے جب اس خواجہ نے اس قدر سرد مہری دیکھی تو اس کو سخت افسوس ہوا اور بولا کہ۔

گفت اینم با قیامت شد شبیه	تا برادر شد یفر من اخیه
اس (شہری) نے کہا تو یہ وقت قیامت سے مشابہ ہو گیا	کہ بھائی اپنے بھائی سے بھاگنے لگا

یعنی وہ خواجہ بولا کہ یہ وقت تو مشابہ قیامت کے ہو گیا ہے کہ بھائی بھائی سے بھاگنے لگا ہے سچ یہ ہے کہ اس خواجہ کو اس وقت سخت حیرت اور پریشانی ہوگی خدا ایسے خبیث کو غارت ہی کرے۔ الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ و فضلنی علیٰ کثیر ممن خلق تفضیلا اس کی حالت کو دیکھ کر تو یہ دعا یاد آتی ہے اللہ ایسے شخص سے بچاوے۔

شرح میکردش من آنم که تو	لوتها خوردی و خوان من دو تو
وہ (شہری) اس (دیہاتی) کے لئے واضح کرتا کہ میں وہی ہوں کہ تو نے	میرے دستر خوان سے خوب خوب لذیذ کھانے کھائے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ خواجہ بیان کرتا تھا کہ (ارے کمبخت) میں وہ ہوں جس کے دستر خوان سے تو نے دونوں وقت کھانے کھائے ہیں اور کہتا تھا کہ۔

آں فلاں روزت خریدم آں متاع	کل سر جاوزا الاثنین شاع
فلاں دن میں نے تیرے لئے وہ سامان خریدا	جو راز دو سے آگے بڑھا شائع ہو گیا

یعنی کہ میں نے تجھے فلاں دن وہ اسباب خرید کر دیا تھا اور ہر بھید جو کہ دو سے گزر گیا وہ شائع ہو گیا مطلب یہ کہ یہ بات ایسی نہیں ہے کہ مجھے اور تجھے ہی خبر ہو بلکہ یہ تو مشہور و معروف بات ہے اور سب جانتے ہیں کہ تو آیا کرتا تھا اور میں تیرے ساتھ احسان کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ۔

نے کہ بودی سالہا مہمان من	نے رسیدت بیکراں احسان من
کیا تو برسوں میرا مہمان نہیں رہا	کیا تجھے میرے بے انتہا احسان نہیں پہنچے

یعنی کہ کیا تو سالہا سال تک میرا مہمان نہیں رہا ہے اور کیا تجھے میرے بے حد احسان نہیں پہنچے ہیں استفہام انکاری ہے یعنی پہنچے ہیں۔

سر مہر ما شنید ستند خلق	شرم دارد رو چو نعمت خورد حلق
ہماری محبت کے راز لوگوں نے سنے ہیں	جب حلق نعمت کھاتا ہے تو منہ شرماتا ہے

یعنی ہماری محبت کی باتیں لوگ سنا کرتے تھے اور اگر حلق کوئی نعمت کھا لیتا ہے تو منہ کو شرم آیا کرتی ہے اور وہ اس صاحب نعمت کا شکر گزار رہتا ہے مگر تو وہ نالائق ہے کہ تو نے ساری باتیں بالائے طاق اٹھا رکھی ہیں۔

او ہمی گفتش چہ گوئی ترہات	نے ترا دانم نہ نام تو نہ جات
وہ (دیہاتی) اس سے کہتا کیا بکواس بکتا ہے	نہ میں تجھے جانتا ہوں نہ تیرا نام نہ تیرا مقام

یعنی وہ (خبیث) اس خواجہ سے کہتا کہ کیا فضول باتیں کہہ رہے ہو میں نہ تجھے جانوں نہ تیرے نام کو اور نہ تیری جائے قیام کو غرضکہ وہ بے چارے اسی طرح باہر پڑے رہے اور اس نالائق نے ان کو نہ پوچھنا تھا نہ پوچھا۔ آخر یک گلے دیگر شگفت یہ ہوا کہ۔

پنجمیں شب ابر و بارانے گرفت	کاسماں از بارشش شد در شگفت
پانچویں رات ابر اور بارش آئی	جس کے برسنے سے آسمان کو بھی تعجب ہوا

یعنی پانچویں رات کو بارش اور ابر ہو گیا (اور اس قدر بارش ہوئی) کہ آسمان اس ابر کی بارش سے تعجب میں ہو گیا کہ اس نے یہ کہا کہ اللہ اکبر ایسی بارش کبھی نہ ہوئی تھی یعنی بڑے زور شور کی بارش ہونا شروع ہوئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں رسیدش کارد اندر استخواں	حلقہ زد خواجہ کہ مہتر را بخواں
جب چھری اس کی ہڈیوں تک پہنچ گئی	خواجہ نے کنڈی ہلائی کہ چودھری کو بلا

یعنی جب کہ چھری اس کی ہڈی تک پہنچ گئی (یعنی بہت سخت تکلیف ہوئی اور تکلیف حد کو پہنچ گئی تو) خواجہ نے کنڈی کھٹکھٹائی کہ ذرا چودھری جی کو تو بلاؤ سچ یہ ہے کہ یہ خبیث اردو زبان کا مہتر (یعنی بھنگی) تھا۔

چوں بصد الحاح آمد سوئے در	گفت آخر چیست اے جان پدر
جب سینکڑوں خوشامدوں سے وہ دروازہ پر آیا	بولا بابا آخر کیا ہے

یعنی جب کہ وہ خواجہ سینکڑوں الحاح اور عاجزی سے دروازہ پر آیا تو وہ نالائق بولا کہ میاں آخر کیا ہے۔

گفت من آں حقہا بگذاشتم	ترک کردم انچہ می پنداشتم
(خواجہ نے) کہا میں نے سب حق چھوڑے	جو کچھ میں نے خیال کیا تھا میں اس سے باز آیا

یعنی خواجہ نے کہا کہ میں نے ان حقوق (دوستی) کو ترک کیا اور جو کچھ کہ میں نے سمجھا تھا اس کو ترک کیا مطلب یہ کہ میرا جو خیال تھا کہ تو میرے ساتھ سلوک کرے گا ان سب کو میں نے ترک کیا اور سارے خیالات کو چھوڑا اور سارے حقوق کو بھی ایک طرف رکھتا ہوں بس اب بطور انسان ہونے کے کہ تو بھی انسان ہے اور میں بھی تجھ سے یہ کہتا ہوں کہ۔

پنجسالہ رنج دید ایں پنجروز	جان مسکینم دریں سرما و سوز
ان پانچ روز میں پانچ سال کا رنج دیکھا	میری عاجز جان نے جاڑے اور تکلیف میں

یعنی میری جان مسکیں نے اس پانچ دن میں پانچ برس کی تکلیف دیکھی ہے یعنی اس قدر سخت کلفت ہوئی ہے جیسے کہ پانچ برس تک تکلیف ہی تکلیف گزری ہے۔

یک جفا از خویش واز یار و تبار	در گرانی ہست چوں سی صد ہزار
اپنے عزیز اپنے دوست اور خاندان کا ایک ظلم	شدت میں تیں لاکھ سے زیادہ ہے

یعنی اپنے عزیز اور یار و تبار سے ایک جفا بھی گرانی میں تیں لاکھ برابر ہوتی ہے

زانکہ دل نہاد بر جور و جفاش	جانش خوگر بود با مہر و وفاش
کیونکہ دل اس کے ظلم و زیادتی کا عادی نہ تھا	جان اس کی محبت اور وفاداری کی عادی تھی

یعنی اس لئے کہ اس شخص نے ان لوگوں کی جفا پر تو دل نہ رکھا تھا تو اس کی جان تو ان کی مہر و وفا کی خوگر تھی مطلب یہ کہ اگر عزیز و اقارب کی کوئی ذراسی بھی بات ہو وہ بھی گراں ہوتی ہے اس لئے کہ اس کو ان لوگوں سے امید وفا ہی کی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتی ہے جفا کی ہوتی نہیں تو خلاف امید ہونے سے کلفت ہوتی ہے جب بات ہے تو آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر چہ بر مردم بلاؤ شدت است	ایں یقیں داں کز خلاف عادت است
انسانوں پر جو مصیبت اور سختی ہے	یقین کر خلاف عادت ہونے کی وجہ سے ہے

یعنی آدمی پر جو بلا اور شدت ہے یہ یقین جانو کہ یہ خلاف عادت کی وجہ سے ہے بس اگر کسی سے امید ہی نہ ہو تو اس کے خلاف بھی نہ ہوگا اور پھر کلفت بھی نہ ہوگی۔ تو یہ ساری کوفت اس کی ہے کہ غیر حق سے امید رکھتے ہیں لہذا بس ساری امید حق تعالیٰ سے رکھنا چاہئے کسی اور سے تعلق اور امید ہی مت رکھو خیر جب اس نے بہت ہی الحاح وزاری کی تو وہ نالائق بولا کہ

گفت اے خورشید مہرت در زوال	گر تو خونم ریختی کردم حلال
(خواجہ نے) کہا اے وہ کہ تیری محبت کا سورج زوال پذیر ہے	اگر تو مجھے مار بھی ڈالے تو میں نے تجھے معاف کیا
امشب از باراں بمادہ گوشۂ	تا بیابی در قیامت توشۂ
آج کی رات بارش کی وجہ سے ہمیں ایک گوشہ دے دے	تاکہ تو قیامت میں توشہ پائے
گفت یک گوشہ است آں باغباں	ہست اینجا گرگ را او پاسباں
(دیہاتی نے) کہا باغبان کی ایک جگہ ہے	وہاں وہ بھیڑیئے کا محافظ ہے

یعنی اس نے کہا کہ ایک گوشہ ہے وہ باغبان کا ہے اور وہ باغبان اس جگہ بھیڑیئے کا پاسبان ہے مطلب یہ کہ بولا کہ اور کوئی جگہ تو خالی نہیں ہے صرف ایک کونہ باغبان کا ہے اس میں وہ رہتا ہے اور رات کو وہ پاسبانی کرتا ہے تاکہ بھیڑیا نہ گھس آوے۔

در کفش تیر و کماں از بہر گرگ	تا زند چوں آید آں گرگ سترگ
اس کے ہاتھ میں بھیڑیئے کے لئے تیر و کمان رہتا ہے	تاکہ اگر وہ موٹا بھیڑیا آئے تو وہ اس کو مارے

یعنی اس کے ہاتھ میں بھیڑیئے کے لئے تیر و کمان ہے تاکہ جب وہ گرگ قوی ہیکل آوے تو اس کے مار دے۔

گر تو آں خدمت کنی جا آن تست	ورنہ جائے دیگرے فرمائے جست
اگر تو یہ خدمت کرے تو یہ جگہ تیرے لئے ہے	ورنہ کوئی دوسری جگہ تلاش کر لے

یعنی اگر تم یہ خدمت کرو تو جگہ تمہاری ہے ورنہ دوسری تلاش کر لو مطلب یہ کہ اگر تم پاسبانی کرو تو خیر وہ جگہ تم کو مل سکتی ہے خیر اس بے چارے کو تو ضرورت تھی مثل ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے اس نے اسی کو غنیمت سمجھا اور کہا کہ۔

گفت صد خدمت کنم تو جائے دہ	واں کمان و تیر در دستم بنہ
اس (خواجہ) نے کہا میں سو خدمتیں کروں گا تو جگہ دیدے	وہ تیر و کمان میرے ہاتھ میں دے دے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی خواجہ نے کہا کہ میں تو تیری سو خدمتیں کردوں گا تو مجھے جگہ دیدے اور وہ کمان اور تیر میرے ہاتھ میں دے۔

من نہ خسپم حارسی رز کنم	گر برآرد گرگ سر تیرش زنم
میں نہ سوؤں گا انگور کی حفاظت کروں گا	اگر بھیڑیا سر نکالے گا اس پر تیر چلاؤں گا

یعنی خواجہ نے کہا کہ میں سوؤں گا نہیں بلکہ انگوروں کی حفاظت کروں گا اور اگر بھیڑیا سر نکالے گا تو میں اس کے تیر ماروں گا۔

بہر حق مگزارم امشب اے دودل	آب باراں برسر و در زیر گل
اے شکی! خدا کے لئے آج کی رات مجھے (اس جگہ) نہ چھوڑ	بارش سر پر ہے اور کیچڑ نیچے ہے

یعنی ارے دو دلے خدا کے واسطے آج کی رات مجھے (باہر) مت چھوڑ اس لئے کہ بارش کا پانی سر پر ہے اور نیچے مٹی ہے لہذا خدا کے واسطے جگہ دیدے خیر اس نے وہ جگہ اور وہ عہدہ خواجہ صاحب کو عنایت کر دیا۔

گوشۂ خالی بدو او باعیال	رفت آنجا جائے تنگ و بے مجال
گوشہ خالی تھا اور وہ مع بال بچوں کے	اس جگہ چلا گیا' جو تنگ جگہ تھی اور گنجائش کی نہ تھی

یعنی وہ گوشہ خالی تھا اور وہ معہ اہل وعیال کے اس جگہ چلا گیا جگہ تنگ تھی اور بے جولانگاہ کے یعنی نہ چلنے پھرنے کی جگہ نہ کچھ بہت ہی چھوٹا اور مختصر کونا تھا تو سب کی یہ حالت تھی کہ۔

چوں ملخ برہمدگر گشتہ سوار	از نہیب سیل اندر کنج غار
وہ ٹڈیوں کی طرح ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے تھے	غار کے کونے میں بارش کے خوف سے

یعنی ٹڈی کی طرح وہ سب ایک دوسرے پر اس غار کے کونے میں خوف سیل سے سوار تھے یعنی بس ایک پر ایک پڑا ہوا تھا۔

شب ہمہ شب جملہ گویاں کاے خدا	ایں سزائے ماسزائے ماسزا
ساری رات سب یہ کہہ رہے تھے کہ اے خدا!	یہی ہماری سزا ہے یہی سزا ہمارے لائق ہے

یعنی رات کو تمام رات وہ سارے یوں کہہ رہے تھے کہ اے خدا یہ ہماری سزا ہے اور ہماری سزا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ایں سزائے آنکہ شد یار خساں	یا کسے کرد از برائے ناکساں
یہی اس کی سزا ہے جو کمینوں کا دوست بنا ہو	یا اس نے کمینوں کے ساتھ انسانیت برتی ہو

یعنی یہ اس شخص کی سزا ہے جو کہ کمینوں کا دوست بنا یا اس نے نالائقوں کے ساتھ نالائقوں جیسا معاملہ کیا۔

ایں سزائے آنکہ اندر طمع خام	ترگ گوید خدمت خاک کرام
یہی اس کی سزا ہے جس نے بے ہودہ لالچ میں	شریفوں کی خاک کی خدمت چھوڑی ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی یہ سزا اس شخص کی ہے کہ جو طمع خام میں حضرت اولیاء کرام کی خدمت کو ترک کردے مولانا ان کی حالت سے انتقال فرماتے ہیں ان لوگوں کی حالت کی طرف جو کہ اولیاء اللہ کی مخالفت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ جو لوگ حضرات اولیاء اللہ کی خدمت کو طمع کی وجہ سے ترک کرتے ہیں وہ بھی اسی طرح مصیبت میں پھنسا کرتے ہیں جیسے کہ ان کو طمع نے خراب کیا ہے کہ کدھر ہی کا نہ رکھا۔

خاک پاکاں لیسی و دیوار شاں	بہتر از عام و رز و گلزار شاں
بھلوں کی دیوار اور مٹی چاٹنا	بہتر ہے عوام اور ان کے انگور اور باغ سے

یعنی پاک لوگوں کی خاک کو اور ان کی دیوار کو چاٹو یہ عام لوگوں سے اور ان کے انگوروں اور ان کے گلزار سے بہتر ہے مطلب یہ کہ ان حضرات کی خدمت عوام الناس کے اکرام سے بھی بہتر ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

بندۂ یک مرد روشندل شوی	بہ کہ برفرق سر شاہاں روی
کسی روشن دل انسان کا خادم ہونا	اس سے بہتر ہے کہ تو بادشاہوں کے سر کی مانگ پر چڑھے

یعنی کسی مرد روشن دل کے غلام ہو اس سے بہتر ہے کہ بادشاہوں کے سر پر چلو مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کے پاؤں اپنے سر پر رکھنا اس سے بہتر ہے کہ اپنے پاؤں اوروں کے سر پر رکھو اس لئے کہ

از ملوک خاک جز بانگ دہل	تو نخواہی یافت اے پیک سبل
دنیا کے بادشاہوں سے سوائے نقارے کی آواز کے	تو کچھ نہ پا سکے گا اے راستوں پر چلنے والے

یعنی اے سالک تم ان شاہان دنیا سے سوائے بانگ دہل کے اور کچھ نہ پاؤ گے یعنی بجز اس کے کہ ان کی شہرت ہے باقی ان کے اندر کوئی خوبی نہیں ہے باطن خالی ہے صرف ظاہر ہی ظاہر ہے۔

شہریاں خودرہ زناں نسبت بروح	روستائی کیست گیج بے فتوح
روح کے مقابلہ میں شہری خود ڈاکو ہیں	دیہاتی کیا ہے؟ بے فیض بے وقوف

یعنی شہری لوگ خود روح کی نسبت کردہ زن ہیں تو روستائی تو بھلا کیا ہے ایک احمق بے فتوح مطلب یہ کہ جو لوگ کہ شہری اور عاقل ہیں وہ بھی بہ نسبت روح کے رہزن ہیں تو بھلا یہ گنوار جس کو کہ عقل بھی نہیں ہے یہ تو کیوں نہ دشمن روح اور دشمن اولیاء کرام ہوں گے۔

ایں سزائے آنکہ بے تدبیر عقل	بانگ غولے آمدش بگزید نقل
یہ اس کی سزا ہے کہ عقل کی تدبیر کے بغیر	اس کو چھلاوے کی آواز آئی اور اس نے نقل اتاری

یعنی یہ اس شخص کی سزا ہے کہ جس کو ایک آواز غول آئی تو اس نے بے تدبیر عقل کے نقل اختیار کرلیا مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ اس شخص کی سزا ہے جو کہ شیاطین کی آواز پر عمل کرتا ہے اور عقل سے مشورہ نہیں لیتا اور اس کی تدابیر پر عمل نہیں کرتا۔

چوں پشیمانی ز دل شد تا شغاف	زاں سپس سودے ندارد اعتراف
جب شرمندگی دل سے اس کی تہ میں پہنچ گئی	اس کے بعد (غلطی کا) اقرار کوئی فائدہ نہیں دیتا ہے

یعنی جب کہ پشیمانی دل سے سویدائے قلب تک پہنچ گئی تو اس کے بعد اعتراف قصور کوئی فائدہ نہیں رکھتا مطلب یہ کہ جب کوئی کام کیا اور اس کی وجہ سے پشیمانی حاصل ہوئی اور وہ کام ختم ہو چکا تو اگر اب یہ کہیں کہ بے شک یہ ہماری غلطی تھی اور اعتراف غلطی کریں تو اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔

چوں پشیماں گشت از دل انچہ کرد	بعد ازاں سودش ندارد آہ سرد
جب اپنے کئے پر دل سے شرمندہ ہو گیا	اس کے بعد ٹھنڈی آہ اس کے لئے مفید نہیں ہے

یعنی جب کہ اپنے کئے پر دل سے پشیمان ہو لیا تو اس کو آہ سرد کرنا مفید نہیں ہے مطلب یہ کہ جب کوئی شخص اپنے کئے پر دل سے پشیمان ہو لیا اور پشیمانی ہوا کرتی ہے بعد اس کام کے ختم کے تو گویا کہ جب وہ کام ہو چکا تو اب افسوس کرنے سے کیا ہوتا ہے مثل مشہور ہے کہ اب کیا ہو پچھتانے سے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت تو اسی طرح جب اس خواجہ نے اول ہی اس کے مکر و کذب کو نہ سمجھا تو اب افسوس کرنے اور پشیمان ہونے سے کیا ہوتا ہے آخرکار یہ ہوا کہ

آں کمان و تیر اندر دست او	گرگ را جویاں ہمہ شب سو بسو
وہ تیر و کمان اس کے ہاتھ میں	ادھر ادھر تمام رات بھیڑیئے کو ڈھونڈتا رہا

یعنی وہ کمان اور تیر اس کے ہاتھ میں تھا اور ادھر ادھر بھیڑیئے کو تلاش کرتا تھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گرگ خود بروے مسلط چوں شرر	گرگ جویاں وز گرگ او بے خبر
بھیڑیا خود چنگاریوں کی طرح اس پر مسلط تھا	وہ بھیڑیئے کو تلاش کرتا تھا اور بھیڑیئے سے بے خبر تھا

یعنی بھیڑیا تو اس پر خود شرر کی طرح مسلط تھا اور وہ گرگ کو ڈھونڈھ رہا تھا اور اس گرگ سے بے خبر تھا مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ وہ روستائی تو گرگ کی طرح اس خواجہ پر مسلط تھا اور یہ حضرت گرگ کو تلاش کر رہے تھے اور یہ خبر نہ تھی کہ وہ اس پر مسلط ہے تو ایک گرگ کو تلاش کر رہا تھا اور اس گرگ سے بے خبر تھا آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

ہر پشہ ہر کیک چوں گرگے شدہ	اندراں ویرانہ شاں زخمی زدہ
ہر مچھر اور ہر پسو بھیڑیئے کی طرح بن گیا تھا	جو اس ویرانہ میں ان کو کاٹ رہا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہر مچھر اور ہر پسو گرگ کی طرح ہو رہا تھا اور اس ویرانہ میں زخم مار رہا تھا مطلب یہ کہ بھلا وہ روستائی تو کیا مسلط تھا ان بے چاروں کے اوپر ہر پشہ اور ہر پسو مسلط ہو رہا تھا اور کاٹ رہا تھا غرضکہ سخت مصیبت میں مبتلا تھا اور یہ حالت تھی کہ۔

فرصت آں پشہ راندن ہم نبود	از نہیب حملۂ گرگ عنود
اس کو ان مچھروں کو اڑانے کی بھی فرصت نہ تھی	کینے بھیڑیئے کے حملے کے ڈر سے

یعنی اس مچھر کے ہٹانے کی بھی اس گرگ عنود کے خوف کی وجہ سے فرصت نہ تھی۔

تانیاید گرگ آسیبے زند	روستائی ریش خواجہ برکند
تاکہ بھیڑیا نہ آ جائے (اور) نقصان پہنچاوے	(اور) دیہاتی خواجہ کی ڈاڑھی نوچے

یعنی تاکہ کہیں بھیڑیا نہ آ جاوے اور گزند پہنچاوے اور پھر روستائی خواجہ صاحب کی ڈاڑھی اوکھاڑے۔

ایں چنیں دنداں زناں تانیم شب	جان شاں از ناف می آمد بلب
اسی طرح آدھی رات تک لرزتے ہوئے	ان کی جان ناف سے لبوں تک آ رہی تھی

یعنی وہ خواجہ اسی طرح آدھی رات تک دانت بجاتا پھرا اور ان کی جان ناف سے لب پر آتی تھی غرضکہ وہ بے چارے اسی مصیبت میں مبتلا تھے کہ ایک اور مزا ہوا وہ یہ کہ۔

ناگہاں تمثال گرگے ہشتۂ	سر برآورد از فراز پشتۂ
اچانک ایک آوارہ بھیڑیئے کی صورت نے	ٹیلے کے پیچھے سے سر ابھارا

یعنی ناگہاں ایک بھیڑیئے کی جیسی شکل نے ایک پشتہ پر سے سر نکالا (اسکو دیکھتے ہی)

تیر را بکشاد آں خواجہ ز شست	زد براں حیواں کہ تا افتاد پشت
اس خواجہ نے تیر چٹکی سے چھوڑا	اس جانور کو مارا تو وہ گر پڑا

یعنی خواجہ نے شست سے تیر کو کھینچا اور اس جانور پر ایسا مارا کہ وہ پیچھے کو گر گیا۔

اندر افتادن ز حیواں باد جست	روستائی ہائے کرد و کوفت دست
گرنے سے حیوان کا گوز خارج ہوا	دیہاتی نے ہائے کی اور ہاتھ (سر پر) مارا

یعنی گرنے میں اس جانور کا گوز نکل گیا تو روستائی نے ہائے کی اور ہاتھ پیٹ لیا اور بولا کہ۔

ناجوانمردا کہ خر کرہ من است	گفت نے ایں گرگ چوں آہرمن است
اے نامرد! میرے گدھے کا بچہ ہے	(خواجہ نے) کہا نہیں یہ دیو پیکر بھیڑیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے ناجوانمرد یہ تو میرا گدھی کا بچہ ہے تو خواجہ نے کہا کہ نہیں یہ تو بھیڑیا مثل شیطان کے ہے۔

اندر و اشکال گرگے ظاہر است	شکل او از گرگی او مخبر ست
میں بھیڑیے پن کی صورت واضح ہے	اس کی شکل اس کے بھیڑیا ہونے کو بتا رہی ہے

یعنی اس کے اندر گرگ کی شکلیں ظاہر ہیں اور اس کی شکل اس کی گرگ سے مخبر ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ یہ تو یقیناً بھیڑیا ہے اور اس کے اندر تو صاف طور پر بھیڑیے کی شکل ظاہر ہے تو اس روستائی نے کہا کہ۔

گفت نے بادے کہ جست از فرج وے	می شناسم ہمچناں کا بے زمے
اس (دیہاتی) نے کہا نہیں جو گوز اس کی شرمگاہ سے خارج ہوا ہے	میں اس کو پہچانتا ہوں جیسا کہ پانی کو شراب سے

یعنی اس روستائی نے کہا کہ نہیں اس کی فرج سے جو ہوا نکلی ہے میں اس کو اس طرح پہچانتا ہوں جیسے کہ پانی کو شراب سے یعنی جس طرح کہ وہ دونوں چیزیں ممتاز ہوتی ہیں اور اس کو ایک دوسرے سے ہر شخص ممتاز کر سکتا ہے اسی طرح میں اس کے گوز کو پہچانتا ہوں اور کہا کہ۔

کشتۂ خرکرہ ام را در ریاض	کہ مبادت بسط ہرگز ز انقباض
تو نے کھیتوں میں میرے گدھے کا بچہ مار ڈالا	(خدا کرے) تجھے تنگی سے فراخی بھی (نصیب) نہ ہو

یعنی تو نے میرے گدھی کے بچہ کو باغوں میں مار ڈالا ہے تو خدا کرے تجھے حالت انقباض سے بسط کبھی نہ ہو مطلب یہ کہ اس کو بددعا دیتا ہے کہ خدا کرے تجھے کبھی آرام نصیب نہ ہو اور ہمیشہ مصیبت ہی میں مبتلا رہے۔

گفت نیکو تر تفحص کن شب است	شخصہا در شب ز ناظر مجب است
اس (خواجہ) نے کہا اچھی طرح تحقیق کر لے رات ہے	رات میں صورتیں آنکھ سے مخفی ہوتی ہیں

یعنی خواجہ نے کہا کہ اچھی طرح تلاش کر لو اس لئے کہ رات ہے اور جسے رات میں دیکھنے والے سے پوشیدہ ہوتے ہیں یعنی اس نے کہا کہ ذرا تلاش کر لو اور غور کر لو اس لئے کہ اکثر دھوکا ہو جایا کرتا ہے رات کا وقت ہے تم بھیڑیے کو گدھی کا بچہ سمجھے ہوئے ہو۔

شب غلط بنماید و مبدل بسے	دیدۂ صائب شب ندارد ہر کسے
رات بہت سی چیزوں کو غلط اور بدلی ہوئی دکھا دیتی ہے	رات میں ہر شخص ٹھیک نگاہ نہیں رکھتا ہے

یعنی رات بسا اوقات غلط اور مبدل دکھا دیتی ہے اور رات کا دیکھنا ہر شخص صائب نہیں رکھتا مطلب یہ کہ رات کو ہر شخص کو دیکھنے میں غلطی ہو جایا کرتی ہے تو شاید تمہیں بھی غلطی ہو رہی ہے۔

ہم شب و ہم ابر ہم باراں ژرف	ایں سہ تاریکی غلط آرد شگرف
رات بھی اور ابر بھی اور گہری بارش بھی	یہ تین اندھیریاں بڑی غلطی پیدا کر دیتی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی رات بھی ہے اور ابر بھی اور بارش سخت بھی تو یہ تین تاریکیاں بہت زیادہ غلطی پیدا کرتی ہیں مطلب یہ کہ خواجہ نے کہا کہ بھائی دیکھو تو اندھیری بھی تو بہت سخت ہے رات ہے پھر ابر ہے لہذا یقیناً غلطی ہو سکتی ہے مگر جناب وہ کب ماننے والا تھا وہ گدھے کا بچہ تو اپنے گدھی کے بچہ کی گوز کو خوب پہچانتا تھا اس نے کہا کہ۔

گفت ایں بر من چو روز روشن است	من شناسم باد خر کرہ من است
اس (دیہاتی) نے کہا یہ مجھ پر روز روشن کی طرح ہے	میں پہچانتا ہوں (یہ) میرے گدھے کے بچہ کا گوز ہے

یعنی اس نے کہا یہ مجھ پر روز روشن کی طرح (ظاہر) ہے اور میں پہچانتا ہوں کہ میرے گدھے کے بچہ ہی کا گوز ہے۔

درمیان بست باد آں باد را	می شناسم چوں مسافر زاد را
بیسوں ہواؤں میں اس ہوا کو	میں پہچانتا ہوں جیسا کہ مسافر توشہ کو

یعنی بیس گوزوں میں بھی میں اس گوز کو پہچانتا ہوں جیسے کہ مسافر زاد کو پہچان لیتا ہے سبحان اللہ مولانا نے تشبیہ بھی غضب کی دی ہے گوز کی شناخت کو شناخت زاد سے خدا کی قسم اگر پہچان ہو تو ایسی تو ہو واہ واہ سبحان اللہ قربان جایئے۔ جب اس خبیث نے یہ کہا تو آخر اس بے چارے خواجہ کو بھی غصہ آ گیا۔

خواجہ برجست و بیامد ناشگفت	روستائی را گریبانش گرفت
خواجہ اچھل پڑا اور بے صبر ہو گیا	دیہاتی کا گریبان پکڑ لیا

یعنی خواجہ اچھلا اور بے صبر ہو گیا اور اس دیہاتی (خبیث) کا گریبان پکڑ لیا اور بولا کہ

کابلہٗ طرارشید آوردہٗ	بنگ و افیوں ہر دو باہم خوردہٗ
کہ بیوقوف گرہ کٹ تونے مکر کیا ہے	بھنگ اور افیون دونوں ملا کر تو نے کھائی ہیں

یعنی کہ ارے بیوقوف چالاک تو مکر لایا ہے اور بھنگ اور افیون تو نے ملا کر کھائی ہیں اس لئے نشہ زیادہ ہو گیا جو ایسی باتیں کر رہا ہے۔

در سہ تاریکی شناسی باد خر	چوں ندانی مر مرا اے خیرہ سر
تین اندھیریوں میں تو گدھے کی ہوا کو پہچانتا ہے	اے دیوانے! تو مجھے کیوں نہیں پہچانتا ہے؟

یعنی تین تاریکیوں میں گوز خر کو تو پہچانتا ہے تو ارے بیوقوف مجھے کس طرح نہیں پہچانتا۔

آنکہ داند نیم شب گوسالہ را	چوں نداند ہمرہ دہ سالہ را
جو آدھی رات میں بچھڑے کو پہچان لے	وہ دس سالہ ساتھی کو کیسے نہیں پہچانتا؟

یعنی جو شخص کہ آدھی رات کو گوسالہ کو پہچان لے وہ (سالہ) دس برس کے ساتھی کو کیوں نہیں پہچانتا مطلب

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ کہ جب شناخت اس قدر بڑھی ہوئی ہے تو اس کو کیوں شناخت نہیں کرتا اور اگر اس کو نہیں پہچانتا تو اس کو کس طرح پہچانا اس سے معلوم ہوا کہ شرارت ہے اور کچھ نہیں۔

خویشتن را عارف و والہ کنی	خاک در چشم مروت می زنی
اپنے آپ کو باخدا اور عاشق بناتا ہے	مروت کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے

یعنی اپنے کو عارف اور مستغرق بناتا ہے اور چشم مروت میں خاک ز ' ہے یعنی بے مروتی تو اس قدر کرتا ہے اور پھر عارف حق بھی بنتا ہے شرم نہیں آتی ہے اور کہتا ہے کہ

کہ مرا از خویش ہم آگاہ نیست	در دلم گنجا بجز اللہ نیست
کہ مجھے اپنی بھی خبر نہیں ہے	میرے دل میں اللہ کے سوا کسی کی گنجائش نہیں ہے

یعنی کہ مجھے اپنے سے بھی آگاہی نہیں ہے اور میرے دل کے اندر سوائے خدا کے کوئی سمایا ہوا نہیں ہے اور کہتا ہے کہ

انچہ دے خوردم ازانم یاد نیست	ایں دل از غیر تحیر شاد نیست
میں نے جو کل کھایا وہ بھی مجھے یاد نہیں ہے	یہ دل (مقام) حیرت کے علاوہ کسی چیز سے خوش نہیں ہے

یعنی جو کچھ کہ میں نے کل کھایا ہے وہ بھی مجھے یاد نہیں ہے اور یہ دل غیر حیرت سے شاد نہیں ہے یعنی اس میں بجز حق کے اور کوئی ہے ہی نہیں۔

عاقل و مجنون حقم یاد آر	در چنیں بیخویشیم معذور دار
مجھے اللہ کا عاقل اور دیوانہ سمجھ	اس طرح کی مدہوشی میں مجھے معذور سمجھ

یعنی مجھے عاقل اور مجنون حق سمجھو تو ایسی بے خویشی میں مجھے معذور سمجھو مطلب یہ کہ اگر میں تم کو بھول گیا ہوں اور مجھے تمہاری خبر نہیں رہی تو اس میں مجھے معذور سمجھو اس لئے کہ میں تو مست و بے خود ہوں۔

آنکہ مردارے خورد یعنی نبیذ	شرع اورا سوئے معذوراں کشید
جو شخص حرام یعنی نبیذ پی لیتا ہے	شریعت اس کو معذوروں میں داخل کر دیتی ہے

یعنی جو شخص مردار کھاتا ہے یعنی شراب تو شرع نے اس کو بھی معذوروں کی طرف کھینچا ہے

مست و بنگی را طلاق و بیع نیست	ہمچو طفلست او معاف و مطلقے است
مست اور بھنگ پینے والے کی طلاق اور بیع (معتبر) نہیں ہے	وہ بچہ کی طرح ہے جو معاف اور آزاد ہے

یعنی مست اور بھنگ والے کی طلاق اور بیع نہیں ہے وہ بچہ کی طرح ہے اور وہ معاف کیا گیا اور مطلق چھوڑا گیا ہے ہمارے امام صاحب کے یہاں تو نشہ باز کی طلاق واقع ہو جاتی ہے مگر بیع واقع نہیں ہوتی اور امام شافعی

www.besturdubooks.wordpress.com

کے یہاں دونوں واقع نہیں ہوتیں تو وہ کہتا ہے کہ دیکھو جو شخص حرام شے کھا کر بے خود ہوا ہے اس کو بھی معذور کہا جاتا ہے اگرچہ بعض امام ہی کہیں مگر کہتے تو ہیں۔

مستی کاید زبوئے شاہ فرد	صدخم مے درسر و مغزاں نکرد
وہ مستی جو یکتا شاہ کی خوشبو سے پیدا ہو	شراب کے سو مٹکے بھی سر اور دماغ میں وہ نہیں کر سکتے

یعنی جو مستی کہ مستی شاہ یکتا کی بو سے آوے ایسی تو سو شراب کے مٹکوں نے بھی سر اور مغز میں نہیں کی مطلب یہ کہ جو مستی کی مستی حق ہے ویسی تو سینکڑوں خم میں بھی نہیں ہے۔

پس برا و تکلیف چوں باشد روا	اسپ ساقط گشت و شد بے دست و پا
اس کو مکلف بنانا کیسے جائز ہو گا؟	گھوڑا گر گیا ہے اور وہ بے دست و پا ہو گیا ہے

یعنی پھر اس پر تکلیف (احکام) کس طرح جائز ہو سکتی ہے گھوڑا گر پڑا اور بے دست و پا ہو گیا مطلب یہ کہ جو شخص کہ مست حق ہو اس پر کسی طرح احکام جاری ہوں گے یقینی بات ہے کہ وہ بطریق اولی معذور ہو گا اس کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے گھوڑا گر پڑا اور بے دست و پا ہو گیا تو اس کو کوئی نہیں چلاتا اسی طرح جو کہ مست ہو گیا وہ بھی معذور ہو جاتا ہے۔

بار بر گیرند چوں آمد عرج	گفت حق لیس علی الاعمی حرج
جب لنگڑا پن آ جاتا ہے بوجھ ہٹا لیتے ہیں	اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے اندھے پر گناہ نہیں ہے

یعنی جب لنگڑا پن آتا ہے تو بوجھ اتار لیتے ہیں اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اندھے پر کوئی تکلیف نہیں ہے۔

ہمچنیں لیس علی الاعرج حرج	نیست رنجے چوں عمی و چوں عرج
جب لنگڑا پن آ جاتا ہے بوجھ ہٹا لیتے ہیں	اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے اندھے پر گناہ نہیں ہے

یعنی اسی طرح لنگڑے پر حرج نہیں ہے اس لئے کہ اندھے پن اور لنگڑے پن کی طرح کوئی تکلیف نہیں ہے مطلب یہ کہ دیکھو اندھے لنگڑے جو معذور ہوں ان کو حق تعالیٰ نے بھی معذور رکھا ہے تو بس پھر میری تو یہ حالت ہے کہ۔

بار کہ نہد در جہاں خر کرہ را	درس کہ دہد پارسی بو مرہ را
گدھے کے بچے پر بوجھ کون لادتا ہے؟	فارسی کا سبق شیطان کو کون پڑھاتا ہے؟

یعنی گدھے کے بچہ پر کون بوجھ رکھتا ہے اور بو مرہ کو کون فارسی پڑھاتا ہے بو مرہ کنیت شیطان کی ہے مطلب یہ کہ یہ باتیں بے جوڑ ہیں اور بے فائدہ ہیں اس لئے کہ گدھے کا بچہ ابھی بوجھ کو سنبھالنے کے لائق نہیں ہے اور شیطان جو کہ اوروں کو پڑھنے سے روکتا ہے خود تو کیا ہی پڑھے گا تو اسی طرح مست حق کو تکلیف احکام دینا سخت

www.besturdubooks.wordpress.com

غیر موزوں ہے اور قاعدہ ہے کہ۔

سوئے خود اعمیٰ شدم از حق بصیر	پس معافم از قلیل و از کثیر
اپنے لئے میں اندھا ہوں خدا کے معاملہ میں بینا ہوں	تو مجھے تھوڑے اور زیادہ سے معافی ہے

یعنی میں اپنی طرف سے تو اندھا ہوں اور حق تعالیٰ کی طرف سے بصیر ہوں۔ پس میں قلیل و کثیر (سب احکام) سے معاف کیا گیا ہوں اور مجھ پر احکام کی تکلیف نہیں ہے مطلب ہے کہ خواجہ نے اس روستائی سے کہا کہ کمبخت تو یہ کہتا ہے اور تیری یہ حالت ہے کہ

لاف درویشی زنی و بے خودی	ہائے و ہوئے عاشقان ایزدی
تو درویشی اور بے خودی کی ڈینگیں مارتا ہے	اللہ کے عاشقوں جیسی ہائے و ہو (کرتا ہے)

یعنی درویشی اور بیخودی کی شیخی مارتا ہے اور عاشقان حق جیسی ہائے ہوئے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ

کہ زمیں را من ندانم ز آسماں	امتحانت کرد غیرت امتحاں
کہ میں آسمان اور زمین میں فرق نہیں کر سکتا ہوں	غیرت (خداوندی) نے تیرا خوب امتحان کیا

یعنی کہ میں زمین کو آسمان سے پہچان نہیں سکتا تو غیرت حق نے تیرا امتحان کیا ہے امتحان مطلب یہ کہ خواجہ نے کہا کہ نالائق تو مست حق بنتا تھا اور اپنے کو عاشق خدا بناتا تھا اور تھا کاذب تو حق تعالیٰ نے تیرا امتحان کیا ہے کہ اس کرہ خر کو میرے ہاتھ قتل کرایا اور اس وقت آپ کے استغراق کی حقیقت کھل گئی کہ پہچانا بھی کیا کہ اس کا گوزتف ہے۔

باد خر کرہ چنیں رسوات کرد	ہستی نفی ترا اثبات کرد
گدھے کے بچے کے گوز نے تجھے رسوا کر دیا	تیری ہستی کی نفی (کے جھوٹ) کا اثبات کر دیا

یعنی گدھے کے بچے کے گوز نے تجھے رسوا کر دیا اور تیری ہستی کی نفی کو ثابت کر دیا مطلب یہ کہ تو جو اپنی ہستی کی فنا کا دعویٰ کرتا تھا اس گوز خرہ کرہ کے پہچان سے حق تعالیٰ نے ظاہر کر دیا کہ تو نہ فانی ہے نہ کچھ بلکہ مکار محض ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: امیر بے چارے کی مصیبت تو سن چکے اب دیکھو کہ ان کے پہنچنے پر وہ دیہاتی کیا حیلہ بہانہ کرتا ہے وہ دن کو ان سے اپنا منہ بدیں خیال چھپاتا ہے کہ مبادا یہ لوگ میرے باغ کا رخ کریں اور پھل کھانے کے لئے منہ کھولیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ایسے سراپا مکر اور سراسر شر منہ کا مسلمانوں سے چھپا رہنا ہی بہتر ہے خدا مسلمانوں کو ایسی صورت نہ دکھلائے اس کے بعد نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یاد رکھو کہ بہت

www.besturdubooks.wordpress.com

سے منہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے سر پر چوکیداروں کی طرح بکثرت شیاطین مسلط ہوتے ہیں جب تم ان کی صورت دیکھو تو تم کو لپٹ جائیں پس ایسوں کے ساتھ تم کو دو طرح سے برتاؤ کرنا چاہئے یا ان کو دیکھنا ہی نہ چاہئے اور اگر ضرورت ہو تو ان سے خندہ پیشانی سے نہ ملنا چاہئے ایسے ہی خبیث اور نافرمان چہروں کے لئے **نسفعا بالناصیہ** وارد ہوا ہے۔ (اس عبارت کو یا تو بقرینہ ماسبق دنیوی بے مروتوں پر محمول کیا جاوے کہ یہ انتقال ہے ان لوگوں کی طرف جو حق سبحانہ کی نعمتیں کھاتے ہیں اور پھر بے مروتی کرتے ہیں یہ توجیہ بلحاظ **نسفعا بالناصیہ** کے زیادہ مناسب اور اقرب ہے یا مطلق ہے مردتوں پر محمول کیا جاوے خواہ مخلوق سے بے مروتی کرنے والے ہوں یا خالق سے فتدبر۔ اب اس اجمال کی تفصیل سنو جب وہ گاؤں میں پہنچے اور وہاں پہنچ کر دریافت کیا کہ فلاں چودھری صاحب کا مکان کہاں ہے اور لوگوں کے پتہ بتانے سے اس کا گھر مل گیا تو یہ لوگ اپنا ہی گھر سمجھ کر دروازہ کی طرف بڑھے اس کے گھر کے لوگوں نے ان کو دیکھ کر دروازہ بند کر لیا امیر اس بدسلوکی کو دیکھ کر رنج وغصہ کے سبب دیوانوں کی مثل از خود رفتہ ہو گیا لیکن سختی کا موقع نہ تھا کیونکہ کنویں میں گرنے کے بعد تیزی فضول ہے اس لئے صبر کیا یہ لوگ پانچ دن تک اس کے دروازہ پر پڑے رہے۔ رات کو سردی میں مرتے تھے اور دن کو دھوپ میں جلتے تھے اس کا سبب نہ غفلت تھی نہ حماقت بلکہ مجبوری اور روپیہ کا پاس نہ ہونا تھا واقعی مجبوری بہت بری بلا ہے اس کے سبب اچھے لوگ پاجیوں کے ساتھ تعلق رکھنے پر مجبور ہوتے ہیں اور بھوک سے مضطر ہو کر شیر نر مردار کھاتا ہے امیر جب کبھی اس کو دیکھتا تو سلام کرتا اور کہتا کہ میں فلاں شخص ہوں اور میرا نام فلاں ہے۔ اس پر وہ یہ جواب دیتا کہ ہاں ہو گے لیکن نہ میں یہ جانتا ہوں کہ آپ کون ہیں اور نہ یہ کہ آپ کیسے ہیں اچھے ہیں یا برے۔ میں رات دن حق سبحانہ کی صنعت کے مشاہدہ میں مصروف اور از خود رفتہ ہوں مجھے آپ کا اصلا خیال نہیں مجھے اپنی بھی خبر نہیں کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں۔ اس لئے کہ میں اپنے کو بالکل مٹا چکا ہوں اور ہستی کا مجھ میں بال برابر بھی نشان نہیں میرے حواس کو غیر اللہ کی مطلق خبر نہیں بلکہ میرے دل وجان میں تو صرف اللہ ہی اللہ سمایا ہوا ہے امیر نے یہ جواب سن کر حیرت سے کہا کہ یہ وقت تو قیامت کے مشابہ ہو گیا کہ اس وقت بھائی سے بھائی بھاگتا ہے وہ اس کو تفصیلاً بھی بتاتا تھا کہ میں وہ ہوں جس کے یہاں تم جھک جھک کر اور بہت رغبت سے طرح طرح کے کھانے کھاتے تھے تمہیں بتلاؤ میں نے تمہیں فلاں سامان خرید کر نہیں دیا تھا۔ ضرور دیا تھا بہت سے لوگ اس کے شاہد ہیں اس لئے کہ یہ معاملہ کچھ خفیہ نہیں ہوا بلکہ اور لوگوں کے سامنے ہوا ہے اور جو راز کہ دو آدمیوں سے تجاوز کر جاوے وہ تمام لوگوں میں پھیل جاتا ہے اور تمہیں بتلاؤ کیا تم میرے یہاں برسوں مہمان نہیں رہے اور میں نے تم پر بے حد احسان نہیں کیا میں نے تم پر اس قدر احسان کئے کہ ہم سے اور تم سے تمام لوگ واقف ہو گئے لیکن تم کو کچھ بھی ان کی شرم نہیں حالانکہ مثل مشہور ہے منہ کھائے آنکھ لجائے مگر وہ یہی کہتا کہ کیا خرافات بکتے ہو میں نہ تمہیں جانتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوں اور نہ تمہارے نام سے واقف ہوں اور نہ یہی جانتا ہوں کہ تم کہاں رہتے ہو غرض اس پانچ روز کے عرصہ میں ان کی اسی قسم کی گفتگو ہوتی رہی جب پانچویں رات ہوئی تو ابر آیا اور اس زور سے بارش شروع ہوئی کہ آسمان بھی متحیر تھا اس سے امیر کو اور بھی تکلیف ہوئی وہ اپنی مقدور بھر تو برداشت کرتا رہا مگر جب تکلیف انتہا کو بھی پہنچ گئی اور برداشت کی طاقت نہ رہی تو مجبور ہو کر امیر نے اس چودھری کے بلانے کو زنجیر کھٹکھٹائی۔ اول تو اس نے آنے میں ہچر مچر کی لیکن جب اس نے بہت ہی منت خوشامد کی تو گھر سے باہر آیا اور کہا کہ کیا بات ہے اس پر اس نے کہا کہ میں نے اپنے تمام حقوق چھوڑے اور جو توقعات مجھے تم سے تھیں وہ بھی چھوڑیں میری اس بے چارگی جان کو اس سردی اور تپش آفتاب میں رہنے کے سبب پانچ دن میں پانچ سال کے برابر تکلیف ہوئی اس کی وجہ یہ ہے کہ میں تم کو اپنا خاص آدمی سمجھتا تھا اور جو تکلیف اپنے کسی عزیز قریب یار دوست یا کسی کنبہ والے سے پہنچتی ہے وہ گرانی میں تین لاکھ تکلیفوں کے برابر ہوتی ہے کیونکہ وہ اس کی مہر و وفا کا خوگر ہوتا ہے اس لئے اس کی زیادتی اور ظلم سہنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ چونکہ وہ تکلیف اس کو خلاف توقع اور خلاف امید پہنچتی ہے اس لئے زیادہ ناگوار ہوتی ہے اس سے تم کو نتیجہ نکالنا چاہئے کہ دنیا میں جو کچھ کسی کو تکلیف پہنچتی ہے وہ سب مخالف عادت کے سبب لہذا آدمی کو چاہئے کہ کسی فانی کا عادی نہ ہو جس کے نہ ہونے کے سبب تکلیف ہو خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب اصل مطلب سنو امیر نے کہا کہ اے وہ ہقانی جس کی محبت کا آفتاب زوال میں ہے اگر تو نے اب تک مجھے بے انتہا پریشان کیا ہے اور گویا کہ مجھے مار ڈالا ہے تو میں نے سب معاف کیا۔ لیکن اتنا کر کہ آج کی رات ہم کو ایک گوشہ میں جگہ دے دے تا کہ ہم بارش سے بچ جائیں خدا تجھے قیامت میں اس کا اجر دے گا اس نے کہا کہ ہاں ایک گوشہ تو ہے مگر وہ باغبان سے متعلق ہے اور وہاں بیٹھ کر بھیڑیئے کی دیکھ بھال کرتا ہے وہ اس بھیڑیئے کے لئے تیر کمان ہاتھ میں لئے ہوتا ہے تا کہ جب وہ آئے تو اس کو تیر سے مار ڈالے اگر تو وہ خدمت انجام دے تو میں وہ جگہ تجھے دے سکتا ہوں اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو کہیں اور ٹھکانہ ڈھونڈھ لے امیر نے کہا کہ آپ تو ایک خدمت کہتے ہیں میں سو خدمتیں کروں گا مگر آپ مجھے جگہ دید یجئے اور تیر و کمان دید یجئے میں رات بھر نہ سوؤں گا اور انگوروں کی حفاظت کروں گا اور اگر بھیڑیا سر بھی نکالے گا تو میں فوراً تیر ماروں گا خدا کے لئے آپ مجھے اس جگہ چھوڑ دیجئے میں بڑی مصیبت میں ہوں کہ اوپر پانی نیچے گارا الغرض وہ گوشہ خالی کر دیا گیا اور وہ مع بال بچوں کے اس تنگ اور بے گنجائش جگہ میں چلا گیا بارش کے خوف سے اس غار کی طرح تنگ و تاریک مقام میں سب کے سب چھپ گئے اور تنگی کے سبب اوپر تلے یوں پڑے تھے جیسے ٹڈیاں۔ تمام رات یہ کہتے رہے کہ اے خدا ہماری یہی سزا ہے۔ ہماری یہی سزا ہے۔ ہماری یہی سزا ہے کہ ہم نے اس نالائق کی بات پر کیوں بھروسہ کیا اب مولانا فرماتے ہیں کہ واقعی ایسے شخص کی یہی سزا ہے کہ وہ مصائب میں مبتلا ہو جو کمینوں سے دوستی کرے یا نااہلوں سے اہلیت کا برتاوا

www.besturdubooks.wordpress.com

کرے اوراس کی یہی سزا ہے جو اہل اللہ کی خدمت ایک طمع خام کے لئے اور دنیاوی غرض سے چھوڑ دے۔ پس تمہارا فرض ہے کہ اہل اللہ کی خاک اوران کی دیوار چاٹو یہ تمہارے لئے عوام اوران کے انگوروں اور باغ سے ہزار درجہ بہتر ہے اور ایک روشن دل شخص کا غلام ہو جانا بہتر ہے اس سے کہ تم بادشاہوں کے سر پر پاؤں رکھو دنیاوی بادشاہوں سے بجز ڈھول کی آواز کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا یعنی ان سے جو کچھ مال و دولت عزت و وقعت تم کو ملے گی وہ وہ ڈھول کی آواز کی طرح دور ہی سے دل کو لبھانے والی ہوگی روح (اہل اللہ) کے لحاظ شہری بھی رہزن ہیں پھر احمق اور بے مایہ دیہاتی کیا بلا ہوتا ہے اس بنا پر اس کو چاہئے تھا کہ دیہاتیوں کو تو درکنار شہریوں سے بھی دوستی نہ کرتا بلکہ اہل اللہ سے تعلق پیدا کرتا لیکن اس نے عقل سے کام نہیں لیا اس لئے یہ مصیبت بھگتنی پڑی علیٰ ہذا جو شخص بلا سوچے سمجھے شیطان کی آواز کے پیچھے چل دے اس کی یہی سزا ہے جو اس شہری کو اس کے تدبیر نہ کرنے اور دیہاتی کے فریب میں آجانے پر ملی جب کہ پشیمانی دل کی تہ میں اتر گئی اور تلافی کا وقت نہ رہا تو اس وقت اپنی غلطی کا اقرار کچھ نفع نہیں بخشتا اور جب کہ وہ تہ دل سے اپنے کئے پر پشیمان ہوا اور تلافی نہ ہوسکے تو اس وقت آہ سرد کچھ بھی نافع نہیں ہوتی۔ پس اگر وہ شہری اب پشیمان بھی ہوا تو کیا نتیجہ۔ غرض وہ ہاتھ میں تیر وکمان لئے ہوئے بھیڑیئے کی تلاش میں تھا اور ہر طرف دیکھ رہا تھا۔ بھیڑیئے تو اس کو خود لپٹے ہوئے تھے مگر وہ ان بھیڑیوں سے غافل ہو کر دوسرے بھیڑیئے کی تلاش میں تھا یعنی ہر ہر مچھر اور ہر ہر پسوان کے لئے ایک بھیڑیا ہو گیا تھا اور اس ویرانہ میں ان کے ڈنک لگا رہا تھا مگر اس خوف میں کہ کہیں بھیڑیا باغ میں نہ گھس آئے اور آکر درختوں وغیرہ کو کچھ نقصان نہ پہنچائے اور وہ دیہاتی اس کی ڈاڑھی اوکھاڑے اس کو اتنی بھی فرصت نہ تھی کہ وہ مچھروں کو دفع کرے غرض آدھی رات تک یونہی پریشان رہا حتیٰ کہ مارے تکلیف کے اس کا لبوں پر دم آ گیا تھا دفعتہً ایک جانور نے جو کہ بھیڑیئے کی صورت تھا ایک ٹیلے سے سر نکالا امیر نے شست سے اس پر تیر چھوڑا حتیٰ کہ وہ نیچے گر گیا۔ اس جانور کے گرنے سے ایک گوز نکلا اس کو سن کر اس دہقانی کی منہ سے آہ نکل گئی اور بے اختیار اپنا سر پیٹ لیا اور کہا کہ ارے پاجی یہ تو میرا گدھی کا بچہ تھا تو نے اسے مار ڈالا امیر نے کہا ہرگز نہیں یہ دیو صورت یقیناً بھیڑیا ہے گدھی کا بچہ نہیں ہوسکتا اس کے اندر بھیڑیئے کے علامات ظاہر ہیں اور اس کی شکل کہہ رہی ہے کہ یہ بھیڑیا ہے اس نے کہا تو غلط کہتا ہے جو گوز اس سے نکلا ہے اس کو میں یوں پہچانتا ہوں جیسے شراب اور پانی کو تو نے میری گدھی کے بچہ کو مار ڈالا خدا کرے تجھے اس رنج سے کبھی رہائی نہ ہو اور تو کبھی خوش نہ ہو اس نے کہا آپ خوب تحقیق کر لیجئے رات کا وقت ہے اجسام دیکھنے والے کو اس وقت اچھی طرح دکھائی نہیں دیتے۔ رات کو اکثر اشیاء خلاف واقع اور دوسری حقیقت دکھلائی دیتی ہیں ہر شخص رات کو صحیح نہیں دیکھ سکتا۔ اس وقت رات بھی ہے ابر بھی ہے اور موسلا دھار پانی پڑ رہا ہے۔ یہ تین تاریکیاں تو نہایت عجیب غلطی پیدا کرسکتی ہیں اس نے کہا کہ اس معاملہ میں یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

رات میرے نزدیک مثل روز روشن کے ہے مجھے غلطی نہیں ہو سکتی میں بیس گوزوں کے درمیان اپنے گدھے کے بچے کے گوز کو یوں پہچان سکتا ہوں جس طرح مسافر توشہ کو یہ سن کر امیر سے صبر نہ ہو سکا وہ کودا اور کود کر اس کا گریبان پکڑ لیا اور کہا کہ او احمق بدمعاش تو نے یہ فریب گانٹھا ہے اور بھنگ وافیون ملا کر کھائی ہے تین تاریکیوں کے اندر تو گدھے کے بچے کے گوز کو پہچان سکتا ہے مگر مجھے دن میں بھی نہیں پہچانتا۔ اے احمق بتا تو سہی جب کوئی شخص بچھڑے وغیرہ کو آدھی رات کو پہچانتا ہے تو وہ اپنے دس سال کے رفیق کو نہ پہچانے گا تو اپنے کو عارف اور خود رفتہ بناتا ہے اور چشم مروت میں خاک جھونکتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے اپنی بھی خبر نہیں اور میرے دل میں خدا کے سوا کوئی نہیں سماتا مجھے رات کا کھایا بھی یاد نہیں رہتا اور تحیر کے سوا کسی چیز سے میرا جی خوش نہیں ہوتا یاد رکھو کہ میں عاشق حق سبحانہ اور اس کا دیوانہ ہوں ایسی حالت خود رفتگی میں مجھے معذور رکھنا چاہئے کیونکہ اگر کوئی شخص حرام شے یعنی نبیذ وغیرہ پی لیتا ہے تو شریعت اس کو فی الجملہ معذوروں میں شامل کر لیتی ہے چنانچہ بعض ائمہ کے نزدیک اس کی بیع اور طلاق بھی صحیح نہیں بلکہ وہ مثل بچوں کے اور مرفوع القلم اور غیر مکلف ہے پس جو مستی حق سبحانہ کے کمالات کی بناء پر ہوا تی مستی تو سو خم سے بھی دماغ میں پیدا نہیں کر سکتے پس جو شخص ایسی مستی میں مبتلا ہو وہ کیسے مکلف ہو سکتا ہے کیونکہ وہاں تو عقل کا گھوڑا گر کر بے دست و پا اور عاجز ہو گیا ہے اور عقل ہی مدار تکلیف ہے پس جب عقل نہ رہی تکلیف بھی نہیں رہ سکتی غور تو کرو کوئی گدھے کے چھوٹے بچے پر بوجھ لادتا ہے اور بومرہ کو بھی کوئی فارسی پڑھاتا ہے ہرگز نہیں کیونکہ وہ اہل ہی نہیں علیٰ ہذا یہ بھی اہل تکلیف نہیں دیکھو لنگڑے سے بعض احکام کی تکلیف اٹھالی جاتی ہے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں۔ لیس علی الاعمیٰ حرج کیوں؟ محض اس لئے کہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا اور ان کا اہل نہیں۔ علیٰ ہذا مست بھی اہل نہیں پس چونکہ میں اپنی طرف سے اندھا اور حق سے بینا ہو گیا ہوں اس لئے میں ہر تکلیف سے آزاد ہوں غرضکہ تو اسی قسم کی خرافات بکتا تھا اور فقیری اور بے خودی کے دعوے کرتا تھا عاشقان الٰہی کی طرح ہاؤ ہو کرتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے زمین و آسمان کی بھی خبر نہیں لیکن غیرت امتحان کو تیرے یہ دعوے اچھے نہ معلوم ہوئے لہٰذا اس نے تیرا امتحان کیا اور گدھی کے بچے کے گوز نے تیری حقیقت کھول کر تجھے رسوا کر دیا اور ایک معمولی ہستی یعنی گدھی کے گوز نے تیری ادعائی نفی کو اثبات بنا دیا۔

شرح شبّیری

اینچنیں رسوا کند حق شید را	اینچنیں گیر در میدہ صید را
اللہ (تعالیٰ) مکر کو اسی طرح رسوا کرتا ہے	بھاگے ہوئے شکار کو اسی طرح پکڑتا ہے

یعنی حق تعالیٰ اسی طرح مکر کو رسوا کر دیتے ہیں اور اسی طرح بھاگے ہوئے شکار کو پکڑ لیتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

صد ہزاراں امتحانست اے پدر	ہر کہ گوید من شدم سرہنگ در
باوا! لاکھوں آزمائشیں ہیں (اس کے لئے)	جو یہ کہے کہ میں (اللہ کے) در کا سپاہی ہوں

یعنی باوا لاکھوں امتحانات ہیں جو کوئی کہتا ہے کہ ہیں سپاہی ہوں ہوں سپاہی سے مراد مرد حق مطلب یہ کہ جو شخص کہ اس راہ حق میں مرد بنتا ہے اس کے لئے لاکھوں امتحانات ہیں۔

گر نداند عامہ او را امتحاں	پختگان راہ جویندش نشاں
اگرچہ عوام اس کو امتحان نہیں سمجھتے	(لیکن) راہ (حق) کے پختہ (کار) اس کا پتہ لگا لیتے ہیں

یعنی اگر عوام اس کو امتحان سے نہ پہچان سکیں تو جو اس راہ کے پختہ ہیں وہ اس کے نشانات کو تلاش کرتے ہیں مطلب یہ کہ اگر عوام الناس کو خبر نہ ہوئی اور وہ نہ پہچان سکے کہ یہ مرد حق ہے یا نہیں تو اہل اللہ اس کو پہچان لیتے ہیں اور اس کے امتحانات کرتے ہیں آگے اس کی مثال فرماتے ہیں کہ

اشارت در شناختن مدعی کمال را صاحب کمال و گزاف غلط از عوام

مدعی کمال کو صاحب کمال اور عوام کی جانب سے غلط بکواس کو پہچاننے کے بارے میں اشارہ

چوں کند دعویٰ خیاطی کسے	افگند در پیش اوشہ اطلسے
جب کوئی درزی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے	بادشاہ اس کے سامنے اطلس ڈال دیتا ہے

یعنی جب کوئی درزی ہونے کا دعویٰ کرے تو بادشاہ اس کے آگے ایک اطلس ڈال دیتا ہے اور کہتا ہے کہ

کہ ببر ایں را بغلطاق فراخ	ز امتحاں پیدا شود او را دو شاخ
کہ اس کی چوڑی قبا تراش دے	(اور) امتحان سے اس کے دونوں پہلو ظاہر ہو جاتے ہیں

یعنی کہ اس کا ایک قباء فراخ تراش دے تو امتحان سے اس کی حالت ظاہر ہو جاوے اور معلوم ہو جاوے کہ صرف دعویٰ تھا اور کچھ نہیں ہے جانتے بوجھتے کچھ نہیں ہیں۔

گر نبودے امتحان ہر بدے	ہر مخنث در وغا رستم بدے
اگر ہر برے کے امتحان کا طریقہ نہ ہوتا	جنگ میں ہر ہیجڑا رستم ہوتا

یعنی اگر ہر بد آدمی کا امتحان نہ ہوا کرتا تو ہر مخنث لڑائی میں رستم بن جایا کرتا اس لئے زبان سے کہہ لینا کیا مشکل ہے سب کہہ لیا کرتے ہیں کہ ہم رستم ہیں۔

خود مخنث راز رہ پوشیدہ گیر	چوں بہ بیند زخم او گردد اسیر
ہیجڑے کو زرہ پوش فرض کر	جب اس کے زخم لگے گا قیدی بن جائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مخنث کو زرہ پہنے ہوئے بھی فرض کرلو مگر جب وہ زخم دیکھے گا تو وہ اسیر ہو جاوے گا مطلب یہ کہ اگر مخنث نامرد سارے سامان حفاظت کے بھی کر لے مگر اس فطری ضعف طبع کو کہاں لے جاوے گا تو جب خون نکلے گا اور ان کی پھونک نکلے گی ساری حقیقت معلوم ہو جاوے گی تو اسی طرح جو شخص دعویٰ قرب حق کا کرے اور ہو غلط وہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے جیسے کہ اس روستائی نالائق کا ہو گیا آگے پھر اسی خواجہ کا قول بیان کرتے ہیں کہ وہ اس کو برا بھلا کہہ رہا ہے اس خواجہ نے کہا کہ

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اب مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو حق سبحانہ مکر کو یوں ذلیل کرتے ہیں جس طرح اس دیہاتی کے مکر کو ذلیل کیا لہٰذا تم کو دعاوی باطلہ سے نہایت احتیاط چاہئے کیونکہ جب کوئی شخص دعویٰ کرتا ہے کہ مقرب بارگاہ خداوندی ہو گیا ہوں تو اس کو لاکھوں طرح سے جانچا جاتا ہے جب امتحانات میں پاس ہو جاتا ہے تب یہ دعویٰ صحیح مانا جاتا ہے اگر عام لوگ اس کا امتحان نہیں کر سکتے تو اس راستہ کے ماہرین تو اس کا کھوج لگا لیتے ہیں کہ یہ راستہ پر چلا بھی ہے یا نہیں اور چلا ہے تو کہاں تک پہنچا ہے دیکھو جب کوئی شخص درزی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو امتحان کے لئے بادشاہ اس کے سامنے اطلس ڈال دیتا ہے کہ ذرا بغلطاق (ایک قسم کی قبا کا نام ہے) فراخ تو قطع کرو اس امتحان سے اس کے دعوے کی دونوں شقیں صحت و بطلان نفیاً و اثباتاً ظاہر ہو جاتی ہیں۔ جب ادنیٰ سے دعوے بلا امتحان کے تسلیم نہیں کیے جاتے تو اتنا بڑا دعویٰ بدوں امتحان کے کیونکر قابل قبول ہوگا پس معلوم ہوا کہ امتحان کی ضرورت ہے نیز اگر امتحان نہ ہوتا تو ہر شخص جنگ میں رستم بن سکتا تھا پس وہ امتحان ہی ہے جو حق و باطل و دعائے صادقہ و کاذبہ میں امتیاز کرتا ہے اگر یہ نہ ہوتا تو بڑا اغلط مبحث ہو جاتا اور فساد عظیم لازم آ جاتا لیکن جب قانون امتحان مقرر ہو گیا تو اب کسی کی تلبیس نہیں چل سکتی فرض کرو کسی مخنث نے دعویٰ رستمی زرہ بھی پہن لی اور کسی مدعی کاذب نے اہل اللہ کی صورت بھی بنا لی لیکن اس سے کیا ہوتا ہے جب وہ مخنث زخم کھائے گا تو بجائے اس کے کہ ثابت قدم رہے فوراً بول اٹھے گا کہ مجھے قتل نہ کرو گرفتار کرلو یونہی جب مدعی تقرب زیر امتحان آئے گا اس کی بھی حقیقت کھل جاوے گی۔

شرح شبیری

مست مے ہشیار چوں شد از دبور	مست حق ناید بخود از نفخ صور
پچھوا ہوا سے شراب کا مست کیسے ہوشیار ہو گیا	اللہ کا مست صور پھنکنے سے بھی ہوش میں نہیں آتا

یعنی مست شراب تو دبور سے ہشیار ہو جاتا ہے اور مست حق نفخ صور سے بھی خودی میں نہیں آیا۔ مطلب یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ جو کہ مست شراب ہیں وہ تو بچھوا ہوا سے ہوشیار ہو جاتے ہیں (شاید ایسا ہو کہ چونکہ وہ ٹھنڈی ہوتی ہے لہذا اس کی خنکی سے ہوش آ جاتا ہو تحقیق نہیں ہے غرض کہ اس نے کہا کہ وہ تو اس سے بھی ہوشیار ہو جاتا ہے مگر مست حق تو نفخ صور سے بھی خودی میں نہیں آتا۔ بلکہ اسی طرح مسرور اور خوش وخرم رہتا ہے اس لئے کہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ لایحزنھم الفزع الاکبر تو اس وقت ان پر جو حالت ہوگی اس حالت میں وہ کیفیت جب حق کی تو ان سے زائل نہ ہوگی وہ رہے گی اس لئے فرماتے ہیں کہ جو کہ مست حق ہیں وہ تو اس قدر عظیم واقعہ سے بھی اس استغراق سے نہ جاگیں گے اور جناب والا کا استغراق گوزخر سے جاتا ہے۔ لاحول ولاقوة الا باللہ تف ہے نالائق خبیث اور اس نے کہا کہ۔

بادۂ حق راست باشد نے دروغ	دوغ خوردی دوغ خوردی دوغ دوغ
اللہ کی شراب سچی ہوتی ہے نہ کہ جھوٹی	تو نے چھاچھ پی ہے تو نے چھاچھ پی ہے چھاچھ چھاچھ

یعنی بادۂ حق تو راست ہوا کرتا ہے نہ کہ دروغ ارے تو نے تو دروغ کھایا ہے دوغ دوغ مطلب یہ کہ تجھ کو اصل شے حاصل نہیں ہے بلکہ جھوٹی اور کاذب اشیاء پر مغرور ہو رہا ہے۔

ساختی خود را جنید و بایزید	رو کہ نشناسم تبر را از کلید
تو نے اپنے آپ کو جنیدؒ اور بایزیدؒ بنایا	(کہتا ہے) جا میں کلہاڑے اور کنجی میں امتیاز نہیں کرتا ہوں

یعنی تو نے اپنے کو جنید اور بایزید بنایا ہے اور کہتا ہے کہ میں کنجی کو کلہاڑی سے ممتاز نہیں کر سکتا یعنی میں بوجہ استغراق کے یہ بھی نہیں پہچان سکتا کہ کونسا کلہاڑا ہے اور کونسی کنجی ہے اس قدر استغراق بڑھا ہوا ہے یہ تو کہہ رہا ہے مگر یہ تو بتا کہ

بدرگی و منبلی و حرص و آز	چوں کنی پنہاں بشید اے مکر ساز
بد ذاتی اور کاہلی اور حرص اور لالچ کو	اے مکار! تو مکر سے کیسے چھپالے گا

یعنی اے مکر ساز بدرگی کو اور کاہلی کو اور حرص و آز کو تو کس طرح چھپا سکتا ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ مخنث نے زرہ پہن لی اور تمام سامان حفاظت کے کر لئے مگر اپنی اصل اور جبلی عادت ضعف طبیعت سے تو معذور ہے اس کو کہاں ہٹادے گا تو اسی طرح اگرچہ تو نے بہت سے عباد وقبالا دیئے اور صورت درویشوں کی بنالی مگر اپنی اصلی خصلتوں کو کہاں چھپائے گا ان سے تو آپ کی ساری حقیقت معلوم ہو جاوے گی۔

خویش را منصور حلاجے کنی	آتشے در پنبۂ یاراں زنی
اپنے آپ کو منصور حلاجؒ بناتا ہے	دوستوں کی روئی میں آگ لگاتا ہے

یعنی اپنے کو تو منصور حلاجی بناتا ہے اور آگ دوستوں کی روئی میں لگاتا ہے حضرت منصور کو کہا جاتا ہے کہ آپ نداف تھے اس سے آپ کو علاج کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کی کرامت سے ایک مرتبہ روئی دھنی گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

تھی تو آپ کو حلاج کہتے ہیں اور ان کا نام حسین ہے ان کے والد کا نام منصور ہے اور یہ منصور انا الحق والے حسین ابن منصور ہیں مگر یہ اپنے والد ہی کے نام سے مشہور ہیں تو اس خواجہ نے کہا کہ ارے منصورؒ کی کرامت سے تو روئی درست ہوگئی تھی اور تو ان کی مشابہت کرتا ہے اور دوستوں کی روئی میں آگ لگاتا ہے یعنی ان کو نقصان پہنچاتا ہے ان کو دھوکے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ

کہ نہ بشناسم عمر از بولہب	باد خر کرہ شناسم نیم شب
کہ میں عمرؓ اور ابولہب میں فرق نہیں کرتا ہوں	گدھے کے بچہ کا گوز آدھی رات میں پہچان لیتا ہوں

یعنی عمر کو ابولہب سے (ممتاز کرکے) تو پہچان نہیں سکتا (مگر) گوز خر کرہ کو آدھی رات کو بھی شناخت کر لیتا ہوں۔

اے خرے کایں از تو خر باور کند	خویش را بہر تو کور کر کند
اے گدھے! تیری ان باتوں پر گدھا یقین کرسکتا ہے	جو تیری خاطر اپنے آپ کو اندھا بہرا بنا لے

یعنی ارے گدھے تجھ سے اس بات کو وہ گدھا یقین کرلے گا جو کہ اپنے آپ کو تیرے لئے کور وکر کرلے گا مطلب یہ کہ جو حق سے اندھا بن جاوے تو وہ تیری اس بات کو مان لے گا ورنہ اور کوئی تو مان نہیں سکتا آگے وہی خواجہ کہتا ہے کہ

خویش را از رہرواں کمتر شمر	تو حریفے رہزنانے گہ مخور
اپنے آپ کو سالکوں سے کم تر سمجھ	تو ڈاکوؤں کا ساتھی ہے گھاس نہ کھا

یعنی اپنے کو سالکین سے کم سمجھ اس لئے کہ تو تو رہزنوں کا ہم پیشہ ہے (تو دعوئ کرکے) گہ مت کھا یعنی فضول بڑائی مت کر کہ کچھ بھی مفید نہیں ہے۔

باز پراز شید و سوئے عقل تاز	کے پرد بر آسماں بر مجاز
مکاری سے ہٹ اور عقل کی طرف دوڑ	نقلی پر آسمان پر کب اڑتا ہے؟

یعنی مکر سے واپس ہو اور عقل کی طرف دوڑ اس لئے کہ پر مجازی آسمان پر کب اڑ سکتا ہے لہذا جب تیرے پاس حقیقی کمالات نہیں ہیں تو ان کمالات مجازی سے عروج نہیں ہو سکتا لہذا اس مکر کو چھوڑ و اور ان اپنے تراشے ہوئے ظاہری کمالات پر غرور مت کرو کہ فضول ہیں

خویشتن را عاشق حق ساختی	عشق بادیو سیاہے باختی
تو نے اپنے آپ کو خدا کا عاشق بنایا ہے	(لیکن) دوستی کالے شیطان سے کی ہے

یعنی تو اپنے کو عاشق حق بناتا ہے حالانکہ عشق بازی ایک دیو سیاہ کے ساتھ کر رہا ہے یعنی ساتھی شیطان کا بنا ہوا ہے اور بتاتا ہے کہ عاشق حق ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

عاشق و معشوق را در رستخیز	دوبدو بندند و پیش آرند تیز
قیامت میں عاشق اور معشوق کو	اکٹھا باندھیں گے اور فورا پیش کریں گے

یعنی عاشق ومعشوق کو قیامت میں ایک دوسرے سے باندھیں گے اور تیزی کے ساتھ حق تعالیٰ کے سامنے لاویں گے اس لئے کہ المرء مع من احب تو جب اس شخص کو تعلق اصل میں شیطان کے ساتھ ہے تو اس کو اور شیطان کو ساتھ لاویں گے پھر دیکھیو کہ شیطان کہاں جاوے گا وہیں یہ حضرات بھی چلیں گے۔

تو چو خود را گیج و بے خود کردهٔ	خون رز کو خون مارا خوردهٔ
تونے اپنے آپ کو دیوانہ اور مدہوش کیا ہے	انگور کا خون کہاں ' تونے ہمارا خون پیا ہے

یعنی تونے اپنے آپ کو جو دیوانہ اور بے خود بنا رکھا ہے تو خون انگور کیا تونے ہمارا خون کھایا ہے مطلب یہ کہ جو تو دیوانہ اور بیخود بنا ہوا ہے یہ شراب کی وجہ سے نہیں ہے ارے کمبخت تو تو ہم کو ستایا ہے اور ہمارا خون کھایا ہے اس کی وجہ سے دیوانہ اور پاگل ہو رہا ہے اور کہتا ہے۔

رو کہ نشناسم ترا از من بجہ	عارف بے خویشم و بہلول دہ
جا میں تجھے نہیں پہچانتا ہوں میرے پاس سے بھاگ	میں عارف (باللہ) مدہوش ہوں اور گاؤں کا بہلول ہوں

یعنی کہ جا کہ میں تجھے نہیں پہچانتا مجھ سے الگ ہو میں عاشق بیخود ہوں اور گاؤں کا بہلول ہوں یعنی کہتا ہے کہ بھائی میں تو بیخود ہو گیا ہوں میں کسی کو نہیں پہچانتا اور جس طرح کہ حضرت بہلول مست حق تھے اسی طرح میں بھی ہوں (کمبخت بہلول بنتا ہے بغلول ہے) آگے کہتے ہیں کہ

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: ان اشعار کے اندر ہر دو احتمال ہیں یہ بھی کہ مولانا کا مقولہ ہو اور مخاطب ہر مدعی کاذب ہو اور یہ بھی کہ امیر کا مقولہ ہو اور مخاطب وہ دھقانی ہو جب یہ معلوم ہو چکا تو اب حل سنوائے مدعی کاذب یا اے دھقانی یاد رکھ کہ جو لوگ شراب سے مست ہوں تو وہ پچھوا ہوا سے ہوش میں آ سکتے ہیں اور مدعی کاذب ذرا سے محرک سے اپنی اصلی حالت کو ظاہر کر دیتے ہیں لیکن جو لوگ شراب محبت حق سے مست ہوں وہ نفخ صور اور قوی سے قوی محرک سے بھی ہوش میں نہیں آ سکتے اسلئے کہ شراب حق اصلی اور صادق نشہ رکھتی ہے اس کا نشہ کاذب نہیں ہوتا نشہ کاذب تصنع کا ہوتا ہے جو ذرا سی دیر میں اتر جاتا ہے پس تو یاد رکھ کہ تونے شراب محبت حق نہیں پی ہے بلکہ تصنع کیا ہے جو اپنے اثر میں ضد ہے اثر شراب محبت حق کی اس لئے اس کو شراب محبت حق سے وہی نسبت ہے جو وہی کو شراب متعارف سے تونے اپنے کو جنید اور بایزید تو بنا رکھا ہے اور کہتا ہے کہ جاؤ مجھے تو کلہاڑی اور کنجی میں بھی تمیز

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں ہے میں تو مشاہدۂ کمالات حق سبحانہ میں ہمہ تن مشغول ہوں لیکن یہ تو بتا کہ تو اپنی بدذاتی اور طاعت حق سبحانہ میں کاہلی اور حرص وطمع کو مکر سے کیونکر چھپا سکے گا جو تیرے دعوے کے بطلان کو ظاہر کر رہی ہیں تو اپنے کو منصور حلاج بناتا ہے اور یار دوستوں کو بھی جھولے میں ڈالتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ میں حضرت عمر اور ابولہب میں امتیاز نہیں کرتا میں اتنا بیخود ہوں اور ان باتوں کے ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ میں آدھی رات کو گدھے کے بچے کے گوز کو پہچانتا ہوں یا اس کے مماثل اور ایسے دعوے کرتا ہے جو پہلے دعووں کے منافی ہیں تو ایسی صورت میں کوئی گدھا ہی تیرے دعووں کی تصدیق کر سکتا ہے اور تیری خاطر اپنے کو اندھا اور بہرا کر سکتا ہے کہ تیرے دوسرے دعووں کو سنے ہی نہیں جو پہلے دعووں کے منافی ہیں یا سنے تو سہی لیکن ان کے متناقض ہونے کو سمجھے ہی نہیں۔ ارے احمق تو اہل اللہ کی برابری کا دعویٰ مت کر بلکہ ان سے اپنے کو حقیر سمجھ تو رہرو راہ حق نہیں بلکہ تو راہزنوں کا ہم پیشہ ہے پس جھوٹے دعوے کر کے گوہ مت کھا مکر کو چھوڑ اور ہوش میں آ۔ یاد رکھ تو مصنوعی پروں سے آسمان پر نہیں اڑ سکتا اور اہل اللہ کی صورت بنانے سے مقرب نہیں بن سکتا بے وقوف تو اپنے کو عاشق حق سبحانہ ظاہر کرتا ہے حالانکہ شیطان پر عاشق ہے کہ اس کی طاعت میں سرگرم ہے دیکھنا قیامت میں تجھ کو اور تیرے معشوق ابلیس کو ساتھ باندھیں گے اور سرعت کے ساتھ تجھے حق سبحانہ کے سامنے لے جائیں گے اس وقت دیکھنا کیسی گت بنے گی تو نے جو اپنے کو پاگل اور بیخود بنا رکھا ہے یہ مستی شراب حق تو کجا شراب انگوری بھی نہیں بلکہ ہمارا خون پیا ہے اور بندگان حق کو ستایا ہے اس کی ہے یعنی بندگان حق سبحانہ کو یا ہم کو ستانے کی شامت ہے کہ تو بلائے تصنع میں گرفتار ہوا ہے اور کہتا ہے کہ جاؤ میں تم کو نہیں پہچانتا میرے پاس سے چلے جاؤ میں عاشق بے خود ہوں اور گاؤں کا بہلول ہوں۔

شرح شبّیری

تو تو ہم میکنی از قرب حق	کہ طبق گردور نبود از طبق
تو اللہ (تعالیٰ) کے قرب کا گمان کرتا ہے	کہ طباق بنانے والا طباق سے دور نہیں ہوتا

یعنی تو قرب حق سے وہم کرتا ہے کہ طبق گر طبق سے دور نہیں ہوتا۔

ایں نمی بینی کہ قرب اولیا	صد کرامت دارد و کار و کیا
تو یہ نہیں دیکھتا کہ اولیا کا قرب	سینکڑوں کرامتیں اور شان و شوکت رکھتا ہے

یعنی اس کو نہیں دیکھتا کہ اولیاء اللہ کا قرب اور سو کرامتیں اور عزوشان رکھتا ہے مطلب یہ کہ تجھے شاید یہ غرور ہو رہا ہے کہ جس طرح کہ صانع مصنوع کی من حیث الصانعیۃ قریب ہوتا ہے اسی طرح چونکہ حق تعالیٰ صانع ہیں وہ بھی میرے قریب ہیں تو تجھے قرب حق حاصل ہے تو ارے جاہل یہ تو سمجھ کہ یہ قرب تو سب کو حاصل ہے حتیٰ

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ کفار کو بھی حاصل ہے دیکھنا تو اس قرب کا ہی جو کہ حضرات اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے اگر وہ قرب تجھ کو حاصل ہو تو بیشک تجھ کو قرب حق حاصل ہے اور اگر وہ حاصل نہیں ہے تو قرب حق حاصل نہیں ہے اس لئے کہ یہ قرب اولیاء جو ہوتا ہے اس کے اندر کمالات ہوتے ہیں ورنہ یوں تو سب قریب ہیں جیسا کہ ارشاد ہے۔ونحن اقرب الیہ من حبل الورید تو اس قرب پر غرہ نہ ہونا چاہئے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے زمانہ میں اسی طرح قرب حق کا کسی نے دعویٰ کیا ہے مولانا اس کا رد فرماتے ہیں اس خواجہ کی زبانی آگے فرماتے ہیں کہ تجھے وہ قرب تو کیا حاصل ہوتا بلکہ تو تو ان کی ضد ہے تیری اور ان کی تو یہ حالت ہے کہ۔

آہن از داؤد مومے می شود	موم در دستت چوں آہن می بود
حضرت داؤد کے ہاتھ سے لوہا موم ہو جاتا ہے	تیرے ہاتھوں میں موم لوہا ہوتا ہے

یعنی داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں تو آہن موم ہو جاتا ہے اور تیرے ہاتھ میں موم بھی لوہے کی طرح ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ تمہارے ہاتھ میں سہل چیزیں بھی مشکل ہو جاتی ہیں اور حضرات اہل اللہ کے سامنے مشکل بھی سہل ہو جاتے ہیں تو پھر تم اور یہ حضرات ایک درجہ میں کب ہو سکتے ہیں۔

قرب حق ورزق بر جملہ است عام	قرب وحی عشق دارند ایں کرام
اللہ کا قرب اور رزق سب کے لئے عام ہے	یہ بزرگ عشق کی باتوں کا قرب رکھتے ہیں

یعنی قرب حق اور رزق تو سب پر عام ہے اور وحی عشق کا قرب یہ کرام ہی رکھتے ہیں مطلب یہ کہ قرب دو قسم کا ہے قرب خاص اور قرب عام قرب عام تو وہی قرب من حیث الصانعیۃ ہے وہ سب کے لئے عام ہے جیسے کہ رزق عام ہے اور قرب خاص وہ ہے جو کہ اہل اللہ کو حاصل ہوتا ہے کہ جس میں حق تعالیٰ کی محبت اور اس کے کلام اور اس کے انعامات سے مشرف ہوتے ہیں تو مولانا فرماتے ہیں کہ یہ قرب عام تو قابل فخر نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو عوام الناس حتیٰ کہ کفار اور حیوانات اور جمادات کو بھی حاصل ہے ہاں وہ قرب خاص قابل حصول ہے آگے خود ہی اس کے مختلف قسم ہونا بیان فرماتے ہیں کہ۔

قرب بر انواع باشد اے پدر	می زند خورشید بر کہسار و زر
بابا! قرب کی قسمیں ہوتی ہیں	سورج پہاڑ پر بھی چمکتا ہے اور سونے پر بھی

یعنی اے باوا قرب کئی قسم پر ہوتا ہے (جیسے کہ) خورشید کہسار پر اور زر پر دونوں پر پڑتا ہے۔

لیک قربے ہست باز رشید را	کہ ازاں نبود خبر مر بید را
لیکن سونے کے ساتھ سورج کا قرب ہے	کہ بید (کے درخت) کو اس کی خبر بھی نہیں ہے

یعنی لیکن ایک قرب خاص خورشید کو زر کیساتھ ہے کہ اس کی خبر بید کو نہیں ہے مطلب یہ کہ دیکھو آفتاب کی

www.besturdubooks.wordpress.com

شعاعیں معدن زر پر بھی پڑتی ہیں اور اور چیزوں مثل لکڑی وغیرہ کی ان پر بھی پڑتی ہیں مگر معدن پر جو پڑتی ہیں وہاں تو سونا بنتا ہے اور دیگر اشیاء پر ویسی نہیں پڑتی ورنہ اور ساری چیزیں بھی سونا بن جایا کرتیں تو دیکھو جس طرح کہ قرب سب کے ساتھ ہے مگر پھر فرق ہے اسی طرح حق تعالیٰ کو قرب بمعنی عام سب کے ساتھ ہے مگر پھر بھی فرق ہے بعض وہ ہیں کہ جن کے ساتھ خصوصیت ہے اور اس قرب سے ان کے اندر کمالات پیدا ہوتے ہیں اور بعض وہ ہیں کہ جن کے اندر صفات پیدا نہیں ہوتے آگے اس فرق مراتب قرب کی ایک اور نفیس مثال فرماتے ہیں کہ۔

شاخ خشک وتر قریب آفتاب	آفتاب از ہر دو کے دارد حجاب
تر اور خشک شاخ آفتاب کے قریب ہے	سورج دونوں سے کب پردہ رکھتا ہے؟

یعنی شاخ خشک اور شاخ تر دونوں آفتاب کے قریب ہیں آفتاب دونوں سے کب حجاب رکھتا ہے یعنی وہ کسی سے منہ تو نہیں چھپاتا سب کے سامنے اور سب پر چمک ڈال رہا ہے۔

لیک کو آں قربت شاخ طری	کہ ثمار پختہ از وے می خوری
لیکن کہاں وہ تر شاخ کی قربت	کہ تو اس کے پکے پھل کھاتا ہے

یعنی لیکن وہ شاخ تر کی سی قربت کہاں ہے کہ اس سے ثمار پختہ تو کھاوے گا مطلب یہ کہ دونوں شاخوں کو قرب آفتاب برابر حاصل ہے مگر شاخ تر کے قرب سے تو میوے کھانے کو ملتے ہیں اور شاخ خشک سے کچھ بھی نہیں بلکہ اس کی یہ حالت ہوتی ہے۔

شاخ خشک از قربت آں آفتاب	غیر زوتر خشک گشتن گو میاب
اس آفتاب کی قربت سے خشک شاخ کو	اس سے بھی زیادہ خشک ہونے کے علاوہ تو اور کیا پائے

یعنی شاخ خشک کو قرب آفتاب سے سوائے جلدی خشک ہو جانے کے کہہ دو کہ مت پا مطلب یہ کہ شاخ تر کو جو قرب حاصل ہے اس سے میوے ملیں گے اور شاخ خشک کے قرب سے سوائے اس کے کہ وہ اور جلدی خشک ہو جاوے کیا نتیجہ ہوگا تو اسی طرح جن کو کہ قرب خاص حاصل ہے ان کے اندر تو کمالات پیدا ہوتے ہیں اور جن کو کہ قرب عام حاصل ہے ان کے اندر کمالات کا نام بھی نہیں ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

بنگر ایں کاں شاخ خشک از قرب خور	غیر خشکی می برد چیزے دگر
یہ دیکھ کر سورج کے قریب سے اس خشک شاخ نے	سوائے خشکی کے اور کوئی چیز حاصل کی؟

یعنی اس کو دیکھو کہ وہ شاخ خشک قرب خورشید سے سوائے خشکی کے اور کچھ بھی لے جاتی ہے یعنی بس اس کو یہی حاصل ہوتا ہے کہ اور بھی خشک ہو جاتی ہے اب آگے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

آں چناں مستی مباش اے بے خرد	کہ بہ عقل آید پشیمانی برد
اے بے عقل اتو ایسا مست نہ بن	کہ ہوش میں آئے تو شرمندگی اٹھائے

یعنی اے بے عقل ایسا مست مت ہو کہ جب عقل میں آوے تو پشیمانی لے جاوے مطلب یہ کہ ایسی مستی مت اختیار کرو کہ جب ہوش میں آ ؤ تو افسوس کرو کہ ہم نے یہ کیا کیا۔

بلکہ زاں مستاں کہ چوں مے میخورد	عقلہائے پختہ حسرت می برند
بلکہ ان مستوں میں سے (بن) کہ جب وہ شراب پیتے ہیں	پختہ عقلیں حسرت کرتی ہیں

یعنی بلکہ ان مستوں میں سے ہو کہ وہ جب شراب پیتے ہیں تو عقول پختہ بھی حسرت لے جاتے ہیں مطلب یہ کہ ان مستوں میں سے ہو کہ جب وہ اپنی مستی میں آتے ہیں تو جو عقول کہ پہلے سے پختہ ہیں وہ بھی حسرت لے جاتی ہے کہ افسوس ہم ایسے نہ ہوئے اور وہ مستی حب حق کی ہے لہذا ہمیشہ مست حق ہو اور سچے بنو کذب سے کام نہیں چلتا آگے فرماتے ہیں کہ

اے گرفتہ ہمچو گربہ موش پیر	گر تو زاں می شیر گیری شیر گیر
اے وہ کہ جس نے بلی کی طرح بوڑھا چوہا پکڑا ہے اگر تو اس	شراب سے شیر پکڑنا چاہتا ہے تو شیر پکڑ

یعنی اے شخص کہ تو بلی کی طرح بڈھے چوہے کو پکڑے ہوئے ہے اگر تو اس شراب سے مست ہے تو شیر کو پکڑ موش پر سے مراد جسم اور شیر سے مراد روح ہے مطلب یہ کہ اے شخص تو جو جسم پروری میں لگا ہوا ہے اس کو ترک کر اس لئے کہ جب تو اس حب حق کی شراب سے مست نہیں تو پھر روح کی پرورش کر اور اس کو سنبھال کیا اس جسم کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔

اے نخوردہ از خیال جام ہیچ	ہمچو مستان حقائق بر مپیچ
اے وہ کہ تو نے جام کے خیال ۔ سے کچھ بھی نہیں پیا	حقائق کے مستوں کی طرح نہ اینٹھ

یعنی اے شخص کہ وہ جام (اصلی) کے خیال سے کچھ بھی پئے ہوئے نہیں ہے تو مستان حق کی طرح مت اینٹھ مطلب یہ کہ اے شخص کہ تو صرف دعاوی ہی کرتا ہے اور اس جام محبت حق سے تو نے کچھ بھی نہیں پیا ہے پھر تو ان حضرت کی طرح مستی کیوں کرتا ہے اس لئے کہ تو نے تو کچھ پیا ہی نہیں ہے۔

می فتی آنسو وایں سو مست دار	اے تو ایں نیمین آنسو گزار
تو مستوں کی طرح ادھر ادھر کو گرتا ہے	اور تو ادھر کا ہے تیرا ادھر گزر (بھی) نہیں ہے

یعنی اے شخص کہ تو مست کی طرح ادھر ادھر گر رہا ہے تو تو اسی طرف ہے تیرا گزر اس طرف نہیں ہے مطلب یہ کہ تو تو اس دنیا کے اندر رکھا ہوا ہے تجھے اس طرف کی یعنی مستی حق کی کیا خبر لہذا فضول مکر اور فریب مت کر۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بداں سو راہ یابی بعد ازاں	گہ بدیں سو گہ بداں سو سر فشاں
اگر اس کے بعد تو اس طرف راہ یاب ہو جائے	کبھی ادھر کو کبھی ادھر کو سر جھٹک

یعنی اگر تو اس طرف راہ پالے تو اس کے بعد کبھی ادھر اور کبھی ادھر سر جھاڑ یعنی اگر مستی حق حاصل ہو جاوے تب تو اگر تو ادھر ادھر گرے پڑے تو ایک بات بھی ہے مگر اس سے پہلے تو فضول ہے کہ صرف دعویٰ اور دروغ ہے۔

جملہ ایں سوئے ازاں سو گپ مزن	چوں نداری موت ہرزہ جاں مکن
تو بالکلیہ اس جانب کا ہے اس جانب کی گپ نہ مار	جب تجھے موت نہیں آ رہی ہے تو خواہ مخواہ نزع طاری نہ کر

یعنی تو تو بالکل اس طرف کا ہے اس جانب سے گپ مت مارے اور جب تو موت نہیں رکھتا تو فضول جاں کنی مت کر موت سے مراد مرتبہ فنا کا حاصل ہونا ہے مطلب یہ کہ تیری مقتضیات اور تیری خواہشات سب اس طرف ہی کی ہیں اور پھر تجھے ابھی مرتبہ فنا بھی حاصل نہیں ہے تو فضول تو بن رہا ہے اس سے کیا فائدہ ہوگا بلکہ ایک روز ساری قلعی کھل جاوے گی۔

آں خضر جاں کز اجل نہراسد او	شاید ار مخلوق را نشناسد او
وہ خضر کی جان والا جو موت سے نہ گھبرائے	اگر وہ مخلوق کو نہ پہچانے اس کے لئے مناسب ہے

یعنی وہ خضر جیسے جان والا جو کہ اجل سے ڈرتا ہی نہیں اس کو لائق ہے کہ اگر وہ مخلوق کو نہ پہچانے خضر جان سے مراد عارف مطلب یہ کہ جو شخص کہ عارف ہے اور اس کو اس قدر شوق لقاء حق ہے کہ وہ موت سے ڈرتا ہی نہیں بلکہ اور تمنا کرتا ہے جیسے کہ اکثر بزرگوں سے منقول ہے کہ وہ معرفت کی تمنا کرتے تھے اور ان کو دنیا میں ہی مرتبہ فناء حاصل تھا تو اگر وہ مخلوق کو نہ پہچانیں تو کچھ تعجب نہیں اس لئے کہ ان کو اس کا حق ہے مگر اس سے پہلے تو بالکل کذب اور صریح مکر ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بردم　　راحت جاں طلبم وز پے جاناں بردم
نذر کردم کہ گر آید بسر ایں غم روزے　　تا در میکدہ شاداں غزل خواں بردم

اور بہت سے بزرگوں کی حکایتیں کہ ان کو موت کے آنے کا اشتیاق تھا مشہور و معروف ہیں۔

کام از ذوق تو ہم خوش کنی	درد مے در خیک خود پرش کنی
وہمی ذوق سے تو حلق کو خوش کر رہا ہے	تو اپنی مشک میں پھونک بھر رہا ہے اور اس کو پر کر رہا ہے

یعنی تالو کو ذوق توہم سے خوش کر رہا ہے اور اپنی مشک میں پھونک مار کر بھر رہا ہے۔

پس بیک سوزن تہی گردی ز باد	ایں چنیں فربہ تن لاغر مباد
تو ایک سوئی سے ہوا سے خالی ہو جائے گا	کمزور بدن والا اس طرح کا فربہ نہ بنے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بس تو ایک سوئی سے ہوا سے خالی ہو جاوے گا ایسا فربہ تن (ظاہر میں) اور لاغر تن (حقیقت میں) خدا کرے نہ رہے مطلب یہ کہ تو تو ہم قرب حق سے خوش ہو رہا ہے اور پھول رہا ہے کہ یہ تجھ کو قرب حق حاصل ہے مگر یاد رہے کہ یہ ساری شیخی اور ساری باتیں ایک ذرا سے امتحان سے نکل جاوے گی اگر ادھر سے امتحان ہو گیا تو بس ساری مستی رہ جاوے گی اور سارا قرب دھرا رہ جاوے گا آگے اس کی حالت کی سریع الزوال ہونے کو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ۔

کوز ہا سازی زبرف اندر شتا	کے کند چوں تاب بیند آں وفا
تو جاڑوں میں برف سے پیالے بناتا ہے	وہ جب گرمی دیکھے گا وفاداری کب کرے گا

یعنی اگر تم جاڑے میں برتن بنالو تو وہ جب گرمی دیکھیں گے کب وفا کریں گے مطلب یہ کہ اگر تم کسی طرح سے برف کے برتن بنالو تو ان کو دیکھ کر اگرچہ کوئی اس وقت دھوکہ کھا جاوے گا مگر جب گرمی ان کو پہنچے گی تو یقیناً سب پگھل جاویں گے اور تمہاری ساری قلعی کھل جاوے گی اسی طرح اگر تم قرب حق اور حب حق کا دعویٰ کرتے ہو تو ایک دن وہ ہوگا کہ تمہاری ساری قلعی کھل جاوے گی اور سب کو معلوم ہو جاوے گا کہ جناب کو کیسی محبت تھی آگے ایک گیدڑ کی حکایت کہ وہ رنگین ہو گیا تھا تو طاؤس صفت بننے کا دعویٰ کیا جب اس سے کہا گیا کہ اچھا مور کی طرح ناچو یا آواز کرو تو وہ ان دونوں باتوں کو نہ کر سکا تو آخر اس کی قلعی کھل گئی اور ذلیل ہوا بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یہ ابیات بھی دو احتمال رکھتے ہیں یا مولانا کا مقولہ ہو کما ہو الاظہر یا امیر کا اب حل سنو اے مدعی کا ذب یا اے دیہاتی تو قرب حق کی حقیقت صرف تعلق خالقیت و مخلوقیت و صانعیت و مصنوعیت سمجھتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ جو قرب خاص اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے اس میں سینکڑوں عظمتیں اور ہزاروں شان و شوکت ہوتی ہیں ان سے وہ افعال ظاہر ہوتے ہیں جو دوسروں سے نہیں ہوتے چنانچہ جو اہل اللہ داؤد علیہ السلام کی طرح مقرب بارگاہ ہیں وہ لوہے کو نرم کر سکتے ہیں اور نفس کی رعونت کو دور کر سکتے ہیں تو تو کر تیری تو یہ حالت ہے کہ تو نے تو موم کو لوہا کر لیا اور نفس جو ابتداء کمزور تھا اب اس کو زبردست بنا دیا پس معلوم ہوا کہ ان کو صرف قرب خالقیت و مخلوقیت اور رزاقیت و مرزوقیت ہی حاصل نہیں کیونکہ وہ تو سب کو حاصل ہے حتیٰ کہ کفار کو بھی بلکہ ان کو ایک اور قرب بھی حاصل ہے جس کے ذریعہ سے یہ دوسروں سے ممتاز ہیں یعنی قرب وحی عشق یعنی وہ قرب جس کی بنا پر اس پر علوم و معارف فائض ہوتے ہیں جس کا منشاء ان کا عشق یا حضرت حق سبحانہ ہے ارے بابا کچھ حقیقت قرب ایک ہی فرد میں منحصر نہیں کہ تو اس کے علاوہ دوسرے افراد کی نفی کرتا ہے بلکہ اس کی تو مختلف قسمیں ہیں دیکھ تو سہی آفتاب پہاڑوں وغیرہ پر بھی چمکتا ہے اور سونے پر بھی لیکن سونے کے ساتھ جو قرب خاص ہے وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

پہاڑ اور بید وغیرہ کے ساتھ نہیں اور اس کی ان کو ہوا بھی نہیں لگی نیز آفتاب کو شاخ تر اور شاخ خشک ہر دو سے قرب ہے کیونکہ آفتاب دونوں پر نور افشانی کر رہا ہے اور محجوب نہیں ہے لیکن شاخ خشک کو وہ تقرب کہاں حاصل ہے جو شاخ تر کو حاصل ہے کہ اس سے تم کو پختہ میوے ملتے ہیں جو کہ شاخ خشک سے نہیں ملتے ہیں بلکہ شاخ خشک کو تو اس قرب آفتاب سے صرف یہ حاصل ہوتا ہے کہ جلد خشک ہو کر آگ میں جلنے کے کام آئے پس اسی قسم کا تفاوت اہل اللہ اور غیر اہل اللہ کے قرب میں ہے کہ اہل اللہ کو اس سے ثمرات ۔ لدنی حاصل ہوتے ہیں اور غیر اہل اللہ کے لئے بجز زیادتی نقص کے اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا دیکھو شاخ خشک کو قرب آفتاب سے صرف خشکی ہی حاصل ہوتی ہے اور کچھ بھی نہیں پس تو ایسا مست نہ ہو کہ ہوش آنے کے بعد ندامت ہو بلکہ ان مستوں میں سے ہو کہ جب وہ شراب پیتے ہیں تو دیگر عقلا کو حسرت ہوتی ہے کہ کاش ہم کو بھی اس کا کوئی جرعہ مل جاتا۔ ارے تو تو بلی کی طرح چوہے تو پکڑ رہا ہے اور دنیا سمیٹ رہا ہے اگر تو شراب حق سے مست ہے تو شیر کو پکڑ یعنی عالی حوصلہ بن اور دولت اخروی حاصل کر ارے تجھے تو اس جام شراب حقیقی کے خیال سے بھی کوئی حصہ نہیں ملا پس تو اہل اللہ کی طرح مضطرب مت ہو تو مستوں کی طرح کبھی ادھر گرتا ہے کبھی ادھر ارے بیوقوف تو تو ابھی ادھر ہی ہے ادھر کی تو تجھے ہوا بھی نہیں لگی۔ ہاں جب تو اس کوچہ سے واقف ہو گا پھر شوق سے کبھی ادھر سر ٹپکے گا کبھی ادھر اور شوق سے وجد کرنا کون منع کرتا ہے لیکن ابھی تو تو سراسر ادھر ہی ہے لہذا ابھی تو ادھر کی ڈینگیں نہ مار اور جب تو مر نہیں رہا ہے تو بے فائدہ جاں کنی ظاہر مت کر حاصل یہ کہ اگر کوئی آدمی واقع میں شراب محبت سے مخمور ہو اور تاب ضبط نہ رکھتا ہو پھر اس سے حرکات مستانہ و مجنونانہ غیر منضبط صادر ہوں تو مضائقہ نہیں لیکن بننا نہ چاہئے کہ یہ جھوٹا دعویٰ اور تلبیس ہے جو کہ حب جاہ و مال سے ناشی ہے لہذا حرام ہو گا تو دنیادار ہو کر خواہ مخواہ مخلوق سے بے خبر بنتا ہے ہاں جو لوگ خضر کی سی روح اپنے اندر رکھتے ہیں اور دنیا سے اتنے بے تعلق ہیں کہ موت سے بھی نہیں ڈرتے وہ اگر مخلوق کو نہ پہچاننے کا دعویٰ کریں تو ان کو زیبا ہے تیری تو یہ حالت ہے جیسے کوئی مزیدار اشیاء کھا کر چٹخارے لیتا ہو اور تو تو اپنی مشک کو پھونک مار کر بھر رہا ہے ایسی مشک ایک سوئی چبھو دینے سے ہوا سے خالی ہو جاتی ہے یعنی تیرا ذوق شوق محض وہم کی بناء پر ہے نہ کہ بناء بر حقیقت اور تیرا تقدس محض ظاہری ہے نہ کہ حقیقی لہذا وہ ذرا سے امتحان سے زائل ہو جاتا ہے اور اصلی حالت ظاہر ہوتی ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ خدا کرے ایسے دھوکے باز جو بظاہر پارسا اور بباطن شیطان ہیں اور جن کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی دیکھنے میں موٹا تازہ ہو اور باطن میں دبلا پتلا یعنی کمزور ہو غارت ہو جائیں کہ لوگ ان کی تلبیس سے رہائی پائیں اے دھوکہ باز صوفی تو یاد رکھ کہ تیرا فریب یقیناً ظاہر ہو جاوے گا۔ اور تو رسوا ہو گا اگر جاڑے میں تو نے برف کے گلاس بنا بھی لئے تو کیا ہوا جب ان میں پانی ڈالا جاوے گا تو وہ تھوڑا ہی ٹھہر سکتے ہیں فوراً گھل جائیں گے۔ یعنی اگر تو نااہلوں کے سامنے بزرگ بن بھی گیا تو جب اہل اللہ تجھے جانچیں گے تو تیری یہ تلبیس قائم نہ رہ سکے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.besturdubooks.wordpress.com

بقیہ ربع اول از دفتر ثالث کلید مثنوی

شرح شبیری

ایک گیدڑ کا رنگ کے مٹکے میں گر جانا اور اس کا رنگین ہو جانا اور گیدڑوں میں مور ہونے کا دعویٰ کرنا

آں شغالک رفت اندر خم رنگ	اندراں خم کرد یک ساعت درنگ
وہ ذلیل گیدڑ رنگ کے مٹکے میں گر گیا	وہ اس مٹکے میں تھوڑی دیر ٹھہرا

یعنی ایک ذرا سا گیدڑ رنگ کے مٹکے میں گر پڑا اور اس مٹکے میں کچھ دیر رہا یعنی مٹکے میں کچھ دیر لگی۔

پس برآمد پوستش رنگیں شدہ	کہ منم طاؤس علیین شدہ
پھر نکلا تو اس کی کھال رنگین ہو گئی تھی	(اس نے کہا) کہ میں تو جنت کا مور ہو گیا ہوں

یعنی پھر وہ نکلا اس حال میں کہ اس کی کھال رنگین ہو گئی تھی اور کہہ رہا تھا کہ میں طاؤس جنت ہو گیا ہوں۔

پشم رنگیں رونق خوش یافتہ	آفتاب آں رنگہا برتافتہ
رنگین بالوں نے عمدہ رونق حاصل کر لی تھی	سورج نے ان رنگوں کو چمکا دیا تھا

یعنی رنگین اون نے خوب رونق پائی تھی اور آفتاب نے ان رنگوں کو اور چمکا دیا تھا۔

دید خود را سرخ و سبز و بور و زرد	خویشتن را بر شغالاں عرضہ کرد
اس نے اپنے آپ کو سرخ اور سبز اور لال اور پیلا دیکھا	اپنے آپ کو گیدڑوں پر پیش کیا

یعنی اس نے اپنے کو سرخ سبز اور گلابی اور زرد دیکھا تو اپنے کو گیدڑوں کے سامنے پیش کیا۔

جملہ گفتند اے شغالک حال چیست	کہ ترا در سر نشاطے ملتویست
سب نے کہا اے حقیر گیدڑ! تیرا کیا حال ہے؟	کہ تیرے سر میں ایک پیچیدہ مستی ہے

یعنی سب گیدڑوں نے کہا کہ ارے گیدڑ یہ کیا حال ہے کہ تیرے سر میں ایک خوشی لپٹی ہوئی ہے۔ یعنی آج تو بہت خوش معلوم ہوتے ہو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

از نشاط از ما کرانہ کردہٗ	این تکبر از کجا آوردہٗ
مستی سے تو ہم سے جدا ہو گیا ہے	تو یہ تکبر کہاں سے لایا ہے؟

یعنی نشاط کے مارے ہم سے کنارہ کیا ہے تو نے تو یہ تکبر کہاں سے لایا ہے یہ تو سب نے اعتراض کیا اور

یک شغالے پیش او شد کاے فلاں	شید کردی تا شدی از خوشدلاں
ایک گیدڑ اس کے سامنے گیا کہ او فلانے	تو نے مکر کیا یہاں تک کہ تو خوش دل بن گیا

یعنی ایک گیدڑ اس کے آگے آیا کہ اے فلانے تو نے مکر کیا ہے تا کہ خوش دلوں سے ہو جاوے۔

شید کردی تا بہ ممبر بر جہے	تا زلاف ایں خلق را حسرت دہی
تو نے مکر کیا تا کہ تو منبر پر چڑھے	تا کہ ڈینگوں سے ان لوگوں کو حسرت دلائے

یعنی تو نے مکر کیا ہے تا کہ منبر پر کودے اور تا کہ شیخی سے ان لوگوں کو حسرت دے یعنی جبکہ تو ایسے دعوے کرے گا تو سب کو حسرت ہوگی کہ افسوس ایسے ہم نہ ہوئے تو تو نے اس لئے یہ مکر کیا ہے کہ تو سب سے بڑا بنے اور سب پر حکومت کرے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گیدڑ کچھ عارف تھا اور کہا کہ۔

پس بکوشیدی ندیدی گرمئے	پس زشید آوردہٗ بے شرمئے
تو نے بہت کوشش کی (لیکن) گرمی نہ دیکھی	تو نے مکاری سے بہت بے شرمی حاصل کر لی

یعنی تو بہت کودا اور اچھلا مگر کوئی گرمی نہ دیکھی تو اب مکر سے بے شرمی لایا ہے مطلب یہ کہ اول تو خوب اچھلا کودا مگر کوئی حرارت قلب کے اندر پیدا نہ ہوئی تو اب بے شرم ہو کر یہ مکر کیا ہے تا کہ اگر سچا حال نہیں ہے تو حال کاذب ہی سے لوگوں کو پھنسا دے۔

صدق و گرمی خود شعار اولیاست	باز بے شرمی پناہ ہر دغاست
سچائی اور گرمی اولیا کا شعار ہے	پھر بے شرمی ہر دھوکے کی پناہ ہے

یعنی صدق اور حرارت قلب تو خود اولیاء کرام کا شعار ہے اور پھر بے شرمی ہر دغا باز کی پناہ ہے۔ یعنی جو دغا باز ہے وہ بے شرم ہو کر دعوے کرے بس پھر کیا ہے سب کچھ حاصل ہے سب لوگ بزرگ ہی سمجھیں گے اللہ رے بے شرمی تیرا ہی راج ہے۔

کالتفات خلق سوئے خود کشند	کہ خوشیم واز دروں بس ناخوشند
تا کہ مخلوق کی توجہ اپنی طرف کر لیں	کہ ہم خوش ہیں حالانکہ اندر سے بہت رنجیدہ ہیں

یعنی تا کہ التفات خلق کو اپنی طرف کھینچیں کہ ہم خوش ہیں حالانکہ اندر سے بہت ناخوش ہیں مطلب یہ کہ وہ بے

www.besturdubooks.wordpress.com

شرمی کر کے اپنے کو مخلوق کے آگے خوش ظاہر کرتے ہیں مگر ان کا دل تو خراب ہے اور وہ دل سے ناخوش ہیں آگے ایک شخص کی حکایت لاتے ہیں کہ وہ اپنی مونچھوں پر چربی لگا کر لوگوں میں شیخی کیا کرتا تھا کہ میں نے پلاؤ کھایا ہے زردہ کھایا ہے اور اندر سے بھوکا ہوتا تھا۔ آخرکار ایک روز اس کی بھی قلعی کھل گئی تو اسی طرح جو لوگ کاذب ہیں وہ ظاہر میں تو بڑے بزرگ معلوم ہوتے ہیں مگر اندر سے دیکھو تو ایسے نالائق کہ الامان والحفیظ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اے بنے ہوئے عارف تیری ایسی مثال ہے جیسے ایک گیدڑ رنگ کے مٹکے میں جا گھسا وہ اس میں تھوڑی دیر ٹھہر رہا تا کہ خوب رنگ چڑھ جائے اس کے بعد نکلا تو اس کی کھال رنگین ہوگئی تھی اور دعویٰ کرتا تھا کہ میں جنت کا مور ہوں اس کی اون سے رنگین ہو کر ایک عجیب چمک دمک پیدا ہوگئی تھی دھوپ کی آمیزش سے مختلف رنگ چمکنے لگے تھے۔ جب اس نے اپنے آپ کو کبھی سرخ اور کبھی سبز اور کبھی گلابی اور کبھی زرد دیکھا تو اس نے اپنے کو گیدڑوں کے سامنے پیش کیا اس کو عجیب خوشی میں دیکھ کر گیدڑوں نے کہا کہ ارے گیدڑ کیا حال ہے کہ تیرے سر میں خوشی پیچ وتاب کھا رہی ہے اور مارے خوشی کے تو ہم سے الگ ہوگیا ہے یہ تکبر تو کہاں سے لے آیا۔ ایک گیدڑ نے آگے بڑھ کر کہا کہ ارے فلاں تو نے فریب گانٹھا ہے اور اس فریب سے تو خوش ہو رہا ہے پس اے بنے ہوئے عارف تو نے بھی بہروپ بھرا ہے تا کہ منبر پر سردار ہو کر بیٹھے اور اپنے دعووں کی لوگوں کے دلوں میں حسرت پیدا کرے تو بدوں گرمی محبت کے بہت کچھ جوش و خروش دکھلاتا ہے اور مکر سے یہ بے شرمی اختیار کی ہے سچائی اور سوزش درونی اہل اللہ کا شعار ہے نہ کہ تیرا بلکہ تو بے شرمی سے اپنی دغابازی کو چھپاتا ہے اس لئے کہ بے شرمی دغابازوں کی پشت و پناہ ہے دغاباز بے شرمی کے سہارے پر دھوکہ اس لئے کرتے ہیں کہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کریں۔ اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہماری حالت بہت اچھی ہے حالانکہ ان کی اندرونی حالت بالکل تباہ ہوتی ہے۔

شرح شبیری

ایک شیخی باز کا ہر صبح کو اپنی موچھ اور لب کو چکنا کر لینا اور باہر آ کر دوستوں میں ظاہر کرنا کہ میں نے یہ کھایا ہے اور وہ کھایا ہے

دنبہ پارہ یافت مردے مستہان	ہر صباحے چرب کردے سبلتان
ایک ذلیل شخص نے دنبہ (کی کھال) کا ٹکڑا پا لیا	ہر صبح کو دونوں مونچھوں کو چکنا کرتا

یعنی ایک شخص نے کہیں سے دنبہ کی کھال کا ٹکڑا مفت پالیا تھا تو ہر صبح کو اس سے مونچھیں چکنی کیا کرتا تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

درمیان منعمان رفتے کہ من	لوت چربے خوردہ ام درانجمن
مالداروں میں جاتا کہ میں نے	ایک مجلس میں مرغن غذا کھائی ہے

یعنی امراء کے یہاں جاتا اور کہتا کہ میں نے (فلاں) مجلس میں بڑی مچرب غذا کھائی ہے۔

دست برسبلت نہادے درنوید	رمز یعنی سوئے سبلت بنگرید
خوشخبری دیتے وقت مونچھوں پر ہاتھ پھیرتا	اشارہ (تھا) یعنی مونچھیں دیکھو

یعنی ہاتھ مونچھ کے اوپر رکھتا خوشی میں اشارہ یہ کہ مونچھ کی طرف دیکھو مطلب یہ کہ مونچھوں کے اوپر تاؤ دیتا تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ حضرت کی مونچھ چکنی ہو رہی ہے تو ضرور کھایا ہے۔

کایں گواہ صدق گفتار من است	ویں نشان چرب وشیریں خوردن است
کہ یہ میری بات کے سچے گواہ ہیں	اور یہ چکنی اورلذیذ غذا کھانے کا علامت ہے

یعنی (اس طرف اشارہ مقصود ہوتا تھا) کہ یہ میری بات کا گواہ ہے اور یہ مچرب وشیریں غذا کھانے کی نشانی ہے وہ تو اس طرح سے خوب شیخی بگھارا کرتا تھا اور اس کے پیٹ کی یہ حالت تھی کہ۔

اشکمش گفتے جواب بے طنین	کہ اباد اللہ کیدالکافرین
اس کا پیٹ بلا آواز جواب دیتا	کہ اللہ کافروں کے مکر کو برباد کرے

یعنی اس کا پیٹ جواب بے آواز کے دیتا کہ خدا اس کافروں جیسے مکر کو غارت کرے مطلب یہ کہ پیٹ اس کو بوجہ بھوک کے کوسا کرتا تھا اور اس کے کوسنے کی کوئی آواز تو سنتا نہ تھا وہ کہتا کہ خدا ایسے مکر کو کہ مجھے بھوکا رکھتا ہے غارت ہی کرے اور کہتا کہ۔

لاف تو مارا بر آتش برنہاد	کان سبال چرب تو برکندہ باد
تیری شیخی نے ہمیں انگاروں پر رکھ دیا ہے	خدا کرے تیری چکنی مونچھیں اکھڑیں

یعنی تیری شیخی نے ہمیں آگ پر رکھا ہے تیری وہ مونچھ خدا کرے اکھڑ جاوے۔

گر نبودے لاف زشتت اے گدا	یک کریمے رحم آوردے بما
اے بھکاری اگر تیری بری شیخی نہ ہوتی	(تو) کوئی سخی ہم پر رحم کرتا

یعنی اگر تیری یہ بری شیخی نہ ہوتی تو شاید کوئی کریم ہم پر رحم کرتا اور کھلا دیتا مگر اب تو سب سمجھتے ہیں کہ یہ اسی غذا کھاتا ہے کہ کسی کو نصیب نہیں لہذا کوئی پوچھتا بھی نہیں ہے۔

راست کم گفتے وکج کم باختے	یک طبیبے دار وئے ما ساختے
اگر تو سچ بولتا اور کج گوئی کا کھیل نہ کھیلتا	تو ہمارے علاج کے لئے ایک طبیب پیدا کر دیتا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر سچ کہہ دیتا اور کج بازی کم کرتا تو کوئی طبیب ہماری دوا کر دیتا اور دوا ہی روٹی یعنی کوئی تو ہمیں روٹی دے دیتا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

در نمودے عیب و کم کردے جفا	ہم بدے مہمانی یک آشنا
اگر تو عیب ظاہر کر دیتا اور ظلم نہ کرتا	کسی آشنا کی جانب سے مہمانی ہو جاتی

یعنی اور اگر عیب دکھا دیتا اور جفا کم کرتا تو کسی آشنا کا مہمان ہو جاتا مگر اب کوئی پوچھتا ہی نہیں۔

گفت حق کہ کج مجنبان گوش ودم	ینفعن الصادقین صدقہم
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ کان اور دم کو ٹیڑھا ہلا	سچوں کو ان کا سچ ضرور فائدہ دے گا

یعنی حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ گوش ودم کو کج مت ہلاؤ اس لئے کہ صادقین کو (قیامت میں) ان کا صدق ہی نفع دے گا۔ لہٰذا اغلاط اور کذب ہرگز نہ بولنا چاہئے۔

کہف اندر کژ مخسپ اے محتلم	آنچہ داری وانما و فاستقم
اے بے طبیلے! غار کے اندر ٹیڑھا نہ ہو	جو کچھ حالت ہے ظاہر کر دے پھر راہ سیدھا چل

یعنی اے پراگندہ خواب دیکھنے والے غار کے اندر کج مت سو جو کچھ کہ تو رکھتا ہے دکھلا دے اور استقامت اختیار کر مطلب یہ کہ تمہارے اندر عیوب ہیں ان کو پوشیدہ کر کے مت رکھو بلکہ ظاہر کر دو کہ ان کا کوئی علاج ہی کر دے اور اس کے بعد تم استقامت اختیار کرو مگر بعض طبائع ایسے ہوتے ہیں کہ وہ عیوب ظاہر نہیں کر سکتے ہیں ان کو علاج آگے بتاتے ہیں کہ اولیٰ تو یہی ہے کہ ظاہر کر دو اور اگر عیوب کو ظاہر نہ کر سکو تو اس کے لئے فرماتے ہیں کہ۔

در نگوئی عیب خود بارے خمش	از نمائش وز دغل خود را مکش
اگر اپنا عیب نہیں بتاتا ہے تو چپ رہ	ریا اور فریب سے اپنے آپ کو ہلاک نہ کر

یعنی اور اگر اپنے عیوب کہتے نہیں تو چپ ہی رہ نمائش اور دغل سے اپنے کو قتل مت کر مطلب یہ کہ اگر عیوب کو ظاہر نہیں کر سکتے تو اس کے خلاف کمالات تو ظاہر مت کرو بلکہ چپ ہی رہو اس لئے کہ اگر تم نے کمالات کا دعویٰ کیا تو پھر کوئی بھی رحم نہ کرے گا اور اگر دعویٰ شروع کر دیا تو پھر تو کوئی پوچھے گا بھی نہیں اور پھر مارے جاؤ گے۔

بر سبال چرب خود تکیہ مکن	زانکہ گربہ برد دنبہ بے سخن
اپنی چکنی مونچھوں پر بھروسہ نہ کر	اس لئے کہ بلی بلاشبہ چکدی لے گئی ہے

یعنی اپنی چکنی مونچھ پر بھروسہ مت کر اس لئے کہ بلی دنبہ کی کھال کو بے شک لے گئی۔ اس کے لے جانے کا قصہ آگے بیان فرمادیں گے تو مطلب یہ کہ فضول باتیں بنا کر اپنا نقصان مت کرو اس میں خطاب سالک کو بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ دیکھو اول تو اپنے عیوب کو شیخ کے سامنے ظاہر کردو تا کہ وہ علاج کر دے اور اگر یہ تم سے نہ ہوسکے تو دعویٰ تو مت کرو کہ اس میں تو پھر کوئی بھی تم پر رحم نہ کرے گا اور فرماتے ہیں کہ۔

گرتو نقدے یافتی مکشا دہان	ہست در رہ سنگہائے امتحان
اگر تجھے کچھ نقدی مل گئی ہے تو لب کشائی نہ کر	راستہ میں آزمائش کے بہت سے پتھر ہیں

یعنی اگر تم نے کوئی نقد پالیا ہے تو پھر منہ مت کھولو اس لئے کہ راہ میں بہت سے سنگ امتحان ہیں مطلب یہ ہے کہ اول تو کاذب دعوے مت کرو اور اگر کچھ سوز و گداز حاصل بھی ہو گیا ہے تب بھی اس کو سارے میں گاتے مت پھرو اس لئے کہ اس نقد کے پرکھنے والے راہ سلوک میں بہت ہیں اور وہ اولیاء اللہ ہیں جو کہ حال صادق اور حال کاذب کو معلوم کر لیتے ہیں اور ذرا سنبھل کر قدم رکھنا ورنہ اگر امتحان میں ناکامیاب ہوئے تو پھر بڑی خرابی ہوگی کسی نے خوب کہا ہے کہ

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنوں — کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

اب چونکہ یہاں کاملین کو غرہ ہوسکتا تھا کہ آ ہا ہم سنگہائے امتحان اور پرکھنے والے ہیں لہذا مولانا انکے کان بھی کھولتے ہیں فرماتے ہیں کہ۔

سنگہائے امتحان را نیز پیش	امتحانہا ہست در احوال خویش
آزمائش کے پتھروں کے لئے بھی درپیش ہیں	اپنے احوال میں بہت سے امتحانات

یعنی سنگہائے امتحان کے آگے بھی اپنے احوال میں امتحانات ہیں مطلب یہ کہ یہ جو کاملین پرکھنے والے ہیں ان کے لئے بھی امتحانات ہیں اور ان کی بھی آزمائشیں ہوتی ہیں لہذا وہ بھی نہ اترا ویں اور ذرا سنبھل کر رہیں ورنہ کہیں لغزش ہوگئی تو پھر سخت مشکل ہوگی آگے فرماتے ہیں کہ۔

گفت یزداں از ولادت تا بحین	یفتنون فی کل عام مرتین
خدا نے فرمایا ہے کہ پیدائش سے موت تک	وہ ہر سال میں دو مرتبہ آزمائے جاتے ہیں

یعنی حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ولادت سے وقت (موت) تک وہ ہر برس میں دو مرتبہ آزمائے جاتے ہیں قرآن شریف میں ہے یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین تو دیکھو جب اس طرف سے آزمائش ہے تو بے فکر ہو جانا سخت غلطی ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

امتحان بر امتحانست اے پسر	ہیں بکمتر امتحان خود را مخر
بابا! آزمائش پر آزمائش ہے	خبردار کمتر! آزمائش پر خود پسندی نہ کر

یعنی اے صاحبزادے امتحان پر امتحان ہیں تو تم بہت چھوٹے امتحان میں اپنے کو مت خرید و مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جب امتحانات ہیں تو ذرا سنبھل کر کام کرو کہیں ذرا سے امتحان میں آ کر اپنے کو برباد نہ کر دو۔

ز امتحانات قضا ایمن مباش	ہیں ز رسوائی بترس اے خواجہ تاش
تقدیر (خداوندی) کے امتحانات سے مطمئن نہ ہو	اے پیر بھائی! رسوائی سے ڈر

یعنی قضا کے امتحانات سے بے خوف مت ہو اور اے ساتھی رسوائی سے ڈرتے رہو۔ کہ کہیں امتحان ہو اور اس میں ناکام ہو کر رسوائی ہو لہذا ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے آگے بلعم باعور کی بے خوفی کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو وہ بے خوف ہو گئے تھے اور آخر رسوا اور شرمندہ ہوئے۔

بلعم باعور کا بے خوف ہو جانا کہ حضرت حق نے اس کا امتحان کیا تھا اور پھر اس کا ناکام رہنا

بلعم باعور و ابلیس لعین	ز امتحان آخرین گشتہ مہین
بلعم باعور اور ملعون شیطان	آخری امتحان سے ذلیل ہو گئے

یعنی بلعم باعور اور ابلیس لعین دیکھ کر آخری امتحان میں ذلیل ہو گئے۔

زانکہ بودند ایمن از مکر خدا	کامتحانہا رفت اندر مامضا
کیونکہ وہ اللہ کے داؤ سے بے خوف تھے	کہ پہلے بہت سے امتحانات ہو چکے ہیں

یعنی اس لئے کہ وہ مکر خدا سے بے خوف تھے (اور سمجھتے تھے) کہ زمانہ ماضی میں تو بہت سے امتحانات ہو چکے ہیں مطلب یہ کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ اس قدر امتحانات ہو چکے ہیں اب کیا امتحان ہوگا۔ اور اگر ہوگا بھی تو جیسا ان میں پاس ہو گئے تو اب تو ضرور پاس ہو نگے بس اس دھوکہ میں رہ گئے تو آخر کار یہ نتیجہ ہوا کہ

عاقبت رسوائی آمد بال شان	ایں شنیدہ باشی از اخبار شان
انجام کار وہ رسوا ہو گئے	تو نے ان کی خبروں میں یہ بات سنی ہو گی

یعنی انجام کار ان کی حالت رسوائی ہوئی اور تو نے ان کے احوال سنے ہی ہو نگے ابلیس کا اور بلعم باعور کا قصہ مشہور ہے کہ جب امتحان ہوا تو ناکامیاب اور ذلیل ہوئے لہذا چاہئے کہ مکر حق سے کبھی بے خوف نہ رہنا چاہئے بس آگے پھر اس شیخی باز کی حالت بیان فرماتے ہیں کہ۔

او بدعوے میل دولت مے کند	معدہ اش نفرین سبلت میکند
وہ دعوے کے ذریعہ دولت کی طرف جھک رہا ہے	اس کا معدہ مونچھ پر لعنت بھیج رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ دعوے کے ساتھ رغبت دولت کی کرتا تھا اور اس کا معدہ اس مونچھ پر لعنت کرتا تھا اور کہتا تھا کہ۔

کانچہ پنہاں میکند پیداش کن	سوخت مارا اے خدا رسواش کن
(اے خدا) جو وہ چھپا رہا ہے اس کو ظاہر کر دے	اے خدا! اس نے ہمیں جلا ڈالا اس کو رسوا کر دے

یعنی کہ جو کچھ یہ چھپاتا ہے یا الٰہی اس کو ظاہر کر دے اس نے ہم کو جلا دیا ہے اے خدا اس کو رسوا کر دے۔

جملہ اعضائے تنش خصم ویند	کز بہارے لاف ایشان در وہند
اس کے جسم کے سب اعضا اس کے دشمن ہیں	(موسم) بہار کی شیخی مارتا ہے وہ (موسم) خزاں میں ہیں

یعنی اس بدن کے تمام اعضاء اس کے دشمن ہیں کیونکہ وہ ایک بہار سے شیخی مار رہا ہے اور وہ سب خزاں میں ہیں۔ مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ وہ شیخی بگھارتا تھا اور اس کے اعضاء سارے بھوکے ہوتے تھے تو سارے اس کے دشمن تھے اور کوستے تھے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

لاف داداد کر مہاے کند	شاخ رحمت راز بن بر میکند
شیخی کرموں کو لوٹا دیتی ہے	رحمت کی شاخ کو جڑ سے اکھاڑ دیتی ہے

یعنی شیخی کرموں کو واپس کر دیتی ہے اور شاخ رحمت کو جڑ سے اکھاڑ دیتی ہے اس لئے کہ جب کوئی شیخی کرتا ہے تو اس پر کوئی بخشش نہیں کرتا لہذا اچھا ہے کہ۔

راستی پیش آر یا خاموش کن	وانگہا رحمت بہ بین ونوش کن
سچ بول یا چپ رہ	تب رحمت کو دیکھ اور حاصل کر

یعنی راستی کو آگے لا یا خاموش رہ اور اس وقت رحمت کو دیکھ اور نوش کر۔ مطلب یہ کہ یا تو اپنے عیوب ٹھیک ٹھیک بیان کر دو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو چپ ہی رہو یہ تو نہیں کہ اور اوپر سے دعوے شروع کر دو یاد رکھو کہ یہ دعوے بہت بڑے حجاب ہیں کہ یہ جود و عطا کو متوجہ ہونے ہی نہیں دیتے۔

آں شکم خصم سبال او شدہ	دست پنہان در دعا اندر رزہ
وہ پیٹ اس کی مونچھوں کا دشمن بنا	چھپے ہاتھوں دعا میں لگ گیا

یعنی یہ پیٹ اس کی مونچھ کا دشمن ہو رہا تھا اور اندر ہی اندر دعا میں ہاتھ اٹھائے ہوئے تھا اور مونچھ کا اس لئے دشمن تھا کہ اس کی چربی کی وجہ سے تو بے چارہ بھوکا رہتا تھا وہ دعا کرتا تھا کہ۔

کاے خدا رسوا کن این لاف لئام	تا بجنبد سوے ما رحم کرام
کہ اے اللہ کمینوں کی اس شیخی کو رسوا کر دے	تاکہ بھلوں کا رحم ہمارے لئے حرکت میں آئے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی کہ اے خدا اس لئیموں کی شیخی کو رسوا کرتا کہ ہماری طرف کریموں کا رحم جنبش کرے۔ اس لئے کہ جب لوگوں کو حالت معلوم ہوگی تو کھلاویں گے۔

مستجاب آمد دعائے آن شکم	سوزش حاجت بزد بیرون علم
اس پیٹ کی دعا مقبول ہوئی	حاجی کی جلن نے جھنڈا ابھارا

یعنی اس پیٹ کی دعا قبول ہوگئی اور حاجت کی سوزش نے باہر علم نکالا یعنی وہ سوزش حسی صورت میں آ گئی اور اس سے انتقام لے لیا اور وہ انتقام اس طرح لیا کہ اس کی شیخی ظاہر ہوگئی اور وہ رسوا ہوگیا مولانا فرماتے ہیں۔

گفت حق گر فاسقی و اہل صنم	چون مرا خوانی اجابتہا کنم
خدا نے فرمایا خواہ تو فاسق ہے اور بت پرست	جب تو مجھے پکارے گا میں قبول کروں گا

یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تو اگر فاسق ہے اور اگر بت پرست ہے جب مجھے پکارے گا میں قبول کروں گا محققین کا یہی مذہب ہے اور یہی مشاہدہ ہے کہ کفار کی دعا بھی قبول ہوئی ہے اور کسی نے اس مضمون کو اس طرح نظم کیا ہے کہ۔

باز آ باز آ از آنچہ کردی باز آ صد بار اگر توبہ شکستی باز آ
ایں درگہ مادر گہ نومیدی نیست گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

تو دعا را سخت گیر و می شخول	تو مشو ہیچ از دعا کردن ملول
تو خوب دعا کر اور رو	تو دعا کرنے سے کبھی نہ تھک

یعنی تو دعا کو سخت پکڑ لے اور فریاد کر تو آخر کار یہ دعا تجھے ان شیاطین کے ہاتھ سے چھڑا دے گی تو جب پیٹ نے دعا کی تو اس کی دعا بھی قبول ہوگئی اس طرح کہ۔

بلی کا اس دنبہ کی کھال کو لے جانا اور اس پہلوان کا رسوا ہونا

چوں شکم خود را بحضرت در سپرد	گربہ آمد پوست دنبہ ببرد
جب پیٹ نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا	بلی آئی دنبہ کی کھال لے بھاگی

یعنی جب پیٹ نے اپنے کو حضرت حق میں سونپ دیا تو ایک بلی آئی اور پوست دنبہ کو لے گئی۔

از پس گربہ دوید او می گریخت	کودک از ترس عتابش رنگ ریخت
بلی کے پیچھے دوڑا وہ بھاگ گئی	اس کے غصہ کے ڈر سے بچہ کا رنگ بدل گیا

یعنی لڑکا اس کھال کے پیچھے دوڑا اور بھاگا اور اس (شیخی باز) کے خوف سے اس کا رنگ (رو) جاتا رہا یعنی جب بلی لے گئی تو اس کا لڑکا بہت دوڑا اور اس سے چھیننے کو بھاگا۔ مگر وہ بلی لے ہی گئی تو اس بچے نے سوچا کہ ابا

www.besturdubooks.wordpress.com

مجھے ماریں گے اس لئے اس نے یہ کیا کہ

آمد اندر انجمن آں طفل خورد	آبروئے مرد لافی رابرد
وہ چھوٹا بچہ مجمع میں آیا	اس نے شیخی خورے کی آبرو کھو دی

یعنی وہ چھوٹا بچہ محفل میں آ گیا اور اس شیخی باز آدمی کی آبرو ریختہ کردی اس لئے کہ

گفت آن دنبہ کہ ہر صبحے بدان	چرب میکردی لبان و سبلتان
کہنے لگا کہ وہ دنبہ (کی کھال) جس سے ہر صبح کو	وہ ہونٹ اور مونچھیں چکنی کرتا تھا

یعنی اس نے کہہ دیا کہ وہ کھال جس سے ہر صبح کو تم لب اور مونچھیں چکنی کیا کرتے تھے۔

گربہ آمد ناگہانش در ربود	پس دویدیم و نکرد آن ہیچ سود
بلی آئی اور اچانک اس کو لے بھاگی	ہم بہت دوڑا اور کوئی فائدہ نہ ہوا

یعنی بلی آئی اور ناگہاں اس کو لے گئی ہم بہت دوڑے مگر اس کوشش نے کچھ فائدہ نہ کیا۔

پہلوان در لاف گرم و ذوقناک	چون شنید ایں قصہ گشت از غم ہلاک
پہلوان نے شیخی کی گرمی اور ذوق میں	جب یہ قصہ سنا رنج سے ہلاک ہو گیا

یعنی پہلوان شیخی میں سرگرم اور ذوقناک تھا جب اس نے یہ قصہ سنا تو مارے غم کے قریب بہ (ہلاک) ہو گیا اس لئے کہ ساری قلعی کھل گئی۔

منفعل شد درمیان انجمن	سرفرو بردو خمش گشت از سخن
مجمع میں شرمندہ ہو گیا	سر جھکا لیا اور بات سے خاموش ہو گیا

یعنی وہ محفل میں شرمندہ ہو گیا اور سر جھکا کر بات کرنے سے خاموش رہ گیا۔

خندہ آمد حاضر انرا از شگفت	رحمہاشان باز جنبیدن گرفت
تعجب سے حاضرین کو ہنسی آ گئی	ان کا رحم پھر حرکت کرنے لگا

یعنی حاضرین کو (اول تو طبعی طور پر) تعجب سے ہنسی آ گئی پھر ان کے رحم نے جنبش شروع کی مطلب یہ کہ اول تو سب کو اس کی اس حرکت پر ہنسی آ گئی مگر پھر اس کی حالت پر رحم آیا کہ دیکھو شریف آدمی ہے آج تک شرافت کے مارے اپنی حالت کو ظاہر نہ کرتا تھا اب کیا تھا اب تو یہ حالت ہوئی کہ۔

دعوتش کردند و سیرش داشتند	تخم رحمت در زمینش کاشتند
انہوں نے اس کی دعوت کی اور اس کا پیٹ بھر دیا	مہربانی کا بیج اس کی زمین میں بو دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ اس کی دعوت کرتے تھے اور اس کو خوب پیٹ بھر کر رکھتے تھے اور اس کی زمین میں تخم رحمت بوتے تھے یعنی اس کے ساتھ خوب سلوک کرتے تھے۔

او چو ذوقے راستی دید از کرام	بے تکبر راستی را شد غلام
جب اس نے شریفوں میں سچائی کا ذوق دیکھا	بغیر تکبر کے سچائی کا غلام بن گیا

یعنی اس نے جب کریموں سے راستی کا مزہ دیکھا تو بے تکبر کے راستی کا غلام ہو گیا یعنی جب اس نے دیکھا کہ اصل حالت کے ظاہر ہو جانے سے ایسے ایسے انعامات ہوتے ہیں اس نے پھر ہمیشہ راستی ہی اختیار کر لی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

راستی را پیشہ خود کن مدام	تا شوی در ہر دو عالم نیک نام
سچائی کو ہمیشہ کے لئے اپنا پیشہ بنا لے	تا کہ تو دونوں جہان میں نیک نام بنے

یعنی ہمیشہ اپنا پیشہ راستی کو بنالو تا کہ دونوں عالم میں نیک نام رہو پس اس کو ختم کر کے آگے اس شغال کا قصہ پورا فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: ایسے دغابازوں کی حالت بالکل ایسی ہے جیسے ایک شخص کو دنبہ کی کھال مل گئی تھی وہ ہر صبح اس کی چکنائی سے اپنی مونچھوں کو تر کرتا اور دولت مندوں کی مجلس میں جا کر کہتا کہ میں نے ایک محفل میں خوب مرغن کھانا کھایا ہے اور خوشی خوشی مونچھوں پر ہاتھ رکھتا یہ کنایہ ہوتا تھا اس امر کا کہ تم میری مونچھیں دیکھ لو کہ میرے بیان کی شاہد ہیں اور یہ چکنائی میرے مرغن و شیریں غذا کھانے کی علامت ہے۔ ظاہری حالت تو یہ اور اندرونی حالت یہ کہ پیٹ اس کو کوستا تھا اور کہتا تھا کہ خدا ایسے کافروں کے مکر کو تباہ کرے ارے تیری شیخی نے ہمیں تو انگاروں پر لٹا رکھا ہے خدا کرے یہ تیری چکنائی آلود مونچھیں اکھڑ جائیں ارے ننگے اگر تیری یہ بے ہودہ شیخی نہ ہوتی تو کوئی اللہ کا سخی ہم پر رحم کرتا اور اگر تو اپنا عیب فقر ظاہر کرتا اور یہ ظلم نہ کرتا تو کسی مہربان کے یہاں تو مہمان ہوتا اور اگر تو سچ سچ اپنی حالت کہہ دیتا اور ٹیڑھی چال نہ چلتا تو کوئی طبیب ہمارا علاج کرتا واقعی پیٹ کا بیان بالکل سچ ہے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ کان اور دم بے قاعدہ مت ہلا یعنی اصلی حالت ظاہر کر کہ سچ سچوں کو نفع پہنچاتا ہے لہذا آدمی کو چاہئے کہ غار کے اندر ٹیڑھا نہ ہوئے یعنی نہ اپنی حالت کو چھپائے اور نہ کج بیانی اختیار کرے بلکہ اصلی حالت کو ٹھیک ٹھیک ظاہر کر دے اور اگر اپنا عیب بھی نہ بیان کرے تو اتنا ہی کرے کہ خاموش رہے نمائش اور فریب سے اپنے کو ہلاک نہ کرنا چاہئے جس طرح یہ شخص کر رہا تھا اور اپنی چکنی مونچھوں پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس لئے کہ بلی دنبہ کو اٹھالے گئی یعنی اپنی ظاہری حالت کی درستی پر اکتفا نہ کرنا چاہئے کیونکہ عنقریب اس کی حقیقت کھلنے والی ہے اور دعوکہ ظاہر ہو کر ندامت لاحق ہونے والی ہے خواہ مخواہ کی شیخی تو بری بات ہے ہی لیکن اگر کسی کو کچھ دولت باطنی بھی مل جاوے تب بھی خاموش رہنا چاہئے اس لئے کہ اظہار دعویٰ ہے اور اس دعوے کی تصویب اور تغلیط کے لئے امتحان کی کسوٹیاں یعنی اہل اللہ موجود ہیں اور امتحان بڑی سخت چیز ہے حق سبحانہ محفوظ رکھیں اور خود ان کسوٹیوں کے لئے بھی ان کے احوال میں بہت سے امتحانات ہیں ان کو بھی اپنی کسوٹی ہونے پر مغرور نہ ہونا چاہئے حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہر سال لوگوں کی ایک یا دو مرتبہ جانچ کی جاتی ہے پس معلوم ہوا کہ راہ میں اہل امتحان کا بھی امتحان ہوتا ہے لہذا تم کو معمولی امتحان کے معاوضہ میں بھی اپنے کو نہ خریدنا چاہئے یعنی معمولی امتحان کے لئے بھی آمادہ نہ ہونا چاہئے بلکہ حق سبحانہ سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ ہم کو امتحان کے شکنجہ میں نہ کھینچے امتحانات قضا نہایت سخت ہوتے ہیں لہذا تم کو ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے اور کبھی ایسی بات پر زبان نہ ہلانی چاہئے جس سے دعویٰ ظاہر ہو دیکھو بلعم باعور اور ابلیس آخری امتحان میں ذلیل ہو گئے اور وجہ یہ ہوئی کہ حق سبحانہ کے ارادہ خفیہ سے بے خوف ہو گئے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ بہت سے امتحانات ہو چکے ہیں اور ہم ان میں پاس ہو چکے ہیں اب کیا پروا ہے اس کا انجام یہ ہوا کہ بالآخر رسوا ہوئے تو تو نے ان کی حالت سنی ہی ہو گی ہم کو تفصیلاً بیان کرنے کی ضرورت نہیں خیر تو اس کا پیٹ کہتا تھا کہ اے اللہ جس کو یہ چھپا رہا ہے تو اس کو ظاہر کر دے اور اے اللہ تو اسے ذلیل کر اس نے ہمیں پھونک دیا دیکھو وہ محض دعوے سے دولتمندی کی طرف مائل ہوتا تھا لیکن خود اس کا پیٹ ہی اس کی مونچھوں کو ملامت کرتا تھا اس کی شیخی بخششوں کو رد کر رہی تھی اور رحمت کی شاخ کو جڑ سے اکھیڑ رہی تھی لیکن اس کے جسم ہی کے اجزاء اس کے دشمن ہو رہے تھے کیونکہ وہ بہار کی شیخی بگھار رہا تھا اور سرسبزی وشادابی کا دعویٰ کر رہا تھا اور اس کے اجزاء خزاں اور خشکی اور انتقاص کی حالت میں تھے ارے احمق کیا غضب کر رہا ہے کہ خواہ مخواہ شیخی بگھار رہا ہے اور مصیبت میں گرفتار ہے تجھ کو چاہئے کہ یا تو سچی سچی حالت بیان کر دے اور اگر یہ نہ ہو تو خاموش ہی رہ پھر دیکھنا کہ لوگ تجھ پر کیسی رحمت کرتے ہیں تو اصلی حال کہہ دے اور خوب مزہ سے کھا کیوں بھوکا مرتا ہے خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب سنو غرض کہ اس کا پیٹ ہی اس کی مونچھوں کا دشمن ہو رہا تھا اور اندر ہی اندر دعا کر رہا تھا کہ اے خدا ایسے پاجیوں کی شیخی کو رسوا کرتا کہ ہماری طرف اسخیا کا رحم متوجہ ہو حق سبحانہ نے پیٹ کی دعا قبول فرمائی اور سوزش احتیاج جس کو وہ چھپا رہا تھا طشت از بام ہو گئی حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ خواہ فاسق ہو خواہ بت پرست ہو جب ہم سے دعا کرتا ہے تو ہم اس کو قبول فرماتے ہیں لہذا تم کو شکم سے عبرت حاصل کرنا چاہئے اور دعا کو مضبوط پکڑنا چاہئے اور خوب چلانا چاہئے ان شاء اللہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک روز تم کو شیطان کے پنجہ سے رہائی نصیب ہو گی دیکھو جب پیٹ نے اپنے کو خدا کے حوالہ کیا تو حق تعالیٰ نے اس کی حصول مدعا کی تدبیر کی جو اس صورت

www.besturdubooks.wordpress.com

سے ظاہر ہوئی کہ بلی آئی اور دنبہ کی کھال اڑا لے گئی گھر والے دنبہ کو چھیننے کے لئے دوڑے لیکن وہ بھاگ گئی اور ہاتھ نہ آئی اس کو دیکھ کر باپ کے غصہ کے خوف سے لڑکے کا رنگ فق ہو گیا اور وہ چھوٹا بچہ محفل میں آیا اس شیخی باز کی ساری آبرو خاک میں ملا دی اس نے کہا کہ دنبہ کی وہ کھال جس سے آپ ہر روز صبح کو ہونٹ اور مونچھیں چکنی کیا کرتے تھے بلی لے گئی ہم چھیننے کے لئے بہت دوڑے لیکن ہماری کوشش بے سود ثابت ہوئی یہ بہادر اس وقت شیخی بگھارنے میں سرگرم اور مزے لے رہا تھا جب اس نے یہ قصہ سنا تو مارے رنج کے مرنے کے قریب ہو گیا اور محفل میں بہت شرمندہ ہوا اس نے سر کو جھکا لیا اور خاموش بیٹھ گیا حاضرین اول تو اس واقعہ سے متعجب ہو کر ہنس پڑے اس کے بعد ان کے رحم کو حرکت ہوئی اور یہ خیال کیا کہ بے چارہ شریف آدمی ہے اس لئے اپنی حالت کو چھپاتا ہے اس کی مدد کرنی چاہئے لوگوں نے اس کی دعوت کی اور اس کا خوب پیٹ بھر دیا اور اپنے رحم کا بیج اس کی زمین میں بو دیا پس جبکہ ان اسخیا کی طرف سے اس کو سچ کا مزہ حاصل ہوا تو وہ سچ کا غلام ہو گیا اور پھر کبھی شیخی نہیں کی اس واقعہ سے تم کو عبرت حاصل کرنا چاہئے اور سچ کو اپنا شعار بنا لینا چاہئے تاکہ دنیا میں بھی نیک نامی ہو اور آخرت میں بھی۔

شرح شبّیری

اس گیدڑ کا دعویٰ طاؤسی کرنا جو رنگ کے مٹکے میں گر پڑا تھا

آں شغال رنگ رنگ اندر نہفت	بر بنا گوش ملامت گر بگفت
اس رنگ برنگ کے گیدڑ نے آہستہ سے	ملامت گر کے کان کی لو کے پاس (جاکر) کہا

یعنی اس رنگ رنگ والے گیدڑ نے چپکے سے ملامت کر کے کان میں یہ کہا کہ

بنگر آخر در من و در رنگ من	یک صنم چوں من ندارد خود شمن
آخر مجھے اور میرے رنگ کو دیکھ	پجاری (بھی) ایسا ایک بت نہیں رکھتا ہے

یعنی آخر میرے اندر اور میرے رنگ کو دیکھ تو سہی کہ بت پرست ایک بت بھی ایسا نہیں رکھتا یعنی بت پرست باوجودیکہ خوبصورت بت بنائے ہیں مگر مجھ جیسا خوبصورت کوئی بت پرست بھی نہیں رکھتا۔

چوں گلستاں گشتہ ام صد رنگ خوش	مر مرا سجدہ کن از من سر مکش
میں باغ کی طرح سو رنگوں والا اور حسین ہو گیا ہوں	مجھے سجدہ کر مجھ سے سرکشی نہ کر

یعنی میں باغ کی طرح سو رنگ خوش والا ہو گیا ہوں تو تو مجھے سجدہ کر اور سرکشی مت کر۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کروفر و آب وتاب ورنگ بین	فخر دنیا خوان مرا و رکن دین
شان و شوکت رونق اور چمک اور رنگ دیکھ	مجھے دنیا کا فخر اور دین کا ستون کہہ

یعنی میری کروفر اور آب وتاب اور رنگ کو دیکھو اور مجھے فخر دنیا اور رکن دین کہو اس لئے کہ میرا مرتبہ بہت بلند ہوگیا ہے۔

مظہر لطف خدائی گشتہ ام	لوح شرح کبریائی گشتہ ام
میں اللہ کے کرم کا مظہر بن گیا ہوں	(خدا کی) بڑائی کی شرح تختی بن گیا ہوں

یعنی میں لطف خدا کا مظہر ہوگیا ہوں اور کبریائی حق کی شرح کی لوح ہوگیا ہوں غرضکہ اس نے کہا کہ مظہر جلال و جمال دونوں ہوں اور بولا کہ

اے شغالان ہین مخوانیدم شغال	کے شغالے را بود چندین جمال
اے گیدڑو! خبردار مجھے گیدڑ نہ کہو	کسی گیدڑ میں اس قدر حسن کب ہوتا ہے؟

یعنی اے گیدڑو مجھے گیدڑ مت کہو اس لئے کہ دیکھو تو کسی گیدڑ کو بھی اتنا جمال ہوتا ہے اور جب میرے اندر جمال ہے تو معلوم ہوگیا کہ میں گیدڑ نہیں رہا۔

ان شغالان آمدند آنجا بجمع	ہمچو پروانہ بگردا گرد شمع
وہاں سب گیدڑ جمع ہو گئے	جیسے شمع کے چاروں طرف پروانے

یعنی وہ گیدڑ سارے اس جگہ اس طرح جمع ہوگئے جیسے کہ پروانے شمع کے گرد ہوتے ہیں اور وہ یہ پوچھ رہے تھے کہ

پس چہ خوانیمت بگوائے جوہری	گفت طاؤس نری چوں مشتری
تو اے جوہری بتا ہم تجھے کیا کہا کریں؟	اس نے کہا' نر طاؤس جو مشتری (ستارہ) کی طرح ہے

یعنی اے جوہری پھر ہم تجھے کیا (کہکر) پکاریں تو اس نے کہا کہ وہی طاؤس نر مانند مشتری (ستارہ کے

یعنی جس طرح کہ مشتری ستارہ علویات میں سے ہے اسی طرح مجھے طاؤس علوی کہو۔

پس بگفتندش کہ طاؤس جہاں	جلوہا وارند اندر گلستان
تو انہوں نے اس سے کہا کہ روحوں کے مور	باغ (عالم ملکوت) میں جلوے دکھاتے ہیں

یعنی پس انہوں نے اس سے کہا کہ دنیا کے طاؤس تو باغ میں جلوہ کرتے ہیں (یعنی ناچتے ہیں)

تو چناں جلوہ کنی گفتا کہ نے	بادیہ نارفتہ چون گوید منے
تو ایسا جلوہ دکھائے گا اس نے کہا نہیں	جو (کسی) جنگل میں نہ گیا ہو وہ منی کی کیا بات کرے

یعنی تو ویسا جلوہ کرسکتا ہے تو وہ بولا کہ نہیں (مولانا فرماتے ہیں) کہ جنگل میں نہ چلا ہوا کیونکر (حالات)

www.besturdubooks.wordpress.com

معنی بیان کرسکتا ہے یعنی جب وہ بھی ناچاہی نہ تھا تو کس طرح ناچ سکتا تھا جب اس نے اس کا انکار کیا تو انہوں نے دوسرا سوال کیا کہ۔

بانگ طاؤسان کنی گفتا کہ لا	پس نہ طاؤس خواجہ بوالعلا
تو موروں کی بولی بول سکتا ہے اس نے کہا نہیں	تو اے بڑائیوں والے خواجہ تو مور نہیں ہے

یعنی اچھا تو موروں کی آواز کرسکتا ہے تو اس نے کہا کہ نہیں (تو وہ بولے کہ) اے خواجہ بوالعلا تو طاؤس نہیں ہے اس لئے کہ جب اس کے کمالات میں سے کوئی بھی تیرے اندر موجود نہیں ہے تو پھر کدھر سے طاؤس بن بیٹھا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ

خلعت طاؤس آید ز آسمان	کے رسی از رنگ دعویہا بدان
طاؤس کا لباس آسمان سے اترتا ہے	دعووں کی رنگینی سے تو اس تک کب پہنچ سکتا ہے

یعنی طاؤس کی خلعت تو آسمان سے آتی ہے تو رنگ کے دعووں سے تم اس تک کب پہنچ سکتے ہو مطلب یہ کہ مور کا وہ حسن تو خلقی ہوتا ہے اور مخلوق حق ہوتا ہے پھر اس اصل کمال تک دعویٰ کس طرح پہنچ سکتا ہے اسی طرح اگر تم دعوے کروگے اور اصل میں کچھ نہ ہوگا تو پھر ذلیل ہوگے اور کچھ نہ ہوگا۔

گر تو دعوے میکنی معنی بیار	گہ مخور ورنہ پس گردن مخار
اگر تو دعویٰ کرتا ہے حقیقت پیش کر	بکواس نہ کر ورنہ پھر گردن نہ کھجانا

یعنی اگر تم دعوے کرتے ہو تو اس کے معنی بھی لاؤ اور گہ مت کھاؤ ورنہ پس گردن مت کھجانا۔ پس گردن خاریدن کنایہ از شرمندہ شدن مطلب یہ کہ اگر دعوے کرتے ہو اس کی کچھ اصلیت بھی پیدا کرو ورنہ پھر خواہ مخواہ شرمندگی حاصل ہوگی تو دیکھو کہیں ایسا مت کرنا کہ پھر شرمندگی ہو آگے فرعون کا قصہ بیان فرماتے ہیں اور اس کو اس شغال مدعی سے تشبیہ دیتے ہیں۔

فرعون کا دعویٰ خدائی کرنا اور اس کو اس گیدڑ سے تشبیہ دینا کہ جس نے طاؤسی دعویٰ دوسرے گیدڑوں کے سامنے کیا تھا

ہمچو فرعون مرصع کردہ ریش	برتراز موسیٰ پریدہ از خریش
فرعون کی طرح جس نے داڑھی کو جڑاؤ کرا کر	اپنے گدھے پن (حضرت) موسیٰ سے بلند پروازی کی

یعنی مثل فرعون کے کہ اس نے ڈاڑھی مرصع کررکھی تھی اور اپنے گدھے پن کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام سے بڑھتا تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

او ہم از نسل شغال مادہ زاد	در خم مالے و جاہے اوفتاد
وہ بھی گیدڑ ہی کی نسل سے پیدا ہوا تھا	مال اور مرتبہ کے خم میں گر گیا تھا

یعنی وہ بھی اسی گیدڑ کی نسل سے تھا اور مال وجاہ کے مٹکے میں پڑا ہوا تھا۔

ہر کہ دید آن ومال وجاہش سجدہ کرد	سجدۂ افسوسیان را او بخورد
جس نے اس کا مال اور مرتبہ دیکھا اس نے اس کو سجدہ کیا	مذاق کرنے والوں کے سجدے وہ نگل گیا

یعنی جو کوئی اس کا جاہ ومال دیکھتا تھا سجدہ کرتا تھا اور وہ ان خوشامدیوں کا سجدہ قبول کرتا تھا۔

گشت مستک آن گدائے ژندہ دلق	از سجود و از تحیرہائے خلق
وہ بھی گدڑی والا فقیر مست ہو گیا	لوگوں کے سجدوں اور حیرانیوں سے

یعنی وہ پرانی گدڑی والا فقیر مخلوق کی تحیر اور سجود سے مست ہو گیا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

مال مار آمد کہ دروے زہرہاست	وان قبول وسجدۂ خلق اژدہاست
مال سانپ ہے جس میں بہت سے زہر ہیں	لوگوں میں مقبولیت اور (ان کا) سجدہ کرنا اژدھا ہے

یعنی مال سانپ ہے کہ اس کے اندر بہت سے زہر ہیں اور وہ مخلوق کا قبول کرنا اور سجدہ اژدہا ہے اول مصرعہ میں مال اور دوسرے میں جاہ کی مذمت ہے اور مال کی خرابی جاہ سے کم ہے یہ جاہ بڑی قاتل ہے اس کا مارا پانی بھی نہیں مانگتا آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہائے اے فرعون ناموسی مکن	تو شغالی ہیچ طاؤسی مکن
افسوس اے فرعون! معزز نہ بن	تو گیدڑ ہے مور پنا نہ جتا

یعنی ہائے ارے فرعون نخوت مت کر اور تو تو شغال ہے تو طاؤسی مت کر یعنی جو کمالات کہ تمہارے اندر نہ ہوں ان کو ظاہر مت کرو اور ان کا دعویٰ مت کرو اس لئے کہ

سوئے طاؤساں اگر پیدا شوی	عاجزی از جلوۂ و رسوا شوی
اگر تو موروں کے سامنے آئے گا	جلوہ دکھانے سے عاجز اور رسوا ہو جائے گا

یعنی طاؤسوں کی طرف اگر تو ظاہر ہوگا تو تو جلوہ سے تو عاجز ہے تو رسوا ہی ہوگا یعنی جب کاملین کی برابری کا دعویٰ ہوگا اور وہ کمالات حاصل نہ ہوں گے تو امتحان کے وقت رسوا ہو گے اس سے بہتر ہے کہ پہلے ہی سے بچتے رہو۔

موسیٰ وہارون چو طاؤسان بدند	پر جلوہ برسر و رویت زدند
حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ چونکہ مور تھے	انہوں نے جلوے کا پر تیرے سر اور منہ پر مار دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی موسیٰ اور ہارون طاؤس کی طرح تھے تو انہوں نے پر جلوہ کو تیرے سر اور منہ پر مارا تو یہ ہوا کہ۔

زشتیت پیدا شد و رسوائیت	سرنگوں افتادی از بالائیت
تیرا بھدا پن اور رسوائی واضح ہوگئی	تو اپنی بلندی سے اوندھا گرا

یعنی تیری زشتی ظاہر ہوگئی اور تیری رسوائی اور تو اس بلندی سے سرنگوں ہو کر گر پڑا۔

چوں محک دیدی سیہ گشتی چو قلب	نقش شیرے رفت پیدا گشت کلب
جب تو نے کسوٹی دیکھی کھوٹے سکے کی طرح سیاہ پڑ گیا	تیرے شیر ہونے کی صورت چلی گئی اور کتا ظاہر ہوا

یعنی جب تو نے کسوٹی دیکھی تو کھوٹے کی طرح سیہ ہوگیا اور تیرا نقش شیری جاتا رہا اور کتا ظاہر ہوگیا مطلب یہ کہ جن کمالات کو کہ تو ظاہر کرتا تھا وہ سارے زائل ہوگئے اور اصل حقیقت جو تھی وہ نکل آئی۔

اے سگ گرگین زشت از حرص و جوش	پوستین شیر را برخود مپوش
اے بھدے گرگ نما کتے حرص اور جوش میں	شیر کی کھال اپنے اوپر نہ پہن

یعنی ارے خارشی برے کتے حرص و جوش سے تو شیر کی پوستین اپنے اوپر مت پہن اس لئے کہ

غرهٔ شیرت بخواہد امتحان	نقش شیر و آنگہ اخلاق سگان
شیر کی گرج تیرا امتحان لے لے گی	شیر کی صورت اور پھر کتوں کے اخلاق

یعنی تیرا غرہ اشیر تو مقتضی امتحان کو ہے اور نقش تو شیر جیسے اور اخلاق کتوں جیسے ہیں تو پھر رسوائی نہ ہو تو اور کیا ہو اور فرماتے ہیں کہ۔

اے شغال بے جمال و بے ہنر	ہیچ برخود ظن طاؤسی مبر
اے بدصورت بے ہنر گیدڑ	اپنے اوپر مور ہونے کا گمان ہرگز نہ کر

یعنی اے بے جمال اور بے ہنر گیدڑ اپنے اوپر کسی قسم کا گمان طاؤسی مت کر۔

زانکہ طاؤسان کنندت امتحان	خوار و بے رونق بمانی در جہان
کیونکہ مور تجھے آزمائیں گے	تو درمیان میں ذلیل اور بے آبرو رہ جائے گا

یعنی اس لئے کہ طاؤس تیرا امتحان کریں گے تو تو خوار بے رونق درمیان میں رہ جائے گا یہاں بظاہر خطاب شغال وغیرہ کو ہے مگر مقصود وہ لوگ ہیں جو دعوے کاذب کیا کرتے ہیں اور مقصود یہ بیان کرتا ہے کہ میاں ذرا شیخی مت کرو کہ اگر کاملین تمہارا امتحان لینے لگے تو اس وقت فضول شرمندہ ہونا پڑے گا آگے آیت ولتعرفنهم فی لحن القول کی تفسیر کرتے ہیں اور اس سے مقصود یہ ہے کہ جو شخص کہ دعویٰ کاذب کرتا ہے اس کے لب ولہجہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

معلوم ہوتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے اب سنو فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: ضمنی مضمون سے فارغ ہو کر پھر قصہ شغال کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب اس گیدڑ نے آگے بڑھ کر اعتراض کیا تو اس رنگین گیدڑ نے چپکے سے اس کے کان پر منہ رکھ کر کہا کہ تو مجھے اور میرے رنگ کو دیکھ کر بتا کہ کسی بت پرست کے پاس ایسا خوبصورت بت ہے دیکھ تو سہی میں باغ کی طرح صد رنگ اور پسندیدہ و مرغوب ہو گیا ہوں تو مجھ سے سرکشی مت کر اور مجھے سجدہ کر تو میری شان و شوکت میری چمک دمک اور میرے رنگ کو دیکھ اور مجھے دنیا اور رکن دین کہہ میں عنایت حق سبحانہ کا مظہر ہوں اور اس کی کبریائی و عظمت وجلال کی شرح کی تختی ہوں کہ مجھ سے اس کی عظمت اس کا جلال ظاہر ہوتا ہے ارے گیدڑ دو دیکھو مجھے گیدڑ نہ کہنا بھلا کہیں گیدڑ میں بھی یہ خوبصورتی ہوتی ہے یہ تقریر سن کر سب گیدڑ اس کے چاروں طرف یوں جمع ہو گئے جیسے شمع کے گرد پروانہ اور سب نے کہا کہ اچھا جناب ہم آپ کو کیا کہا کریں اس نے کہا "طاؤس نر چون مشتری" اس پر انہوں نے کہا کہ طاؤسان عالم جان یعنی اہل اللہ گلشن عالم میں اپنے عجیب وغریب جلوے دکھلاتے ہیں تو ایسے جلوے دکھا سکتا ہے اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ واقعی بات ہے یہ بے چارہ جنگل تک تو گیا نہیں منا کی حالت کیا بیان کر سکتا ہے یعنی اس کو تو عالم جان کی ہوا بھی نہیں لگی پھر اہل اللہ کے سے جلوے کیا دکھا سکتا ہے اس کے بعد کہا اچھا ان طاؤسوں کی بولی بول سکتا ہے اور حقائق و معارف بیان کر سکتا ہے کہا نہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ تو بس جناب آپ احمق ہیں اور طاؤس نہیں ہو سکتے واقعی بات یہ ہے کہ خلعت طاؤسی آسمان کی طرف سے ملتی ہے یعنی جس کو حق سبحانہ مقرب بنائیں وہی مقرب ہو سکتا ہے اور تیرے رنگین دعوؤں سے یہ دولت حاصل نہیں ہو سکتی محض مدعی تقرب حق کی ایسی مثال ہے جیسے فرعون نے اپنی ڈاڑھی میں موتی پرو لئے تھے اور اپنے گدھے پن سے اپنے کو موسیٰ علیہ السلام سے بالاتر سمجھتا تھا بات یہ تھی کہ وہ بھی کسی گیدڑ ہی کی اولاد سے تھا اور مال و دولت کے مٹکے میں گر کر اپنی حقیقت کو بھول گیا تھا۔ پس جس نے اس جاہ و مال پر نظر کی اس نے اس کو سجدہ کیا اور ایسے ہی احمق لوگوں کا مسجود اسے کہا گیا کیونکہ وہ دولت ابدی سے محروم مخلوق کے سجدوں اور ان کی تعظیموں سے مغرور ہو گیا اور یہ بنا ہوئی اس کی تباہی کی واقعی بات یہ ہے کہ مال تو ایک سانپ ہے جو اپنے اندر سینکڑوں زہر رکھتا ہے لیکن جاہ اور بھی آفت ہے کہ یہ اژدہا ہے یہ مال سے بھی زیادہ تباہ کن ہے دیکھ اے فرعون معزز مت بن اور اپنی حقیقت کو مت بھول۔ تو گیدڑ ہے طاؤس مت بن اگر تو اصلی طاؤسوں کے سامنے آئے گا اور اہل اللہ سے تیرا مقابلہ ہو گا تو تو ان کی سی پھبن نہ دکھا سکے گا اور ذلیل ہو گا۔ دیکھ لے حضرت موسے اور حضرت ہارون حضرت حق کے اصلی طاؤس تھے انہوں نے تجھے اپنا جلوہ دکھایا اور تو ان کا مقابلہ نہ کر سکا لہذا تیرا قبح اصلی ظاہر ہو گیا اور تو رسوا ہو گیا اور

www.besturdubooks.wordpress.com

بلندی سے پستی میں سر کے بل گر گیا جب تو کسوٹی پر کسا گیا تو کھوٹے سونے کی طرح تیری سیاہی ظاہر ہوگئی اور وہ شیرانہ صورت جاتی رہی اور اندر سے کتا نکل آیا۔ پس اے خارشی کتے اور اے مدعی کاذب تو حرص اور جوش طمع سے شیر کی کھال پہن کر شیر ہونے کا دعویٰ مت کر اور اہل اللہ کی صورت بنا کر ولایت کا مدعی نہ بن امتحان چاہتا ہے کہ تیرے اندر شیر کی غرض ہو یعنی اہل اللہ کے اوصاف ہوں حالانکہ تجھ میں یہ نہیں بلکہ صورت تو شیر کی ہے اور اخلاق کتوں کے یعنی ظاہر تو تیرا اہل اللہ کا سا ہے اور باطن سگان دنیا کا سا پھر تجھے شیر حق اور ولی کون مان لے گا دیکھ او بدصورت اور بدسیرت گیدڑ اور او مدعی کاذب خبردار اپنے کو طاؤس اور ولی اللہ نہ سمجھ بیٹھنا اس لئے کہ اصلی طاؤس یعنی اہل اللہ تجھے آزمائیں گے اور تو دنیا میں ذلیل اور بے آبرو ہوگا۔

شرح شبّیری

آیت ولتعرفنهم فی لحن القول کی تفسیر جو کہ منافقوں کے بارہ میں ہے

گفت یزداں مر نبی را در مشاق	یک نشان سہل تر ز اہل نفاق
نبیؐ کو اللہ (تعالیٰ) نے قرآن کے سیاق میں بتا دی	منافقوں کی ایک آسان پہچان

یعنی حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بہت سہل نشانی اہل نفاق کی یہ بتائی ہے کہ۔

گر منافق زفت باشد نغز وہول	در شناسی مرد را در لحن وقول
خواہ منافق موٹا خوبصورت اور بارعب ہو	تم اس کو بات کے لہجے سے پہچان لوگے

یعنی اگرچہ منافق بہت ڈیل اور خوب موٹا ہے (مگر) آپ اس کی بات کے لہجہ سے معلوم کرلیں گے (کہ یہ منافق ہے) اس لئے کہ خلوص اور مکر تو بات کے لہجہ سے معلوم ہو جاتا ہے آگے اس آواز سے معلوم کرلینے کی ایک بڑے غضب کی مثال دیتے ہیں کہ

چوں سفالیں کوزہا را می خری	امتحانے میکنی اے مشتری
جب تو مٹی کے پیالے خریدتا ہے	اے خریدار! تو امتحان کر لیتا ہے

یعنی جب مٹی کے برتن خریدتے ہو تو اے خریدار تم اس کا امتحان (اس طرح) کیا کرتے ہو کہ۔

میزنی دستے بران کوزہ چرا	تا شناسی از طنیں اشکستہ را
تو اس کوزے پر ہاتھ کیوں مارتا ہے؟	تاکہ تو آواز سے ٹوٹے ہوئے کو پہچان لے

یعنی تم اس برتن پر ہاتھ مارتے ہو کیونکہ آواز سے ٹوٹے ہوئے کو پہچان لو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بانگ اشکستہ دگرگوں می شود	بانگ چاوش است پیشش می رود
ٹوٹے ہوئے کی آواز دوسری طرح کی ہوتی ہے	آواز نقیب ہے جو آگے آگے چلتا ہے

یعنی ٹوٹے ہوئے کی آواز ہی اور طرح کی ہوتی ہے اور آواز ایک نقیب ہے کہ جو اس کے آگے جا رہا ہے (اور پکار رہا ہے کہ بچ جاؤ یہ شخص فلاں آتا ہے تو اس کی برائی بھلائی معلوم ہو جاتی ہے)

بانگ می آید کہ تعریفش کند	ہمچو مصدر فعل تصریفش کند
آواز آتی ہے تاکہ اس کی پہچان کر دے	جیسا کہ مصدر ہے فعل اس میں تغیر کر دیتا ہے

یعنی آواز آتی ہے تاکہ اس کی تعریف کر دے مثل مصدر کے کہ فعل اس کی تعریف کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ آواز سے اس کی حالت معلوم ہو جاتی ہے جیسے کہ یہ مصدر کہ اصل ہے اشتقاق میں اور مبدا وہی ہے مگر فعل جو کہ تابع ہے اس کی تعریف کرتا ہے مصدر اعلال میں اس کے تابع ہوتا ہے تو دیکھو باوجودیکہ وہ تابع ہے مگر اعلال میں اس کا معرف ہے اسی طرح اگرچہ آواز تابع ہے مگر اس کی حالت کے بیان کے لئے اسی کی ضرورت ہے اور یہ آواز ہی اس کی حالت کو بیان کرتی ہے تو جس طرح کہ اس کی آواز سے اس کی حالت معلوم ہو جاتی ہے اسی طرح منافقین اور غیر مخلصین اور مدعیین کی باتوں سے ان کے قلب کی حالت روشن ہو جاتی ہے اور سارا مکر ظاہر ہو جاتا ہے اور رسوا ہوتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اوپر مدعی کاذب سے کہا تھا کہ دیکھو جھوٹے دعوے مت کر اہل اللہ تیرا امتحان کریں گے اور تو رسوا ہوگا اب مدعیان کاذب کے امتحان کا ایک واقعہ اور امتحان کا ایک طریق بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو منافق لوگ مسلمانی کے جھوٹے دعوے کرتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا امتحان کیا اور حق سبحانہ نے ان کے امتحان کا ایک قاعدہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم فرمایا وہ یہ کہ ان کی باتوں میں اخلاص نہ ہوگا اور کبھی کبھی ایسی باتیں بھی ان کی زبان سے نکل جائیں گی جو ان کے دعوے کے منافی ہوں گی کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں۔ **ولتعرفنهم في لحن القول** یعنی اگر منافق بڑے سے بڑا اور شیریں کلام اور باہیبت ورعب بھی ہوگا تب بھی تم اس کو لب ولہجہ اور گفتار سے معلوم کر لوگے کیونکہ اس کی باتیں دل نشیں نہ ہوں گی اور کبھی ایسی باتیں بھی زبان سے نکل جائیں گی جو اس کے دعوے کے خلاف ہوں گی جیسے **لئن رجعنا الى المدينة ليخرجن الاعز منها الاذل** وغیرہ جب یہ معلوم ہو گیا کہ اہل اللہ امتحان کرتے ہیں اور ان کے امتحان کے لئے بہت طریقے ہیں منجملہ ان کے ایک آواز بھی ہے تو اب سمجھو کہ اس امتحان کی

ضرورت ہے اور آواز سے امتحان ہو سکتا ہے دیکھو جب تم مٹی کے برتن خریدتے ہو تو پہلے ان کا امتحان کرتے ہو اور امتحان کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اس برتن پر ہاتھ مارتے ہو کیوں محض اس لئے کہ آواز سے ٹوٹے ہوئے کو پہچان لو پس جبکہ مٹی کے برتن کے لئے امتحان کی ضرورت ہے تو اتنا بڑا دعویٰ کرنے والے لے لئے امتحان کی ضرورت نہ ہوگی اور جب مٹی کا ٹوٹا ہوا برتن آواز سے پہچانا جا سکتا ہے تو فاسد القلب لوگ آواز سے کیوں نہیں پہچانے جا سکتے ضرور پہچانے جا سکتے ہیں یاد رکھو کہ جس طرح ٹوٹے ہوئے برتن کی آواز اور ہی قسم کی ہوتی ہے یوں ہی فاسد القلب لوگوں کی گفتار بھی دوسری ہی قسم کی ہوتی ہے جو اہل اللہ کی آواز سے نہیں ملتی۔ آواز بمنزلہ شاہی چوبدار کے ہے جو آگے آگے چلتا ہے پس جس طرح چوبدار بادشاہ کی آمد کو ظاہر کرتا ہے جو ہنوز معلوم نہیں ہوتے یوں ہی آواز اہل اللہ ان کے قلب میں شہنشاہ حقیقی کی اس آمد کو ظاہر کرتی ہے جو اس کی شان کے مناسب ہے اور جس طرح فعل باوجود مصدر سے نکلنے کے اور اس کی حالت یعنی قابل تغیر و اصلاح ہونے کے ظاہر کرتا ہے یوں ہی لوگوں کی آواز باوجود اس کے ان سے صادر ہونے کے ان کی لائق تغیر حالت باطنی کو ظاہر کرتی ہے۔

شرح شبّیری

چوں حدیث امتحان روئے نمود	یادم آمد قصۂ ہاروت زود
جب امتحان کی بات سامنے آئی	مجھے فوراً ہاروت کا قصہ یاد آ گیا

یعنی جب امتحان کی بات آ گئی تو مجھے قصہ ہاروت و ماروت کا یاد آ گیا مولانا نے کچھ قصہ ہاروت و ماروت بناء المشہور دفتر اول کے اخیر میں بیان کیا ہے جو کہ کلید مثنوی دفتر اول سطر ثانی میں مذکور ہے یہاں اس کی طرف اشارہ ہے کہ اب چونکہ بہت دور سے امتحان کا ذکر آ رہا ہے اور ہاروت و ماروت کا بھی امتحان ہوا تھا اس لئے یہاں ان کا قصہ بھی یاد آ گیا آگے خود اس پہلے مذکور کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ

پیش ازیں زان گفتہ بودم اندکے	خود چہ گویم از ہزار انش یکے
اس سے پہلے میں نے تھوڑا سا کہہ دیا تھا	میں کیا کہوں؟ اس کے ہزاروں میں سے ایک

یعنی اس سے پہلے میں نے اس میں سے کچھ بیان کیا ہے اور خود کیا کہوں ہزار میں سے ایک مطلب یہ کہ اس کے اندر جو حقائق ہیں ان میں سے جو بیان کروں گا اور کہے ہیں وہ ایسے ہیں جیسے کہ ہزار میں سے ایک چیز بیان کی جاوے یعنی بہت تھوڑا سا بیان کیا جا سکتا ہے۔

خواستم گفتن دران تحقیقہا	تاکنوں و اماندم از تعویقہا
میں اس میں کچھ تحقیق بیان کرنا چاہتا تھا	(لیکن) رکاوٹوں کی وجہ سے اب تک رکا رہا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں نے اس کے اندر کچھ تحقیقات بیان کرنا چاہے تھے مگر اب تعویقات کی وجہ سے عاجز رہا۔

جملۂ دیگر ز بسیارش قلیل	گفتہ آید شرح یک عضوے زپیل
اس کے بہت سے میں سے کچھ تھوڑا سا دوسرا جملہ	کہہ دیا جو ہاتھی کے ایک عضو کی شرح ہو گی

یعنی اب دوسری مرتبہ اس میں سے تھوڑا سا بیان کیا جاتا ہے جیسے کہ ہاتھی میں سے ایک عضو مطلب یہ کہ جیسے سارے ہاتھی کی نسبت اس کا ایک عضو بہت ہی قلیل ہوتا ہے اسی طرح ان تحقیقات میں سے اب بھی تھوڑے ہی سے بیان ہو سکتی ہے۔

گوش کن ہاروت را ماروت را	اے غلام و چاکران ماروت را
سن لے ہاروت اور ماروت کے بارے میں	اے وہ کہ ہم تیرے چہرے کے غلام اور خادم ہیں

یعنی قصۂ ہاروت و ماروت کو سن اے وہ شخص کہ ہم تیرے منہ کے غلام اور نوکر ہیں دوسرا مصرعہ ایسا ہے جیسے کہ ہماری زبان میں بولتے ہیں کہ میں تیرے مکھڑے کے قربان ذرا یہ بات سن لے تو مولانا بھی غایت شفقت سے اسی طرح فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

گوش دل را یک نفس ایں سو بدار	تا بگویم باتو از اسرار یار
تھوڑی دیر کے لئے کان کو اس طرف متوجہ کر	تاکہ میں تجھ سے دوست کے کچھ راز بیان کروں

یعنی گوش دل کو ایک ذرا ادھر کر تاکہ میں تجھ سے اسرار یار میں سے کچھ بیان کروں یار سے مراد حق تعالیٰ مراد یہ کہ ذرا گوش دل سے سنو تو ہم تم سے اسرار حق بیان کریں۔ آگے ان کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

قصہ ہاروت اور ماروت کا اور حق تعالیٰ کے امتحان پر ان کی دلیری

مست بودند از تماشائے الٰہ	وز عجائبہائے استدراج شاہ
وہ اللہ کے دیدار سے مست تھے	اور شاہ (اللہ) کے عجائب کی ڈھیل سے

یعنی وہ لوگ تماشائے حق میں مست تھے اور حق تعالیٰ کی عجیب عجیب استدراجوں سے تماشائے حق سے مراد تجلیات مطلب یہ کہ وہ دونوں تجلیات میں اس قدر مست ہو رہے تھے کہ ان کو دوسری طرف التفات ہی نہ تھا اور ان کو کبھی وہم بھی نہ ہوتا تھا کہ ہم مردود بھی ہونگے اور ان کو اس استدراج کی خبر نہ تھی کہ ان کو اس قرب میں استدراج ہے کہ وہ مست ہو رہے ہیں حالانکہ یہی ان کے لئے مہلک تھا۔

ایں چنیں مستی است استدراج حق	تاچہ مستیہا و بد معراج حق
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے ڈھیل میں ایسی مستی ہوتی ہے	تو اللہ (تعالیٰ) کی جانب عروج کی مستیاں دیتا ہوگا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی استدراج حق میں ایسی مستی ہے تو معراج حق تو کیا کچھ مستی دے گی مطلب یہ کہ دیکھو کہ جب استدراج میں کہ اس میں قرب اصلی ہوتا بھی نہیں ایسی مستی ہے کہ دوسری طرف التفات ہی نہیں ہے تو پھر جب معراج اور قرب ہوگا اس وقت تو دیکھو کیسی کچھ مستی ہوگی۔

خوان انعامش چہا واند کشود	دانہ دامش چنیں مستی نمود
اس کے انعام کا خوان کس قدر (مستیاں) پیدا کرتا جاتا ہوگا	اس کے جال کے دانہ نے ایسی مستی دکھائی

یعنی ان کے دانہ دام نے ایسی مستی دکھائی تو اس کا خوان انعام تو کیا کچھ کھولنا چاہیے کا مطلب یہ کہ دیکھو ان کا امتحان ہوا تھا تو اس قدر مست ہوئے کہ ان کو دوسری طرف کی خبر بھی نہ رہی تو بھلا جس کو قرب حق اصل میں حاصل ہوا اس کو تو کیا کچھ مستی حاصل ہوگی غرضکہ ان کی یہ حالت تھی کہ۔

ہائے و ہوئے عاشقانہ میزدند	مست بودند و رہیدہ از کمند
عاشقوں کی طرح ہائے ہو (کے نعرے) لگاتے تھے	وہ مست تھے اور پھندے سے آزاد تھے

یعنی مست تھے اور کمند سے چھوٹے ہوئے تھے اور عاشقوں جیسی ہائے ہوئے کرتے تھے مطلب یہ کہ چونکہ کبھی کمند میں پھنسے نہ تھے اس لئے مست تھے اور چھوٹے پھر رہے تھے اور عاشق بنتے تھے۔

صرصرش چوں کاہ کہ رامے ربود	یک کمیں و امتحان در راہ بود
جس کی آندھی پہاڑ کو تنکے کی طرح لے اڑی	ایک گھات اور امتحان راستہ میں تھا

یعنی ایک کھائی اور امتحان راہ میں تھا اور اس کی ہوا کوہ کو کاہ کی طرح لے جاتی تھی مطلب یہ کہ وہ مست تھے حالانکہ ان کی راہ میں اور اس سلوک میں امتحان بھی تھا اور ایسا امتحان کہ اس کی باد تند بڑے بڑے مضبوطوں کو ہلا دے بس ان کو اس کی خبر نہ تھی اور وہ اسی حالت مشاہدہ میں مغرور اور مست ہو رہے تھے۔

کے بود سرمست را زینہا خبر	امتحان میکرد شان زیر و زبر
مست کو اس کی کب خبر ہوتی ہے؟	امتحان ان کو الٹ پلٹ کر رہا تھا

یعنی حق ان کا امتحان زیر و زبر کر رہے تھے اور سرمست کو اس کی کب خبر ہوتی ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے تو ان کو استدراج میں مبتلا کر رکھا تھا اور ان کو اس کی خاک بھی خبر نہ تھی یہاں ایک ذرا سا اشکال یہ ہوتا ہے کہ محققین نے کہا ہے کہ ملائکہ کے اندر شہوت نہیں ہوتی اس لئے کہ ان کے اندر نفس نہیں ہوتا اور مولانا ان کو مست کہہ رہے ہیں تو یہاں مست سے کیا مراد ہوگا تو بات یہ ہے کہ مستی دو قسم کی ہوتی ہے ایک مستی عقلی اور ایک شہوانی مثلاً ایک مستی اور سرور انسان کو اس وقت ہوتا ہے جبکہ اس کو کوئی نئی بات معلوم ہو یا کوئی خوشی ہو یا کوئی خیال سرور پہنچتہ جم جاوے اور ایک شہوانی ہوتی ہے تو ملائکہ میں وہ مستی شہوانی تو نہ تھی ہاں یہ مستی عقلی ضرور تھی کہ وہ اس خیال میں مگن

www.besturdubooks.wordpress.com

تھے کہ ہم مقرب حق ہیں بس اسی مستی کو مولانا بھی فرمارہے ہیں اور یہ ان کی ملکیت کی بھی منافی نہیں ہے آگے فرماتے ہیں کہ اس سرمست کی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

خندق ومیدان بہ پیش او یکسیت	چاہ وخندق پیش اوخوش مسلکے است
خندق اور میدان اس کے سامنے یکساں ہیں	کنواں اور خندق اس کے سامنے اچھا راستہ ہیں

یعنی خندق اور میدان اس کے آگے سب ایک ہوتے ہیں اور کنواں اور خندق اس کے آگے عمدہ راستہ ہیں مطلب یہ کہ وہ اس قدر مست ہوتا ہے کہ اس کو مضرات ومہلکات نافع اور خوش معلوم ہوتے ہیں آگے بزکوہی کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو جس طرح وہ مست ہوکر قعر کوہ کو میدان سمجھتا ہے اسی طرح جو مست ہوتے ہیں وہ بھی مہلکات کو نافع خیال کرتے ہیں اور اس طرف التفات نہیں کرتے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: جبکہ امتحان کی یہاں تک نوبت پہنچی تو اس پر مجھے قصہ ہاروت و ماروت یاد آ گیا اس سے پیشتر بھی میں نے دفتر اول میں اس کو کسی قدر بیان کیا ہے اور اب بھی پورا تو کیا بیان کرسکتا ہوں ہزاروں حصوں میں سے ایک حصہ بیان کروں گا میرا ارادہ تھا کہ اس میں تحقیقات عجیبہ بیان کروں لیکن موانع کے سبب محذور رہا اب تم کو تھوڑی دیر کے واسطے اس طرف متوجہ ہونا چاہئے تاکہ میں تجھ سے حق سبحانہ کے کچھ بھید ظاہر کروں دوسری بار بھی میں بہت نہ بیان کروں گا بلکہ بہت تھوڑا سا بیان کروں گا اور گویا کہ ہاتھی کے ایک ذرا سے جزو کی تشریح کروں گا اچھا اب تم قصہ ہاروت و ماروت سنو وہ بظاہر تماشائے حق سبحانہ اور فی الحقیقت اس کے عجائبات استدراج کے سبب مست تھے اور اس بظاہر مشاہدہ جمال حق اور بباطن استدراج حق نے ان کو اس درجہ بے خود کر رکھا تھا کہ نفع وضرر میں امتیاز نہ کر سکتے تھے حتیٰ کہ حق سبحانہ کے معراج میں دعوے عظمت کر بیٹھے اور یہ نہ سمجھ سکے کہ اس کا انجام کیا ہوگا (یادرکھو کہ یہ وہ مستی نفسانی نہیں ہے جس کی فرشتوں سے کلام اہل فن میں نفی کی گئی ہے بلکہ یہ قوی مدرکہ کا ایک خاص امر میں انہماک اور ماسوی کی طرف عدم التفات ہے اور اسی کی فرشتوں سے نفی کی کوئی وجہ نہیں) اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ جب استدراج حق سے اس قسم کی مستی اور انہماک حاصل ہوسکتا ہے تو قرب حق میں کیا کچھ مستی نہ ہوگی اور جب جال میں ڈالے ہوئے ایک دانہ نے ایسا مست کردیا تو اس کا خوان انعام کیا کچھ مستیوں کے دروازے اس پر نہ کھولے گا غرض کہ وہ مست اور اب تک کمند امتحان سے آزاد تھے اور عاشقوں کی طرح ہاؤ ہو کرتے تھے یعنی محبت الٰہی کا دم بھرتے تھے لیکن راہ تقرب حق میں ایک سخت مہلکہ اور امتحان تھا جو اس قدر قوی تھا کہ اس کی آندھی تنکے کی طرح پہاڑ کو اڑائے دیتی تھی اور بڑے بڑے ارباب استقلال کے

www.besturdubooks.wordpress.com

حوصلے اس سے ٹکرانے اور اس کا مقابلہ کرنے سے پست ہوتے تھے اور وہ امتحان ان کو تہ و بالا کر رہا تھا لیکن وہ تو مست تھے ان کو کیا تنبہ ہوتا مست کی تو حالت یہ ہوتی ہے کہ خندق اور میدان دونوں اس کی نظر میں یکساں معلوم ہوتے ہیں اور اس کو تو کنواں اور خندق بھی عمدہ شاہراہ معلوم ہوتے ہیں چنانچہ مندرجہ ذیل واقعہ سے اس کی تصدیق ہوگی۔

شرح شبّیری

بز کوہی کے بکری کو دیکھ کر مستی اور اسکا ایک پہاڑ سے دوسرے پر کودنا

آں بز کوہی بران کوہ بلند	بر دوداز بہر خوردے بے گزند
پہاڑی بکرا بلند پہاڑ پر	خوراک کے لئے بے مشقت دوڑتا ہے

یعنی وہ بز کوہی اس بلند پہاڑ پر غذا کے لئے بے خوف خطر دوڑتا ہے۔

تا علف چیند بہ بیند ناگہاں	بازیٔ دیگر ز حکم آسمان
تاکہ گھاس چگے (لیکن) وہ اچانک دیکھتا ہے	آسمان کے حکم سے ایک دوسرا کھیل

یعنی (وہ دوڑتا ہے) تا کہ گھاس چرے تو ناگہاں حکم آسمانی کی وجہ سے ایک اور بازی دیکھتا ہے وہ یہ کہ۔

بر کہے دیگر براندازد نظر	مادہ بز بیند برآں کوہے دگر
دوسرے پہاڑ پر نظر ڈالتا ہے	اس دوسرے پہاڑ پر وہ بکری دیکھتا ہے

یعنی اس دوسرے پہاڑ پر نظر ڈالتا ہے تو اس دوسرے پہاڑ پر مادہ بز کو دیکھتا ہے (تو بس یہ حالت ہوتی ہے کہ)

چشم او تاریک گرد دور زماں	بر جہد سر مست زیں کہ تا بداں
فوراً اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا جاتا ہے	مست ہو کر اس پہاڑ سے اس پہاڑ پر کود پڑتا ہے

یعنی اس کی آنکھ تاریک ہو جاتی ہے اس وقت اور مست ہو کر اس پہاڑ سے دوسرے پر کودتا ہے

آنچناں نزدیک بنماید درا	کہ دویدن گرد بالوعہ سرا
وہ اس کو ایسا نزدیک نظر آتا ہے	یہاں تک کہ مستی کی وجہ سے اس کے دل میں کودنے کی خواہش ہوتی ہے

یعنی وہ پہاڑ اس کو ایسا نزدیک معلوم ہوتا ہے جیسے کہ گھر کے چوبچہ کے گرد دوڑنا مطلب یہ کہ جس طرح کہ اس کو پھلانگ جانا آسان ہوتا ہے اسی طرح وہ اس پہاڑ سے دوسرے پہاڑ پر کود کر پہنچ جانا آسان سمجھتا ہے۔

آن ہزاراں گز دو گز بنمایدش	تا ز مستی میل جستن آیدش
وہ ہزاروں گز (کا فاصلہ) اس کو دو گز نظر آتا ہے	جیسا کہ گھر کے چوبچے کے چاروں طرف دوڑنا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ ہزاروں گز اس کو دو گز دکھائی دیتا ہے یہاں تک کہ مستی سے کودنے کی رغبت اس کو ہوتی ہے۔

چونکہ بجہد در فتد اندر زمان	درمیان ہر دو کوہ بے امان
جب کودتا ہے فورا گر جاتا ہے	دونوں بے پناہ پہاڑوں کے درمیان

یعنی جبکہ کودتا ہے تو ان دونوں بے اماں پہاڑوں کے درمیان میں گر پڑتا ہے۔

او ز صیادان بہ کہ بگریختہ	خود پناہش خون او را ریختہ
وہ شکاریوں سے پہاڑ پر بھاگا تھا	پناہ نے ہی اس کا خون بہا دیا

یعنی وہ صیادوں سے پہاڑ میں بھاگا تھا اور خود اس کی پناہ نے اس کا خون گرایا مطلب یہ کہ اگر میدان میں رہتا اور پہاڑ پر نہ جاتا تو کیوں وہاں سے گر کر مرتا بلکہ اگر وہاں کودتا بھی مرتا تو نہ۔

شستہ صیادان میان آن دو کوہ	انتظار آن قضائے باشکوہ
ان دونوں پہاڑوں کے درمیان شکاری بیٹھے تھے	اس پرشکوہ قضا کے انتظار میں

یعنی ان دونوں پہاڑوں کے درمیان میں صیادان قضائے باشکوہ کے انتظار میں بیٹھے ہوتے ہیں بس وہ شکار کر لیتے ہیں مولانا فرماتے ہیں۔

باشد اغلب صید ایں بز ہم چنیں	ورنہ چالاکست و چست و خصم ویں
بکرے کا شکار عموماً ایسے ہی ہو جاتا ہے	ورنہ چالاک اور چست ہے اور دشمن کو دیکھ لینے والا ہے

یعنی اکثر اوقات اس بکرے کا شکار اس طرح ہوتا ہے ورنہ یہ تو بڑا چالاک و چست اور دشمن کا دیکھنے والا ہے۔

رستم از چہ باسر و سبلت بود	دام پاگیرش یقین شہوت بود
رستم خواہ مع سر اور مونچھوں کے ہو	یقیناً شہوت اس کے پاؤں کا جال ہوتی ہے

یعنی رستم اگر چہ بڑی مونچھ اور سر والا ہو مگر یقیناً اس کی پا گیر شہوت ہوتی ہے یعنی خواہ کتنا ہی قوی کیوں نہ ہو مگر شہوت کے آگے وہ بھی مغلوب ہو جاتا ہے تو بس اسی طرح ایک قسم کی مستی ہاروت ماروت کو تھی وہ بھی اسی وجہ سے پھنس گئے اور پھر جو گت بنی وہ ظاہر ہے اور مولانا اس قصہ کو بناء علی المشہور لکھ رہے ہیں کہ اگر ایسا ہو تو یہ قصہ یوں ہے اور اگر یہ قصہ غلط ہو تو پھر مولانا کا بیان صرف تمثیل ہو جاوے گا غرضکہ اس وقت اس کی صحت وغیرہ سے بحث نہیں ہے صرف اس کے نتیجہ پر نظر ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہمچو من از مستی شہوت ببر	مستی شہوت بہ بیں اندر شتر
میری طرح شہوت کی مستی سے جدا ہو جا	شہوت کی مستی اونٹ میں دیکھ لے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میری طرح مستی شہوت سے الگ ہو جاؤ اور مستی شہوت کو شتر کے اندر دیکھو مطلب یہ کہ بطور غوث بالنعمۃ کے فرماتے ہیں کہ جس طرح ہم نے شہوت کو ترک کر دیا ہے اسی طرح تم بھی قطع کر دو اور دیکھو شتر میں جو شہوت ہوتی ہے تو اس وقت اس کی کیا بری گت بنتی ہے بس اسی کو اپنے اوپر قیاس کر لو۔

باز ایں مستی شہوت در جہاں	پیش مستی ملک داں مستہاں
پھر یہ دنیا میں شہوت کی مستی	فرشتے کی مستی کے ساتھ ہیچ سمجھ

یعنی پھر یہ مستی شہوت جہاں میں اس مستی ملک کے آگے ذلیل ہوگئی۔ اس لئے وہ مستی عقل اس مستی شہوت سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اس میں تو انسان کو کچھ دوسری طرف کی بھی خبر رہتی ہے مگر اس میں تو دوسری طرف التفات ہی نہیں ہوتا یہ اس سے بھی بڑھ کر ہوئی۔

مستی آں مستی ایں بشکند	او بہ شہوت التفاتے کے کند
اس کی مستی اس کی مستی کو فنا کر دیتی ہے	وہ شہوت کی طرف کب توجہ کرتا ہے؟

یعنی اس کی مستی اس کی مستی کو توڑ دیتی ہے اور وہ شہوت کی طرف التفات کب کرتا ہے مطلب یہ کہ مولانا اس مستی عقل کی جو کہ ملائکہ کو مشاہدۂ تجلیات سے ہوتی ہے رغبت دلا رہے ہیں کہ اس کو حاصل کرو تو اس سے یہ مستی شہوت زائل ہو جاوے گی اور رغبت اس لئے دے رہے ہیں کہ وہ فی نفسہ تو محمود ہی ہے اگرچہ ایک عارض کی وجہ سے ہاروت ماروت کو مضر ہوئی مگر فی نفسہ کوئی مضر نہیں ہے ورنہ تمام ملائکہ کو مضر ہوتی تو بس جبکہ وہ مضر بعارض ہے لہٰذا فی نفسہ وہ مطلوب ہوئی اور وہ عارض جو ہے وہ قابل اس کے ہوا کہ اس سے حق تعالیٰ کی درگاہ میں پناہ مانگے پس جبکہ حق تعالیٰ کی مدد ہوگی تو ان شاءاللہ پھر مضر نہ ہوگی آگے فرماتے ہیں کہ۔

آب شیریں تا نخوردی آب شور	خوش نماید چوں درون دیدہ نور
جب تک تو نے میٹھا پانی نہیں پیا ہے کھاری پانی	(ایسا) عمدہ لگتا ہے جیسا کہ آنکھوں میں روشنی

یعنی جب تک کہ تم نے آب شیریں نہیں پیا ہے اس وقت تک آب شور ہی ایسا اچھا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ آنکھ میں نور اچھا معلوم ہوتا ہے آب شیریں سے مراد مستی حق اور آب شور سے مراد مستی شہوت مطلب یہ کہ جب تک اس کی مستی کو دیکھا نہیں ہے اسی وقت تک تم کو یہ مستی دنیا بھلی معلوم ہو رہی ہے ورنہ جب اس کو چکھ لو گے تو پھر اس کی قدر بالکل جاتی رہے گی۔

قطرۂ از بادہ ہائے آسمان	برکند جان را زمے وز ساقیان
آسمانی شرابوں کا ایک قطرہ	جان کو (دنیا کی) شراب اور ساقیوں سے برگشتہ کر دیتا ہے

یعنی آسمانی شرابوں کا ایک قطرہ بھی جان کو (ان ظاہری) شراب اور ساقیوں سے الگ کر دیتا ہے پس جبکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس شراب کے ایک قطرہ میں یہ خاصیت ہے تو

تاچہ مستیہا بود املاک را	وزجلالت روحہائے پاک را
فرشتوں میں کس قدر مستیاں ہوتی ہیں	اور پاک روحوں میں بڑائی کی وجہ سے

یعنی کیا کچھ مستی فرشتوں کو ہوگی اور جلالت کی وجہ سے پاک ارواح کو کیا کچھ ہوگی۔ اس لئے کہ ان کی تو یہ حالت ہے کہ۔

کہ بپوئے دل دراں مے بستہ اند	خم بادہ ایں جہاں بشکستہ اند
کہ انہوں نے خوشبو کی وجہ سے دل اس شراب سے وابستہ کر دیا ہے	انہوں نے اس جہان کے خم توڑ ڈالے ہیں

یعنی کہ بو پر اس مے کی دل باندھے ہوئے ہیں اور اس جہان کی شراب کے مٹکے توڑ دیتے ہیں مطلب یہ کہ ان لوگوں کی یہ حالت ہے کہ انہوں نے اس جہاں کی مستیوں کو ترک کر دیا اور اسی مستی اصل کی طرف دل لگا رکھا ہے تو ان کو کیا کچھ مستی ہوگی آگے ان میں سے استثناء منقطع کے طور پر کچھ مستثنیٰ فرماتے ہیں کہ۔

جز مگر آنہا کہ نومیدند و دور	ہمچو کفار نہفتہ در قبور
سوائے ان کے جو مایوس اور دور ہیں	قبروں میں چھپے ہوئے کافروں کی طرح

یعنی مگر سوائے ان کے جو کہ ناامید اور دور ہیں جیسے کہ کفار جو کہ قبور میں پوشیدہ ہیں مطلب یہ کہ جیسے کہ وہ لوگ ہیں جو کہ کافر ہیں اور قبروں میں ہیں وہ اس مستی سے بالکل ناامید اور دور ہیں۔ اور ان کا تو ذکر ہی نہیں ہاں جو کہ مست ہیں ان کو سب کچھ حاصل ہے اور کفار کی تو یہ حالت ہے کہ۔

ناامید از ہر دو عالم گشتہ اند	خارہائے بے نہایت کشتہ اند
وہ دونوں جہانوں سے مایوس ہو گئے ہیں	انہوں نے لاانتہا کانٹے بوئے ہیں

یعنی وہ لوگ دونوں عالم سے ناامید ہو گئے ہیں اور ان لوگوں نے بے انتہا خار بوئے ہیں یعنی اعمال سیہ کئے ہیں لہٰذا ان کو وہ مستی حاصل نہیں ہو سکتی آگے پھر قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

ہاروت و ماروت کا بشریت کی تمنا کرنا اور حق تعالیٰ کی غیرت

پس زمستیہا بگفتند اے دریغ	بر زمین باران بدادیے چو میغ
مستیوں کی وجہ سے انہوں نے کہا' ہائے افسوس	ہم زمین پر ابر کی طرح (انصاف کی) بارش برسا دیتے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ مستیوں کی وجہ سے کہا کرتے تھے کہ کاش ہم زمین پر بارش (انصاف) بادل کی طرح برساتے مطلب یہ کہ وہ اس کی خواہش کیا کرتے تھے کہ ہم دنیا میں اگر ہوتے تو خوب انصاف کرتے اور بنی آدم کی طرح جور وظلم نہ کرتے اس تمنا کے ضمن میں وہ بنی آدم کو ذلیل بھی سمجھتے تھے ان کو ظالم اپنے کو منصف قرار دیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ

عدل و انصاف و عبادات و وفا	گستریدیمے دریں بیداد جا
عدل اور انصاف اور عبادات اور وفا	ہم اس ظلم کی جگہ میں پھیلا دیتے

یعنی اس بیداد کی جگہ میں ہم عدل اور انصاف اور عبادتوں اور وفا کو بچھاتے یعنی اگر ہم دنیا میں ہوتے تو یہ کام کرتے اور حق تعالیٰ کی خوب عبادت کرتے غرضکہ وہ اسی گھمنڈ میں تھے اور بنی آدم کو ذلیل اور ظالم کہا کرتے تھے۔

پیش پاتان دام ناپیدا بسے است	ایں بگفتند و قضا می گفت ایست
تمہارے پاؤں کے آگے بہت سے چھپے ہوئے جال ہیں	یہ انہوں نے کہا اور قضا کہہ رہی تھی ٹھہر جا!

یعنی وہ تو یہ کہا کرتے تھے اور قضا کہتی تھی کہ ذرا ٹھہرو تمہارے پاؤں کے آگے بہت سے پوشیدہ جال ہیں یعنی اس راہ میں بہت سے امتحانات ہیں جن سے کہ ابھی بے خبر ہو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہیں مرو کورا نہ اندر کربلا	ہیں مرو گستاخ در دشت بلا
خبردار! کربلا میں اندھوں کی طرح نہ جا	خبردار! مصیبت کے جنگل میں لاپرواہی سے نہ جا

یعنی ارے دشت بلا میں گستاخانہ مت چل اور کربلا میں اندھوں کی طرح مت چل۔ دشت بلا اور کربلا سے مراد امتحانات اور راہ سلوک ہے مطلب یہ کہ بے خوف اور گستاخ ہو کر اس راہ کو قطع مت کر۔

می نیابد راہ پائے سالکاں	کہ زموئے و استخواں ہالکاں
چلنے والوں کا قدم راستہ نہیں پاتا	کیونکہ ہلاک ہونے والوں کے بال اور ہڈیوں سے

یعنی ہالکین کے بالوں اور ہڈیوں کی وجہ سے چلنے والوں کا پاؤں راہ نہیں پاتا۔ استخوان وموئے ہالک سے مراد امتحانات وعبرتیں ہیں یعنی اس راہ میں اس قدر امتحان اور عبرت ہیں کہ کہیں چلنے کو راستہ نہیں ملتا قدم قدم پر امتحانات موجود ہیں۔

بسکہ تیغ قہر لاشئے کردشے	جملۂ رہ استخوان وموئے وپے
کثرت سے قہر کی تلوار نے موجود کو معدوم کر دیا ہے	سارے راستہ میں ہڈیاں، بال اور پٹھے ہیں

یعنی تمام راہ میں ہڈیاں اور بال اور پاؤں ہی ہیں اور تیغ قہر سے بہت سی شئے کو لاشئے کر دیا یعنی بہت سے موجودات کو معدوم کر دیا ہے اور ان کے نشانات آج عبرت اور امتحانات کے لئے موجود ہیں لہذا ذرا سنبھل کر

www.besturdubooks.wordpress.com

چلنا چاہئے آگے اس کی تائید فرماتے ہیں کہ۔

گفت حق کہ بندگان جفت عون	برزمین آہستہ می رانند ہون
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ مدد (الٰہی) کے ساتھی بندے	خاکساری سے آہستہ چلتے ہیں

یعنی حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو بندے کہ منصور من الحق ہیں وہ زمین پر آہستہ اور ہونا چلتے ہیں تو جب وہ اس قدر آہستہ اور سنبھل کر چلتے ہیں جن کی بابت کہ قرآن شریف میں ہے وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا تو پھر جو لوگ کہ ابھی اس راہ میں شروع ہی میں قدم رکھ رہے ہیں ان کو تو کس قدر احتیاط کی ضرورت ہوگی۔

پابرہنہ چوں رود در خار زار	جز بہ مہل و فکرت پرہیزگار
کانٹوں کے جنگل میں' ننگے پاؤں کیسے چلے	پرہیز گار سوائے وقفہ اور سوچ بچھ کے

یعنی پرہیزگار پابرہنہ خارزار میں بغیر آہستگی اور فکر کے کب چلے گا مطلب یہ کہ جب بندگان خدا ہر وقت سنبھل کر چلتے ہیں تو اگر وہ خارزار میں ہوں اور برہنہ پا ہوں تو پھر تو کیوں سنبھل کر نہ چلیں گے بس چاہئے کہ اپنی کسی حالت پر مغرور نہ ہو اور اپنے تقویٰ وطہارت کو کچھ نہ سمجھے بلکہ ہر وقت حق تعالیٰ سے ڈرتا رہے اب یہاں ایک اور باریک بات ہے کہ بعض لوگ جو کہ استغفار کرتے رہتے ہیں وہ سمجھیں گے کہ ہم تو ڈرتے رہتے ہیں تو یہ بھی غرہ ہے اس سے ڈرتے ہی رہیں پھر جو لوگ کہ اس سے ڈریں گے وہ بھی بے فکر نہ ہوں وھلم جرا بس خلاصہ یہ ہے کہ اپنی کسی حالت پر مغرور نہ ہو بلکہ ہر وقت حق تعالیٰ سے استغفار کرتا رہے اور خود اس استغفار پر استغفار کرے جہاں تک ہو سکے ہر وقت خوف میں رہے کسی وقت بھی مغرور نہ ہو کہ یہ بہت بڑا حجاب ہے ان ہاروت و ماروت کو یہی تو پیش آیا کہ انہوں نے کہا کہ یا الٰہی جس طرح انسان آپ کی نافرمانی کرتا ہے ہم کبھی نہ کریں تو ارشاد ہوا کہ تمہارے نفس نہیں ہے اس لئے نہ کرو گے تو بولے کہ (اگر آپ ہمارے نفس بھی رکھ دیں تب بھی ہم نہ کریں گے اس لئے کہ ان کو غرہ تھا بس پھر امتحان ہوا اور نفس رکھا گیا۔ آخر نا کامیاب ہوئے نعوذ باللہ۔

ایں قضا میگفت لیکن گوش شاں	بستہ بود اندر حجاب جوش شاں
قضا یہ کہہ رہی تھی لیکن ان کے کان	ان کے جوش کے پردے میں بند تھے

یعنی قضا یہ کہہ رہی تھی لیکن ان کے کان ان کے حجاب کے جوش میں بند ہو رہے تھے بوجہ ان کو جوش تقویٰ تھا اس میں اندھے ہو رہے تھے کہیں کی خبر نہ تھی مولانا فرماتے ہیں کہ

چشمہا و گوشہا را بستہ اند	جز مر آنہا را کہ از خود رستہ اند
لوگوں نے آنکھیں اور کان بند کر لئے ہیں	سوائے ان کے جو اپنی ہستی سے آزاد ہو گئے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی آنکھوں کو اور کانوں کو انہوں نے بند کر رکھا ہے سوائے ان کے جو اپنے سے چھوٹے ہوئے ہیں مطلب یہ کہ جو لوگ کہ درجۂ فنا حاصل کر چکے ہیں وہ تو مستثنیٰ ہیں ورنہ اور تو سب اپنے گوش و چشم کو بند کئے ہوئے ہیں۔

جز عنایت کہ کشاید چشم را	جز محبت کہ نشاند خشم را
(خدا کی) مہربانی کے علاوہ آنکھ کون کھول سکتا ہے؟	غصہ کو محبت کے علاوہ کون فرو کر سکتا ہے؟

یعنی عنایت کے سوا اور کون آنکھ کو کھول سکتا ہے اور سوائے محبت کے غصہ کو کون بٹھا سکتا ہے لہٰذا ہر وقت عنایت اور حب حق کے طالب ہو کہ اسی سے کام بنے گا۔

جہد بے توفیق جان کندن بود	زار زنے کم گرچہ صد خرمن بود
بے توفیق (خدا) کوشش جان کو فنا کرنا ہے	اگرچہ وہ (کوشش) سو کھلیان ہو ایک چینے سے کم ہے

یعنی بے توفیق (حق) کے کوشش جان کندن ہوتا ہے اور ارزنی سے بھی کم ہوتی ہے اگرچہ سو خرمن ہو۔ مطلب یہ کہ جب توفیق حق نہ ہو تو کتنی ہی کوشش کرو سب بیکار ہوتی ہے لہٰذا حق تعالیٰ سے توفیق کی درخواست کرو آگے مولانا دعا فرماتے ہیں کہ۔

جہد بے توفیق خود کس را مباد	در جہاں واللہ اعلم بالصواب
خدا کرے کسی کی کوشش بے توفیق نہ ہو	دنیا میں اور خدا بہتر جانتا ہے

یعنی خدا کرے جہد بے توفیق تو عالم میں کسی کو نہ ہو واللہ اعلم بالصواب اور یہ تجربہ ہے کہ اگر انسان کام شروع کر دے اور نیت خالص حق تعالیٰ کے لئے ہو تو پھر توفیق ہو ہی جاتی ہے ان شاء اللہ۔ آگے فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو روکنے کے لئے تدبیر کرنے کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو چونکہ وہ ایک بے دینی کا کام کر رہا تھا اس لئے اس کو توفیق نہ تھی لہٰذا کامیاب نہ ہو سکا اسی طرح اگر سالک کو اس کے کام میں توفیق حق نہ ہو تو اس کے ناکام رہنے کا بھی خوف ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: غرضکہ ہاروت و ماروت مست تھے اور مستی میں یہ کہہ رہے تھے کہ اے کاش ہم زمین پر بکثرت پانی برساتے اور اس محل ظلم پر ہم عدل و انصاف عبادتیں اور وفائے حق سبحانہ پھیلاتے وہ تو یہ کہہ رہے تھے اور انسان پر بیوفائی ظلم فسق و فجور کی تعریفیں کر رہے تھے لیکن قضا کہہ رہی تھی کہ ذرا دم لو تمہارے پاؤں کے سامنے بھی بہت سے جال ہیں جن سے تم بھی نہیں بچ سکتے یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال

www.besturdubooks.wordpress.com

فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو صحرائے امتحان میں ان فرشتوں کی طرح الہڑ پن سے نہ چلنا اور اس دشت سراپا مصائب میں اندھادھند نہ گھسنا۔ اس میں غفلت کے ساتھ چلنے کے سبب سے ہلاک ہونے والوں کے اسقدر بال اور ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں کہ چلنے والوں کو راستہ بھی نہیں ملتا۔ چونکہ قہر حق سبحانہ نے بہت سے مغرورین اور عجب رکھنے والوں کو ہلاک کیا ہے اس لئے تمام راہ میں ہڈیاں بال اور پٹھے بھی پڑے ہوئے ہیں پس تم کبھی اپنی طاعات پر گھمنڈ اور عصاۃ کی تحقیر نہ کرنا کیونکہ بندگان مقبولین کی یہ شان نہیں ہے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا یعنی ہمارے خاص بندے ہماری مدد توفیق سے زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور اکڑ کر نہیں چلتے پس جب رفتار میں بھی تکبر کو حق سبحانہ پسند نہیں کرتے تو طاعات میں کیونکر پسند کریں گے غور تو کرو کہ جو شخص محتاط ہو اور پاؤں میں جوتے نہ ہوں بلکہ ننگے پاؤں ہوں اور جنگل کانٹوں سے پر ہو پس کیا ایسا شخص اس حالت میں بلا سوچے ایک قدم بھی رکھ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں پس تم کیسی بے فکری کے ساتھ صحرائے امتحان میں چلے جارہے ہو خیر۔ تو قضا ان سے وہ کہہ رہی تھی جو ہم اوپر بتلا چکے ہیں لیکن ان کے کانوں پر ان کی مستی نے پردہ ڈال رکھا تھا کہ وہ مستی کے سبب اس کو نہ سنتے تھے واقعی بات یہ ہے کہ جب تک آدمی فنا نہیں ہو جاتا اس وقت تک علی تفاوت الاحوال کان بھی بند ہوتے ہیں اور آنکھیں بھی نہ وہ بہتری کو سن سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے ہاں جب فنائے تام حاصل ہو جاتی ہے اس وقت کان بھی پورے طور پر کھل جاتے ہیں اور آنکھیں بھی۔

اور آنکھوں کا کھول دینا حقیقۃً حق سبحانہ ہی کے قبضہ میں ہے جب وہ چاہتے ہیں اسی وقت آنکھیں کھلتی ہیں لیکن اس نے اپنی مشیت کے لئے بعض اسباب عادیہ مقرر فرمادیئے ہیں کہ جب ان کا وجود ہوتا ہے تو آنکھ کھولنے کے ساتھ مشیت بھی متعلق ہو جاتی ہے اور وہ سبب عشق و محبت حق سبحانہ ہے پھر عشق و محبت آتش خشم کو فرو کر کے رحمت کو متوجہ کرتے ہیں اور وہ رحمت آنکھیں کھول دیتی ہے اور عشق و محبت بھی بتوفیق حق سبحانہ ہی حاصل ہوتے ہیں اگر توفیق حق سبحانہ نہ ہو تو محض کوشش تو دردسری ہی ہے اگر سینکڑوں کھلیانوں کے برابر بھی ہو تب بھی باجرہ کے ایک دانہ کے برابر ہے خدا کرے کسی کی کوشش بے توفیق کے نہ ہو اور حق سبحانہ سب کو توفیق عطا فرمادیں اور خدا ہی خوب صواب کو جانتا ہے اور جو کچھ وہ کرتا ہے وہی صواب ہے جس کو توفیق دیتا ہے وہ بھی حکمت ہے اور جس کو نہیں دیتا اس میں بھی حکمت ہے۔ (تنبیہ) یاد رکھو کہ مولانا نے عجب کو نہایت مضر بتلایا ہے اور عجب بھی تو اپنی طاعات پر ہوتا ہے اور کبھی طاعات پر تو نہیں ہوتا مگر اس عجب نہ ہونے پر عجب ہوتا ہے یعنی یہ عجب ہوتا ہے کہ ہم میں عجب نہیں۔ وھلم جراء اور ہر اوپر درجہ کا عجب نیچے والے عجب سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ اوپر والے عجب کا احساس مشکل سے ہوتا ہے لہذا وہ زیادہ خطرناک ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کی آمد کا خواب دیکھنا اور اس کا تدارک کرنا

جہد فرعونی چو بے توفیق بود	ہر چہ او می دوخت آن تفتیق بود
فرعون کی کوشش چونکہ بغیر توفیق کے تھی	جو کچھ وہ سیتا تھا وہ پھاڑنا تھا

یعنی فرعون کی کوشش چونکہ بے توفیق حق کے تھی سو جوہ سی رہا تھا وہ پھاڑ تھا یعنی جو تدبیر کرتا تھا اس کا اثر الٹا ہی ہوتا تھا۔

از منجم بود در حکمش ہزار	وز معبر نیز و ساحر بے شمار
اس کے حکم میں ہزاروں نجومی تھے	تعبیر دینے والے اور جادوگر بھی بے شمار تھے

یعنی اس کے حکم میں نجومیوں میں سے بھی ہزاروں تھے اور معبرین اور ساحرین میں سے بھی بے شمار تھے۔

مقدم موسیٰ نمودندش بخواب	کہ کند فرعون و ملکش را خراب
حضرت موسیٰ کی تشریف آوری ان کو خواب میں دکھائی گئی	کہ وہ فرعون اور اس کے ملک کو تباہ کر دینگے

یعنی قضا وقدر نے موسیٰ علیہ السلام کی آمد اس کو خواب میں دکھائی (اور یہ دکھایا) کہ وہ فرعون اور اس کے ملک کو خراب کر دینگے

با معبر گفت و با اہل نجوم	چوں بود دفع خیال و خواب شوم
اس نے تعبیر دینے والوں اور نجومیوں سے کہا	منحوس خیال اور خواب کا دفعیہ کیسے ہو؟

یعنی اس نے اس خواب کو معبرین اور نجومیوں سے کہا (اور یہ بھی کہا) کہ اس منحوس خواب و خیال کا دفعیہ کس طرح ہوگا۔

جملہ گفتندش کہ تدبیرے کنیم	راہ زادن را چو رہزن می زنیم
سب نے کہا ہم ایک تدبیر کریں گے	ڈاکو کی طرح اس کی پیدائش کا راستہ روک دیں گے

یعنی ان سب نے کہا کہ ہم ایک تدبیر کرتے ہیں اور پیدا ہونے کی راہ کو رہزنوں کی طرح مارتے ہیں یعنی ہم پیدائش ہی کو بند کر دینگے اور ایسی تدبیر کریں گے کہ اول سے نطفہ ہی نہ پڑے۔

تا رسید آں شب کہ مولد بود آں	رائے ایں دیدند آں فرعونیاں
یہاں تک کہ وہ رات آ گئی جو حمل ٹھہرنے کی تھی	ان فرعون والوں کی یہ رائے ہوئی

یعنی یہاں تک کہ وہ رات آ گئی جو کہ وقت علوق تھا تو ان فرعونیوں کی یہ رائے ہوئی کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ بروں آرند آں روز از پگاہ	سوئے میدان بزم و تخت بادشاہ
کہ اس روز صبح سے باہر لگا دیں	میدان میں تخت شاہی اور دربار

یعنی آج صبح ہی سے بزم اور تخت شاہی کو باہر میدان میں لادیں مطلب یہ کہ آج جلوس باہر جنگل میں ہو۔

پس بفرمودند در شہر آشکار	کہ منادیہا کنند از شہر یار
پھر انہوں نے حکم دیا کہ شہر میں علانیہ	بادشاہ کی جانب سے منادی کر دیں

یعنی پھر ان لوگوں نے شہر میں صاف طرح کہہ دیا کہ بادشاہ کی طرف سے یہ منادی کردو کہ

الصلا اے جملہ اسرائیلیاں	شاہ میخواند شمار ازاں مکاں
کہ اے اسرائیلیو تمہاری دعوت ہے	بادشاہ تمہیں اس جگہ بلاتا ہے

یعنی اے جماعت اسرائیلیو بخشش ہے اور تم کو بادشاہ اس مکان سے (جس میں تم رہتے ہو) بلاتا ہے یعنی منادی کرادی کہ اے قوم اسرائیل آج تم کو بادشاہ بلاتا ہے اور انعام بھی دے گا اور یہ ارادہ ہے کہ۔

تا شمارا رونماید بے نقاب	بر شما احسان کند بہر ثواب
تاکہ تمہیں نقاب کے بغیر دیدار کرائے	نیکی کی غرض سے تم پر احسان کرے

یعنی تاکہ تم کو بے حجاب ہو کر منہ دکھادے اور تم پر ثواب کے لئے احسان کرے اور یہ منادی اس لئے تھی کہ۔

کاں اسیرانرا بجز دورے نبود	دیدن فرعون دستورے نبود
کیونکہ قیدیوں (اسرائیلیوں) کے لئے دوری کے سوا کچھ نہ تھا	فرعون کو دیکھنے کا کوئی طریقہ نہ تھا

یعنی ان رغبت والوں کو بجز دوری کے کچھ نہ تھا اور فرعون کو دیکھنے کی اجازت نہ تھی بلکہ یہ حالت تھی کہ۔

گر فتادندے برہ در پیش او	بہرآں یاسہ بخفتندے برو
وہ اگر راستہ میں اس کے سامنے آ جاتے	اس قانون کے مطابق وہ اوندھے لیٹ جاتے

یعنی اگر کہیں راہ میں اس کے سامنے پڑ جاتے تو اس قاعدہ کی وجہ سے اوندھے منہ لیٹ جاتے۔

یاسہ آں بد کہ نہ بیند ہیچ اسیر	در گہ و بیگہ لقائے آں امیر
قانون یہ تھا کہ کوئی قیدی (اسرائیلی) نہ دیکھے	وقت بے وقت اس امیر (فرعون) کا دیدار

یعنی قاعدہ یہ تھا کہ کوئی رعیت والا وقت بے وقت میں اس بادشاہ کی لقا کو نہ دیکھے مطلب یہ کہ تکبر اور غرور کی یہ حد تھی کہ کسی کو چہرے کے دیکھنے کی اجازت نہ تھی نعوذ باللہ منہ سچ یہ ہے کہ وہ خبیث چہرہ اس قابل بھی نہ تھا کہ کوئی اسے دیکھے اور یہ حکم تھا کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بانگ چاؤشان چو دررہ بشنوند	تانہ بیند رو بدیوارے کنند
جب راستہ میں نقیبوں کی آواز سنتے	منہ دیوار کی طرف کر لیں تاکہ اس کو نہ دیکھ سکیں

یعنی کہ جب نقیبوں کی آواز کوئی راہ میں سنے تو ہرگز منہ نہ دیکھے بلکہ اپنا منہ دیوار کی طرف کو کر لے۔

وربہ بیند روئے او مجرم شود	انچہ بدتر برسر او آن رود
اگر اس کا منہ دیکھ لے گا تو قصور دار ہوگا	جو بدتر (سزا) ہوگی اس کو وہ دی جائے گی

یعنی اور اگر کوئی دیکھ لے تو وہ مجرم ہوتا تھا اور جو بدتر سزا ہوتی تھی اس پر جاری ہوتی تھی۔

بود شان حرص لقائے ممتنع	چوں حریص است آدمی فیما منع
ممنوع دیدار کی ان کو تمنا تھی	کیونکہ جس چیز سے انسان کو روکا جائے وہ اس کا حریص ہو جاتا ہے

یعنی ان کو اس منع کی ہوئی ملاقات کی حرص تھی اس لئے کہ انسان جس چیز سے منع کیا جاتا ہے اس کا حریص ہوتا ہے تو چونکہ ان لوگوں کو منہ دیکھنے کی اجازت نہ تھی لہذا آج اس کے دیکھنے کے سب مشتاق ہو گئے۔

فرعون کا بنی اسرائیل کو ولادت موسیٰ کے روکنے کیلئے میدان میں حیلہ سے بلانا

شد منادی در محلہا روان	بانگ میزد کوبکو شادی کنان
منادی کرنے والا محلوں میں روانہ ہو گیا	خوشی خوشی گلی در گلی اعلان کرتا تھا

یعنی منادی تمام محلوں میں خوشی کرتا ہوا اور آواز لگاتا ہوا پھر گیا اور وہ یہ کہتا تھا کہ

کاے اسیران سوئے میدان کہ روید	کز شہنشاہ دیدن وجودست امید
اے قیدیو (اسرائیلو) میدان کی طرف چلو	کیونکہ بادشاہ کے دیدار اور سخاوت کی توقع ہے

یعنی اے رعیت والو میدان کی طرف جاؤ اس لئے کہ بادشاہ سے دیدار اور عطا دونوں کی امید ہے۔

چوں شنید آن مژدہ اسرائیلیاں	تشنگان بودند وبس مشتاق آں
جب اسرائیلیوں نے خوشخبری سنی	پیاسے تھے اور اس کے بہت مشتاق تھے

یعنی جب اسرائیلیوں نے یہ مژدہ سنا تو وہ اس کے بہت ہی پیاسے اور مشتاق تھے۔

حیلہ را خوردند آن سوتافتند	خویشتن را بہر جلوہ ساختند
چکمہ کھا گئے (اور) اس طرف دوڑ پڑے	انہوں نے اپنے آپ کو دیدار کے لئے تیار کر لیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی دھوکہ کھا گئے اور اس طرف دوڑے اور اپنے کو جلوہ کے واسطے انہوں نے تیار کیا۔

یعنی تا کہ جا کر وہ اپنے یار کو دیکھیں کہ اس کا دیدار کیا خاصیت دیتا ہے اس شوق میں سب چل دئے۔

از غرض غافل بدند و بے خبر	وز طمع رفتند بیروں سر بسر
مقصد سے غافل اور بے خبر تھے	سب کے سب لالچ کی وجہ سے باہر نکل آئے

یعنی وہ غرض سے تو غافل اور بے خبر تھے اور طمع کی وجہ سے وہ باہر کی طرف سر بسر چلے گئے آگے ایک حکایت اس دھوکہ دہی سے بلا کر جمع کر لینے کی بیان کرتے ہیں۔

ایک حکایت تمثیل میں

ہمچناں کاینجا مغول حیلہ دان	گفت میجویم کسے از مصریان
ایسے ہی یہاں ایک حیلہ گر مغل نے	کہا میں مصر والوں میں سے ایک کی تلاش میں ہوں

یعنی اسی طرح یہاں (یعنی ہمارے ملک میں) ایک مغل حیلہ داں نے کہا کہ مجھے مصریوں میں سے ایک شخص کی ضرورت ہے۔

مصریاں را جمع آرید ایں طرف	تا در آید آنکہ میجویم بہ کف
اس طرف مصریوں کو جمع کر لو	تا کہ وہ جس کی میں تلاش میں ہوں ہاتھ آ جائے

یعنی (ملازموں سے کہا کہ) مصریوں کو اس طرف جمع کر لو تا کہ جس کی مجھے تلاش ہے وہ ہاتھ لگ جاوے۔

ہر کجا بد مصرے جمع آمدند	در بر آن میر یک یک می شدند
جہاں بھی کوئی مصری تھا سب جمع ہو گئے	ایک ایک کر کے بادشاہ کے پاس آ گئے

یعنی جہاں کہیں کوئی مصری تھا وہ سب جمع ہو گئے اور اس امیر کے پاس آ گئے۔

ہر کہ می آمد بگفتا نیست ایں	ہیں در خواجہ دران گوشہ نشیں
جو بھی آتا (اس کے بارے میں) کہتا یہ نہیں ہے	خواجہ آ، اس گوشے میں بیٹھ جا

یعنی جو کوئی آتا وہ مغل کہتا یہ نہیں ہے ہاں ذرا تم اس گوشہ میں بیٹھ جاؤ۔ ایک خاص جگہ سب کو بتا دی تا کہ سب کو قبضہ میں کر لے۔

تا بدیں شیوہ ہمہ جمع آمدند	گردن ایشاں بداں حیلہ زدند
یہاں تک کہ اس طریقہ پر سب جمع ہو گئے	انہوں نے اس تدبیر سے ان سب کی گردن اڑا دی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی یہاں تک کہ اس حیلہ سے سب جمع ہو گئے تو ان سب کی گردن اس نے اس حیلہ سے ماری مولانا فرماتے ہیں۔

شومی آنکہ سوئے بانگ نماز	داعی اللہ را نبردندے نیاز
ایک بدبختی یہ تھی کہ اذان کی جانب	اللہ کی طرف بلانے والی کی اطاعت نہ کرتے تھے

یعنی یہ اس کی نحوست تھی کہ اذان نماز کی طرف اللہ کے پکارنے والے کی نیاز نہ لے جاتے تھے۔

دعوت مکار شان اندر کشید	الحذر از مکر شیطان اے رشید
مکار کی دعوت نے ان کو اندر کھینچ لیا	اے ہدایت پر چلنے والے! شیطان کے مکر سے بچ

یعنی ایک مکار کی دعوت نے ان کو کھینچ لیا تو اے رشید مکر شیطان سے ذرا بچتے رہنا۔

بانگ درویشاں ومحتاجان نیوش	تا نگیر و بانگ محتالیت گوش
فقیروں اور ضرورت مندوں کی پکار سن لے	تاکہ کسی حیلہ جو کی آواز تیرے کان میں نہ پڑے

یعنی درویشوں اور محتاجوں کی آواز سن تاکہ تمہارا کان کسی محتال کی آواز کو نہ قبول کرے۔

گر گدایان طامع اندو زشت خو	در شکم خواران تو صاحبدل بجو
فقیر خواہ لالچی اور بد عادت ہوں	خواہ پیٹو تو صاحب دل کی جستجو کر

یعنی اگر فقیر طامع اور زشت خو ہیں تو تو ان شکم خواروں میں ہی صاحب دل کو تلاش کر۔ اس لئے کہ بعض مرتبہ بعض بزرگوں نے خود اپنے کبر کے علاج کے لئے سوال اختیار کیا ہے یا یہ ہو کہ اس کو اجازت شرعی ہو اس لئے مانگتا ہو لہذا سب کی خدمت کرو کہ ان ہی میں ایک صاحب دل بھی مل جاوے گا اس کی ایسی مثال ہے کہ۔

درتگ دریا گہر با سنگہا ست	فخر ہا اندر میان ننگ ہا ست
دریا کی تہ میں موتی پتھروں کے ساتھ ہیں	فخر کی باتیں عار کی باتوں کے درمیان ہیں

یعنی قعر دریا میں موتی پتھروں کے ساتھ ہیں اور بہت سے فخر درمیان شرمندگیوں کے ہیں تو جب موتی کی تلاش ہو تو دریا سے موتی اور پتھر سب بٹول لو اسی میں موتی ہیں اسی طرح سب کی خدمت کرو ان ہی میں صاحب دل مل جاویں گے آگے پھر اسرائیلیوں کا قصہ ہے کہ

پس بجوشیدند اسرائیلیاں	از پگہ تا جانب میدان رواں
اسرائیلی ٹوٹ پڑے	صبح سے میدان کی جگہ دوڑتے ہوئے

یعنی بس بنی اسرائیل امل پڑے اور صبح سے میدان کی جانب روانہ ہو گئے۔

چوں بحیلت شان بمیدان برد او	روئے خود بنمود شان بس تازہ رو
جب وہ انہیں تدبیر سے میدان میں لے گیا	تو انہیں اپنا خوشنما چہرہ دکھایا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جبکہ سب کو حیلہ سے وہ (فرعون) میدان میں لے گیا تو ان کو خوش ہو کر چہرہ (منحوس) دکھا دیا۔

کرد دلداری و بخششہا بداد	ہم عطا ہم وعدہا کرد آں قباد
ان کی دلداری کی اور بخششیں دیں	اس بادشاہ نے عطا بھی کی اور وعدے بھی کیے

یعنی دلداری کی اور انعامات دیئے اور عطا بھی کی اور اس بادشاہ نے وعدہ کو بھی پورا کیا۔

بعد ازاں گفت از برائے جان تان	جملہ در میدان بخسپید امشبان
اس کے بعد ان سے کہا اپنی روح (کی تفریح) کے لیے	آج کی رات سب میدان میں سو جاؤ

یعنی اس کے بعد کہا کہ اپنی جانوں کے واسطے سب آج کی رات اس میدان ہی میں سو رہو برائے جان تان ایسا ہے جیسا کہ کہا کرتے ہیں کہ تمہیں اپنی جان کی قسم جب اس نے یہ کہا تو۔

پاسخش دادند کہ خدمت کنیم	گر تو خواہی یک ہمہ اینجا ساکنیم
انہوں نے جواب دیا کہ ہم اطاعت کریں گے	اگر آپ چاہیں گے ہم ایک مہینہ تک یہاں رہیں گے

یعنی ان سب نے اس کو جواب دیا کہ ہم تو خدمت گار ہیں اگر آپ چاہیں تو ہم ایک مہینہ اس جگہ رہیں پس سب کو اس جگہ چھوڑ کر تا کہ کوئی اپنے گھر بیوی کے پاس نہ جا سکے خود شہر میں آ گیا۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اب مولانا اپنے بیان بالا کی واقعہ سے تائید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دیکھو فرعون کی کوشش کے ساتھ توفیق الٰہی شامل حال نہ تھی لہٰذا اس کا سینا حقیقت میں پھاڑنا تھا یعنی اس کی سعی مثل عدم سعی کے تھی تفصیل اس کی یہ ہے کہ اس کی گورنمنٹ میں بہت سے منجم اور ہزاروں تعبیر دینے والے اور بکثرت ساحر تھے جبکہ موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کو حق سبحانہ نے خواب میں فرعون کو اس صورت سے دکھلایا کہ وہ فرعون اور اس کے ملک کو تباہ و برباد کرتے ہیں تو اس نے تعبیر دینے والوں اور نجومیوں سے مشورہ کیا کہ وہ منحوس خواب و خیال کا توڑ کیونکر ہو سکتا ہے اور ایسی کونسی تدبیر ہو سکتی ہے جس کے سبب ہم اس کے ضرر سے بچ جائیں ان سب نے کہا کہ حضور مطمئن رہیں ہم تدبیر کر لیں گے اور ہم ڈاکوؤں کی طرح اس کے پیدا ہونے ہی میں مزاحم ہو جائیں گے اس وقت تو قصہ رفت و گذشت ہوا لیکن جس وقت وہ رات آنے کو ہوئی جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام شکم مادر میں تشریف لانے والے تھے اس وقت ان کی یہ رائے ہوئی کہ آج صبح ہی سے بزم شاہی اور تخت فرعونی میدان میں منتقل ہو جاوے اس کے بعد یہ حکم دیا کہ چاروں طرف شہر میں صاف طور پر یہ منادی کرا دی جائے کہ اے بنی اسرائیل تم کو مطلع کیا جاتا ہے کہ بادشاہ سلامت تم کو یہاں سے اپنے پاس بلاتے ہیں اور غرض یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ تم کو بلا نقاب اپنا چہرہ دکھلائیں اور تم پر احسان کریں۔ اس حکم اور اعلان کو بہ نسبت اور صورتوں کے زیادہ موثر خیال کیا گیا کیونکہ ان قیدیوں (بنی اسرائیل) کو قرب شاہی حاصل تھا ہی نہیں حتیٰ کہ ان کو فرعون کے دیکھنے تک کی اجازت نہ تھی ان کی یہ حالت تھی کہ اگر راستہ میں کہیں اس کے سامنے پڑ جاتے تھے تو بنا بر قانون سلطنت کبھی کبھی منہ کے بل گر پڑتے تھے۔ اس لئے کہ قانون یہ تھا کہ کوئی اسرائیلی کسی وقت اور کسی حالت میں بادشاہ کی صورت نہ دیکھے اور جب نقیبوں کی آواز اس کے کانوں میں آئے تو دیوار کی طرف منہ کر لے یا زمین پر اوندھے منہ گر جائے تا کہ بادشاہ کا چہرہ نہ دیکھ سکے اگر کوئی بادشاہ کا چہرہ دیکھے گا تو مجرم قرار پائے گا اور سخت سے سخت سزا کا مستوجب ہوگا اس لئے ان کو دیدار کی بے انتہا خواہش تھی جس سے کہ قانوناً ان کو روکا گیا تھا اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ جس سے آدمی کو روکا جاتا ہے اس کی اس کو زیادہ رغبت ہوتی ہے غرض جب یہ امر طے پا گیا اور حکم بھی نافذ ہو گیا تو منادی کرنے والا محلوں میں گھومنے لگا اور خوشی خوشی گلی کوچوں میں یہ اعلان کرنے لگا کہ اے بنی اسرائیل میدان میں چلو کہ آج امید ہے کہ بادشاہ کا دیدار بھی تم کو نصیب ہوگا اور اس کی طرف سے تم کو بہت کچھ انعام و اکرام بھی ملے گا۔ جب بنی اسرائیل نے یہ خوشخبری سنی تو شربت دیدار کے پیاسے اور مشتاق تو تھے ہی یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے اور فوراً میدان کا راستہ لیا یہ لوگ اس کی چال میں آگئے اور حسب حیثیت اپنے اپنے کو دیدار کے لئے موزوں بنا کر چل کھڑے ہوئے تا کہ وہاں جا کر اپنے مطلوب کو دیکھیں۔ دیکھیں تو سہی اس کے دیدار میں کیا خاص بات ہے جس کے سبب اب تک ہم کو اس سے روکا گیا تھا وہ یہ خیال کر رہے تھے مگر اصل مقصد کی ان کو بالکل خبر نہ تھی اور طمع دیدار میں سب کے سب باہر چلے جا رہے تھے یہ واقعہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ چالباز مغل نے کہا کہ مجھے ایک مصری شخص کی ضرورت ہے تم سب مصریوں کو جمع کر لو تا کہ جس کی مجھے ضرورت ہے وہ میرے ہاتھ لگ جائے اعلان کیا گیا کہ سب مصری جمع ہو جائیں فلاں ضرورت ہے اس پر جہاں کوئی مصری تھا کھنچا چلا آیا اور سب ایک جگہ جمع ہو گئے اس کے بعد ان کو ایک ایک کر کے امیر کے سامنے پیش کیا جب کوئی شخص پیش ہوتا تو کہہ دیتا یہ نہیں ہے یہ کہہ کر اس سے کہتا کہ آپ فلاں گوشہ میں ایک طرف کو بیٹھ جائیں اسی طرح سے سب ایک مکان میں جمع ہو گئے اور جب دیکھا کہ کوئی باقی نہیں رہا تو حکم دیدیا کہ سب کو قتل کر دو اس تدبیر سے سب کی گردن ماری گئی اور ان کو احساس بھی نہ ہوا تھا کہ ہم کو بلانے سے اصل غرض کیا ہے اب سنو کہ یہ تباہی ان پر کیوں آئی بات یہ ہے کہ یہ نحوست تھی اس کی کہ وہ اذان سن کر اس کی طرف نہ چلتے تھے اور حق سبحانہ کی منادی کی بات نہ مانتے تھے پس حق سبحانہ نے ان کو یہ سزا دی کہ ایک مکار کی منادی پر وہ کھینچے چلے آئے اور ہلاک ہو گئے پس اس واقعہ سے تم کو سبق لینا چاہئے اور شیطان کے مکر سے بہت بچنا چاہئے کیونکہ اس کا انجام ہلاکت ہے اور فقیروں اور محتاجوں کی ندا کو سننا چاہئے مبادا کسی حیلہ گر کی آواز تمہارا کان پکڑ لے اور تم اس کی اطاعت پر مجبور ہو کر ہلاک ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاؤ یہ مانا کہ بھکاری لوگ بہت طامع ہوتے ہیں اور ان کی خصلت بہت بری ہوتی ہے لیکن انہیں بہت کھانے والے حریفوں میں تم کو کسی صاحب دل کا جویاں رہنا چاہئے اس لئے کہ دیکھو کہ دریا کی تہ میں موتی اور پتھر یلے ہوتے ہیں اور بری باتوں میں اچھی باتیں بھی ہوتی ہیں پس تم کو سب کو ایک لکڑی نہ ہانکنا چاہئے بلکہ سب کو لے لینا چاہئے اور پھر اچھوں کو الگ اور بروں کو الگ کر دینا چاہئے۔ بھیک مانگنے والوں میں اہل اللہ کا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ کبھی ضرورت سلوک اور کبھی ضرورت طبعی باجازت شرعی ان کو اس کے اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے لیکن ہر بھیک مانگنے والے کا معتقد بھی نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ مولانا نے خود فرمادیا ہے کہ سب اچھے نہیں ہوتے بلکہ اکثر برے ہوتے ہیں اور بہت کم اچھے ہوتے ہیں مگر ہوتے ضرور ہیں) غرضکہ بنی اسرائیل ہر طرف سے امل پڑے اور صبح ہی سے میدان کی طرف روانہ ہو گئے جب فرعون نے ان کو اس تدبیر سے میدان میں کھینچ لیا تو بہت خوش ہو کر اپنا منہ دکھلایا اور بہت خاطر کی اور بہت کچھ داد و دہش کی اور بہت کچھ وعدے بھی کئے کہ ہم تم کو یہ رعایتیں دینگے اور بڑے بڑے عہدے دینگے وغیرہ وغیرہ اس کے بعد کہا کہ اس وقت آپ صاحبان کی مصلحت اسی میں ہے کہ آپ لوگ آج رات کو یہیں آرام کریں اور صبح کو اپنے اپنے مکان تشریف لے جاویں انہوں نے جواب دیا کہ ہم نہایت خوشی سے تعمیل حکم کے لئے حاضر ہیں یہ تو ایک رات ہے اگر حضور کی خوشی ہو تو ہم ایک مہینہ تک یہیں رہ سکتے ہیں۔

شرح شبّیری

فرعون کا میدان سے خوش خوش شہر میں آنا اور شب حمل میں بنی اسرائیل کی عورتوں کو مردوں سے جدا کر دینا

شہ شبانگہ باز آمد شادمان	کامشبان حمل است ودور اندازِ زمان
بادشاہ خوشی خوشی رات کو واپس لوٹا	کہ آج کی رات حمل قرار پانا ہے اور وہ (مرد) عورتوں سے دور ہیں

یعنی بادشاہ رات کو خوش خوش واپس آ گیا (اور کہتا تھا) کہ آج حمل ہے اور مرد عورتوں سے دور رہیں تو پھر کیسے حمل قرار پائے گا۔

خازنش عمران بد اندر خدمتش	ہم بشہر آمد قرین صحبتش
اس کا خزانچی عمران اس کی خدمت میں تھا	وہ بھی اس کے ساتھ شہر میں واپس لوٹا

یعنی عمران (والد موسیٰ علیہ السلام) جو اس کے معتمد تھے وہ اس کی خدمت میں تھے تو وہ بھی شہر میں اس کے

www.besturdubooks.wordpress.com

16

ساتھ ساتھ چلے آئے مگر چونکہ یہ بھی بنی اسرائیل سے تھے اگرچہ معتمد تھے اس لئے ان سے یہ بولا کہ۔

گفت اے عمران برین درخسپ تو	ہین مرو سوئے زن اے مردنکو
اس نے کہا اے عمران! تو بھی اسی دروازے پر سو جا	اے بھلے انسان! بیوی کی جانب نہ جانا

یعنی کہ فرعون نے کہا کہ اے عمران یہیں سور ہو اور اے مرد نیک عورت کے پاس مت جانا۔

گفت خسپم ہمبرین درگاہ تو	ہیچ نندیشم بجز دلخواہ تو
اس نے کہا میں بھی تیرے در پر سو جاؤں گا	میں تو تیری مرضی کے سوا کچھ سوچتا ہی نہیں ہوں

یعنی انہوں نے کہا کہ میں آپ کے ہی دروازہ پر سوتا ہوں اور میں سوائے اس شے کے جو تیرا دلخواہ ہے اور کچھ سوچتا بھی نہیں ہوں مولانا فرماتے ہیں کہ۔

بود عمران ہم ز اسرائیلیاں	لیک مر فرعون رادل بود و جان
عمران بھی اسرائیلیوں میں سے تھا	لیکن فرعون کا دل و جان تھا

یعنی عمران بھی بنی اسرائیل سے تھے مگر فرعون کے دل اور جان تھے یعنی اس کو ان سے بہت محبت تھی۔

کے گمان بردے کہ او عصیان کند	انچہ خوف جان فرعون آں کند
وہ (فرعون) کیسے گمان کرتا کہ وہ (عمران) نافرمانی کرے گا	جس میں فرعون کی جان کا ڈر ہو وہ کام کرے گا

یعنی وہ کب گمان کرتا تھا کہ یہ نافرمانی کریں گے اور جو چیز کہ اس کی جان کا خوف ہے اس کو کریں گے۔

ایمن از عمران بدو افعال او	لیک خود آن بد خرابی حال او
وہ (فرعون) عمران اور اس کے کاموں سے مطمئن تھا	لیکن اس (فرعون) کے حال کی تباہی وہی تھا

یعنی وہ عمران اور ان کے افعال سے بے خوف (اور مطمئن) لیکن خود ہی اس کی سزا تھی۔

خود کجا در خاطر فرعون بود	اینچنیں تقدیر چون عاد و ثمود
خود فرعون کے خیال میں بھی کہاں تھی	ایسی تقدیر جیسی کہ عاد اور ثمود کی

یعنی فرعون کے دل میں ایسی تقدیر کہاں تھی جیسے عاد و ثمود یعنی اسے کیا خبر تھی کہ جو کچھ ہونے والا ہے وہ ان سے ہی ہوگا پس عمران سے اتنا کہا کہ تم گھر میں مت جانا یہ کہہ کر وہ خود گھر میں چل دیا۔

عمران کا والدۂ موسیٰ علیہ السلام کیساتھ جمع ہونا اور ان کا حاملہ ہو جانا

شہ برفت واو بران درگاہ خفت	نیم شب آمد بہ پیشش خفتہ جفت
بادشاہ چلا گیا اور وہ (عمران) اس درگاہ پر سو گیا	آدھی رات کو اس سوئے ہوئے کے پاس بیوی آ گئی

یعنی بادشاہ تو چلا گیا اور وہ اس کے دروازہ پر سو گئے تو آدھی رات کو ان کے پاس ان کی بیوی آئیں

زن بر وافتاد و بوسید آن لبش	بر جہانیدش ز خواب اندر شبش
بیوی اس پر لیٹ گئی اور اس کے ہونٹوں کو بوسہ دیا	اس کو رات میں نیند سے بیدار کر دیا

یعنی بیوی ان کے اوپر گر پڑیں اور ان کے لب کو بوسہ دیا اور اس رات میں ہی ان کو نیند سے جگایا۔

گشت بیدار او وزن را دید خوش	بوسہ باران کرد از لب بر لبش
وہ بیدار ہو گیا اور حسین بیوی کو دیکھا	اس کے لبوں پر بوسہ کی بارش برسا دی

یعنی وہ بیدار ہو گئے اور بیوی کو خوش دیکھا تو بوسہ کی بارش اپنے لب سے ان کے لب پر کر دی یعنی خوب بوسے لئے۔

گفت عمران ایں زماں چوں آمدی	گفت از شوق و قضائے ایزدی
عمران نے کہا تو اس وقت کیوں آئی؟	اس نے کہا محبت اور اللہ کے حکم سے

یعنی عمران نے پوچھا کہ تم اس وقت کیسے آئیں تو انہوں نے کہا کہ تمہاری ملاقات کے شوق میں اور حکم خداوندی سے موسیٰ علیہ السلام کے والدین کے عقائد تو پہلے سے اچھے تھے۔ اور بعض نے ان کی والدہ کو نبی کہا ہے اگر نبی نہیں تو ولی ہونے میں تو شک ہی نہیں تو ممکن ہے کہ ان کو الہام ہو گیا ہو اس پر کہا کہ حکم خداوندی چونکہ ہمارے سے اس بچہ کے ظہور کا ہے اس لئے میں تمہارے پاس آ گئی۔

در کشیدش در کنار از مہر مرد	بر نیامد باخود آن دم در نبرد
مرد نے محبت سے اس کو پہلو میں دبا لیا	اس وقت مقابلہ میں اپنے آپ سے نہ جیت سکا

یعنی محبت کی وجہ سے مرد نے ان کو گود میں لے لیا اور وہ اس وقت مقابلہ میں اپنے اوپر غالب نہ آ سکے مطلب یہ کہ فرعون کی خیر خواہی میں بہت الگ رہنا چاہا مگر قضا کے سامنے کیا کر سکتے تھے آخر مغلوب ہوئے۔

جفت شد با او امانت را سپرد	پس بگفت اے زن نہ ایں کاریست خورد
اس کے ساتھ محبت کی اور امانت سپرد کر دی	پھر کہا' اے بیوی! یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے

یعنی ان کے ساتھ جفت ہو گئے اور امانت کو سپرد کر دیا پھر کہا کہ اے عورت یہ کوئی چھوٹا کام نہیں ہے مطلب یہ کہ دیکھو ظاہر مت کرنا بہت بڑی بات ہے۔

آہنے بر سنگ زد زاد آتشے	آتشے از شاہ و ملکش کیں کشے
لوہا پتھر سے ٹکرایا' آگ پیدا ہو گئی	ایسی آگ جو بادشاہ اور اس کی سلطنت سے بدلہ لینے والی ہے

یعنی ایک لوہا پتھر پر لگا تو آگ پیدا ہوئی اور آگ وہ کہ جو بادشاہ اور اس کے ملک سے کینہ کش تھی یعنی ان

www.besturdubooks.wordpress.com

کے ملنے سے موسیٰ علیہ السلام جو کہ مہلک فرعون تھے پیدا ہوئے اور انہوں نے یہ کہا کہ

من چو ابرم تو زمین موسیٰ نبات	حق شہ شطرنج و ما در برد و مات
میں ابر کی طرح ہوں تو زمین اور موسیٰ پودا ہے	اللہ (تعالیٰ) شاہ شطرنج ہے اور ہم ہار جیت میں ہیں

یعنی میں تو ابر ہوں اور تم زمین ہو اور موسیٰ نبات ہیں اور حق شہ شطرنج ہے اور ہم مات میں ہیں مات میں چونکہ نجومیوں نے کہا تھا کہ ایک لڑکا ہوگا اور اس کا یہ نام ہوگا ایسا ہوگا اس لئے ان کو نام معلوم تھا اسی سے انہوں نے کہہ دیا کہ موسیٰ علیہ السلام نبات کی طرح ہیں اور بادشاہ کا حق ایک شطرنج کی طرح ہے اور ہم اس پر کھیل رہے تھے مگر کیا کریں ہار گئے اور حق شہ کو ہاتھ سے کھو بیٹھے مگر کیا کریں جو ہونا تھا ہو گیا اور کہا کہ

مات و برد از شاہ میدان اے عروس	آن مدان از ما مکن بر ما فسوس
اے بیوی! ہار اور جیت شاہ کی جانب سے سمجھ	ہماری جانب سے نہ سمجھ ہم پر افسوس نہ کر

یعنی اے دلہن مات اور بازی لے جانا یہ سب خدا کی طرف سے سمجھو اور اس کو ہم سے مت سمجھو اور ہم پر مذاق مت اڑاؤ مات اور برد سے مراد غالبیت اور مغلوبیت ہے حاصل اس شعر کا یہ ہے کہ

از خداداں خلاف دشمن و دوست کہ دل ہر دو در تصرف او ست

اور وہی عمران بولے کہ

آنچہ ایں فرعون می ترسید ازو	ہست شد ایں دم کہ گشتم جفت تو
وہ چیز جس سے فرعون ڈر رہا تھا	اس وقت موجود ہو گئی جبکہ میں نے تجھ سے صحبت کی

یعنی جس چیز سے کہ فرعون ڈرتا تھا وہ اس وقت ہست ہو گئی جبکہ میں تمہارے قرین ہوا مطلب یہ کہ آثار سے معلوم ہو گیا کہ علوق ہو گیا اور ایک علامت سب سے زیادہ یہ تھی کہ وہ ہونگے تو بنی اسرائیل میں سے اور بنی اسرائیل کا کوئی مرد عورت کے پاس نہیں ہے بلکہ عورتیں گھر میں اور وہ سب میدان میں ہیں۔ صرف ایک ہم دونوں میاں بیوی ہی قرین ہوئے ہیں تو یقیناً ہم سے ہی وہ پیدا ہونگے اس کے بعد یہ فرمایا کہ۔

عمران کا اپنی زوجہ کو بعد ان سے مجامعت کرنے کے وصیت فرمانا

دا مگرد ان ہیچ زنہادم مزن	تا نیاید بر من و تو صد حزن
کچھ نہ کھولنا اس بارے میں دم نہ مارنا	تاکہ تجھ پر اور مجھ پر سینکڑوں غم نہ ٹوٹ پڑیں

یعنی واپس ہو جاؤ اور کسی سے ذکر مت کرنا تاکہ کہیں مجھ پر اور تم پر سو بلائیں نہ آویں۔ اس لئے کہ اگر کسی کو معلوم ہو جاتا تو کیوں کوئی ان کو زندہ چھوڑتا اور یہ کہا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

عاقبت پیدا شود آثار این	چوں علامتہا رسد اے نازنین
انجام کار اس کے آثار ظاہر ہوں گے	اے نازنین! جب علامتیں سامنے آئیں گی

یعنی اے نازنین آخرکار اس کے آثار تو ظاہر ہوں گے ہی جبکہ علامتیں ظاہر ہوں گی مطلب یہ کہ تم کسی سے ذکر مت کرنا اگرچہ یہ بات پوشیدہ رہنے والی نہیں ہے مگر تم اپنی طرف سے پوشیدہ ہی رکھنا یہ وصیت کر کے ان کو تو روانہ کیا ادھر میدان میں یہ ہوا کہ

در زمان از سوئے میدان نعرہا	می رسید از خلق و می شد بر ہوا
اسی وقت میدان سے بہت سے نعرے	لوگوں کے آئے اور فضا میں چلے گئے

یعنی اسی وقت میدان کی طرف سے مخلوق کے نعرے آئے اور ہوا پر ہو گئے یعنی ہوا میں لوگوں کے غل مچانے کی آواز آئی۔

شاہ ازان ہیبت بروں جست آن زمان	پابرہنہ کایں چہ غلغہاست ہان
شاہ فورا اس خوف سے باہر آیا	ننگے پاؤں کہ ہاں یہ شور و غل کیا ہے؟

یعنی بادشاہ ان کے خوف سے ننگے پاؤں اسی وقت باہر نکل آیا کہ ارے یہ کیا شور ہیں۔

از سوئے میدان چہ بانگ است وغریو	کز نہیبش می رمد جنی و دیو
میدان کی جانب سے کیا آواز اور شور ہے؟	کہ اس کے ڈر سے جن اور بھوت بھاگ رہے ہیں

یعنی میدان کی طرف سے کیا شور اور غل ہے کہ جس کی آواز سے جن اور دیو سب بھاگتے ہیں۔

گفت عمران شاہ مارا مر باد	قوم اسرائیلیا نند از تو شاد
عمران نے کہا ہمارے بادشاہ کی عمر دراز ہو	اسرائیلی قوم آپ سے بہت خوش ہے

یعنی عمران بولے کہ ہمارے بادشاہ کی عمر دراز ہو یہ قوم بنی اسرائیل آپ سے خوش ہیں۔

از عطائے شاہ شادی میکنند	رقص می آرند و کفہامی زنند
بادشاہ کی بخشش سے خوشی منا رہے ہیں	ناچ رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں

یعنی آپ کی عطا کی وجہ سے خوشی کر رہے ہیں اور ناچ رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں (بس اسی کا غل ہے یہ کہتے نہیں کہ یہ ساری میری حرکت ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

فرعون کا اس شور وغل کی آواز سے خوف کرنا

گفت باشد کایں بود اما ولیک	وہم و اندیشہ مرا پر کرد و نیک
اس نے کہا ہو سکتا ہے کہ یہ ہو لیکن	وہم و گمان مجھ میں بہت بھر گیا ہے

یعنی فرعون نے کہا کہ شاید یہی ہو لیکن (اس نے) میرے وہم اور اندیشہ کو پر کر دیا ہے اور زیادہ یعنی مجھے تو توہمات آ رہے ہیں اور خوف طاری ہے۔

این صدا حال مرا تغییر کرد	از غم و اندوہ تلخم پیر کرد
اس آواز نے میری حالت غیر کر دی ہے	غم اور کڑوے فکر سے مجھے بوڑھا کر دیا ہے

یعنی (فرعون بولا) کہ اس آواز نے تو میری حالت متغیر کر دی غم واندوہ تلخ نے مجھ کو بڈھا بنا دیا مطلب یہ کہ اس آواز سے تو مجھے بہت ہی خوف معلوم ہوتا ہے اور اس وقت حالت یہ تھی کہ۔

پیش می آمد سپس می رفت شہ	جملہ شب او ہمچو حامل وقت زہ
بادشاہ آگے آتا پھر واپس ہو جاتا	تمام رات وہ بچہ جننے کے وقت حاملہ (عورت) کی طرح رہا

یعنی کبھی آگے آتا تھا اور کبھی پیچھے جاتا تھا وہ بادشاہ ساری رات (اس کی یہ حالت رہی) جیسے کہ حاملہ دردزہ کے وقت یعنی بہت ہی بے چین رہا۔

ہر زمان میگفت اے عمران مرا	سخت از جا بردہ است ایں نعرہا
ہر لمحہ کہتا اے عمران! مجھے	ان نعروں نے بہت بے چین کر دیا ہے

یعنی ہر گھڑی یہی کہتا تھا کہ اے عمران یہ نعرے تو مجھے بالکل اپنی جگہ سے لے گئے مطلب یہ کہ مجھے تو ان نعروں نے ازخود رفتہ بنا دیا ہے۔

زہرہ نے عمران مسکین را کہ تا	باز گوید اختلاط جفت را
عمران بے چارے کا دل گردہ نہ تھا کہ	بیوی سے ملنے کے بارے میں کہتا

یعنی عمران مسکین کو اتنی تاب نہ تھی کہ اپنی بیوی کے ساتھ اس اختلاط کو بیان کر دیں اس لئے کہ اگر ذرا زبان سے نکالا اور مارے گئے لہذا بے چارے خاموش تھے اور دوسرے بہانے کر رہے تھے۔

چوں زن عمران بعمران درخزید	تا کہ شد استارۂ موسیٰ پدید
جب عمران کی بیوی عمران سے چپٹی	یہاں تک کہ (حضرت) موسیٰ کا ستارہ طلوع ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جبکہ عمران کی بیوی عمران کے ساتھ ملیں یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام کا ستارہ ظاہر ہو گیا اور نطفہ رہ گیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر پیمبر کاندر آید در رحم	نجم او بر چرخ گردد منتجم
ہر پیغمبر جو رحم (مادر) میں آتا ہے	اس کا ستارہ آسمان پر طلوع ہو جاتا ہے

یعنی جو پیمبر کہ رحم میں آتے ہیں ان کا ستارہ آسمان پر روشن ہو جاتا ہے بات یہ ہے کہ جب کوئی پیمبر پیدا ہوتے ہیں تو کوئی نہ کوئی ستارہ تو نکلتا ہی ہے اسی کو کہہ دینگے کہ یہ ستارہ نکل آیا مگر مولانا قواعد نجوم پر فرمارہے ہیں خیر ہوگا غرضکہ نجومیوں نے دیکھ لیا کہ علوق ہو گیا آگے فرعون کا خبر کے لئے عمران کو میدان میں بھیجنا اور ان کا ظاہر میں نجومیوں پر خفا ہونا کہ تم نے انتظام کیوں نہ کیا اور پھر فرعون کی ان لوگوں پر خفگی بیان فرمادیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام کے ستارہ کا آسمان پر ظاہر ہو جانا اور نجومیوں کا شور کرنا

بر فلک پیدا شد آں استارہ اش	کوری فرعون و مکر و چارہ اش
آسمان پر ان (موسیٰ) کا ستارہ نمودار ہوا	فرعون اور اس کے مکر و تدبیر کے خلاف

یعنی ان کا (موسیٰ علیہ السلام کا) ستارہ آسمان پر فرعون کے مکر اور اس کے چارہ کے خلاف ظاہر ہو گیا۔ یعنی جو کچھ کہ تدابیر انہوں نے کی تھیں ان سب کے خلاف وہ ستارہ نکل آیا یعنی علوق ہو گیا۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: فرعون بنی اسرائیل کو میدان میں چھوڑ کر رات کے وقت خود گھر میں واپس آ گیا۔ اور خوش تھا کہ یہ رات حمل کی ہے اور بنی اسرائیل اپنی عورتوں سے الگ ہیں پس حمل نہیں قرار پا سکتا۔ عمران جو اس کے خزانچی تھے وہ بھی اس کے ساتھ شہر میں آ گئے تھے۔ فرعون نے ان سے کہا کہ تم ہماری ڈیوڑھی ہی پر سونا اور نہ بیوی کے پاس جانا نہ اس سے صحبت کرنا انہوں نے کہا بہت بہتر ہے میں حضور ہی کے دولت خانہ پر سوؤں گا اور آپ کے خلاف مرضی کام کا تصور تک نہ آنے دوں گا حالانکہ عمران بھی اسرائیل تھے لیکن فرعون ان کو دل و جان کی طرح عزیز رکھتا تھا یہ محض خدا کی قدرت تھی کہ بنی اسرائیل کا دشمن اور ان کی ذلت کا خواستگار ایک اسرائیلی کو اتنا چاہے کہ بتقدیر الٰہی وہ ایسا کرنے پر مجبور تھا اور ان پر اس کو اتنا اعتماد تھا کہ اس کو اس کا خطرہ بھی نہ ہوتا تھا کہ یہ میری نافرمانی کریں گے اور وہ کام کریں گے جس میں میری جان کے لئے خطرہ ہو اور وہ ان کی اور ان کے افعال کی طرف سے بالکل مطمئن تھا اس لئے ان کی نگرانی کا کوئی خاص اہتمام نہیں کیا اور صرف یاد دہانی پر اکتفا کیا لیکن یہ مقدمہ تھا اس کی حالت کی سزا کا جو اس کو ان پر اتنا اعتماد ہو گیا وہ تقدیر الٰہی جس کا ظہور عنقریب ہونے

www.besturdubooks.wordpress.com

والا ہے عاد اور ثمود کی طرح اس کے خیال میں بھی نہ تھی اور اس کو خطرہ نہ ہوتا تھا کہ عمران میری تباہی کا ذریعہ بنیں گے خیر وہ تو ان کو ہدایت کر کے محل السراء میں چلا گیا اور یہ ڈیوڑھی پر سو گئے جب آدھی رات ہوئی اور لوگ سو گئے تو چپکے چپکے ان کی بیوی ان کے پاس آ پہنچی اور آ کر ان کے اوپر لیٹ گئی اور منہ چومنا شروع کیا اور نیند جو ان کے سر میں بھری ہوئی تھی اس سے ان کو بیدار کیا جب وہ جاگے تو بیوی کو خوب دلربا صورت میں دیکھا یہ دیکھ کر بیتاب ہو گئے اور چٹا چٹ بوسے لینے شروع کئے اور بوسوں کا تار باندھ دیا اور کہا کہ اس وقت تم کیسے آ گئیں انہوں نے کہا کہ آپ کی محبت اور تقدیر الٰہی کھینچ لائی انہوں نے اپنے کو بہت روکنا چاہا مگر رک نہ سکے بالآخر ان کو بقصد ہمبستری آغوش میں لیا اور ان سے ہم صحبت ہوئے اور امانت کو ان کے سپرد کیا یعنی حمل قرار پا گیا جب فراغت ہوئی تو ہوش آیا اور کہا کہ ہم سے بڑی غلطی ہوئی دیکھو یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ وہ آگ جو بادشاہ اور اس کے ملک کو پھونک دی گئی نیز میری مثال ایسی سمجھو جیسے ابر اور اپنی ایسی جیسے زمین اور جو بچہ پیدا ہوگا وہ ایک پودے کی مثل ہے۔ ایضاً بادشاہ کا حق بمنزلہ شطرنج کے تھا۔ اور ہم بازی جیتے اور حق شاہ کو ملحوظ رہنے کی کوشش کر رہے تھے مگر نہ جیت سکے بلکہ مات ہو گئے ہماری ہار جیت سب حق سبحانہ کے قبضہ میں ہے یہ محض تقدیر الٰہی تھی اور ہمارے اختیار کو اس میں کچھ دخل نہ تھا لہذا پچھتانے کی کوئی بات نہیں جو کچھ ہونے والا تھا وہ ہوا اور جس کا بادشاہ کو خطرہ تھا وہ اب جبکہ میں تم سے ہم صحبت ہوا وجود میں آ گیا یعنی تم کو حمل رہ گیا جیسا کہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے۔ اب تم واپس ہو جاؤ اور دیکھو خبردار ان واقعات کی کسی کو اطلاع نہ ہوتا کہ میں اور تم دونوں مصیبت میں نہ پڑ جائیں۔ گو بالکل تو چھپ نہیں سکتا کیونکہ جب اس کی نشانیاں ظاہر ہوں گی جو منجمین نے سمجھ رکھی ہیں تو ان سے اس کا اجمالی علم ہو ہی جائے گا۔ یہ روانہ ہوئیں اور ادھر میدان کی طرف سے آوازیں اٹھیں اور ہوا میں گونجنے لگیں بادشاہ خوف زدہ ہو کر ننگے پاؤں باہر دوڑا اور کہا کہ دیکھو تو یہ کیا شور ہے اور میدان کی طرف سے یہ آوازیں کیسی آ رہی ہیں جن کی ہیبت سے بھوت اور جن بھی بھاگتے ہیں عمران نے کہا کہ حضور کی عمر دراز ہو معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اسرائیلی لوگ چونکہ آپ سے خوش ہیں اس لئے وہ عطائے شاہی سے خوش ہو کر ناچتے اور تالیاں بجاتے ہوں گے اس نے کہا ممکن ہے یہ ہی ہو لیکن مجھے تو طرح طرح کے خیال آتے ہیں اور اس آواز نے میری حالت دگرگوں کر دی ہے اور غم اور ناگوار رنج پہنچا کر مجھے بڈھا کر دیا ہے اس کی عجیب حالت تھی کبھی باہر آتا تھا اور کبھی اندر جاتا تھا اور تمام رات یوں بے قرار تھا جیسے حاملہ دردزہ کے وقت ہوتی ہے اور ہر وقت یہی کہتا تھا کہ اے عمران ان آوازوں نے تو مجھے نہایت بے چین کر رکھا ہے عمران کی کیا طاقت تھی کہ وہ صاف صاف کہہ دے کہ جب میری بیوی میرے پاس گھس آئی تو میں اس سے ہم صحبت ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حمل رہ گیا اور موسیٰ کا ستارہ طلوع ہو گیا یہ اس کا شور ہے۔ بات یہ ہے کہ جب کوئی پیغمبر شکم مادر میں جلوہ افروز ہوتے ہیں تو ان کا ستارہ آسمان پر ظاہر ہوتا ہے جب موسیٰ علیہ السلام شکم مادر میں آ گئے تو فرعون اور اس کی تدبیروں اور چالوں کی آنکھوں میں خاک ڈال کر ان کا

www.besturdubooks.wordpress.com

ستارہ بھی طالع ہو گیا اور کسی کے روکے نہ رک سکا۔

شرح شبیری

روز شد گفتش کہ اے عمران برو	واقف آن غلغل وآن بانگ شو
دن ہوا (فرعون نے) اس (عمران) سے کہا اے عمران جا	اس شور اور آواز کے بارے میں دریافت کر

یعنی دن ہو گیا تو ان سے (عمران سے) فرعون نے کہا کہ عمران جاؤ اور اس شور وغل سے واقف ہو (کہ کس وجہ سے یہ شور وغل ہو رہا تھا۔

راند عمران جانب میدان وگفت	ایں چہ غلغل بود شاہنشہ نخفت
عمران نے میدان کی جانب سواری ہانکی اور کہا	یہ کیسا شور تھا کہ بادشاہ نہ سو سکا

یعنی عمران میدان کی طرف گئے اور بولے کہ یہ کیا غل تھا کہ بادشاہ کو نیند تک نہیں آئی۔

ہر منجم سر برہنہ جامہ چاک	ہمچو اصحاب عزا برفرق خاک
ہر نجومی ننگے سر، کپڑے پھٹے ہوئے	ماتم کرنے والوں کی طرح سر پر خاک (ڈالے ہوئے)

یعنی ہر نجومی پھٹے کپڑے ننگے سر اور ماتم والوں کی طرح سر پر خاک ڈالے ہوئے (تھا)

ہمچو اصحاب عزا آواز شان	بدگرفتہ از فغان و سازشان
ماتم کرنے والوں کی طرح ان کی آواز	چلانے سے رندھ گئی اور ساز (طرب) خاموش تھے

یعنی ماتم والوں کی طرح ان کے اس فعل (ماتم) اور فغاں سے ان کی آواز بیٹھ گئی تھی۔

ریش وموبرکندہ رو بدریدگان	خاک برسر کردہ پرخون دیدگان
داڑھی اور بال اکھاڑے ہوئے منہ نوچے ہوئے	سر پر خاک ڈالے ہوئے آنکھیں پرخون

یعنی داڑھی اور بال (سر کے) اکھاڑے ہوئے اور منہ کو نوچے ہوئے اور سر پر خاک ڈالے اور آنکھیں پرخون غرضکہ مصیبت کے مارے بے چاروں کی عجب حالت اور کیفیت ہو رہی تھی۔

گفت خیرست ایں چہ آشوبست حال	بدنشانی میدہد منحوس سال
اس (عمران) نے کہا خیر ہے یہ کیسا کہرام اور حال ہے؟	منحوس سال بری علامت دکھا رہا ہے

یعنی عمران بولے کہ یہ کیا آشفتہ حال ہے اور بری نشانی منحوس سال کو دیتی ہے مطلب یہ کہ انہوں نے کہا کہ یہ بری صورت بنالینا بھی سبب سال کی نحوست کا ہوتا ہے لہذا تم کو چاہئے کہ ایسی صورت نہ بناؤ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

عذر آوردند و گفتند اے امیر	کرد مارا دست تقدیرش اسیر
انہوں نے معذرت کی اور کہا اے امیر!	ہمیں اس (اللہ) کے دست قدرت نے قیدی بنا لیا

یعنی سب نے عذر کیا اور سب نے کہا کہ اے امیر ہم کو اس کی تقدیر نے قید کردیا تقدیرش کی شین کی ضمیر حق تعالیٰ کی طرف ہے اگر کہا جاوے کہ وہ تو خدا کے قائل بھی نہ تھے پھر یہ جواب انہوں نے کیوں دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ الفاظ تو مولانا کے ہیں مولانا ان سے روایت بالمعنی کر رہے ہیں ان کے الفاظ کچھ اور ہونگے غرضکہ انہوں نے یہ کہا کہ ہم عاجز ہوگئے اور جو ہم نے انتظام کیا تھا اس میں نا کامیاب رہے۔

ایں ہمہ کردیم و دولت تیرہ شد	دشمن شہ ہست گشت و چیرہ شد
ہم نے یہ سب کچھ کیا اور (اقبال) دولت تاریک ہوگیا	بادشاہ کا دشمن پیدا ہو گیا اور غالب آ گیا

یعنی ہم نے یہ سب کچھ انتظام کیا مگر سلطنت زوال میں آ گئی اور دشمن شاہ ہست ہوگیا اور غالب ہو گیا (اور ہماری کچھ نہ چلی تف ہے نالائقو تم پر بھلا خدا کی پناہ بندے ہو کر خدا کا مقابلہ اللھم احفظنا آخر نا کام نہ ہوتے تو کیا ہوتا) اور بولے کہ۔

شب ستارہ آن پسر آمد عیان	کوری ما بر جبین آسمان
رات اس بچہ کا ستارہ نمودار ہو گیا	آسمان کی پیشانی پر ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر

یعنی اس لڑکے کا ستارہ رات آسمان کی جبین پر ہمارے خلاف ظاہر ہوہی گیا۔

زد ستارہ آن پیمبر بر سما	ما ستارہ باز گشتیم از بکا
اس پیغمبر کا ستارہ آسمان پر نمودار ہوا	ہم نے رو رو کر ستارے (آنسو) برسائے

یعنی اس پیمبر کا ستارہ آسمان پر طلوع ہوگیا اور ہم بکا کی وجہ سے ستارہ بار ہوئے یعنی ادھر وہ ستارہ نکلا اور ہم نے آنسو برسانا شروع کئے ان کو ستاروں سے تشبیہ دیدی جب وہ کہہ چکے عمران بولے کہ۔

بادل خوش شاد عمران وز نفاق	دست بر سر می بزد کاہ الفراق
عمران خوش دلی کے ساتھ ' نفاق سے	سر پیٹ رہا تھا کہ ہائے "الفراق"

یعنی عمران دل سے تو خوش تھے اور نفاق سے انہوں نے سر پر ہاتھ مارا کہ افسوس فراق (سلطنت) مطلب یہ کہ عمران کو تو معلوم تھا کہ یہ میرا ہی لڑکا ہوگا تو وہ خوش تھے کہ اتنا بڑا جلیل القدر بادشاہ میرے گھر میں ہوگا اس لئے کہ جو سلطنت فرعونی کو تہ و بالا کرے وہ خود بھی تو بادشاہ ہونا چاہئے اس لئے دل میں تو خوش تھے کہ سلطنت میرے گھر میں آوے گی مگر ظاہر میں ان کے دکھانے کو سر پیٹ لیا اور بہت افسوس کیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کرد عمران خویش پر خشم و ترش	رفت چوں دیوانگاں بیعقل وہش
عمران نے اپنے آپ کو ترش رو اور غضبناک بنایا	دیوانوں کی طرح بے عقل و حواس واپس ہو گیا

یعنی عمران نے اپنے کو پر خشم اور ترش بنالیا اور دیوانوں کی طرح بے عقل و ہوش ہو کر روانہ ہو گئے۔

خویشتن را اعجمی کرد و براند	گفتہائے بس خشن بر جمع خواند
اپنے آپ کو نادان بنایا اور چل دیا	مجمع کو بہت سخت باتیں کہیں

یعنی اپنے کو نادان بنالیا اور چل دیئے اور جماعت (نجومیوں) کو بہت سخت سست کہا۔

خویشتن را ترش و غمگیں ساخت او	نرد ہائے باز گونہ باخت او
اس نے اپنے آپ کو ترش رو اور غمگین بنایا	اس نے الٹی چال چلی

یعنی انہوں نے اپنے کو ترش اور غمگین بنالیا اور الٹی نرد انہوں نے کھیلی مطلب یہ کہ انہوں نے اپنے کو بہ تکلف غصہ ور بنایا اور نجومیوں کو بہت برا بھلا کہا اور دل میں خوش تھے تو الٹی بات کر رہے تھے کہ تھے خوش اور بنے ناخوش اور نجومیوں سے کہا کہ۔

گفت شاں شاہ مرا بفریفتید	از خیانت وز طمع نشکفتید
بولا تم نے میرے بادشاہ کو فریب دیا	خیانت اور لالچ سے باز نہ آئے

یعنی ان سے کہا کہ تم نے میرے بادشاہ کو دھوکہ دیا اور خیانت اور طمع سے صبر نہ کر سکے۔

سوئے میدان شاہ را انگیختید	ابروئے شاہ مارا ریختید
تم بادشاہ کو میدان میں لے آئے	تم نے ہمارے بادشاہ کی آبرو ریزی کی

یعنی ہمارے بادشاہ کو تم نے میدان کی طرف برانگیختہ کیا اور ہمارے بادشاہ کی آبرو ریزی کی۔ اس لئے کہ جو اس کو سنے وہ یہی کہے کہ کچھ کرتو نہ لیا سارا انتظام دھرا رہ گیا۔

دست بر سینہ نہادید از ضمان	شاہ را ما فارغ آریم از غمان
ذمہ داری کے لئے تم نے سینہ پر ہاتھ رکھا	(کہ) ہم بادشاہ کو غم سے فارغ کر دیں گے

یعنی تم نے ضمانت سے سینہ پر ہاتھ رکھا تھا کہ ہم بادشاہ کو غموں سے فارغ کریں گے۔

عاقبت زرہا تلف شد کار خام	شد برفرعون و برخواندش تمام
آخر کار روپیہ برباد ہوا کام ادھورا (رہا)	فرعون کے پاس گیا اور اس کو سب (قصہ) سنا دیا

یعنی آخر تمام روپیہ فضول گیا اور کام کچا رہا (ان کو یہ کہا اور خود) بادشاہ کے پاس چلے گئے۔ اور وہ سب اس

www.besturdubooks.wordpress.com

سے کہہ دیا روپیہ وہ ضائع ہوا جو اس انتظام میں خرچ ہوا اور بنی اسرائیل کو انعام میں دیا گیا تو اس سے نتیجہ کچھ نہ نکلا۔

چوں شنید از غصہ رویش شد سیاہ	خواند ایشاں را زخشم آں روتباہ
جب اس نے سنا غصہ سے اس کا منہ کالا پڑ گیا	ان کو اس روتباہ نے غصہ سے بلایا

یعنی جب فرعون نے سنا تو غصہ سے اس کا منہ سیاہ ہو گیا اور ان نجومیوں کو اس دین تباہ نے غصہ میں بلایا مطلب یہ کہ سخت غم ہوا۔

گفت ایشانرا کہ ہیں اے خائنان	من برآویزم شمارا بے امان
(شاہ نے) ان (منجموں) سے کہا کہ ہاں اے خائنو!	میں تمہیں معافی کے بغیر (سولی) پر لٹکا دوں گا

یعنی ان سے بولا کہ ارے دغا بازو میں تمہیں (دار پر) بے امان کے لٹکا دوں گا۔

خویش را در مضحکہ انداختیم	مالہا بادشمناں در باختیم
ہم نے اپنی مذاق اڑوائی	مال کو دشمنوں پر خرچ کر ڈالا

یعنی اپنے کو ہم نے مضحکہ میں ڈالا (کہ میدان میں گئے اور) اموال دشمنوں (بنی اسرائیل) کو ہم نے دیئے۔

تا کہ امشب جملہ اسرائیلیان	دور ماندند از ملاقات زنان
حتی کہ آج کی رات سب اسرائیلی	بیویوں کی ملاقات سے دور رہے

یعنی یہاں تک کہ آج کی رات سارے بنی اسرائیل عورتوں سے ملنے سے دور رہے (مگر)

مال رفت و آبرو در کار خام	ابن بود یاری و افعال کرام
مال اور آبرو ختم ہوئی اور کام ادھورا (رہا)	(کیا) یہ دوستی اور شریفوں کے کام ہوتے ہیں؟

یعنی ایک کچے کام میں مال بھی گیا اور آبرو بھی گئی ارے کیا بھلے آدمیوں کی ایسی ہی مدد اور ایسے ہی افعال ہوتے ہیں۔

سالہا ادرارو خلعت میبرید	مملکتہا را مسلم مے خورید
تم سالوں سے عطایا اور خلعت لئے جاتے ہو	پوری سلطنت کھائے جاتے ہو

یعنی سالہا سال سے تم نے وظیفے اور خلعت لئے جاتے ہو اور سالم ملکوں (کی جاگیروں) کو کھا جاتے ہو۔

از برائے آنکہ در روزے چنیں	فہم گرد آرید و گردیدم معین
اسی لئے کہ اس طرح کے دن	سمجھ کو کام میں لاؤ گے اور میرے مددگار بنو گے

یعنی اس لئے تا کہ ایسے دن میں تم سمجھ سے کام لو اور میرے مددگار بنو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

رائے تان این بود وفرہنگ ونجوم	طبل خوارانید و مکاریدو شوم
تمہاری تدبیر اور علم اور نجوم یہ تھا!	تم پیٹو اور مکار اور بدبخت ہو

یعنی کیا تمہاری یہی عقل اور دانائی اور نجوم ہے بس تم طبل خوار ہو اور مکار ہو اور منحوس ہو۔

من شمارا بردرم آتش زنم	گوش و بینی ولبان تان برکنم
میں تمہارے ٹکڑے کر دوں گا' پھونک دوں گا	تمہارے کان اور ناک اور ہونٹ اکھاڑ دوں گا

یعنی تم کو چیر ڈالوں گا اور آگ لگا دوں گا اور تمہارے کان اور ناک اور لب سب اکھڑوا دوں گا۔

عیش رفتہ برشما ناخوش کنم	من شمارا ہیزم آتش کنم
میں تمہارے پہلے عیش کو بدمزہ کردوں گا	میں تمہیں آگ کا ایندھن بنا دوں گا

یعنی گذشتہ عیش میں تم پر ناخوش کردوں گا اور میں تم کو آگ کا ایندھن بنادوں گا۔

(سبحان اللہ ذرا ہٹ جا غصہ آ رہا ہے بھلا اس الو سے کوئی پوچھے کہ ارے نالائق تو جو غصہ کر رہا ہے تو بھلا ان کی کیا خطا خدا کے آگے کسی کی چلی ہے جو آج ان کی چلتی مگر خدا بچاوے تکبر اور جہل سے کہ اس کمبخت خبیث کو کچھ نہ سوجھتا تھا خیر یہ تو غصہ کر چکا۔

سجدہ کردندو بگفتند اے خدیو	گر یکے کرت زما چربید دیو
انہوں نے سجدے کئے اور کہا اے شہنشاہ!	اگر ایک مرتبہ شیطان ہم پر غالب آ گیا

یعنی سب نے سجدہ کیا اور سب نے کہا کہ اے سردار اگر ایک مرتبہ ہم پر شیطان غالب آ گیا (تو کیا ہے اس لئے کہ)

سالہا دفع بلاہا کرد ایم	وہم حیران زانچہ ماہا کردہ ایم
ہم نے سالوں مصیبتیں ٹالی ہیں	جو کچھ ہم نے کیا ہے اس پر عقل حیران ہے

یعنی سالہا سال تک ہم نے بلاؤں کو دفع کیا ہے اور جن اشیاء سے کہ وہم حیران تھا ہم نے کی ہیں۔

فوت شد از ما وحملش شد پدید	نطفہ اش برجست ورحم اندر خزید
وہ ہمارے قابو سے نکل گیا اور اس کا حمل نمودار ہو گیا	اس کا نطفہ کودا اور رحم میں گھس گیا

یعنی ہم سے چوک گیا اور اسکا حمل ظاہر ہو گیا اور نطفہ کودا اور رحم کے اندر گھس گیا (تو خیر یہ وقت تو نکل گیا اور چوک گیا)

لیک استغفار این روز و لاد	مانگہداریم اے شاہ قباد
لیکن اس کی معافی کے لئے ولادت کے دن کی	اے شہنشاہ! ہم حفاظت کریں گے

یعنی لیکن اس کے تدارک میں اے شاہ قباد ہم روز ولادت کی حفاظت کریں گے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

روز میلادش رصد بندیم ما	تا نگردد فوت ونجہد این قضا
اس کی پیدائش کے دن ہم رصد بندی کریں گے	تا کہ وہ بچ کر نہ نکلے اور یہ قضا ظاہر نہ ہو

یعنی اس کی ولادت کے دن ہم رصد بندی کریں گے تا کہ کہیں یہ قضا بھی فوت نہ ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ ہم خوب رصد بندی کر کے ٹھیک وقت پر ایسا انتظام کریں گے کہ یہ حکم قضا نافذ نہ ہو سکے گا تو اس وقت تک ہم کو مہلت دی جاوے۔

گر نداریم این نگہ مارا بکش	اے غلام رائے تو افکار وہش
اگر ہم اس کی نگہداشت نہ کریں تو ہمیں مار ڈالنا	اے وہ! کہ عقلیں اور ہوش تیری رائے کے غلام ہیں

یعنی اگر ہم اس کی حفاظت نہ کرسکیں تو ہم کو مار ڈالنا اے وہ شخص کہ تیری رائے کے تمام افکار و ہوش غلام ہیں مطلب یہ کہ آپ تو بڑے عاقل ہیں سمجھ لیجئے کہ غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ لہٰذا معاف فرمایئے ہاں اگر دوسری مرتبہ ہم ناکام رہیں تو بیشک سزائے موت دینا۔

تا بہ نہ مہ می شمرد او روز روز	تا نہ پرد تیر حکم خصم دوز
وہ نو مہینے تک ایک ایک دن گنتا رہا	تا کہ دشمن کو زخمی کرنے والا قضا کا تیر نہ چل جائے

یعنی نو ماہ تک وہ ایک ایک دن گنتا تھا تا کہ حکم دشمن دوز کہیں نافذ نہ ہو جاوے مولانا فرماتے ہیں کہ

چون مکان بر لامکان حملہ برد	خون خود ریزد بلاہا را خرد
جب مکان (والا) لامکان پر حملہ کرتا ہے	اپنا خون کرتا ہے مصیبتیں خریدتا ہے

یعنی جبکہ سوت لاہوت پر حملہ کرے تو اپنا ہی خون گراتا ہے اور بلاؤں کو خریدتا ہے اور قضا حکم لاہوت سے ہے تو اس کا مقابلہ کرنا گویا کہ لاہوت پر حملہ کرنا ہے تو جو ناسوت لاہوت کا مقابلہ کرے اس کا تو نتیجہ ظاہر ہے کہ ہلاک ناسوت ہوگا آگے خود اس کی تفسیر فرماتے ہیں کہ۔

بر قضا ہر کو شب خون آورد	سرنگون آید ز خون خود خورد
قضا (خداوندی) پر جو شبخون مارتا ہے	اوندھا گرتا ہے (اور) اپنا خون پیتا ہے

یعنی قضا پر جو کوئی کہ شب خون مارے (یعنی اس کا مقابلہ کرے) تو وہ سرنگوں آوے گا اور اپنے خون سے کھاوے گا آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چون زمین با آسمان خصمی کند	شور گردد سر ز مرگے برزند
جب زمین، آسمان سے دشمنی کرے	بنجر بن جاتی ہے موت سے ٹکراتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی زمین جب آسمان کے ساتھ دشمنی کرے تو وہ شورہ ہو جاوے گی اور سرا ایک موت سے بھڑا رہی ہے مطلب یہ کہ جو اپنے سے غالب سے مقابلہ کرے وہ آخر ہلاک ہی ہوگا دوسری مثال یہ ہے کہ

نقش بانقاش چون پنجہ زند	سبلتان وریش خود برمی برکند
جب نقش نقاش کا مقابلہ کرتا ہے	اپنی مونچھیں اور داڑھی اکھاڑتا ہے

یعنی جو نقش کہ نقاش کے ساتھ پنجہ کرے وہ اپنی مونچھیں اور ڈاڑھی کو اکھاڑتا ہے مطلب یہ کہ اگر وہ اس کا مقابلہ کرے تو آخر اسی کا تو مصنوع ہے وہ اس کو غارت و ہلاک کر دے گا۔ اسی طرح جو شخص کہ مقابلہ کرے تو آخر اسی کا تو مصنوع ہے وہ اس کو غارت و ہلاک کر دے گا۔ اسی طرح جو شخص کہ مقابلہ حق و قضا کرے وہ بھی بجز اس کے کہ ہلاک ہو اور کیا ہوگا خیر وہ تو جو ہوا گزر گیا۔ اب بعد نو ماہ کے فرعون نے اون عورتوں کو جمع کیا جن کے کہ تھوڑے ہی زمانہ میں بچے پیدا ہوئے تھے تا کہ سب بچوں کو قتل کر دے آگے اسی کو بیان فرماتے ہیں اللہ اکبر دیکھنا یہ ہے کہ اس نے کیسے کیسے انتظام کئے کہ اس سے زیادہ کوئی انتظام ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر قدرت حق کے آگے آخر کچھ نہ چلا اور عاجز ہی رہا۔ بس دیکھ لو وہ کونسی قدرت ہے کہ جس نے اس طرح عاجز کر دیا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ علوا کبیرا اب آگے قصہ سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ رات بھر تو پریشان رہا اور کسی مصلحت سے رات کو تفتیش نہ کر سکا جب صبح ہوئی تو کہا اے عمران جاؤ اور ان آوازوں اور شوروں کا سبب معلوم کرو عمران میدان میں گئے اور جا کر کہا کہ یہ کیا شور تھا بادشاہ نے اسے سنا ہے اور مجھے تحقیق کیلئے بھیجا ہے ہر منجم ننگے سر تھا کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور اہل ماتم کی طرح سر پر خاک ڈال رکھی تھی اور فریاد کرنے اور مل کر شور کرنے سے اہل ماتم کی طرح آوازیں بیٹھ گئی تھیں۔ داڑھیاں اور بال نچے ہوئے تھے ناخنوں سے منہ نچا ہوا تھا سر پر خاک پڑی ہوئی تھی آنکھوں میں خون کے آنسو بھرے ہوئے تھے جب ان کی یہ حالت تفصیلی طور پر دیکھی تو کہا کہ خیر تو ہے یہ پریشانی کیسی ہے اور تم نے یہ حالت کیوں بنائی ہے یہ منحوس سال تو بڑی نشانیاں دکھلا رہا ہے خدا خیر کرے یہ سن کر سب نے معذرت کی اور کہا کہ ہم تقدیر کے پنجہ میں پھنس گئے ہم نے سب کچھ کیا لیکن سلطنت مکدر ہوگئی اور بادشاہ کا دشمن پیدا ہو گیا اور غالب آ گیا اور ہماری آنکھوں میں دھول ڈال کر اس بچہ کا ستارہ آسمان کی پیشانی پر نمودار ہو گیا چونکہ وہ ستارہ آسمان پر طلوع ہو گیا ہے اس لئے ہم اپنی آنکھوں سے رو رو کر ستارہ (آنسو) برسا رہے ہیں عمران دل میں تو خوش تھے مگر بناوٹ سے سر پر دو ہتڑ مارے اور کہا ہائے سلطنت کی مفارقت عمران نے اپنی صورت غصہ اور خفگی کی بنائی اور جیسے دیوانے بے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوش وحواس ہوتے ہیں اس طرح آگے بڑھے اور اپنے کو انجام بنا کر ان کی طرف چلے اور اس مجمع کو بہت کچھ سخت دست کہا وہ اپنے کو غصہ ورد مغموم بنا کر الٹی چال چل رہے تھے یعنی ان کو فریب دے رہے تھے۔ تا کہ کوئی تاڑ نہ جائے کہ یہی حضرت ہیں جن کی بدولت یہ آفت آئی ہے اور ان سے کہہ رہے ہیں کہ تم نے میرے بادشاہ کو بڑا دھوکا دیا کمبخو پاجیو تم اس وقت بھی خیانت اور طمع سے باز نہ رہے تم نے بادشاہ کو میدان میں لا کر اس کی توہین کی کیونکہ جب یہ معلوم ہوگا کہ بادشاہ جس غرض سے میدان میں گئے تھے وہ غرض پوری نہ ہوئی تو بادشاہ کی تدبیر اور اس کے اقتدار پر کتنا بڑا حرف آئے گا تم نے اس وقت سینہ ٹھوک کر کہا تھا کہ ہم بادشاہ کو فکر سے نجات دیں گے اب کیا ہوئی تمہاری تدبیر۔ روپیہ بھی مفت میں برباد ہوا اور کام بھی بگڑ رہا۔ غرض ان کو خوب ڈانٹا اور جو جی میں آیا کہا اس کے بعد بادشاہ کے پاس آئے اور بادشاہ سے پورا واقعہ بیان کیا جب بادشاہ نے یہ واقعہ سنا تو مارے رنج کے چہرہ سیاہ ہو گیا۔ اور اس بے ایمان نے غیظ میں آ کر منجمین وغیرہ کے حاضر کرنے کا حکم دیا جب وہ حاضر ہوئے تو کہا کہ او بے ایمانو میں تم کو سولی پر لٹکاؤں گا تمہارے کہنے سے میں نے اپنا مضحکہ کیا دشمنوں کو مال و دولت دی حتیٰ کہ اسرائیلی آج رات کو اپنی عورتوں سے الگ رہے پھر یہ واقعہ کیوں ہوا میرا مال بھی برباد ہوا آبرو میں بھی بٹہ آیا اور کام کا کام بگڑ رہا کیا دوستی اسی کے معنی ہیں اور بھلے مانسوں کی یہی باتیں ہوتی ہیں برس گزر گئے کہ تم مجھ سے تنخواہیں اور خلعتیں لے رہے ہو اور چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کے برابر جاگیریں مسلم کھا رہے ہو یہ سب اسی لئے تو کہ تم آڑے وقت میں اپنے خیالات منتشرہ کو جمع کر کے معاملہ پر غور کرو اور میری اعانت کرو یہی تمہاری رائے تھی یہ ہی تمہاری عقل تھی اور یہی تمہارا نجوم تھا تم کسی کام کے نہیں فقط کھانے والے اور مکار اور منحوس ہو میں تمہاری کھال ادھیڑ ڈالوں گا تم کو آگ لگا دوں گا تمہارے ناک کان ہونٹ سب اکھڑوا دوں گا میں تم کو آگ میں جھونک دوں گا اور تمہارے سارے گذشتہ عیش کو مکدر کر دوں گا تم کیا بھولے ہوئے ہو۔ عتاب شاہی کو سن کر سب سجدہ میں گر گئے اور کہا کہ جہاں پناہ اگر ایک مرتبہ ہم سے غلطی ہو گئی ہے۔ اور شیطان ہم پر غالب آ گیا ہے تو حضور معاف فرما دیں آخر برسوں تک بلاؤں کو دفع بھی تو ہمیں نے کیا ہے اور وہ وہ کام کئے ہیں جو کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں آتے خیر اب تو بات ہاتھ سے نکل گئی اور حمل ظاہر ہو گیا۔ اور نطفہ نکل کر رحم میں پہنچ گیا لیکن پیدائش کے دن اس کی تلافی کا خیال رکھیں گے جب ولادت کا دن ہوگا اس وقت خوب رصد قائم کریں گے اور نہایت غور سے ستاروں کو دیکھیں گے تا کہ بات ہاتھ سے نہ نکل جائے اور تقدیر پردہ خفا سے منصۂ ظہور پر جلوہ گر نہ ہو جائے اگر ہم اس کا لحاظ نہ رکھیں تو ہم واقعی گردن زدنی ہیں۔ حضور جو اس قدر دانا ہیں کہ دیگر افکار اور ہوش حضور کی رائے کے غلام ہیں ہم کو فوراً مار ڈالیں خیر یہ واقعہ تو رفت گذشت ہوا لیکن اس کا خیال اس کی طبیعت میں سے نہ گیا۔ وہ نو مہینہ تک ایک ایک دن گنتا رہا کہ مبادا دشمن کو بیندھنے والا تیر قضا نہ چل جاوے لیکن کیا اس سے

www.besturdubooks.wordpress.com

قضاالٰہی رک سکتی تھی ہرگز نہیں جو شخص قضاالٰہی پر شبخون مارنے کا ارادہ کرتا ہے اور اس کو مٹانا چاہتا ہے وہ خود سر کے بل گرتا اور اپنا خون پیتا ہے اور جب ناسوت لاہوت پر حملہ کرتا ہے تو خود اپنے ہی کو ہلاک کرتا ہے اور اپنے ہی لئے بلائیں مول لیتا ہے جب زمین آسمان کے ساتھ مخالفت کرتی ہے تو خود ہی شور ہوتی اور موت سے ٹکراتی ہے جب مصنوع صانع سے پنجہ کرتا ہے تو خود اپنی ہی ڈاڑھی اور مونچھیں اکھیڑتا ہے غرضکہ جب مخلوق خلق کا مقابلہ کرتا ہے تو اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور حکم الٰہی کی مزاحمت نہیں کرسکتا۔

شرح شبیری

فرعون کا میدان کی طرف بنی اسرائیل کی ان عورتوں کو مکر سے بلانا جو کہ زانیدہ تھیں

بعد نہ مہ شہ برون آورد تخت	سوئے میدان و منادی کرد سخت
نو مہینے کے بعد بادشاہ نے تخت باہر نکالا	میدان کی جانب اور سخت اعلان کرایا

یعنی نو ماہ بعد بادشاہ نے میدان کی طرف تخت (پھر) نکالا اور بہت سخت منادی کی۔

بار دیگر شد منادی سوئے شہر	کاے زنان از دہرمی یابید بہر
دوبارہ شہر کی جانب اعلان کرنے والا روانہ ہوا	کہ اے عورتو! زمانے سے حصہ حاصل کر لو

یعنی دوسری مرتبہ پھر شہر میں منادی ہوئی کہ اے عورتو تم زمانہ سے حصہ حاصل کر یعنی تم بھی اس مرتبہ انعام لو۔

کاے زنان باطفلگان میدان روید	تاز داد و بخشش شادان شوید
کہ اے عورتو! بچوں کو لے کر میدان میں پہنچو	تاکہ تم میری عطا اور بخشش سے خوش ہو

یعنی (اس نے یہ منادی کرائی کہ) اے عورتو بچوں سمیت میدان میں جاؤ تاکہ میری بخشش اور انصاف سے خوش ہو۔

آں چناں کہ پار مردان را رسید	خلعت و ہر کس از ایشان زر کشید
جس طرح کہ پارسال مردوں کو ملا	شاہی جوڑا اور ان میں سے ہر شخص نے روپیہ حاصل کیا

یعنی جیسے کہ پارسال مردوں کو خلعتیں ملی تھیں اور ہر ایک نے ان میں سے روپیہ کھینچا تھا۔

ہیں زنان امسال اقبال شماست	تا بیابد ہر یکے چیزے کہ خواست
آگاہ! عورتو اس سال تمہارا نصیبہ ہے	تاکہ ہر عورت وہ پائے جو اس کی خواہش ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اری عورتو اب کے سال تمہارا اقبال ہے تا کہ ہر کوئی وہ پائے جو وہ چاہے

مرزنان راخلعت وحلیت دہند	کودکان راہم کلاہ زر نہند
عورتوں کو جوڑا اور زیور دیں گے	بچوں کو سنہری ٹوپی پہنائیں گے

یعنی عورتوں کو جوڑے اور زیور دینگے اور بچوں کو سنہری ٹوپیاں سرپر رکھیں گے۔

ہر کہ اواین ماہ زائیدست ہیں	گنجہا گیرد زمن بے شک یقین
آگاہ! جس نے اس سال بچہ جنا ہے	یقیناً بلاشک مجھ سے خزانے حاصل کرلے گی

یعنی جو عورت کہ اس مہینے میں جنی ہے ارے وہ تو مجھ سے بیشک اور یقیناً خزانہ کے خزانہ لے لے گی۔

آن زنان باطفلگان بیرون شدند	شادمان تا خیمۂ شہ آمد
اس وقت بچوں کے ساتھ وہ باہر نکل آئیں	خوشی خوشی یہاں تک کہ بادشاہ کے خیمہ کے پاس آگئیں

یعنی وہ عورتیں معہ بچوں کے باہر گئیں اور خوش خوش خیمہ شاہ تک آپہنچیں۔

ہر زنے نوزادہ بیروں شد زشہر	سوئے میدان غافل ازدستان قہر
ہر نئے بچہ والی عورت شہر سے باہر نکل آئی	میدان کی جانب ظلم کے مکر سے غافل ہو کر

یعنی ہر عورت نوزائیدہ شہر سے باہر میدان کی طرف چلی گئی اور ان حالیکہ وہ قہر کے ہاتھوں سے غافل تھیں۔

چوں زنان جملہ بدوگرد آمدند	ہر چہ بود آن نر زمادر بستدند
جب سب عورتیں اس کے گرد آگئیں	جو لڑکا تھا اس کو ماں سے لے لیا

یعنی جب عورتیں سب اس کے گرد جمع ہوگئیں (تو اس خبیث نے یہ کہا کہ (جو جو لڑکے تھے ان کو ماؤں سے لے لیا (اور پھر اس سنگدل بے رحم خبیث پاجی نے یہ کیا کہ)

سر بریدندش کہ اینست احتیاط	تانہ زاید خصم ونفزاید خباط
اس کا سر قلم کر دیا کہ یہ احتیاط ہے	تاکہ دشمن پیدا نہ ہو اور دیوانگی نہ بڑھے

یعنی ان سب کے سر کاٹ دیئے اور کہا کہ یہ احتیاط ہے تا کہ دشمن پیدا نہ ہو اور گڑبڑ نہ پڑے مطلب یہ کہ حالت تو مقتضی صرف اس کو تھی کہ وہ بچے جو بالکل تازے پیدا ہوئے ہوں ان کو مارا جائے مگر احتیاط اس کو مقتضی ہے کہ پہلے بچوں کو بھی قتل کیا جاوے لہذا اس کمبخت نے سب کو قتل کر دیا۔ نعوذ باللہ منہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمه و تشریح:۔ نو مہینے کے بعد پھر تخت شاہی میدان میں لایا گیا اور سامان باہر نکالا گیا اور دوسری مرتبہ شہر میں یہ منادی کرائی گئی کہ اے وہ عورتو جن کی قسمت میں زمانہ نے دولت کا ایک بہت بڑا حصہ رکھا ہے تم اپنے چھوٹے بچوں سمیت میدان میں چلو تم کو شاہی عطیوں کے حاصل کرنے سے خوشی ہوگی بادشاہ تم پر یوں ہی دولت برسائیں گے جس طرح پارسال مردوں کو خلعت ملے تھے اور ہر شخص ان میں سے بہت سا سونا کھینچ لایا تھا دیکھو عورتو آج تمہاری خوش قسمتی کا دن ہے کہ ہر ایک کو اس کا مدعا حاصل ہوگا اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ دینا آج عورتوں کو خلعت فاخرہ اور زیور ملے گا اور بچوں کو کلاہ زرین پہنائی جاوے گی جن کے اس مہینہ میں بچہ پیدا ہوا ہے وہ چلیں اور بادشاہ سے خزانہ لیں یہ سن کر عورتیں اپنے اپنے بچوں کو لے کر خوش خوش میدان کی جانب روانہ ہوگئیں اور بادشاہ کے خیمہ تک پہنچ گئیں غرض جس جس کے نیا بچہ ہوا تھا ان میں سے ایک بھی شہر میں نہ رہی سب باہر نکل کر میدان کی طرف چل دیں اور کسی کو بھی اس فریب آمیز قہر کا پتہ نہ چلا اور جبکہ وہ سب کی سب اکٹھی ہو جتنے لڑکے تھے سب کو ان کی ماؤں سے لے لیا گیا۔ اور ان کو ذبح کر دیا گیا اور سمجھا گیا کہ اس میں احتیاط ہے ایسا کرنے سے دشمن پیدا نہ ہوگا اور خرابی نہ پڑے گی۔

شرح شبّیری

موسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہو جانا اور سپاہیوں کا عمران کے گھر میں خبر سن کر خانہ تلاشی کیلئے آنا اور والدۂ موسیٰ علیہ السلام کو الہام حق ہونا کہ موسیٰ علیہ السلام کو آگ میں ڈال دو اس لئے کہ میں ان کی حفاظت کروں گا

خود زن عمران کہ موسیٰ زادہ بود	دامن اندر چید زان آشوب زود
عمران کی بیوی جس نے موسیٰ کو جنا تھا	اس نے اس فتنہ سے جلد دامن بچا لیا

یعنی چونکہ زن عمران نے موسیٰ علیہ السلام کو جنا تھا تو انہوں نے اس آشوب سے جلدی سے دامن چنا یعنی انہوں نے چاہا کہ کہیں چھپ جائیں اس لئے کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ان کو معلوم تھا کہ وہ لڑکا وہی ہوگا جو کہ مجھ سے پیدا ہوگا لہذا ان کو فکر ہوئی کہ کسی کو خبر نہ ہو جاوے ورنہ غضب ہو جاوے گا۔

بعد ازاں دستان کہ آن سگ بازنان	کرد دیگر بین چہ آورد آن زمان
اس کے بعد وہ مکر جو اس کتے نے عورتوں سے	کیا' پھر دیکھ اس نے اس وقت کیا کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بعد اس مکر کے جو اس کتے نے عورتوں کے ساتھ کیا یہ دیکھو کہ اسی وقت دوسری کیا بات یعنی صرف اسی پر اکتفا نہ کی کہ سب کو جمع کر کے بچوں کو مار ڈالا بلکہ اس سور نے آگے بھی اور مکر کیا مکر کیا ہوتا ہے جس کو خدا بچاوے اس کو کون ہاتھ لگا سکتا ہے اس کو جو تدابیر سوجھتی تھیں یہ بھی اس لئے تھیں کہ جس قدر زیادہ اس نے تدابیر کیں اسی قدر قدرت حق ظاہر ہوتی کہ دیکھ تو نے یہ یہ کیا مگر خبیث پھر تیرے ہی ہاتھوں ان کو پرورش کرایا تیرے ہی گھر میں رکھا ڈوب مر خبیث نالائق سچ یہ ہے کہ خدا کے آگے وہ کیا چل سکتا تھا ہار گیا آگے اس دوسرے مکر کو بیان فرماتے ہیں۔

آن زنان قابلہ در خانہا	بہر جاسوسی فرستاد آن دغا
دائیوں کو گھروں میں	اس (مجرم) دغا نے جاسوسی کے لئے روانہ کر دیا

یعنی دائیوں کو جاسوسی کے لئے اس دغاباز نے گھروں میں بھیجا (کہ جا کر دیکھیں کہ شاید کوئی عورت نہ آئی ہو اور بچے کو چھپا رکھا ہو لہذا خبیث نے عورتوں سے جاسوسی کرائی)

غمز کردندش کہ اینجا کودکیست	نامد او میدان کہ در وہم و شکیست
انہوں نے اس کو اشارہ کر دیا کہ یہاں ایک بچہ ہے	جو میدان میں نہیں آیا کیونکہ (اس کی ماں) وہم اور شک میں ہے

یعنی ان (خبیثنیوں) نے شکایت کی کہ یہاں ایک بچہ ہے کہ وہ میدان میں نہیں آیا اس لئے کہ (اس کی ماں) وہم و شک میں ہے یعنی وہ خوف کے مارے گئی نہیں اور اس کے پاس بچہ ہے۔

اندریں کوچہ یکے زیبا زنے ست	کودکے دارد ولیکن پرفنے ست
اس گلی میں ایک خوبصورت عورت ہے	جس کے ایک بچہ ہے لیکن (وہ عورت) بڑی چالاک ہے

یعنی اس کوچہ میں ایک حسین عورت ہے کہ وہ ایک بچہ رکھتی ہے مگر ہے بڑی چالاک (کسی کو دینے والی ہے نہیں) پس یہ سنتے ہی اس نے سپاہیوں کو تلاشی کا حکم دیدیا اب قدرت دیکھئے کہ۔

پس عواناں آمدند او طفل را	در تنور انداخت از امر خدا
تو سپاہی پہنچ گئے' اس نے بچہ کو	خدا کے حکم سے' تنور میں ڈال دیا

یعنی جبکہ سپاہی آئے تو انہوں نے (والدۂ موسیٰ علیہ السلام نے) بچہ کو حکم خداوندی سے تنور میں ڈال دیا

وحی آمد سوئے زن از دادگر	کہ ز نسل آن خلیل است ایں پسر
عورت کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی آئی	کہ یہ بچہ (ابراہیم) خلیل (اللہ) کی نسل سے ہے

یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے عورت کو الہام ہوا کہ یہ لڑکا ان خلیل اللہ کی نسل سے ہے (لہذا)

www.besturdubooks.wordpress.com

در تنور انداز موسےٰ را تو زود	تا نگہدار یمش اندر نار و دود
تو موسیٰ کو فورا تنور میں ڈال دے	تاکہ آگ اور دھوئیں میں اس کی حفاظت کروں

یعنی موسیٰ کو جلدی سے تنور میں ڈال دو۔ تاکہ اس آگ اور دھویں میں ہم اس کی حفاظت کریں۔

عصمت یا نار کونی بارداً	لاتکون النار حر اشار دا
"اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا" کی حفاظت کی وجہ سے	آگ گرم اور سرکش نہ ہوگی

یعنی یانار کونی برداً کی عصمت کی وجہ سے یہ آگ گرم اور تیز نہ ہوگی۔

زن بوحی انداخت او را در شرر	بر تن موسیٰ نکرد آتش اثر
عورت نے وحی کی وجہ سے اس کو انگاروں میں پھینک دیا	آگ نے موسیٰ کے جسم پر اثر نہ کیا

یعنی عورت نے الہام کی وجہ سے ان کو شعلوں میں ڈال دیا تو موسیٰ علیہ السلام کے بدن پر آگ نے اثر نہ کیا (اللہ اکبر کیا قدرت ہے پھر والدہ موسیٰ علیہ السلام کے قلب میں کس قدر مضبوطی عطا فرمائی کہ ان کو الہام کے صحیح ہونے کا اس قدر یقین تھا کہ جانب مخالف کا احتمال ضعیف بھی نہ ہوا اللہ اکبر تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ اے اللہ ہم کو بھی ایسا ہی توکل عطا فرما آمین یارب العالمین) جب وہ تنور میں ڈال چکیں اس کے بعد یہ ہوا کہ۔

پس عوانان خوانہ را جستند زود	ہیچ طفلے اندران خانہ نبود
سپاہیوں نے فورا گھر کی تلاشی لی	اس گھر میں کوئی بچہ نہ تھا

یعنی پھر سپاہیوں نے گھر کی جلدی سے تلاشی لی تو اس گھر میں کوئی بچہ نہ تھا (اور تنور میں ہونے کا کسی کو احتمال بھی نہ تھا اور اگر ہوتا تو سمجھتے کہ اچھا ہے جو چاہتے تھے کہ ناپید ہو جاوے وہ مقصود حاصل ہو گیا۔ لہٰذا یہ ہوا کہ)

پس عوانان بے مراد آنسو شدند	باز غمازان کزان واقف بدند
سپاہی ناکام واپس ہو گئے	پھر ان چغلخوروں نے جو اس سے واقف تھے

یعنی پس سپاہی بے مراد اس طرف کو چلے گئے اور پھر تو چغلخوروں نے جو کہ اس سے واقف تھے۔

با عوانان ماجرا برداشتند	پیش فرعون از برائے دانگ چند
سپاہیوں سے قصہ چھیڑا	فرعون کے سامنے، چند ٹکوں کی خاطر

یعنی سپاہیوں سے اس قصہ کو فرعون کے سامنے چند دانگوں کے لئے اٹھایا مطلب یہ کہ جب سپاہیوں کو وہاں کچھ نہ ملا تو وہ تو نامراد ہو کر واپس ہو گئے مگر جن لوگوں کو یہ قصہ معلوم تھا انہوں نے پھر بچہ کو دیکھا اس لئے کہ بعد جانے سپاہیوں کے والدہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو نکال لیا تھا تو فرعون کے پاس پھر خبر پہنچی کہ وہ بچہ موجود ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور یہ خبر اس لئے پہنچائی تا کہ پھل جاوے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون نے اس خبر رسائی کے لئے کچھ انعام مقرر کیا ہو گا جب پھر خبر پہنچی تو فرعون نے کہا کہ۔

کاے عوانان باز گردید آن طرف	نیک نیکو بنگرید اندر غرف
کہ اے سپاہیو! اس طرف پھر جاؤ	کوٹھڑیوں میں خوب اچھی طرح دیکھو

یعنی کہ اے سپاہیو پھر وہاں جاؤ اور خوب اچھی طرح کھڑکیوں وغیرہ میں دیکھنا۔

باز گشتند آن عوانان جملگان	تا کہ موسیٰ را بجویند آن زمان
وہ سارے سپاہی واپس لوٹے	تا کہ فوراً موسیٰ کو تلاش کریں

یعنی وہ سپاہی پھر سارے کے سارے اس طرف کو روانہ ہو گئے تا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اسی وقت تلاش کریں (مگر وہ کب ملنے والے تھے ان کا محافظ تو حق تعالیٰ تھا)

والدۂ موسیٰ علیہ السلام کو پھر الہام ہونا کہ ان کو پانی میں ڈال دو

باز وحی آمد کہ در آبش فگن	روئے در امید دار و مومکن
پھر وحی آئی اس کو پانی میں ڈال دے	امید رکھ اور پریشان نہ ہو

یعنی پھر الہام ہوا کہ ان کو پانی میں ڈال دو اور توجہ اللہ میں رکھو اور بال مت اکھاڑو مطلب یہ کہ حق تعالیٰ سے امید رحمت کی رکھو گھبراؤ مت۔

در فگن در نیلش و کن اعتمید	من ورا با تو رسانم رو سفید
اس کو نیل میں پھینک دے اور بھروسہ کر	میں عزت سے اسے تیرے پاس پہنچادوں گا

یعنی ارشاد ہوا کہ انؑ دریائے نیل میں ڈال دو اور (ہم پر) بھروسہ کرو میں ان کو تمہارے پاس رو سفید پہنچا دوں گا یعنی صحیح سالم تم تک پہنچ جاویں گے بس اس الہام کے ہوتے ہی۔

مادرش انداخت اندر رود نیل	کار را بگذاشت بانعم الوکیل
ماں نے اس کو دریائے نیل میں ڈال دیا	معاملہ بہترین وکیل کے سپرد کر دیا

یعنی ان کی والدۂ ماجدہ نے ان کو دریائے نیل میں ڈال کر کام کو نعم الوکیل پر چھوڑ دیا یعنی توکل کر کے حق تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور اللہ اکبر یہ دیکھنے کی بات ہے کہ ایک عورت کو اپنے بچے کی نسبت اس طرح یقین ہو جاوے اور احتمال جانب مخالف کا نہ ہو آخر کوئی بتادے کہ یہ کونسی قوت ہے ارے کیا یہ قوت مادہ کی ہے یا کس کی بس یہ قوت اس وحدہ لاشریک کی عنایت کردہ ہی ہے اور کسی کو یہ قدرت اور یہ طاقت نہیں ہے۔ فتعالیٰ اللہ عن

www.besturdubooks.wordpress.com

ذلک علوا کبیرا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ایں سخن پایان ندارد مکرہاش	جملہ پیچیدہم در ساق و پاش
اس بات کی انتہا نہیں ہے اور اس کے مکر	سب اس کی پنڈلی اور پیروں میں لپٹ گئے

یعنی یہ گفتگو تو کہیں انتہا نہیں رکھتی اور اس فرعون کی فکر اس کی پنڈلی اور پاؤں میں لپٹ رہی تھی مطلب یہ کہ قدرت حق کے بیان کی تو کہیں انتہا نہیں ہے اب یہ بتاتے ہیں اس نے جو تدابیر کیں کہ موسے علیہ السلام ظاہر نہ ہوں اسی قدر اس کو پیچیدگیاں پیش آئیں اور اس کی احتیاط اور علم کی یہ حالت تھی۔

صد ہزاراں طفل می کشت از برون	خصم اندر صدر خانہ در درون
وہ باہر لاکھوں بچوں کو قتل کر رہا تھا	(اور) دشمن بیچ مکان میں در پردہ (موجود تھا)

یعنی وہ باہر سے لاکھوں بچوں کو قتل کر رہا تھا اور دشمن صدر خانہ کے اندر موجود تھے۔

از جنون می کشت ہر جا بد جنین	از حیل آن کور چشم دور بین
جس جگہ کوئی پیٹ کا بچہ ہوتا اس کو پاگل پن سے مار ڈالتا	اندھا دوربین وہ ' سے تدبیروں

یعنی جنون کی وجہ سے جہاں کہیں جنین ہوتا اس کو وہ اندھا دور بین حیلہ کی وجہ سے قتل کرا دیتا تھا مطلب یہ کہ وہ جو کہ ظاہر میں تو بڑا عاقل اور دور بین تھا مگر حقیقت سے اندھا تھا تمام نوزائیدہ بچوں کو قتل کیا کرتا تھا نعوذ باللہ منہ نعوذ باللہ منہ۔

اژدہا بد مکر فرعون عنود	مکر شاہان جہان را خوردہ بود
سرکش فرعون کا مکر اژدہا تھا	جو دنیا کے بادشاہوں کے مکر کو نگل گیا تھا

یعنی فرعون کا مکر ایک اژدہا تھا کہ تمام شاہان عالم کی فکروں کو کھا گیا یعنی سب پر غالب آ کر ملکوں کو فتح کر چکا تھا اس قدر عاقل تھا۔

لیک آزں فرعون ترے آمد پدید	ہم و را ہم مکر او را در کشید
لیکن اس فرعون سے بالا تر پیدا ہو گیا	جس نے اس کو اور اس کے مکر کو نگل لیا

یعنی لیکن ایک اس سے زیادہ فرعون ظاہر ہوئے کہ اس کو اور اس کے مکروں سب کو کھینچ دیا یعنی اس سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے کہ وہ سب کو مغلوب کیا کرتا تھا اور انہوں نے اس کو مغلوب کر دیا۔

اژدہا بود و عصا شد اژدہا	ایں نجورد آں را بتوفیق خدا
وہ اژدھا تھا اور لاٹھی اژدھا بنی	اس نے اس کو اللہ (تعالیٰ) کی توفیق سے نگل لیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ اژدہا تھا اور عصا جو اژدہا ہوا تو وہ (عصا) توفیق حق سے اس فرعون کو کھا گیا مطلب یہ کہ اس نے اس خبیث کو مغلوب کر دیا۔ سبحان اللہ دیکھئے کہ جو لوگ کہ مادہ کو اور عقل کو متصرف کہتے ہیں ان سے کوئی پوچھے کہ بتاؤ کہ فرعون کو جو اس قدر عاقل تھا اتنا بڑا زبردست بادشاہ سب کچھ مگر جب حکم خداوندی ہوا ایک ذرا سے نطفہ کے ٹھہرنے کو نہ روک سکا پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ اس دشمن کو اپنے گھر میں پالا۔ اپنی گود میں کھلایا اور اندھے کو یہ خبر نہ ہوئی کہ میں سب کو قتل کر رہا ہوں۔ اور اس بچہ کی خود پرورش کر رہا ہوں بس یہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی زبردست قوت ہے کہ اس کے ہاتھ میں عنان عالم ہے یقلبها کیف یشاء وہ جس کو چاہے بینا کر دے اور جسے چاہے اندھا کر دے۔ جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے گمراہ کرے۔ اے اللہ ہمیں ہدایت راہ مستقیم کی اور بصیرت اور اپنی محبت اور معرفت عطا فرما آگے مولانا فرماتے ہیں۔

دست شد بالائے دست ایں تا کجا	تا بہ یزدان کہ الیہ المنتہےٰ
ہر طاقت سے بڑھ کر ایک طاقت ہے یہ کہاں تک؟	خدا تک کیونکہ اسی پر انتہا ہے

یعنی ایک قدرت دوسری پر ہے اور یہ کہاں تک ہے؟ حق تعالیٰ تک ہے اس لئے کہ وہی منتہی ہے

کان یکے دریاست بے غور و کران	جملہ دریا ہا چو جوئے پیش آن
کیونکہ وہ ایک بے تھاہ اور بے ساحل دریا ہے	سارے دریا اس کے سامنے نہر جیسے ہیں

یعنی اس لئے کہ وہ ایک دریا ہے بے انتہا اور بے کنارہ اور سارے دریا اس کے سامنے مثل ایک سیل کے ہیں۔

حیلہ ہاؤ چارہا گر اژدہاست	پیش الا اللہ آنہا جملہ لاست
حیلے اور تدبیریں اگرچہ اژدہا (کی طرح) ہوں	الا اللہ کے بالمقابل وہ معدوم ہیں

یعنی حیلے اور چارے اگرچہ اژدہا ہیں مگر الا اللہ کے آگے سب فنا ہیں یہاں پہنچ کر مولانا پر توحید کا غلبہ ہو گیا اس لئے فرماتے ہیں۔

چون رسید اینجا بیانم سرنہاد	محو شد واللہ اعلم بالرشاد
جب میرا بیان یہاں پہنچا سر رکھ دیا	فنا ہو گیا اور خدا راست روی کو زیادہ جانتا ہے

یعنی جب میرا بیان یہاں تک پہنچا تو اس سے سر رکھ دیا اور محو ہو گیا واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ جب قدرت حق کا بیان شروع ہوا تو بس میں مغلوب ہو گیا اور استغراق طاری ہو گیا۔ آگے مولانا مضمون ارشاد تحریر فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جبکہ زن عمران کے بچہ پیدا ہوا تو وہ نہایت احتیاط کے ساتھ اس فتنہ سے الگ رہیں ایک چال تو یہ کتا فرعون عورتوں کے ساتھ کر چکا تھا اب دیکھو دوسری چال کیا کی وہ یہ کی کہ دائیوں کو گھروں میں جاسوسی کیلئے بھیجا کہ جا کر دیکھو کسی کے یہاں نیا بچہ پیدا ہوا ہے یا عنقریب پید ونے والا ہے یا کوئی ایسا بچہ ہے جو پیدا ہو چکا ہو اور میدان میں نہ لایا گیا ہو انہوں نے تلاش کیا اور تفتیش کی تو لوگوں نے کسی دائی کو ہشکایا کہ یہاں ایک لڑکا ہے کہ میدان میں نہیں لے جایا گیا کیونکہ اس کے گھر والوں کو شبہ ہو گیا تھا کہ اس میں کوئی چال ہے اور اس گلی میں ایک خوبصورت عورت ہے اس کے پاس بچہ ہے مگر وہ بڑی چالاک ہے ذرا ہوشیاری سے تلاشی لینی چاہئے اس نے جا کر پولیس میں اطلاع کی تو اہلکاران خانہ تلاشی کے لئے روانہ ہوئے جب وہ تلاشی کے لئے پہنچے ہیں تو بحکم خداوندی موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے ان کو تنور میں ڈال دیا ان کو حکم ہوا تھا کہ یہ بچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے اس کو تم فوراً تنور میں ڈال دو ہم اس کو بحفاظت یا نار کونی برداً آگ اور دھوئیں کی تکلیف سے محفوظ رکھیں گے اور آگ ان پر تیز گرم نہ ہوگی یہ حکم الہامی سن کر انہوں نے ان کو جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا اور موسیٰ علیہ السلام کے جسم پر آگ سے کچھ بھی صدمہ نہ پہنچا پس جبکہ پولیس والوں نے تلاشی لی تو معلوم ہوا کہ گھر میں کوئی لڑکا نہیں ہے اس پر پولیس والے ناکام واپس ہو گئے اس کے بعد جن لوگوں کو لڑکے کے ہونے کی اطلاع تھی انہوں نے دوبارہ مخبری کی اور پولیس کے ذریعہ سے فرعون کے یہاں پرچہ گزارا یہ سب کیوں کیا محض چند دانگ انعام کے لئے افسوس صد افسوس جب فرعون کے یہاں سے دوبارہ تلاشی کا حکم ہوا تو انہوں نے پولیس سے کہا کہ تم اس طرف جاؤ اور مکانات میں خوب غور سے دیکھو اس مکان میں یقیناً لڑکا ہے وہ دوبارہ لڑکے کو تلاش کرنے کے لئے آئے اس وقت پھر الہام ہوا کہ اس کو دریا میں ڈال دو اور پریشان نہ ہونا بلکہ بہودی کی امید رکھنا اس کو دریائے نیل میں ڈال دو اور ہم پر بھروسہ رکھو ہم تم کو موسیٰ تک پہنچا دیں گے اور وہ تم کو خوش وخرم ملیں گے اس الہام کی بنا پر انہوں نے موسیٰ کو تابوت میں بند کر کے دریائے نیل میں ڈال دیا اور معاملہ مہتر کارساز کے سپرد کیا خیر یہ گفتگو تو ختم ہی نہ ہوگی اب تم اجمالاً اتنا سن لو کہ فرعون کے پوری پوری میں مکر تھے اور اس نے لاکھوں بچے باہر مار ڈالے لیکن موسےٰ علیہ السلام خود اس کے گھر میں براج رہے تھے اور تقدیر الٰہی کے سامنے اس کا کوئی پیچ نہ چل سکتا تھا جہاں کہیں بچہ ملا اس نے دیوانہ پن سے فوراً مار ڈالا یہ اس بظاہر دور بین اور فی الحقیقت اندھے کی جہالت تھی کہ تقدیر الٰہی کی مزاحمت کرتا تھا نیز فرعون کا مکر ایک اژدہا تھا جس نے دنیا بھر کے بادشاہوں کے مکروں کو نگل کر ان کو مغلوب کر لیا تھا نیز فرعون کا مکر ایک اژدہا تھا جس نے دنیا بھر کے بادشاہوں کے مکروں کو نگل کر ان کو

www.besturdubooks.wordpress.com

مغلوب کر لیا تھا لیکن اب ایک اس کا بھی چچا پیدا ہو گیا جو خود اس کو بھی اور اس کے مکر کو بھی دونوں کو نگل گیا یعنی وہ تو اژدہا تھا ہی اب عصائے موسیٰ اژدہا ہو گیا اور یہ اژدہا بتوفیق الٰہی اس اژدہے کو کھا گیا بات یہ ہے کہ عالم میں ایک سے ایک زبردست ہے اور یہ سلسلہ خدا پر جا کر ختم ہو جاتا ہے کہ وہ سب سے زبردست ہے اس سے زبردست کوئی نہیں کیونکہ وہ ایک نامحدود سمندر ہے جس کی نہ کہیں تہہ ہے نہ کنارہ اور باقی دریا اس کے سامنے سیل سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ تدابیر ضرور اژدہا ہیں لیکن ہستی حق سبحانہ کے سامنے سب لاشئے محض ہیں میرا بیان یہاں تک پہنچ کر ختم ہو گیا اور قدرت حق سبحانہ میں محو ہو گیا اب آگے بیان کرنے کی قدرت نہیں ہے اس بیان کو یہ کہہ کر ختم کرتا ہوں کہ حق سبحانہ ہی راستہ سے خوب واقف ہیں وہ ہر کام کو ٹھیک ٹھیک کرتے ہیں نہ ان کے کسی فعل کی کوئی مزاحمت کرنے والا ہے اور نہ ان کے کسی کام میں دنیاوی تدبیروں کی طرح کوئی بے ڈھنگا پن ہے۔

شرح شبیری

آنچہ در فرعون بود اندر تو ہست	لیک اژدرہات محبوس چہ است
جو کچھ فرعون میں تھا وہ تیرے اندر ہے	لیکن تیرے اژدھے کنویں میں قید ہیں

یعنی جو چیز کہ فرعون میں تھی وہ تمہارے اندر بھی موجود ہے لیکن تمہارے اژدہے کنویں میں بند ہیں مطلب یہ کہ مقابلہ قضا یا تکبر یا خود بینی وغیرہ یہ سب خود تمہارے اندر بھی موجود ہیں۔ مگر دبے ہوئے ہیں کسی کے ایمان میں کسی کی صحبت نیک میں کسی کے کہیں میں ورنہ مواد سب ہمارے اندر ہی موجود ہیں تو اس کو دیکھ کر خود ہم کو عبرت حاصل کرنا چاہئے اور نصیحت حاصل کرنا ضروری ہے اس لئے کہ۔

اے دریغ ایں جملہ احوال تو است	تو بران فرعون برخواہیش بست
ہائے افسوس! یہ سب تیرے احوال ہیں	تو ان کو فرعون سے وابستہ کرنا چاہتا ہے

یعنی افسوس تو یہ ہے کہ یہ سب احوال تمہارے ہیں اور تم اس فرعون میں اور اس کے خواب میں بندھ رہے ہو مطلب یہ کہ تم اس کو صرف قصہ فرعون مت سمجھو اور اس کے خواب پر کار بند مت ہو۔ اس لئے کہ یہ احوال تو خود تمہارے ہیں تو ان سب کو اپنے اوپر منطبق کر کے دیکھو۔

انچہ گفتم جملگی احوال تست	خود نگفتم صد یکے زانہا درست
جو کچھ میں نے کہا وہ سب تیرے احوال ہیں	میں نے ان میں سے ایک فیصدی بھی پورا بیان نہیں کیا ہے

یعنی میں نے جو کچھ بیان کیا یہ سارے تیرے احوال ہیں اور میں نے خود ہی سو میں سے ایک بھی پورا پورا انہیں بیان کیا اس لئے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گرز تو گویند وحشت زایدت	ور ز دیگر چوں فسانہ آیت
اگر تیرے (احوال) بیان کریں تو تو گھبراتا ہے	اور اگر دوسرے سے متعلق (بیان کریں) تو تجھے کہانی معلوم ہوتی ہے

یعنی اگر تجھ سے کہیں تو تجھے وحشت بڑھتی ہے اور دوسرے سے تم کو فسانہ معلوم ہوتا ہے مطلب یہ کہ اگر تم کو مخاطب بنا کر کہتے ہیں تو تم کو وحشت ہوگی اور جو نفع ہونے والا تھا وہ بھی نہ ہوگا اور اگر دوسرے کے قصہ کے طور پر بیان کرتے ہیں تو خیر تم اس کو سن تو لوگے کہ شاید عبرت حاصل ہو جائے اس لئے کہ دوسروں کے قصوں میں بیان کر کے تم کو تمہارے حالات سنائے گئے ہیں اس لئے کہ۔

خوشتر آن باشد کہ سر دلبران   گفتہ آید در حدیث دیگر ان

اور فرماتے ہیں کہ

چون خرابت میکند نفس لعین	دوری اندازدت سخت ایں ترین
ملعون نفس تجھے کتنا برباد کر رہا ہے	یہ ساتھی تجھے (راہ ہدایت سے) بہت دور لے جارہا ہے

یعنی یہ نفس لعین تجھے کسی طرح خراب کر رہا ہے اور یہ ساتھی تجھے (حق سے) بہت دور ڈال رہا ہے۔

ایں جراحتہا ہمہ از نفس تست	لیک مغلوبی ز جہل اے سخت ست
یہ (برے احوال کے) سارے زخم تیرے نفس کی وجہ سے ہیں	اے سخت کاہل! تو جہل سے مغلوب ہے

یعنی یہ سارے زخم تیرے نفس کی طرف سے ہیں لیکن ارے ست تو جہل کی وجہ سے مغلوب ہو رہا ہے اور اس نفس لعین نے تجھے دبا رکھا ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

آتشت را ہیزم فرعون نیست	ورنہ چوں فرعون او شعلہ زنیست
تیری (نفسانی خواہشوں کی) آگ کے لئے فرعونی ایندھن نہیں ہے	ورنہ فرعون کی (آگ کی) طرح وہ بھڑک رہی ہے

یعنی تیری آگ کے لئے ایندھن نہیں ہے ورنہ وہ بھی فرعون کی طرح شعلہ زن ہے۔

گلخن نفس ترا خاشاک نیست	ورنہ چوں فرعون نار قاہر نیست
تیرے نفس کی آگ کے لئے کوڑا کرکٹ نہیں ہے	ورنہ فرعون (کی آگ) کی طرح قہر ڈھانے والی آگ ہے

یعنی تیرے نفس کی گلخن کے لئے کوڑا نہیں ہے ورنہ فرعون کی طرح وہ ایک قاہر آگ ہے۔ مطلب یہ کہ مقتضیات نفسانی تو جو فرعون کے اندر تھے وہ تمہارے اندر بھی موجود ہیں مگر ظاہر اس لئے نہیں ہوتے کہ تمہارے پاس اس قدر سامان نہیں ہے ورنہ اگر خدانخواستہ کہیں سامان بھی ہوتا تو یقیناً ہم لوگ فرعون سے بھی زیادہ ہو جاتے نعوذ باللہ نعوذ باللہ بس یہی اچھا ہے کہ ہمیں حق تعالیٰ نے اس قدر سامان ہی نہیں دیا کہ پوری طرح

www.besturdubooks.wordpress.com

مقتضیات نفسانی کو جاری کر سکیں مثل ہے کہ اللہ تعالیٰ گنجے کے ناخون ہی نہیں دیتے کہ وہ کھجاوے بس اس کی یہ بہت بڑی رحمت ہے ہم پر فالحمد للہ علی ذالک

شکر نعمتہائے تو چندان کہ نعمتہائے تو   عذر تقصیرات ما چندانکہ تقصیرات ما

بس اس قصہ فرعون کو صرف افسانہ ہی مت سمجھو بلکہ اس کو اپنے اوپر منطبق کر کے اس سے عبرت حاصل کرو کیونکہ السعید من وعظ بغیرہ حدیث میں صاف ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

یک حکایت بشنو از تاریخ گو	تا بری زین راز سر پوشیدہ بو
تاریخ گو سے ایک قصہ سن لے	تا کہ اس پوشیدہ راز کا تجھے علم ہو جائے

یعنی ایک حکایت تاریخ گو سے سنو تا کہ تم اس راز پوشیدہ سے بو لے جاؤ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک اژدہا سردی میں افسردہ پڑا ہوا تھا اس کو لوگ مردہ سمجھ کر باندھ لائے جب اس کو گرمی لگی تو اس نے حرکت کی اس وقت لوگ بھاگے کوئی مرا کوئی گرا مولانا فرماتے ہیں کہ یہی حالت نفس کی ہے کہ ابھی تو یہ ایمان میں یا صحبت نیک میں یا کسی اور بات میں دبا ہوا ہے اور مردہ معلوم ہو رہا ہے مگر جب یہ اس سے علیحدہ ہوا تو یہ کروٹ لے گا اور اس وقت پھر حقیقت معلوم ہوگی اے اللہ نفس و شیطان کے مکروں سے بچائیو اب آگے حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: یہ جو کچھ میں نے فرعون کی حالت بیان کی ہے سب تم پر منطبق ہے مگر تم میں اور اس میں یہ فرق ہے کہ تمہارے اندر جو اژدہا ہے وہ کوئیں میں مقید ہے اور اس کا اژدہا آزاد تھا لہذا اس کی شرارتیں ظاہر ہو گئیں اور تمہاری وہ شرارتیں دبی ہوئی ہیں۔ ہائے افسوس کہ یہ سب تیری حالتیں اور تیرے اندر موجود ہیں مگر تو ان کو فرعون کے سر منڈھے گا اور اپنے اوپر منطبق نہ کرے گا میں پھر کہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے الف سے ی تک تیری حالت ہے بلکہ اس سے زیادہ ہے میں نے تو اس کا دسواں حصہ بھی ٹھیک بیان نہیں کیا باوجود اس کے تیری یہ حالت ہے کہ جب ان باتوں کو تیری نسبت بیان کیا جاتا ہے تو بجائے اس کے کہ غور کرے اور اصلاح کی طرف متوجہ ہو جانے سے اس پر غصہ ہوتا ہے اور اگر دوسروں کی نسبت بیان کیا جاوے تو اس کو محض ایک قصہ سمجھتا ہے۔ اور اس سے عبرت نہیں پکڑتا غرض تیری غفلت انتہا درجہ کو پہنچی ہوئی ہے اور تو کسی طرح نہیں سمجھتا دیکھ تو سہی یہ ملعون نفس تجھے کیسا خراب کر رہا ہے اور یہ تیرا یار تجھے حق سبحانہ سے کس قدر دور کر رہا ہے تو متنبہ کیوں نہیں ہوتا یاد رکھ کہ یہ سب زخم جو ہم نے فرعون کے لئے ثابت کئے ہیں تیرے اندر بھی موجود ہے مگر جہالت تجھ پر غالب ہے اس لئے تجھے احساس نہیں ہوتا تیرے اندر آگ بھری ہوئی ہے مگر اس کے بھڑکانے کا جو سامان فرعون

www.besturdubooks.wordpress.com

کے پاس تھا وہ تیرے پاس نہیں ورنہ تو بھی فرعون سے کم نہ ہوتا اب جو تو اس سے کم معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ فرعون کی طرح اس آگ کو مدد نہیں پہنچتی خلاصہ کلام یہ ہے کہ تیرا نفس جو ایک پہاڑ کی مانند ہے اس کے اشتعال کا وہ سامان تیرے پاس نہیں جو فرعون کے پاس تھا ورنہ شعلے زنی میں وہ بھی فرعون ہی کی شکل ہے لہذا تجھے اس کی طرف سے غافل نہ رہنا چاہئے بلکہ ہر وقت اس کی اصلاح کی فکر رکھنی چاہئے اچھا اب تو ایک حکایت سن جس کو مورخین نے بیان کیا ہے تا کہ یہ راز سربستہ تجھ پر منکشف ہو جاوے۔

شرح شبّیری

ایک سپیرے کی حکایت کہ اس نے ایک ٹھٹھرے ہوئے اژدہا کو مرا ہوا خیال کیا اور اس کو رسیوں میں لپیٹ کر اور باندھ کر بغداد میں لایا۔

مار گیرے رفت سوئے کہسار	تا بگیرد او بافسونہاش مار
ایک سپیرا ایک پہاڑ کی جانب گیا	تا کہ وہ اپنے منتروں سے سانپ پکڑے

یعنی ایک سپیرا کوہسار میں گیا تا کہ اپنے افسونوں سے سانپ پکڑے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گر گران وگر شتابندہ بود	آنکہ جوئندہ ست یابندہ بود
خواہ وہ سست ہو یا چست ہو	جو تلاش کرتا ہے وہ پا لیتا ہے

یعنی خواہ کسلمندی خواہ چست وچالاک (کوئی) ہو جو طالب ہے وہ یابندہ ہے مطلب یہ ہے کہ جو شخص جس کا طالب ہو اس کو وہ شے مل ہی جاتی ہے طلب اور لو کی ضرورت ہے طلب لگی رہے کبھی نہ کبھی مل ہی رہے گی۔

در طلب زن دائما تو ہر دو دست	کہ طلب در راہ نیکو رہبر ست
تو ہمیشہ جستجو میں دونوں ہاتھ مصروف رکھ	کیونکہ جستجو راستہ کے لئے بہتر رہنما ہے

یعنی تم طلب میں دونوں ہاتھ لگاؤ اس لئے کہ طلب راہ میں اچھا رہبر ہے مطلب یہ کہ من جملہ اور شرائط راہ یابی کے ایک طلب بھی ہے اور یہ ایک اچھی شرط ہے کہ بے اس کے اور شرائط کارگر نہیں ہوتے تو چونکہ یہ شرط راہ یابی ہے اس لئے اس کو رہبر سے تعبیر کر دیا تو صرف طلب ہی رہبر نہیں ہے اور بغیر اس کے اور چیزیں بھی کار آمد نہیں ہیں۔

لنگ ولوک وخفتہ شکل وبے ادب	سوئے اومے غیژ واورا می طلب
(تو خواہ) لنگڑا اور لولا اور سوتی صورت اور بے ادب ہو	اسی کی طرف کھسک اور اسی کو طلب کر

یعنی لنگڑا لولا اور خفتہ شکل بے ادب (جیسا بھی ہو) اس کی طرف گھٹنوں سے چلتا رہ اور اس کو طلب کر مطلب یہ کہ تو کتنا ہی نکما کیوں نہ ہو اور طلب کتنی ہی کم کیوں نہ ہو مگر ہونی چاہئے بس جب طلب ہوا اور اس کی

www.besturdubooks.wordpress.com

تلاش میں لگے رہو گے تو ایک دن پہنچ ہی جاؤ گے اگر چہ زیادہ دن میں ہی اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے دو شخص کنواں کھود رہے ہیں تو ایک تو ایک دن میں ایک ہاتھ کھودتا ہے اور دوسرا ایک بالشت کھودتا ہے تو جو ایک ہاتھ کھودتا ہے ظاہر ہے کہ جلدی کھودے گا اور جو ایک بالشت روزانہ کھودتا ہے وہ زیادہ دن میں کھودے گا مگر کھود وہ بھی لے گا اسی طرح جس کو طلب زیادہ ہے واصل الی الحق جلدی ہوگا اور جس کو کم ہے وہ ذرا دیر میں ہوگا مگر ان شاء اللہ محروم وہ بھی نہ رہے گا پس طلب کرتے رہنا شرط ہے اے اللہ ہمیں استقامت واستدامت علی الطاعات نصیب فرما۔

گہ بگفت و گہ نجاموشی و گہ	بوئے کردن گیر ہر سو بوئے شہ
کبھی بول کر اور کبھی خاموشی سے اور کبھی	سونگھ کر ہر جانب سے شاہ کی خوشبو حاصل کر

یعنی کبھی گفتگو سے اور کبھی خاموشی سے اور کبھی سونگھنے سے بوے شہ کو حاصل کر مطلب یہ کہ جس طرح اور جس حالت میں بھی ہو اس کی طلب میں لگے رہو آگے طلب کی ایک مثال فرماتے ہیں۔

گفت آں یعقوب با اولادِ خویش	جستن یوسف کنید از حد بیش
حضرت یعقوب نے اپنی اولاد سے کہا	حد سے زیادہ یوسف کو تلاش کرو

یعنی ان یعقوب علیہ السلام نے دیکھو اپنی اولاد سے کہا تھا کہ یوسف کی حد سے زیادہ تلاش کرو اس طرح کہ

ہر حسے خود را درین جستن بجد	ہر طرف رانید شکل مستعد
اس جستجو میں کوشش سے اپنے ہر حس کو	مستعد شکل میں ہر طرف روانہ کرو

یعنی اپنی ہر حس کو اس تلاش کرنے میں کوشش کے ساتھ ہر طرف مستعد کی طرح چلاؤ۔

گفت از روح خدا لاتیأسوا	ہمچو گم کردہ پسر را سو بسو
فرمایا اللہ کی رحمت سے تم مایوس نہ ہو	بیٹے کو گم کر دینے والے کی طرح ہر طرف جاؤ

یعنی انہوں نے فرمایا کہ رحمت حق سے ناامید مت ہو اور گم کردہ پسر کی طرح ادھر ادھر چلو جاؤ مطلب یہ کہ انہوں نے فرمایا کہ جس طرح کہ وہ شخص کہ جس کا لڑکا کھو جاوے اپنے بچے کو تلاش کیا کرتا ہے اسی طرح تم اپنے بھائی کو تلاش کرو اور رحمت حق سے ناامید مت ہو اور پر کہا تھا کہ ہر حس سے اس کو تلاش کرو آگے اس کی تفصیل فرماتے ہیں کہ۔

از رہ حس دہاں پرسان شوید	روئے جاناں را بجان جویاں شوید
منہ کی حس کے ذریعہ دریافت کرو	محبوب کے چہرے کو (دل و) جان سے تلاش کرو

یعنی منہ کے راستہ سے تو پوچھو اور روئے جاناں کو جان (و دل) سے تلاش کرو مطلب یہ کہ منہ سے پوچھو اور دل سے تلاش کرو اسی طرح سالک کو چاہئے کہ منہ سے تو راستہ شیخ سے پوچھے اور دل سے طلب میں لگا رہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

اپنی یہ حالت کرلے کہ۔

پرس پرساں مژدگانے جان دہید	گوش را برچار راہ آں نہید
پوچھتے پوچھتے جان کی انعام بخشی کردو	کان کو اس کے چوراہے پر لگا دو

یعنی پوچھتے پوچھتے جان دے دو اس حال میں کہ تم مژدہ دیئے گئے ہو اور کان کو اس کی چار راہ پر رکھ دو مطلب اس طرح سمجھو کہ قرآن مجید میں ہے کہ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون یعنی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اس پر مستقیم ہو گئے تو ان پر ملائکہ نازل ہوئے ہیں کہ تم نہ خوف کرو اور نہ غمگین ہو اور بشارت حاصل کرو اس جنت کی کہ جس کا تم وعدہ کئے جاتے تھے تو دیکھو جو لوگ کہ ایمان پر مستقیم ہوں ان کے لئے حق تعالیٰ جنت دیتے ہیں تو پس اب سمجھو مولانا فرماتے ہیں کہ جب طلب کرو گے اور طلب ہی میں جان دیدو گے تو یہ استقامت علی الطلب ہے اور جب استقامت ہو گی تو بشارت جنت ظاہر ہے بس معلوم ہو گیا کہ طلب کرتے کرتے جان دیدو اور پھر بشارت حاصل کرو اور اس کے چوراہے پر کان رکھو کہ کس طرف سے مرشد اور رہنما کی آواز آتی ہے جدھر سے آواز معلوم ہو اسی طرف کو روانہ ہو جاؤ ان شاء اللہ اگر دل گواہی دے کہ یہ سچ کہہ رہا ہے تو وہی راہ ہدیٰ ہو گی اور اپنی یہ حالت کرلو کہ۔

ہر کجا بوئے خوش آید بو برید	سوئے آن سرکا شناے آں سرید
جہاں سے اچھی خوشبو آئے اس کا سراغ لگاؤ	اس راز کا جس سے تم واقف ہو

یعنی جہاں سے کہ بوئے خوش آوے ادھر ہی بولے جاؤ طرف اسی بھید کے جس کے تم (پہلے سے) آشنا ہو مطلب یہ کہ جدھر تمہارا قلب گواہی دے کہ ادھر راہ ہدایت ہے اسی طرف کو روانہ ہو جاؤ اور فرماتے ہیں کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جس کی اب شناخت کرنا پڑے بلکہ یہ وہ آواز ہے کہ جس کے تم فطرت سے آشنا ہو اس لئے کہ کل مولود یولد علی الفطرۃ حدیث میں موجود ہے تو اس آواز کے آشنا تم جب فطرت سے ہوئے تو وہ کوئی نئی بات نہ رہی لہٰذا ان شاء اللہ ذرا سی طلب ہو گی تو وہ تم کو مل جاوے گی۔

ہر کجا لطفے بہ بینی از کسے	سوئے اصل لطف رہ یابی بسے
جہاں کہیں کسی کی تو خوبی دیکھے	(اس سے) اصل خوبی کی جانب تو بہت رہنمائی حاصل کرے گا

یعنی جہاں کہیں کسی میں کوئی خوبی دیکھو تو (اس سے اصلی خوبی کی طرف بہت راہ یابی ہو سکتی ہے مطلب یہ کہ جہاں کہیں کوئی خوبی دیکھو تو اس سے اس کے صانع پر استدلال کرو کہ

چہ باشد آن نگار خود کہ بندد ایں نگارہا

www.besturdubooks.wordpress.com

تو بس جب تم ہر خوبی اور ہر کمال اور ہر صنعت سے استدلال حق تعالیٰ کی خوبی اور کمال اور صنعت پر کرو گے تو یہ خوبی اور یہ کمال غیر اللہ کا بھی رہبر ہو جاوے گا اس لئے کہ۔

ایں ہمہ جوہا ز دریائیست ژرف	جزو را بگذار و برکل دار طرف
یہ تمام نہریں ایک گہرے دریا کی ہیں	جزو کو چھوڑ اور کل پر نگاہ رکھ

یعنی یہ تمام ندیاں ایک عمیق دریا سے ہی ہیں تو جزو کو ترک کرو اور کل پر نظر کرو مطلب یہ کہ چونکہ یہ سب عالم اس کے ظل ہیں تو اس اصل کو حاصل کرو اور ان توابع کو ترک کرو جزو سے مراد تابع ہے ورنہ حق تعالیٰ کے اجزاء کب ہیں تو دیکھو ان غیر اللہ کے یہ کمالات بھی موصل ہو گئے ہیں آگے فرماتے ہیں۔

زشتہائے خلق بہر خوبیست	برگ بے برگی نشان طوبی ست
مخلوق کی برائیاں بھلائی کے لئے ہیں	بے سامانی کا سامان طوبیٰ کا نشان ہے

یعنی مخلوق کی برائیاں خوبی کے واسطے ہیں اور بے سامانی کا سامان نشانی بشارت کی ہے مطلب یہ کہ مخلوق کی جب کوئی برائی دیکھو تو اس سے بھی حق تعالیٰ کے کمال پر نظر کرو مثلاً مخلوق کے جہل کو دیکھ کر علم پر نظر کرو اور عجز کو دیکھ کر قدرت پر علیٰ ہذا۔ تو پہلے تو خوبی خلق سے خوبی خالق پر نظر ہوتی ہے اور اب زشتی خلق سے بھی خوبی خالق پر نظر ہونے لگتی ہے بلکہ **من عرف نفسہ فقد عرف ربہ** کے اچھے معنی یہی ہیں کہ **من عرف نفسہ بالنقص فقد عرف ربہ بالکمال** یعنی جس نے اپنے نقص پر نظر کی اس نے حق تعالیٰ کے کمالات پر نظر کی تو بس معلوم ہو گیا کہ مخلوق کے حالات اور افعال کو دیکھ کر خالق پر استدلال کرو تو یہ سارا عالم جو آج حاجب ہے رہنما بن جاوے آگے مولانا فرماتے ہیں۔

جنگہائے خلق بہر آشتی است	دام راحت دائما بے راحتی است
مخلوق کی لڑائیاں صلح کے لئے ہیں	تکلیف ہمیشہ راحت کے لئے جال ہے

یعنی مخلوق کی جنگ صلح (حق) کے لئے ہیں اور راحت کا دام ہمیشہ بے راحتی ہے مطلب یہ کہ مخلوق کی جنگوں سے حق تعالیٰ کی آشتی اور مہربانی پر نظر ہوتی ہے اور ہمیشہ بے آرامی اور تکلیف جالب ہوا کرتی ہے راحت اور آرام کو یہ سب عنوانات مختلف ہیں ورنہ اصل مطلب وہی ہے کہ صفات مخلوق سے استدلال صفات حق پر ہوتا ہے اور دوسرے عنوان سے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

خشمہائے خلق بہر مہر خاست	وز جفائے خلق امید و فاست
مخلوق کی ناراضیاں محبت کے لئے پیدا ہوئی ہیں	مخلوق کے ظلم سے وفا کی امید ہے

یعنی مخلوق کے خشم محبت کے لئے ہیں اور مخلوق کی جفا سے امید وفا کی ہے اس کا مطلب سمجھنے سے قبل ایک

www.besturdubooks.wordpress.com

بزرگ کا قول سن لو ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ انسان تارک الدنیا کبھی نہیں ہوتا بلکہ اول متروک الدنیا ہو جاتا ہے اور یہ اس طرح کہ جس کو حق تعالیٰ بچاتے ہیں اس پر مخلوق کو مسلط فرما دیتے ہیں تو لوگ اس کو تنگ کرتے ہیں اور یہ پریشان ہوتا ہے ساری دنیا اس سے بے وفائی کرتی ہے اب اس کا دل سب کی طرف سے بجھ جاتا ہے اور کھٹا ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہاں ساری دنیا جب بے وفا ہے تو اس طرف متوجہ ہو جو باوفا ہے بس وہ اس دنیا کو ترک کر کے حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اس طرح تارک دنیا ہوتا ہے اسی کو مولانا فرمار ہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مخلوق جو خشم کرتی ہے اور جفا کرتی ہے یہ اس لئے ہوتا ہے کہ اس سے نظر حق تعالیٰ کے رحم اور محبت اور وفا پر ہوتی ہے اور انسان طالب حق ہو جاتا ہے تو دیکھو یہاں بھی صفات مخلوق سے صفات حق پر استدلال ہوا آگے بھی یہی مضمون فرماتے ہیں کہ۔

ہر زدن بہر نوازش را بود	ہر گلہ از شکر آگہ میکند
ہر مار پیٹ مہربانی کے لئے ہوتی ہے	ہر شکوہ شکر کی خبر دیتا ہے

یعنی مارنا نوازش کے لئے ہوتا ہے اور ہر جگہ شکر سے آگاہ کرتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو یہاں بھی ایک شے سے دوسری پر استدلال ہوتا ہے اور جب انسان کو کوئی کلفت ہوتی ہے تو اس کے بعد وہ شکر حق کرتا ہے تو یہ شکر اس کلفت ہی کی وجہ سے کیا تو دیکھو اس نے اس طرف رہبری کردی آگے بطور حاصل کے فرماتے ہیں کہ۔

بوئے براز جزو تا کل اے کریم	بوئے براز ضد تا ضد اے حکیم
اے بھلے آدمی! جزو سے کل کا سراغ لگا	اے دانا! ضد سے ضد کا سراغ لگا

یعنی اے کریم جزو سے کل تک بولے جاؤ اور ایک ضد سے دوسری ضد تک اے حکیم مطلب یہ کہ ایک ضد سے دوسری ضد پر استدلال کرو اور تابع سے متبوع پر استدلال کرو تو پھر یہ سارا عالم جو کہ اب حاجب ہے رہنمائے راہ حق ہو جاوے گا آگے اس کی ایک نظیر لاتے ہیں کہ۔

چون عصا در دست موسیٰ گشت مار	جملہ عالم را بدین سان مے شمار
جیسا کہ لاٹھی (حضرت) موسیٰ کے ہاتھ میں سانپ بنی	تمام عالم کو ایسا ہی سمجھ

یعنی جیسے کہ عصا دست موسیٰ میں سانپ بن گیا تم سارے عالم کو اسی طرح گنو مطلب یہ کہ دیکھو جماد میں اور زندہ شے میں تو تضاد ہے مگر وہ عصا موسیٰ جو کہ جماد محض تھا زندہ ہو گیا اور سانپ بن گیا اور ہادی بن گیا تو اسی طرح تم تمام عالم کو سمجھو کہ اگرچہ بظاہر جماد معلوم ہوتا ہے مگر اس اعتبار سے کہ وہ موصل الی الحق ہو سکتا ہے وہ حی ہے تو جب ایک ضد سے دوسری ضد بن سکتی ہے تو اور جگہ کیوں بعید سمجھتے ہو آگے دوسری نظیر اسی کی فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

جنگہائے آشتی آرد درست	مارگیراز بہر بازی مار جست
لڑائیاں صلح صلح پیدا کر دیتی ہیں	سپیرے نے تماشہ کے لئے سانپ تلاش کیا

یعنی لڑائیاں صلح کو لاتی ہیں درست سپیرے نے کھیل کے لئے سانپ کو تلاش کیا مطلب یہ کہ دیکھو جنگ و صلح دو ضد ہیں مگر ایک سے دوسری پیدا ہوتی ہے کہ ایک سے لڑائی ہوئی اور دوسری سے صلح ہوتی ہے اور دیکھو کہ تفریح اور ہلاکت دونوں ضد ہیں مگر اسپیرا اپنے کو ہلاکت میں ڈالتا ہے تا کہ اوروں کو تفریح حاصل ہو یہ سب بھی آپس میں اضداد ہیں۔

بہر بازی مار جوید آدمی	غم خورد بہر امید بے غمی
انسان تماشہ کے لئے سانپ تلاش کرتا ہے	بے غمی کے لئے غم برداشت کرتا ہے

یعنی آدمی کھیل کے لئے سانپ کو تلاش کرتا ہے اور بے فکری کے واسطے فکر میں پڑتا ہے اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ پیسے ملیں گے اس سے بے فکر ہو کر کھاؤں گا تو دیکھو غم اور بے غمی دونوں اضداد ہیں مگر ایک سے دوسری حاصل ہوتی ہے تو اسی طرح صفات مخلوق سے صفات حق پر استدلال کرو آگے پھر قصہ میں جوڑ لگاتے ہیں کہ۔

او ہمے جستے یکے مار شگرف	گرد کوہستان در ایام برف
وہ ایک عجیب سانپ تلاش کرتا تھا	پہاڑوں کے چاروں طرف سے برف کے زمانہ میں

یعنی وہ سپیرا ایک بہت بڑا سانپ اس کوہستان کے گرد ایام برف میں تلاش کر رہا تھا۔

اژدھائے مردہ دید آنجا عظیم	کہ دلش از شکل او شد پر زبیم
اس نے وہاں ایک مردہ بڑا اژدھا دیکھا	کہ اس کی شکل سے دل خوف زدہ ہوتا تھا

یعنی اس جگہ ایک بڑا اژدہا مردہ دیکھا کہ اس کا دل اس کی شکل سے خائف ہوا مطلب یہ کہ اس قدر بڑا اژدھا کہ یہ سپیرا اس کی صورت دیکھ کر ڈر گیا۔

مارگیر اندر زمستان شدید	مارمے جست اژدہائے مردہ دید
سپیرا سخت جاڑے میں	سانپ تلاش کرتا تھا اس نے ایک مرا ہوا اژدھا دیکھا

یعنی سپیرا اس شدید جاڑے میں سانپ کو تلاش کر رہا تھا تو ایک مردہ اژدہا اس نے دیکھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

مارگیر از بہر حیرانی خلق	مارگیرد اینت نادانی خلق
لوگوں کے تعجب کے لئے سپیرا	سانپ پکڑتا ہے مخلوق کی نادانی تعجب ہے

یعنی سپیرا لوگوں کی حیرت کے لئے سانپ پکڑتا ہے یہ مخلوق کی عجیب نادانی ہے مطلب یہ کہ مارگیر جو سانپ

www.besturdubooks.wordpress.com

پکڑتا ہے تو اس لئے تا کہ لوگوں کو حیرت میں ڈالے تو تعجب کی بات ہے کہ لوگ حیرت میں پڑتے ہیں احمق لئے کہ۔

آدمی کوہ است چون مفتون شود	کوہ اندر مار حیران چوں شود
آدمی پہاڑ ہے کیوں فریفتہ ہوتا ہے؟	پہاڑ سانپ کے معاملہ پر کیوں حیران ہوتا ہے؟

یعنی آدمی تو ایک پہاڑ ہے وہ کیونکر مفتوں ہوتا ہے اور پہاڑ سانپ میں کس طرح حیران ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ انسان کی مثال ایک پہاڑ کی سی ہے کہ اس کے اندر سانپ بھی لاکھوں ہوتے ہیں اور سبزے بھی ہوتے ہیں اشجار بھی ہوتے ہیں اسی طرح انسان میں بھی خصائل حمیدہ ورذیلہ سب طرح کے ہوتے ہیں پھر اگر پہاڑ کسی سانپ کو دیکھ کر حیرت کرے تو تعجب کی بات ہے اس لئے کہ اس کے اندر تو ایسے ایسے بہت سے ہیں تو اسی طرح انسان اگر ان ظاہری سانپوں کو دیکھ کر حیرت کرے تو تعجب ہے اس لئے کہ اس کے اندر تو خود لاکھوں سانپ بھرے پڑے ہیں وہ ان کو دیکھے وہ اس کو کیا دیکھ رہا ہے۔

خویشتن نشناخت مسکین آدمی	از فزونی آمد و شد در کمی
آدمی مسکین نے اپنے آپ کو نہ پہچانا	بڑائی سے آیا اور کمی میں مبتلا ہو گیا

یعنی مسکین آدمی نے اپنے کو پہچانا نہیں یہ فزونی سے آیا اور کمی میں ہو گیا مطلب یہ کہ پیدا تو ہوا فطرت پر اور یہاں آکر دنیا میں پھنس گیا۔

خویشتن را آدمی ارزان فروخت	بود اطلس خویش را بر دلق دوخت
آدمی نے اپنے آپ کو سستا بیچا	اطلس تھا اپنے آپ کو گدڑی پر سی دیا

یعنی آدمی نے اپنے کو بہت ارزاں فروخت کر دیا یہ تو اطلس تھا مگر اس نے اپنے کو گدڑی پر سی دیا اس لئے کہ کمینے دنیا کے بدلہ میں اپنے تمام ملکات حسنہ کو کھو دیتا ہے اس کی تو یہ حالت ہے کہ۔

صد ہزاران مار کہ حیران اوست	او چرا حیران شدست و ماردوست
لاکھوں سانپ اور پہاڑ اس پر حیران ہیں	وہ خود کیوں حیران اور سانپ کا دوست بنا؟

یعنی لاکھوں پہاڑ اور سانپ تو اس میں حیران ہیں تو وہ کیوں حیران اور سانپ کا دوست بنا ہے مطلب یہ کہ چونکہ قرآن شریف میں ہے۔ ولقد کرمنا بنی آدم تو تمام عالم اس انسان کو دیکھ کر حیران ہے کہ اللہ اکبر یہ کیا چیز ہے مگر افسوس اور حیرت اس لئے ہے کہ یہ اوروں کو دیکھ کر کیوں حیران ہوتا ہے اس کو تو چاہئے تھا کہ خود اپنے اندر نظر کرتا آگے پھر اس مارگیر کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

مارگیر آن اژدہا را برگرفت	سوئے بغداد آمد از بہر شگفت
سپیرے نے اس سانپ کو پکڑ لیا	تعجب (میں ڈالنے) کے لئے بغداد میں آیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی سپیرے نے اس اژدہا کو پکڑ لیا اور تعجب کے واسطے بغداد کی طرف لایا یعنی بغداد میں لایا تا کہ لوگ اس کو دیکھ کر تعجب کریں۔

اژدہائے ہیچوں ستون خانہ	مے کشیدش از پئے دانگانہ
ایک اژدہا گھر کے ستون جیسا (موٹا)	روزی کے لئے وہ اس کو کھینچ رہا تھا

یعنی ایک اژدہا مثل گھر کے ستون کے اور وہ اس کو چند پیسوں کے لئے کھینچ رہا تھا اور اس کا قصہ یہ تھا کہ لوگوں سے کہے گا۔

کاژدہائے مردۂ آوردہ ام	در شکارش من جگرہا خوردہ ام
کہ میں ایک مردہ اژدھا لایا ہوں	اس کے شکار میں میں نے (خون) جگر پیا ہے

یعنی ایک اژدہا مردہ لایا ہوں اور اس کے شکار میں میں نے جگر کھائے ہیں یعنی بڑی محنت کی ہے۔

او ہمے مردہ گمان بردش ولیک	زندہ بود و او ندیدش نیک نیک
وہ اس کو مردہ سمجھ رہا تھا لیکن	وہ زندہ تھا اس نے اس کو اچھی طرح نہ دیکھا

یعنی وہ اس کو مردہ گمان کرتا تھا لیکن وہ زندہ تھا اور اس نے اسے اچھی طرح نہ دیکھا تھا۔

اوز سرما ہاؤ برف افسردہ بود	زندہ بود و شکل مردہ مینمود
وہ جاڑے اور برف سے ٹھٹھر گیا تھا	زندہ تھا اور بظاہر مردہ نظر آتا تھا

یعنی وہ سردی کی اور برف کی وجہ سے ٹھٹھرا ہوا تھا زندہ تھا اور مردہ کی شکل دکھائی دیتا تھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

عالم افسردہ است و نام او جماد	جامد افسردہ بود اے اوستاد
عالم ٹھٹھرا ہوا ہے اور اس کا نام جماد ہے	اے استاد! جامد ٹھٹھرا ہوا ہوتا ہے

یعنی عالم افسردہ ہی ہے اور نام اس کا جماد ہے تو جامد (لغت میں) افسردہ ہی ہوتا ہے اجی اوستاد جی مطلب یہ کہ دیکھو عالم بھی تمام زندہ ہے اور اس کو جماد کہتے ہیں اور اس کو مردہ خیال کرتے ہیں مولانا لطیفہ فرماتے ہیں کہ عالم کو جماد کہتے ہیں تو جامد کے معنی بھی افسردہ ہی کے ہیں۔ تو مانتے تو سب ہیں کہ افسردہ ہے مردہ نہیں مگر سب غافل ہیں اہل کشف نے صراحۃ لکھا ہے کہ تمام عالم میں جس قدر اشیاء ہیں سب میں حیات ہے کیا درخت اور کیا دیوار اور زمین اور کیا آسمان اور اسی لئے یہ حضرات نصوص واحادیث میں تاویل نہیں کرتے اہل ظاہر تو تاویل کرتے ہیں اور معتزلہ انکار کرتے ہیں مگر یہ حضرات تمام نصوص کو ان کے اصلی معنی پر رکھ کر تسلیم کرتے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان لوگوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا ہے پھر ان کی کس طرح تکذیب کر دیں اور یہ آنکھوں کا دیکھنا

www.besturdubooks.wordpress.com

ایسا متواتر ہے کہ اس کا بھی انکار نہیں ہوسکتا سینکڑوں قصے ہیں کہ بزرگوں سے گھرنے باتیں کیں درخت بولا بلکہ خود احادیث میں جو قصے ہیں اور قرآن میں جو آیتیں ہیں ان میں بھی تاویل کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو معلوم ہو ہی گیا کہ یہ چیزیں بول سکتی ہیں بات کرسکتی ہیں تو پھر اگر یہ موافق آیت قرآن کی تسبیح لسانی کرتی ہوں تو کیا حرج ہے اور موافق احادیث کے اگر جمادات بولے ہوں یا موافق حدیث ہذا جبل یحبنا و نحبہ کے اس کو محبت ہو تو کیا حرج ہے مگر ہم کو نہ معلوم ہو تو اس سے انکا عدم تو لازم نہیں آتا اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ عدم علم مستلزم علم عدم کو نہیں ہے تو یہ ساری چیزیں مردہ معلوم ہوتی ہیں مگر ایک دن وہ آوے گا کہ یہ سب زندہ ہوں گی آگے اس وقت کو بتاتے ہیں۔

باش تا خورشید حشر آید عیان	تا بہ بینی جنبش جسم جہان
ٹھہر جا کہ حشر کا سورج نمودار ہو	تاکہ تو دنیا کے جسم کی حرکت کو دیکھ لے

یعنی ذرا ٹھہرے رہو تا کہ خورشید حشر ظاہر ہو جاوے اور تم جسم جہاں کی جنبش کو دیکھو مطلب یہ کہ جس طرح یہ اژدہا گرمی آفتاب سے زندہ ہو گیا اور اس نے جنبش شروع کردی تو اسی طرح جب آفتاب حشر ظاہر ہوگا اس روز یہ جسم عالم بھی سارا جنبش کریگا اور سب زندہ ہو جاوے گا جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ پیر بولیں گے بلکہ قرب قیامت میں تمام اشیاء بولنے لگیں گی تو پھر قیامت میں تو سب زندوں کی طرح بولیں گی اور صاحب سچ یہ ہے کہ انکے شعور کا انکار ہی ذرا مشکل ہے یہ تو یقیناً ثابت ہے کہ ان کو شعور ہے آگے شعور ہونے کے نظائر فرماتے ہیں کہ۔

چوں عصائے موسیٰ اینجا مار شد	عقل را از ساکنان اخبار شد
جبکہ (حضرت) موسیٰ کی لاٹھی اس عالم میں سانپ بن گئی	عقل کو جمادات کے بارے میں علم ہو گیا

یعنی جیسے کہ عصا موسےؑ اس جگہ سانپ بن گیا اور ساکنین عالم کی عقل کے لئے اخبار ہو گیا تو دیکھو اس میں شعور تھا جب تو وہ دست موسےؑ علیہ السلام کو پہچانتا تھا اور صرف ان کے ہاتھ سے تو سانپ بنتا تھا دوسروں کے ہاتھ سے نہ بنتا تھا اور پھر سانپ بن کر لوگوں کو ہدایت کا سبب بنتا تھا گویا کہ خود ہی ہدایت کرتا تھا اور ہدایت کا کام زندہ کا ہے تو دیکھو اس کے اندر خواص زندوں کے موجود تھے آگے اور فرماتے ہیں کہ۔

پارۂ خاکی ترا چوں زندہ ساخت	خاکہا را جملگی باید شناخت
تو خاک کا ٹکڑا ہے تجھے جس طرح زندہ بنایا	(تو) تمام خاکوں کو (اسی طرح سے) پہچان لینا چاہیے

یعنی تم ایک پارہ خاک ہو تو جس طرح کہ تم کو زندہ کردیا اسی طرح ساری خاکوں کو پہچاننا چاہیے مطلب یہ کہ دیکھو آخر تم بھی تو خاک ہی سے بنے ہو اور زندہ ہو تو جس طرح کہ اس خاک میں جس میں سے کہ تم بنے ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

قابلیت حی ہونے کی تھی کہ تم زندہ ہوئے اسی طرح اور جمادات بھی زندہ ہو سکتے ہیں اور ان کے اندر بھی حیات ہو سکتی ہے اس میں اشکال ہی کیا ہے مگر ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ۔

مردہ زیں سویند وزاں سو زندہ اند	خامش اینجا و آں طرف گویندہ اند
وہ اس جانب مردہ ہیں اور اس جانب زندہ ہیں	اس جگہ چپ ہیں اس جانب بولنے والی ہیں

یعنی اس طرف سے تو مردہ ہیں اور اس طرف زندہ ہیں اور اس جگہ تو خاموش ہیں اور اس طرف بولنے والے ہیں اسی مضمون کو مولانا نے ایک اور جگہ بہت صاف فرمایا ہے

خاک و باد و آب و آتش بندہ اند با من و تو مردہ باحق زندہ اند

تو ان کی حیات اگر ہم کو نہ معلوم ہو تو اس سے ان کی حیات کی نفی تو نہیں ہو سکتی آگے فرماتے ہیں کہ

چوں ازاں شوشان فرستد سوئے ما	آن عصا گردد سوئے ما اژدہا
جب وہ ان چیزوں کو اس جانب سے ہماری جانب بھیجتا ہے	وہ لاٹھی ہماری جانب آ کر اژدھا بن جاتی ہے

یعنی جب اس طرف سے ان کو ہماری طرف بھیج دیتے ہیں تو وہی عصا ہماری طرف اژدہا بن جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ اس طرح تو یہ سب مردہ ہیں مگر جب ادھر سے حکم ہو جاتا ہے تو وہی اشیاء بھی ادھر بھی بشکل حی نظر آتی ہیں جیسے کہ عصا جماد ہے مگر جب اس کو حکم ہوا کہ اپنی اس حیات مستور کو دنیا والوں پر بھی ظاہر کر دو تو وہ ادھر بھی زندہ ہو کر ظاہر ہو گیا اس کی مثال ایسی سمجھو کہ جیسے کہ ایک شخص شاہی دربار کا رعیت کے سامنے آ کر چپ بیٹھ جاتا ہے تو رعیت کے لوگ اس کو گونگا خیال کرتے ہیں ایک روز بادشاہ بولے کہ آج جا کر رعایا میں لیکچر دو اس نے آ کر بولنا شروع کیا تو سب کی آنکھیں کھل گئیں کہ اللہ اکبر یہ تو بڑا مقرر ہے اسی طرح جب ان اشیاء کو حکم ہوتا ہے تو یہ بھی اپنی حیات کو اس عالم میں ظاہر کر دیتی ہیں اور دیکھو ان کا شعور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں ہے۔ قال لھا و للارض ائتیا طوعاً او کرھاً قالتا اتینا طائعین یعنی آسمان اور زمین سے کہا کہ تم یا تو طوعاً آؤ یا کرہاً تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم طوعاً حاضر ہوتے ہیں تو دیکھو ایک تو ان کا حاضر ہونا بطور حکم تکوینی کے تھا اس میں تو ان کے شعور کی ضرورت نہ تھی اور یہ کرہاً میں داخل ہے مگر جب انہوں نے عرض کیا کہ ہم طوعاً حاضر ہوتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ سمجھ بوجھ کر خود حاضر ہوئے تھے تو دیکھو ان کے اندر شعور تھا جب تو انہوں نے ایسا کیا اور پھر اہل کشف نے تو عجیب عجیب حیرت انگیز امور ظاہر کئے ہیں جن کا انکار بہت مشکل ہے پس معلوم ہوا کہ ان کے اندر بھی شعور موجود ہے کہ یہ حکم خداوندی کو مانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ حکم خداوندی ہے اسی کے آگے نظیر بیان فرماتے ہیں کہ۔

کوہہا ہم لحن داؤدی کند	جوہر آہن بکف مومے شود
پہاڑ بھی داؤدی لہجہ اختیار کر لیتے ہیں	لوہے کا جوہر ہاتھ میں موم بن جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی پہاڑ بھی لحن داؤدی کرتے ہیں اور جوہر آہن دست داؤد علیہ السلام میں موم کرتا ہے تو اگر اس کے اندر شعور نہیں ہے تو ہر ایک ہاتھ میں موم کیوں نہیں ہو جاتا معلوم ہوتا ہے کہ وہ داؤد علیہ السلام کے ہاتھ کو شناخت کرتا تھا جب تو صرف ان کے ہاتھ میں موم ہو جاتا تھا۔

باد حمال سلیمانی شود	بحر باموسےٰ سخندانی شود
ہوا ایک سلیمان کو اٹھالے جانے والی بن جاتی ہے	ز موسیٰ کی بات سمجھنے والا بن جاتا ہے

یعنی ہوا سلیمان علیہ السلام کی حال ہو جاتی ہے اور دریا موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک سخندان بن جاتا ہے تو دیکھو اگر وہ سلیمان علیہ السلام کو اور موسےٰ علیہ السلام کو نہ پہچانتے تھے اور ان کے اندر شعور نہ تھا تو ان کا کہنا کس طرح مانتے تھے ہمارا کہنا نہ مان لیں معلوم ہوا کہ شعور ہے۔

ماہ با احمدؐ اشارت بین شود	نار ابراہیم را نسرین شود
چاند (حضرت) احمدؐ کے اشارے کو دیکھنے والا بن جاتا ہے	آگ (حضرت) ابراہیم کے لئے نسرین بن جاتی ہے

یعنی احمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چاند اشارت بین ہوتا ہے اور نار ابراہیم علیہ السلام کے لئے نسرین ہو جاتی ہے یہ ساری علامتیں شعور کی ہیں۔

خاک قارون را چو مارے در کشد	استن حنانہ آید در رشد
زمین قارون کو اژدھے کی طرح نگل لیتی ہے	حنانہ ستون ہوش میں آجاتا ہے

یعنی قارون کو خاک سانپ کی طرح کھینچتی ہے اور استن حنانہ ہدایت میں آتا ہے یہ ساری علامات ان کے اندر شعور ہونے کی ہیں آگے اور۔

سنگ بر احمدؐ سلامے میکند	کوہ یحییٰ را پیامے میکند
پتھر (حضرت) احمدؐ کو سلام کرتا ہے	پہاڑ (حضرت) یحییٰ کو پیغام دیتا ہے

یعنی پتھر احمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرتا ہے اور یحییٰ علیہ السلام سے پہاڑ پیام کہتا ہے یہ تو قصے خاص تھے آگے عام طور پر فرماتے ہیں کہ۔

جملۂ ذرات عالم در نہاں	با تو مے گویند روزان و شباں
دنیا کے تمام ذرات پوشیدہ طور پر	تجھ سے شب و روز کہتے ہیں

یعنی عالم کے تمام ذرے چپکے چپکے تم سے رات دن یہ کہہ رہے ہیں کہ

ما سمیعیم و بصیریم و خوشیم	باشما نامحرماں ماخامشیم
ہم سننے والے ہیں اور دیکھنے والے ہیں اور خوش ہیں	تم نامحرموں کے سامنے ہم خاموش ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہم سمیع ہیں اور بصیر ہیں اور خوش ہیں (مگر) تم نامحرموں کے ساتھ ہم خاموش ہیں۔ یعنی وہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے اندر حیات بھی ہے نطق بھی ہے سب کچھ ہے مگر چونکہ تم لوگ نامحرم ہو اس لئے تمہارے آگے خاموش ہیں اور نہیں بولتے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

چون شما سوئے جمادے مے روید	محرم جان جمادان چون شوید
جبکہ تم حجر پن کی طرف جا رہے ہو	تو جمادات کی جان کے محرم کیسے ہو سکتے ہو

یعنی چونکہ تم (حالت) جمادی کی طرف جارہے ہو تو جان جمادان کے محرم کس طرح ہو سکتے ہو مطلب یہ کہ جب تم عالم اسفل کی طرف متوجہ ہو تو تم کو ان کی حیات کی کیا خبر خبر تو جب ہو جبکہ تم قلب میں نور پیدا کرو آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

از جمادے عالم جانہا روید	غلغل اجزائے عالم بشنوید
حجر پن سے جانوں کے عالم میں جاؤ	اجزائے عالم کا شور سن لو

یعنی جمادی سے عالم ارواح میں جاؤ تو اجزائے عالم کا غلغلہ سنو اس وقت تو یہ حالت ہو کہ

فاش تسبیح جمادات آیدت	وسوسہ تاویلہا بربایدت
جمادات کی تسبیح واضح ہو جائے گی	تجھ میں سے تاویلوں کا وسوسہ نکال دے گی

یعنی تسبیح جمادات تمہارے پاس ظاہر طور پر آویں اور وساوس اور تاویلوں کو ربودہ کردیں مطلب یہ کہ جبکہ اس عالم سے توجہ الگ کر کے اس عالم کی طرف متوجہ ہو گے تو پھر ان جمادات کی تسبیح تم کو صاف طور پر سنائی دے گی اور جس قدر وساوس اور تاویلیں اب تمہارے ذہن میں اس کے متعلق ہیں سب زائل ہو جائیں گی۔

چون ندارد جان تو قندیلہا	بہر بینش کردۂ تاویلہا
چونکہ تیری جان میں قندیلیں نہیں ہیں	تو دیکھنے کے لئے تاویلیں کرتا ہے

یعنی جبکہ تمہاری جان انوار نہیں رکھتی تو اس نے سمجھنے کے لئے تاویلیں کی ہیں (اور کہتے ہو کہ)

یعنی دیکھنے کا دعویٰ کرنا خیال عار کا تھا بلکہ خود دیکھنے والے کو دیدار تھا مطلب یہ ہے کہ مولانا فرماتے ہیں کہ تمہارے اندر انوار باطن تو تھے نہیں کہ جس سے تم ان جمادات کے نطق کا ادراک کرتے لہٰذا اس میں تاویلیں کرنے لگے اور ان کے شعور اور ان کے نطق کے معنی گھڑنے لگے اور کہنے لگے کہ ان اشیاء کے دیکھنے کا قائل ہونا کہ یہ دیکھتی ہیں اور ان کے اندر شعور ہے یہ ایک ایسا خیال ہے کہ جو قابل عار ہے اور بالکل غلط ہے بلکہ ان کے نطق اور ان کے دیدار کے یہ معنی ہیں کہ ان کو دیکھ کر اس بینندہ کو عبرت ہوتی ہے اور یہ سبب نطق اور ذکر اور تسبیح کا ہو جاتی ہیں تو سبب کی طرف نسبت کر دیا گیا ورنہ یہ فعل ہے مسبب کا تو اس قسم کے معنی گھڑنا یہ سب اسی وجہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ تم کو نور باطن حاصل نہیں ہے آگے خود اس کی توضیح فرماتے ہیں۔

کہ غرض تسبیح کے ظاہر کے شود	دعویٔ دیدن خیال و غے شود
کہ مقصود ظاہری تسبیح کب ہو سکتی ہے؟	دیکھنے کا دعویٰ خیال اور گمراہی ہے

یعنی کہ تسبیح سے مقصود ظاہری (تسبیح) کب ہے اور دیکھنے کا دعویٰ خیال اور گمراہی ہے۔

بلکہ ہر بینندہ را دیدار آن	وقت عبرت میکند تسبیح خوان
بلکہ ہر دیکھنے والے کو ان کا دیکھنا	عبرت کے وقت تسبیح پڑھنے والا بنا دیتا ہے

یعنی بلکہ ہر دیکھنے والے کے لئے انکا دیدار عبرت کے وقت تسبیح خواں کر دیتا ہے۔

پس چو از تسبیح یادت میدہد	ایں دلالت ہمچو گفتن مے بود
تو چونکہ وہ (جمادات) تجھے تسبیح کی یاد دلا دیتے ہیں	یہ دلالت پڑھنے جیسی ہے

یعنی بس جبکہ تم کو تسبیح سے یاد دلاتی ہے تو یہ دلالت مثل کہنے کے ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ تم یہ تاویل کرتے ہو کہ اس سے جو عبرت ہوتی ہے تو اسی کو ان کے ناطق ہونے سے تعبیر کر دیا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

این بود تاویل اہل اعتزال	وائے آنکس کو ندارد نور حال
معتزلہ کی یہ تاویل ہوتی ہے	اس پر افسوس جو حال کا نور نہیں رکھتا

یعنی یہ اہل اعتزال کی تاویل ہوا کرتی ہے تو اس شخص پر افسوس ہے جو کہ نور حال نہ رکھے۔

چون زحس بیرون نیاید آدمی	باشد از تصویر غیبی اعجمی
انسان جب حواس (ظاہری) سے باہر نہ نکلے	تو وہ غیبی تصویر سے ناواقف ہوتا ہے

یعنی جبکہ آدمی حس سے باہر نہ ہو (اور اسی میں مقید رہے) تو وہ تصویر غیبی سے نادان ہوا کرتا ہے مطلب یہ کہ جو شخص کہ اس دنیاوی دھندوں میں لگا ہوا ہے اور ان سے ابھی باہر نہیں ہوا وہ اس عالم غیب کے حالات سے بالکل ناواقف رہتا ہے ہاں جو کہ ان سے نکل گیا اس کو سب کچھ حاصل ہوگا آگے فرماتے ہیں کہ۔

این سخن پایاں ندارد مار گیر	مے کشید آں مار را با صد زحیر
اس بات کی انتہا نہیں ہے، سپیرا	بہت بے چینی کے ساتھ اس سانپ کو کھینچ رہا تھا

یعنی یہ باتیں تو کہیں انتہا ہی نہیں رکھتیں مارگیر اس سانپ کو سینکڑوں مصیبتوں سے کھینچ رہا ہے مطلب یہ کہ اجزائے عالم کی حیات اور قدرت حق کے بیان کی تو کہیں انتہا ہی نہیں ہے تو اب اس کو یہیں ترک کر کے قصہ مارگیر بیان کرو کہ وہ اس کو کس طرح کھینچ رہا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تا بہ بغداد آمد آن ہنگامہ خواہ	تا نہد ہنگامۂ برچار راہ
یہاں تک کہ وہ مجمع کا خواہاں بغداد میں آ گیا	تاکہ چوراہے پر مجمع لگائے

یعنی وہ ہنگامہ کا طالب بغداد میں آیا تاکہ چوراہہ پر ہنگامہ کو رکھے یعنی اس نے چاہا کہ کسی چوراہے پر مجمع کرے۔

برلب شط مرد ہنگامہ نہاد	غلغلہ در شہر بغداد اوفتاد
دجلہ کے کنارے پر اس نے مجمع لگایا	بغداد شہر میں شور مچ گیا

یعنی (دجلہ کی) پٹڑی کے کنارے اس آدمی نے مجمع رکھا تو تمام شہر بغداد میں شور مچ گیا کہ

مار گیرے اژدہا آوردہ است	بوالعجب نادر شکارے کردہ است
(کہ) ایک سپیرا اژدھا لایا ہے	اس نے عجیب نادر شکار کیا ہے

یعنی ایک سپیرا ایک اژدھا لایا ہے اور اس بوالعجب نے ایک عجیب شکار کیا ہے

جمع آمد صد ہزاراں خام ریش	صید او شد ہر یک آنجا از خریش
لاکھوں بے وقت جمع ہو گئے	اس جگہ ہر ایک اپنے گدھے پن سے اس کا شکار بن گیا

یعنی لاکھوں احمق وہاں جمع ہو گئے اور اپنے گدھے پن سے اس سپیرے کا شکار بن رہے تھے یعنی اسے پیسے دے دے کر پھنس رہے تھے۔

منتظر ایشاں و او ہم منتظر	تا کہ جمع آیند خلق منتشر
وہ اس کے منتظر اور وہ بھی (ان کا) منتظر	تاکہ بکھرے ہوئے لوگ جمع ہو جائیں

یعنی وہ لوگ بھی منتظر تھے اور یہ شخص بھی منتظر تھا تاکہ لوگ جو کہ ابھی منتشر ہیں جمع ہو جاویں یعنی وہ اس کا منتظر تھا کہ مجمع خوب زیادہ ہو جاوے اور یہ جانتا تھا کہ۔

مردم ہنگامہ افزوں تر شود	کدیہ و توزیع نیکو تر رود
مجمع کے لوگ زیادہ ہو جائیں	بھیک اور چندہ (کا کام) خوب چلے

کہ لوگوں کا مجمع خوب زیادہ ہو جاوے اور بھیک اور بخشش خوب ہو جاوے۔

جمع آمد صد ہزاراں ژاژخا	حلقہ کردہ پشت پا بر پشت پا
لاکھوں بکواسی جمع ہو گئے	کر جھکائے ہوئے پاؤں پر پاؤں رکھے ہوئے

یعنی لاکھوں بے ہودہ حلقہ کر کے ایک پر ایک جمع ہو گئے

حلقہ گردا و چور ز گرد عریش	ہمچنان کہ بت پرستان بر کنیش
اس کے چاروں طرف ایسا حلقہ جیسا کہ انگور کی بیل چھپر پر	جیسا کہ بتوں کے پجاری بت خانہ پر

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس سپیرے کے گرد حلقہ کئے ہوئے جیسے کہ انگور گرد ٹیلی کے اور جیسے کہ بت پرست (حلقہ کئے ہوئے) گنیش پر ہوں غرضکہ لوگ ٹوٹے پڑتے تھے۔

مرد را از زن خبر نے ز ازدحام	رفتہ درہم چون قیامت خاص و عام
ہجوم کی وجہ سے مرد کو عورت کا پتہ نہیں	قیامت کی طرح خاص و عام خلط ملط تھے

یعنی ازدحام کی وجہ سے مرد کو عورت کی خبر نہ تھی اور قیامت کی طرح خاص و عام ایک دوسرے میں گھسے ہوئے تھے۔

چون ہمی حراقہ جنبانید او	مے کشیدند اہل ہنگامہ گلو
جب وہ چیتھڑے سرکاتا	مجمع والے گلا پھاڑتے

یعنی جب وہ ڈگڈگی ہلاتا تھا تو ہنگامے والے غل مچاتے تھے لوگوں کی تو یہ حالت اور ان اژدہا صاحب کی کیفیت ملاحظہ ہو۔

اژدہا کز زمہریر افسردہ بود	زیر صد گونہ پلاس و پردہ بود
وہ اژدہا جو ٹھنڈک سے ٹھٹھرا ہوا تھا	سینکڑوں قسم کے ٹاٹ اور پردوں میں تھا

یعنی اژدہا جو کہ جاڑے کی وجہ سے ٹھٹھرا ہوا تھا وہ سینکڑوں قسم کے ٹاٹوں اور پردہ کے نیچے تھا یعنی اس سپیرے نے اس کو خوب دبا رکھا تھا تا کہ کوئی دیکھ نہ لے اور جب لوگ خوب جمع ہو جاویں اس وقت اس کو کھولے۔

بستہ بودش بارسنہائے غلیظ	احتیاطے کردہ بودش آن حفیظ
اس کو موٹی رسیوں سے باندھ رکھا تھا	اس نگہبان نے اس کے لئے بڑی احتیاط کر رکھی تھی

یعنی اس کو سپیرے نے موٹی رسیوں میں باندھ رکھا تھا اور اس حفیظ نے خوب احتیاط کر رکھی تھی۔

در درنگ و اتفاق و انتظار	وزہیا ہوئی و فغان بے شمار
تاخیر اور جمع ہونے اور انتظار میں	ہائے و ہو اور بے شمار چیخوں سے

یعنی دیر اور جمع ہونے اور انتظار کی وجہ سے اور بے انتہا ہائے ہوئے اور فغاں کی وجہ سے

وزغلو خلق و مکث و طمطراق	تافت برآن مار خورشید عراق
لوگوں کی کثرت اور ٹھاٹ اور کروفر سے	اس اژدہے پر عراق کا سورج چمکنے لگا

یعنی لوگوں کے غلو سے اور ٹھہرنے سے اور دھوم دھام کی وجہ سے اس سانپ پر عراق کا خورشید چمک آیا (چونکہ عراق میں گرمی زیادہ ہوتی ہے اس لئے خورشید عراق کہہ دیا) مطلب یہ کہ ان چیزوں کے انتظار میں گرمی خوب ہو گئی۔

آفتاب گرم سیرش گرم کرد	رفت از اعضائے او اخلاط سرد
تیز رفتار سورج نے اس کو گرما دیا	اس کے اعضاء سے ٹھنڈی رطوبات جاتی رہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی آفتاب تیز روشن نے اس کو گرم کر دیا اور اس کے اعضا میں سے سردی کے اخلاط جاتے رہے یعنی وہ جو ٹھٹھر رہا تھا وہ افسردگی گرمی پہنچنے سے اس میں سے زائل ہوگئی۔

مردہ بود و زندہ گشت او از شگفت	اژدہا بر خویش جنبیدن گرفت
وہ مردہ تھا اور حیرت انگیز طور پر زندہ ہو گیا	اژدھے نے بل کھانے شروع کر دیئے

یعنی وہ مردہ تھا اور وہ تعجب سے زندہ ہو گیا اور اژدہا نے خود ہلنا شروع کیا مطلب یہ کہ اس کو جو گرمی پہنچی تو وہ ہلنے لگا تب لوگوں کو سخت تعجب ہوا کہ ارے مردہ زندہ ہو گیا یا یوں تعجب ہوا کہ ارے یہ تو مردہ نہ تھا بلکہ زندہ ہی تھا۔

خلق را از جنبش آن مردہ مار	گشت شاں آں یک تحیر صد ہزار
مرے ہوئے سانپ کی حرکت سے مخلوق کی	ایک حیرانی لاکھوں حیرانیاں بن گئیں

یعنی لوگوں کو اس مردہ سانپ کی جنبش سے ان کا وہ ایک تحیر لاکھ حصہ ہو گیا یعنی اول تو صرف اس کے عظیم جسم ہی کی حیرت تھی اب وہ حیرت اور بھی بڑھ گئی۔

با تحیر نعرہ ہا انگیختند	جملگاں از جنبشش بگریختند
حیرانی سے انہوں نے نعرے لگائے	اس کے ہلنے سے سب بھاگ پڑے

یعنی حیرت کے ساتھ نعرے مار رہے تھے اور سارے کے سارے اس کی جنبش کی وجہ سے بھاگ گئے۔

مے شکست او بند زان بانگ بلند	ہر طرف میرفت چاقا چاق بند
وہ بندش کو بلند آواز سے توڑتا تھا	ہر طرف بندش کی تراخ تراخ (کی آواز) پہنچ رہی تھی

یعنی اس نے اس آواز بلند کی وجہ سے سارے بند توڑ ڈالے اور ہر طرف کو چلتا تھا اس حال میں کہ وہ بند تراق پڑاق ہوتے تھے مطلب یہ کہ تمام رسیوں وغیرہ کو توڑ تاڑ اب اس نے ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر ٹہلنا شروع کیا اس لئے کہ وہ اس غل سے پریشان ہو گیا اس لئے کہ اژدحام بھی تو شاید پانچ چھ لاکھ آدمیوں کا تھا اس لئے کہ آگے معلوم ہوگا کہ جب لوگ بھاگے تو بہت سے آدمی کچل کر مر گئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بے انتہا مجمع ہوگا جب تو یہ نوبت آئی۔

بندہا بگسست و بیرون شد ز زیر	اژدہائے زشت غراں ہمچو شیر
بندشیں ٹوٹ گئیں وہ نیچے سے نکل آیا	بھیانک اژدھا شیر کی طرح دہاڑتا ہوا

یعنی اس نے ان بندوں کو توڑ دیا اور ان کے نیچے سے ایک اژدہائے عظیم شیر کی طرح غراتا ہوا باہر نکلا۔

در ہزیمت بس خلائق کشتہ شد	از فتادہ و کشتگاں صد پشتہ شد
پسپائی میں بہت سے لوگ مارے گئے	مرے اور گرے لوگوں کے سینکڑوں ڈھیر لگ گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بھاگنے میں بہت سی مخلوق ماری گئی اور مرے ہوئے اور گرے ہوئے لوگوں کے سو پشتے ہو گئے یعنی تمام پشتے لگ گئے اس قدر آدمی بھاگنے میں مرے نعوذ باللہ اللہ ایسی بلا سے بچاوے۔

مارگیر از ترس برجا خشک گشت	کہ چہ آوردم من از کہسار و دشت
سپیرا خوف سے اپنی جگہ خشک ہو گیا	کہ میں پہاڑ اور جنگل سے کیا لے آیا

یعنی سپیرا تو ڈر کے مارے وہیں سوکھ گیا کہ میں جنگل اور پہاڑ سے یہ کیا لے آیا بے چارا بہت ہی پچھتا رہا تھا اور اس کی ایسی مثال ہوئی جیسے۔

گرگ را بیدار کرد آن کور میش	رفت نادان سوئے عزرائیل خویش
اس اندھی بھیڑ نے بھیڑیئے کو جگا دیا	بیوقوف اپنے آپ ملک الموت کی طرف چلا گیا

یعنی اس اندھی بھیڑ نے گرگ کو جگا دیا اور نادان اپنی موت کی طرف گیا اس لئے کہ نہ تو اس کو لاتا اور نہ یہ حالت ہوتی اور لوگ تو خیر بھاگ بھی گئے مگر یہ تو اس قابل بھی نہ رہا کہ بھاگ سکے بس وہیں بیٹھا کا بیٹھا ہی رہ گیا۔

اژدہا یک لقمہ کرد آن گیج را	سہل باشد خون خوری حجاج را
اس احمق کو اژدھے نے ایک لقمہ بنا لیا	حجاج کے لئے خون پینا آسان ہوتا ہے

یعنی اژدھا نے اس احمق کا ایک لقمہ کیا اور حجاج کو تو خون خوری آسان ہوتی ہی ہے حجاج سے مراد وہ اژدہا مطلب یہ کہ جس طرح کہ حجاج کو خون خوری آسان تھی اسی طرح اس اژدہا کو بھی اس شخص کو کھالینا آسان تھا اب اس کو نگل تو گیا مگر چونکہ سالم نگلا تھا اس لئے سب ہڈیاں وغیرہ ویسی ہی اس کے پیٹ میں تھیں تو اس سپیرے کی ہڈیوں کو توڑنے کے لئے اس اژدہا نے یہ حرکت کی کہ۔

خویش را بر استنی پیچید و بست	استخوان خوردہ را درہم شکست
اس (اژدھے) نے اپنے آپ کو ایک ستون پر لپیٹا اور باندھا	کھائی ہوئی ہڈیوں کو ریزہ ریزہ کر دیا
شہر خالی گشت و اژدرہا براند	سوئے کہ گرد از بیاباں برشفاند
شہر خالی ہو گیا اور اژدہا روانہ ہوا	پہاڑ کی جانب اس نے جنگل کی گرد کو اڑایا

یعنی اپنے آپ کو ایک ستون پر لپیٹا اور باندھا اور اس کھائے ہوئے کی ہڈیوں کو توڑ دیا (الٰہی توبہ الٰہی توبہ) یعنی کسی ستون سے لپٹ کر اپنے کو زور سے دبایا تو پیٹ میں اس کی ساری ہڈیاں ٹوٹ گئیں نعوذ باللہ آگے مولانا فرماتے ہیں۔

نفست اژدرہاست او کے مردہ است	از غم بے آلتی افسردہ است
تیرا نفس اژدھا ہے وہ مردہ کہاں ہے	ذرائع نہ ہونے کے غم میں ٹھٹھرا ہوا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تیرا نفس ایک اژدہا ہے وہ مردہ کب ہے (بلکہ) بے سامانی کی وجہ سے افسردہ ہو رہا ہے۔

گر بیابد آلت فرعون او	کہ بامر او ہمی رفت آب جو
اگر وہ فرعون کے ذرائع پالے	جس کے حکم سے دریائے نیل کا پانی چلتا تھا

یعنی اگر یہ سامان فرعون پائے کہ اس کے حکم سے ندی کا پانی چلا کرتا تھا

آنگہ او بنیاد فرعونے کند	راہ صد موسیٰ و صد ہارون زند
اس وقت وہ فرعونی بنیاد بنائے گا	سینکڑوں موسیٰ و ہارون کی راہ زنی کریگا

یعنی اس وقت یہ دعویٰ فرعونی کا کرے اور سینکڑوں موسےٰ اور ہارون جیسوں کی راہ مارے مورخین نے لکھا ہے کہ نیل حکم فرعون سے چلا کرتا تھا اور یہ اس کے لئے استدراج تھا تو فرماتے ہیں کہ اگر اس ہمارے نفس کو کہیں ایسی باتیں حاصل ہو جاویں کہ اس کے حکم سے بھی خدانخواستہ بوجہ استدراج کے (نعوذ باللہ) ایسے کام ہونے لگیں تو یہ حضرت فرعون سے بھی کہیں زیادہ ہو جاویں اور یہ امر بالکل صحیح ہے بس ہمارا تو اسی حالت میں رہنا کہ ہم بالکل عاجز ہوں ٹھیک ہے۔

کرمکست این اژدہا از دست فقر	پشۂ گردد ز مال و جاہ صقر
وہ اژدہا افلاس کے ہاتھوں حقیر کیڑا ہے	چرخ جاہ اور مال نہ ہونے سے مچھر بن جاتا ہے

یعنی یہ اژدہا فقر کے ہاتھوں ایک کیڑا ہے (مگر) مال و جاہ کی وجہ سے ایک مچھر بھی شکرا بن جایا کرتا ہے مطلب یہ کہ مال و جاہ میں پھنس کر خواہ کتنا ہی ضعیف کیوں نہ ہو اس میں قوت شرارت زیادہ ہو جاتی ہے بس اس کا علاج یہ ہے کہ۔

اژدہا را دار در برف فراق	ہین مکش او را بخورشید عراق
اژدہے کو محرومی کے برف میں رکھ	خبردار! اس کو عراق کے سورج میں نہ لے جا

یعنی اس اژدہا کو برف فراق (دنیا) ہی میں رکھو اور اس کو خورشید عراق تک مت کھینچو مطلب یہ کہ بس اس کو تو فقر اور ذلت ہی میں رکھو تاکہ ٹھٹھرا یا پڑا رہے اس کو لذات وتنعمات میں مت لگاؤ کہ پھر یہ حضرت پر پرزے نکالیں گے آگے خود فرماتے ہیں کہ۔

تا فسردہ مے بود آن اژدہات	لقمہ اوئی چو او یابد نجات
تاکہ تیرا اژدہا ٹھٹھرا ہوا رہے	جب وہ نجات پا جائے گا تو اس کا لقمہ ہے

یعنی تاکہ وہ تمہارا اژدہا ٹھٹھرا ہی رہے اور جب وہ نجات پالے گا تو تم اس کے لقمہ ہو گے مطلب یہ کہ اس کو مصائب میں مبتلا رکھو یہی ٹھیک ہے ورنہ اگر اس حالت سے یہ نکل گیا تو بس تم ہی کو لقمہ کریگا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مات کن او را و ایمن شو ز مات	رحم کم کن نیست او ز اہل صلات
اس کو ہرا دے اور ہارنے سے مطمئن ہو جا	رحم نہ کر وہ اچھے سلوک کے قابل نہیں ہے

یعنی اس کو مغلوب کرلو اور پھر مغلوبی سے بے خوف رہو اور اس پر رحم مت کرو اس لئے کہ یہ تمہارے صلہ والوں میں سے نہیں ہے یعنی اس قابل نہیں ہے کہ تم اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو بلکہ یہ تو بس اسی قابل ہے کہ اس کو مارا جاوے اور اس کا سر کچلا جاوے اور اگر تم نے اس پر رحم کیا تو یہ ہوگا کہ۔

کان تف خورشید شہوت سر زند	آن خفاش مردہ ریکت پر زند
کیونکہ جب شہوت کے سورج کی گرمی نمودار ہوگی	وہ تیری ناچیز چمگادڑ اڑنے لگے گی

یعنی کہ وہ گرمی خورشید شہوت ابھرے گی اور وہ تمہارا ذلیل خفاش پر مارے گا مطلب یہ کہ اگر اس پر رحم کرو گے تو پھر یہ ہوگا کہ یہ تم پر غالب ہو کر ہلاکت میں ڈالے گا۔

مے کش او را در جہاد و در قتال	مردوار اللہ یجزیک الوصال
اس کو جہاد اور قتال میں کھینچ لا	مردانہ وار اللہ تجھے بدلے میں وصال عطا فرمادے گا

یعنی اس کو جہاد اور قتال میں مرد کی طرح کھینچو کہ اللہ تم کو بدلہ وصال دے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ تمہیں اپنا وصل نصیب فرماویں تم اس کو خوب مجاہدہ میں رکھو کہ اسی سے اس کی اصلاح ہوگی آگے فرماتے ہیں کہ۔

چوں کہ آن مرد اژدہا را آورید	در ہوائے گرم خوش شد آن مرید
چونکہ وہ مرد اژدھے کو لایا	گرم ہوا میں وہ سرکش چاق چوبند ہو گیا

یعنی جبکہ وہ مرد اس اژدہا کو ہوائے گرم میں لایا تو وہ مردود خوش ہوا۔

لاجرم آن فتنہ ہا کرد اے عزیز	بلکہ صد چندان کہ ما گفتیم نیز
اے پیارے بلامحالہ اس نے وہ فتنے برپا کر دیئے	بلکہ اس سے سینکڑوں زیادہ جو ہم نے بیان کئے

یعنی آخر کار اس نے اے عزیز یہ فتنے کئے بلکہ سوگونہ اس سے بھی زیادہ جتنے کہ ہم نے کہے ہیں مطلب یہ کہ دیکھو وہ اس کو لایا اور اس کو گرمی میں رکھا تو اس نے لاکھوں کو ہلاک کر دیا تو اگر تم بھی اس نفس کو گرمی مجاہدہ و ریاضت میں نہ رکھو گے تو یہ بھی تمہارے ساتھ سرکشی کریگا لہذا اس کو ہمیشہ مجاہدہ میں رکھو تا کہ یہ درست رہے۔

تو طمع داری کہ او را بے جفا	بستہ داری در وقار و در وفا
تو امید رکھتا ہے کہ اس کو بغیر سختی کے	وقار اور وفا میں باندھ لے گا

یعنی تم یہ چاہتے ہو کہ اس کو بے مشقت کے وقار و وفا میں باندھ کر رکھو یعنی تم یہ چاہتے ہو کہ بلا مجاہدہ و

www.besturdubooks.wordpress.com

ریاضت کے اس کو اخلاق حمیدہ پر مجبور کریں تو یاد رکھو کہ۔

ہر کسے را این تمنا کے رسد	موسیٰ باید کہ اژدرہا کشد
ہر کسی کی یہ تمنا کہاں پوری ہوتی ہے۔	موسیٰ چاہیے جو اژدہے کو مارے

یعنی ہر شخص کو یہ تمنا کب حاصل ہوتی ہے کسی موسےٰ کی ضرورت ہے جو کہ اژدہا کو مار ڈالے مطلب یہ کہ ایسا تو بہت کم ہوتا ہے کہ جو بے کسی مشقت کے کامل ہو جاوے۔ یہ شان تو انبیاء علیہم السلام ہی کی ہوتی ہے کہ ان کی تربیت خود حضرت حق بلا واسطہ فرماتے ہیں اور ان کے علاوہ اور کسی کو تو (حلوا خوردن را روئے باید) بے مجاہدہ و مشقت کے اس پر غلبہ حاصل ہوا نہیں ہے۔

صد ہزاران خلق زاژدرہائے او	در ہزیمت کشتہ شدائے رائے او
لاکھوں لوگ اس کے اژدہے سے	پسپائی میں مارے گئے اس کی رائے کی وجہ سے

یعنی لاکھوں مخلوق اس سپیرے کے اژدہا کی وجہ سے بھاگنے میں مرگئی افسوس ہے اس پر۔

وز طمع ہم خویشتن را برباد داد	گفتہ شد واللہ اعلم بالسداد
لالچ سے اپنے آپ کو بھی برباد کیا	(قصہ) کہدیا گیا اور اللہ تعالیٰ راست روی کو خوب جانتا ہے

یعنی طمع کی وجہ سے اپنے کو بھی برباد کیا (یہ قصہ) کہا گیا واللہ اعلم بالصواب یعنی اس نالائق کے اس اژدہا کو لانے نے لاکھوں آدمیوں کا خون کیا اور خود مرا اور صرف اس طمع میں کہ کچھ پیسے مل جاویں گے بس اب قصہ ختم ہو گیا واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب یہاں جو کہا تھا کہ

موسیٰ باید کہ اژدہا کشد

یہاں سے اس قصہ موسےٰ علیہ السلام سے جوڑ لگایا ہے لہٰذا آگے اسی کو بیان بھی فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: ایک سپیرا پہاڑوں میں اس غرض سے گیا کہ اپنے منتروں کے ذریعہ سے کوئی سانپ پکڑے اتنا فرما کر دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ طالب کسی قسم کا ہو خواہ سست رفتار ہو یا تیز رفتار لیکن جب کوشش کرتا رہتا ہے تو مطلوب اس کو مل ہی جاتا ہے۔ جب یہ اصول معلوم ہو گیا تو تم کو چاہئے کہ ہمہ تن اور ہمیشہ حق سبحانہ کی طلب میں سرگرم رہو اس لئے کہ طلب اور جستجو راہ حق کا عمدہ رہبر ہے چنانچہ کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ۔ شوق در ہر دل کہ باشد رہبرے درکار نیست۔ تم خواہ لنگڑے ہو یا لنجے کاہل ہو یا نقصان عقل کے سبب بے ادب۔ غرض کیسے ہی ہو تم کو اس راہ میں گھٹنوں کے بل چلنا چاہئے۔ اور حق سبحانہ کو

www.besturdubooks.wordpress.com

ڈھونڈھنا چاہئے کبھی گفتار سے کبھی خاموشی سے کبھی تاڑنے سے غرض جس طرح ممکن ہو حق سبحانہ کا پتہ لگانا چاہئے۔ دیکھو یعقوب علیہ السلام نے اپنے صاحبزادوں سے کہا تھا کہ یوسف کی تلاش میں حد سے زیادہ کوشش کرو اور اس تلاش میں نہایت مستعدی کے ساتھ ہر حس سے کام لو آنکھ سے بھی زبان سے بھی کان سے بھی وغیرہ وغیرہ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ دیکھو رحمت خدا سے ناامید نہ ہونا۔

تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار نہ ہو تجھ سے مایوس امید وار

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ پس تم حضرت یعقوب علیہ السلام کی اس وصیت کو دستاویز بناؤ اور حضرت حق کو یوں ہر طرف ڈھونڈو جس طرح کسی کا لڑکا گم ہو جاتا ہے تو وہ ڈھونڈھتا ہے تم حس دہن یعنی قوت تکلم سے بھی کام لو۔ اور جس شخص پر گمان ہو کہ وہ جانتا ہے اس سے دریافت کرو۔ اور دیدار محبوب حقیقی کے جان و دل سے طالب ہو اور مژدہ نشان یابی مطلوب کی امید پر پوچھتے پوچھتے جان دیدو اور مطلوب کے چوراہے پر کھڑے ہو کر خوب کان لگاؤ یعنی جب تمہارے سامنے مختلف راستے ہوں تو انکل پچو ایک طرف کو نہ چلدو بلکہ خوب غور کرو جس طرف اس حقیقت کے آثار معلوم ہوں جس سے کہ تم روز ازل سے واقف ہو اس طرف چل دو اب کچھ اتے پتے ہم تم کو بتلاتے ہیں غور سے سنو جس کسی کے اندر کوئی عمدہ بات دیکھو تو سمجھو کہ وہ تم کو اپنے سرچشمہ کی رہنمائی کرتی اور تم کو حق سبحانہ کا پتہ دیتی ہے کیونکہ جملہ کمالات حق سبحانہ ہی کے کمالات کے ظلال و عکوس ہیں اور حق سبحانہ ان کاموں کا یوں ہی سرچشمہ ہے جس طرح کہ ندیوں کا سرچشمہ گہرا سمندر رہتا ہے پس اس صورت میں تم کو فروع کو چھوڑ کر اصل کو مطمح نظر بنانا چاہئے جب یہ معلوم ہو گیا کہ خوبیاں مطلوب کی طرف رہنمائی کرتی ہیں تو اب سنو کہ برائیاں بھی رہنمائے مطلوب ہیں اس لئے کہ مخلوق میں جس قدر برائیاں ہیں سب کا انجام کوئی نہ کوئی خوبی ہے اور یہ سامان بے سروسامانی کسی عمدہ حالت کا پیش خیمہ ہے۔ مثلاً مخلوق کے غصے کسی نہ کسی شفقت کے لئے ہوتے ہیں خواہ اس طرح کہ ان سے مقصود ہی نفع رسانی ہو اور خواہ اس طرح کہ ان کی برائی سے شفقت کی خوبی معلوم ہو اور آدمی غصہ کو چھوڑ کر شفقت اختیار کریں اور خواہ یوں کہ مخلوق کا بے جا غصہ رحمت خداوندی کا باعث ہوتا ہے اور اس کے سبب سے مظلوم پر رحمت ہوتی ہے اور خواہ اس لئے کہ آدمی مخلوق کے غصوں سے تنگ ہو کر حق سبحانہ سے دل لگاتا ہے پس ثابت ہوا کہ غصہ کا انجام محبت ہے اور مخلوق کی جفا میں امید وفا جھلکتی ہے۔ نیز مخلوق کی جتنی لڑائیاں ہیں سب کا انجام صلح ہے خواہ یوں کہ لڑائی ختم ہو کر صلح ہو جاوے اور یا یوں کہ اس سے مطلوب حاصل ہو جائے جو کہ مطلوب کے ساتھ صلح ہے اور یا اس طرح کہ مخلوق کی لڑائیوں سے پریشان ہو کر حق سبحانہ کے ساتھ تعلق پیدا کر لے جو کہ حق سبحانہ کے ساتھ صلح ہے۔ علی ہذا تکلیف کا انجام ہمیشہ راحت ہوتا ہے خواہ تکلیف اٹھانے والے کیلئے

www.besturdubooks.wordpress.com

19

ہو پھر خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں اور خواہ دوسروں کے لئے ہو۔ جیسے کہ کفار کی تکلیف مومنین کی راحت کا سبب ہے کہ ان کو اپنے آپ کو اس تکلیف سے محفوظ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے یوں ہی ہر گلہ شکر سے منبی ہے کیونکہ گلہ کا منشا تکلیف ہے۔ اور ہر تکلیف موجب راحت ہے اور ہر راحت موجب شکر اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ برائیاں بھلائیوں کے لئے ہوتی ہیں اور یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ بھلائیاں حق سبحانہ کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ اس مقدمہ کو اس کے ساتھ ملانے سے نتیجہ نکلا کہ برائیاں بھی موصل الی الحق ہیں پس تم کو فروع سے اصل کا اور ایک ضد سے دوسری ضد کا پتہ لگانا چاہیے کیونکہ ہم بتلا چکے ہیں کہ برائیوں کا انجام بھلائی ہے اگر اب بھی اس میں کچھ شبہ باقی ہو کہ برائی کا انجام بھلائی کیونکر ہو سکتا ہے اور ایک ضد منقلب الی الضد لآخر کیوں ہو سکتی ہے تو سمجھو کہ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی جماد تھی یا نہیں اور اژدہا حیوان ہوتا ہے یا نہیں اور جمادیت وحیوانیت میں تضاد ہے یا نہیں اور موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اژدہا بن گئی تھی یا نہیں ان تمام سوالات کا جواب یہ ہے کہ بے شک پھر جبکہ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اژدہا بن گئی تھی تو اور تمام کو بھی اسی پر قیاس کر لو اور سمجھ لو کہ اور اشیاء بھی اپنی ضد کی طرف منقلب ہو سکتی ہیں اور جنگلوں سے صلحے پیدا ہو سکتی ہیں وغیرہ وغیرہ اسی اصول پر سپیرے نے تماشہ کے لئے سانپ پکڑا تھا اور خوشی کے لئے اپنے کو خطرہ میں ڈالا تھا اور کچھ اسی سپیرے کی تخصیص نہیں بلکہ ہر آدمی تماشہ کے لئے سانپ پکڑتا ہے اور بے غمی کی امید پر غم کھاتا ہے خیر یہ تو ضمنی مضمون تھا اب اصل حکایت سنو وہ سپیرا برفباری کے زمانہ میں پہاڑوں کے اندر ایک عجیب سانپ تلاش کر رہا تھا یکایک اس نے دیکھا کہ ایک بڑا اژدہا جس کی صورت کے دیکھنے سے اس کو سخت دہشت معلوم ہوئی مردہ پڑا ہوا ہے وہ تو اس سخت جاڑے میں سانپ ہی تلاش کر رہا تھا لیکن اس کو اس کی خواہش سے بڑھ کر اس کے زعم میں مردہ اژدہا مل گیا جس سے اس کو بے حد خوشی ہوئی اب تم غور کرو کہ مخلوق بھی کس قدر نادان ہے کہ سپیرا آدمی ہو کر مخلوق کو متعجب کرنے کیلئے سانپ پکڑتا ہے اور مخلوق باوجود آدمی ہونے کے اس سے حیران اور متعجب ہوتی ہے غضب کی بات ہے کہ جو پہاڑ کی مثل اپنے اندر ہزاروں سانپ ودیگر عجائبات رکھتا ہے پھر وہ کیسے ان معمولی چیزوں پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور پہاڑ جو سانپوں کا معدن ہے وہ ایک سانپ سے کیسے دنگ ہو جاتا ہے۔ افسوس کہ آدمی نے اپنی حقیقت کو نہیں پہچانا اور اوج ترقی سے حضیض تنزل میں گر گیا اس نے اپنے کو ان خرافات میں پھنسا کر خراب کر لیا اور اپنے کو بہت تھوڑی قیمت میں بیچ ڈالا۔ اور اطلس ہو کر گدڑی کا پیوند بن گیا پہاڑ کے لاکھوں سانپ تو خود اس کی جامعیت اور اس کی عجائب وغرائب سے حیران ہیں پھر وہ سانپ سے کیوں متعجب ہوتا ہے اور کیوں ان کو دوست رکھتا ہے خیر اس نے اژدھے کو لے لیا اور لوگوں کو متعجب کرنے کیلئے بغداد کی طرف چل دیا اژدھا جو کہ مکان کے ستون کی طرح موٹا تازہ تھا وہ اس کو کچھ داموں کی خاطر کھینچے لئے جاتا تھا وہ خیال کرتا تھا کہ میں اسے لوگوں کو دکھاؤں گا اور کہوں گا کہ میں ایک مردہ اژدہا لایا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

اور میں نے اس کے شکار کرنے میں بہت خون جگر کھایا ہے وہ اس کو مردہ سمجھتا تھا لیکن واقع میں وہ زندہ تھا اور اس نے غور سے اسے نہ دیکھا تھا سردی اور برف میں ٹھٹھرا ہوا اور زندہ تھا مگر صورۃً مردہ تھا یوں ہی تم کو سمجھنا چاہئے کہ عالم بھی ٹھٹھرا ہوا ہے اور اسی واسطے اس کا نام جماد ہے کیونکہ جامد ٹھٹھرے ہوئے ہی کو کہتے ہیں تم اس کو مردہ سمجھتے ہو مگر ذرا دم لو اور خورشید محشر کو طلوع ہونے دو پھر جسم عالم کی حس و حرکت دیکھنا اس وقت تم کو یقین ہوگا کہ فی الحقیقت یہ مردہ نہ تھا بلکہ ٹھٹھرا ہوا تھا اگر چہ کچھ بھی عقل ہو تو اجسام ساکنہ کی حیات اب بھی معلوم ہو سکتی ہے موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی جماد تھی مگر وہ سانپ اور حس و حرکت کرنے والی بن گئی اس واقعہ نے دیگر اجسام ساکنہ کی حالت بھی بتلادی کہ وہ فی الحقیقت مردہ نہیں ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنی حس و حرکت ظاہر کرنے کے لئے امر خداوندی کے منتظر ہیں جس وقت ان کو حکم ہو جاتا ہے وہ اپنی حس و حرکت مخفیہ کو ظاہر کر دیتے ہیں دور کیوں جاؤ خود اپنی ہی حالت کو نہ دیکھ لو کہ تم ایک مشت خاک تھے اور اب زندہ ہو گئے اس سے معلوم ہوا کہ خاک میں صلاحیت حس و حرکت و حیات ہے جب اس میں صلاحیت ہے اور یہ مشاہد ہے تو پھر اس کے حیات میں استبعاد کیوں جب حیات ارض مستبعد نہیں تو بقیہ اجزاء عالم کو بھی اسی پر قیاس کر لو اور سمجھ لو کہ ان کی حیات بھی مستبعد نہیں اور جبکہ ان کی حیات مستبعد نہیں اور نصوص و مکاشفات اہل اللہ اس کو ثابت کرتے ہیں تو انکار کی کون وجہ ہے پس ثابت ہوا کہ وہ تمہاری طرف سے مردہ ہیں اور حق سبحانہ کی طرف سے زندہ اور تمہاری طرف سے خاموش ہیں اور حق سبحانہ کی طرف سے گویا۔ اور جبکہ وہ ان کو ہماری طرف پہنچاتا ہے یعنی ان کو اظہار حس و حرکت کا حکم دیتا ہے تو ان کی حرکت و حس ظاہر ہو جاتی ہے اور لاٹھی اژدہا بن جاتی ہے پہاڑ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح خوش آواز بن جاتے ہیں لوہا اپنے اندر معرفت رکھتا ہے کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ کو پہچانتا ہے کہ اس کے اندر موم بن جاتا ہے اور دوسرے ہاتھوں میں اپنی حالت پر رہتا ہے۔ ہوا امر سلیمانی کو پہچانتی ہے کہ ان کو بار برداری کا کام دیتی ہے اور دوسروں کو نہیں دیتی حجر موسےٰ علیہ السلام کی بات کو پہچانتا ہے کہ ان کے لئے دو ٹکڑے ہو جاتا ہے اور دوسروں کے لئے نہیں ہوتا چاند جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارہ کو سمجھتا ہے کہ دو ٹکڑے ہو جاتا ہے اور دوسروں کے لئے نہیں ہوتا آگ ابراہیم علیہ السلام کو پہچانتی ہے کہ گلزار ہو جاتی ہے اور دوسروں کے لئے نہیں ہوتی زمین موسےٰ اور قارون کو پہچانتی ہے کہ ان کے حکم سے اس کو سانپ کی طرح نگل جاتی ہے استن حنانہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتا ہے کہ وہ ایک مناسب کام کرتا ہے کہ آپ کے فراق میں روتا اور آپ کی تسکین سے خاموش ہو جاتا ہے پتھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتا ہے کہ ان کو سلام کرتا ہے پہاڑ یحییٰ علیہ السلام کو پہچانتا ہے کہ ان کو پیام پہنچاتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ میرے اوپر تشریف لائیے یہاں کفار آپ کو تکلیف نہ پہنچا سکیں گے غرض تمام اجزاء عالم حس و حرکت رکھتے ہیں اور رات دن تم سے کہتے ہیں کہ ہم سنتے بھی ہیں اور دیکھتے

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی ہیں اور ہم بہت خوش ہیں لیکن تم نامحرم ہو اس لئے تمہارے سامنے خاموش ہیں واقعی بات بھی ہے کہ جب تم اپنی حرکات ناشائستہ سے جماد بنے جارہے ہو اور اپنی قوی مدرکہ کو معاصی سے روز بروز خراب کررہے ہو تو تم ارواح جمادات کے محرم راز کیونکر ہو سکتے ہو اگر تم کو ان کی حیات پر مطلع ہونے کی ضرورت ہے تو عالم جان کی طرف چلو اور اپنے قوی مدرکہ باطنہ کو امراض سے پاک کرو پھر اجزائے عالم کا شور سنو اس وقت تم کو جمادات کی تسبیح صاف طور پر معلوم ہوگی اور ان کی تسبیح کے بارہ میں جو تم تاویلیں کرتے ہو ان کا وسوسہ بھی تم کو نہ ہوگا چونکہ تم اپنی جان کے اندر نور حق سبحانہ نہیں رکھتے اس لئے معرفت جمادات کے لئے تم تاویلیں کرتے ہو اور کہتے ہو کہ معرفت جمادات کا دعویٰ ایک شرمناک خیال ہے بلکہ وہ آلہ معرفت حق سبحانہ ہیں اس لئے معرفت عارف کو ان کی طرف مجازاً منسوب کر دیا گیا ہے کیونکہ ان کی تسبیح سے تسبیح ظاہری مقصود نہیں ان کی معرفت کا دعویٰ تو خیال باطل اور کھلی گمراہی ہے بلکہ بات یہ ہے کہ دیکھنے والوں کا دیکھنا عبرت کے وقت تسبیح خواں بناتا ہے پس چونکہ وہ تم کو تسبیح یاد دلاتے ہیں اس لئے ان کی دلالت مثل گویائی کے سمجھی جاتی ہے اس لئے تسبیح کو ان کی تسبیح کہا جاتا ہے یہ تاویل ہے معتزلہ کی جو مبنی ہے اس پر کہ وہ صرف قال رکھتے ہیں اور نور حال نہیں رکھتے اور جو شخص اپنے اندر نور حال نہیں رکھتا اس کی حالت نہایت قابل افسوس ہے کہ وہ جہل مرکب میں گرفتار رہتا ہے اور اس کا منشا حواس جسمانیہ میں مشغول رہتا ہے جب تک آدمی حواس جسمانیہ کی مشغولی کو چھوڑ کر حواس باطنیہ کی اصلاح نہیں کرتا اس وقت تک صورت غیبیہ سے ناواقف رہتا ہے یہ گفتگو تو ختم بھی نہ ہوگی اس کو چھوڑو اور قصہ سنو وہ سپیرا اس ستون کے ستون اژدھے کو بڑی مصیبت سے کھینچتا ہوا بغداد تک لایا اور چاہا کہ کسی چوراہے میں تماشہ کرے بلا خرلب دریا اس نے تماشہ کیا اور سارے شہر میں شور مچ گیا کہ ایک سپیرا اژدھا لایا ہے اور نہایت حیرت انگیز اور عجیب شکار کیا ہے یہ سن کر سینکڑوں احمق جمع ہو گئے اور اپنی حماقت سے ہر ایک اس کا شکار ہو گیا اور ہر وہ لوگ منتظر تھے کہ جلدی تماشا دکھلائے ادھر وہ منتظر تھا کہ لوگ خوب اچھی طرح جمع ہو جائیں اور تماشائی لوگ اور زیادہ ہو جائیں کہ بھیک اور چندہ زیادہ ہو غرض کہ لاکھوں بے ہودہ لوگ جمع ہو گئے اور سب اس کے گرد حلقہ کئے ہوئے تھے لوگوں کی کثرت سے یہ حالت ہوگئی تھی کہ پاؤں پر پاؤں رکھا ہوا تھا سب کے سب اس کو یوں گھیرے ہوئے تھے جیسے انگور کی بیلیں انگور کی ٹٹی کو یا جس طرح بت پرست بت خانہ۔ کثرت کے سبب مرد وعورت میں تمیز نہ تھی اور خاص وعام یوں ملے جلے جارہے تھے جیسے قیامت میں جب وہ ڈگڈگی بجاتا تھا تو لوگ ہاؤ ہو سے اپنے گلے پھاڑ رہے تھے اور اژدھا جو کہ کڑاکے کے جاڑے سے ٹھٹھرا ہوا تھا وہ سینکڑوں ٹاٹ اور پردوں میں دبا ہوا تھا اس نے مزید احتیاط یہ کی تھی کہ اس کو بڑے موٹے رسوں میں جکڑ رکھا تھا لوگوں کے توقف اور ان کے اتفاق وانتظار اور ہائے ہو اور بے حد چیخ و پکار اور مخلوق کے غلو اور توقف اور مجمع کے شان وشوکت میں آفتاب خوب گرم ہو گیا اور

www.besturdubooks.wordpress.com

آفتاب گرم رفتار نے اژدھے کو خوب گرم کر دیا اور اس کے اعضاء سے سرد خلطیں پگھل گئیں تعجب کی بات ہے کہ وہ مردہ اژدھا اب زندہ ہو گیا اور اس نے حرکت شروع کی لوگ اس مرے ہوئے اژدھے کی حرکت سے نہایت متحیر ہوئے اور حیرت سے چلانا شروع کیا کہ ارے یہ تو زندہ ہو گیا ارے یہ تو زندہ ہو گیا۔ ارے یہ تو زندہ ہو گیا اور اس کی حرکت کو دیکھ کر سب بھاگ گئے وہ اژدھا اس شور سے گھبرا کر رسوں کو یوں توڑتا تھا وہ تڑاق تڑاق ٹوٹ کر ہر طرف جا رہے تھے غرض کہ سب رسے ٹوٹ گئے اور اس کے نیچے سے وہ خبیث اژدھا شیر کی طرح غراتا ہوا نکلا بھاگنے میں بہت سے لوگ مر گئے اور گرنے اور مرنے والوں کے تودے لگ گئے مارے خوف کے سپیرا بھی وہیں سوکھ کر رہ گیا اور خیال کیا کہ میں پہاڑوں اور جنگلوں سے کیا بلا اٹھا لایا دیکھو اس اندھی بھیڑ (سپیرے) نے بڑے (اژدھے) کو جگایا اور خود اپنی حماقت سے ملک الموت کے پنجے میں پھنسے کیونکہ اس نے اس سپیرے کو نگل لیا اور یہ کچھ بعید نہیں کیونکہ وہ تو حجاج بن یوسف کی طرح خونخوار تھا اور حجاج کے لئے خونخواری کونسا مشکل کام ہے جب وہ اس کو نگل چکا تو ایک ستون سے لپٹا اور زور کیا حتیٰ کہ اس کے پیٹ کے اندر اس سپیرے کی ہڈیاں پسلیاں سب چور چور ہو گئیں اس کے خوف سے شہر خالی ہو گیا اور وہ جنگل کی گرد اڑاتا ہوا پہاڑوں کی طرف چل دیا اب تم اس قصہ سے عبرت پکڑو اور سمجھو کہ نفس ایک اژدھا ہے جو ہنوز مرا نہیں بلکہ اپنی خواہشات کے پورا کرنے کا سامان نہ ہونے کے غم میں ٹھٹھرا ہوا ہے اگر اس کو بھی فرعون کا سامان مل جاوے جس کے حکم سے رود نیل چلتا تھا تب وہ بھی فرعونیت کی عمارت قائم کرے اور سینکڑوں موسیٰ وہارون جیسے اہل اللہ کی رہزنی پر مستعد ہو جاوے اب جو وہ ایک معمولی کیڑا ہے اور اس کی وجہ اس کی محتاجی ہے اگر اس کو جاہ و مال مل جاوے تو وہ ہی فرعون بن جاوے اس لئے کہ جاہ و مال کے بدولت ایک مچھر سا کمزور شخص چرغ کی طرح قوی ہو سکتا ہے لہٰذا تم کو چاہئے کہ تم اس اژدھائے نفس کو مفارقت خواہشات کی برف میں رکھو اور ہرگز اس کو اس کی خواہشات پورا کر کے گرمی نہ پہنچاؤ تاکہ وہ اژدھا ٹھٹھرا ہی رہے کیونکہ اگر وہ بچ گیا تو تمہیں کھا ہی جاوے گا پس اے شکست دیکر اپنی شکست سے بے خوف ہو جاؤ اور اس پر رحم نہ کرو اس لئے کہ وہ کسی ہمدردی کا مستحق نہیں کیونکہ جب تم اس کی ہمدردی کرو گے تو خواہشات نفسانی کی آفتاب کی گرمی ظاہر ہو گی اور اس کے سبب ذلیل نفس جو نور حق سبحانہ کی تاب نہ لانے کے سبب مثل خفاش ہے پر پرزے جھاڑ کر تیار ہو گا تم کو چاہئے کہ مردوں کی طرح کہ اس کو مجاہدہ اور جنگ کے میدان میں کھینچ لاؤ اللہ جل شانہ ان مشقتوں کے عوض تم کو دولت وصل سے کامیاب کریں گے دیکھو جب وہ اژدھا کو کھینچ لایا تھا تو گرم ہوا میں وہ چاق و چوبند ہو گیا تھا اور اس نے چاق چوبند ہو کر وہ فتنے برپا کئے جو تم سن چکے ہو بلکہ جس قدر ہم نے بیان کیا ہے اس سے سو گونہ زائد یوں ہی اگر تمہارا نفس چاق و چوبند ہو گیا تو وہ فتنے برپا کریگا لہٰذا تم کو ضرور مجاہدات اور اس کے ساتھ جنگ کرنی چاہئے اور تکالیف سے نہ ڈرنا چاہئے تم یہ جانتے ہو کہ بلا مشقت و

www.besturdubooks.wordpress.com

محنت اس کو پابند وقار و وفا دیکھو لیکن ہر شخص کی یہ تمنا پوری نہیں ہوتی اژدھے کو کھینچنے اور اس کو بلا مشقت منقاد کرنے کے لئے موسے جیسے لوگوں کی ضرورت ہے انہوں نے اژدھے کو یوں مسخر کیا تھا کہ خود اس کے ضرر سے محفوظ رہے اور اس کو دشمنوں کی ہلاکی کا ذریعہ بنایا سو ہر شخص ایسا کہاں ہوسکتا ہے تم اس سپیرے سے عبرت پکڑو کہ اس کمبخت کے اژدھے نے کتنے لوگوں کو بھاگتے میں مار ڈالا اور طمع سے اپنے کو بھی برباد کیا بس نفس بھی زندہ ہو کر یہی حالت کریگا ختم شد واللہ اعلم بصحۃ القصۃ والاستنباطات۔

شرح شبیری

موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرعون کے سوالوں اور جوابوں اور دھمکیوں کا بیان

گفت فرعونش چرا تو اے کلیم	خلق را کشتی و افگندی زبیم
فرعون نے ان (موسیٰ) سے کہا اے کلیم (اللہ) تو نے کیوں	ڈر سے لوگوں کو مار ڈالا اور گرا دیا؟

یعنی فرعون نے ان سے کہا کہ اے کلیم تم نے کیوں مخلوق کو قتل کرایا اور خوف میں ڈال دیا مطلب یہ کہ سب اچھی طرح سے ایک دین پر تھے تم نے ایک نیا مذہب نکال کر لوگوں میں تفریق کردی اور مخالفت بڑھادی اس سے تم کو کیا ملا۔

در تردد از تو افتادند خلق	در ہزیمت کشتہ شد مردم ز زلق
تیری وجہ سے لوگ تردد میں مبتلا ہو گئے	الٹے بھاگنے میں پھلنے کی وجہ سے لوگ مارے گئے

یعنی تمہاری وجہ سے مخلوق تردد میں پڑ گئی ہے اور بھاگنے میں لوگ لغزش کی وجہ سے مرگئے مطلب یہ کہ جب تمہارے اژدھا سے لوگ ڈر کر بھاگے تو اس میں بہت سے بھاگنے میں مرگئے تو اس سے تم کو کیا فائدہ ہے بلکہ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ۔

لاجرم ہر کس ترا دشمن گرفت	کیں تو در سینہ مرد و زن گرفت
لامحالہ ہر شخص کو تجھ سے دشمنی ہو گئی	مردوں اور عورتوں کے سینہ میں تیری طرف سے کینہ پیدا ہو گیا

یعنی آخر کار لوگوں نے تم کو دشمن اختیار کرلیا اور تمہارا کینہ مرد و عورت سب نے اپنے سینہ میں لے لیا مطلب یہ کہ اب سب تمہارے دشمن ہوگئے اور تم نے جو چاہا تھا کہ سب میرے تابع فرماں ہوں اور میری مانیں یہ مقصود تمہارا حاصل نہیں ہوا بلکہ اور لوگ تم سے متنفر ہوگئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

خلق را مے خواندی و برعکس شد	از خلافت مرد ماں را نیست بد
تو لوگوں کو بلاتا تھا (معاملہ) برعکس ہو گیا	لوگوں کے لئے تیرے خلاف کرنے کے علاوہ چارہ نہیں ہے

یعنی تو نے لوگوں کو بلایا تو وہ برعکس ہو گیا اور اب تیرے خلاف کرنے سے علاوہ مرد و عورت کو اور کوئی علاج نہیں ہے مطلب یہ کہ اب تو بجز اس کے کہ سب تمہاری مخالفت کریں اور کیا کر سکتے ہیں۔

من ہم از شرت اگر پس مے خزم	در مکافات تو دیگے مے پزم
میں بھی اگر تیرے شر سے پیچھے ہٹ گیا ہوں	تجھ سے بدلہ لینے کے لئے دیگ پکا رہا ہوں

یعنی میں بھی اگر تیرے شر سے پیچھے ہٹ جاتا ہوں تو تیری مکافات میں ایک دیگ پکا رہا ہوں مطلب یہ کہ اگرچہ میں بھی بولتا نہیں ہوں اور تجھے کچھ کہتا نہیں ہوں مگر یاد رہے کہ میں بھی تدابیر سے غافل نہیں ہوں برابر تم سے بدلہ لینے کی تدابیر کر رہا ہوں۔

دل ازیں برکن کہ بفریبے مرا	یا بجز فے پس روے گردد ترا
یہ دل سے نکال دے کہ تو مجھے فریب دے سکتا ہے	یا سایہ کے علاوہ تیرا کوئی پیروکار ہوگا

یعنی اس سے دل ہٹالے کہ تو مجھے فریب دے دے گا سوائے (تیرے) سایہ کے اور کوئی تیرا پس رو ہوگا مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ اس سے بے فکر رہو کہ میں تمہارے دھوکہ میں نہ آؤں گا اور تمہارا سایہ تو تمہارے ساتھ رہے گا اور وہ تو تمہارا تابع ہوگا مگر یاد رکھو کہ اور کوئی تمہارا اتباع نہ کرے گا بلکہ سب میرے ہی معتقد رہیں گے۔

تو بدان غرامشو کیں ساختے	دردل خلقان ہراس انداختے
تو اس پر گھمنڈ نہ کر کہ تو نے یہ کیا ہے	لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا کر دیا ہے

یعنی تو نے جو کچھ بنایا ہے اس پر مغرور مت ہو کہ تو نے مخلوق کے دل میں خوف ڈال دیا ہے مطلب یہ کہ تم نے جو یہ سانپ بنا کر لوگوں کو ڈرا دیا ہے تو اس پر مغرور مت ہونا کہ اس خوف سے تم سب کو اپنا کر لو گے اس لئے کہ۔

صد چنین آری و ہم رسوا شوی	خوار گردی ضحکۂ و غوغا شوی
اس جیسے سینکڑوں (معجزے) تو لائے گا پھر بھی رسوا ہوگا	ذلیل ہو گا عوام کے لئے مضحکہ بنے گا

یعنی اگر ایسے سو بھی لا دیگا تب بھی رسوا ہوگا اور خوار ہوگا اور (لوگوں کے لئے ایک) مسخرہ پن اور غوغا ہو جاوے گا مطلب یہ کہ بجز اس کے کہ لوگ تمسخر کریں گے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔

ہمچو تو سالوس بسیاران بدند	عاقبت در مصر ما رسوا شدند
تجھ جیسے بہت سے مکار تھے	انجام کار ہمارے مصر میں رسوا ہوئے ہیں

یعنی تجھ جیسے مکار بہت ہوئے ہیں اور آخرکار ہمارے شہر میں رسوا ہوئے ہیں تو اس کا مقصود اس کہنے سے یہ تھا کہ موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بددل اور خائف ہو کر یہ کام ترک فرمادیں مگر وہ کب دبنے والے تھے ان کا جواب سنئے۔

موسیٰ علیہ السلام کا اس تہدید کے متعلق جو کہ فرعون ان کو کر رہا تھا جواب

گفت با امر حقم اشراک نیست	گر بریزد خونم امرش باک نیست
(حضرت موسیٰ نے) فرمایا اللہ کے معاملہ میں میری شرکت نہیں ہے	اگر اس کا حکم میرا خون بہائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے

یعنی ارشاد فرمایا کہ حکم حق کے ساتھ مجھے شرک کرنا نہیں ہے اور اگر اس کا حکم میرا خون بھی کرادے تو مجھے کوئی خوف نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ اس کے حکم کے آگے مصلحت سوچنا اور یہ دیکھنا کہ اس طرح لوگ دشمن ہوتے ہیں اور اس طرح دوست یہ شرک ہے۔ اس کے حکم کے آگے مصلحت کیسی بس جو حکم ہے اس کو پورا کرتے ہیں اب اگر اس میں ہماری جان بھی جاتی رہے تو کچھ حرج نہیں ان کا تو وہ مذہب تھا کہ۔

مصلحت دید من آنست کہ یاران ہمہ کار بگذارند و خم طرۂ یارے گیرند

کیسی مصلحت بینی اور کیسی عاقبت اندیشی بس حکم ہے کہ تبلیغ کرو کرتے ہیں اس میں خواہ کوئی دشمن ہو تو کیا اور دوست ہو تو کیا اور فرمایا کہ۔

راضیم من شاکرم من اے حریف	ایں طرف رسوا و پیش حق شریف
اے دشمن! میں راضی ہوں میں شکر گزار ہوں	کہ اس طرف رسوا ہوں اور اللہ کے سامنے باعزت ہوں

یعنی اے مقابل میں اس پر راضی اور شاکر ہوں کہ اس طرف تو رسوا ہوں۔ اور حق تعالیٰ کے سامنے معزز ہوں یعنی دنیا کی رسوائی اور وہاں کی عزت ہو تو اس پر مجھے کوئی خوف نہیں ہے میں راضی ہوں۔

پیش خلقان خوار و زار و ریشخند	پیش حق مطلوب و محبوب و پسند
مخلوق کے سامنے رسوا ذلیل اور لائق مسخرہ (بنوں)	(لیکن) اللہ (تعالیٰ) کے سامنے مطلوب اور محبوب اور پسندیدہ بنوں

یعنی مخلوق کے آگے تو خوار و ذلیل اور مسخرہ ہوں اور حق تعالیٰ کے سامنے محبوب اور مطلوب اور پسندیدہ ہوں (یہ مجھے قبول ہے اور میں اس پر راضی ہوں) یہ فرما کر فرماتے ہیں کہ۔

از سخن میگویم این ورنہ خدا	از سیہ رویاں کند فردا ترا
یہ بات میں کہنے کو کہتا ہوں ورنہ اللہ تعالیٰ	تجھے کل کو سیاہ رو کرے گا

یعنی میں یہ بات کہتا ہوں ورنہ خدا تعالیٰ کل کو تجھے ہی سیہ رویوں سے کریگا مطلب یہ کہ میں جو کہہ رہا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ میری جان بھی جاتی رہے تب بھی پرواہ نہیں ہے یہ صرف ایک بات کے طور پر اور بطور فرض کے کہہ رہا ہوں ورنہ اصل تو یہ ہے کہ انشاء اللہ حق تعالیٰ تجھی کو مغلوب اور سیہ رو بنادے گا اس لئے کہ۔

عزت آن اوست و آن بندگانش	ز آدم و ابلیس برمے خوان نشانش
عزت اس کی ملکیت ہے اور اس کے غلاموں کی ملکیت ہے	(حضرت) آدم اور ابلیس سے اس کی علامت کا مطالعہ کرلے

یعنی عزت ملک حق اور اس کے بندوں کی ہے آدم۔ رابلیس سے نشان پڑھ لو۔ مطلب یہ کہ ان العزة لله ولرسوله وللمومنين تو جب عزت حق تعالیٰ ہی کی ہے اور اس کے بندوں کی تو پھر میں بھی معزز اور منصور رہوں گا اور دیکھو آدم اور ابلیس کے قصہ کو پڑھ لو کہ دیکھو عزت کس کو حاصل ہوئی بس اسی سے قیاس کرلو اور فرماتے ہیں کہ۔

شرح حق پایاں ندارد ہمچو حق	ہیں دہان بر بند و برگردان ورق
اللہ کی طرح اللہ کی تشریح کی انتہا نہیں ہے	خبردار! منہ بند کر لے اور ورق پلٹ دے

یعنی حق تعالیٰ کی طرح ان کی (صفات کی) شرح بھی انتہا نہیں رکھتی تو ہاں ذرا منہ کو بند کر اور ورق لوٹ ورق گردانیدن حالت دگرگوں کردن۔ مطلب یہ کہ فرمایا کہ حق تعالیٰ جس طرح غیر متناہی ہیں اسی طرح ان کی صفات بھی غیر متناہی ہیں تو ان کو تو کوئی بیان نہیں کرسکتا لہٰذا اس سے بہتر ہے کہ چپ ہو رہو اور اس حالت سے بدل دوسری حالت پیدا کرو یعنی اس قصہ کو بیان کرو آگے جواب فرعون کے نقل فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اب سنو اژدہا موسیٰ علیہ السلام کا کیونکر مطیع تھا اور دشمنوں کے لئے کس طرح خطرناک تھا ایک مرتبہ فرعون نے کہا کہ اے موسیٰ تو نے مخلوق کو اپنے اژدھے سے مار ڈالا اور ان کو ہراساں کر دیا تجھ سے اور تیرے اژدھے سے ڈر کر لوگ بھاگنے لگے اور بھاگنے میں پھسل کر گرنے کے سبب بہت سے لوگ مرگئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ تیرے دشمن ہوگئے اور تیری عداوت عورتوں اور مردوں کے سینہ میں بیٹھ گئی تو مخلوق کو اپنی اطاعت کی طرف بلاتا تھا مگر نتیجہ الٹا ہوا اور لوگ تیری مخالفت کے لئے مجبور ہوگئے میں اگر تیرے شر سے پیچھے ہٹتا ہوں تو اس سے تجھ کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ میں مرعوب ہوگیا اور تیرا مطیع ہوجاؤں گا بلکہ تیری سزا کا سامان مہیا کررہا ہوں تو اس خیال کو دل سے دور رکھنا کہ تو مجھے دھوکا دے لے گا یا میں تیری باتوں میں آکر تیرا مطیع ہو جاؤں گا ناممکن ہے کہ ایسا ہو تو اس ڈھونگ پر مغرور نہ ہونا جو تو نے بنایا ہے اور لاٹھی کو سانپ بنا کر مخلوق کو مرعوب اور خوف زدہ کردیا ہے تو ایسے ایسے سو کام کریگا اور ہر کام میں ذلیل ہوگا رسوا ہوگا۔ دنیا تجھ پر ہنسے گی۔ تجھ سے مکار

www.besturdubooks.wordpress.com

بہت سے آئے اور بالآخر ہمارے شہر میں ذلیل ہوئے انہوں نے جواب دیا کہ میں امر میں خدا کا شریک نہیں ہوں کہ اس کے حکم کے مقابلہ میں کوئی ذاتی رائے رکھتا ہوں بلکہ میں تو محکوم محض ہوں لہذا اگر وہ اپنے حکم سے مجھے مار بھی ڈالے تو بھی مجھے کچھ اندیشہ نہیں میں اس کے ہر حکم پر دل سے راضی اور ہر حالت میں اس کا شکر بجالانے والا ہوں۔اور گو دنیاوی لحاظ سے ذلیل ہوں لیکن خدا کے نزدیک بڑی عزت اور شرف رکھتا ہوں اور گو مخلوق کی نظروں میں ذلیل۔محقر اور قابل مضحکہ ہوں لیکن حق سبحانہ کا محبوب اور اس کا مطلوب اور پسندیدہ ہوں یہ اپنی ذلت وخواری دنیاوی کا اقرار بھی ایک بات کے طور پر اور علی سبیل التنزل ہے ورنہ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ کل تو روسیاہ اور ذلیل ہوگا اور میں معزز وموقر اس لئے کہ عزت خدا اور اس کے بندگان خاص ہی کے لئے ہے چنانچہ ان العزۃ للہ ولرسولہ وللمومنین بادرنہ ہوتو آدم وابلیس کے قصہ میں اس کا نشان دیکھ لوکہ آدم کے مقابلہ میں شیطان کیسا ذلیل ہوا خیر اسماء وصفات حق کی تفصیل تو یوں ہی غیر متناہی ہے جیسے کہ خود ذات حق سبحانہ غیر محدود ہے لہذا خاموش رہنا چاہئے اور اصل قصہ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

شرح شبیری

فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کو جواب دینا اور ان سے چالیس روز کی مہلت مانگنا

گفت فرعونش ورق درحکم ماست	دفتر و دیوان وحکم این دم مراست
فرعون نے ان (موسیٰ) سے کہا کاغذ میرے حکم میں ہے	دفتر اور کچہری اور حکم اس وقت میرا ہے

یعنی فرعون نے ان سے کہا کہ ورق (دفاتر) ہمارے ہاتھ میں ہیں اور رجسٹر اور کچہریاں اور حکم سب اس دم میرے ہیں۔

مرمرا بخریدہ اند اہل جہان	از ہمہ عاقل تری تو اے فلان
مجھے دنیا والوں نے منتخب کیا ہے	اے فلاں! کیا تو سب سے زیادہ عقلمند ہے

یعنی سارے اہل جہان نے مجھے خرید رکھا ہے تو ارے فلانے سب سے زیادہ عقلمند ہے مطلب یہ کہ سارے تو مجھے مانتے ہیں آپ بڑے عقلمند نکل کر آئے ہیں کہ میری حکومت کا انکار کرتے ہیں کہ یاد رکھو کہ سارے اختیارات مجھ کو حاصل ہیں ابھی کایا پلٹ کرادوں گا اور بولا کہ۔

موسیا خود را خریدی ہیں برو	خویشتن کم بین بخود غرہ مشو
اے موسیٰ! تو نے خود اپنے آپ کو پسند کیا ہے خبردار! چلا جا	خود بینی نہ کر اپنے اوپر گھمنڈ نہ کر

یعنی اے موسیٰ اپنے کو تم الگ کرتے ہو تو کرے جاؤ اپنے کو ذرا کم دیکھو اور مغرور مت ہو مطلب یہ کہ ذرا

www.besturdubooks.wordpress.com

گھمنڈ میں مت رہنا کہ تم کو کچھ سحر وغیرہ آتا ہے اس لئے حکومت کرنا چاہتے ہو گے تو یاد رکھنا کہ۔

جمع آرم ساحران دھر را	تا کہ جہل تو نمایم شہر را
میں دنیا بھر کے جادو گروں کو جمع کروں گا	تا کہ شہر کو تیری جہالت دکھا دوں

یعنی میں تمام زمانہ کے ساحروں کو جمع کروں گا تا کہ تیرا جہل تمام شہر کو دکھا دوں۔

ایں نخواہد شد بروزے یا دو روز	مہلتم دہ تا چہل روز تموز
یہ ایک دو دن میں نہ ہو سکے گا	مجھے گرمی کے چالیس روز کی مہلت دے

یعنی یہ (جمع ساحران) ایک دو دن میں تو ہو گا نہیں لہذا تم مجھے تموز کے چالیس روز تک مہلت دو۔ تموز گرمی کا مہینہ ہے مطلب یہ کہ یہ جو گرمی کا چلہ ہے اس میں مجھے مہلت دو۔ تو میں سب کو جمع کرلوں اور پھر تمہارا مقابلہ ہو۔ سبحان اللہ ذرا دیکھئے کہ کس طرح مہلت طلب کر رہا ہے یہ سن کر موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ۔

موسیٰ علیہ السلام کا جواب فرعون کو

گفت موسیٰ ایں مرا دستور نیست	بندہ ام امہال تو امور نیست
موسیٰ نے فرمایا اس کی مجھے اجازت نہیں ہے	میں (اللہ کا) غلام تجھے مہلت دینے کا حکم نہیں ہے

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اجازت نہیں ہے میں تو بندہ ہوں مجھ کو تجھے مہلت دینے کی اجازت نہیں ہے مطلب یہ کہ مجھے تو حکم ہے کہ تیرے سر پر ہر وقت مسلط رہوں لہذا میں تجھے مہلت نہیں دے سکتا۔

گر تو چیری و مرا خود یار نیست	بندہ فرمانم بدانم کار نیست
اگرچہ تو غالب ہے اور میرا کوئی دوست نہیں ہے	میں تو حکم کا غلام ہوں مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے

یعنی اگر تو غالب ہے اور میرا کوئی مددگار نہیں ہے تو میں تو بندۂ حکم ہوں مجھے اس (تنہائی اور اسیری) سے کام نہیں ہے مطلب یہ کہ اگرچہ تو بظاہر فوج و لشکر والا اور غالب ہے مگر مجھے کوئی خوف نہیں ہے میں تو بندۂ فرمان ہوں مجھے تجھ پر مسلط رہنے کا حکم ہو گیا ہے اب مجھے کیا میں تنہا ہوں تو کیا اور تو با جماعت ہے تو کیا۔

مے زنم با تو بجد تا زندہ ام	من چہ کارہ نصرتم من بندہ ام
جب تک میں زندہ ہوں تجھ سے طاقت سے بھڑوں گا	مجھے مدد کا کیا کرنا ہے؟ میں تو غلام ہوں

یعنی میں جب تک زندہ ہوں اس وقت تک تو کوشش سے تجھ میں لگا رہوں گا اور مجھے مدد وغیرہ سے کیا کام میں تو بندہ ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

جو حضرت دے زہے قسمت نہ دیوے تو شکایت کیا　　سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

می زنم تا در رسد حکم خدا	کہ کند ہر خصم از خصمے جدا
جب تک اللہ کا حکم ہوگا میں مقابلہ کروں گا	وہی ہر لڑنے والے کو لڑائی سے جدا کرتا ہے

یعنی جب تک کہ حکم خدا پہنچے گا میں تیرے ساتھ لگا رہوں گا کہ وہ حکم ہر خصم کو دوسرے خصم سے جدا کر دیتا ہے مطلب یہ کہ حکم خداوندی ہر ایک کو الگ الگ کر دیتا ہے اور دو فریق میں وہی فیصلہ کرتا ہے تو جب تک کوئی حکم خداوندی نہ ہو اس وقت تک تو میں تم پر مسلط ہوں جب فرعون نے یہ سخت اور کورا جواب سنا تو عرض کرنے لگا کہ۔

فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کو جواب دینا اور موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی آنا

گفت نے نے مہلتم باید نہاد	عشوہ ہا کم دہ تو کم پیمائے باد
اس (فرعون) نے کہا نہیں مہلت مقرر کرنی چاہیے	تو فریب نہ دے فضول باتیں نہ بنا

یعنی فرعون بولا کہ نہیں نہیں مجھے مہلت ضرور دینی چاہئے ذرا دھوکہ کم دو اور فضول باتیں مت کرو۔ دیکھئے بس اس کی اسی قدر قدرت تھی کہ اب کس طرح الحاح سے مہلت مانگ رہا ہے۔ تف ہے جب اس نے الحاح کیا تو بس فوراً وحی آئی کہ

حق تعالیٰ وحی کردش در زماں	مہلتے دہ مر ورا مہر اس ازاں
فوراً اللہ (تعالیٰ) نے ان کو وحی بھیجی	اس کو مہلت دیدے اس سے نہ گھبرا

یعنی حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تم اس کو مہلت دیدو اور اس سے خوف مت کرو۔ یعنی اس سے مت ڈرو کہ وہ سامان کریگا بلکہ مہلت دیدو۔

ایں چہل روزش بدہ مہلت بطوع	تا سگالد مکرہا او نوع نوع
خوشی سے اس کو چالیس روز کی مہلت دیدے	تا کہ وہ قسم قسم کی مکاری سوچ لے

یعنی ان چالیس دن کو اس کو خوشی سے مہلت دیدو تا کہ وہ قسم قسم کے مکر سوچ لے اور ارشاد ہوا کہ۔

تا بکوشد او کہ نے من خفتہ ام	تیز رو گوئیش رہ بگرفتہ ام
تا کہ وہ کوشش کرلے کیونکہ میں بھی سوتو نہیں رہا ہوں	اس سے کہہ دے تیز چلنے میں نے بھی راستہ روک دیا ہے

یعنی تا کہ وہ کوشش کرے اس لئے کہ میں سوتو نہیں رہا ہوں اس سے کہہ دو کہ تیز چل اس لئے کہ میں نے

www.besturdubooks.wordpress.com

راستہ کا آگا پکڑ رکھا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں سوتو نہیں گیا ہوں جو اس کے مکر چل جاویں گے میں نے اس کے مکروں کے راستے روک رکھے ہیں وہ جو تدبیر کریگا میں اس کو باطل کردوں گا تم بالکل بے فکر رہو اور مہلت دیدو اس لئے کہ۔

حیلہ ہاشاں را ہمہ برہم زنم	وانچہ افزایند من برکم زنم
ان کی سب تدبیروں کو درہم برہم کردوں گا	وہ جو کچھ بڑھائیں گے اس کو کمی پر پٹخ دوں گا

یعنی ان کے تمام حیلوں کو میں مغلوب کردوں گا اور وہ جو کچھ ترقی کریں گے میں اس کو کمی پر ماردوں گا مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ان کی ایک نہ چلنے دوں گا تم بے فکر رہو۔

آب را آرند من آتش زنم	نوش خوش گیرند و من ناخوش کنم
وہ پانی لائیں گے میں آگ لگا دوں گا	وہ اچھا شہد پئیں گے میں اس کو بدمزہ کردوں گا

یعنی یہ پانی کو لاویں گے میں اس کو آگ بنادوں گا اور یہ نوش خوش اختیار کریں گے تو میں اس کو ناگوار کردوں گا غرض کہ ان کی سب تدبیر کو الٹ دوں گا۔

مہر پوندند من ویراں زنم	انچہ اندر وہم ناید آں کنم
وہ دوستیاں جوڑیں گے میں تباہ کردوں گا	جو خیال میں بھی نہ آئے میں وہ کروں گا

یعنی یہ تو محبت کو ملاویں گے اور میں ویران کردوں گا اور جو کہ وہم میں نہ آوے گا وہ کروں گا۔

تو مترس و مہلتش دہ دراز	گو سپہ گرد آر و صد حیلت بساز
تو نہ ڈر اور اس کو لمبی مہلت دے دے	کہدے لشکر جمع کرلے اور سو تدبیریں کرلے

یعنی تم ڈرومت اور اس کو خوب دراز مہلت دیدو اور کہدو کہ فوج جمع کرلے اور سو حیلے بنالے (مگر کچھ نہیں کرسکتا) اس کو سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوشی اور دلیری کی کیا انتہا تھی وہ تو پھولے نہ سماتے تھے بس انہوں نے فوراً مہلت دیدی۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اس پر فرعون نے کہا کہ یہ تیری غلطی ہے جو کہتا ہے کہ میں غالب ہوں گا اس لئے کہ دفاتر میرے قبضہ میں ہیں رجسٹر اور عدالتیں اور حکومت میری ہیں مجھے لوگوں نے یہ کہہ کر منتخب کرلیا ہے کہ اے فرعون تو سب سے زیادہ عاقل ہے اس کے برخلاف تیری حالت یہ ہے کہ تو جاہ مال کے لحاظ سے معمولی ہی ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور عقل کی یہ حالت ہے کہ تو خود ہی اپنے کو انتخاب کرتا ہے اور کوئی تیرا ساتھ نہیں دیتا ایسی حالت

میں تیرا مجھے اپنے اتباع کی دعوت دینا محض بے ہودہ ہے پس جا اور اپنے اوپر یعنی محقر سمجھ پر اور اس لکڑی پر جو تیرے پاس ہے مغرور مت ہو ورنہ میں زمانہ کے مشہور جادوگروں کو بلاتا ہوں اور تیری جہالت اہل شہر کو دکھلاتا ہوں لیکن یہ کام ایک دو دن کا نہیں بلکہ گرمیوں میں چالیس دن کی مہلت دے تاکہ میں تیرے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤں موسےٰ علیہ السلام نے کہا کہ مجھے ہنوز کوئی جدید حکم نہیں ملا اور تجھ کو تہیہ کی فرصت دینے کا امر میرے پاس نہیں آیا لہذا میں مجبور ہوں کیونکہ محض بندہ ہوں مجھے اپنی طرف سے کوئی کام کرنے کا مجاز نہیں ہے مانا کہ تو غالب ہے اور میرا کوئی یار و مددگار نہیں مگر مجھے اس سے کچھ سروکار نہیں میں تابع فرمان ہوں جو مجھے حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کروں گا فتح و شکست کو خدا کے سپرد کرتا ہوں جب تک میرے دم میں دم ہے پوری کوشش سے تیرا مقابلہ کروں گا۔ میں تو بندہ ہوں لہذا فتح و نصرت کا کوئی استحقاق نہیں رکھتا میں تجھ سے اس وقت تک مقابلہ کرتا رہوں گا جب تک کہ خدا میرے اور تیرے درمیان فیصلہ نہ کردے کیونکہ صرف وہ ہی ہے جو ایک دشمن کو دوسرے دشمن سے علیحدہ کرتا ہے اور ان کے درمیان فیصلہ کرتا ہے۔ فرعون نے کہا نہیں نہیں مجھے مہلت ضرور دینی چاہئے اور فریب اور فضول گوئی سے کام نہ لینا چاہئے۔ اس پر حق سبحانہ نے موسےٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اس کو کافی مہلت دیدی جائے اور کچھ اندیشہ نہ کیا جاوے یہ چالیس دن کی مہلت بخوشی منظور کرلی جاوے تاکہ یہ اپنے دل کے حوصلے نکال لے اور انواع و اقسام کے مکر سوچ لے اور پوری کوشش کرلے۔ کیونکہ ہم کچھ سوتے نہیں ہیں اس سے کہو کہ تو خوب تیز دوڑ اور اپنی پوری قوت صرف کردے ہم نے راستہ روک رکھا ہے اور ہم اسے چلنے نہ دینگے میں ان کی تدابیر کو درہم برہم کردوں گا اور جتنی زیادتی کریں گے میں اس کو اتنا ہی کم کردوں گا یہ پانی لائیں گے میں اسے آگ بنادوں گا یہ عمدہ غذائیں کھائیں گے میں اس کو ناپسندیدہ کردوں گا۔ یہ آپس میں محبت کریں گے میں اسے برباد کردوں گا غرض یہ جو تدبیر کریں گے میں اس کا توڑ کروں گا لہذا تم کچھ خوف نہ کرو اور یہ جو لمبی مہلت مانگتا ہے تم منظور کرلو اور کہہ دو کہ تو اپنی پوری فوج جمع کرلے اور ہر ممکن تدبیر کو کام میں لا۔ ان شاء اللہ اس کا نتیجہ تجھے بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔

شرح شبیری

موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو مہلت دیدینا تاکہ وہ ساحروں کو جمع کرلے

گفت امر آمد برو مہلت ترا	من بجائے خود شدم رستی ہلا
فرمایا حکم آ گیا جا تجھے مہلت ہے	میں اپنی جگہ جاتا ہوں آگاہ تو چھوٹ گیا

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جا تجھے مہلت ہے میں اپنی جگہ جاتا ہوں اور تو چھوٹ گیا مطلب یہ کہ خیر

www.besturdubooks.wordpress.com

جا حکم ہو گیا ہے اور مہلت مل گئی ہے ورنہ میں تو تجھ پر مسلط ہو ہی گیا تھا مگر اس مہلت کے حکم سے تیری رہائی ہو گئی کچھ اور روز مزے اڑا لے۔

او ہمی شد اژدہا اندر عقب	چوں سگ صیاد دانا و محب
وہ جارہے تھے اژدہا پیچھے پیچھے (تھا)	سمجھدار اور محبت کرنے والے شکاری کے کتے کی طرح

یعنی وہ چلے اور اژدھا صیاد کے کتے کی طرح جو کہ دانا اور محب تھا ان کے پیچھے ہولیا۔

چوں سگ صیاد جنباں کردہ دم	سنگ را می کرد ریگ او زیر سم
شکاری کے کتے کی طرح دم ہلاتا ہوا	پاؤں کے نیچے پتھر کو ریت بناتا ہوا

یعنی شکاری کے کتے کی طرح دم ہلاتا ہوا پتھروں کو سم کے نیچے ریتہ کرتا ہوا (چل دیا)

سنگ و آہن را بدم در می کشید	خرد می خائید آہن را پدید
پتھر اور لوہے کو سانس سے اندر کھینچتا تھا	لوہے کو نمایاں طور پر باریک چبا جاتا تھا

یعنی لوہے اور پتھر کو سانس سے کھینچ رہا تھا یعنی لوہے کو ریزہ ریزہ کر کے کھلم کھلا چبا تا تھا۔

در ہوا می کرد خود بالای برج	کہ ہزیمت می شد از وے روم و گرج
فضا میں اپنے آپ کو برج سے اونچا کرتا تھا	کہ اس سے روم اور گرج (کے باشندے) بھاگتے تھے

یعنی وہ اژدہا ہوا میں سر برج کے اوپر کر لیتا تھا کہ اس سے رومی اور گرجی بھی ہزیمت میں آتے تھے مطلب یہ کہ جب وہ منہ کھولتا تھا تو اس کا منہ برج پر پہنچتا تھا اور بڑے بڑے دلاور اس کے خوف سے بھاگتے تھے۔

کف می انداخت چوں اشتر زکام	قطرہ زاں بر ہر کہ می زد شد جذام
منہ سے اونٹ کی طرح جھاگ پھینکتا تھا	جس پر اس کا ایک قطرہ گرا اس کو کوڑھ ہو گیا

یعنی وہ اونٹ کی طرح منہ سے جھاگ ڈال رہا تھا اس میں سے ایک قطرہ جس پر پڑ جاتا تھا اس کو جذام ہو جاتا تھا یعنی اس قدر زہریلا تھا نعوذ باللہ۔

ژغوغ دندان اودل می شکست	جان شیراں سیہ می شد ز دست
اس کے دانتوں کی کڑکڑاہٹ دل پھاڑ رہی تھی	کالے شیروں کی جان ہاتھ سے نکلی جاتی تھی

یعنی اس کے دانتوں کی کڑکڑاہٹ سے دل ٹوٹا جاتا تھا اور شیران سیہ کی جان ہاتھ سے جاتی تھی یہاں تک اس اژدہا کی حالت کو بیان فرما کر آگے فرماتے ہیں کہ۔

چوں بقوم خود رسید آں مجتبیٰ	شدق او بگرفت و باز شد عصا
جب وہ برگزیدہ اپنی قوم میں پہنچے	اس کی باچھ پکڑی وہ پھر لاٹھی بن گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ برگزیدۂ (حق) جب اپنی قوم میں پہنچے تو اس کی باچھ پکڑ لی وہ پھر عصا ہو گیا۔ مطلب یہ کہ اس عصا کی یہ حالت کہ وہ اژدھا رہا اس وقت تک ہی رہی جب تک کہ موسیٰ علیہ السلام فرعونیوں میں رہے مگر جب اپنی قوم میں گئے تو اس کو پکڑ لیا وہ پھر عصا ہو گیا۔

تکیہ روے کرد و می گفت اے عجب	پیش ما خورشید و پیش خصم شب
انہوں نے اس پر ٹیک لگائی اور کہہ رہے تھے تعجب ہے	(یہ معجزہ) ہمارے لئے سورج اور دشمن کے لئے رات ہے

یعنی اس پر سہارا لگا کر فرمایا کہ تعجب ہے کہ یہ خورشید ہے اور مقابل کی رات ہے مطلب یہ کہ فرمانے لگے کہ دیکھو ہمارے نزدیک تو یہ بالکل صاف ہے کہ یہ معجزات ہیں اور حق تعالیٰ ایک ہیں مگر فرعون نہیں سمجھتا اس کے سامنے سب پوشیدہ ہے اور فرمانے لگے کہ۔

اے عجب چوں می نہ بیند ایں سپاہ	عالمے پر آفتاب چاشتگاہ
تعجب ہے یہ لشکر کیوں نہیں دیکھتا ہے	دنیا کو جو چاشت کے وقت کے سورج سے بھری ہوئی ہے

یعنی بہت تعجب کی بات ہے کہ یہ سپاہ کس طرح ایک عالم پر آفتاب چاشتگاہ کو دیکھتی نہیں عالم پر آفتاب سے مراد نبوت ہے مطلب یہ کہ دیکھو نبوت کا عالم پر آفتاب اس قدر چمک رہا ہے مگر تعجب ہے کہ ان لوگوں کو دکھائی نہیں دیتا حالانکہ۔

چشم باز و گوش باز و ایں ذکا	خیرہ ام در چشم بندی خدا
آنکھیں کھلی ہیں اور کان کھلے ہیں اور یہ ذہانت	میں اللہ (تعالیٰ) کی چشم بندی پر حیران ہوں

یعنی آنکھ کھلی ہوئی کان کھلے ہوئے اور یہ ذکاوت۔ تو میں حق تعالیٰ کی اس چشم بندی میں متحیر ہوں مطلب یہ کہ دیکھو آنکھ اور کان سب کھلے ہوئے اور اس قدر عاقل اور ذکی ہیں مگر دیکھو تو حق تعالیٰ نے چشم بصیرت کو کس طرح بند کر دیا ہے کہ دکھائی ہی نہیں دیتا۔

من ز ایشان خیرہ ایشان ہم ز من	از بہارے خار ایشاں من سمن
میں ان سے حیران ہوں وہ بھی مجھ سے (حیران ہیں)	(خدا کی) بہار سے وہ کانٹے ہیں میں پھول (ہوں)

یعنی میں ان سے حیران ہوں اور وہ مجھ سے بھی حیران ہیں ایک ہی بہار سے ہیں وہ خار ہیں میں سمن ہوں مطلب یہ کہ میں تو ان سے حیرت میں ہوں کہ وہ آفتاب نبوت کو کیوں نہیں دیکھتے اور وہ اس وجہ سے متحیر ہیں کہ میں ایسی باتیں کیوں کرتا ہوں حالانکہ دونوں ایک بہار سے ہیں مگر وہ خار ہو گئے ہیں اور میں چنبیلی ہوں۔

پیش شاں بردم بسے جام رحیق	سنگ شد آبش بہ پیش آن فریق
میں ان کے سامنے صاف شراب کے بہت سے جام لے گیا	اس فریق کے سامنے اس کا پانی پتھر بن گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں ان کے آگے بہت مرتبہ جام شراب لے گیا مگر وہ اس فریق کے سامنے پتھر بن گیا یعنی جب ان کے پاس ہدایت کا جام لے گیا انہوں نے اس کو قبول نہ کیا تو وہ ان کے اعتبار سے جام ضلالت ہو گیا۔

دستۂ گل بستم و بردم بہ پیش	ہر گلے چون خار گشت و نوش نیش
میں نے پھولوں کا گلدستہ بنایا اور سامنے لے گیا	ہر پھول کانٹا بن گیا اور شہد ڈنک (بن گیا)

یعنی ایک گلدستہ لگا کر ان کے سامنے لے گیا تو ہر پھول تو خار ہو گیا اور ہر نوش نیش ہو گیا مطلب یہ کہ ان کے حق میں سب مضر ہوا اس لئے کہ اس سے ان کا عناد اور زیادہ ہی ہوتا چلا گیا۔ کمی نہ ہوئی اس لئے کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: جب موسیٰ کو حق سبحانہ نے فرعون کو مہلت دینے کے متعلق ہدایت فرمادی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ مجھے مہلت دینے کی اجازت ہو گئی ہے اب میں تجھے مہلت دیتا ہوں پس میں اپنے مقام پر جاتا ہوں اور تو بھی کچھ دنوں کے لئے اس کشاکشی سے چھوٹ گیا۔ یہ فرما کر آپ روانہ ہو گئے آپ آگے آگے جا رہے تھے اور آپ کا اژدھا یوں دانائی اور محبت سے چل رہا تھا جیسے شکاری کتا جاتا ہو۔ شکاری کتے کی طرح دم ہلاتا جاتا تھا اور اپنی قوت اور بوجھ سے پتھروں کو چور چور کرتا جاتا تھا۔ پتھر اور لوہے تک کو سانس سے کھینچ لیتا تھا اور لوہے کو چبا کر ریزہ ریزہ کر دیتا تھا۔ اور عالیشان عمارتوں سے اونچے یوں سر اٹھائے ہوئے تھا کہ رومی اور کرجی جیسے بہادر لوگ اس سے خوف کھا کر بھاگتے تھے جس طرح غصہ کی حالت میں شیروں کے منہ سے کف جاری ہوتا ہے یوں وہ کف اڑا رہا تھا اور وہ اس قدر زہریلا اور تیز تھا کہ جس پر گرتا تھا فوراً جذام ہو جاتا تھا اس کے دانت پیسنے کی آواز سے دل پھٹے جاتے تھے اور کالے شیروں کی جانیں قابو سے نکلی جاتی تھیں۔ غرض کہ موسیٰ علیہ السلام اس شان سے اپنے مکان پر جا رہے تھے جبکہ وہ اپنے لوگوں میں پہنچ گئے تو انہوں نے اس کا جبڑا پکڑا اور پھر وہ لاٹھی بن گیا۔ وہ اس پر تکیہ لگائے ہوئے اس کی پہلی حالت کو یاد کر کے تعجب سے فرمانے لگے کہ دیکھو کیسی خدا کی قدرت ہے کہ ایک شے (یعنی معجزہ) جو ہمارے لئے آفتاب کی طرح روشن ہے وہ مخالف (فرعون) کے نزدیک رات کی طرح تاریک ہے اور ہم مومنین کے لئے تو یہ معجزہ حقانیت نبوت کو یوں ہی واضح دکھلاتا ہے جس طرح آفتاب ظاہری دیگر اشیاء کو لیکن فرعون اور اس کے ہمراہیوں کے لئے وہ اس کو یوں مخفی کرتا ہے جس طرح رات اشیاء کو۔ اور بڑی حسرت کی بات ہے کہ یہ سیاہ فرعونی اس عالم نبوت وغیرہ کو کیوں نہیں دیکھتی جس میں ایسا واضح معجزہ موجود ہے۔ جو اپنی وضاحت میں آفتاب نیمروز کی مثل ہے میں حق سبحانہ تعالیٰ کی نظر بندی اور قدرت عجیبہ سے نہایت حیران ہوں کہ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں کان بھی کھلے ہوئے ہیں اور اس درجہ ذکاوت وذہانت بھی موجود

20

ہے پھر بھی یہ لوگ نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔ میں ان کو دیکھ کر حیران ہوں جیسا کہ یہی بیان ہو چکا ہے اور وہ مجھے دیکھ کر حیران ہیں کہ یہ ایک معمولی آدمی اور اتنی بڑی سلطنت قاہرہ سے ٹکراتا ہے اسے ہو کیا گیا۔ ایک تعجب کی بات یہ ہے کہ بہار ایک ہے اور مفیض حقیقی یعنی حق سبحانہ واحد ہیں مگر آثار مختلف کہ ان کو خار بنایا اور مجھے سمن' تیز ایک تعجب کی بات یہ ہے کہ میں بہت مرتبہ جام شراب ہدایت لے کر گیا مگر اس فریق کے پاس جا کر وہ بجائے پانی کے پتھر اور بجائے ہدایت کے ضلالت ہو گیا میں ان کے پاس گلدستہ نصائح لے کر گیا لیکن وہاں جا کر ہر گل نصیحت خار شبہ بن گیا اور غذائے شیریں نیش عقرب وغیرہ کی طرح ناخوشگوار بن گئی۔

شرح شبّیری

آن نصیب جان بے خویشان بود	چونکہ باخویشند پیدا کے شود
وہ جام بے خودوں کی جان کا حصہ ہوتا ہے	چونکہ وہ خودی میں ہیں وہ کب ظاہر ہوتا ہے؟

یعنی وہ تو بے خودوں کی جان کو نصیب ہوتا ہے تو چونکہ وہ باخود ہیں ان پر کب ظاہر ہو سکتا ہے۔

خفتہ بیدار باید پیش ما	تا بہ بیداری بہ بیند خوابہا
ہمارے آگے ایک سویا ہوا بیدار ہونا چاہیے	تاکہ وہ خوابوں کو بیداری میں دیکھ لے

یعنی ہمارے آگے ایک خفتہ بیدار کی ضرورت ہے جو کہ بیداری میں بہت سے خواب دیکھے مطلب یہ کہ ایسے شخص کی ضرورت ہے جو کہ اس دنیا کے اعتبار سے تو خفتہ ہو گر حق تعالیٰ کی جانب سے بیدار ہو تو وہ بیداری میں بھی تجلیات و انوار حق کے خواب دیکھے گا تو چونکہ یہ لوگ ایسے نہ تھے لہٰذا ان کو یہ بات نصیب نہ ہوئی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

دشمن این خواب خوش شد فکر حق	تا نخسپد فکرتش بستہ است حلق
لوگوں کا فکر (دنیوی) اس اچھی خواب کا دشمن بن گیا	جب تک کہ اس کا فکر نہ سو جائے' حلق بند ہے

یعنی فکر خلق اس خواب خوش کی دشمن ہو گئی ہے اور جب تک یہ فکر نہ سو دے گی جب تک حلق بندھا ہوا رہے گا مطلب یہ کہ مخلوق کا فکر اس خواب کی دشمن ہے جس میں کہ اس طرف سے خواب ہو اور حق تعالیٰ کی طرف سے بیداری ہو تو جب تک کہ یہ فکر اور یہ تدابیر جو اس کے دشمن ہیں زائل نہ ہوں گی یاد رکھو کہ اس وقت تک حلق بندھا ہوا ہے اور انوار تجلیات کے حصول سے مانع ہے آگے اس فکر کے ازالہ کی تدبیر بتاتے ہیں کہ۔

حیرتے باید کہ روبد فکر را	خوردہ حیرت فکر راؤ ذکر را
حیرت درکار ہے' تاکہ فکر کا صفایا کر دے	حیرت نے فکر اور ذکر کو نگل لیا ہے

یعنی ایک حیرت کی ضرورت ہے جو کہ اس فکر کو صاف کر دے اور وہ حیرت فکر اور ذکر سب کو کھا جاوے

www.besturdubooks.wordpress.com

حیرت سے مراد تواتر تجلیات مطلب یہ کہ تواتر تجلیات سے جو حالت ہوتی ہے اس کی ضرورت ہے کہ وہ اس فکر کو محو اور زائل کر دیتی ہے بس جب وہ حیرت حاصل ہو جاوے گی تو یہ فکر معاش اور فکر دنیا زائل ہو جاوے گی اور اس کے زائل ہوتے ہی وہ خواب خوش نصیب ہو جاوے گی آگے ایک مضمون بیان فرماتے ہیں اور اس کی ایک عجیب وغریب دلیل بیان فرمائیں گے سنئے فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ کامل تر بود او در ہنر	او بمعنی پس بصورت بیشتر
جو (دنیا کے) ہنر میں زیادہ کامل ہوتا ہے	وہ حقیقتاً پیچھے بظاہر آگے ہے

یعنی جو شخص کہ ہنر (دنیا) میں زیادہ کامل ہوگا وہ معنی تو پیچھے ہوگا صرف صورت میں آگے ہوگا مطلب تو یہ ہے کہ جو شخص کہ دنیاوی امور میں کامل ہوگا وہ صورتاً تو آگے ہے اور سب سے بڑھا ہوا ہے مگر معنی جس قدر کامل ہے اسی قدر پیچھے ہے اور اس کو حقیقت پیش روی حاصل نہیں ہے۔ یہ تو دعویٰ ہے آگے اس کے دلیل ایک عجیب فرماتے ہیں جس کا حاصل اول سمجھ لو اس کے بعد سہل ہو جاوے گا فرماتے ہیں کہ دیکھو قاعدہ ہے کہ جب گلہ بکریوں وغیرہ کا چلتا ہے تو بعض اس میں سے آگے ہوتی ہیں اور بعض پیچھے لیکن اگر چلتے چلتے سب یکدم سے اسی طرح لوٹنے لگیں کہ سب رہیں تو اپنی اپنی جگہ پر مگر منہ پھیر لیں تو جو سب سے آگے ہے اب وہ تو پیچھے ہو جاوے گی اور جو سب سے پیچھے تھی وہ سب سے آگے ہوگی جب یہ سمجھ میں آ گیا تو اب سمجھو کہ قرآن شریف میں ہے کہ کل الینا راجعون سب ہماری طرف لوٹیں گے اور دنیا میں اس وقت سب چل رہے ہیں تو بس جب لوٹنے کا وقت یعنی قیامت ہوگی تو اس دنیا کی روش میں جو سب سے آگے تھا وہ اس قاعدہ کے موافق سب سے پیچھے ہوگا اور جو پیچھے ہیں یعنی غریب لوگ وہ سب سے آگے ہو جاویں گے تو دیکھ لو تو جو اس دنیا میں کامل اور آگے ہے وہ قیامت میں سب سے ناقص اور پیچھے ہوگا سبحان اللہ عجیب دلیل ہے اب اشعار سے سمجھ لو فرماتے ہیں کہ۔

راجعون گفت و رجوع اینستان بود	کہ گلہ واگردد و خانہ رود
اللہ تعالیٰ نے واپس ہونے والے کو فرمایا اور واپس ہونا یہ ہوتا ہے	کہ ریوڑ واپس ہو اور گھر جائے

یعنی حق تعالیٰ نے کل الینا راجعون فرمایا ہے اور رجوع اس طرح ہوا کرتا ہے کہ گلہ واپس ہو اور گھر کو جاوے۔

چونکہ واگردید گلہ از ورود	پس فتد آن بز کہ پیش آہنگ بود
جب ریوڑ گھاٹ سے واپس لوٹتا ہے	(تو) وہ جانور پیچھے رہتا ہے جو آگے چلنے والا تھا

یعنی جب وہ گلہ گھاٹ سے واپس ہوا تو وہ بکری تو پیچھے ہوگئی جو کہ سب سے آگے تھی۔

پیش افتد آن بز لنگ پسین	اضحک الرجعی وجوہ العابسین
پچھلی لنگڑی بکری آگے ہو جاتی ہے	واپسی نے منہ بنائے ہوئے لوگوں کے چہروں کو ہنسا دیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ لنگڑی پچھلی بکری آگے ہو جاوے گی تو اس رجعت نے عاسین کے منہ کو بھی ہنسا دیا مطلب یہ کہ جب اس طرح ایک دم سے انقلاب ہو گیا کہ اگلی پچھلی اور پچھلی اگلی ہو گئی تو جو لوگ کبھی ہنستے نہ تھے ان کو بھی ہنسی آ گئی کہ عجب دل لگی ہے تو اسی طرح جو لوگ کہ اس دنیا میں آگے بڑھے ہوئے ہیں اور خوب کامل ہیں وہ قیامت میں پیچھے ہوں گے اور جو آدمی غریب ناقص ہیں وہ سب سے آگے ہوں گے۔ اللھم احشرنی فی زمرۃ المساکین آگے فرماتے ہیں کہ

از گزافہ کے شدند این قوم لنگ	فخر را دادند و بخرید ند ننگ
یہ قوم خواہ مخواہ لنگڑی کب ہوئی ہے	انہوں نے فخر کو دیدیا ہے اور ذلت کو خریدا ہے

یعنی یہ لوگ بے ہودگی کی وجہ سے کب لنگڑے ہوئے ہیں (بلکہ) انہوں نے فخر دیدیا ہے اور ننگ کو خرید لیا ہے یعنی یہ لوگ جو تم کو دنیاوی امور میں ایسے معلوم ہوتے ہیں تو یہ نہیں کہ یہ کچھ کر نہیں سکتے بلکہ خود ہی انہوں نے ایسی حالت بنا رکھی ہے تا کہ وہاں جا کر سب سے آگے چلیں۔

پا شکستہ می روند ایشان بحج	از حرج راہیست پنہان تا فرج
وہ حج کو شکستہ پا جاتے ہیں	تنگی سے کشادگی کی طرف چھپا ہوا راستہ ہے

یعنی یہ حضرات پاشکستہ (کعبہ بمقصود حقیقی کے) حج کو جا رہے ہیں اور تکالیف سے ایک راہ پوشیدہ کشادگی تک ہے حرج سے مراد مجاہدہ ہے مطلب یہ کہ یہ حضرات جو مجاہدہ و ریاضت کرتے ہیں تو اس سے ایک راہ ہے جو کہ اندر ہی اندر عالم غیب تک چلی گئی ہے بس یہ اس راہ پر ہو لئے ہیں اور ان کی یہ حالت ہے کہ۔

دل ز دانشہا بشستند این فریق	زانکہ این دانش نداند این طریق
اس فریق نے دل سے عقلوں کو دھو ڈالا ہے	کیونکہ یہ عقل اس راستہ کو نہیں جانتی ہے

یعنی اس فریق نے دل کو علوم (ظاہری) سے دھو ڈالا ہے اس لئے کہ یہ علوم (ظاہری) اس راستہ (پوشیدہ) کو نہیں جانتے لہذا یہ حضرات ان علوم کو قلب سے محو کر دیتے ہیں محو کر دینے سے مراد یہ ہے کہ ان کا اثر نہیں رہتا کہ یہ سمجھیں کہ ہم کو یہ علم حاصل ہے اور حاصل ہے بلکہ دعویٰ بالکل جاتا رہتا ہے ہاں وہ علوم باقی رہتے ہیں مثلاً ایک شخص نے ہدایہ پڑھا تھا تو اس کے محو کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ہدایہ تو اس کو یاد رہے مگر اس امر کو بھول جاوے کہ مجھے ہدایہ آتا ہے بس ان کے اندر دعویٰ اور عجب اور تکبر نام کو نہیں ہوتا۔

دانشے باید کہ اصلش زان سرست	زانکہ ہر فرعے باصلش رہبرست
وہ عقل چاہیے جس کی اصل اس جانب کی ہے	کیونکہ ہر فرع اپنی اصل کی طرف راہنما ہے

یعنی اس علم کی ضرورت ہے جس کی اصل اس طرف سے ہو اس لئے کہ ہر فرع اپنی اصل کی طرف

www.besturdubooks.wordpress.com

رہبر ہوتی ہے تو جب یہ علم اس علم حق کی فرع ہوگا تو یہ اس تک پہنچا دے گا جیسا کہ قاعدہ ہے کہ ہر فرع اپنے اصل کی طرف پہنچایا کرتی ہیں۔

ہر پرے برعرض دریا کے پرد	تالدن علم لدنی مے برد
ہر بازو دریا کی چوڑائی تک کب پرواز کرسکتا ہے	(اللہ کے) قرب تک علم لدنی لے جاتا ہے

یعنی عرض دریا پر ہر پر کب اڑ سکتا ہے قرب حق تک تو علم لدنی ہی لے جاتا ہے پر سے مراد علم ہے مقصود یہ کہ ہر علم تو حق تعالیٰ تک نہیں پہنچا سکتا بلکہ اس کے قرب تک تو علم لدنی ہی پہنچاتا ہے اس لئے کہ اس کی اصل اسی طرف سے ہے ورنہ اور کوئی تو وہاں تک کیا ہی پہنچ سکتا ہے خوب کہا ہے۔

بحریست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست　　اینجا جز این کہ جان بسپارند چارہ نیست

تو جب یہ علوم ظاہری موصل الی الحق نہیں ہیں یعنی ان میں انہماک موصل نہیں ہے یوں واسطہ ہونے کے درجہ میں تو موصل ہیں ہی مگر مقصود نہیں ہیں لہذا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

پس چرا علمے بیاموزی بمرد	کش بباید سینہ رازان پاک کرد
تو کسی مرد کو ایسا علم کیوں سکھاتا ہے	کہ اس سے اس کو سینہ پاک کر لینا چاہیے

یعنی پس مرد کو ایسا علم کیوں سکھاتے ہو کہ اس سے اس کو سینہ پاک کرنا پڑے مطلب یہ کہ جب یہ علوم ظاہری ایسے ہیں کہ ان سے سینہ کو پاک کرنا پڑتا ہے تو پھر اپنی اولاد کو کیوں سکھاتے ہو یہاں سے وہ لوگ جو کہ اپنی اولاد کو علم معاش میں منہمک کئے ہوئے ہیں سبق حاصل کریں کہ مولانا جب ان علوم ظاہری کو جو کہ وسیلہ ہیں وصول کا منع فرما رہے ہیں تو وہ علوم جو کہ اس سے حجاب ہیں مولانا کے نزدیک سب پسندیدہ اور لائق درس کے ہو سکتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ یقیناً واجب الترک ہوں گے آگے فرماتے ہیں کہ۔

پس مجو پیشی ازیں سر لنگ باش	وقت واگشتن تو پیش آہنگ باش
تو اس طرف کی پیش روی نہ چاہ لنگڑا بن جا	واپسی کے وقت تو پیشرو بن

یعنی پس اس طرف کی پیشی مت تلاش کرو (بلکہ) لنگڑے رہو اور لوٹنے کے وقت سب سے آگے رہنا جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے آگے فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں اپنے کو ذلیل وخوار رکھو تو اس عالم میں تم کو عزت حاصل ہوگی فرماتے ہیں کہ۔

آخرون السابقون باش اے ظریف	برشجر سابق بود میوہ لطیف
اے خوش مزاج آخر میں آنے والوں اور بڑھ جانے والوں (میں سے) بن جا	عمدہ میوہ درخت سے بڑھا ہوا ہوتا ہے

یعنی اے ساتھی نحن آخرون السابقون (کے مصداق) رہو اور شجر پر (مقصودا) میوۂ لطیف سابق ہوا کرتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گرچہ میوہ آخر آید در وجود	اول ست او زانکہ او مقصود بود
اگرچہ پھل وجود میں آخر میں آتا ہے	لیکن چونکہ وہ مقصود تھا لہذا وہ پہلے ہے

یعنی میوہ اگرچہ وجوداً آخر میں آیا ہے (مگر) وہ اول ہے اس لئے کہ مقصود وہی تھا تو اسی طرح اگر تم یہاں مسبوق بھی رہو گے تو کیا ہے وہ سابقیت مقصودی اس عالم کی تم کو ہو حاصل ہو جاوے گی اور وہاں تم ہی اول رہو گے۔

چوں ملائک گوئے لاعلم لنا	تا بگیرد دست تو علمتنا
تو فرشتوں کی طرح کہہ دے "ہمارے لئے علم نہیں ہے"	تاکہ "تونے ہمیں" تیری دستگیری کرے

یعنی تو ملائکہ کی طرح لاعلم لنا کہے تا کہ تیرا ہاتھ علمتنا پکڑ لے مطلب یہ کہ دیکھو جب ملائکہ نے اپنا عجز لاعلم لنا سے ظاہر کر دیا تو فوراً حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ انبئھم باسمائھم تو اگر تم بھی اسی طرح عجز ظاہر کر دو گے تو پھر تم کو علم لدنی اور علم وہبی عطا ہو جاوے گا۔

گر درین مکتب ندانی تو ہجا	ہمچو احمد پری از نور حجی
اگر تو اس مکتب میں ہجے نہیں جانتا ہے	تو عقل کے نور سے (حضرت) احمد کی طرح پرواز کریگا

پس اگر تو اس مکتب (دنیا) میں ہجا بھی نہ جانے گا تو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نور عقل سے اڑو گے مطلب یہ کہ جس طرح کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب علوم حاصل تھے اسی طرح تم کو بھی اگر اس دنیا میں علوم ظاہر حاصل نہ ہوں گے تو کیا حرج ہے اس لئے کہ تم کو بس اسی طرح علم لدنی حاصل ہو جاوے گا ہاں اتنا ضرور ہے کہ شہرت نہ ہوگی تو اس کے لئے فرماتے ہیں کہ۔

گر نہ باشی نامدار اندر بلاد	گم نہ واللہ اعلم بالعباد
اگر تو شہروں میں مشہور نہیں ہو گا	تو کھویا ہوا نہیں ہے اور خدا بھلائی کو خوب جانتا ہے

یعنی اگر تم شہروں میں نامدار نہ ہو گے تو (حق تعالیٰ سے تو) گم نہیں ہو اس لئے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے تو جب وہ جانتے ہیں پھر کیا غم ہے چاہے ساری دنیا نہ جانے۔

یا الٰہی تو نہ چھوٹے تیرا چھٹنا ہے غضب　　یوں ہی راضی ہوں مجھے چاہے زمانہ چھوڑ دے

آگے ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ۔

اندران ویرانہ کان معروف نیست	از برائے حفظ گنجینہ زریست
اس ویرانہ میں جو مشہور نہیں ہے	حفاظت کیلئے سونے کا خزانہ ہے

یعنی اس ویرانہ میں جو کہ مشہور نہیں ہے حفاظت کے لئے خزانہ زر ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

موضع معروف کے بنہند گنج	زین قبل آمد فرج در زیر رنج
مشہور جگہ خزانہ کب رکھتے ہیں	اسی طرح یہ ہے کہ کشادگی رنج کے نیچے ہے

یعنی خزانہ مشہور جگہ میں کب رکھتے ہیں اسی قبیل سے کشادگی تکلیف کے تحت میں ہے مطلب یہ کہ دیکھو لوگ خزانہ کو غیر معروف جگہ میں رکھا کرتے ہیں تا کہ کسی کو اطلاع نہ ہو۔ تو اسی طرح تمہارے اندر جو خزانہ بھرے ہوئے ہیں وہ اس مجاہدہ وریاضت کے ویرانہ میں دبے ہوئے ہیں لہذا تم شہرت اور ناموری کی کبھی خواہش مت کرو بلکہ ہمیشہ اپنے کو مٹانے میں لگے رہو کہ اس سے مقصود حقیقی تک پہنچ جاؤ گے آگے فرماتے ہیں کہ۔

خاطر آرد بس شکال اینجا ولیک	بگسلد اشکال را استور نیک
دل اس جگہ بہت اشکالات پیش کرتا ہے لیکن	عمدہ گھوڑا پچھاڑی کو توڑ ڈالتا ہے

یعنی دل اس جگہ بہت سے اشکال لاتا ہے مگر اس کو اچھا آدمی خود توڑ دیتا ہے یہاں مولانا نے نہ اشکال بیان کیا ہے اور نہ جواب دیا ہے مگر سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اشکال یہ ہے کہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ شہرت کو حاصل مت کرو حالانکہ بہت بزرگ مشہور ہوئے ہیں اور خود اپنے ہی افعال سے مشہور ہوئے ہیں مثلاً تصانیف سے ارشادات سے تو ان کو کیا کہا جاوے گا جواب یہ ہے کہ انہوں نے شہرت کا قصد نہیں کیا بلکہ شہرت خود بخود ہوگئی اور یہ مضر نہیں ہے بلکہ مضر یہ ہے کہ شہرت کا قصد کیا جاوے اور یہاں یہ ہے نہیں۔ فلا اشکال اصلاً فافہم۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہست عشقش آتشے اشکال سوز	ہر خیالے رابر و بد نور روز
اس کا عشق اشکالات کو پھونکنے والی آگ ہے	دن کی روشنی ہر وہم کو صاف کر دیتی ہے

یعنی عشق حق تمام اشکالوں کو جلا دینے والا ہے اور دن کی روشنی ہر خیال کو لے جاتی ہے مطلب یہ کہ سب اشکال اسی روز تک پڑ رہے ہیں جب تک کہ عشق اور محبت حق دل میں جاگزین نہیں ہے اور جب وہ دل میں جم جاوے گی تو سارے اشکال سوختہ ہو جائیں گے تو بس عشق حق پیدا کرو۔

کہ اس سے سارے اشکال اس طرح جاتے رہیں گے جیسے کہ دن کی روشنی سے سارے خیالات کاذبہ زائل ہو جاتے ہیں کہ رات کو تمام شبہات وخیالات میں انسان مبتلا ہوتا ہے مگر دن ہوتے ہی سب زائل اسی طرح عشق حق بھی سب اشکالوں کو زائل کر دے گا۔

ہم ز آنسو جو جواب ای مرتضیٰ	کاین سوال آمد ازان سو مرترا
اے برگزیدہ! اس ہی جانب سے جواب تلاش کر	کیونکہ یہ سوال ادھر ہی سے تیرے پاس آیا ہے

یعنی اے مرتضیٰ اب اسی طرف سے جواب کو بھی تلاش کرو اس لئے کہ یہ سوال بھی تم کو اسی طرف سے آیا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گوشہ بے گوشہ دل شہ رہی ست	تا بلا شرقی و لا غرب از مہی ست
دل کی بے گوشہ خلوت گاہ ایک عظیم شاہراہ ہے	"نہ شرقی نہ غربی" کی روشنی ایک عظیم چاند کی (جانب) سے ہے

یعنی بے گوشہ دل کا گوشہ لاشرقی سے لاغربی تک ایک شاہ راہ ہے ایک برتر کی طرف سے۔ دل کے بے گوشہ ہونے سے مراد دل کا لامکانی ہونا اور پھر اس کے گوشہ سے مراد خلوت ہے مقصود یہ کہ جو جسم کہ لامکانی ہے اس سے خلوت میں حق تعالیٰ تک ایک شاہ راہ ہے کہ جب اس کو خلوت نصیب ہوتی ہے اور اژدھام خلائق نہیں ہوتا وہ فوراً اس طرف متوجہ ہو جاتا ہے لہٰذا تم اس طرف توجہ کرو اور ادھر لو لگاؤ کہ اس سے سارے اشکال حل ہو جاویں گے۔

تو ازین سو و ازان سو چون گدا	اے کہ معنی چہ می جوئی صدا
تو ادھر سے اور ادھر سے فقیر کی طرح ہے	اے وہ کہ تو خود معنی ہے' گونج کو کیا ڈھونڈتا ہے؟

یعنی تو اس طرف سے ہی ہے اور اس طرف سے مثل گدا کے ہے تو اے کہ وہ معنی تو صدا کو کیا تلاش کر رہا ہے مطلب یہ ہے کہ تو تو کہ وہ معنی ہے اور تیرے اندر تو انوار و تجلیات حق درجہ استعداد میں موجود ہیں تو پھر ان الفاظ اور اشیاء ظاہری پر کیوں لگا ہوا ہے جن سے کہ اشکال واقع ہوتے ہیں تو اس معنی اور اس مقصود کی طرف کیوں رجوع نہیں ہوتا۔

ہم ازان سو جو کہ وقت درد تو	می شوی در ذکر یا ربی دو تو
یہ بھی اسی جانب تلاش کر (جس طرف) کہ تو درد کے وقت	یا ربی کے ذکر میں دہرا تا ہے

یعنی اس جواب کو بھی اس طرف سے ڈھونڈھ جہاں کہ درد کے وقت ذکر یاربی میں تو دہرا ہوا کرتا ہے مطلب یہ کہ مصیبت کے وقت جس کو پکارا کرتا ہے اس کا جواب بھی ادھر ہی سے طلب کر۔

وقت مرگ و درد آن سو می خمے	چونکہ دردت رفت چونے اعجمے
موت اور تکلیف کے وقت تو اس جانب جھکتا ہے	جب تیرا درد رفع ہو گیا تو کیوں گونگا ہے؟

یعنی درد اور مرگ کے وقت تو اس طرف جھکتا ہے اور جبکہ درد تیرا جاتا رہا تو تو کیسا اجنبی ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ واذار کبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین لہ الدین فلما نجاھم الی البر اذاھم یشرکون کہ جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں اس وقت تو حق تعالیٰ کو خلوص سے پکارتے ہیں اور جب ان کو خشکی کی طرف نجات دیدیتے ہیں تو شرک کرنے لگتے ہیں۔ تو اسی طرح ہم لوگ مصیبت کے وقت تو حق تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور جب حق تعالیٰ اس مصیبت سے نجات دے دیتے ہیں تو بس پھر سب بھول جاتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

وقت محنت مے بری ز اللہ بو	چونکہ محنت رفت گوئی راہ کو
مصیبت کے وقت تو اللہ کا پتہ لگا لیتا ہے	جب مصیبت ختم ہو گئی تو کہتا ہے راستہ کدھر ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مصیبت کے وقت تو تو اللہ کہنے والا بن جاتا ہے اور جب وہ مصیبت جاتی رہی تو کہتا ہے کہ راہ (حق) کہاں ہے۔

در زمان درد و غم یادش کنی	چوں شدی خوش باز بر غفلت تنی
درد اور رنج کے وقت تو اس کو یاد کرتا ہے	جب تو خوش ہوتا ہے پھر غفلت برتتا ہے

یعنی درد وغم کے وقت میں تو اس کو تو یاد کرتا ہے اور جب (درد وغم سے) اچھا ہو جاتا ہے تو غفلت پر مستعد ہو جاتا ہے۔

این ازان آمد کہ حق را بے گمان	ہر کہ . ماسد بود دائم بران
یہ اس وجہ سے ہے کہ حق کو یقین کے ساتھ	جو شخص پہچان لیتا ہے ہمیشہ اس پر قائم رہتا ہے

یعنی یہ اس وجہ سے ہے کہ جو کوئی حق کو بے گمان پہچان لے گا وہ تو ہمیشہ اسی پر (قائم) رہے گا۔

وانکہ در عقل وگمان ہستش حجیب	گاہ پوشیدہ است و گہ بدریدہ جیب
اور وہ شخص جس کی عقل اور گمان پر پردہ ہے	کبھی (اللہ تعالیٰ اس کے لئے) پوشیدہ ہے کبھی وہ گریبان چاک کرتا ہے

یعنی جس شخص کی عقل اور گمان میں حجاب ہے تو اس کو کبھی پوشیدہ ہے اور کبھی گریبان دریدہ ہے مطلب یہ کہ جس نے حق کو پہچان لیا وہ تو ہر وقت اور ہر گھڑی اس پر ہی رہتا ہے اور جو کہ ابھی محجوب ہے اس کو کبھی تو مشاہدہ ہو جاتا ہے اور کبھی پھر محجوبیت ہو جاتی ہے۔ جب اس کو حضور ہوتا ہے تو وہ یاد کر لیتا ہے اور جب پھر حجاب ہو جاتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے۔

عقل جزوی گاہ چیرہ گہ نگون	عقل کلی ایمن از ریب المنون
دنیوی عقل کبھی غالب ہے کبھی سرنگوں ہے	کامل عقل زمانہ کے حوادث سے محفوظ ہے

یعنی عقل جزوی کبھی تو (مشاہدۂ حق میں) حیران ہوتی اور کبھی سرنگوں ہوتی ہے اور عقل کلی حوادثات زمانہ سے بے خوف ہوتی ہے عقل جزوی سے مراد عقل عوام اور عقل کلی سے مراد عقل اولیاء کہ وہ ادراک کلیات کا کرتی ہے تو جزوی عقل تو مختلف احوال میں رہتی ہے اور عقل کلی ہمیشہ مشاہدہ میں رہتی ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو یہ کرو کہ۔

عقل بفروش و ہنر حیرت بخر	رو بخواری نے بخارا ای پسر
عقل اور ہنر کو بیچ دے حیرت کو خرید لے	اے بیٹا! خواری کی طرف چل نہ کہ بخارا کی طرف

یعنی عقل (جزوی) کو اور ہنر (ظاہری) کو فروخت کر کے حیرت کو خرید لے اور اے صاحبزادے خواری میں جاؤ بخارا میں مت جاؤ چونکہ بخارا میں علوم زیادہ تھے تو مطلب یہ ہے کہ ان علوم ظاہری کے حصول میں کوشاں مت ہو بلکہ تواضع اور انکسار حاصل کرو اور جب تم تواضع پیدا کر لو گے تو یہ ہوگا کہ۔

تا بخارائے دگر بینی درون	ساکنان محفلش لایفقہون
تاکہ تو (اپنے) اندر دوسرا بخارا دیکھے	اس (بخارا) کی محفل کے لوگ "نہیں سمجھتے ہیں"

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تاکہ تم باطن میں ایک دوسرا بخارا دیکھو کہ اس محفل کے ساکن (ان ظاہری باتوں کو) سمجھتے بھی نہیں ہیں یعنی تم کو وہاں علوم و معارف حاصل ہونگے لہذا تواضع و انکسار پیدا کرو آگے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ آپ جو اس علم ظاہری کی مذمت کرتے ہیں اور معانی کے حصول کی ترغیب دیتے ہیں تو آپ بھی تو خود یہ قصے و حکایات بیان کرتے ہیں جن کا تعلق علم ظاہری سے ہے مولانا اس کا جواب بغیر دفع دخل مقدر کے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ان کے لئے ایسا ہی ہونا چاہئے تھا جیسا ہوا۔ اس لئے کہ ادراک حقائق علی ماہی علیہ ان کا حصہ ہے جو اپنے کو فنا کر چکے ہیں جبکہ وہ خودی میں منہمک ہیں تو ان کو حقائق کا کیونکر ادراک ہو سکتا تھا۔ ہمارے نزدیک تو بیداری میں خواب دیکھنے اور جاگتے ہوئے امور غیبیہ کا مشاہدہ کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ آدمی مخلوق سے بے خبر اور خالق سے باخبر ہو جب وہ ایسا کرے گا اس وقت وہ امور غیبیہ کا مشاہدہ کر سکتا ہے بات یہ ہے کہ خلوق کے افکار لا یعنی اس عمدہ خواب کے دیکھنے کے دشمن اور امور غیبیہ کا مشاہدہ کرنے سے مانع ہیں پس اگر امور غیبیہ کے مشاہدہ کی ضرورت ہے تو سو رہنا چاہئے یعنی دنیا سے غافل ہو جانا چاہئے ورنہ جب تک سوؤ گے نہیں اس وقت تک افکار بے ہودہ حلق کو روکے رہیں گے اور غذائے روحانی علوم و معارف کو حلق سے نہ اترنے دیں گے شاید تم یہ سوال کرو کہ سونے اور دنیا سے غافل ہونے کی کیا ضرورت ہے لہذا اس کا جواب سنو تم وہ حالت پیدا کرو جو تواتر تجلیات سے پیدا ہوتی ہے جس کو حیرت کہتے ہیں یہ حالت تمام افکار کو مٹا دے گی کیونکہ حیرت کا قاعدہ ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے نہ ماسوائے اللہ کا خیال آتا ہے نہ اس کا ذکر اس لئے کہ وہ سب ذکر و فکر کو کھا جاتی ہے (اب رہی یہ بات کہ یہ حالت کیونکر پیدا ہو اس کا طریقہ شیخ کامل سے معلوم ہو سکتا ہے اور اس طریق پر عمل کرنے سے بشرط استعداد وہ حالت پیدا ہو جائے گی) یاد رکھو کہ جو شخص دنیاوی معاملات سے زیادہ غافل اور ان میں جدوجہد کرنے سے زیادہ کاہل ہوگا وہ ظاہر میں تو اوروں سے پیچھے ہوگا مگر حقیقت میں ان سے آگے ہوگا دلیل اس کی یہ ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے الی اللہ مرجعکم نیز اس سے ہم کو انا للہ و انا الیہ راجعون تعلیم فرمایا ہے اور لوٹنے کی ایسی مثال سمجھو جیسا کہ گلہ بکریوں کا جارہا ہو اور ہر بکری اپنی جگہ سے گھر کی طرف مڑ جاوے پس جبکہ گلہ اس صورت سے واپس ہوگا تو وہ بکری جو آگے آگے جا رہی تھی پیچھے رہ جاوے گی اور وہ لنگڑی بکری جو پیچھے جارہی تھی آگے ہو جائے گی اور یہ واپسی ایسی عجیب ہوگی کہ تند خو اور تنگ چڑھے لوگ بھی اس کو دیکھ کر ہنس پڑیں گے پس اس سے معلوم ہوا کہ جو دنیا کے لحاظ سے کاہل ہیں۔ وہ حق سبحانہ کے پاس اوروں سے پہلے پہنچ جائیں گے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل اللہ طلب دنیا میں فضول لنگڑے نہیں ہوئے اور فخر دنیا کے عوض ننگ دنیا بلا وجہ نہیں خریدی بلکہ اس میں ایک بھید ہے وہ یہ کہ لوگ اپنی سعی فی طلب

www.besturdubooks.wordpress.com

الدنیا کو چھوڑ کر اور پاؤں توڑ کر کعبہ مقصود کو جا رہے ہیں اور دنیا داروں سے پہلے پہنچنا چاہتے ہیں اور اس تنگی ہی میں ان کے لئے فراخی ہے کیونکہ تنگی سے فراخی تک ایک سرنگ ہے جس کے ذریعہ سے وہ فراخی تک پہنچ سکتے ہیں اور ان لوگوں نے جو عقل دنیا کو اپنے دل سے دھوڑالا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عقل کعبہ مقصود کی راہ نہیں جانتی لہٰذا اس کی طرف رہنمائی نہیں کر سکتی بلکہ اس کے لئے اس سمجھ کی ضرورت ہے جو وہبی اور عطائے حق سبحانہ ہو ایسی عقل بیشک رہنمائی کر سکتی ہے کیونکہ وہ فرع حق سبحانہ ہے اور حق سبحانہ اس کی اصل اور ہر فرع اپنی اصل کی طرف رہنمائی کرتی ہے مانا کہ عقل دنیا بھی پرواز رکھتی ہے لیکن ہر پرتو سمندر کی چوڑائی میں نہیں اڑسکتا کہ وہ اڑ کر علم لدنی کا کھوج لگالے بلکہ اس کے لئے خاص پردوں کی ضرورت ہے اور وہ پردہ ہیں جو عقل وہبی کو عطا ہوئے ہیں جب یہ معلوم ہو گیا کہ عقل دنیا اور علوم دنیویہ حضرت حق کی طرف رہنمائی نہیں کر سکتے تو تم لوگوں کو ایسے علوم کیوں سکھاتے ہو جو اگر پیشتر سے حاصل ہوں تب بھی ان کو محو کرنے کی ضرورت ہے بلکہ وہ علم سکھلاؤ جن کی تحصیل کی ضرورت ہے یعنی علوم حق سبحانہ۔ نیز جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ ترقی دنیاوی درحقیقت منزل ہے اور دنیاوی پیش قدمی فی الحقیقۃ پیچھے رہنا ہے تو اب تم اس طرف کی یعنی دنیاوی زیادتی کبھی طلب نہ کرنا بلکہ پاشکستہ ہو جانا اور سعی دنیا کو بالکل خیر باد کہنا۔ ایسا کرو گے تو واپسی کے وقت تم آگے رہو گے تم کو آخرون السابقون کا مصداق ہونا چاہئے اور دنیا میں اوروں سے پیچھے اور دین میں آگے رہنا چاہئے دیکھو تو کسی میوہ درخت سے پہلے نہیں ہوتا ہے اگرچہ وجود میں موخر ہوتا ہے اور اولیت اس کی درجہ مقصودیت میں ہے کہ پھل مقصود بالذات ہوتا ہے اور درخت مقصود بالعرض اور مقصود بالذات کا رتبہ مقدم ہے مقصود بالعرض پر۔ اس مثال میں تم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ ثمر و شجر تو ہر ایک متاخر ہے اور ہر ایک متقدم لیکن ثمر کا تقدم معنوی ہے اور تاخیر صوری اور شجر کا تقدم و تاخر بالعکس ہے۔ اب یہ دیکھو کہ ان میں کون اشرف و اعلیٰ ہے ظاہر ہے کہ ثمر اعلیٰ و افضل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ تقدم معنوی کے ہوتے ہوئے تاخر صوری مضر نہیں اور تاخر معنوی کی صورت میں تقدم صوری مفید نہیں۔ پس تو ثمر کی طرح تقدم معنوی اختیار کر اور شجر کی طرح تقدم صوری کو ترجیح نہ دے اور دعاوی علوم و فنون کو چھوڑ کر فرشتوں کی طرح لا علم لنا کہہ تا کہ تعلیم خداوندی تیری دستگیری کرے اور تجھے وہ علوم و معارف حاصل ہوں جن کی طرف تیری عقل رہبری نہیں کر سکتی تھی اگر اس مکتب سلوک میں تو بالکل ہی انجان بنے گا اور ہجے تک بھی نہ جانے گا تو تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نور عقل وہبی سے پرواز کرے گا اور علوم و معارف تک پہنچے گا اگر تو شہروں میں مشہور نہ ہو اس سے اپنے کو گمنام نہ سمجھنا کیونکہ اللہ جل جلالہٗ اپنے خاص بندوں کو خوب جانتے ہیں اور انہیں کے جاننے کی ضرورت بھی ہے اگر کوئی نہ جانے بلا سے اس گمنامی میں بھی ایک راز ہے کہ یہ خراب و خستہ شخص جو مشہور نہیں ہے حفاظت اسرار کے لئے خزانہ بنایا گیا ہے اور قاعدہ ہے کہ خزانہ ایسی ہی جگہ رکھتے ہیں جہاں کسی کو شبہ بھی نہ ہو اور اس کو کوئی جانتا ہی نہ

ہو پس یہ وجہ ہے گمنامی کی پس ایسی گمنامی پر ہزار شہرتیں قربان ہیں۔ لہٰذا تم گمنامی سے گھبرانا مت۔ اسی مضمون سے ایک اور بات بھی معلوم ہوگئی وہ یہ کہ خوشی رنج کے پردوں میں مستور ہوتی ہے لہٰذا تم کو تکالیف سے بھی گھبرانا نہ چاہئے یہاں طبیعت شبہے پیدا کرتی ہے لیکن جو اعلیٰ طبیعت ہے وہ اس کی محبوس نہیں ہوتی اور جس طرح عمدہ گھوڑا اسکیل کو توڑ پھوڑ کر پھینک دیتا ہے یوں ہی وہ طبیعت بھی ان اشکالات کے پرزے اڑا دیتی ہے پس اگر طبیعت اعلیٰ درجہ کی ہے تو جوابات بھی خود ہی دے لے گی۔ نیز عشق کا ہاتھ شبہات کو جلا دینے والی آگ ہے کہ اس کے آگے کوئی شبہ قائم نہیں رہ سکتا اس بارہ میں اس کی ایسی مثال ہے جیسے دن کی روشنی کہ وہ کسی وہم کو باقی نہیں چھوڑتی یوں ہی یہ بھی کسی شبہ کو باقی نہیں رکھتا۔ نیز حق سبحانہ سے دریافت کر کہ اسی نے شبہ پیدا کیا ہے اور وہی جواب تعلیم فرمائے گا۔ غرضکہ جواب کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ طبیعت وقادہ ہو اور وہ شبہ کو حل کر دے دوسرے عشق کہ وہ شبہ کی جڑ کاٹ دے تیسرے الہام غیبی۔ ان تین طریقوں میں سے کسی طریق سے اس کو حل کرنا چاہئے۔

فائدہ:۔ مولانا نے شبہ کو ظاہر نہیں کیا اور نہ جواب بتلایا لیکن انداز بیان سے شبہ کی تقریر یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب مال ایسی جگہ رکھتے ہیں جو غیر معروف ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مشہور ہیں وہ دولت باطنی کا خزانہ نہیں۔ وہ باطل اور تقریر جواب یہ ہے کہ دولت کے رکھنے کی دو صورتیں ہیں ایک محفوظ کرنا دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچانا پس جس وقت اس کو محفوظ کرنا مقصود ہو اس وقت تو ایسی ہی جگہ رکھیں گے جو غیر معروف ہو اور جس وقت لوگوں کو فائدہ پہنچانا مقصود ہو اس وقت ایسے مقام پر رکھیں گے جہاں سے ہر شخص مستفید ہو سکے پس جو اہل اللہ غیر مشہور ہیں ان کو دولت بغرض اول سپرد کی گئی ہے اور جو مشہور ہیں ان کو بغرض ثانی فلا اشتباہ) اب شاید تو سوال کرے کہ حق سبحانہ تک کیونکر رسائی ہو اور اس سے کیونکر دریافت کیا جاوے تو اس کا جواب یہ ہے کہ گوشہ جو فی الحقیقت کوئی گوشہ نہیں بلکہ مجازاً اُسے گوشہ کہا گیا ہے وہ وصول الی اللہ کا شاہراہ ہے اور وہ اسی ماہ کی غیر زی جہت روشنی سے منور ہے تم اس پر چلو یعنی تصفیہ باطن کرو تم کو حق سبحانہ تک رسائی ہوگی اور سارے اشکالات بالہام غیبی مندفع ہو جاویں گے۔ ارے تو تو حقائق ومعانی کا پہاڑ ہے پھر تو فقیر کی طرح ادھر ادھر سے صدا (آواز) کو کیوں ڈھونڈھتا ہے اور قالی جواب کے کیوں درپے ہے بلکہ حالی جواب تلاش کرنا چاہئے اور اسی طرف سے تلاش کرنا چاہئے جس طرف تو تکلیف کے وقت یا ربی یا ربی کہتا ہوا جھکتا ہے بھلے مانس موت اور تکلیف کے وقت تو تو اس طرف جھکتا ہے اور جب وہ تکلیف دور ہوگئی تو اس وقت تو کیوں انجان بن جاتا ہے تکلیف کے وقت تو تو اللہ کا پتہ لگا لیتا ہے اور جب تکلیف جاتی رہی تو انجان بن جاتا ہے اور پوچھتا ہے خدا کا راستہ کہاں ہے ارے احمق وہی راستہ ہے جس پر تو تکلیف کے وقت چل رہا تھا تو رنج وغم کے وقت تو اسے یاد کرتا ہے لیکن جب تو خوش ہوتا ہے پھر غافل ہو جاتا ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جو لوگ حق سبحانہ کو بلا شبہ وشک جانتے ہیں وہ تو اپنی معرفت پر قائم

www.besturdubooks.wordpress.com

رہتے ہیں اور جو شخص کہ عقل وگمان میں مبتلا ہے اس کے لئے ایک پردہ ہے سو کبھی وہ پڑا ہوا ہوتا ہے اس وقت آدمی اس سے غافل ہوتا ہے اور کبھی وہ چاک ہوتا ہے اس وقت وہ حق سبحانہ کو پہچانتا اور اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے کیونکہ عقل ناقص کبھی تو غالب ہوتی ہے اور کبھی مغلوب۔ جب غالب ہوتی ہے اس وقت معرفت حاصل ہوتی ہے اور جب خواہشات نفس سے مغلوب ہوتی ہے اس وقت وہ معرفت زائل ہو جاتی ہے اور عقل کامل ان تقلبات سے مامون ہے لہذا اس کی معرفت کبھی زائل نہیں ہوتی جب تجھ کو عقل ناقص کی حالت معلوم ہوگئی تو اس عقل جزوی اور کمالات عرفی کو حیرت سے بدل لے اور بجائے طلب علوم رسمیہ کے لئے بخارا جانے کے تذلل اور مسکنت عجز وانکسار کی تحصیل کے لئے چل اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تو اپنے باطن میں ایک دوسرا بخارا مشاہدہ کرے گا جس کی محفل کے رہنے والوں کو تلفظ ظاہری وقالی سے کچھ تعلق نہ ہوگا یعنی تجھ کو ایک اور معدن علم نظر آئے گا جہاں سے تجھے بدوں الفاظ کے علوم ومعارف حاصل ہوں گے۔

شرح شبیری

ماچو خود را در سخن آغشتہ ایم	کز حکایت من حکایت گشتہ ایم
ہم نے اپنے آپ کو باتوں میں اس قدر آلودہ کیا ہے	کہ قصوں کی وجہ سے ہم افسانہ بن گئے ہیں

یعنی میں نے اپنے کو جو باتوں میں ملا رکھا ہے اور حکایت کی وجہ سے میں خود حکایت بن گیا ہوں۔

من عدم و افسانہ گردم در حنین	تا تقلب یابم اندر ساجدین
میں گریہ و زاری میں معدوم اور افسانہ بنا ہوں	تاکہ میں سجدہ کرنیوالوں میں نشست وبرخاست حاصل کرلوں

یعنی میں جو عدم اور افسانہ بات میں ہوگیا ہوں (یہ سب اس لئے ہے) تاکہ میں ساجدین میں تقلب پاؤں قرآن شریف میں ہے وتقلبک فی الساجدین یعنی حضور جو تہجد پڑھنے والوں کی نگرانی فرماتے ہیں تو ہم آپ کا ان میں تقلب دیکھتے ہیں تو جس طرح کہ وہاں حضور ثواب کے لئے ایسا کرتے تھے اسی طرح میں بھی یہ ساری حکایات ہدایت کے واسطے لاتا ہوں کہ ان سے نتائج نکال کر ہدایت ہوگی۔

این حکایت نیست پیش مرد کار	وصف حالست و حضور یار غار
کام کے آدمی کے سامنے یہ کہانی نہیں ہے	حالت کا بیان ہے اور دوست کی دربار داری ہے

یعنی یہ کام والے آدمی کے سامنے تو حکایت نہیں ہے بلکہ وصف حال ہے اور حق تعالیٰ کا حضور ہے۔

آن اساطیر اولین کہ گفت عاق	حرف قرآن رابد آثار نفاق
نافرمان نے جو اگلے لوگوں کے قصے کہا	قرآن کے حروف کو (یہ) نفاق کے آثار تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ جو حرف قرآن کو اس کافر نے اساطیر الاولین کہا تھا یہ سب آثار نفاق سے تھا حالانکہ حرف قرآنی ایک ایک ہدایت ہیں تو اسی طرح جو کہ کام کا آدمی ہے اس کے سامنے تو یہ حرف قرآنی کی طرح ہادی ہیں ورنہ پھر حکایات تو ہیں ہی۔

لامکانے کاں دراں نور خداست	ماضی و مستقبل وحال از کجاست
وہ لامکاں جس میں خدا کا نور ہے	اس میں ماضی اور مستقبل اور حال کہاں ہے؟

یعنی لامکانی جس میں کہ نور حق ہے اس کا ماضی اور مستقبل اور حال کہاں سے ہے مطلب یہ کہ اس کے اعتبار سے تو سب یکساں ہے وجہ یہ ہے کہ قرآن تو کلام حق ہے اور وہ کلام حق ہونے کے اعتبار سے اور صفت حق ہونے کے اعتبار سے بظاہر حکایات ہیں مگر حقیقت کے اعتبار سے یہ ہادی ہیں۔

ماضی مستقبلش نسبت بہ توست	ہر دو یک چیز ند وپنداری کہ دوست
اس کی ماضی اور مستقبل تیرے اعتبار سے ہے	وہ دونوں ایک چیز ہیں تو سمجھتا ہے کہ دو ہیں

یعنی اس کا ماضی اور مستقبل تیری نسبت کر ہے اور وہ دونوں ایک ہی شے ہیں اور تو ان کو دو سمجھے ہوئے ہے یعنی ایک ہی شے ہادی اور مضل ہوتی ہے ایک کے اعتبار سے ہادی ہے اور دوسری کے اعتبار سے مضل ہوتی ہے اور تم یہ خیال کرتے ہو کہ دو چیزیں ہیں ان میں سے ایک ہادی ہے اور ایک مضل ہے یہ نہیں ہے بلکہ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کہ

یک تنے او را پدر مارا پسر	بام زیر زید و بر عمرو آں زبر
ایک شخص اس کے لئے باپ ہمارے لئے بیٹا ہے	بالاخانہ زید کے نیچے اور وہ عمرو کے اوپر ہے

یعنی ایک ہی شخص ہے اس کے لئے تو باپ ہے اور ہمارا لڑکا ہے اور کوٹھا زید کے نیچے ہے اور عمرو کے وہی اوپر ہے مطلب یہ ہے کہ نسبت کے بدلنے سے منسوب نہیں بدلتا ایک ہی شے میں دو اعتبار ہوسکتے ہیں ایک ہی شخص ایک کے اعتبار سے تو باپ ہے اور دوسرے کے اعتبار سے بیٹا زید کوٹھے کے اوپر اور عمر نیچے تو کوٹھا تو وہی ہے مگر ایک کے اوپر ہے اور دوسرے کے نیچے ہے خود فرماتے ہیں کہ

نسبت زیر و زبر شد زیں دو کس	سقف سوئے خویش یک چیز ست وبس
دو شخصوں کے اعتبار سے اونچے نیچے کی نسبت بنی	چھت اپنے اعتبار سے صرف ایک چیز ہے

یعنی اوپر نیچے ان دونوں شخصوں کی نسبت ہوئی ورنہ خود سقف اپنے اعتبار سے ایک ہی شے ہے اور بس تو اسی طرح کلام حق درجہ کلام میں تو قدیم ہی ہے اس کے یہاں ماضی اور مستقبل کہاں ہے اور یہ جو کفار کہتے تھے کہ یہ حکایات پہلوں کی ہیں یہ پہلے ان کے اعتبار سے تھے ورنہ حق تعالیٰ کے سامنے تو یکساں ہیں جو شے کہ ہم سے پہلے ہے وہ حق تعالیٰ کے سامنے اس وقت موجود ہے تو اختلاف زمان ہمارے اعتبار سے ہی ہے اسی طرح یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

حکایات ماضی کی ہیں مگر ان کے مصادیق اب بھی موجود ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

نیست مثل آن مثالست این سخن	قاصر از معنی نو حرف کہن
اس کا کوئی مثل نہیں' یہ بات ایک مثال ہے	نئے نکتے سے پرانے الفاظ کوتاہ ہیں

یعنی اس کے مثل نہیں ہے بلکہ یہ ساری باتیں مثال ہیں اور یہ حرف کہن معنی نو (کے بیان) سے قاصر ہیں مطلب یہ کہ چونکہ حق تعالیٰ کا کلام تو جیسا تھا ویسا ہی اب بھی ہے اس لئے وہ اگرچہ قدیم ہے مگر اب بھی وہ معنی نو ہی ہیں اور ہمارے الفاظ ہر گھڑی زائل ہوتے ہیں تو یہ ہر گھڑی کہن ہو رہے ہیں تو ان کو حرف کہن کہا تو فرماتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ یہ بیان کیا ہے یہ حق تعالیٰ کی مثال ہے مثل نہیں ہے اس لئے کہ مثل تو کہتے ہیں مشارک فی النوع کو اور یہ باری تعالیٰ کے ساتھ ممتنع ہے لہذا یہ مثال ہے مگر اس میں بھی ہم مثال پوری طرح بیان نہ کر سکے بلکہ اس کے بیان سے بھی قاصر رہے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

چون لب جو نیست مشکا لب بہ بند	بے لب و ساحل بدست این بحر قند
چونکہ دریا کا کنارا نہیں ہے اے مشک! لب بند کر لے	یہ شکر کا دریا' بے کنارا اور بے ساحل ہے

یعنی جب اس دریا کا کنارہ بھی نہیں ہے تو لب مت کھولو بند کر لو یہ دریا قند تو بے لب و ساحل کے ہے تو جب اس کی کہیں انتہا ہی نہیں ہے لہذا چپ رہنا ہی بہتر ہے۔

این سخن پایان ندارد باز گرد	سوئے فرعون مدمغ تا چہ کرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ	متکبر فرعون کی جانب کہ اس نے کیا کیا؟

یعنی یہ بات تو کہیں انتہا نہیں رکھتی ہے تو اب تم اس فرعون دماغ دار کی طرف واپس ہو کہ اس نے کیا کیا بس یہاں سے انتقال فرما کر اس کی حکایت کو بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: تم یہ شبہ نہ کرنا کہ آپ تو خود الفاظ میں پھنسے ہوئے اور قصہ گوئی میں مصروف ہیں اور ہم کو ترک الفاظ کی ہدایت فرماتے ہیں کیونکہ میں جو گفتگو میں مشغول اور یہاں تک مشغول ہوں کہ حکایات کے بیان کرنے میں ضرب المثل ہو گیا ہوں اور یہی رونا روئے ہوئے معدوم اور افسانہ ہو جاؤں گا اس سے میرا مقصود الفاظ نہیں بلکہ ایک معنی صحیح ہیں وہ یہ کہ سالکین کی رہنمائی کا شرف مجھے حاصل ہو اور ان کی اہتداء سے مجھے مزید قرب حق حاصل ہو پس یہ جاننے والے کے نزدیک حکایات نہیں ہیں۔ بلکہ اظہار حقائق اور مشاہدۂ جمال حق سبحانہ ہے کیونکہ مجھے ہر بات سے خوشنودی حق سبحانہ مطلوب ہے تم اس کو افسانہ کہنے سے احتراز کرو دیکھو قرآن کو

www.besturdubooks.wordpress.com

نافرمانوں نے اساطیر الاولین کہا تھا۔ یہ ان کے کفر و نفاق کی علامت تھی وہ لامکان جہان نور خدا (قرآن) ہے ماضی و مستقبل وحال کہاں ہے اس لئے کہ یہ یا تو زمانہ کے حصص ہیں یا زمانیات کے اقسام اور وہاں نہ زمانہ کو دخل ہے اور نہ زمانیات کو۔ ماضی و مستقبل تو تمہارے لحاظ سے ہیں ورنہ فی حد ذاتہما دونوں ایک شے ہیں مگر تم اس کو دو سمجھتے ہو۔ اس کو ہم واضح مثالوں سے ظاہر کرتے ہیں ایک شخص ہے کہ اس کا باپ ہمارا بیٹا ہے تو یہ شخص اپنی ذات کے لحاظ سے ایک ہے مگر نسبت کے اعتبار سے دو کیونکہ باپ بھی ہے اور بیٹا بھی اور دیکھو کوٹھا زید کے نیچے ہے اور عمر کے اوپر ہے بس وہ تحت وفوق دو شخصوں کے لحاظ سے ہو گیا ہے ورنہ جہت اپنے لحاظ سے صرف ایک شے ہے۔ یونہی ماضی و مستقبل قرآنی کو سمجھ لو۔ لیکن ان امور مذکورہ کو اس کی تقریبی مثال سمجھنا اور من کل الوجوہ اس کی مثال نہ سمجھ بیٹھنا کیونکہ ہر دو میں بہت بڑا فرق ہے اور یہ فرق اس لئے باقی رہا کہ الفاظ تو ہیں دقیانوسی اور پرانے اور معانی ہیں نئے جن کے لئے الفاظ موضوع نہیں لہذا انہیں پرانے الفاظوں میں سے اس نئے معنی کے مناسب الفاظ نکال کر اس کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس لئے وہ معنی پورے طور پر ظاہر نہیں ہو سکتے۔ آگے الفاظ کو مشک سے اور معانی خاصہ کو ندی اور سمندر سے تشبیہ دیکر فرماتے ہیں کہ اے مشک کے مشابہ لفظو جبکہ اس ندی کا کنارہ نہیں تو تم اپنا منہ بند کر لو اور ان معانی جدیدہ کو اپنے اندر سمانے کی ہوس نہ کرو کیونکہ اس بحر قند کا تو کوئی ساحل اور کنارہ ہی نہیں پھر تم اپنے اندر انہیں کیسے لے سکتے ہو خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی۔ اب بدماغ فرعون کی طرف لوٹنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے کیا تدبیر کی۔

شرح شبیری

فرعون کا شہروں میں جادوگروں کی تلاش کیلئے قاصد روانہ کرنا

چونکہ موسیٰ بازگشت و او بماند	اہل رای و مشورت را پیش خواند
جب موسیٰ واپس ہو گئے اور وہ رہ گیا	(تو) رائے اور مشورے والوں کو طلب کیا

یعنی جبکہ موسے علیہ السلام واپس تشریف لے آئے اور وہ رہ گیا تو اہل رائے اور مشورہ کو سامنے بلایا۔

مجتمع گشتند و بفشردند پائے	ہر کسے کردند عرض فکر و رائے
وہ جمع ہو گئے اور انہوں نے پاؤں جما لئے	ہر شخص نے ایک ایک خیال اور رائے پیش کی

یعنی سب جمع ہو گئے اور ثابت قدم ہو گئے اور ہر شخص نے اپنی فکر اور رائے کو پیش کیا۔

عاقبت ہامان بے سامان و دون	رائے پیش آورد و گردش رہنمون
بالآخر ہامان بے سامان اور ذلیل نے	رائے پیش کی اور اس کی رہنمائی کی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی آخر میں ہامان بے سامان اور کمینہ نے رائے پیش کی اور اس (فرعون) کی رہنمائی کی بولا کہ۔

کای شہ صاحب ظفر چوں غم فزود	ساحران را جمع باید کرد زود
اے بادشاہ فتحمندی کے شاہ! چونکہ فکر بڑھ گیا ہے	جادوگروں کو جلد جمع کرنا چاہیے

یعنی کہ اے بادشاہ صاحب ظفر جب غم بڑھ گیا (یعنی یہاں تک لوگ بڑھ گئے ہیں تو اب) ساحروں کو جلدی ہی جمع کرنا چاہیے۔

در ممالک ساحران داریم ما	ہر یک در سحر فرد و پیشوا
ہمارے ممالک میں جادوگر ہیں	ہر ایک جادو میں یکتا اور پیشوا ہے

یعنی ممالک میں ہم ایسے ساحرین رکھتے ہیں جو کہ ہر ایک سحر میں فرد و پیشوا ہے۔

مصلحت آنست کز اطراف مصر	جمع آرد شان شہ وصراف مصر
مناسب یہ ہے کہ مصر کے چاروں طرف سے	بادشاہ اور مصر کا منتظم ان کو جمع کر لے

یعنی مصلحت یہ ہے کہ اطراف مصر میں سے بادشاہ جو کہ مصر میں تصرف کرنے والا ہے جمع کر لے بس یہ رائے پیش کی پیش کرنا تھا کہ قبول ہوگئی اور اس پر نتیجہ یہ مرتب ہوا کہ۔

او بسے مردم فرستاد آن زمان	در نواحے بہر جمع جادوان
اس نے فوراً بہت سے آدمی روانہ کر دیئے	ہر جانب جادوگروں کو جمع کرنے کے لئے

یعنی اس نے بہت سے آدمی اسی وقت ہر طرف جادوں گروں کے جمع کرنے کو روانہ کر دیئے۔

ہر طرف کہ ساحرے بد نامدار	کر پران سوئے او دو پیک کار
جس طرف بھی کوئی مشہور جادوگر تھا	اس کی جانب دو کارآمد قاصد روانہ کر دیئے

یعنی جس طرف کہ کوئی ساحر نامدار تھا اس نے اسی طرف کو دو کام کے قاصد روانہ کر دیئے۔

دو جوان بودند و ساحر مشتہر	سحر ایشان دردل شہ مستمر
دو جوان مشہور جادوگر تھے	ان کی جادوگری چاند میں (بھی) جاری تھی

یعنی دو جوان تھے جو کہ مشہور ساحر تھے اور ان کا سحر بادشاہ کے دل میں قوی تھا یعنی بادشاہ ان کا بہت معتقد تھا مستمر مرہ سے ہے بمعنی قوی ان کے سحر کی یہ حالت تھی کہ۔

شیر دوشیدہ زشیران شکار	در سفر ہا رفتہ برخمے سوار
شکاری شیروں سے انہوں نے دودھ دوہا تھا	وہ مٹکے پر سوار ہو کر سفروں میں گئے تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی شکاری شیروں کا دودھ نکال لیتے تھے اور مٹکے پر سوار ہو کر سفر میں جاتے تھے (کہ ان کے سحر سے وہ مٹکا چلتا تھا)

شکل کرباسے نمودہ ماہتاب	آن بہ پیمودہ فروشیدہ شتاب
چاندنی کو کپڑے کی شکل میں دکھاتے	اس کو فوراً ناپ کر فروخت کر دیتے

یعنی چاندنی کو کپڑے کی شکل میں دکھا کر اس کو ناپ کر جلدی سے فروخت کرتے تھے ایک قسم کا جادو ہوتا ہے کہ اس سے چاندنی زمین پر ایسی معلوم ہوتی ہے کہ گویا کپڑا پھیلا ہوا ہے ساحر اس کپڑے موہومہ کو ناپ کر مشتری کے حوالہ کرتا ہے وہ کپڑا خیال کر کے اس کو خرید لیتا ہے جب گھر پہنچے تو کچھ بھی نہیں تو یہ دونوں اس قدر بڑے ساحر تھے کہ ایسا سحر کیا کرتے تھے۔

سیم بردہ مشتری آگہ شدہ	دست از حسرت برخہا برزدہ
لٹا ہوا خریدار (حقیقت سے) آگاہ ہو کر	افسوس سے منہ پیٹتا

یعنی (فروخت کر کے) روپیہ لے جاتے تھے (اور جب) مشتری آگاہ ہوتا تھا تو حسرت کی وجہ سے ہاتھ منہ پر مارتے تھے یعنی پھر مشتری افسوس کرتے تھے کہ روپیہ سب گیا تو وہ دونوں ایسے بڑے ساحر تھے آگے فرماتے ہیں کہ۔

صد ہزاراں ہمچنیں در جادوئی	بودہ منشی و نہ بودہ چوں روی
اس طرح لاکھوں جادوگری میں	وہ موجد تھے اور قافیہ کی طرح نہ تھے

یعنی جادوگری میں لاکھوں اسی طرح سے موجود تھے اور روی کی طرح نہ تھے روی قافیہ کے اخیر حرف کو کہتے ہیں چونکہ وہ تابع ہوتا ہے قافیہ کے اس لئے یہاں مراد محض تابع ہے مطلب یہ کہ سحر میں وہ کسی کے تابع نہ تھے بلکہ خود موجود اور ماہر تھے۔

صد ہزاران جادویہا جنس این	بودہ ایشان واہمہ دیدہ مبین
اس طرح کی لاکھوں جادوگریاں تھیں	(اور) ان کو سب نے کھلم کھلا دیکھا تھا

یعنی لاکھوں جادوگریاں اس جنس کی ان کے لئے سب آنکھوں کی دیکھی ہوئی تھیں مطلب یہ کہ ان کی ان جادوگریوں کو سب کھلم کھلا جانتے تھے تو بادشاہ نے ان کو بھی بلایا۔

چون بدایشان آمد آن پیغام شاہ	کز شما شاہ است اکنوں چارہ خواہ
جب ان کے پاس بادشاہ کا پیغام آیا	کہ اب بادشاہ تم سے تدبیر کا خواہاں ہے

یعنی جب ان کے پاس وہ بادشاہ کا پیغام پہنچا کہ تم سے اب بادشاہ مدد چاہتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

از پئے آن کہ دو درویش آمدند	بر شہ و بر قصر او موکب زدند
اس لئے کہ دو فقیر آئے ہیں	انہوں نے بادشاہ اور اس کے قلعہ پر ذیرہ جمالیا ہے

یعنی اس وجہ سے کہ دو درویش آئے ہیں انہوں نے بادشاہ اور اس کے محل پر لشکرزنی کی ہے۔

نیست باایشان بغیر یک عصا	کہ ہمی گردد بامرش اژدہا
ان کے پاس سوائے ایک لاٹھی کے کچھ نہیں ہے	جو ان کے حکم سے اژدھا بن جاتی ہے

یعنی ان کے ساتھ بجز ایک عصا کے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ ان کے حکم سے اژدہا بن جاتا ہے۔

شاہ و لشکر جملہ بے چارہ شدند	زین دو کس جملہ بافغان آمدند
بادشاہ اور فوج سب عاجز آ گئے ہیں	ان دونوں سے سب نالاں ہیں

یعنی بادشاہ اور لشکر سب لاعلاج ہوگئے ہیں اور ان دو شخصوں سے سب فغاں میں آ گئی ہیں۔

ے الروی ہو الحرف الذی تنتہی علیہ القصیدۃ وتنسب الیہ فیقال لامیۃ او میمیۃ وقیل الاولی ان یفسر الروی بالحرف الاخیر من القافیۃ او الفاصلۃ ۱۲ کشاف اصطلاحات الفنون

چارہ جویان بندہ را پیش شما	شاہ ازان ارسال فرمودہ است تا
تدبیر کا طالب بن کر خادم کو تمہارے پاس	بادشاہ نے اس لئے بھیجا ہے تاکہ

یعنی بندہ کو بادشاہ نے تمہارے پاس چارہ جو کر کے اس لئے بھیجا ہے تاکہ۔

چارۂ سازید اندر دفع شان	گنجہا بخشد عوض شہ بیکران
ان کے دفع کرنے کی تدبیر کرو	بادشاہ بدلے میں لاتعداد خزانہ بخش دیگا

یعنی ان کے دفع کے لئے تم کوئی علاج کرو تو اس کے عوض میں بادشاہ بے انتہا خزانہ بخشے گا۔

چارۂ مے باید اندر ساحری	تا بود کہ زین دو ساحر جان بری
جادو گری میں کوئی تدبیر چاہیے	تاکہ ان دونوں جادوگروں سے جاں بری ہو

یعنی ساحری میں کوئی ایسا علاج چاہئے تاکہ ہووے ان دونوں ساحروں سے جان بری۔

آن دو سحر را چو این پیغام داد	ترس و مہرے در دل ہر دو فتاد
جب ان دونوں جادوگروں کو یہ پیغام دیا	خوف اور محبت دونوں کے دل میں آئی

یعنی ان دونوں ساحروں کو جب اس نے یہ پیغام دیا تو دونوں کے دل میں خوف اور محبت (دونوں) پڑیں یعنی موسےٰ علیہ السلام کی محبت بھی ہوئی اور ان کی ہیبت بھی ہوئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

عرق جنسیت چو جنبیدن گرفت	سر بزانو برنہادند از شگفت
ہم پیشہ ہونے کی رگ جب پھڑکنی شروع ہوئی	تعجب سے دونوں سوچ میں پڑ گئے

یعنی جنسیت کی رگ نے جو ہلنا شروع کیا تو انہوں نے تعجب سے سر زانو پر رکھ لیا مطلب یہ کہ چونکہ یہ مسلمان ہونے والے تھے اس لئے ان کے اندر موسیٰ علیہ السلام سے ایک تعلق موجود تھا نام سنتے ہی محبت نے جوش کیا تو یہ اس فکر میں ہوئے کہ آخر یہ محبت کیوں ہو رہی ہے یہ اس حیرت میں سوچنے لگے اور سر بزانو ہو کر بیٹھ گئے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

چون دبیرستان صوفی زانوست	حل مشکل رادو زانو جادوست
چونکہ صوفی کا مکتب زانو ہے	مشکل کو حل کرنے کے لئے زانو جادو ہے

یعنی جبکہ صوفی کا مکتب زانو ہیں۔ حل مشکل کے لئے دو زانو جادو ہیں مطلب یہ کہ صوفی لوگوں کو جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو وہ سر بزانو ہو کر سوچتے ہیں اس لئے کہ ان کی مشکل اسی طرح حل ہوتی ہے تو وہ بھی سوچنے لگے سوچتے سوچتے یہ تدبیر نکالی کہ چونکہ باپ بھی ساحر تھا اس کی قبر پر جا کر عمل کشف القبور سے اس سے دریافت کریں کہ یہ آیا سچے ہیں یا ساحر ہیں بس یہ سوچ کر انہوں نے اپنی ماں سے باپ کی قبر دریافت کی تا کہ اس پر جا کر دریافت کریں آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جب موسیٰ علیہ السلام تشریف لے گئے اور فرعون رہ گیا تو اس نے اہل الرائے و قابل مشورہ لوگوں کو اپنے حضور میں طلب کیا جب سب لوگ مجتمع ہو گئے اور اطمینان سے بیٹھے تو فرعون نے معاملہ کو پیش کیا اس پر سب لوگوں نے اپنی اپنی رائے ظاہر کی۔ بالآخر پاجی ہامان بے سامان نے یہ رائے پیش کی اور یوں اس کو رہنمائی کی کہ اے فتحمند شہنشاہ جبکہ تفکر بہت بڑھ گیا ہے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ فوراً جادوگروں کو جمع کیا جاوے ہمارے ملک میں بہت سے جادوگر ہیں جن میں سے ہر ایک یکتائے روزگار اور اپنے فن کا امام ہے بس اب مشورہ یہی ہے کہ اطراف مصر سے حضور جو حاکم مصر ہیں ان کو جمع کر لیں یہ سن کر اس نے جادوگروں کے جمع کرنے کے لئے فوراً چاروں طرف آدمی دوڑا دیئے اور جس طرف کوئی مشہور جادوگر تھا اس کے پاس اس نے بجائے ایک کے دو آدمی بھیجے دو جوان بہت مشہور جادوگر تھے جن کا جادو چاند کے دل پر چلتا تھا وہ اپنے جادو کی قوت سے شکاری شیروں کا دودھ نکالتے تھے اور مٹکے پر سوار ہو کر سفر کرتے تھے اور جادو سے دھوپ کو کپڑا ظاہر کر کے ناپ کر بیچ ڈالتے اور زر ثمن اڑا لے جاتے تھے جب مشتری اس دھوکہ پر مطلع ہوتا تو افسوس سے اپنا منہ پیٹ

لیتا تھا۔ اسی قسم کے اور لاکھوں فن جادوگری میں استاد کامل تھے اور حرف روی کی طرح کسی کے تابع نہ تھے جب ان کے پاس بادشاہ کا یہ پیغام پہنچا کہ جہان پناہ چاہتے ہیں کہ تم مصیبت کے دفع کی کوئی تدبیر کرو اس لئے کہ دو فقیر آئے ہیں اور انہوں نے بادشاہ اور ان کے قلعہ اور اس کی سپاہ پر حملہ کیا ہے ان کے پاس کچھ نہیں ہے بجز ایک لاٹھی کے جو ان کے حکم سے اژدھا بن جاتی ہے ان دو شخصوں سے بادشاہ اور اس کی سپاہ عاجز ہوگئی ہے اور تمام لوگ چلا اٹھے ہیں بادشاہ نے اس احقر کو آپ کی خدمت میں چارہ جوئی کے لئے اور اس لئے بھیجا ہے تا کہ آپ ان کو دفع کرنے کی کوئی تدبیر کریں اگر آپ ایسا کریں گے تو بادشاہ سلامت آپ کو اس کے عوض میں بہت سا انعام دیں گے۔ جب یہ پیغام ان دو مشہور ساحروں کے پاس پہنچا تو ان کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے کچھ خوف اور کچھ محبت پیدا ہوگئی اور جبکہ مجانست فطری یا موسیٰ علیہ السلام کی آگ بھڑکی اور بوجہ استعداد ایمانی کے ان کو ان کی طرف میلان ہوا تو تحیر سے زانو پر سر رکھ لیا اور سوچنے لگے کہ کیا کرنا چاہئے آیا ان سے مقابلہ کیا جاوے یا نہیں اب مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ صوفی کا مکتب گھٹنا ہی ہے اور اس کو جو علوم و معارف حاصل ہوتے ہیں وہ عام طور پر اسی پر سر رکھ کر مستغرق ہونے سے ہوتے ہیں لہذا یوں کہنا چاہئے کہ حل مشکل کے لئے تو گھٹنا تو جادو کی خاصیت رکھتا ہے کہ جب اس پر سر رکھ کر آدمی نے غور کیا تو اکثر کوئی نہ کوئی بات سمجھ میں آ ہی جاتی ہے اس لئے انہوں نے گھٹنوں پر سر رکھ کر سوچنا شروع کیا اور تدبیر ان کی سمجھ میں بھی آ گئی۔

شرح شبّیری

دونوں ساحروں کا اپنی ماں سے اپنے باپ کی قبر کو دریافت کرنا اور اپنے باپ کی روح سے موسیٰ علیہ السلام کی حقیقت دریافت کرنا

بعد ازاں گفتند اے مادر بیا	گور بابا کو تو مارا رہ نما
اس کے بعد انہوں کہا ماں! آ جا	بادا کی قبر کہاں ہے؟ تو ہماری رہنمائی کر دے

یعنی بعد اس (سوچنے) کے انہوں نے کہا کہ اے ماں یہاں آ اور ہم کو راہ دکھا دے کہ ہمارے باپ کی قبر کہاں ہے۔

بردشان برگور او بنموده راه	پس سہ روزہ داشتند از بہر شاہ
وہ ان کو اس کی قبر پر لے گئی راستہ دکھایا	پھر انہوں نے بادشاہ کی خاطر تین روزے رکھے

یعنی وہ ان کی ماں ان کو اس کی قبر پر لے گئی اور راستہ دکھا دیا پھر بادشاہ کی خاطر سے تین روزے رکھے معلوم ہوتا ہے کہ اس کشف قبور کے لئے اول کچھ مجاہدہ کی ضرورت ہوتی تھی تو چونکہ یہ کام فرعون کے لئے کر رہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تھے لہذا انہوں نے مجاہدہ کے لئے تین روزے بادشاہ کی خاطر سے رکھے تاکہ عالم ملکوت سے لذات کے ترک سے مناسبت ہو جاوے۔

بعد ازان گفتند اے بابا بما	شاہ پیغامے فرستاد از وجا
اس کے بعد انہوں نے کہا اے بابا! ہمیں	بادشاہ نے خوف سے ایک پیغام بھیجا ہے

یعنی بعد ان روزوں کے رکھنے کے انہوں نے کہا کہ اے بابا ہمارے پاس بادشاہ نے لاچاری کی وجہ سے پیغام بھیجا ہے وجا معنی خصی ہونا یہاں بمعنی لاچاری مطلب یہ کہ بعد روزوں کے وہ اس طرف متوجہ ہوئے اور اپنے باپ کی روح سے دریافت کیا کہ ہمارے پاس بادشاہ کا یہ پیغام آیا ہے۔

کہ دو مرد او را بہ تنگ آوردہ اند	آبرویش پیش لشکر بردہ اند
کہ دو شخصوں نے اس کو تنگ کر دیا ہے	لشکر کے روبرو اس کی آبروریزی کر دی ہے

یعنی کہ دو آدمیوں نے اس کو تنگ کر رکھا ہے اور اس کی آبرو لشکر کے آگے گرائی ہے۔

نیست با ایشان سلاح و لشکرے	جز عصا و در عصا شور و شرے
ان کے ساتھ ہتھیار اور لشکر نہیں ہے	لاٹھی کے علاوہ اور لاٹھی میں شور و شر ہے

یعنی ان کے ساتھ کوئی ہتھیار یا لشکر نہیں ہے سوائے ایک عصا کے کہ اس عصا ہی میں ایک شور و شر ہے مطلب یہ کہ صرف ایک عصا ان کے پاس ہے مگر بس وہی غضب کا ہے۔

تو جہان راستان در رفتہ	گرچہ در صورت بجا کے خفتہ
تو سچوں کے عالم میں چلا گیا ہے	اگرچہ بظاہر مٹی میں سویا ہوا ہے

یعنی اے بابا تو حیوان کے جہان میں گیا ہوا ہے اگرچہ ظاہرا ایک خاک میں سویا ہوا ہے مطلب یہ کہ وہاں تو سب منکشف ہے و معلوم ہے اور سب سچے ہیں لہذا آپ ہمیں یہ بتا دیجئے کہ۔

آن اگر سحرست مارا دہ خبر	ور خدائے باشد اے جان پدر
اگر وہ جادو ہے تو ہمیں بتا دے	اور اگر خدائی بات ہے اے ابا جان!

یعنی اگر وہ سحر ہے تو ہم کو خبر دے اور اگر یہ بات خدا والی ہے تو اے باپ کی روح

ہم خبر دہ تاکہ ما سجدہ کنیم	خویش را بر کیمیائے برزنیم
یہ بھی بتا دے تاکہ ہم سجدہ کریں	اپنے آپ کو کیمیا سے وابستہ کر دیں

یعنی تب بھی خبر دے تاکہ ہم اطاعت کر لیں اور اپنے کو ایک کیمیا پر لگا دیں مطلب یہ کہ ہم بھی پھر ان کے

www.besturdubooks.wordpress.com

فیوض سے مستفیض ہوں اس لئے کہ۔

نا امید انیم امیدے رسد	در شب دیجور خورشیدے رسد
ہم مایوس ہیں' امید پیدا ہو جائے	اندھیری رات میں سورج نکل آئے

یعنی ہم تو (رحمت حق سے) نا امید ہیں تو کوئی امید ہو اور شب تاریک میں کوئی خورشید پہنچے۔

از ضلال آئیم در راہ رشد	راندگانیم و کرم مارا کشد
ہم گمراہی سے راہ ہدایت پر آ جائیں	ہم مردود ہیں' اور کرم ہمیں کھینچ لے

یعنی گمراہی سے ہم راہ ہدایت میں آ جاویں اور ہم راندگان درگاہ ہیں ہم کو کرم کھینچ لے غرض کہ جو کیفیت ہو اس سے آگاہ فرما دیا جاوے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: چنانچہ گھٹنے سے سر اٹھانے کے بعد انہوں نے اپنی ماں سے کہا کہ اماں چلو ہمیں ہمارے باپ کی قبر بتا دو اس نے ان کی رہنمائی کی اور قبر پر لے گئی اس کے بعد انہوں نے فرعون کے لئے تین روزے رکھے اس کے بعد کہا کہ ابا بادشاہ نے محزون ہو کر ہمارے پاس پیغام بھیجا ہے اور کہا ہے کہ دو آدمیوں نے مجھے پریشان کر رکھا ہے اور لشکر کے سامنے میری آبرو خاک میں ملا دی ہے نہ تو ان کے پاس ہتھیار ہیں نہ فوج بجز ایک عصا کے اور سارا شور و شر اس لاٹھی ہی میں ہے آپ بچوں کے ملک میں تشریف لے گئے ہیں گو بظاہر مٹی میں سوتے ہیں اگر یہ کوئی جادو ہے تب بھی آپ ہم کو بتلا دیجئے اور اگر خدائی قوت ہے جیسا کہ ان آدمیوں کا دعویٰ ہے تب بھی آپ ہم کو بتلا دیجئے تا کہ ہم بھی اس خدا کے مطیع ہو جاویں اور کیمیا سے مل کر کیمیا ہو جائیں اب تو ہم نا امید ہیں پھر ہم کو امید ہو جاوے اور شب تاریک ضلالت میں ہمارے لئے آفتاب ہدایت نکل آئے ہم گمراہی کو چھوڑ کر راہ ہدایت پر آئیں اور ہم مردودوں کو کرم حق سبحانہ اپنی طرف کھینچ لے۔

شرح شبّیری

اس مردہ ساحر کا اپنے لڑکوں کو جواب دینا

گفت شان در خواب کاے اولادِ من	نیست ممکن ظاہر ایں رادم زدن
اس نے ان سے خواب میں کہا' اے میرے بچو!	اس میں کھل کر بات کرنا ممکن نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ان سے خواب میں کہا کہ اے میرے بچو اس میں ظاہر طور پر دم مارنا تو ممکن نہیں مطلب یہ کہ بالکل صاف صاف تو ہم بتا نہیں سکتے اس لئے کہ۔

فاش و مطلق گفتنم دستور نیست	لیک راز از پیش چشم دور نیست
کھلم کھلا اور صاف کہنے کی مجھے اجازت نہیں ہے	لیکن راز میری آنکھوں سے دور نہیں ہے

یعنی ظاہر اور صاف کہنے کی تو مجھے اجازت نہیں ہے لیکن راز میری آنکھوں کے سامنے سے دور بھی نہیں ہے مطلب یہ کہ چونکہ دنیا دار الابتلاء ہے اس لئے اگر اس عالم کے حالات صاف طور پر معلوم ہو جاویں تو پھر آزمائش ہی کیا رہے اس لئے اس نے کہا کہ ہم کو صاف صاف کہنے کا تو حکم حق نہیں ہے مگر اس بھید سے ہم بالکل ناواقف بھی نہیں بلکہ آگاہ ہیں لہذا یہ کریں گے کہ۔

لیک بنمایم شمارا آیتے	تاشود آگہ ز سر کیتے
لیکن میں تمہیں ایک علامت بتاتا ہوں	تا کہ تم پوشیدہ بات کے راز سے باخبر ہو جاؤ

لیکن تم کو میں ایک نشانی بتادوں گا تا کہ تم مخفی شے کے بھید سے آگاہ ہو جاؤ۔

یک نشانے دانمایم باشما	تاشود پیدا شمار ایں خفا
میں تم پر ایک علامت ظاہر کر دیتا ہوں	تا کہ یہ پوشیدگی تم پر کھل جائے

یعنی میں تمہیں ایک نشانی دکھادوں گا تا کہ تم پر یہ خفا ظاہر ہو جاوے آگے نشانی بتاتا ہے کہ۔

نور چشمانم چو آن جاگہ روید	از مقام خفتنش آگہ شوید
میرے نور چشمو! جب تم وہاں جاؤ	اس کے سونے کی جگہ معلوم کر لو

یعنی اے میرے نور چشمو جب تم اس جگہ پہنچو تو ان کے سونے کی جگہ سے آگاہ ہو جیو۔

آن زمان کہ خفتہ باشد آن حکیم	آن عصا گیرید بگذارید بیم
جب وہ دانا سوتا ہوا ہو (تو)	وہ لاٹھی لے لو اور خوف کو چھوڑ دو

یعنی جس وقت کہ وہ حکیم سوئے ہوئے ہوں تو اس عصا کو لے لو اور خوف کو چھوڑ دینا یعنی بس خوف تو کرنا مت کسی طرح اس عصا کو چرالینا۔

گر بدزدید ش عصا او ساحر ست	چارہ ساحر شمارا حاضر ست
اگر تم نے اس کی لاٹھی چرا لی تو وہ جادوگر ہے	جادوگر کا علاج تمہارے پاس موجود ہے

یعنی اگر تم عصا کو چرا سکو تب تو وہ ساحر ہے اور ساحر کا علاج تمہارے پاس حاضر ہی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ورنہ بتوانید ہان آن ایزدیست	اور رسول ذوالجلال و مہتدیست
اگر تم نہ اٹھا سکو تو خبردار! وہ خدائی ہے	وہ اللہ کا رسول اور ہدایت یافتہ ہے

یعنی اور اگر نہ چرا سکو تو وہ اللہ والا ہے اور وہ رسول حق ہے اور مہتدی ہے تو اگر وہ رسول ہے تو پھر تو یہ سمجھ لو کہ۔

گر جہان فرعون گیرد شرق و غرب	سرنگون آرد خدارا گاہ حرب
اگر فرعون مشرق اور مغرب (پورا جہان) حاصل کر لے	لڑائی کے وقت اللہ کے سامنے اندھا ہو جائے گا

یعنی اگر سارا جہان شرق سے غرب تک فرعون ہی فرعون لے لے تو وہ خدا کے آگے لڑائی کے وقت سرنگوں ہی لاوے گا مطلب یہ کہ اگر ساری دنیا فرعون سے بھر جاوے تب بھی خدا کے آگے ان کی کچھ نہیں چل سکتی۔

این نشان راست دادم جان باب	بر نویس اللہ اعلم بالصواب
باپ کی جان! میں نے یہ سچی نشانی دیدی	لکھ لے اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

یعنی میں نے یہ سچی نشانی دیدی ہے اے جان باپ کی اس کو (قلب پر) نقش کر لو واللہ اعلم بالصواب مطلب یہ کہ بس اس نشانی سے تم کو ان کا صدق و کذب معلوم ہو جاوے گا ایک قاعدہ کلیہ بیان کرتا ہے کہ۔

جان بابا چون بخسپد ساحرے	سحر و مکرش را نباشد رہبرے
جان پدر! جب کوئی جادوگر سو جاتا ہے	اس کے جادو اور مکر کا کوئی رہبر نہیں ہوتا

یعنی اے جان باپ کی جب کوئی ساحر سو رہتا ہے تو اس کے سحر اور مکر کا کوئی رہبر نہیں رہتا اس لئے کہ وہ ہی متصرف تھا وہ سو گیا اب اس کا تصرف باطل ہو جاتا ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ۔

چونکہ چوپان خفت گرگ ایمن شود	چونکہ خفت او جہد او ساکن شود
جب گڈریا سو گیا بھیڑیا مطمئن ہو جاتا ہے	جب وہ سو گیا اس کی کوشش ٹھہر گئی

یعنی جبکہ چوپان سو جاوے تو گرگ بیخوف ہو جاتا ہے چونکہ وہ سو رہا ہے اس کی کوشش ساکن ہو گی یعنی جب وہ سو گیا تو اس کی خوب حفاظت بھی باطل ہو گئی۔

لیک حیوانے کہ چوپانش خداست	گرگ را آنجا امید و رہ کجاست
لیکن وہ جانور جس کا خدا نگہبان ہے	بھیڑیئے کو وہاں امید اور راستہ کہاں ہے؟

یعنی لیکن جس جانور کا خدا نگہبان ہے گرگ کو اس جگہ امید اور راہ کب ہے اس لئے کہ وہ تو کبھی غافل نہیں ہوتے نہ سوتے ہیں تو وہاں کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی لہذا یاد رکھو کہ۔

جادوئے کہ حق کند حق ست و راست	جادوئے خواندن مر آن حق را خطاست
جو جادو خدا کرے وہ حق اور درست ہے	اس صحیح بات کو جادو کہنا ہی غلط ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جس جادو کو حق تعالیٰ حق اور سچا فرمادیں تو اس حق کو جادو کہنا ہی خطا ہے مطلب یہ کہ اسی طرح جس کا محافظ خدا ہو وہاں کسی کی دسترس نہیں اسی طرح جس کی حق تعالیٰ حفاظت کریں اس کو کون مٹا سکتا ہے تو اگر وہ جادو ہے تو ان کے سورہنے سے اس کا اثر باطل ہو جاوے گا اور تم اس کے چرانے پر قادر ہو گے اور اگر وہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے تو پھر تم اس کے چرانے پر قادر نہ ہو گے اس لئے کہ حق تعالیٰ تو ہر گھڑی متصرف ہیں پھر بولا کہ۔

جان بابا این نشان قاطع ست	گر بمیرد نیز حقش رافع ست
جان پدر! یہ قطعی علامت ہے	اگر وہ مر بھی جائے تو خدا اس کو بلند کرنے والا ہے

یعنی اے جان پدر یہ نشانی قاطع ہے اور اگر وہ مر بھی جاوے تب بھی حق اس کا رافع ہے یعنی اس نے کہا کہ ان کا اثر سونے سے تو کیا جاتا اگر وہ مر بھی جاویں تب بھی ان کا اثر زائل نہیں ہوتا بلکہ اسی طرح قائم رہتا ہے آگے مولانا اس سے ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے سوجانے سے اس عصا پر کسی کا دسترس نہ پہنچتا تھا اسی طرح حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قرآن شریف پر کسی محرف کو قدرت نہیں ہو سکتی سبحان اللہ خوب ہی انتقال ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اس نے ان سے خواب میں کہا کہ اے میرے بچو اس راز کو صاف صاف ظاہر کرنا تو میرے امکان میں نہیں کیونکہ مجھے صاف کہنے کی اجازت نہیں ہے مگر یہ راز مجھے معلوم ضرور ہے اب تم سے ایک علامت بیان کرتا ہوں تا کہ اس کے ذریعہ سے یہ راز مخفی تم پر آشکار ہو جاوے میرے نور چشمو جب تم وہاں پہنچو تو یہ معلوم کرو کہ وہ شخص کہاں سوتے ہیں اور یہ معلوم کر کے جب وہ سو رہے ہوں ان کی لاٹھی اٹھالاؤ دیکھو ڈرنا مت ورنہ راز ظاہر نہ ہوگا اب اگر تم اس لاٹھی کو چرالو تب تو سمجھ لو کہ وہ جادوگر ہے پھر اس کا انتظام کر دینا تم کو کچھ مشکل ہی نہیں اور اگر چرا نہ سکو تو سمجھ لو کہ خدائی قوت ہے ان کا بیان سچا ہے اور وہ خدائے ذوالجلال کے رسول اور ہدایت یافتہ ہیں اگر فرعون مشرق و مغرب پر بھی قبضہ کرلے گا تب بھی وہ خدا سے نہیں لڑ سکتا لڑائی کے وقت حق سبحانہ ضرور اس کو مغلوب کریں گے۔ بیٹا یہ پکی پہچان میں نے تم کو بتائی ہے تم اسے دل پر نقش کرلو واللہ اعلم بالصواب بیٹا دیکھو جب جادوگر سوجاتا ہے تو بھیڑیا بے کھٹکے ہو جاتا ہے اس لئے کہ سونے سے اس کی تدابیر اور کوششیں رک جاتی ہیں مگر جس جانور کا محافظ خدا ہو بھیڑیئے کو وہاں رسائی کی امید بھی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ حق سبحانہ پر غفلت ہی طاری نہیں ہوتی پس سمجھو کہ خدا کا جادو واقعی اور سچا جادو ہے جس کا عالم میں کوئی توڑ نہیں میں نے بنا بر صنعت مشاکلت اسے جادو کہہ دیا ہے (جیسے عملت اطنجوالی جبة وقیمصا یااللہ یستھزئی

www.besturdubooks.wordpress.com

بھم) ورنہ اس کو حقیقۃً جادو کہنا غلط ہے بیٹا اگر تم اس کو اٹھانہ سکو تو سمجھنا کہ یہ اس کے دعویٰ نبوت کی قطعی الدلالۃ نشانی ہے اور ایسی ہے کہ سوناتو در کنار اگر ان کی وفات بھی ہو جاوے تب بھی حق سبحانہ اس کو بلند ہی کریں گے اور کبھی مغلوب نہ کریں گے۔

شرح شبیری

قرآن مجید کو عصائے موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دینا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو موسیٰ علیہ السلام کے سوجانے سے تشبیہ دینا اور قرآن شریف میں تحریف کرنے والوں کو ان ساحر بچوں سے تشبیہ دینا جنہوں نے کہ عصائے موسیٰ علیہ السلام کو چرانا چاہا تھا جبکہ موسیٰ علیہ السلام سو رہے تھے

مصطفیٰ را وعدہ کرد الطاف حق	گر بمیری تو تمیرد این سبق
اللہ کی مہربانیوں نے مصطفیٰ سے وعدہ کیا ہے	اگر تمہاری وفات ہو گی تب بھی تو یہ سبق فنا نہ ہوگا

یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے الطاف حق نے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر آپ وفات بھی پا گئے تب بھی یہ درس قرآن نہ مریگا اس لئے کہ

من کتاب و معجزت را حافظم	بیش و کم کن راز قرآن رافضم
میں تیری کتاب اور معجزے کا نگہبان ہوں	میں قرآن میں زیادتی اور کمی کرنے والے کا مخالف ہوں

یعنی میں آپ کی کتاب اور معجزہ (کے رتبہ) کو بلند کرنے والا ہوں اور گھٹانے بڑھانے والے کو قرآن سے مانع ہوں (اور کسی کو قدرت نہ ہونے دوں گا)

من ترا اندر دو عالم رافعم	طاغیان را از حدثیت دافعم
میں تجھے دونوں جہان میں بلند کرنے والا ہوں	سرکشوں کو تیری حدیث سے دفع کرنے والا ہوں

یعنی میں آپ کا دونوں عالم میں حافظ ہوں اور نافرمانوں کو آپ کی حدیث سے دفع کرنے والا ہوں۔

کس نیارد بیش و کم کردن درو	تو بہ از من حافظے دیگر مجو
اس میں کوئی کمی اور زیادتی نہیں کر سکتا	تو مجھ سے بہتر محافظ کی جستجو نہ کر

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس میں کوئی شخص بیش وکم نہ کر سکے گا آپ مجھ سے بہتر کوئی اور محافظ نہ تلاش کریں۔

رونقت را روز افزون میکنم	نام تو بر زرد بر نقرہ زنم
میں تیری رونق دن بدن بڑھاؤں گا	تیرا نام سونے اور چاند پر کندہ کروں گا

یعنی آپ کی رونق کو دن پر دن زیادہ کروں گا اور آپ کے نام کو سونے اور چاندی پر لاؤں گا یعنی آپ کی سلطنت ہوگی اور آپ کے نام کا سکہ چلے گا چنانچہ ہوا۔

منبر و محراب سازم بہر تو	در محبت قہر من شد قہر تو
میں تیرے لئے منبر اور محراب بناؤں گا	محبت کی وجہ سے میرا قصہ تیرا قصہ بن گیا ہے

یعنی میں آپکے لئے منبر اور محراب بناؤں گا اور محبت میں آپ کا قہر میرا قہر ہے مطلب یہ کہ آپ سے محبت ہونے کی وجہ سے اگر کسی پر آپ کا قہر ہوگا تو اس پر میرا قہر بھی ہوگا اور میں تمہارے لئے منبر و محراب جو کہ لوازم سلطنت سے ہیں بناؤں گا اور ابھی تو یہ حالت ہے کہ

نام تو از ترس پنہان میکنند	چون نماز آرند پنہان مے شوند
وہ ڈر کی وجہ سے تیرا نام لیتے ہیں	اے ہنرمند! اذان بھی چھپ کر (دیتے ہیں)

یعنی آپ کے نام کو خوف کی وجہ سے پوشیدہ کرتے ہیں اور جب نماز پڑھتے ہیں تو پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔

خفتہ میگویند نامت را کنون	خفیہ ہم بانگ نماز اے ذوفنون
وہ اب چھپ کر تیرا نام لیتے ہیں	اے ہنرمند آذان بھی چھپ کر دیتے ہیں

یعنی اب تو آپ کے نام مبارک کو خفیہ لیتے ہیں اور آواز نماز کو بھی خفیہ رکھتے ہیں اے ذوفنون

از ہراس و ترس کفار لعین	دینت پنہان مے شود زیر زمین
ملعون کافروں کے ڈر اور خوف سے	تیرا دین زمین میں چھپا جاتا ہے

یعنی کفار لعین کے خوف اور ترس کی وجہ سے آپ کا دین ابھی تو (گویا کہ) زیر زمین دفن ہو رہا ہے (مگر عنقریب یہ ہوگا کہ)

من منارہ برکنم آفاق را	کور گردانم دو چشم عاق را
میں دنیا کو (دین سے) روشن کردوں گا	میں نافرمان کی دونوں آنکھوں کو اندھا کر دوں گا

یعنی میں آفاق میں اس دین کو منارہ پر کروں گا اور منکر کی دونوں آنکھوں کو اندھا بنادوں گا۔

چاکرانت شہر ہا گیرند و جاہ	دین تو گیرد ز ماہی تا بماہ
تیرے خادم شہر اور مرتبہ حاصل کر لیں گے	تیرا مذہب مچھلی سے چاند تک پھیل جائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی آپ کے غلام شہروں اور مرتبوں کو لے لیں گے اور آپ کا دین ماہی سے ماہ تک محیط ہو جاوے گا یعنی اسفل سے لے کر اعلیٰ تک آپ ہی کا دین ہوگا۔

تا قیامت باقیش داریم ما	تو مترس از نسخ دین اے مصطفیٰ
ہم اس کو قیامت تک باقی رکھیں گے	اے مصطفیٰ تم دین کے مٹنے سے نہ ڈرو

یعنی قیامت تک ہم اس کو باقی رکھیں گے اور اے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تم نسخ دین سے خوف مت کرو مطلب یہ کہ آپ بے فکر رہیں آپ کے بعد نسخ حسی نہیں ہوسکتا۔

اے رسول ما تو جادو نیستی	صادقی ہم خرقۂ موسیتی
اے ہمارے رسول! تم جادو نہیں ہو	تم سچے ہو موسیٰ کے پیر بھائی ہو

یعنی اے ہمارے رسول آپ جادوگر نہیں ہیں آپ صادق ہیں اور آپ موسےٰ کے ہم خرقہ ہیں۔

ہست قرآن مر ترا ہمچون عصا	کفر ہارا در کشد چون اژدہا
قرآن تمہارے لئے (حضرت موسیٰ کی) لاٹھی کی طرح ہے	(جو) اژدھے کی طرح کفروں کو نگل جائے گا

یعنی تمہارے لئے قرآن مثل عصا کے ہے کہ وہ کفروں کو اژدہا کی طرح مار ڈالتا ہے۔

تو اگر در زیر خاکے خفتۂ	چون عصائش دان تو آنچہ گفتۂ
تم اگرچہ مٹی میں خوابیدہ ہو	جو کچھ تم نے کہا ہے اس کو ان (موسیٰ (کی لاٹھی کی طرح سمجھو)

یعنی اگر آپ زیر خاک سو رہے ہیں تو جو کچھ کہ آپ نے فرمایا ہے اس کو عصا کی طرح جانو۔

گرچہ باشی خفتہ تو در زیر خاک	چون عصا آگہ بود آن گفت پاک
اگرچہ تم مٹی کے نیچے سوئے ہوئے ہو	(موسیٰ کے) عصا کی طرح وہ پاک کلام باخبر رہے گا

یعنی اگرچہ آپ زیر خاک سو رہے ہوں مگر اس قول پاک کو مثل عصا کے آگاہ سمجھئے کہ جس طرح وہ عصا ساحروں سے آگاہ ہو کر ان کو بھگا دیتا تھا اسی طرح یہ قرآن بھی کسی کو اپنے اوپر قدرت نہ ہونے دے گا۔

قاصدان را بر عصایت دست نے	تو بخسپ اے شہ مبارک خفتنے
ارادہ کرنے والوں کو تمہاری لاٹھی پر قابو نہیں ہے	اے شاہ تم سو جاؤ تمہارا سو جانا مبارک ہے

یعنی (تحریف کے) قاصدوں کو آپ کے عصا پر قدرت نہیں ہے اے شاہ دو جہاں آپ مبارک سونا سوئیے یعنی آپ بے فکر سوویں اس پر کسی کو قدرت نہ ہوگی اس لئے کہ۔

تو بخفتہ نور تو بر آسمان	بہر پیکار تو زہ کردہ کمان
تم سوئے ہوئے ہو تمہارا آسمان پر ہے	تمہارے دشمنوں سے لڑنے کے لئے کمان پر چلا چڑھائے ہوئے ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی آپ سو رہے ہیں اور آپ کا نور آسمان پر آپ کی طرف سے لڑائی کے لئے کمان زہ کئے ہوئے ہے۔

فلسفی و آنچہ پوزش میکند	قوس نورت تیر دوزش میکند
فلسفی اور اس کا منہ جو کچھ کرتا ہے	تیرے نور کی کمان اس کو چھید ڈالتی ہے

یعنی فلسفی اور اس کا منہ جو کچھ کرتا ہے آپ کے نور کی قوس اس کو تیر دوز کر دیتی ہے یعنی اس کو زک دیدیتی ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آن چناں کرد وازاں افزون کہ گفت	او بخفت و بخت و اقبالش نخفت
(اللہ تعالیٰ نے) وہ کیا جو کہا اور اس سے بھی زیادہ	وہ (مصطفیٰ) سو گئے اور ان کا نصیبہ اور اقبال نہ سویا

یعنی حق تعالیٰ نے ویسا ہی کیا بلکہ اس سے زیادہ جیسا کہ کہا تھا آپ سو رہے اور آپ کا بخت و اقبال نہ سویا بلکہ بحمد اللہ تا ہنوز روز افزون و روبترقی ہے اللّٰھم زد فزد آگے پھر موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب مولانا گر بمیر د نیز ھتش رافع ست کی تائید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا بیان بالکل صحیح ہے چنانچہ اس کی نظیر یہ واقعہ موجود ہے کہ حق سبحانہ نے اپنے فضل و کرم سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا ہے کہ اگر آپ انتقال بھی فرما جاویں تو قرآن پھر بھی زندہ رہے گا میں اس کتاب اور اس معجزہ کو تفوق بخشوں گا اور جو اس میں تحریف کرنا چاہے گا میں مزاحمت کروں گا اور اس کو کامیاب نہ ہونے دوں گا میں آپ کا دونوں عالم میں محافظ ہوں اور جو آپ کی بات نہ مانیں میں نہ ان کو چھوڑ دوں گا جب میں تم پر اتنا مہربان ہوں تو میں قرآن کی بھی حفاظت کروں گا تم اطمینان رکھو قرآن میں کوئی شخص کمی بیشی نہیں کر سکتا اور مجھ سے بڑھ کر تم کو کوئی محافظ ملے گا بھی نہیں پس فکر بیکار ہے میں آپ کی رونق کو روز بروز ترقی دوں گا اور سونے چاندی پر آپ کے نام کا سکہ ہو گا میں آپ کے لئے منبر و محراب بناؤں گا جن میں آپ بحیثیت ایک مقتدا کے جلوہ افروز ہوں گے اور چونکہ مجھے آپ سے نہایت محبت ہے اس لئے آپ کا قہر و غضب میرا قہر و غضب ہو گا گو اب یہ حالت ہے کہ مومنین مارے خوف کے آپ کا نام نہیں لے سکتے اور نماز بھی پڑھتے ہیں تو چھپ کر اور آپ کا نام بھی لیتے ہیں تو آہستہ سے اور اذان بھی دیتے ہیں تو اس طرح کہ کسی کو خبر نہ ہو اور ملعون کفار کے خوف سے آپ کا دین یوں پوشیدہ ہے جیسے کوئی چیز زمین میں چھپی ہو لیکن عنقریب میں آپ کے دین کو مشہور عالم کروں گا اور نافرمانوں کی آنکھوں کو اس کی چمک دمک سے اندھا کروں گا آپ کے خدام ملک و جاہ پر قابض ہوں گے اور آپ کے دین کا زمیں سے آسمان تک تسلط ہو گا آپ اس کا بھی اندیشہ نہ کریں کہ آپ کا دین کسی وقت میں

www.besturdubooks.wordpress.com

ادیان سابقہ کی طرح منسوخ ہو جاوے گا یا مٹ جاوے گا نہیں بلکہ ہم اس کو قیامت تک باقی رکھیں گے اے ہمارے رسول آپ جادو نہیں جس کی شان وشوکت عارضی ہو بلکہ آپ سچے اور موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ نبوت میں مماثل ہیں آپ کے لئے قرآن ایسا ہی ہے جیسا ان کے پاس عصا تھا کہ یہ بھی تمام کفروں کو اژدھے کی طرح نگل جاوے گا آپ اگرچہ زیر زمین خواب راحت میں ہوں مگر آپ کے منہ سے نکلا ہوا کلام مثل عصائے موسےٰ ہوگا کہ اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا اگرچہ آپ زیر خاک سو رہے ہوں مگر آپ کے منہ سے نکلا ہوا کلام عصا کی طرح خبردار ہوگا اور جو اس میں تحریف وغیرہ کا قصد کرے گا اس کا اس پر قابو نہ چلے گا پس آرام سے سوئیے اور کچھ فکر نہ کیجئے آپ کا جسم سوتا ہوگا مگر آپ کا نور جان عالم بالا پر پہنچا ہوا جنگ مخالفین کے لئے کمان کھینچے ہوئے ہو گا یعنی آپ کو روحانی تعلق سبحانہ سے ہوگا جس کی وجہ سے حق سبحانہ اس وقت اس کی خصوصیت کے ساتھ محافظ ہوں گے اور فلسفی اور حکیم دنیا اور انکا پوز جو کارروائی آپ کے خلاف کرے گا آپ کا نور اس کو فنا کر دے گا اب مولانا فرماتے ہیں کہ جیسا حق سبحانہ نے وعدہ فرمایا تھا ویسا ہی کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے مگر آپ کا بخت واقبال بیدار رہا۔

شرح شبّیری

موسیٰ علیہ السلام کی حکایت کا بقیہ

جان بابا چونکہ ساحر خواب شد	کار او بے رونق و بے آب شد
جان پدر! جب جادوگر سو گیا	تو اس کا کام بے رونق اور بے اثر ہوا

یعنی (اس مردہ ساحر نے کہا کہ) اے جان پدر جب ساحر سو گیا تو اس کا کام بے رونق اور بے آب ہو گیا اس لئے کہ متصرف وہ ہی تھا اب اس کا تصرف باطل ہو گیا۔

ہر دو از گورش روان گشتند و تفت	تا بمصر از بہر آن پیکار رفت
دونوں (جادوگر) اس (باپ) کی قبر سے فوراً روانہ ہو گئے	سخت جنگ کے لئے مصر کی جانب

یعنی وہ دونوں اس کی قبر سے جلدی سے روانہ ہو گئے یہاں تک کہ مصر میں اس مقابلہ عظیم کے لئے آئے۔

چون بمصر از بہر آن کار آمدند	طالب موسیٰ و جائے او شدند
جب اس کام کے لئے مصر میں پہنچے	(حضرت موسیٰ اور ان کی قیام گاہ کے طلبگار بنے

یعنی جب مصر میں اس کام کے لئے آئے تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قیامگاہ کے متلاشی ہوئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اتفاق افتادکاں روز و رود	موسیٰ اندر زیر نخلے خفتہ بود
یہ اتفاق ہوا پہنچنے کے دن	حضرت موسیٰ کھجور کے درخت کے سوئے ہوئے تھے

یعنی اتفاق ایسا پڑا کہ اس ورود (ساحران) کے دن میں موسیٰ علیہ السلام ایک کھجور کے نیچے سو رہے تھے۔

پس نشان دادند شان مردم بدو	کہ بروز ان سوئے نخلستان بجو
لوگوں نے ان کو ان کا پتہ بتایا	کہ جا اس نخلستان کی جانب تلاش کر

یعنی لوگوں نے ان ساحروں کو ان کا نشان بتایا کہ جاؤ اور اس نخلستان کے اس طرف تلاش کرو۔

چون بیامد دید درخرمانیان	خفتۂ کو بود بیدار جہان
جب وہ پہنچا تو کھجوروں میں دیکھا	اس کو سویا ہوا جو دنیا بھر کا بیدار تھا

یعنی جب وہ آئے تو انہوں نے کھجور کی جڑ میں ایک سویا ہوا دیکھا جو کہ جہان کا بیدار تھا یعنی قلب کے اعتبار سے سارے جہان سے زیادہ بیدار تھا اس کو دیکھا کہ وہ سو رہا ہے اب یہاں شبہ سا ہوا کہ جب بیدار تھے تو سو کیوں رہے تھے اس کو فرماتے ہیں۔

بہر نازش بستہ او دو چشم سر	عرش و فرشش جملہ در پیش نظر
ناز میں وہ سر کی دونوں آنکھیں بند کئے ہوئے	عرش اور فرش سب اس کی نگاہ میں

یعنی ناز کی وجہ سے انہوں نے سر کی دونوں آنکھیں بند کر لی تھیں مگر عرش و فرش سب ان کی پیش نظر تھا مطلب یہ کہ اگر چہ وہ ظاہر میں سو رہے تھے مگر اصل میں وہ بیدار تھے اس لئے کہ ان کا قلب بیدار تھا مگر جس طرح کہ بچہ ماں کی گود میں لیٹ کر آرام اور ناز کی وجہ سے آنکھیں بند کر لیتا ہے اسی طرح انہوں نے ان دونوں چشم سر کو بلند کر لیا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے بسا بیدار چشم و خفتہ دل	خود چہ بیند چشم اہل آب و گل
بہت سے بیدار آنکھ والے اور سوئے ہوئے دل والے ہیں	آب و گل والوں کی آنکھ کیا دیکھ سکتی ہے

یعنی بہت سے ایسے ہیں کہ بیدار چشم ہیں اور دل سویا ہوا ہے تو آب گل کی آنکھ خود کیا دیکھ سکتی ہے مطلب یہ کہ جب یہ چشم آب و گل کھلی ہوگی تو یہ سوائے ان ظاہری چیزوں کے اور کیا دیکھے گی ظاہر ہے کہ اسکی نظر تو ان ہی پر رہے گی۔

وانکہ دل بیدار دارد چشم سر	گر بخسپد برکشاید صد بصر
جو شخص بیدار دل رکھتا ہے سر کی آنکھ	اگر سو جائے سو بینائیاں کھل جاتی ہیں

یعنی اور جو کہ دل بیدار رکھتا ہے تو اگر چشم سر سو بھی جاوے تو وہ سینکڑوں آنکھیں کھول دے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر تو اہل دل نہ بیدار باش	طالب دل باش و در پیکار باش
اگر تو صاحب دل نہیں ہے جاگتا رہ	دل کا طالب بن اور (نفس سے) لڑتا رہ

یعنی اگر تو اہل دل نہیں ہے تو جاگا کر اور دل کا طالب رہ اور (نفس کی) لڑائی میں رہ مطلب یہ کہ اگر تم کو بیداری قلب نصیب نہیں ہے تو خیر راتوں کو ان آنکھوں ہی کو کھولے رکھو کہ اسی سے بہت کچھ ہو جاوے گا۔

ور دلت بیدار شد مے خسپ خوش	نیست غائب ناظرت از ہفت و شش
اگر تیرا دل بیدار ہوگیا ہے آرام سے سو جا	سات (آسمانوں) اور چھ (جہتوں) سے تیری نگاہ غائب نہیں ہے

یعنی اور اگر تیرا دل بیدار ہو جاوے تو پھر خوب سو پھر تیری نظر تھوڑے بہت کسی سے غائب نہیں ہے مطلب یہ کہ بعد مجاہدہ وریاضت کے اگر کچھ آرام زیادہ بھی کرلو تب بھی کوئی حرج کی بات نہیں ہے مگر قبل نفس کے رام ہونے کے تو ذرا مجاہدہ وریاضت کرو اور اس کی تدبیر یہی ہے کہ حقوق نفس تو ادا کرے مگر حظوظ میں مبالغہ نہ کرے اسی سے سب کچھ ان شاءاللہ حاصل ہو جاوے گا ہاں اس کے ساتھ جو اور شرائط ہیں وہ ہیں ہی۔

گفت پیغمبر کہ خسپد چشم من	لیک کے خسپد دلم اندر وسن
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ میری آنکھ سوتی ہے	لیکن نیند میں میرا دل کب سوتا ہے؟

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری آنکھ تو سورہتی ہے مگر میرا قلب اونگھ میں کب سوتا ہے یعنی آپ کی نیند بھی مشابہ اونگھ کے ہوتی تھی جیسے کہ ہم لوگوں کا وضو اونگھ سے نہیں ٹوٹتا اسی طرح آپ کا وضو سونے سے نہ جاتا تھا اس لئے کہ آپ کی نیند بھی مثل اونگھ کے ہے اس لئے کہ آپ کا قلب بیدار ہی رہتا تھا۔

شاہ بیدارست حارس خفتہ گیر	جان فدائے خفتگان دل بصیر
شاہ بیدار ہے، محافظ سو بھی گیا ہو	بیدار دل، سوتے ہوؤں پر جان قربان ہے

یعنی بادشاہ کو بیدار اور پاسبان کو سویا ہوا فرض کرو ہماری جان ان سوئے ہوؤں پر فدا ہو جن کا دل بصیر ہے مطلب یہ کہ قاعدہ تو یہ ہے کہ چوکیدار جاگتا ہے اور بادشاہ سوتا ہے مگر یہاں قلب جو کہ مشابہ بادشاہ کے ہے جاگتا ہے اور آنکھ جو کہ مثل پاسبان کے ہے سوتی ہے یہ عجیب الٹی بات ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

وصف بداری دل اے معنوی	مے نگنجد در ہزاران مثنوی
اے معنی کو سمجھنے والے! دل کی بیداری کا وصف	ہزاروں مثنویوں میں بھی نہیں سما سکتا

یعنی اے معنوی بیداری دل کا وصف تو ہزاروں مثنویوں میں بھی نہ سماوے گا لہٰذا اس کو یہیں تک بیان کر کے آگے پھر ان ساحروں کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چون بدیدندش کہ خفت ست او دراز	بہر دزدی عصا کردند ساز
جب انہوں نے ان کو پیر پھیلائے سوتے دیکھا	انہوں نے لاٹھی چرانے کی تیاری کی

یعنی جب انہوں نے دیکھا کہ وہ لمبے لمبے سورہے ہیں تو عصا کے چرانے کا سامان کیا۔

ساحران قصد عصا کردند زود	کز پسش باید شدن آنگہ ربود
جادو گروں نے فوراً لاٹھی کا قصد کیا	کہ پیچھے سے جانا چاہیے اور اس کو اڑا لینا (چاہیے)

یعنی ساحروں نے جلدی سے عصا (کے چرانے) کا قصد کیا کہ ان کے پیچھے سے جانا چاہئے اور اس کو اچک لینا چاہئے اس لئے کہ سامنے جانے سے تو خوف تھا کہ وہ شاید جاگتے ہوں تو دیکھ لیں لہذا یہ تدبیر کی۔

اند کے چون بیشتر کردند ساز	اندر آمد آن عصا در اہتزاز
جب آگے (بڑھنے کا) تھوڑا سا قصد کیا	وہ لاٹھی حرکت میں آ گئی

یعنی جب تھوڑا سا زیادہ سامان کیا تو وہ عصا ہلنے میں آیا یعنی جب وہ ذرا اور قریب پہنچے تو اس عصا نے ہلنا شروع کیا۔

آنچنان برخود بلرزید آن عصا	کان دو برجا خشک گشتند از وجا
لاٹھی نے خود بخود اس طرح جھرجھری لی	کہ وہ دونوں خوف سے (اپنی) جگہ پر خشک ہو گئے

یعنی وہ عصا خود بخود اس طرح ہلا کہ وہ دونوں اپنی جگہ ہی پر ڈر کے مارے سوکھ گئے۔

بعد ازان شد اژدہا و حملہ کرد	ہر دو آن بگریختند و روئے زرد
اس کے بعد وہ اژدھا بن گئی اور اس نے حملہ کر دیا	دونوں بھاگے اور ان کا چہرہ زرد (تھا)

یعنی جب اس (ہلنے) کے وہ اژدہا ہو گیا اور اس نے حملہ کیا تو وہ دونوں روئے زرد ہو کر بھاگے روئے زرد ہو کر بھاگنے سے مراد خائف ہو کر بھاگنا ہے۔

رودر افتادن گرفتند از نہیب	غلط غلطان منہزم اندر نشیب
خوف سے انہوں نے منہ کے بل گرنا شروع کر دیا	لوٹتے پوٹتے ہر گڑھے میں پسپا ہوتے ہوئے

یعنی انہوں نے ڈر کے مارے گرنا شروع کیا اور لڑکتے پڑکتے نشیب میں بھاگنے والے یعنی نشیب میں کو بھاگ رہے تھے تاکہ اس اژدہا کی نگاہ سے اوجھل ہو جاویں۔

پس یقین شان شد کہ ہست از آسمان	زانکہ میدیدند حد ساحران
تو ان کو یقین ہو گیا کہ وہ (طاقت) آسمانی ہے	اس لئے کہ انہوں نے جادوگروں کی انتہا کو دیکھا تھا

یعنی پس ان کو یقین ہو گیا کہ آسمان ہی سے ہے اس لئے کہ انہوں نے ساحروں کی حد تو دیکھی تھی مطلب یہ کہ وہ

سحر کو تو پہچانتے تھے اور اس میں وہ علامات نہیں تھیں لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

پس ازین رو علم سحر آموختن	نیست ممنوع و حرام و ممتہن
لہٰذا اس حیثیت سے جادو کا علم سیکھنا	ممنوع اور حرام اور ذلیل نہیں ہے

یعنی اس حیثیت سے علم سحر کو سیکھ لینا ممنوع اور حرام اور ممتہن نہیں ہے یعنی اس نیت سے کہ حق و باطل میں تمیز ہو جاوے اگر سحر کو کوئی سیکھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے ہاں اس کے مقتضا پر عمل نہ کرے جیسے کہ فلسفہ کو پڑھا جاوے کہ ان لوگوں کے جواب دینگے مگر اس پر عمل نہ کرے مولانا خود اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

بہر تمیز حق از باطل نکوست	سحر کردن شد حرام اے مرد دوست
حق کو باطل سے جدا کرنے کے لئے اچھا ہے	اے دوست جا! جادو کرنا حرام ہے

یعنی حق کو باطل سے تمیز دینے کے لئے تو اچھا ہے (مگر) اے دوست سحر کرنا حرام ہے یعنی اس پر عمل نہ کرے صرف اس کی حقیقت کے معلوم کرنے کو سیکھ لے خیر جب وہ بھاگے تو ان کی یہ حالت ہوئی کہ۔

بعدازان اطلاق وتپ شان شد پدید	کار شان تا نزع و جان کندن رسید
اس کے بعد ان کو دست آئے اور بخار آ گیا	ان کا معاملہ نزع اور جان کنی تک پہنچ گیا

یعنی بعد اس کے ان کو (ڈر کی وجہ سے) دست اور بخار ہو گیا اور ان کا کام نزع اور جان کنی تک پہنچ گیا۔

پس فرستادند مردے در زمان	سوئے موسیٰؑ از برائے عذر آن
تو انہوں نے فوراً ایک آدمی بھیجا	(حضرت) موسیٰ کے پاس اس معذرت کے لئے

یعنی بس انہوں نے اسی وقت اس فعل کی عذر خواہی کے لئے موسیٰ علیہ السلام کے پاس آدمی بھیجا۔

کامتحان کردیم مارا کے رسد	امتحان تو اگر نبود حسد
کہ ہم نے آزمایا' ہمیں کب حق تھا	آپ کے آزمانے کا' اگر حسد نہ ہوتا

یعنی کہ ہم نے امتحان کیا تو ہم کو آپ کا امتحان کرنا کب لائق تھا اگر حسد نہ ہوتا مطلب یہ کہ ہم نے جو یہ امتحان کیا یہ اسی لئے تھا کہ ہمارے قلب میں آپ کی طرف سے کینہ تھا ورنہ اس امتحان کی کیا ضرورت تھی تو چونکہ ہم سے یہ خطا ہو گئی ہے لہٰذا ہم اب معافی کے خواستگار ہیں۔

مجرم شاہیم مارا عذر خواہ	اے تو خاص الخاص درگاہ الٰہ
ہم شاہی مجرم ہیں' ہماری عذر خواہی کر دیجئے	آپ خدا کی بارگاہ کے خاص الخاص ہیں

یعنی ہم مجرم شاہ ہیں آپ ہماری عذر خواہی فرماویں اے وہ شخص کہ آپ درگاہ خداوندی کے خاص الخاص ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

درگزر از ما کہ ما کردیم بد	اے ترا الطاف و فضل بے عدد
ہم نے برا کیا ہمیں معاف کر دیجئے	اے وہ کہ آپ کی مہربانیاں اور بزرگی بے شمار ہے

یعنی ہم سے درگزر فرمایئے اس لئے کہ ہم نے برا کیا ہے اے وہ کہ آپ کے الطاف اور فضل بے نہایت ہیں غرضکہ ان بے چاروں نے بہت ہی عذر خواہی کی۔

عفو کردو در زمان نیکو شدند	پیش موسیٰ برزمین سرمی زدند
انہوں نے معاف کر دیا اور وہ فوراً اچھے ہو گئے	(حضرت) موسیٰ کے سامنے سر پٹختے تھے

یعنی موسےٰ علیہ السلام نے معاف فرمادیا تو وہ اسی وقت اچھے ہو گئے اور موسے علیہ السلام کے آگے زمین پر سر مارتے تھے یعنی بہت ہی شرمندگی اور عاجزی کا اظہار کر رہے تھے۔

گفت موسیٰ عفو کردم اے کرام	گشت بر دوزخ تن وجاں تان حرام
(حضرت) موسیٰ نے فرمایا اے شریفو! میں نے معاف کیا	تمہارا جسم اور روح دوزخ پر حرام ہو گئی ہے

یعنی موسےٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے کرام میں نے تو معاف کر دیا اور اب دوزخ تمہاری جان اور تن پر حرام ہو گئی یعنی آپ نے ان کو مغفور و مرحوم ہونے کی بشارت دی مگر ان کی شرمندگی اس سے نہ گئی اس لئے کہ اب تو ان کو موسےٰ علیہ السلام کی قدر ہو گئی تھی تو ان کی تسلی کے لئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

من شمارا خود ندیدم اے دو یار	اعجمی سازید خود راز اعتذار
اے دو دوستو (گویا) میں نے تمہیں دیکھا ہی نہیں	عذر خواہی سے اپنے آپ کو گونگا بنا لو

یعنی اے دونوں یارو میں نے تو تم کو دیکھا بھی نہ تھا تم اس عذر خواہی سے اپنے کو اعجمی بنا لو مطلب یہ کہ اب اس عذر خواہی میں اس قدر مبالغہ مت کرو اس لئے کہ زیادہ سخت بات تو اس وقت ہوتی جبکہ میں تم کو دیکھتا اور میرا دل دکھتا مگر اب تو مجھے خبر بھی نہ ہوئی تم نے جب کہا ہے تب خبر ہوئی ہے لہذا بس عذر خواہی کو ختم کرو کہ ہو چکی آگے فرماتے ہیں کہ ایک بات یہ کرنا کہ۔

ہمچنان بیگانہ شکل و آشنا	درنبرد آئید پیش بادشاہ
اسی طرح (بظاہر) اجنبی صورت اور (بباطن) دوست	بادشاہ کے سامنے مقابلے پر آ جاؤ

یعنی اسی طرح بیگانوں جیسے شکل اور (اصل میں) آشنا ہو کر بادشاہ کے مقابلہ میں آنا۔

آنچہ باشد مرشمارا از فنون	جمع آرید از درون واز برون
تمہارے پاس جو بھی کرتب ہوں	اندر اور باہر سے اکٹھے کر لو

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جو کچھ کہ تم کو فنون (جادو) سے (حاصل) ہو اس کو اندر سے باہر سے خوب جمع کرو مطلب یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ تدبیر بتائی کہ اب تم مومن تو ہو گئے مگر اس ایمان کو کسی پر ظاہر مت کرو بلکہ اسی طرح بیگانوں کی طرح آ کر مجھ سے مقابل ہونا اور اپنے کرتب خوب دکھانا اس کے بعد میں تم کو مغلوب کروں گا پھر سب کے سامنے ایمان کو ظاہر کرنا تو اس میں مصلحت یہ ہے کہ اور لوگوں کو بھی ترغیب ایمان کی ہوگی پس یہ سن کر وہ چلدیئے۔

شہروں سے ساحروں کا فرعون کے سامنے جمع ہونا اور اس سے خلعتیں پانا اور موسیٰ علیہ السلام کے مغلوب کرنے پر سینہ پر ہاتھ مارنا اور کہنا کہ اس کام کا دفعیہ ہم سے سمجھو

پس زمین را بوسہ دادند و شدند	انتظار وقت فرصت مے بدند
پھر انہوں نے زمین کو بوسہ دیا اور روانہ ہو گئے	فرصت کے وقت کے منتظر تھے

یعنی ان دونوں نے زمین کو بوسہ دیا اور چلدیئے اور وقت فرصت کے منتظر رہے (وہ وقت فرصت یہ تھا کہ)

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اب مولانا پھر قصہ خواب کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس مردہ نے کہا کہ بیٹا جب ساحر سو جاتا ہے تو اس کا کام بے رونق اور بے آب وتاب ہو جاتا ہے یہ سن کر وہ دونوں اس کی قبر سے مصر کی طرف اس جنگ عظیم کے لئے تیزی کے ساتھ روانہ ہو گئے جب وہ اس کام کے لئے مصر میں آئے تو انہوں نے موسےٰ علیہ السلام اور ان کے دولت خانہ کو تلاش کیا اتفاق ایسا ہوا کہ جس روز وہ آئے اس روز موسےٰ علیہ السلام ایک کھجور کے درخت کے نیچے سو رہے تھے جب انہوں نے لوگوں سے دریافت کیا تو انہوں نے ان کو پتہ یہ بتایا کہ اس وقت وہ نخلستان میں ملیں گے وہاں تلاش کرو یہ سن کر وہ نخلستان میں آئے تو معلوم ہوا کہ وہ سو رہے ہیں لیکن یاد رکھو کہ ان کی روح سوئی ہوئی نہ تھی بلکہ وہ بیدار تھی مگر ان کی جسمانی آنکھیں بند تھیں اس لئے ان کو ایک ایسے معشوق سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جو جاگتا ہو مگر ناز سے آنکھیں بند کر لے وہ سونے کی حالت میں عرش و فرش سب کو بچشم قلب دیکھ رہے تھے ان کی تو یہ حالت تھی کہ سوتے میں بھی جاگ رہے تھے اور بہت سے ایسے بھلے مانس ہیں کہ جاگتے میں بھی سوتے ہیں یعنی ان کی چشم قلب بند ہے اور جسمانی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں لیکن بے چارے جسمانی لوگوں کی آنکھیں کھلی ہو کر بھی کیا خاک دیکھ سکتے ہیں لیکن اگر یوں کہا جاوے کہ وہ ظاہر ابھی سو رہے ہیں اور باطناً بھی تب بھی ایک حد تک صحیح ہے کیونکہ یہ بیداری بھی بمنزلہ خواب کے ہے برخلاف ان لوگوں کے جن کا دل جاگتا ہے کیونکہ ایسے لوگوں کا سونا بھی مثل بیداری کے ہے کیونکہ اگر جسمانی آنکھیں بند ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاتی ہیں تو روحانی آنکھیں بجائے ان دو کے سو کھل جاتی ہیں پس جب اہل دل کی فضیلت معلوم ہوگئی تو اب تم اپنی حالت کو دیکھو اگر تم اہل دل نہیں ہو تو سونے کا موقع نہیں بلکہ تم کو ذکر اللہ کے لئے راتوں کو جاگنا چاہئے اور اصلاح قلب اور مخالفت نفس و شیطان کرنا چاہئے اور اگر تمہارا دل بیدار ہو چکا ہے تو مزے سے پاؤں پھیلا کر سوؤ اب تمہاری چشم قلب سے کوئی معتدبہ چیز غائب نہ ہوگی نہ کم نہ زیادہ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سونے کی حالت میں میری آنکھ سوتی ہے دل نہیں سوتا اور جبکہ بادشاہ یعنی دل بیدار ہو اور محافظ یعنی جسم سوتا ہو تو سویا کرے کیا مضائقہ مصیبت تو جب ہے کہ بادشاہ سو جاوے ارے وہ لوگ قربان ہو جانے کے قابل ہیں جو سوتے ہوں مگر قلوب ان کے مشاہدہ جمال حق میں مصروف ہوں واقعی بات یہ ہے کہ بیداری قلب بڑی دولت ہے اگر اس کی تعریف کی جاوے تو ہزاروں مثنویاں بھی اس کے لئے کافی نہ ہوں اس لئے ہم اس کو مختصر کرتے ہیں اور اصل قصہ بیان کرتے ہیں جبکہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ پاؤں پھیلائے سو رہے ہیں تو عصا کو چرانے پر اتفاق کیا اس کے بعد اس کو چرانے کا قصد کیا اور چاہا کہ پیچھے سے جا کر چپکے سے اڑا لیں جونہی وہ کسی قدر آگے بڑھے فوراً عصا کو جنبش شروع ہوئی وہ کچھ اس طرح سے ہلا کہ اس کو دیکھتے ہی وہ دونوں خوف سے سوکھ گئے اس کے بعد وہ اژدہا بنا اور ان پر حملہ کیا تو وہ بھاگے اور مارے خوف کے چہروں کی رنگت زرد ہوگئی۔ فرط دہشت سے اچھی طرح بھاگ بھی نہ سکتے تھے بلکہ گر گر پڑتے تھے مگر وہ گرتے پڑتے کسی نشیب کے اندر بھاگ ہی گئے اب تو ان کو یقین ہو گیا کہ یہ تصرف حق سبحانہ ہے اس لئے کہ وہ ماہر فن تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ بات ساحروں کی طاقت سے باہر ہے پس اگر کوئی جادو اس غرض سے سیکھے کہ تصرف حق سبحانہ اور تصرف جادوگران میں امتیاز کر سکے تو نہ ممنوع و حرام ہے اور نہ ذلیل کام خیر یہ تو استطراداً مذکور ہو گیا اب سنو کہ اس کے بعد ان کی کیا حالت ہوئی وہ بھاگ تو گئے مگر ان کو دست لگ گئے اور بخار چڑھ آیا۔ حتیٰ کہ قریب المرگ ہو گئے جب یہ حالت ہوئی تو کسی شخص کو فوراً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس معذرت کے لئے بھیجا اور کہا کہ ہم نے آپ کا امتحان کیا لیکن اگر فی الجملہ حسد کی آمیزش نہ ہوتی تو ہم کو آزمائش کب زیبا تھی پس ہمارے حسد نے یہ نوبت پہنچائی پس اے درگاہ حق سبحانہ کے خاص الخاص بندے ہم اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہیں آپ ہم کو معاف فرما دیں موسیٰ علیہ السلام نے ان کا قصور معاف کر دیا اور وہ اچھے ہو گئے اس کے بعد خود حاضر خدمت ہوئے اور نہایت تعظیم و تکریم کی اور کہا کہ ہم نے بری حرکت کی آپ ہم کو معاف فرما دیں آپ کے الطاف و افضال بے حد و نہایت ہیں لہٰذا اس خطا کو معاف کر دینا آپ کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے معاف کیا اور میں تم کو خوشخبری دیتا ہوں کہ اب تم پر دوزخ حرام ہو گئی ہے کیونکہ تم مسلمان ہو گئے ہو میں نے تم کو دیکھا بھی نہیں تھا پس اب تم معذرت کو بالکل بھول جاؤ اب میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم بادشاہ کے سامنے مقابلہ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

یوں آنا چاہیے کہ تم مجھے جانتے ہی نہیں اور اپنے ہنر خوب دکھلانا اور بالکل کمی نہ کرنا کیونکہ اس سے فرعون پر کافی طور پر حجت قائم ہوگی ورنہ وہ خیال کرے گا کہ اگر یہ لوگ پوری کوشش کرتے تو میں غالب ہوسکتا تھا لیکن یہ کمبخت دشمن سے مل گئے اور اپنے ہم پیشہ کی رعایت کر کے مجھے شکست دلادی یہ سن کر وہ آداب بجالا کر روانہ ہو گئے اور موقع کے منتظر رہے۔

شرح شبّیری

تا بفرعون آمدند آن سحران	داد شان تشریفہائے بیکران
وہ جادوگر فرعون کے پاس آئے	ان کو اس نے لاتعداد خلعتیں دیں

یعنی یہاں تک کہ وہ سب ساحر فرعون کے پاس آئے تو اس نے ان کو بے انتہا خلعتیں دیں۔

وعدہا شان کرد و پیشین ہم بداد	بندگان واسپان ونقد وجنس وزاد
ان سے وعدے کئے اور پیشگی بھی دیئے	غلام اور گھوڑے اور نقد اور جنس اور توشہ

یعنی ان سے فرعون نے وعدے بھی کئے اور پیشگی بھی غلام اور گھوڑے اور نقد اور جنس اور توشہ (خوب) دیا۔

بعد ازان شان گفت ہیں اے سابقان	گر فزون آئید اندر امتحان
اس کے بعد اس نے کہا آگاہ! اے ماہرو!	اگر تم امتحان میں بازی لے گئے

یعنی اس کے بعد ان سے بولا کہ اے سبقت لے جانے والو اگر تم امتحان میں غالب آگئے تو۔

برفشانم برشما چندین عطا	کہ بدرد پردۂ جود و سخا
تم پر اس قدر عطا نثار کروں گا	کہ بخشش اور عطا کا پردہ چاک ہو جائے گا

یعنی تم پر اس قدر عطا کروں گا کہ وہ جود وسخا کے پردہ کو بھی پھاڑ دے گی مطلب یہ کہ جود وسخا سے بھی وہ عطا بڑھ جاوے گی جود وسخا کو ایک پردہ فرض کر کے اس سے عطا کو بڑھاتے ہیں جب اس کو پردہ فرض کیا تو اس سے جب ہی بڑھ سکتی ہے جبکہ اس پردہ کو پھاڑے لہذا کہہ دیا کہ بدرد پردۂ الخ غرضکہ اس نے کہا کہ بے انتہا مال و دولت دوں گا سبحان اللہ ذرا آپ کی خدائی ملاحظہ ہو کہ جن کو کل بندے کہتا تھا آج ان ہی سے امداد کا قائل ہے تف ہے ایسے خدا پر اور اس کی خدائی پر نعوذ باللہ منہ۔

پس بگفتندش باقبال تو شاہ	غالب آئیم و شود کارش تباہ
تو انہوں نے کہا کہ اے شاہ! آپ کے اقبال سے	ہم جیتیں گے اور اس (موسیٰ) کا کام تباہ ہو گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بس انہوں نے اس سے کہا کہ اے بادشاہ آپ کے اقبال سے ہم ہی غالب آ دیں گے اور ان کا (موسےٰ علیہ السلام کا) کام تباہ ہوگا اس مضمون کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قالوا بعزۃ فرعون انا لنحن الغالبون بعزۃ کا ترجمہ باقبال ہی کرنا بہتر ہے اور بولے کہ۔

کس ندارد پائے ما اندر جہان	مادرین فن صفدریم و پہلوان
ہمارا ہم رتبہ دنیا میں کوئی نہیں ہے	ہم اس فن میں صف شکن اور پہلوان ہیں

یعنی ہم اس فن میں صف شکن (کامل) ہیں اور پہلوان ہیں اور جہان میں ہمارا مرتبہ کوئی نہیں رکھتا۔ مطلب یہ کہ ہم سب سے بڑھے ہوئے ہیں آج کوئی ہمارے مقابلہ کا نہیں ہے مولانا نے اس حکایت کو یہیں تک بیان فرمایا ہے آگے کہیں پورا نہیں کیا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مولانا کو حکایت مقصود ہی نہیں ہے بالکل اسی طرح قرآن شریف میں بھی ہے کہ قصص پورے پورے بیان نہیں کیے گئے بلکہ اسی قدر بیان کیا گیا ہے جس قدر سے کہ نتیجہ نکل سکے اسی طرح مولانا نے اس کو یہاں تک فرما کر آگے اس مضمون کو جو کہ اس سے مقصود ہے اور جو اس سے نتیجہ اخذ ہوتا ہے بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: القصہ جادوگر فرعون کے پاس آئے اس نے ان کو اولاً بیش بہا خلعت عطا کیے اور وعدے بھی کیے اور بہت کچھ غلام گھوڑے نقد وجنس کھانے وغیرہ پیشگی بھی دیئے اس کے بعد ان سے کہا کہ اے شائقان فتحمندی یافن جادوگری انعام واکرام اگر تم اس آزمائش میں کامیاب ہوئے اور موسیٰؑ سے بڑھ گئے تو میں تم کو اس قدر انعام دوں گا کہ جود وسخا کی حد سے بھی تجاوز کر جاوے گا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ حضور کے اقبال سے ہم یقیناً غالب ہوں گے اور حریف کو کامل شکست ہوگی ہم تو اس فن میں صف شکن اور پہلوان ہیں عالم میں ہمارے مقابلہ کی کسی کو تاب نہیں موسےٰؑ بے چارہ کیا کرے گا۔

شرح شبیری

کاین حکایتہاست کہ پیشین بدست	ذکر موسیٰ بند خاطر ہا شدست
کیونکہ اس قسم کے قصے پہلے بھی ہوئے ہیں	موسیٰ کا ذکر دلچسپی (کا موجب) بن گیا ہے

یعنی موسےٰ علیہ السلام کا ذکر قلوب کے لئے قید ہوگیا ہے کہ یہ حکایتیں ہیں ان کی جو کہ پہلے تھے مطلب یہ کہ لوگ صرف حکایت وذکر موسیٰ کو دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ تو پہلوں کی حکایتیں ہیں جو کہ گزر چکے ہیں اب

www.besturdubooks.wordpress.com

ان کا کوئی اثر نہیں ہے حالانکہ۔

ذکر موسیٰ بہر روپوش است ولیک	نور موسیٰ نقد تست اے مرد نیک
موسیٰ کا تذکرہ منہ چھپانے کیلئے ہے لیکن	اے بھلے آدمی موسیٰ کا نور تیرا مقصود ہے

یعنی ذکر موسیٰ علیہ السلام تو ایک روپوش ہے دیکن نور موسیٰ تمہاری جان کا نقد ہے اے یار نیک مطلب یہ کہ یہ ذکر موسےٰ تو ایک واسطہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے ان کی حالت کو ظاہر کیا جاتا ہے یہ صرف پردۂ ذکر حالات موسوی ہے ورنہ وہ نور جو کہ موسےٰ علیہ السلام کے اندر تھا تمہارے اندر بھی موجود ہے اور وہ ملکات حسنہ درجہ استعداد میں تمہارے اندر موجود ہیں ان کو حاصل کرو اور ان کو ترقی دو۔

موسیٰ و فرعون در ہستی تست	باید این دو خصم را در خویش جست
موسیٰ اور فرعون تیرے وجود میں ہیں	ان دو مقابل شخصیتوں کو اپنے اندر تلاش کرنا چاہئے

یعنی موسےٰ و فرعون خود تمہارے اندر موجود ہیں تو ان دونوں متخاصمین کو اپنے اندر تلاش کرنا چاہئے موسیٰ سے مراد ملکات حسنہ اور فرعون سے ملکات سیئہ مطلب یہ کہ خود تمہارے اندر ملکات حسنہ اور سیئہ دونوں موجود ہیں تو تم کو چاہئے کہ اپنے اندر ان دونوں چیزوں کو تلاش کرو اور ایک کو مغلوب اور دوسرے کو غالب کرو اب چونکہ یہاں شبہ ہوتا تھا کہ اب موسےٰ علیہ السلام کا نور کہاں ہے وہ تو مدت ہوئی کہ گزر گئے ہیں اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

تا قیامت ہست از موسیٰ نتاج	نور دیگر نیست دیگر شد سراج
موسیٰ کا سلسلہ قیامت تک کے لئے ہے	روشنی دوسری نہیں ہے چراغ دوسرا ہے

یعنی موسےٰ علیہ السلام سے قیامت تک تولد ہوگا تو نور دوسرا نہیں ہے ہاں چراغ دوسرا ہو گیا ہے مطلب یہ کہ قیامت تک موسیٰ علیہ السلام کی اولاد معنوی باقی رہے گی اور وہ نور موسوی قیامت تک قائم رہے گا تو جب ان کی اولاد معنوی قیامت تک باقی ہے تو ان کا وہ نور بھی اسی طرح باقی ہے اور تمہارے اندر بھی موجود ہے اس لئے کہ تم بھی مسلمان ہو ہاں بوجہ تشخص بدل جانے کے ایسا ہو گیا ہے کہ جیسے دو چراغ ہوں کہ ان کا جو نور ہے وہ بالنوع تو ایک ہی ہے صرف تشخص بدل گیا ہے اسی طرح تمہارے اندر بھی بالنوع تو وہی نور ہے ہاں تشخص کے بدل جانے سے تشخصات مختلف ہو گئے ہیں مگر ہیں سب اسی کی افراد آگے اور توضیح فرماتے ہیں کہ۔

این صفال و این فتیلہ دیگر است	لیک نورش نیست دیگر زان سرست
یہ دیولا اور یہ بتی دوسری ہے	لیکن اس کا نور دوسرا نہیں وہی ہے

یعنی یہ چراغ اور یہ فتیلہ دوسرا ہے لیکن نور اس کا دوسرا نہیں ہے وہ اسی طرح سے ہے سفال و فتیلہ سے مراد تشخص انسانی مطلب وہی کہ صرف تشخصیات بدل گئے ہیں ورنہ تمہارے اندر بھی وہی نور ہے جو کہ موسیٰ

www.besturdubooks.wordpress.com

علیہ السلام میں تھا اور وہ نور بھی غیب سے تھا اور یہ بھی یہاں تو مولانا نے اس نور کو تُھا دو اور حقیقۃً ایک کہا تھا آگے اور ترقی فرما کر کہتے ہیں کہ۔

گر نظر در شیشہ داری گم شوی	زانکہ از شیشہ است اعداد دوئی
اگر تو نے شیشہ پر نظر رکھی تو گم ہو جائے گا	کیونکہ شیشہ سے تعدد اور دوئی پیدا ہوتی ہے

یعنی اگر تم نظر شیشہ میں رکھو تو گم ہو گئے اس لئے کہ تعدد اور دوئی تو شیشہ ہی کی وجہ سے ہے۔

در نظر برنور داری وارہی	از دوئی و اعداد جسم اے منتہی
اگر تو نور پر نظر رکھے گا' نجات پا جائے گا	اے باکمال! جسم کی دوئی اور تعدد سے

یعنی اور اگر نظر نور پر رکھو گے تو دوئی اور تعدد سے چھوٹ جاؤ گے اے منتہی۔ مطلب یہ کہ مثلاً ایک لیمپ کسی لالٹین کے اندر رکھا ہوا ہے تو جس شخص کی نظر اس لالٹین کے شیشوں پر پڑ رہی ہے وہ تو سمجھتا ہے کہ ایک نور اس طرف ہے اور دوسرا نور اس طرف اور تیسرا نور اس طرف علیٰ ہذا اور جو کہ خود اس لیمپ کو دیکھ رہا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ نور خود بذاتہ تو ایک ہی ہے مگر یہ سب اس کے مظاہر ہیں کہ یہ اس طرف سے بھی نظر آ رہا ہے اور اس طرف سے بھی علٰے ہذا تو اسی طرح وہ نور حق اپنی ذات کے اعتبار سے تو واحد ہی ہے جیسا کہ معلوم ہے مگر اس کے مظاہر مختلف ہیں لہذا ظاہر نظر میں وہ نور متعدد معلوم ہوتا ہے مگر اصل میں وہ ایک ہی ہے تو اوپر تو اس نور کو بھی تھا متعدد کیا تھا یہاں پر اس نور کو بھی ایک فرما دیا۔ صرف اس کے مظاہر مختلف ہو رہے ہیں اسی لئے مسلمانوں میں مختلف فرقے ہیں اور یہ سب مظاہر اسماء کے ہیں کوئی کسی اسم کا ظہور ہے اور دوسری میں دوسرے کا مگر ہیں سب مظاہر حق ہی اب یہاں بھی مولانا نے مسلمانوں ہی کی بابت فرمایا کہ ان میں مختلف مظاہر کی وجہ سے مختلف فرقے ہو رہے ہیں آگے اس سے بھی ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

از نظر گاہ است اے مغز وجود	اختلاف مومن و گبر و جہود
اے خلاصہ کائنات! نقطۂ نظر کی وجہ سے ہے	مومن اور آتش پرست اور یہودی کا اختلاف

یعنی اے مغز موجودات (یعنی انسان) یہ مومن و گبر و جہود کا اختلاف نظر گاہ کی وجہ سے ہو رہا ہے مطلب یہ ہے کہ مومنین میں تو وہ نور ایک ہے ہی مگر اس سے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ کفار میں بھی وہی نور ہے اور مومنین اور کافرین میں جو اختلاف ہو رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نظر گاہ مختلف ہے کسی کی نظر کہیں پہنچی اور کسی کی کہیں پس بجز مومن کے اور سب کی نظر غلط پہنچ گئی تو اگر سب کی نظر صحیح ہوتی تو پھر اختلاف کیوں ہوتا اس لئے کہ وہ ذات تو ایک ہی ہے یا اگر ذات تو مختلف ہوتی تب بھی اس قدر اختلاف نہ ہوتا اس لئے کہ ہر شخص اس نور کو اپنے کے لئے ثابت کرتا اختلاف تو زیادہ اسی وجہ سے ہو رہا ہے کہ باوجود یکہ وہ ذات ایک ہی ہے پھر اس کے بیان میں

اختلاف ہو رہا ہے کوئی اس کو کسی طرح تعبیر کر رہا ہے کوئی کسی طرح اور وہ ایک ہی ہے تو بس جب وہ نور واحد ہے تو وہ تو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا وراس ہمیشگی کے ضمن میں ہم بھی داخل ہیں لہذا وہ نور ہمارے اندر بھی موجود ہے لہذا چاہیئے کہ اس نور کو حاصل کریں اور اس کو غالب کریں آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ چند آدمیوں نے ہاتھی کو تاریکی میں ہاتھ سے چھو کر دیکھا تو کسی نے اس کو ستون کی طرح بتایا اور کسی نے کسی طرح اس لئے کہ جہاں جس کا ہاتھ لگا وہ اس کو سارے کو ویسا ہی سمجھا اس لئے کہ ایک ہاتھ سارے ہاتھی کا احاطہ تو کر ہی نہیں سکتا اسی طرح ہماری نظر کنہ ذات کا تو احاطہ کر ہی نہیں سکتی لہذا جہاں تک جس کی نظر پہنچی اس نے ویسا بیان کیا اس لئے یہ سارا اختلاف واقع ہوا ہے اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: قصہ بیان کرنے کے بعد مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صورت قصہ موسیٰ میں تمہارا دل پھنس کر رہ گیا ہے اور تم نے سمجھ لیا ہے کہ یہ قصے ہیں جو گزر چکے ہیں لیکن یہ تمہاری غلطی ہے تم کو اس میں امور ذیل کا لحاظ رکھنا چاہئے اول یہ کہ صورت محض روپوشی کے لئے ہے ورنہ تمہارا حصہ اس میں سے نور موسیٰ ہے یعنی اس سے عبرت حاصل کر کے تم کو بھی اسی قسم کا نور حاصل کرنا چاہئے جو موسےٰ علیہ السلام کو حاصل تھا یعنی معرفت حق سبحانہ دوم یہ کہ موسیٰ و فرعون خود تیرے اندر بھی موجود ہیں یعنی نفس و روح پس تجھ کو ان کو اپنے اندر ڈھونڈنا چاہئے اور موسےٰ روح کی حمایت کر کے فرعون نفس کو شکست دینی چاہئے تیسرے یہ کہ موسےٰ صرف وہی نہ تھے جو گزر گئے بلکہ موسےٰ قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے اور اہل اللہ کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا پس تجھ کو ان کے ساتھ وہ برتاؤ نہ کرنا چاہئے جو فرعون نے موسےٰ معروف کے ساتھ کیا تھا بلکہ ان کی طاعت کرنا چاہئے اہل اللہ کو ہم نے موسےٰ اس لئے کہا کہ موسےٰ اپنی جسمیت کے لحاظ سے موسےٰ نہ تھے کیونکہ جسمیت کے لحاظ سے ان میں اور دیگر لوگوں میں امتیاز نہیں بلکہ وہ نور حق سبحانہ تھا جس نے موسےٰ کو موسےٰ بنایا تھا اور وہی نور اپنی قدر مشترک کے لحاظ سے ان میں بھی موجود ہے گو خصوصیات مخصہ کے ذریعہ سے ان میں فرق بھی ہوا اس لئے وہ بھی حکماً موسےٰ ہونگے چراغ بتی یعنی اجسام متعدد سہی مگر شعلہ یعنی نور حق سبحانہ تو سب میں ایک ہے لہذا ان کو متحد کہنا کچھ بے جا نہیں اب ہم تم کو اس سے بھی زیادہ واضح مثال سے سمجھاتے ہی مثلاً اگر ایک چراغ روشن ہو اور اس کا عکس مختلف شیشوں میں نظر آتا ہو پس اس صورت میں اگر تم شیشوں کے تعدد پر نظر کر کے نور کو متعدد کہو گے تو یہ تمہاری غلطی اور راہ ثواب سے گم شدگی ہوگی کیونکہ تعدد فی الحقیقت نور میں نہیں بلکہ شیشوں میں ہے اور اگر نور کو دیکھو گے تو ہم تعدد و اثنینیت سے رہائی پاؤ گے اور ٹھیک راستہ پر چلو گے یوں ہی افراد اہل اللہ بھی بمنزلہ متعدد شیشوں کے ہیں جن میں حق سبحانہ کا نور واحد جلوہ نما ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

تعدد محال سے متعدد نظر آتا ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب یہ مسئلہ صاف ہو گیا کہ دیگر اہل اللہ بھی موسے ہیں۔ (لیکن اس اتحاد سے سب کے نبی اور رسول ہونے کا شبہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ اول تو یہ مثال تقریبی ہے تحقیقی نہیں لہذا مثال کے کل احکام کا مثل لہ کے لئے ثابت کرنا بھی صحیح نہ ہوا اس کے علاوہ مثال میں بھی من کل الوجوہ اتحاد نہیں کیونکہ شیشوں کے تکدر اور شفافی کے اختلاف سے نیز ان کے رنگوں کے مختلف ہونے سے مرطبہ ظہور میں اس نور میں اختلاف ہو جاوے گا کہیں وہ زیادہ روشن ہو گا کہیں کم کہیں اس سے کم کہیں سرخ ہو گا کہیں سبز کہیں زرد کہیں سفید پس نور حق سبحانہ میں اختلاف ہے کہیں وہ نور نبوت ہے کہیں نور ولایت کہیں کم ہے کہیں زیادہ لیکن اس اختلاف کو بھی اس اختلاف کی مثال تام نہ سمجھنا چاہئے بلکہ مثال تقریبی سمجھنا چاہئے چونکہ الفاظ اصل حقیقت کو ظاہر نہیں کر سکتے جیسا کہ مولانا بھی جا بجا اس کی شکایت کرتے ہیں اس واسطے مدعا کو ایسے الفاظ میں ظاہر کیا جاتا ہے جس کا مدلول مقصود سے فی الجملہ مناسبت رکھتا ہے یہ بڑی لغزش کی جگہ ہے اس سے ہوشیار رہنا چاہئے اور دھوکا کھا کر گمراہی میں نہ پڑنا چاہئے) چونکہ اختلاف حکم تو حدو تعدد نور اختلاف محال نظر سے پیدا ہوا تھا اسی کی مناسبت سے اسطر ادا ایک اور اختلاف کو بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مومن اور آتش پرست اور یہودی وغیرہ میں جو اختلاف ہے اس کا منشا بھی اختلاف مواقع نظر ہے لیکن مومن کی نظر حقیقت پر ہے اس لئے اس کا حکم واعتقاد صحیح اور وہ مہتدی ہے اور دوسروں کی نظریں غیر حقیقت پر ہیں اس لئے ان کے اعتقادات واحکام غیر صحیح اور وہ گمراہ وضال ہیں آگے اس اختلاف کو ایک مثال سے ظاہر کرتے ہیں مگر یہ مثال بھی تقریبی ہے تحقیقی نہیں دھوکا نہ کھانا چاہئے۔

شرح شبّیری

ہاتھی کی صورت اور اس کی ہیئت میں شب تاریک میں اختلاف کرنا

پیل اندر خانۂ تاریک بود	عرضہ را آوردہ بودندش ہنود
ہاتھی ایک اندھیرے گھر میں تھا	ہندوستانی اس کو پیش کرنے کے لئے لائے تھے

یعنی ہاتھی ایک تاریک گھر میں تھا اس کو ہندی لوگ دکھانے کے لئے لائے تھے۔

از برائے دیدنش مردم بے	اندران ظلمت ہمی شد ہر کسے
بہت سے لوگ اس کو دیکھنے کے لئے	ہر شخص اندھیرے میں گھس آیا

یعنی اس کے دیکھنے کے لئے بہت سے آدمی اس تاریکی میں جارہے تھے ہر ہر شخص۔

دیدنش با چشم چون ممکن نبود	اندر آن تاریکیش کف می بسود
چونکہ اس کا آنکھوں سے دیکھنا ممکن نہ تھا	اندھیرے میں اس پر ہاتھ پھیرتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جبکہ اس کو آنکھ سے (بوجہ تاریکی کے) دیکھنا ممکن نہ تھا تو اس تاریکی میں اس پر ہاتھ ملتے تھے یعنی ہاتھ سے ٹٹول کر دیکھتے تھے۔

آں یکے را کف بخرطوم اوفتاد	گفت ہمچو ناو دانست ایں نہاد
ایک کا ہاتھ اس کے کان پر پہنچا	اس کو وہ پنکھے کی طرح معلوم ہوا

یعنی ایک کا ہاتھ تو سونڈ پر پڑا وہ بولا کہ یہ ذات تو مثل پرنالے کے ہے۔

آں یکے را دست بر گوشش رسید	آں برو چوں باد بیزن شد پدید
ایک کا ہاتھ اس کے کان پر پہنچا	اس کو وہ پنکھے کی طرح معلوم ہوا

یعنی ایک کا ہاتھ اس کے کان پر پڑا تو اس پر وہ ہاتھی مثل ایک پنکھے کے ظاہر ہوا۔

آں یکے را کف چو بر پایش بسود	گفت شکل پیل دیدم چون عمود
ایک کا ہاتھ جب اس کے پیر پر لگا	اس نے کہا میں نے ہاتھی کو ستون جیسا دیکھا ہے

یعنی ایک شخص کا ہاتھ جو اس کے پاؤں پر ملا گیا تو وہ بولا کہ میں نے تو ہاتھ کی شکل مثل ایک ستون کے دیکھی۔

آن یکے بر پشت او بنہاد دست	گفت خود ایں پیل چون تختے بدست
ایک نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھا	اس نے کہا یہ ہاتھی تخت کی طرح کا ہے

یعنی ایک شخص نے ہاتھ اس کی پشت پر رکھا تو وہ بولا کہ یہ ہاتھی تو مثل ایک تخت کے ہے۔

ہمچنیں ہر یک بجزوے کو رسید	فہم آن میکرد ہر جامے شنید
اسی طرح ہر وہ شخص جو کسی ایک عضو تک پہنچا تھا	جہاں کہیں (ہاتھی کا نام) سنتا وہی خیال کرتا

یعنی اسی طرح ہر ایک کہ وہ جس جزو پر پہنچتا تھا وہ اسی کو سمجھتا تھا اور اسی جگہ پر تنا تھا یعنی جو شخص جو سمجھے ہوئے تھا وہ اسی میں مست تھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

از نظر گہ گفت شان شد مختلف	آن یکے دالش لقب داد ایں الف
ان کی بات نقطہ نظر کی وجہ سے مختلف ہوگئی	اس ایک نے اس کو دال کا لقب دیا، اس نے الف کا

یعنی ان کے اقوال نظر گاہ کی وجہ سے مختلف ہو رہے تھے کہ ایک تو اس کو دال کہتا تھا اور وہ الف یعنی مختلف عنوانات سے جو اس کو بیان کر رہے تھے اس کی یہ وجہ تھی کہ جس کی نظر جہاں پہنچی وہ اسی کو ہاتھی سمجھے ہوئے تھا تو دیکھو ایک ہی ذات میں نظر گاہ کے اختلاف سے اختلاف ہو رہا ہے۔

در کف ہر کس اگر شمعے بدے	اختلاف از گفت شان بیروں شدے
ہر ایک کے ہاتھ میں اگر شمع ہوتی	تو ان کی باتوں سے اختلاف دور ہو جاتا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر ہر شخص کے ہاتھ میں ایک شمع ہوتی تو ان کے اقوال سے اختلاف باہر ہو جاتا اس لئے کہ سب اس کے پورے جسم کو دیکھ لیتے آگے فرماتے ہیں کہ۔

چشم حس ہمچوں کف دست ست وبس	نیست کف رابرکل او دسترس
جس کی آنکھ صرف ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے	ہتھیلی کی اس کے مجموعہ پر پہنچ نہیں ہے

یعنی چشم حس بھی مثل کف دست ہی کے ہے اور بس کہ ہاتھ کو تمام جسم پر قدرت نہیں ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ ہاتھ سے ہاتھی کے پورے جسم کا احاطہ نہ کر سکے اور اس وجہ سے اختلاف واقع ہوا اسی طرح یہ ہماری چشم حس بھی حقائق کا احاطہ نہیں کر سکتی بس جس کی نظر جہاں تک پہنچی وہ اس پر رہ گیا تو جب چشم حس سے غلطی ہوتی ہے تو تم کو یہ چاہئے کہ اس سے دیکھنا چھوڑ دو بلکہ چشم حقیقت بین سے نظر کرو کہ حقائق اشیا منکشف ہوں آگے اس چشم حس اور چشم حقیقت بیں کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

جسم دریا دیگرست و کف دگر	کف بہل وز دیدۂ در دریا نگر
دریا کا وجود اور ہے اور جھاگ اور ہیں	جھاگ کو چھوڑ اور آنکھ سے دریا کو دیکھ

یعنی چشم دریا تو اور ہے اور (چشم) کف اور ہے تو کف کو ترک کرو اور چشم تر دریا سے دیکھو۔ دریا سے مراد روح اور کف سے مراد ظاہر جسم وغیرہ مطلب یہ ہے کہ تم اس آنکھ سے دیکھو جو کہ روح بین اور حقیقت بین ہے اور اس ظاہر بین چشم کو چھوڑ دو تب تم کو حقائق اشیاء ظاہر ہوں گی اور اس وقت تم حقیقت بین ہو جاؤ گے۔

جنبش کفہا ز دریا روز و شب	کف ہمی بینی و دریا نے عجب
شب و روز جھاگوں کی حرکت دریا کی وجہ سے ہے	تعجب ہے تو جھاگ کو دیکھتا ہے اور دریا کو نہیں

یعنی کف کی جنبش روز و شب دریا ہی کی وجہ سے ہے تو تم کف کو تو دیکھتے ہو اور دریا کو نہیں دیکھتے تعجب ہے مطلب یہ کہ جس قدر تصرفات اور حرکات جسم کے ہیں یہ سب روح ہی کی بدولت ہیں مگر تعجب یہ ہے کہ تم ان کو تصرفات جسم کو تو دیکھتے ہو مگر ان تصرفات روح پر نظر نہیں کرتے سخت تعجب کی بات ہے آگے دوسری مثال فرماتے ہیں کہ۔

ماچو کشتیہا بہم برمے زنیم	تیرہ چشمیم و درآب روشنیم
ہم کشتیوں کی طرح آپس میں ٹکرا رہے ہیں	ہم اندھی آنکھوں والے ہیں اور صاف دریا میں ہیں

یعنی ہم کشتیوں کی طرح آپس میں لگ رہے ہیں اور خود تیرہ چشم ہیں اور آب روشن میں ہیں یعنی ہماری ایسی مثال ہے کہ جیسے کشتی کہ خود تو اندھی ہوتی ہے مگر ہوتی ہے آب روشن میں اسی طرح ہمارا یہ جسم ظاہری تو اندھا ہے مگر روح کے پاس ہے لیکن اسے خود بھی خبر نہیں ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: ایک ہاتھی ایک تاریک مکان میں تھا ہندوستانی لوگ اسے دکھانے کے لئے لائے تھے اس کے دیکھنے کے لئے بہت سے آدمی گئے ہر شخص اندھیرے میں گھسا چلا گیا چونکہ اندھیرے میں آنکھ سے تو دیکھا نہیں جاسکتا تھا اس لئے ہاتھوں سے ٹٹولتے تھے ایک شخص کا ہاتھ تو اس کی سونڈ پر پڑا اس نے کہا ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے پرنالہ دوسرے کا ہاتھ کان پر پڑا اس نے کہا ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسا پنکھا کسی کا ہاتھ پاؤں پر پڑا اس نے کہا ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسا ستون کسی نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھا اس نے کہا ہاتھی ایسا ہے جیسا تخت غرض یوں ہی ہر شخص اس کو ویسا ہی سمجھتا تھا جیسا وہ عضو جس پر اس ہاتھ پڑتا تھا اور ہر جگہ شیخی مارتا تھا کہ میں نے ہاتھی دیکھا ہے اور اختلاف موقع نظر کے سبب ان کی گفتگو مختلف تھی ایک اس کو دال کہتا تھا دوسرا الف۔ لیکن اگر ہر شخص کے ہاتھ میں شمع ہوتی تو ان کی گفتگو سے اختلاف دور ہو جاتا پس یہی حالت اختلاف مومن و گبر و یہود وغیرہ کی ہے کہ مومن کے ہاتھ میں شمع ہے یعنی نور باطن یا نور نبوت اس لئے وہ حقیقت سے واقف ہے اور اس کے احکام و عقائد صحیح ہیں اور دوسروں کے پاس دونوں شمعیں نہیں اس لئے وہ گمراہ ہیں اور ان کے اعتقادات خلاف واقع اب تم ایک اور مفید بات سنو وہ یہ کہ حواس جسمانی تو ایسے ہیں جیسے ہتھیلی اور جس طرح ہتھیلی نے حقیقت ہاتھی کی معلوم نہیں ہوسکتی تھی یوں ہی حواس جسمانیہ سے بھی ذات وصفات حق سبحانہ کا صحیح طور پر ادراک نہیں ہوسکتا بلکہ دریا میں اور حق سبحانہ کا ادراک کرنے والی آنکھ اور ہے اور خس وخاشاک غیر اللہ کا ادراک کرنے والی اور۔ پس تو خاشاک کو چھوڑ اور دریا میں آنکھ سے دریا (حق سبحانہ) کو دیکھ یہ جس قدر خس وخاشاک یعنی غیر اللہ ہیں سب کی حرکت وغیرہ رات دن دریا یعنی حق سبحانہ ہی کی جانب سے ہے پس بھلے مانس بڑے تعجب کی بات ہے کہ تو خس وخاشاک کو دیکھتا ہے اور دریا کو نہیں دیکھتا اور اتنا نہیں سمجھتا کہ کف دریا کہیں بدوں دریا کے بھی ہوتا ہے اور ممکن بدوں واجب کے بھی ہوسکتا ہے پس ہم جو آپس میں اختلاف کر رہے ہیں اور گویا کہ کشتیوں کو آپس میں ٹکرا رہے ہیں اس کا منشا حق سبحانہ کا خفا نہیں کیونکہ وہ تو بمنزلہ آب روشن کے ہے بلکہ اس کا باعث ہماری بینائی کا قصور ہے کہ ہم کو دکھائی نہیں دیتا۔

شرح شبیری

اے تو در کشتی تن رفتہ بخواب	آب را دیدی نگر در آب آب
اے وہ جو جسم کی کشتی میں سویا ہوا ہے	تو نے پانی کو دیکھ لیا، پانی کے پانی کو دیکھ

یعنی اے شخص کہ تو کشتی تن میں سو رہا ہے ارے تو نے پانی کو تو دیکھ لیا مگر اس پانی کے پانی کو بھی تو دیکھ مطلب یہ کہ اگر تمہاری نظر متنبہ کرنے سے روح پر بھی پہنچ گئی اور تم نے اس کو بھی دیکھ لیا تو کیا ہوتا ہے ارے اس

www.besturdubooks.wordpress.com

پر نظر کر کہ جو اس کی بھی روح ہے یعنی حضرت حق کی طرف نظر کر کہ فلاں دارین حاصل ہے۔

آب را آبے ست کو میراندش	روح را روحی ست کو میخواندش
پانی کے لئے ایک پانی ہے جو اس کو ہلاتا ہے	روح کی ایک روح ہے جو اس کو بلاتی ہے

یعنی پانی کے لئے بھی پانی ہے جو کہ اس کو چلا رہا ہے اور روح کی بھی ایک روح ہے جو کہ اس کو ہلا رہی ہے اس لئے کہ روح کے جو تصرفات ہیں وہ تو آخر حضرت حق ہی کی طرف سے ہیں بس اس کو طلب کرنا چاہیے آگے اس ذات کا قدم ہونا بتاتے ہیں کہ۔

موسےٰ و عیسےٰ کجا بد کافتاب	کشت موجودات رامی داد آب
حضرت موسیٰ و عیسیٰ کہاں تھے جبکہ سورج نے	موجودات کی کھیتی کو پانی دیا

یعنی موسےٰ اور عیسےٰ کہاں تھے کہ وہ آفتاب حقیقی کشت موجودات کو پانی دے رہا تھا یعنی جبکہ حق تعالیٰ موجودات میں تصرفات فرما رہے تھے اس وقت پہلا کوئی بتا دے کہ موسےٰ کہاں تھے جن کی روح آج ایسی ہے اور عیسےٰ کہاں تھے پس جب کوئی نہ تھا تو وہ تھا اور جب کوئی نہ ہوگا تو وہ ہوگا۔

آدمؑ و حوا کجا بد آن زمان	کہ خدا افگند این زہ در کمان
اس وقت حضرت آدمؑ اور حوا کہاں تھے	جبکہ خدا نے کمان پر یہ چلہ چڑھایا

یعنی اس وقت آدم و حوا کہاں تھے جبکہ حق تعالیٰ نے اس زہ کو کمان میں ڈالا یعنی جبکہ عالم میں تصرفات فرمائے اور اس کو پیدا فرمایا تو یہ آدمؑ و حوا کہاں تھے بلکہ عالم تو ان سے بھی پہلے ہے اگرچہ حادث ہے مگر پھر بھی ان سے تو پہلے ہی ہے لہذا اس ذات قدیم کو حاصل اور تلاش کرنا چاہئے اور اس میں عمر گنوا دے کہ سو شہیدوں سے اس کی وہ قوت جو اس طلب میں ہو اولے ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

این سخن ہم ناقص ست و ابتر ست	آن سخن کہ نیست ناقص ران سر ست
یہ بات بھی ناقص اور ادھوری ہے	جو بات ناقص نہیں ہے وہ ادھر کی ہے

یعنی یہ بات بھی ناقص اور ابتر ہے اور جو بات کہ ناقص نہیں ہے وہ اس طرف کی ہے مطلب یہ کہ ہم نے جو آفتاب و آب سے تشبیہ دیدی ہے یہ بھی ناقص ہی ہے اور صرف مثال ہے مثل نہیں ہے اس لئے کہ مثال تو مشارک فی الوصف کو کہتے ہیں اور مثل مشارک فی النوع کو تو حق تعالیٰ کی مثال تو بیان ہو سکتی ہے مگر مثل کوئی بیان نہیں کر سکتا اور پھر مثال بھی جو بیان کرتے ہیں وہ بھی ناقص ہی ہوتی ہے وہ بھی پوری طرح بیان نہیں ہو سکتی ہے اس لئے اس کے بیان سے بھی عاجز ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بگویم زان بلغزد پائے تو	ورنگویم ہیچ ازاں اے وائے تو
اگر میں اس کے بارے میں کہوں تو تیرے پیر پھسل جائیں گے	اور اگر ان میں سے کچھ بھی نہ کہوں تو تجھ پر افسوس ہے

یعنی اگر میں اس میں سے کچھ کہتا ہوں تو تیرا پاؤں لغزش کرے گا اور اگر نہیں کہتا ہوں تو اے شخص تیری حالت پر افسوس ہے مطلب یہ کہ اگر مثال بیان کرتا ہوں تو ممکن ہے کہ تو اس کو مثل سمجھ جاوے اور پھر کفر میں مبتلا ہو اور اگر کچھ بھی بیان نہیں کرتا تو تیری حالت پر افسوس ہوتا ہے کہ تو بالکل ہی جاہل رہا جاتا ہے۔

ور بگویم در مثال صورتے	بر ہمان صورت بہ چسپے اے فتے
اگر میں کسی صورت کی مثال میں (اس کی صفات) بتاؤں	اے نوجوان! تو اس ہی صورت پر چپک جائے گا

یعنی اور اگر میں کسی صورت کی مثال میں بیان کرتا ہوں تو اے جوان تو اسی صورت پر چپک جاوے گا یعنی بس اس کو ذات سمجھ جاؤ گے لہذا سخت مشکل آ گئی ہے اور تمہاری یہ حالت ہے کہ

بستہ پائے چون گیاہ اندر زمین	سر بجنبانی بباد بے یقین
تو گھاس کی طرح زمین میں پابستہ ہے	بغیر یقین کے ہوا سے سر ہلاتا ہے

یعنی تو گھاس کی طرح زمین میں بستہ پا ہے اور بلا یقین کے ہوا سے سر ہلا رہا ہے۔

لیک پایت نیست تا نقلے کنی	یا مگر پارا ازین گل بر کنی
لیکن تیرے پاؤں نہیں ہیں کہ تو منتقل ہو جائے	یا تو اس مٹی سے پاؤں باہر نکال لے

یعنی لیکن اگر تیرا پاؤں نہیں ہے تا کہ تو کوئی نقل کرے تا کہ شاید تیرا پاؤں اس مٹی سے اکھڑ جاوے مطلب یہ کہ تمہارا پاؤں تو اس دنیا میں پھنسا ہوا ہے اور عمدہ مضامین کو سن کر فوراً سر ہلانے لگتے ہو تو یاد رکھو کہ اس سر ہلانے سے تم اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکتے اس دنیا کی دلدل سے تو جب رہائی ہو گی جبکہ اپنے پاؤں سے چلو گے ورنہ سر ہلانے سے کچھ نہیں ہوتا اور جب اپنے پاؤں کو حرکت دو گے اسی وقت تم کو اس کی بھی قابلیت ہو جائے گی کہ تم ان مضامین کو بھی سمجھ سکو اور غلطی نہ ہو۔

چوں کنی پارا حیاتت زین گل است	این حیات را روش بس مشکل است
تو پاؤں کیسے نکال سکتا ہے تیری زندگی اسی مٹی سے ہے	تیری اس زندگی کے لئے روانگی بہت مشکل ہے

یعنی تو اس سے کس طرح پاؤں اکھاڑے تیری حیات تو اسی مٹی سے ہے تو اس حیات سے تو روش مشکل ہے مطلب یہ کہ دنیاوی حیات سے تو وصول الی الحق مشکل ہے بلکہ۔

چون حیات از حق بگیری اے روی	بس غنی گردی ز گل در دل روی
اے سیراب! جب تو اللہ (تعالیٰ) سے زندگی حاصل کرے گا	تو مٹی سے بے نیاز ہو جائے گا دل کی دنیا میں پہنچ جائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

فارغ و مستغنی از گل سوئے دل	می روی بے قید و حر از اہل گل
مٹی سے فارغ اور بے نیاز ہو کر دل کی طرف	بغیر پابندی کے اور مٹی والوں سے آزاد ہو کر تو چل پڑے گا

یعنی اے سیراب جب تو حق تعالیٰ سے حیات کو حاصل کرے گا تو اس گل سے غنی ہو جاوے گا اور دل میں چلا جاوے گا یعنی پھر اس دنیاوی تعلق سے چھوٹ کر قلب کی راہ پر چلو گے جو کہ راہ حق ہے آگے اس چھوڑنے کے بعد واصل ہو جانے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

شیر خوارہ چون زدایہ بگسلد	لوت خوارہ شد مرا و را رہا کند
دودھ پیتا بچہ جب دایہ سے تعلق توڑتا ہے	غذا خور بن جاتا ہے اور اس (دایہ) کو چھوڑ دیتا ہے

یعنی شیر خوار بچہ جب دایہ سے الگ ہو جاتا ہے تو وہ غذا خوار ہو جاتا ہے اور اس (دودھ) کو چھوڑ دیتا ہے (اور اگر اس شیر مادر کو ترک نہ کرتا تو آج یہ قسم قسم کی غذائیں کہاں سے کھاتا)

بستہ شیر زمینے چون حبوب	جوئے فطام خویش از قوت القلوب
بیجوں کی طرح تو زمین کے دودھ سے وابستہ ہے	دلوں کی خوراک کے ذریعہ اس دودھ کو چھوڑنے کی کوشش کر

یعنی تو اس زمین کے دودھ میں بندھا ہوا ہے دانوں کی مانند تو تو اس سے فطام کو قوت القلوب سے تلاش کر مطلب یہ کہ جس طرح حبوب زمین سے غذا حاصل کر کے نشوونما حاصل کرتے ہیں اسی طرح تم اس دنیا سے غذا حاصل کر رہے ہو تو تم اس دودھ کے چھوٹنے کی تدبیر کو قوت القلوب یعنی حضرت حق سے تلاش کرو کہ پھر اس کے مقتضیات سے نکل کر دوسری غذا حاصل ہو گی۔

قوت حکمت خور کہ شد نور ستیر	اے تو نور بے حجب را نا پذیر
دانائی کی غذا کھا کیونکہ وہ چھپا ہوا نور ہے	اے وہ کہ تو بے حجاب نور کو نہ قبول کر سکنے والا ہے

یعنی تو حکمت کی غذا کھا کہ وہ نور مستور ہے اے وہ شخص کہ تو نور بے حجاب کو ناپذیر ہے اور جب غذائے حکمت کھاؤ گے تو یہ ہو گا کہ۔

تا پذیرا گردی اے جان نور را	تا بہ بینی بے حجب مستور را
اے جان! تاکہ تو نور کو قبول کرنے والا بن جائے	تاکہ تو چھپے ہوئے کو بغیر پردوں کے دیکھ لے

یعنی اے جانان تا کہ تم نور کے قابل ہو جاؤ اور تاکہ اس مستور کو بے حجاب ہو کر دیکھو یعنی اگر تم قوت حکمت کو حاصل کرو گے تو پھر تمہارے اندر اس نور کے قبول کی قابلیت ہو جاوے گی اور یہ ہو گا کہ۔

چون ستارہ سیر بر گردون کنی	بلکہ بر گردون سفر بیچون کنی
تو ستارے کی طرح آسمان پر سیر کرے	بلکہ آسمان پر تو بے کیف سفر کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ستارہ کی طرح تم آسمان پر سیر کرو گے بلکہ بے سماں کے سفر بے کیف کرو گے مطلب یہ کہ پھر تم کو عالم ملکوت سے تعلق ہو جاوے گا اور اس وقت تم کو عروج اور سیر میں کسی کیف کی ضرورت نہ ہو گی بلکہ بے کیف تمہاری سیر ہو گی آگے اس سیر کی ایک مثال بتاتے ہیں کہ یہ سیر کوئی عجیب نہیں ہے بلکہ تم ایک دفعہ کر بھی چکے ہو فرماتے ہیں کہ۔

آنچناں کز نیست در ہست آمدی	ہیں بگو چون آمدی مست آمدی
اسی طرح جیسے تو عدم سے وجود میں آیا ہے	ہاں بتا کیسے آیا ہے؟ تو بے ہوش آیا ہے

یعنی جس طرح کہ تو نیست سے ہست میں آیا ہاں ذرا کہہ کہ تو کس طرح مست آیا مطلب یہ کہ جس طرح اول عدم سے وجود میں آئے کہ اس کی کیفیت تم کو معلوم ہے کچھ بھی نہیں بس صرف تم اس وقت مست تھے کچھ خبر نہ تھی صرف حضرت حق پر نظر تھی اسی طرح اگر اب مست ہو جاؤ گے تو تم کو اب بھی اسی طرح سیر حاصل ہو جاوے گی ہاں اب اتنا ضرور ہو گیا ہے کہ۔

راہہائے آمدن یادت نماند	لیک رمزے برتو برخواہیم خواند
تجھے آنے کے راستے یاد نہیں رہے	لیکن میں تجھے ایک اشارہ کرتا ہوں

یعنی تجھے آنے کے راستے یاد نہیں رہے لیکن ہم ایک رمز اس میں سے تجھے بتا دیں گے یعنی ہم ان راہ کا کچھ پتہ دیں گے لہذا اب یہ کر کہ۔

ہوش را بگزار انگہ ہوش دار	گوش را بربند وانگہ گوش دار
ہوش کو چھوڑ دے پھر ہوشیار بن جا	کان کو بند کر لے پھر کان لگا

یعنی (اس) ہوش (ظاہری) کو چھوڑ اور پھر ذرا ہوش رکھ اور (ان ظاہری) کانوں کو بند کر اس وقت کان لگا۔ مطلب یہ کہ ان رموز کے سننے کے لئے ان حواس ظاہری کی ضرورت نہیں ہے بلکہ حواس قلب اور حس باطن کی ضرورت ہے لہذا ان حواس کو کھول اور ان کو بند کر چونکہ مولانا غایت جوش میں تھے اس لئے یہ تو کہہ دیا کہ ہم تم سے کہتے ہیں مگر پھر سنبھلے اس لئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

می نگویم زانکہ تو خامی ہنوز	در بہاری و ندیدستی تموز
کیا میں نہیں کہہ رہا ہوں کہ تو ابھی کچا ہے	تو موسم بہار میں ہے اور تو نے موسم گرما نہیں دیکھا ہے

یعنی میں نہیں بتاتا اس لئے کہ تو ابھی خام ہے اور ابھی بہار میں ہے تموز کو نہیں دیکھا ہے مطلب یہ کہ چونکہ ابھی تم خام ہو اس لئے ہم تم سے بیان نہیں کرتے اس لئے کہ غالب احتمال غلطی کا ہے اب تم بہار میں تو آ گئے ہو مگر ابھی گرمی نہیں پڑی کہ تم کو سینک کر پختہ بنا دیں اس لئے ابھی کچے رہ گئے ہو آگے اس خامی کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

این جہاں ہمچوں درخت است اے کرام	ما برو چوں میوہائے نیم خام
اے بزرگو! یہ دنیا درخت کی طرح ہے	(اور) ہم اس پر ادھ کچے پھل کی طرح ہیں

یعنی اے کرام یہ جہان ایک درخت کی مانند ہے اور ہم اس پر مانند اوکچرے میوؤں کے ہیں۔

سخت گیرد خامہا در شاخ را	زانکہ در خامے نشاید کاخ را
کچوں کی گرفت شاخ پر سخت ہوتی ہے	کیونکہ کچے پن میں (شاہی) محل کے لائق نہیں ہوتا ہے

یعنی کچے میوے شاخ کو مضبوط پکڑتے ہیں اس لئے کہ خامی کی حالت میں وہ محلوں کے لائق نہیں ہیں (لہذا درخت ہی) کو خوب پکڑے ہوئے ہیں۔

چون کہ پخت وگشت شیریں لب گزان	ست گیرد شاخہا را بعد ازان
جب پک گیا اور ہونٹوں کو چبانے والا شیریں بن گیا	اس کے بعد شاخوں سے گرفت ڈھیلی کر لیتا ہے

یعنی جبکہ پختہ ہوگیا اور شیریں تو (اپنی پہلی حالت خامی پر) لب کاٹتا ہوا اس کے بعد شاخوں کو بہت ست پکڑتا ہے مطلب یہ ہے کہ یہ جہان تو درخت ہے اور ہم اس پر میوے ہیں تو میوہ جب تک خام رہتا ہے شاخ کو مضبوط پکڑے رہتا ہے اس لئے کہ وہ ابھی اس قابل نہیں ہوا ہے کہ محلوں میں جا کر نازنینوں کے منہ سے لگے اس طرح ہم جب تک خام ہیں اس وقت تک اس جہان میں خوب مضبوط جکڑے ہوئے ہیں اور اس سے الگ نہیں ہوتے اس لئے کہ ابھی اس قابل نہیں ہوئے کہ عالم غیب میں جا کر ملکوت میں ملیں تو اگر کوئی شخص اس میوۂ نیم خام کو درخت سے الگ کر کے محل میں لے جاوے تو یہ ہوگا کہ اتنے سے بھی جاوے گا اور بالکل ہی سڑ جاوے گا۔ اسی طرح اگر اس حالت میں ہم سے علوم و معارف بیان کر دیئے جاویں تو ابھی اس قابل تو ہوئے نہیں کہ ان کو سمجھ سکیں لہذا اتنے ایمان سے بھی جاویں گے اور شاید نوبت (نعوذ باللہ) کفر کی آ جاوے ہاں جب میوہ پختہ ہو جاتا ہے تو اب وہ شاخ سے برائے نام ہی لگا ہوا ہوتا ہے ذرا سی ٹھیس سے نیچے آ رہتا ہے اسی طرح جب ہم پختہ ہو جاویں گے تو اس وقت ہم کو ذرا سی حرکت کی ضرورت ہوگی کہ اس حرکت سے سب مراحل طے ہو جاویں اور میوہ پختہ جب ہوتا ہے کہ اس پر گرمی پڑے تو وہ گرمی اس کو سینک سینک کر پکا دیتی ہے اسی طرح ہم پختہ جب ہو سکتے ہیں جبکہ مجاہدات و ریاضات کریں لہذا مولانا نے یہاں سے مجاہدہ کی بھی ترغیب دی ہے لہذا جب مجاہدہ کر کے صفائی حاصل ہوگی اور فہم میں ترقی ہو جاوے گی اس وقت ذرا سے اشارہ سے یہ علوم حاصل ہو سکتے ہیں اور ذوق سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا جس مضمون کو بیان کرتے کرتے ہماری خامی کی وجہ سے رک گئے ہیں وہ مضمون ظلیت کا ہے کہ تمام مخلوق ظل ہے حق تعالیٰ کی تو چونکہ یہ مضمون بہت ہی نازک تھا اس لئے بیان نہیں فرمایا کہ احتمال غالب غلطی کا تھا آگے اس مثال کو خود مثل لہ پر منطبق فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چون ازان اقبال شیرین شد دہان	سرد شد بر آدمی ملک جہان
جب اس خوش نصیبی کی وجہ سے منہ میٹھا ہو جاتا ہے	دنیا کا ملک انسان کے لئے بے وقعت ہو جاتا ہے

یعنی جبکہ اس اقبال حق سے منہ میٹھا ہو گیا تو آدمی پر یہ ملک جہان سرد ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ جب انسان کو عالم غیب کی شیرینی میسر ہو جاتی ہے تو یہ تمام جہان اس کی نظر میں ہیچ ہو جاتا ہے اور اس کا دل اس سے سرد ہو جاتا ہے بس ذرا سے اشارہ میں واصل حق ہو جاتا ہے۔ پھر یہ تمام علوم و معارف اس۔ کے سامنے مثل آئینہ کے ہوتے ہیں۔

سخت گیری و تعصب خامی است	تا جنینے کار خون آشامی است
سخت گیری اور تعصب کچا پن ہے	جب تک تو پیٹ کا بچہ ہے (تیرا) کام خون پینا ہے

یعنی (اس جہان کو) مضبوط پکڑنا یہ خامی ہے اور تم جب تک جنین ہو تمہارا کام خون پینا ہی ہے مطلب یہ کہ تم جو اس دنیا میں منہمک ہو یہ علامت ہے اس کی کہ ابھی خامی تمہارے اندر موجود ہے تب تو اس میوۂ خام کی طرح چپکے ہو اور جب تک اس دنیاوی لذات میں ہو معلوم ہوتا ہے کہ ابھی جنین ہو کہ اس ناپاک شے کو استعمال کر رہے ہو ورنہ اگر تم پختہ ہوتے یا انسان کامل ہوتے تو کیوں اس دنیا میں اس طرح لگے ہوتے اور اس مردار کو کیوں منہ لگاتے تو بس مجاہدہ کرو کہ اس سے صفائی قلب میں پیدا ہو کر کام بن جاوے گا آگے فرماتے ہیں کہ۔

چیز دیگر ماند اما گفتنش	با تو روح القدس گوید بے منش
دوسری چیز رہ گئی لیکن اس کا بتانا (میرا کام نہیں ہے)	وہ تجھے روح القدس بتائے گا نہ کہ میں

یعنی ایک اور چیز بھی رہ گئی ہے لیکن اس کے نہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ تجھ سے اس کو روح القدس بلا میرے فرما دینگے روح القدس سے مراد وسائط فیض مطلب یہ کہ ہم ان علوم کو تو بیان نہیں کر سکتے مگر ہاں ایک چیز ہے کہ جو تم کو خود حاصل ہو جاوے گی مگر اس میں میرے واسطہ کی ضرورت نہیں ہے وہ تم کو خود حاصل ہو جاوے گی اور وہ وجدان ہے کہ جس کے ذریعہ سے علوم و معارف کو حاصل کر سکتے ہو اب اس کا حاصل یہ ہوا کہ مجاہدہ کرو کہ اس سے قلب میں صفائی ہو گی اور پھر اس قابل ہو جاؤ گے کہ یہ علوم جن کو آج خامی کی وجہ سے سمجھ نہیں سکتے ہو ان شاء اللہ تم کو خود حاصل ہوں گے یہاں تو مولانا نے فیض بذریعہ وسائط کے حاصل ہونے کو کہا ہے آگے بطور اضراب کے فرماتے ہیں کہ نے تو گوئی ہم بگوش خویشتن الخ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اوپر سے مولانا لوگوں کی غفلت از حق سبحانہ کو بیان کرتے آ رہے ہیں اب اس غفلت کو دور کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں ارے تو جو کشتی تن میں پڑا سو رہا ہے آخر تو نے پانی کو تو

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھا ہے جس سے وہ کشتی تن چل رہی ہے یعنی روح کو تو جانتا ہی ہے پس تو اس پانی کو بھی تو دیکھ جو اس پانی کو چلا رہا ہے یعنی حق سبحانہ پر بھی تو نظر کر جو روح میں متصرف ہے اس لئے کہ اس پانی کے لئے بھی ایک پانی ہے جو اس کو چلا رہا ہے اور روح کے لئے بھی ایک روح ہے جو اس کو اپنی طرف بلاتی ہے اور صرف روح پر انتہا نہیں ہو گئی بلکہ منتہی روح الروح یعنی حق سبحانہ ہیں تو اس کو کیوں نہیں دیکھتا روح الروح کے وجود کی دلیل یہ ہے کہ روح کا وجود اور دیگر کمالات ذاتی نہیں چنانچہ ایک وقت میں وہ اپنے وجود اور تمام کمالات سے معرا تھی پس ضرور کوئی اور روح ہے جس نے اس کو وجود اور دیگر کمالات عطا کئے اور وہ ازلی قدیم ہے دیکھ تو موسٰی و عیسیٰ اس وقت کہاں تھے جبکہ وہ موجودات کو اپنے فیوض سے مالا مال کر رہے تھے اور آدمؑ و حوا کہاں تھے جبکہ حق سبحانہ نے کمان تصرف کو زہ کیا تھا اور ایجاد خلق اور دیگر تصرفات کا ارادہ کیا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ کہیں نہیں پس معلوم ہوا کہ ان تمام موجودات سے باہر ایک ذات ہے جو یہ سب تصرفات کرتی ہے اسی کو ہم خدا کہتے ہیں اور وہی روحِ الروح ہے اور وہی آب آب۔ یہ گفتگو ناقص اور ناتمام ہے اس سے پورا مدعا ظاہر نہیں ہوتا جو بات ناقص اور ناتمام نہیں وہ وہی ہے جو حق سبحانہ کی طرف سے ہو یعنی ذوق و وجدان صحیح وہ اصل حقیقت کو پورے طور پر ظاہر کر دیتی ہے جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں اور ایسی گفتگو میں تو شکوک وشبہات نکل سکتے ہیں لہذا اگر تم انکشاف حقیقت چاہتے ہو تو ذوق و وجدان حاصل کرو۔ اگر میں امور کشفیہ کو تجھ سے ظاہر کرتا ہوں تو یہ اندیشہ ہے کہ تو اس راہ سے واقف تو ہے نہیں نہیں معلوم کیا سے کیا سمجھ جاوے اور گمراہ ہو جاوے اور اگر نہیں بیان کرتا تو یہ بھی تیرے لئے مصیبت ہے کہ تو بالکل ہی محروم رہا جاتا ہے پس میں عجب کشمکش میں ہوں کہ کیا کروں اگر مثالوں سے سمجھاتا ہوں تو اس میں یہ خرابی ہے کہ صورت ہی کو لپٹ کر رہ جاتا ہے اور اس سے حقیقت کی طرف نہیں چلتا۔ بات یہ ہے کہ تو پابند صورت ہے اس لئے تیری ایسی مثال ہے کہ جیسے گھاس زمین میں جما ہوا ہو اور ہوا سے حرکت کرتا ہو یونہی تو بھی پابند صورت ہو کر اس سے مزہ لیتا اور جھومتا ہے مگر جس طرح گھاس کے پاؤں نہیں کہ وہ ایک انچ جگہ سے ہٹ جاوے یوں ہی تیرے بھی پاؤں نہیں کہ صورت سے حقیقت کی طرف ذرا سی بھی حرکت کرے ہاں تیری حرکت و انتقال کی ایک صورت ہے وہ یہ کہ تو صورت کو چھوڑ دے اور اس نے جو تیرے پاؤں پکڑ رکھے ہیں ان کو چھڑا لے لیکن تو ایسا کریگا کیوں اس لئے کہ یہ حیات موجود تو تیری اسی کے دم سے ہے اور تو اس حیات کو چھوڑنا نہیں چاہتا پس حقیقت کی طرف انتقال کیونکر ہو مگر یہ بھی یاد رہے کہ اس حیات سے کام چلنا نہایت دشوار ہے جب تک یہ حیات ہے اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی پس جب تک یہ حیات موجود ہے یعنی تلذذات وتنعمات جسمانیہ وغیرہ موجود ہیں اس وقت تک تو تم سے صورت سے استغنا نہیں ہو سکتا اور جبکہ حق سبحانہ سے تو نے حیات حاصل کی اور مایہ حیات تیرا غذائے روحانی ہوئی اس وقت تجھے گل کی ضرورت نہ ہوگی اور صورت سے تجھے کچھ کام نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

رہے گا بلکہ تو اقلیم قلب میں پہنچ جاوے گا اور تیری غذا حقائق و معارف ہوں گے۔ دیکھو جب بچہ دایہ سے قطع تعلق کر لیتا ہے تو وہ اغذیہ نفیسہ کھانے لگتا ہے اور دایہ سے کچھ بھی واسطہ نہیں رکھتا پس یہی حالت تمہاری ہوگی نیز تم بھی غلوں کی طرح پابند غذائے زمین اور ناسوتی غذاؤں سے متغذی ہو لہذا اس کو چھوڑو اور غذائے دل حاصل کرو اور اس کی صورت یہ ہے کہ چونکہ تم ابھی بے حجاب نور سے متغذی ہونے کی استعداد نہیں رکھتے اس لئے اولاً کلمات حکمت اور پند و نصائح سے غذا حاصل کرو کہ یہ نور مستور ہے اور اس کو تم ہضم کر سکتے ہو اس سے تمہارے اندر نور بے حجاب کو قبول کرنے کی استعداد پیدا ہوگی اور تم اس پوشیدہ نور کو بے حجاب دیکھنے لگو گے اور تمہاری یوں کایا پلٹ ہوگی کہ اب تو ایک انچ بھی حرکت نہیں کر سکتے اس کے بعد ستاروں کی طرح آسمان پر چلو گے (یعنی بسیر معنوی و روحانی) بلکہ آسمان تو کیا چیز ہے لامکان میں بے کیف متعارف سیر کرو گے سیر بے کیف اگر سمجھ میں نہ آئی ہو تو سمجھو کہ تم یونہی سیر کرو گے جیسے نیستی سے ہستی میں آئے تھے بھلا بتاؤ تو سہی کیسے آئے تھے مست آئے اور مست ہی جاؤ گے تمہیں تو آنے کا راستہ یاد نہیں رہا اس لئے جا بھی نہیں سکتے مگر ہم اشارۃً تم کو بتلاتے ہیں اچھا اب تم دنیاوی عقل کو خیر باد کہہ کر سمجھنے کے لئے تیار ہو جاؤ اور دنیاوی کام بند کر کے سننے کے لئے مستعد ہو نہیں میں نہیں کہتا اس لئے کہ تو ابھی خام ہے اور ابھی تو تیار بھی نہیں ہے یعنی تیری ابتدائی حالت ہے تو نے گرمیاں نہیں دیکھیں اور پختہ نہیں ہوا لہذا تو ابھی نہ اسرار کو سن سکے گا نہ سمجھ سکے گا یہ جہان ایسا ہے جیسے درخت اور ہم اس میں ایسے ہیں جیسے درخت پر گدرائے ہوئے میوے اور قاعدہ ہے کہ کچے میوے شاخ کو مضبوط پکڑتے ہیں اس لئے کہ ہنوز وہ محلوں میں پہنچنے کے قابل نہیں ہوئے اور جب وہ پک گئے اور شیریں اور مرغوب ہو گئے اس کے بعد وہ شاخ کو بہت ہلکے سے پکڑتے ہیں پس یہی حالت ہر انسان کی ہے کہ جب وہ دولت باطنی سے شیریں دہن ہوتا ہے تو جہان اس کی نظروں میں بالکل بے وقعت ہو جاتا ہے اس عالم ناسوت کو سخت پکڑنا اور اس کے لئے تعصب کرنا دلیل خامی ہے دیکھو جب تک تم شکم مادر میں اور ناقص ہوتے ہو اس وقت تک خون حیض کھاتے ہو اور جب کامل ہو گئے اس وقت تمہاری غذا دودھ ہوتا ہے اور جب اور کامل ہوئے اس وقت اور غذائیں کھاتے ہو یوں ہی اس کو سمجھو کہ جب تک ناقص ہو اس وقت تک تمہاری غذا ناسوتی ہے جب کسی قدر کامل ہو گے یہ غذا بھی کم ہوگی اور دوسری غذا ملے گی بالآخر تمہاری غذا بالکل روحانی ہو جاوے گی ہاں وہ بات تو رہ ہی گئی جو ہم کہنا چاہتے تھے لیکن ہم نہیں کہتے وہ اگر خدا چاہے گا تو تم کو وسائط فیض حق سبحانہ سے معلوم ہوگی۔

شرح شبیری

اے تو در کشتی تن رفتہ بخواب	آب را دیدی نگر در آب آب
اے وہ جو جسم کی کشتی میں سویا ہوا ہے	تو نے پانی کو دیکھ لیا' پانی کے پانی کو دیکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے شخص کہ تو کشتی تن میں سو رہا ہے ارے تو نے پانی کو تو دیکھ لیا مگر اس پانی کے پانی کو بھی تو دیکھ مطلب یہ کہ اگر تمہاری نظر متنبہ کرنے سے روح پر بھی پہنچ گئی اور تم نے اس کو بھی دیکھ لیا تو کیا ہوتا ہے ارے اس پر نظر کر کہ جو اس کی بھی روح ہے یعنی حضرت حق کی طرف نظر کر کہ فلاں دارین حاصل ہو۔

آب را آبے ست کو میراندش	روح را روحی ست کو میخواندش
پانی کے لئے ایک پانی ہے جو اس کو ہلاتا ہے	روح کی ایک روح ہے جو اس کو بلاتی ہے

یعنی پانی کے لئے بھی پانی ہے جو کہ اس کو چلا رہا ہے اور روح کی بھی ایک روح ہے جو کہ اس کو بلا رہی ہے اس لئے کہ روح کے جو تصرفات ہیں وہ تو آخر حضرت حق ہی کی طرف سے ہیں بس اس کو طلب کرنا چاہئے آگے اس ذات کا قدیم ہونا بتاتے ہیں کہ۔

موسیٰ و عیسیٰ کجا بد کافتاب	کشت موجودات رامی داد آب
حضرت موسیٰ و عیسیٰ کہاں تھے جبکہ سورج نے	موجودات کی کھیتی کو پانی دیا

یعنی موسیٰ اور عیسیٰ کہاں تھے کہ وہ آفتاب حقیقی کشت موجودات کو پانی دے رہا تھا یعنی جبکہ حق تعالیٰ موجودات میں تصرفات فرما رہے تھے اس وقت بھلا کوئی بتادے کہ موسیٰ کہاں تھے جن کی روح آج ایسی ہے اور عیسیٰ کہاں تھے پس جب کوئی نہ تھا تو وہ تھا اور جب کوئی اس لئے کہ وہ تمہاری حقیقت ہے اور اس حقیقت کے دو معنی نہیں جیسے کہ انسان کے لئے حیوان ناطق حقیقت ہوتی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ تمہارے اندر ظہور کئے ہوئے ہوگا اور اس سے تم کو فیض ہوگا اور اسی کی طرف مولانا نے اس میں اشارہ کر دیا ہے فرماتے ہیں کہ اے ہم تو من یعنی اس مرتبہ حقیقت میں میں اور تو دونوں ایک ہیں مثلاً دو شخص ہیں اور دونوں میں اسم ہادی کا ظہور ہوا تو اس مرتبہ میں ان دونوں کی حقیقت کو ایک ہی کہا جاوے گا اور کہیں گے کہ یہ دونوں مرتبہ حقیقت میں ایک ہیں ہاں خصوصیات کے لحاظ کرنے سے ان میں تغائر آ گیا ہے ورنہ وہ اس مرتبہ میں ایک ہی ہیں اور بعض بزرگ جو فرماتے ہیں کہ میاں شیخ کی حقیقت مرید کے ہر وقت ہمراہ رہتی ہے اب جو ان اصطلاحات سے ناواقف ہے اس کو تعجب ہوتا ہے اور وہ شیخ کو حاضر و ناظر سمجھ کر کفر میں مبتلا ہوتا ہے حالانکہ ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ شیخ کی حقیقت جو کہ اسم ہادی ہے وہ انسان کے ہر وقت ہمراہ رہتی ہے اب دیکھ لو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے تو مولانا کی تعبیر اور ہے اور مقصود مولانا کا یہ ہے کہ جو کہ اب تقریر کرنے سے بحمد اللہ واضح ہو گیا اصل تو اس کی یہ ہے اس میں بعض نے غلو کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ شجر میں سے جو موسیٰ علیہ السلام کو آواز آئی تھی وہ بھی خود ان کی حقیقت تھی وہ حق تعالیٰ کا نور نہ تھا یا اور کسی قسم کی باتیں کہتے ہیں تو یہ سب واہیات ہیں بس اصل صرف یہ ہے جو بیان کی گئی ہے آگے تقریب کے لئے اس کی ایک مثال بھی فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچو آں وقتے کہ خواب اندر روی	تو ز پیش خود بہ پیش خود شوی
جیسا کہ جب تو سو جاتا ہے	تو اپنے آگے سے خود اپنے آگے جاتا ہے

یعنی جیسے کہ تم جس وقت کہ سو جاتے ہو تو اپنے ہی سامنے سے اپنے سامنے ہوتے ہو۔

بشنوی از خویش و پنداری فلاں	با تو اندر خواب گفت ست آں نہاں
تو اپنی طرف سے سنتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ فلاں نے	وہ پوشیدہ راز خواب میں تجھ سے کہا ہے

یعنی اپنے ہی سے باتیں سنتے ہو اور سمجھتے ہو کہ فلاں نے تم سے خواب میں وہ پوشیدہ بات کہی ہے مطلب اس کا یہ سمجھو کہ یہ حال کل خوابوں کا نہیں ہے بلکہ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ خواب میں یہ شخص دیکھتا ہے کہ خود یہی شخص سامنے سے آ رہا ہے تو یہ اپنے وجود کو خود ہی سامنے سے دیکھ رہا ہے وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ روح اشکال متفرق میں متشکل ہوتی ہے اور وہ اسی کی روح دوسری شکل میں متمثل ہو کر اس کے سامنے آ جاتی ہے اور بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ یہ شخص کسی دوسرے کو دیکھتا ہے کہ اس نے اس سے یہ کہا مگر وہ خود اسی کی روح ہوتی ہے کہ وہ دوسری صورت میں متمثل ہوگئی ہے اور بعض مرتبہ جس کو اس نے دیکھا ہے خود اس کی روح ہی ہوتی ہے تو مولانا ان بعض حالات کے اعتبار سے فرماتے ہیں کہ یہ شخص خود اپنی روح کو دوسری شکل میں متمثل دیکھ کر اس کو دوسرا سمجھے ہوئے ہے مگر وہ خود اسی کی روح ہے اور یہ اکثر طلباء کو ہوتا ہے کہ وہ مثلاً ایک مضمون کا مطالعہ دیکھتے دیکھتے سو گئے اور وہ مطالعہ میں ان کو حل نہ ہو سکا تو ان کو خواب میں حل ہو جاتا ہے تو یہ جو حل کرنے والا ہے یہ خود اس شخص کی روح ہے کہ بعد سونے کے اس کے اندر یکسوئی پیدا ہوئی اور اس نے دوسری صورت میں متمثل ہو کر اس کو فیض پہنچایا تو دیکھو جس طرح کہ یہاں خود اس شخص کی حقیقت اس کو فیض پہنچا رہی ہے اسی طرح وہاں بھی اس کی حقیقت اس کو فیض پہنچاتی ہے اور یہ تو عالم ملکوت کی حالت ہے اس میں تو اگر ایسا ہو جاوے تو کچھ بعید نہیں ہے بزرگوں کے قصے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عالم ناسوت میں بھی ان کو ایسا پیش آتا ہے ایک بزرگ کی بابت لکھا ہے کہ ان کی شکایت قاضی کے یہاں سماع سننے کی ہوئی تو قاضی نے محتسب کو روانہ کیا تا کہ احتساب کرے جب وہ قریب آیا تو وہ حضرت سامنے تشریف لائے اور ان کی ستر صورتیں تھیں اور بولے کہ لو اپنے مجرم کو پہچان لو تو دیکھو یہ جس قدر صورتیں تھیں ساری ان بزرگ کی روح کی شکلیں تھیں اور بہت سے قصے ایسے ہیں تو پھر اگر ملکوت میں کہا جاوے کہ روح انسان مختلف اشکال میں ظاہر ہو جاتی ہے تو کیا حرج ہے اس سے معلوم ہوا کہ انسان ایک نہیں ہے بلکہ اس کے اندر ایک بہت بڑا عالم ہے کہ جس کی مختلف اشکال ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

تو یکے تو نیستی اے خوش رفیق	بلکہ گردونی و دریائے عمیق
اے اچھے دوست! تو ایک نہیں ہے	بلکہ تو آسمان ہے اور گہرا سمندر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تو ایک تو نہیں ہے اے اچھے ساتھی بلکہ تو تو مثل گردون ہے اور دریائے عمیق ہے مطلب یہ کہ اے انسان تو مرتبہ روح میں ایک تو نہیں ہے بلکہ تیرے اندر بہت سے اعتبارات ہیں اور اس کثرت کی وجہ سے تو مثل گردوں کے اور دریائے عمیق کے ہے کہ جس طرح ان چیزوں میں مختلف اشیاء ہیں اسی طرح تو بھی تمام تجلیات اسماء کا مظہر ہے۔

آن توئی زفت کہ آن نہصد تو است	قلزم ست وغرقہ گاہ صد تو است
وہ تیری موٹی شخصیت جو تیرا نوسو گنا ہے	سمندر ہے اور تیری سو شخصیتوں کے ڈوب جانے کی جگہ ہے

یعنی تیرا وہ تو عظیم کہ جو نوسو تو میں ایک قلزم ہے اور سینکڑوں تو کا غرقہ گاہ ہے۔ مطلب یہ کہ تیرا وجود مرتبہ روح میں ایک وجود نہیں ہے بلکہ چونکہ اس میں بہ نسبت جسم کے مظاہر اسماء زیادہ ہیں بلکہ اکثر لوگ انسان کو حقیقۃ جامعہ کہتے ہیں کہ اس کے اندر حق سبحانہ تعالیٰ کے کل اسماء کا ظہور بدرجہ اتم بہ نسبت اور اشیاء کے موجود ہے اگر چہ فی حد ذاتہ کامل ظہور نہ ہو مگر بہ نسبت دیگر اشیاء کے اس میں ظہور کامل ہے تو جب وہ وجود درجہ روح میں تکثر رکھتا ہے تو اس میں سینکڑوں وہ وجود جو کہ ناقص ہیں غرق اور مستور ہیں اور وہ سارے وجودات اس کے اندر موجود ہیں۔

خود چہ جائے حد بیداری وخواب	دم مزن واللہ اعلم بالصواب
بیداری اور نیند کا خود کیا ٹھکانا ہے	خاموش ہو جا اور اللہ بہتر جانتا ہے

یعنی خود کیا جگہ ہوشیاری اور بیداری اور خواب کی ہے پس چپ رہو اللہ درست بات کو زیادہ جاننے والا ہے۔ مطلب یہ کہ حالت بیداری وخواب جو کہ ہم بیان کرتے ہیں ان کی بھی کیا حقیقت ہے لہذا بس چپ رہنا ہی مناسب ہے۔ اللہ ہی صواب کو خوب جانتا ہے اور ہمارے چونکہ یہ سب مکاشفات ظنیہ ہیں لہذا ان میں ممکن ہے کہ خطا ہو آگے فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اوپر بیان کیا تھا کہ وہ اسرار تم کو وسائط فیض حق سبحانہ سے معلوم ہونگے اب ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ کیسے وسائط بلکہ تو خود اسرار کو اپنے کان میں بیان کرے گا نہ میں بیان کروں گا نہ میرا غیر تم یہ شبہ نہ کرنا کہ میں بھی تو آپ کا غیر ہوں جب میں خود بیان کروں گا تو آپ کے غیر نے تو بیان کیا پھر بے غیر من کہاں درست رہا۔ کیونکہ تو میرا غیر نہیں بلکہ تو اور میں تو افق اغراض کے اعتبار سے یا اس لئے کہ ہم دونوں ایک ظاہر کے مظاہر اور ایک ہی حقیقت اصطلاحیہ یعنی اسماء الٰہیہ کے افراد اصطلاحیہ یعنی مظاہر ہیں تو ہم اور تم متغائر نہ ہوئے پس اب کوئی اشکال نہ رہا نیز یہ بھی شبہ نہ کرنا کہ میں اپنے کان میں کیونکر کہہ سکتا ہوں اس لئے کہ تم جب خواب دیکھتے ہو تو اس میں دیکھتے ہو کہ میں فلاں کے پاس گیا اور اس نے مجھ سے یہ کہا وہ دوسرا شخص کون ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

خود تمہاری ہی روح جو اس صورت میں متمثل ہو کر تم کو نظر آتی ہے پس دیکھو تم خود اپنے پاس جاتے ہو علی ہذا جو تم سے خواب میں کچھ کہتا ہے وہ کون ہوتا ہے وہ بھی تمہاری روح جو اس شکل کے ساتھ متمثل ہوتی ہے پس دیکھو تم خود اپنے سے سنتے ہو لیکن تم کو اس عینیت کا احساس نہیں۔ تم یہی سمجھتے ہو کہ میں فلاں کے پاس گیا اور فلاں نے مجھ سے بیان کیا پس یوں ہی سمجھ لو کہ وہ وسائط خود تم ہی ہو گے اس لئے کہ وہ واسطہ خود تمہاری حقیقت اصطلاحیہ ہو گا یعنی اسم الٰہی تم کو واقعہ خواب سے آگاہ ہو کر متحیر نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ تم ایک ہی شے نہیں ہو بلکہ تم تو آسمان اور بڑے گہرے سمندر ہو کہ ہزاروں عجائبات کو اپنے اندر لئے ہو مگر تمہیں اپنے کمالات کی خبر نہیں اس لئے ذرا سی عجیب بات سن کر متحیر ہو جاتے ہو۔ آدمی تو وہ بڑی تہ ہے جو سینکڑوں تمہیں اپنے اندر رکھتا ہے بلکہ وہ تو ایک سمندر ہے جس میں سینکڑوں تہیں غرق ہو جائیں یعنی انسان تو تمام حقائق موجودہ کا جامع ہے ایک بیداری و خواب کیا چیز ہیں اور ان کا اجتماع ایک وقت میں جیسا کہ واقعۂ خواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ آدمی سوتا بھی ہے اور بیداری کا کام بھی کرتا ہے یعنی آتا جاتا بھی ہے بولتا اور سنتا بھی ہے وغیرہ وغیرہ کیا تعجب کی بات ہے اس سے تو اس سے بڑی عجائبات کا ظہور بھی تعجب خیز نہیں پس تم کو ان واقعات میں شکوک و شبہات نہ کرنے چاہئیں اور خاموشی کے ساتھ ان کو سننا اور ماننا چاہئے مضمون ختم ہوا اور خدا اس کی صحت سے خوب واقف ہے کہ یوں ہی اس کو سمجھو کہ جب تک ناقص ہو اس وقت تک تمہاری غذا ناسوتی ہے جب کسی قدر کامل ہو گے یہ غذا بھی کم ہو گی اور دوسری غذا ملے گی بالآخر تمہاری غذا بالکل روحانی ہو جاوے گی ہاں وہ بات تو رہ ہی گئی جو ہم کہنا چاہتے تھے لیکن ہم نہیں کہتے وہ اگر خدا چاہے گا تو تم کو وسائط فیض حق سبحانہ سے معلوم ہو گی۔

شرح شبیری

دم مزن تا بشنوی از دم زنان	آنچہ ناید در بیان و در زبان
دم نہ مار تاکہ تو دم مارنے والوں سے سن لے	وہ جو بیان اور زبان میں نہیں آ سکتا ہے

یعنی چپ رہو تاکہ تم دم زنان (روحانی) سے وہ سنو جو کہ بیان اور زبان میں نہیں آ سکتا مطلب یہ کہ وہ علوم و معارف ان کی صحبت کے فیض سے حاصل ہوں گے کہ جو الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتے اس لئے کہ وہ امور ذوقیہ و کشفیہ ہیں ان کی صحبت میں رہنے سے حق تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے اور اس شخص کو بھی منکشف ہو جاتے ہیں لہٰذا جب تک کہ یہ درجہ حاصل نہ ہو اس وقت تک خاموشی ہی بہتر ہے۔

دم مزن تا بشنوی زان آفتاب	انچہ ناید در کتاب و در خطاب
دم مت مار تاکہ اس آفتاب سے سن لے	وہ جو لکھنے اور بیان کرنے میں نہیں آ سکتا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی چپ رہو تا کہ اس آفتاب سے وہ سنو جو کہ کتاب اور خطاب میں نہیں آ سکتا۔ آفتاب سے مراد وہی مرشد کامل یعنی تم خاموش رہو اور خود کسی شے کے طالب مت ہو تو وہ چیزیں میسر ہوں گی کہ جو ان الفاظ ظاہری میں بیان نہیں ہو سکتیں۔

دم مزن تا بشنوی زان مہ لقا	الصلا اے پاکبازان الصلا
دم مت مار تا کہ تو سن لے اس ماہ رخ سے	آؤ اے پاکبازو! آؤ

یعنی چپ رہو تا کہ تم اس مہ لقا سے یہ سنو کہ آؤ اے پاکبازو آؤ۔ مہ لقا سے مراد مرشد کامل۔ مطلب یہ کہ تم خود چپ رہو اور ان حقائق و علوم و معارف کے حصول کے درپے مت ہو بلکہ کام کئے جاؤ اور حالات کی اطلاع دو ہی گے تو بس جب مرشد دیکھے گا کہ تم کو ان علوم کے سمجھنے کی استعداد ہو گئی ہے اور تم کو درجہ اجمال میں کوئی علم منکشف ہوا ہے تو اس وقت وہ تم کو اس کی حقیقت خود بتلا دے گا اور تم کو خود دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہ ہو گی۔

دم مزن تا بشنوی اسرار حال	از زبان بے زبان کہ قم تعال
دم مت مار تا کہ تو حالت کے اسرار سن لے	بے زبان کی زبان سے کہ کھڑا ہو' آ جا

یعنی چپ رہو تا کہ تم اسرار حال کو بے زبان کی زبان سے سنو کہ اٹھو آؤ۔ مطلب یہ ہے کہ تم اپنی طرف سے ان علوم و معارف و کیفیات کے طالب مت ہو بلکہ اپنی حالت کو مرشد کامل کے سامنے پیش کر دو وہ جو مناسب سمجھے گا تمہارے لئے تجویز کرے گا اور بلکہ خود زبان سے بھی چاہئے کچھ نہ کہے بلکہ وہ ذریعہ القا کے تم کو ان علوم و معارف کی تحصیل کرا دے گا اور اگر زبان سے بھی کہے گا تو وہ وقت اور موقع کو دیکھ کر کہے گا اور تمہاری استعداد کا لحاظ کرے گا۔

دم مزن تادم زند بہر تو روح	آشنا بگزار در کشتی نوحؑ
دم نہ مار' تا کہ تیرے لئے روح کہے	تیرنا چھوڑ دے' نوح کی کشتی میں (آ جا)

یعنی تم چپ رہو تا کہ تمہارے لئے روح بولے اور کشتی نوح میں تیرنے کو چھوڑ دو۔ روح سے بھی مراد مرشد کامل۔ مطلب یہ کہ تم خود دعوے اور اقتضاؤں کو مٹا دو اس وقت مرشد تمہاری استعداد کے موافق خود تم کو تعلیم کر دے گا بس ترک دعویٰ ایک بہت بڑی چیز ہے کہ اس سے فضل ہوتا ہے

ہمچو کنعان کاشنا میکرد او	کہ نخواہم کشتی نوحؑ عدو
کنعان کی طرح (نہ بن) کہ وہ تیرتا تھا	کہ میں دشمن نوح کی کشتی پسند نہیں کرتا ہوں

یعنی مثل کنعان کے کہ وہ شناوری کرتا تھا (اور کہتا تھا) کہ میں کشتی نوح عدو کی نہیں جانتا۔ مطلب یہ کہ تم دعوے کو ترک کر دو ورنہ اگر تم دعوے کرو گے تو تمہارا ایسا حال ہو گا جیسے کہ کنعان نے شناوری کا دعویٰ کیا کہ میں تیر کر بچ جاؤں گا اور نوح علیہ السلام کی نہ مانی تو ہلاک ہوا اسی طرح اگر تم مرشد کامل کی نہ سنو گے اور دعوے کرو گے

www.besturdubooks.wordpress.com

تو ہلاک ہو گئے آگے کنعان کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ تو خاموشی اختیار کرایسا کرنے سے محبوب حقیقی سے تو یہ سنے گا کہ اے پاکباز دم کو صلائے عام ہے اور تو خاموش رہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تو بدوں زبان کے تکلم کرنے والے کو یہ اسرار بیان کرتے سنے گا کہ اٹھو اور ہماری طرف آؤ۔ دیکھ تو سکوت اختیار کرنا اس کرنے سے تو حق سبحانہ کو وہ اسرار بیان کرتے ہوئے سنے گا کہ جو بیان میں نہیں آسکتے اور زبان سے ادا نہیں ہو سکتے۔ خبردار تو بولنا ہی مت اس سے تجھے حق سبحانہ وہ راز سنائیں گے جو نہ احاطہ تحریر میں آسکتے ہیں اور نہ تقریر میں تو چپ ہی رہنا تاکہ بجائے روح حق سبحانہ سے کلام کرے یا تجھ سے روح حقیقی یعنی حق سبحانہ گفتگو کریں۔ خلاصہ یہ کہ اپنی عقل کو چھوڑ دے اور شکوک و شبہات مت نکال بلکہ شیخ جو کہے اس کو تسلیم کر اور اپنی جد و جہد کو چھوڑ کر کشتی نوحؑ میں سوار ہو جا۔ ایسا نہ کرنا جیسا کنعان نے کیا تھا کہ وہ تیرنا جانتا تھا اس پر مغرور ہو کر اس نے کہہ دیا کہ میں اپنے دشمن باپ نوحؑ کی کشتی میں نہ بیٹھوں گا اگر تو تسلیم اختیار کرے گا تو قرب حق سبحانہ سے بہرہ ور اور انکا راز دار رہے گا اور نہ کنعان کی طرح اس بحر ناپیدا کنار میں غرق ہو جاوے گا۔

قدتم الربع الاول من الدفتر الثالث من المثنوی و للہ الحمد

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

حضرت مولانا **جلال الدین رومی** رحمۃ اللہ علیہ

کی نادر روزگار اور معرکہ آرا کتاب

مثنوی مولوی معنوی

کی جامع اور لاجواب اردو شرح

کلید مثنوی

جلد نمبر ۹-۱۰

حضرۃ حکیم الامۃ تاج المفسرین مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ

یہ وہ مقبول خاص و عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس سے دلچسپی لیتے ہیں۔ مگر مضامین عالیہ کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحاد و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے۔ حضرت حکیم الامت نے اشعار مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس ادب رکھ کر مضامین کو حل کرنے والی اور کوئی شرح نہیں لکھی گئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

قال تعالیٰ کما ارسلنا فیکم رسولاً منکم یتلوا علیکم ایٰتنا و یزکیکم و یعلمکم الکتٰب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون

چوں در کریمہ صدر قولہ یتلوا و یعلمکم الکتب بر فضل علم لفظ و معنی و قولہ یزکیکم بر شرف علم کلام و عقائد و علم سلوک و قولہ والحکمۃ بر مزیت علم اسرار و علم اصول دال باوضح بیان ست و از اں جزو بودن تصوف کہ مشتمل بر سلوک و اسرار ست از علم دین نیک عیان ست و باتفاق اہل مذاق مثنوی را در کتب این فن خاص شان ست لاکن از اغلاقش محتاج تبیان ست' بناء علیہ این شرح اردو کہ معنونش را

کلید مثنوی

عنوان ست و ایں ربع ثالث از دفتر ثالث از اں ست (بالفاظ و عبارت (مولوی) شبیر علی و مولوی حبیب احمد سلمہما اللہ کہ ہر یکے از ایشان برائے صاحب معاق یعنی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب دام ظلہم بمنزلہ لسان و ترجمان ست) در واصل متن را چنان حل کردہ کہ غایت امکان ست و مسائل را بطورے تقریر نمودہ کہ ہم موافق تحقیق اہل اتقان و ہم مطابق حدیث و قرآن ست و اشکالات و اغلاط را بطرزے دور ساختہ کہ مورث اطمینان و امان ست و جابجا ملفوظات سیدنا الحاج محمد امداد اللہ" کہ مطرب آذان و منشط اذہان ست ہم مطا درویش سپردہ۔

حسب فرمائش

محمد شبیر علی مالک اشرف المطابع تھانہ بھون ضلع مظفر نگر طبع شد

www.besturdubooks.wordpress.com

حامداً و مصلیاً و مسلماً

الربع الثانی من الدفتر الثالث من المثنوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرح شبیری

نوح علیہ السلام کا اپنے لڑکے کو بلانا اور اس کا سرکشی کرنا اور کہنا کہ میں پہاڑ پر چڑھ کر بچ جاؤں گا اور تمہارا احسان سر پر نہ رکھوں گا

ہیں بیا در کشتی بابا نشیں	تا نہ گردی غرق طوفان اے مہیں
خبردار! آ جا باوا کی کشتی میں بیٹھ جا	اے ذلیل! تاکہ تو طوفان میں نہ ڈوبے

یعنی (نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ) ارے آباپ کی کشتی میں بیٹھ جا تا کہ اے ذلیل طوفان میں غرق نہ ہو جاوے۔

گفت نے من آشنا آموختم	من بجز شمع تو شمع افروختم
اس نے کہا نہیں! میں نے تیرنا سیکھا ہے	میں نے تیری شمع کے علاوہ شمع روشن کر لی ہے

یعنی وہ کنعان بولا کہ نہیں میں نے شناوری سیکھی ہے اور میں نے تمہاری شمع کے علاوہ ایک شمع جلائی ہے یعنی تم نے جو تدبیر نجات کی کی ہے اس کے علاوہ میں نے اور تدبیر سوچی ہے اور وہ تدبیر یہی تھی کہ تیر کر بچنے کا قصد تھا تو نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ۔

ہیں مکن کین موج طوفان بلاست	دست و پارا آشنا امروز لاست
خبردار ایسا نہ کر، کیونکہ یہ موج بلا کا طوفان ہے	آج تیرنے کے ہاتھ پیر کچھ نہیں ہیں

یعنی ارے ایسا مت کر کیونکہ یہ طوفان بلا کی موج ہے تو آج ہاتھ پاؤں کی شناوری معدوم ہے مطلب یہ کہ ان سے کام نہ چلے گا اس لئے کہ۔

باد قہرست و بلائے شمع کش	جز کہ شمع حق نمی پاید خمش
یہ قہر کی ہوا ہے اور شمع کو بجھانے والی بلا ہے	اللہ (تعالیٰ) کی شمع کے علاوہ کوئی شمع ٹھہرے گی چپ ہو جا

یعنی یہ قہر کی ہوا ہے اور بلائے شمع کش ہے بجز شمع حق کے اور کوئی نہیں ٹھہر سکتی تو خاموش رہ شمع سے مراد

www.besturdubooks.wordpress.com

تدابیر نجات' مطلب یہ کہ یہ قہر حق کی ہوا ہے کہ یہ تمام تدابیر کو باطل کر دیتی ہے اور آج اس کے آگے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی ہاں جو تدبیر کہ حق تعالیٰ کی ارشاد کردہ ہو وہ اس ہوا میں قائم رہ سکتی ہے اور وہ تدبیر کشتی ہے کہ اس میں نجات مل سکتی ہے اس کے علاوہ اور کسی چیز سے آج نجات نہیں مل سکتی۔

گفت نے رفتم بران کوہ بلند	عاصم ست آن کہ مرا از ہر گزند
اس نے کہا نہیں' اس بلند پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا	وہ پہاڑ مجھے ہر مصیبت سے بچانے والا ہے

یعنی وہ بولا کہ نہیں میں اس بلند پہاڑ پر چلا جاؤں گا تو وہ پہاڑ مجھے ہر گزند سے بچانے والا ہو گا یہ سن کر پھر حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ۔

ہیں مکن کہ کوہ کاہست این زمان	جز حبیب خویش راند ہد امان
خبردار! یہ نہ کر اس وقت پہاڑ تنکا ہے	وہ اپنے دوست کے علاوہ کسی کو پناہ نہ دے گا

یعنی ارے ایسامت کر کہ یہ پہاڑ اس وقت ایک تنکے کی برابر ہے حق تعالیٰ سوائے اپنے محبوب کے کسی کو امن نہیں دیگا۔

گفت من کے پند تو بشنودہ ام	کہ طمع کردی کہ من زین دودہ ام
اس نے کہا میں نے تیری نصیحت کب سنی ہے؟	تو نے یہ سوچا ہے کہ میں اس خاندان کا ہوں

یعنی وہ بولا کہ میں نے تمہاری بات کب سنی ہے کہ تم کو طمع ہو گی کہ میں اس خاندان سے ہوں۔

خوش نیامد گفت تو ہرگز مرا	من بری ام از تو در ہر دوسرا
تیری گفتگو ہرگز مجھے پسند نہیں آئی	میں تجھ سے دونوں جہان میں بیزار ہوں

یعنی مجھے تمہاری بات کبھی اچھی معلوم نہیں ہوئی میں تو تم سے دونوں جہان میں بری ہوں مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ تم کو یہ طمع ہو گی کہ میں تمہارے خاندان سے ہوں اس لئے تمہاری مان لوں گا۔ تو سن لو کہ مجھے تمہاری بات کبھی اچھی معلوم ہوئی ہی نہیں تو آج کیا اچھی معلوم ہو گی۔ لہذا میں تمہاری بات کبھی نہ مانوں گا۔ نوح علیہ السلام نے پھر فرمایا کہ۔

ہیں مکن بابا کہ روز ناز نیست	مر خدا را خویشی و انباز نیست
خبردار! بابا یہ نہ کر' یہ ناز کا دن نہیں ہے	خدا کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں ہے

یعنی ارے ایسا ہمارے ساتھ مت کر یہ دن ناز کا نہیں ہے خدا کو قرابت اور شرکت نہیں ہے مطلب یہ کہ تو جو میرے اوپر ناز کر رہا ہے یہ گویا کہ حق تعالیٰ پر ناز ہے تو دیکھ تو سہی کہ آج ناز کا دن نہیں ہے بلکہ روز نیاز ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ کو تو کسی سے قرابت اور اس کا تو کوئی شریک نہیں ہے کہ جو سفارش کرے تو مان لیں اس لئے بس ناز کم کر اور چلا آ۔

تاکنوں کردی و ایندم نازکیست	اندرین درگاہ کسے را ناز کیست
تو نے اب تک (ناز) کیا اور یہ نازک وقت ہے	اس دربار میں کسی کو ناز (کا حق) کب ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تو اب تک تو ناز کرتا رہا مگر یہ وقت نازک ہے اس درگاہ میں کسی شخص کو ناز کب ہے مطلب یہ کہ اب تک تو تو ناز کرتا رہا اور اسی وجہ سے تو نے میری نہ مانی مگر دیکھ یہ وقت نازک ہے اس میں کسی کی نہیں چلتی اور درگاہ حق میں کسی کو ناز کب ہو سکتا ہے اس لئے کہ ناز ہوتا ہے اولاد کو یا قرابت دار کو یا بیوی کو یا باپ دادا اجداد کو اور وہاں یہ شان ہے کہ۔

لم یلد ولم یولد ست او از قدم	نے پدر دارد نہ فرزند و نہ عم
نہ اس کے بیٹا پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا وہ ازل سے ہے	نہ باپ رکھتا ہے نہ بیٹا اور نہ چچا

یعنی وہ تو ہمیشہ سے لم یلد ولم یولد ہے نہ وہ باپ رکھتا ہے اور نہ فرزند اور نہ چچا۔

ناز فرزندان کجا خواہد کشید	را ز بابایان کجا خواہد شنید
وہ اولاد کا (سا) ناز کہاں برداشت کریگا؟	باپوں کا راز کہاں سنے گا؟

یعنی وہ لڑکوں کا ناز کب کھینچے گا (جبکہ اس کے لڑکا ہی نہیں) یا وہ والدین کی کب سنے گا (جبکہ اس کے والدین ہی نہیں ہیں) ان کا تو ارشاد ہے کہ۔

نیستم مولود پیرا کم بناز	نیستم والد جوانا کم گراز
(خدا فرمادے گا) میں بیٹا نہیں ہوں اے بوڑھے ناز نہ کر	میں باپ نہیں ہوں اے جوان! نہ اکڑ

یعنی میں مولود نہیں ہوں لہذا اے بڈھے تو ناز کم کر اور میں والد بھی نہیں ہوں تو اے جوان اکڑ مت مطلب یہ کہ شاید کوئی بڈھا یہ سمجھے کہ میں تو نعوذ باللہ حق تعالیٰ کا بزرگ ہوں جو کہوں گا مان لیں گے تو فرماتے ہیں کہ یاد رکھ کہ میں کسی کا مولود نہیں ہوں لہذا تم بھی امید مت رکھو کہ مجھ سے ناز کر کے بچ سکو گے اور شاید کسی جوان کو یہ شبہ ہو کہ ہم تو اولاد ہیں ہمیں کچھ نہ کہیں گے جیسے کہ یہود کہتے ہیں تو یاد رکھو کہ فرماتے ہیں کہ میں کسی کا والد بھی نہیں ہوں۔

نیستم شوہر من شہوتی	ناز را بگزار اینجا اے ستی
میں شوہر نہیں ہوں میں شہوت والا نہیں ہوں	اے خاتون! اس جگہ ناز کو چھوڑ دے

یعنی میں شوہر نہیں ہوں اور میں شہوتی نہیں ہوں تو اے عورت تو ناز کو اس جگہ چھوڑ دے مطلب یہ کہ اگر شاید کسی عورت احمق کو شبہ ہوتا کہ میں زوجہ حق ہوں تو وہ بھی یاد رکھے کہ ارشاد ہے کہ میں کسی کا شوہر نہیں ہوں لہذا معلوم ہوا کہ کوئی شخص بھی حق تعالیٰ پر ناز نہیں کر سکتا بلکہ۔

جز خضوع و بندگی و اضطرار	اندریں حضرت ندارد اعتبار
سوائے عاجزی اور غلامی اور بیچارگی کے	اس دربار میں کسی کا اعتبار نہیں ہے

یعنی سوائے خضوع اور بندگی اور اضطرار کے اس درگاہ میں اعتبار نہیں رکھتا بس جب یہ بات ہے تو نوح علیہ السلام نے کنعان سے فرمایا کہ تو ناز مت کر اس لئے کہ وہاں ناز کا کام ہی نہیں ہے ہاں عاجزی اور نیاز کا کام ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

لہذا یہ کرتا کہ رستگاری ملے یہ سب سن کر وہ کہتا ہے کہ۔

گفت بابا سالہا این گفتۂ	باز می گوئی بجہل آشفتۂ
اس نے کہا ابا تم نے یہ سالہا کہا ہے	پھر کہتے ہو نادانی سے بہک رہے ہو

یعنی بولا کہ اے بابا تو نے برسوں یہ کہا ہے اور پھر کہہ رہا ہے تو کیا جہل میں ملا ہے مطلب یہ کہ تو نے بہت کہا مگر میں نے نہ مانا تو اب پھر کہنا (نعوذ باللہ) جہالت ہے۔

چند ازینہا گفتۂ باہر کسے	تا جواب سرد بشنودی بسے
تم نے ہر شخص سے یہ باتیں بہت کہی ہیں	حتیٰ کہ بہت سے بے مروتی کے جواب سنے ہیں

یعنی تم نے یہ باتیں ہر شخص سے کہی ہیں یہاں تک کہ جواب سرد بہت سنے ہیں (مگر تم عجیب آدمی ہو کہ اس سے باز ہی نہیں آتے)

این دم سرد تو در گوشم نرفت	خاصہ اکنون کہ شدم دانا و زفت
تمہاری یہ بے اثر بات میں نے نہیں سنی	خصوصا اب جبکہ میں عقلمند اور بڑا ہو گیا ہوں

یعنی تمہاری یہ سرد باتیں میرے کان میں کبھی نہیں گئیں اور خاص کر جبکہ میں دانا اور قوی ہو گیا ہوں مطلب یہ کہ بچپن میں تو جبکہ مجھے عقل و ہوش بھی کم تھا میں نے تمہاری سنی ہی نہیں تو اب تو میں خوب عاقل ہو گیا ہوں اب تو تمہاری کیا سنوں گا۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ۔

گفت بابا چہ زیان دارد اگر	بشنوی یکبار تو پند پدر
(حضرت نوحؑ نے) فرمایا بابا کیا حرج ہو گا اگر	ایک بار تو باپ کی نصیحت مان لے گا

یعنی نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ ارے بابا کیا نقصان ہو جاوے گا اگر تو ایک مرتبہ باپ کی نصیحت سن لے گا مطلب یہ کہ فرمایا کہ خیر جو گزرا گزرا اب اگر ایک مرتبہ میری بات سن ہی لے گا تو یہ تو بتا کہ تیرا حرج ہی کیا ہو جاوے گا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہمچنیں میگفت او پند لطیف	ہمچنان میگفت او دفع عنیف
وہ اسی طرح شفقانہ نصیحت کرتے رہے	وہ اسی طور پر سختی سے انکار کرتا رہا

یعنی وہ تو اسی طرح نصیحت لطیف فرما رہے تھے اور وہ بھی اسی طرح دفع سخت کر رہا تھا یعنی وہ نصیحت فرما رہے تھے اور وہ سختی سے اس کا رد کر دیتا تھا۔

نے پدر از نصح کنعان سیر شد	نے دمے در گوش آن ادبیر شد
نہ تو باپ کا کنعان کو نصیحت کرنے سے پیٹ بھرا	نہ کوئی بات اس بدبخت کے کان میں پڑی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی نہ تو والد کنعان کی نصیحت سے سیر ہوئے اور نہ کوئی بات اس ادبار والے کے کان میں گئی ادبیر امالہ ہے ادبار کا مراد اہل ادبار یعنی وہ برابر نصیحت فرماتے رہے مگر اس نے بھی کچھ سن کر نہ دیا۔

اندرین گفتن بدند و موج تیز	برسر کنعان زد و شد ریز ریز
وہ اسی گفتگو میں تھے اور تیز موج نے	کنعان کے سر پر ضرب لگائی اور وہ ریزہ ریزہ ہو گیا

یعنی وہ اسی گفتگو میں تھے کہ موج تیز نے کنعان کے سر پر حملہ کیا اور اس کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

نوح گفت اے بادشاہ برد بار	مر مرا خرمرد وسیلت برد بار
نوح نے عرض کیا ' اے حلیم بادشاہ!	میرا گدھا مرا اور تیرا سیلاب سامان بہا لے گیا

یعنی نوح علیہ السلام نے (جناب باری میں) عرض کیا کہ اے بادشاہ برد بار میرا گدھا مر گیا اور سیل بوجھ کو لے گیا یہ ایک مثل ہے جب کسی کا بالکل خاتمہ اور فیصلہ ہو جاوے اس وقت بولتے ہیں مطلب یہ کہ بس اب تو بالکل فیصلہ ہو چکا ہے مگر ایک عرض یہ ہے کہ۔

وعدہ کردی مرمرا تو بارہا	کہ بیابد اہلت از طوفان رہا
تو نے مجھ سے بارہا وعدہ کیا	کہ تیرے اہل طوفان سے نجات پائیں گے

یعنی آپ نے بار بار مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ تمہارے اہل طوفان سے نجات پاویں گے۔

دل نہادم برامیدت من سلیم	پس چرا بربود سیل از من گلیم
مجھ بھولے نے تیری امید پر بھروسہ کیا	پھر طوفان میری کملی کیوں بہا لے گیا؟

یعنی مجھ سیدھے سادھے نے آپ کی امید پر دل رکھا تو پھر مجھ سے کمبل کو سیل کیوں لے گیا۔ کمبل سے مراد ان کا لڑکا تھا مطلب یہ کہ آپ نے تو وعدہ فرمایا تھا کہ ہم تیرے اہل کو نجات دے دیں گے تو پھر میرا لڑکا اس طوفان بلا میں کیوں آ گیا۔ مقصود اس سے دعا کرنا تھا اس قصہ کو قرآن شریف میں بھی بیان فرمایا ہے۔ وعدہ تو بیان ہے کہ ارشاد ہے کہ **قلنا احمل فیھا من کل زوجین اثنین و اھلک الا من سبق علیه القول و من امن** یعنی ہم نے نوح سے کہا کہ اس کشتی میں ہر ایک جانور کے ایک ایک نر مادہ اور اپنی اہل کو بجز ان کے کہ جن پر قول غرق سابق ہو چکا ہے اور دیگر مومنین کو سوار کر لو تو اس سے معلوم ہوا کہ اہل ناجی ہے آگے دعا نقل فرماتے ہیں کہ **ونادی نوح ربه فقال رب ان ابنی من اھلی و ان وعدک الحق وانت احکم الحاکمین**۔ یعنی نوحؑ نے حق تعالیٰ کو پکارا کہ اے میرے رب میرا بیٹا تو میرے اہل ہی میں سے ہے اور آپ کا وعدہ حق ہے اور آپ احکم الحاکمین ہیں۔ تو جب اہل میں سے ہے تو اس کو تو موافق وعدہ نجات ہونی چاہئے اس پر جواب ارشاد ہوتا ہے کہ **یا نوح انه لیس من اھلک** یعنی اے نوحؑ وہ تمہاری اہل میں سے ہی نہیں ہے اہل

www.besturdubooks.wordpress.com

سے نہ ہونے کی توجیہ تفاسیر میں مذکور ہے یہاں صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ نوح علیہ السلام سے اول فرمادیا تھا کہ تمہاری اہل نجات پاوے گی مگران میں سے وہ لوگ جن پر کہ قول غرق سابق ہو چکا ہے نجات نہ پاویں گے تو پھر نوح علیہ السلام نے کیوں دعا کی جواب اس کا یہ ہے کہ یہ ارشاد تو ہوا تھا مگراس کی تفصیل نہ فرمائی تھی کہ کون ایسا ہے جوناجی نہ ہوگا لہذا احتمال سب میں تھا تواگر چہ کنعان کے کافر ہونے کی وجہ سے سبقت قول معلوم ہوتا تھا مگر یہ شبہ بھی تھا کہ شاید نجات پاجاتا۔ تواس کی تفسیر میں ابہام رہا اس لئے دعا کی اس پر جواب یہی ملا کہ وہ تمہارے اہل سے نہیں ہے۔ فلاتسئلن ما لیس لک به علم. یعنی جس امر کا تمہیں علم نہیں ہے اس کا سوال مت کرو تو یہ نوحؑ کی غلطی نہ تھی بلکہ تفسیر میں ابہام تھا اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم قیام ساعۃ تھا مگراس کا علم نہ تھا کہ کب قائم ہوگی اسی طرح یہ تو علم تھا کہ غیر مومنین اہل ناجی نہ ہونگے باقی یہ کہ وہ کون کون ہیں اس کا علم نہ تھا لہذا دعا کی تو وہاں سے ارشاد ہوا کہ تم اس کا سوال مت کرو کہ جس میں جانب مخالف کا بھی احتمال تھا اس سے تو سوال ہی نہ کرنا چاہئے تھا تو نوحؑ نے کوئی اعتراض نہیں کیا جس سے کہ اعتراض پڑ سکے خوب سمجھ لو پس جب نوحؑ نے یہ عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ۔

گفت او از اہل وخویشانت نبود	خود ندیدی تو سفیدی از کبود
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا وہ تیرے اہل اور اپنوں میں سے	تونے خود سفید کو نیلے سے ممتاز نہ کیا

یعنی ارشاد ہوا کہ وہ تمہارے (اس) اہل میں سے نہ تھا (جس کا ناجی ہونا مقدر ہو چکا تھا) اور تم نے خود سفیدی کو کبود سے ممتاز نہیں کیا۔ مطلب یہ کہ تم نے دونوں میں فرق نہیں کیا بلکہ سب کو اہل میں ہی داخل سمجھا حالانکہ جو کفار تھے وہ اس اہل میں داخل نہ تھے جن کی نجات کا وعدہ تھا اور وہ اہل مومنین ہی تھے اور جب یہ کنعان مومن نہ تھا تو یہ اس قابل ہی نہ تھا کہ اس کو نجات ملے بلکہ یہ تو اسی قابل تھا کہ یہ ہلاک کیا جاوے اس کی آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ در دندان تو کرم اوفتاد	نیست دندان برکنش اے اوستاد
جب تیرے دانت میں کیڑا لگ گیا	وہ دانت نہیں ہے اے استاد اس کو اکھاڑ دے

یعنی جبکہ تمہارے دانت میں کیڑا پڑ گیا تو وہ دانت ہی نہ رہا اے استاد اس کو اکھاڑ دو۔

تا کہ باقی تن نہ گردد دزار ازو	گرچہ بود آن تو شو بیزار ازو
تاکہ باقی جسم اس سے کمزور نہ بنے	اگرچہ وہ تیرا تھا تو اس سے بیزار ہو جا

یعنی تاکہ اس سے باقی تن بھی خراب نہ ہوجاوے تو اگرچہ وہ تمہاری ملک ہے تم اس سے بیزار ہو جاؤ تو اسی طرح جبکہ یہ کنعان مومن نہ تھا تو اگرچہ یہ اولاد ہی کیوں نہ ہو اس سے بیزار ہو جاؤ خوب کہا ہے کہ۔

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد　　فدائے یک تن بیگانہ شنا باشد

جب یہ ارشاد ہوا تو نوح نے عرض کیا کہ۔

گفت بیزارم ز غیر ذات تو	غیر نبود آنکہ باشد مات تو
عرض کیا تیری ذات کے غیر سے میں بیزار ہوں	جو تجھ میں فنا ہو گیا وہ غیر نہ ہوگا

یعنی نوح نے عرض کیا کہ (اے اللہ) میں تیری ذات کے سوا (سب سے) بیزار ہوں اور جو کہ تیرا مطیع ہو گیا وہ غیر نہیں ہے۔صوفیہ کی اصطلاحات اکثر محاورات کے تابع ہوتی ہیں اور ان کی اصطلاحات علوم منطقیہ کے موافق نہیں ہیں تو غیر محاورہ میں کہتے ہیں اس کو جو بے تعلق ہو مثلاً بولتے ہیں کہ فلاں شخص تو غیر نہیں ہے تو اس غیر سے مراد مقابل عین نہیں ہے بلکہ اس سے مراد غیر تعلق والا ہے تو چونکہ نوح کی اس دعا سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کو اپنی اولاد سے بہت محبت ہے اور بہت تعلق ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ اے الٰہی میں تیری ذات کے سوا سب سے بیزار ہوں اب یہاں یہ شبہ ہوا کہ مومنین کے لئے تو آپ دعا بھی فرماتے تھے لہذا فرماتے ہیں کہ جو کہ آپ سے تعلق رکھنے والا ہے اور آپ کا مطیع ہے وہ چونکہ غیر نہیں ہے اس لئے اس سے تعلق رکھنا گویا کہ تعلق بحق ہے۔

تو ہمیدانی کہ چونم باتو من	بیست چندانم کہ باباران چمن
تو جانتا ہے کہ میرا تجھ سے کیا تعلق ہے	اس سے بیس گنا ہے جو چمن کو بارش سے ہے

یعنی آپ تو جانتے ہیں کہ میں آپ کے ساتھ کیسا ہوں میں ایسا ہوں جیسا کہ بارش کے ساتھ چمن مطلب یہ کہ جس طرح کہ چمن کو باران کے ساتھ تربیت کا تعلق ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ آپ سے مجھے تعلق ہے تو پھر میں کسی دوسرے پر کیوں نظر کروں گا۔

زندہ از تو شاد از تو عائلے	مغتذی بے واسطہ بے حائلے
(میں) تجھ سے زندہ تجھ سے خوش ہوں ایک محتاج (ہوں)	بغیر کسی واسطہ (اور) بغیر بیچ والے کے تجھ سے روزی پانے والا (ہوں)

یعنی آپ ہی سے زندہ ہوں اور آپ ہی سے شاد ہوں اور ایک محتاج ہوں اور بے واسطہ اور بے حائل کے غذا حاصل کرنے والا ہوں۔

متصل نے منفصل نے اے کمال	بلکہ بیچوں و چگونہ و اعتلال
اے (خداوند) کمال (وہ) نہ جڑا ہوا ہے نہ جدا	بلکہ (اس کا تجھ سے تعلق) بے مثل اور بے کیف اور بے علت ہے

یعنی نہ متصل ہیں اور نہ منفصل ہیں اے کامل بلکہ بیچوں و چگونہ اور علت و معلولیت کے۔مطلب یہ کہ صوفیہ کرام حق تعالیٰ اور بندہ کے درمیان میں صرف واسطہ صانعیت و مصنوعیت ہی نہیں کہتے اور وہ صرف واسطہ فی الاثبات ہی نہیں مانتے بلکہ یہ حضرات ایک اور واسطہ بھی مانتے ہیں جو کہ اس کے علاوہ ہے مگر اس کو یہ حضرات الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے صرف اشارات سے کام لیتے ہیں ہاں وہ وجدانی اور ذوقی امر ہے جس کو مکشوف ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاوے وہی اس کو معلوم کر سکتا ہے تو اسی طرح فرماتے ہیں کہ میں نہ تو آپ سے بالکل ہی متصل ہوں اور نہ منفصل ہوں اور میرے آپ کے درمیان میں نہ علیت اور معلولیت کا واسطہ ہے بلکہ وہ واسطہ ایسا ہے کہ جس کو الفاظ سے بیان کرنا مشکل ہے صرف مثالوں سے اس کو بیان کیا جا سکتا ہے لہذا اس کے آگے مثال فرماتے ہیں کہ۔

ماہیانیم تو دریائے حیات	زندہ ایم از لطف اے نیکو صفات
ہم مچھلیاں ہیں اور تو زندگی کا سمندر ہے	اے اچھی صفتوں والے (خداوند) تیری مہربانی سے ہم زندہ ہیں

یعنی ہم مچھلیاں ہیں اور آپ آب حیات ہیں تو ہم آپ ہی کے لطف سے زندہ ہیں اے نیکو صفات۔

تو نہ گنجی در کنار فکرتے	نے بمعلولے قرین چون علتے
تو عقل کے پہلو میں نہیں سماتا ہے	نہ معلول ہونے کی وجہ سے کسی علت سے وابستہ ہے

یعنی آپ کنار فکر میں بھی نہیں سما سکتے نہ آپ علت کی طرح کسی معلول کے قرین ہیں مطلب یہ کہ مخلوق میں اور آپ میں جو علاقہ ہے وہ علاقہ معلول وعلت کا نہیں ہے نہ آپ فکر ناقص انسانی میں سما سکتے ہیں بلکہ آپ سب سے بالا اور برتر اور ارفع ہیں۔ سبحانہ و تعالیٰ عما یصفون آگے فرماتے ہیں کہ۔

پیش ازین طوفاں و بعد ایں مرا	تو مخاطب بودۂ در ماجرا
اس طوفان سے پہلے اور اس کے بعد میرے لئے	(ہر) قصّہ میں تو مخاطب ہے

یعنی اس طوفان سے پہلے اور بعد اس کے (ہمیشہ) آپ ہی گفتگو میں میرے مخاطب رہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ میں نے جب کلام کیا ہے وہ سب آپ ہی کے لئے تھا اس لئے گویا کہ دوسرے سے کلام ہی نہیں کیا اور تمام کاموں سے آپ ہی مقصود تھے تو اور جس سے بھی کلام کیا یا واسطہ رکھا وہ درجہ مقصودیت کو نہیں پہنچا اور اب بعد طوفان کے جب اور سب لوگ ہلاک ہو گئے ہیں آپ ہی میرے مخاطب ہیں۔

باتو مے گفتم نہ بائیشان سخن	اے سخن بخش نو وآن کہن
میں تجھ سے بات کرتا ہوں نہ کہ ان سے	اے آنے والے اور گزرے ہوئے زمانہ میں بات کی طاقت عطا کرنے والے

یعنی میں تو آپ سے ہی بات کرتا تھا نہ کہ ان سے اے نئی بات کے بخشنے والے اور اس پرانی کے مطلب یہ کہ درجہ مقصودیت میں تو ہمیشہ آپ ہی میرے مخاطب رہے ہیں باقی بظاہر اوروں سے جو گفتگو ہوئی تھی اس کی مثال دیتے ہیں کہ۔

نے کہ عاشق روز و شب گوید سخن	گاہ بااطلال و گاہے بادمن
کیا عاشق دن رات باتیں نہیں کرتا؟	کبھی کھنڈروں اور کبھی کوڑی سے

یعنی کیا عاشق دن رات ٹیلوں اور جنگلوں سے باتیں نہیں کیا کرتا (جیسے کہ عرب کا قاعدہ تھا کہ کہتے ہیں کہ۔

ایا منزلے سلمے سلام علیکما ھل الازمن الاتی مضین رواجع

www.besturdubooks.wordpress.com

مگر

روئے در اطلال کردہ ظاہرا	او کرامی گوید ایں مدحت کرا
بظاہر کھنڈروں کی طرف رخ کر کے	وہ کس سے کہتا ہے (اور) کس کی تعریف کرتا ہے؟

یعنی ظاہرا تو وہ ٹیلوں میں توجہ کئے ہوئے مگر وہ یہ مدح کس کی کر رہا ہے کس کی۔ ظاہر ہے کہ مقصود اس سے مدح معشوق ہوتی ہے۔ بس اسی طرح اگرچہ میں ان سے باتیں کرتا تھا مگر چونکہ آپ کے واسطے ہوتی تھیں لہذا گویا کہ آپ ہی میرے مخاطب ہوتے تھے لیکن۔

شکر طوفان را کنون بگماشتی	واسطہ اطلال را برداشتی
شکر ہے اب تونے طوفان مسلط کر دیا	کھنڈروں کا واسطہ اٹھا دیا

یعنی شکر ہے کہ آپ نے اب طوفان کو مقرر فرما کر ان اطلال کے واسطے کو اٹھا دیا (بس اب بلا واسطہ آپ سے مناجات کروں گا)

زانکہ اطلال و لئیم و بدبدند	نے ندائے نے صدائے میزدند
کیونکہ وہ کھنڈر اور کمینے اور بد تھے	نہ پکارتے تھے نہ صدائے (بازگشت) دیتے تھے

یعنی اس لئے کہ وہ صرف ٹیلے اور لئیم اور بد ہی تھے نہ وہ ندا کرتے تھے نہ صدا کرتے تھے۔ مطلب یہ کہ پہاڑ میں اگر بولتا ہے تو وہ گونجتا ہے اور اس میں سے دوبارہ بھی آواز جو اس نے کی پیدا ہوتی ہے اور اس سے انس ہوتا ہے مگر وہ ایسے تھے کہ میں تو آپ کا ذکر کرتا تھا اور ان میں حرکت بھی نہ ہوتی تھی اگر وہ بھی میرا ساتھ دیتے تو ان سے انس ہوتا اب تو بہتر ہوا کہ ہلاک ہو گئے۔

من چنان اطلال خواہم در خطاب	کز صدا چون کوہ وا گوید جواب
میں خطاب کے لئے ایسے کھنڈر چاہتا ہوں	جو پہاڑ کی طرح صدائے بازگشت سے جواب دیں

یعنی میں تو خطاب کے لئے ایسے اطلال کو چاہتا ہوں کہ صدا سے پہاڑ کی طرح جواب دیں۔

تا مثنیٰ بشنوم من نام تو	عاشقم برنام جان آرام تو
تاکہ میں تیرا نام مکرر سنوں	میں تیرے جان کو آرام دینے والے نام کا عاشق ہوں

یعنی تاکہ میں آپ کا نام دوبارہ سنوں۔ میں تو آپ کے نام جان آرام پر عاشق ہوں۔ مطلب یہ کہ مجھے تو ایسے واسطہ کی ضرورت ہے جو کہ میرا ساتھ آپ کے ذکر میں دے تاکہ ایک مرتبہ تو میں آپ کا نام مبارک لوں اور دوسری مرتبہ وہ آپ کا نام لے تو آپ کے نام کو میں دوبارہ سنوں اور مجھے دونا مزہ آوے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

25

ہر نبی زان دوست دارد کوہ را	تا مثنّٰے بشنود نام ترا
ہر نبی پہاڑ کو اسی لئے دوست رکھتا ہے	تاکہ تیرے نام کو مکرر سنے

یعنی ہر نبی اس لئے پہاڑ کو دوست رکھتا ہے تاکہ آپ کے نام مبارک کو دوبارہ سنے۔ مطلب یہ کہ چونکہ پہاڑ میں گونج پیدا ہونے سے جو الفاظ کہ متکلم بولتا ہے ویسی ہی آواز اس میں سے بھی نکلتی ہے تو اسی لئے انبیاء علیہم السلام پہاڑوں میں رہنا پسند کرتے ہیں تاکہ وہ ذکر کریں اور اس میں سے دوبارہ ویسی ہی آواز پیدا ہونے سے ان کا دوہرا لطف آتا ہے۔ انبیاء کا پہاڑ کو محبوب رکھنا کہیں منقول تو ہے نہیں مگر ان کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ اول اول ان حضرات کو خلوت پسند ہوتی ہے تو وہ اکثر غاروں اور پہاڑوں میں ہی قیام کرتے ہیں باقی اس میں اس مصلحت کا ہونا یہ صرف ایک نکتہ ہے تو بس واسطہ ایسا ہو کہ جو ان کے ساتھ وہ بھی ذکر حق کرے۔

آن کہ پست مثال سنگلاخ	موش را شاید نہ مارا در مناخ
وہ پست پہاڑ جو پتھریلی زمین جیسا ہے	پڑاؤ کے لئے چوہے کے لائق ہے نہ کہ ہمارے

یعنی وہ پہاڑ سنگلاخ کی طرح موش کو قیام گاہ کے لئے چاہئے نہ ہم کو مطلب یہ کہ جس میں سے کہ آواز پیدا نہ ہو اور وہ ذکر میں ساتھ نہ دے ایسے واسطہ کی ضرورت تو دنیاداروں کو جو کہ عالم ناسوت میں رہ کر پستی میں پڑے رہنے میں موش کی طرح ہیں ضرورت ہے باقی ہمیں ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ۔

من بگویم او نگردد یار من	بے صدا ماندم و گفتار من
میں بولتا ہوں وہ میرا یار نہیں بنتا ہے	میرے بولنے کے وقت بغیر صدائے بازگشت کے رہ جاتا ہے

یعنی میں تو کہتا ہوں اور میرا ساتھ نہ دیتا تو میری بات اور گفتار بھی بے صدا کے رہ جاتی ہے یعنی وہ جوش اور شوق میرے اندر بھی نہیں رہتا اس لئے کہ ان کو دیکھ کر طبیعت مرجھا جاتی ہے۔

باز مین آن بہ کہ ہموارش کنے	نیست ہمدم باعدم یارش کنے
یہ بہتر ہے کہ تو اس کو زمین کے برابر کر دے	وہ ساتھی نہیں ہے اس کو عدم کا یار بنا دے

یعنی یہ بہتر ہے کہ آپ اس کو زمین کے ہموار کر دیں اور وہ ہمدم نہیں ہے تو اس کو عدم کے ساتھ مقرون فرما دیں مطلب یہ کہ ایسے کو تو ہلاک کر دینا ہی بہتر ہے یہاں تک حضرت نوحؑ کی گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کو رنج ہے مگر حق تعالیٰ کے سامنے سب کو ہیچ سمجھے ہوئے ہیں اس لئے ارشاد ہوتا ہے کہ۔

گفت اے نوحؑ ارتو خواہی جملہ را	حشر گردانم برآرم از ثریٰ
فرمایا اے نوحؑ! اگر تو چاہے (تو) سب کو	از سر نو زندہ کردوں؛ مٹی سے نکال لوں

یعنی فرمایا کہ اے نوحؑ اگر تم چاہو تو میں سب کو زندہ کر دوں اور زمین سے نکال دوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بہر کنعانے دل تو نشکنم	لیک از احوال آگہ مے کنم
ایک کنعان کی وجہ سے میں تیرا دل نہ توڑوں گا	لیکن تجھے حالات سے آگاہ کرتا ہوں

یعنی میں ایک کنعان کے واسطے تمہاری دل شکنی کرنا نہیں چاہتا لیکن آپ کو احوال سے آگاہ کرتا ہوں یعنی آپ کو بتا دیا ہے ورنہ آپ کی دل شکنی منظور نہیں ہے اگر آپ کہیں تو سب کو زندہ کر دوں۔ اللہ اکبر کیا رحمت ہے اور کیسی شفقت ہے اور دوسری طرف رضا اور تسلیم اور انقیاد ملاحظہ ہو کہ یہ سنکر حضرت نوحؑ فرماتے ہیں کہ۔

گفت نے نے راضیم کہ تو مرا	ہم کنی غرقہ اگر باید ترا
عرض کیا نہیں نہیں' میں راضی ہوں کہ تو مجھے	بھی ڈبو دے اگر تیری مرضی ہو

یعنی انہوں نے عرض کیا کہ نہیں نہیں میں تو راضی ہوں کہ اگر آپ چاہیں تو مجھے بھی غرق کر دیں۔

ہر زمانم غرقہ مے کن من خوشم	حکم تو جانست چوں جان میکشم
تو مجھے ہر وقت ڈبوتا رہ۔ میں خوش ہوں	تیرا حکم جان ہے اور میں جان کی طرح اس کو برداشت کرتا ہوں

یعنی آپ مجھے ہر گھڑی غرق فرمادیں آپ کا حکم تو جان ہے میں اس کو جان کی طرح کھینچتا ہوں۔

ننگرم کس را و گرہم بنگرم	او بہانہ باشد و تو منظرم
میں کسی کو نہیں دیکھتا ہوں اور اگر میں دیکھوں بھی	وہ بہانہ ہو گا اور تو میرے پیش ہو گا

یعنی میں کسی کو نہیں دیکھتا اور اگر دیکھوں بھی تو وہ بہانہ ہوگا اور آپ میرے منظر ہوں گے۔

عاشق صنع تو ام در شکر و صبر	عاشق مصنوع کے باشم چو گبر
میں صبر و شکر کے ساتھ تیرے کام کا عاشق ہوں	میں بت پرست کی طرح مصنوع کا کب عاشق ہوں؟

یعنی میں تو آپ کے افعال کا شکر و صبر کے ساتھ عاشق ہوں اور میں بت پرست کی طرح مصنوع کا عاشق کب ہوں گا تو یہ اغراق وغیرہ تو آپ کا فعل ہے اس پر تو میں راضی اور خوش ہوں اور یہ اولاد اور دوسرے لوگ سب مصنوع ہیں تو ان کو بحیثیت مصنوعیت کے مقصود نظر سمجھنا تو کفر ہے لہذا میں ان پر ہرگز نظر نہیں کرتا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

عاشق صنع خدا با فربود	عاشق مصنوع او کافر بود
اللہ کے فعل کا عاشق باعزت ہوتا ہے	اس کی بنائی ہوئی چیز کا عاشق کافر ہوتا ہے

یعنی افعال حق کا عاشق تو باعزت ہوتا ہے اور ان کے مصنوع کا عاشق کافر ہوتا ہے اس لئے کہ جب اس نے مصنوع کو مقصود سمجھا تو لا مقصود الا اللہ کے درجہ میں یہ شخص کافر ہوگا اور فرماتے ہیں کہ

درمیان این دو فرقے بس خفی است	خود شناشد آنکہ در رویت صفیست
ان دونوں باتوں میں بہت باریک فرق ہے	وہ پہچانتا ہے جو تاڑنے میں ممتاز ہے

یعنی ان دونوں کے درمیان میں فرق بہت خفی ہے وہ شخص خود جانتا ہے جس کی نظر میں صفائی ہے۔
مطلب یہ کہ مصنوع اور صنع پر نظر کرنا اور ان میں پھر مقصودیت نہ ہونا ایسا امر ہے کہ جو محض مخفی ہے اور وجدانی امر ہے اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کو مکشوف ہوگیا ہے۔ آگے دو حدیثوں کے درمیان توفیق بیان فرماتے ہیں جس کا اول حاصل سمجھ لو کہ ایک تو حدیث ہے کہ الرضاء بالکفر کفر. کفر پر راضی ہونا کفر ہے اور دوسری حدیث ہے کہ من لم یرض بقضائی ولم یصبر علی بلائی فلیطلب ربا سوائی یعنی جو کہ میری قضا پر راضی نہ ہو اور میری بلا پر صبر نہ کرے اس کو چاہئے کہ کوئی دوسرا رب تلاش کر لے تو ان دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی شے پر حکم کسی حیثیت کے اعتبار سے ہوتا ہے تو محکوم علیہ وہ حیثیت ہوا کرتی ہے بس اب سمجھو کہ کفر من حیث ہو مخلوق اللہ و فعل اللہ تو حسن ہے اور من حیث ہو فعل العبد قبیح و مذموم ہے اور بحیثیت فعل حق ہونے کے تو کفر قضا ہے اس پر تو راضی رہنا اور اس کو حسن سمجھنا فرض ہے مگر بحیثیت اس کے فعل عبد ہونے کے قضا نہیں ہے بلکہ مقتضی ہے تو اس کو حسن سمجھنا اور اس پر راضی رہنا ضروری نہیں ہے تو اب یہ کہنا کہ من لم یرض بقضائے الخ بھی صحیح ہے اور الرضاء بالکفر الخ بھی صحیح ہے کہ کفر پر بحیثیت قضا ہونے کے تو راضی رہنا فرض کہ وہ فعل حق ہے اور اس درجہ میں وہ حسن ہے مگر فعل عبد کی حیثیت سے تو وہ قضا ہے ہی نہیں وہ تو مقتضی ہو گیا اب وہ حسن نہیں رہا۔ خوب سمجھ لو اب اشعار سے بھی سمجھ لو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ تفصیل قصہ کنعان اور نوح علیہ السلام یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کنعان سے کہا کہ بیٹا تو مسلمان ہو جا اور اپنے باپ کی کشتی میں بیٹھ جا تا کہ تو طوفان میں غرق ہونے سے محفوظ رہے۔ اس نے جواب دیا کہ نہ میں مسلمان ہوتا ہوں اور نہ تمہاری کشتی کی مجھے ضرورت ہے۔ اس لئے کہ مجھے تیرنا آتا ہے اور اس تاریکی سے نجات پانے کے لئے میرے پاس آپ کی شمع کے علاوہ ایک اور شمع ہے انہوں نے کہا بیٹا ایسا نہ کرو دیکھو یہ طوفان بلا کی موج ہے پیراک کے ہاتھ پاؤں آج بالکل کام نہیں دے سکتے یہ قہر و بلا کی آندھی ہے اس کے سامنے کوئی شمع تدبیر نہیں ٹھہر سکتی۔ اس وقت تو صرف شمع حق اور تدبیر الٰہی ہی کی ضرورت ہے اور کوئی تدبیر مفید نہیں بس تم ایسی باتیں نہ کرو اور کہنا مان لو اس نے کہا اچھا لیجئے میں پہاڑ پر چلا یا یہ اونچا پہاڑ مجھے بچاوے گا دیکھیں آپ کا طوفان میرا کیا کرتا ہے۔ انہوں نے کہا بیٹا ایسی باتیں نہ کرو آج پہاڑ ایک تنکے کے برابر بے حقیقت ہے اور حق سبحانہ اپنے محبوب کے سوا کسی کو نہ بچاویں گے اس نے کہا کہ ابا میں نے آپ کی کبھی کوئی بات مانی ہے؟ کہ آج آپ کو یہ توقع ہے کہ میں آپ کی اولاد ہوں۔ لہذا آپ کی بات مان لوں گا مجھے آپ کی یہ باتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ مجھے آپ سے کوئی واسطہ نہیں آپ میری خیر خواہی نہ کیجئے۔ اس پر بھی شفقت

www.besturdubooks.wordpress.com

پدری کا جوش فرو نہ ہوا اور فرمایا کہ دیکھو بیٹا ایسی باتیں نہ کرو کہنا مانو یہ ناز کا وقت نہیں خدا کا نہ کوئی رشتہ دار ہے نہ شریک کہ اس کو اس کے ارادہ سے روک سکے اب تک تم نے ناز کیا اور میں نے اٹھایا مگر یہ وقت نازک ہے درگاہ حق سبحانہ میں ناز نہیں چلتا۔ خیر مجھ سے تو تم پیدا ہوئے تھے اس لئے میں نے ناز برداری کی مگر حق سبحانہ تو نہ کسی سے پیدا ہوئے نہ ان سے کوئی پیدا ہوا ان کے تو نہ کبھی باپ ہوا نہ بیٹا۔ نہ چچا۔ ایسی حالت میں نہ بیٹوں کے ناز اٹھا سکتا ہے نہ باپوں کے حکموں کو مان سکتا ہے کیونکہ وہ بیٹا اور باپ ہی نہیں رکھتا جو اس پر ناز کرے یا حکم کرے۔ وہ تو یہ کہتا ہے کہ بڑے میاں آپ نخرے نہ کریں اس لئے کہ میں کسی کا بیٹا نہیں ہوں کہ باپ کی ناز برداری کا عادی ہو کر آپ کی ناز برداری کروں اور جوان صاحب آپ بھی کان کھول کر سن لیں کہ میں صاحب اولاد نہیں کہ ان کی ناز برداری کا عادی ہونے کے سبب آپ کی بھی ناز برداری کروں لہٰذا آپ مجھ سے اینٹھیں نہیں۔ نیز اے عورت تو بھی سن لے کہ میں نہ شہوت رکھتا ہوں نہ میرے کوئی بیوی ہے کہ اس کی ناز برداری کے سبب تیری بھی ناز برداری کروں پس تو ناز مت کر ہمارے یہاں کسی کا ناز نہیں چلتا یہاں تو صرف خشوع و خضوع بندگی و بیچارگی چلتی ہے اور کوئی چیز یہاں وقعت نہیں رکھتی۔ اس پر اس نے کہا اباجان تم کو یہی کہتے برس گزر گئے اور کچھ بھی آپ کی نصیحت کارگر نہ ہوئی آپ بھی بڑے جاہل ہیں کہ پھر بھی وہی باتیں کرتے ہیں۔ آپ سوچئے تو سہی کہ آپ نے ہر شخص سے اسی قسم کی کس قدر باتیں کی ہیں مگر اس کا یہی نتیجہ ہوا کہ آپ کو بہت مرتبہ روکھے جواب سننے پڑے۔ بالخصوص میں کہ آپ کی غیر موثر نصیحت میں نے کبھی سنی ہی نہیں پھر بھلا اب تو کیا سنوں گا کہ اب تو مجھے ہوش بھی آ گئے ہیں اور نفع و نقصان کو سمجھنے بھی لگا ہوں اور بڑا بھی ہو گیا ہوں اس پر بھی انہوں نے یہی کہا کہ میاں میں نے مانا کہ تم نے کبھی میری بات نہیں سنی لیکن اگر ایک مرتبہ میری بات مان لو تو کچھ حرج ہے۔ غرض کہ وہ یونہی اس کو نرمی سے سمجھایا کئے وہ اسی طرح سخت جواب دیتا رہا نہ تو حضرت نوح علیہ السلام کا ہی اس کی نصیحت سے جی بھرا اور نہ اس بدبخت نے کوئی بات مان کے دی۔ اسی ردوکد میں تھے کہ موج آئی اور کنعان کے سر سے ٹکرائی اور وہ پاش پاش ہو گیا۔ اس پر حضرت نوحؑ نے حضرت حق سبحانہ میں التجا کی کہ اے اللہ میرا گدھا بھی مرا اور سامان بھی رو میں بہہ گیا۔ یعنی اس طوفان میں میرا بچہ بھی مر گیا اور میں دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔ آپ نے تو بارہا مجھے وعدہ فرمایا تھا کہ میں آپ کے لوگوں کو بچاؤں گا اور آپ کا وعدہ یقیناً سچا ہے اور اسی بناء پر مجھے امید کامل تھی کہ کنعان ہلاک نہ ہوگا لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھ غریب کا کمبل کیوں بہہ گیا یہ میں ضرور جانتا ہوں کہ آپ کا وعدہ جھوٹا نہ تھا اور یہ میری سمجھ کی غلطی ہے مگر اس کی تفصیل دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ حق سبحانہ نے جواب دیا کہ وہ تمہاری اہل میں سے نہ تھا تم کو اہل اور غیر اہل میں امتیاز نہ ہوا اور محض ظاہر کو دیکھ کر تم نے اس کو اپنی اہل میں سے سمجھ لیا حالانکہ واقع میں ایسا نہیں اور تم کو اس کے بچاؤ کی فکر نہ چاہئے دیکھو جب تمہارے دانت میں کیڑا پڑ جاتا ہے تو اب وہ دانت نہیں رہتا اور قابل انتفاع نہیں ہوتا بلکہ بجائے آرام دینے کے تکلیف دیتا ہے ایسے دانت کو دانت سمجھ کر رکھنا نہیں چاہئے بلکہ اکھیڑ ڈالنا چاہئے تاکہ بقیہ جسم کو اس سے تکلیف نہ ہو اگرچہ وہ واقع میں تمہارا ہی جزو ہے لیکن

www.besturdubooks.wordpress.com

اس سے قطع تعلق کرنا چاہئے بس ایسا ہی کنعان کو سمجھو کہ گو وہ تمہارے اہل میں سے تھا مگر نا اہل تھا لہذا اس کا ڈوبنا ہی بہتر تھا یہ حکم سن کر حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بجز آپ کے سب سے قطع کرتا ہوں اور یہ جو آپ کے مطیعین ہیں یہ تو آپ ہی کے ہیں غیر نہیں ہیں اس لئے ان سے تعلق رکھتا ہوں اور وہ تعلق بھی آپ ہی کی وجہ سے ہے لہذا آپ ہی سے ہے آپ خود جانتے ہیں کہ مجھ کو آپ سے کیا تعلق ہے۔ مجھ کو آپ سے اس تعلق سے کہیں زیادہ تعلق ہے جو چمن کو بارش سے ہے کیونکہ چمن کو جو تعلق استفاضۂ حیات وکمالات بارش سے ہے وہ تو محض تعلق تسبب ہے اور مجھ کو جو آپ سے تعلق ہے وہ حقیقی ہے پس کجا یہ کجا وہ میں آپ ہی کے ذریعہ سے زندہ ہوں آپ ہی مجھے خوش کرتے ہیں آپ ہی کا محتاج ہوں آپ ہی سے بلاواسطہ غذا حاصل کرتا ہوں۔ آپ میں یہ کمال ہے کہ نہ آپ متصل ہیں نہ منفصل کیونکہ اتصال وانفصال مادیات کی شان ہے نہ مجردات کی بلکہ آپ کے مناسب تو بے چونی وبیچگونی ہے اس لئے آپ بیچون وبیچگون ہیں نیز آپ دریا اور منبع حیات ہیں اور ہم مچھلیاں اور آپ کے فیض سے زندہ نہ آپ کی کہنہ ذات عقل میں آسکتی ہے نہ آپ کو معلولیت کے سبب کسی علت سے اقتران ہے یعنی آپ کسی علت کے معلول نہیں طوفان سے پہلے بھی اور طوفان کے بعد بھی اس تمام قصہ تبلیغ میں میرے مخاطب آپ ہی تھے اور اے نیا اور پرانا کلام عطا کرنے والے میری گفتگو آپ ہی سے تھی نہ ان لوگوں سے یعنی میری گفتگو در حقیقت تو انہیں سے تھی مگر چونکہ آپ کی رضا کے لئے اور آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے تھی لہذا آپ ہی سے تھی آگے مولانا اس استبعاد کو مثال سے دور کرتے ہیں جو اس کلام سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ گفتگو کسی سے ہو اور مخاطب کوئی اور ہو چنانچہ فرماتے ہیں کہ دیکھو عاشق جو رات دن کبھی معشوق کے کھنڈروں کو مخاطب بناتا ہے اور کبھی کوڑی کو تو وہ جو ظاہر ان کھنڈروں وغیرہ کو مخاطب بناتا ہے تو تمہیں بتلاؤ کہ حقیقت میں یہ تعریف کس کی ہے کیا ان کھنڈروں کی نہیں بلکہ معشوق کی کیونکہ وہ جس قدر ان کی تعریف کرتا ہے سب اس معشوق کے تعلق کے سبب ہے لہذا در حقیقت وہ معشوق ہی کی تعریف ہے جب یہ معلوم ہوگیا تو اب کچھ استبعاد نہ رہا۔ اب حضرت نوح علیہ السلام کی گفتگو کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں آپ کا بے حد شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ندجان کو مسلط کر کے ان بدبختوں کو ہلاک کر دیا اور ان کھنڈروں کے واسطہ کو اٹھا دیا کیونکہ یہ لوگ مثل کھنڈر اور بڑے پاجی اور بہت برے تھے کہ نہ جواب ہی دیتے تھے نہ صدائے بازگشت ہی ان سے پیدا ہوتی تھی مجھے تو ایسے کھنڈروں اور وسائط کی ضرورت ہے کہ گفتگو میں پہاڑ کی طرح آواز بازگشت سے جواب دیں یعنی میری پند ونصائح سے متاثر ہوں میری دعوت کی اجابت کریں اور اس سے مجھے کوئی حظ نفس مقصود نہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ آپ کے نام کو دوہرا سنوں ایک مرتبہ اپنی زبان سے دوسری مرتبہ ان کی زبان سے کیونکہ میں آپ کی روح کو تسکین بخشنے والے نام پر عاشق ہوں لہذا اس کے بار بار سننے کا اور زبان سے لینے کا شائق ہوں تمام انبیاء جو پہاڑوں سے محبت کرتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ ان کے ذریعہ سے آپ کے نام کو دوہرا سنتے ہیں جب وجہ محبت یہ ہے تو جو پہاڑ پست ہیں اور اس لئے کنکریلی زمین کے مشابہ ہیں کہ ان سے صدا برآمد

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں ہوتی وہ ہمارے مناسب نہیں ہیں بلکہ وہ چوہوں کے مناسب ہیں یعنے جو لوگ دین میں ہماری موافقت نہ کریں وہ ہمارے مناسب نہیں بلکہ دنیاداروں کے مناسب ہیں کیونکہ میں تو کہتا ہوں اور وہ میری موافقت نہیں کرتا اس لئے میری بات بلا جواب کے رہ جاتی ہے ایسے پہاڑوں یعنی لوگوں کے لیے تو یہی بہتر ہے کہ آپ ان کو کھود کر زمین کے برابر کر دیں یعنی ان کو فنا کر دیں کیونکہ وہ دوست نہیں ہیں ان کو تو رفیق فنا ہی بنانا چاہئے جب حق سبحانہ کے سامنے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی کامل اطاعت اور ان کی قضا پر رضامندی ظاہر فرمائی تو حق سبحانہ نے ان کی یوں عزت افزائی فرمائی اور یہ فرمایا کہ اے نوح چونکہ تم ہماری رضا کے تابع ہو اس لئے ہم بھی تمہاری رضامندی کا لحاظ کریں گے اگر تم کہو تو میں ابھی سب کو دوبارہ زندگی عطا کر دوں اور زمین میں سے ان کو نکال لوں میں کنعان کے لئے تمہاری دل شکنی نہ کروں گا لیکن میں اس کی حالت تم کو بتلائے دیتا ہوں اگر اس پر بھی تم یہی چاہو کہ کنعان زندہ ہو جاوے تو میں تمہاری خواہش کے پورا کرنے پر تیار ہوں اس پر انہوں نے جواب دیا کہ میں کوئی ذاتی خواہش نہیں رکھتا میں تو آپ کی رضا کا تابع محض ہوں آپ نے جو کچھ کیا میں اسی پر رضامند ہوں کیونکہ اگر آپ مجھے بھی غرق کر دیں تو آپ کو شایان ہے اور میں اس پر بھی رضامند ہوں بلکہ میں تو اس پر بھی رضامند ہوں کہ آپ مجھے ہر دم پیدا کریں اور ڈبوئیں۔ آپ کا حکم تو میری جان ہے بھلا میں جان کو کیسے ہلاک کر سکتا ہوں اور اس حکم کے تبدیل کی درخواست کر کے اسے کیونکر فنا کر سکتا ہوں۔ میرا مطمع نظر تو آپ ہی ہیں۔ لہٰذا اول تو میں آپ کے سوا کسی پر نظر نہ کروں گا اور اگر کروں گا بھی تو وہ محض ایک آڑ ہوگا۔ اور مقصود آپ ہی ہوں گے میں تو حالت شکر اور حالت صبر یعنی تکلیف وراحت ہر دو حال میں آپ کے فعل پر عاشق ہوں۔ میں کفار کی طرح مصنوع کا عاشق نہیں ہوں۔

شرح شبیری

ان دونوں حدیثوں کے درمیان میں توفیق کہ الرضاء بالکفر کفر اور دوسری حدیث کہ من لم یرض بقضائے ولم یصبر علی بلائے فلیطلب ربا سوائے

دی سوالے کرد سائل مر مرا	زانکہ عاشق بود او بر ماجرا
کل ایک سوال کرنے والے نے مجھ سے سوال کیا	کیونکہ وہ بحث کا عاشق تھا

یعنی کل ایک سائل نے مجھ سے ایک سوال کیا اس لئے کہ وہ بحث ومباحثہ کا عاشق تھا۔

گفت نکتہ الرضاء بالکفر کفر	این پیمبر گفت و گفت اوست مہر
اس نے کہا کفر پر رضامندی کفر ہے نکتہ ہے	یہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے اور ان کا فرمانا مہر ہے

یعنی اس نے کہا الرضا بالکفر کا نکتہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور آپ کا قول مہر ہے یعنی ثابت ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

باز فرمود او کہ اندر ہر قضا	مر مسلمان را رضا باید رضا
پھر انہوں نے فرمایا کہ ہر قضا پر	مسلمان کو راضی ہونا چاہیے

یعنی پھر آپ نے ہی فرمایا ہے کہ ہر قضا میں مسلمان کو رضا چاہیے رضا۔

نے قضائے حق بود کفر و نفاق	گر بدین راضی شوم گردد شقاق
کیا کفر اور نفاق اللہ (تعالیٰ) کا فیصلہ نہیں ہے؟	اگر میں اس پر راضی ہو جاؤں گمراہی ہو گی

یعنی تو کیا کفر و نفاق قضائے حق نہیں ہے تو اگر میں اس پر راضی ہوتا ہوں تو یہ تو خلاف حق ہے۔

ور نیم راضی بود آن ہم زیان	پس چہ چارہ باشدم اندر میان
اور اگر میں راضی نہیں ہوں یہ بھی نقصان ہو گا	تو اس میں میرے لئے کیا تدبیر ہے؟

یعنی اور اگر راضی نہیں ہوتا ہوں تو یہ بھی نقصان ہے تو اب درمیان میں میرا کیا علاج مطلب یہ کہ اب نہ ادھر ہٹ سکتے ہیں اور نہ ادھر بڑھ سکتے ہیں تو بتاؤ کہ کیا کریں۔

گفتمش این کفر مقضی نے قضاست	ہست آثار قضا این کفر راست
میں نے اس سے کہا یہ کفر مقضی ہے قضا نہیں ہے	فی الواقع یہ کفر قضا کے آثار میں سے ہے

یعنی میں نے اس سے کہا کہ یہ کفر تو مقضی ہے نہ کہ قضا ہے اور یہ کفر تو ٹھیک آثار قضا میں سے ہے۔

پس قضا را خواجہ از مقضی بدان	تا شکالت دفع گردد در زمان
اے خواجہ! قضا اور مقضی میں فرق سمجھ	تاکہ فوراً تیرا اشکال دفع ہو جائے

یعنی پس اے خواجہ قضا کو مقضی سے (ممتاز کر کے) جانو تا کہ تمہارا اشکال اسی وقت دفع ہو جاوے تو جب وہ قضا نہیں بلکہ مقضی ہے تو وہ رضا کا محکوم علیہ بھی نہیں ہے آگے برتقدیر تسلیم ایک دوسرا جواب دیتے ہیں کہ۔

راضیم بر کفر زان رو کہ قضاست	نے ازان رو کہ نزاع و خبث ماست
میں کفر پر اس اعتبار سے راضی ہوں کہ وہ قضا ہے	نہ کہ اس اعتبار سے کہ وہ (خدا سے) جھگڑا اور ہماری خباثت ہے

یعنی میں کفر پر اس حیثیت سے کہ وہ قضا ہے راضی ہوں نہ اس حیثیت سے کہ ہماری خباثت اور نزاع ہے مطلب یہ کہ اگر مان بھی لیں کہ کفر قابل رضا ہے تو پھر ہم کہتے ہیں کہ اس حیثیت سے کہ فعل حق ہی قضا ہے اور اس پر ہم راضی بھی ہیں مگر اس حیثیت سے کہ وہ فعل عبد ہے ہم راضی نہیں ہیں۔

کفر از روئے قضا خود کفر نیست	حق را کافر مخوان اینجا مایست
قضا کے اعتبار سے کفر کفر نہیں ہے	اللہ (تعالیٰ) کو کافر نہ کہہ اس جگہ نہ ٹھہر

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی کفر از روئے قضا کے کفر ہی نہیں ہے حق کو کافر مت کہہ اور اس جگہ مت کھڑا ہو مطلب یہ کہ درجہ خلق و فعل حق میں یہ کفر کفر ہی نہیں ہے ورنہ اگر اس کو اس درجہ میں کفر کہا جاوے اور اس کے خالق حق تعالیٰ ہیں تو نعوذ باللہ جو لفظ کہ اس کے مرتکب اور فاعل کے لئے کہا جاوے وہی حق تعالیٰ کے لئے ہوگا بس معلوم ہوا کہ وہ اس درجہ میں کفر ہی نہیں ہے تو اس پر رضا بھی واجب ہے۔

کفر جہل است و قضائے کفر علم	ہر دو یک کے باشد آخر خلم و حلم
کفر جہل ہے اور کفر کی قضا علم ہے	آخر برد باری اور غصہ دونوں ایک کب ہوتے ہیں؟

یعنی کفر تو جہل ہے اور قضائے کفر علم ہے تو پھر علم اور غضب دونوں یکساں کیسے ہو جاویں گے وہ الگ ہے وہ الگ آگے مثال ہے کہ۔

زشتی خط زشتی نقاش نیست	بلکہ از وے زشت را بنمودنیست
خط کا بھدا پن نقاش کی برائی نہیں ہے	بلکہ اس کی جانب سے بھدے پن کی نمائش ہے

یعنی خط کی زشتی (مستلزم) نقاش کی زشتی (کو) نہیں ہے بلکہ اس سے زشت کا دکھانا ہے مطلب یہ کہ اگر کوئی کاتب میر پنجہ کش جیسا مثلاً ایسا لکھے جیسے کہ ایک بچہ لکھتا ہے اور کوئی تمیز نہ کر سکے کہ یہ بچہ کا لکھا ہوا ہے یا کسی ماہر کاتب کا تو یہ ان کا نقص ہونے کے علاوہ ان کا کمال ہے کہ باوجود ایسے بڑے کاتب ہونے کے پھر ایسا لکھ سکتے ہیں۔ تو خلق کفر زشتی حق نہیں ہے بلکہ دلیل کمال حق کی ہے۔

قوت نقاش باشد آنکہ او	ہم تو اند زشت کردن ہم نکو
یہ تو نقاش کی مہارت ہو گی کہ وہ	وہ بھیانک بھی بنا سکتا ہے اور اچھا بھی

یعنی یہ تو نقاش کی قوت کی دلیل ہے کہ وہ برا بھی بنا سکتا ہے اور اچھا بھی آگے فرماتے ہیں کہ۔

گر گشایم بحث این را من بساز	تا سوال و تاب جواب آید دراز
اگر میں ساز و سامان کے ساتھ اس بحث کو کھولوں	تاکہ سوال اور جواب دراز ہو جائے

یعنی اگر میں اس بحث کو سامان کے ساتھ کھولوں یہاں تک کہ سوال و جواب خوب دراز ہو جاوے یعنی اس کے سوال و جواب کو خوب تفصیل سے بیان کر سکتا ہوں مگر اس سے نقصان یہ ہوتا ہے کہ

ذوق نکتہ عشق از من میرود	نقش خدمت نقش دیگر مے شود
عشق کے نکتہ کا ذوق مجھ میں سے جاتا رہے گا	(اور) خدمت کا نقش دوسرا نقش بن جائے گا

یعنی نکتہ عشق کا ذوق مجھ سے زائل ہوتا ہے اور خدمت (دین) کا نقش نقش دیگر ہوا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ اس بحث

www.besturdubooks.wordpress.com

وجدان میں پڑ کر میری وہ حالت عشقیہ خراب ہوتی ہے اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ اس میں پڑ کر انسان کا قلب ہمیشہ مکدر ہو جاتا ہے اور وہ نورانیت باقی نہیں رہتی اور یہ ایسا امر ہے کہ مشاہد ہے پس چاہئے کہ جنگ وجدال کبھی نہ کرے بلکہ سب رطب ویابس مقابل کے سامنے رکھ دے کہ بھائی حق وباطل کو تو خود ممتاز کر لے آگے اس پر ایک حکایت لاتے ہیں کہ۔

ایک مثل اس بیان میں کہ حیرت بحث وفکر کو مانع ہے

یعنی جو شخص کہ حیرت میں مبتلا ہوگا اس کو ان باتوں کی فرصت کہاں ہوگی وہ تو اپنے کام میں لگنے کو غنیمت خیال کرے گا اس کے متعلق ایک قصہ بطور مثل کے بیان فرماتے ہیں کہ۔

آن یکے مرد دو موآمد شتاب	پیش یک آئینہ دار مستطاب
ایک کھچڑی بالوں والا شخص تیزی سے آیا	ایک بھلے آئینہ والے (نائی) کے پاس

یعنی ایک شخص جس کے بال دو طرح کے تھے (کچھ سفید کچھ سیاہ) ایک ماہر حجام کے آگے آیا۔

گفت از ریشم سفیدی کن جدا	کہ عروس نو گزیدم اے فتےٰ
کہا میری داڑھی سے سفیدی کو ہٹا دے	کیونکہ اے نوجوان! میں نے نئی شادی کی ہے

یعنی وہ بولا کہ اے نوجوان میری داڑھی سے سفیدی کو الگ کر دے اس لئے کہ میں نے ایک نئی دلہن کی ہے۔

ریش او ببرید وکل پیشش نہاد	گفت تو بگزین مرا کارے فتاد
اس نے اس کی داڑھی کاٹ دی اور اس کے سامنے رکھ دی	کہا تو چن لے مجھے ایک کام نکل آیا

یعنی اس حجام نے اس کی ساری داڑھی مونڈ کر اس کے آگے رکھ دی اور کہا کہ تو خود چھانٹ لے مجھے تو کام ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

این سوال واین جواب است ای گزین	کہ سر اینہا ندارد مرد دین
اے برگزیدہ! یہ سوال اور یہ جواب ہے	کیونکہ دیندار شخص اس قسم کی باتوں کو دھیان میں نہیں لاتا ہے

یعنی اے برگزیدہ یہ سوال ہے اور یہ جواب ہے کہ خیال اس کا نہیں رکھتا ہے مرد دین مطلب یہ کہ بس جو کام والے ہیں وہ اسی طرح سب رطب ویابس مقابل کے آگے رکھ کر کہ تم خود چھانٹ لو الگ ہو جاتے ہیں آگے ایک اور مثل اسی کی ہے کہ۔

آن یکے زد سیلئے مر زید را	حملہ کرد او ہم برای کید را
ایک شخص نے زید کے طمانچہ مارا	اس نے بھی اس پر انتقام میں حملہ کر دیا

یعنی ایک شخص نے زید کے ایک چپت مارا تو اس نے بھی کید کی وجہ سے حملہ کیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت سیلے زن سوالت میکنم	بس جوابم گوئی وانگہ مے زنم
طمانچہ مارنے والے نے کہا میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں	اس کا مجھے جواب دے پھر مجھے مار لینا

یعنی اس چپت مارنے والے نے کہا کہ میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں اس کا جواب دیدے۔ پھر مجھے مارلیجیو۔

بر قفائے توز دم آمد طراق	یک سوالے دارم اینجاد وفاق
میں نے تیری گدی پر مارا تو تراخ کی آواز آئی	اس کے مناسب یہاں میرا ایک سوال ہے

یعنی میں نے تیری گدی پر مارا تو تراخ (کی آواز) آئی تو میں موافقت میں ایک سوال رکھتا ہوں۔

ایں سوال از تو ہمی پرسم بگو	حل کن اشکال من ای نیکخو
یعنی میں تجھ سے یہ سوال پوچھتا ہوں	تو بتا دے اور اے نیکخو میری اشکال کو حل کر دے

یعنی میں تجھ سے یہ سوال پوچھتا ہوں تو بتا دے اور اے نیکخو میری اشکال کو حل کر دے۔

ایں طراق از دست من بودست یا	از قفاگاہ تو اے فخر کیا
یہ تراخ (کی آواز) میرے ہاتھ کی تھی یا	اے بزرگوں کے فخر! تیری گدی کی تھی

یعنی یہ تراخ (کی آواز) میرے ہاتھ میں سے تھی یا تمہاری گدی میں سے اے فخر از کیا۔

گفت از درد آں فراغت نیستم	کاندریں فکر و تامل بیستم
اس نے کہا مجھے اس کے درد سے چھٹکارا نہیں ہے	کہ میں اس غور و فکر میں لگوں

یعنی اس نے کہا کہ مجھے درد کے مارے اتنی فرصت نہیں ہے کہ اس فکر و تامل میں پڑوں۔

تو کہ بیدردی ہمی اندیش ایں	نیست صاحب درد را این فکر ہیں
تو چونکہ درد سے خالی ہے یہ سوچ	خبردار! دردمند کے لئے اس غور (اور فکر کا وقت) نہیں ہے

یعنی تو جو بیدرد ہے اس کو سوچتا رہ مگر صاحب درد کے لئے یہ فکر نہیں ہے۔ بس تو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

درد منداں را نباشد فکر غیر	خواہ در مسجد برو خواہے بدیر
دردمندوں کو غیر کی فکر نہیں ہوتی ہے	خواہ تو مسجد میں جائے یا بت خانے میں

یعنی دردمندوں کو غیر کی فکر ہوئی ہی نہیں اب تم چاہے مسجد میں جاؤ یا دیر میں مطلب یہ کہ ان کی طرف سے تم چاہے جنت میں جاؤ یا جہنم میں ان کو سوائے حق کے غیر کی فکر نہیں ہوتی وہ تو اسی فکر میں رہتے ہیں۔

غفلت و بیدردیت فکر آورد	در خیالت نکتۂ بکر آورد
تیری غفلت اور بیدردی سوچنے کا موقع دیتی ہے	تیرے خیال میں نئے نئے نکتے پیدا کرتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی غفلت اور بے دردی تمہارے لئے فکر کو لاتی ہے اور تمہارے خیال میں نئے نئے نکتوں کو لاتے ہے۔

جز غم دیں نیست صاحب درد را	می شناسد مرد را او گرد را
دردمند کے لئے دین کے غم کے سوا (اور غم) نہیں ہے	وہ مرد اور گرد کو پہچانتا ہے

یعنی صاحب درد کو تو سوائے غم دین کے اور کچھ نہیں ہے وہ مرد اور گرد کو ممتاز کرتا ہے مطلب یہ کہ وہ کام کی اور بیکار شے سب کو جانتا ہے لہذا کام کی چیز کو لے لیتا ہے اور بیکار کو ترک کرتا ہے۔

حکم حق را بر سر ودرے نہد	حفظ و فکر خویش یکسوئی نہد
اللہ (تعالیٰ) کے حکم کو سر اور چہرے پر رکھتا ہے	اپنے خیالات اور نگہداشت کو ایک طرف رکھ دیتا ہے

یعنی حکم حق کو تو سر آنکھوں پر رکھتا ہے اور اپنی حفاظت اور فکر کو ایک طرف رکھتا ہے (اس کو فضولیات کی فرصت ہی نہیں ہوتی) آگے بیان فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام الفاظ قرآن کے بہت کم حافظ تھے اس لئے کہ وہ اصل شے عمل کو لئے ہوئے تھے۔ وہ اس ظاہر کو اس قدر ضروری نہ سمجھتے تھے اور اس سے تواتر میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی اس لئے کہ اگرچہ پورے قرآن کے حافظ کم تھے مگر ہر ہر جزو قرآن کے حافظ اس کثرت سے تھے کہ ہر ہر جزو متواتر تھا لہذا پورا قرآن ہی متواتر ہے خوب سمجھ لو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح: اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عشق صنع الٰہی نہایت اچھی چیز ہے اور عاشق فعل حق نہایت باشکوہ برخلاف اس کے عشق مصنوع نہایت مذموم ہے اور عاشق مصنوع بمنزلہ کافر کے ہے ان دونوں میں بہت باریک فرق ہے اس کو صاحب بصیرت صافیہ ہی سمجھ سکتا ہے اور اس کی خفا کی تصدیق تم کو اس واقعہ سے ہوگی کہ کل ایک شخص نے چونکہ وہ تحقیق واقعہ کا نہایت شائق تھا مجھ سے سوال کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الرضاء بالکفر کفر اور آپ کا ارشاد سند ہے اس کے بعد فرمایا کہ ہر مسلمان کو قضاء الٰہی پر رضامند ہونا چاہئے اب آپ فرمائیے کہ کیا کفر ونفاق قضائے الٰہی نہیں۔ جبکہ یہ قضا الٰہی ہیں تو ان پر بحکم حدیث ثانی رضامند ہونا چاہئے پس اگر اس پر راضی ہوتا ہوں تو حدیث اول کی مخالفت ہے اور اگر راضی نہیں ہوتا تو یہ بھی نقصان ہے کہ حدیث اول کے خلاف ہے اب میں بیچ میں پھنس کر رہ گیا ہوں نہ ادھر ہی جا سکتا ہوں نہ ادھر۔ بس آپ فرمائیں کہ میں کیا کروں میں نے اس کو یہ جواب دیا کہ تم کو خفا کے سبب صنع اور مصنوع اور قضا اور مقضے میں تمیز نہیں ہوئی اس وجہ سے یہ اشکال عارض ہوا۔ کفر قضا نہیں کیونکہ وہ فعل حق سبحانہ ہے بلکہ کفر مقضے ہے اس لئے کہ فعل عبد ہے اور یہ کفر عین قضا نہیں بلکہ اثر قضا ہے پس تم کو قضا اور مقضی میں فرق کرنا چاہئے تا کہ تمہارا شبہ حل ہو جاوے اور یوں کہو کہ میں کفر سے راضی ہوں اس حیثیت سے کہ آپ کے قضا کا اثر ہے اور اس

www.besturdubooks.wordpress.com

حیثیت سے اس سے راضی نہیں ہوں کہ وہ آپ کے ساتھ بغاوت اور ہمارا کفر اور ہمارا فعل ہے۔ پس دونوں حدیثوں پر عمل ہو گیا۔ حدیث ثانی پر تو ظاہر ہے اور حدیث اول پر اس لئے کہ کفر بحیثیت اثر قضا ہونے کے کفر ہی نہیں کیونکہ خلق کفر اور قضائے کفر کفر نہیں ورنہ نعوذ باللہ خدا کا کافر ہونا لازم آئے گا۔ پس تم اس کو کفر نہ کہو۔ اور خدا کو کافر کہنے سے بچو اور قضائے کفر کفر ہو کیونکر سکتی ہے اس لئے کہ کفر تو جہل ہے اور قضائے کفر علم و حکمت پس دونوں حلم و غضب کی طرح ایک دوسرے کی نقیض ہونگے اور ایک نہ ہونگے اگر اس پر شبہ ہو کہ قضائے کفر علم و حکمت کیونکر ہوسکتا ہے اور یہ خدا کی نسبت کیسے ہوگا تو اس کو یوں سمجھو کہ اگر کوئی خوشخطی کا استاد کامل برے حروف لکھے تو وہ استاد کی زشتی نہ ہوگی بلکہ زشت الفاظ ہوں گے مگر اس سے وہ برائی کی صفت استاد تک سرایت نہ کرے گی۔ اور وہ برا نہ ہو گا۔ بلکہ یوں کہا جاوے گا کہ اس نے برے کی برائی ظاہر کی اور یہ اس کا نقص نہ سمجھا جاوے گا بلکہ یہ اس کی قدرت تامہ اور کمال تام ہے کہ وہ اچھے کو برا بھی بنا سکتا ہے یعنی جس طرح وہ اچھا لکھ سکتا ہے یوں ہی برا بھی لکھ سکتا ہے بس میں اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں اس لئے کہ اگر میں مفصل بحث کرتا ہوں جس میں بہت سے سوال و جواب ہوں اور اس وجہ سے وہ دراز ہو جاوے تو ذوق عشق میرے ہاتھ سے جاتا ہے اور اب جو میں خدمت بندگان خدا میں مصروف ہوں یا طاعت الٰہی میں مشغول ہوں یہ صورت مٹ کر دوسری صورت پیدا ہوئی جاتی ہے کیونکہ مجھے نفس کی مداخلت کا اندیشہ ہے یا یوں کہو کہ یہ جس قدر میں نے کہا ہے اور کہہ رہا ہوں یہ تو بالہام حق ہے اور مزید تفصیل کے متعلق الہام ہوا نہیں پس اگر میں زیادہ بیان کروں گا تو اس میں اپنی فہم سے کام لینا پڑے گا اور اس میں مشغولیت کے سبب حق سبحانہ کی طرف سے توجہ ہٹے گی اور اس سے عشق میں نقصان آنا ظاہر ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میرے اس ذوق میں کمی آئے۔ لہٰذا مزید تفصیل سے معذور ہوں اب اس کے مناسب ایک قصہ سن جس سے میری معذوری خوب ظاہر ہو جاوے۔ ایک شخص جس کے کچھ بال سفید اور کچھ سیاہ تھے وہ ایک حجام کے پاس آیا اور کہا کہ میری ڈاڑھی میں سے سفید بال نکال دے کیونکہ میں نے نئی شادی کی ہے مبادا دلہن کو نفرت ہو جاوے اس نے ساری ڈاڑھی ہی مونڈ کر سامنے رکھ دی اور کہا کہ مجھے تو فرصت نہیں کیونکہ ایک ضروری کام آپڑا ہے آپ خود چن لیجئے بس یہی حالت طالب دین کی ہوتی ہے اور وہ سوال و جواب کی طرف اصلا التفات نہیں کرتا۔ اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے کسی شخص نے ایک شخص کے تھپڑ مارا اس نے بھی چالاکی سے اس پر حملہ کرنا چاہا تو اس تھپڑ مارنے والے نے کہا کہ میں ایک سوال کرتا ہوں پہلے تم اس کا جواب دے دو اس کے بعد مجھے مار لینا یہ تو ظاہر ہے کہ میں نے تمہاری گدی پر تڑاق سے تھپڑ مارا ہے اس کے متعلق مجھے ایک بات بغرض تحقیق دریافت کرنی ہے وہ یہ کہ میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں اور آپ میرے اس شبہ کو حل فرمائیں کہ تڑاق میرے ہاتھ سے ہوا تھا یا آپ کی گدی سے اس کے جواب میں وہ یہی کہے گا کہ تکلیف کے سبب مجھے اتنی مہلت نہیں کہ اس معاملہ میں غور و خوض کروں تم کو تکلیف نہیں ہے لہٰذا تم خود ہی سوچ جاؤ پس صاحبو جس کو تکلیف ہوگی اور اپنی مصیبت میں مبتلا ہوگا وہ کسی مخمصہ میں نہ پڑے گا اور جو اپنی تکلیف میں مبتلا ہیں وہ دوسرے کی فکر میں نہیں پڑتے۔ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ ہم خود ہی مصیبت میں مبتلا ہیں ہماری بلا

www.besturdubooks.wordpress.com

سے خواہ تم مسجد میں جاؤ یا بت خانہ میں غفلت اور بیدردی ہی کی خاصیت ہے کہ تم افکار لایعنی میں مبتلا ہوتے ہو۔ اور وہ ہی تمہارے خیال میں نفیس نفیس مضامین پیدا کرتی ہے جس کو اپنی تکلیف کا احساس ہوتا ہے اس کو تو سوائے دین کی فکر کے اور کوئی بھی فکر نہ ہوگی اور وہ مقصود اور غیر مقصود میں تمیز کرے گا بس اس کا کام تو یہ ہوگا کہ حکم خداوندی کو سر پر رکھے گا۔ اور اپنی کسی غیر اہم شے کو یاد کرنے اور اس کو سوچنے کو ایک طرف رکھے گا۔

شرح شبیری

حکایت اس بیان میں کہ صحابہؓ میں پورے قرآن کی حافظ کم ہوتے تھے

در صحابہ کم بدے حافظ کسے	گرچہ شوقے بود جاں شانرا بسے
صحابہ میں کوئی حافظ کم ہوتا تھا	اگرچہ ان کی جان کو بہت شوق تھا

یعنی صحابہؓ میں حافظ کوئی کم ہوتا تھا اگرچہ ان کی جان کو شوق بہت تھا۔

زانکہ چون مغزش درآ گند ورسید	قشر ہاشد بس رقیق و وا کفید
کیونکہ جب اس کا گودا بھر گیا اور پک گیا	چھلکے بہت پتلے ہو گئے اور پھٹ گئے

یعنی اس لئے کہ (دیکھو) جب میوہ کا مغز پر ہو جاتا ہے اور (پختگی کو) پہنچ جاتا ہے تو قشر بہت رقیق ہو جاتے ہیں اور پھٹ جاتے ہیں۔

قشر جو زوفستق و بادام ہم	مغز چوں آگندشاں شد پوست کم
اخروٹ اور پستہ اور بادام کا چھلکا بھی	جب ان میں گودا بھرا چھلکا گھٹا

یعنی اخروٹ اور پستہ اور بادام کا قشر بھی جب مغز بھر جاتا ہے تو وہ پوست کم ہو جاتا ہے (بس اسی طرح)

مغز علم افزود کم شد پوستش	زانکہ عاشق را بسوزد دوستش
علم کا گودا بڑھا تو اس کا چھلکا گھٹا	کیونکہ عاشق کو اس کا معشوق جلا دیتا ہے

یعنی علم کا مغز بڑھ گیا تو اس کا پوست کم ہو گیا۔ اس لئے کہ عاشق کو اس کا دوست جلا دیتا ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ عاشق کے مقتضیات کو اس کا معشوق فنا کر دیتا ہے اس لئے کہ عاشق کو مقصود وہی ہوتا ہے تو اسی طرح جب مقصود آتا ہے تو توابع زائل ہو جاتے ہیں۔

وصف مطلوبے چو ضد طالبی است	وحی و برق نور سوزندہ نبی است
محبوبیت کی صفت محبیت کی ضد ہے	وحی اور نور کی بجلی نبی کو جلا دینے والی ہے

یعنی وصف مطلوبے جبکہ طالبی کی ضد ہیں تو وحی اور برق نور نبی کو جلانے والی ہے۔ وصف مطلوبی سے مراد

www.besturdubooks.wordpress.com

اوصاف حق اور وصف طالبی سے مراد اوصاف بشر مطلب یہ کہ اوصاف حق کے آگے اوصاف بشر بہ سبب تابع ہونے کے زائل ہو جاتے ہیں۔

چون تجلی کرد اوصاف قدیم	پس بسوزد وصف حادث را گلیم
جب قدیم اوصاف کی تجلی پڑی	تو کلیم اللہ نے حادث کی صفت کو جلا دیا

یعنی جبکہ اوصاف قدیم تجلی کرتے ہیں تو اوصاف حادث کے گلیم کو وہ جلا دیتے ہیں یعنی وہ بہ سبب غیر مقصود ہونے کے اس کے آگے فنا ہو جاتے ہیں تو بس جب ان کو عمل بالقرآن حاصل تھا تو ان کو الفاظ کا زیادہ اہتمام نہ تھا بلکہ ہر شخص بقدر ضرورت یاد کر لیا کرتا تھا۔ اور یہ حالت تھی کہ۔

ربع قرآن ہر کرا محفوظ بود	جل فینا از صحابہ مے شنود
جس کو چوتھائی قرآن حفظ تھا	تو وہ صحابہ سے سنتا تھا کہ وہ ہم میں بڑھ گیا

یعنی جس کو کہ ربع قرآن یاد ہوتا تھا وہ صحابہ سے جل فینا سنتا تھا۔ مطلب یہ کہ صحابہ ایسے شخص کی نسبت فرمایا کرتے تھے یہ ہم سے بزرگ ہو گیا۔ اور بڑھ گیا۔ اب یہاں یہ شبہ ہوا کہ جب الفاظ قرآنی کو حفظ کرنا اصل مقصود کے مانع ہے تو پھر حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں کل قرآن یاد تھا معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک فعل عبث کے مرتکب ہوئے اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ۔

جمع صورت باچنیں معنے ژرف	نیست ممکن جز ز سلطانی شگرف
ایسے گہرے معنی کے ساتھ الفاظ کا جمع ہو جانا	بڑے بادشاہ کے علاوہ کسی کے لئے ممکن نہیں ہے

یعنی ایسے معنی عمیق کے ساتھ صورت کو جمع کرنا ممکن نہیں ہے بجز کسی بڑے سلطان کے مطلب یہ کہ جمع بین الظاہر والباطن ایسا امر ہے کہ ہر ایک سے ممکن نہیں ہے اور اگر ہو تو سبحان اللہ مقصود اس کہنے سے یہ تھا کہ صرف صورت اور صرف الفاظ مقصود نہ ہونے چاہئیں۔

در چنیں مستی مراعات ادب	خود نباشد ور بود باشد عجب
ایسی مستی میں ادب کی نگہداشت	نہیں ہو سکتی اگر ہو تو تعجب ہے

یعنی مستی میں ادب کی رعایت خود ہی نہیں ہوتی اور اگر ہو تو عجیب بات ہے مطلب یہ کہ جو شخص مقصود میں مست ہے اس کو اس ادب کی کہاں خبر کہ وہ جمع بین الظاہر والباطن کرے اور اگر باوجود اس مستی کے کسی کو اس کی خبر ہے تو یہ ہے عجیب بات۔

اندر استغنا مراعات نیاز	جمع ضدین است چوں گرد و دراز
بے نیازی میں نیازمندی کی نگہداشت	گول اور لمبے جیسے ضدین کو جمع کرنا ہے

یعنی استغنا کی حالت میں نیاز کی رعایت کرنا دو ضدوں کو جمع کرنا ہے تو یہ کس طرح دراز ہو سکتا ہے یعنی کس

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح وقوع میں آسکتا ہے کہ ضدین جمع ہو جاویں مستی بھی ہو اور ادب بھی ہو۔

جمع ضدین از نیاز افتاد تاز	باز در وقت تحیر امتیاز
نیاز اور ناز کو جمع کرنا دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے	پھر تحیر کے وقت امتیاز کو باقی رکھنا (ضدین کو جمع کرنا ہے)

یعنی ضدین کا جمع نیاز کیوجہ سے حرص ہے اور پھر تحیر کے وقت امتیاز کرنا (یہ تو سخت مشکل ہے) آگے صرف الفاظ کو یاد کرنے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چون عصا معشوق عمیاں می شود	کور خود صندوق قرآن می شود
جیسا کہ لاٹھی اندھوں کی محبوب ہے	کور (باطن) قرآن کا صندوق بن جاتا ہے

یعنی جیسے کہ عصا اندھوں کا معشوق ہوتا ہے تو اندھا خود صندوق قرآن کا ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ اصل میں مقصود تو عمل اور حال ہے اور الفاظ اس کے تابع ہیں مگر جو شخص کہ صرف الفاظ کو لئے ہوئے ہو اور عمل کی طرف مطلق توجہ ہی نہ کرے وہ تو بیشک اندھا ہی ہے۔

گفت کوران خود صنادیق اند پر	از حروف مصحف و ذکر و نذر
(کسی نے) کہا ہے اندھے خود بھرے ہوئے صندوق ہیں	قرآن کے حروف اور ذکر اور نصیحت سے

یعنی کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ اندھے خود صندوق قرآن کے حروف اور ذکر و نذر کے بھرے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ کہ اندھے صرف الفاظ قرآن کو یاد کر لیتے ہیں مگر عمل کی طرف توجہ نہیں کرتے تو یہ بے عمل کے بیکار ہے۔ اب یہاں جو لوگ کہ حافظ ہیں ان کا دل مرجھانے کا خوف تھا کہ شاید وہ سمجھیں کہ بس پھر کیوں یاد کیا جاوے۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ۔

باز صندوقے پر از قرآن بہ است	زانکہ صندوقے بود خالی بدست
پھر قرآن سے بھرا ہوا صندوق بہتر ہے	اس سے کہ خالی صندوق ہاتھ میں ہو

یعنی پھر صندوق قرآن سے بھرا ہوا اس سے بہتر ہے کہ ایک صندوق خالی ہاتھ میں ہو۔ مطلب یہ کہ الفاظ کے حافظ غیر حفاظ سے پھر بھی بہتر ہیں اب یہاں وہ لوگ جو کہ حافظ نہیں ہیں غمگین ہوئے آگے ان کی تسلی کے لئے فرماتے ہیں سبحان اللہ عجب جامع تقریر ہے کہ کوئی پہلو چھوٹا ہوا نہیں ہے فرماتے ہیں کہ۔

باز صندوقے کہ خالی شد زبار	بہ ز صندوقے کہ پر موش است و مار
پھر وہ صندوق جو بوجھ سے خالی ہے	اس صندوق سے بہتر ہے جو چوہوں اور سانپوں سے بھرا ہوا ہو

یعنی پھر وہ صندوق جو کہ بوجھ سے خالی ہو اس سے بہتر ہے کہ جو سانپوں اور چوہوں سے بھرا ہو۔ مطلب یہ کہ وہ شخص جو کہ حافظ نہیں ہے مگر اس کے عقائد اچھے ہیں خیالات فاسدہ نہیں ہیں تو یہ شخص اس سے بہتر ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جس کے اندر خباثتیں بھری ہوئی ہیں۔ عقائد خراب ہیں آگے پھر اوپر کے مضمون کی طرف رجوع ہے اوپر کہا تھا کہ مقصود کو حاصل کرنا چاہئے اور غیر مقصود کو ترک کرنا ضروری ہے آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ۔

حاصل اندر وصل چون افتاد مرد	گشت دلالہ و پیش مرد سرد
خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان وصل پر پہنچ جائے	تو (اس) انسان کے لئے رہنمائی کرنے والا بے حقیقت ہے

یعنی حاصل یہ کہ جب انسان وصل میں پڑ گیا تو دلالہ اس کے آگے سرد ہوگئی۔

چون بہ مطلوبت رسیدی ای ملیح	شد طلبگاری علم اکنوں قبیح
اے خوبصورت! جب تو اپنے محبوب تک پہنچ گیا	تو اب (راستہ کی) جانکاری کی طلب بری ہے

یعنی جبکہ تم اپنے مطلوب تک پہنچ گئے اے ملیح تو اب علم کی طلبگاری بری ہے۔

چون شدی بر بام ہائے آسماں	سرد باشد جستجوئے نرد باں
جب تو آسمان کے بالا خانوں پر پہنچ گیا	تو سیڑھی کی جستجو بے وقعت ہو گی

یعنی جبکہ تو آسمان کے اوپر پہنچ گیا تو اب سیڑھی کی جستجو فضول ہے مطلب یہ کہ جب مطلوب حاصل ہو گیا تو اب وسائط اور وسیلوں میں پھنسنا سخت نازیبا ہے۔ اب یہاں طلباء کو شبہ ہو سکتا تھا کہ بس ایک مرتبہ میزان خود پڑھ کر اب دوبارہ بعد تحصیل کے پھر اس کے پڑھانے میں مشغول ہونا عبث ہے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

جز برائے یاری و تعلیم غیر	سرد باشد راہ خیر از بعد خیر
سوائے دوسرے کی تعلیم اور مدد کے	بھلائی (حاصل ہونے کے) بعد بھلائی کا راستہ بیکار ہے

یعنی سوائے دوسرے کی تعلیم اور مدد کے لئے کہ اب خیر کے بعد راہ خیر کو لینا بہتر ہے مطلب یہ کہ اگر دوبارہ مشغول ہونے میں دوسرے کا نفع ہو تو یہ بھی مناسب اور نافع ہے۔

آئینہ روشن کہ شد صاف و جلی	جہل باشد بر نہادن صیقلے
جو روشن آئینہ صاف اور جلی ہو گیا	اس کو صیقل پر رکھنا نادانی ہو گی

یعنی وہ آئینہ جو کہ روشن اور صاف اور چمکدار ہو تو اس کو صیقل پر رکھنا جہالت ہے۔

پیش سلطان خوش نشستہ در قبول	زشت باشد جستن نامہ و رسول
بادشاہ کے سامنے خوش (اور) عزت کے ساتھ بیٹھ کر	خط اور قاصد کو تلاش کرنا برا ہو گا

یعنی بادشاہ کے سامنے قبولیت میں اچھا خاصہ بیٹھے ہوئے نامہ و رسول کو تلاش کرنا بہت ہی معیوب ہے تو بس خلاصہ ان سب کا یہ ہوا کہ مقصود کو ترک کر کے غیر مقصود کو لینا معیوب ہے۔ آگے اس پر ایک عاشق کی حکایت لاتے ہیں کہ ایک عاشق کو بعد مدت کے وصل معشوق ہوا تو وہ اس وقت پچھلے خطوط کو جن میں کہ اس نے شکایت

www.besturdubooks.wordpress.com

ہجراں کی تھی اور اس کے جور وظلم کو لکھا تھا لے بیٹھا تو معشوق نے کہا کہ ارے بیوقوف جب تجھے اصل معشوق حاصل ہے تو اس میں کیوں پڑتا ہے اس میں پڑنا سخت بیوقوفی ہے تو اسی طرح جب ان حضرات کو اصل مقصود قرب حق میسر ہوتا ہے تو یہ نہ تو کسی سے مناظرہ میں الجھیں اور نہ صرف الفاظ کے تابع ہوں بلکہ توابع کو صرف وسائط اور وصول تک رکھتے ہیں اور جب قرب حاصل ہو گیا بس پھر ان سب سے الگ ہو جاتے ہیں اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ دیکھو باوجودیکہ صحابہؓ کو تحصیل دین کا بے حد شوق تھا مگر ان میں پورے قرآن کے حافظ بہت کم ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صرف چار شخص پورے قرآن کے حافظ تھے۔ ابی بن کعب معاذ بن جبل' زید بن ثابت' ابوزید۔ اب اگر تجدید نہ بھی مقصود ہوتب بھی تقلیل تو ضروری ہے اور یہی مولانا کا مقصود ہے رہا یہ شبہ کہ اس سے قرآن متواتر نہیں رہتا سو یہ باطل ہے کیونکہ تواتر یوں بھی متحقق ہو سکتا ہے کہ مثلاً ایک سورت کل صحابہ کو یاد ہو۔ دوسری صورۃ بعض کو یاد ہو اور ان بعض کی تعداد اتنی ہو کہ تواتر کی حد کو پہنچ جاوے اور باقی صحابہ کو یاد نہ ہو۔ تیسری صورۃ ان ہر دو فریق میں سے بعض کو یا کل کو یاد ہو۔ علی ہذا القیاس اس صورت سے تواتر قرآن بھی قائم رہے گا اور یہ حکم بھی صحیح رہے گا کہ صحابہ میں حافظ قرآن کم تھے اب اس کی اصل وجہ سنو کہ یہ کمی کیوں تھی۔ بات یہ ہے کہ جب میوہ کا مغز زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ پختہ ہو جاتا ہے تو پوست کمزور ہو کر پھٹ جاتا ہے اور اگر پھٹتا نہیں جیسے اخروٹ کا چھلکا پستہ کا چھلکا۔ بادام کا چھلکا وغیرہ مغز کے بھر جانے سے کم تو ضرور ہی ہو جاتا ہے بس اسی طرح جب مغز علم یعنی اہتمام عمل یا مشاہدہ معلوم میں استغراق اور اس سے تلذذ وغیرہ زیادہ ہو جاتا ہے تو پوست یعنی صورت علم والفاظ کم ہو جاتے ہیں اس کا اصل راز یہ ہے کہ تجلی معشوق عاشق کی ہستی کو مٹا دیتی ہے اور اس کو معشوق کے سوا دوسری اشیاء کی طرف التفات ہی نہیں ہوتا اور اس کا بھی ایک راز ہے وہ یہ کہ طالبیت ومطلوبیت میں تضاد ہے اور تضاد منافی وصل واتحاد ہے اس لئے اولاً اس تضاد کے مٹنے کی ضرورت ہے تا کہ اس کی جگہ اتحاد پیدا ہو کر وصل تام متحقق ہو۔ جبکہ ضرورت اتحاد معلوم ہوئی تو اب اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو مطلوب فنا ہو کر طالب سے متحد ہو جاوے یا طالب فنا ہو کر مطلوب سے متحد ہو صورت اولیٰ عشق مجازی میں ممکن ہے مگر قلب موضوع ہے اور عشق حقیقی میں مستحیل لہذا صورت ثانیہ متعین ہوئی کہ طالب فنا ہو اور مطلوب سے متحد ہو جائے مگر یاد رکھو کہ یہ اتحاد عرفی ہے نہ کہ نفس الامر میں ایک ذات بن جانا کیونکہ نہ یہ عشق مجازی میں ممکن ہے نہ عشق حقیقی میں جب یہ معلوم ہوا کہ طالبیت ومطلوبیت میں تضاد ہے اور اس کی مرتفع ہونے کی ضرورت ہے تو اب سمجھو کہ یہی سبب تھا جس کے بناء پر وحی الٰہی اور برق تجلی حق سبحانہ وتعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فنافی الحق اور مرضی حق سبحانہ تعالیٰ کا سراسر تابع بنا دیا تھا کیونکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کے بغیر وصال کامل ناممکن تھا واقعی اوصاف قدیم کی یہی شان ہے کہ جب وہ متجلی ہوئی ہیں تو اوصاف حادث کا سامان جل کر خاک سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ متجلی لہ کو اپنے ہی رنگ میں رنگ کر صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ کی شان دکھلا دیتے ہیں۔

چو سلطان عزت علم در کشد جہاں سر بجیب عدم در کشد

جب یہ مقدمہ ممہد ہو چکا تو اب سمجھو کہ صحابہ رضوان اللہ اجمعین کو اہتمام عمل اور مشاہدہ محبوب حقیقی انہماک تھا۔ اس لئے اشتغال بحفظ کی مہلت نہ تھی یہی سبب تھا کہ اگر کسی کو چوتھائی قرآن بھی یاد ہو جاتا تھا تو صحابہ اس کو کہتے تھے کہ یہ تو بہت بڑا شخص ہو گیا بڑائی اور جلالت کا سبب یہ تھا کہ اس نے معنی اور صورت دونوں کو جمع کر لیا تھا۔ اور صورت و معنی کا جمع کر لینا ہر شخص کا کام نہیں بلکہ کوئی بڑا شخص ایسا کر سکتا ہے مثلاً کوئی شخص عشق الٰہی میں بے حدمست ہو اور پھر ادب کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دے یہ نہیں ہو سکتا اور اگر ہو جیسا کہ صحابہ میں تھا تو ضرور حیرت انگیز بات ہے اور ایسا کرنے والا ضرور بڑا شخص ہے کیونکہ مستی کے سبب ادب سے مستغنی ہو کر پھر ادب کو ملحوظ رکھنا ایسا ہی دشوار ہے جیسے جمع ضدین اور ایسا کرنے والا یوں ہی جامع بین الضدین ہے جیسے ایک شئی گول بھی ہو اور لمبی بھی۔ پس جب اس نے ناز و نیاز اور تحیر امتیاز دونوں کو ملحوظ رکھا تو جمع بین الضدین تو ہو گیا پھر ایسے شخص کی جلالت شان میں کیا شبہ ہو سکتا ہے لہذا اصحابہ کا اس کو جل فینا کہنا بالکل صحیح تھا اس بیان سے کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ حفاظ اربعہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خلفاء راشدین سے بھی بڑھے ہوئے تھے کیونکہ باوجود اشتراک فی الجمع بین الصورۃ والمعنی کے خلفاء راشدین کو حفاظ اربعہ پر جہت معنی سے تفوق تھا۔ اور حفاظ اربعہ کو جہت صورت سے۔ پس جو تفوق معنی کو صورت پر ہو گا وہی تفوق خلفائے راشدین کو حفاظ اور اربعہ پر ہو گا اور یہ امر نہ جل فینا کے مخالف ہے اور نہ تشریح وتعلیل مولانا کے جل فینا کے تو اس لئے خلاف نہیں کہ اس میں جلالت ذاتیہ یا اضافیہ بالنظر الی البعض مراد ہے نہ کہ اضافیہ بالنظر الی الکل اور تعلیل۔ مولانا کے اس لئے خلاف نہیں کہ اشتغال بالمعنی کے درجات مختلف ہیں لہذا یوں کہا جاوے گا کہ جس قدر اشتغال خلفاء کو تھا اگر وہ اشتغال ان حفاظ اربعہ کو ہوتا تو وہ اتنا بھی قرآن یاد نہ کر سکتے جتنا کہ خلفاء اربعہ کو تھا۔ پس اس درجہ اشتغال کے ساتھ اس قدر قرآن یاد کر لینا جس قدر کہ خلفا کو تھا یہ بھی انہی کا کمال ہے جو کہ حفاظ اربعہ کو حاصل نہیں۔ لہذا خلفا افضل ہو گئے۔ لیکن چونکہ اپنی اشتغال کے ساتھ انہوں نے پورا قرآن یاد کر لیا تھا جو کہ بعض دوسروں کے لئے دشوار تھا لہذا یہ ان کا فی نفسہ اور ان بعض کے لحاظ سے کمال تھا اور جو چوتھائی قرآن اپنے اشتغال کے ساتھ یاد کر لیتا تھا فی نفسہ و نیز بعض ان لوگوں کے لحاظ سے جو ایسا نہ کر سکتے تھے یہ اس کا بھی کمال تھا اور چونکہ عام حالت کے لحاظ سے یہ امر فی نفسہ بڑا سمجھا جاتا تھا اس لئے جل فینا کہا جاتا تھا جس کے معنی یہ ہیں کہ منجملہ دیگر صحابہ کے یہ بھی بڑا شخص اور عام لوگوں سے ممتاز ہو گیا۔ اس کا یہ مطلب نہ ہوتا تھا کہ سب سے بڑھ گیا۔ صحابہ کی معذوری بیان کر کے اب دیگر قرون میں کثرت حفظ کی وجہ بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جس طرح اندھوں کی آنکھیں تو ہوتی نہیں کہ وہ ان کو رہبر بنائیں لہذا وہ لاٹھی ہی کو محبوب رکھتے ہیں کہ اس کے

www.besturdubooks.wordpress.com

سہارے سے مقصود تک پہنچ جاتے ہیں یہی حالت بالکل عام طور پر حفاظ کی ہے۔ الا ماشاء اللہ کہ وہ حقیقت سے واقف ہوتے نہیں کہ بصیرت کے ساتھ حق سبحانہ تک پہنچے لہذا وہ قرآن حفظ کرتے ہیں اور گویا کہ اس کا صندوق بنتے ہیں کیونکہ جس طرح صندوق اشیاء کی حفاظت کرتا ہے اور اس سے متمتع نہیں ہوسکتا۔ یوں ہی یہ بھی ہوتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے کہ اندھے لوگ قرآن کے صندوق ہوتے ہیں کہ الفاظ قرآنیہ اور پند ونصائح وعدہ وعید کو اپنے اندر بھرے ہوتے ہیں لیکن سمجھتے کچھ نہیں۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ جو صندوق قرآن سے بھرا ہو وہ اس صندوق سے بہتر ہے جو بالکل خالی ہو پس اگر کسی کو عمل کی پوری پوری توفیق نہ ہو اور قرآن یاد ہو وہ بہتر ہے اس سے جو نہ عمل ہی کرتا ہو نہ اس کو قرآن ہی یاد ہو۔ پھر جو صندوق سامان سے خالی ہو وہ اس صندوق سے بہتر ہے جس میں چوہے اور سانپ بھرے ہوئے ہوں۔ یعنی اگر کوئی شخص حافظ قرآن بھی نہ ہو اور اخلاق رذیلہ بھی اپنے اندر نہ رکھتا ہو وہ بہتر ہے اس سے جو حافظ قرآن بھی نہ ہو اور صفات ذمیمہ بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب آدمی کو وصل محبوب حاصل ہو جاتا ہے تو اس کی نظر میں دلالۃ اس درجہ محبوب نہیں رہتی جتنی کہ پہلے تھی۔ لہذا جب وصل حق سبحان میسر ہو جاتا ہے تو صورت علم جو بمنزلہ دلالۃ کے تھی مرغوب نہیں رہتی اور اس کا طلب کرنا برا سمجھا جاتا ہے کیونکہ جب آدمی آسمان پر چڑھ گیا تو ایسی حالت میں سیڑھی تلاش کرنا بیہودہ حرکت ہے لیکن تم ہمارے اس حکم کو عام نہ سمجھنا بلکہ یہ مخصوص ہے اس صورت کے ساتھ کہ جب اشتغال بالعلم بعد وصول بغرض وصول ہو لیکن اگر دوسرے کی امداد کے لئے اور اسکی تعلیم کے لئے ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور بدوں اس غرض کے وصول الی الخیر کے بعد خیر کا ذریعہ تلاش کرنا اور اس میں مصروف ہونا بیشک بے معنی ہے دیکھو جب آئینہ روشن اور صاف ہو جاوے اس وقت اس کو صیقل کرنا ضرور حماقت ہے نیز بادشاہ کا مقبول ہو کر اور اس کے حضور میں بیٹھ کر خط یا قاصد کو ڈھونڈھنا ضرور نادانی ہے۔

شرح شبیری

ایک عاشق کی اپنے معشوق کو وصل کے وقت عشق نامہ کو پڑھنے کی اور اس کے مطالعہ کرنے کی حکایت اور معشوق کا اس کو ناپسند کرنا اس لئے کہ مدلول کے حصول کے بعد دلیل کو تلاش کرنا قبیح ہے اور معلوم تک پہنچ جانے کے بعد علم میں مشغول ہونا مذموم ہے

آن یکے را یار پیش خود نشاند	نامہ بیرون کرد و پیش یار خواند
ایک (عاشق) کو معشوق اپنے سامنے بٹھا لیا	اس نے خط نکالا اور معشوق کے سامنے پڑھنے لگا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ایک شخص کو دوست نے اپنے آگے بٹھایا تو اس شخص نے خط نکال کر یار کے سامنے پڑھنا شروع کیا۔

بیتہا درنامہ و مدح و ثنا	زاری و مسکینی و بس لابہا
خط میں اشعار تھے اور تعریف و توصیف تھی	عاجزی اور مسکینی اور بہت سی خوشامدیں تھیں

یعنی خط میں اشعار تھے اور مدح و ثنا تھی اور زاری اور مسکینی اور بہت سی باتیں۔

گریہ وافغان وحزن و درد خویش	خواری و بیزاری بااہل و خویش
رونا اور فریاد ' اور غم اور اپنا درد	ذلت اور اہل اور اپنوں سے بیزاری (تھی)

یعنی اپنا گریہ اور افغان اور حزن اور درد اور خواری اور بیزاری اہل واقربا کے ساتھ۔

دوری ورنجوری از ہجران دوست	ذکر پیغام ورسول ازمغز و پوست
دوست کے ہجر کی وجہ سے دوری اور بیماری	پیام اور قاصد اور رطب و یابس کا تذکرہ

یعنی ہجر یار کی وجہ سے دوری اور رنجوری اور پیغام اور پیغامبر کا ذکر اور رطب و یابس اس میں تھا۔

ہمچنین میخواند بامعشوق خود	تاکہ بیرون شد زحصر و حد و عد
وہ اس طرح اپنے معشوق کے سامنے پڑھتا رہا	حتیٰ کہ احاطہ اور حد اور شمار سے تجاوز کر گیا

یعنی وہ اسی طرح اپنے معشوق کے سامنے پڑھ رہا تھا یہاں تک (اس کا بیان) حد سے بہت بڑھ گیا تھا۔
(تو اس معشوق نے اول تو صبر کیا مگر جب نوبت یہاں تک پہنچی تھی وہ بھی بولا کہ)

گفت معشوق این اگر بہر من است	گاہ وصل این عمر ضائع کردنست
معشوق نے کہا اگر یہ (رونا دھونا) میری وجہ سے ہے	تو وصل کے وقت یہ عمر کو ضائع کرنا ہے

یعنی معشوق نے کہا کہ اگر یہ میرے واسطے ہے تو وصل کے وقت میں یہ تو عمر کو ضائع کرنا ہے۔

من بہ پیشت حاضر و تو قصہ خوان	نیست این بارے نشان عاشقان
میں تیرے سامنے ہوں اور تو قصے پڑھتا ہے	یقیناً یہ عاشقوں کی پہچان نہیں ہے

یعنی میں تو تیرے سامنے ہوں اور تو خط پڑھ رہا ہے تو یقیناً یہ تو عاشقوں کا نشان ہے نہیں (اس لئے کہ اگر تو مجھ پر عاشق ہوتا تو اس وقت تو مجھے دیکھتا بھالتا ان کو الگ پھینکتا)

گفت اینجا حاضری اما و لیک	من نمی یابم نصیب خویش نیک
اس (عاشق) نے کہا تو اس جگہ موجود ہے لیکن	میں اپنا حصہ پورا نہیں پا رہا ہوں

یعنی عاشق نے کہا کہ تو اس جگہ حاضر ہے لیکن میں اپنا حصہ اچھی طرح نہیں پاتا۔ مطلب یہ کہ تیری جو محبت

www.besturdubooks.wordpress.com

مجھے پہلے تھی اب وہ جوش وخروش میرے اندر موجود نہیں ہے۔

انچہ می دیدم ز تو پارینہ سال	نیست ایندم گرچہ می بینم وصال
میں جو تجھ سے پارسال دیکھتا تھا	وہ اب نہیں ہے اگرچہ میں وصل دیکھ رہا ہوں

یعنی جو بات کہ میں تیرے لئے اپنے اندر پارسال پاتا تھا وہ اس وقت نہیں ہے اگرچہ وصال دیکھ رہا ہوں ۔مطلب یہ کہ تیرے لئے جو جوش وخروش کہ پارسال میرے اندر تھا آج وہ موجود نہیں ہے۔

من ازین چشمہ زلالے خوردہ ام	دیدۂ و دل ز آب تازہ کردہ ام
میں نے اس چشمہ سے صاف پانی پیا ہے	میں نے آنکھوں اور دل کو پانی سے تازہ کیا ہے

یعنی میں نے اس چشمہ (وصل) سے ایک زلال کھایا ہے اور دیدہ ودل کو آب (رخ) سے تازہ کیا ہے (مگر)

چشمہ می بینم ولیکن آب نے	راہ آبم را مگر زد رہزنے
میں چشمہ دیکھ رہا ہوں لیکن پانی نہیں ہے	میرے پانی کا راستہ شاید کسی ڈاکو نے کاٹا ہو

یعنی میں چشمۂ وصل کو دیکھ رہا ہوں مگر پانی نہیں ہے میرے پانی کی راہ کسی راہزن نے ماری ہے مطلب یہ کہ وصل تو ہے مگر اس کے اندر جو پہلے جوش وخروش تھا وہ موجود نہیں ہے تو ایسا ہے کہ جیسے چشمہ ہو اور اس میں پانی نہ ہو کہ وہ بے سود ہوتا ہے ایسے ہی یہ وصل بے سود ہے۔

گفت بس من نیستم معشوق تو	من بلغار و مرادت در قتو
اس نے کہا کہ میں تیرا معشوق نہیں ہوں	میں بلغار میں ہوں اور تیر مقصود قتو میں ہے

یعنی معشوق نے کہا تو میں تیرا معشوق نہیں ہوں میں تو بلغار میں ہوں اور تیری مراد قتو میں ہے بلغار اور قتو دو شہروں کا نام ہے۔ مطلب یہ کہ تو کچھ سوچ رہا ہے اور میں کہیں ہوں۔ تو کہاں اور میں کہاں۔ معلوم ہوا کہ میں پوری طرح تیرا معشوق ہی نہ تھا الخ۔

عاشقی تو برمن و برحالتے	حالت اندر دست نبود ای فتے
تو مجھ پر اور (میری) ایک حالت پر عاشق ہے	اے نوجوان! حالت قابو میں نہیں ہوتی ہے

یعنی تو مجھ پر اور ایک حالت پر عاشق ہے تو حالت تو قدرت میں ہوتی نہیں ہے اے جوان مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ معلوم ہوا کہ تو دو چیزوں پر عاشق تھا ایک تو مجھ پر اور ایک اس حالت پر جو کہ میری وجہ سے تیری ہو جاتی تھی تو میں جزو معشوق ہوا کل معشوق نہ ہوا۔

پس نیم کلی مطلوب تو من	جزو مقصودم ترا اندر زمن
تو میں بالکلیہ تیرا مطلوب نہیں ہوں	میں زمانہ میں تیرے مطلوب کا جزو ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی پس میں تیرا پورا مطلوب نہیں ہوں بلکہ زمانہ میں تیرا جزو مقصود ہوں۔

خانہ معشوقہ ام معشوق نے	عشق برنقدست و برصندوق نے
میں معشوق نہیں ہوں معشوق کا گھر ہوں	عشق تو نقدی سے ہے صندوق سے نہیں ہے

یعنی میں تمہارے معشوق کا گھر ہوں معشوق نہیں ہوں۔ عشق نقد پر ہے اور صندوق پر نہیں مطلب یہ کہ تیرے معشوق کی تو وہ حالت ہے جو کہ میری وجہ سے تیری ہوئی تھی۔ تو۔ تیرے معشوقہ کا گھر ہوا باقی معشوق خود نہیں ہوں اور ایسی مثال ہے کہ جیسے صندوقچہ میں روپیہ ہیں تو کوئی نقد پر تو عاشق ہے مگر صندوق پر نہیں۔ جب تک وہ حالت رہی تو میں آپ کا معشوق رہا اور جب وہ حالت جاتی رہی تو اب معشوق صاحب بھی نفرو ہوئے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہست معشوق آنکہ او یکتو بود	مبتدا و منتہایت او بود
معشوق تو وہ ہے جو ایک حالت پر ہو	تیرا مبتداء اور منتہا وہ ہو

یعنی جو کہ ایک تو ہو معشوق (بننے کے قابل) تو وہ ہے کہ مبتدا اور منتہا تیرا وہی ہو۔ یعنی جبکہ شروع عشق تھا تب بھی وہی مطلوب تھا اور جب عشق بڑھا تب بھی وہی مطلوب ہے معشوق سے یہاں مراد مرشد کامل ہے کہ اس سے جو محبت ہوتی ہے وہ ان سے آخیر تک ویسی ہی رہتی ہے بلکہ آخر میں اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے اس سے طبیعت بھی سیر نہیں ہوتی وہ معشوق بھی کامل ہوتا ہے اور عاشق بھی کامل۔ اول اس کی معشوقیت کے کمال کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

چون بیابی اش نمانی منتظر	ہم ہویدا او بود ہم نیز سر
جب تو اس کو پالے تو منتظر نہ رہ	ظاہر میں بھی وہی (معشوق) ہو اور باطن میں بھی

یعنی جب تم اس کو پالو گے تو پھر منتظر نہ رہو گے ظاہر بھی وہی ہوگا اور پوشیدہ بھی وہی ہوگا۔ مطلب یہ کہ محبوبان مجازی میں تو اس سے مل کر طبیعت سیر ہو جاتی ہے اور پھر اس حالت ذوق وشوق کے پیدا ہونے کا منتظر رہنا پڑتا ہے مگر جبکہ مرشد مل جاوے تو اول اس سے طبیعت سیر نہیں ہوتی اور اسی لئے کسی حالت کا انتظار نہیں ہوتا بلکہ جتنا ان کی خدمت میں رہنا ہوتا ہے اسی قدر انس ومحبت زیادہ ہوتی جاتی ہے تو دیکھو یہ وہ معشوق ہے کہ جس میں ایک ہی حیثیت ہے دوسری نہیں اس سے طبیعت کی سیری کا احتمال بھی نہیں آگے اس کی عاشقیت کے کمال کو بیان فرماتے ہیں کہ

میر احوال است نے موقوف حال	بندۂ آن ماہ باشد ماہ و سال
وہ حالات پر حاکم ہوتا ہے نہ کہ حالات کا محکوم	مہینے اور سال اسی چاند کے غلام ہیں

یعنی وہ امیر احوال ہے نہ کہ موقوف حال۔ اس چاند کے غلام ماہ وسال ہوتے ہیں مطلب کہ وہ کسی ایک حالت کا منتظر نہیں ہوتا۔ مثلاً یہ کہ ذوق وشوق کا طالب ہو یا اور کسی حال کا بلکہ وہ تو ابوالحال ہوتا ہے وہ حال کے تابع نہیں ہے حال اس کے تابع ہے جس حال کو چاہے وہ اپنے اوپر طاری کر لے۔ بس وہ اصل میں طالب رضاء

حق کا ہوتا ہے اس کو حال ہو یا نہ ہو اس کی پرواہ بھی نہیں ہوتی۔ اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

چون بگوید حال را فرمان کند	چون بخواہد جسمہا را جان کند
جب وہ حالات کو حکم دے وہ تابعداری کریں	جب وہ چاہے جسموں کو روح بنا دے

یعنی جب وہ بولتا ہے تو حال کو حکم کرتا ہے اور جب وہ چاہتا ہے تو جسموں کو جان کر دیتا ہے مطلب یہ کہ جس وقت وہ بولتا ہے تو وہ جس حالت کو چاہتا ہے دوسروں پر بھی طاری کر دیتا ہے وہ احوال پر اس قدر حاکم ہوتا ہے تو طالب احوال نہیں ہوتا بلکہ وہ عاشق کامل اور طالب حق ہوتا ہے۔

منتہے نبود کہ موقوف است او	منتظر بنشستہ باشد حال جو
جو موقوف ہے وہ منتہی نہیں ہے	وہ حال کا تلاش کرنے والا منتظر بیٹھا ہوا ہے

یعنی جو کہ موقوف (حالات) ہے اور حالات کا متلاشی بیٹھا ہوا ہے وہ منتہے نہیں ہے مطلب یہ کہ جو طالب احوال ہو وہ منتہے کدھر سے ہے طالب حق منتہے ہوا کرتا ہے جو منتہے ہوتا ہے اس کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

کیمیائے حال باشد دست او	چون بجنباند شود مس مست او
اس کا ہاتھ حال کی کیمیا ہوتا ہے	جب وہ ہاتھ ہلا دیتا ہے تو تانبا اس سے مست ہو جاتا ہے

یعنی اس کا ہاتھ حالات کا کیمیا ہوتا ہے تو وہ اس کو جب ہلاتا ہے تو مس اس کا مست ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ کیمیا ماہیت اشیاء کو بدل دیتی ہے اور ناقص سے کامل بنا دیتی ہے اسی طرح منتہے کا ہاتھ ماہیئت حال کے لئے کیمیا ہوتا ہے کہ اس کی توجہ سے وہ حال مقام بن جاتا ہے۔

گر بخواہد مرگ ہم شیرین شود	خار و نشتر نرگس و نسرین شود
اگر وہ چاہے تو موت بھی میٹھی ہو جائے	کانٹا اور نشتر بھی نرگس اور نسرین بن جائے

یعنی وہ اگر چاہے تو مرگ بھی شیریں ہو جاوے اور خار و نشتر بھی نرگس اور نسرین ہو جاویں مطلب یہ کہ اگر وہ چاہے تو ایسے حالات پیدا کر لے کہ مصائب و مجاہدات و ریاضات سب خوشگوار اور آسان ہو جاویں۔

او بود سلطان حال اندر روش	نے چو تو محروم از حال و کشش
وہ سلوک میں حال پر حاکم ہوتا ہے	تیری طرح حال اور کشش سے محروم نہیں ہوتا ہے

یعنی وہ سلوک میں سلطان احوال ہوتا ہے نہ کہ تیری طرح حال اور انفعال میں محروم ہوتا ہے۔

آنکہ او موقوف حالست آدمی است	کہ گہے افزون و گاہے در کمی است
جو حال کا محکوم ہے وہ (صرف) آدمی ہے	کہ کبھی بڑھوتری میں ہے اور کبھی کمی میں ہے

یعنی جو شخص کہ موقوف حال ہے وہ (صرف) آدمی ہے کہ کبھی زیادتی میں ہے اور کبھی کمی میں آدمی سے مراد ذرا آدمی جو

www.besturdubooks.wordpress.com

صفات کمالیہ سے عاری ہوتو جو شخص کہ موقوف احوال ہے وہ تو صرف ایک آدمی ہے باقی کمالات اس کے اندر نہیں ہیں۔

صوفی ابن الوقت باشد در مثال	لیک صافی فارغ است از وقت و حال
صوفی مثلاً ابن الوقت ہوتا ہے	لیکن اہل صفا وقت اور حال سے بے نیاز ہوتا ہے

یعنی اپنی حالت میں صوفی تو ابن الوقت ہوتا ہے لیکن صافی وہ وقت اور حال سے فارغ ہوتا ہے وہ تابع حال نہیں ہے بلکہ احوال خود اس کے تابع ہیں۔

حالہا موقوف عزم و رائے او	زندہ از نفخ مسیح آسائے او
احوال اس کے ارادے اور رائے کے تابع ہیں	اس کی مسیح جیسی پھونک سے زندہ ہیں

یعنی احوال اس کی فکر ورائے کے موقوف ہوتے ہیں اور اس کی مسیح جیسے نفخ سے زندہ ہوتے ہیں یعنی احوال خود اسی کے تابع ہوتے ہیں آگے پھر اس معشوق کا قول فرماتے ہیں کہ۔

عاشق حالے نہ عاشق بر منے	بر امید حال بر من مے تنے
تو میرے حال کا عاشق ہے نہ کہ مجھ پر	تو حال کی امید پر مجھ پر جھکا ہے

یعنی اس معشوق نے کہا کہ (اے عاشق) تو حال کا عاشق ہے نہ کہ میرا ہاں اس حال کی امید پر میرے پر بھی تنتا ہے مطلب یہ کہ اس امید پر کہ اس کے پاس حال مل جاوے گا میرے پاس آتے ہو ورنہ اصل میں میرے عاشق ہو ہی نہیں چونکہ یہاں دو شخص میں ایک عاشق ہے اور ایک معشوق اور عشق ہے مجازی تو آگے مجازی عاشقی اور معشوقی دونوں کا نقص بیان فرماتے ہیں جس میں اول معشوقی کے نقص کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ گہ ناقص گہے کامل بود	نیست معبود خلیل آفل بود
وہ جو کبھی ناقص کبھی کامل ہو	وہ خلیل (اللہ) کا معبود نہیں ہے غروب ہو جانے والا ہے

یعنی جو کہ کبھی ناقص اور کبھی کامل ہووے وہ معبود خلیل نہیں ہے وہ تو غافل ہوگا مطلب یہ کہ وہ اس قابل نہیں کہ اس کو مقصود بنایا جاوے بلکہ وہ تو زائل وفانی ہے۔

وانکہ آفس باشد و گہ آن و این	نیست دلبر لا احب الآفلین
وہ جو کہ غروب ہو جانے والا ہو اور کبھی ایسا اور کبھی ویسا	وہ معشوق نہیں ہے "میں غروب کر جانے والوں سے محبت نہیں کرتا ہوں"

یعنی جو کہ آفل ہووے اور کبھی ایسا اور کبھی ویسا تو وہ دلبر نہیں ہے اور میں زائل ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ لا احب الآفلین میں قرآن شریف سے استدلال کر کے انکا ناقص اور غیر معتبر ہونا بیان فرمادیا آگے ان کی عاشقی کے نقص کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آنکہ او گاہے خوش و گہ ناخوش است	یکزمانے آب و یکدم آتش است
وہ جو کبھی خوش اور کبھی ناخوش ہے	ایک وقت پانی اور ایک وقت آگ ہے

یعنی جو کہ وہ کبھی خوش اور کبھی ناخوش ہے ایک گھڑی میں پانی اور ایک دم میں آگ ہے مطلب یہ کہ ایک دم میں عاشق ہے اور ایک دم میں نہیں ہے۔

برج مہ باشد و لیکن ماہ نے	نقش بت باشد و لے آگاہ نے
وہ چاند کا برج ہوگا لیکن چاند نہیں ہے	وہ بت کا نقش ہے لیکن باشعور نہیں ہے

یعنی وہ برج ماہ ہوتا ہے لیکن ماہ نہیں ہوتا اور نقش بت ہوتا ہے لیکن آگاہ نہیں ہوتا مطلب یہ کہ جس طرح کہ برج ماہ میں صرف ماہ ہی نہیں رہتا بلکہ متفرق ستارے آتے رہتے ہیں اسی طرح اس شخص کی حالت بھی ہمیشہ متغیر رہتی ہے۔

ہست صوفی صفا چون ابن وقت	وقت را ہمچون پدر بگرفتہ سخت
باصفا صوفی چونکہ ابن الوقت ہے	وہ مضبوطی سے وقت کو باپ کی طرح پکڑے ہوئے ہے

یعنی صوفی (طالب) صفا جبکہ ابن وقت ہے وقت کو باپ کی طرح مضبوط پکڑے ہوئے ہے۔ مطلب یہ کہ جو صوفی کہ طالب صفا ہے اور مجاہدہ کر رہا ہے وہ ابھی ابن الوقت اور تابع حال ہے تو چونکہ وہ ابن الوقت ہے بس جس طرح کہ بچہ اپنے باپ کو مضبوط پکڑے ہوتا ہے اور جدھر وہ جاوے اسی طرف کو بچہ بھی جاتا ہے اسی طرح یہ شخص ہے کہ جس طرف کو حال اور وقت پھرتا ہے اسی طرح یہ بھی پھرتا ہے اور بالکل وقت کے تابع ہوتا ہے۔

ہست صافی غرق عشق ذوالجلال	ابن کس نے فارغ از اوقات و حال
(صوفی) صافی (اللہ) ذوالجلال کے عشق میں غرق ہے	وہ کسی کا ابن نہیں ہے وہ اوقات اور حال سے بے نیاز ہے

یعنی صافی عشق ذوالجلال میں غرق ہے وہ کسی کا ابن نہیں ہے وہ اوقات و حال سے فارغ ہے یعنی وہ کسی کا تابع نہیں ہے اور نہ ان اوقات و حالات کا مقید ہے بلکہ وہ جس حال میں رہنا چاہتا ہے رہتا ہے اور جس حالت کو چاہتا ہے پیدا کر لیتا ہے مثلاً خشیت کے پیدا کرنے کو دل چاہا پیدا کر لے۔ رغبت اور شوق کو دل چاہا اس کو طاری کر لیا علی ہذا۔

غرقۂ نورے کہ اولم یولد است	لم یلد لم یولد آن ایزدست
وہ اس نور میں غرق ہے جو پیدا شدہ نہیں ہے	نہ اس نے جنا نہ وہ جنا گیا اللہ (تعالیٰ) کی شان ہے

یعنی وہ اس نور میں غرق ہے جو کہ لم یولد ہے اور لم یلد ولم یولد خاصۂ حق ہی ہے مطلب یہ کہ چونکہ وہ فنافی اللہ ہو گیا ہے اس لئے وہ ابن الوقت نہیں بن سکتا اس لئے کہ ذات حق کی شان لم یلد ولم یولد ہے لہذا بس یہ ابن الوقت نہیں بلکہ ابوالوقت یعنی قادر علی الحال اور علی الوقت ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

رو چنین عشقے بجو گر زندۂ	ورنہ وقت مختلف را بندۂ
اگر تو زندہ ہے جا ایسا عشق تلاش کر	ورنہ تو مختلف اوقات کا غلام ہے

یعنی جا اگر تو زندہ ہے تو ایسے عشق کا طالب ہو ورنہ وقت مختلف ہی کا بندہ رہے گا۔ یعنی ہمیشہ تابع حال ہی رہے گا اور ابن الحال سے ابوالحال کبھی نہ بن سکے گا لہذا عشق حق پیدا کر کہ اس سے کامل ہو جاوے گا۔ اب یہاں کسی کو شبہ ہو سکتا ہے کہ بھلا کہاں ہم کہاں عشق حق لہذا آگے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

منگر اندر نقش خوب وزشت خویش	بنگر اندر عشق و بر مطلوب خویش
اپنے اچھے برے نقش کو نہ دیکھ	عشق کو اور اپنے معشوق کو دیکھ

یعنی تو اپنے اچھے برے وجود میں نظر مت کر بلکہ عشق اور اپنے مطلوب کو دیکھ مطلب یہ کہ ہم نے مانا کہ تم کسی قابل نہ سہی مگر تم اپنے اوپر نظر ہی کیوں کرتے ہو حق تعالیٰ کی قدرت اور ان کے کرم پر نظر کرو کہ۔

تو مگو مارا بدان شہ بار نیست   بر کریما کارہا دشوار نیست

تو اگر تم کسی قابل نہیں تو دینے والا تو سب قابل ہے وہ تو عنایت فرما سکتا ہے پھر مایوسی کی کیا وجہ ہے۔

منگر آنکہ تو حقیری یا ضعیف	بنگر اندر ہمت خود ای شریف
یہ خیال نہ کر کہ تو حقیر ہے یا کمزور	اے بھلے! اپنی ہمت کو دیکھ

یعنی اس کو مت دیکھو کہ تم حقیر ہو یا ضعیف ہو ارے بھلے مانس تم اپنی ہمت کو دیکھو۔

تو بہر حال کہ باشی می طلب	آب میجو دائما اے خشک لب
تو جس حالت میں ہو طلب (جاری) رکھ	اے خشک ہونٹوں والے! ہمیشہ پانی تلاش کر

یعنی تو جس حال میں بھی ہو طلب کرتا رہ اور اے خشک لب پانی کو تلاش کر مطلب یہ کہ تم نکمے ہو ضعیف ہو جس حال میں بھی ہو طلب پیدا کر لو پس جب طلب پیدا کر لو گے تو یہ ہوگا کہ۔

کان لب خشکت گواہی میدہد	کو بآخر بر سر منبع رسد
کیونکہ تیرے خشک ہونٹ گواہی دیتے ہیں	کہ وہ بالآخر چشمے پر پہنچ جائیں گے

یعنی کہ وہ تمہارا لب خشک گواہی دیتا ہے کہ وہ آخر کار کسی منبع پر جاوے گا یعنی تمہاری طلب گواہی دیتی ہے کہ وہ ایک دن ضرور واصل کر دے گی بس اگر کچھ نہ ہو سکے تو اتنا تو کرو کہ طلب اور تکاپوئے بھی بڑی چیز ہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا طلب کے ساتھ ان شاء اللہ ضرور ہدایت ہوگی۔

خشکی لب ہست پیغامے زآب	کہ بمات آرد یقین این اضطراب
ہونٹوں کی خشکی پانی کا ایک پیام ہے	کہ یقیناً یہ اضطراب تجھے ہم تک لے آئے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی لب کی خشکی پانی کا پیغام ہے کہ (اے طالب) یہ اضطراب تجھے ہم تک یقیناً لاوے گا۔

کایں طلبگاری مبارک جنبشے است	این طلب در راہ حق مانع کشے است
کہ یہ طلب بابرکت حرکت ہے	حق کے راستہ میں یہ طلب موانع کو ختم کر دینے والی ہے

یعنی کہ یہ طلبگاری ایک مبارک حرکت ہے اور راہ حق میں یہ طلب مانع کش ہے (جب طلب ہوتی ہے تمام موانع مرتفع ہو جاتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے)

این طلب مفتاح مطلوبات تست	ایں سپاہ نصرت و روایات تست
یہ طلب تیرے مطلوبوں کی کنجی ہے	یہ (طلب) تیری کامیابی کے سپاہی اور جھنڈے ہیں

یعنی یہ طلب تمہاری مطلوبات کی مفتاح ہے اور یہ تمہاری نصرت کی سپاہ اور (فتح کے) جھنڈے ہیں۔

این طلب ہمچون خروسے در صیاح	میزند نعرہ کہ مے آمد صباح
یہ طلب، مرغ کی طرح چیخنے میں ہے	(اور) نعرہ لگا رہی ہے کہ صبح آنے والی ہے

یعنی یہ طلب مثل ایک خروس کے چیخنے میں نعرہ مار رہی ہے کہ صبح آتی ہے یعنی کہ جس طرح کہ مرغ آواز کرتا ہے اور اس سے صبح کی آمد معلوم ہوتی ہے اسی طرح اس طلب سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح کامیابی نمودار ہونے والی ہے۔

گرچہ آلت نیستت تو می طلب	نیست آلت حاجت اندر راہ رب
خواہ وسائل نہ ہوں تو طلب کر	اللہ کے راستہ میں وسائل کی ضرورت نہیں ہے

یعنی اگر چہ تمہارے پاس آلہ نہیں ہے تو تم طلب کرتے ہو کہ راہ رب میں آلہ کی حاجت نہیں ہے مطلب یہ کہ اگر چہ تمہارے پاس سامان نہ ہوں تم صرف طلب میں رہو کہ ان شاء اللہ اسی سے کام بن جاوے گا۔ اب بعض ایسے ہیں جو کہ طلب بھی پیدا نہیں کر سکتے تو ان کے لئے ایک اور تدبیر فرماتے ہیں کہ۔

ہر کرا بینی طلبگارائے پسر	یار اوشو پیش او انداز سر
اے بیٹا! تو جس کو طلب گار دیکھے	اس کا دوست بن جا (اور) اس کے سامنے سر رکھ دے

یعنی اے صاحبزادے جسے تم طلبگار دیکھو اس کے ساتھی ہو جاؤ اور اس کے سامنے سر ڈال دو۔ مطلب یہ کہ اگر خود طلب پیدا نہیں کر سکتے تو طالبوں کی خدمت میں رہو کہ اسی سے ان شاء اللہ فلاح نصیب ہوگی۔ آگے خود ہی فرماتے ہیں کہ۔

کز جوار طالبان طالب شوی	وز ظلال غالبان غالب شوی
طلبگاروں کے قرب سے تو طلبگار بن جائے گا	اور (نفس پر) غالب لوگوں کے سایہ سے تو غالب بن جائیگا

یعنی طالبین کے جوار سے طالب بن جاؤ گے اور غالبین کے سایہ سے غالب ہو جاؤ گے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر یکے مورے سلیمانے بہ جست	منگر اندر جستن او سست سست
اگر ایک چیونٹی سلیمان کی جستجو کرے	تو اس کی جستجو کو حقارت سے نہ دیکھ

یعنی اگر کوئی چیونٹی سلیمان کو طلب کرے تو اس کی طلب میں سست سست مت دیکھو یعنی اگر کوئی ضعیف آدمی طالب حق ہو تو اس کو ضعیف سمجھ کر یہ مت سمجھو کہ یہ کیا طالب ہوگا بلکہ اس کو بھی طالب سمجھو ممکن ہے کہ وہ بڑے پایہ کا شخص ہو۔ پس اول تو طلب خود حاصل کرو اور اگر خود طلب پیدا نہ کرسکو تو طالبوں کی خدمت میں رہو اسی سے امید نفع کی ہے آگے طلب کی برکت بیان فرماتے ہیں کہ۔

ہر چہ داری توز مال و پیشۂ	نے طلب بود اول و اندیشۂ
جو کچھ بھی تو مال اور ہنر رکھتا ہے	کیا وہ ابتدا میں جستجو اور فکر نہ تھا؟

یعنی تم جو اس وقت مال اور پیشہ رکھتے ہو تو کیا یہ اول ایک طلب اور ایک خیال نہ تھا۔ اور آج وہی مال و دولت کی صورت میں ہے تو اسی طرح اگر تم طلب لگالو گے تو ان شاء اللہ ایک روز گنج مقصود تک پہنچ جاؤ گے اب یہاں بعض بزرگوں کے قصے پڑھنے والوں کو شبہ ہوا کہ یہ تو کہتے ہیں کہ بے طلب اور مجاہدہ کے ملتا ہی نہیں حالانکہ بعض کو مل گیا جیسا کہ بزرگوں کے قصوں سے معلوم ہوتا ہے مولانا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

گر یکے گنجے بیابد نادر است	ور باشد از طلب ہم قاصر است
اگر کوئی خزانہ (اچانک) پالے تو یہ نادر ہے	اگر وہ طلب سے رک جائے تو کوتاہی کرنے والا ہے

یعنی اگر کوئی ایک خزانہ پالے تو یہ نادر ہے اور اگر یہ شخص طلب سے ٹھہر جاوے تو قاصر ہے مطلب یہ کہ اول تو اس طرح مل جانا بہت ہی نادر ہے اور اگر کسی کو مل جاوے اور پھر وہ طلب نہ کرے تو انجام یہ ہوگا کہ اس کو بھی کھو بیٹھے گا۔ اس لئے کہ بزرگوں کی توجہ سے جس کو حاصل ہوا ہے صرف قوت اور استعداد حاصل ہو جاتی ہے۔ باقی قرب حق حاصل نہیں ہوتا قرب ہمیشہ حاصل ہوتا ہے کام کرنے سے تو فرماتے ہیں کہ جس کو مل گیا ہے اس نے بھی آخر طلب ہی کی ہے اور اگر اس نے طلب چھوڑ دی تو وہی قاصر رہ گیا لہذا چاہئے کہ انسان خود طلب کرے اور ایسے حضرات کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ ان کو تو دیکھا کہ جن کو بلا طلب کے مل گیا ہے اگرچہ وہ دو چار ہی تھے مگر ان پر تو نظر گئی اور ان لاکھوں کو نہ دیکھا کہ جو طلب اور مجاہدہ ریاضت کر کے ہی واصل ہوئے ہیں سخت افسوس کی بات ہے۔ اور کس قدر کم ہمتی کی بات ہے کہ ان پر نظر گئی اور ان پر نہ گئی اور یاد رہے اکثر جن کو ایسا ہوا ہے ان کو جنون ہو جاتا ہے مر جاتے ہیں اس لئے کہ وہ ایک دم سے تحمل نہیں کر سکتے۔ ان کی ایسی مثال ہو جاتی ہے جیسے کہ کسی برتن میں اس کی گنجائش سے زائد چیز بھری جاوے۔ تو یقیناً وہ پھٹ جاوے گا۔ تو اسی طرح جب ان میں ایک مرتبہ ہی وہ استعداد بھری جاتی ہے تو ان کو یا تو جنون ہو جاتا ہے یا مر جاتے ہیں اور جن کو ایسا نہیں ہوا جیسے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مثلاً شاہ بھیک صاحب وغیرہ تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ حضرات پہلے سے مجاہدات و ریاضات کئے ہوئے ہوتے ہیں بس صرف ایک نظر کی دیر ہوتی ہے کہ فضل ہو جاتا ہے اور فضل ہمیشہ ایک لمحہ ہی میں ہوتا ہے اس کے مقدمات بیشک پہلے سے ممہد کئے جاتے ہیں بس یاد رکھو کہ بے طلب کے کسی کو قرب و وصول نہیں ہوا ہے اور طلب سے جس نے چاہا واصل و مقرب بن گیا ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ چیزے جست بیشک یافت او	چون بجد اندر طلب بشتافت او
جس نے کسی چیز کی طلب کی یقیناً اس کو ملی ہے	جبکہ محنت سے وہ طلب میں دوڑا ہے

یعنی جس کسی نے کوئی چیز تلاش کی بیشک اس نے پالی جبکہ کوشش سے طلب میں دوڑا یعنی ایک قاعدہ کلیہ بتاتے ہیں کہ جس نے جب کچھ طلب کیا ضرور اس کو پالیا۔

چون نہادی در طلب پا اے پسر	یافتی و شد میسر بے خطر
اے بیٹا! جبکہ تو نے جستجو میں قدم رکھا	تو نے (مطلوب) پا لیا اور وہ بلاخطرہ کے مل گیا

یعنی اے صاحبزادے جب تو نے (کسی شے کی) طلب میں پاؤں رکھا تو اس کو پالیا ہے اور وہ بے خطر کے میسر ہو گئی ہے۔

ہیں مباش اے خواجہ یکدم بے طلب	تا بیابے ہرچہ خواہے بے تعب
اے خواجہ! کسی وقت بھی بغیر جستجو کے نہ رہ	(اس خیال سے) کہ تو جو چاہے گا بغیر مشقت کے پالے گا

یعنی اے خواجہ ایک دم بے طلب کے مت رہو۔ تاکہ جو تم چاہتے ہو اس کو بے تعب کے پالو۔

عاقبت جوئیندہ یا بندہ بود	چونکہ در خدمت شتابندہ بود
جستجو کرنے والا ' بالآخر پا جانے والا ہوتا ہے	چونکہ (مطلوب کی) خدمت میں (پہنچنے کے لئے) دوڑنے والا ہوتا ہے

یعنی آخر کار تلاش کرنے والا پانے والا ہوتا ہے چونکہ وہ طلب میں دوڑنے والا ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ طالب چونکہ طلب میں کوشاں ہوتا ہے تو مطلوب اس کو مل ہی جاتا ہے۔

در طلب چالاک شو این فتحباب	مے طلب واللہ اعلم بالصواب
طلب میں تیز رو بن اس سے فتح باب	طلب کر اور خدا بہتر جانتا ہے

یعنی طلب میں چست و چالاک رہ اور اس فتحباب کو طلب کر واللہ اعلم بالصواب۔ یعنی قرب حق کے باب کے فتح کو طلب کر اور اس میں کوشاں رہ تاکہ ایک روز حاصل ہو جاوے۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک شخص روز و شب دعا کیا کرتا تھا کہ یاالٰہی مجھے امیر کر دے۔ مگر مجھے کمانا نہ پڑے اسی طرح اس کو ایک مدت گزر گئی اتفاق سے ایک روز وہ بیٹھا ہوا تھا تو گھر میں ایک گائے گھس آئی اس نے اس کو ذبح کر لیا اور کھا گیا قاضی کے یہاں اس کا مقدمہ گیا۔ تفتیش ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ گائے اسی کی تھی اور اس کے باپ کا ایک غلام تھا اس نے اس

www.besturdubooks.wordpress.com

کے باپ کو قتل کر کے اس کا مال سب چھین لیا تھا اور یہ مفلس رہ گیا تھا اسی مال میں سے خریدی ہوئی وہ گائے تھی تو دیکھو اس نے اور کچھ تو کیا نہیں مگر اس کو طلب تھی تو سب کچھ مل گیا یہ لگا رہا طلب کو چھوڑا نہیں بس اسی طرح تم لگ لپٹ کر کام کرو تو جو یندہ یابندہ بود کے مصداق ہو جاؤ گے۔ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اچھا اب مضمون بالا کی تائید کے لئے ایک قصہ سنو ایک شخص کو اس کے معشوق نے اپنے پاس بٹھلایا تو اس نے خط نکالا اور اس کو پڑھ کر سنانے لگا۔ اس خط کے اندر عشقیہ اشعار تھے اور بہت کچھ تعریف و توصیف تھی اپنی خستگی اور بیچارگی کا اظہار تھا بہت کچھ منت وسماجت تھی اور اپنے رونے پیٹنے نالہ وفغاں رنج والم کا بیان تھا اپنی ذلت اور اپنوں اور بیگانوں سے بے تعلقی ظاہر کی تھی اپنے زمانہ مفارقت کا بیان کیا تھا اور مصائب ہجر ذکر کئے تھے اپنے پیغاموں اور قاصدوں کا بھی ذکر کیا تھا غرض کہ رطب دیا بس بہت کچھ تحریر کیا تھا۔ وہ یہ خط اپنے محبوب کے استمالت خاطر وجلب رحم کے لئے اس کو سنا رہا تھا۔ حتیٰ کہ یہ مضمون بہت لمبا ہو گیا اور بہت دیر ہو گئی اس پر اس معشوق نے دق ہو کر کہا کہ تم نے جو کچھ کیا اگر میرے لئے کیا تو میں تمہارے پاس موجود ہوں اور تمہارا مدعا حاصل ہے پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارا کیا مقصد ہے۔ وصل کی حالت میں اس خرافات کا اعادہ محض تضیع اوقات ہے آپ ذرا غور تو کریں کہ میں آپ کے پاس موجود ہوں اور آپ خط پڑھ رہے ہیں۔ عاشقوں کی تو یہ باتیں نہیں ہوتیں۔ آپ کیسے عاشق ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ بیشک آپ میرے سامنے تشریف فرما ہیں مگر پورے طور پر میرا مدعا حاصل نہیں کیونکہ گو اس وقت مجھے وصل حاصل ہے لیکن اس وصل میں آپ کی وہ دلفریبیاں اور دلربائیاں' ناز وانداز' ادائیں اور غمزے نہیں دیکھتا۔ جو پارسال کے وصل میں تھیں۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ اس وقت بھی وہی باتیں ہوں جو اس وصل میں تھیں۔ تاکہ لذت تامہ حاصل ہو اور میرا مدعا پورے طور پر حاصل ہو۔ میں نے پارسال آپ کی خوبیوں سے بہت کچھ حظ حاصل کیا تھا اور ان سے آنکھوں کو اور دل کو بہت ہی محظوظ کیا تھا۔ لیکن میں ان خوبیوں کا سرچشمہ تو دیکھ رہا ہوں مگر وہ خوبیاں نہیں ہیں۔ نہیں معلوم وہ کیا ہوئیں۔ اور کس غارتگر نے انہیں کھودیا۔ اس نے جواب دیا کہ بس معلوم ہوا کہ آپ کا معشوق میں نہیں ہوں۔ بلکہ کوئی اور شے ہے اور میرے ذریعہ سے اس مطلوب تک پہنچنا مقصود ہے۔ مگر میں کہے دیتا ہوں کہ مجھ میں اور آپ کے مطلوب میں بہت بعد ہے میں اگر بلغار میں ہوں تو وہ قتو (شہر یا ملک) میں ہے بس میرے ذریعہ سے اس کو حاصل کرنا ناممکن ہے یعنی آپ بالعرض مجھ پر اور بالذات میری خوبی پر عاشق ہیں اور وہ آپ کی مطلوب خوبی میرے امکان سے باہر ہے اس لئے کہ آپ کو وہ ادائیں اور دلفریبیاں من حیث الذات مطلوب تھیں بلکہ من حیث کونہا ملذۃ ومطربۃ مطلوب ہیں اور احوال عاشق مختلف ہوتے ہیں کبھی ایک ادا دلفریب ہوتی ہے اور کبھی دوسری اور

www.besturdubooks.wordpress.com

حتی کہ کبھی ظلم پسند ہوتا ہے اور رحم ناپسند اور وہ یوں کہتا ہے۔

محو جفا ستم کش الطاف کب ہوا　　رحم اس کو میرے حال پہ آیا غضب ہوا

اور کبھی رحم پسند ہوتا ہے اور کہتا ہے۔

بیدم سا پڑا تھا کوئی اس کوچہ میں اس نے　　دروازہ پہ آجھانک کے دیکھا جو کہیں یہ

اس رحم کے صدقے وہیں گھبرا کے کہا ہاں　　جا کر کوئی دیکھو کہیں مومن تو نہیں یہ

کبھی اختلاط غیر کا احتمال بھی تکلیف دیتا ہے اور کہتا ہے۔

کیا خوش ہوں کوئی غیر میں گر نقش پا نہ ہو　　وہ شوخ جانتا ہوں کہ ثابت قدم نہیں

اور کبھی اس کی طرف التفات کو عدم التفات کی علامت قرار دیکر اپنی طرف عدم التفات پر فخر کرتا ہے اور کہتا ہے۔

یاد سہواً اسے اے غیر ہے نسیان عمداً　　یاد رکھ بھول گیا جس کو وہی یاد رہا

یہ اتار چڑھاؤ تو عاشق کی طبیعت کا ہے اب معشوق کی طرف دیکھو کہ اس کے بیساختہ پن اور تصنع میں بھی فرق ہوتا ہے کہ جو بات اس کے بیساختہ پن میں ہے وہ تصنع میں نہیں۔ لہذا میں عرض داشت پر کوئی توجہ نہیں کر سکتا نیز جبکہ میں اور میرے احوال خاصۂ ہر دو آپ کے مطلوب ہیں گو جہتیں مختلف ہیں۔ پس میں آپ کا مطلوب تام نہ ہوا بلکہ جزو مطلوب ہوا۔ بلکہ آپ کے مطلوب کا گھر ہوا۔ مطلوب نہ ہوا۔ اور آپ کا عشق مال پر ہوا صندوق پر نہ ہوا۔ کیونکہ معشوق کئی تہہ رکھنے والے کپڑے کی طرح نہیں ہوتا جس کی ایک تہہ مبداء اور دوسری منتہےٰ ہوتی ہے۔ بلکہ وہ اکہرے کپڑے کی مثل ہوتا ہے کہ اسکا مبداء و منتہےٰ خود وہی ہوتا ہے یعنی معشوق ذو جہتین نہیں ہوتا کہ ظاہر میں خود مطلوب ہو اور باطن میں کچھ اور بلکہ اس کی حالت تو یہ ہوتی ہے کہ جب وہ مل جاوے تو طلب کا خاتمہ ہو جاوے۔ اور ظاہراً بھی وہی مطلوب ہو۔ اور باطناً بھی وہی۔ اور آپ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مجھ میں یہ بات نہیں لہذا ثابت ہوا کہ میں آپ کا معشوق نہیں۔ اس مقام پر اتنی بات اور سمجھ لینی چاہئے کہ جب وہ عاشق محبوب کی اداؤں اور دلفریبیوں پر من حیث کونہا ملذۃ و مطربۃ عاشق تھا تو درحقیقت وہ خود اپنے حال پر عاشق تھا۔ لہذا اس کے معشوق کے اندر تین تہیں تھیں۔ اول ذات محبوب' دوسری احوال محبوب' تیسری خود اپنے احوال' معشوق نے تیسری تہ کو دوسری تہ میں مندرج کر دیا اور اس کی طرف۔

عاشقی تو برمن بر حالتے　　حالت اندر دست نبود اے فتے

سے اشارہ کر دیا ہے اور ہم نے اس کی شرح میں اس پر تنبیہ بھی کر دی ہے اور اب اس کو تصریحاً بھی بیان کر دیا ہے۔ جب یہ امر واضح ہو گیا تو اب سنو مولانا فرماتے ہیں کہ جو حالت عشق مجازی میں اس عاشق کی تھی وہ حالت عشق الٰہی میں عارف کامل کی نہیں ہوتی۔ اور عارف کامل جس کو حاکم احوال کہنا چاہئے حال کا پابند نہیں ہوتا بلکہ زمانہ جو تقلیب احوال میں ید طولیٰ اور مہارت تامہ رکھتا ہے اس کا غلام ہوتا ہے اور اس پر حاکم ہو کر اس کے اندر تغیر نہیں پیدا کر سکتا اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب وہ گفتگو کرتا ہے تو حال کو حکم کرتا ہے اور مخاطبین پر فوراً ایک خاص حال طاری ہو جاتا ہے یا

www.besturdubooks.wordpress.com

یوں کہو کہ جب وہ گفتگو کرتا ہے تو اس کے مناسب حال کو طاری ہو جانے کا حکم کرتا ہے اور وہ حال اس پر فوراً طاری ہو جاتا ہے اور جب وہ چاہتا ہے تو کندۂ ناتراش لوگوں کو جو کہ جمادات سے مشابہ ہیں اور اس لئے سراسر جسم کہلانے کے مستحق ہیں آدمی بنا دیتا ہے اور ایسا کر دیتا ہے کہ گویا ان میں جسمانیت ہے ہی نہیں اور بالکل روح ہی روح ہے اور جو شخص پابند حال ہو اور حال کا طالب ہو کر منتظر بیٹھا ہو وہ منتہی نہیں بلکہ ناقص ہے اور عارف کامل خود تو کیا منتظر حال ہوتا اس کی تو یہ شان ہوتی ہے کہ وہ اپنے دست تصرف سے احوال ناقصہ کو احوال کاملہ بناتا ہے اور جب ہاتھ ہلاتا ہے تو شراب باوجودیکہ مست کن ہے خود مست ہو جاتی ہے ہر چند کہ موت تلخ ہے لیکن اگر وہ چاہے تو اس کو شیریں اور مرغوب بنادے اور خار ونشتر باوجودیکہ موذی ہیں مگر وہ چاہے تو نرگس ونسرین کی طرح مفرح ومنشط ہو جائیں وہ حال کا بادشاہ ہوتا ہے اور احوال اس کے تابع فرمان ہیں وہ اوروں کی طرح حال اور کشش سے محروم نہیں ہوتا اس لئے اس کا طالب و منتظر بھی نہیں ہوتا۔ جو لوگ پابند احوال اور اس کے طالب ومنتظر ہوتے ہیں وہ انسانیت سے نہیں نکلے اور فنافی الحق ہو کر صفات الٰہیہ کے ساتھ موصوف نہیں ہوئے۔ اس لئے کہ ان میں ابھی تک ایک صفت نقصان یعنی تغیر وتلون اور کبھی گھٹنا کبھی بڑھنا موجود ہے چنانچہ مثل مشہور ہے کہ صوفی ابن الوقت اور تابع حال ہوتا ہے سو یہ انہیں ناقص صوفیوں کی حالت ہے رہے وہ صوفی جو کدورات بشریہ وظلمات نفسانیہ سے پاک صاف ہیں سو وہ وقت حال سے بے فکر ہیں یہ تو احوال کے کیا پابند ہوئے احوال خود ان کی فکر ورائے کے پابند ہیں کہ جب تک یہ نہ چاہیں کوئی حال طاری نہیں ہو سکتا اور جب یہ چاہیں تو پھر رک نہیں سکتا۔ لہٰذا یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ انہیں کے دم حیات بخش مثل دم مسیح کے بدولت زندہ ہیں۔ ہاں تو اس معشوق نے اپنے عاشق سے کہا کہ تو حال پر عاشق ہے مجھ پر عاشق نہیں۔ کیونکہ جب مجھ میں وہ حال موجود ہوتا ہے تو میں تجھے اچھا معلوم ہوتا ہوں اور تو میرا طالب ہوتا ہے اور جب نہیں ہوتا تو میں تجھے پسند نہیں آتا اور تو اس حال کے لئے بے چین ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مجھ سے جو کچھ تعلق اور میری جو کچھ طلب ہے وہ بتوقع حال ہے اور اسی کی امید پر تو مجھے لپٹتا ہے معشوق کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ کبھی وہ ناقص ہوتا ہے کبھی کامل کبھی اس میں دلبری کی صفت موجود ہوتی ہے کبھی نہیں کبھی وہ پسندیدہ ہوتا ہے کبھی ناپسندیدہ کبھی پانی کی طرح دل ٹھنڈا کرتا ہے اور مرغوب ہوتا ہے اور کبھی آگ کی طرح دل جلاتا اور قابل نفرت ہوتا ہے پس سمجھو کہ جو کبھی ناقص اور کبھی کامل ہو وہ فانی ہے معبود خلیل یعنی مقصود طالب حق اور مطلوب اہل کمال نہیں اور جو پانی اور متغیر الاحوال ہو وہ دلبر اور اس قابل نہیں کہ اس کو محبوب بنایا جاوے چنانچہ حضرت خلیل اللہ فرماتے ہیں لآ احب الأفلین اور جو کبھی پسندیدہ اور کبھی ناپسندیدہ ہو اور کبھی پانی کی طرح دل ٹھنڈا کرنے والا اور مرغوب ہو اور کبھی آگ کی طرح دل جلانے والا اور نامرغوب ہو وہ ماہ اور حسن ذاتی رکھنے والا نہیں بلکہ برج ماہ اور حسن عارضی رکھتا ہے وہ صورت بت ہے اور اپنے اندر صفت علم جو کمال ہے نہیں رکھتا پس ایسے کو مطلوب اور مقصود بنانا طالب حق کی ہرگز شایاں نہیں بلکہ مطلوب اس کو بنانا چاہیے جو اقول و تغیر احوال بلکہ جملہ نقائص سے منزہ اور جمیع کمالات کے ساتھ موصوف ہو اور کبھی بھی ناپسند نہ ہو بلکہ ہمیشہ پسندیدہ ہو اور کبھی بھی نامرغوب نہ ہو بلکہ ہمیشہ مرغوب ہو۔ اب سمجھو کہ طالبان حق کی دو شانیں ہوئی ہیں بعض تو عاشق مجازی کی طرح خام ہوتے ہیں اور بعض

www.besturdubooks.wordpress.com

پختہ چنانچہ صوفی طالب صفا چونکہ تابع وقت ہوتا ہے اس لئے وہ وقت و حال ہی کو مضبوط پکڑے ہوتا ہے اور اسی کو مقصود سمجھتا ہے یہ تو اس عاشق مجازی کی طرح خام اور ناقص ہے لیکن جولوگ کدورات بشریہ وظلمات نفسانیہ سے پاک ہوتے ہیں وہ عشق حق سبحانہ میں غرق ہوتے ہیں اور کسی کے تابع و پابند نہیں ہوتے بلکہ وہ اوقات واحوال سے بے فکر ہوتے ہیں۔ وہ اس نور میں غرق ہوتے ہیں جو کسی سے پیدا نہیں ہوا اور لم یلد ولم یولد شان حق سبحانہ ہے لہذا وہ نور حق سبحانہ میں مستغرق ہوتے ہیں پھر نوبت وقت کا وہاں کیا گزر ہو سکتا ہے صنف اول کی طرح یہ حضرات خام نہیں ہوتے بلکہ یہ حضرات پختگان عشق ہیں پس اگر تم میں حیات موجود ہے اور ادراک واحساس رکھتے ہو اور جمادات کی طرح بے حس نہیں ہو تو ایسا عشق اختیار کرو اور اگر عاشق مجازی یا پہلی قسم کے عاشق خدا بنے تو یاد رکھو کہ اوقات مختلفہ کی غلامی کرنی پڑے گی اور ہر وقت اور ہر حال تم پر جداگانہ حکومت کرے گا اور تم اس ست تخصی ملازمت سے ہمیشہ پریشان رہو گے پس تم کو چاہئے کہ وحدہ لاشریک کے ہو رہو اس میں سکون ہی سکون ہے پریشانی کا نام نہیں تو اپنی بھلائی برائی پر نظر نہ کرنا اور یہ نہ خیال کرنا کہ میرا کیا منہ ہے کہ میں طالب حق سبحانہ بنوں بلکہ تو یہ دیکھنا کہ یہ دولت عشق الہی کیسی عجیب ہے اور مطلوب کیسا پاکیزہ اور کس قدر دلربا ہے۔

عابد فریب شوخی و رغبت فزا نگاہ　　میں کیا کسی سے صبر تجھے دیکھ کر نہ ہو

خبردار تو یہ نہ دیکھنا کہ میں مفلس وقلاش ہوں یا ضعیف وناتواں ہوں بلکہ تو اپنی ہمت عالی پر نظر کرنا جو تجھ کو اس طلب کے لئے عطا ہوئی ہے اور خواہ تیری کچھ ہی حالت کیوں نہ ہو طلب کرتے رہنا تو پیاسا ہے پس تو ہمیشہ پانی کو طلب کرتے رہنا اور یہ خیال بھی نہ کرنا کہ مجھے پانی نہ ملے گا اس لئے کہ ہونٹوں کی خشکی اور تیری طلب کہہ رہی ہے کہ تیرے ہونٹوں کی رسائی پانی کے چشمہ تک ہوگی اور تو کبھی نہ کبھی دیر یا سویر وصال مطلوب سے کامیاب ہوگا کیونکہ یہ تیرے ہونٹوں کی خشکی اور تیری طلب پانی (حق سبحانہ) کی طرف سے تیرے لئے اس امر کا پیغام اور مژدہ ہے کہ یہ تیری بے چینی ایک روز تجھے ہم تک پہنچا کے رہے گی کیونکہ یہ طلب ہی ایک مبارک حرکت ہے اور راہ حق میں یہ طلب ہی تمام رکاوٹوں کو دور کرنے والی ہے۔ یہ طلب تیرے مقاصد کی کنجی ہے اور یہی تیری فتح کے لئے فوج اور جھنڈے ہیں تو اس خشکی اور طلب کو ایسا سمجھنا جیسا بارات کو مرغ کی اذان کہ وہ صبح کی آمد کا اعلان ہوتا ہے مانا کہ تیرے پاس سامان طلب نہیں مگر تو پریشان نہ ہو بلکہ طلب کئے جا حق سبحانہ کے راستہ کو طے کرنے کے لئے سامان سفر کی ضرورت نہیں۔

داد حق را قابلیت شرط نیست　　بلکہ شرط قابلیت داد اوست

اور بھی تجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا تو اتنا ہی کرتا کہ جس کو تو اس راہ کا طالب دیکھے اس کا رفیق بن جا اور اپنے کو اس کے حوالہ کر دے کیونکہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے ان طالبین کے زیر سایہ تو بھی طالب ہو جاوے گا۔ اور ان غالبین نفس وشیطان کے سایہ میں رہ کر تو بھی غالب ہو جاوے گا۔ یاد رکھ کہ اگر کوئی چیونٹی سلیمان کو تلاش کرے تو اس کو نظر حقارت سے نہ دیکھنا چاہئے۔ بلکہ اس کی عالی ہمتی کی داد دینا چاہئے۔ پس تو اپنی طلب کو بھی اس چیونٹی کی طلب کے

www.besturdubooks.wordpress.com

مشابہ سمجھ کر حقیر نہ سمجھنا اس لئے کہ طلب بڑی چیز ہے دیکھو تو سہی جو کچھ دولت یا ہنر تیرے پاس اس وقت موجود ہے ان سے پہلے کیا تھا۔ طلب اور خیال ہی تو تھا اسی طلب اور خیال کی برکت ہے کہ آج تو دولتمند اور صاحب کمال بنا بیٹھا ہے پس تو طلب کو حقیر سمجھ کر چھوڑ نہ بیٹھنا اور یہ نہ سمجھنا کہ جو کچھ ملتا ہوگا خود ہی مل رہے گا۔ کیونکہ بے طلب کے کسی کو خزانہ مل جانا شاذ و نادر ہوتا ہے ظاہر تو یہ ہے کہ طلب نہ ہونے کی صورت میں دولت سے تو محرومی لازمی ہی طلب دولت سے محرومی کا اور اضافہ ہو جائے گا۔ طلب کو فضول سمجھنا سراسر حماقت ہے۔ کیونکہ من جد وجد جو طلب کرتا ہے تو جبکہ وہ اس میں سرگرم ہوتا ہے اس کو ملتا بھی ضرور ہے۔ پس جب تم طالب بن جاؤ گے تو مطلوب تمہارے لئے ضرور آسان ہو جاوے گا اور ایک روز مل بھی جاوے گا۔ لہٰذا کسی وقت بھی تم کو بے طلب نہ رہنا چاہئے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مطلوب تم کو مل جاوے گا کیونکہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ کوئی شخص کسی مطلوب کو ڈھونڈتا ہے تو جبکہ وہ اس کام میں سرگرم ہو بالآخر اس کو مل ہی جاتا ہے پس ہمت نہ ہارو اور طلب میں چست ہو کر فائض المرام ہو خلاصہ یہ ہے کہ طلب کرو اتنا تو ہم جانتے ہیں باقی ٹھیک بات کو خدا ہی زیادہ جانتا ہے اب ہم ایک قصہ سناتے ہیں جس سے تم کو طلب اور دعا کا ثمرہ اور نتیجہ ظاہر ہو۔

شرح شبّیری

حکایت اس شخص کی کہ داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں رات دن یہ دعا کیا کرتا تھا کہ اے اللہ مجھے حلال روزی بے رنج وکسب کے عنایت فرما

آن یکے در عہد داؤدؑ نبی	نزد ہر دانا و پیش ہر غبی
ایک شخص داؤدؑ نبی کے زمانے میں	ہر عقلمند کے پاس اور ہر غبی کے سامنے
این دعاے کرد دائم کاے خدا	ثروتے بے رنج روزی کن مرا
ہمیشہ یہ دعا کرتا تھا کہ اے خدا	بغیر محنت کے مجھے مالداری عطا فرما دے

یعنی ایک شخص حضرت داؤدؑ نبی کے زمانہ میں ہر دانا اور ہر نادان کے سامنے یہ دعا کیا کرتا تھا کہ اے خدا مجھے بے محنت کے امیری عنایت فرما دے اور کہا کرتا تھا کہ۔

چون مرا تو آفریدی کاہلے	زخم خوارے سست جبلے منبلے
جبکہ تونے مجھے کاہل پیدا فرمایا ہے	(اور) مار کھانے والا کمزور پہلو والا ناکارہ

یعنی جبکہ آپ نے مجھے کاہل اور زخم خوار اور سست اور بے حس پیدا فرمایا ہے۔

برخران پشت ریش نامراد	بار اسپان و اشتران نتوان نہاد
نامراد زخمی کمر گدھوں پر	گھوڑوں اور اونٹوں کا بوجھ نہیں لادا جا سکتا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی زخمی کروالے گدھوں نامراد پر گھوڑوں اور اونٹوں کا بوجھ نہیں رکھ سکتے ہیں۔

کاہلم چون آفریدی ای ملی	روزیم ده هم زراه کاهلی
اے بے نیاز جبکہ تونے مجھے کاہل پیدا فرمایا ہے	مجھے روزی بھی کاہلی کے راستے سے عطا فرما

یعنی اے غنی جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا کیا ہے تو کاہلی ہی کی راہ سے مجھے روزی بھی عنایت فرما۔

کاہلم من سایہ خسپم در وجود	خفتم اندر سایہ افضال وجود
میں کاہل، زندگی بھر سایہ میں سویا ہوں	مہربانیوں اور سخاوت کے سایہ میں سویا ہوں

یعنی میں کاہل ہوں اور زندگی میں سایہ میں سونے والا ہوں (یعنی آرام طلب ہوں) تو اب میں آپ کے افضال وجود کے سایہ میں سوتا ہوں۔

کاہلان و سایہ خسپاں را مگر	روزی بنوشتۂ نوح دگر
کاہلوں اور سایہ میں سونے والوں کے لئے شاید	تونے دوسری ہی طرح کی روزی مقدر کی ہے

یعنی کاہلوں اور آرام طلبوں کے لئے شاید آپ نے کسی دوسری طرح روزی دینا رکھا ہوگا (بس اسی طرح مجھے بھی عنایت فرما)

ہر کرا پالیست جوید روزیٔ	ہر کرا پانیست کن دل سوزیٔ
جس کے پاؤں ہیں وہ روزی تلاش کرتا ہے	جس کے پاؤں نہیں ہیں اس پر رحم فرما

یعنی جس کے پاؤں ہیں وہ تو روزی کو تلاش کرتا ہے اور جس کے پاؤں نہیں اس کی آپ دلسوزی کیجئے۔

رزق را میران بسوئے آں حزین	ابر را باران بسوئے ہر زمین
اس غمگین کی طرف روزی بھیج	ہر زمین کی جانب ابر کو پہنچا

یعنی اس کاہل غمگین کی طرف آپ رزق کو چلایئے اور ابر کو ہر زمین کی طرف برسایئے (اس لئے کہ یہ خود کچھ نہیں کر سکتے۔ آگے مثالیں ہیں کہ)

چون زمین را پا نباشد جود تو	ابر را راند بسوئے او دو تو
چونکہ زمین کے پاؤں نہیں ہیں تیری سخاوت	ابر کو تہ بہ تہ اس کی طرف لے جاتی ہے

یعنی جبکہ زمین کے پاؤں نہیں ہوتے تو تیرا جود ابر کو اس کی طرف مکرر سکرر چلاتا ہے۔

طفل را چون پا نباشد مادرش	آید و ریزد وظیفہ برسرش
بچہ کے چونکہ پاؤں نہیں ہوتے (اس لئے) اس کی ماں	آتی ہے اور غذا اس کے سر پر بہاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی طفل کے جب پاؤں نہیں ہوتے تو اس کی ماں آتی ہے اور خوراک اس کے سر پر ڈال دیتی ہے یعنی خود اس کو دودھ آ کر پلاتی ہے۔ بس اسی طرح مجھے بھی آپ بلا میری کوشش کے دیجئے۔

روزی خواہم بناگہ بے تعب	کہ ندارم من زکوشش جز طلب
بغیر محنت کے اچانک روزی چاہتا ہوں	اس لئے کہ سوائے طلب کے میرے پاس اور کوئی کوشش نہیں ہے

یعنی میں روزی کا (اکٹھے) ایک دم سے بے تعب کے طالب ہوں کہ میں کوشش سے سوائے طلب کے اور کچھ نہیں رکھتا یعنی طلب تو ہے باقی اور کسب وغیرہ کر نہیں سکتا۔

مدتے بسیار میکرد این دعا	روز تا شب شب ہمہ شب تا ضحےٰ
بہت مدت تک یہ دعا کرتا رہا	دن سے رات تک تمام رات (بلکہ) چاشت کے وقت تک

یعنی ایک مدت کثیر تک وہ یہ دعا کرتا تھا دن سے رات تک اور ساری رات چاشت تک۔

خلق می خندید بر گفتار او	بر طمع خامے و بر پیکار او
اس کی باتوں پر لوگ ہنستے تھے	اس کے بیکار لالچ اور اس کی ہٹ پر

یعنی مخلوق اس کی بات پر ہنستی تھی اور اس کی خام طمعی پر اور اس کے اس اصرار پر۔

کہ چہ میگوید عجب این سست ریش	یا کسے وادست بنگ بیہشیش
کہ تعجب ہے یہ بیوقوف کیا کہتا ہے؟	کیا کسی نے اس کو بے ہوشی کی بھنگ پلا دی ہے

یعنی کہ یہ مسخرہ کیا عجب بات کہتا ہے یا اس کو کسی نے بیہوشی کی دوا دیدی ہے۔

راہ روزی کسب و رنج است و تعب	ہرگز این نادر نشد ور شد عجب
روزی کا راستہ کمانا' تکلیف برداشت کرنا اور تھکنا ہے	یہ انوکھی بات کبھی نہیں ہوئی اور اگر ہو تو تعجب ہے

یعنی روزی کی راہ تو کسب ہے اور رنج و تعب ہے اور یہ (جو یہ کہتا ہے یہ) نادر تو ہوا نہیں اور اگر ہوا ہو تو عجب ہے یعنی اگر ہوا ہے تو نادر ا ہو گیا مگر اس کو کہاں سے مل جاوے گا۔

ہر کسے را پیشۂ داد و طلب	از رہ کسب و طلب با رنج و تب
اللہ نے ہر ایک کو ایک پیشہ اور طلب دی	کمائی اور تھکن سرگرمی اور تکلیف کے راستہ سے

یعنی حق تعالیٰ نے ہر ایک کو ایک پیشہ اور (ذریعہ) طلب راہ کسب اور طلب سے رنج و تب کے ساتھ دیا ہے۔ مطلب یہ کہ جس کو ملتا ہے سب کو کمانے سے اور کوشش کرنے سے ہی ملتا ہے۔

اطلبوا الارزاق من اسبابہا	وادخلو الاوطان من ابوابہا
رزقوں کو ان کے اسباب سے طلب کرو	وطنوں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی رزقوں کو اس کے اسباب سے طلب کرو اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو۔ دوسرے مصرعہ کا مضمون تو قرآن شریف سے ثابت ہے اور اول مصرعہ دوسری ادلہ سے ظاہر و باہر ہے کہ حق تعالیٰ نے تمام دنیا کے کارخانہ کو اسباب ہی پر رکھا ہے اگرچہ ان کی قدرت سب کچھ ہے مگر پھر بھی اسباب ہی سے کام چلتا ہے اور یہ کہتے تھے کہ۔

شاہ و سلطان و رسول حق کنوں	ہست داوٗد نبے ذوفنون
شاہ اور سلطان اور اللہ کے رسول اب	صاحب ہنر داوٗد نبی ہیں

یعنی بادشاہ اور سلطان اور رسول حق کہ اب یہ داوٗد نبی ذوفنون ہیں۔

ہست در فرمان او از وحش وطیر	در ہمہ روئے زمین اوراست سیر
وحشی جانور اور پرندے ان کے حکم میں ہیں	تمام روئے زمین پر ان کا دورہ ہے

یعنی ان کے حکم میں وحوش وطیور سب ہیں اور تمام روئے زمین میں ان کو سیر (حاصل) ہے۔

باچنان عزے ونازے کاندروست	کہ گزیدستش عنایتہائے دوست
اس عزت اور ناز کے باوجود جو ان میں ہے	کہ ان کو دوست (خدا) کی عنایتوں نے منتخب کرلیا ہے

یعنی باوجود ایسی عزت وناز کے جو کہ ان میں ہے کہ ان کو عنایتہائے حق نے برگزیدہ فرمایا ہے۔

معجزاتش بے شمار و بے عدد	موج بخششہایش مدد اندر مدد
ان کے معجزے بے شمار اور ان گنت	ان پر بخشش کی موجیں پے در پے (ہیں)

یعنی ان کے معجزے بے شمار اور بے عدد ہیں اور ان کی بخشش کی موج زیادتی اندر زیادتی ہے۔

ہیچکس را خود ز آدم تا کنون	کے بدست آواز ہمچون ارغنون
کسی شخص کی آدم سے اب تک	آواز ارغنوں (باجا) کی طرح کب ہوئی ہے؟

یعنی آدم علیہ السلام سے اس وقت تک کسی شخص کے لئے ایسی ارغنون کی طرح آواز کب ہوتی ہے ارغنون ایک باجہ کا نام ہے مطلب یہ کہ ایسی نفیس آواز اور کس کو میسر ہے۔

کہ بہر وعظے بمیراند دویست	آدمے را صوت خوبش کردہ نیست
کہ ہر وعظ میں وہ دو سو کو مار ڈالتے	انسان کو ان کی حسین آواز فنا کر دیتی

یعنی کہ ہر وعظ میں دوسو کو مار دیتے ہیں ان کی آواز خوب نے آدمیوں کو نیست کردیا ہے۔

شیر و آہو جمع گردد آنزمان	سوئے تذکیرش مغفل این ازان
اس وقت شیر اور ہرن جمع ہو جاتے	ان کے وعظ میں (اور) یہ اس سے غافل

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس وقت شیر اور ہرن ان کے وعظ کی طرف جمع ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے غافل ہوتا ہے یعنی آپس میں کوئی کسی کو گزند نہیں پہنچا سکتا اس لئے کہ ان کی آواز کو سن کر سب مست ہو جاتے ہیں۔

کوہ و صحرا ہم رسائل بادمش	ہر دو اندر وقت دعوت محرمش
پہاڑ اور جنگل بھی ان کی آواز کے ہم آواز تھے	دونوں دعوت دینے کے وقت ان کے ہمراز تھے

یعنی پہاڑ اور جانور ان کی آواز کے ساتھ ہم آواز ہیں اور دونوں بلانے کے وقت ان کے محرم ہیں۔

این دوصد چندان مراورا معجزات	نور رویش بے جہات و در جہات
یہ اور ایسے سینکڑوں معجزے ان کے تھے	ان کے چہرے کا نور بے جہت اور تمام جہتوں میں تھا

یعنی اس سے دوسو چندان کے معجزات اور نور رخ ان کا بے جہت تمام عالم میں ہے۔

باہمہ تمکین خدا روزی او	کردہ باشد بستہ اندر جستجو
تمام عزتوں کے باوجود اللہ (تعالیٰ) نے ان کی روزی	جستجو کے ساتھ وابستہ کی تھی

یعنی باوجود اس عزت کے حق تعالیٰ نے ان کی روزی کو جستجو میں ہی باندھ دیا ہے۔

بے زرہ بافی و رنج روزیش	مے نیاید باہمہ فیروزیش
زرہ بنانے اور تکلیف اٹھانے کے بغیر ان کی روزی	باوجود تمام نیک بختیوں کے حاصل نہیں ہوتی تھی

یعنی بے زرہ بافی کے اور رنج روزی ان کی نہیں آتی ہے باوجود اس بزرگی کے (جب یہ حالت ہے تو پھر)

اینچنین مخذول و واپس ماندۂ	خانہ کندہ دون و گردون راندۂ
ایسا ذلیل اور پچھڑا ہوا	خانہ ویران، کمینہ اور آسمان کا پھٹکارا ہوا

یعنی ایسا ذلیل اور واپس ماندہ اور خانہ خراب اور کمینہ اور گردوں کا نکالا ہوا۔

اینچنین مدبر ہمی خواہد کہ او	گنج یابد تارود پایش فرو
ایسا بدبخت یہی چاہتا ہے کہ وہ	خزانہ پالے یہاں تک کہ اس میں اس کا پاؤں دھنسے

یعنی یہ ایسا بدبخت چاہتا ہے کہ وہ اتنا خزانہ پاوے کہ اس کا پاؤں اس میں دھنس جاوے۔

ز احمقی خواہد کہ بے رنجیش زود	بے تجارت پرکند دامن زسود
حماقت کی وجہ سے چاہتا ہے کہ بغیر تکلیف کے فوراً	(اور) بغیر کاروبار کئے نفع سے دامن بھر لے

یعنی احمقی کی وجہ سے چاہتا ہے کہ بلاکسی تکلیف کے جلدی سے بے تجارت کے دامن نفع سے بھر لے۔

اینچنین گیجے نیامد در جہاں	کہ برآید بر فلک بے نردباں
ایسا کوئی احمق دنیا میں نہیں ہوا (جو یہ کہے)	کہ میں آسمان پر بغیر سیڑھی کے چڑھوں گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ایسا کوئی احمق دنیا میں نہیں آیا کہ آسمان پر بے زینہ کے چڑھتا ہے۔

ایں ہمی گفتش بہ تسخر نک بگیر	کہ رسیدت روزی و آمد بشیر
(کوئی) اس سے مذاق میں کہتا' یہ لے لے	کہ تیری روزی آ گئی اور خوشخبری دینے والا آ گیا

یعنی کوئی اس سے مسخرہ پن سے یہ کہتا کہ لے تیری روزی پہنچ گئی اور خوشخبری دینے والا آ گیا۔

واں ہمی خندید مارا ہم بدہ	زانچہ یابی ہدیہ اے سالاردہ
کوئی ہنستا کہ ہمیں بھی دینا	اے چودھری! اس عطیہ میں سے جو تجھے ملے

یعنی اور وہ دوسرا ہنستا کہ چودھری جی جو ہدیہ تم پاؤ گے ہمیں بھی دینا۔

او ازیں تشنیع مردم وین فسوس	کم نمے کرد از دعاؤ چاپلوس
وہ لوگوں کی اس طعنہ زنی اور ملامت سے	دعا اور خوشامد میں کمی نہ کرتا تھا

یعنی وہ لوگوں کے تشنیع سے اور مسخرہ پن سے دعا اور تضرع کم نہ کرتا تھا۔

تا کہ شد در شہر معروف شہیر	کوز انبان تہی جوید پنیر
یہاں تک کہ وہ شہر میں معروف اور مشہور ہو گیا	کہ وہ خالی تھیلے میں پنیر تلاش کرتا ہے

یعنی یہاں تک کہ وہ شہر میں معروف و مشہور ہو گیا کہ وہ خالی تھیلی میں سے پنیر کو تلاش کرتا ہے یعنی بے کمائے ہوئے صرف دعا سے مال و دولت چاہتا ہے۔

شد مثل در خام طمعے آن گدا	او ازین خواہش نمے آمد جدا
وہ فقیر بیکار لالچ میں ضرب المثل بن گیا	(لیکن) وہ اس خواہش سے جدا نہ ہوا

یعنی وہ گدا خام طمعی میں ضرب المثل ہو گیا مگر وہ اس خواہش سے جدا نہ ہوتا تھا۔

کم نمی کرد از دعاء و ابتہال	کرد اجابت مستعان ذوالجلال
اس نے دعا اور زاری ختم نہ کی	اللہ (تعالیٰ) مستعان اور ذوالجلال نے اس کی دعا قبول کر لی

یعنی اس نے دعا اور تضرع میں کمی نہ کی تو مستعان ذوالجلال نے (اس کی دعا) قبول فرمائی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

یعنی خواہ سست ہو اور خواہ چالاک ہو آخر کار طالب پانے والا ہوتا ہے مطلب یہ کہ طالب ہونا چاہئے چاہے طلب کم ہو یا زیادہ مقصود ہر صورت میں حاصل ہو ہی جاتا ہے اب آگے ذرا سنئے کہ اس شخص کی دعا کس لطف کے ساتھ قبول ہوئی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اس الحاح سے دعا کرنے والے کے گھر میں ایک گائے کا گھس آنا اور فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ دعا میں الحاح کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اسلئے کہ الحاح عین مرضی حق ہے اور دعا کرنیوالے کیلئے اس دعا سے جو کہ وہ کر رہا ہے الحاح بہتر ہے

یہ مضمون اس سرخی کا حدیث میں موجود ہے اور چونکہ اس شخص نے دعا الحاح سے کی تھی اس لئے اس مناسبت سے مولانا نے اس حدیث کو سرخی میں بیان فرما دیا ہے آگے قصہ فرماتے ہیں کہ۔

تا کہ روزے ناگہان در چاشتگاہ	این دعا میکرد بازاری و آہ
یہاں تک کہ ایک دن چاشت کے وقت اچانک	وہ یہ دعا زاری اور آہ کے ساتھ کر رہا تھا

یعنی یہاں تک ایک روز چاشت کے وقت وہ زاری و آہ کے ساتھ دعا کر رہا تھا۔

ناگہان درخانہ اش گاوی دوید	شاخ زد بشکست دربند و کلید
اچانک اس کے گھر میں ایک گائے دوڑ آئی	اس نے سینگ مارا کنڈی اور کھٹکا توڑ ڈالا

یعنی ناگاہ اس کے گھر میں ایک گائے گھسی۔ اور اس نے سینگ مار کر کنڈی وغیرہ توڑ دی (مثل مشہور ہے کہ گر نستانی بستم میرسد۔ بس اسی طرح یہ گائے بھی کنڈی وغیرہ توڑ کر گھس آئی۔ کہ گر نستانی بستم میرسد)

گاو گستاخ اندران خانہ بجست	مرد برجست و قوائمہاش بست
گائے بے باکی سے گھر میں گھس آئی	(وہ) شخص لپکا اور اس نے اس کے پاؤں باندھ دیئے

یعنی گائے گستاخانہ گھر میں گھس آئی تو وہ آدمی (معہ گھر والوں کے) اٹھا اور اس کے پاؤں باندھ لئے۔

پس گلوئے گاؤ ببرید آن زمان	بے توقف بے تامل بے امان
فوراً گائے کو ذبح کر دیا	بغیر توقف بے تاملٗ امن دیئے بغیر

یعنی پھر اس نے اسی وقت گائے کا گلا کاٹ دیا بلا کسی توقف و تامل کے اور بے امان کے۔

چون سرش ببرید شد سوئے قصاب	تا اہابش برکند دردم شتاب
جب اس کو ذبح کر دیا قصاب کے پاس گیا	تاکہ وہ فوراً اس کی کھال اتار دے

یعنی جب اس کا سر کاٹ لیا تو قصاب کی طرف چلا تا کہ فوراً جلدی سے اس کی کھال نکال دے۔ آگے

مولانا اس مضمون سے انتقال دوسری طرف فرماتے ہیں چونکہ اس شخص کے دل میں ایک تقاضا پیدا ہوا کہ بے مشقت کے امیری مل جاوے تو اس کو حق تعالیٰ نے اس کے لئے آسان فرمادیا۔ لہذا مولانا بھی آگے دعا فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یا الٰہی جب آپ نے ہم کو احکام فرمائے ہیں جن کا کہ اندر سے تقاضا پیدا ہوتا ہے کہ ان سارے احکام کی تعمیل ہو جاوے تو اچھا ہے تو یا تو اس شخص کی طرح ہمارے لئے بھی اس کو سہل فرما دیجئے اور توفیق عمل کی دیجئے ورنہ پھر اس تقاضے کو ہم پر سے اٹھایئے۔ اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص ہر سمجھدار اور بے سمجھ کے سامنے ہمیشہ یہ دعا کرتا تھا کہ اے اللہ جب تو نے مجھے کاہل پیدا کیا ہے اور پڑا پڑا کھانے والا۔ اور کم حرکت کرنے والا اور کاہل بنایا ہے تو تو مجھے بے مشقت دولت عنایت فرما۔ کہ لگے ہوئے نامراد گدھوں پر گھوڑوں اور اونٹوں کا بوجھ نہیں لادا جا سکتا ہے پس جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا کیا ہے تو مجھ پر کسب کی مشقت کا بار نہ ڈال اور کاہلی ہی کے ذریعہ سے مجھے روزی عطا کر۔ میں کاہل ہوں اور جب سے پیدا ہوا ہوں سایہ ہی میں سوتا ہوں۔ محنت کے لئے کبھی دھوپ میں نہیں نکلا اور اب تک تیرے احسان وجود ہی کے سایہ میں سویا کیا۔ کبھی مشقت و محنت برداشت نہیں کی مگر روزی ملا کی معلوم ہوتا ہے کہ کاہلوں اور سایہ میں سونے والوں کے لئے تو نے روزی کا ذریعہ کسب کے علاوہ کوئی اور مقرر کیا ہے۔ پس جن کے پاؤں ہیں وہ تو اپنی روزی اسی طریقہ سے طلب کرتے ہیں جو ان کے لئے مقرر ہے یعنی محنت و مشقت کرتے ہیں اور جس کے پاؤں نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتا لہذا تو اس پر رحم کر اور اس کسب کے علاوہ دوسری طرح سے روزی پہنچا اور اپنے باران کرم کو ہی زمین تک محدود نہ رکھ۔ بلکہ مجھ کو بھی اس سے متمتع کر کہ میں بھی زمین ہی کی طرح بے دست و پا ہوں آپ کا قاعدہ ہے کہ زمین کے پاؤں یعنی قدرت علی الکسب نہ ہونے کے سبب اپنے کرم سے ابر کو اس کی طرف جھکاتے اور چلاتے ہیں تیز بچہ چونکہ پاؤں یعنی قدرت علی الاکتساب نہیں رکھتا اس لئے آپ کے حکم سے ماں خود آ کر اس کی مقررہ غذا اس کو دیتی ہے بس اسی طرح میں بھی چاہتا ہوں کہ مجھے بھی اچانک اور بے مشقت کہیں سے دولت مل جاوے کیونکہ میرے پاس طلب کے سوا کوئی اور کوشش نہیں ایک عرصہ تک وہ یہی دعا کرتا رہا۔ صبح سے شام تک شام سے صبح تک اور صبح سے دوپہر تک اس کا یہی کام تھا۔ لوگ اس کی اس دعا پر اور طمع خام اور رزق سے مخالفت یعنی اس کو طلب نہ کرنے پر ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو تو یہ احمق بک کیا رہا ہے۔ کسی نے اس کو بھنگ پلا کر بیہوش تو نہیں کر دیا ہے۔ روزی حاصل کرنے کا طریقہ تو کمانا اور محنت و مشقت کرنا ہی ہے۔ ایسا تو کبھی بھی نہیں ہوا جس طرح یہ مانگتا ہے اور اگر ہوا ہو تو نہایت ہی تعجب خیز بات ہے۔ ہر شخص کو اس نے ہنر عطا کیا ہے اور غم اور بیماری کے باوجود بھی کمانے اور مشقت اٹھانے کے ذریعہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

طلب کرنا بتایا ہے۔ اور یہ کہا کہ رزق کو سبب سے تلاش کرو اور گھروں میں دروازے سے جاؤ دیکھ لو اس وقت داؤد علیہ السلام ہیں وہ بادشاہ بھی ہیں اور رسول بھی وحوش وطیور ان کے تابع فرمان ہیں اور تمام زمین پر گھوم سکتے ہیں ان کو یہ عزت اور ناز حاصل ہے کہ حق سبحانہ نے ان کو اپنے انفضال وانعامات بے حد کے ذریعہ سے اپنا مقرب بنایا ہے۔ معجزات ان کے بیشمار اور بے گنتی ہیں اور حق سبحانہ کے دریائے کرم کی موجیں ان تک برابر پہنچ رہی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اب تک کسی کو بھی ایسی پاکیزہ آواز نصیب نہیں ہوئی کیونکہ ہر وعظ میں اپنی خوش آوازی سے دوسو آدمیوں کو مار ڈالتے ہیں۔ اور آدمی اس عمدہ آواز کو سن کر جان دیدیتے ہیں ان کے وعظ میں شیر اور ہرن جمع ہو جاتے ہیں اور اتنے مست ہوتے ہیں کہ ایک کو ایک کی خبر نہیں ہوتی۔ پہاڑ اور پرندے ان کی بات کا جواب دیتے ہیں اور جب وہ ان کو بلاتے ہیں تو وہ ان سے آشنا ہوتے ہیں یہ بھی معجزات ہیں اور ان کے علاوہ اور سینکڑوں معجزے ہیں ان کے منہ کا نور بظاہر جہات میں ہے مگر فی الحقیقت بے جہات ہے کیونکہ وہ نور حق سبحانہ ہے جو جہات سے منزہ ہے اس قدر عزت وناز اور اس قدر شوکت وقدرت کے باوجود بھی حق سبحانہ نے ان کی روزی کا وسیلہ طلب اور جدوجہد کو ہی قرار دیا ہے وہ باوجود اس خوش اقبالی کے بھی بدوں روزی کے لئے تکلیف اٹھائے اور بغیر زرہ بنے روزی نہیں پاتے اور یہ ایسا مطرود مردود خانہ خراب ذلیل منحوس و بدبخت ہو کر چاہتا ہے کہ اس کو خزانہ مل جاوے کہ اس کے پاؤں اس میں دھنس جائیں وہ اپنی حماقت سے چاہتا ہے کہ بلا کسی زحمت اور بلا کسی تجارت کے جلدی نفع سے پلہ بھر لے۔ اس طرح تو خزانہ دنیا میں کسی کو بھی نہیں ملتا۔ بھلا بتلاؤ تو کون ہے جو آسمان پر بغیر سیڑھی کے چڑھ جاوے جب کوئی نہیں بلکہ ہر ایک کو سیڑھی اور سبب کی ضرورت ہے تو یہ ایسا کہاں کا ہے کہ اس کو حصول دولت کے لیے سبب کی ضرورت نہیں کوئی اس سے مسخرہ پن کرتا تھا اور کہتا تھا کہ لے مبارک تیری روزی آ گئی اور تیرا خوشخبری دینے والا آ گیا۔ لے روپیہ۔ دوسرا بنانے کو کہتا تھا کہ لیجئے اب تو آپ کے گاؤں کے رئیس اور سردار ہو گئے جو کچھ آپ کو ملا ہے اس میں سے ہم کو بھی دلوایئے غرض لوگ اسی قسم کی باتیں کرتے تھے مگر وہ ان بددینوں کی طعن وتشنیع کے سبب دعا والحاح میں کمی نہ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ بات تمام شہر میں مشہور ہو گئی کہ فلاں شخص سعی لاحاصل میں مصروف ہے کہ وہ خالی توشہ دان میں سے پنیر تلاش کرتا ہے اور وہ فقیر اتنا مشہور ہوا کو طمع خام میں ضرب المثل ہو گیا لیکن وہ اپنی اس خواہش کو نہیں چھوڑتا تھا اور دعا وگریہ وزاری میں کمی نہ کرتا تھا۔ بالآخر حق سبحانہ نے اس کی دعا قبول فرمائی۔ کیوں نہ ہو خواہ کوئی کاہل ہو خواہ چست وچالاک جب پوری کوشش کے ساتھ کسی شے کو ڈھونڈتا ہے تو وہ مل ہی جاتی ہے اس قبولیت دعا کا اثر یوں ظاہر ہوا کہ ایک روز دوپہر کے وقت بیٹھا ہوا آہ وزاری کے ساتھ دعا کر رہا تھا کہ اچانک اس کے گھر میں ایک گائے دوڑ کر گھس گئی اور سینگ مار کر اس نے کواڑ اور زنجیر کنڈا سب توڑ دیا جوں ہی گائے اندر گھسی ہے اس نے فوراً اٹھ کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے اور نہ ایک کی نہ دو کی فوراً ہی اس کو ذبح کر دیا جب ذبح کر چکا تو قصائی کے یہاں گیا کہ وہ فوراً ہی اس کی کھال اتار دے اس قصہ کو یہاں تک پہنچا کر مولانا دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

اے تقاضا گر درون ہمچوں جنیں	چوں تقاضا می کنی اتمام ایں
اے پیٹ کے بچہ کی طرح باطن میں تقاضا کرنے والے	جبکہ تو اس (مثنوی) کی تکمیل کا تقاضا کر رہا ہے

یعنی اے باطن میں جنین کی طرح تقاضا کرنے والے جب تقاضا فرماتے ہیں تو اس کو پورا کر دیجئے۔

سہل گردان راہ نما توفیق دہ	یا تقاضا را بہل برما منہ
آسان فرما دے رہنمائی کر دے توفیق عطا فرما	یا تقاضے کو چھوڑ دے ہم پر بار نہ رکھ

یعنی سہل فرمایئے اور راہ دکھلایئے اور توفیق دیجئے یا تقاضے کو چھوڑ دیئے اور ہم پر مت رکھئے اب یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لو کہ مصرعہ یا تقاضا را بہل برما منہ" حالت ادلال و ناز کی ہے۔ مولانا پر اس وقت حالت ناز غالب ہے اس لئے وہ ایسی بات فرما رہے ہیں باقی یاد رکھو کہ اور کسی کو ایسی بات کہنا یا اس مصرعہ کو بطور دعا کے پڑھنا حرام و نا جائز ہے اس لئے کہ ہر ایک کی تو یہ حالت نہیں ہے ہاں جس کو حاصل ہو جاوے اس وقت چاہے اس سے بھی تیز کہدے مگر اس سے پہلے کہنا بالکل حرام ہے آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چون ز مفلس زر تقاضا میکنی	زر بہ بخشش در سرای شاہ غنی
جبکہ تو مفلس سے روپے کا تقاضا کرتا ہے	اے شاہ، بے نیاز! در پردہ اس کو روپیہ بخش دے

یعنی جب آپ کسی مفلس سے روپیہ کا تقاضا کریں تو اے شاہ غنی اس کو پوشیدگی میں روپیہ دیجئے مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص مفلس کنگال سے روپیہ طلب کرے اور یہ طالب رحیم کریم مہربان ہو تو وہ یہ کریگا کہ سب کے سامنے تو اس سے طلب کرے گا تا کہ قاعدہ میں گڑبڑ نہ پڑے اور لوگ اس شخص کو مسکنے نہ سمجھ جاویں مگر الگ بلا کر چپکے سے اس کو روپیہ دیدیگا کہ دیکھو ہم جانتے ہیں کہ تمہارے پاس کچھ نہیں ہے لہذا تم اپنی طرف سے یہ روپیہ پیش کر دینا تو فرماتے ہیں کہ یا الٰہی اسی طرح ہم ضعیف اور کمزور ہیں ہم میں تعمیل احکام کی قدرت نہیں ہے لہذا جب آپ نے حکم فرمایا ہے جو کہ مآلاً تقاضا ہوتا ہے تو اس کے لئے ہمارے اندر قوت بھی پیدا فرمایئے تا کہ اس کی تعمیل آسانی سے کر سکیں۔ آپ کی بڑی قدرت ہے آپ سب کچھ کر سکتے ہیں آگے حق تعالیٰ کی قدرت کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

بے تو نظم و قافیہ شام و سحر	زہرہ کے دارد کہ آید در نظر
تیری (مدد کے) بغیر نظم اور قافیہ، صبح و شام	کب طاقت رکھتے ہیں کہ وہ (نظم و قوافی) جلوہ گر ہوں

یعنی بے آپ (کی مدد) کے شام و سحر میں قافیہ اور نظم کی کیا مجال ہے کہ وہ وقوع میں آسکے مطلب یہ کہ ہم جو کچھ نظم و قوافی کو جمع کرتے ہیں یہ سب آپ کی دین سے ہے ورنہ بے آپ کی قدرت اور بے آپ کی دین کے

www.besturdubooks.wordpress.com

کب کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ۔

نظم و تجنیس و قوافی اے علیم	بندۂ امر تو انداز ترس و بیم
اے دانا! نظم اور تجنیس اور قافیے	ڈر اور خوف سے تیرے غلام ہیں

یعنی نظم اور تجنیس اور قوافی اے علیم سب آپ کے حکم کے بندہ ہیں ترس وبیم کی وجہ سے مطلب یہ جس طرح کہ کوئی کسی کا بندہ ترس وبیم کی وجہ سے ہوتا ہے اسی طرح یہ قوافی وغیرہ سب آپ کے حکم کے تابع ہیں لہذا جب آپ کا حکم ہوتا ہے یہ قلب پر وارد ہو جاتے ہیں ورنہ نہیں آتے لہذا معلوم ہوا کہ جس قدر افعال اور احوال ہیں سب آپ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ کہ بے آپ کے کچھ ہو ہی نہیں سکتا آگے قدرت علی الاقوال کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

چون مسبح کردۂ ہر چیز را	ذات بے تمیز و با تمیز را
جبکہ تونے ہر چیز کو تسبیح خوان بنایا ہے	باشعور اور بے شعور ذات کو

یعنی جب آپ نے ہر شے کو مسبح بنایا ہے ذات بے تمیز کو اور باتمیز کو (بے تمیز سے مراد بے شعور اور باتمیز سے باشعور) مطلب یہ کہ جب آپ نے ذی شعور اور غیر ذی شعور سب کو مسبح کر دیا ہے تو

ہر یکے تسبیح بر نوع دگر	گوید و از حال آن این بے خبر
ہر ایک ایک دوسرے قسم کی تسبیح	کرتا ہے اور یہ اس کے حال سے بے خبر ہے

یعنی ہر ایک ایک دوسری قسم پر تسبیح کہتا ہے اور وہ اس کے حال سے بے خبر ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ بس آپ نے کام میں لگا دیا ہے سب کام میں لگے ہوئے ہیں کسی کو دوسرے کی خبر نہیں ہے بس جس طرح کہ آپ نے تکوینیات میں سب کو کام میں لگا رکھا ہے اور ان پر ان کاموں کو سہل فرما رکھا ہے اسی طرح آپ ان تشریعیات کو بھی ہم پر سہل فرما دیجئے۔ آگے ایک کا دوسرے کی حالت سے بے خبر ہونے کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

آدمی منکرز تسبیح جماد	واں جماد اندر عبادت اوستاد
جمادات کی تسبیح سے آدمی منکر ہے	حالانکہ جمادات عبادت میں ماہر ہیں

یعنی آدمی جماد کو تسبیح سے منکر ہے اور وہ جماد عبادت میں استاد ہے تو دیکھو کہ ایک کو دوسرے کی حالت کی خبر نہیں ہے آگے اس سے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

بلکہ ہفتاد و دو ملت ہر یکے	بے خبر از یک دگر اندر شکے
بلکہ بہتر فرقوں میں سے ہر ایک	ایک دوسرے سے بے خبر اور شک میں ہے

یعنی بلکہ ہفتاد و دو ملت ہر ایک ایک دوسرے سے بے خبر ہیں اور شک میں ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چون دو ناطق راز حال ہمدگر	نیست آگہ چون بود دیوار و در
جبکہ دو بولنے والے ایک دوسرے کے حال سے	آگاہ نہیں ہیں تو درودیوار کے بارے میں آگاہی کیونکر ہو

یعنی جبکہ دو ناطق ایک دوسرے کی حالت پر آگاہ نہیں ہیں تو دیوار و در تو کس طرح ہوں گے۔ اوپر کے شعر میں ہفتاد و دو ملت فرمایا ہے حالانکہ اصل میں ہفتاد و سہ ملت ہیں۔ ایک ملت حقہ باقی باطلہ مگر یہاں مولانا کو صرف باطلین کا بیان مقصود ہے اس لئے کہ شک میں اور بے خبری میں ہیں۔ ورنہ اہل حق تو سب جانتے ہیں اور ان کو تو بحمد اللہ سب چیزوں کا علم ہوتا ہے۔ یہاں حالت کی بے خبری سے مراد منشاء حال کی بے خبری ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ان تمام ملل کو آپس کے اختلافات کے اصل مناشے ہی معلوم نہیں ہیں اور وہ سب اس سے بے خبر ہو رہے ہیں۔ صرف الفاظ میں لڑائی ہو رہی ہے اور اگر مناشے معلوم ہو جاویں تو شاید اس قدر اختلاف بھی نہ رہے مگر منشاء کی خبر نہیں ہوتی اور جو محقق ہیں وہ اختلاف کے منشاء کو معلوم کر کے اس کے بعد اس میں غور کرتے ہیں تو جب دو ناطقوں کو جو کہ مدرک کلیات جزئیات کے ہیں۔ آپس کے اختلاف کے منشاء کی خبر نہیں ہے تو بھلا در دیوار و در کو تو آپس میں کیا تمیز ہو سکتی ہے۔

چون من از تسبیح ناطق غافلم	چون بداند سبحۂ صامت دلم
جب میں بولنے والے کی تسبیح سے غافل ہوں	تو میرا دل بے زبان کی تسبیح کو کیسے سمجھے؟

یعنی جبکہ میں ناطق کی تسبیح سے غافل ہوں تو میرا قلب چپ چیزوں کی تسبیح کو کس طرح جان لے گا من سے مراد انسان ہے اور تسبیح سے مراد حالت ہے۔ مطلب یہ کہ جب انسان ایک دوسرے کی حالت سے غافل ہے حالانکہ آپس میں دونوں بولتے ہیں ایک کی حالت دوسرا معلوم کر سکتا ہے مگر پھر بھی خبر نہیں ہے تو بھلا وہ چیزیں جو کہ بول بھی نہیں سکتیں ان کی حالت کی تو کیا خبر ہو سکتی ہے۔

ہست سنی را یکے تسبیح خاص	ہست جبری را ضد آں در مناص
سنی کی ایک خاص تسبیح ہے	نجات پانے میں جبری (کی تسبیح) اس کے خلاف ہے

یعنی سنی کے لئے ایک تسبیح خاص ہے اور جبری کے لئے اس کی ضد ہے چھٹکارہ میں۔

سنی از تسبیح جبری بے خبر	جبری از تسبیح سنی بے اثر
سنی جبری کی تسبیح سے بے خبر ہے	جبری، سنی کی تسبیح سے بے نشان ہے

یعنی سنی تو جبری کی تسبیح سے بے خبر ہے اور جبری سنی کی تسبیح سے بے اثر ہے۔ تسبیح سے مراد حالت کا منشاء۔ مطلب یہ کہ ایک کو دوسرے کی حالت اور اس کے خیالات کے مناشے کی مطلق خبر نہیں ہے ورنہ اگر مناشے کی خبر ہو جاوے تو اس قدر اختلاف نہ رہے اس لئے کہ جس قدر مذاہب باطلہ ہیں مناشے ان سب کے بالکل ٹھیک ہیں اس لئے کہ مثلاً کوئی شخص اول تنزیہ کا قائل ہوا اس نے جو حق تعالیٰ سے اشیاء کی نفی شروع کی تو بعض ان چیزوں

www.besturdubooks.wordpress.com

کی بھی نفی کر دی جو اس قابل نہ تھیں علی ہذا اور نہیں تو اگر ان مناشے کی خبر ہو جاوے تو یقیناً یہ کریں کہ جو اصل ہے اس کو باقی رکھا جاوے اور جو اس میں زیادتی ہوگئی ہے اس کی نفی کی جاوے مگر آج کل تو یہ ہو رہا ہے کہ جڑ سے ہی نفی کرتے ہیں تو یہ ساری خرابی اس کی ہے کہ مناشے سے بے خبر ہیں۔

این ہمی گوید کہ آن ضال است وگم	بے خبر از حال اوو ز امر قم
یہ کہتا ہے کہ وہ گمراہ ہے اور بہکا ہوا ہے	اس کے حال سے اور قم کے حکم سے بے خبر ہے

یعنی یہ (جبری) تو کہتا ہے کہ وہ (سنی) گمراہ ہے (اور یہ جبری) اس (سنی) کے حال سے بے خبر ہے۔ اور امر قم سے۔ مطلب یہ کہ جبری جو افعال عبد کو غیر اختیاری من کل الوجوہ بتا کر سنی کو گمراہ بتا رہا ہے اس کی یہی وجہ ہے کہ وہ اس کے منشاء سے بے خبر ہے اور اس کو اس کی خبر نہیں ہے کہ قرآن شریف میں موجود ہے کہ یایھا المدثر قم فانذر تو جب حکم قیام اور پھر حکم انزار ہے تو معلوم ہوا کہ افعال عبد اختیار میں ہیں ورنہ پھر اس حکم کے کچھ معنی نہیں ہیں تو دیکھو اگر وہ سنی کے قول کے منشاء سے باخبر ہوتا تو یقیناً وہ اس قدر سخت مخالف نہ ہوتا۔

واں ہمی گوید کہ این را چہ خبر	جنگ شان افگند یزدان از قدر
وہ یہ کہتا ہے کہ اس کو کیا پتہ	اللہ (تعالیٰ) نے تقدیر سے ان میں جنگ پیدا فرمادی ہے

یعنی وہ (سنی) کہتا ہے کہ اس (جبری) کو کیا خبر تو ان کا جنگ حق تعالیٰ نے قدر سے اتارا ہے مطلب یہ کہ سنی جبری کو من کل الوجوہ گمراہ بتا رہا ہے حالانکہ اصل میں اس کے قول کا منشاء اثبات قدرت حق ہے اب اس کے اثبات میں جو افراط و تفریط ہوئی تو اس میں وہ اختیار عبد کی بھی نفی کر بیٹھا کہ عبد کو کسی درجہ میں اختیار ہے ہی نہیں حالانکہ یہ امر من کل الوجوہ غلط تھا مگر جو سنی کو اس کی خبر ہوتی تو یقیناً وہ اس کے گمراہ سمجھنے میں اس قدر سخت نہ ہوتا بلکہ جو اصل تھا اس کو قائم رکھ کر باقی زوائد کی نفی کر دیتا اور یہاں سنی سے مراد عوام سنی ہیں سنی محض مراد نہیں ہے اس لئے کہ محققین تو ہمیشہ مناشے پر نظر کر کے بالکل مطابق اصل کے دودھ کو دودھ اور پانی کو پانی کر دیتے ہیں ہاں جو عوام ہیں وہی ایک طرف کو بڑھ جاتے ہیں اور جبری میں عوام و خواص کی تفریق نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ اہل باطل ہیں تو سب عوام ہی ہیں ان میں محققین کدھر سے ہوئے تھے۔ غرضیکہ ایک دوسرے کے مناشے نہ معلوم ہونے سے سب کی آپس میں چل رہی ہے آگے اس جنگ فیما بین کی حکمت فرماتے ہیں کہ۔

گوہر ہر یک ہویدا مے کند	جنس از ناجنس پیدا میکند
ہر ایک کی اصل کو ظاہر کر رہا ہے	جنس کو ناجنس سے واضح کر رہا ہے

یعنی ہر ایک کا گوہر ظاہر فرماتے ہیں اور جنس کو ناجنس سے الگ فرماتے ہیں تو اس اختلاف میں یہ برکت ہے کہ حق و باطل سب ممتاز ہو جاتا ہے آگے تقریب کے لئے ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

قہر را از لطف و اندہر کسے	خواہ دانا خواہ ناداں یا خسے
قہر کو مہر سے ہر شخص جدا سمجھتا ہے	خواہ وہ دانا ہو خواہ نادان یا کمینہ

یعنی قہر کو لطف سے ہر شخص ممتاز کر کے جانتا ہے خواہ وہ نادان ہو یا دانا ہو یا کوئی کمینہ ہو مطلب یہ کہ جس طرح کہ قہر و لطف کو انسان ممتاز کر کے معلوم کر سکتا ہے اسی طرح جب حق و باطل واضح اور ظاہر ہو جاوے اس وقت تمیز کر لینا بہت آسان ہے۔

لیک لطفے قہر در پنہاں شدہ	یا کہ قہرے دردل لطف آمدہ
لیکن وہ مہر جو قہر میں پوشیدہ ہے	یا وہ قہر جو مہر کے اندر ہے

یعنی لیکن وہ لطف جو کہ قہر میں پوشیدہ ہو یا کہ وہ قہر جو لطف کے اندر آیا ہوا ہو۔

ہم کسے داند مگر ربانئے	کش بود دردل محک جانئے
(اسکو) سوائے اس باخدا انسان کے کوئی نہیں جانتا ہے	جس کے دل میں روح کی کسوٹی ہو

یعنی (اس کو) کوئی کم جانتا ہے مگر وہ اللہ والا کہ جو اس کو دل میں جان کے لئے کسوٹی ہو۔

باقیاں زیں دو گمانے مے برند	سوئے لانہ خود بیک پرے پرند
باقی لوگ ان دونوں میں شک کرتے ہیں	اپنے آشیانہ کی جانب ایک بازو سے اڑتے ہیں

یعنی باقی لوگ اس سے دو گمان لے جاتے ہیں اور اپنے آشیانہ کی طرف ایک پر سے اڑتے ہیں مطلب یہ کہ اگر حق و باطل ممتاز ہو تب تو ہر شخص معلوم کر سکتا ہے مگر جو باطل بصورت حق ہو یا بالعکس تو اس وقت دونوں کو ممتاز کرنا کارے دارد۔ یہ ہر شخص کا کام نہیں ہے یہ کام کسی کامل محقق کا ہے کہ جو کسوٹی کی طرح دونوں کو پرکھ کر الگ الگ کر دے اور جو ان کے سوا غیر محقق ہے وہ تو دونوں طرف ڈانواں ڈول ہوگا اور کسی طرف بھی پورا یقین نہ ہوگا اور اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے کہ کوئی جانور اپنے گھونسلے میں ایک پر سے اڑ کر جانا چاہے تو وہ بہت کم دور تک اڑ سکتا ہے اور پھر گر جاوے گا تو اسی طرح جو محقق نہیں ہے وہ استدلال سے کچھ کام لے گا آگے جا کر پھر ٹوٹ پھوٹ جاوے گا اور جو محقق ہوگا اس کو ایسا یقین واثق ہوگا کہ اس کو دوسری جانب کا کبھی خیال بھی نہ آوے گا۔

آگے اس مثال کو خود مولانا بیان فرماتے ہیں کہ۔

بیان میں اس کے کہ علم کے دو پر ہیں اور گمان کے ایک پر ہے

علم را دو پر گمان را یک پراست	ناقص آمد ظن بہ پرواز ابتراست
علم کے دو بازو ہیں شک کا ایک بازو ہے	شک اڑنے میں ناقص ہے اور دم کٹا ہے

یعنی علم کے لئے دو پر ہیں اور گمان کے ایک پر ہے تو گمان ناقص آیا اور پرواز میں ضعیف ہے۔ دو پر سے مراد قوت اور ایک پر سے مراد ضعف۔ مطلب یہ کہ علم اور یقین تو قوی ہوتا ہے اور اسکے استدلالات بھی قوی ہوتے ہیں اور گمان اور اس کے استدلالات ہمیشہ کمزور ہوا کرتے ہیں۔ آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

مرغ یک پرزود افتد سرنگوں	باز بر پردو گامے یا فزوں
ایک بازو کا پرندہ جلد اوندھا گرتا ہے	پھر دو قدم یا کچھ زیادہ اڑتا ہے

یعنی مرغ یک پر جلدی سے اوندھے منہ گر پڑتا ہے اور پھر دو ایک قدم یا کچھ زیادہ اڑتا ہے (تو اسی طرح)

افت و خیزان میرود مرغ گمان	با یکے پر بر امید آشیان
گمان کا پرندہ گرتا پڑتا روانہ ہوتا ہے	ایک بازو سے آشیانہ کی امید پر

یعنی گرتا پڑتا چلتا ہے مرغ گمان ایک پر سے آشیان کی امید پر۔ مطلب یہ کہ مقصود تک کبھی رسائی نہیں ہوتی۔ استدلال سے کچھ پہنچتا ہے پھر گر جاتا ہے پھر پرواز کرتا ہے مگر پھر آشیان تک پہنچنا نصیب نہیں ہوتا۔

چون ز ظن وارست علمش رو نمود	شد دو پر آن مرغ و پرہا بر کشود
جب وہ گمان سے نجات پا گیا اس کا علم رونما ہوا	(اب) وہ پرندہ دو بازو کا ہو گیا اور بازو کھول دیئے

یعنی جب ظن سے چھوٹ گیا تو اس کو علم نے منہ دکھایا اور وہ مرغ دو پر ہو گیا اور پروں کو کھول دیا۔

بعد ازان یمشی سویا مستقیم	نے علےٰ وجہہ مکباً او سقیم
اس کے بعد ٹھیک' سیدھا روانہ ہوتا ہے	نہ اپنے چہرے کے بل اوندھا یا بیمار

یعنی اس کے بعد وہ سیدھا اور مستقیم چلتا ہے نہ منہ کے بل اوندھا گرتا ہوا اور بیمار۔ مطلب یہ کہ جب بعد ظن کے علم حاصل ہو جاتا ہے اور تحقیق نصیب ہو جاتی ہے تو پھر تو مقصود تک بہت جلد پہنچ جاتا ہے اور اس کے راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔

با دو پر بر می پرد چون جبرئیل	بیگمان بے فکرت و بے قال و قیل
جبرئیلؑ کی طرح دو بازوؤں سے اونچا اڑتا ہے	بغیر گمان بغیر فکر اور بغیر چناں و چنیں کے

یعنی دونوں پروں سے جبرئیل کی طرح بے گمان اور بے فکر اور بے قال و قیل کے اڑتا ہے۔ یعنی اس کو اپنے مقصود میں کسی قسم کا وہم و گمان نہیں ہوتا بلکہ بے کسی شبہ کے وہ پہنچا ہوا ہوتا ہے اور اس محقق کی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

گر ہمہ عالم بگویندش توئے	بر رہ یزدان و دین مستوی
اگر تمام دنیا اس سے کہے کہ تو ہی	خدائی راستہ اور سیدھے دین پر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر تمام عالم اسے کہے کہ تو راہ مستقیم پر اور دین مستوی پر ہے۔

او نگردد گرم تر از گفت شان	جان طاق او نگردد جفت شان
وہ ان کی باتوں سے جوش میں نہیں آتا	اس کی یکتا روح ان کی ساتھی نہیں بنتی ہے

یعنی وہ ان کے اس کہنے سے گرم نہ ہوگا اور اس کی جان طاق ان کی جفت نہ ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر محقق کو ساری دنیا غوث و قطب کہنے لگے تو اس کو اس سے کوئی خاص مسرت نہ ہوگی اس لئے کہ اس کی جو حالت ہے اس کو خود معلوم ہے پھر اس کو مسرت ہی کیا ہو اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی کی جیب میں اشرفیاں پڑی ہیں اور اس کو خود بھی خبر ہے کہ میری جیب میں ہیں پھر کوئی اس سے کہے کہ تمہاری جیب میں اشرفیاں ہیں تو اس کو اس سے کوئی خاص مسرت نہ ہوگی بلکہ کچھ فکر ہو جاوے گا کہ اس کو خبر ہو گئی ہے ممکن ہے کہ چورا لے اسی طرح جب ان حضرات کو کوئی غوث و قطب کہتا ہے تو چونکہ ان کو پہلے سے اپنی حالت معلوم ہوتی ہے التفات ہی نہیں ہوتا بلکہ اس اظہار سے فکر پڑ جاتی ہے اس لئے کہ یہ حضرات تو اپنی حالت کا اظہار چاہتے ہی نہیں۔ لہٰذا جو محقق ہیں ان کو کسی کی تعریف کرنے سے کوئی خاص مسرت نہیں ہوتی اور نہ کسی کے برا کہنے سے رنج ہوتا ہے اس لئے کہ وہ جیسے ہیں ان کو خبر ہے۔ پھر دوسرے کے کہنے سے پھولنا حماقت ہے بس وہ حضرات ایک حالت پر رہتے ہیں اور اپنی حالت میں خود مگن ہوتے ہیں۔

ور ہمہ گویند او را گمرہی	کوہ پنداری و تو برگ کہی
اور اگر سب اس سے کہیں کہ تو گمراہ ہے	خود کو پہاڑ سمجھتا ہے (حالانکہ) تو گھاس کا تنکا ہے

یعنی اور اگر سب اس کو کہیں کہ تو گمراہ ہے اور (اپنے کو) پہاڑ سمجھتا ہے حالانکہ تو برگ کاہ ہے۔

او نیفتد در گمان از طعن شاں	او نگردد دردمند از طعن شان
ان کی طعنہ زنی سے وہ شک میں نہیں پڑتا ہے	ان کی طعنہ زنی سے وہ رنجیدہ نہیں ہوتا ہے

یعنی وہ ان لوگوں کی طعن سے شبہ میں نہ پڑے گا اور وہ ان کی نیزہ زنی سے دردمند نہ ہوگا۔ مطلب یہ کہ اس محقق کو اگر ساری دنیا گمراہ اور بددین کہنے لگے تو اس سے اس کو اپنی حالت میں کسی قسم کا شبہ واقع نہ ہوگا بلکہ وہ اپنی حالت کو خوب جانتا ہے بس وہ وہی سمجھے گا۔ آگے اور ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

بلکہ گر دریا و کوہ آید بگفت	گویدش با گمرہی گشتی تو جفت
بلکہ اگر سمندر اور پہاڑ بولنے لگیں	اس سے کہیں تو گمراہی کا ساتھی ہے

یعنی بلکہ اگر دریا اور کوہ گفتگو میں آ دیں اور اس سے کہیں کہ تو گمراہی کا قرین ہو گیا۔

ہیچ یک ذرہ نیفتد در خیال	نے بطعن طاعنان رنجور حال
وہ ایک ذرہ (بھی) گمان میں مبتلا نہیں ہوتا	نہ طعنہ زنوں کی طعنہ زنی سے رنجیدہ ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ ایک ذرہ کی برابر بھی شبہ میں نہ پڑے گا یا کہ طاعنوں کے طعن سے رنجور حال ہو یہ بھی نہ ہوگا بلکہ)

مطمئن و موقن و بے احتیال	کاچنین باشد مگر در کل حال
مطمئن اور صاحب یقین اور بے حیلہ ہو گا	شاید ہر حالت میں ایسا ہی ہوتا ہو گا

یعنی مطمئن اور موقن اور بے حیلہ کے ہوگا کہ وہ ایسا ہی شاید ہر حال میں ہوگا۔ مطلب یہ کہ بھلا آدمی اگر کہیں اور اس کو یقین نہ آوے تو عجب نہیں ہے بلکہ اگر خارق کے طور پر پر درخت زمین پہاڑ سب اس سے کہیں کہ تو گمراہ ہے تو اس کو ذرہ برابر پرواہ نہ ہوگی بلکہ اپنے کام میں لگا رہے گا اس کو اپنی حالت کا اس قدر یقین ہے کہ کسی کے شبہ ڈالنے سے اس کو شبہ ہوتا ہی نہیں اور جیسا کہ وہ اس معاملہ میں پختہ ہوتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ شاید وہ تمام حالتوں میں ایسا ہی پختہ ہوتا ہوگا۔ آگے دوسروں کے کہنے سے غیر محقق کے شبہ میں پڑ جانے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

قبل اس کے کہ ہم حل ابیات میں مصروف ہوں ایک ضروری بات بتلا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے تا کہ حل اشعار میں مدد دے وہ یہ کہ اصولیین نے کہا ہے کہ سبب وجوب کے موجود ہونے پر خطاب تقدیری بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور بندوں سے مامور بہ کے تفویض و تسلیم کا مطالبہ ہوتا ہے اس کو پیش نظر رکھ کر اور اس کے منشاء پر غور کر کے اگر یوں کہا جاوے کہ یہ حکم واجبات مخصوصہ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام تکالیف کی یہی حالت ہے خواہ مامور بہ ہوں یا منہی عنہ واجب ہوں یا مسنون یا مندوب حرام ہوں یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی اور ان میں علاوہ قواعد عامہ کے ہر مکلف کے لئے ہر ضرورت کے وقت افعل یا لاتفعل کا خطاب متوجہ ہوتا ہے تو کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا۔ یہی وہ تقاضاء ہے جو جنین کی طرح مستور اور مخفی ہے جب یہ معلوم ہو چکا تو اب سنو کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اے جنین کی طرح مخفی تقاضا کرنے والے جب آپ ہم سے اپنے امر مطلوب کی تکمیل کا مطالبہ فرماتے ہیں تو اس کو ہمارے لئے آسان بھی کر دیجئے اور ہم کو اس کی طرف ہدایت بھی فرمایئے اور اس کے اختیار کی توفیق بھی عطا فرمایئے اور اگر آپ کو یہ منظور نہیں تو براہ لطف و کرم اس کا ہم سے مطالبہ بھی نہ فرمایئے کہ ہم بدوں آپ کی امداد کے آپ کے احکام کی بجاوری سے قاصر ہیں اور جب ہم مفلسوں (یعنی بدون آپ کی توفیق و امداد کے بجا آوری احکام سے قاصروں) سے زر (بجا آوری احکام) کا مطالبہ کرتے ہیں تو چپکے سے ہم کو وہ زر (استطاعت بجا آوری) عطا بھی فرما دیجئے آپ غنی اور قادر و فاعل مختار ہیں۔ آپ کے لئے کچھ دشوار نہیں انتظام و تتابع شام و سحر کب طاقت رکھتا ہے کہ بدون آپ کے نظر آ سکے کیونکہ ہر نظم و قافیہ اور تجنیس خواہ اس کا تعلق شام و سحر سے ہو یا اور چیزوں سے بوجہ خوف کے آپ کے مطیع حکم ہے (فائدہ نظم و قافیہ و تجنیس سے مراد اس جگہ مطلق انتظام و اتساق و تتابع و مجانست و مناسبت ہے نہ کہ خاص اصطلاح عروض و بدیع فافہم) آپ نے کس عجیب طریقہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سے ہر چیز اور تمام ذوی العقول اور غیر ذوی العقول کو اپنی عبادت کرنے والا بنایا ہے کہ ہر ایک نئے طریقہ سے آپ کی عبادت کرتا ہے خواہ وہ عبادت آپ کی مرضی کے موافق ہو خواہ خلاف اور خواہ مقصوداً ہو یا لزوماً اور لطف یہ کہ ایک کی ایک کو خبر نہیں۔ کبھی تو نفس عبادت ہی کی اطلاع نہیں ہوتی اور کبھی نفس عبادت کو جانتا ہے مگر وہ اس کے عبادت الٰہی ہونے سے واقف نہیں ہوتا۔ چنانچہ انسان عبادت جمادات کا منکر ہے حالانکہ وہ عبادت میں ماہر ہیں۔ نیز حیوانات اور کفار کا بھی یہی حال ہے سب سے بڑھ کر یہ کہ فرقہائے اسلامیہ باطلہ جو تعداد میں بہتر ہیں ان کی بھی یہی حالت ہے کہ ہر ایک کی جداگانہ عبادت ہے اور ایک کی دوسرے کو خبر نہیں۔ اس سے ہمارے اس قول کی بھی تصدیق ہوتی ہے کہ ذوی العقول اور غیر ذوی العقول سب آپ کی پرستش کرتے ہیں مگر ایک کی دوسرے کو خبر نہیں کیونکہ جب ذوی العقول کی یہ حالت ہے تو غیر ذوی العقول کی کیا حالت ہوگی ضرور یہی ہوگا کہ ان میں بھی ایک کی دوسرے کو خبر نہ ہوگی نیز ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہوتی ہے جو تسبیح جمادات کا انکار کرتے ہیں کیونکہ جب ان کو ذوی العقول کی عبادت کا بھی علم نہیں تو غیر ذوی العقول کی تسبیح کا ان کو کیا احساس ہو سکتا ہے خیر یہ تو استطرادی گفتگو تھی اب سنو کہ اس سے بھی بڑھ کر یہ بات ہے کہ اہل حق کی عبادت ایک خاص طریق پر ہے اور جبری کی ان کے خلاف دوسرے طریق پر اور عام طور پر اہل حق کو جبری کی عبادت یعنی اس کی عبادت ہونے کی جہت کی خبر نہیں اور جبری کو اہل حق کی طاعت یعنی اس کی طاعت ہونے کی جہت سے آگاہی نہیں۔ اہل حق جبری کو گمراہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ حقیقت حال سے واقف نہیں اور امر قم فانذر وغیرہ کی ولادت علی الاختیار کو نہیں سمجھتے۔ اور جبری کہتا ہے کہ اہل سنت کیا جانیں اب سنو کہ حق سبحانہ نے ان میں آپس میں لڑائی کرا رکھی ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ ہر ایک کی استعداد کا مرتبہ ظاہر ہو جاوے اور اہل اور نااہل اور ضال اور مہتدی میں امتیاز ہو جاوے لیکن یہ امتیاز ہر ایک کا کام نہیں کیونکہ غصہ اور مہربانی میں تو ہر شخص خواہ دانا ہو یا نادان یا بالکل ہی گیا گزرا ہوا امتیاز کر سکتا ہے لیکن وقت یہ ہے کہ بعض کا مرحوم اور بعض کا مغضوب ہونا بالکل صاف نہیں بلکہ لطف میں قہر کی آمیزش ہے اور قہر میں لطف کی اور جو لطف قہر میں مستور ہو یا جو قہر لطف قہر میں مخفی ہو اس کو لوگ بہت کم سمجھتے ہیں الا اہل اللہ جن کے دل میں ایک کسوٹی رکھی ہوئی ہے کہ وہ اس سے مجرم کو معلوم کر لیتے ہیں یہ مضمون بھی استطرادی تھا۔ اب ہم پھر مضمون سابق کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ اہل حق اور جبری کے علاوہ اور فرقے جو ہیں وہ ایک اور ہی گمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اہل حق ہیں باقی سب گمراہ۔ یہ لوگ اپنے گھونسلے کی طرف ایک پر سے اڑتے ہیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ علم و یقین کے تو دو پر ہیں۔ یعنی صاحب علم تو اس جانور کے مشابہ ہے جو دو پر رکھتا ہو اور اچھی طرح اڑ سکتا ہو۔ اس کے برخلاف صاحب ظن اس قدر پرواز نہیں رکھتا بلکہ اس سے گھٹیا اور خستہ حال ہے اور اس جانور سے مشابہت رکھتا ہے جو ایک پر رکھتا اور ایک پر والے جانور کا قاعدہ ہوتا ہے کہ وہ جلدی اوندھے منہ گر جاتا ہے پھر دو چار قدم اڑتا ہے پھر گر جاتا ہے اور آشیانہ تک نہیں پہنچ سکتا یہی حالت صاحب گمان کی ہے کہ وہ بھی باوجود اپنے نقصان کے بار بار حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے مگر ہر مرتبہ ناکام

www.besturdubooks.wordpress.com

رہتا ہے اور جبکہ وہ ظن سے چھوٹ جاتا ہے اور علم ویقین حاصل کر لیتا ہے تو دو پروں والے جانور کی مثل ہوتا ہے اور پروں کو کھول کر سیدھا اڑتا اور حقیقت تک پہنچتا ہے اور صاحب ظن کی طرح اوندھے منہ نہیں گرتا اور نہ اس کی طرح کمزور رہتا ہے ایسا شخص دو پروں سے جبرئیل کی طرح اڑتا ہے نہ وہ مبتلائے ظن ہوتا ہے نہ اسے غور وخوض کی ضرورت ہوتی ہے نہ وہ سوال وجواب کا محتاج ہوتا ہے اس کی طمانیت کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر تمام عالم مل کر اس سے یہ کہے کہ راہ حق میں تو ہی ٹھیک چلنے والا ہے اور تیرا ہی دین ٹھیک ہے تو اس سے اس کی جدوجہد میں کوئی ترقی نہیں ہوسکتی۔ اور اس کی یکتا روح ان سے میل نہیں کھا سکتی یعنی اب بھی وہ ان سے اور ان کی تائید سے یوں ہی مستغنی ہوتا ہے جیسے پہلے تھا اور اگر سب مل کر اسے گمراہ کہیں اور یہ کہیں کہ تو اپنے کو پہاڑ سمجھتا ہے مگر فی الحقیقت ایک تنکا ہے تو وہ ان کے اس طعن سے گمان باطل میں مبتلا نہ ہوگا اور ان کی اس نیزہ زنی کا اس کو کچھ بھی احساس نہ ہوگا بلکہ اگر دریا اور پہاڑ بھی بول اٹھیں اور کہیں کہ تو قرین ضلالت اور گمراہ ہے تو وہ بالکل بھی تو شبہ میں نہ پڑے گا بلکہ وہ اسی طرح صاحب یقین اور مطمئن رہے گا اور اسے ہرگز یہ خیال نہ ہوگا کہ اب کیا کرنا چاہئے کیونکہ اس کی حالت ہمیشہ یکساں رہتی ہے اور کبھی بھی اسے کھٹکا نہیں ہوتا جو لوگ صاحب یقین نہیں ہیں ان کی وہی حالت ہے جو ایک معلم کی تھی جس کا قصہ حسب ذیل ہے۔

شرح شبّیری

مثال آدمی کے لوگوں کی تعظیم اور رغبت کے شبہ سے بیمار ہوجانے کی اور ایک لڑکوں کے معلم کی حکایت

کود کان مکتبے از اوستاد	رنج دیدند از ملال و اجتہاد
ایک مکتب کے بچے استاد کی جانب سے	تھکن اور محنت کی وجہ سے رنجیدہ ہو گئے

یعنی ایک مکتب کے لڑکوں نے استاد کے غصہ اور محنت کی وجہ سے رنج دیکھا تھا مطلب یہ کہ ایک معلم لڑکوں سے محنت بہت لیتا تھا اور غصہ ورزیادہ تھا تو مکتب کے لڑکے تنگ ہو گئے تھے۔

مشورت کردند در تعویق کار	تا معلم درفتد در اضطرار
کام کو ٹالنے کے لئے انہوں نے مشورہ کیا	تا کہ استاد پریشانی میں مبتلا ہو جائے

یعنی سب نے (معلم کے) کام کو تعویق میں ڈالنے کا (یعنی چھٹی لینے کا) مشورہ کیا تا کہ معلم اضطرار میں پڑ جاوے یعنی سب نے کہا کہ کوئی ایسا کام کرو کہ جس سے یہ اضطرار میں پڑے اور ہمیں چھٹی دیدے اور بولے کہ۔

چوں نمی آید و را رنجورے	کہ بگیرد چند روز او دورے
اس کو کوئی بیماری کیوں نہیں لگتی؟	کہ وہ چند دن دور رہے

یعنی اس کو کوئی بیماری کیوں نہیں آتی کہ وہ چند روز کے لئے دوری اختیار کرے۔

تارہیم از حبس و از تنگے کار	ہست او چون سنگ خارا برقرار
تاکہ ہم قید اور کام کی دشواری سے چھوٹ جائیں	وہ تو سنگ خارا کی طرح جما ہوا ہے

یعنی تاکہ ہم حبس اور تنگی کار سے چھوٹ جاویں کہ وہ تو سخت پتھر کی طرح برقرار ہے یعنی بولے کہ کمبخت سخت پتھر ہے کبھی بیمار بھی نہیں ہوتا۔

آن یکے زیرک تراین تدبیر کرد	کہ بگوید اوستا چونے تو زرد
ایک زیادہ ذہین نے یہ تدبیر کی	کہ وہ کہے گا' استاد آپ زرد کیوں ہیں؟

یعنی اس ایک عقلمند لڑکے نے یہ تدبیر کی کہ وہ کہے گا کہ استاد جی آپ زردرو کیسے ہو رہے ہیں۔

خیر باشد رنگ تو برجائے نیست	این اثر یا از ھوا یا از تپے است
اللہ خیر کرے آپ کی رنگت ٹھیک نہیں ہے	یہ اثر ہوا یا بخار کی وجہ سے ہے

یعنی خیر تو ہے آپ کا رنگ برجا نہیں ہے یہ یا تو ہوا کا اثر ہے یا بخار کا اثر ہے۔

اندکے اندر خیال افتد ازیں	تو برادر ہم مدد کن این چنین
اس سے وہ تھوڑا سا وہم میں پڑے گا	بھائی تو بھی اسی طرح مدد کرنا

یعنی وہ اس (کہنے) سے تھوڑا سا خیال میں پڑے گا تو بھائی ذرا تم بھی اسی طرح مدد کرنا یعنی وہ لڑکا بولا کہ جب میں اس طرح اس کا مزاج پوچھوں تو پھر آ کر تم بھی یہی پوچھنا۔

چون در آئی از در مکتب بگو	خیر باشد اوستا احوال تو
جب تو دروازہ سے مکتب میں داخل ہو کہنا	اللہ خیر کرے' استاد کے آپ کے مزاج کیسے ہیں؟

یعنی جب تو مکتب کے دروازے سے آوے تو کہنا کہ استاد جی خیر ہے آپ کا حال (کیسا ہے)

آں خیالش اندکے فزون شود	کز خیالے عاقلے مجنون شود
اس کا وہ وہم تھوڑا بڑھے گا	وہم کی وجہ سے عقلمند پاگل بن جاتا ہے

یعنی اس کا وہ خیال کچھ زیادہ ہوگا کہ خیال سے تو عاقل بھی مجنون ہو جاتا ہے۔

آں سوم وآں چارم و پنجم چنیں	در پے ما غم نمایند و حنیں
تیسرا اور چوتھا اور ایسے ہی پانچواں	ہمارے بعد غم کا اظہار کرے اور روئے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ تیسرا اور چوتھا اور پانچواں اسی طرح ہمارے بعد اظہار رنج وغم کریں۔

تا چوسی کودک پیاپے این خبر	متفق گویند یابد مستقر
جب اس بات کو تیس بچے پے در پے	بالاتفاق کہیں گے تو وہ جم جائے گی

یعنی یہاں تک کہ جب تیس لڑکے آگے پیچھے اس خبر کو متفق ہو کر کہیں گے تو یہ (اس کے دل میں) قرار پکڑ جاوے گی۔

ہر یکے گفتش کہ شاباش ای ذکی	بخت بر عنایت متکی
ہر بچہ نے اس سے کہا اے ذہین! شاباش ہے	خدا کرے تیرے نصیبہ کا (اللہ کی) مہربانی پر تکاؤ ہو

یعنی ہر ایک نے اس لڑکے سے کہا کہ شاباش اے ذکی تیرا بخت عنایت (حق) پر متکی ہو۔

متفق گشتند در عہد وثیق	کہ نگر داند سخن را یک رفیق
مضبوط عہد میں سب متفق ہو گئے	کہ کوئی ساتھی بات کو نہ بدلے گا

یعنی وہ سب کے سب عہد و پیان میں متفق ہو گئے کہ کوئی ساتھی بات کو پھیرے نہیں یعنی سب نے کہا کہ جس طرح ٹھیری ہے اس کے خلاف کوئی نہ کرے۔

بعد ازان سوگندداد او جملہ را	تا کہ غمازے نگوید ماجرا
اس کے بعد اس نے سب کو قسم دی	تا کہ کوئی چغلخور (صحیح) بات نہ بتائے

یعنی بعد اس کے اس نے سب کو قسم دی تا کہ کوئی غماز اس ماجرے کو کہہ نہ دے۔

رائ آن کودک بچر بیداز ہمہ	عقل او در پیش میرفت از رمہ
اس بچہ کی رائے سب سے بڑھ گئی	اس کی عقل گلہ سے آگے چلتی تھی

یعنی اس لڑکے کی رائے سب سے بڑھ گئی اور اس کی عقل جماعت سے آگے چلتی تھی۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ ایک مکتب کے لڑکے استاد کے ہاتھ سے پریشان اور مبتلائے زحمت تھے۔ انہوں نے چھٹی لینے کے لئے یہ مشورہ کیا کہ استاد کسی مجبوری میں مبتلا ہو جاوے کیونکہ اس کے بغیر تعطیل نہیں ہو سکتی تھی وہ خیال کرتے تھے کہ اس کو کوئی ایسا مرض کیوں لاحق نہیں ہو جاتا جس کے سبب وہ چند روز کے لئے ہم سے دوری اختیار کرے تا کہ ہم اس قید اور تکلیف سے چھوٹ جائیں یہ تو سخت پہاڑ کی طرح جنبش بھی نہیں کرتا۔ غرض ان کی خواہش تھی کہ وہ بیمار ہو جاوے۔ اسکے لئے ایک نہایت سمجھدار لڑکے نے یہ تدبیر کی کہ میں استاد سے یہ کہوں گا کہ آپ کا رنگ زرد کیوں ہے خیر تو ہے آپ کی رنگت اپنی اصلی حالت پر نہیں ہے یا تو آب وہوا اور موسم کا کچھ اثر

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے یا آپ کے اندر اثر بخار ہے۔ اس سے اس کے خیال میں کچھ تغیر ضرور ہوگا۔ خواہ وہ احتمال ہی کے درجہ میں ہو۔ پھر دوسرے لڑکے سے کہا کہ بھائی تم بھی میری اسی طرح تائید کرنا جب تم مکتب کے دروازے سے آؤ تو آتے ہی یہ کہنا کہ جناب آج مزاج کی کیا کیفیت ہے اس سے اس کے اس خیال کو اور ترقی ہوگی کیونکہ خیال بہت بری چیز ہے یہ تو اتنی ترقی کرتا ہے کہ آدمی مجنون ہو جاتا ہے اور ہمارے بعد تیسرا اور چوتھا اور پانچواں لڑکا بھی یونہی غم ظاہر کرے اور روتی صورت بنائے تاکہ جب تمیں لڑکے پے در پے اس خبر کو متفق ہو کر بیان کریں تو وہ خیال خوب جم جاوے یہ تدبیر سن کر ہر ایک نے اسے داد دی اور کہا کہ واہ رے ذہین شاباش خوب بات نکالی۔ تیرا نصیب ہمیشہ عنایت خداوندی پر سہارا کئے ہوئے اور عنایت الٰہی ہمیشہ تیرے شامل حال رہے۔ غرض وہ سب متفق ہو گئے اور اس کا پختہ عہد ہو گیا کہ کوئی دوست اپنے عہد سے نہ پھرے گا اس کے بعد مزید اطمینان کے لئے اس نے سب سے اس کی قسمیں لیں کہ کوئی شخص اس واقعہ کی مخبری نہ کرے گا دیکھو اس لڑکے کی عقل سب پر غالب آ گئی اور اس کی عقل سب کی پیش رو ہو گئی اس کے متعلق ضمناً ہم ایک مفید بات بتلاتے ہیں اس کے بعد تمامی قصہ کی طرف متوجہ ہوں گے۔

شرح شبیری

آن تفاوت ہست در عقل بشر	کہ میان شاہدان اندر صور
انسانوں کی عقل میں ایسا ہی فرق ہے	جیسا کہ معشوقوں کی صورتوں میں

یعنی عقل بشری میں وہ تفاوت ہے جیسا کہ معشوقوں کی صورتوں میں ہوتا ہے چونکہ معتزلہ کہتے ہیں کہ عقول اصل فطرت سے سب مساوی ہوتی ہے مگر تجربوں کی زیادتی سے کوئی بڑھ جاتی ہے اور ان کی کمی سے کوئی گھٹتی رہتی ہے اور اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ اصل فطرت ہی سے متفاوت ہوتی ہیں مولانا آگے اپنے مذہب کا اثبات اور معتزلہ کے مذہب کا رد فرماتے ہیں کہ۔

بیان میں اسکے کہ عقول خلق اصل فطرت سے متفاوت ہیں اور معتزلہ کے نزدیک اصل فطرت سے مساوی ہیں اور تفاوت حصول علم سے ہوتا ہے

زین قبل فرمود احمد در مقال	در زبان پنہان بود حسن رجال
اسی سلسلہ میں آنحضورؐ نے گفتگو میں فرمایا	انسانوں کا حسن زبان میں پوشیدہ ہوتا ہے

یعنی اس قبیل سے احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو میں فرمایا ہے کہ زبان میں حسن رجال پنہاں ہوتا ہے مطلب یہ کہ حضور نے فرمایا ہے کہ انسان کے بولنے سے اس کے حسن و قبح کی حالت معلوم ہو جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

انسان آپس میں متفاوت ہیں جب ہی تو زبان سے ایک دوسرے میں امتیاز ہوتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اختلاف عقلہا دراصل بود	بروفاق سنیان باید شنود
عقلوں کا فرق اصل سے تھا	سنیوں (کے قول) کے مطابق سننا چاہیے

یعنی اختلاف عقول اصل سے ہی ہے موافق مذہب سنیوں کے سننا چاہیے۔

برخلاف قول اہل اعتزال	کہ عقول از اصل دارند اعتدال
معتزلہ کے اس قول کے خلاف	کہ عقلیں اصل میں یکسانیت رکھتی ہیں

یعنی بخلاف قول معتزلہ کے کہ عقول اصل فطرت سے اعتدال رکھتی ہے (اور وہ کہتے ہیں کہ)

تجربہ و تعلیم بیش و کم کند	تا یکے را از یکے اعلم کند
تجربہ اور تعلیم گھٹاتے اور بڑھاتے ہیں	یہاں تک کہ ایک کو ایک سے زیادہ عالم بنا دیتے ہیں

یعنی تجربہ اور تعلیم زیادہ اور کم کرتی ہے یہاں تک کہ ایک کو دوسرے سے اعلم کر دیتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ

باطل است این زانکہ رائ کودکے	کہ ندارد تجربہ در مسلکے
یہ غلط ہے کیونکہ بچے کی رائے	جس کو کسی مسلک کا کوئی تجربہ نہیں ہے

یعنی (یہ مذہب معتزلہ) باطل ہے اس لئے کہ ایک بچہ کی عقل جو کہ معاملات میں تجربہ نہیں رکھتا ہے۔

بگزرد ز اندیشۂ مردان کار	عاجز آمد کارشان در اضطرار
تجربہ کار لوگوں کی رائے سے بڑھ جاتی ہے	ان لوگوں کا کام پریشانی میں عاجز آ جاتا ہے

یعنی بڑھ جاتی ہے مردان کار کے فکروں سے اور ان مردوں کا کام اضطرار میں عاجز آتا ہے تو جب ان کو تجربہ ہی نہیں تو پھر ان بچوں کی عقل ان سے کیوں بڑھ جاتی ہے معلوم ہوا کہ اصل فطرت ہی سے متفاوت ہیں۔ آگے تائید میں اوپر والے بچہ کی حکایت کو پیش فرماتے ہیں رجوع الی القصہ نہیں ہے صرف تائید مقصود ہے فرماتے ہیں کہ

بردمید اندیشۂ زان طفل خورد	پیر باصد تجربہ بوئے نہ نبرد
اس چھوٹے بچے سے وہ خیال ظاہر ہوا	جس کی سو تجربہ والے بوڑھے کو خوشبو بھی نہ آئی

یعنی اس چھوٹے لڑکے میں سے ایک فکر نکلی تو وہ (معلم) بڈھا باوجود سو تجربوں کے بو نہ لے جا سکا تو معلوم ہوا کہ اس بچہ کی عقل فطرتاً ہی زیادہ تھی۔

خود فزون آن بہ کہ آن از فطرت است	باز افزونے کہ جہد و فکرت است
(عقل کی) وہ زیادتی جو فطرت کی طرف سے ہے بہتر ہے	پھر وہ زیادتی ہے جو کہ کوشش اور فکر کی وجہ سے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی زیادتی وہی بہتر ہے جو کہ فطرت سے ہو اور پھر وہ زیادتی جو جہد و فکر سے ہو۔

تو بگو دادہ خدا بہتر بود	یا کہ لنگے را ہوا رانہ رود
تو بتا اللہ کا دیا ہوا بہتر ہوتا ہے	یا وہ لنگڑا جو تیز رو گھوڑے کی طرح چلے

یعنی تم ہی کہو کہ خدا کی دی ہوئی بہتر ہے یا کہ وہ لنگڑا جو (بہ تکلیف) راہواروں کی طرح چلتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ وہی دادۂ خدا بہتر ہے پس جو عقل کہ فطرت سے زیادہ ہو وہی بہتر ہے یہ ایک لطیفہ کے طور پر فرما دیا آگے پھر ان لڑکوں کا قصہ فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ یاد رکھو کہ آدمیوں کی عقول میں بھی وہی تفاوت ہے جو معشوقوں کی صورتوں میں اسی کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں فرمایا ہے کہ آدمی کا حسن زبان کے نیچے مستور ہے۔ یعنی جب تک آدمی کلام نہیں کرتا اس وقت تک اس کی عقل کا حسن وقبح ظاہر نہیں ہوتا۔ اس سے تو صرف یہ امر ثابت ہوا کہ عقول میں تفاوت ہے مگر بعد کو اہل سنت اور معتزلہ میں یہ اختلاف واقع ہوا کہ یہ اختلاف فطری ہے یا علم و تجربہ کی کمی بیشی کے سبب سے ہے اہل سنت کہتے ہیں کہ یہ اختلاف فطری ہے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ علم وتجربہ کی کمی بیشی سے ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ اختلاف فطری ہے۔ جیسا کہ اہل سنت کہتے ہیں (تم کو خوب سن رکھنا چاہئے) برخلاف معتزلہ کے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ بدو فطرت میں عقول سب یکساں ہیں تجربہ اور تعلیم کی کمی بیشی اس میں کمی بیشی پیدا کرتی ہے۔ حتیٰ کہ ایک دوسرے سے زیادہ عالم اور عاقل ہو جاتا ہے اور دوسرا کم رہ جاتا ہے۔ اس قول کے بطلان کی دلیل یہ ہے کہ ایک لڑکا جو نہ تجربہ رکھتا ہے اور نہ زیادہ علم اس کی عقل ایک خاص معاملہ میں ان لوگوں سے بڑھ جاتی ہے جو اس کے کرنے والے ہیں اور وہ اس کے مقابلہ میں عاجز اور مجبور ہو جاتے ہیں دیکھو اس چھوٹے بچہ کی عقل نے ایک ایسی بات پیدا کی کہ ایک بڈھا (استاد) باوجود سینکڑوں تجربوں کے اس کی ہوا تک کو نہ پہنچ سکا۔ اب یہ بات بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ کمی بیشی کو تو دونوں فریق تسلیم کرتے ہیں مگر اس کے منشاء میں اختلاف رکھتے ہیں اب دیکھو کہ وہ زیادتی بہتر ہے جو بدو فطرت میں ہے یا وہ زیادتی جو کوشش اور غور وفکر کی مشق سے پیدا ہوئی ہے اور تمہیں انصاف سے کہدو کہ داد خدا بہتر ہے یا یہ کہ حقیقۃً ناقص اور صورۃً کامل ہو لہذا اس کی ایسی مثال ہے جیسے کہ گھوڑا ہو تو لنگڑا مگر بتکلف رہوار چلتا ہو

فائدہ۔ یاد رکھو کہ یہ گفتگو معتزلہ کے لئے ملزم اور مسکت ہے کہ وہ نقصان کو فطری تسلیم کرتے ہیں اور الزام انہیں کو دینا مقصود بھی ہے مگر فی نفسہ مثبت مذہب نہیں بلکہ مثبت مذہب وہ دلیل ہے جو پیشتر بیان کی ہے یعنی مشاہدہ زیادتی عقل طفل خورد بر عقل پیر تجربہ کار) اس ضمنی گفتگو کو ختم کر کے پھر اصل قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

لڑکوں کا استاد کو مکر سے وہم میں ڈال دینا

روز گشت و آمدند آن کودکاں	برہمیں فکرت بمکتب شادمان
دن نکلا اور وہ بچے آئے	اسی تدبیر کے مطابق مکتب کی جانب روانہ ہوئے

یعنی دن ہو گیا اور وہ لڑکے اسی فکر میں خوش خوش مکتب میں آئے۔

جملہ استادند بیروں منتظر	تادر آید اول آں یار مکر
سب باہر منتظر کھڑے ہو گئے	تاکہ وہ مکار دوست پہلے اندر جائے

یعنی سارے باہر منتظر کھڑے ہو گئے تاکہ اول وہ یار مکار آوے۔

زانکہ منبع او بدست ایں رای را	سر امام آمد ہمیشہ پائے را
اس لئے کہ اس تدبیر کا وہی سرچشمہ تھا	سر ہمیشہ پاؤں کا پیشوا ہوتا ہے

یعنی اس لئے کہ اس رائے کا وہی منبع تھا اور پاؤں کے لئے ہمیشہ سر ہی امام ہوتا ہے لہذا وہ اس کے منتظر ہوئے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے مقلد تو مجو پیشی بران	کو بود منبع زنور آسمان
اے پیچھے چلنے والے! تو اس سے آگے نہ بڑھ	جو آسمانی نور کا سرچشمہ ہے

یعنی اے مقلد تو اس پر پیشی مت ڈھونڈھ جو کہ نور آسمانی سے منبع ہووے۔ مطلب یہ کہ بس تم کو بتا دیا گیا ہے اب اس پر اپنی طرف سے زیادتی مت کرو ورنہ خطا پاؤ گے۔ آگے پھر ان لڑکوں کی حکایت ہے۔

او در آمد گفت استار اسلام	خیر باشد رنگ رویت زرد فام
وہ آیا بولا استاد کو سلام ہے	خدا خیر کرے آپ کے چہرے کی رنگ پیلی ہے

یعنی وہ لڑکا آیا اور استاد کو سلام کیا (اور بولا کہ) خیر ہے آپ کے چہرے کا رنگ زرد زرد ہے۔

گفت استا نیست رنجے مر مرا	تو برو بنشین مگو یاوہ ہلا
استاد نے کہا مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے	تو جا (بیٹھ جا) خبردار! بک بک نہ کر

یعنی استاد نے کہا کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے تو جا بیٹھ خبردار فضول مت بک۔

نفی کرد اما غبار وہم بد	اند کے اندر دلش ناگاہ زد
انکار کر دیا لیکن برے خیال کا وہم	تھوڑا سا اچانک اس کے دل میں رونما ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس نے نفی کردی مگر وہم بد کا غبار تھوڑا سا اس کے دل پر جم گیا۔

اندر آمد دیگرے گفت این چنین	اندکے آن وہم افزون شد برین
دوسرا اندر آیا اس نے بھی ایسا ہی کہا	اس پر تھوڑا سا وہ وہم بڑھا

یعنی دوسرا اندر آیا اور اس نے بھی اسی طرح کہا تو تھوڑا سا وہم اس (پہلے) پر سے زیادہ ہوا۔

ہمچنین تا وہم او قوت گرفت	ماند اندر حال خود بس در شگفت
اسی طریقہ پر یہاں تک کہ وہم نے قوت پکڑی	وہ (استاد) اپنے معاملہ میں حیرانی میں پڑ گیا

یعنی اسی طرح (سب کہتے رہے) یہاں تک کہ اس کے وہم نے قوت پکڑ لی اور وہ اپنی حالت میں ایک تعجب میں (رہ گیا کہ مجھے کیا ہو گیا) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ معلم دوسروں کے کہنے سے وہم میں پڑ گیا اسی طرح فرعون بھی دوسروں کی تعلیم سے وہم میں مبتلا ہو گیا تھا اور اپنی حالت کی خبر نہ تھی فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ خیر مشورہ طے پا گیا اور دن ہوا اس وقت لڑکے اسی خیال میں ڈوبے ہوئے خوش خوش مکتب میں آئے سب لڑکے اس ذہین لڑکے کے انتظار میں باہر کھڑے رہے کیونکہ اس رائے کا سرچشمہ وہی تھا اور وہ بمنزلہ سر کے تھا اور دیگر لڑکے بمنزلہ پاؤں کے اور سر پاؤں کا پیشوا ہوتا ہے۔ اس واقعہ سے مقلد و ناقل کو عبرت حاصل کرنی چاہئے اور محقق سے جو کہ نور حق سبحانہ کا سرچشمہ ہے بڑھنے کا خیال نہ کرنا چاہئے خیر یہ تو ضمنی گفتگو تھی اب سنو کہ وہ لڑکا آیا اور آ کر اس نے استاد کو سلام کیا اور کہا کہ خیر تو ہے جناب کے چہرہ کی رنگت کچھ زردی مائل ہے استاد نے اس کو تو جھڑک دیا اور کہا کہ جا اپنی جگہ بیٹھ بیہودہ بکواس مت کر مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے اس نے بیماری کا انکار تو کر دیا مگر برے خیال نے اس کے دل پر اثر ضرور کیا اس نے سوچا کہ احتمال تو ہے کہ یہ لڑکا سچ کہتا ہو دوسرا اور آیا اس نے بھی یہی کہا۔ اس سے اس وہم میں اور ترقی ہوئی یہی سلسلہ جاری رہا۔ حتیٰ کہ وہ وہم قوی ہو گیا اور اس نے سمجھ لیا کہ میں واقع میں بیمار ہوں اور یہ سمجھ کر اپنی حالت پر بہت متعجب ہوا اور کہا کہ کس قدر عجیب بات ہے کہ میں بیمار ہوں اور مجھے خبر نہیں۔ یہاں مولانا اس کے مناسب اور مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

فرعون کا لوگوں کی تعظیم کی وجہ سے بیمار ہو جانا

سجدۂ خلق از زن واز طفل و مرد	زد دل فرعون را رنجور کرد
عورتوں اور بچوں اور مردوں کے سجدوں نے	اثر کیا فرعون کے دل کو بیمار کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مخلوق کے سجدہ نے عورتوں اور بچوں اور مردوں سے جلد ہی فرعون کے دل کو بیمار کر دیا زن وطفل ومرد تفسیر ہے خلق کی یعنی جب لوگوں کی تعظیم کی وجہ سے اس کا دل خراب ہو گیا اور اس کے اندر تکبر کوٹ کوٹ کر بھرا گیا۔ نعوذ باللہ منہ

گفتن ہر یک خداوند و ملک	آنچنان گردش زوہم منہلک
ہر ایک کے مالک اور شاہ کہنے نے	برباد کر دینے والے وہم کی وجہ سے اس کو ایسا بنا دیا

یعنی ہر ایک کے خداوند اور بادشاہ کہنے نے اس کو اس طرح وہم سے ہلاک ہونے والا کر دیا۔

کہ بدعویٰ الٰہی شد دلیر	اژدہا گشت و نمی شد ہیچ سیر
کہ خدائی کے دعوے پر دلیر بن گیا	اژدہا بنا اور بھی اس کا پیٹ نہ بھرا

یعنی کہ دعویٰ الوہیت میں دلیر ہو گیا (اور ظلم میں) اژدھا ہو گیا تھا مگر سیر نہ ہوتا تھا۔ یعنی جتنی کوئی تعظیم کرے اس سے اس کو زیادہ کی ہوس ہوتی تھی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

عقل جزوی آفتش وہم ست وظن	زانکہ در ظلمات شد او را وطن
وہم اور گمان، ناقص عقل کے لئے مصیبت ہے	کیونکہ اس کا ٹھکانا تاریکیوں میں ہے

یعنی عقل جزوی کی آفت وہم اور ظن میں ہے اس لئے کہ ظلمات میں اس کا وطن ہوتا ہے تو وہ حقیقت کو نہیں دیکھ سکتی۔ آگے وہم کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

برزمین گر نیم گز راہے بود	آدمی بے وہم ایمن مے رود
زمین پر اگر آدھے گز کا راستہ ہو	آدمی بغیر وہم کے مطمئن ہوکر چلتا ہے

یعنی زمین پر اگر آدھ گز بھی راہ ہووے تو آدمی بے وہم کے بے خوف چلا جاتا ہے۔

برسر دیوار عالے گر روی	گر دو گز عرضش شود کژ می شوی
اگر تو اونچی دیوار پر چلے	اگر دو گز کی چوڑائی ہو تو اندھا ہو جاتا ہے

یعنی اور اگر کسی بلند دیوار پر چلتا ہو تو اگر اس کا عرض دو گز ہو تب بھی کج ہوئے جاتے ہو۔

بلکہ می افتی زلرزدل بو ہم	ترس و وہم رانکو بنگر بفہم
بلکہ وہم کی وجہ سے دل کے لرزنے سے تو گر پڑے گا	عقل کے ذریعہ خوف اور وہم کو خوب سمجھ لے

یعنی بلکہ تم دل کے کانپنے کی وجہ سے گر پڑتے ہو اور خوف اور وہم کو فہم سے اچھی طرح سمجھ لو تو دیکھو ایک جگہ تو آدمی گز زمین پر چلتے ہوئے بھی نہیں ڈرتا اور دوسری جگہ دو گز زمین پر بھی گر پڑتے ہو یہ اسی کی وجہ سے ہے کہ تم کو یہاں گرنے کا وہم نہیں ہے اور وہاں وہم ہے تو وہم ایسی بلا ہے۔ آگے پھر اس معلم کی حکایت فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ دیکھو جس طرح لڑکوں کے کہنے سے استاد اپنے کو بیمار سمجھ گیا اور پھر سچ مچ بیمار بن گیا یوں ہی عورتوں بچوں اور مردوں غرض کہ مخلوق کے سجدوں سے فرعون اپنے کو خدا سمجھ گیا تھا اور یہ سمجھ کر مریض القلب ہو گیا تھا اور ہر شخص کے خداوند نعمت اور بادشاہ کہنے نے غلبہ وہم کے سبب یوں ہی اس کو رسوا کیا تھا کہ وہ دعوئ الوہیت پر جرأت کر بیٹھا اور اژدہا بن گیا کہ اپنی تعظیم سے اس کا دل سیر ہی نہ ہوتا تھا۔ اس سے تم سمجھو کہ وہم وظن عقل ناقص کے لئے آفت ہے کیونکہ وہم وظن کا گھر ظلمات میں ہے اور ان کو ظلمات ناسوت ہی سے تعلق ہے۔ پس اگر عقل ناقص ہوتی ہے تو یہ اس پر غالب آ کر اس کو بھی ظلمات کر دیتے ہیں اور وہ ادراک حقیقت سے قاصر ہو جاتی ہے اس کی تصدیق پورے طور پر تم کو اس واقعہ سے ہوگی کہ اگر زمین پر آدھ گز چوڑا رستہ ہو تو آدمی بے خوف وخطر چلا جاتا ہے لیکن اگر کوئی اونچی دیوار ہو اور اس پر چلنا پڑے تو اگر دو گز چوڑا رستہ بھی ہوگا تب بھی تم کبھی کبھی ایک طرف کو جھک جاؤ گے بلکہ غلبہ وہم سے دل کانپنے لگے گا اور ہاتھ پاؤں بے قابو ہو جائیں گے اور تم گر پڑو گے اس سے تم سمجھ لو کہ خوف اور وہم کیا قوت رکھتا ہے۔ اور کیا عقل پر غالب آ کر اس کو بیکار کر دیتا ہے جب یہ فائدہ معلوم ہو گیا تو اب قصہ سنو۔

شرح شبّیری

استاد معلم کا وہم وخیال کی وجہ سے بیمار ہو جانا

گشت استا سخت ست از وہم وبیم	برجہید و مے کشانید او گلیم
وہم اور ڈر سے استاد بہت ست ہو گیا	اٹھا اور اس نے کملی کھینچی

یعنی استاد وہم وخوف کی وجہ سے بہت ست ہو گیا تو اٹھا اس حالت میں کہ کمبل کھینچتا تھا۔

خشمگین با زن کہ مہر او ست ست	من بدین حالم نہ پرسید او نخست
بیوی پر غصہ تھا کہ اس کو محبت کم ہے	میں اس حالت میں ہوں اور اس نے پہلے نہ پوچھا

یعنی بیوی پر غصہ میں تھا کہ اس کی محبت ست ہے کہ میں اس حال میں ہوں اور اس نے پہلے نہ پوچھا۔

خود مرا آگہ نکرد از رنگ من	قصد دارد تا رہد از ننگ من
اس نے مجھے میری رنگت سے آگاہ نہ کیا	اس کا تو ارادہ ہے کہ میری ذلت سے نجات پائے

یعنی اس نے خود مجھے میری (تغیر) رنگ سے آگاہ نہیں کیا وہ تو یہ چاہتی ہے کہ میرے ساتھ سے چھوٹ جاوے۔

besturdubooks.wordpress.com

او بحسن و جلوهٔ خود مست گشت	بے خبر کز بام من افتاد طشت
وہ اپنے حسن اور جلوے میں مست ہو گئی ہے	اس سے بے خبر کہ طشت میرے بالا خانہ سے گرا ہے

یعنی وہ اپنے حسن وجلوہ میں مست ہے اور وہ اس سے بے خبر ہے کہ میری بیماری مشہور ہوگئی ہے۔

آمد و در را بہ تندی برکشاد	کودکان اندر پئے آن اوستاد
گھر آیا اور تختی سے دروازہ کھولا	بچے اس استاد کے پیچھے تھے

یعنی آیا اور دروازہ سختی سے کھولا اور لونڈے اس استاد کے پیچھے پیچھے۔

گفت زن خیرست چون زود آمدی	کہ مباد اذات نیکت را بدے
بیوی نے کہا خیر ہے، آپ جلد کیوں آگئے؟	خدا نہ کرے آپ کی نیک ذات کو کوئی تکلیف پہنچے

یعنی عورت بولی کہ خیر ہے جلدی کیسے آگئے کہ آپ کی ذات نیک کو کوئی برائی نہ ہو۔

گفت کوری رنگ و حال من ببین	از غم بیگانگان اندر حنین
اس نے کہا تو اندھی ہے، میری رنگت اور حالت دیکھ	میرے غم میں دوسرے رو رہے ہیں

یعنی وہ معلم بولا کہ اندھی ہے میرا رنگ اور میری حالت دیکھ کہ میری تکلیف سے بیگانے رنج میں ہیں۔

تو درون خانہ از بغض و نفاق	می نہ بینی حال من در احتراق
تو گھر کے اندر بغض اور نفاق کی وجہ سے	جلنے میں، میری حالت نہیں دیکھتی ہے

یعنی تو گھر کے اندر بغض ونفاق کی وجہ سے میرا حال جلنے میں دیکھتی نہیں ہے یعنی میں بخار کے مارے جل رہا ہوں اور کمبخت تجھے گھر کے اندر رہ کر خاک خبر نہیں۔

گفت زن اے خواجہ رنجے نیستت	وہم و ظن و فکر بے معنیستت
بیوی نے کہا اے جناب، آپ کو کوئی بیماری نہیں ہے	آپ کا وہم اور گمان اور فکر بلاوجہ ہے

یعنی عورت نے کہا کہ اے خواجہ آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہے وہم وظن لاشے اور بے معنی تم کو ہوگیا ہے۔

گفت اے غر تو ہنوزی در لجاج	می نہ بینی در تغیر و ارتجاج
اس (شوہر) نے کہا اے بیوقوف تو ابھی جھگڑے میں ہے	اس تغیر اور کپکپی کو نہیں دیکھ رہی ہے

یعنی بولا کہ اری مکار تو ابھی لڑائی میں ہے تو میرا تغیر اور کانپنا نہیں دیکھتی۔

گر تو کور و کر شدی مارا چہ جرم	ما درین رنجیم و در اندوہ و کرم
اگر تو اندھی اور بہری ہو گئی ہے تو ہمارا کیا قصور ہے	ہم تو اس رنج اور غم اور ضیق میں ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بولا کہ اگر تو کور ہو جاوے تو بیماری کیا خطا ہم تو اس تکلیف اور غم اور مصیبت میں ہیں۔ یعنی وہ بیوی سے بولا کہ میں تو اس حال میں ہوں اور تو اچھا بتا رہی ہے تو میری کیا خطا ہے۔

گفت اے خواجہ بیارم آئینہ	تا بدانی کہ ندارم من گنہ
اس نے کہا اے جناب! میں آئینہ لاتی ہوں	تاکہ آپ سمجھ لیں کہ میری کوئی خطا نہیں ہے

یعنی بیوی نے کہا کہ میاں میں آئینہ لے آؤں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ میری خطا نہیں ہے۔

گفت رو روچہ توچہ آئینہ ات	دائما در بغض و کینے و عنت
اس نے کہا جا' جا تو کیا' تیرا آئینہ کیا	تو ہمیشہ بغض' اور کینہ اور سرکشی میں جتلا ہے

یعنی وہ بولا کہ جا جا کیا تو اور کیا تیرا آئینہ تو ہمیشہ بغض اور کینہ اور سرکشی میں رہتی ہے۔

جامۂ خواب مرا رو گستران	تا بخسپم کہ سر من شد گران
جلد میرا بستر بچھا دے	تاکہ میں سو جاؤں' مجھے سرگرانی ہے

یعنی میرا بستر جلدی بچھا دے تاکہ میں سو رہوں کہ میرا سر بھاری ہو گیا ہے۔

زن توقف کرد و مردش بانگ زد	کاے عدو زوتر ترا این مے سزد
بیوی نے دیر کی اور مرد اس پر چیخا	کہ اے دشمن' جلدی کر تیرے لئے یہ مناسب ہے؟

یعنی عورت نے (بچھونا کرنے میں) توقف کیا (تاکہ وہم زائل ہو جاوے) تو اس مرد نے اس کو آواز دی کہ اری دشمن تجھے یہی لائق ہے (کہ ہم مر رہے ہیں اور تو بیٹھی ہوئی ہے)

استاد کا بستر میں لیٹ جانا اور وہم و تکلیف کی وجہ سے رونا

جامہ خواب آورد و گستردش عجوز	گفت امکان نے و باطن پرزسوز
بوڑھی بستر لائی اور اس کے لئے بچھا دیا	(بوڑھی کے لئے) بولنا ممکن نہیں اور دل میں جلن

یعنی وہ بڑھیا بستر لائی اور بچھا دیا بولنے کی تو طاقت نہیں اور اندر سے جل رہی تھی (اور دل ہی دل میں یوں کہہ رہی تھی کہ)

گر بگویم متہم دارد مرا	ورنہ گویم جد شود این ماجرا
اگر میں کچھ کہتی ہوں وہ مجھ پر تہمت دھرے گا	اگر کچھ نہیں بولتی ہوں تو یہ قصہ حقیقی بن جائے گا

یعنی اگر کہتی ہوں تو یہ مجھے متہم کرے گا اور اگر نہیں کہتی ہوں تو یہ بات سچ ہوئی جاتی ہے۔ یعنی سچ مچ بیمار ہو جاوے گا۔ مولانا فرماتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

فال بد رنجور گرداند ہمے	آدمی را کہ نبودستش غمے
بری فال بیمار بنا دیتی ہے	اس آدمی کو (بھی) جس کو کوئی غم نہ ہو

یعنی فال بد اس آدمی کو بھی بیمار بنا دیتی ہے جس کو کہ کوئی تکلیف نہ ہو۔

قول پیغمبر قبولہ یفرض	ان تمارضتم لدنیا تمرضوا
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننا فرض کر دی گئی ہے	اگر ہمارے سامنے بتکلف مریض ہوگے مریض بن جاؤ گے

یعنی قول پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو اس کا قبول کرنا فرض ہے (اور وہ یہ ہے کہ) اگر تم دنیا کے لئے مریض ہوگے تو سچ مچ مریض ہو جاؤ گے حدیث میں منافقین کے لئے ہے اگر تم بہانہ کر کے مریض ہوگے تو سچ مچ مریض ہو جاؤ گے اسی کو مولانا نے یہاں چسپاں فرمادیا ہے آگے پھر اس عورت کے دل کی باتوں کو بیان فرماتے ہیں کہ وہ اپنے دل میں کہہ رہی تھی کہ۔

گر بگویم او خیالے برزند	فعل دارد زن کہ خلوت میکند
اگر میں کچھ کہتی ہوں وہ برا خیال کرے گا	کہ بیوی کو کوئی کام ہے تنہائی چاہتی ہے

یعنی اگر میں کہتی ہوں تو وہ یہ خیال کرے گا کہ عورت کوئی فعل کرنا چاہتی ہے کہ جو خلوت کرتی ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ اگر میں کہتی ہوں کہ تم تو اچھے خاصے ہو جا کر پڑھاؤ تو وہ سمجھے گا کہ کوئی یار ہے اس کو بلانے کیلئے خلوت کرنا چاہتی ہے۔

مرمرا از خانہ بیرون میکند	بہر فسقے فعل وا فسون میکند
مجھے گھر سے بھگانا چاہتی ہے	بدی کے لئے کوشش اور تدبیر کرتی ہے

یعنی (سمجھے گا) کہ مجھے گھر سے باہر کرتی ہے اور کسی کام کیلئے یہ کام اور چالاکی کرتی ہے۔ خیر دل میں یہ سب سوچا مگر بستر بچھا دیا۔

جامہ خواب افگند و استا اوفتاد	آہ آہ و نالہ ازوے می بزاد
اس نے بستر بچھا دیا اور استاد لیٹ گیا	آہ آہ اور رونا شروع کر دیا

یعنی اس نے بستر بچھا دیا تو استاد جی گر پڑے اور آہ آہ اور نالہ و بکا اس سے پیدا ہوا۔

کودکان آنجا نشستند و نہاں	درس میخواندند باصداندہاں
بچے وہاں بیٹھ گئے اور آہستہ سے	سینکڑوں غموں کے ساتھ سبق پڑھنے لگے

یعنی لڑکے وہاں بیٹھے ہوئے اور چپکے چپکے سبق سو غموں کے ساتھ پڑھ رہے تھے۔

کاین ہمہ کردیم وہم زندانیم	بد بنائے بود و مابد بانیم
کہ ہم نے سب کچھ کیا اور پھر بھی ہم قیدی ہیں	بری عمارت تھی اور ہم برے بنانے والے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی کہ ہم نے یہ سب کچھ کیا اور ہم قیدی ہیں یہ سب بڑی بناتھی اور ہم برے بانی ہیں مطلب یہ کہ چونکہ استاد نے کہا کہ گھر پر بیٹھ کر پڑھواور میں لیٹتا ہوں تو وہ اس غم میں تھے کہ افسوس کہ اس کو بیمار بھی تدبیر سے ڈالا مگر پھر بھی کچھ نہ ہوا ہم قیدی کے قیدی ہی رہے اس کے بعد بولے کہ۔

ہین دگر اندیشۂ باید نمود	تا ازین محنت فرج یا بیم زود
خبردار! دوسری تدبیر کرنی چاہیے	تاکہ ہم اس مصیبت سے جلد راحت پالیں

یعنی ارے کوئی دوسری فکر کرنی چاہیے تاکہ اس مصیبت سے ہم جلدی سے خوشی حاصل کریں۔ مطلب یہ کہ سب نے کہا کہ ایسی تدبیر سوچو کہ اس سے بھی چھوٹیں تو اسی لڑکے نے پھر تدبیر کی جس کو آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ استاد وہم اور خوف کے سبب بہت ہی نحیف ہو گیا وہ اٹھا اور اپنا کمبل اٹھا کر چل دیا۔ بیوی پر نہایت غصہ تھا کہ میں اس حالت میں تھا اور اس نے پیشتر سے نہ پوچھا کہ تیری رنگت زرد ہے تجھے کیا تکلیف ہے اور مجھے میری رنگت پر مطلع نہ کیا۔ جی وہ کیوں کرتی وہ تو خدا سے چاہتی ہے کہ یہ کہیں مرے اور میری زوجیت کی عار سے اس کا پیچھا چھوٹے وہ اپنے غرور حسن میں مست ہے اسے اتنی بھی خبر نہیں کہ میری بیماری لوگوں میں مشہور ہو گئی غرض وہ اس پیچ وتاب میں مکان تک پہنچا اور زور سے دروازہ کھولا۔ لڑکے بھی استاد کے پیچھے پیچھے آرہے تھے کیونکہ ان کو ابھی چھٹی نہ ملی تھی۔ عورت نے ان کو بے وقت آتا دیکھ کر پوچھا کہ خیر تو ہے آپ آج اس وقت کیسے چلے آئے خدا نہ کرے کہ آپ کو کوئی نقصان پہنچا ہو۔ انہوں نے کہا کہ اندھی ہو گئی ہے مجھ سے کیا پوچھتی ہے میری حالت اور میری رنگت دیکھ لے۔ غضب ہے کہ میرے غم میں دوسرے لوگ تو کڑھتے ہیں اور تو گھر میں رہ کر بغض ونفاق کے سبب میری حالت نہیں دیکھتی کہ میں بھن رہا ہوں۔ اس نے کہا جناب آپ تو اچھے خاصے ہیں کوئی نقصان بھی آپ کے اندر نہیں محض بے معنی اور فضول تو ہم اور خیال فاسد ہے اس نے کہا کہ چھنال تو اب تک بھی جھتیں ہی نکال رہی ہے مجھے نہیں دیکھتی کہ میری حالت میں کس قدر تغیر آ گیا ہے اور میں کیسا کانپ رہا ہوں اگر اندھی اور بہری ہو گئی ہے تو ہمارا کیا قصور۔ ہم خود اپنی تکلیف اور رنج وغم میں مبتلا ہیں۔ اس نے کہا کہ جناب آپ فرمائیں تو میں آئینہ لا کر آپ کو آپ کی حالت دکھلا دوں تاکہ آپ جان لیں کہ میں اس معاملہ میں بے قصور ہوں اس نے کہا جا دور ہو خدا کرے نہ تو بچے نہ تیرا آئینہ۔ سب تباہ ہوں۔ تو ہمیشہ عداوت اور دشمنی اور ضد ہی کرتی رہی۔ جا میرا بستر بچھا دے میرا سر بھاری ہو رہا ہے ذرا سو رہوں۔ عورت نے بستر بچھانے میں توقف کیا سمجھا کہ شاید سمجھ جائیں مگر اس نے ڈانٹا کہ اری دشمن جلدی سے بچھا دے اس وقت تجھے ایسا کرنا چاہیے خیر بڑی بی بستر لے آئی اور لا کر بچھا دیا دل میں جل رہی تھی لیکن کچھ کہہ نہ سکتی تھی سوچتی تھی کہ میں کچھ کہتی ہوں تو مجھے متہم سمجھے گا اور اگر نہیں کہتی تو یہ قصہ سچ ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

جاتا ہے اور یہ یقیناً بیمار ہو جائے گا کیونکہ جو آدمی بیمار نہ ہو اور اپنے کو بیمار کہے تو وہ واقع میں بیمار ہو جاتا ہے اس لئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو صحیح سمجھنا لازمی ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ اے منافقین اگر تم ہمارے سامنے بیمار بن کر آؤ گے تو تم واقع میں بیمار ہو جاؤ گے اور اگر کہتی ہوں تو وہ خیال کرے گا کہ عورت کوئی حرکت کرنا چاہتی ہے اس لئے مجھے ٹالتی ہے اور تنہائی چاہتی ہے یہ اس کی ایک چال ہے کہ مجھے تو صحت کا یقین دلا کر گھر سے نکالتی ہے اور خود حرامکاری کرے گی ان تمام باتوں پر نظر کر کے اس نے بدنامی پر بیماری کو ترجیح دی اور بستر بچھا دیا۔ استاد صاحب لیٹ گئے اور ہائے ہائے کرنے لگے لڑکے بھی بیٹھ گئے اور آہستہ آہستہ پڑھنے لگے ان کو اس کا رنج تھا کہ ہم نے یہ سب کچھ کیا پھر بھی ہم قید میں گرفتار ہیں ہماری عمارت بری تھی اور ہم بری عمارت بنانے والے تھے۔ اچھا اب کوئی اور تدبیر کرنی چاہئے کہ اس مصیبت سے چھوٹ کر خوشی حاصل کریں۔

شرح شبّیری

لڑکوں کا استاد کو دوسری مرتبہ وہم میں ڈالنا کہ اس کو قرآن پڑھنے سے دردِ سر ہوتا ہے

گفت آن زیرک کہ ای قوم پسند	درس خوانید و کنید آوا بلند
اس ذہین بچے نے کہا اے دوستو!	سبق پڑھو اور آواز بلند کرو

یعنی (اول تو) اسی لڑکے نے (چپکے سے) کہ اے قوم پسندیدہ سبق پڑھو اور آواز کو بلند کرو۔

چون ہمی خواندند گفت ای کودکان	بانگ ما استاد را دارد زیان
جب انہوں نے اس طرح پڑھا تو بولا اے بچو!	ہماری آواز سے استاد کو تکلیف ہوتی ہے

یعنی جب سب نے (زور سے) پڑھا تو بولا کہ ارے لڑکو ہماری آواز استاد کو نقصان دیتی ہے۔

درد سر افزاید استا راز بانگ	ارزد این کو درد یا بد بہر دانگ
آواز سے استاد کے سر میں درد بڑھتا ہے	کیا یہ مناسب ہے کہ دمڑی کے لئے اس کے سر میں درد ہو؟

یعنی آواز سے استاد کا دردِ سر بڑھتا ہے تو کیا یہی لائق ہے کہ وہ چند پیسوں کے لئے درد پاوے یعنی اس کو جو جمعراتی وغیرہ مل جاتی ہے بس اس کے واسطے وہ دردِ سر مول لے۔ لہٰذا آہستہ پڑھو۔

گفت استاراست میگوید روید	درد سر افزوں شدم بیرون شوید
استاد نے کہا وہ ٹھیک کہتا ہے جاؤ	میرے سر میں درد بڑھ گیا ' باہر چلے جاؤ

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی استاد نے کہا کہ یہ سچ کہتا ہے تم لوگ جاؤ۔ میرا درد سر بڑھتا ہے جاؤ باہر جاؤ۔ یعنی اس کہنے سے اس کو وہم ہو گیا کہ ہاں درد سر بڑھتا تو ہے لہذا سب کو چھٹی دیدی۔

سجدہ کردند و بگفتند ای کریم	دور بادا از تو رنجوری و بیم
سب نے سجدہ کیا اور کہا اے جناب!	خدا کرے بیماری اور ڈر آپ سے دور ہو جائے

یعنی سب نے اس لڑکے کو سجدہ کیا اور کہا کہ اے کریم تو ہمیشہ رنجوری اور بیم سے خدا کرے دور رہے سجدہ کرنے سے مراد سب نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کو دعا دی۔

پس برون جستند سوئے خانہا	ہمچو مرغان در ہوائے دانہ را
پھر وہ گھروں کی جانب باہر کو بھاگے	جیسا کہ دانہ کی خواہش میں پرندے

یعنی بس وہ اپنے گھروں کی طرف چل دیئے جیسے کہ پرند دانہ کی خواہش میں یعنی جس طرح کہ جانور تلاش دانہ میں ہوتا ہے اسی طرح وہ سارے وہاں سے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

لڑکوں کا مکتب سے اس مکر سے چھوٹنا اور ان کی ماؤں کا ان سے سوال کرنا

مادراں شاں خشمگیں گشتند وگفت	روز کتاب و شما با لہو جفت
ان کی مائیں خفا ہوئیں اور کہا	مکتب کا دن ہے اور تم کھیل کے ساتھی ہو

یعنی ان کی مائیں غصہ ہوئیں اور بولیں کہ دن تو مکتب کا ہے اور تم کھیل رہے ہو۔

وقت تحصیل است اکنون و شما	می گریزید از کتاب و اوستا
یہ حاصل کرنے کا وقت ہے اور تم	کتاب اور استاد سے بھاگتے ہو

یعنی یہ وقت تحصیل (علم) کا ہے اور تم کتاب اور استاد سے بھاگتے ہو۔

عذر آوردند کائے مادر تو ایست	این گنہ از ما و از تقصیر نیست
انہوں نے عذر کیا کہ اے اماں تو ٹھہر	یہ ہماری خطا اور کوتاہی کی وجہ سے نہیں ہے
عذر آوردند ایشاں در زماں	کیں گنہ از ما نبود اے مادراں
انہوں نے فوراً عذر کیا	اے ماؤں! یہ ہمارا قصور نہ تھا

یعنی سب نے عذر کیا اور کہا کہ اماں تم ٹھہر و تو یہ ہماری خطا نہیں ہے اور ہمارے قصور سے نہیں ہے (بلکہ)

www.besturdubooks.wordpress.com

از قضائے آسمان استاد ما	گشت رنجور و سقیم و مبتلا
آسمانی قضا سے ہمارا استاد	رنجور اور بیمار اور مبتلا ہو گیا

یعنی قضائے آسمانی کی وجہ سے ہمارا استاد بیمار اور سقیم اور مبتلاء (مصیبت) ہوگیا ہے۔

مادران گفتند مکرست و دروغ	صد دروغ آرید بہر طمع دوغ
ماؤں نے کہا مکاری اور جھوٹ ہے	چھاچھ کے لالچ میں تم سو جھوٹ بول رہے ہو

یعنی ماؤں نے کہا کہ مکر ہے اور جھوٹ ہے تم سو جھوٹ دوغ کی طمع میں لاؤ۔ دوغ سے مراد چھٹی یعنی تم اس کے لئے جتنے مکر چاہے کرو۔

ما صباح آئیم پیش اوستا	تا بہ بینیم اصل این مکر شما
ہم صبح کو استاد کے پاس جائیں گے	تاکہ ہمیں تمہارے اس مکر کی اصل معلوم ہو جائے

یعنی ہم صبح کو استاد کے آگے آویں گے تاکہ تمہارے اس مکر کی اصل دیکھیں۔

کودکان گفتند بسم اللہ روید	بر دروغ و صدق ما واقف شوید
بچوں کہا بسم اللہ جاؤ	ہمارے جھوٹ اور سچ سے واقف ہو جاؤ

یعنی لڑکے بولے کہ بسم اللہ جاؤ اور ہمارے سچ جھوٹ پر واقف ہو جاؤ۔ یعنی جا کر معلوم کرلو کہ آیا ہم سچے ہیں یا جھوٹے ہیں۔

ماؤں کا علی الصباح استاد کی عیادت کو جانا

بامدادان آمدند آن مادران	پرسش استا زہر گوشہ روان
صبح کو مائیں پہنچ گئیں	ہر جانب سے روانہ ہو کر استاد کی مزاج پرسی کے لئے

یعنی صبح کو وہ مائیں استاد کے پوچھنے کے لئے ہر گوشہ سے روانہ ہو کر آئیں۔

خفتہ استا ہمچو بیمار گران	دردسر را سر بہ بستہ چون زنان
استاد سخت بیمار کی طرح سویا ہوا تھا	عورتوں کی طرح دردسر کی وجہ سے سر کو باندھے ہوئے

یعنی استاد سخت بیمار کی طرح پڑا ہوا تھا اور دردسر کے لئے سر کو عورتوں کی طرح باندھے ہوئے تھا۔

ہم عرق کردہ ز بسیاری لحاف	سر بہ بستہ روکشیدہ در سجاف
لحافوں کی کثرت کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو رہا تھا	سر کو باندھے ہوئے پردے میں منہ چھپائے ہوئے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی لحافوں کی زیادتی سے پسینہ لائے ہوئے اور سر باندھے ہوئے اور پردوں میں منہ لپیٹے ہوئے۔

آه آہے می کند آہستہ او	جملگان گشتند ہم لاحول گو
چپکے چپکے ' آہ آہ کرتا تھا	سب لاحول پڑھنے لگے

یعنی وہ آہ آہ آہستہ آہستہ کر رہا ہے تو سب کی سب لاحول پڑھنے لگیں یعنی جب سب نے علامتوں سے دیکھا کہ اچھا خاصہ ہے اور عورتوں کی طرح کراہ رہا ہے تو سب نے لاحول پڑھی مگر جب آ ہی گئی تھیں اب بے پوچھے جانا مناسب نہ تھا۔ لہٰذا بولیں کہ

خیر باشد استاد این درد سر	جان تو مارا نبوده زین خبر
اے استاد! خدا خیر کرے یہ درد سر	تیری جان کی قسم ہمیں اس کی خبر نہ تھی

یعنی اے استاد خیر تو ہے یہ دردسر (کب سے ہے) آپ کی جان کی قسم ہم کو تو خبر بھی نہ تھی

گفت من ہم بے خبر بودم ازین	آگہم این کودکان کردند ہین
اس نے کہا میں بھی اس سے بے خبر تھا	ہاں ان بچوں نے مجھے بتایا

یعنی استاد صاحب بولے کہ اس سے میں بھی بے خبر تھا۔ ارے مجھے تو ان بچوں نے آگاہ کیا۔

من بدم غافل بشغل قال و قیل	بود در باطن چنین رنجے ثقیل
میں پڑھنے پڑھانے میں مشغول تھا	اندر اس قدر بھاری مرض تھا

یعنی میں تو بول چال کے شغل میں غافل تھا اور باطن میں یہ سخت مرض موجود تھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

چون بجد مشغول باشد آدمے	او ز دید رنج خود باشد عمے
جب انسان پورا مشغول ہوتا ہے	تو وہ اپنی تکلیف کو دیکھنے سے اندھا ہوتا ہے

یعنی جب آدمی کسی کوشش میں مشغول ہوتا ہے تو وہ اپنی تکلیف کے دیکھنے سے اندھا ہوتا ہے مطلب یہ کہ یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان کسی ضروری کام میں لگا ہوا ہوتا ہے تو اس کو تکلیف کی خبر نہیں ہوتی اب خواہ اس استاد کو ایسا نہ ہوا ہو مگر ایسا ہوا کرتا ہے آگے اس کی ایک نظیر پیش فرماتے ہیں کہ۔

از زنان مصر و یوسف شد سمر	کہ ز مشغولے بشد ز ایشان خبر
مصر کی عورتوں اور یوسفؑ کا قصہ ہے	کہ مشغولیت کی وجہ سے ان کو پتہ نہ چلا

یعنی زنانِ اور یوسفؑ سے قصہ ہوگیا ہے کہ مشغولی کی وجہ سے ان سے خبرداری جاتی رہی۔

پارہ پارہ کردہ ساعد ہائے خویش	روح والہ کہ نہ پس بیند نہ پیش
انہوں نے اپنے گٹے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے	کیونکہ عاشق کی روح آگا دیکھتی ہے نہ پیچھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی روح عاشق نے پہنچے ٹکڑے ٹکڑے کر لئے کہ نہ آگے دیکھا اور نہ پیچھے یعنی دیکھو چونکہ وہ دوسری طرف مشغول ہو گئیں لہذا ان کو کچھ بھی خبر نہ ہوئی۔ آگے اسی کی ایک دوسری مثال فرماتے ہیں کہ

اے بسا مرد شجاع اندر حراب	کہ ببرد دست و پایش را ضراب
لڑائی میں بہت سے بہادر ہوتے ہیں	کہ تلوار کی مار ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیتی ہے

یعنی بہت سے مرد شجاع لڑائیوں میں ہوتے ہیں کہ شمشیر زنی کے دست و پاؤں کاٹ ڈالتی ہے۔

او ہمان دست آورد در گیرو دار	بر گمان آنکہ ہست او برقرار
وہ پکڑ دھکڑ میں اسی ہاتھ کو استعمال کرتے ہیں	اس خیال سے کہ وہ ٹھیک ہے

یعنی وہ اسی ہاتھ کو دار و گیر میں رکھتا ہے اس گمان پر کہ وہ برقرار ہے۔ یعنی وہ اسی مقطوع ہاتھ سے کام لیتا رہتا ہے اور اس کو اس کے کٹ جانے کی خبر بھی نہیں ہوتی بلکہ وہ اس کو برقرار سمجھتا ہے حالانکہ وہ مقطوع ہوتا ہے۔

خود نہ بیند دست رفتہ در ضرر	خون از و بسیار رفتہ بے خبر
وہ خرابی میں جاتا ہاتھ کو نہیں دیکھتا ہے	بے خبری میں اس سے بہت خون بہہ جاتا ہے

یعنی وہ خود نہیں دیکھتا ہے اور ہاتھ گیا ہوا ہے ضرر میں۔ اور اس سے بہت خون گیا ہے اور وہ بے خبر ہے اور یہ بات عجب نہیں ہے بلکہ اکثر ایسا مشاہدہ ہوا ہے کہ لڑائیوں میں سر کٹ گیا ہے اور تلوار ہاتھ میں موجود ہے اور اس کو چلا رہے ہیں اور تھوڑی دیر بعد گر جاتے ہیں اصل سبب تو حکم حق ہے مگر سبب ظاہری یہ ہے کہ قاعدہ ہی مقتول کی روح ایک دم سے نہیں نکلتی بلکہ رفتہ رفتہ نکلتی ہے اس لئے کہ دیکھو مقتول بہت دیر تک تڑپتا ہے تو معلوم ہوا کہ روح فوراً نہیں نکلتی جب یہ معلوم ہوا تو ایک شخص جو لڑائی میں تلوار چلا رہا ہے اور اس کے ہاتھ کو ایک کام کرنے کی مشق ہو گئی ہے اس کا گلا کٹ گیا مگر اس کو جوش میں اس امر کی خبر نہ ہوئی کہ میرا گلا کٹا ہے اور روح نکلی رفتہ رفتہ تو جس وقت تک اس کے بدن میں روح رہی اس وقت تک اس کا ہاتھ موافق اس مشق کے جو اسے دیر سے ہو رہی ہے جب روح نکل گئی تو وہ لاش گر جاتی ہے مولانا اس سے ایک اور بات نکالتے ہیں جس کو آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یہ سوچ کر اس زیرک لڑکے نے کہا کہ لڑکو خوب زور زور سے پڑھو جب وہ زور زور سے پڑھنے لگے تو کہا اتنے زور سے کیوں پڑھتے ہو ہمارے چلانے سے استاد کو نقصان پہنچتا ہے آواز سے ان کے سر میں درد بڑھتا ہے کیا یہ مناسب ہے کہ ایک دانگ کے لئے وہ تکلیف اٹھائیں۔ استاد نے کہا ہاں یہ ٹھیک کہتا ہے جاؤ میرے سر کا درد بڑھ گیا جاؤ ابھی چلے جاؤ سب آداب بجا لائے اور کہا خدا کرے آپ جلد تندرست ہو جائیں آپ کو بھی تکلیف ہے اور ہماری پڑھائی کا بھی نقصان ہے یہ کہہ کر سب نکل کر اپنے اپنے گھروں لمبے بنے جیسے

www.besturdubooks.wordpress.com

جانور دانہ کی خاطر پنجرہ سے نکلتے ہوں۔ ان کی ماؤں نے جب یہ دیکھا کہ مکتب کا وقت ہے اور لڑکے کھیل رہے ہیں تو انہوں نے لڑکوں سے کہا کہ مکتب کا دن ہے اور تم کھیل رہے ہو پڑھنے کیوں نہیں گئے یہی وقت علم حاصل کرنے کا ہے اور تمہاری حالت یہ ہے کہ کتاب اور استاد سے بھاگتے ہو۔ انہوں نے معذرت کی اور کہا اور اماں آپ ذرا ٹھہریں تو سہی یہ ہمارا قصور اور ہماری کوتاہی نہیں ہے بلکہ حکم خدا سے استاد صاحب بیمار ہو گئے ہیں۔ ماؤں نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو تمہاری عادت ہے کہ معمولی نفع کے لئے سینکڑوں جھوٹ تراشتے ہو ہم صبح کو خود استاد کے پاس جائیں گے تا کہ تمہاری اس فریب کی حقیقت ظاہر ہو جاوے لڑکوں نے کہا بسم اللہ آپ تشریف لے جائیں اور ہمارا جھوٹ سچ معلوم کر لیں۔ صبح کو لڑکوں کی مائیں آئیں انہوں نے دیکھا کہ استاد یوں پڑے ہوئے ہیں جیسے کوئی نہایت سخت بیمار پڑا ہوا ہو بہت سے لحافوں کے سبب پسینہ پسینہ ہیں سر پر پٹی بندھی ہوئی ہے منہ کو کپڑے میں لپیٹے ہوئے ہیں۔ اشد ادمرض کے خوف سے آہستہ آہستہ آہ آہ کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر سب نے کہا لاحول ولا قوۃ۔ استاد خیر تو ہے آپ کو تو یہ تکلیف ہے اور ہم کو خبر بھی نہیں۔ اس نے کہا کہ تم کو خبر نہ ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں مجھے بھی خبر نہ تھی ان لڑکوں ہی نے مجھے بھی خبر کی ہے میں تو پڑھنے پڑھانے میں مصروف تھا اور اندر یہ سخت مرض بھرا ہوا تھا جب آدمی کسی کام میں منہمک ہوتا ہے تو اس کو اپنی تکلیف کی خبر نہیں ہوتی۔ دیکھو زنان مصر اور یوسف علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے کہ وہ سب دیدار یوسف میں مشغول تھیں اور اسی مشغولی میں ان کو کسی چیز کی خبر نہ رہی تھی حتیٰ کہ انہوں نے ترنج تراشتے ہوئے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور روح اس قدر لذت دیدار میں مشغول تھی کہ آگے پیچھے کی کچھ خبر نہ تھی۔ بہت سے آدمی لڑائی میں ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے ہاتھ شمشیر زنی میں زخمی ہو جاتے ہیں اور وہ اسے ہاتھ کو کام میں لاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمارا ہاتھ اسی طرح صحیح سالم ہے۔ انہیں یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ ہاتھ بیکار ہو گیا اور اسی بے خبری کی حالت میں بہت سا خون بہ جاتا ہے یہ قصہ تو ختم ہوا اور وہم کی قوت معلوم ہو گئی۔ اب ہم اس کے مناسب بعض فوائد بیان کرتے ہیں۔

شرح شبیری

بیان میں اس کے کہ تن روح کے لئے مثل ایک لباس کے ہے اور یہ ظاہری ہاتھ روح کے ہاتھ کی آستین ہے اور یہ ظاہری پاؤں روح کے پاؤں کا موزہ ہے

تا بدانی کہ تن آمد چون لبیس	رو بجو لابس لباسے را ملیس
خبردار! تو سمجھ لے کہ جسم لباس کی مانند ہے	جا پہننے والے کو تلاش کر لباس کو نہ چاٹ

www.besturdubooks.wordpress.com

(یعنی تا کہ تم جان لو کہ تن ایک لباس ہے تو جاؤ لابس کو تلاش کرو لباس کو مت چاٹو۔ مطلب یہ کہ یہ امور جو اکثر پیش آتے ہیں اس لئے ہیں کہ بدن روح کا لباس ہے اور اصل فاعل بدن میں روح ہے تو اگرچہ جسم میں نقصان آ جاتا ہے مگر چونکہ روح سالم رہتی ہے اس لئے وہ اپنا کام کرتی رہتی ہے تو اب تم کو چاہئے کہ روح کے مقتضیات پر عمل کرو اور اقتضائے جسمانی کو ترک کرو۔

روح را توحید اللہ خوشتر است	غیر ظاہر دست و پائے دیگر است
روح کے لئے اللہ کی توحید بہت بہتر ہے	ظاہر کے علاوہ (اس کے) دوسرے ہاتھ پاؤں ہیں

یعنی روح کے لئے توحید حق بہتر ہے اور غیر ظاہر کے دست و پا دوسرے ہیں۔ مطلب یہ کہ روح کا مقتضا تو توحید ہے اور قرب حق ہے اس کو طلب کرو اور اس کے ہاتھ پاؤں بھی دوسرے ہیں جن سے کہ قرب حق حاصل ہوتا ہے آگے ان دست و پائے روحانی کے سوا ان دست و پا ظاہری کے ہونے کی ایک نظیر لاتے ہیں کہ۔

دست و پا در خواب بینی و ائتلاف	آں حقیقت داں مدانش از گزاف
تو خواب میں ہاتھ اور پاؤں اور (ان کا) جوڑ دیکھتا ہے	اس کو حقیقت سمجھ اس کو لغو نہ سمجھ

یعنی خواب میں دست و پا اور انس دیکھتے ہو تو اس کو حقیقت جانو اس کو گزاف مت سمجھو۔ مطلب یہ کہ خواب میں تم اپنی صورت کو خود دیکھتے ہو کہ کہیں جا رہے ہیں تو اس میں تم ہاتھ پاؤں بھی دوسرے دیکھتے ہو مولانا فرماتے ہیں کہ وہ کوئی اور شے نہیں ہے بلکہ تمہارے ہی ہاتھ پاؤں ہیں۔

آں توئی کہ بے بدن داری بدن	پس مترس از جسم جان بیروں شدن
تو وہ ہے کہ (اس) بدن کے علاوہ بدن رکھتا ہے	تو جان کے جسم سے نکل جانے سے نہ ڈر

یعنی وہ تو ہی ہے کہ بے بدن ظاہری کے بدن رکھتا ہے پس تم جسم سے جان کے باہر ہو جانے سے ڈرو مت اس لئے کہ۔

روح دارد بے بدن بس کاروبار	مرغ باشد در قفس بس بے قرار
روح کے بدن کے بغیر بہت سے مشغلے ہیں	پرندہ پنجرے میں بہت بیقرار رہتا ہے

یعنی روح بے بدن کے بھی بہت کام کرتی ہے اور مرغ تو قفس میں بے قرار ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ روح کے دست و پا ایسے ہیں کہ جن کو ان دست پا ظاہری کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ وہ بے ان کے بھی بہت سے کام کرتے ہیں اور اس کی مثال جسم کے اندر ایسی ہے کہ جیسے کہ کوئی جانور قفس میں قید ہو تو وہ ہر گھڑی یہ چاہتا ہے کہ اس میں سے نکل جاؤں تو جب تمہاری روح اس جسم سے الگ ہو کر بہت سے کام کر سکتی ہے تو پھر تم اس کے جسم سے نکل جانے سے گھبراتے کیوں ہو اور خائف کیوں ہوتے ہو اگر نکل بھی گئی تو کیا ہے بلکہ جو کام یہ یہاں کرتی ہے اس کے بعد جب یہ نکل جاوے گی تو اپنا اصل مقصود اچھی طرح حاصل کرے گی اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

باش تا مرغ از قفس آید برون	تا بہ بینی ہفت چرخ او را زبون
ٹھہر جا کہ پرندہ پنجرے سے باہر آئے	تاکہ تو ساتوں آسمانوں کو اس کا فرمانبردار دیکھے

یعنی ذرا ٹھہرے رہو تا کہ یہ مرغ قفس سے باہر آ جاوے تو اس وقت تم ہفت چرخ کو اس کے آگے حقیر سمجھو گے اس لئے کہ روح تو مجرد ہے اور افلاک سب مادی ہیں تو اگر چہ علویات میں سے ہیں مگر پھر بھی روح سے تو بڑھ نہیں سکتے۔ تو جب یہ اس عالم ناسوت سے چھوٹ جاوے گی تو یقیناً آسمانوں وغیرہ سب سے بڑھ جاوے گی۔

اب یہاں یہ بات سمجھ لینا چاہئے کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ انسان کی روح دوسری صورت میں متمثل ہو سکتی ہے اور جس وقت کہ وہ کسی جسم ناسوتی میں متمثل ہوتی ہے اس وقت اس کے افعال وخواص سب ویسے ہی ہوتے ہیں تو بعض مرتبہ تو خود جس کی روح ہے اسی کی صورت میں متمثل ہوتی ہے اور بعض مرتبہ اور صورتوں میں بھی متمثل ہوتی ہے اور اس جسم کو روح کا جسم مثالی بولتے ہیں اس جسم پر احکام وغیرہ متوجہ نہیں ہوتے بلکہ احکام کا مکلف تو یہ جسم ناسوتی ہی ہے جسم مثالی صرف دوسری صورت اس روح کی ہوتی ہے اور اس کے قصے سینکڑوں موجود ہیں کہ ایک شخص کئی کئی صورتوں میں ایک وقت میں موجود ہوئے بعض بزرگ ایک ہی وقت میں اپنے گھر رہے اور اسی وقت ان کو مکہ میں حج کرتے ہوئے پایا گیا۔ لیکن اب یہ تحقیق کا کام ہے کہ جسم ناسوتی اور جسم مثالی کے احکام میں فرق کرے اس لئے کہ جس کی روح متمثل ہوئی ہے اس کو تو خبر ہے کہ وہ جسم مثالی ہے اور یہ جسم ناسوتی ہے لہذا اس کو چاہیے کہ احکام نماز وغیرہ تو جسم ناسوتی پر جاری کرے اور جسم مثالی کو اس کی جگہ رکھے۔ حکایت کتابوں میں ہے کہ ایک محقق بزرگ ایک دوسرے بزرگ سے ملنے گئے تو یہ زائر تو محقق تھے اور وہ مزدور محقق نہ تھے بلکہ صاحب خوارق تھے ان کو باتیں کرتے دیر ہو گئی اور نماز کا وقت آ گیا یہ زائر وضو وغیرہ کئے بیٹھے تھے کہ نماز کھڑی ہوئی تو ان زائر صاحب نے مزدور سے کہا کہ چلئے نماز پڑھے تو ان مزدور نے کہا کہ سامنے دیکھئے دیکھا تو یہی بزرگ صف میں موجود ہیں مگر چونکہ یہ زائر محقق تھے سمجھے اور بولے کہ جناب وہ آپ کا جسم مثالی ہے اور آپ کا جسم ناسوتی یہ ہے اور نماز جسم ناسوتی پر فرض ہے جسم مثالی پر نہیں ہے لہذا آپ یہ کریں کہ اس جسم ناسوتی کو تو وہاں کھڑا کیجئے۔ اور اس مثالی کو یہاں بٹھایئے چونکہ معاند تو نہ تھے بلکہ غلطی میں تھے اس لئے فوراً سمجھ گئے اور ان کو دعائیں دیں کہ میں تو ایک مدت سے اس غلطی میں مبتلا تھا خدا تم کو جزائے خیر دے کہ تم نے اس غلطی سے مجھے نکالا اور اس کے بعد وضو کر کے نماز میں شریک ہوئے اور ایک بزرگ کا قصہ بندہ نے پہلے بھی لکھا ہے کہ ان کو ایک مرتبہ محتسب گرفتار کرنے گیا تو سامنے سے دیکھا کہ وہی صورتیں ستر آ رہی ہیں اور انہوں نے کہا کہ میاں محتسب ان میں سے پہچان لو کہ تمہارا مجرم کون ہے تو یہ ان کی روح ہی تھی جو کہ ستر شکلوں میں متمثل ہو گئی تھی۔ تو ایسے بہت سے قصے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ روح بھی دوسرے جسم میں متمثل ہو سکتی ہے اور اس وقت وہ سارے کام ناسوتی جیسے ہی کرے گی تو دیکھو معلوم ہوا کہ روح کے لئے سوا ان ہاتھ پاؤں کے اور قوی بھی ہیں خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

یک حکایت گویمت گر بشنوی	در حقیقت بر حقیقت بگروی
اگر تو سنے تو میں تجھ سے ایک قصہ بیان کروں	حقیقتاً تو اصلیت پر گرویدہ ہو جائے گا

یعنی میں تم سے ایک حکایت کہوں اگر تم سنو تو حقیقت میں حقیقت پر پہنچ جاؤ گے۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک بزرگ کے دھوکہ سے چوروں کے ساتھ ہاتھ کٹ گیا تھا تو ایک مرتبہ ان کو خلوت میں ایک شخص نے دیکھا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے زنبیل بن رہے ہیں تو اس کو تعجب ہوا تو بات یہ تھی کہ ان کا وہ ہاتھ تو کٹ گیا تھا مگر بوقت ضرورت حق تعالیٰ ان کے لئے دوسرا ہاتھ روحانی متمثل فرمادیتے تھے کہ وہ مثل ناسوتی کے کام دیتا تھا آگے حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ قصہ یوسف وزنان مصر اور حالت جنگ سے تم کو یہ سمجھنا چاہئے کہ تن کوئی چیز نہیں بلکہ وہ روح کے لئے مثل لباس کے ہے اور اصل روح ہے پس تم کو کوشش کے ساتھ روح کو تلاش کرنا چاہئے یعنی اس کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے اور فکر تن بالکل چھوڑ دینا چاہئے الا جبکہ اصلاح در روح کے لئے اصلاح تن کی ضرورت ہو اس وقت اصلاح تن میں مصروف ہونا مضائقہ نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ فی الحقیقت اشتغال باصلاح روح ہے نہ کہ باصلاح تن۔ اصلاح تن کی فکر سے ممانعت اس لئے ہے کہ روح کے لئے تن کی چنداں ضرورت نہیں۔ اس کے لئے تو توحید حق سبحانہ بہت اچھی چیز ہے۔ بس تم توحید کو اس پر غالب کرو اگر ایسا کرنے میں یہ ظاہری ہاتھ پاؤں جائیں بلا سے جائیں۔ کیونکہ اس کے لئے ایک تن مثالی اس جسم ظاہر کے علاوہ ہے کہ ضرورت کے وقت اس کو وہی کام دے سکتا ہے جو یہ جسم دیتا ہے اگر تن مثالی تمہاری سمجھ میں نہ آیا ہو اور ان ہاتھ پاؤں کے علاوہ اور ہاتھ پاؤں میں کچھ شک ہو تو یوں سمجھو کہ تم خواب میں ہاتھ پاؤں جڑے ہوئے دیکھتے ہو وہ ہاتھ پاؤں واقعی ہوتے ہیں محض تخیل نہیں ہوتا۔ پس معلوم ہوا کہ اگر تمہارے لئے یہ بدن نہ بھی ہو تب بھی ایک بدن تمہارے لئے ہے۔ لہٰذا اگر اس جسم سے جان نکل جاوے تو ہرگز نہ ڈرنا چاہئے یاد رکھو کہ روح کا یہی کام نہیں کہ وہ تدبیر بدن میں مصروف رہے بلکہ اس کے علاوہ اس کو اور بھی کام ہیں جن کو وہ اس میں مشغولی کے سبب نہیں کر سکتی۔ پس تم خیال کرو کہ وہ ان کے لئے کس قدر بے قرار ہوگی دیکھو جانور پنجرہ کے اندر کس قدر بے قرار ہوتا ہے تم اس کو سمجھو اور اس کو اس قید سے رہا کرو۔ تم اس کو لغو نہ سمجھنا۔ ذرا اس پنجرہ سے اس کو نکلنے تو دو پھر دیکھنا کہ وہ اس کی طرف رخ بھی نہ کرے گی۔ اور اس قدر بلند پروازی کرے گی کہ رفعت ہفت آسمان اس کے آگے ہیچ ہوگی۔ اگر فی الحقیقت تم کو حقیقت کی طرف میلان ہے اور تم سننا چاہتے ہو تو میں تم سے ایک حکایت بیان کرتا ہوں جس سے تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ یہ جسم کوئی چیز نہیں اور روح کے لئے علاوہ ان ہاتھ پاؤں کے اور ہاتھ بھی ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

حکایت اس درویش کی کہ اس نے پہاڑ میں خلوت اختیار کی تھی اور خلوت اور انقطاع عن الخلق کی حلاوت میں اور ذکر اس منقبت میں داخل ہونے کا کہ انا جلیس من ذکرنی وانیس من استانس بی

گر باہمہ چو بے منی بے ہمہ	ور بے ہمہ چو با منی باہمہ
اگر تو سب کے ساتھ ہے جبکہ میرے بغیر ہے تو سب سے جدا ہے	اگر تو سب کے بغیر ہے جبکہ میرے ساتھ ہے تو سب کے ساتھ ہے
بود درویشے بکہسارے مقیم	خلوت اوبر ابود ہمخواب و ندیم
ایک درویش ایک پہاڑ میں مقیم تھا	خلوت اس کی دن رات کی ساتھی تھی

یعنی ایک درویش ایک پہاڑ میں مقیم تھا اور اس کے لئے خلوت ہی ہمخواب اور ندیم تھی۔

چون زخالق مے رسید اورا شمول	بود از انفاس مرد و زن ملول
چونکہ اس تک اللہ تعالیٰ کی ہوا پہنچتی تھی	وہ مرد و عورت کے سانسوں سے تنگ تھا

یعنی چونکہ خالق سے اس کو شراب (محبت) ملتی تھی تو وہ مرد وزن کے انفاس سے ملول تھا مطلب یہ کہ چونکہ اس کو حب حق نصیب تھا لہذا وہ مخلوق کے اختلاط سے پریشان ہوتا تھا۔ مولانا آگے حکایت سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ۔

ہمچنان کہ سہل شد مارا حضر	سہل شد ہم قوم دیگر را سفر
جیسا کہ ہمارے لئے اقامت آسان ہے	دوسروں کے لئے سفر بھی آسان ہے

یعنی جیسا کہ ہم کو ایک جگہ رہنا سہل ہے اسی طرح دوسرے لوگوں کو سفر سہل ہے یہ ایک مثال ہے مقصود اس مثال سے یہ ہے کہ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ ایک کو سہل اور دوسرے کو مشکل۔ تو اس فقیر کو تو خلوت سہل تھی مگر ہم کو مشکل ہوتی ہے آگے اور اسی کی مثال ہے کہ۔

آنچنان کہ عاشقی بر سروری	عاشق است آنخواجہ بر آہنگری
جیسا کہ تو سرداری پر عاشق ہے	وہ خواجہ (سردار) لوہار بنے پر عاشق ہے

یعنی جیسے تم سرداری پر عاشق ہو اسی طرح ایک دوسرا آدمی آہنگری پر عاشق ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کسے را بہر کارے ساختند	میل آنرا در دلش انداختند
ہر ایک کو ایک کام کے لئے بنایا ہے	اس کا رجحان اس کے دل میں ڈال دیا ہے

یعنی ہر شخص کو کارکنان قضاوقدر نے ایک کام کے لئے بنایا ہے اور اس کے دل میں اسی کی رغبت ڈال دی ہے (بس سب لوگ اسی طرح کام میں لگے ہوئے ہیں اور ان کو وہی سہل ہے کوئی سنار ہے تو کوئی لوہار۔ کوئی بڑھئی ہے تو کوئی معمار۔ علی ہذا)

دست و پا بے میل جنبان کے شود	خار و خس بے آب و بادے کے رود
بغیر رجحان کے ہاتھ اور پاؤں کب ہلتے ہیں؟	کوڑا کرکٹ ہوا اور پانی کے بغیر کب روانہ ہوتا ہے؟

(یعنی) ہاتھ پاؤں بے رغبت کے کب ہلتے ہیں اور خاروخس بے پانی اور ہوا کے کب چلتے ہیں مطلب یہ ہے کہ دیکھو جس قدر دنیا میں کام ہو رہے ہیں ہاتھ پاؤں سے تو یہ ہاتھ پاؤں تو جب ہی چلتے ہیں جب ان کے لئے کوئی محرک ہو جیسے کہ خاروخس کے لئے پانی یا ہوا محرک ہوا کرتی ہے تو پس محرک ان کے لئے وہی اقتضاء نفس ہے کہ نفس اس کو کرنا چاہتا ہے تو دست و پا اس کے تابع ہو کر اس کام کو کرنے لگتے ہیں جب معلوم ہوا کہ جو کام ہوتا ہے وہ رغبت اور میلان سے ہوا کرتا ہے تو فرماتے ہیں کہ۔

گر بہ بینی میل خود سوے سما	پر دولت بر کشا ہمچوں ہما
اگر تو اپنا رجحان آسمان کی طرف دیکھے	ھما کی طرح خوش نصیبی کے پر کھول دے

یعنی اگر تم اپنا میلان آسمان کی طرف دیکھو تو پر دولت کو ہما کی طرح کھول دو۔ مطلب یہ کہ اگر دیکھو کہ تمہارا میلان طبعی عالم غیب کی طرف ہے تب تو خوب عروج کرو۔ اور کوشش کر کے ترقی حاصل کرو۔

ور بہ بینی میل خود سوئے زمین	نوحہ میکن ہیچ منشیں از حنین
اگر تو اپنا رجحان زمین کی طرف دیکھے	رو رونے سے (تھک کر) کبھی نہ بیٹھ

یعنی اور اگر تم اپنا میلان زمین کی طرف دیکھو تو توجہ کرتے رہو اور گریہ وزاری سے بیٹھو مت مطلب یہ کہ اگر عالم سفلی کی طرف تمہارا میلان ہو تو بس پھر تو سر پکڑ کر رو یا کرو۔ اور آہ وزاری کیا کرو۔

عاقلان خود نوحہ ہا پیشیں کنند	جاہلاں آخر بسر برمے زنند
عقلمند پہلے سے رو لیتے ہیں	جاہل آخر میں سر پیٹتے ہیں

یعنی عاقل تو خود پہلے ہی سے نوحہ کرتے ہیں اور جاہل آخر میں سر پیٹتے ہیں یعنی جو عاقل ہیں وہ تو ہر وقت حق تعالیٰ کے آگے گریہ وزاری کرتے رہتے ہیں اور ان کے کام آتی ہے اور جو جاہل ہیں وہ بعد کو سر پیٹا کرتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں اور کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

ز ابتدائے کار آخر را بہ بین	تا نباشی تو پشیمان یوم دین
کام کے شروع میں انجام کو دیکھ لے	تاکہ تو قیامت کے دن پشیمان نہ ہو

یعنی ابتداء کار سے انجام کو دیکھ لوتا کہ قیامت میں پشیمانی نہ ہو۔ یعنی اگر دل ہی سے دیکھ لو گے تو پھران شاء اللہ نافرمانی صادر نہ ہوگی اور سمجھو گے کہ اس کا برا انجام ہے تو اس کو ترک کر دو گے آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انجام کو اول ہی سے سوچ لینا چاہئے۔

ایک سونار کا انجام کار کو دیکھ لینا اور ترازو مانگنے والے سے اسی کے موافق باتیں کرنا

آن یکے آمد بہ پیش زرگرے	کہ ترازو دہ کہ برسنجم زرے
ایک صاحب ایک سنار کے پاس آئے	کہ ترازو دیدے میں سونا تولوں گا

یعنی ایک شخص کسی سونار کے پاس آیا کہ ترازو (کانٹا) دیدے میں کچھ سونا تولوں گا۔

گفت رو خواجہ مرا غربال نیست	گفت میزان دہ برین تسخر مایست
اس نے کہا جناب! جایئے میرے پاس چھلنی نہیں ہے	اس نے کہا ترازو دیدے اس مسخرے پن میں نہ پڑ

یعنی سونار نے کہا کہ جناب جایئے میرے پاس چھلنی نہیں ہے تو وہ شخص بولا کہ ترازو دو۔ اور اس تمسخر پر مت ٹھہرو۔ یعنی اس شخص نے کہا کہ میاں مسخرا پن مت کرو ذرا ترازو دیدو۔

گفت جاروبے نہ دارم بردکاں	گفت بس بس ایں مضاحک را بماں
اس نے کہا میری دکان میں جھاڑو نہیں ہے	اس نے کہا بس بس یہ ٹھولیں رہنے دے

یعنی سونار نے کہا کہ میری دوکان پر جھاڑو نہیں ہے تو وہ شخص بولا کہ بس بس ان مسخرہ پنوں کو رہنے دو۔

من ترازوے کہ میخواہم بدہ	خویشتن را کر مکن ہر سو مجہ
میں جو ترازو مانگتا ہوں وہ دیدے	اپنے آپ کو بہرا نہ بنا ہر طرف گریز نہ کر

یعنی میں تو ترازو مانگتا ہوں وہ دیدے اپنے کو بہرا مت بنا اور ہر طرف مت جا۔

گفت بشنیدم سخن کر نیستم	تا نہ پنداری کہ بے معنیستم
اس نے کہا میں نے بات سن لی ہے میں بہرا نہیں ہوں	تو ہرگز یہ نہ سمجھ کہ میں مہمل ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی سونار نے کہا کہ میں نے بات سن لی ہے میں بہرا نہیں ہوں اور یہ ہرگز مت سمجھنا کہ میں بے معنی ہوں (بلکہ)

ایں شنیدم لیک پیری مرتعش	دست لرزان جسم تو نا منتعش
یہ میں نے سن لیا' لیکن تو رعشہ والا بوڑھا ہے	تیرا ہاتھ لرزتا ہے تیرا جسم نہ اٹھنے والا ہے

یعنی میں نے یہ تو سن لیا لیکن تو بڈھا ہے ہاتھ پیر کانپنے والا ہاتھ لرزاں ہے اور جسم تیرا بے قابو ہے۔

فہم کردم لیک پیری ناتوان	دستت از ضعف است لرزان ہر زمان
میں سمجھ گیا لیکن تو کمزور بوڑھا ہے	ہر وقت کمزوری سے تیرا ہاتھ کانپتا ہے

یعنی میں نے سمجھ تو لیا لیکن تو بڈھا ہے اور ہاتھ تیرا ہر وقت ضعف کی وجہ سے کانپتا ہے۔

وان زر تو ہم قراضہ خورد و مرد	دست لرزد پس بریزد زر خورد
تیرا سونا بھی ذرہ ذرہ کترن ہے	ہاتھ کانپے گا' سونے کے ریزے گر جائیں گے

یعنی وہ تیرا سونا بھی ریزہ ریزہ ہے تو تیرا ہاتھ کانپے گا اور وہ زر خورد گر جاوے گا۔

پس بگوئے خواجہ جاروبے بیار	تا بجویم زر خود را در غبار
پھر تو کہے گا جناب! جھاڑو لا دیجئے	تاکہ میں مٹی میں اپنا سونا تلاش کر لوں

یعنی پھر تو کہے گا کہ میاں ذرا جھاڑو لانا تاکہ میں غبار میں سے اپنا سونا تلاش کرلوں۔

چوں بروبی خاک را جمع آوری	گوئیم غربال خواہم ای جری
جب تو جھاڑو لگا کر مٹی کو اکٹھا کر لے گا	مجھ سے کہے گا اے بھلے! میں چھلنی چاہتا ہوں

یعنی جب تو جھاڑو دے گا تو خاک کو جمع کرے گا اور مجھ سے کہے گا کہ یہاں مجھے چھلنی کی ضرورت ہے۔

تا بہ بیزم خاک و زر جویم ازان	کے بود غربال ما را در دکان
تاکہ میں مٹی کو چھانوں اور اس میں سونا تلاش کروں	ہماری دکان میں چھلنی کہاں ہوگی؟

یعنی تاکہ میں خاک کو چھان کر اس میں سے سونا تلاش کرلوں تو ہماری دکان میں چھلنی کہاں ہے۔

من ز اول دیدم آخر را تمام	جائے دیگر رو ازینجا والسلام
میں نے شروع میں انجام دیکھ لیا ہے	یہاں سے دوسری جگہ چلا جا' والسلام

یعنی میں نے اول ہی آخر کو پوری طرح دیکھ لیا تھا۔ (لہذا) تو کہیں اور چلا جا والسلام مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ اول بیں بود اعمٰے بود	ہر کہ آخر بیں چہ بامعنے بود
جو شروع پر نظر کرنے والا ہوتا ہے اندھا ہوتا ہے	جو انجام کار کو دیکھنے والا ہوتا ہے کس قدر معقول ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جو شخص کہ صرف اول بیں ہو وہ اندھا ہوتا ہے اور جو کہ آخر بیں ہو وہ کیسا بامعنے ہوتا ہے۔

ہر کہ اول بنگرد پایان کار	اندر آخر اونگردد شرمسار
جو شروع میں انجام کو دیکھ لیتا ہے	آخر میں وہ شرمندہ نہیں ہوتا ہے

یعنی جو شخص کہ اول ہی انجام کار کو دیکھ لے وہ آخر میں شرمسار نہیں ہوا کرتا۔

حکم چون بر عاقبت اندیشی است	بادشاہی بندۂ درویشی است
حکم چونکہ انجام بینی پر ہے	شاہی درویشی کی غلام ہے

یعنی حکم جب عاقبت اندیشی کا ہے تو بادشاہی غلام درویشی کی ہے مطلب یہ کہ دیکھو بادشاہی کا انجام کیا ہے مفلسی و درویشی کہ قبر میں جا کر کچھ بھی پاس نہ ہوگا اور اعتبار انجام کا ہے اور وہی اصل ہے اور یہ حالت ابتدائی تابع ہے تو بس بادشاہی درویشی کے تابع ہوئی اور غلام بھی آقا کا تابع ہوا کرتا ہے۔ لہذا بادشاہی درویشی کی غلام ہوئی آگے فرماتے ہیں کہ۔

عاقبت بینان بوند اہل رشاد	درنگر واللہ اعلم بالسداد
ہدایت یافتہ انجام کو دیکھنے والے ہوتے ہیں	خوب سمجھ لے خدا راستی کو خوب جانتا ہے

یعنی اہل رشاد ہی عاقبت بیں ہوتے ہیں تم اس میں غور کر لو۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ اہل اللہ و اہل رشاد ہی آخر بیں ہیں کہ ان کی نظر انجام پر ہے تب تو اس دنیا کو ترک کر کے عاقبت کو اختیار کیا ہے لہذا اچھا ہے کہ ہمیشہ انجام پر نظر کر کے جس کا انجام اچھا ہو اس کو اختیار کرو اور دوسرے کو ترک کرو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

این سخن پایان ندارد دراز گو	قصۂ آن مرد زاہد باز گو
اس بات کا اخیر نہیں ہے راز بتا	اس زاہد مرد کا قصہ پھر کہہ

یعنی یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی تم راز کو بیان کرو اور اس مرد زاہد کا قصہ پھر کہو۔

کن تمام اکنوں حدیث شیخ فرد	کاندران کہسار بودش خواب وخورد
اب یکتا شیخ کی بات پوری کر	جس کا رہن سہن اور کھانا پینا پہاڑ میں تھا

یعنی اب تم اس شیخ یکتا کی بات کو پورا کرو جس کی خواب وخور داسی پہاڑ میں تھی۔

شرح حبیبی

ایک فقیر پہاڑوں میں رہتے تھے۔ خلوت ہی ان کی بیوی تھی۔ اور وہی ان کی جلیس تھی۔ غرضکہ خلوت کے سوا کچھ نہ تھا۔ چونکہ حق سبحانہ ان کو اپنی آغوش رحمت میں لئے ہوئے تھے۔ اس لئے آدمیوں سے گھبراتے تھے۔ تم کو یہ امر بہت دشوار معلوم ہوگا لیکن حالات مختلف ہیں اور ہر ایک کے لئے ایک خاص حالت آسان ہے۔ مثلاً

www.besturdubooks.wordpress.com

تم کو اگر وطن میں رہنا آسان ہے تو کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کا گھر رہنے سے جی گھبراتا ہے ان کے لئے سفر آسان ہے نیز جس طرح تم سرداری پر عاشق ہو دوسرا آہنگری پر عاشق ہے۔ غرضکہ ہر ایک کو ایک خاص کام کے لئے بنایا گیا ہے اور اس کے لئے اسی کو آسان کر دیا گیا ہے اور اسی کی رغبت اس کے دل میں ڈال دی گئی ہے اور رغبت ہی کا سارا کھیل ہے۔ چنانچہ بدوں رغبت کے ہاتھ پاؤں کو حرکت ہی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ان کی مثال ایسی ہے جیسے خس وخاشاک اور رغبت کی مثال ایسی ہے جیسے پانی یا ہوا پس جس طرح خس وخاشاک کو بدوں پانی یا ہوا کے حرکت نہیں ہو سکتی۔ یوں ہی ہاتھ پاؤں کو بدوں رغبت کے جنبش نہیں ہوتی۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ رغبتیں مختلف ہیں۔ کبھی تقرب حق سبحانہ کی رغبت ہوتی ہے اور کبھی اشتغال بعالم ناسوت کی۔ اب اگر تم اپنے اندر تقرب حق کی رغبت پاؤ تو عین سعادت ہے۔ خوب دولت سعادت سے مالا مال ہو۔ اور اگر ناسوت اور شہوات کی طرف میلان ہو تو خوب روؤ اور رونے سے دم نہ لو۔ اور حق سبحانہ سے بگریہ وزاری تبدیل رغبت کی دعا کرو کیونکہ رونا تو ایسے شخص کے لئے ضرور ہے۔ خواہ دنیا میں رولے یا آخرت میں روئے عقلمندوں کا یہ کام ہے کہ پہلے ہی رو لیتے ہیں اور نادان لوگ آخر میں روئیں گے اور سر پیٹیں گے جبکہ تلافی کا وقت نہ رہے گا۔ پس ابتداء ہی میں انتہا پر نظر ڈال لو تا کہ آخرت میں پشیمانی نہ ہو اب ہم پیش بینی کا ایک قصہ سناتے ہیں ایک شخص ایک سنار کے پاس آیا اور یہ کہا کہ ذرا مجھے ترازو دیدے۔ میں سونا تولوں گا اس نے کہا جناب میرے پاس چھلنی نہیں ہے اس نے کہا میاں مذاق میں بات کو کیوں اڑاتے ہو۔ ترازو دیدو اس پر اس نے کہا کہ میری دوکان پر جھاڑو نہیں ہے اس نے کہا بس کر اور ان دل لگیوں کو رہنے دے میں ترازو مانگتا ہوں مجھے ترازو دیدے اور اپنے کو بہرہ نہ بنا اور ادھر ادھر مت اچھل۔ اس نے کہا کہ میں بہرا نہیں ہوں۔ میں نے آپ کی بات سن لی آپ مجھے لغو آدمی نہ خیال کریں۔ میں نے آپ کی بات تو سن لی اور سمجھ بھی لی۔ لیکن آپ بڈھے آدمی ہیں بدن میں آپ کے رعشہ ہے۔ ہاتھ آپ کے کانپتے ہیں جسم میں کمزوری ہے سونا برادہ شدہ ہے آپ کا ہاتھ کانپے گا اور وہ برادہ گر پڑے گا۔ پھر آپ کہیں گے کہ جناب ذرا جھاڑو دیدیجئے کہ میں مٹی میں سے اپنا سونا نکال لوں اس کے بعد آپ جھاڑ دو دیں گے اور مٹی کو جمع کریں گے۔ پھر کہیں گے کہ مجھے چھلنی کی ضرورت ہے ذرا چھلنی بھی دیدیجئے اور میری دوکان میں چھلنی ہے نہیں۔ لہٰذا میں نے آغاز ہی سے انجام کو دیکھ لیا آپ کہیں اور تشریف لے جائیے۔ والسلام۔

پس سمجھو کہ جو شخص صرف آغاز کو دیکھتا ہے وہ اندھا ہے اور جو آخر کو دیکھے۔ وہ نہایت خوبی کا آدمی ہے اور جو شخص ابتدا ہی میں انتہا کو دیکھ لے وہ انتہا میں شرمندہ نہ ہوگا۔ جبکہ محمودیت اور مذمومیت کا حکم عاقبت اندیشی پر مبنی ٹھہرا تو ثابت ہوا کہ بادشاہت درویشی کی لونڈی ہے کیونکہ بادشاہت میں آغاز بینی ہے اور درویشی میں انجام بینی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ انجام بین ہیں ان کی روش ٹھیک ہے۔ خوب سمجھ لو اور فی الواقع حق سبحانہ ہی صحت سے خوب واقف ہیں ہم کو جو کچھ معلوم تھا وہ بیان کر دیا خیر یہ گفتگو کبھی ختم ہی نہ ہوگی اب اصل راز بیان کرنا چاہئے اور پھر زاہد کا قصہ بیان کرنا چاہئے اور اس یکتائے زماں شیخ کا واقعہ بیان کرنا چاہئے جو کہساری میں سوتا تھا اور وہیں کھاتا تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

اس زاہد کوہی کے قصہ کا بقیہ جس نے کہ نذر کی تھی کہ پہاڑی میوہ درخت سے خود نہ توڑوں گا اور نہ کسی سے صراحۃً یا کنایۃً کہوں گا کہ توڑ دے بلکہ جسکو ہوا گرادے گی اسکو کھالیا کروں گا

اندراں کہ بود اشجار و ثمار	سیب و امرود و انار بے شمار
اس پہاڑ میں درخت اور پھل تھے	بے شمار سیبؔ اور امرود اور انار (تھے)

یعنی اس پہاڑ میں اشجار و ثمار بہت تھے۔ سیب اور امرود اور انار بے شمار تھے۔

قوت آں درویش بود آن میوہا	غیر آن چیزے نخوردے دائما
اس درویش کی خوراک وہ پھل تھے	ان کے علاوہ وہ کبھی کوئی چیز نہ کھاتا

یعنی اس درویش کی غذا وہ میوے ہی تھے اور وہ ہمیشہ سوا اس چیز کے اور کچھ نہ کھاتا تھا۔

گفت آن درویش یارب با تو من	عہد کردم زیں نچینم در زمن
اس درویش نے کہا' اے اللہ! میں نے تجھ سے	عہد کیا ہے کہ میں کسی وقت بھی پھل نہ توڑوں گا

یعنی اس درویش نے کہا کہ اے اللہ میں تیرے ساتھ عہد کرتا ہوں کہ اس میں سے کبھی توڑوں گا نہیں۔

خد نچینم میوہ در کل حین	نیز غیرے را نگویم کہ بچیں
میں کسی وقت (بھی) خود پھل نہ توڑوں گا	دوسرے سے بھی نہ کہوں گا کہ تو توڑ دے

یعنی میں نہ تو کبھی خود میوہ توڑوں گا نیز کسی غیر سے بھی نہ کہوں گا کہ توڑ دے۔

جز ازان میوہ کہ باد اندازدش	من نچینم از درخت منعشش
اس پھل کے علاوہ جس کو ہوا گرا دے	میں کھڑے درخت سے نہ توڑوں گا

یعنی سوائے اس میوہ کے کہ ہوا اس کو ڈال دے نہ وہ میوہ کی شاخ اس کو بلند کرے یعنی اس نے نذر کی تھی کہ جو میوہ شاخ پر لگا ہوگا اس کو تو توڑوں گا نہیں اور جس کو ہوا گرا دے گی اس کو کھالیا کروں گا۔

مدتے بر نذر خود بودش وفا	تا در آمد امتحانات قضا
ایک زمانہ تک وہ اپنے عہد کا پابند تھا	یہاں تک کہ قضا خداوندی سے آزمائشیں آ گئیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ایک مدت تک اس کو اپنی نذر پر وفا رہی یہاں تک کہ قضا کے امتحانات آئے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

زیں سبب فرمود استثنا کنید	گر خدا خواہد بہ پیمان بر زنید
اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ استثنا کر لو	"اگر خدا نے چاہا" عہد میں لگا لو

یعنی اسی سبب سے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ استثنا (اس طرح) کر لیا کرو کہ اگر خدا چاہے گا تو تم عہد کو پہنچ جاؤ گے قرآن شریف میں ارشاد ہے کہ لاتقولن لشئی انی فاعل ذلک غداً الا ان یشاء اللہ تو چونکہ اس درویش نے اپنے عہد کے ساتھ ان شاء اللہ نہ کہا تھا آخر ٹوٹ گیا اور مصرعہ ثانی میں گر خدا خواہد۔ ترجمہ ہے ان شاء اللہ کا۔ اور ارشاد حق ہے کہ

زانکہ حکم کار در دست من است	اختیار جملگان پست من است
کیونکہ معاملہ کا فیصلہ میرے ہاتھ میں ہے	سب کا اختیار میرے ماتحت ہے

یعنی اس لئے کہ تمام کام میرے ہاتھ میں ہے اور سب کا اختیار میرے تابع ہے۔

ہر زمان دل را دگر میلے وہم	ہر نفس بر دل دگر داغے نہم
میں ہر وقت دل میں ایک دوسری خواہش پیدا کر دیتا ہوں	ہر سانس میں دل پر ایک دوسرا داغ لگا دیتا ہوں

یعنی ہر وقت دل کو ایک نئی رغبت دیتا ہوں اور ہر گھڑی دل پر ایک نیا داغ رکھتا ہوں۔

کل اصباح لنا شان جدید	کل شی عن مرادی لایحید
ہر صبح کو ہماری نئی شان ہے	کوئی چیز میرے ارادہ سے انحراف نہیں کرتی ہے

یعنی ہر صبح کو ہماری ایک نئی شان ہے اور ہر کوئی شے ہماری مراد سے تجاوز نہیں کر سکتی قرآن شریف میں ہے کہ کل یوم ھو فی شان اور ارشاد ہے کہ وھو علیٰ کل شئی قدیر تو بس جب یہ بات ہے تو ہمیشہ مدد حق تعالیٰ سے مانگنی چاہئے اور حق تعالیٰ ہی کو واسطہ ڈالنا چاہئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

در حدیث آمد کہ دل ہمچون پریست	در بیابانے اسیر صرصریست
حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ دل پر کی طرح ہے	(جو) میدان میں آندھی کا پابند ہے

یعنی حدیث میں ہے کہ دل مانند ایک پر کے ہے جو کہ بیابان میں ایک آندھی کا اسیر ہے۔

باد پر را ہر طرف راند گزاف	گہ چپ و گہ راست باصد اختلاف
ہوا پر کو خواہ مخواہ ہر طرف لے جاتی ہے	سینکڑوں مختلف طریقوں سے کبھی بائیں کبھی دائیں

یعنی ہوا پر کو ہر طرف بے ترتیب ڈال رہی ہے کبھی بائیں کبھی دائیں سو اختلاف کے ساتھ۔ مطلب یہ کہ حدیث میں ہے کہ قلب کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک پر میدان میں پڑا ہو اور تند ہوائیں آ کر بقلبھا ظھراً لبطن و بطناً لظھر اس کو الٹا سیدھا کرتی ہوں تو جس طرح کہ یہ پر ہواؤں کے تابع ہے تو اسی طرح بلکہ اس

www.besturdubooks.wordpress.com

سے بھی زیادہ قلب حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ یقلبھا کیف یشاء لہذا چاہئے کہ ہمیشہ حق تعالیٰ ہی سے مدد مانگتا رہے اور کہتا رہے کہ یامقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک آگے فرماتے ہیں کہ

در حدیث دیگر ایں دل داں چناں	کاب جوشان ز آتش اندر قازغان
دوسری حدیث (میں ہے) اس دل کو ایسا سمجھ	جیسا کہ دیگ میں جوش مارتا ہوا پانی

یعنی دوسری حدیث میں ہے کہ اس دل کو ایسا جانو کہ جیسے کہ پانی آگ کی وجہ سے ہانڈی میں جوش مارتا ہو اس حدیث کو احیاء العلوم میں امام غزالی نے بالفاظ ذیل نقل کیا ہے۔ مثل القلب فی تقلبہ کالقدر اذا استجمعت غلیانا

ہر زمان دل را دگر رائے بود	آن نہ از وے لیک از جائے بود
ہر لحظہ دل کی ایک دوسری رائے ہوتی ہے	وہ اس کی جانب سے نہیں بلکہ دوسری جگہ سے ہوتی ہے

یعنی ہر وقت دل کی ایک نئی حالت ہوتی ہے اور وہ اس کی طرف سے نہیں بلکہ کسی اور جگہ سے ہوتی ہے۔

پس چرا ایمن شوی بر رائے دل	عہد بندی تا شوی آخر خجل
تو ' تو دل کی رائے پر کیوں مطمئن ہوتا ہے	تو عہد کر لیتا ہے تاکہ آخر میں شرمندہ ہو

یعنی بس دل کی رائے پر کس لئے بے خوف ہو جاتے ہو اور عہد باندھ لیتے ہو یہاں تک کہ شرمندہ ہوتے ہو۔ یہ فرما کر آگے فرماتے ہیں کہ۔

ایں ہم از تاثیر حکم است وقدر	چاہ می بینی و نتوانے حذر
یہ بھی (اللہ کے) حکم اور تقدیر کی تاثیر کی وجہ سے ہے	تو کنواں دیکھتا ہے اور بچ نہیں سکتا ہے

یعنی یہ بھی حکم قدر ہی کا اثر ہے کہ کنواں دیکھتے ہو اور بچ نہیں سکتے۔ تو جب یہ بات ہے تو پھر قضا سے بچ کر قضا ہی کی طرف جاوے اور اسی سے چارہ جوئی اور مدد چاہے۔

نیست خود از مرغ پران این عجب	کو نہ بیند دام و افتد در عطب
کیا اڑنے والے پرند سے یہ تعجب کی بات نہیں ہے؟	کہ وہ جال نہیں دیکھ پاتا اور ہلاکت میں گرتا ہے

یعنی اڑنے والے جانور سے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ جال نہ دیکھے اور مصیبت میں پڑ جائے (مگر)

این عجب کہ دام بیند ہم وتد	گر بخواہد ور نخواہد مے فتد
یہ تعجب ہے کہ وہ جال اور کھونٹی دیکھتا ہے	خواہ چاہے یا نہ چاہے پھنس جاتا ہے

یعنی عجیب بات تو یہ ہے کہ جال دیکھتا ہے اور کھونٹا بھی دیکھتا ہے اور اگر چاہے یا نہ چاہے گر پڑتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو جو جانور کہ ہوا میں اڑ رہا ہے اس نے جو جال نہیں دیکھا تو اگر وہ آ کر پھنس جاوے تو کوئی تعجب نہیں ہے لیکن

www.besturdubooks.wordpress.com

تعجب تو یہ ہے کہ ایک جانور سامنے بیٹھا ہے اور دیکھ رہا ہے کہ اس کے لئے جال بچھایا جا رہا ہے مگر پھر بھی پھنس جاتا ہے۔

چشم باز و گوش باز و دام پیش	سوئے دامے مے پرد با پر خویش
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور کان کھلے ہوئے ہیں اور سامنے جال ہے	اپنے ہی بازوؤں سے جال کی جانب پرواز کرتا ہے

یعنی آنکھ کھلی ہوئی کان کھلے ہوئے اور جال سامنے اور جال کی طرف اپنے ہی پروں سے اڑتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ کوئی اور شے ہے جو اس کو اس طرف لے جا رہی ہے ورنہ اگر اس کو من کل الوجوہ اپنا اختیار ہوتا تو یقیناً جان بوجھ کر ہلاکت میں نہ پھنستا۔ آگے مولانا اس کو خود ایک مثال میں بیان فرماتے ہیں کہ۔

قضا کو جال سے تشبیہ دینا کہ صورت تو شیدہ ہے اور اثر ظاہر ہے

بنگر اندر دلق مہتر زادۂ	سر برہنہ در بلا افتادۂ
ایک امیر زادہ کو گدڑی کے اندر دیکھ	ننگے سر ہے مصیبت میں پڑا ہے

یعنی ایک امیر زادہ کی گدڑی کو دیکھو کہ وہ سر برہنہ ہے اور بلا میں پڑا ہوا ہے۔

در ہوائے یک نگارے سوختہ	اقمشہ و املاک خود بفروختہ
وہ ایک معشوق کے عشق میں تباہ ہے	اپنا سامان اور جائیداد بیچ چکا ہے

یعنی ایک معشوق کے عشق میں جلا ہوا ہے متاع اور املاک اپنے بیچے ہوئے ہے۔

خوار گشتہ درمیان قوم خویش	مرہمش نایاب و دل ریش از مریش
اپنی قوم میں ذلیل ہو گیا ہے	اور دل اس کے انکار سے زخمی اور اس کا مرہم نایاب ہے

یعنی اپنی قوم میں ذلیل ہوا اور اس کا مرہم نایاب ہے اور اس کا دل اس کے عشق سے زخمی ہے۔

خان و مان رفتہ شدہ بدنام و خوار	کام دشمن میرود ادبار وار
گھر بار جا چکا ہے وہ بدنام اور ذلیل ہو گیا ہے	منحوس دشمن کے مقصود کے مطابق چلن اختیار کئے ہوئے ہے

یعنی خان و مان برباد شدہ اور بدنام و ذلیل اور دشمن کا مقصد ادبار کی طرح چلتا ہے۔ دشمن سے مراد نفس و شیطان یعنی سب گھر بار برباد کئے ہوئے ہے۔ اور نفس و شیطان کا قابو چلا ہوا ہے۔

زاہدے بیند بگوید اے کیا	ہمتے میدار از بہر خدا
کسی بزرگ کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے اے بزرگ!	خدا کے لئے توجہ دیجئے

یعنی کسی زاہد کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ اے بزرگ خدا کے لئے دعا کیجئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کاندرین ادبار زشت افتادہ ام	مال و زر و نعمت از کف دادہ ام
کہ میں اس بری نحوست میں پھنسا ہوں	مال و زر اور نعمت ہاتھ سے دے چکا ہوں

یعنی کہ میں اس ادبار زشت میں پھنس گیا ہوں اور مال وزر اور نعمت ہاتھ سے برباد کردی ہے۔

ہمتے تا بو کہ من زیں وارہم	زین گل تیرہ بود کہ برجہم
توجہ دیجئے شاید میں اس سے نجات پا جاؤں	ہو سکتا ہے کہ میں اس کالی کیچڑ سے نکل جاؤں

یعنی ایک دعا کیجئے تا کہ شاید کہ میں اس سے چھوٹ جاؤں اور اس تیرہ و تاریک کیچڑ سے نکل جاؤں۔

ایں دعا میخواہد او از عام و خاص	تا کہ یابد یکدمے از غم خلاص
وہ ہر خاص و عام سے یہ دعاء چاہتا ہے	تا کہ تھوڑی دیر کے لئے غم سے نجات حاصل کر لے

یعنی وہ یہ دعا ہر عام وخاص سے چاہتا ہے تا کہ ایک دم کے لئے غم سے خلاصی پائے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

دست و بازو پائے بازو بند نے	نے موکل برسرش نے آہنے
ہاتھ کھلے ہوئے اور پاؤں کھلے ہوئے اور کوئی قید نہیں ہے	نہ اس کے سر پر کوئی سپاہی ہے نہ بیڑی

یعنی ہاتھ کھلے ہوئے پاؤں کھلے ہوئے کوئی قید نہیں ہے نہ تو اس کے سر پر کوئی سپاہی ہے اور نہ کوئی بیڑی وغیرہ ہے۔

از کدامیں بند میجوئے خلاص	وز کدامیں قید میخواہی مناص
تو کس بیڑی سے خلاصی کا جویاں ہے؟	اور تو کونسی قید سے چھٹکارا چاہتا ہے؟

یعنی کون سے بند سے خلاصی ڈھونڈتا ہے اور کون سی قید سے خلاصی چاہتا ہے مطلب یہ کہ یہ جو سب سے کہتا پھرتا ہے کہ دعا کرو کہ میں قید سے چھوٹ جاؤں تو ظاہر میں اس پر کوئی قید ہی نہیں پھر کیوں کہتا پھرتا ہے کہ دعا کرو کہ میں قید سے نکل جاؤں۔ یہ سوال کر کے مولانا خود ہی جواب دیتے ہیں کہ۔

بند تقدیر قضائے مخفیے	کہ نہ بیند آن بجز جان صفے
تقدیر کی بیڑی اور پوشیدہ تقدیر	جس کو برگزیدہ ہستی کے علاوہ کوئی نہیں دیکھ سکتا

یعنی یہ قید تقدیر قضائے پوشیدہ کی ہے کہ اس کو بجز برگزیدۂ حق کے اور کوئی دیکھتا بھی نہیں ہے۔

گرچہ پیدا نیست آن در مکمن است	بدتر از زندان و بند آہن است
اگرچہ وہ ظاہر نہیں ہے پوشیدہ ہے	(لیکن) قید خانہ اور بیڑی سے بڑھ کر ہے

یعنی اگرچہ یہ قید ظاہر نہیں ہے اور پوشیدگی میں ہے مگر زندان اور قید آہنی (ظاہری) سے سخت ہے آگے اس کا اس ظاہری قید سے سخت ہونا بتاتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکہ آہنگر مرآن را بشکند	حفرہ گر ہم خشت زندان برکند
کیونکہ لوہار اس کو توڑ دیتا ہے	کو نقب لگانے والا قید خانہ کی اینٹ اکھاڑ دیتا ہے

یعنی اس لئے کہ اس (قید ظاہری) کو تو لوہار توڑ دیتا ہے یا نقب زن زندان کی اینٹ اکھاڑ دیتا ہے۔

این عجب ایں بند پنہان گراں	عاجز از تکسیر آن آہنگران
تعجب ہے یہ پوشیدہ بھاری بیڑی	اس کے توڑنے سے لوہار عاجز ہیں

یعنی یہ عجب ہے کہ یہ قید پوشیدہ اور گراں ہے کہ اس کے توڑنے سے لوہار بھی عاجز ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہ قید اس قید ظاہری سے سخت تر ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

دیدن آن بند احمدؐ را رسد	برگلوئے بستہ حبل من مسد
اس پھندے کو دیکھنے کا احمدؐ کو حق ہے	جو مونج کی رسی گلے میں بندھی ہوئی ہے

یعنی اس قید کو دیکھنا احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتا ہے کہ گلو پر ایک رسی لیف خرما سے بندھی ہوئی۔

دید بر پشت عیال بو لہب	تنگ ہیزم گفت حمال الحطب
انہوں نے ابو لہب کی بیوی کی کمر پر دیکھا	ایندھن کا گٹھر فرمایا ایندھن اٹھانے والی ہے

یعنی ابولہب کے گھر والوں کی پشت پر ایک لکڑیوں کا گٹھا دیکھا تو کہا کہ حمال الحطب۔

حبل وہیزم را جز آن چشمے نہ دید	کہ پدید آید برو ہر ناپدید
رسی اور گٹھر کو اس آنکھ کے سوا کسی نے نہ دیکھا	جس کے لئے ہر پوشیدہ چیز ظاہر ہو جاتی ہے

یعنی رسی اور لکڑیوں کو سوائے اس آنکھ کے کسی نے نہیں دیکھا جس پر کہ ہر ظاہر اور غیر ظاہر ہوتا ہے۔

باقیانش جملہ تاویلے کنند	کاین ز بیہوشی ست وایشان ہوشمند
ان کے سوا سب تاویل کرتے ہیں	کیونکہ یہ (دید) بیہوشی میں ہوتی ہے اور وہ ہوشمند ہیں

یعنی باقی لوگ اس کی تاویل کرتے ہیں اس لئے کہ یہ تاویل تو بے خبری کی وجہ سے ہے اور وہ خبردار ہیں۔

احمدؐ سے مراد اہل اللہ ان اوپر کے چاروں شعروں کا مطلب یہ ہے کہ اس قضا کے دیکھنے کے لئے اہل اللہ کی چشم چاہئے جو کہ نائب رسول ہوں اور دیکھو کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولہب کی بیوی کی کمر پر لکڑیاں لدی ہوئی دیکھیں اور رسی لٹکتی ہوئی دیکھی تو فرمادیا کہ حمالۃ الحطب تو دیکھو اس گذشتہ واقعہ کو آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور دوسرے لوگ تو اس کی تاویل کرتے ہیں مگر مولانا فرماتے ہیں کہ تاویل کی ضرورت ہی نہیں اس لئے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس میں کیا حرج ہے کہ کہا جاوے کہ وہ قضا صورت میں متمثل ہوگئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو خود ری اور لکڑیاں نظر آئیں تو بس قضا کے دیکھنے کے لئے چشم بصیرت کی ضرورت ہے ورنہ اور لوگوں کو کیا خبر آگے پھر اس مثال کی طرف رجوع ہے کہ دیکھو ظاہر میں اس پر کوئی قید معلوم نہیں ہوتی۔

لیک از تاثیر آن پشتش دو تو	کشتہ و نالان شدہ در پیش او
لیکن اس کی تاثیر سے اس کی کمر دوہری	ہو رہی ہے اور وہ اس کے سامنے رو رہا ہے

یعنی لیکن اس کی تاثیر کی وجہ سے اس کی پشت دوہری ہو رہی ہے اور اس زاہد کے آگے رو رہا ہے (اور کہہ رہا ہے)

کہ دعائے ہمتے تا وارہم	تا ازین بند نہان بیرون جہم
کہ دعا توجہ تاکہ میں چھوٹ جاؤں	تاکہ اس پوشیدہ بڑی سے میں باہر نکل آؤں

یعنی کوئی دعا اور مدد کیجئے تاکہ میں چھوٹ جاؤں اور تاکہ اس قید پوشیدہ سے باہر نکل جاؤں تو بس معلوم ہو گیا کہ بند قضا کوئی شے ہے کہ جو اس قید ظاہری کے علاوہ ہے اور مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ بیند این علامتہا پدید	چون نداند او شقی را از سعید
جو ان علامتوں کو کھلا دیکھتا ہے	وہ بدبخت اور نیک بخت کو کیوں نہ دیکھ لے گا؟

یعنی جو شخص کہ ان علامتوں کو دیکھ رہا ہے وہ شقی کو سعید سے کس طرح ممتاز کر کے نہ دیکھے گا مطلب یہ کہ جو شخص کہ ایسی پوشیدہ بات کو دیکھ لیتا ہے تو بھلا وہ یہ تو کیوں معلوم نہ کر لے گا کہ فلاں شخص اچھا ہے فلاں برا ہے۔ یقیناً معلوم کر لیتا ہے مگر۔

داند و پوشد بامر ذوالجلال	کہ نباشد کشف راز حق حلال
وہ جانتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے چھپاتا ہے	کیونکہ اللہ (تعالیٰ) کے راز کھولنا جائز نہیں ہے

یعنی جانتا ہے اور حکم حق کی وجہ سے پوشیدہ رکھتا ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ کے راز کو ظاہر کرنا حلال نہیں ہے۔ یعنی بعض مرتبہ بعض بات کا اظہار مضر ہوتا ہے لہذا وہ اس قضا کو کہ یہ شخص برا ہے اور یہ اچھا ہے ظاہر نہیں کرتے ورنہ وہ سب جانتے ہیں اور قضا ان کو آنکھوں سے نظر آجاتی ہے آگے اس فقیر کے قصہ کو اور امتحان حق کو بیان فرماتے ہیں۔

این سخن پایاں ندارد آن فقیر	از مجاعت شد زبون و تن اسیر
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے وہ درویش	بھوک سے کمزور ہو گیا اور جسم قیدی (تھا)

یعنی اس بات کی انتہا نہیں ہے اور وہ فقیر بھوک کی وجہ سے ضعیف اور تن اسیر ہو گیا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اس نذر کرنے والے فقیر کا درخت امرود سے پھل توڑنے پر مضطر ہونا اور اسی وقت حق تعالیٰ کی طرف سے اسکی گوشمالی ہونا

پنج روز آن باد امرودے نریخت	ز آتشِ جوعش صبوری میگریخت
ہوا نے پانچ دن تک کوئی امرود نہ گرایا	اس کی بھوک کی آگ سے صبر بھاگتا تھا

یعنی پانچ روز تک ہوا نے کوئی امرود نہ گرایا۔ تو اس درویش کی آتش جوع سے صبر بھاگتا تھا۔ یعنی اس کو مارے بھوک کے صبر کی تاب نہ رہی۔

بر سر شاخے مرودے چند دید	باز صبرے کرد و خود را در کشید
اس نے ایک شاخ پر کئی امرود دیکھے	پھر صبر کیا اور اپنے آپ کو روکا

یعنی ایک شاخ پر چند امرود دیکھے تو پھر صبر کیا اور اپنے کو ہٹا لیا یعنی جب بھی احتیاط کی۔ اور نفس کو سمجھا لیا کہ اوپر لگ رہے ہیں کون توڑے مگر وہاں تو منظور امتحان تھا جب اس نے اس طرح پرہیز کیا تو یہ ہوا کہ۔

باد آمد شاخ را سر زیر کرد	طبع را بر خوردن آن چیر کرد
ہوا چلی شاخ کو نیچے جھکا دیا	طبیعت کو اس کے کھانے پر غالب کر دیا

یعنی ہوا آئی اور شاخ کے سر کو نیچے کر دیا اور طبیعت کو اس کے کھانے پر غالب کر دیا۔

جوع و ضعف و قوت جذب قضا	کرد زاہد را ز نذرش بیوفا
بھوک اور کمزوری اور قضا کی کشش کی طاقت نے	زاہد کو عہد سے بے وفا بنا دیا

یعنی بھوک نے اور ضعف نے اور جذب قضا کی قوت نے زاہد کو اس کی نذر سے بے وفا کر دیا۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اس پہاڑ میں درخت اور پھل امرود انار سیب بکثرت تھے اور اس فقیر کی غذا وہی میوے تھے ان کے علاوہ اور کوئی چیز نہ کھاتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے حق سبحانہ سے کہا کہ اے اللہ میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ میں کبھی میوہ نہ توڑوں گا۔ یعنی نہ خود توڑوں اور نہ کسی سے کہوں گا کہ توڑ دے میں زندہ درخت سے میوہ نہ چنوں گا بجز ان میوؤں کے جو ہوا سے گر جائیں ایک زمانہ تک اپنے عہد کو پورا کرتے رہے۔ آخر امتحانات خداوندی شروع ہوئے چونکہ دعوے پر امتحان ضروری ہے اور امتحان میں کامیابی نہایت کٹھن اور لوہے کے چنے ہیں اسی لئے حق سبحانہ نے باقتضائے رحمت ہم کو تعلیم فرمایا ہے کہ تم استثنا کر لیا کرو۔ یعنی ہر عہد کے ساتھ ان شاء

www.besturdubooks.wordpress.com

اللہ تعالیٰ کہہ لیا کرو کیونکہ حکومت میرے قبضہ میں ہے اور سب کے اختیارات میرے اختیار کے تحت میں ہیں۔ لہٰذا ابدوں میری مشیت کے کوئی کچھ نہیں کر سکتا میں ہر وقت دل میں مختلف قسم کے میلان پیدا کرتا ہوں اور ہر وقت دل پر ایک نیا داغ رکھتا ہوں یعنی ایک ایسی خواہش پیدا کرتا ہوں جس کے حاصل نہ ہونے سے اسے رنج ہو (یا یوں کہو کہ اسی مطلق رغبت پیدا کرنے کو داغ دینے سے تعبیر کیا۔ کیونکہ جس طرح داغ دینا ایک خاص اثر پیدا کرتا ہے یوں ہی رغبت پیدا کرنا بھی ایک تاثیر خاص ہے) غرض ہر وقت ہمارے لئے ایک نیا کام ہے اور کوئی شے میرے ارادہ سے مختلف نہیں ہوسکتی۔ بلکہ جو میں چاہتا ہوں فوراً ہوجاتی ہے۔ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون حدیث میں آیا ہے کہ دل کی مثال ایسی ہے جیسے ایک پر ہوا ور ایک میدان کے اندر آندھی کے قبضہ میں ہو کہ جس طرف وہ چاہتی ہے اس کو پلٹے دیتی ہے کبھی دائیں جانب پلٹتی ہے کبھی بائیں طرف اور اسی قسم کے اور سینکڑوں پلٹے دیتی ہے نیز دوسری حدیث میں آیا ہے (واللہ اعلم بالصحۃ) کہ دل کو ایسا سمجھو جیسے ایک دیگچہ ہو جس میں پانی جوش مار رہا ہو کہ اس کے اندر بھی یوں ہی خیالات کا جوش ہوتا ہے اور ہر وقت اس کی جداگانہ رائے ہوتی ہے لیکن یہ یاد رکھو کہ یہ خود دل کا تصرف نہیں ہے بلکہ کوئی اور ذات ہے جو یہ گوناگوں خیالات پیدا کر رہی ہے جب تقلب و تغیر احوال کی یہ حالت ہے تو کون سی وجہ ہے کہ دل کے ایک خیال کی بناء پر آدمی مطمئن ہو جاوے اور سمجھ لے کہ بس یہی ہوگا اور یہ خیال کر کے حق سبحانہ سے عہد کرلے کہ میں یوں ہی کروں گا۔ اس کے خلاف نہ کروں گا اور آخر میں اس کے پورا نہ ہوسکنے کے سبب ندامت اٹھائے۔ اب مولانا پر غلبہ توحید سے سکر کی حالت طاری ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ عہد کرنا بھی بحکم قضا وقدر ہی ہے اس میں بھی آدمی پورے طور پر مختار نہیں اور اس کو اختیار کامل حاصل نہیں کہ وہ عہد نہ کرے۔ اس لئے کہ ایسا ہوتا ہے کہ مضرت آدمی کے سامنے کھڑی ہوتی ہے اور وہ اس سے بچ نہیں سکتا۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ پرندہ جال نہ دیکھے اور ہلاکت میں پڑ جائے بلکہ حیرت انگیز یہ بات ہے کہ کھونٹوں سمیت جال دیکھ رہا ہے اور پھر خواہ مخواہ اور بالاضطرار اس میں پھنس جاتا ہے آنکھیں بھی کھلی ہوئی ہیں کان بھی کھلے ہوئے ہیں جال بھی نظر آرہا ہے۔ اس پر بھی وہ خود اپنے پروں سے اڑ کر اس میں آ پھنستا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حیوانات اپنے اوپر پورا اختیار نہیں رکھتے۔ اب انسان کی حالت سنو ایک رئیس زادہ ہے کہ گدڑی پہنے ہوئے ہے ننگے سر ہے مصیبت میں مبتلا ہے کسی چڑیل کی محبت میں جل رہا ہے جائیداد اور گھر کا سامان سب بک چکا ہے اپنے لوگوں میں نظر حقارت سے دیکھا جاتا ہے اور ننگ خاندان سمجھا جاتا ہے مطلوب کی یہ حالت ہے کہ اس کے حصول کی کوئی صورت نہیں معشوق کے ظلم وستم نے دل وجگر چھلنی کر رکھے ہیں۔ گھر بار سب تباہ ہو چکا ہے بدنامی وذلت انتہا کو پہنچ گئی ہے ادھر اس کی محرومی و بدبختی مستمر ہے ادھر رقیب کا کام نکل رہا ہے۔ غرضکہ وہ ان مصائب میں مبتلا ہے اور یہ بھی نہیں کہ اس کو اس کا احساس نہ ہو نہیں وہ ان کا احساس بھی رکھتا ہے اور جب کسی متقی کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ حضور خدا کے لئے میرے واسطے دعا فرمایئے کہ میں اس مصیبت میں پھنس گیا ہوں مال و دولت نعمت سب کھو چکا ہوں۔ اب توجہ فرمائیں کہ میں اس مصیبت سے نجات پاؤں۔ ممکن ہے کہ آپ کی دعا

www.besturdubooks.wordpress.com

اور توجہ سے مجھے نجات مل جائے۔ غرض وہ ہر ایک سے یہی التجا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ۔

پھنسی ہوئی ہے یہ گردن بتوں کے پھندوں میں چھڑا دے کوئی ہوا ایسا خدا کے بندوں میں

یہ تو واقعہ ہے جو بکثرت ہوتا ہے اور جس کا انکار ناممکن ہے حالانکہ اس کے ہاتھ بھی کھلے ہوئے ہیں پاؤں بھی کھلے ہوئے ہیں اس کو کسی نے محبوس بھی نہیں کر رکھا ہے کوئی پہرہ بھی اس پر قائم نہیں ہے۔ اس کے گلے پر تلوار بھی رکھی ہوئی نہیں۔ اب اس سے کوئی پوچھے کہ میاں تم کس پھندے سے نکلنا چاہتے ہو اور کون سی بیڑی سے چھوٹنا چاہتے ہو۔ سمجھو کہ یہ وہی تقدیر و قضاء الٰہی کا مستور پھندا ہے جو لوگوں کو دکھلائی نہیں دیتا ہے بلکہ اس کو نفوس مقدسہ اہل اللہ ہی دیکھتے ہیں۔ اگر چہ وہ ظاہر نہیں ہے بلکہ مستور ہے لیکن اس کی گرفت جیلخانہ اور بیڑی سے بھی زیادہ سخت ہے کیونکہ لوہار بیڑی کو کاٹ سکتا ہے اور کھودنے والا جیلخانہ کی اینٹیں اکھیڑ سکتا ہے لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ اس مخفی بیڑی اور مستور جیلخانہ کو نہ کوئی لوہار کاٹ سکتا ہے نہ کوئی کھودنے والا کھود سکتا ہے وہ پھندا احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے شخص کو دکھلائی دے سکتا ہے اور وہی زوجۂ ابولہب کے گلے میں مونج کی رسی بندھی ہوئی دیکھ سکتے ہیں۔ جنہوں نے ابولہب کی بیوی کی پشت پر ایندھن کا گٹھا لدا ہوا دیکھ کر اسے حمالۃ الحطب کہا تھا۔ اس رسی اور ایندھن کے گٹھے کو وہی آنکھ دیکھ سکتی ہے جو اکثر غیر محسوسات کو دیکھنے کی عادی ہو۔ دوسرے لوگ جن کی آنکھ ایسی نہیں وہ چونکہ اس کو دیکھتے نہیں اس لئے مجبوراً تاویل کرتے ہیں اور نہ دیکھنا ان کا بے موقع بھی نہیں۔ کیونکہ مشاہدہ غیر محسوسات تو ہوش ظاہری کو خیر باد کہنے سے ہو سکتا ہے اور وہ ایسے ہیں نہیں۔ بلکہ وہ ہوش والے ہیں۔ پھر مشاہدہ کیونکر ہو وہاں تو وہ پھندا اپنی ذات کے لحاظ سے ضرور غیر محسوس ہے۔ لیکن اپنے اثر کے اعتبار سے محسوس ہے کہ اس کی تکلیف کے سبب وہ اہل اللہ کے سامنے جھکتا اور ان کے سامنے روتا پیٹتا ہے اور کہتا ہے کہ خدا کے لئے مجھے اس بلا سے چھڑاؤ اور کوئی دعا یا توجہ ایسی کرو کہ میں نجات پا جاؤں اور اس مخفی پھندے سے چھوٹ جاؤں اس مقام پر ضمناً ایک اور ضروری امر پر بھی تنبیہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تقدیر کے پھندے کو دیکھ لینا ثابت ہے اور آپ کے طفیل اور آپ کے اتباع کی برکت سے اہل اللہ کو بھی یہ شرف حاصل ہو جاتا ہے جب یہ امر محقق ہے تو جو لوگ ان اشیاء کو جن کو لوگ علامات سے جانتے ہیں بعض اوقات عیاناً مشاہدہ کرتے ہیں وہ شقی اور سعید میں کیوں نہیں امتیاز کر سکتے نہیں نہیں بلکہ بعض اوقات ان کو اس کا بھی احساس و ادراک ہوتا ہے لیکن وہ جو ظاہر نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو اظہار کا حکم نہیں ہوتا اور وجہ اخفا یہ ہوتی ہے کہ وہ راز حق سبحانہ کے ظاہر کرنے کو جائز نہیں جانتے۔ خیر یہ گفتگو تو بہت طویل ہے۔ اب سنو کہ وہ فقیر بھوک سے بہت مضمحل ہو گیا اور حرکت کرنا بھی اس کے لئے دشوار ہو گیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ پانچ دن تک ہوا سے کوئی امرود بھی نہ گرا اور خود توڑ نہ سکے اس لئے بھوکا رہنا پڑا۔ اور بھوک کی آگ اس قدر شعلہ زن ہوئی کہ ان سے صبر نہ ہو سکتا تھا۔ اتفاقاً انہوں نے ایک شاخ کے اوپر چند امرود لگے ہوئے دیکھے خیر یہاں تک صبر کیا اور توڑنے سے

www.besturdubooks.wordpress.com

اجتناب کیا اس کے بعد یہ ہوا کہ ہوا کا ایک جھونکا آیا اور اس نے شاخ کو نیچے جھکا دیا۔ اور اس طرح ان کی طبیعت کو اس کے کھانے پر پوری طور پر مائل کر دیا۔ ان کو بھوک لگی ہوئی تھی جسم میں بے حد ناتوانی تھی۔ اعضاء کو جذب غذا کی شدید ضرورت تھی ان سب باتوں نے مل کر فقیر کا عہد تڑوا ہی دیا۔

شرح شبیری

چونکہ از امرود بن میوہ شکست	گشت اندر نذر و عہد خویش سست
جب امرود کے درخت سے پھل توڑا	اپنی منت اور عہد میں کمزور پڑ گیا

یعنی جبکہ امرود کے درخت سے میوہ توڑ لیا تو اپنی نذر اور عہد میں سست ہو گیا۔

ہم در اندم گوشمال حق رسید	چشم او بکشاد و گوش او کشید
فوراً اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے گوشمالی ہوئی	جس نے اس کی آنکھیں کھول دیں اور کان کھینچے

یعنی اسی وقت حق تعالیٰ کی طرف سے گوشمالی پہنچی جس نے کہ اس کی آنکھیں کھول دیں اور اس کا کان کھینچ دیا۔ گوشمالی کا ذکر آگے آوے گا۔ یعنی جیسے ہی اس نے امرود توڑ کر کھایا ویسے ہی حق تعالیٰ کی طرف سے سزا مسلط ہوئی جس کا ذکر آگے آوے گا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

مخلصان باشند دائم در خطر	امتحانہا ہست در رہ اے پسر
مخلصین ہمیشہ خطرے میں ہوتے ہیں	اے صاحبزادے! راہ میں ان کے بہت امتحان ہیں

یعنی مقربین ہمیشہ خطرہ میں رہتے ہیں اور اے صاحبزادے راہ (حق) میں بہت سے امتحانات ہیں۔

عہد را باید وفا اے جان من	تانمانی شرمسار و ممتحن
اے جان من! عہد کو پورا کرنا چاہیے	تاکہ تو شرمندہ اور مصیبت میں مبتلا نہ ہو

یعنی اے میری جان عہد کو وفا کرنا چاہیے تاکہ تم شرمندہ اور ممتحن نہ ہو جاؤ۔ مطلب یہ کہ جہاں تک ہو سکے جو عہد حق تعالیٰ سے قولاً یا فعلاً کرو اس کو پورا کرو۔

یا مکن نذرے کہ نتوانی وفا	برخطر منشین و بیرون جہ ہلا
یا وہ عہد ہی نہ کر جس کو تو پورا نہ کر سکے	خبردار! خطرے میں نہ پڑ اور باہر نکل

یعنی یا ایسی نذر ہی مت کرو جس کو پورا نہ کر سکو تم خبردار خطر پر مت بیٹھو۔ اور باہر نکل جاؤ۔ مطلب یہ کہ یا تو وفا کرو اور اگر جانو کہ وفا نہ کر سکو گے تو پھر عہد ہی مت کرو۔ اور سچ یہی ہے کہ جو چیزیں کہ شریعت نے ہمارے ذمہ نہیں کی ہیں ان کے علاوہ دوسری چیزیں اپنے سر رکھ لیں تو اس میں بعض مرتبہ امتحان حق ہو جاتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

نذر را باید وفا در راہ حق	لیک حق تا خود کرا بدہد سبق
اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں عہد پورا کرنا چاہیے	لیکن دیکھو اللہ (تعالیٰ) کس کو سبقت (کرنے کی توفیق) دیتا ہے

یعنی راہ حق میں نذر کو وفا کرنا چاہیے لیکن خود حق تعالیٰ ہی دیکھئے کس کو سبقت دیتے ہیں مطلب یہ کہ راہ حق میں وفاء عہد ضروری ہے مگر وفاء عہد کی بھی توفیق حق ہی دے تو وہ بھی ہو سکتا ہے چونکہ وفا عہد توفیق حق پر منحصر تھا اس لئے آگے حق تعالیٰ سے دعا فرمانے لگے کہ۔

عہدہا بستیم بس درکارہا	نذرہا کردیم در سر بارہا
ہم نے بہت سے کاموں کے عہد کئے	بارہا پوشیدہ طور پر منتیں مانیں

یعنی اے اللہ ہم نے بہت سے کاموں میں عہد باندھے اور پوشیدگی میں بارہا نذریں کیں۔

قوت آن کو کہ پایان آوریم	عاجزیم و ناتوان و مضطریم
وہ طاقت کہاں ہے کہ ہم پورا کریں	ہم تو عاجز اور ناتواں اور مجبور ہیں

یعنی وہ قوت کہاں ہے کہ ہم پورا کرسکیں۔ ہم تو عاجز اور ناتوان اور مضطر ہیں۔

گر نہ فضلت دستگیر ما شود	وائے بر ما زانکہ رسوائی بود
(اے اللہ) اگر تیری مہربانی ہماری دستگیری نہ کرے	ہم پر افسوس ہے کیونکہ رسوائی ہو گی

یعنی اگر آپ کا فضل ہمارا دستگیر نہ ہو تو ہم پر افسوس ہے اس لئے کہ رسوائی ہوگی۔

نذر ما را باوفا پیوستہ دار	عہد ما را از کرم دار استوار
ہمارے عہد کو وفا سے جوڑ دے	کرم کر کے ہمارے عہد کو مضبوط کر دے

یعنی ہماری نذر کو وفا کے ساتھ قرین رکھئے اور ہمارے عہد کو کرم سے استوار کیجئے۔ اب دعا کر کے پھر رجوع بقصہ فرماتے ہیں کہ۔

باز گشتم سوئے قصہ کان فقیر	عہد چون بشکست دردم شد اسیر
قصہ کی طرف میں پھر پلٹا کہ اس درویش نے	جیسے ہی عہد توڑا فوراً قیدی بن گیا

یعنی میں پھر اس فقیر کے قصہ کی طرف لوٹتا ہوں کہ جب اس نے عہد توڑا تو وہ فوراً قید ہو گیا۔

غیرت حق گوشمالش داد زود	زانکہ فرمودست اوفوا بالعقود
اللہ (تعالیٰ) کی غیرت نے فوراً اس کو سزا دی	کیونکہ اس نے فرمایا ہے "عہدوں کو پورا کرو"

یعنی غیرت حق نے اس کو جلدی ہی گوشمالی دی۔ اس لئے کہ فرمایا ہے کہ اوفوا بالعقود

www.besturdubooks.wordpress.com

جمع از دزدان بدند آنجا مگر	درمیان آورده بے مریم و زر
وہاں چوروں کا ایک گروہ تھا شاید	وہ لاتعداد چاندی اور سونا لائے تھے

یعنی چوروں کی ایک جماعت اس جگہ تھی شاید کہ وہ بے انتہا روپیہ لائے تھے۔

اتفاقاً دزد چندے تاختند	وندران کہسار منزل ساختند
اتفاقاً چند چور بھاگے	اور اس پہاڑ میں انہوں نے ٹھکانا بنا لیا

یعنی اتفاقاً چند چور دوڑے اور اس کہسار میں انہوں نے منزل بنائی۔ یعنی وہیں کہیں چوروں کی جماعت تھی جنہوں نے کہ ایک بہت بڑا ڈاکہ ڈالا تھا اتفاقاً وہ لوگ اسی کہسار میں آ کر جمع ہو گئے تھے۔

اس شیخ کو ان چوروں کے ساتھ متہم کرنا اور اس کا ہاتھ کاٹ ڈالنا

بیست از دزداں بدند آنجا وبیش	بخش مے کردند مسروقات خویش
وہاں بیس اور کچھ زیادہ چور تھے	اپنی چوری (کا مال) بانٹ رہے تھے

یعنی اس جگہ چور بیس یا اس سے زیادہ تھے اور اپنے مسروقات کو تقسیم کر رہے تھے۔

شحنہ را غماز آگہ کردہ بود	مردم شحنہ در افتادند زود
کوتوال کو مخبر نے خبر دیدی تھی	کوتوال کے آدمی جلد آ پہنچے

یعنی غماز نے کوتوال کو آگاہ کر دیا تھا (کہ چور فلاں پہاڑ میں ہیں) تو کوتوال کے آدمی جلدی سے (اس میں) گھس پڑے۔

شحنہ حالے عزم آن کہسار کرد	جملہ را بگرفت وبست آن شیرمرد
کوتوال نے فوراً اس پہاڑ کا قصد کیا	اس شیر مرد نے سب کو گرفتار کر لیا اور باندھ لیا

یعنی کوتوال نے اسی وقت ارادہ اس کہسار کا کیا اور سب کو اس شیر مرد نے پکڑ کر باندھ لیا۔

پس بفرمود از غضب جلاد را	دست و پائے ہر یک از تن کن جدا
پھر غصہ سے جلاد کو حکم دیا	ہر ایک کے ہاتھ اور پاؤں بدن سے جدا کر دیئے

یعنی پھر غصہ کی وجہ سے جلاد کو حکم دیا کہ ہاتھ پاؤں ہر ایک کا تن سے جدا کر دو۔

ہم بدآنجا پائے چپ و دست راست	جملہ را ببرید و غوغائے بخاست
اس جگہ بایاں پاؤں اور داہنا ہاتھ	سب کا کاٹ دیا اور شور برپا ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس جگہ پر بایاں پاؤں اور سیدھا ہاتھ سب کا کاٹ دیا تو ایک شور پیدا ہو گیا۔

دست زاہد ہم بریدہ شد غلط	پاش را میخواست ہم کردن سقط
غلطی سے شیخ کا ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا	پاؤں کو بھی اس نے بیکار کرنا چاہا

یعنی زاہد کا بھی ہاتھ غلطی سے کاٹا گیا۔ اور اس کے پاؤں بھی کاٹنا چاہتے تھے۔

در زمان آمد سوارے بس گزین	بانگ برزد بر عوان کای سگ ببین
فوراً ایک معزز سوار آیا	سپاہی پر چیخا اے کتے! دیکھ (خبردار)

یعنی اسی وقت ایک سوار بہت برگزیدہ آیا اور اس نے سپاہی کو للکارا کہ اے کتے دیکھ

این فلان شیخ است ابدال خدا	دست او را تو چرا کردی جدا
یہ فلاں بزرگ اور خدا کے ابدال میں سے ہے	تو نے اس کا ہاتھ کیوں جدا کیا؟

یعنی یہ تو فلاں شیخ ابدال خدا ہے تو نے اس کے ہاتھ کو کیوں (تن سے) جدا کیا۔

آن عوان بدرید جامہ تیز رفت	پیش شحنہ داد آگاہیش تفت
اس سپاہی نے کپڑے پھاڑے (اور) تیزی سے بھاگا	کوتوال کے پاس اس کو فوراً مطلع کیا

یعنی اس سپاہی نے کپڑے پھاڑ لئے اور تیزی سے کوتوال کے پاس گیا اور اس کو فوراً آگاہی دی۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوار جو آیا یہ غیبی تھا اور چونکہ اس شیخ نے ہاتھ سے تو خیانت کی تھی مگر پاؤں سے کچھ نہ کیا تھا لہذا ہاتھ تو کٹ گیا مگر پاؤں کٹنے نہ پایا تھا کہ فوراً اس سوار غیبی نے آ کر بچالیا۔ سبحان اللہ تعالیٰ اللہ علوا کبیرا۔ غرض کہ جب اس سپاہی نے جا کر کوتوال سے کہا تو اس کی یہ حالت ہوئی کہ۔

شحنہ آمد پا برہنہ عذر خواہ	کہ ندانستم خدا بر من گواہ
کوتوال ننگے پاؤں معافی مانگنے آیا	کہ مجھے علم نہ تھا، خدا میرا گواہ ہے

یعنی کوتوال ننگے پاؤں عذر خواہی کرتا ہوا آیا کہ خدا گواہ ہے میں نے آپ کو جانا نہ تھا۔

ہین بحل کن مر مرا زین کارزشت	اے کریم و سرور اہل بہشت
اس برے کام کی مجھے ضروری معافی دیدیجئے	اے بزرگ اور جنتیوں کے سردار

یعنی یہ کارزشت مجھے معاف فرما دیجئے اے کریم اور اے سردار اہل بہشت

گفت میدانم سبب این نیش را	مے شناسم من گناہ خویش را
انہوں نے کہا میں اس زخم کا سبب جانتا ہوں	میں اپنے گناہ کو جانتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی انہوں نے فرمایا کہ میں اس زخم کے سبب کو جانتا ہوں اور میں اپنے گناہ کو پہچانتا ہوں۔

من شکستم حرمت ایمان او	پس یمینم برد دادستان او
میں نے اس کی قسموں کی حرمت کو توڑا	اس لئے اس کے محکمہ انصاف نے میرا داہنا ہاتھ کاٹ دیا

یعنی میں نے اس کے عہدوں کی حرمت توڑی تو اس کی عدالت میرا داہنا ہاتھ لے گئی۔

من شکستم عہد و دانستم بدست	تا رسید آن شومی جرأت بدست
میں نے اس کا عہد توڑا اور میں جانتا تھا برا ہے	اس جرات کی نحوست ہاتھ کو پہنچی

یعنی میں نے عہد شکنی کی اور میں جانتا تھا کہ برا ہے یہاں تک کہ اس کی نحوست ہاتھ پر پہنچی یعنی میں سب جانتا ہوں کہ یہ کیوں ہوا اور اگر معلوم نہ بھی ہو تب بھی تو یہ بات ہے کہ۔

دست ما و پائے ما و مغز و پوست	باد اے والی فدائے حکم دوست
ہمارے ہاتھ اور ہمارے پاؤں اور مغز و پوست	اے حاکم! دوست کے حکم پر قربان ہیں

یعنی ہمارا ہاتھ اور پاؤں اور مغز اور پوست اے حاکم اس دوست کے حکم پر فدا ہے۔

قسم من بود این ترا کردم حلال	تو ندانستی ترا نبود وبال
یہ میرا نصیبہ تھا میں نے تجھے معاف کیا	تو نہ سمجھا تجھ پر وبال نہ ہو گا

یعنی یہ میری قسمت میں تھا میں نے تجھے معاف کیا اور تو تو جانتا ہی نہ تھا تو تجھ پر کوئی وبال نہ ہوگا۔

وانکہ او دانست او فرمانروا ست	باخدا سامان پیچیدن کراست
وہ جو جانتا تھا کہ وہ حاکم ہے	خدا سے الجھنے کا کس کو حوصلہ ہے؟

یعنی اور وہ کہ جانتا ہے کہ وہ حاکم ہے تو بھلا خدا کے ساتھ اینچ پینچ کرنے کا سامان کس کے پاس ہے۔ مطلب یہ کہ جب حکم خدا ہے اور پھر میری خطا ہے تو مجھے اس پر راضی رہنا چاہئے اور تمہاری کوئی خطا نہیں ہے سب معاف کیا اہل اللہ کو جب کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو اگر اس سے مقصود تنبیہ ہوتا ہے تو حق تعالیٰ ان کو اس سے فوراً متنبہ کر دیتا ہے اسی طرح ان کو بھی فوراً تنبیہ ہو گئی لہٰذا اس کو تو ال سے کسی قسم کی کدورت ان کے دل میں پیدا نہیں ہوئی۔ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

اے بسا مرغ پرندہ دانہ جو	کہ بریدہ حلق او ہم حلق او
بسا اوقات دانہ تلاش کرنے والے پرند کے	حلق ہی نے اس کا گلا کاٹا ہے

یعنی بہت سے جانور ہیں کہ معدہ اور پیٹ کی جلن کی وجہ سے بام پر ہوتے ہیں اور محبوس قفص ہوتے ہیں۔ خلاصہ اس کا اور چند اشعار بالا کا یہ ہے کہ اکثر حرص و شہوت کی چیزیں انسان کو خراب کرتی ہیں اور اس سے بہت مصیبت میں پھنستے ہیں تو دیکھو ایک جانور اچھا خاصہ کوٹھے پر بیٹھا ہوتا ہے مگر جال میں آ کر پھنستا ہے یہ صرف اس شکم پیچ کی بدولت ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جوں ہی انہوں نے امرود کے درخت سے میوہ توڑا اور اپنے عہد و پیمان میں سست ثابت ہوئے فوراً ہی حق سبحانہ کی طرف سے تادیب ہوئی اور ان کی آنکھیں کھول دیں اور کان کھینچ دیئے اس کی تفصیل تو ہم بعد کو بیان کریں گے پہلے اتنی بات سن لو کہ راہ حق میں مخلصین کے لئے بہت خطرے ہیں۔ اگر تم عہد کرتے ہو تو سمجھ لو کہ اس طریق میں بہت سے امتحانات ہیں۔ تم کو ان کے لئے تیار رہنا چاہئے اور اگر تم امتحانات کی طاقت نہیں رکھتے تو ایسا عہد ہی مت کرو جس کو تم پورا نہ کر سکو اور اس کا تم کو مکلف بھی نہ بنایا گیا ہو اور اسلم طریق یہ ہے کہ خطرہ میں نہ پڑو اور اس سے کود کر الگ کھڑے ہو جاؤ اور عہد کر لینے کی صورت میں تو اس کا پورا ہی کرنا ضروری ہے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن یہ بھی خدا ہی کے قبضے میں ہے کیا معلوم وہ کسے تفوق عطا کرتے ہیں اور کس کو ایفائے عہد کی توفیق اور ہمت دیتے ہیں اور کسے نہیں دیتے۔ لہذا اسلم یہی ہے کہ غیر ضروری عہد نہ کیا جائے۔ مولانا اس کے بعد مناجات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بسا اوقات ہم نے بہت سے معاملات میں عہد کیا ہے اور بہت مرتبہ تجھ سے خفیہ طور پر عہد کئے ہیں۔ لیکن ہم میں اتنی قوت کہاں ہے کہ ان کو انجام کو پہنچاویں۔ بلکہ ہم ایسا کرنے سے عاجز اور ضعیف اور مجبور ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں یہ آپ کی عنایت کے سبب سے کرتے ہیں اگر آپ کا فضل ہماری مدد نہ کرے تو ہماری بڑی خرابی ہے کیونکہ ہم سے عہد پورا نہ ہوگا اور اس کے بعد رسوائی ہوگی۔ بس آپ اپنے فضل سے ہمارے عہدوں کو وفا کے ساتھ مقرون اور ہمیشہ ان کو مضبوط رکھئے۔ دیکھئے وہ ٹوٹنے نہ پاویں ورنہ ہماری بڑی ذلت ہوگی اچھا اب ہم قصہ کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب اس فقیر نے عہد توڑا تو فوراً ہی مصیبت میں پھنس گیا اور حق سبحانہ نے اس کو فوراً سزا دی۔ کیونکہ اس نے ایفائے عہد کا حکم دیا ہے اور کہا ہے کہ اوفوا بالعقود یعنی جو معاملات تم حق سبحانہ کے ساتھ یا آپس میں علی الوجہ المشروع طے کر لو ان کو پورا کیا کرو اور اس نے ایسا کیا نہیں لہذا مستوجب سزا ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اتفاقاً چند چور بھاگے ہوئے آئے اور آ کر اس پہاڑ میں ٹھہر گئے جہاں وہ فقیر رہتا تھا۔ چور تعداد میں کچھ اوپر بیس تھے۔ یہ سب کے سب وہاں قیام کر کے مال مسروقہ کو تقسیم کر رہے تھے چونکہ کسی مخبر نے کوتوال کو چوروں کی بابت اطلاع کر دی تھی۔ لہذا اسی حالت میں دوڑ پہنچ گئی اور مال سمیت سب کو گرفتار کر لیا۔ اور سب کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں وہیں کاٹ ڈالے گئے۔ اسی ہلڑ میں فقیر کا ہاتھ بھی غلطی سے کاٹ ڈالا گیا۔ پاؤں کو بھی کاٹنا چاہتے تھے کہ فوراً ہی ایک غیبی سوار نمودار ہوا۔ اور اس نے پولیس مین کو ڈانٹا کہ او کتے دیکھ کیا کرتا ہے یہ فلاں بزرگ اور ابدال وقت ہیں تو نے ان کا ہاتھ کیوں کاٹا۔ اس پولیس مین نے یہ سن کر کپڑے پھاڑ لئے اور کوتوال کے پاس دوڑا ہوا گیا اور فوراً اس کو واقعہ کی اطلاع دی۔ کوتوال ننگے پاؤں معذرت کے لئے حاضر ہوا اور کہا کہ خدا گواہ ہے مجھے آپ کے متعلق کوئی علم نہ تھا آپ میری اس بیہودہ حرکت کو معاف فرما دیں۔ آپ کریم ہیں اور اہل بہشت میں آپ کا بہت بڑا مرتبہ ہے انہوں نے جواب دیا کہ اس عقوبت کی وجہ مجھے معلوم ہے اور میں اپنے گناہ سے خوب واقف ہوں۔ اصل

www.besturdubooks.wordpress.com

بات یہ ہے کہ میں نے عہد خداوندی کی ہتک حرمت کی تھی لہذا اس کی عدالت نے اس جرم میں میرا ہاتھ کاٹ ڈالا میں نے اس کا عہد توڑا تھا اور جانتا تھا کہ یہ برا کام ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا وبال میرے ہاتھ پر پڑا لیکن اے والی مجھے اس کا کوئی غم نہیں میں تو چاہتا ہوں کہ میرے ہاتھ میرے پاؤں میرا مغز میری کھال غرض سب اجزا میرے دوست کے حکم پر قربان ہو جائیں۔ فی الحقیقت میں اس کا مستحق تھا لہذا میں تم کو معاف کرتا ہوں اور میرا یہ خون ہدر ہے جس کا نہ کسی سے مطالبہ ہو سکتا ہے اور نہ معاوضہ لیا جا سکتا ہے کیونکہ تم کو تو علم نہ تھا تم پر تو اس لئے وبال نہ ہوگا اور جس کو علم تھا وہ خود حاکم ہے اول تو خدا کو لیٹنے کا کس کو بار ہے اور اس سے کون کہے کہ آپ نے یہ کیوں کیا پھر میرا قصور بھی تھا اس لئے اس ہاتھ کٹنے کا مطالبہ کسی سے نہیں ہو سکتا۔

شرح شبّیری

اے بسا مرغ ز معدہ و زمغص	بر کنار بام محبوس قفص
بسا اوقات پرند معدے اور (آنتوں کی) اینٹھن سے	بالا خانے کے کنارے پر پنجرے کا قیدی ہے

یعنی بہت سے جانور ہیں جو کہ دانہ کے متلاشی ہوتے ہیں کہ ان کا حلق خود ان کے حلق کو کٹوا دیتا ہے یعنی حلق سے کھانے گئے تھے اور جال میں پھنس کر خود اپنا حلق کٹوا دیتے ہیں۔

اے بسا ماہی در آب دور دست	گشتہ از حرص گلو ماخوذ شست
بسا اوقات مچھلی گہرے پانی میں	حلق کی حرص کی وجہ سے کانٹے میں پھنسی ہے

یعنی بہت سی مچھلیاں بڑے عمیق پانی میں ہوتی ہیں کہ حرص گلو کی وجہ سے وہ ماخوذ شست میں ہو جاتی ہیں۔

اے بسا مستور در پردہ بدہ	شومئ فرج و گلو رسوا شدہ
بسا اوقات (عورت) پردے میں چھپی ہوئی	شرمگاہ اور حلق کی بدبختی سے رسوا ہوئی ہے

یعنی بہت سی مستورات ہیں جو کہ پردہ میں ہوتی ہیں اور فرج وگلو کی نحوست کی وجہ سے رسوا ہوتی ہیں۔

اے بسا قاضی حبر نیک خو	از گلوئے رشوتے او زرد رو
بسا اوقات نیک عادت علامہ قاضی	رشوت خور حلق کی وجہ سے وہ شرمندہ ہوا ہے

یعنی بہت سے قاضی عالم نیک خو اور رشوت (کھانے والے) گلو کی وجہ سے زرد رو ہوتے ہیں۔

اے بسا حاجی بحج رفتہ بعشق	وقت باز آمد شدہ او یار فسق
بسا اوقات عشق کی وجہ سے حج میں گیا ہوا حاجی	واپسی کے وقت فسق (و فجور) کا ساتھی بنا ہے

یعنی بہت سے حاجی ہیں جو کہ بڑی محبت وآرزو سے حج کو گئے ہوئے ہیں اور واپسی کے وقت فسق کے یار ہو جاتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بلکہ در ہاروت و ماروت آں شراب	از عروج چرخ شان شد سد باب
بلکہ ہاروت و ماروت کے لئے وہ نشہ	آسمان پر چڑھنے سے ان کے لئے مانع بنا

یعنی بلکہ ہاروت و ماروت میں یہ شراب عروج چرخ سے ان کے لئے مانع ہوگئی مولانا اس قصہ کو ہمیشہ اور ہر جگہ بناءً علی المشہور رکھتے ہیں جب انہوں نے شراب پی جیسا کہ مشہور ہے تو دیکھو اسی وجہ سے وہ گمراہ ہوئے اور اس حرص و شہوت میں مبتلا ہو کر عروج آسمانی سے رہ گئے۔

بایزید از بہر این کرد احتراز	دید در خود کاہلی اندر نماز
بایزیدؒ نے اسی لئے پرہیز کیا	انہوں نے اپنے اندر نماز میں سستی دیکھی

یعنی بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے احتراز کیا ہے کہ انہوں نے اپنے اندر نماز میں کاہلی دیکھی۔

از سبب اندیشہ کرد آن ذولباب	دید علت خوردن بسیار آب
ان عقلمند نے سبب سوچا تو	زیادہ پانی پینے کو سبب سمجھا

یعنی ان ذی عقل نے سبب اس کا سوچا تو اس کا سبب پانی زیادہ پینا دیکھا۔

گفت تا سالے نخواہم خورد آب	آنچنان کرد و خدایش داد تاب
کہا میں ایک سال تک پانی نہ پیوں گا	ایسا ہی کیا، اور خدا نے ان کو طاقت عطا فرمائی

یعنی انہوں نے فرمایا کہ ایک سال تک میں پانی نہ پیوں گا تو انہوں نے ایسا ہی کیا اور خدا نے ان کو تحمل عطا فرمایا۔

این کمینہ جہد او بد بہر دین	گشت او سلطان و قطب العارفین
دین کے لئے یہ ان کی معمولی کوشش تھی	وہ شاہ اور قطب العارفین بنے

یعنی دین کے لئے ان کا یہ ادنیٰ مجاہدہ تھا (ورنہ) وہ تو سلطان العارفین اور قطب العارفین ہوئے ہیں (تو انہوں نے اس سے کہیں زیادہ زیادہ مجاہدات کئے ہیں) آگے پھر اس زاہد کوہی کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یاد رکھو کہ یہ جو کچھ مصیبت اس فقیر پر پڑی وہ سب پیٹ کی بدولت تھی اب تم سمجھ لو کہ پیٹ کیسی بری بلا ہے اور اس کی کس قدر حفاظت کی ضرورت ہے دیکھو بہت سے جانور معدہ اور آنتوں کے پیچ کی بدولت پنجرہ میں بند ہو کر کوٹھے پر رکھے ہوئے ہیں۔ اور بہت جانوروں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ دانہ تلاش کرتے ہیں اور ان کا حلق ان کا گلا کٹوا دیتا ہے بہت سی مچھلیاں جو بہت گہرے پانی میں محفوظ ہوتی ہیں حلق ہی کی حرص کے سبب کانٹے میں پھنستی ہیں۔ بہت سی پردہ نشین عورتیں شرم گاہ اور حلق کی بدولت بدنام ہو جاتی ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بہت سے قاضی جو عالم متبحر اور نیک خصلت ہوتے ہیں رشوت خوار حلق کی بدولت شرمندگی اٹھاتے ہیں۔ بہت سے حاجی جو بڑے شوق سے حج کرتے ہیں لوٹ کر حلق ہی کی بدولت فاسق ہو جاتے ہیں بلکہ ہاروت و ماروت کے معاملہ میں یہ شراب ہی جس کا تعلق حلق سے ہے ان کے لئے آسمان پر جانے سے مانع ہوئی تھی (کما ہو المشہور) جب اس کی یہ مضرتیں ہیں تو ضرور وہ حفاظت کا مستحق ہے چنانچہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے اس سے احتراز کیا تھا جس کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ نماز میں آج مجھے کاہلی ہوئی ہے انہوں نے اس کے سبب پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ پانی زیادہ پی لیا تھا یہ معلوم کر کے انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ ایک سال تک پانی نہ پیوں گا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور خدا نے ان کو ایسا کرنے کی طاقت دیدی یہ تو دین کے لئے ان کی ایک ادنیٰ کوشش تھی یہ ہی وجہ ہے کہ وہ سلطان العارفین اور قطب العارفین بن گئے۔

شرح شبّیری

چون بریدہ شد برائے حلق دست	مرد زاہد را در شکوے بہ بست
جب حلق کی وجہ سے ہاتھ کاٹا گیا	بزرگ انسان کے لئے شکوے کا دروازہ بند ہو گیا

یعنی چونکہ ان کا ہاتھ حلق کی وجہ سے کاٹا گیا تو ان مرد زاہد کے شکوے کا دروازہ بند ہو گیا۔ یعنی پھر انہوں نے کوتوال وغیرہ کسی کی شکایت نہیں کی اس لئے کہ ان کو تو معلوم تھا کہ یہ اس حرکت کی سزا ہے۔

اینچنین باشد چو یکدر بستہ شد	صد در دیگر براوا شکستہ شد
ایسا ہی ہوتا ہے جب ایک دروازہ بند ہوتا ہے	اس پر دوسرے سینکڑوں دروازے کھل جاتے ہیں

یعنی ایسا ہی ہوا کرتا ہے کہ جب ایک در بند ہوا تو سو دروازے دوسرے اس پر ٹوٹ جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر ایک دروازہ اسباب میں بند ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ اور دوسرے سینکڑوں اسباب پیدا فرما دیتے ہیں اور در کھلنے کو ٹوٹنے سے تعبیر کیا کہ وہ ٹوٹ گئے ہیں کہ اب بند ہی نہیں ہوتے اور یہ شعر مابعد کی تمہید ہے خلاصہ یہ ہے کہ آگے بیان کریں گے کہ ان زاہد صاحب کے خلوت میں ہاتھ لگ جاتا تھا تو بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو اگرچہ ظاہر میں ان کا ہاتھ کٹ گیا تھا مگر اس کے کٹ جانے سے ان کا ضرر کچھ نہیں ہوا بلکہ ان کو حق تعالیٰ نے دوسرا ہاتھ عنایت فرما دیا آگے پھر ان کی حکایت ہے۔

شیخ اقطع کی کرامت اور ان کا خلوت میں دونوں ہاتھوں سے زنبیل بننا

شیخ اقطع گشت نامش پیش خلق	کرد معروفش بدین آفات خلق
لوگوں میں ان کا نام ٹنڈا شیخ پڑ گیا	ان کو حلق کے مصائب نے اس (نام) سے مشہور کر دیا

یعنی لوگوں کے آگے ان کا نام شیخ اقطع ہوگیا اور لوگوں نے ان آفات کے ساتھ ان کو مشہور کر دیا یعنی شیخ اقطع تو ان کے نقص پر دال تھا مگر لوگوں نے یہی ان کا نام مشہور کر دیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گر تو نام اولش خواہے روان	ہیں بروبوالخیر تیناتیش خوان
اگر تو ان کا پہلا نام لینا چاہے	جا ابوالخیر تیناتی کہہ لے

یعنی اگر تم ان کا اول نام معلوم کرنا چاہتے ہو تو جاؤ اور ان کو ابوالخیر تیناتی کہو۔ تیتان بفتح تا و یائے تحتانی نام موضع بشش فرسخ از مصر۔ یعنی ان کا اصلی نام ابوالخیر ہے اور تیتان کے رہنے والے تھے۔

در عریش او را یکے زایر بیافت	کو ببہر دو دست خود زنبیل بافت
جھونپڑی میں ایک ملاقاتی نے ان کو پایا	کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے جھولی بن رہے ہیں

یعنی جھونپڑی میں ایک زائر نے ان کو پایا کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے زنبیل بن رہے ہیں۔

گفت او را کاے عدوئے جان خویش	در عریشم آمدی سر کردہ پیش
انہوں نے اس سے کہا اے اپنی جان کے دشمن	تو منہ اٹھائے میری جھونپڑی میں چلا آیا

یعنی شیخ نے اس سے کہا کہ اے اپنی جان کے دشمن تو میرے جھونپڑے میں ویسے ہی منہ اٹھائے ہوئے چلا آیا۔

ہیں چرا کردی شتاب اندر سباق	گفت از افراط مہر و اشتیاق
آگے بڑھنے میں تو نے جلدی کیوں کی؟	اس نے کہا کہ اشتیاق اور محبت کی زیادتی کی وجہ سے

یعنی (فرمایا کہ) ارے تو نے آنے میں جلدی کیوں کی تو اس نے عرض کیا کہ فرط محبت اور اشتیاق کی وجہ سے

پس تبسم کرد و گفت اکنوں بیاد	لیک مخفی دار این را اے کیا
تو وہ ہنسے اور فرمایا اب آجا	لیکن اے بزرگ! اس کو پوشیدہ رکھ

یعنی پس انہوں نے تبسم کیا اور فرمایا کہ اب آجا لیکن اے زیرک اس کو ذرا پوشیدہ ہی رکھنا۔

تا نمیرم من مگو این با کسے	نے قرینے نے حبیبے نے خسے
جب تک میں نہ مروں یہ کسی سے نہ کہنا	نہ ساتھی سے، نہ دوست سے، نہ کسی کمینہ سے

یعنی جب تک کہ میں مر نہ جاؤں اس کو کسی سے مت کہنا نہ کسی ساتھی سے نہ دوست سے نہ کسی کمینہ سے مطلب یہ کہ کسی سے مت کہنا۔ ان بزرگ نے اس شخص کو تو منع کر دیا مگر پھر ہوا یہ کہ

بعد ازاں قوم دگر از روزنش	مطلع گشتند بر بافیدنش
اس کے بعد دوسرے لوگ ان (کے گھر) کے سوراخ کے ذریعہ	ان کے بننے سے باخبر ہو گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بعد اس کے دوسرے لوگوں نے جھونپڑی کے روزن سے ان کے بننے پر اطلاع پالی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ تو لوگوں پر ظاہر ہو گیا تو ان کو یہ خوف ہوا کہ کہیں ان پر کوئی وبال نہ آوے کہ اس کو ظاہر کیوں کیا تھا۔ لہٰذا اس ڈر کے مارے دعا فرماتے ہیں۔

گفت حکمت را تو دانی کردگار	من کنم پنہان تو کردی آشکار
انہوں نے فرمایا اے خدا تو حکمت کو جانتا ہے	میں نے چھپایا تونے ظاہر کر دیا

یعنی انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ حکمت کو تو آپ ہی جانتے ہیں مگر میں نے تو پوشیدہ کیا تھا اور آپ نے ظاہر فرما دیا۔ مطلب یہ کہ اے اللہ اس میں میری تو کوئی خطا ہے نہیں آپ نے ہی ظاہر فرمایا ہے۔

آمد الہامش کہ یک چندے بدند	کاندرین غم برتو منکر مے شدند
ان کو الہام ہوا کچھ لوگ تھے	جو اس غم میں تمہارے منکر ہو گئے ہیں

یعنی ان کو الہام ہوا کہ یہ لوگ ایک مدت (اس طرح) تھے کہ اس تکلیف میں تم پر منکر ہوا کرتے تھے (اور کہا کرتے تھے کہ)

کہ مگر سالوس بود اندر طریق	کہ خدا رسواش کرد اندر فریق
کہ شاید وہ طریقت میں مکار تھا	کہ خدا نے لوگوں میں اس کو رسوا کیا ہے

یعنی کہ شاید یہ طریق حق میں مکار تھے کہ خدا نے اس کو فریق میں رسوا کر دیا۔ یعنی لوگ تمہارے اس ہاتھ کٹ جانے سے کہا کرتے تھے کہ مکار تھا لہٰذا حق تعالیٰ نے اس کا بدلہ دیا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ چور تھا تو چونکہ لوگ تم پر بدگمانی کیا کرتے تھے اور اس سے ان کے ایمان کے متزلزل ہونے کا خوف تھا لہٰذا

من نخواہم کان رمہ کافر شوند	وز ضلالت در گمان بد روند
میں نہ چاہوں کہ وہ جماعت منکر ہو	گمراہی کی وجہ سے بدگمانی میں مبتلا ہوں

یعنی میں نہیں چاہتا کہ یہ جماعت کافر ہوں اور گمراہی کی وجہ سے گمان بد میں پڑیں۔ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ چونکہ تمہاری شان میں گستاخی سے عوام کے ایمان کا خوف تھا کہ کہیں یہ گستاخی مفضی الی الکفر نہ ہو جائے اور ایسا بہت ہوا ہے۔ قصبہ دیوبند میں ایک شخص نے ایک بزرگ کی شان میں گستاخی کی تو ان بزرگ نے کہا کہ حق تعالیٰ تمہارے ایمان کو سلامت رکھے بددعا نہیں دی بلکہ یہ دعا کی لیکن اندر سے دل تو دکھا ہی تھا تو وہ شخص کچھ ہی دن بعد نصرانی ہو گیا والعیاذ باللہ تو دیکھو گستاخی ہی کا یہ اثر ہوا تو ارشاد ہوا کہ چونکہ ان لوگوں کے کافر ہو جانے کا خوف تھا لہٰذا ہم نے ان کے بچانے کے لئے ایسا کیا کہ ان لوگوں پر یہ کرامت ظاہر کر دی تاکہ یہ گستاخی کرنا چھوڑ دیں اللہ اکبر قابل غور امر ہے کہ ان بزرگ نے جو ایک کام کیا اور وہ بظاہر بہت چھوٹا تھا اگرچہ اصل میں عظیم تھا مگر

www.besturdubooks.wordpress.com

ظاہر میں تو خفیف ہی تھا تو ان کو فوراً سزا ملی اور عوام کے فعل پر ان کے ایمان کی حفاظت کی جارہی ہے سبحان اللہ علوا کبیرا اے اللہ ہم ضعیف لوگوں کا ایمان پر خاتمہ فرما اور استقامت واستدامت علی الطریق نصیب فرما آمین۔

سچ یہ ہے کہ جتنا قرب ہے اسی قدر تنبیہ بھی ہوتی ہے اس لئے کہ جو کہتا ہے اپنے ہی کو کہا کرتا ہے۔ دیکھو قرآن شریف میں ازواج مطہرات امہات المومنین کی بابت ارشاد ہے۔ من یات منکن بفاحشة مبینة یضاعف لها العذاب ضعفین تو یہ دوہرا عذاب کیوں اسی لئے کہ مقرب ہوکر اور پھر اس قدر خطاعظیم اے اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھنا اور ارشاد ہے۔

ایں کرامت را بکردیم آشکار	کہ دھیمت دست اندر وقت کار
ہم نے یہ کرامت ظاہر کر دی	کہ ہم کام کے وقت تجھے ہاتھ دیتے ہیں

یعنی ہم نے تمہاری اس کرامت کو (اس لئے) ظاہر کیا کہ ہم تم کو کام کے وقت ہاتھ دیتے ہیں۔

تاکہ این بیچارگان بدگمان	رد نگردند از جناب آسمان
تاکہ یہ بدگمان بیچارے	آسمانی درگاہ سے مردود نہ بنیں

یعنی تاکہ یہ بیچارے (تم سے) بدگمان ہوکر درگاہ آسمانی سے مردود نہ ہوجائیں۔

من ترا بے ایں کرامتہا ز پیش	خود تسلی دادہ ام از ذات خویش
میں نے تمہیں پہلے ہی سے ان کرامتوں کے بغیر	اپنی ذات کے بارے میں تسلی دیدی ہے

یعنی میں نے تم کو تو ان کرامتوں سے پہلے خود ہی تسلی دیدی تھی۔

ایں کرامت بہر ایشان دادمت	وایں چراغ از بہر این بنہادمت
میں نے تمہیں یہ کرامت ان کے لئے دی ہے	اور یہ چراغ میں نے ان کے لئے رکھا ہے

یعنی یہ کرامت تو میں نے تم کو ان کے لئے دی ہے اور یہ چراغ ان کے واسطے رکھا ہے میں نے مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ تم کو تو میں نے پہلے ہی تسلی دیدی تھی اس طرح کہ تمام واردات واحوال پھر اسی طرح لوٹا دیئے تھے جس سے کہ صاف معلوم ہوتا تھا کہ تم مردود نہیں ہوئے اب اس کرامت کی تمہارے لئے تو ضرورت نہ تھی یہ کرامت تو صرف اس لئے ظاہر کی ہے کہ جو لوگ تمہاری بزرگی کے منکر ہیں ان کا ایمان نہ جاتا رہے اور وہ کہیں گمراہ نہ ہوجاویں ورنہ آپ کی تو یہ حالت ہے کہ۔

تو ازان بگذشتہ کز مرگ تن	ترسی از تفریق اجزاء بدن
تم تو اس سے ترقی کر چکے ہو کہ بدن کے مرنے سے	بدن کے اجزاء کے ٹکڑے ہو جانے سے ڈرو

یعنی تو اس سے گزر گیا ہے کہ مرگ تن کی وجہ سے اجزاء بدن کے الگ ہوجانے سے ڈرے

www.besturdubooks.wordpress.com

وہم تفریق سروپائے از تو رفت	دفع وہم اسپر رسیدت نیک رفت
سر اور پاؤں کے جدا ہونے سے تمہارا وہم ختم ہو گیا	وہم کے دفعیہ کی اچھی ہوئی سپر تمہیں مل گئی ہے

یعنی سر و پا کی تفریق کا وہم تم سے جاتا رہا ہے اور وہم کا دفعیہ از سر نو تم کو خوب اچھی طرح پہنچ گیا ہے مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اب آپ کی وہ شان ہے کہ آپ کو اس کا خوف نہیں ہے کہ آپ کے یہ دست و پا ظاہری الگ کر دیئے جاویں اس لئے کہ آپ کو تو وہ روحانی اعضاء حاصل ہیں اور وہ آپ کو عطا ہو جاویں گے تو آپ کی یہ شان پہلے سے تھی اور اب از سر نو یہ حالت اور زیادہ قوی ہو گئی اس لئے کہ آپ کو اس وقت ظاہری ہاتھ کے بعد دست روحانی مل گیا اب تو عین الیقین ہو گیا ہے اور کوئی وہم و شبہ رہا ہی نہیں اور اگر یہ بھی نہ ہو تب بھی ان کے تمام اعضاء بدن فدائے حق ہیں ان کو ان کے جاتے رہنے کی بہ سبب اس تعلق کو جو ان کو حق تعالیٰ کے ساتھ تھا کچھ پرواہ نہ تھی اور پھر ان دست و پا فانی اور اس عام کے فانی ہونے کو وہ خوب سمجھے ہوئے تھے لہٰذا اب ان کو اس سے کیا غم ہو سکتا تھا کہ ان کا ہاتھ کٹ گیا ہے یہ کرامت صرف اس لئے تھی کہ اوروں کا ایمان درست رہے آگے ساحران فرعون کا قصہ لاتے ہیں کہ دیکھو جب فرعون نے کہا لاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ولا صلبنکم اجمعین تو وہ جواب دیتے ہیں۔ لاضیر انا الی ربنا لمنقلبون ان کو جو اس قدر قوت تھی کہ وہ لاضیر کہتے ہیں جو نکرہ تحت میں نفی کے ہے کوئی ضرر بھی نہیں حالانکہ ضرر ظاہر میں موجود تھا تو اس لاضیر کے کہنے کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے اصل حقیقت کو سمجھ لیا تھا اور وہ اس دنیا کو فانی اور اس کی حیات کو فانی سمجھے ہوئے تھے اور دوسرے عالم کو اور اس کی حیات کو باقی سمجھے ہوئے تھے اس لئے ان کو ضرر نہ ہونے کا اس قدر پختہ یقین تھا جیسے کہ ان کے جواب سے معلوم ہوتا ہے آگے حکایت بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یہاں سے پھر قصہ کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب حلق کی خاطر ان کا ہاتھ کاٹا گیا تو انہوں نے کوئی شکایت کسی قسم کی نہیں کی بلکہ صبر کیا۔ جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے اور ہونا بھی یہی چاہئے اور عقلاء ایسا ہی کرتے ہیں کیونکہ ہاتھ بعض اغراض کے پورا کرنے کا ایک ذریعہ تھا اور حق سبحانہ کا قاعدہ ہے کہ جب وہ ایک دروازے اور ذریعہ کو مسدود کرتا ہے تو اور بہت سے دروازے پھوڑ دیتا ہے اور دیگر ذرائع پیدا کر دیتا ہے چنانچہ اس نے ان کے لئے بھی ایسا ہی کیا۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے اس روز سے ان کا نام شیخ اقطع ہو گیا۔ اور اس بیہودہ نام کے ساتھ ان کو حلق کی خرابیوں نے مشہور کیا۔ چنانچہ تم کو معلوم ہی ہو چکا ہے اتفاقاً کوئی شخص ان کی زیارت کو آیا اس نے جھونپڑی کے اندر داخل ہو کر دیکھا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے زنبیل بن رہے تھے۔ اس پر انہوں نے اس کو ڈانٹا اور کہا کہ او اپنی جان کے دشمن تو یوں ہی منہ اٹھائے ہوئے میرے جھونپڑے کے اندر چلا آیا۔ اطلاع بھی نہ کی۔ بتا تو نے گھسنے میں اتنی عجلت کیوں کی اس نے عرض کیا فرط محبت و اشتیاق نے مجھے اتنی مہلت نہ دی اس جواب سے ان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور ہنس کر فرمایا کہ اچھا آ جاؤ لیکن اس راز کو مخفی رکھنا اور جب

www.besturdubooks.wordpress.com

تک میں مرنہ جاؤں اس وقت تک کسی سے نہ کہنا خواہ کوئی ہم نشین ہو یا محبوب یا کوئی معمولی آدمی۔ یہ واقعہ تو ختم ہوا اس کے بعد کچھ اور لوگ سوراخ کے ذریعہ سے ان کے دونوں ہاتھوں سے بننے پر مطلع ہوگئے۔ اب یہ بہت پریشان ہوئے اور حق سبحانہ سے عرض کیا کہ اے اللہ میں تو اس کو چھپانا چاہتا ہوں اور آپ نے ظاہر کر دیا اس کی مصلحت کو آپ جانتے ہیں اس پر ان کو الہام ہوا کہ مصلحت اس میں یہ ہے کہ ایک عرصہ تک تو لوگوں کی یہ حالت تھی کہ اس معاملہ غم افزا میں آپ پر انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اس روش میں مکار تھا۔ کیونکہ خدا نے اس کو چوروں کے ضمن میں رسوا کر دیا میں نے نہ چاہا کہ ان کے انکار کی شامت ان کو کفر اختیاری میں مبتلا کر دے اور یہ اپنی ناواقفیت اور جہالت سے گمان بد میں مشغول رہیں۔ اس لئے میں نے اس کرامت کو ظاہر کر دیا کہ میں کام کے وقت تم کو ہاتھ عطا کرتا ہوں تاکہ یہ بدگمان بیچارے درگاہ خداوندی سے مردود نہ ہو جائیں۔ یہ آپ کے لئے نہیں ہے اس لئے کہ آپ کو تو میں ان کرامتوں سے پہلے خود اپنی ذات سے (یعنی اس کے مشاہدہ یا اپنی طرف سے الہام سے یا کسی اور طریقہ سے) کامل تسلی دے چکا ہوں بلکہ یہ کرامت تو میں نے آپ کو ان لوگوں کی وجہ سے عطا کی ہے اور یہ چراغ میں نے آپکے سامنے انہی لوگوں کی رہنمائی کے لئے رکھا ہے آپ کو اس کی کچھ ضرورت نہیں۔ اس کی ایک وجہ تو پیشتر معلوم ہو چکی۔ دوسری یہ ہے کہ آپ کو ہاتھ کٹنے کا کچھ ایسا غم بھی نہیں تھا جس کے لئے اس اہتمام کی ضرورت ہوتی۔ اس لئے کہ آپ کا مرتبہ اس سے ارفع ہے کہ آپ کو جسم کے مردہ ہونے یا اس کے اجزا کے جدا ہو جانے سے خوف ہو اور اس کی تحقیق کے بعد رنج ہو۔ لیکن اتنا فائدہ آپ کے لئے بھی ہوا کہ گو آپ کو تفریق اجزاء کا خوف اور رنج نہ ہو مگر نفس تفرق جسم کا تو وہم ہو سکتا۔ اب وہ بھی جاتا رہا۔ اور خوب قوی اور مستقل طور پر اندفاع تو ہم آپ کو حاصل ہو گیا۔ کیونکہ اس واقعہ سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ آپ کا قطع ید ایسا تھا جیسا خواب میں کسی کا ہاتھ کٹ جاتا ہے۔ اور آنکھ کھلنے کے بعد وہ اس کو سالم پاتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تفرق جسم کے بعد بھی حق سبحانہ جب چاہتے ہیں اتصال پیدا کر سکتے ہیں پس وہ تفرق ایسی صورت میں کچھ بھی قابل التفات نہ ہوگا۔ اب مولانا اس کی تائید میں ایک قصہ بیان کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ دیکھو ساحران فرعون کو کس قدر تفریق جسم کی دھمکیاں دی گئیں لیکن چونکہ یہ تفرق ان کی نظر میں ایک وہم وخیال سے زیادہ وقعت نہ رکھتا تھا نیز ان کو خدا کی قدرت پر اطمینان تھا کہ اگر وہ چاہیں گے تو پھر اتصال پیدا کر دیں گے اس لئے انہوں نے ان دھمکیوں کی طرف کچھ بھی التفات نہ کیا تفصیل قصہ حسب ذیل ہے۔

شرح شبّیری

ساحران فرعون کا ہاتھ پیر کٹوانے پر جری ہونے کا سبب

ساحران را نے کہ فرعون لعین	کرد تہدید و سیاست بر زمین
کیا ایسا نہیں ہے کہ فرعون ملعون نے جادوگروں کو	میدان میں دھمکی اور تنبیہ کی

www.besturdubooks.wordpress.com

کیا فرعون لعین نے ساحروں کو تہدید و سیاست زمین پر نہیں کی (کہ یہ کہا تھا کہ)

کہ بہ برم دست و پاتان از خلاف	پس در آویزم ندارم تان معاف
کہ میں تمہارا دایاں بایاں ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا	پھر تمہیں لٹکاؤں گا تمہیں معاف نہ کروں گا

یعنی کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں خلاف سے کاٹوں گا اور پھر تم کو لٹکاؤں اور معاف نہ کروں گا۔ خلاف سے کاٹنے کا مطلب یہ کہ اگر داہنا ہاتھ تو بایاں پیر یا اس کے برعکس غرضیکہ اس نے دھمکی دی کہ تمہارے ہاتھ پیر کاٹ کر سولی دے دوں گا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

تم دیکھو کیا ساحروں کو فرعون نے دھمکی نہ دی تھی اور خوف نہ دلایا تھا کہ میں تم لوگوں کے ایک طرف کے ہاتھ اور ایک طرف کے پاؤں کاٹ ڈالوں گا اور اس کے بعد تم کو لٹکا دوں گا اور ہرگز معاف نہ کروں گا لیکن اس کا ان پر کیا اثر ہوا۔ کچھ بھی نہیں۔

شرح شبّیری

او چنان پنداشت کایشان در ہمان	وہم و تخویف اند و وسواس و گمان
وہ سوچتا تھا کہ وہ اسی	وہم اور ڈر اور وسوسوں اور گمان میں ہیں

یعنی اس نے ویسا ہی سمجھا کہ یہ لوگ اسی وہم اور خوف اور وسواس اور گمان میں ہیں۔

کہ بودشان لرزہ و تخویف و ترس	از تو ہمہاؤ تحذیرات نفس
کہ ان پر لرزہ اور خوف اور ڈر ہو گا	جان کی دھمکیوں اور توہمات سے

یعنی ان کو لرزہ اور خوف اور ڈر نفس کے توہمات اور خوفوں سے ہو جائے گا یعنی اس کا خیال تھا کہ میرے ڈرانے سے ان کا نفس ان کو ڈراوے گا اور یہ خوف کے مارے اس دین سے پھر جاویں گے اور قبول کر لیں گے مگر۔

او نمیدانست کایشان رستہ اند	بر دریچہ نور دل بنشستہ اند
وہ نہ جانتا تھا کہ وہ آزاد ہو چکے ہیں	دل کے نور کی کھڑکی پر جا بیٹھے ہیں

یعنی وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ لوگ (اس حالت سے) چھوٹ گئے ہیں اور نور دل کے دریچہ میں بیٹھے ہیں۔

سایۂ خود راز خود دانستہ اند	چابک و چست و گش و برجستہ اند
اپنے آپ سے اپنے سایہ کو ممتاز کر چکے ہیں	تیز اور چست اور خوش اور ہوشیار ہو گئے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اپنے سایہ کو اپنی ذات سے ممتاز کر لیا ہے اور چست و چالاک اور خوش اور برجستہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں تمہارے سایہ کے ایک تلوار مارتا ہوں تو تمہیں کچھ بھی خوف نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جانتے ہیں کہ ہمارا کوئی ضرر نہیں ہے اسی طرح چونکہ ان حضرات نے اس جسم ظاہر کو روح کا ظل اور سایہ سمجھ رکھا ہے اس لئے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہم تمہارے اس جسم کو کاٹ دیں گے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے تو وہ یہی کہیں گے کہ لاضیر انا الی ربنا لمنقلبون ان کی تو یہ شان ہے کہ۔

ہاون گردون اگر صد بار شان	خرد کو بد اندرین گلزار شان
اگر سو بار (بھی) آسمان کی اوکھلی	ان کو اس خاکدان میں ریزہ ریزہ کر دے

یعنی آسمان کی اوکھلی اگر سو بار ان کو اس گلزار (دنیا) میں ریزہ ریزہ کر کے کوٹ دے۔

اصل این ترکیب راچون دیده اند	از فروغ وہم کم ترسیده اند
چونکہ انہوں نے اس بناؤ کی اصل کو دیکھ لیا ہے	وہم کی زیادتی سے وہ کم ڈرتے ہیں

....

یعنی چونکہ اس ترکیب کی اصلیت کو انہوں نے دیکھ لیا ہے تو وہ وہم کی زیادتی سے کب ڈرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر ان کے جسم پر سو بار گزند پہنچے تب بھی ان کو پرواہ نہیں اس لئے کہ انہوں نے اس کی اصلیت کو معلوم کر لیا ہے پھر وہ کس بات سے ڈریں ان کو ذرا خوف نہیں ہوتا وہ بالکل بے فکر ہوتے ہیں جانتے ہیں کہ اچھا ہے جتنا حجاب حسن سے کم ہو اتنا ہی بہتر ہے آگے مولانا اس حیات دنیوی کو خواب سے تشبیہ دیتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ دیکھو اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ اس کا ایک ہاتھ مثلاً کسی نے کاٹ دیا تو اس کو کوئی خوف ہوتا ہے ہرگز نہیں ۔ بلکہ جب آنکھ کھلتی ہے معلوم ہو جاتا ہے کہ خواب کی بات تھی اور وہ خواب میں ایک عارضی ہاتھ تھا ورنہ میرا اصل ہاتھ تو موجود ہے اور اگر کسی کو خواب ہی میں اتنا ہوش ہو کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں تو وہ اس خواب ہی میں سمجھ جاوے گا کہ یہ ساری خواب کی باتیں ہیں اور اس کو اس سے مطلق خوف نہ ہوگا۔ تو اسی طرح اس دنیا میں اگر کوئی شخص دیکھے کہ کسی نے اس کے جسم کو گزند پہنچایا تو جب اس خواب سے بیداری ہوگی اس وقت معلوم ہوگا کہ ارے وہ تو ایک عارضی ہاتھ تھا اور اصل روحانی ہاتھ تو موجود ہے اور اگر کسی کو یہاں دنیا ہی میں اتنا ہوش ہوگا کہ وہ اس حیات کو خواب سمجھتا ہو تو وہ اب ہی سمجھ جاوے گا کہ اس جسم کے گزند سے میری اصل ذات پر کوئی گزند نہیں پہنچا تو بس اس کو بھی کوئی خوف اس خواب دیکھنے والے کی طرح نہ ہوگا جب مولانا نے یہ تشبیہ دی تو کوئی شبہ کرتا ہے کہ اگر یہ زندگی خواب ہے تو پھر اس میں ہم اور خواب کیوں دیکھتے ہیں۔ سوتے ہیں اور اس میں پھر خواب دیکھتے ہیں مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو تم سوتے ہو اور خواب دیکھتے ہو کہ ہم ایک جگہ سوئے ہیں اور اس میں خواب دیکھ رہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں تو جیسے کہ اس خواب ظاہری میں بھی خواب دیکھ لیتے ہو اسی طرح اس خواب ہستی میں بھی خواب دیکھ لیتے ہو۔ سبحان اللہ عجیب تحقیق ہے سچ یہ ہے کہ یہ حضرات اصل محقق ہیں اور ان کے علوم علوم ہیں کہ جس بات کو بیان فرماویں گے اس کو بالکل آئینہ کردیں گے گویا کہ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں سبحان اللہ سبحان اللہ مولانا کے فیوض سے ہم گنہگاروں کو مستفیض فرما اور ہمارے گناہ ان کی برکت سے معاف فرمایئے اور توفیق حسنات کی عطا فرمائے آمین۔ یہ تو اس کا حاصل ہے اب الفاظ سے بھی سمجھ لو فرماتے ہیں

ایں جہاں خوابست اندر ظن مایست	گر رود در خواب دستے باک نیست
یہ دنیا خواب ہے شک میں نہ پڑ	اگر خواب میں ہاتھ کٹ جائے کوئی پروا نہیں ہے

یعنی یہ جہان ایک خواب ہے تم (ہماری اس بات میں) شبہ میں مت کھڑے ہو تو اگر کسی کا خواب میں ہاتھ جاتا رہے تو کوئی بھی خوف نہیں ہے۔

گر بخواب اندر سرت ببرید گاز	ہم سرت بر جاست ہم عمرت دراز
اگر خواب میں قینچی تیرا سر کاٹ دے	تیرا سر بھی اپنی جگہ پر ہے تیری عمر دراز ہے

یعنی اگر خواب میں مقراض نے تمہارا سر کاٹ دیا تو تمہارا سر بھی جگہ پر ہے اور عمر بھی دراز ہے۔

گر بہ بینی خواب در خود را دو نیم	تندرستی چونکہ خیزی بے سقیم
اگر تو خواب میں اپنے دو ٹکڑے دیکھے	جب تو اٹھے گا بغیر کسی بیماری کے تندرست ہے

یعنی اگر تو خواب میں اپنے کو دو ٹکڑے دیکھے تو جب اٹھے گا تندرست ہے اور بے سقیم ہے۔

حاصل اندر خواب نقصان بدن	نیست باکے از دو صد پارہ شدن
خلاصہ یہ ہے کہ خواب میں بدن کا نقصان	دو سو ٹکڑے ہو جانے سے کوئی پروا نہیں ہے

یعنی حاصل یہ ہے کہ خواب میں جسم کے نقصان کا اور دو سو ٹکڑے ہو جانے کا کوئی خوف نہیں ہے۔

ایں جہاں را کہ بصورت قائم ست	گفت پیغمبرؐ کہ حلم نائم ست
اس دنیا کو جو بظاہر قائم ہے	پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ سونے والے کا خواب ہے

یعنی یہ جہان جو کہ صورت میں قائم ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سونے والے کا خواب ہے۔ حدیث میں ہے الناس نیام اذا ماتوا انتبھوا کہ لوگ سو رہے ہیں جب مریں گے جاگیں گے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

از رہ تقلید تو کردی قبول	سالکاں ایں دیدہ پیدا بے رسول
تو نے تقلید کے راستے سے تسلیم کیا ہے	سالکوں نے بغیر کسی پیغام دینے والے کے خواب دیکھ لیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تو نے تو (اس حدیث کو) تقلیداً قبول کر لیا ہے اور سالکین نے دیکھا ہے اور ان پر بلاواسطہ (تقلید کے) ظاہر ہے یعنی تم تو اس حدیث سے اس زندگی کو جو خواب سمجھے ہو صرف تقلیداً ہی سمجھے ہو اور ان حضرات نے جب اس کو سنا فوراً ان کو وہ مشاہدہ اپنا معلوم ہوا اور وہ اس کو مشاہدۃً و بدلۃً ایسا سمجھے ہوئے ہیں کہ وہ خود دیکھے ہوئے تھے باقی اس حدیث سے ان کو یقین میں زیادتی ہوگئی۔

روز درخوابی مگو کایں خواب نیست	سایہ فرع ست اصل جز مہتاب نیست
تو دن میں بھی خواب میں ہے نہ کہہ یہ خواب نہیں ہے	سایہ فرع ہے چاند کے علاوہ کوئی اصل نہیں ہے

یعنی تو دن کو بھی خواب میں ہے یہ مت دیکھ کہ خواب نہیں ہے اس لئے کہ سایہ تو فرع ہے اور اصل بجز مہتاب کے اور کچھ نہیں ہے یعنی چونکہ یہ حیات دنیوی مثل خواب کے ہے تو تم اگرچہ بظاہر دن میں بیدار ہو مگر اصل میں دن کو بھی سو ہی رہے ہو آگے اس سوال کا جواب ہے فرماتے ہیں کہ۔

خواب و بیداریت آں داں اے عضد	کہ بہ بیند خفتہ کو در خواب شد
اے معتمد! تو اپنے سونے اور جاگنے کو یہ سمجھ	کہ کوئی سویا ہوا دیکھے کہ وہ سو گیا ہے

یعنی اے بھائی اس بیداری کے خواب کو ایسا جانو کہ جیسے کوئی سونے والا دیکھے کہ وہ سو گیا ہے۔

او گماں بردہ کہ ایں دم خفتہ ام	بے خبر زاں کوست در خواب دوم
وہ سمجھا کہ میں سویا ہوا ہوں	اس سے بے خبر ہے کہ وہ دوسری نیند میں ہے

یعنی وہ گمان کرتا ہے کہ وہ اس وقت سویا ہے اور اس سے بے خبر ہے کہ وہ خواب دوم میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس ظاہری بیداری میں جو تم سو کر خواب دیکھتے ہو اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے تم خواب دیکھتے ہو کہ مثلاً تم ایک مکان میں گئے اور وہاں جا کر سو رہے اور اس نے سونے میں خواب دیکھا تو تمہارا اس خواب میں یہ خیال ہے کہ ہم اب سوئے ہیں حالانکہ گھنٹوں پہلے سے سو رہے ہو تو اسی طرح تم جو رات کو سوتے ہو اور خواب دیکھتے ہو تو تم سمجھتے ہو کہ تم اب سوئے ہو حالانکہ جب سے دنیا میں آئے ہو جب ہی سے سو رہے ہو اور اس خواب ہستی میں یہ خواب دوسرا دیکھ رہے ہو۔ سبحان اللہ خوب ہی مثال ہے۔ دیکھو کیسا واضح ہو گیا ہے کہ کوئی کھٹک ہی باقی نہ رہا۔ بس لکھنے والے یہ اور سمجھنے والے ہمارے حضرت سلمہم پر اگر مثنوی میں ایسے مضامین نہ ہوں تو اور کیا ہو۔ آگے پھر ان ساحروں کے قصہ کی طرف رجوع ہے اور ان کے قول کو روایت بالمعنی کے طور پر ایک مثال میں بیان فرماتے ہیں کہ۔

کوزہ گر گر کوزۂ را بشکند	چوں بخواہد باز خود قائم کند
کمہار اگر کسی پیالہ کو توڑتا ہے	جب چاہے گا اس کو بنا لے گا

یعنی کوزہ گر اگر کسی کوزہ کو توڑ دے تو پھر جب چاہے اس کو قائم کر لے تو اسی طرح اگر حق تعالیٰ اس جسم

www.besturdubooks.wordpress.com

ظاہری کو فنا بھی فرمادیں تو کیا ہے دوسرا جسم روح کے لئے عطا فرمادیں گے۔ آگے ایک دوسری مثال ہے کہ۔

کور را ہر گام شد ترس چاہ	با ہزاراں ترس می آید براہ
اندھے کو ہر قدم پر کنویں کا ڈر ہوتا ہے	وہ ہزاروں ڈر کے ساتھ راستہ طے کرتا ہے

یعنی اندھے کو ہر قدم پر کنویں کا خوف ہوتا ہے اور ہزاروں خوف سے راستہ پر آتا ہے۔

مرد بینا دید عرض راہ را	پس بداند او مغاک و چاہ را
بینا انسان نے راستہ کی چوڑائی دیکھ لی ہے	تو وہ گڑھے اور کنویں کو جانتا ہے

یعنی بینا آدمی راستہ کے عرض کو دیکھ لیتا ہے تو وہ کنویں کو اور گڑھوں کو جانتا ہے۔

پا و زانویش نہ لرزد ہر دمے	رو ترش کے دارد او از ہر غمے
اس کا پاؤں اور ران کسی وقت نہیں کپکپاتے ہیں	وہ کسی غم سے رنجیدہ کب ہوتا ہے؟

یعنی اس کا پاؤں اور زانو ہر دم کانپتا نہیں ہے اور وہ ہر غم سے رو ترش نہیں رکھتا۔ مطلب یہ کہ جو اندھا ہے چونکہ اس کو راستہ کی خبر نہیں ہے لہذا ہر ہر قدم پر اس کو گر جانے کا خوف ہوتا ہے اور جو اندھا نہیں ہے وہ سیدھا راہ راست پر چلا جاتا ہے اور اس کو مطلق خوف نہیں ہوتا۔ تو اسی طرح جو شخص کہ اس راہ سے اندھا ہے اس کو تو اس جسم اور اس حیات کے جاتے رہنے سے خوف ہوتا ہے اور جو اس راہ کو دیکھے ہوئے ہے وہ بے فکری سے چلا جاتا ہے اگر اس کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں تب بھی اس کو پرواہ نہیں ہوتی تو چونکہ ان ساحروں کو حقیقت منکشف ہوگئی تھی لہذا بالکل بے فکر تھے اور ان کے قلب میں مطلق ہراس نہ تھا اور وہ جانتے تھے کہ اگر یہ جسم نہ رہے تو کیا ہے ہم کو اور مل جاوے گا آگے پھر انہیں کا قول نقل فرماتے ہیں کہ وہ بولے کہ۔

خیز فرعونا کہ ما آں نیستیم	کہ بہر بانگے زغولے بیستیم
اے فرعون! کھڑا ہو جا کیونکہ ہم وہ نہیں ہیں	کہ چھلاوے کی ہر آواز پر ہم ٹھہریں

یعنی اے فرعون اٹھ ہم وہ نہیں ہیں کہ شیاطین کی ہر آواز پر کھڑے ہو جاویں۔

خرقۂ مارا بدرٗ دوزندہ ہست	ورنہ مارا خود برہنہ تن بہ است
ہماری گدڑی پھاڑ دے سینے والا موجود ہے	ورنہ ہمارے لئے ننگا بدن بہتر ہے

یعنی تو ہمارے خرقہ کو پھاڑ دے سینے والا موجود ہے ورنہ خود ہمارے لئے ننگا بدن ہی بہتر ہے۔

بے لباس ایں خواب را اندر کنار	خوش بگیریم اے عدو نابکار
بغیر لباس کے اس نیند کو بغل میں	خوشی سے لیں گے۔ اے نالائق دشمن!

یعنی بے لباس کے اس حسین کو کنار میں ہم خوب لیں گے اے نابکار دشمن۔

خوشتر از تجرید از تن و زمزیج	نیست اے فرعون بے الہام گیج
بدن اور مزاج سے جدا ہو جانا خوشگوار	نہیں ہے بغیر الہام کے اے احمق فرعون!

یعنی ارے فرعون بے وقوف بے الہام بدن اور مزاج سے مجرد ہو جانے سے بہتر تو کوئی چیز ہی نہیں ہے خرقہ سے مراد جسم ظاہری۔ خوب سے مراد حق تعالیٰ۔ عدو نابکار سے مراد فرعون۔ مطلب اوپر کے چاروں شعروں کا یہ ہے کہ ارے فرعون تو ہمارے اس جسم ظاہری کو جو روح کے لئے مثل خرقہ کے ہے۔ پھاڑ دے اور ہلاک کر دے ہمیں اس کی خاک پرواہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کا سینے والا موجود ہے وہ اس کو فوراً سی دے گا اور پھر ایسا ہی جسم عطا فرما دے گا اور اگر نہ بھی عطا فرما دے تو کیا ہے ہماری روح برہنہ ہی اچھی ہے۔ اس لئے کہ یہ جسم تو ایک قسم کا حجاب ہے تو جس قدر حجاب کم ہوں اچھا ہی ہے اگر روح خواہ کتنی ہی مجرد کیوں نہ ہو جاوے مگر وصل متعارف ہرگز نہیں ہو سکتا۔ لیکن پھر بھی بہ نسبت اس جسم کے وجود کے تجرد کے وقت زیادہ وصل ہوگا۔ تو اگر یہ جسم نہ رہے گا تو ہمارا مقصود یعنی وصال حق اور اچھی طرح حاصل ہوگا۔ پھر ہم کو اس جسم کے ضائع ہو جانے اور جاتے رہنے سے کیا غم ہو۔ ہمیں اسکی پوری حقیقت معلوم ہو گئی ہے یہ بھی ان کے اقوال کی روایت بالمعنیٰ ہے آگے ایک خچر اور اونٹ کی حکایت لاتے ہیں کہ خچر نے اونٹ سے پوچھا کہ میرے تو چلنے میں بہت ٹھوکر لگتی ہے اور تیرے نہیں لگتی اس کی کیا وجہ ہے تو اس نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میں راستہ کو دور تک دیکھ لیتا ہوں اس لئے دیکھ بھال کر چلتا ہوں اور تجھے دور تک دکھائی نہیں دیتا اس لئے گر جاتا ہے۔ تو مولانا اس پر لاتے ہیں کہ دیکھو کہ جو اس راہ کی حقیقت سے واقف ہے وہ کبھی خطا نہیں کھاتا بلکہ بالکل بے فکری سے چلا جاتا ہے اور جو اس کی حقیقت سے واقف نہیں ہے وہ ٹھوکریں کھاتا ہے تو چونکہ یہ ساحران فرعون حقیقت اس دنیا کی دیکھ چکے تھے اس لئے بالکل بے فکر تھے اور خوب مضبوط تھے اور وہ جانتے تھے کہ اگر یہ قتل کر دے گا تو کیا ہے ہم کو حق تعالیٰ کی طرف جذب ہو جائے گا۔ جیسا کہ ان کے قول انا الی ربنا لمنقلبون سے معلوم ہوتا ہے اب حکایت سنو فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ وجہ اس کی وہم کی یہ تھی کہ وہ سمجھتا تھا کہ یہ ابھی اسی وہم و گمان اور وسوسہ و خوف کی حد میں ہیں جس میں پہلے تھے اور اوہام و خیالات اور نفس کی دھمکیوں سے ڈر جاتے اور کانپ جاتے تھے لیکن وہ یہ نہ سمجھا کہ وہ اوہام کے پھندے سے نکل چکے ہیں اور اب وہ اس دریچہ پر بیٹھے ہوئے ہیں جس سے نور قلب داخل ہوتا ہے اور وہ اس نور کے ذریعہ سے حقائق کو علیٰ ما ہی علیہ دیکھ رہے ہیں اب ان کو اپنی حقیقت اور اپنے سایہ میں امتیاز ہو گیا ہے اس لئے اب وہ بجائے مغموم و محزون ہونے کے چست و چالاک اور خوش و خرم ہیں وہ جان چکے ہیں کہ اس مرکب عنصری کی اصل کچھ اور ہی ہے خواہ روح ہو یا جسم مثالی اس لئے اگر آسمان ان کو اپنی اوکھلی میں سو مرتبہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی کوٹے اور ان کے جسم عنصری کو ریزہ ریزہ کر دے تب بھی ان پر وہم غالب نہ ہوگا۔ اور اس سے وہ ذرا بھی نہ ڈریں گے۔ پس تم بھی ان کی تقلید کرو اور اس عالم ناسوتی میں دل کو نہ پھنساؤ کیونکہ اس عالم کی وہم و خیال سے زیادہ وقعت نہیں ہے لہٰذا تم کو جتلائے گمان نہ رہنا چاہئے اور تفرق جسم سے ہرگز خوف نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس سے تم کو کچھ بھی ضرر لاحق نہیں ہوتا۔ اب ہم تم کو ایک دوسرے عنوان سے اسی مقصد کو سمجھانا چاہتے ہیں۔ دیکھو اگر خواب میں قینچی سے تمہارا سر کاٹ ڈالا جائے تو تم کو اس سے کیا نقصان پہنچتا ہے کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ تمہارا سر اسی طرح قائم رہتا ہے بلکہ بنا بر مشہور یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس سے تمہاری عمر بڑھتی ہے کیونکہ عوام میں مشہور ہے کہ اگر خواب میں کوئی اپنے کو مردہ دیکھے تو اس سے اس کی عمر بڑھتی ہے اسی طرح اگر تم خواب میں اپنے کو دیکھو کہ کسی نے میرے دو ٹکڑے کر دیئے ہیں تو اس سے تم کو کیا ضرر ہوتا ہے کچھ بھی نہیں کیونکہ تم جب بیدار ہوتے ہو تو اسی طرح تندرست ہوتے ہو اور کچھ بھی نقصان تمہارے اندر نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ خواب کے اندر بدن میں خرابی واقع ہونے بلکہ سو ٹکڑے ہو جانے کی بھی کچھ پرواہ نہیں جب یہ امر ممہد ہو چکا تو اب سمجھو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہان کو جو بظاہر قائم معلوم ہوتا ہے سونے والے کا خواب فرمایا ہے۔ گو تم بھی اس کو ضرور مانتے ہو گے۔ مگر تم نے صرف تقلیداً ہی مانا ہے لیکن اہل اللہ نے اس کو تمہاری طرح صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہونے ہی کی وجہ سے نہیں مانا بلکہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی بدولت اور آپ کے طفیل سے اس کا مشاہدہ بھی کیا ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ تم دن میں بھی خواب ہی میں ہو تم یہ نہ کہنا کہ میں خواب میں نہیں ہوں اور عالم خواب نہیں ہے کیونکہ اول تو اہل اللہ پر اس کا خواب ہونا منکشف ہو چکا ہے لیکن اگر ان کی بات نہ مانو تو خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے۔ پس جبکہ عالم کا خواب ہونا بھی ظاہر ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خواب میں اگر جسم میں تفرق اتصال واقع ہو تو کچھ قابل التفات نہیں لہٰذا تم کو اس کی مضرتوں کی کچھ پرواہ نہ کرنی چاہئے۔ اور اس سے قطع تعلق کر کے حق سبحانہ کے ساتھ مشغول ہونا چاہئے علاوہ اس کے ایک اور وجہ بھی ہے وہ یہ کہ عالم ظل اور پرتو ہے جناب حق سبحانہ کا اور بلا تشبیہ اس کی ان کے لحاظ سے ایسی ہی مثال ہے جیسے چاندنی اور چاند بس جس طرح کہ چاندنی فرع ہے چاند کی یوں ہی عالم فرع ہے حق سبحانہ کی اور یہ تم کو معلوم ہے کہ اصل کو چھوڑ کر فرع میں مشغول ہونا سراسر حماقت ہے۔ پس حق سبحانہ کو چھوڑ کر عالم میں مشغول ہونا اور اس کی مضرتوں سے بچنے اور منفعتوں کو وصول کرنے کی دھن میں لگنا سراسر نادانی ہوگا۔ پس اس سے بھی ثابت ہوا کہ تفرق جسم سے ڈرنا ہرگز نہ چاہئے اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس شبہ کو بھی رفع کر دیا جاوے جو عالم کو خواب کہنے پر واقع ہوتا ہے وہ یہ کہ اس عالم میں رہ کر ہم کبھی بیدار ہوتے ہیں اور کبھی سوتے ہوتے ہیں۔ پس اگر عالم خواب ہوتا تو سونا جاگنا کیسا؟ تقریر دفع ہے کہ یہ امر مشاہد ہے اور اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کبھی آدمی سوتے ہوئے خواب دیکھتا ہے اور اس خواب میں اول اپنے کو جاگتے ہوئے دیکھتا ہے اور پھر خواب ہی میں دیکھتا ہے کہ میں سو گیا ۔ مثلاً ایک شخص خواب میں دیکھتا ہے کہ میں سفر کر رہا ہوں اور سفر ہی میں اس کو رات ہو جاتی ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

میں تھک کر ایک مقام پر لیٹ رہا اور مجھے نیند آ گئی تو دیکھو کہ وہ خواب میں سمجھتا ہے کہ میں پہلے سے جاگ رہا تھا اور اب سویا ہوں حالانکہ وہ پہلے سے بھی سو رہا تھا اور اب دوبارہ سویا ہے اس سے تمہاری سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ خواب کے اندر سونا اور جاگنا دونوں ہو سکتے ہیں۔ بس یہی حالت بالکل عالم کی ہے کہ وہ دراصل ایک خواب ہے آدمی اس میں اولاً اپنے کو جاگتا ہوا جانتا ہے اور اس کے بعد سمجھتا ہے کہ میں سو گیا۔ اب کوئی شبہ نہ رہا اب ہم تفرق جسم سے نہ ڈرنے کے لئے ایک اور وجہ بھی بتلاتے ہیں وہ یہ کہ قاعدہ ہے کہ اگر برتن بنانے والا برتن کو توڑ دیتا ہے تو وہ اگر چاہے تو دوبارہ بنا بھی سکتا ہے بس سمجھنا چاہئے کہ اگر کسی مصلحت سے حق سبحانہ تفریق جسم کریں گے بھی تو دوبارہ بنا بھی سکتے ہیں۔ اگر چاہیں گے اور مصلحت ہوگی تو بنا بھی دیں گے۔ پھر ڈر کس لئے غرضکہ یہ وجوہ ہیں جو مقتضے ہیں اس کو کہ تفرق سے نہ ڈرنا چاہئے اب یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ ان تمام باتوں کے باوجود آدمی کیوں ڈرتا ہے اس کی وجہ صرف حقیقت ناشناسی ہے دیکھو اندھا چونکہ راستہ سے واقف نہیں ہوتا اس لئے اس کو ہر قدم پر کنویں کا ڈر ہوتا ہے اور بہت ہی ڈرتے ڈرتے راستہ چلتا ہے برخلاف اس کے دیکھنے والا شخص چونکہ راستہ کی چوڑائی کو دیکھتا ہوتا ہے لہذا وہ گڑھے اور کنویں کو آنکھ سے دیکھتا ہے پس جو چیزیں فی الواقع بچنے کی ہیں ان سے احتیاط کرتا ہے اور جو چیزیں بچنے کی نہیں ان کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا۔ نہ ہر وقت اس کے گھٹنے اور پاؤں میں تھرتھراہٹ ہوتی ہے اور نہ وہ معمولی تکلیف دہ چیزوں سے چیں بچیں ہوتا ہے اور اندھا جہاں ڈرنے کی ضرورت نہیں وہاں بھی ڈرتا ہے اور جو بچنے کی چیزیں نہیں ان سے بھی کھٹکتا ہے اور ذرا سے خطرہ کو بہت سمجھ کر اس کا دم ہوا ہو جاتا ہے دیکھو چونکہ ساحروں کو حقیقت کا انکشاف ہو گیا تھا اس لئے انہوں نے فرعون کی دھمکیوں کے جواب میں صاف کہدیا کہ ارے فرعون بھاگ بھی ہم وہ نہیں کہ ہر بھٹنے کی بات کو صحیح سمجھ کر رہروی کو چھوڑ دیں اور رک جائیں تو کچھ ہی کہہ ہم نہ مانیں گے تو تفریق جسم کی دھمکی دیتا ہے۔ اچھا تو کاٹ ڈال اول تو خدا کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ ہمارے جسم کو دوبارہ ٹھیک کر دے لہذا ہم کو ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر کسی مصلحت سے اس نے ایسا نہ بھی کیا تب بھی ہم کو کچھ نقصان نہیں بلکہ اور فائدہ ہے کہ تن فی الجملہ قرب حق سبحانہ سے حاجب تھا جب وہ نہ رہے گا تو زیادہ قرب ہوگا اور ہماری اس عاشق کی سی مثال ہوگی جو کرتہ اتار کر اپنے معشوق کو آغوش میں لے ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس کو اپنے معشوق سے بہ نسبت کرتہ پہنے ہونے کے زیادہ قرب ہے اس سبب سے ہماری تو عین خوشی ہے کہ ہم جسم اور مزاج سے الگ ہو جائیں پس یہ تیری دھمکیاں بجائے اس کے کہ خوف وہراس پیدا کریں اور اشتیاق پیدا کرتی ہیں یاد رکھو کہ کور راہر گام باشد ترس چاہ الی آخر البیت الثالث میں دو مضمون بیان کئے تھے اول عوام کا آلام دنیا میں مبتلا ہونے سے ڈرنا اور اہل اللہ کا نہ ڈرنا۔ دوسرے عوام کا مبتلائے آلام ہو کر پریشان اور چیں بجبیں ہونا اور اہل اللہ کا نہ گھبرانا اور نہ چیں بجبیں ہونا اور دونوں باتوں کا منشا حقیقت شناسی و ناحقیقت شناسی کو بتلایا تھا اب ایک تیسری بات بیان کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ اہل اللہ تو حقیقی مضرتوں میں مبتلا نہیں ہوتے اور عوام سو جاتی ہیں اس کا کیا سبب ہے اس مضمون کو مولانا خچر اور اونٹ کے سوال و جواب کے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں اور حاصل اس کا بھی وہی حقیقت ناشناسی اور حقیقت شناسی ہے تفصیل حسب ذیل ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

ایک خچر کا اونٹ سے شکایت کرنا کہ میں تو منہ کے بل بہت گرتا ہوں اور تو نہیں گرتا، مگر شاذ و نادر تو آخر اس کی وجہ کیا ہے اور اونٹ کا جواب دینا

گفت استر با شتر اے خوش رفیق	در فراز و شیب و کراہ دقیق
خچر نے اونٹ سے کہا، اے اچھے ساتھی!	اونچے اور نیچے اور تنگ راستے میں

یعنی ایک خچر نے اونٹ سے کہا کہ اے اچھے دوست نشیب و فراز میں اور پتلے راستہ میں۔

تو نیائی در سر و خوش میروی	من ہمی آیم بسر در چون غوی
تو منہ کے بل نہیں گرتا، اچھی طرح چلتا ہے	میں گمراہ کی طرح سر کے بل گرتا ہوں

یعنی تو تو سر کے بل نہیں گرتا اور اچھی طرح چلا جاتا ہے اور میں گمراہوں کی طرح سر کے بل گر جاتا ہوں۔

یعنی میں تو ہر دم منہ کے بل گرتا ہوں خواہ خشکی میں ہوں یا کہ تری میں ہوں۔

این سبب را باز گو با من زچیست	تا بدانم من کہ چون بایست زیست
مجھے اس کا سبب بتا کہ کس وجہ سے ہے؟	تاکہ میں جان لوں کہ کس طرح جینا چاہیے؟

یعنی اس سبب کو مجھ سے کہہ کہ کس وجہ سے ہے تاکہ میں جان لوں کہ کس طرح زندگی بسر کرنا چاہئے۔

گفت از چشم تو چشم من یقین	بیگمان روشن ترست و دوربین
اس نے کہا میری آنکھ تیری آنکھ سے یقینا	بلاشک زیادہ روشن اور تیز دیکھنے والی ہے

یعنی اونٹ نے کہا کہ (اول تو) یقینا اور بے گمان میری آنکھ تیری آنکھ سے زیادہ روشن اور دور بیں ہے۔

بعد ازان ہم از بلندی ناظرم	زین سبب در رو نیفتم حاضرم
اس کے علاوہ میں اونچائی سے دیکھ لینے والا ہوں	اس سبب سے میں منہ کے بل نہیں گرتا ہوں میں موجود ہوں
گفت چشم من ز تو روشن ترست	بعد ازاں ہم از بلندی ناظرست
اس نے کہا میری آنکھیں تیری آنکھوں سے زیادہ روشن ہیں	اس کے علاوہ اونچائی سے دیکھنے والی ہیں

یعنی اس کے بعد یہ ہے کہ میں بلندی میں دیکھتا ہوں تو اس سبب سے میں منہ کے بل نہیں گرتا تو میں حاضر ہوں یعنی دیکھ لو میں حاضر ہوں میرا امتحان کر لو کہ یہ باتیں درست ہیں یا غلط۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں بر آیم برسر کوه بلند	آخر عقبه به بینم ہوشمند
میں جب بلند پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتا ہوں	عقلمندی سے گھاٹی کے آخر کو دیکھ لیتا ہوں

یعنی میں ایک کوہ بلند پر اچھی طرح آتا ہوں اور گھاٹی کے آخر حصہ کو دیکھ لیتا ہوں اس حال میں کہ ہوشمند ہوتا ہوں۔

پس ہمہ پستی و بالائی راہ	دیدہ ام را وانماید ہم الٰہ
پھر راستہ کی سب نیچائی اور اونچائی	اللہ (تعالیٰ) میری آنکھ کو دکھا دیتا ہے

یعنی پس تمام نشیب وفراز راہ کو حق تعالیٰ میری آنکھ کو دکھا دیتے ہیں۔

ہر قدم من از سر بینش نہم	از عثار و اوفتادن وارہم
میں ہر قدم دیکھ بھال کر رکھتا ہوں	ٹھوکر کھانے اور گرنے سے نجات پا جاتا ہوں

یعنی میں ہر قدم بصیرت سے رکھتا ہوں تو ٹھوکر اور گرنے سے چھوٹ جاتا ہوں۔

تو بہ بینی پیش خود یک دو سہ گام	دانہ بینی و نہ بینی رنج دام
تو اپنے آگے ایک دو تین قدم دیکھتا ہے	دانہ کو دیکھ لیتا ہے جال کی تکلیف کو نہیں دیکھتا ہے

یعنی تو اپنے آگے دو تین ایک قدم تک دیکھ لیتا ہے تو دانہ کو تو دیکھ لیتا ہے مگر دام کی تکلیف کو نہیں دیکھتا۔ یعنی دو تین قدم تک سڑک صاف تو دیکھ لی مگر اس کے بعد جو غار ہے اس کو دیکھا ہی نہیں اس لئے گر جاتا ہے۔

یستوی الاعمیٰ لدیکم والبصیر	فی المقام والنزول المسیر
تمہارے نزدیک اندھا اور بینا برابر ہے	ٹھہرنے اور اترنے اور چلنے میں

یعنی کیا تمہارے نزدیک اعمیٰ اور بصیر ٹھہرنے میں اور اترنے میں اور چلنے میں برابر ہیں۔ یعنے برابر نہیں ہے تو بس جو راہ کو دیکھ رہا ہے وہ تو بے کھٹکے چلا جاوے گا اور جو اندھا ہے وہ راستہ ہی میں مرے گا آگے پھر ان ساحروں کے قصہ کی طرف رجوع ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہم مر بھی جاویں گے تو کیا ہے ہم کو حق تعالیٰ جذب فرمادیں گے اور ہم اس طرف منجذب ہو جاویں گے اصل مضمون تو یہ ہے اب اس کے لئے اول ایک تمہید نہایت نفیس بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ ایک خچر نے اونٹ سے کہا کہ دوست یہ کیا بات ہے کہ اونچے نیچے اور گہرے راستہ میں تو تو سر کے بل نہیں گرتا اور میں گر جاتا ہوں۔ میں خشکی میں بھی اور تری میں بھی بسا اوقات گر جاتا ہوں اس کا سبب مجھے اب تک نہیں معلوم ہوا تو مجھے بتلا کہ کیا بات ہے تا کہ مجھے معلوم ہو جاوے کہ بلا گرے پڑے کیونکر زندگی بسر

www.besturdubooks.wordpress.com

کرنا چاہئے۔ اس نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ میری آنکھ بہ نسبت تمہاری آنکھ کے یقیناً اور بلاشبہ زیادہ روشن ہے۔ اور دوربین ہے اس کے علاوہ یہ بات ہے کہ میرا سر تمہارے سر کی بہ نسبت اونچا ہے اس لئے میں اونچے سے دیکھتا ہوں اور جو اونچے سے دیکھتا ہے اس کو دور تک کی چیزیں نظر آتی ہیں پس میں گرانے والی چیزوں کے سامنے موجود ہوتا ہوں اور ان سے غائب نہیں ہوتا۔ یعنی وہ میری نظر میں ہوتی ہیں لہذا میں گرتا بھی نہیں۔ میں پہاڑ پر مزے سے چڑھ جاتا ہوں اور آخری گھاٹی کو نہایت ہوشیاری سے دیکھتا ہوتا ہوں اس لئے نہیں گرتا خلاصہ یہ ہے کہ راستہ کی ہمواری اور ناہمواری حق سبحانہ میرے پیش نظر رکھتے ہیں اور میں ہر قدم دیکھ کر رکھتا ہوں لہذا ٹھوکر اور گرنے پڑنے سے بچا رہتا ہوں۔ برخلاف میرے تمہاری یہ حالت ہے کہ تم بہت ہی کوتاہ بین ہو۔ اور ایک دو تین قدم سے زیادہ تمہاری نظر نہیں پہنچتی۔ اس لئے تم راستہ تو دیکھ لیتے ہو مگر اس کے خطرات تک تمہاری نظر نہیں پہنچتی اس لئے تمہاری مثال ایسی ہوتی ہے جیسے وہ جانور جو دانہ تو دیکھ لے اور مضرت دام اس کو محسوس نہ ہو۔ جب تمہاری یہ حالت ہے تو بھلا میں اور تم کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ کیا تمہارے نزدیک اندھے اور دیکھنے والے ٹھہرنے اور اترنے اور چلنے وغیرہ احوال سفر میں برابر ہو سکتے ہیں جبکہ ایسا نہیں تو تم میری مساوات کی ہوس خام کیوں رکھتے ہو۔ اب سمجھو کہ جو حالت اونٹ اور خچر کی ہے وہی اہل اللہ اور غیر اللہ کی ہے اہل اللہ چونکہ اشیاء کو علی ماہی علیہ دیکھتے ہیں اس لئے وہ حقیقی مضرتوں سے عام طور پر محفوظ رہتے ہیں اور غیر اہل اللہ چونکہ ان سے واقف نہیں ہوتے اس لئے ان میں مبتلا ہو جاتے ہیں مولانا اس مضمون کو استطرادا اور اتمام فائدہ کے لئے بیان کر کے پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور اس استبعاد کو دفع کرنا چاہتے ہیں جو ساحروں کے منجذب بحق سبحانہ ہونے یا تفریق جسم کے بعد اس کے متصل کرنے پر ہو سکتا ہے اور اسی کے ضمن میں حشر اجساد کے غیر مستبعد ہونے پر بھی تنبیہ فرمادیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ استبعاد حشر اجسادی کا دفع کرنا مد نظر ہو اور جس طرح کہ مضمون ماسبق استطرادی اور متعلق بابیات کور رالخ تھا یہ بھی استطرادی اور مرتبط بہ بیت خرقہ ما را بدر الخ ہو۔

شرح شبیری

چوں جنین را در شکم حق جان دہد	جذب اجزاء در مزاج او کند
جب اللہ (تعالیٰ) پیٹ کے بچہ میں جان ڈالتا ہے	اس کی طبیعت میں اجزاء کو جذب (کرنے کی طاقت) پیدا کر دیتا ہے

یعنی حق تعالیٰ جب پیٹ میں جنین کو روح عطا فرماتے ہیں تو اس کے مزاج میں جذب اجزاء رکھ دیتے ہیں۔

از خورش او جذب اجزاء میکند	تار و پود جسم خود را مے تند
وہ خوراک سے اجزاء جذب کرتا ہے	اپنے جسم کا تانا بانا تنتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ اجزاء غذائیہ کو جذب کرتا ہے اور اپنے جسم کے تار و پود کو بنتا ہے یعنی وہ اجزاء غذائیہ کو جذب کر کے نشوونما حاصل کرتا ہے یہ حالت تو اس کی حالت جنینیت میں ہوتی ہے اور جب پیدا ہو لیتا ہے تو اس وقت یہ ہوتا ہے کہ

تا چہل سالش بجذب جزوہا	حق حریصش کردہ باشد در نما
چالیس سال تک اجزا کے جذب کرنے کا	(نشوو) نما میں اللہ (تعالیٰ) اس کو حریص کر دیتا ہے

یعنی چالیس سال تک جذب اجزاء میں حق تعالیٰ اس کو نشوونما کے لئے حریص کر دیتے ہیں یعنی بعد پیدائش کے وہ چالیس سال تک نشوونما کے لئے اجزاء غذائیہ کو جذب کرتا رہتا ہے جب معلوم ہوا کہ بعد روح پڑنے کے انسان کو حق تعالیٰ آخر عمر تک جذب اجزاء غذائیہ تعلیم فرماتا ہے تو اب آگے فرماتے ہیں کہ۔

جذب اجزا روح را تعلیم کرد	چوں نداند جذب اجزا شاہ فرد
اس نے روح کو اجزاء جذب کرنے کی تعلیم دی	یکتا شاہ اجزاء کو جذب کرنا کیوں نہ جانے گا؟

یعنی جذب اجزاء (غذائیہ) جب روح کو تعلیم کیا ہے تو وہ شاہ یکتا خود جذب اجزاء کو کیوں نہ جانے گا مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے جب روح کو جذب سکھایا تو خود تو کیوں جذب نہ کریں گے لہذا اگر یہاں سے موت ہوگی تو وہ جذب حق ہے کہ اپنے پاس بلا رہے ہیں۔

جامع این ذرہا خورشید بود	بے غذا اجزات را داند ربود
ان ذروں کو جمع کرنے والا سورج تھا	وہ بغیر غذا کے تیرے اجزا کو چھین لینا جانتا ہے

یعنی ان ذرات کا جامع خورشید ہی تھا بے غذا کے وہ تمہارے اجزاء کو ربودہ کرنا جانتا ہے مطلب یہ ہے کہ تمہارے اجزاء بدنی کا جامع حق تعالیٰ ہی ہے اور روح جو اجزاء کو جذب کرتی ہے اس میں تو خود اس کی غرض بھی ہوتی ہے کہ اس کو اس سے غذا ملتی ہے مگر حق تعالیٰ بے اس کے کہ ان کو لالچ غذا وغیرہ کی ہو تمہارے اجزاء کو جذب اور جمع فرماتے ہیں سبحان اللہ سبحان اللہ آگے تقریب فہم کے لئے اس جذب اجزاء اور جمع اجزاء کی ایک نظیر بیان فرماتے ہیں کہ

آن زمانے کاندر آئی تو ز خواب	ہوش و حس رفتہ را خواند شتاب
جس وقت تو خواب سے (نکل کر اپنے) اندر آئے گا	وہ گئے ہوئے ہوش و حواس کو فوراً بلا لے گا

یعنی جس وقت کہ تم نیند سے اٹھتے ہو تو حق تعالیٰ تمہارے گئے ہوئے ہوش و حواس کو جلدی سے بلا دیتے ہیں۔

تابدانی کان ازو غائب نشد	باز آید چون بفرماید کہ عد
حتیٰ کہ تو جان لے گا کہ وہ اس سے غائب نہیں ہے	وہ تو واپس آ جائے گا جب وہ اللہ (تعالیٰ) فرمائے گا کہ لوٹ آ

یعنی تا کہ تم جان لو کہ وہ اس سے غائب نہ تھا اور وہ لوٹ آتا ہے جبکہ وہ فرماتے ہیں کہ لوٹ مطلب یہ ہے کہ دیکھو تم جب سو جاتے ہو تو تمہارے سارے ہوش و حواس گم ہو جاتے ہیں اس کے بعد جب جاگتے ہو تو حق

www.besturdubooks.wordpress.com

تعالیٰ ان کو دوبارہ واپس فرمادیتے ہیں اور تم ان کو پھر جذب کر لیتے ہو تو جس طرح کہ وہ تمہارے اٹھتے ہی سارے حواس کو جمع فرمادیتے ہیں اور وہ تم سے غافل نہیں ہوتے اسی طرح وہ تم کو جذب فرمالیں گے اور جمع فرمادیں گے آگے حضرت عزیر علیہ السلام کے گدھے کی ہڈیوں کے جمع ہونے کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو جس طرح کہ اس کو حق تعالیٰ نے جمع کیا اسی طرح وہ تم کو جمع فرمالیں گے اور اس جسم ظاہری کے جاتے رہنے سے ان کو جمع میں کوئی دقت نہ ہوگی بلکہ وہ بے اس جسم کے بھی اپنی طرف جذب فرمالیں گے۔

عزیر علیہ السلام کے گدھے کا بعد مرنے کے جمع ہونا اور اسی وقت ان کی آنکھوں کے سامنے سواری کے قابل ہو جانا

ہیں عزیرا در نگر اندر خرت	کہ بوسیدہ ست و ریزیدہ برت
ہاں اے عزیز! اپنے گدھے کو دیکھ	کہ تیرے سامنے گلا سڑا اور ریزہ ریزہ ہے

یعنی (ارشاد حق ہوا کہ) اے عزیز ذرا اپنے گدھے کو دیکھنا کہ تمہارے سامنے وہ بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہوگیا ہے۔

پیش تو گرد آوریم اجزاش را	آن سر و دم و دو گوش و پاش را
میں تیرے سامنے اس کے اجزاء کو جمع کر دوں گا	سر اور دم اور دونوں کان اور پاؤں کو

یعنی ہم تمہارے سامنے اس کے اجزاء کو جمع کرتے ہیں اس کے سر کو اور دم کو اور دونوں کانوں کو اور اس کے پاؤں کو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

دست نے و جزو برہم مے نہد	پارہا را اجتماعے مے دہد
ہاتھ نہیں ہے اور اجزا کو جمع کر دیتا ہے	ٹکڑوں کو جوڑ دیتا ہے

یعنی حق تعالیٰ کے ہاتھ نہیں ہے اور اجزاء کو ایک دوسرے پر رکھتے ہیں اور ٹکڑوں کو اجتماع دے دیتے ہیں۔

در نگر در صنعت پارہ زنے	کو ہمی دوز کہن بے سوز نے
پیوند لگانے والے کی کاریگری کو دیکھ	کہ وہ پرانے کو بغیر سوئی کے سی دیتا ہے

یعنی ذرا اس پیوند لگانے والے کی صنعت کو دیکھو کہ وہ کہنہ کو بے سوئی کے سیتا ہے۔

ریسماں نے سوزنے نے وقت خرز	آنچناں دوزد کہ پیدا نیست درز
سیتے وقت نہ دھاگہ ہے نہ سوئی	اس طرح سی دیتا ہے کہ گھٹن کا پتہ نہیں چلتا ہے

یعنی سینے کے وقت نہ تاگا ہے نہ سوئی ہے اور ایسا سیتا ہے کہ کہیں درز ظاہر نہیں ہے سچ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی قدرت میں اپنی طرف نظر کرتے ہوئے حیرت ہوتی ہے ورنہ قدرت حق کے آگے تو کوئی حیرت کی بات ہے ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں ہم اپنی حالت کو دیکھیں کہ نہ ہاتھ ہے اور نہ سوئی نہ تاگا اور پھر اجزا اس طرح جڑیں کہ کہیں درز نہیں سبحان اللہ تعالیٰ علوا کبیرا دیکھئے زخم ہوتا ہے کھال پھٹ کر الگ ہو جاتی ہے اس کے بعد وہ آ کر اس طرح مل جاتی ہے کہ یہ بھی خبر نہیں کہ یہاں کبھی زخم ہوا بھی تھا۔ بھلا بتلاؤ کہ یہ کون کرتا ہے اور اس پر طرہ یہ کہ ہم بدذات لوگ گناہوں میں مبتلا ہیں مگر پھر رحمت کم نہیں ہوتی شیخ شیرازی خوب فرماتے ہیں ۔

خدائے راست مسلم بزرگواری و حلم کہ جرم بیند و نان برقرار مے دارد

سبحان اللہ عما یصفون وسلام علیٰ المرسلین والحمدللہ رب العٰلمین

سچ یہ ہے کہ بس یہ کام سوائے خدا کے کوئی نہیں کرسکتا۔ لاالٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظٰلمین آگے فرماتے ہیں کہ۔

چشم بکشا حشر را پیدا بہ بین	تا نہ ماند شبہ ات در یوم دین
آنکھ کھول حشر کو کھلے طور پر دیکھ لے	تاکہ تجھے قیامت کے بارے میں شبہ نہ رہے

یعنی آنکھ کھولو اور حشر کو ظاہر دیکھ لو تاکہ تم کو قیامت کے دن میں شبہ باقی رہے۔ مطلب یہ کہ قیامت میں آخر کیا ہوگا یہی ہوگا۔ کہ سب کو ایک دم سے جمع کر دیا جاوے گا۔ اور اجزاء عالم جو منتشر تھے سب ایک جگہ جمع ہو جاویں گے تو پھر جب اس وقت بھی یہی اجتماع ہو رہا ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ اس وقت گاہ گاہ ہوتا ہے اور قیامت میں ایک ساتھ ہوگا۔ تو مولانا فرماتے ہیں کہ ذرا غور کرو تو تم کو قیامت میں شبہ نہ رہے اور اس اجتماع سے ہی استدلال کرلو اور سمجھ لو کہ قیامت برحق ہے سبحان اللہ بس محقق ہو تو ایسا ہو مبصر ہو تو ایسا ہو دیکھئے تو قیامت کا ثبوت اور اس کا یقین کس خوبی سے دلایا ہے اے اللہ مولانا کے فیوض سے اس غریب نادار کو بھی محروم نہ فرما۔ این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔ آگے پھر ارشاد حق کو عزیر علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں کہ۔

تا بہ بینی جامعیم را تمام	تا نہ لرزی وقت مردن ز اہتمام
تاکہ تو میرے جمع کرنے کو پورا دیکھ لے	تاکہ تو مرتے وقت غم سے نہ لرزے

یعنی (ارشاد ہوا کہ میں نے جو یہ گدھے کی ہڈیاں تم کو جمع کر کے دکھادی ہیں یہ اس لئے ہے) تاکہ تم میری جامعیت کو پوری طرح سے دیکھ لو۔ اور مرنے کے وقت غموں کی وجہ سے نہ کانپو (اور سمجھو کہ اگر یہاں مر بھی جاویں گے تو خوف نہیں ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ پھر اسی طرح دوبارہ زندہ فرمالیں گے) آگے مولانا موت کو نیند سے تشبیہ دیکر اس سے خوف کو دفع فرماتے ہیں کہ۔

ہمچناں کہ وقت خفتن ایمنے	از فوات جملہ حسہاے تنے
جس طرح تو سونے کے وقت مطمئن ہے	اپنے جسم کے تمام حواس کے فوت ہو جانے سے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جس طرح کہ سونے کے وقت تم اپنے حواس بدن کے فوت ہو جانے سے بیخوف ہوتے ہو۔

بر حواس خود نہ لرزی وقت خواب	گر چہ مے گردد پریشان و خراب
سوتے وقت تو حواس (کے ختم ہونے) پر نہیں لرزتا ہے	اگرچہ وہ متفرق اور برباد ہو جاتے ہیں

یعنی تم اپنے حواس پر سونے کے وقت کانپتے نہیں ہو اگرچہ وہ پریشان اور خراب ہو جاتے ہیں (اوران کے پریشان ہو جانے سے تم اس لئے نہیں ڈرتے کہ پھر واپس آ جاویں گے تو بھلا پھر موت سے ہی کیوں ڈرتے ہو۔ ارے وہاں بھی تو یہی ہے کہ ان حواس کے جاتے رہنے کے بعد پھر حواس لوٹ آتے ہیں اور بلکہ وہ حواس ان سے کہیں اچھے ہوتے ہیں۔ تو بھلا پھر موت سے خوف کرنے کے کیا معنی ہیں) سبحان اللہ بس دیکھئے یہ ہیں علوم نبوت کس پاکیزگی سے موت کے خوف کی خبر نہ ہونے کو بیان فرمایا ہے آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک بزرگ تھے ان کے بیٹے مر گئے تھے اور وہ روتے نہ تھے تو ان کے گھر والوں نے کہا کہ تم کیسے سنگدل ہو کہ تم کو رونا نہیں آتا تو وہ بولے کہ میں کیوں روؤں میں تو ان کو زندہ دیکھ رہا ہوں۔ پھر رونے کی کیا وجہ ہے۔ (اب یہ زندہ دیکھنا یا تو ذوقاً ہو یا عیاناً ہو کہ چونکہ ان کو ان کی حیات ابدی کا یقین تھا اس لئے وہ ان کو گویا کہ زندہ ہی دیکھ رہے تھے یا کشف سے ان کو زندہ دکھائی دیتے ہوں۔ غرضکہ جو کچھ بھی ہو) وہ ان کی موت سے خوش تھے ان کو غم نہ تھا تو اسی طرح موت سے غم ہرگز نہ کرنا چاہئے۔ زندگی کی اصلیت کو کسی نے خوب بیان کیا ہے کہتا ہے کہ

زیست ایک ماندگی کا وقفہ ہے یعنے آگے چلیں گے دم لے کر

تو جب اس حیات مستعار کی یہ حالت ہے تو اس میں دل لگانا سخت نادانی ہے کسی نے خوب کہا ہے کہ

بیٹھی ہے موت تاک لگائے کمین میں لے جائے گی گھسیٹ کے آخر زمین میں

جگہ دل لگانے کی دنیا نہیں ہے یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

اشعار ہی میں مضمون بڑھ گیا مگر اب میں صرف ایک قطعہ اور لکھ کر آگے حکایت کو لکھتا ہوں کسی نے کہا ہے

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے

جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

بس اب خوب سمجھ لو کہ یہ دنیا جائے قیام نہیں ہے یہاں سے جا کر وہاں حیات ابدی میسر ہونے والی ہے۔ پھر اس جسم ظاہری کے مر جانے سے اور اس کے گزند پہنچنے سے کیا خوف ہو۔ اے اللہ ہر مسلمان اور خاص کر اس بندۂ ناکارہ کو ہمت اور توفیق عطا فرما اب ناظرین حکایت سنیں فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: کسی کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ بھلا ذرا سی دیر میں ساحران فرعون واصل الی اللہ کیسے ہو گئے یا

www.besturdubooks.wordpress.com

تفرق کے بعد جسم کیونکر مل سکتا ہے اس کے جواب کے لئے اولاً کچھ تمہید کی ضرورت ہے وہ یہ کہ جب بچہ شکم کو حق سبحانہ جان عطا فرماتے ہیں تو اس کے اندر خواہش جذب غذا اور قوت جاذبہ غذا پیدا کرتے ہیں جس سے کہ اجزاء منفصلہ جزو جسم ہو جاتے ہیں اور وہ جنین اس کے ذریعہ سے اجزاء جسم مادر کو کھینچتا اور اپنے جسم کو تیار کرتا ہے اور اس وقت سے لے کر چالیس برس کی عمر تک یہ قوت اس کے اندر اپنی پوری قوت کے ساتھ موجود رہتی ہے اور وہ جذب غذا کر کے بڑھتا رہتا ہے اور یہ سب کچھ حق سبحانہ ہی کا کیا ہوا ہے۔ یہ تو جسم کی حالت اب روح کی حالت سنو۔

حق سبحانہ نے روح کو اپنی غذا کے اجزاء کو جذب کرنا سکھلایا ہے اور بہ تعلیم حق سبحانہ وہ بھی اپنی غذا کو جذب کرتی ہے جب یہ امر ممہد ہو چکا تو اب سمجھو کہ جب حق سبحانہ دوسروں کو قوت جذب عطا کرتے ہیں تو وہ اجزاء کو اپنی طرف کھینچنا یا ان کو ایک دوسرے کی طرف بلا ضرورت تغذی کھینچنا کیوں نہ جانیں گے۔ بلکہ جب بواسطہ قوت جاذبہ تغذی کے واسطہ ذرات کو جمع کرنے والا وہی آفتاب حقیقی ہے تو وہ بدوں توسط قوت جاذبہ اور بلا ضرورت تغذی بھی تمہارے اجزاء کو اپنی طرف یا ان کو آپس میں ایک دوسرے کی طرف لے جانا اور ان کا ملا دینا ضرور جانتے ہیں۔ اب نہ انجذاب ساحران الی الحق مستبعد رہا نہ تفرق اتصال جسم کے بعد اس کا اتصال۔ نہ حشر اجساد آگے حشر اجساد یا مطلق اتصال تفرق جسم کے امکان و وقوع پر مزید تنبیہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔ دیکھو جب تم خواب سے بیدار ہوتے ہو تو تمہارے ہوش و حواس جو جا چکے تھے حق سبحانہ ان کو فوراً واپس بلا لیتے ہیں۔ اور تم ہوش میں آجاتے ہو یہ اس لئے ہے تاکہ تم جان لو کہ وہ ان سے غائب نہ ہوئے تھے بلکہ اس طرح اس کے قبضہ میں تھے کہ جب وہ ان کو واپسی کا حکم دے تو وہ فوراً لوٹ آئیں گے ایک اور تنبیہ فرماتے ہیں اور حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق سبحانہ نے عزیر علیہ السلام کو خطاب فرمایا کہ اے عزیر تم اپنے گدھے کو دیکھو جو تمہارے نزدیک بوسیدہ اور ریزہ ریزہ پڑا ہے ہم تمہارے سامنے ہی اس کے تمام اجزاء سر دم دونوں کان پاؤں وغیرہ کو جمع کرتے ہیں۔ واقعی عجیب قدرت ہے کہ دست متعارف نہیں اور اس پر بھی اجزاء کو ترکیب دیتے اور ٹکڑوں کو ایک جا کر دیتے ہیں۔ دیکھو اگر کوئی پیوند لگانے والا پرانے اور پھٹے کپڑہ کو بلا سوئی کے سی دے تو کس قدر عجیب کاریگری ہے۔ پس یہی شان حق سبحانہ کی ہے کہ نہ تاگا ہے نہ سوئی اور جب سیتے ہیں تو ایسا سیتے ہیں کہ جوڑ نہیں معلوم ہوتا یعنی بلا آلات کے ترکیب دیتے ہیں اور ترکیب ایسی عجیب ہوتی ہے کہ جوڑ نہیں معلوم ہوتا۔ اس کے بعد مولانا مضمون سابق کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق سبحانہ نے حضرت عزیر علیہ السلام سے فرمایا کہ ہم تیرے گدھے کو زندہ کرتے ہیں تو آنکھ کھول اور حشر کو دنیا ہی میں دیکھ لے یہ ہم اس لئے کرتے ہیں تاکہ تم کو قیامت کے بارہ میں کچھ بھی شک و شبہ نہ رہے اور تاکہ میری جامعیت کا تم کو پورے طور پر مشاہدہ ہو جاوے اور موت کے وقت تم کو اپنے جسم کو فنا ہونے کا ذرا بھی غم نہ ہو۔ اور تمہاری حالت ایسی ہو جاوے جیسا کہ سونے کے وقت تم کو اطمینان ہوتا ہے اور حواس خمسہ کے فوت ہونے کا کچھ بھی کھٹکا نہیں ہوتا۔ اور اگرچہ سوتے وقت وہ سب پریشان اور خراب ہو جاتے ہیں مگر تم ان کی اس حالت سے ذرا بھی نہیں گھبراتے دیکھو ان واقعات سے بھی تفرق کا اتصال سے بدل جانا اور حشر اجساد کا واقع ہونا ہر دو غیر مستبعد ثابت ہو گئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

ایک شیخ بزرگوار کا اپنے بیٹوں کی موت پر جزع وفزع نہ کرنا

بود شیخے رہنمائے پیش ازین	آسمانی شمع بر روئے زمین
اب سے پہلے ایک رہنما شیخ تھے	جو روئے زمین پر آسمانی شمع تھے

یعنی ایک شیخ رہنما پہلے زمانہ میں تھے اور وہ روئے زمین پر ایک آسمانی شمع (ہدایت) تھے۔

چوں پیغمبرؐ درمیان امتان	در کشائے روضہ دارالجنان
امتوں میں پیغمبر کی طرح	جنت کے باغ کا در کھولنے والے

یعنی پیغمبر کی طرح کہ وہ امتوں کے درمیان میں ہو اور جنت کے باغ کا دروازہ کھولنے والے۔ مطلب یہ کہ وہ اپنے لوگوں میں ایسے رہنما تھے جیسے کہ پیغمبر امت میں ہوا کرتا ہے۔

گفت پیغمبرؐ کہ شیخ رفتہ پیش	چوں نبی باشد میان قوم خویش
آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ پیشرو شیخ	اپنی قوم میں نبی کی طرح ہوتا ہے

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیخ آگے چلنے والا اپنی قوم میں مثل نبی کے ہوا کرتا ہے۔ اشارہ اس حدیث کی طرف ہے جس کے الفاظ مشہور تو یہ ہیں کہ الشیخ فی قومه کالنبی فی امته اور جامع صغیر نے اس حدیث کے الفاظ دو طرح نقل کیے ہیں اور حدیث کو ضعیف کہا ہے ایک تو اس طرح کہ الشیخ فی بیته کالنبی فی امته اور ایک اس طرح کہ الشیخ فی اهله کالنبی فی امته اول تو یہ حدیث سن کر اس کو غلط اور موضوع ہی سمجھا کرتے تھے مگر چونکہ جامع صغیر نے نقل کیا ہے اگرچہ ضعیف ہی کہا ہے مگر خیر اب انکار نہیں ہو سکتا۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ چونکہ بوڑھا آدمی اپنے اہل وعیال میں مربی ہوتا ہے لہٰذا ایسا ہوتا ہے جیسے کہ نبی اپنی امت میں ہوتا ہے خیر غرض کہ ایک بزرگ بوڑھے پہلے زمانہ میں تھے۔

یک صباحے گفتش اہل بیت او	سخت دل چونی بگوائے نیک خو
ان سے ان کی گھر والی نے ایک صبح کو کہا	اے نیک عادت! بتایئے آپ سخت دل کیوں ہیں؟

یعنی ایک روز ان کے گھر والوں نے ان سے کہا کہ اے نیک خصلت تم کیسے سخت دل ہو

ماز ہجر و مرگ فرزندان تو	نوحہ می آریم با پشت دو تو
آپ کی اولاد کی موت اور جدائی کی وجہ سے ہم	باوجود دہری کمر ہو جانے کے روتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہم تو تمہارے لڑکوں کے ہجر اور موت سے نوحہ کرتے ہیں کہ دوہرے ہوجاتے ہیں۔

تو نمی گرئی نے زاری چرا	یا کہ رحمت نیستت دردل کیا
آپ کیوں گریہ و زاری نہیں کرتے؟	اے بزرگ! کیا (آپ کے) دل میں شفقت (کامادہ) نہیں ہے؟

یعنی تم نہ روتے ہو اور نہ زاری کرتے ہو تو کیا اے دانا تمہارے دل میں رحم ہی نہیں ہے۔

چوں ترا رحمے نباشد در دروں	پس چہ امیدست مان از تو کنوں
جب آپ کے اندر رحم نہیں	تو اب ہمیں آپ سے کیا امید ہے؟

یعنی جبکہ تمہارے دل میں رحم ہی نہیں ہے تو پھر ہم کو تم سے اب کیا امید ہے۔

مابہ امید توئیم اے پیشوا	کہ نہ بگزاری تو مارا در فنا
اے پیشوا! ہمیں آپ سے آس ہے	کہ آپ ہمیں ہلاکت میں نہ چھوڑیں گے

یعنی اے پیشوا ہم تو اس امید میں ہیں کہ آپ ہم کو (قیامت کے روز) مصیبت میں نہ چھوڑیں گے۔

چوں بیارایند روز حشر تخت	خود شفیع ماتوئی آن روز سخت
جب حشر کے دن تخت آراستہ کریں گے	تو اس سخت دن آپ ہمارے سفارش کرنے والے ہوں گے

یعنی جبکہ حشر کے دن تخت سنواریں گے تو (ہمیں امید ہے کہ) خود آپ ہی اس سخت دن میں ہمارے شفیع ہونگے۔

در چناں روز و شب بے زینہار	ما با کرام توئیم امیدوار
ایسے بے پناہ روز و شب میں	ہم آپ کے کرم کے امیدوار ہیں

یعنی ایسے بے پناہ روز و شب میں ہم تو آپ ہی کے اکرام کے امیدوار ہیں۔

دست ماؤ دامن تست آن زماں	کہ نماند ہیچ مجرم را اماں
اس وقت ہمارا ہاتھ اور آپ کا دامن ہو گا	جبکہ کسی مجرم کے لئے امان نہ رہے گی

یعنی اس وقت آپ کا دامن ہوگا اور ہمارا ہاتھ ہوگا جس وقت کہ کسی مجرم کو امن نہ رہے گا (تو جب تمہارے دل میں رحم ہی نہیں ہے تو اب کیا امید ہے کہ شفاعت کروگے) اور یہ کہا کہ۔

گفت پیغمبرؐ کہ روز رستخیز	کے گزارم مجرمان را اشک ریز
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن	میں مجرموں کو روتا کب چھوڑوں گا؟

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میں مجرموں کو روتا ہوا کب چھوڑوں گا۔ حدیث میں صاف ہے کہ شفاعتی لاھل الکبائر من امتی اور فرمایا ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

من شفیع عاصیان باشم بجان	تا رہانم شان ز اشکنجہ گراں
میں (دل و) جان سے گنہگاروں کا سفارشی ہوں گا	تاکہ ان کو بھاری شکنجہ سے چھڑا دوں

یعنی میں جان ودل سے عاصیوں کا شفیع ہوں گا تاکہ ان کو شکنجہ گراں سے چھڑاؤں۔

عاصیان و اہل کبائر را بجہد	وارہانم از عتاب نقض عہد
گنہگاروں اور کبیرہ (گناہ) والوں کو کوشش سے	عہد کے توڑنے کے طعنہ سے نجات دلاؤں گا

یعنی عاصیوں اور اہل کبائر کو کوشش کر کے میں نقض عہد کے عتاب سے چھڑاؤں گا

صالحان امت من فارغ اند	از شفاعتہائے من روز گزند
میری امت کے نیک خود فارغ ہیں	مصیبت کے دن میری سفارشوں سے

یعنی میری امت کے صالحین تو قیامت کے روز میری شفاعت سے فارغ ہوں گے۔

بلکہ ایشان را شفاعتہا بود	گفت شان، چوں حکم نافذ میرود
بلکہ (خود) ان کی سفارشیں ہوں گی	ان کی بات چالو حکم کی طرح چلے گی

یعنی بلکہ خود ان کی ہی شفاعت ہوگی اور ان کی عرض حکم نافذ کی طرح چلے گی۔ صالحین کے لئے شفاعت نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ایسی شفاعت جو منجی من النار ہو ان کے لئے نہ ہوگی باقی اہل حق کہتے ہیں کہ شفاعت ان کے لئے بھی ہوگی اور اس شفاعت سے ترقی درجات ہوگی اور وہ حضرات پھر خود بھی شفاعت فرماویں گے اور ان کی شفاعت بھی منجی من النار ہوگی اور حق تعالیٰ ان کی عرض کو اس طرح مانیں گے جیسے کہ کوئی حاکم حکم کرے اور اس کا حکم نافذ ہو جاتا ہے اور ٹلتا نہیں ہے اسی طرح ان حضرات کی شفاعت رائیگاں نہیں ہوگی بلکہ حق تعالیٰ ضرور قبول فرماویں گے آگے مولانا آیت لاتزر وازرۃ وزر اخریٰ میں علاوہ تفسیر مشہور کے ایک اور نکتہ بیان فرماتے ہیں تفسیر مشہور تو یہ ہے کہ قیامت میں ایسا نہ ہوگا کہ گناہ تو کرے زید اور اس کی سزا عمرو بھگتے بلکہ اپنے اپنے اعمال کی سزائیں اور جزائیں سب کو الگ ملیں گی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں جو یہ آیت ہے اس سے نکلتا ہے کوئی وازر کسی دوسرے کا وزر نہ اٹھاوے گا اور کسی کا بوجھ کسی پر نہ پڑے گا اور بوجھ پڑنے کے معنی ذمہ داری کے بھی آتے ہیں بولتے ہیں کہ اس نے اس کا سارا بوجھ اٹھا رکھا ہے یعنی اس کی ساری ذمہ داری کر رکھی ہے تو اس سے یہ بھی نکلا کہ ایک شخص دوسرے کا ذمہ دار بھی نہ ہوگا اور حالانکہ حضور ذمہ دار ہوں گے تو مولانا فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضور ذمہ دار تو ہوں گے اور سب کا بوجھ اپنے اوپر لے لیں گے مگر اس بوجھ کے لینے سے خود حضورؐ پر کوئی بات ہو یہ نہ ہوگا۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی قسم کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ اس لئے کہ آیت میں تو یہ ہے کہ کوئی وازر دوسرے کا بوجھ نہ اٹھاوے گا اور حضور خود وازر ہیں نہیں ایسا بوجھ کہ جس کا اثر خود حضور صلی اللہ علیہ

www.besturdubooks.wordpress.com

وسلم پر کوئی ہو نہ اٹھاویں گے یعنی ایسا نہ ہوگا کہ جیسے عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ سب کی طرف سے کفارہ ہو گئے ان کا مطلب تو یہ ہے کہ سب کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام معذب ہوئے نعوذ باللہ اور بقول ان کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران کو مقبول بنانے کو خود مردود بنے۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبولیت اس درجہ ہے کہ خود مقبول رہے اور اوروں کو بھی مقبول بنالیا خوب سمجھ لو۔ تو نہ ہم عیسےٰ علیہ السلام کے اس طرح وازر ہونے کے قائل اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ بلکہ معنی یہ ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی ذمہ داری فرمادیں گے اس طرح کہ آپ پر ان کے اوزار کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ اب اس مضمون کو مولانا بیان فرماتے ہیں بزبان حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی فرمار ہے ہیں کہ۔

ہیچ وازر وزر غیرے برنداشت	من نیم وازر خدایم برفراشت
کسی بوجھ اٹھانے والے نے غیر کا بوجھ نہیں اٹھایا ہے	میں بوجھ اٹھانے والا نہیں ہوں خدا نے مجھے بلند کر دیا ہے

یعنی کسی وازر نے دوسرے کا وزر نہیں اٹھایا ہے اور میں وازر ہی نہیں ہوں خدا نے مجھے بلند فرمایا ہے مطلب یہ کہ میں وازر ہی نہیں تو میں اس طرح کہ اس وزر کا اثر کچھ مجھ پر رہے میں کسی کا وزر نہ اٹھاؤں گا اس لئے کہ آیت میں یہ ہے کہ وازر کوئی کسی کا وزر نہ اٹھاوے گا ہاں جو ذمہ داری ہوگی وہ اس عموم میں داخل ہی نہیں ہے یہ ایک نکتہ ہے باقی اصل تفسیر وہی ہے جو مشہور ہے اس لئے اس کی توضیح اپنے نزدیک اچھی طرح کر دی گئی ہے تا کہ کوئی اس کو تفسیر نہ خیال کرے اور خلط مبحث نہ ہو جاوے فافہم۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ بے وزرست شیخ ست اے جوان	در قبول حق چو اندر کف کمان
اے جوان! جو بغیر بوجھ کے ہے وہ شیخ ہے	(وہ) اللہ کا مقبول ہونے میں ایسا ہے جیسے کہ ہاتھ میں کمان

یعنی جو کہ بے وزر (گناہ) ہے اے جوان وہی شیخ ہے اور قبول حق میں وہ مثل کمان کے ہے ہاتھ میں۔ مطلب یہ کہ جس طرح ہاتھ میں کمان ہوتی ہے اسی طرح وہ شیخ بے وزر قبول حق میں ہے کہ جس طرح وہ چاہے اس کو رکھے اس کو کچھ عذر نہیں ہے آگے شیخ کی تعیین فرماتے ہیں کہ۔

شیخ کہ بود پیر یعنی موسپید	معنے این موبدان اے ناامید
شیخ کون ہوتا ہے بوڑھا یعنی سفید بالوں والا	اے ناامید! اس بال کے معنی سمجھ لے

یعنی شیخ کون ہے بڈھا یعنی سفید بال والا (لیکن ذرا) اس بال کے معنی سمجھ لو اے بامراد۔

ہست آن موئے سیہ ہستی او	تاز ہستیش نماند تار مو
وہ کالا بال اس کی ہستی ہے	تا کہ اس کی ہستی کا ایک بال کا تار نہ رہے

یعنی موئے سیاہ سے مراد اس کی ہستی ہے یہاں تک کہ اس کی ہستی سے ایک تار مو نہ رہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ ہستیش نماند پیر اوست	گر سیہ مو باشد او یا خود دو موست
جب اس کی ہستی نہ رہی وہ بوڑھا ہے	خواہ وہ سیاہ بالوں والا ہو یا کھچڑی بالوں والا

یعنی جب اس کی ہستی نہ رہی تو وہ پیر ہو گیا اگر چہ وہ سیہ مو ہو یا اس کے دو ہی بال ہوں مطلب یہ ہے کہ ہماری مراد بالوں سے ہستی ہے اور سیاہ بالوں سے مراد ہستی تاریک اور سفید بال سے مراد ہستی نورانی ہے تو اب ہم جو کہتے ہیں کہ شیخ سفید بال والا ہوتا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ شیخ وہ ہوتا ہے جس کی ہستی نورانی ہو چکی ہو اور وہ درجہ فنا کا حاصل کر کے درجہ بقاباللہ حاصل کر چکا ہو۔ اگر چہ وہ ابھی بچہ ہی ہو۔ شیخ شیرازی بھی اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ۔

بزرگی بعقل ست نہ بہ سال

آگے مولانا بھی اس مضمون کو بہت صاف کر کے فرماتے ہیں کہ۔

ہست آن موئے سیہ وصف بشر	نیست آن مو موئے ریش موئے سر
کالا بال بشری صفات میں	وہ داڑھی کا بال اور سر کا بال نہیں ہے

یعنی سیاہ بال وصف بشری ہے اور وہ ڈاڑھی یا سر کے بال (مراد) نہیں ہیں آگے ایک نظیر پیش فرماتے ہیں کہ دیکھو بچپن میں ہی وہ شیخ تھے فرماتے ہیں کہ۔

عیسے اندر مہد بردار و نفیر	کہ جوان ناگشتہ ماشیخیم و پیر
(حضرت) عیسیٰ گہوارے میں اعلان کرتے ہیں	کہ ہم جوان ہوئے بغیر شیخ اور پیر ہیں

یعنی عیسیٰ علیہ السلام گہوارہ میں آواز بلند فرماتے ہیں کہ ہم بے جوان ہوئے۔ شیخ اور پیر ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے قال انی عبداللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیاً وجعلنی مبارکاً اینما کنت واوصانی بالصلوۃ والزکوۃ مادمت حیاً تو دیکھو ابھی گہوارہ میں پڑے ہیں اور نبوت کا دعویٰ ہے تو اگر اس سفیدی سے مراد بالوں کی سفیدی ہوتی تو یہاں کیا معنے ہوتے بس معلوم ہوا کہ بالوں کی سفیدی سے مراد ہستی کا نورانی ہو جاتا ہے اس میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے کہ آیا عیسےٰ علیہ السلام بچپن میں نبی تھے یا نہ تھے بعض لوگ اس آیت میں تاویل کرتے ہیں مگر کیا ضرورت ہے کہ تاویل کیجائے اس لئے کہ بچپن میں نبی ہونے کی صورت میں یہی اعتراض ہے کہ عقل کامل نہ تھی اور نبوت کیسے مل گئی اس لئے کہ نبی کی عقل تو کامل ہوتی ہے جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے اس عمر میں ان کی عقل کو کمال عطا فرما دیا ہو جیسا کہ یحیٰ علیہ السلام کو بچپن میں نبوت مل گئی تھی خود قرآن شریف میں موجود ہے ارشاد ہے واتیناہ الحکم صبیا تو جس طرح ان کو بچپن میں مل گئی ان کو اگر رضاعت کے زمانہ میں مل گئی ہو تو کیا عجب ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

چوں یکے موئے سیاہ کان وصف ماست	نیست بروئے شیخ ومقبول خداست
جبکہ ایک کالا بال جو ہماری صفت ہے	اس میں نہیں ہے (وہ) شیخ اور خدا کا مقبول ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جبکہ ایک موئے سیاہ جو کہ ہمارے وصف میں سے ہے اس میں نہیں ہے تو وہ مقبول خدا ہے مطلب یہ کہ اگر اوصاف بشری جو کہ مشابہ موئے سیاہ کے ہیں کسی میں نہ ہوں بس وہی مقبول حق ہے چاہے اس کے بدن کے سارے بال سیاہ ہی ہوں۔

چوں بود مولیش سپید ار با خودست	او نہ پیرست و نہ خاص ایزدست
جب اس کے سفید بال ہوں اگر اس میں خودی ہے	وہ نہ پیر ہے اور نہ اللہ (تعالیٰ) کا مقبول ہے

یعنی اگر اس کے بال (بدن کے) سفید ہوں تو اگر با خود ہے تو وہ نہ پیر ہے اور نہ خاص خدا ہے۔ مطلب یہ کہ جب اس کے اندر اوصاف بشری اور شہوات موجود ہیں تو وہ اگرچہ سفید بال والا ہو اور اس کی پلکیں اور بھوئیں سب سفید ہوگئی ہوں مگر وہ باخدا نہیں ہے بلکہ باخودی ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

گر رہید از بعض اوصاف بشر	شیخ نبود کہل باشد اے پسر
اگر وہ بعض بشری اوصاف سے بچا ہے	اے صاحبزادے! وہ شیخ نہ ہو گا ادھیڑ ہو گا

یعنی اگر بعض اوصاف بشری سے تو چھوٹ گیا (اور بعض اس میں موجود ہیں) تو صاحبزادے وہ شیخ نہیں ہے بلکہ وہ ادھیڑ ہے یعنی وہ اس کے مثل ہے کہ جس کے کچھ بال سفید ہوں اور کچھ سیاہ ہوں۔

ور سرے موئی وصفش باقی است	نیست از عرش و سما آفاقی است
اگر اس کا بال برابر وصف باقی ہے	وہ آسانی اور عرشی نہیں ہے دنیا دار ہے

یعنی اور اگر سر مو اس کے وصف میں سے باقی ہے تو وہ عرش خدا سے نہیں ہے بلکہ آفاقی ہی ہے مطلب یہ کہ اگر اس کو پوری طرح درجہ فنا حاصل نہیں ہے تو وہ مقرب حق اور خاص حق نہیں ہے بلکہ ابھی وہ ناسوت ہی میں پھنسا ہوا ہے۔ تو بس اس ساری تقریر سے معلوم ہوا کہ تمام صلحاء اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ آگے پھر ان گھر والوں کا قول ان بزرگ سے نقل فرماتے ہیں کہ۔

ماہمہ امیدواران تو ایم	ریزہ چین رحم و احسان تو ایم
ہم سب آپ کے امیدوار ہیں	آپ کے رحم اور احسان کے ریزہ چین ہیں

یعنی ہم سارے کے سارے آپ کے امیدوار ہیں اور آپ کے خوان احسان کے ریزہ چین ہیں یعنی آپ نیک ہیں صالح ہیں تو ہم سب کو امید ہے کہ آپ ہماری شفاعت کریں گے۔

لیک با این جملہ چوں بے شفقتے	بہر فرزندان چرا بے رقتی
لیکن اس سب کے باوجود آپ بے شفقت کیوں ہیں؟	اولاد کے بارے میں رقت کیوں ہیں؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی لیکن باوجود ان سب باتوں کے آپ بے شفقت کیوں ہیں اور اپنے صاحبزادوں کے لئے بے رقت کیوں ہیں مطلب یہ کہ آخر آپ کو رونا کیوں نہیں آتا۔ حالانکہ آپ ایسے بزرگ ہیں نیک ہیں صالح ہیں۔

یا مگر خود دل نمی سوزد ترا	باز گو اے شیخ ماجرا
یا شاید آپ کا دل نہیں جلتا ہے	اے شیخ! ہمیں قصہ بتایئے

یعنی یا کہ شاید آپ کے دل میں سوزش ہی نہیں ہوتی اے شیخ ہم سے کچھ بات تو بیان کرو۔ مطلب یہ کہ آیا آپ کے قلب میں شفقت ورحم ہی نہیں ہے یا یہ کہ آپ کے دل میں سوزش ہی نہیں ہوتی۔ آخر کچھ کہو تو آگے وہ شیخ جواب دیتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اوپر فنائے دنیوی پر غم نہ ہونے کا بیان کیا تھا اب اس کے متعلق ایک حکایت بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے قبل ایک صاحب ارشاد بزرگ تھے جن کو یوں کہنا چاہئے کہ وہ زمین پر خدا کے شمع اور تاریکی ضلالت کو مٹانے والے اور گمراہوں کو راہ دکھلانے والے تھے۔ اور دربارہ نفس ہدایت ایسے تھے جیسے امت کے درمیان نبی کہ وہ لوگوں کو ہدایت کر کے ان کے لئے جنت کا دروازہ کھولتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (واللہ اعلم کہاں تک صحیح ہے) کہ شیخ متقدم (فی السن یا فی الفضل) ایسا ہوتا ہے جیسے کہ اپنی قوم میں نبی اس لئے ہمارا ان کو نبی سے تشبیہ دینا کچھ بعید نہیں ایک مرتبہ ان کے گھر کے لوگوں نے ان سے عرض کیا کہ آپ فرمائیں تو سہی کہ آپ اس قدر سخت دل کیوں ہیں۔ آپکے بچوں کی جدائی اور ان کے انتقال کے سبب ہماری تو کمر ٹیڑھی ہوگئی ہے اور ہم روتے ہیں آپ تو فرمایئے کہ آپ کیوں نہیں روتے یا کہ آپ کے دل میں رحم ہی نہیں۔ جب آپ کے دل میں رحم ہی نہیں تو اب ہم کو آپ سے کیا امید ہے۔ ہم کو تو آپ سے بڑی توقع ہے کہ آپ ہم کو تکلیف میں نہ چھوڑیں گے اور جبکہ حشر کے لئے عرش آراستہ کیا جاوے گا تو آپ اس روز ہمارے شفیع ہوں گے ایسے بے پناہ دن اور سیاہی آفتاب کے سبب رات میں ہم کو آپ کے اکرام کی بڑی امید ہے اس وقت جبکہ کسی مجرم کو امان نہ ہوگی اس وقت ہمارا ہاتھ ہوگا اور آپ کا دامن۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میں مجرموں کو روتا نہیں چھوڑ سکتا میں جان ودل سے عاصیوں کی سفارش کروں گا تا کہ ان کو بھاری شکنجہ سے رہائی دلاؤں گنا ہگاروں اور اہل کبائر کو میں کوشش کے ساتھ پیمان شکنی کے عتاب سے چھڑاؤں گا میری امت کے نیک لوگ تو اس تکلیف کے دن میں میری (نجات کے لئے اور عذاب سے چھڑانے کے واسطے) سفارشوں کی طرف سے خود ہی بے فکر ہیں بلکہ وہ خود دوسروں کی سفارش کریں گے اور ان کی سفارش یوں مانی جاوے گی جیسے کہ کسی کا حکم نافذ ہوتا ہے پس اگر ایسی سفارش کی ضرورت ہے تو گنا ہگاروں کو لہذا میں یہ مخصوص سفارش انہی لوگوں کی کروں گا اس پر کوئی شبہ نہ کرے کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں۔ لاتزر وازرۃ وزر اخری

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ اول تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی کسی کی سفارش بھی نہ کر سکے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک کے گناہ پر دوسرے کو سزا نہ ہوگی اور اگر ہو بھی تب بھی شبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ حق سبحانہ نے مجھے اس سے ارفع کیا ہے کہ میں وازر اور گناہگار ہوں اب مولانا فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو یوں ہی ان کے بعد جو بے گناہ اور قابل سفارش ہے وہ شیخ کامل ہے اور ان کی بات حق سبحانہ کے یہاں یوں ہی مقبول ہوتی ہے جیسے کمان کا تیر نشانہ پر لگتا ہے یا یوں کہو کہ وہ حق سبحانہ کے یوں مقبول ہیں جیسے ہاتھ میں کمان ہوتی ہے لیکن شیخ کے معنی سمجھنے میں غلطی نہ کرنا کیونکہ گو شیخ کے معنی ہیں بڈھا یعنی جس کے بال سفید ہوں مگر بالوں کی حقیقت سمجھ لینی چاہئے۔ سیاہ بالوں سے مراد ان کی ہستی ہے۔ پس بالوں کے سفید ہونے کے یہ معنی ہیں کہ کالا بال ایک نہ رہے یعنی ہستی کا نام و نشان باقی نہ رہے پس جبکہ ہستی بالکل نہ رہی اب وہ بڈھا ہو گیا خواہ ظاہری بال بالکل سیاہ ہوں یا کھچڑی ہوں پھر سمجھ لو کہ سیاہ بالوں سے مراد اوصاف بشریہ یعنی صفات ذمیمہ ہیں۔ ڈاڑھی اور سر کے بال نہیں ہیں چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گہوارہ میں باآواز دل پکار رہے تھے کہ ہم ابھی عرفی جوان بھی نہیں ہوئے بلکہ بچہ ہی ہیں اور حقیقی بڈھے ہو گئے جبکہ بڈھے کے معنی یہ قرار پائے تو اگر کسی میں بعض صفات ذمیمہ موجود ہوں اور بعض زائل ہو چکی ہوں تو وہ شیخ پیر اور بڈھا نہیں ہوا۔ بلکہ ادھیڑ اور ناقص ہے اور اگر صفات رذیلہ میں سے کوئی صفت بھی اس میں باقی نہیں تو وہ شیخ اور مقبول خدا ہے اور جبکہ بال سر اور ڈاڑھی کے سب سفید ہوں مگر ہنوز اس کی خودی اور ہستی فنا نہیں ہوئی تو نہ وہ پیر ہے اور نہ حق سبحانہ کے خواص اور مخلص عباداللہ میں ہے اور اگر بال برابر بھی صفات ذمیمہ اس میں باقی ہیں تو وہ حق سبحانہ کا مقرب کامل نہیں۔ بلکہ فی الجملہ دنیادار ہے۔ اس مضمون کو ختم کر کے مولانا پھر گھر کے لوگوں کی گفتگو کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گھر کے لوگوں نے کہا کہ ہم سب آپ کے امیدوار ہیں اور آپ کے خوان احسان کے ریزہ چیں ہیں۔ لیکن باایں ہمہ آپ اتنے بے شفقت کیوں ہیں اور بچوں پر آپ کو رحم کیوں نہیں آتا۔ یا آپ کے دل میں درد ہی نہیں فرمائیے تو سہی کیا قصہ ہے۔

شرح شبیری

شیخ کا لڑکوں کے مرجانے پر نہ رونے کا عذر بیان کرنا

شیخ گفت اورا مپندار اے رفیق	کہ ندارم رحم و مہر و دل شفیق
شیخ نے اس سے کہا اے ساتھی! یہ نہ سمجھ	کہ مجھ میں رحم اور محبت اور شفقت کرنے والا دل نہیں ہے

یعنی شیخ نے اس (بیوی) سے کہا کہ اے رفیق تو یہ مت سمجھ کہ میں رحم اور محبت اور شفیق دل نہیں رکھتا۔

برہمہ کفار مارا رحمت است	گرچہ جان جملہ کافر نعمت است
تمام کافروں پر ہمیں رحم آتا ہے	اگرچہ سب کی جان (اللہ کی) نعمت کی کافر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہم کو تو تمام کفار پر بھی رحم ہے اگر چہ تمام کفار کی جان نعمت ہے مطلب یہ کہ بھلا ہم کو اپنے لوگوں پر تو رحم کیوں نہ ہوگا۔ ہم کو تو کفار پر بھی رحم آتا ہے کہ افسوس یہ راہ حق کو دیکھتے نہیں حالانکہ وہ سارے کفران نعمت حق کرتے ہیں مگر ہم کو ان پر بھی رحم آتا ہے آگے اور ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ کفار تو پھر بھی انسان ہیں ان میں تو یہ اشتراک بھی ہے مگر ہماری تو یہ حالت ہے کہ۔

بر سگانم رحمت و بخشائش است	کہ چرا از سنگہا شاں مالش است
میرا کتوں پر (بھی) رحم اور ترس ہے	کہ پتھروں سے کیوں ان کی پٹائی ہوتی ہے؟

یعنی مجھے تو کتوں پر بھی رحم اور بخشائش ہے کہ ان کو کیوں پتھروں سے مالش ہے مطلب یہ کہ ان پر بھی رحم آتا ہے کہ کیوں بھونکتے ہیں جو اس کی وجہ سے ان کے پتھر لگتے ہیں۔ آگے اس معنی کی خود ہی تصریح فرماتے ہیں کہ۔

آں سگے کہ می گزد گویم دعا	کہ ازیں خو وارہانش اے خدا
وہ کتا جو کاٹتا ہے اس کے لئے دعا کرتا ہوں	کہ اے خدا اس عادت سے اسے بچا

یعنی جو کتا کہ کاٹتا ہے میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اے خدا اس کو اس خصلت سے چھڑا دیجئے (اور یہ دعا کرتا ہوں کہ)

ایں سگاں را ہم دریں اندیشہ دار	کہ نباشند از خلائق سنگ سار
ان کتوں کو بھی ایسا خیال عطا فرما	کہ لوگوں سے سنگسار نہ بنیں

یعنی ان کتوں کو اس فکر میں رکھ کہ یہ مخلوق سے سنگسار نہ ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی اس خصلت کو بدل دیجئے تاکہ یہ سنگسار نہ ہوسکیں۔

زاں فرستاد انبیا را بر زمیں	تا کند شاں رحمۃ للعلمین
اسی لئے (اللہ تعالیٰ نے) زمین پر انبیاء بھیجے	تاکہ ان کو جہان والوں کے لئے رحمت بنائے

یعنی حق تعالیٰ نے اسی لئے انبیاؑ کو زمین پر بھیجا ہے تاکہ ان کو رحمۃ للعلمین بنادے۔

خلق را خواند سوئے درگاہ خاص	حق را خواند کہ وافرکن خلاص
وہ لوگوں کو خاص دربار کی طرف بلاتے ہیں	اللہ (تعالیٰ) سے عرض کرتے ہیں کہ نجات کو عام کر دے

یعنی یہ حضرات مخلوق کو تو درگاہ خاص حق کی طرف بلاتے ہیں۔ اور حق سے دعا کرتے ہیں کہ خلاصی کو وافر کیجئے۔

جہد بنماید ازیں سو بہر پند	چوں نشد گوید خدایا در مبند
اس جانب نصیحت کے لئے کوشش کرتا ہے	جب (مفید) نہیں ہوتی تو کہتا ہے اے خدا دروازہ بند نہ کر

یعنی وہ اس طرف سے تو نصیحت میں کوشش فرماتے ہیں اور جب (وہ کارگر) نہیں ہوتی تو کہتے ہیں کہ اے خدا

www.besturdubooks.wordpress.com

دروازہ (رحمت) بند کر۔ مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے انبیاؑ کو زمین پر جہان کے لئے اپنے اپنے مرتبہ کے موافق بنا کر بھیجا اور اس صفت میں سب سے زیادہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان حضرات کی یہ شان ہوتی ہے کہ لوگوں کو تو اللہ کی طرف بلا دیں اور اللہ میاں سے کہیں کہ اے اللہ ان کو توفیق ایمان کی نصیب فرما تو چونکہ میں (یعنی وہ شیخ) ان کا ظل ہوں اور میرے اندر بھی وہ اثر آیا ہے لہذا میں بھی تمام چیزوں پر رحم کرتا ہوں۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

رحمت جزوی بود مر عام را	رحمت کلی بود ہمام را
عام (انسانوں) میں جزوی رحمت ہوتی ہے	غمخوار میں کلی رحمت ہوتی ہے

یعنی رحمت ناقص تو عوام کو بھی ہوتی ہے (مگر) رحمت کامل بزرگ ہی کو ہوتی ہے۔ آگے بزرگوں کی رحمت کے کامل ہونے کا راز بیان فرماتے ہیں کہ۔

رحمت جزوش قریں گشتہ بکل	رحمت دریاست ہادی سبل
اس کی جزوی رحمت کل سے وابستہ ہو گئی ہے	دریا کی رحمت راستوں کی ہدایت کرنے والی ہے

یعنی ان کی رحمت جزوی اس کامل کے قریں ہو گئی ہے اور رحمت دریا ہادی سبل ہے مطلب یہ کہ اول تو ان کی رحمت بھی رحمت جزوی ہی تھی مگر چونکہ وہ رحمت حق کے ساتھ جو کہ رحمت کاملہ ہے مقرون ہو گئی ہے اور اسی سے مستفیض ہو رہی ہے اس لئے وہ بھی کامل ہو گئی ہے۔ آگے مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ۔

رحمت جزوی بکل پیوستہ شو	رحمت کل را تو ہادی بیں و رو
تو جزوی رحمت ہے کل کے ساتھ جڑ جا	کلی رحمت کو تو ہادی سمجھ اور چل پڑ

یعنی تم بھی رحمت ناقص ہو کل سے پیوستہ رہو۔ اور رحمت کل کو ہادی دیکھ کر چلے چلو۔ مطلب یہ کہ ابھی تو تم ناقص ہو اور تمہاری رحمت بھی ناقص ہے۔ تو اس کامل کے ساتھ پیوستہ ہو جاؤ یا تو حق تعالیٰ کے ساتھ یا ان حضرات کے ساتھ جو کہ حق سے مستفیض ہو کر کامل ہو چکے ہیں غرضکہ تم کاملوں کے ساتھ لگے رہو گے تو ان شاء اللہ کامل ہو جاؤ گے آگے ایک غلطی رفع فرماتے ہیں کہ

تاکہ جزوست او نداند راہ بحر	ہر غدیرے را کند اشباہ بحر
جب تک جزوی (رحمت) ہے وہ سمندر کا راستہ نہیں جانتی ہے	ہر تالاب کو سمندر کے مشابہ بنا دیتی ہے

یعنی جب تک کہ وہ ناقص ہے راہ بحر کو نہیں جانتا اور ہر تالاب کو بحر کے مشابہ کر دیتا ہے۔ یہاں نقص سے مراد نقص علمی ہے۔ ورنہ اگر نقص حالی مراد ہوتا تو وہ تو ہر ایک کو پیش آتا ہے کہ جب وہ اس کامل سے پیوستہ ہونا چاہے گا تو وہ یقیناً ناقص الحال ہی ہو گا۔ تو یہاں مطلب یہ ہے کہ جو شخص کہ ناقص الحال ہو اور ناقص العلم بھی ہو وہ اس بحر تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ کمال علمی کا ہونا ضروری ہے کہ جس سے بصیرت و معرفت ہو۔ ورنہ اگر

www.besturdubooks.wordpress.com

معرفت ہی نہ ہوگی تو پیوستہ کس کے ساتھ ہوگا۔ تو جب نقص علم ہوگا تو وہ ناقص کو کامل اور بالعکس سمجھ جاوے گا اور بحر اور دریا اور یم وغیرہ سب سے حق تعالیٰ مراد ہیں اور ان تشبیہات کا صحیح ہونا کئی مرتبہ عرض کیا جا چکا ہے۔

چوں نداند راہ یم رہ کے برد	سوئے دریا خلق را چوں آورد
جب وہ سمندر کا راستہ نہیں جانتا ہے راستہ کیسے چلے	دریا کی جانب لوگوں کو کیسے لائے؟

یعنی جب وہ دریا کی راہ ہی نہیں جانتا تو خود کس طرح راہ لے جا سکتا ہے اور مخلوق کو دریا کی طرف کس طرح لا سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب کسی کو نقص علمی ہو اور اس کو معرفت حق ہی حاصل نہ ہو تو نہ وہ خود پہنچ سکتا ہے اور نہ دوسروں کو پہنچا سکتا ہے۔

متصل گردد بہ بحر آنگاہ او	رہ برد تا بحر ہمچوں سیل و جو
وہ سمندر سے اس وقت وابستہ ہو گا	(جبکہ) بہاؤ اور نہر کی طرح سمندر تک راستہ طے کرے

یعنی وہ جب بحر سے متصل ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ بحر تک سیل اور ندی کی طرح راہ لے جا سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب اس کو معرفت حق حاصل ہو جاوے گی تو اب اس کو اس کے ساتھ پیوستہ ہونا بھی آسان ہوگا اور جس طرح کہ ندی اور رود دریا میں جا کر مل جاتے ہیں اسی طرح یہ بھی حق تعالیٰ کے ساتھ پیوستہ ہو جاوے گا اور اگر ابھی معرفت بھی حاصل نہ ہوئی ہو تو اس کو فرماتے ہیں کہ۔

ورکند دعوت بہ تقلیدے بود	نز عیان و وحی و تائیدے بود
اگر وہ دعوت کرے تو (محض) تقلیدی ہو گا	مشاہدہ اور وحی اور تائید (خداوندی) سے نہ ہو گا

یعنی اور اگر وہ دعوت کرے تو وہ دعوت بھی تقلیدی ہوتی ہے نہ عیاناً اور وحی اور تائید کے ساتھ ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ خود تو کیا راہ پاوے گا اگر اوروں کو بھی بلاتا ہے تو یہ بلانا بھی تقلیدی ہی ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتا۔ غرضکہ چاہئے کہ اس کامل کے ساتھ پیوستہ ہوں تو ہمارے اندر بھی اس کی برکت سے کمال پیدا ہو جاوے چونکہ شیخ کا جواب تو اوپر ختم ہو ہی چکا تھا۔ آگے اس عورت کا سوال نقل فرماتے ہیں کہ۔

گفت پس چوں رحم داری برہمہ	ہمچو چوپانی بگرد ایں رمہ
اس نے کہا جبکہ تمہیں سب پر رحم (آتا ہے)	تم اس ریوڑ کے چاروں طرف گڈریہ کی طرح ہو

یعنی اس عورت نے کہا کہ بس جبکہ تم سب پر رحم رکھتے ہو اور اس جماعت کے گرد چوپان کی طرح ہو۔

چوں نداری نوحہ بر فرزند خویش	چونکہ فصاد اجل شاں زد بہ نیش
آپ اپنی اولاد پر کیوں نہیں روتے ہیں؟	جبکہ موت کے فصاد نے ان کے نشتر مارا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تم اپنے فرزند پر نوحہ کیوں نہیں کرتے۔ جبکہ فصاد اجل نے ان کے نشتر مارا ہے۔

چوں گواہ رحم اشک دید ہاست	دیدۂ تو بے نم و گریہ چراست
جبکہ رحم کے گواہ آنکھوں کے آنسو ہیں	آپ کی آنکھیں بغیر آنسو اور گریہ کے کیوں ہیں؟

یعنی جبکہ رحم کے گواہ آنکھ کے اشک ہیں۔ تو تمہاری آنکھ بے نم اور بے گریہ کیوں ہے۔

شیخ دانا زیں عتابش گرم شد	در سخن یکبارہ بے آزرم شد
عقلمند شیخ اس کے اس غصہ سے گرما گئے	بات کرنے میں یکبارگی بے قابو ہو گئے

یعنی شیخ دانا اس کے اس عتاب سے جوش میں آگئے اور بات میں ایک دفعہ ہی بے تاب ہو گئے۔

رو بزن کرد و بگفتش اے عجوز	خود نباشد فصل دے ہمچوں تموز
بڑھیا کی طرف رخ کیا اور اس سے کہا اے بوڑھی!	موسم خزاں موسم بہار کی طرح نہیں ہوتا

یعنی عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا کہ اے عجوز فصل خزاں فصل بہار کے خود برابر نہیں ہوا کرتی۔ مطلب یہ کہ میں اور تم لوگ برابر نہیں ہیں۔

جملہ گر دمر دند وایشاں ورے اند	غائب و پنہاں ز چشم دل کے اند
وہ سب (اولاد) خواہ مردہ ہو یا زندہ	دل کی آنکھ سے وہ غائب اور پوشیدہ کب ہیں؟

یعنی سارے کے سارے اگر مر گئے اور اگر زندہ ہیں چشم دل سے کب غائب اور پنہاں ہیں۔

من چو بینم شان معین پیش خویش	از چہ رو رو را کنم ہمچوں تو ریش
میں جب ان کو اپنے سامنے مجسم دیکھتا ہوں	تو کس وجہ سے تیری طرح چہرے کو زخمی کروں؟

یعنی میں جب ان کو مجسم اپنے سامنے دیکھتا ہوں تو پھر اپنے منہ کو تیری طرح کس لئے زخمی کروں۔

گرچہ بیرون انداز دور زمان	با من اند و گرد من بازی کنان
اگرچہ وہ زمانے کے چکر سے باہر نکل گئے ہیں	وہ کھیلتے ہوئے میرے پاس اور میرے چاروں طرف ہیں

یعنی اگرچہ اس دور زماں سے باہر ہیں مگر میرے تو ساتھ ہیں اور کھیل کر رہے ہیں۔

گریہ از ہجران بود یا از فراق	با عزیزانم وصالست و عناق
رونا تو چھوٹ جانے اور جدائی کی وجہ سے ہوتا ہے	میرا تو عزیزوں سے وصال اور معانقہ ہے

یعنی گریہ یا تو ہجر سے ہوا کرتا ہے یا فراق سے اور مجھے عزیزوں کے ساتھ وصل اور معانقہ ہے۔ ہجر تو کہتے ہیں اس کو کہ محبوب سامنے ہو اور پاس ہو اور نہ ملے اور فراق یہ کہ وہ دور ہی ہو جاوے تو مطلب یہ کہ روئے تو جب

www.besturdubooks.wordpress.com

جبکہ محبوب چھوڑ دے یا الگ ہو جاوے مگر میرے تو سامنے موجود ہیں کیوں روؤں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو کشف ہوتا تھا اور وہ ان کو کشف کے ذریعہ سے دیکھتے تھے اور فرماتے ہیں کہ۔

خلق اندر خواب مے بنیند شاں	من بہ بیداری ہمی بینم عیاں
لوگ ان کو خواب میں دیکھتے ہیں	میں ان کو بیداری میں اچھی طرح دیکھتا ہوں

یعنی خلق تو ان کو خواب میں دیکھتی ہے اور میں ان کو بیداری میں عیاناً دیکھ رہا ہوں آگے اس عیاناً دیکھنے کی ترکیب بناتے ہیں کہ میں اس طرح دیکھتا ہوں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح: شیخ نے فرمایا کہ تم یہ نہ سمجھو کہ مجھے محبت نہیں اور میرے دل میں شفقت نہیں۔ کیونکہ ہماری شفقت کی تو یہ حالت ہے کہ ہم کو کفار پر بھی رحمت ہے اگر چہ وہ لوگ ناشکر ہیں اور ہماری رحمت وعنایت تو کتوں پر بھی ہے اور ہم کو افسوس ہوتا ہے کہ یہ کمبخت پتھروں سے کیوں مار کھاتے ہیں چنانچہ جب کوئی کتا کسی کے کاٹتا ہے تو میں دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ تو اس کی یہ بری خصلت چھڑا دے اور کتوں کو اس خیال میں مشغول رکھ کہ وہ کسی نہ کاٹیں اور لوگوں کی اینٹیں نہ کھائیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے اولیاء اللہ کو زمین پر اسی لئے پیدا کیا ہے کہ ان کو تمام عالم کے لئے یوں رحمت بناوے کہ وہ مخلوق کو حق سبحانہ کی طرف دعوت دیں اور حق سبحانہ سے دعا کریں کہ اے اللہ ان کو ذمائم سے پوری رہائی عطا فرما۔ اور وہ اس طرف نصیحت کے لئے پوری کوشش کریں۔ جب ادھر نصیحت کارگر نہ ہو تو کہیں کہ اے اللہ تو رحمت کا دروازہ مت بند کر اور تو اپنی رحمت سے ان کو اس بلا سے نجات دے اور اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ ہادی حقیقی تو رحمت کاملہ وتامہ حق سبحانہ ہے مگر اہل اللہ کی رحمت ناقصہ اس کے ساتھ تعلق پیدا کر کے اس میں فنا ہو گئی ہے اس لئے اس پر وہی آثار مرتب ہوتے ہیں جو رحمت حق سبحانہ پر ہوتے ہیں اور رحمت حق سبحانہ عام ہے اس لئے اہل اللہ کی شفقت بھی عام ہے اور جب تک کہ رحمت ناقص رہتی ہے اس وقت تک اسے اس بحر رحمت کا راستہ ہی نہیں معلوم ہوتا۔ جو تالاب اور رحمت ناقصہ کو اپنے میں جذب کر کے مشابہ سمندر بن سکتی ہے اور جبکہ وہ اس دریا کا راستہ ہی نہیں جانتی تو خود اس تک پہنچ کیسے سکتی ہے اور مخلوق کو اس سمندر تک پہنچا کیسے سکتی ہے۔ ہاں اگر اس کو سمندر کے ساتھ اتصال ہو جاوے اس وقت وہ سمندر میں ندی نالوں کی طرح مل کر اس میں جذب ہو سکتی ہے اور اگر یہ بات نہیں حاصل ہوئی اور اس پر بھی آدمی لمبے چوڑے دعوے کرے تو وہ دعاوی تقلیدی اور سنے سنائے ہیں۔ مشاہدہ اور الہام اور تائید حق سبحانہ کے سبب نہیں ہیں۔ خیر یہ گفتگوے استطرادی تو ختم ہوئی۔ اب سنو کہ ان کے گھر کے لوگوں نے کہا کہ جب آپ سب پر رحم کرتے ہیں اور سب کی آپ یوں ہی حفاظت کرتے ہیں جس طرح کہ چرواہا بکریوں کی تو پھر یہ کیا بات ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ کو اپنے بچوں پر رونا نہیں آتا جبکہ قضا و اجل نے ان کے نشتر مار کر ان کو ہلاک کر دیا نیز جبکہ رحم دل کے گواہ آنکھوں کے آنسو ہیں تو پھر آپ کی آنکھوں میں آنسو اور تری کیوں نہیں۔ شیخ دانا کو اس ملامت سے جوش آ گیا اور عورت کی طرف متوجہ ہو کر تیز لہجہ میں یوں خطاب فرمایا کہ بڑی بی بات یہ ہے کہ بہار و خزاں جاڑا اور گرمی یکساں نہیں ہوتے۔ اسی طرح عوام و خواص بھی یکساں نہیں۔ میرے سب بچے خواہ مردہ ہوں یا زندہ میرے چشم قلب کے سامنے ہیں اور مخفی و غائب نہیں جب میں ان کو اپنے سامنے مشخص دیکھ رہا ہوں تو میں آپ کی طرح اپنا منہ کیوں نوچوں۔ گو وہ زمانہ سے باہر ہیں مگر میرے پاس ہیں اور میرے گرد کھیلتے ہیں آپ کریں کہ رونے کا سبب یا محبوب کا محب کو چھوڑ دینا ہوتا ہے یا اس کا دور ہونا۔ اور مجھے اپنے پیاروں سے اتصال اور قرب ہے تو پھر میں کیوں روؤں لوگ تو ان کو خواب میں دیکھتے ہیں اور میں بیداری میں دیکھ رہا ہوں۔ آگے اس کا طریقہ ارشاد فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

شرح شبّیری

زین جہاں خود را دمے پنہاں کنم	برگ حس را از درخت افشاں کنم
میں بھی اپنے آپ کو اس دنیا سے غائب کر دیتا ہوں	حواس کے پتوں کو درخت سے جھاڑ دیتا ہوں

یعنی اس جہان سے اپنے کو ایک دم کے لئے پنہاں کر لیتا ہوں اور برگ حس کو درخت سے جھاڑ دیتا ہوں مطلب یہ کہ اپنے حواس کو معطل کر کے غیبت حاصل کر لیتا ہوں تو جہاں ان حواس کو معطل کیا وہ عالم مکشوف ہو جاتا ہے اور ان کو دیکھ لیتا ہوں آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یعنی میں عالم شہادت سے عالم غیب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں اور درخت روح سے حواس ظاہرہ کے پتوں کو جھاڑ دیتا ہوں یعنی ان حواس کو معطل کر کے حواس باطنہ سے کام لیتا ہوں پس عالم غیب مجھ پر منکشف ہوتا ہے اور میں اپنے بچوں کو دیکھ لیتا ہوں اس کے بعد مولانا اس بیان کو موجہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

شرح شبّیری

حس اسیر عقل باشد اے فلاں	عقل اسیر روح باشد ہم بدان
اے فلاں! حواس عقل کے پابند ہیں	سمجھ لے! عقل روح کی پابند ہے

یعنی اے شخص حس تو اسیر عقل کی ہوتی ہے اور عقل اسیر روح کی ہوتی ہے اس کو بھی جان لو مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حواس کو عقل کے تابع اور اس کے محکوم اس لئے بنایا تھا تاکہ وہ ان حواس کو قید اور مغلوب رکھے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

عقل کو روح کا تابع اور محکوم اس لئے بنایا تھا کہ وہ اس کو رہا کر کے اور مطلق چھوڑ کر اس سے کام لے اس لئے کہ اسیر تو اپنے قبضہ میں ہوتا ہے خواہ اس کو قید رکھو یا رہا کر دو تو حواس اس قابل تھے کہ ان کو قید رکھا جاوے اور عقل اس قابل تھی کہ اس کو رہا کر کے اس سے کام لیا جاوے۔ مگر دنیا میں پھنس کر نہ تو عقل نے اپنا کام کیا کہ حواس کو قید کر کے رکھتی اور نہ روح نے اپنا کام کیا کہ عقل کو رہا کر کے اس سے کام لیتی بلکہ عقل نے تو حواس کو مطلق چھوڑ دیا۔ اور انہوں نے خوب شرارت شروع کر دی۔ اور روح نے عقل سے کام نہ لیا لہذا وہ امور غیبیہ جن کا انکشاف اس وقت ہوتا جبکہ ہر ایک اپنے اپنے کام میں لگتا۔ اب نہ ہوئی لیکن اب جبکہ حواس کو مغلوب کر دیا جیسا کہ "روبرگ حس راز درخت الخ سے معلوم ہوتا ہے تو جب حواس مغلوب ہو گئے تو اب روح نے اپنا کام کیا وہ یہ کہ۔

دست بستہ عقل را جان باز کرد	کارہائے بستہ را ہم ساز کرد
روح نے جکڑی ہوئی عقل کو آزاد کر دیا	الجھے ہوئے کاموں کو سلجھا دیا

یعنی روح نے عقل کے بندھے ہوئے ہاتھوں کو کھول دیا اور کارہائے بستہ کا بھی سامان کر دیا مطلب یہ کہ عقل کے ہاتھ جو ہوا و ہوس میں بندھے ہوئے تھے جب روح نے اپنا کام کیا تو ان کو کھول دیا اور عقل کو رہا کر دیا۔ اور جو امور کہ پہلے غائب تھے اب ان کو ظاہر کر دیا۔

حسہا و اندیشہ بر آب صفا	ہمچو خس بگرفتہ روئے آب را
حواس اور افکار نے صاف پانی پر	تنکوں کی طرح پانی کی سطح کو گھیر لیا ہے

یعنی حواس اور اندیشوں نے آب صفا پر خس کی طرح روئے آب کو چھپا رکھا تھا حواس سے مراد حواس ظاہری اور اندیشہ سے مراد حواس باطنہ آب صفا سے مراد عقل نیز روئے آب سے مراد بھی عقل۔ مطلب یہ کہ قبل اس کے کہ روح اپنا کام کرے حواس اور اندیشوں نے عقل کو مغلوب کر رکھا تھا اور جس طرح کہ سطح آب پر خس و خاشاک آ کر اس کو چھپا دیتے ہیں اسی طرح حواس نے عقل کو مغلوب اور اس کے کام کو پوشیدہ کر رکھا تھا اور امور غیبیہ ظاہر نہ ہوتے تھے مگر جبکہ روح نے اپنا کام کیا کہ عقل کو رہا کر کے اس سے کام لیا تو عقل نے یہ کیا کہ۔

دست عقل آن خس بیکسو مے برد	آب پیدا مے شود پیش خرد
عقل کا ہاتھ اس کوڑے کو ایک طرف ہٹا دیتا ہے	عقل کے سامنے پانی کھل جاتا ہے

یعنی عقل کا ہاتھ اس خس کو ایک طرف لے جاتا ہے اور پانی عقل کے سامنے ظاہر ہو جاتا ہے۔ یہاں آب سے مراد امور غیبیہ ہیں۔ مطلب یہ ہو گیا کہ جب روح نے عقل کو رہا کیا تو اس نے اپنا کام کیا کہ حواس کو مغلوب کیا جب حواس مغلوب ہو گئے تو وہ امور غیبیہ جو اب تک اس عقل سے پوشیدہ تھے اب ظاہر ہو گئے۔

خس بس انبہ بود بر جو چوں جناب	خس چو یکسو رفت پیدا گشت آب
نہر پر بلبلوں کی طرح کوڑا بہت سا تھا	کوڑا جب ہٹا پانی کھل گیا

یعنی حباب کی طرح ندی پر خس بے انتہا تھے۔ تو جب خس ایک طرف ہوئے پانی ظاہر ہو گیا جو سے مراد عقل اور آب سے مراد امور غیبیہ مطلب یہ ہوا کہ روح کے کام کرنے سے پہلے عقل میں حواس کے خس وخاشاک بھرے ہوئے تھے۔ لیک جب عقل نے رہا ہو کر انخس وخاشاک کو الگ کیا تو وہ امور غیبیہ ظاہر ہو گئے اور اس عقل نے ان کا ادراک کر لیا۔

چونکہ دست عقل نکشاید خدا	خس فزاید از ہوا برآب ما
جب تک اللہ (تعالیٰ) عقل کے ہاتھ نہ کھولے	ہمارے پانی پر ہوا (وہوس) کی وجہ سے کوڑا بڑھ جاتا ہے

یعنی جبکہ دست عقل کو خدا نہ کھولے تو خس ہمارے پانی پر ہوا کی وجہ سے بڑھ جاویں خدا کے دست عقل کھولنے سے مراد روح کا کھولنا ہی ہے اس لئے کہ بے اس کے کہ خدا کا حکم ہو روح کب کام کر سکتی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ اگر روح دست عقل کو نہ کھلوتی تو ہم پر وہ امور ظاہر ہو ہی نہ سکتے تھے مگر اب عقل نے رہا ہو کر خس و خاشاک کو ایک طرف کر کے ان امور کو ہمارے سامنے ظاہر کر دیا۔

آب را ہر دم کند پوشیدہ او	آں ہوا خنداں وگریاں عقل تو
وہ ہر وقت پانی کو چھپائے رکھتا ہے	وہ ہوا (وہوس) مسکراتی ہے اور تیری عقل روتی ہے

یعنی آب کو وہ ہر دم پوشیدہ کر رہی ہے تو وہ ہوا ہنستی ہے اور تمہاری عقل رو رہی ہے۔ آب سے مراد امور غیبیہ اور ہوا سے مراد ہوا وہوس مطلب یہ کہ وہ ہوا وہوس کی ہوس خس وخاشاک کو لا کر ان امور غیبیہ پر جمع کر دیتی ہے اور اس کو چھپا دیتی ہے تو اس وقت وہ تو خوش ہوتی ہے کہ اس نے اپنا کام کر لیا۔ مگر عقل جب اپنا کام نہیں کر سکتی تو روتی ہے۔

چونکہ تقوے بست دو دست ہوا	حق کشاید ہر دو دست عقل را
جب پرہیزگاری نے ہوا (وہوس) کے دونوں ہاتھ باندھ دیے	اللہ (تعالیٰ) عقل کے دو ہاتھ کھول دیتا ہے

یعنی جبکہ تقویٰ ہوا کے دونوں ہاتھ باندھ دیتا ہے تو حق تعالیٰ عقل کے ہاتھ دونوں کھول دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب تقویٰ نے آ کر ہوا وہوس کو مغلوب کر دیا تو اب وہ عقل اپنا کام کرتی ہے تو یہ ہوتا ہے کہ۔

پس حواس چیرہ محکوم تو شد	چوں خرد سالار و مخدوم تو شد
غالب حواس تیرے محکوم بن جاتے ہیں	جب عقل تیری سردار اور مخدوم بن جاتی ہے

یعنی پھر حواس (جو کہ پہلے) غالب (تھے وہ) تمہارے محکوم ہو جاتے ہیں جبکہ عقل تمہاری پیشرو اور مخدوم ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ جب عقل نے اپنا کام کیا اور وہ مخدوم اور پیشرو ہوئی تو اب جو حواس کہ پہلے غالب ہو رہے تھے اب مغلوب اور محکوم ہو گئے اور عقل کے تابع ہو گئے اب عقل یہ کرتی ہے کہ۔

حس را بیخواب خواب اندر کند	تاکہ غیبہا از جاں سر برزند
وہ (عقل) حواس کو بغیر نیند کے سلا دیتی ہے	یہاں تک کہ ان دیکھی باتیں روح میں سے سر ابھارتی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی حس کو بخواب کے خواب میں کر دیتی ہے یہاں تک غیوب جان سے سر نکالتے ہیں مطلب یہ کہ حواس تو اس وقت ہی معطل ہوتے ہیں جبکہ انسان سوجاوے مگر یہ عقل ان پر غالب ہو کر بے ان کے سوئے ہوئے ان کو معطل کر دیتی ہے بس جب وہ معطل ہو گئے تو اب روح پر غیوب فائض ہوتے ہیں اور وہ ان امور غیبیہ کا مشاہدہ کر لیتی ہے اور اس وقت یہ ہوتا ہے کہ۔

ہم بہ بیداری بہ بیند خوابہا	ہم زگردوں برکشاید بابہا
وہ بیداری میں بھی خواب دیکھ لیتا ہے	آسمان کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں

یعنی بیداری ہی میں وہ بہت سے خواب دیکھتی ہے اور آسمان سے بہت سے ابواب کھول لیتی ہے۔ مطلب یہ کہ وہ بیداری ہی میں ان حواس کو معطل کر کے ان مغیبات کو دیکھ لیتی ہے اور آسمان سے ابواب کھل جاتے ہیں اور ادھر سے اس پر فیض ہونے لگتا ہے تو بس اس ترکیب سے وہ صاحبزادوں کی زیارت فرماتے تھے۔ چونکہ بیان کیا ہے کہ ان حواس ظاہری کے باطل ہونے کے بعد امور غیبیہ کا ادراک ہوتا ہے آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک شیخ اندھا تھا مگر جب قرآن شریف پڑھتا تھا تو بینا ہو جاتا تھا تو دیکھو ان حواس کے زائل ہونے کے بعد دیکھ سکتا تھا اسی طرح ان حواس کے تعطل کے بعد انسان ان امور غیبیہ کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ یعنی تم شیخ کے کلام کو محض دعویٰ نہ سمجھو بلکہ یہ ایک موجہ اور مدلل بیان ہے کیونکہ حق سبحانہ نے اصالتہ حس کو عقل کا محکوم اور عقل کو روح کا منقاد بنایا ہے پس جبکہ روح عقل کے بندھے ہوئے ہاتھوں کو کھول کر اس کو حواس کے مغلوب کر لینے کے قابل بنا دیتی ہے تو سب مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ حواس اور خیالات نفسانیہ نے مغیبات کو یوں ہی چھپا رکھا ہے جیسے کہ خس وخاشاک آب صفا پر پھیل کر اس کو چھپا لیتا ہے اور احتجاب مغیبات انہیں حواس وافکار کے سبب ہے جبکہ عقل غالب ہو جاتی ہے اور بندش کے اٹھ جانے کے سبب وہ حواس میں تصرف کرنے کے قابل ہو جاتی ہے تو وہ حواس وافکار کے خس وخاشاک کو ہاتھ سے ہٹا دیتی ہے یعنی ان کی طرف توجہ چھوڑ دیتی ہے اور وہ یوں معطل ہو جاتے ہیں جیسے خواب میں ان کی حالت ہوتی ہے اور آب صاف اس کو دکھلائی دینے لگتا ہے یعنی مغیبات اس کے سامنے حاضر ہو جاتے ہیں خس وخاشاک چونکہ آب جو پر بہت تھے اس لئے پیشتر پانی نظر نہ آتا تھا۔ اب ہٹ گئے تو پانی ظاہر ہو گیا۔ یعنی ہجوم وافکار وخیالات کے سبب مغیبات نہ دکھلائی دیتے تھے اب ان کے دفع ہو جانے سے پیش نظر ہو گئے اور جبکہ حق سبحانہ بتوسط روح عقل کے ہاتھ نہیں کھولتے تو اس وقت خس وخاشاک افکار واوہام بڑھتے رہتے ہیں اور آب مغیبات کو جس کا ظہور تم کو مطلوب ہے پوشیدہ کرتے رہتے ہیں۔ پس وہ خس وخاشاک تو ہوائے نفس سے ہنستے کھیلتے ہیں اور عقل

www.besturdubooks.wordpress.com

بیٹھی قسمت کو روتی ہوتی ہے کیونکہ حواس اس پر غالب اور وہ ان کی مغلوب ہوتی ہے کیونکہ روح اس کی امداد نہیں کرتی کہ اس کو ان کمینوں کے زغے سے چھڑائے نیز اپنی مطلوب یعنی ادراک مغیبات سے دور ہوتی ہے اس لئے روتی ہے برخلاف اس کے جب روح اس کی امداد کرتی ہے یعنی تقوے اختیار کر کے خواہشات نفسانیہ کے دست تعدی کو باندھتی ہے اس وقت حق سبحانہ اس کے توسط سے عقل کے ہر دو دست کھولتی ہیں۔ پس عقل حواس پر جو کہ اب تک غالب تھے تسلط کر کے ان کو مغلوب کرتی اور اپنا منقاد بناتی ہے اور ان کو بیداری ہی میں سلا دیتی ہے یعنی حالت خواب ہی کی طرح معطل کر دیتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ روح سے مغیبات کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ شیخ کا بیداری میں لڑکوں کو دیکھنا کچھ مستبعد نہیں بلکہ اگر اور لوگ بھی ویسا ہی کریں جیسا کہ شیخ نے کیا ہے تو ان کو بھی دکھلائے دے سکتے ہیں۔ بشرطیکہ کوئی حکمت حصول کشف سے مانع نہ ہو۔

شرح شبیری

ایک اندھے کا قصہ کہ وہ قرآن شریف کو دیکھ کر پڑھتے تھے اور قرآن پڑھنے کے وقت وہ اللہ کے حکم سے بینا ہو جایا کرتے تھے

دید در بغداد یک شیخ فقیر	مصحفے در خانۂ پیر ضریر
ایک فقیر شیخ نے بغداد میں	ایک نابینا پیر کے گھر میں قرآن دیکھا

یعنی ایک درویش بزرگ نے بغداد میں ایک اندھے بوڑھے کے یہاں قرآن شریف دیکھا۔

گشت ضیفش در تموز پر زسوز	ہر دو زاہد جمع باہم چند روز
جلتی گرمی کے زمانے میں اس کا مہمان بن گیا	دونوں بزرگ چند روز کے لئے اکٹھے ہو گئے

یعنی یہ درویش اس کے مہمان تموز گرم میں ہو گئے تھے تو دونوں زاہد چند روز تک جمع رہے یعنی یہ شیخ ان اندھے یہاں گرمی کے دنوں میں مہمان ہوئے تھے تب انہوں نے ان کے یہاں قرآن شریف رکھا ہوا دیکھا۔

گفت اینجا اے عجب مصحف چراست	چونکہ نابیناست این درویش راست
اس نے (دل میں) کہا تعجب ہے یہاں قرآن کیوں ہے؟	کیونکہ درویش تو بالکل نابینا ہے

یعنی اس درویش نے کہا کہ تعجب ہے کہ یہ قرآن شریف یہاں کیوں ہے جبکہ یقیناً یہ درویش نابینا ہے (دیکھئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے قرآن شریف کو فضول کوئی نہ رکھتا تھا جب تو ان شیخ کو تعجب ہوا کہ یہ تو ہے اندھا پھر قرآن فضول کیوں رکھا ہے ورنہ اس زمانہ میں تو چاہے عمر بھر کھول کر بھی نہ دیکھے مگر گھر میں رکھے ہونے

www.besturdubooks.wordpress.com

سے کوئی تعجب نہیں ہوتا اس لئے کہ پڑھنے کی عادت ہی نہیں رہی افسوس صد افسوس)

اندریں اندیشہ تشویشش فزود	کہ جز او را نیست اینجا باش و بود
اس خیال سے اس کی تشویش بڑھ گئی	کہ اس جگہ تو اور کسی کا رہن سہن نہیں ہے

یعنی اس فکر میں ان کو تشویش بڑھ گئی کہ اس جگہ اور کسی کی تو بود و باش ہی نہیں ہے (کہ یہ کہا جاوے کہ وہ دوسرا آدمی پڑھتا ہوگا پھر کیوں رکھا ہے)

اوست تنہا مصحف آویختہ	من نیم گستاخ یا آمیختہ
وہ تنہا ہے قرآن آویزاں ہے	میں شوخ یا گھلا ملا نہیں ہوں

یعنی یہ تو تنہا ہی ہے اور مصحف لٹکا ہوا ہے اور میں بے تکلف یا ملا جلا نہیں ہوں۔

تا بپرسم نے خمش صبرے کنم	تا بصبرے بر مرادے بر زنم
کہ دریافت کروں یا خاموش رہ کر صبر کروں	تاکہ صبر کے ذریعہ مقصد حاصل کر لوں

یعنی تا کہ پوچھ ہی لوں اور نہ خاموش ہی رہ سکتا ہوں (اب خود فیصلہ کرتے ہیں کہ) میں صبر کرتا ہوں تا کہ صبر کی وجہ سے مراد پر پہنچ جاؤں۔

صبر کرد و بود چندے در حرج	کشف شد کالصبر مفتاح الفرج
اس نے صبر کر لیا اور کچھ دن پریشان رہا	(معاملہ) کھل گیا کیونکہ صبر کرنا کشادگی کی چابی ہے

یعنی انہوں نے صبر کیا اور چندے تنگی میں رہے تو (ان پر وہ راز جیسا کہ آگے معلوم ہوگا) کھل گیا اس لئے کہ صبر کشادگی کی کنجی ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

صبر گنجست اے برادر صبر کن	تا شفا یابے توزیں رنج کہن
اے بھائی! صبر خزانہ ہے، صبر کر	تاکہ تو اس پرانے غم سے شفا حاصل کر لے

یعنی اے بھائی صبر ایک خزانہ ہے تو تم صبر کیا کرو تا کہ اس رنج کہنہ سے تم شفا پاؤ یعنی جس قدر افکار وغیرہ تم کو ہوں گے صبر سے سب حل ہو جائیں گے انشاء اللہ۔

صبر تلخ ست و بروا شکرست	صبر سوئے کشف ہر سر رہبرست
صبر کڑوا ہے، اس کا پھل شکر ہے	صبر ہر راز کے کھلنے کا راہبر ہے

یعنی صبر ہر بھید کے کشف کی طرف رہبر ہے اور صبر خود تلخ ہے مگر اس کا پھل شیریں ہے اس صبر پر آگے حضرت لقمان علیہ السلام کی حکایت لاتے ہیں کہ انہوں نے بھی صبر کیا تھا تو ان پر بھی وہ بھید جس کے وہ طالب تھے ظاہر ہو گیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

لقمان علیہ السلام کا جس وقت کہ انہوں نے دیکھا کہ داؤد علیہ السلام لوہے کی کڑیاں بنا رہے ہیں پوچھنے سے صبر کرنا اس سبب سے کہ صبر موجب راحت وفرح ہے

رفت لقمان سوئے داؤدؑ نبی	حلقہ مے کرد او پولاد ابی
(حضرت) لقمانؑ داؤد نبی کے یہاں گئے	وہ سخت فولاد کے حلقے بنا رہے تھے

یعنی لقمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے پاس صفا (حاصل کرنے) کے لئے گئے تو دیکھا کہ وہ لوہے کی کڑیاں بنا رہے ہیں۔

جملہ را با یکدگر درمے فگند	ز آہن و پولاد آن شاہ بلند
سب (حلقوں) کو ایک دوسرے میں ڈال رہے تھے	لوہے اور فولاد سے وہ شاہ عالی

یعنے سب کو ایک دوسرے میں لوہے اور فولاد سے وہ شاہ بلند ڈال رہے تھے۔

صنعت زرادا و کم دیدہ بود	در تحیر مے ماند و وسواسش فزود
ان (لقمانؑ) نے زرہ بننے والے کی کاریگری نہ دیکھی تھی	وہ حیران رہ گئے اور وسوسے بڑھ گئے

یعنی زرہ بنانے والے کی صنعت کو لقمان علیہ السلام نے دیکھا نہ تھا تو وہ تعجب میں رہ گئے اور ان کا وسوسہ بڑھا۔

کایں چہ شاید بودو اپرسم ازو	کہ چہ می سازد ز حلقہ تو بتو
کہ یہ کیا بنے گا؟ ان سے پوچھوں	کہ وہ مسلسل حلقوں سے کیا بنا رہے ہیں؟

یعنی کہ اس کا کیا ہوگا میں ان سے پوچھوں کہ تم تو بتو حلقے کیا بنا رہے ہو۔

باز با خود گفت صبر اولے ترست	صبر با مقصود زو تر رہبرست
پھر اپنے آپ سے کہا کہ صبر زیادہ مناسب ہے	صبر مقصد کا تیز رہنما ہے

یعنی پھر اپنے سے کہا کہ صبر زیادہ اولیٰ ہے اور صبر مقصود تک جلدی رہبر ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

چوں نہ پرسی زود تر کشف شود	مرغ صبر از جملہ پران تر رود
اگر تو نہ پوچھے جلد تجھ پر ظاہر ہو جائے گا	صبر کا پرند' تمام پرندوں سے تیز اڑتا ہے

یعنی اگر تم نہ پوچھو گے تو تم کو جلدی ہی ظاہر ہو جاوے گا اس لئے کہ مرغ صبر سب سے زیادہ اڑنے والا ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ور بپرسی دیر تر حاصل شود	سہل از بے صبریت مشکل شود
اگر تو پوچھے گا دیر میں حاصل ہو گا	تیری بے صبری سے آسان (بھی) مشکل ہو جائے گا

یعنی اور اگر پوچھو تو وہ دیر میں حاصل ہوگا اور سہل تمہاری بے صبری کی وجہ سے مشکل ہو جاوے گا۔ پوچھنے یا نہ پوچھنے سے مراد صبر کرنا یا نہ صبر کرنا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر صبر کرو گے تو وہ بات جلدی معلوم ہوگی اور بے صبری سے معلوم ہوتی ہوئی بھی مشکل ہو جاوے گی۔

چونکہ لقمان تن بزد اندر زمان	شد تمام از صنعت داؤد آن
چونکہ لقمان اس وقت خاموش ہو گئے	وہ (کام حضرت) داؤد کی کاریگری سے مکمل ہو گیا

یعنی جبکہ لقمان اس وقت چپ ہو رہے تو وہ (زرہ) داؤد علیہ السلام کے بنانے سے پوری ہو گئی۔

پس زرہ سازید و در پوشید او	پیش لقمان حکیم نیک خو
تب انہوں نے زرہ بنا لی اور اس کو پہنا	صابر و دانا لقمانؑ کے سامنے

یعنی پھر داؤد علیہ السلام نے زرہ بنا کر اس کو لقمان حکیم نیک خو کے سامنے پہنا۔

گفت این نیکو لباس ست اے فتے	در مصاف و جنگ دفع زخم را
فرمایا اے جوان! یہ اچھا لباس ہے	لڑائی کے میدان میں زخم کی روک کیلئے

یعنی داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فتے یہ مصاف اور جنگ میں زخم کے دفع کرنے کے لئے اچھا لباس ہے۔

گفت لقمان صبر نیکو ہمدمے است	کو پناہ و دافع ہر جا غمے است
لقمانؑ نے فرمایا کہ صبر اچھا ساتھی ہے	کیونکہ وہ ہر مقام پر غم کی پناہ اور دافع ہے

یعنی لقمانؑ نے فرمایا کہ صبر ایک اچھا ہمدم ہے کہ وہ ہر جگہ پناہ اور دافع غم کا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

صبر را با حق قرین کرد اے فلان	آخر والعصر را آنگہ بخوان
اے فلاں! صبر کو حق کا ساتھی بنایا ہے	ہوش سے والعصر کا آخیر پڑھ لے

یعنی حق تعالیٰ نے صبر کو حق کے ساتھ قرین کیا ہے اے شخص تو اس وقت والعصر کے آخر کو پڑھ۔ والعصر میں ہے کہ وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر حق سے مراد عقائد ہیں مولانا کا مطلب یہ ہے کہ صبر وہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو عقائد کے ساتھ بیان فرمایا ہے تو کس درجہ کی شے ہوگی۔

صد ہزاران کیمیا حق آفرید	کیمیائے ہمچو صبر آدم ندید
اللہ (تعالیٰ) نے لاکھوں کیمیائیں پیدا کی ہیں	صبر جیسی کیمیا آدم نے نہیں دیکھی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی حق تعالیٰ نے لاکھوں کیمیائیں پیدا فرمائیں مگر (بنی) آدم نے صبر جیسی کوئی کیمیا نہیں دیکھی۔ مطلب یہ ہوا کہ صبر بہت ہی عمدہ اور حصول مقصود میں امداد دینے والی شے ہے آگے ان شیخ نابینا کا بقیہ قصہ فرماتے ہیں کہ۔

اس نابینا کا باقی قصہ اور اس کا دیکھ کر قرآن پڑھنا

مرد مہمان صبر کرد و ناگہان	کشف گشتش حال مشکل در زمان
مہمان شخص نے صبر کیا اور اچانک	اس پر مشکل • کا حال فوراً کھل گیا

یعنی اس مرد مہمان نے صبر کیا تو ناگاہ اسی زمانہ میں وہ حال مشکل اس پر کھل گیا (اس طرح کہ)

نیم شب آواز قرآن را شنید	جست از خواب آن عجائب را بدید
آدھی رات کو قرآن کی آواز سنی	یہ نیند سے اٹھا اور عجائب دیکھے

یعنی اس مہمان نے آدھی رات کو قرآن کی آواز سنی تو نیند سے اٹھ بیٹھا اور یہ عجائب دیکھا کہ:۔

کہ ز مصحف کور میخواند درست	گشت بیصبر واز وآں حال جست
کہ نابینا قرآن کو دیکھ کر صحیح پڑھ رہے ہیں	بے صبر ہو گیا اور ان سے اس حال کی جستجو کی

یعنی کہ قرآن شریف سے وہ اندھا ٹھیک پڑھ رہا ہے تو یہ مہمان بے صبر ہو گیا۔ اور اندھے سے اس حال کی جستجو کی۔

گفت چوں کوری عجب بے چشم ونور	چوں ہمی خوانی و می بینی سطور
کہا جبکہ آپ نابینا ہیں بغیر آنکھ اور روشنی کے	آپ کیسے پڑھتے ہیں اور سطریں دیکھتے ہیں؟

یعنی اس نے کہا کہ تو کیسا عجیب اندھا بے چشم ونور کے ہے اور تو کس طرح پڑھ رہا ہے اور کس طرح سطروں کو دیکھ رہا ہے۔

انچہ میخوانے برآن افتادہ	دست را بر حرف آن بنہادہ
جو کچھ آپ پڑھتے ہیں اسی پر ہوتے ہیں	ہاتھ کو اس کے حروف پر رکھتے ہیں

یعنی جو کچھ تو پڑھتا ہے اسی پر پڑا ہوا ہے اور تو نے ہاتھ کو اسی حرف پر رکھا ہے۔

اصبعت در سیر پیدا میکند	کہ نظر برحرف داری مستند
رفتار میں آپ کی انگلی ظاہر کرتی ہے	کہ آپ صحیح طور پر حرف پر نظر رکھتے ہیں

یعنی تیری انگلی چلنے میں ظاہر کر رہی ہے کہ یقیناً تو یقیناً حرف پر نظر رکھتا ہے۔

گفت اے گشتہ ز جہل تن جدا	این عجب داری از صنع خدا
انہوں نے کہا اے وہ کہ جو جسمانی جہالت سے جدا ہو گیا ہے	تو اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری پر تعجب کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس اندھے نے کہا کہ اے شخص جو جہل تن سے جدا ہے کیا تو قدرت خدا سے یہ عجب بات سمجھا ہے چونکہ یہ دوسرے بھی بزرگ ہیں اس لئے اس نے کہا کہ آپ جہل باتوں سے جدا ہیں اور آپ کو اس عالم کا انکشاف ہے پھر آپ اس سے تعجب کیوں کرتے ہیں یہ تو قدرت حق ہے اور اس کی وجہ ظاہری یہ ہوئی ہے کہ۔

من زحق درخواستم کاے مستعان	بر قرائت من حریصم ہچو جان
میں نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی کہ اے مددگار	مجھے قرآن پڑھنے سے جان کی برابر محبت ہے

یعنی میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ اے مستعان میں قرآن پڑھنے پر جان کی طرح حریص ہوں۔ یعنی جس طرح کہ مجھے اپنی جان سے محبت ہے اسی طرح قرآن خوانی سے انس ہے۔

نیستم حافظ مرا نورے بدہ	در دو دیدہ وقت خواندن بے گرہ
میں حافظ نہیں ہوں، مجھے روشنی عطا کر دے	دونوں آنکھوں میں بغیر رکاوٹ کے پڑھتے وقت

یعنی میں حافظ ہوں نہیں تو آپ میری دونوں آنکھوں میں قرآن پڑھنے کے وقت ایک نور بے رکاوٹ کے عطا فرما دیجئے۔

بازدہ دو دیدہ ام را آن زمان	کہ بگیرم مصحف و خوانم عیان
اس وقت میری دونوں آنکھیں مجھے لوٹا دے	جبکہ میں قرآن اٹھاؤں اور دیکھ کر پڑھوں

یعنی وہ نور میری دونوں آنکھوں کو واپس دیدیا کیجئے جبکہ میں مصحف لوں اور عیاناً پڑھوں۔

آمد از حضرت ندا کاے مرد کار	اے بہر رنجے بہا امیدوار
بارگاہ (خداوندی) سے آواز آئی اے باعمل!	اے وہ کہ ہر تکلیف میں ہم سے امیدوار ہے

یعنی حضرت حق نے ندا آئی کہ اے مرد کار اور اے وہ شخص جو کہ ہر تکلیف میں ہمارا امیدوار ہے۔

حسن ظن ست و امید خوش ترا	کہ ترا گویم بہردم بر ترا
یہ تیرا حسن ظن ہے اور اچھی امید	جو تجھ سے کہتی ہے کہ ہر سانس میں ترقی کر

یعنی تجھے حسن ظن اور امید خوش یہ ہے کہ میں تجھے ہر دم کہوں گا کہ ترقی کر مطلب یہ کہ تجھے امید ہے کہ ہم تجھے ہر دم ترقی دیں گے اسی لئے تو ایسی باتیں ہم سے مانگتا ہے تو سن رکھ کہ۔

ہر زمان کہ قصد خواند باشدت	یاز مصحفا قرائت بادیت
جس وقت تیرا پڑھنے کا ارادہ ہو گا	یا قرآنوں سے (دیکھ کر) تو پڑھنا چاہے گا

یعنی جس وقت کہ تیرا قصد قرآن پڑھنے کا ہو یا قرآن سے تجھے کچھ پڑھنے کی ضرورت ہو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

من در آں دم دادہم چشم ترا	تا فروخوانے معظم جوہرا
میں اس وقت تیری آنکھیں لوٹا دوں گا	تاکہ تو خوب پڑھ لے اے بڑے جوہر!

یعنی میں اس وقت وہ نور تیری آنکھ کو دیا کروں گا تاکہ تم پڑھ لیا کرو۔ اے معظم ذات۔ تو حق تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا تھا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہمچنان کرد و ہر آنگاہے کہ من	واکشایم مصحف اندر خواندن
اس (اللہ تعالیٰ) نے ایسا ہی کیا اور جبکہ میں	پڑھنے میں قرآن کھولتا ہوں

یعنی حق تعالیٰ نے ایسا ہی کیا کہ جس وقت میں قرآن شریف پڑھنے کے لئے کھولتا ہوں۔

آن خبیرے کو نشد غافل زکار	آن گرامی بادشاہ کردگار
تو وہ خبیر جو کام سے غافل نہیں ہے	وہ عزیز کردگار بادشاہ

یعنی وہ خبیر جو کہ کسی کام سے غافل نہیں ہے اور وہ معظم بادشاہ حق تعالیٰ۔

باز بخشم بینشم آن شاہ فرد	در زمان ہمچون چراغ شب نورد
وہ یکتا شاہ میری بینائی دوبارہ عنایت کر دیتا ہے	فوراً تاریکی کو لپیٹ دینے والے چراغ جیسی

یعنی وہ شاہ یکتا ہیں بینش کو پھر اسی وقت عطا فرما دیتا ہے۔ مثل چراغ شب نورد کے یعنی جس طرح کہ چراغ تاریکی کو زائل کر دیتا ہے اسی طرح وہ روشنی تاریکی کو زائل کر دیتی ہے چونکہ مولانا نے یہاں ایک حکایت ان شیخ اقطع کی بیان کی ہے کہ وہ بے ہاتھ کے زنبیل بن رہے تھے دوسری حکایت ان شیخ ضریر کی کہ بے آنکھوں کے قرآن خوانی میں مشغول تھے اس لئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

زین سبب نبود ولی را اعتراض	ہرچہ بستاند فرستد اعتیاض
اسی لئے ، ولی کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا ہے	(کیونکہ) جو کچھ وہ لیتا ہے بدلہ بھیج دیتا ہے

یعنی اسی لئے ولی کو اعتراض نہیں ہوتا کہ حق تعالیٰ جو کچھ لیتے ہیں اس کا عوض بھیج دیتے ہیں۔ جیسا کہ ان دونوں قصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کے ظاہری ہاتھ لے لئے تو باطنی ہاتھ عطا فرما دیئے اور ایک کی ظاہری آنکھیں لے لیں تو باطنی آنکھیں عطا فرما دیں۔ اور یہاں تو عوض مثل مقصود کے تھا۔ مگر ہمیشہ یہ ضروری نہیں ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ عوض تو ضرور ملتا ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ جو ہم چاہیں وہی مل جائے بلکہ جو علم حق میں بہتر ہوتا ہے وہی ملتا ہے آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ:۔

گر بسوزد باغت انگورے دہد	درمیان ماتمت سورے دہد
اگر وہ تیرا باغ جلاتا ہے انگور دے دیتا ہے	رنج کے دوران خوشی دے دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر تمہارا باغ جلادیں تو انگور دے دیتے ہیں اور ماتم کے درمیان میں تم کو خوشی عطا فرماتے ہیں۔

آن شل بے دست را دستے دہد	کان غمہا را دل مستے دہد
وہ ہاتھ کٹے لنجے کو ہاتھ دے دیتا ہے	غموں کی کان کو مست دل دے دیتا ہے

یعنی وہ شل بے دست و پا کو ہاتھ عطا فرماتے ہیں اور معدن غموم کو دل مست (عن السرور) دیتے ہیں۔

مطلب یہ کہ جو کچھ بھی وہ لے لیں اس کا عوض ضرور ملتا ہے خواہ وہ مرضی موافق اس فاقد کے ہو یا نہ ہو اور خواہ دنیا میں ملے یا آخرت میں مگر ملے پر ملے۔ جب یہ حالت ہے تو فرماتے ہیں کہ۔

لانسلم واعتراض از ما برفت	چوں عوض می آید از مفقود رفت
"ہم نہیں مانتے ہیں" (کہنا) اور اعتراض ہم سے رخصت ہو گیا ہے	جبکہ گم شدہ کا بھاری بدلہ آ جاتا ہے

یعنی ہم سے لانسلم اور اعتراض جاتا رہا۔ جبکہ عوض مقصود کا عظیم مل جاتا ہے ما سے مراد فرقہ یعنی ہمارے گروہ میں اعتراض نہیں ہے۔ اور یہ گروہ اعتراض نہیں کرتی اس لئے کہ ہر مقصود کا ان کو اس سے بڑھ کر عوض مل جاتا ہے۔

چوں کہ بے آتش مرا گرمے دہد	راضیم گر آتش ما را کشد
جبکہ بغیر آگ کے ہمیں گرمی ملتی ہے	میں راضی ہوں اگر وہ ہماری آگ بجھا دے

یعنی جبکہ بے آتش کے مجھے گرمی عطا فرماتے ہیں تو میں راضی ہوں اگر میری آگ کو بجھا دیں مطلب یہ کہ ہمیں یہ مجال نہیں کہ ہم یہ کہیں کہ اس کام کو اس طریق سے انجام دیا جائے بلکہ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ اصل کام ہو جاوے سو اگر مثلاً وہ بے آگ کے ہمارے لئے گرمی پیدا کر دیں تو ہمارا کیا حرج ہے۔ مقصود جو تھا وہ تو حاصل ہے۔

چونکہ بے چشمے بہ بخشد دیدنے	این چنین کوریست چشم روشنی
جبکہ وہ بغیر آنکھ کے دیکھ لینا عطا فرما دیتا ہے	ایسا اندھا پن روشن آنکھ ہے

یعنی جبکہ بے (ظاہری) آنکھ کے بینائی عطا فرماتے ہیں تو ایسی کوری تو چشم روشن ہے (پھر اس آنکھ کے مفقود ہونے سے کیا حرج ہوا)

بے چراغے چون دہد او روشنی	گر چراغت شد چہ افغان میکنی
جبکہ وہ بغیر چراغ کے روشنی عطا فرما دیتا ہے	اگر تیرا چراغ بجھ جائے تو کیوں شکایت کرتا ہے

یعنی بے چراغ کے جب وہ روشنی عطا فرماتے ہیں تو اگر تمہارے پاس چراغ نہ ہو تو فغاں کیوں کرتے ہو۔ اس لئے کہ مقصود تو حاصل ہے اب جس طرح وہ چاہیں اس طرح کرتے ہیں اس کی کیا ضرورت ہے کہ تمہاری مرضی کے مطابق ہوا کرے آگے اولیاء اللہ کے مذاق کو ذکر فرماتے ہیں کہ بعض ایسے راضی برضا ہوتے ہیں کہ وہ دعا کرنا بھی حرام جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ دعا کرنا گویا کہ قضا میں دخل دینا ہے مگر یہ ان کا ایک حال ہوتا ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس میں مغلوب ہو کر وہ دعا نہیں کر سکتے۔ باقی کامل وہ ہے جو کہ قضا پر راضی ہو۔ اور پھر رضا کے ساتھ دعا بھی کرے اس لئے کہ دیکھو یہ تو مسلم ہے کہ انبیاء علیہم السلام سب کامل تھے اور ان کو رضاء کامل حاصل تھی مگر باوجود اس کے وہ دعا فرماتے تھے تو دعا کرنا تو ایک حال ہے اور رضا کے ساتھ دعا کو جمع کرنا یہ نشانی جامعیت کی ہے اور کمال یہی ہے مگر بعض مغلوب الحال بزرگوں کی یہ شان ہوئی ہے کہ وہ قضا کے سامنے دعا کو بھی اچھا نہیں سمجھتے۔ اب سنئے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ ایک وقت ایک بزرگ نے ایک نابینا بڑے میاں کے ہاں ایک قرآن دیکھا۔ یہ بزرگ ان کے ہاں گرمی کے زمانہ میں مہمان ہوئے تھے۔ خیر کچھ عرصہ تک دونوں بزرگ یکجا رہے ایک روز ان کو خیال ہوا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہاں یہ قرآن کیوں ہے اس لئے کہ یہ فقیر تحقیقاً نابینا ہیں اس لئے یہ نہیں پڑھ سکتے۔ وہ یوں تسکین حاصل کر سکتے تھے کہ شاید کوئی اور رہتا ہو اور وہ پڑھتا ہو لیکن جب یہ خیال ہوا کہ یہاں صرف وہی ہیں اور ان کے سوا اور کوئی رہتا بھی نہیں اور قرآن لٹکا ہوا ہے تو ان کی تشویش اور بھی بڑھی پھر سوچا کہ میں گستاخ یا بے تکلف بھی نہیں کہ پوچھ ہی لوں۔ اب مجھے کیا کرنا چاہئے اس کے بعد سوچا کہ نہیں کچھ نہ کرنا چاہئے بلکہ خاموش رہنا اور صبر کرنا چاہئے تا کہ صبر کی بدولت مجھے مقصود تک رسائی حاصل ہو۔ آخر کار انہوں نے صبر کیا۔ چندروز تو ان کو پریشانی رہی مگر آخر کو وہ راز ان پر منکشف ہو گیا کیونکہ صبر فراخی کا ذریعہ ہے۔ اس لئے کہ اس کی بدولت ان کو فراخی حاصل ہونا ضرور تھا۔ قبل اس کے کہ ہم تفصیل انکشاف بیان کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صبر کے متعلق نصیحت کریں سنو تم کو صبر کرنا چاہئے کیونکہ صبر ایک عظیم الشان دولت ہے اس کے باعث تم کو اس تکلیف سے نجات اور اس پرانی بیماری سے شفا حاصل ہو گی۔ جس میں تم مبتلا ہو۔ نیز یاد رکھو کہ صبر کو ہر راز کے انکشاف میں بہت بڑا دخل ہے مگر بشرطیکہ کوئی اس سے بڑی مصلحت مزاحم نہ ہو اور صبر گو فی نفسہ ناگوار ہے مگر اس کا نتیجہ نہایت خوشگوار ہے۔ اب ہم ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے اس کی تصدیق ہو کہ صبر کو کشف راز میں دخل تام ہے اور وہ کشف راز میں بالخاصیت موثر ہے۔ حضرت لقمان خلوص کے ساتھ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں تشریف لے گئے اور دیکھا کہ وہ لوہے کے حلقے بنا رہے ہیں اور ان لوہے اور فولاد کے حلقوں کو ایک دوسرے میں ڈال رہے ہیں تو چونکہ انہوں نے زرہ سازی کا کام کبھی دیکھا نہ تھا اس لئے وہ بہت متعجب ہوئے اور ان کے دل میں مختلف خیالات پیچ و تاب کھانے لگے۔ انہوں نے خیال کیا کہ یہ کیا ہو گا مجھے پوچھنا چاہئے کہ آپ حلقوں کو اوپر تلے رکھ کر کیا بنا رہے ہیں۔ پھر اپنے دل میں کہا کہ پوچھنا مناسب نہیں۔ صبر ہی بہتر ہے کیونکہ صبر بہت جلد مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔ جبکہ تم نہ پوچھو گے تو یہ راز بہت جلد منکشف ہو جائے گا۔ کیونکہ پرندہ صبر تمام پرندوں سے تیز اڑنے والا ہے اور مقصود تک سب سے پہلے پہنچنے والا ہے اور اگر پوچھو گے تو مقصود دیر میں

www.besturdubooks.wordpress.com

حاصل ہوگا۔ کیونکہ بے صبری سے آسان کام بھی مشکل ہو جاتا ہے خیر تو جبکہ حضرت لقمان اس وقت خاموش رہے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو مکمل کر لیا۔ پس انہوں نے زرہ بنا کر اس کو حضرت لقمان صابر کے سامنے پہنا اور فرمایا کہ یہ لڑائی اور مقابلہ کے وقت زخم کو دفع کرنے کے لئے بہتر لباس ہے جبکہ حضرت لقمان کو صبر کا پھل مل گیا تو انہوں نے فرمایا کہ واقعی صبر اچھا رفیق ہے کہ وہ ہر جگہ غم سے پناہ دینے والا اور اس کو دفع کرنے والا ہے تم کو صبر کی عظمت اور مہتم بالشان ہونا اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حق سبحانہ نے صبر کو حق کے ساتھ مقارن کیا ہے سورۂ والعصر کو غور سے پڑھو دیکھو اس میں ہے وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر

(تنبیہ) مولانا کے انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حق سے مراد حق سبحانہ سمجھا ہے اس وقت معنی یہ ہوں گے کہ تم کو حق سبحانہ کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ کوئی بات اس کی مرضی کے خلاف نہ ہو اور صبر کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے کہ وہ چھوٹنے نہ پاوے۔ تو جس طرح حق سبحانہ نے اپنے خیال رکھنے کی بابت امر فرمایا یوں ہی صبر کے لحاظ رکھنے کی بھی ہدایت کی ہے۔ اس سے اس کا مہتم بالشان ہونا ظاہر ہے اور مفسرین نے حق سے ایمان یا مطلق امر شرعی مراد لیا ہے پس اگر ایمان مراد ہو تو حاصل یہ ہوگا کہ جس طرح ایمان کے لحاظ رکھنے کا امر فرمایا یوں ہی صبر کا خیال رکھنے کی بھی ہدایت کی اس سے بھی اس کی عظمت ظاہر ہے۔ اور اگر مراد مطلق امر شرعی ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ گو اولاً حق سبحانہ مطلق امر شرعی کا خیال رکھنے کی ہدایت فرما چکے تھے اور اس میں صبر بھی آ گیا تھا مگر اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ استقلالاً اس کے ساتھ اس کو بیان کیا اس سے بھی اس کی عظمت ظاہر ہے واللہ اعلم) خلاصہ کلام کا یہ کہ حق سبحانہ نے سینکڑوں اعلیٰ اعلیٰ درجہ کی چیزیں اور قلب ماہیت کر دینے والی اشیاء بنائیں۔ لیکن انسان کو تو صبر سے بڑھ کر کوئی کیمیا ملی نہیں اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ صبر کتنی بڑی دولت ہے جب یہ مضمون ختم ہوا تو ہم پھر اصل قصہ کی طرف لوٹتے ہیں اور کشف راز کی تفصیل بیان کرتے ہیں سنو۔ اس مہمان نے صبر کیا تو فوراً اس پر وہ حال مشکل منکشف ہو گیا۔ صورت اس کی یہ ہوئی کہ اس نے آدھی رات کے وقت قرآن کی آواز سنی اس کو سن کر وہ اٹھ بیٹھا اور اس نے یہ عجیب بات دیکھی کہ وہ نابینا دیکھ کر قرآن پڑھ رہا ہے اور بالکل ٹھیک ٹھیک پڑھ رہا ہے یہ دیکھ کر وہ بے تاب ہو گیا اور اس نابینا بزرگ سے دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا راز ہے جبکہ آپ کی آنکھوں میں روشنی نہیں ہے تو آپ دیکھتے کیونکر ہیں۔ اور سطریں کیونکر پڑھتے ہیں میں دیکھتا ہوں کہ جو آپ پڑھتے ہیں اسی پر آپ کی توجہ بھی ہے اور اسی لفظ پر ہاتھ رکھا ہے آپ کی انگلی کی حرکت بتلا رہی ہے کہ آپ بلاشبہ حروف کو دیکھتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تم تو عارف اور جہل جسم سے الگ ہو تم کو حق سبحانہ کی اس صنعت میں تعجب کیوں ہے بات یہ ہے کہ میں نے حق سبحانہ سے درخواست کی تھی کہ اے اللہ مجھے قرآن پڑھنے کا نہایت شوق ہے اور وہ مجھے جان کی طرح عزیز ہے میں حافظ تو ہوں نہیں کہ حفظ پڑھ لیا کروں۔ تو مجھے پڑھنے کے وقت روشنی عطا فرما دیا کر کہ مجھے پڑھنے میں دقت نہ ہو اور جبکہ میں تلاوت کرنا چاہوں تو مجھے آنکھیں دیدیا کرتا کہ میں قرآن لے کر اور دیکھ کر پڑھ سکوں تو حضرت حق سبحانہ کی طرف سے جواب ملا کہ تم بڑے کام کے آدمی ہو اور ہر

www.besturdubooks.wordpress.com

مشکل کے حل کے ہمیں سے امیدوار رہتے ہو یہ تمہارا حسن ظن اور عمدہ امید ہی ہے جس کی بناء پر میں تم کو ہر لحظہ مزید قرب سے مشرف کرتا ہوں۔ اچھا جب تم قرآن پڑھنا چاہو یا یوں کہو کہ دیکھ کر تلاوت کرنا چاہو (معطوف و معطوف علیہ میں فرق عنوان تعبیری کا ہے ورنہ مقصود ایک ہی ہے اور ولی محمد کا اول کو تلاوت پر اور دوسرے کو اختلاف قرأت قراء جاننے پر محمول کرنا مجھے تکلف معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم) تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم کو آنکھیں دیدیا کروں گا تا کہ اے عظیم الذات تو قرآن پڑھ سکے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا کہ جب میں پڑھنے کے لئے قرآن کھولتا ہوں تو وہ دانائے راز جو کبھی کسی کام سے غافل نہیں ہوتا اور وہ معظم شہنشاہ اور صانع عالم اور شہنشاہ لاشریک مجھے روشن آنکھیں عطا فرماتا ہے جو تاریکی کو یوں لپیٹ کر رکھ دیتی ہیں جیسے چراغ تاریکی شب کو۔ یہ قصہ تو ہو چکا اب سنو کہ ولی کو جو حق سبحانہ کے فعل پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کو بلا چون و چرا تسلیم کر لیتا ہے اس کی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ حق سبحانہ جو چیز لیتے ہیں اس کا معاوضہ دیتے ہیں چنانچہ اگر وہ تمہارا باغ جلا دیتا ہے تو اس کے عوض تم کو انگور دیتا ہے اور عین غم میں تم کو خوشی عطا کرتا ہے اور لنجے کو ہاتھ عنایت کرتا ہے اور غم سے لبریز لوگوں کو دل مست عطا کرتا ہے۔ پس جبکہ ہم نے یہ دیکھا کہ ہمارے مطلوب سے بھی بڑا عوض ہم کو مل جاتا ہے تو ہم نے چون و چرا اور اعتراض چھوڑ دیا کیونکہ ایسی حالت میں نکتہ چینی محض فضول ہے۔ مثلاً اگر ہم کو بدوں آگ کے گرمی مل جاوے تو ہم کو آگ کے بجھ جانے کا کیا غم اگر وہ ہماری آگ کو بجھا دے تو ہم رضامند ہیں اور جبکہ وہ تم کو بلا آنکھ کے بینش عطا فرما دیں تو تم کو کیا غم یہ اندھا پن تو خود ایک چشم روشن ہے پھر رنج کی کونسی وجہ ہے علیٰ ہذا اگر چراغ کے بدوں وہ تم کو روشنی دیں تو اگر ایسی صورت میں تمہارے چراغ کو گل کر دیں تو تمہارے ہائے وائے کرنے کی کونسی وجہ ہے۔

شرح شبّیری

بعض اولیاء اللہ کی صفت کہ وہ احکام الٰہی پر راضی ہوتے اور یہ دعا نہیں کرتے کہ اے اللہ اس حکم کو پھیر دے

بشنو اکنوں قصۂ آن رہروان	کہ ندارند اعتراضے در جہان
اب ان رہنماؤں کا قصہ سن	جو دنیا میں کوئی اعتراض نہیں کرتے ہیں

یعنی اب ان سالکوں کا قصہ سنو جو کہ دنیا میں اعتراض نہیں رکھتے ہیں۔

ز اولیاء اہل دعا خود دیگرند	کہ ہمی دوزند و گاہے مے درند
دعا کرنے والے اولیاء میں سے دوسرے ہیں	جو کبھی سیتے ہیں اور کبھی پھاڑتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اولیاء اللہ میں سے اہل دعا اور ہی ہیں جو کہ کبھی سیتے ہیں اور کبھی پھاڑتے ہیں مطلب یہ کہ صورتاً کچھ اپنی رائے بھی لگاتے ہیں تو ایسے حضرات تو اور ہیں۔

قوم دیگر می شناسم ز اولیا	کہ دہاں شان بستہ باشد از دعا
میں اولیاء میں سے دوسری قوم کو (بھی) جانتا ہوں	جن کا منہ دعا سے بند رہتا ہے

یعنی میں اولیاء اللہ کی ایک اور قوم کو پہچانتا ہوں کہ ان کا منہ دعا سے سلا ہوا ہے۔

از رضا کہ ہست رام آن کرام	جستن دفع قضا شان شد حرام
چونکہ رضا ان بھلوں کا معمول ہے	قضا کے فیصلہ کو روکنے کی جستجو ان پر حرام ہے

یعنی رضا کی وجہ سے جو کہ ان کے کرام کی مطیع ہے قضا کا دفعیہ تلاش کرنا ان کے لئے حرام ہے (اس لئے کہ)

در قضا ذوقے ہمی بینند خاص	کفر شان آید طلب کردن خلاص
وہ قضا میں خاص مزہ محسوس کرتے ہیں	خلاصی چاہنا ان کو کفر (محسوس) ہوتا ہے

یعنی یہ حضرات قضا میں ایک ذوق خاص دیکھتے ہیں تو ان کو خلاصی طلب کرنا کفر معلوم ہوتا ہے۔

حسن ظنے بر دل ایشان کشود	کہ نپوشند از عزا جامہ کبود
ان کے دل پر حسن ظن (ایسا) طاری ہو گیا ہے	کہ وہ غم میں کالا کپڑا نہیں پہنتے ہیں

یعنی ان کے قلب پر ایک حسن ظن کھل گیا ہے کہ وہ کسی غم کی وجہ سے جامۂ کبود نہیں پہنتے۔ مطلب یہ کہ چونکہ ان کو قضا سے ایک حسن ظن ہے اس لئے وہ کسی ظاہری غم سے غم نہیں کرتے۔

ہر چہ آید پیش ایشان خوش بود	آب حیواں گردد از آتش بود
جو ان کو پیش آتا ہے اچھا لگتا ہے	اگر آگ ہو تو آب حیات بن جاتا ہے

یعنی ان کے سامنے جو کچھ آتا ہے اچھا ہی معلوم ہوتا ہے اور اگر آتش بھی ہو وہ آب حیوان بن جاتی ہے۔

زہر در حلقوم شان شکر بود	سنگ اندر راہ شاں گوہر بود
ان کے گلے میں زہر شکر ہو جاتا ہے	ان کے راستہ کا پتھر جوہر ہو جاتا ہے

یعنی ان کے حلقوم میں زہر بھی شکر ہو جاتا ہے اور پتھر ان کی راہ میں گوہر ہو جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ جب وہ کسی بات کو دیکھتے ہیں کہ یہ اقتضا قضا کا ہے تو وہ اس پر راضی رہتے ہیں۔ اگر چہ وہ بظاہر کیسی ہی ناگوار بات ہو مگر ان کو گوارا اور خوش ہی معلوم ہوتی ہے۔ اس کی مثال ایسی سمجھو کہ اگر کوئی محبوب مجازی کسی عاشق سے ملے اور پکڑ کر اس کی ناک دبا دے زور سے بغل میں دبا دے کہ اس عاشق کی ہڈی پسلی الگ الگ ہونے لگے تو چونکہ یہ جانتا ہے کہ یہ جو کچھ کر رہا ہے میرا محبوب کر رہا ہے اس کو ان ظاہری تکلیف دہ باتوں سے تکلیف نہیں ہوتی بلکہ اس پردہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سرور وصال اس قدر غالب ہوتا ہے کہ اس کلفت کو محسوس ہونے ہی نہیں دیتا۔ تو اسی طرح یہ حضرات قضاء حق پر اس طرح راضی ہوتے ہیں کہ سچ یہ ہے کہ ان کو اس سرور کی وجہ سے کرب اور تکلیف معلوم ہی نہیں ہوتی ہے۔

جملگی یکسان بود شان نیک و بد	از چہ باشد این ز حسن ظن خود
ان کے لئے اچھا برا سب یکساں ہوتا ہے	یہ کیوں ہوتا ہے؟ اپنے حسن ظن سے (ہوتا ہے)

یعنی ان حضرات کو سب نیک و بد یکساں ہی ہوتا ہے اور یہ کس وجہ سے ہوتا ہے اپنے حسن ظن کی وجہ سے مطلب یہ کہ بظاہر گوارا ہو یا ناگوار وہ ہر حالت میں خوش ہی رہتے ہیں اور ان کی یہ خوشی صرف اس لئے ہوتی ہے کہ جو ان کو حق تعالیٰ سے ایک حسن ظن ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ خوش ہی رہتے ہیں۔

کفر باشد نزد شان کردن دعا	کاے الٰہ از ما بگردان این قضا
دعا کرنا ان کے نزدیک کفر ہوتا ہے	کہ اے خدا! اس قضا کو ہم سے لوٹا دے

یعنی ان کے نزدیک یہ دعا کرنا کہ اے الٰہی ہم سے اس قضا کو پھیر دے کفر ہے۔ مطلب یہ کہ وہ اس کو مشیت ایزدی میں دخل دینا سمجھتے ہیں اور مشیت میں دخل دینا کفر ہے ہی۔ لہٰذا وہ اپنے گمان کے مطابق اس کو کفر خیال کرتے ہیں اور یہ ان کی ایک حالت ہوتی ہے باقی اصل وہی ہے جو حالت کہ انبیاءؑ کی تھی کہ رضا کے ساتھ دعا ہو آگے دو حکایتیں اسی کی کہ وہ دعا کو پسند نہیں کرتے اور قضا پر راضی رہتے ہیں لاتے ہیں ایک تو حضرت بہلولؒ کی کہ انہوں نے کسی بزرگ سے سوال کیا تھا کہ آپ کا مزاج کیسا ہے انہوں نے کہا کہ اس شخص کا مزاج کیا پوچھتے ہو کہ جس کی مرضی کے خلاف تمام جہان میں ایک پتا نہ ہلتا ہو۔ حضرت بہلولؒ بولے کہ اس کے کیا معنی ہیں ان بزرگ نے کہا کہ یہ تو مسلم ہے کہ حق تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں ہوتا اور جس نے اپنی مرضی کو مرضی حق میں فنا کر دیا ہو اور اس کو اتحاد (اصطلاحی) نصیب ہو چکا ہو تو جو کام کہ مرضی حق کے موافق ہونگے لامحالہ اس شخص کی مرضی کے بھی موافق ہوں گے اور بے مرضی حق کے کوئی پتا ہل نہیں سکتا لہٰذا اس کی مرضی کے خلاف بھی کوئی کام جہان میں نہیں ہوتا۔ تو دیکھئے کہ یہ حضرت کیسے راضی بقضا تھے اور ایک حکایت شیخ دقوقی کی بیان فرماویں گے جس کا خلاصہ ان شاءاللہ جب وہ شروع ہوگا بیان کیا جاوے گا۔ اب حضرت بہلولؒ کی حکایت سنئے۔

حضرت بہلولؒ کا ایک صاحب دل سے سوال کرنا اور ان کا جواب دینا

گفت بہلول آن یکے درویش را	چونے اے درویش واقف کن مرا
(حضرت) بہلولؒ نے اس ایک درویش سے کہا	اے درویش! تو کیسا ہے مجھے بتا دے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی حضرت بہلول نے ایک درویش سے سوال کیا کہ اے درویش تم کیسے ہو ذرا مجھے بتاؤ تو مطلب یہ کہ پوچھا کہ آپ کا مزاج کیسا ہے۔

گفت چوں باشد کسے کہ جاوداں	بر مراد او رود کار جہاں
اس نے کہا وہ شخص کیسا ہو گا کہ ہمیشہ	جس کے ارادے کے مطابق دنیا کے کام چلتے ہوں

یعنی ان درویش نے کہا کہ وہ شخص کیسا ہوگا کہ ہمیشہ اس کی مراد کے موافق دنیا کا کام چلتا ہو۔

سیل جو ہا بر مراد او روند	اختران زانسان کہ او خواہد شدند
سیلاب اور نہریں اس کے ارادہ کے مطابق جاری ہوں	ستارے جس طرح وہ چاہے ہو جائیں

یعنی دریا کی رو اس کی مراد کے موافق چلتی ہیں اور ستارے جس طرح وہ چاہتا ہے چلتے ہیں۔

زندگی و مرگ سرہنگان او	بر مراد او روا نہ کو بکو
زندگی اور موت اس کے سپاہی ہوں	جو اس کے ارادہ کے مطابق کوچہ بکوچہ روانہ ہوں

یعنی زندگی اور موت اس کے خادم ہیں اور اس کی مراد کے موافق کوبکو روانہ ہوتے ہیں۔

ہر کجا خواہد فرستد تعزیت	ہر کجا خواہد بہ بخشد تہنیت
وہ جہاں چاہے تعزیت کو روانہ کرے	وہ جہاں چاہے مبارکبادی بخش دے

یعنی جہاں چاہے تعزیت کو بھیج دے اور جہاں چاہے تہنیت بخشدے۔

سالکان راہ ہم برگام او	ماندگاں از راہ ہم در دام او
راہ کے سالک بھی اس کے (نقش) قدم پر ہوں	راہ سے عاجز بھی اس کے جال میں ہوں

یعنی سالکین راہ (حق) اس کے قدم پر ہیں اور جو راہ سے رہے ہوئے ہیں وہ اس کے دام میں ہیں۔

ہیچ دندانے نخندد در جہاں	بے رضاؤ امر آں فرمانرواں
دنیا میں کوئی دانت نہ مسکرائے	اس فرماں روا کی رضا اور حکم کے بغیر

یعنی کوئی دانت جہان میں اس حاکم کی رضا کے بغیر ہنستا نہیں ہے۔

بے رضائے او نیفتد ہیچ برگ	بے قضائے او نیاید ہیچ مرگ
اس کی منشاء کے بغیر کوئی پتا نہ جھڑے	اس کے حکم کے بغیر کوئی موت نہ آئے

یعنی بے اس کی رضا کے ایک پتا نہیں گرتا اور بے اس کی قضا کے کوئی موت نہیں آتی۔

بے مراد او نہ جنبد ہیچ رگ	در جہان زاوج ثریا تاسمک
اس کے ارادہ کے بغیر کوئی رگ نہ پھڑکے	دنیا میں ثریا کی بلندی سے مچھلی تک

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بے اس کی مراد کے جہان میں اوج ثریا سے سمک تک کوئی رگ نہیں ہلتی مطلب یہ کہ اوپر سے لے کر نیچے تک کوئی کام بے اس کی رضا کے نہیں ہوتا۔ اب اس کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ رضا کاموں کے تابع ہو جاوے کہ جو ہو رضا وہاں چاہی جاوے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ کام رضا کے تابع ہوں کہ جیسے مرضی ہو ویسے کام ہوا کریں مگر یہاں صورت اول مراد ہے کہ جہاں میں جس قدر کام ہوتے ہیں ہم سب پر راضی ہوتے ہیں۔ آگے خود ہی وہ اس صورت کو معین فرماویں گے۔ غرضکہ جب انہوں نے ایسی بات کہی جس سے کہ ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ سارا جہان ان کے تابع ہے تو حضرت بہلول کو سن کر حیرت ہوئی اور بولے کہ

گفت اے شہ راست گفتی ہمچنیں	در فروسیمائے تو پیداست ایں
(حضرت بہلولؒ نے) کہا اے شاہ! تم نے سچ کہا ایسا ہی	آپ کے چہرے اور شان سے یہ ظاہر ہے

یعنی حضرت بہلول بولے کہ اے شاہ صاحب آپ نے ٹھیک فرمایا اسی طرح ہے اور آپ کی حالت اور علامت سے یہی ظاہر ہے۔

این وصد چندیں اے صادق ولیک	شرح کن ایں را بیاں کن نیک نیک
اے سچے! آپ ایسے ہی اور (اس سے) سینکڑوں گنا ہیں لیکن	اس کی تشریح کر دیجیے اور صاف صاف بیان کر دیجئے

یعنی یہ اور سو گنا اس سے اے صادق (سب سچ ہے) لیکن اس کی شرح کرو اور اس کو خوب اچھی طرح بیان کر دو۔ مطلب یہ کہ حضرت بہلول نے کہا کہ آپ نے جو کہا آپ کی شان مخدومیت تو اس سے بھی اعلیٰ ہے یہ اور سو گنا اور سب درست ہے مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا اس کی شرح فرما دیجئے اور ذرا صاف کر کے بیان فرما دیجئے۔

آنچنانکہ فاضل و مرد فضول	چون بگوش او رسد آرد قبول
ایسے طریقے پر کہ فاضل اور جاہل	اس کو دل و جان سے قبول کر لے

یعنی اس طرح (بیان فرمائیے) کہ فاضل اور غیر فاضل جس کے کان میں پہنچے وہ اس کو قبول کر لے۔

آنچنانش شرح کن اندر کلام	کہ ازان ہم بہرہ یابد عقل عام
گفتگو میں اس کی اس طرح شرح کر دیجئے	کہ اس سے عوام کی عقل بھی حصہ حاصل کر لے

یعنی کلام میں اس کی اس طرح شرح فرما دیجئے کہ اس سے عقل عوام بھی حصہ پاوے مطلب یہ کہ اس طرح سلیس کر کے بیان فرما دیجئے کہ عوام بھی سمجھ لیں۔ آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

ناطق کامل چوں خوان باشے بود	بر سر خوانش زہر آشے بود
کامل مقرر جب خوان والا ہوتا ہے	اس کے خوان پر ہر قسم کا کھانا ہوتا ہے

یعنی ناطق کامل مانند خوان والے کے ہوتا ہے اور اس کے خوان پر ہر قسم سے ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تا نماند ہیچ مہماں بے نوا	ہر کسے یابد غذائے خود جدا
تاکہ کوئی مہمان بے سہارا نہ رہے	ہر شخص اپنی علیحدہ غذا حاصل کر لے

یعنی یہاں تک کہ کوئی مہمان بے نوا کے نہیں رہتا۔ اور ہر شخص اپنی اپنی غذا الگ الگ پاتا ہے۔ مطلب یہ کہ میزبان کامل وہ ہے کہ جس کے دستر خوان پر ہر شخص کے موافق غذا ہے اور ہر شخص اپنی اپنی غذا کھالے تو اسی طرح ناطق کامل وہ ہے جس کے کلام سے ہر خاص و عام منتفع ہو سکے لہذا آپ نے اس بات کو اب تو اس طرح فرمایا ہے کہ سمجھنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن آپ کا کمال یہ ہے کہ اس کو اس طرح بھی بیان فرمادیں کہ عوام بھی سمجھ لیں آگے ایک دوسری اسی کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

ہمچو قرآن کہ بمعنے ہفت توست	خاص را و عام زا مطعم دروست
جیسا کہ قرآن (پاک) جو معانی کے اعتبار سے سات تہوں والا ہے	اس میں خاص اور عام کی غذا ہے

یعنی قرآن کی طرح کہ معنی تو وہ ہفت تو ہے اور خاص اور عام کو اس میں مطعم ہے یعنی جس طرح کہ قرآن شریف ہے کہ اس میں سے ہر شخص اپنے مطلب کے موافق بنالیتا ہے اسی طرح آپ بھی اس مضمون کو اس طرح بیان فرمادیں کہ سب لوگ سمجھ لیں حضرت بہلول نے ان سے پوچھا تو انہوں نے یہ جواب دیا۔

گفت ایں بارے یقیں شد پیش عام	کہ جہاں در امر یزدان است رام
انہوں نے کہا یہ تو اب سب کو یقین ہے	کہ دنیا خدا کے حکم کی فرمانبردار ہے

یعنی انہوں نے فرمایا کہ یہ تو عوام کے سامنے یقینی بات ہے کہ جہان امر خداوندی کا مطیع ہے۔

ہیچ برگے در نیفتد از درخت	بے قضا و حکم آن سلطان تخت
درخت سے کوئی پتا نہیں جھڑتا	بغیر عرش کے اس شاہ کے فیصلے اور حکم کے

یعنی کوئی پتا درخت سے بے قضا اور حکم اس سلطان تخت کے نہیں گرتا ہے۔

از دہاں لقمہ نشد سوئے گلو	تا نہ گوید لقمہ را حق کا دخلوا
لقمہ منہ سے گلے میں نہیں جاتا	جب تک اللہ (تعالیٰ) نہ فرما دے داخل ہو جا

یعنی منہ سے لقمہ گلے کی طرف نہیں جاتا ہے جب تک کہ حق تعالیٰ لقمہ سے نہ فرمادیں کہ داخل ہو جا۔

میل و رغبت کان زمام آدمی ست	جنبش آں رام امر آن غنی است
میلان اور رغبت جو آدمی کی باگ ہے	اس کی حرکت اس بے نیاز کے حکم کی فرمانبردار ہے

یعنی میل و رغبت جو کہ انسان کی ماں کی طرف سے ہے تو اس الفت کی جنبش اس غنی (ہی) کے حکم سے ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

درز مینہا و آسماں ہا ذرۂ	پر نجباند نہ گردد پرۂ
کوئی ذرہ زمینوں اور آسمانوں میں	پر نہیں مارتا' کوئی تنکا گردش نہیں کرتا

یعنی زمین و آسمان میں کوئی ذرہ پر نہیں ہلاتا اور نہ اڑتا ہے۔

جز بفرمان قدیم نافذش	شرح نتواں کرد جلدی نیست خوش
بغیر اس کے جاری ہونے والے ازلی حکم کے	(جسکی) شرح نہیں کی جاسکتی اور عجلت کرنا اچھا نہیں ہے

یعنی سوائے ان کے اس فرمان قدیم نافذ کے (جس کی) شرح کر نہیں سکتے ہیں اور جلدی کرنا اچھا نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ ان کے احکام کی شرح کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ لو کان البحر مدادالکمات ربی الخ تو اس میں جلدی کرنا اچھا نہیں ہے۔

کہ اشمر دبرگ درختا نرا تمام	بے نہایت کے شود در نطق رام
درختوں کے سب پتوں کو کون گن سکتا ہے؟	لامحدود گفتگو کے تابع کب ہو سکتا ہے؟

یعنی تمام درختوں کے پتوں کو کون گن سکتا ہے اور بے نہایت گفتگو میں کب رام ہو سکتا ہے۔

این قدر بشنو کہ چون کلے کار	مے نہ گردد جز بامر کرو گار
اتنا سن لے' کہ جب تمام کام	بغیر خدا کے حکم کے نہیں ہوتے

یعنی اس قدر سن لو کہ جب تمام کام بجز امر حق تعالیٰ کے ہوتا نہیں ہے۔

چوں قضائے حق رضائے بندہ شد	حکم او را بندۂ خواہندہ شد
جب اللہ (تعالیٰ) کا حکم بندہ کی رضامندی بن گیا	بندہ اس کے حکم کا چاہنے والا بن گیا

یعنی جب قضائے حق بندہ کی رضا ہو گئی اور اس کے حکم کے لئے بندہ خواہندہ ہو گیا تو بس جب اس نے اپنی رضا کو تابع قضا کر دیا اور خلاف قضا کے کوئی کام ہوتا نہیں تو اس کی رضا کے خلاف بھی کوئی کام نہیں ہوتا۔

بے تکلف نے پے مزد و ثواب	بلکہ طبع او بران شد مستطاب
بغیر کسی تکلف کے نہ کہ بدلہ اور ثواب کے لئے	بلکہ اس کی طبیعت اس پر خوش ہو گئی

یعنی (اس کی یہ حالت) بے تکلف ہوتی ہے نہ کہ طلب اجر و ثواب میں بلکہ اس کی طبیعت ہی اس طرح ہو جاتی ہے۔ یعنے رضا بر قضا اس کی طبیعت بن جاتی ہے' وہ اس لئے نہیں کرتا کہ اس کو ثواب ملے گا بلکہ صرف اس لئے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے۔

زندگی خود نخواہد بہر خود	بلکہ خواہر از پے حکم احد
وہ اپنی زندگی اپنی خاطر نہیں چاہتا	بلکہ اللہ (تعالیٰ) کے حکم کی وجہ سے چاہتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اپنی زندگی اپنے لئے نہیں چاہتا ہے اور نہ حیات مستند کے مزہ کی وجہ سے (بلکہ)

ہر کجا امر قدم را مسلکے ست	زندگی و مردگی پیشش یکے ست
جہاں کہیں قدیم امر مسلک ہے	اس کے سامنے زندگی اور موت ایک ہے

یعنی امر قدیم کا جہاں کہیں مسلک ہے زندگی اور موت اس کے آگے ایک ہے' مطلب یہ کہ اگر امر حق موت کا ہے تو وہ موت پر راضی ہے اور اگر زندگی کا ہے تو زندگی پر راضی ہے۔

بہر یزداں مے زید نے بہر گنج	بہر یزداں مے مرد نز خوف و رنج
وہ خدا کے لئے جیتا ہے نہ کہ خزانہ کے لئے	وہ خدا کے لئے مرتا ہے نہ کہ ڈر اور تکلیف سے

یعنی وہ اللہ ہی کے واسطے جیتا ہے نہ کہ روپیہ پیسہ کے واسطے اور اللہ ہی کے واسطے مرتا ہے نہ خوف و رنج کی وجہ سے

ہست ایمانش برائے خواہ او	نے برائے جنت و اشجار و جو
اس کا ایمان اس (اللہ) کی رضامندی کے لئے ہے	نہ کہ جنت اور (جنت کے) درختوں اور نہروں کے لئے

یعنی اس کا ایمان بھی خدا کی مرضی ہی کے واسطے ہے نہ کہ جنت اور اشجار اور نہروں کے واسطے۔

ترک کفرش ہم برائے حق بود	نے زبیم آنکہ در آتش رود
اس کا کفر کو چھوڑنا بھی اللہ کے لئے ہے	نہ کہ اس ڈر سے کہ وہ جہنم میں جائے گا

یعنی اس کا ترک کفر بھی خدا ہی کے واسطے ہوتا ہے نہ اس خوف سے کہ وہ آگ میں جاوے گا۔

این چنین آمد ز اصل آں خوی او	بے ریاضت نے بجست و جوئے او
یہ اس کی عادت اصل سے ایسی ہی آئی ہے	بغیر کسی مجاہدے کے نہ کہ اس کی کوشش سے

یعنی اس کی عادت اصل ہی سے ایسی ہے نہ کسی ریاضت اور جستجو کی وجہ سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خاص اس میں ریاضت کو دخل نہیں ہے بلکہ یہ ایک حال ہے لیکن ریاضت بھی بے کار نہیں ہے اس لئے کہ اگر ریاضت نہ ہو تو ان باتوں کا اظہار کب ہو سکتا ہے۔

انگہاں خندد کہ او بیند رضا	ہمچو حلواؤ شکر او را قضا
وہ اس وقت ہنستا ہے جبکہ رضا (حق) دیکھتا ہے	اللہ کا حکم اس کے لئے حلوے اور شکر کی طرح ہے

یعنی اس وقت ہنستا ہے جبکہ وہ (ہنسنے میں) رضا دیکھتا ہے اور قضا اس کو حلوا اور شکر کی طرح (گوارا) ہوتی ہے یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ ایک حال ہے' مقام نہیں ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ۔

بندۂ کش خوئے و خصلت این بود	نے جہاں بر امر و فرمائش رود
وہ بندہ جس کی عادت اور خصلت یہ ہو	کیا جہان اس کے حکم اور فرمان کے مطابق نہیں چلے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جس بندہ کی کہ یہ خصلت و خو ہو تو کیا جہان اس کے حکم کے موافق نہ چلے گا۔ (استفہام انکاری ہے یعنی ضرور اسی کی رضا کے موافق چلے گا)

پس چرا لابہ کند او باد عا	کہ بگرداں اے خداوند ایں قضا
تو وہ کیوں خوشامد اور دعا کرے؟	کہ اے اللہ! اس حکم کو واپس لے لے

یعنی پھر وہ اس دعا میں کیوں زاری کرے کہ اے اللہ اس قضا کو پھیر دے (اس لئے کہ یہ دعا تو وہ کرے جو اس سے راضی نہ ہو اور جب وہ اس پر راضی ہے تو اس کے پھر جانے کی دعا کیوں کرنے لگا ہے۔ ظاہر بات ہے اس کی تو یہ حالت ہے کہ)

مرگ او و مرگ فرزندان او	بہر حق پیشش چو حلوا در گلو
اس کی موت اور اس کی اولاد کی موت	اللہ کے لئے اس کے نزدیک ایسی ہے جیسا کہ منہ میں حلوا

یعنی اس کی موت اور اس کے بچوں کی اللہ کے واسطے اس کے آگے مثل حلوے کے ہے حلق میں۔

نزع فرزندان برآن باوفا	چوں قطائف پیش شیخ بے نوا
اس وفادار کے لئے اولاد کا نزع	(ایسا ہے) جیسے مفلس بوڑھے کے لئے پھل

یعنی اس باوفا کے نزدیک بچوں کا نزع (ایسا ہوتا ہے) جیسے کہ میوے کسی شیخ بے نوا کے سامنے۔ مطلب یہ کہ اس کے سامنے رضا بر قضا اس کی طبیعت ثانیہ ہو جاتی ہے۔

پس چرا گوید دعا الا مگر	در دعا بیند رضائے دادگر
تو وہ کیوں دعا کرے ہاں اگر	وہ دعا میں اللہ (تعالیٰ) کی رضا مندی دیکھ لے

یعنی پھر وہ دعا کیوں کرے ہاں مگر دعا میں وہ حق تعالیٰ کی رضا دیکھے یعنی اگر اس کی دعا میں یہ معلوم ہو جاوے کہ اب دعا سے راضی ہونگے تو دعا کرتا ہے غرضکہ جس میں رضاء حق ہوتی ہے وہی اس کی رضا ہوتی ہے۔

آن شفاعت وان دعا نز رحم خود	میکند آن بندۂ صاحب رشد
وہ سفارش اور وہ دعا اپنے اوپر رحم کے لئے نہیں	کرتا ہے وہ ہدایت یافتہ بندہ

یعنی (درگاہ حق میں) سفارش اور دعا وہ صاحب رشد بندہ اپنے رحم کی وجہ سے نہیں کرتا بلکہ وہ بھی جب ہی کرتا ہے جبکہ رضائے حق دیکھتا ہے۔ اس لئے کہ

رحم خود را او ہماندم سوختہ است	کہ چراغ عشق حق افروختہ است
اپنے رحم کو اس نے اسی وقت پھونک دیا ہے	جبکہ اس نے عشق کا چراغ روشن کیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس نے اپنے رحم کو اسی وقت جلا دیا ہے جبکہ عشق حق کا چراغ جلایا ہے۔

دوزخ اوصاف او عشق است داد	سوخت مر اوصاف او را مو بمو
عشق اس کے اوصاف کی دوزخ ہے اور اس نے	اپنے اوصاف کو بالکل جلا دیا ہے

یعنی اس کے اوصاف کی دوزخ عشق ہے اور اس نے اس کے اوصاف کو بالکلیہ جلا دیا ہے مطلب یہ ہے کہ عشق حق اس کے اوصاف کے لئے دوزخ کی طرح ہے۔اس کے آتے ہی سارے صفات جل بھن گئے ان ہی میں وصف رحم بھی ختم ہوا اور یہ شخص اب فنائی رضاء الحق ہو گیا ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہر طروقے این فروقے کے شناخت	چون دقوقے کو درین دولت ساخت
ہر سالک اس فرق کو کب سمجھتا ہے؟	جیسا کہ دقوقی جو اس دولت میں نہ دوڑے

یعنی ہر سالک نے ان فرقوں کو مثل دقوقے کے کب پہچانا ہے کہ وہ تو اس دولت میں دوڑے ہیں مطلب یہ ہے رضا بر قضا میں اور صبر میں جو فرق ہے ان کو ہر شخص تو نہیں جانتا جو کامل ہو وہی سمجھ سکتا ہے ہاں دقوقے جن کا آگے قصہ آتا ہے چونکہ وہ بھی کامل ہیں وہ بے شک پہچانتے تھے قصہ یہ ہے کہ ایک بزرگ دقوقے نامے سیاح تھے ایک جگہ پہنچے وہاں سات بزرگ اور تھے ان ساتوں نے ان دقوقی کو نماز میں امام بنایا۔یہ نماز کو کھڑے ہوئے تو ان کو مکشوف ہوا کہ ایک جہاز ڈوب رہا ہے اور اس کے بیٹھنے والے بڑا غل وشور کر رہے ہیں انہوں نے کھڑے کھڑے دعا کی کہ یا الٰہی ان کو بچالے تو وہ ساتوں بزرگ الگ ہو کر بیٹھ گئے اور ان کے پیچھے نماز شروع ہی نہ کی اور کہا کہ یہ شخص حق تعالیٰ کے کاموں میں دخل دیتا ہے کہ وہ اس جہاز کو ڈبونا چاہیں اور یہ دخل دیتا ہے۔لہٰذا ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہئے۔یہ تو خلاصہ ہوا اس قصہ کا اب یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ مولانا اس مقام پر ان لوگوں کی مدح کرتے ہیں جو کہ راضی برضائے حق اور بقضائے حق ہوں اور دقوقے کے قصے سے ان سات بزرگوں کا راضی برضاء رہنا بیان کرنا مقصود بھی ہے۔مگر یہاں دقوقی کی تعریف کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بھی کامل سمجھتے ہیں اور ان کی بھی تعریف کرتے ہیں۔تو اب یہ خلط ہوتا ہے کہ آیا مولانا کو کس کی تعریف مقصود ہے جواب اس کا یہ ہے کہ مولانا کو اصل میں ان ساتوں ہی کے کمال کو بیان کرنا مقصود ہے اور دقوقی پر ان ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔مگر ایک طرح دقوقی کی بھی تعریف فرمادی۔اور مولانا کے اس مقصود کے تعین کے لئے اول ایک بات سمجھ لو۔وہ یہ کہ حدیث میں غزوۂ احد کا قصہ مذکور ہے اور اس میں جو قیدی پکڑ کر آئے تھے ان کی بابت حق تعالیٰ نے صحابہ کو اختیار دیا کہ خواہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دو اس صورت میں تو اگلے سال تم میں سے ستر مارے جاویں گے اور خواہ ان کو قتل کر دو تو حضرات صحابہ نے فدیہ لے کر رہا کرنا اختیار کر لیا تو پھر اس پر عتاب نازل ہوا اس کی تفسیر میں مفسرین بھی کہتے ہیں کہ صحابہ کو حق تعالیٰ نے اختیار (بالیاء التحتانی) نہ دیا تھا بلکہ اختبار (بالباء الموحدة) یعنی آزمائش مقصود تھی اور حق تعالیٰ کو منظور یہ تھا کہ یہ قتل کئے جاویں تو چونکہ ان حضرات کی رائے صواب

www.besturdubooks.wordpress.com

کو نہ پہنچی اس لئے عتاب ہوا اب سمجھو کہ معلوم ہوتا ہے کہ دقوقی کو جو الہام ہوا تھا وہ بطور تخیر کے تھا کہ اگر چاہو تو دعا کر سکتے ہو مگر حق تعالیٰ کو منظور نہ تھا۔ تو ان کو تو صرف الہام ہوا کہ وہ جہاز ڈوب رہا ہے اور اس کا بھی الہام ہوا کہ دقوقی کو جو دعا کا الہام ہوا ہے اس میں اختیار دیا گیا ہے اور منظور حق یہ ہے کہ جہاز ڈوب جاوے تو ان دقوقی کی نظر تو وہاں تک نہ پہنچی مگر یہ حضرات اس بات میں ان سے بڑھے ہوئے تھے لہذا انہوں نے اس کو سمجھا اور ان کا اقتدا درست نہ سمجھا۔ بس اب کوئی اشکال بحمد اللہ باقی نہ رہا وللہ در مولانا۔ اب آگے دقوقی کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح مبلیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اوپر مولانا نے رضاء بالقضا کی ہدایت فرمائی تھی۔ اب ان اہل اللہ کی حالت بیان فرماتے ہیں جو قضا الٰہی پر رضامند ہیں اور کہتے ہیں کہ اب ان سالکین کی حالت سنو۔ جو عام کے کسی تصرف کی بابت کوئی مزاحمت نہیں کرتے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اہل اللہ دو قسم کے ہیں ایک تو وہ اولیاء ہیں جو دعا کو مانتے ہیں اور اپنی دعاؤں سے عالم میں مختلف تصرف کرتے ہیں کبھی ایک شے کو بناتے ہیں اور کبھی بگاڑتے ہیں یہ تو اور لوگ ہیں ہماری گفتگو کا تعلق ان سے نہیں ہے اور میں اہل اللہ میں کچھ ایسے لوگ بھی جانتا ہوں جنہوں نے اپنے منہ کو دعا سے بند کر رکھا ہے اور وہ از خود اپنی غرض سے کبھی دعا نہیں کرتے۔ تسلیم و رضا چونکہ ان بزرگوں کو حاصل ہے اس لئے طلب دفع قضا ان کے نزدیک عملاً حرام ہے۔ گو اعتقاداً حرام نہیں جانتے۔ کیونکہ شریعت سے اس کی اجازت حاصل ہے اور عملاً حرام ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ اس سے یوں بچتے ہیں جس طرح کہ حرام اشیاء سے بچا کرتے ہیں ان کو قضائے الٰہی میں ایک خاص مزہ ملتا ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک اس سے رہائی حاصل کرنے کی کوشش کرنا طبعاً ایسا ہی ناپسندیدہ ہے جیسا کہ شرعاً و عقلاً کفر۔ ان کو حق سبحانہ کے ساتھ ایسا حسن ظن حاصل ہے کہ وہ کسی غم سے ماتمی لباس نہیں پہنتے۔ بلکہ ان کو جو کچھ پیش آتا ہے وہ ان کو اچھا ہی معلوم ہوتا ہے اور آگ بھی ہوتی ہے تو ان کے لئے آب حیات ہوتی ہے ان کے گلے میں زہر بھی یوں ہی مزہ سے اترتا ہے جیسے شکر اور ان کے راستہ میں اگر پتھر بھی آتا ہے تو وہ اس کی ویسی ہی قدر کرتے ہیں جیسے موتی کی غرض کہ بھلائی اور برائی مصیبت و راحت خوشی و غم بحیثیت قضا الٰہی ہونے کے ان کی نظر میں سب یکساں ہیں۔ یہ کیوں محض اس لئے کہ حق سبحانہ کے ساتھ وہ حسن ظن رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ فعل الحلیم لا یخلو عن الحکمۃ اسی کا نتیجہ ہے کہ دعا کرنا اور کہنا کہ اے اللہ اس قضا کو بدل دے ان کو طبعاً یوں ہی ناپسند ہے۔ جس طرح کہ شرعاً و عقلاً کفر چنانچہ بہلول رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فقیر سے کہا کہ جناب والا مجھے مطلع فرمائیں کہ حضور کا مزاج کیسا ہے۔ فرمایا کہ اس کے مزاج کی حالت کیا پوچھتے ہو جس کی یہ حالت ہو کہ عالم کا کاروبار ہمیشہ اس کی منشا کے موافق ہوتا ہو۔ ندیاں اس کی مرضی کے موافق بہتی ہوں۔ ستارے اسی طرح چلتے ہوں جس طرح وہ چاہتا ہے حیات و موت جس کے دو پیادے ہوں کہ اس کی منشا کے موافق کام کرتے ہوں وہ جہاں چاہے غم بھیج دے اور جہاں چاہے خوشی عنایت

www.besturdubooks.wordpress.com

کرے۔ راستہ چلنے والے بھی اس کی مرضی کے موافق چلتے ہوں اور نہ چلنے والے بھی اسی کے پھندے میں ہوں اس حاکم کی رضا و حکم کے بغیر کوئی دانت منہ میں نہ ہل سکتا ہو اور اس کی رضامندی کے بغیر کوئی پتا نہ گرتا ہوں۔ اور اس کے فیصلہ کے بغیر کوئی موت واقع نہ ہوتی ہو۔ اس کی خواہش کے بغیر ثریا سے ثریٰ تک اور عالم بھر میں کوئی رگ حرکت نہ کرتی ہو۔ یہ سن کر بہلول علیہ الرحمۃ نے عرض کیا کہ حضور نے بہت بجا فرمایا اور حضور کی شان اور چہرہ ہی سے یہ بات ثابت ہے بلکہ اس سے سوگنا زیادہ ظاہر ہے لیکن میں اپنے تصور فہم سے اس کا مطلب نہیں سمجھا براہ مہربانی اس مضمون کی اچھی طرح تشریح فرمادیجئے اور تشریح ایسی ہو کہ ایک قابل آدمی اور نا قابل دونوں اس کو سن کر مان لیں۔ اور ایسی شرح فرمایئے کہ اس سے عوام کو بھی فائدہ پہنچے۔ قادر کلام شخص ایک ایسے مہمان نواز سے مشابہ ہے جس کے دسترخوان پر ہر قسم کا کھانا ہو کہ کوئی مہمان بھوکا نہ رہے بلکہ ہر ایک کو اس کی غذا مل جائے جیسے قرآن کہ سات طبقے رکھتا ہے کہ خاص و عام سب کو اس سے ان کی لیاقت و استعداد کے موافق غذا ملتی ہے عوام اپنے فہم کے مطابق سمجھتے ہیں اور خواص اپنے فہم کے موافق۔ ان بزرگ نے جواب دیا کہ یہ مقدمہ تو سب کو تسلیم ہے کہ تمام عالم حق سبحانہ کے قبضہ میں ہے حتیٰ کہ کوئی پتا اس کے حکم کے بغیر نہیں گرتا اور جب تک حق سبحانہ حلق میں جانے کا حکم نہ دیں لقمہ اس میں نہیں جا سکتا۔ میلان اور رغبت جو کہ آدمی کے لئے بمنزلہ باگ کے ہیں ان کی حرکات اسی کے تابع ہیں اور ان کی حرکات و سکون سب اسی کے حکم سے ہیں۔ زمین و آسمان میں ذرہ بھی پر ہلاتا ہے اور کوئی حرکت کرتا ہے تو اس کے حکم نافذ و قدیم سے کرتا ہے یہ اجمال ہے جس کی تفصیل ہم نہیں کر سکتے اور تفصیل کے لئے جلدی اچھی بھی نہیں کیونکہ کون ہے جو درختوں کے سب پتے گن سکتا ہے جب درختوں کے پتے باوجود متناہی ہونے کے کوئی گن نہیں سکتا تو غیر متناہی تفصیل وار گفتگو میں کب سما سکتا ہے پس خلاصہ کے طور پر اتنا سمجھ لو کہ تمام کام بامر حق سبحانہ ہوتے ہیں جب یہ امر ممہد ہو گیا تو اب سمجھو کہ جب رضائے حق پر بندہ راضی ہو گیا اور اس کا حکم ہی اس کا مطلوب ہو گیا اور یہ سب کچھ بدوں تکلف کے ہوا نہ تو تصنع سے نہ اجر و ثواب کے لئے بلکہ اس کی طبیعت ہی اس طور پر واقع ہوئی ہے وہ نہ اپنے لئے اپنی زندگی چاہتا ہے اور نہ زندگی کے مزہ دار ہونے کی وجہ سے۔ بلکہ جدھر امر قدیم حق سبحانہ نافذ ہوا خواہ موت ہو یا حیات وہی اس کو بھی پسند ہے اور موت و حیات اس کے نزدیک دونوں برابر ہیں وہ جیتا ہے تو خدا کے لئے نہ کہ خزانہ جمع کرنے کے لئے اور مرتا ہے تو خدا کے لئے نہ کہ رنج اور خوف سے۔ اس کا ایمان بھی محض اسی کی رضامندی کے لئے ہے نہ جنت کے لئے نہ پھلوں کے لئے نہ نہروں کے لئے اور کفر کو جو چھوڑتا ہے تو وہ بھی خدا کے لئے نہ کہ اس خوف سے کہ دوزخ میں جائیگا۔ اور یہ بات اس کی جبلی ہے نہ مجاہدوں سے حاصل ہوئی نہ کسب سے وہ ہنستا ہے تو اسی وقت جبکہ وہ رضائے حق دیکھتا ہے اور قضائے الٰہی اس کو یوں ہی مرغوب ہے جیسے حلوا پس جس بندہ کی یہ خصلت اور عادت ہو تو بتلاؤ کیا عالم کا کاروبار اس کے حکم کے موافق نہیں ہوتا۔ ضرور ہوتا ہے۔ جب یہ قصہ تم کو معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جن لوگوں کی یہ حالت ہو وہ کیوں گڑگڑائیں اور کیوں دعا کریں کہ اے اللہ اس قضا کو بدل دے ایسے لوگوں کے لئے تو ان کا مرنا اور ان

کی اولاد کا مرنا دونوں خدا کے لئے ہیں اور یوں مرغوب ہیں جیسے حلوا کھانا اس بظاہر بے وفا کے نزدیک بچوں کا دم توڑنا یوں ہی لذیذ ہے جیسے کسی محتاج بڈھے کے سامنے میوے پس ایسا شخص رد قضا کی دعا کیوں کرے۔ ہاں لیکن اس وقت جبکہ دعا میں حق سبحانہ کی رضامندی دیکھے اور یہ خیال کرے کہ دعا بھی ایک مطلوب خداوندی ہے تو وہ اس حیثیت سے دعا کرتا ہے نہ کہ اپنی غرض سے۔ وہ مہتدی شفاعت و دعا کرتا ہے مگر اپنے رحم کی بناء پر نہیں کرتا۔ اپنے رحم کو تو اس نے اسی وقت آگ لگا دی تھی جبکہ عشق خداوندی کا چراغ جلایا تھا۔ عشق حق اس کے اوصاف کے لئے ایک دوزخ ہے جس نے اس کے تمام صفات کو بھسم کر دیا ہے ہر سالک کو یہ فرق معلوم نہیں اور وہ نہیں جانتا کہ اپنی غرض سے دعا اچھی نہیں اور خدا کے لئے اچھی ہے۔ مثلاً دقوقی ہی ہیں کہ وہ اس دولت کو حاصل نہیں کر سکے۔

فائدہ:۔ جاننا چاہئے چونکہ ہر ظروقی این فروقی کے شناخت الخ حل طلب شعر تھا اس لئے اس کی پوری تفصیل کی جاتی ہے۔ قولہ

بس

ہر طروقے این فروقے کے شناخت چوں دقوقے کو درین دولت ساخت

اس شعر میں مصرع ثانی میں تین نسخے ہیں (۱) چوں دقوقے کو درین دولت بتاخت (۲) چوں دقیقے کو درین دولت نتافت (۳) جز دقوقے کو درین دولت بتاخت یا جز دقوقی کو درین دولت نتاخت۔ ان نسخوں میں نسخہ ثانیہ صحیح ہے اور مطلب شعر یہ ہے کہ ہر راہ رو ایسے فرقوں سے کہ اپنی طرف سے دعا کرنا ناپسند ہے اور طلب حق سبحانہ کے وقت پسند و اقف نہیں۔ مثلاً دقوقی ہیں کہ با ایں ہمہ عظمت اس فرق کو نہ پہچان سکے۔ اور غلبہ رحم طبعی سے دعا کر بیٹھے اس کی صحت کے قرائن حسب ذیل ہیں:۔

(۱) مولانا نے اولاً فرمایا ہے۔

مرگ او و مرگ فرزندان او بہر حق پیشش چو حلوا در گلو

نزع فرزندان برآن بے وفا چو قطائف پیش شیخ بے نوا

رحم خود را او ہماندم سوختہ است کہ چراغ عشق حق افروختہ است

بعد ازاں قصۂ دقوقی میں دعائے دقوقی کے متعلق فرمایا ہے۔

چون دقوقے آن قیامت را بدید رحم او جوشید و اشک او دوید

گفت یارب منگر اندر فعل شان دست شاں گیر اے شہ نیکو نشاں

الخ ہر دو کے مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اشعار ماسبق میں دقوقی پر تعریض ہے اور مقصود یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنی رحم کو جلا دیا ہے۔ اس لئے وہ دقوقی کی طرح نہیں ہیں کہ انہوں نے اہل کشتی پر رحم کھایا تھا۔ نیز وہ خود اپنے اور اپنے اولاد کے مرنے سے بھی خوش ہیں اور دقوقی کو اغیار کے بھی مرنے کا غم ہے ان کو اپنی اولاد کو نزع میں دیکھ

کر بھی کچھ خیال نہیں ہوتا اور دقوقی اہل کشتی کو نزع میں دیکھ کر بے تاب ہو جاتے ہیں۔

(۲) مولانا نے اولاً دقوقی اور ان کی دعا کے متعلق یوں ارشاد فرمایا۔

اشک مے رفت از دو چشمش وان دعا بیخو از وے مے برآمد بر سما

آن دعائے بیخودان خود دیگرست آن دعا زونیست گفت داورست

آن دعا حق میکند چوں او فناست آن دعا و آن اجابت از خداست الخ

لیکن بایں ہمہ اعتراض معترضین کو بدیں الفاظ نقل فرمایا۔

او فضولے بودہ است از انقباض کرد بر مختار مطلق اعتراض

اور اس کا کوئی جواب نہیں دیا اس کے بعد ان کا غائب ہو جانا اور دقوقی کا ان کو نہ پہچان سکنا اور افسوس کر کے رہ جانا۔ بیان فرمایا اس کے بعد مولانا نے ان کی جستجو کی دقوقی کو بدیں الفاظ ترغیب دی۔

اے دقوقی باد و چشم ہمچو جو ہیں مبر امید و ایشان را بجو

ہیں بجو کہ رکن دولت جستن ست ہر کشادے دردل اندر بستن است

یہ واقعات بصوت جہوری ندا دے رہے ہیں کہ دقوقی کی دعا از خود تھی اور وہ اس فریق میں سے تھے جو مثبت دعا ہیں۔ اور ان کا رتبہ منکرین دعا سے اتنا کم تھا کہ وہ ان کو پہچان نہ سکے اور ان کو ضرورت تھی کہ وہ ایسے لوگوں کو طلب کریں اور ان سے مستفیض ہو کر کاملیت سے اکملیت پر پہنچیں۔

ان تمام واقعات سے نسخۂ ثانیہ کی صحت واضح ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ دقوقی کے اپنے معترضین کے نہ پہچاننے کو مضمون مصرع اول کی تائید میں بتانا مقصود ہے انہیں واقعات میں غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ۔

اشک رفت از دو چشمش واں دعا بیخود از وے مے برآمد بر سما

میں لفظ بیخود فرط شفقت کے باعث انہماک فی الدعا کے سبب استعمال کیا گیا ہے اور آن دعائے بیخودان خود دیگرست میں لفظ بے خودان بمعنی مطلق فانیان مستعمل ہوا ہے جس میں اہل اللہ منجملہ دعا مثل دقوقے اور نافین دعا سب داخل ہیں چنانچہ مولانا نے خود اس کو صاف کر دیا اور فرما دیا ہے آن دعا حق میکند چوں او فناست الخ اور آن دعا و آں اجابت از خداست ہو جیسے کہ دعائے منکرین دعا جن پر اول ہی سے فنا غالب ہے یا ابتداء تو داعین ہی کی طرف سے ہو مگر بعد غلبہ فنا در حالت دعا منسوب بحق سبحانہ ہو گئی ہو اس وقت دعاء دقوقے کا منسوب بحق سبحانہ ہونا بھی صحیح ہوگا۔ اور از خود ہونا بھی درست ہوگا۔ کیونکہ وہ ابتداء تو خود دقوقے کی جانب سے تھی اور بعد غلبہ فنا بحالت اشتغال بدعا منسوب بحق ہو گئی تھی اور معترضین کا یہ فرمانا بھی درست ہوگا کہ۔

او فضولے بودہ است از انقباض کرد بر مختار مطلق اعتراض

اس وقت یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ دو باتوں میں سے ایک بات لازم ہے یا دقوقے کی دعا منسوب بحق نہ ہوگی یا اعتراض معترضین صحیح نہ ہوگا اور یہ دونوں باتیں ظاہر کلام مولانا کے خلاف ہیں۔ تقریر الدفع واضح۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

قصہ دقوقے اوران کے کرامات کا

آن دقوقے داشت خوش دیباچۂ	عاشق و صاحب کرامت خواجۂ
دقوقی ایک اچھا چہرہ رکھتے تھے	عاشق اور کرامت والے خواجہ تھے

یعنی وہ دقوقی ایک اچھا چہرہ رکھتے تھے اور ایک عاشق (حق) اور صاحب کرامت خواجہ تھے۔

بر زمین مے شد چو مہ بر آسمان	شب روان را گشتہ زو روشن روان
زمین پر وہ اس طرح تھے جیسے چاند آسمان پر	تاریکی میں چلنے والے ان کی وجہ سے روشنی میں چلنے والے ہوگئے

یعنی زمین پر وہ چلتے تھے جیسے کہ چاند آسمان پر اور سالکوں کے لئے ان کی وجہ سے راہ روشن ہوگئی تھی۔

در مقامے مسکنے کم ساختے	کم دوروز اندر دہے انداختے
وہ ایک جگہ کم ٹھہرتے	ایک گاؤں میں دو روز سے کم (ڈیرہ) ڈالتے

یعنی کسی ایک جگہ میں مسکن نہ بناتے تھے اور دو روز (بھی) کسی گاؤں میں کم ٹھہرتے تھے۔

گفت در یک خانہ باشم گر دو روز	عشق آن مسکن کند در من فروز
انہوں نے کہا اگر میں دو روز ایک گھر میں رہوں گا	اس گھر کی محبت مجھ میں روشن ہو جائے گی

یعنی کہا کرتے تھے کہ ایک جگہ اگر میں دو روز تک رہوں تو اس جگہ کی محبت میرے دل میں روشن ہو جاوے۔

غرۃ المسکن احا ذرہا انا	انقلی یا نفس سافر للغنا
میں اقامت کی عزت سے بچتا ہوں	اے نفس! منتقل ہو جا مشقت کی خاطر سفر کر

یعنی مسکن کی عزت سے میں بچتا ہوں تو اے نفس سفر کر غنا کے واسطے۔

لاعود حلق قلبی فی المکان	کے یکون خالصاً فی الامتحان
میں اپنے دل کے اخلاق کو مکان کا عادی نہیں بناتا ہوں	تاکہ آزمائش میں خالص بن جائے

یعنی میں اپنے قلب کے خلق کو مکان کا عادی نہیں بناتا تاکہ وہ امتحان (حق) میں خالص ہو۔

روز اندر سیر بد شب در نماز	چشم اندر شاہ باز او ہمچو باز
دن کو سفر میں رات کو نماز میں	آنکھ شاہ (کے دیدار) میں کھلی ہوئی وہ باز کی طرح (تھے)

یعنی دن کو تو چلتے ہیں اور رات کو نماز میں (رہتے) ہیں اور حق تعالیٰ میں آنکھ کھلی ہو مثل باز کے یعنی جس

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح کہ باز شکار کرتا ہے اسی طرح وہ شکار معانی کا کرتے تھے۔

منقطع از خلق نے از بد خوئی	منفرد از مرد وزن نے از دوئی
مخلوق سے جدا (تھے) بدمزاجی کی وجہ سے نہیں	مرد و زن سے اکیلے (تھے) مغائرت کی وجہ سے نہیں

یعنی مخلوق سے منقطع مگر نہ کہ بدخوئی کی وجہ سے اور مرد وزن سے منفرد نہ نفرت کی وجہ سے (بلکہ)

مشفقے برخلق نافع ہمچو آب	خود شفیعے و دعایش مستجاب
مخلوق پر مہربان اور پانی کی طرح نفع رساں (تھے)	وہ خود سفارشی اور ان کی دعا مقبول (تھی)

یعنی خلق پر وہ مشفق تھے پانی کی طرح اور شفیع (درگاہ حق میں) اوران کی دعا (بھی) مستجاب تھی۔

نیک و بد را مہربان و مستقر	بہتر از مادر شہے تر از پدر
بھلے اور برے کے لئے مہربان اور ٹھکانا (تھے)	ماں سے زیادہ بہتر اور باپ کی طرح مشفق اور مہربان

یعنی نیک و بد (سب کے لئے) مہربان اور جائے قرار تھے اور ماں سے بہتر اور باپ سے زیادہ مرغوب۔
غرضکہ جب وہ اس قدر شفیق تھے لوگوں سے نفرت اور بدخوئی کی وجہ سے کیوں الگ ہوتے بلکہ بات یہ تھی کہ وہ تنہائی کے واسطے الگ رہا کرتے تھے چونکہ بزرگان دین نائب رسول ہوتے ہیں اور مستفیض جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتے ہیں لہذا آگے مولانا حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و مہربانی کو بیان فرماتے ہیں کہ

گفت پیغمبر شمارا اے مہاں	چوں پدر ہستم شفیق و مہربان
پیغمبرؐ نے فرمایا اے سردارو!	میں (تمہارے لئے) باپ کی طرح مشفق اور مہربان

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے سردارو میں تمہارے لئے باپ کی طرح شفیق اور مہربان ہوں۔

زاں سبب کہ جملہ اجزائے منید	جزو را از کل چرا برمے کنید
کیونکہ تم سب میرے اجزا ہو	جزو کو کل سے کیوں جدا کرتے ہو

یعنی اس سبب سے کہ تم میرے اجزا ہو تو جزو کو کل سے قطع کیوں کرتے ہو۔ جزو سے مراد تابع ہے مطلب یہ کہ تم میرے اس طرح تابع ہو جیسے کہ جزو کل کے تو پھر مجھ سے قطع تعلق مت کرو اس لئے کہ۔

جزو از کل قطع شد بیکار شد	عضو از تن قطع شد مردار شد
جزو کل سے کٹا تو بیکار ہو گیا	عضو بدن سے کٹا تو مردہ ہو گیا

یعنی جزو کل سے قطع ہو گیا تو وہ جزو بیکار ہو گیا۔ اور عضو بدن سے قطع ہو گیا تو مردار ہو گیا۔

تا نہ پیوند و بکل بار دگر	مردہ باشد نبودش از جان خبر
جب تک وہ (عضو) دوبارہ کل سے نہ جڑے	مردہ رہتا ہے اس کو جان کا پتہ نہیں رہتا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب تک کہ دوبارہ کل سے نہ جڑے یہ جزو مردہ رہے گا اور اس کو جان کی خبر بھی نہ ہوگی مطلب یہ کہ اگر چہ الگ بھی ہو جاؤ تو چاہئے کہ پھر مل جاؤ۔ اور اگر الگ رہو گے تو پھر کبھی حیات نہ آوے گی اور اگر جلدی سے مل جاؤ گے تو حیات پھر لوٹ آوے گی۔ جیسے کہ عضو بریدہ کو فوراً جوڑ دو تو وہ جڑ جاتا ہے اور اگر کچھ روز پڑا رہے تو پھر بالکل بے جان ہو جاتا ہے۔ اب یہاں کوئی شبہ کرتا ہے کہ جناب بعض لوگوں نے قطع کیا مگر ان کی عقل وغیرہ سب ویسی ہی رہی تو وہ مردہ کہاں ہوئے یعنی ان کے حواس وغیرہ جاتے رہتے یہ کہاں ہوا مولانا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

ور بجنبد نیست خود او را سند	عضو نو ببریده ہم جنبش کند
اگر وہ حرکت کرتا ہے تو وہ (زندگی کی) دلیل نہیں ہے	نیا کٹا ہوا عضو بھی حرکت کرتا ہے

یعنی اگر وہ حرکت کرتا ہے تو اس کی کوئی سند نہیں ہے کہ نیا کٹا ہوا عضو جنبش کیا ہی کرتا ہے (تو چونکہ قطع کو زیادہ مدت نہیں گزری اس لئے عقل وغیرہ باقی ہے ورنہ دیکھنا کہ کچھ روز میں سب رفو چکر ہو جاوے گی) یہاں ایک اور شبہ یہ ہوا کہ اگر جزو کی علیحدگی سے وہ بے کار ہو جاتا ہے تو کل بھی تو ناقص ہو جاتا ہے تو اگر یہ لوگ بیکار ہوئے تو نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی نقص آیا۔ اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

جزو ازین کل گر برد یکسو رود	ایں نہ آن کل است کو ناقص شود
اس کل کا جزو اگر کٹے ایک طرف چلا جائے	یہ وہ کل نہیں ہے جو ناقص ہو جائے

یعنی جزو اگر اس کل سے کٹ کر جاوے اور ایک طرف چلا جاوے تو یہ تو کل نہیں ہے جو ناقص ہوگا۔

قطع و وصل او نیاید در مقال	چیز ناقص گفتہ شد بہر مثال
اس سے جدا ہونا اور جڑنا بیان نہیں کیا جا سکتا	مثال کے لئے ایک ناقص بات کہدی گئی ہے

یعنی ان کا قطع و وصل مقال میں نہیں آ سکتا۔ اور ایک شے ناقص مثال کے طور پر کہی گئی ہے مطلب یہ کہ ہم نے جو اوپر جزو و کل کی مثال دی ہے وہ ایک ناقص مثال ہے ورنہ اصل میں پوری طرح وہ اس کے مثل نہیں ہے اور یہ وہ کامل نہیں ہے جو ناقص ہو جاوے۔

مر علیؓ را بر مثال شیر خواند	شیر مثل او نباشد گرچہ راند
(حضرت) علیؓ کو شیر کی مانند کہا	شیر ان جیسا نہیں ہوتا ہے اگر چہ (یہ مثال) جاری ہو گئی ہے

یعنی علیؓ کو شیر کی طرح کہا ہے تو شیر ان کی مثل (من کل الوجوہ) نہیں ہوتا اگر چہ (یہ مثال) جاری ہو گئی ہے مطلب یہ کہ دیکھو اگر چہ حضرت علیؓ کو اسد اللہ کہتے ہیں مگر وہ من کل الوجوہ تو شیر نہیں ہیں اسی طرح اگر چہ مثال جزو و کل کی دی ہے مگر یہ مثال خود ناقص ہے تو جس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جزو و کل کی طرح شفیق تھے اسی طرح وہ دقوقے صاحب بھی لوگوں پر بہت شفقت فرماتے تھے آگے پھر ان کا قصہ ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دقوقی کے قصہ کی طرف لوٹنا

از مثال و مثل و فرق آن بران	جانب قصہ دقوقی اے جوان
مثال اور مثل اور اس کے فرق سے آگے بڑھ	اے جوان! دقوقی کے قصہ کی جانب

یعنی اے جوان مثال اور اس کے فرق (کے بیان) دقوقی کے قصے کی طرف چلو

آنکہ در فتویٰ امام خلق بود	گوئے تقویٰ از فرشتہ مے ربود
وہ (دقوقی) جو فتوئی میں مخلوق کے امام تھے	تقویٰ میں فرشتے سے بازی لے جاتے تھے

یعنی وہ دقوقی کہ فتوے میں خلق کے امام تھے اور تقویٰ کی گیند فرشتہ سے لے جاتے تھے یعنی تقوے میں فرشتوں سے بھی بڑھے ہوئے تھے۔

آنکہ اندر سیر مہ رامات کرد	ہم ز دینداری او دین رشک خورد
وہ جنہوں نے چلنے میں چاند کو ہرا دیا	جن کی دینداری پرخود دین نے رشک کیا

یعنی وہ کہ چلنے میں چاند کو مات کرتے تھے اور ان کی دینداری سے اہل دین رشک کھاتے تھے۔

با چنین تقویٰ و اورا دو قیام	طالب خاصان حق بودے مدام
باوجود ایسے تقوے اور وظائف اور نماز کے	وہ ہمیشہ خاصان خدا کے طالب رہتے تھے

یعنی باوجود ایسے تقوے اور اوراد۔ اور قیام کے وہ ہمیشہ خاصان حق کے طالب رہا کرتے تھے۔

در سفر معظم مرادش آن بدی	کہ دمے با بندۂ خاصی زدے
سفر میں ان کی بڑی مراد یہ ہوتی	کہ تھوڑی دیر کسی خاص بندہ سے ملیں

یعنی سفر میں بڑی مراد ان کی یہ ہوتی تھی کہ ایکدم کسی بندۂ خاص کے ساتھ ملیں۔

این ہمی گفتے جو مے رفتے براہ	کن قرین خاصگانم اے الٰہ
جب سفر میں جاتے تو یہ کہتے	اے خدا! مجھے مخصوص (بندوں) کا ساتھی بنا دے

یعنی جب راہ چلتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ اے اللہ (اپنے) خاص لوگوں کا مجھے ساتھی بنادے اور عرض کرتے تھے کہ۔

یارب آنہارا کہ بشناسد دلم	بندۂ بستہ میان و مجملم
اے خدا! جن کو میرا دل پہچانتا ہوں تو اے جان کے مالک	ان کو مجھ ناواقف پر مہربان کر دے

یعنی اے اللہ جن کو کہ میرا دل جانتا ہے ان کا تو غلام کربستہ اور مجمل ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

وآنکہ نشناسد تو اے یزدان حان	برمن مجوب شان کن مہربان
اور جن کو میں نہیں پہچانتا ہوں تو اے جان کے مالک	ان کو مجھ ناواقف پر مہربان کر دے

یعنی اے اللہ اور جن کو کہ میرا دل نہیں پہچانتا ان کو آپ مجھ مجوب پر مہربان فرما دیجئے۔

حضرتش گفتے کہ اے صدر مہین	این چہ عشق ست وچہ استقاست این
دربار (خداوندی) ان سے کہتا اے صدر اعظم	یہ کیسا عشق اور یہ کیسی پیاس ہے؟

یعنی حضرت حق ان سے فرماتے کہ اے صدر اعظم یہ کیسا عشق ہے اور کیسا استقا ہے (اور ارشاد ہوتا ہے کہ)

مہر من داری چہ میجوئی دگر	چوں خدا باتست چہ جوئی بشر
تم میری محبت رکھتے ہو دوسرے کی محبت کیوں تلاش کرتے ہو؟	جبکہ خدا تمہارے ساتھ ہے انسان کی کیوں تلاش کرتے ہو؟

یعنی میری محبت تو رکھتے ہو اور کیا تلاش کرتے ہو اور جب خدا تمہارے ساتھ ہے تو بشر کو کیا تلاش کرتے ہو یعنی جب اللہ ساتھ ہے تو اہل اللہ کو کیوں ڈھونڈتے ہو۔

او بگفتے یارب اے دانائے راز	تو کشودی دردلم راہ نیاز
وہ جواب دیتے اے خدا! اے راز کو جاننے والے!	تو نے میرے دل میں نیازمندی کا راستہ کھول دیا ہے

یعنی وہ عرض کرتے کہ اے اللہ دانائے راز آپ نے ہی تو میرے دل میں راہ تواضع کھول دی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ نے جو میرے قلب میں تواضع پیدا فرما دی ہے اسی کا یہ اثر ہے کہ میں اپنی احتیاج انسانوں سے اور ان لوگوں سے جو مجھ سے تعلق رکھنے والے ہیں ظاہر کرتا ہوں بزرگوں نے کہا ہے کہ درود شریف کثرت سے پڑھنا بھی تکبر کا علاج ہے اس لئے کہ اس میں اس کا اظہار ہے کہ باوجودیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت بشریت کے سب کے مماثل ہیں مگر ہم ان کی توجہ کے بھی محتاج ہیں۔

درمیان بحر اگر بنشستہ ام	طمع در آب سبو ہم بستہ ام
اگرچہ میں سمندر میں بیٹھا ہوں	گھڑا کے پانی سے بھی میں نے لالچ وابستہ کیا ہے

یعنی اگرچہ بحر کے درمیان میں بیٹھا ہوا ہوں مگر گھڑے کے پانی کی بھی حرص رکھتا ہوں۔

ہمچو داؤدم نود نعجہ مراست	طمع درنعجہ حریفم ہم بجاست
(حضرت) داؤد کی طرح میرے پاس نوے بھیڑیں ہیں	ساتھی کی بھیڑ کا لالچ بھی مناسب ہے

یعنی مثل داؤد علیہ السلام کے کہ نوے بکریاں میرے پاس ہیں مگر اپنے ساتھی کی بکری میں طمع کرنا بھی میرے لئے بجا ہے۔ مولانا اس قصہ کو بنا بر مشہور نقل فرماتے ہیں ورنہ اصل میں یہ قصہ بالکل غلط در غلط ہے۔ مقصود یہ ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اگرچہ مجھے قرب کامل حاصل ہے مگر جہاں کہیں کچھ بھی قرب حاصل ہوتے دیکھتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوں یہ چاہتا ہوں کہ یہ بھی حاصل ہو جاوے۔

حرص اندر عشق تو فخر است و جاہ	حرص اندر غیر تو ننگ و تباہ
تیرے عشق میں لالچ فخر اور مرتبہ ہے	تیرے غیر میں لالچ ذلت اور تباہی ہے

یعنی آپ کی محبت کی حرص تو فخر ہے اور جاہ ہے اور آپ کے غیر میں حرص کرنا یہ شرم اور تباہی ہے۔

شہوت و حرص نراں پیشے بود	وان حیزاں ننگ و درویشے بود
مردوں کی شہوت اور لالچ بڑھاؤ ہوتا ہے	ہجڑوں کی خواہش ذلت اور بدفعلی ہوتی ہے

یعنی مردوں کی حرص وشہوت تو آگے کی طرف ہوتی ہے اور وہ حیزوں اور نامردوں کی شرم اور گداگری ہوتی ہے۔

حرص مردان از رہ پیشے بود	در مخنث حرص سوئے پس رود
مردوں کی حرص آگے کے راستہ سے ہوتی ہے	ہجڑے کی حرص پچھلی جانب ہوتی ہے

یعنی مردوں کو تو حرص آگے کی طرف ہوتی ہے اور مخنث میں حرص پیچھے کی طرف جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ جو مرد ہیں ان کو تو حرص یہ ہوتی ہے کہ آگے چل کر ترقی کریں اور جو نامرد ہیں وہ اس دنیا ہی میں پڑے رہتے ہیں۔

آن یکے حرص از کمال مردی است	واں دگر حرص افتضاح و سردی است
وہ ایک حرص، مردی کے کمال کی وجہ سے ہے	دوسری حرص، رسوائی اور سستی ہے

یعنی وہ ایک حرص تو مردی کے کمال کی وجہ سے ہے اور وہ دوسری فضیحت اور افسردگی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

آہ سرے ہست اینجا بس نہان	کہ سوے خضرے شود موسیٰ دوان
آہ! یہاں ایک راز پوشیدہ ہے	کہ (حضرت) موسیٰ (حضرت) خضر کی طرف دوڑتے ہوئے روانہ ہوئے

یعنی آہ اس جگہ ایک بہت پوشیدہ بھید ہے کہ موسیٰ خضر کی طرف دوڑتے ہوئے روانہ ہوئے۔ مطلب یہ کہ اس طلب میں ایک عجیب بھید ہے کہ دیکھو طلب وہ چیز ہے کہ موسیٰ جیسے جلیل القدر نبی حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جاویں دیکھو آخر طلب حق تھی جب ہی تو ایسا ہوا۔

ہمچو مستسقی کز آبش سیر نیست	بر ہر انچہ یافتی باللہ مایست
استسقاء کے بیمار کی طرح جس کو پانی سے سیرابی نہیں ہوتی	خدا کی قسم جو تو نے حاصل کر لیا ہے اس پر نہ ٹھہر

یعنی مستسقی کی طرح اس کو پانی سے سیری نہیں ہوتی۔ تو تم جس چیز پر پہنچو خدا کی قسم کھڑے مت ہو۔ اس لئے کہ۔

چوں گذشتی زان دگر نو تر رسد	آن یکے بالاتر ازوے در رسد
جب تو اس سے آگے بڑھے گا دوسری نئی (چیز) آئے گی	اس سے اونچی اور چیز ملے گی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب تم اس سے گزر جاؤ گے تو ایک اور نئی شے ملے گی اور وہ ایک اس سے بالا ملے گا۔

بے نہایت حضرتست این بارگاہ	صدر را بگذار صدر تست راہ
یہ بارگاہ لامحدود دربار ہے	صدر کو چھوڑ تیرا صدر راستہ ہے

یعنی یہ درگاہ بے نہایت بارگاہ ہے تم صدر کو ترک کرو اس لئے تمہارا صدر تو راہ ہی ہے۔ مطلب یہ کہ تم کسی جگہ پر ٹھہرومت کہ وہاں پہنچ کر تم صدر بنالو بلکہ تمہارا صدر تو یہی ہے کہ بس راہ طے کرتے چلے جاؤ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ

اے برادر بے نہایت درگہے است ہرچہ بروے میرسی بروے مایست

آگے حضرت موسیٰ کے حضرت خضرؑ کے پاس جانے کا راز بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ دقوقی کی حالت بہت اچھی تھی وہ عاشق خدا اور صاحب کرامت شخص تھے جس طرح چاند آسمان پر چلتا ہے وہ زمین پر چلتے تھے اور جس طرح رات کے چلنے والوں کو چاند سے بصیرت حاصل ہوتی ہے یوں ہی ظلمات میں چلنے والے گمراہ لوگوں کو ان کے ذریعہ سے نور معرفت حاصل ہوتا تھا وہ ایک مقام پر نہیں رہتے تھے بلکہ ایک گاؤں میں دو دن بھی نہ رہتے تھے اور راز اس کا یہ بیان فرماتے تھے کہ اگر کسی گاؤں میں میں دو دن بھی رہوں گا تو اس جگہ کی محبت میرے دل میں پیدا ہو جاوے گی اور میں گھر کی محبت سے بچنا چاہتا ہوں اس لئے کہتا ہوں کہ اے نفس تو چل یہاں سے اور سفر کرتا کہ تجھے دولت حقیقی حاصل ہو۔ لان السفر وسیلۃ الظفر۔ میں اپنے دل کو کسی مکان کا خوگر نہیں بنانا چاہتا تا کہ وہ امتحان میں خالص اور غیر اللہ کی محبت کی آمیزش سے پاک رہے۔ وہ دن بھر تو چلتے اور رات بھر نماز پڑھتے تھے۔ ہمیشہ حق سبحانہ پر نظر رکھتے اور باز کی طرح اطاعت شہنشاہ حقیقی پر کمربستہ رہتے۔ مخلوق سے جدا رہتے مگر اس کا سبب بدخوئی نہ تھی وہ عورتوں اور مردوں سے الگ رہتے مگر مغائرت کے سبب نہیں۔ بلکہ اپنی حفاظت کے لئے وہ مخلوق پر بے حد شفیق اور ان کے لئے پانی کی طرح نافع تھے وہ مشفق بھی تھے اور مستجاب الدعوات بھی اس لئے مخلوق کو ان سے بہت نفع پہنچتا تھا وہ اچھوں اور بروں سب پر مہربان اور سب کا مرجع تھے۔ یعنی ہر طرح کے لوگ ان سے اپنی حوائج میں مدد لیتے تھے غرض کہ وہ ان کے حق میں ماں سے بہتر اور باپ سے افضل تھے کیونکہ وہ جانشین پیغمبر تھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تم پر تمہارے باپوں سے زیادہ مشفق اور مہربان ہوں اس لئے کہ تم سب میرے ہی اجزاء ہو۔ کیونکہ تمہاری بقاء اور حیات مجھ سے وابستہ ہے پس تم اپنے کو مجھ سے کیوں الگ کرتے ہو۔ دیکھو جب جز وکل سے الگ ہو جاتا ہے تو نکما ہو جاتا ہے اور جب کسی عضو کو جسم سے کاٹ ڈالا جاتا ہے تو مردار ہو جاتا ہے اور جب تک دوبارہ نہیں مل جاتا مردہ ہی رہتا ہے اور حیات کی اس کو ہوا بھی نہیں لگتی اگر کوئی مجھ سے علاقہ قطع کر کے چلا پھرتا

www.besturdubooks.wordpress.com

کھاتا پیتا ہے اور دیگر کام کرتا ہے تو یہ افعال کچھ قابل اعتبار اور ہرگز دلیل حیات نہیں دیکھو کٹا ہوا عضو بھی تو کچھ دیر تڑپتا ہے مگر اس کے بعد ٹھنڈا ہو جاتا ہے پس یہ حرکات ظاہرہ حقیقی حیات کی دلیل نہیں ہو سکتیں بلکہ حقیقۃً تو وہ مردار ہی ہے گو بظاہر زندہ معلوم ہو اس پر یہ شبہ نہ کرنا کہ جس طرح جزو کے اپنے کل سے جدا ہو جانے سے اس کی حیات جاتی رہتی ہے یوں ہی کل میں بھی نقصان آ جاتا ہے تو اس سے لازم آیا کہ لوگوں کے قطع تعلق سے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نعوذ باللہ نقصان آ جائے۔ کیونکہ یہ وہ کل نہیں ہے جو جزو کے قطع تعلق کرنے اور علیحدہ ہو جانے سے ناقص ہو جاوے بلکہ یہ دوسرے طرح کا کل ہے اور اصل بات یہ ہے کہ یہ جزویت اور کلیت اور ایک کا دوسرے کے ساتھ اتصال و انقطاع حقیقی نہیں ہے بلکہ تشبیہی ہے اور وہ خاص تعلق جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں میں ہے ان کے انقطاع و اتصال کی کیفیت بیان میں نہیں آ سکتی اس لئے تقریب فہم کے لئے ایک ناقص مثال بیان کر دی گئی ہے تم نے اس کو مثل سمجھ لیا اور شبہ کر دیا حالانکہ مثال اور چیز ہے اور مثل اور شے۔ مثلاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اسد اللہ اور مثال شیر کہا گیا ہے لیکن شیران کی مثل نہیں ہے۔ اس سے اجمالاً تم کو مثال اور مثل میں فرق معلوم ہو جائے گا۔ اور جو شبہ تم نے مثال کو مثل سمجھ کر کیا تھا وہ دفع ہو جاوے گا اچھا اب مثال اور مثل اور ان کے فرق کے قصہ کو الگ کرو اور دقوقی کے قصہ کی طرف چلو خیر تو دقوقی وہ شخص تھے جو فتویٰ میں مقتدائے خلق تھے اور تقویٰ میں سبقت لے گئے تھے اور جنہوں نے سرعت سرالے اللہ میں چاند کو مات کر دیا تھا اور جن کی دینداری پر خود دین کو رشک ہوتا تھا۔ (یعنی نہایت دیندار تھے اور یہ ایک عنوان عرفی ہے اس مضمون کے ادا کا) غرض کہ وہ اس قدر تو پرہیزگار وظیفے اور نوافل پڑھنے والے تھے مگر باینہمہ ہمیشہ اہل اللہ کو تلاش کرتے تھے رہتے تھے سفر میں بڑا مقصد ان کا یہ ہوتا تھا کہ کسی وقت کسی کامل سے ملاقات ہو جاوے جب وہ سفر کرتے تھے تو یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے اپنے خاص بندوں سے ملا دے اور اے اللہ جن کو میں جانتا ہوں ان کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تو میں کمربستہ اور کجاوہ لادے ہوئے ہوں ہی لیکن جن کو میں نہیں جانتا مجھ محجوب پر تو ان کو مہربان کر دے کہ وہ اپنے کو مجھ پر ظاہر کر دیں۔ اس پر حق سبحانہ ان کے منہ سے جواب سننے کے لئے ان سے فرماتے کہ کیسا عشق اور کیسی پیاس ہے جب تم کو مجھ سے محبت ہے تو غیروں کو کیوں ڈھونڈتے ہو۔ اور جب ہم تمہارے ساتھ ہیں تو آدمیوں کو کیا تلاش کرتے ہو۔ وہ جواب دیتے کہ اے اللہ آپ تو تمام اسرار سے واقف ہیں کوئی بات آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ آپ نے میرے اندر تواضع کی کیفیت پیدا فرما دی ہے اس لئے اگرچہ میں سمندر میں بیٹھا ہوں لیکن پھر بھی میری نظر گھڑے پر ہوتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میں پانی سے محروم ہوں۔ اور گھڑا اس سے لبریز ہے اس لئے اس سے پانی حاصل کرنا چاہئے داؤد کی طرح کچھ اوپر نوے بھیڑیں میرے پاس ہیں مگر باینہمہ اوروں کی بھیڑوں کی خواہش بھی ہے (داؤد علیہ السلام کے جس قصہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ بے اصل ہے بنا بر مشہور اس کا ذکر کیا گیا ہے) آپ کے عشق

www.besturdubooks.wordpress.com

میں جس قدر حرص ہو فخر کی بات ہے اور سراسر عزت ہے اور دیگر امور میں حرص نہایت شرم کی بات اور موجب تباہی ہے مردوں کی خواہش ترقی کی طرف ہوتی ہے اور نامردوں کی رغبت شرمناک باتوں اور بھیک مانگنے وغیرہ کی طرف اور مردوں کی حرص آگے سے تعلق رکھتی ہے اور مخنث کی پیچھے پہنچ جاتی ہے۔ پس ایک کی حرص تو کمال مردی سے ناشی ہے اور دوسرے کی سراسر رسوائی اور نقص ہے۔ یہاں ایک بہت مخفی راز ہے کہ موسیٰ علیہ السلام خضر کی طلب میں جاتے ہیں حالانکہ ہردو کے مراتب میں بہت فرق ہے (اس مقام پر یہ مضمون استطرادی ہے آگے اس کا قصہ صریحاً مذکور ہے اس کے بعد مضمون سابق کی طرف عود ہے) تم کو چاہئے کہ طلب حق سبحانہ سے کبھی دست بردار نہ ہو۔ اور یوں ہی طالب رہو جس طرح استسقاء والا پانی سے سیر نہیں ہوتا۔ اور جس مرتبہ پر پہنچ جاؤ اور خدا کے ساتھ تم کو جس قدر تعلق ہو جاوے اس پر قناعت نہ کرو یاد رکھو کہ یہ درگاہ بے نہایت ہے اس کے صدر مقام پر آدمی کبھی پہنچ ہی نہیں سکتا۔ پس تم مشیخت اور کمال کے خیال کو چھوڑ و اور چلتے رہو۔ یہی مشیخت اور کمال ہے تم کلیم اللہ سے سبق حاصل کرو۔ اور دیکھو کہ وہ فرط اشتیاق میں کیا کہتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

موسیٰ علیہ السلام کے باوجود ان کے کمال نبوت و تقرب حق کے خضر علیہ السلام کو تلاش کرنے کا بھید

از کلیم حق بیاموز اے کریم	ہیں چہ میگوید ز مشتاقے کلیم
اے بھلے! کلیم اللہ سے سیکھ لے	آگاہ! کلیم شوق میں کیا کہہ رہے ہیں؟

یعنی اے کریم کلیم حق سے سیکھو کہ وہ کلیم مشتاقی کی وجہ سے (طلب میں) کیا کہہ رہے ہیں۔

با چنیں جاہ و چنیں پیغمبری	طالب خضرم ز خود بینی بری
ایسے رتبے اور ایسی پیغمبری کے ہوتے ہوئے	میں خضر کا طالب ہوں خود پسندی سے بری ہوں

یعنی باوجود ایسے مرتبہ اور ایسی پیغمبری کے (کہتے ہیں کہ) میں طالب خضرؑ ہوں اور خود بینی سے بری ہوں۔ آگے ایک سوال جواب فرضی نقل فرماتے ہیں کہ مثلاً کوئی موسےٰ علیہ السلام سے یہ کہتا ہے کہ۔

موسیا تو قوم خود را ہشتۂ	در پئے نیکوئے سر گشتۂ
اے موسیٰ! تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا ہے	ایک نیک خصلت کے پیچھے حیران ہو

یعنی اے موسیٰ آپ نے اپنی قوم کو چھوڑا ہے اور اس ایک نیک کے پیچھے سرگشتہ ہو رہے ہو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کیقبادی رستہ از خوف و رجا	چند گردی چند جوئی تا کجا
تم شاہ ہو امید و بیم سے آزاد ہو	کب تک گھومو گے کب تک جستجو کرو گے کہاں تک؟

یعنی آپ تو کیقباد ہیں اور خوف ورجا سے چھوٹے ہوئے ہیں تو آپ کہاں تک پھریں گے اور کہاں تک تلاش کریں گے۔ خوف ورجا مبتدی کی حالت کو کہتے ہیں اور انس ومحبت منتہی کی اور قبض وبسط متوسط کی حالت کو کہتے ہیں تو خوف ورجا سے راستہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ حالت ابتدائی سے چھوٹے ہوئے ہیں اور حالت انتہائی تک پہنچے ہوئے ہیں۔

آن تو باتست وتو واقف بریں	آسمانا چند پیمائے زمین
تمہارا مطلوب تمہارے پاس ہے تم اس سے واقف ہو	اے آسمان! کب تک زمین کی پیائش کرو گے

یعنی تمہاری چیز تو تمہارے ساتھ ہے اور تم اس پر واقف بھی ہو تو اے آسمان تم زمین کو کب تک پیائش کرو گے مطلب یہ کہ تم کامل ہو کر اپنے سے کم درجہ والوں کی طلب میں کیوں پھرتے ہو۔

گفت موسےٰ ایں ملامت کم کنید	آفتاب و ماہ را رہ کم زنید
(حضرت) موسیٰ نے فرمایا یہ ملامت نہ کرو	سورج اور چاند کا راستہ نہ روکو

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ملامت مت کرو۔ اور آفتاب وماہ کی رہزنی مت کرو۔

میروم تا مجمع البحرین من	تا شوم مصحوب سلطان زمن
میں مجمع البحرین تک جاؤں گا	تاکہ شاہ زمانہ کا ساتھی بنوں

یعنی میں مجمع البحرین تک جاؤں گا۔ جب تک کہ میں اس سلطان زمن کا ساتھی نہ ہو جاؤں۔

اجعل الخضر لامری سبباً	ذاک او امضے واسری حقباً
میں (حضرت) خضر کو اپنے معاملہ کا ذریعہ بناؤں گا	یہ ہو یا ایک عرصہ دراز تک چلتا اور پھرتا رہوں گا

یعنی میں خضر کو اپنی بات کے لئے سبب بناؤں گا۔ یا یہ کو چلا جاؤں گا اور سالہا سال تک چلتا رہوں گا۔

سالہا پرم بہ پر و بال ہا	سالہا چہ بود ہزاراں سالہا
میں پر و بال کے ساتھ سالوں اڑتا رہوں گا	(چند) سال کیا ہوتے ہیں ہزاروں سال

یعنی میں سالہا سال تک پر و بال سے اڑوں گا اور سالہا کیا ہزاروں سال تک

می روم یعنی نمی ارزد بدان	عشق جانان کم مدان از عشق نان
میں چلتا رہوں گا یعنی یہ (چلنا) اس (محبوب) کی برابر نہیں	محبوب کے عشق کو روٹی کے عشق سے کم نہ سمجھو

یعنی (ہزاروں سال تک) چلتا رہوں گا یعنی یہ اس کی برابر نہیں ہے اور عشق جاناں کو عشق نان سے کم مت

www.besturdubooks.wordpress.com

جانو۔ مطلب یہ کہ روٹی کے لئے انسان کیسی کیسی طلب کرتا ہے تو اگر حق تعالیٰ کے لئے وہ طلب کرے تو کیا حرج ہے۔

این سخن پایان ندارد ای عمو	داستان آن دقوقی باز گو
اے چچا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے	ان دقوقی کی بات پھر بتا

یعنی یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی ہے اے چچا تو اب تم دقوقی کی داستان پھر بیان کرو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح: الحمد للہ کہ مجھے حق سبحانہ نے اس قدر مرتبہ اور پیغمبری کی اتنی بڑی دولت عطا فرمائی ہے لیکن باایں ہمہ میں طالب خضر ہوں اور خود بینی سے مبرا۔ لوگوں نے ان سے یہ بھی کہا کہ اے موسیٰ تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا اور ایک نیک شخص کی طلب میں سرگرداں ہو۔ آپ تو اپنے وقت کے شہنشاہ ہیں آپ کا مرتبہ خوف ورجا سے جو متدین کی حالت ہے نہایت ارفع ہے بلکہ آپ تو ہیبت اور انس کے درجہ میں ہیں۔ فرمایئے آپ کب تک گھومتے اور تلاش کرتے رہیں گے۔ اور یہ کیفیت کب تک رہے گی آپ کا مطلوب آپ کے پاس ہے اور آپ کو اس کا علم بھی ہے پھر آپ آسمان ہو کر زمین کے گرد کب تک چکر لگائیں گے۔ لیکن انہوں نے یہ جواب دیا کہ صاحبو مجھ پر ملامت نہ کرو۔ اور آفتاب و ماہتاب کے قرآن میں دراندازی مت کرو۔ میں مجمع البحرین پر ضرور جاؤں گا تا کہ میں ایک بادشاہ وقت کی مصاحبت کا شرف حاصل کروں۔ میں خضرؑ کو اپنے مقصود کے تحصیل کا ذریعہ ضرور بناؤں گا پس یا تو وہ مل جائیں گے یا میں گھومتے پھرتے زمانہ گزاردوں گا اور اپنی پوری قوت سے برسوں کوشش کروں گا۔ برسوں کیا بلکہ ہزاروں برسوں تک اس کوشش کو نہ چھوڑوں گا۔ اچھا اب میں جاتا ہوں اب مولانا دریافت فرماتے ہیں کہ تم بتاؤ کہ کیا یہ ان کا جانا نازیبا تھا۔ ہرگز نہیں اس لئے کہ خدا کا عشق روٹی کی محبت سے کم نہیں جب روٹی کے لئے پھرنا گوارا ہوتا ہے اور ناپسند نہیں کیا جاتا تو طلب خدا کے لئے پھرنا گوارا اور ناپسند کیوں ہوگا۔ خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی اب پھر دقوقی کا قصہ بیان کرنا چاہئے۔

شرح شبّیری

دقوقی علیہ الرحمۃ کے قصہ کی طرف رجوع

آن دقوقی رحمۃ اللہ علیہ	گفت سافرت مدی فی خافقیہ
دقوقی رحمۃ اللہ علیہ نے	فرمایا میں نے ایک مدت تک مشرق و مغرب کا سفر کیا

یعنی ان دقوقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک مدت تک اطراف عالم میں سفر کیا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

سال و مہ رفتم سفر از عشق ماہ	بے خبر از راہ و حیران در الٰہ
چاند کے عشق میں سالوں اور مہینوں میں نے سفر کیا	راستہ سے بے خبر تھا اور اللہ (تعالیٰ) میں محو تھا

یعنی میں نے برسوں اور مہینوں تک عشق حق میں سفر کیا ہے کہ میں راہ سے بے خبر تھا اور حق تعالیٰ میں حیران تھا۔

پا برہنہ رفتہ ام برخار و سنگ	زانکہ من حیرانم و بے خویش و رنگ
مٹی اور پتھروں میں ننگے پاؤں چلا ہوں	کیونکہ میں محو اور بے خود اور حیران تھا

یعنی میں پا برہنہ خار و سنگ پر چلا ہوں اور فرمایا ہے کہ میں حیران اور بے خویش اور رنگ ہوں۔

تو مبین ایں پایہا را برزمین	زانکہ بردل میرود عاشق یقین
تو ان پاؤں کو زمین پر نہ سمجھ	کیونکہ عاشق واقعۃً دل (کے بل) پر چلتا ہے

یعنی تم ان پاؤں کو زمین پر مت دیکھو اس لئے کہ عاشق تو یقیناً دل پر چلتا ہے مطلب یہ کہ اس سے شبہ مت کرو کہ پاؤں سے یہ اس قدر مسافت کس طرح طے کر سکے۔ اس لئے کہ عاشق ان پاؤں سے چلتے نہیں بلکہ وہ دل سے چلتے ہیں اور ان کی یہ حالت ہے کہ۔

از رہ و منزل ز کوتاہ و دراز	دل چہ داند کوست مست دلنواز
راستہ اور منزل اور نزدیک اور دور کو	دل کیا جانے کیونکہ وہ دلنواز کا مست ہے

یعنی راستہ اور منزل سے اور کوتاہ و دراز سے دل کیا جانے اس لئے کہ وہ تو دل نواز کا مست ہے۔

این دراز و کوتہ اوصاف تن است	رفتن ارواح دیگر رفتن است
لمبا اور مختصر جسم کے اوصاف ہیں	روحوں کا چلنا دوسرا چلنا ہے

یعنی یہ دراز اور کوتاہ سب اوصاف تن سے ہے اور ارواح کا چلنا اور چلنا ہے (وہ ان ظاہری قدم کے چلنے پر موقوف نہیں ہے) یہاں کسی کو شبہ ہوا کہ بھلا بے پاؤں کے کوئی کس طرح چل سکتا ہے۔ آگے بے پاؤں کے چلنے کی نظیر فرماتے ہیں کہ۔

تو سفر کردی ز نطفہ تا بعقل	نے بگامے بود منزل نے بہ نقل
تو نے نطفہ سے عقل تک سفر کیا	یہ منزل نہ قدم سے (طے) ہوئی نہ نقل ہونے سے

یعنی تم نے نطفہ سے عاقل ہونے تک سفر کیا نہ تو قدم سے تھے یہ (طے) منزل اور نقل سے۔ مطلب یہ کہ نطفہ سے اتنے بڑے بن گئے اور اس قدر مسافت کو طے کر لیا تم ہی بتاؤ کہ کون سے قدم سے طے کیا ہے بس جس طرح وہاں طے کر لیا اسی طرح یہ حضرات بھی بے ان قدموں کے چل سکتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

سیر جان بے چوں بود در دور و دیر	جسم ما از جان بیا موزید سیر
روح کی سیر مسافت اور زمانہ میں بے کیف ہوتی ہے	ہمارے جسم نے روح سے سیر سیکھی ہے

یعنی سیر جان باہر ہوتی ہے اور ہمارے جسم دور و دیر میں جان ہی سے سیر سیکھی ہے دور سے مراد مسافت مکانی اور دیر سے مراد مسافت زمانی مطلب یہ کہ سیر جان سب سے الگ ہوتی ہے اور مسافت زمانی اور مکانی سب جسم کو روح ہی کے بدولت میسر ہیں ورنہ اگر روح نہ ہو تو جسم کیسے مسافت قطع کر سکتا ہے۔

سیر جان ہر کس نہ بیند جان من	لیک سیر جسم باشد بر علن
اے جان من! روح کی سیر ہر شخص نہیں دیکھتا ہے	ہاں جسم کی سیر علی الاعلان ہوتی ہے

یعنی پیارے سیر جان کو ہر شخص نہیں دیکھتا لیکن جسم کی سیر علانیہ ہوتی ہے (اس کو) سب دیکھتے ہیں۔ لہذا ان کو سیر روحانی کو سن کر تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر ہوگئی ورنہ بعید نہیں ہے۔

سیر جسمانہ رہا کرد او کنون	میرود بیچون نہاں در شکل چون
(جسم نے) جسمانی سیر چھوڑ دی وہ اب	پوشیدہ طور پر کیف کی شکل میں بے کیف چلتا ہے

یعنی ان دقوقی نے سیر جسمی کو ترک کر دیا تھا اور اب وہ بے کیف شکل کیف میں چلا کرتے تھے مطلب یہ کہ بظاہر تو وہ قدموں سے چلتے تھے مگر اصل میں وہ ترقی روحانی کیا کرتے تھے۔

گفت روزے می شدم مشتاق دار	تا بہ بینم در بشر انوار یار
(دقوقی نے) فرمایا ایک روز میں مشتاقانہ روانہ ہوا	تاکہ کسی انسان میں یار کے انوار دیکھوں

یعنی انہوں نے کہا ہے کہ ایک روز میں مشتاق کی طرح چلا تاکہ میں بشر میں انوار یار دیکھوں۔

تا بہ بینم قلزمے در قطرۂ	آفتابے درج اندر ذرۂ
تاکہ میں ایک قطرے میں سمندر کو دیکھوں	سورج کو ذرے میں داخل (دیکھوں)

یعنی تاکہ میں ایک قلزم کو ایک قطرہ میں دیکھوں اور ایک آفتاب کو ذرہ کے اندر دیکھوں۔ قلزم سے مراد محبت حق قطرہ سے انسان آفتاب سے بھی حضرت حق اور ذرہ سے انسان تو یہ اس تلاش میں تھے کہ کسی انسان میں تجلی حق دیکھو آگے فرماتے ہیں کہ۔

ایک ساحل کی طرف سات شمعوں کی صورت دکھائی دینا

چون رسیدم سوئے یک ساحل بگام	بود بیگہ گشتہ روز و وقت شام
جب میں پیدل ایک ساحل کی جانب پہنچا	دن بے وقت ہو گیا تھا اور شام کا وقت تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی کہ جب میں ایک ساحل پر پہنچا تو دن سے بے وقت ہو گیا تھا اور شام کا وقت تھا۔

بعد ازان ناگہ چہ دیدیم گوئمیت	تا کہ دانی سر آن از وئمیت
اس کے بعد اچانک میں نے کیا دیکھا؟ میں تجھے بتاتا ہوں	تاکہ تو اس کا راز جان لے میں بڑھ کر بیان کرتا ہوں

یعنی بعد اس کے ناگاہ کیا دیکھا جو کہ میں تجھ سے بیان کرتا ہوں تاکہ تم اس کے بھید کو جان لو۔ اور کچھ زیادہ بیان کروں گا مطلب یہ ہے کہ میں وہ عجیب بات تم سے بیان کروں گا اور اس سے کچھ زائد بھی بیان کروں گا۔

ہفت شمع از دور دیدم ناگہان	اندران ساحل شتابدیدم بدان
میں نے دور سے اچانک سات شمعیں دیکھیں	ان کی وجہ سے میں اس ساحل کی طرف لپکا

یعنی ناگہاں دور سے میں نے سات شمعیں دیکھیں تو اس ساحل میں میں ان کی طرف دوڑا۔

نور و شعلہ ہر یکے شمعے ازان	بر شدہ خوش تا عنان آسمان
ان میں سے ہر ایک شمع کا نور اور شعلہ	آسمان کی فضا تک بہت اونچا تھا

یعنی ہر ایک شمع کا ان میں سے نور اور شعلہ عنان آسمان تک پہنچا ہوا تھا۔

خیرہ گشتم خیر گے ہم خیرہ گشت	موج حیرت عقل را از سر گذشت
میں حیران رہ گیا حیرانی بھی حیران ہو گئی	حیرت کی موج عقل کے اوپر سے گزر گئی

یعنی میں حیران رہ گیا اور حیرانی بھی حیران ہو گئی اور حیرت کی موج عقل کے سر سے گزر گئی۔

کاین چگونہ شمعہا افروخت است	کہ دو دیدہ خلق زینہا دوختہ ست
کہ یہ شمعیں کس طرح سے روشن ہیں؟	کہ مخلوق کی دونوں آنکھیں ان سے بند ہیں

یعنی کہ یہ کیسی شمعیں روشن ہیں کہ جن سے مخلوق کی دونوں آنکھیں سلی ہوئی ہیں۔

خلق جویان چراغے گشتہ بود	پیش آن شمعے کہ برمہ می فزود
مخلوق چراغ کی جستجو میں تھی	ان شمعوں کو ہوتے ہوئے جو چاند سے بڑھی ہوئی تھیں

یعنی مخلوق چراغ تلاش کر رہی تھی سامنے اس شمع کے جو چاند سے سبقت لے گئی تھی (چونکہ وہ نور اولیاء اللہ کا تھا اس لئے ان کو تو مکشوف ہوا مگر ہر ایک کو وہ نظر نہ آتا تھا اور اس کا اولیاء اللہ کا نور ہونا آگے خود معلوم ہوگا بعض محشین نے اس کو اسماء حق کا ظہور کہا ہے اور تاویلیں کی ہیں سب لغو ہے سیدھی بات یہ ہے کہ وہ سات اولیاء اللہ جن کا ذکر آگے آوے گا انہیں کا یہ نور بھی تھا۔

چشم بندی بد عجب بر دیدہ ہا	بند شان میکرد یہدی من یشاء
آنکھوں پر عجیب چشم بندی تھی	ان کی بندش وہ کر رہا تھا جو جس کو چاہے ہدایت دے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی آنکھوں پر ایک عجیب پردہ تھا کہ ان کو وہ ذات بند کرتی تھی جو کہ یہدی من یشاء ویفعل من یشاء ہے یعنی جس کی یہ شان ہے اس نے وہ پردے آنکھوں پر ڈال رکھے تھے۔

ان سات شمعوں کا ایک ہو جانا

باز میدیدم کہ شد ہفت آں یک	مے شکافد نور او جیب فلک
پھر میں نے دیکھا کہ وہ سات (شمعیں) ایک ہو گئیں	اس کا نور آسمان کا گریبان پھاڑ رہا تھا

یعنی پھر میں نے دیکھا کہ وہ سات ایک ہو گئیں کہ اس کا نور جیب فلک کو پھاڑے ڈالتا ہے۔

باز آن یکبار دیگر ہفت شد	مستی و حیرانی من زفت شد
پھر وہ ایک دوبارہ سات ہو گئی	میری مستی اور حیرانی سخت ہو گئی

یعنی پھر وہ ایکبار ہی سات ہو گئیں اور میری مستی اور حیرانی عظیم ہو گئی۔

اتصالاتے میان شمعہا	کہ نیاید بر زبان و گفت ما
شمعوں میں وہ جوڑ تھا	جو کہ زبان اور گفتگو میں نہیں آ سکتا

یعنی وہ اتصالات درمیان ان شمعوں کے ہماری زبان اور گفتگو میں آ نہیں سکتے۔

آنکہ یک دیدن کند ادراک آن	سالہا نتوان نمودن از زبان
ایک نظر جو کچھ محسوس کر لیتی ہے	زبان سے اس کو سالوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا

یعنی وہ بات کہ ایک دیکھنا اس کا ادراک کر لیتا ہے سالہا سال تک اس کو زبان سے بیان نہیں کر سکتے۔ مطلب یہ کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ اگر بیان بھی کیا جائے تو وہ حالت جو ذوقی کے دیکھنے کے وقت ہوئی تھی کب ہو سکتی ہے۔

آنکہ یکدم بیندش ادراک و ہوش	سالہا نتوان شنیدن آن بگوش
جس کو علم و ہوش ایک دم دیکھ لیتا ہے	اس کو کانوں کے ذریعہ سالوں میں نہیں سنا جا سکتا

یعنی وہ چیز کہ ایکدم میں اس کو ادراک وہوش دیکھ لیتا ہے سالہا سال میں بھی اس کو کان تک (اس طرح) نہیں کر سکے۔

چونکہ پایانے ندارد روا لیک	زانکہ لا احصے ثناء ما علیک
چونکہ یہ بات لامحدود ہے جا پرے ہٹ	اس لئے کہ میں تھوڑی سی تعریف کا بھی تیرے لئے احاطہ نہیں کر سکا

یعنی جبکہ یہ انتہا نہیں رکھتا تو تم اپنی طرف جاؤ۔ (یعنی چپ رہو) اس لئے کہ لا احصی ثناء علیک (ارشاد ہے تو تم کہاں سے بیان کر سکتے ہوں)

www.besturdubooks.wordpress.com

پیشتر رفتم دوان کان شمعہا	تا چہ چیزست از نشان کبریا
میں دوڑتا ہوا آگے بڑھا کہ وہ شمعیں	اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے کیا چیز ہیں؟

یعنی میں آگے کو دوڑتا ہوا چلا کہ وہ شمعیں آخر کہاں ہیں نشان کبریا سے

میشدم مدہوش و بیخویش و خراب	تا بیفتادم ز تعجیل و شتاب
میں بے ہوش اور بے خود اور خستہ ہو گیا	یہاں تک کہ میں عجلت اور جلدی میں گر پڑا

یعنی میں مدہوش اور بیخود اور خراب ہو گیا یہاں تک کہ جلدی اور دوڑنے کی وجہ سے گر بھی پڑا۔

ساعتے بیہوش و بے عقل اندرین	او فتادم بر سر خاک زمین
تھوڑی دیر بیہوش اور بے عقل اس (حالت) میں	میں زمین کی خاک پر پڑا رہا

یعنی ایک گھڑی بے عقل و بے ہوش اسی حالت میں خاک زمین پر پڑا رہا۔

باز باہوش آمدم برخاستم	در روش گوئی نہ سرنے پاستم
پھر میں ہوش میں آیا اٹھا	رفتار میں گویا نہ میرے سر تھا نہ پاؤں

یعنی پھر میں ہوش میں اور چلنے میں اٹھا گویا کہ میرے نہ سر تھا اور نہ پاؤں (غرض کہ عجب حال تھا)

اس شیخ کی نظر میں ان شمعوں کا سات آدمی دکھائی دینا

ہفت شمع اندر نظر شد ہفت مرد	نورشان می شد بہ سقف لاجورد
دیکھنے میں سات شمعیں سات مرد بن گئے	ان کا نور نیلگوں چھت (آسمان) تک پہنچ رہا تھا

یعنی سات شمعیں دیکھنے میں سات آدمی ہو گئے کہ ان کا نور آسمان سے گزرتا تھا۔

پیش آن انوار نور روز درد	از صلابت نور ہا را مے سترد
ان نوروں کے سامنے دن کا نور (بھی) ماند تھا	شدت کی وجہ سے (اور) نوروں کا صفایا کر رہا تھا

یعنی ان انوار کے آگے نور روز بھی درد تھا۔ اور تیزی کی وجہ سے نوروں کو زائل کرتی تھی۔

باز حیران گشتم اندر صنع رب	کاینچنین چون شد چگونہ است اے عجب
میں پھر خدا کی کاریگری میں حیران ہو گیا	تعجب ہے کہ یہ کیسے ہوا؟ کیسے ہے؟

یعنی میں پھر صنعت حق میں حیران ہوا کہ اس طرح کیونکر ہو گیا اور تعجب ہے کہ کس طرح ہو گیا۔

پیشتر رفتم کہ نیکو بنگرم	تا چہ حالست اینکہ میگردد سرم
میں آگے گیا تاکہ اچھی طرح دیکھوں	کہ یہ کیا حال ہے کہ میرا سر چکرا رہا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنے کہ میں آگے چلاتا کہ اچھی طرح دیکھ لوں کہ کیا حال ہے آیا میرا سر پھر رہا ہے۔

شرح شبّیری

پھر ان سات آدمیوں کا سات درخت ہو جانا

باز ہر یک مرد شد شکل درخت	چشم از سبزی ایشاں نیک بخت
پھر ہر مرد ایک درخت کی شکل ہو گیا	ان کی سبزی سے آنکھ بہرہ مند تھی

یعنی پھر ہر ایک آدمی درخت کی شکل بن گیا کہ آنکھ ان کی سبزی سے ٹھنڈی ہوئی تھی۔

زانبہے برگ پیدا نیست شاخ	برگ ہم گم گشتہ از میوہ فراخ
پتوں کی کثرت سے شاخ نظر نہیں آتی	میوے کی کثرت سے پتے بھی گم ہو گئے تھے

یعنی پتوں کی زیادتی کی وجہ سے تو شاخ ظاہر نہ تھی اور میوہ کی زیادتی کی وجہ سے پتے بھی گم ہو گئے تھے۔

ہر درختے شاخ بر سدرہ زدہ	سدرہ چہ بود از خلا بیروں شدہ
ہر درخت نے شاخ سدرہ تک پہنچائی ہے	سدرہ کیا ہوتا ہے خلا سے بھی باہر نکل گئی ہے

یعنی ہر شاخ (اس قدر بلند تھی کہ) سدرہ سے نکلی ہوئی اور سدرہ کیا لامکان سے باہر نکلی ہوئی تھی۔

بیخ ہر یک رفتہ در قعر زمین	زیر تر از گاؤ ماہی بد یقین
ہر ایک کی جڑ زمین کی گہرائی میں تھی	جو یقینا مچھلی اور گائے سے بھی نیچے تھی

یعنی جڑ ہر ایک کی قعر زمین تک گئی ہوئی اور گائے اور مچھلی سے بھی یقینا نیچے تھی۔ مشہور ہے کہ ساتوں زمینوں کے نیچے ایک گائے اور ایک مچھلی ہے تو مولانا بھی اسی بناء مشہور پر فرماتے ہیں کہ ان کی جڑ اس گائے اور مچھلی سے بھی نیچے پہنچی تھی یعنی بہت ہی نیچے تک تھی۔

بیخ شاں از شاخ خنداں روئی تر	عقل ازاں اشکال شان زیر و زبر
ان کی جڑ شاخ سے بھی زیادہ پر رونق اور تر و تازہ تھی	ان کی شکلوں سے عقل درہم برہم تھی

یعنی ان کی جڑ شاخ سے زیادہ ہنستی ہوئی تو عقل ان کی اشکال سے زیر و زبر (حیران) تھی مطلب یہ کہ جڑ اکثر بھدی ہوتی ہے مگر ان کی جڑ بھی بہت ہی خوبصورت تھی۔

میوہ کہ برشگافیدے ز زور	ہمچو آب از میوہ جستے برق نور
زور میں آ کر جو پھل پھٹتا تھا	پانی کی طرح نور کے کوندے پھل سے چھٹتے تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جو میوہ کہ عیانا پھٹتا تو پانی کی اس کے اندر سے اس کا نور نکلتا۔

شرح حبیبی

دقوقی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں ایک عرصہ تک اطراف عالم میں پھرتا اور سفر کرتا رہا۔ اور حالت یہ تھی کہ میں باوجودیکہ برسوں سفر کرتا رہا۔ مگر راہ حق کی محبت کے سبب مجھے راستہ کی کچھ خبر نہ تھی اور میں حق سبحانہ کی ذات میں بالکل محو تھا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ جب ان سے کوئی کہتا کہ آپ کانٹوں اور کنکروں پتھروں میں ننگے پاؤں چلتے ہیں تو وہ یہ جواب دیتے کہ مجھ پر حیرت غالب ہے اور میں آپے میں نہیں ہوں۔ اور بالکل متحیر ہوں مجھے نہ کانٹوں کی خبر ہوتی ہے نہ کنکروں پتھروں کی۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ لوگو تم ان کے پاؤں کو زمین پر نہ دیکھو اس لئے کہ عاشق خدا گو بظاہر زمین پر چلتا ہے مگر حقیقت میں وہ دل پر چلتا اور منازل باطنیہ کو طے کرتا ہے اور متعارف راستہ اور متعارف منزل اور دور اور پاس سے دل کو کیا واسطہ۔ کیونکہ وہ تو حق سبحانہ کا مست اور لطیفہ غیبی ہے اور لمبا اور مختصر تو اوصاف جسمانیت سے ہیں۔ سیر روحانی تو اور ہی قسم کی ہے اس میں نہ کانٹے لگتے ہیں نہ کنکریں چبھتی ہیں نہ راہ کی درازی اور کوتاہی محسوس ہوتی ہے دیکھو تم نے نطفہ سے عقل تک سفر کیا یعنی ایک وقت میں تم نطفہ تھے پھر عاقل ہو گئے لیکن نہ یہ مسافت قدم سے طے ہوئی ہے نہ انتقال مکانی سے بس سیر الی اللہ کو اسی پر قیاس کر لو۔ روح چونکہ مجردات سے ہے اس لئے اس کی سیر بیچون اور بے کیف ہے تم روح کی سیر کا انکار نہ کرنا اسلئے کہ ہمارے جسم نے یہ زمان و مکان میں چلنا اسی سے سیکھا ہے کیونکہ وہی محرک ہے پھر اس کی سیر میں کیا استبعاد ہے۔ اتنی بات ضرور ہے کہ روح چونکہ خود غیر محسوس ہے اس لئے اس کی سیر بھی ہر ایک کو محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن اس کے برخلاف جسم محسوس ہے اس لئے اس کی رفتار بھی محسوس ہوتی ہے اب دقوقی محض سیر جسمانی کو چھوڑ چکا ہے بلکہ اسی سیر جسمانی کے پردہ میں وہ سیر روحانی کر رہا ہے اس لئے نہ اس کو کانٹے کی خبر ہوتی ہے نہ کنکری نہ قرب راہ کی نہ بعد راہ کی خیر یہ تو ضمنی گفتگو تھی اب ہم پھر اصل قصہ کی طرف عود کرتے ہیں سنو انہوں نے کہا کہ میں ایک دم مشتاقانہ جا رہا تھا تا کہ کسی شخص کے اندر انوار حق سبحانہ مشاہدہ کروں اور تا کہ ایک قطرہ کے اندر قلزم اور ایک ذرہ کے اندر آفتاب دیکھوں جب میں چلتے چلتے ساحل تک پہنچا تو دن بے وقت ہو چکا تھا اور شام ہو گئی تھی اتنے میں میں نے اچانک دور سے سات شمعیں دیکھیں یہ دیکھ کر میں ان کی طرف چلا ایک شمع کے نور اور شعلہ کی یہ حالت تھی کہ آسمان تک پہنچتا تھا۔ یہ دیکھ کر میں متحیر ہو گیا میں کیا متحیر ہو گیا خود میری حیرت بھی متحیر ہو گئی اور دریائے حیرت کی موج عقل کے سر سے گزر گئی میں سوچتا تھا کہ کیسی شمعیں روشن ہیں اور لوگوں کی آنکھیں بند ہیں ان کو دکھلائی نہیں دیتیں کیونکہ لوگ ان شمعوں کے ہوتے ہوئے جو چاند سے بھی بڑھی ہوئی تھیں کسی ٹمٹمانے والے چراغ کو تلاش کر رہے تھے اور ان کی آنکھوں کی عجیب طرح سے نظر بندی کی ہوئی تھی تم جانتے ہو کہ وہ نظر

www.besturdubooks.wordpress.com

بندی کس نے کر رکھی تھی سنو وہ نظر بندی حق سبحانہ کی صفت اضلال نے کر رکھی تھی۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ ساتوں شمعیں ایک بن گئیں اور اس کا نور اس قدر تیز ہوا کہ آسمان کے پار جاتا تھا پھر میں نے دیکھا کہ وہ پھر سات ہو گئیں۔ اب تو میری بیخودی اور حیرانی اور بھی بڑھ گئی ان شمعوں کے درمیان جو اتصالات اور ارتباطات تھے ہماری زبان اور الفاظ ان کی حقیقت کے بیان کرنے کے لئے ناکافی ہیں اور صرف دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ جس حقیقت کا ادراک ایک نظر کر سکتی ہے اس کو برسوں میں بھی زبان سے ظاہر نہیں کیا جا سکتا اور جو امر فہم سلیم سے ایک دم میں معلوم ہو سکتا ہے اس کو کان میں برسوں بھی نہیں پہنچایا جا سکتا۔ چونکہ اس کا بیان بے انتہا ہے لہٰذا تم جاؤ اپنا کام کرو۔ ہمارے پیچھے نہ پڑو کیونکہ اس کے ذرا سے بھی اوصاف تمہارے سامنے بیان نہیں کر سکتے۔ خیر میں آگے بڑھا کر دیکھوں تو سہی یہ خدا کی کیسی نشانی ہے میں مدہوش اور بیخود اور خستہ حال جا رہا تھا حتیٰ کہ میں جلدی کے مارے گر بھی گیا۔ کچھ دیر تک تو میں بے ہوش وحواس زمین پر پڑا رہا اس کے بعد مجھے ہوش آیا۔ تو میں اٹھا اور یوں چلا کہ مجھے نہ سر کی خبر تھی نہ پاؤں کی اتنے میں وہ سات شمعیں سات آدمی دکھلائی دینے لگے ان کے نور کی بھی یہی حالت تھی کہ آسمان تک پہنچتا تھا ان کے نور کے سامنے دن کا نور مکدر معلوم ہوتا تھا وہ اپنی قوت سے تمام نوروں کو فنا کئے دیتا تھا۔ یہ دیکھ کر میں حق سبحانہ کی صنعت میں اور بھی حیران ہو گیا۔ کہ یہ قصہ کیا ہے اور یہ معاملہ کیونکر ہے میں اور آگے بڑھا کہ دیکھو کیا حال ہے۔ جس کے سبب سے میرا دماغ چکرا رہا ہے اس کے بعد ہر ایک شخص ایک درخت بن گیا جس کی سبزی سے آنکھوں کو سرور حاصل ہوتا تھا اور پتے اس قدر کثرت سے تھے کہ شاخیں نظر نہ آتی تھیں اور بڑے بڑے میوؤں کے اندر پتے بھی چھپ گئے تھے اور اونچے اس قدر تھے کہ ہر درخت کی شاخ سدرۃ المنتہیٰ سے ٹکراتی تھی۔ سدرہ کیا آسمانوں سے اوپر خلا میں پہنچتی تھی اور جڑ کی یہ حالت تھی کہ زمین کی تہ تک اور گاؤ زمین اور ماہی زمین کے نیچے پہنچی ہوئی تھی ایک عجیب بات یہ تھی کہ ان کی جڑ شاخوں سے بھی زیادہ دلچسپ تھی ان صورتوں کو دیکھ کر عقل الٹ پلٹ ہوتی تھی اور کچھ راز سمجھ میں نہ آتا تھا۔ جو میوہ پھٹتا تھا عرق کی طرح اس میں سے نور نکلتا تھا۔

شرح شبیری

ان درختوں کا لوگوں کی آنکھوں سے مخفی ہونا

ایں عجب تر کہ برایشاں میگذشت	صد ہزاران خلق از صحرا و دشت
یہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز تھا کہ ان پر گزرتے	جنگل اور میدان سے لاکھوں انسان

یعنی یہ عجیب بات تھی کہ ان پر لاکھوں مخلوق صحرا و دشت سے گزرتی تھی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ز آرزوئے سایہ جان می باختند	از گلیمے سایبان مے ساختند
سایہ کی تمنا میں جان کی بازی لگاتے تھے	کمبلوں کے سائبان بناتے تھے

یعنی سایہ کی آرزو میں جانبازی کرتے تھے اور کمبل کا سائبان بناتے تھے۔

سایۂ آن را نمی دیدند ہیچ	صد تفو بر دیدہائے پیچ پیچ
وہ ان (درختوں) کا سایہ بالکل نہ دیکھتے تھے	ایسی کج آنکھوں پر سو بار تف ہے

یعنی وہ لوگ اس درخت کے سایہ کو بالکل نہ دیکھتے تھے تو ایسی پیچ در پیچ آنکھوں پر سو تف ہے

ختم کردہ قہر حق بر دیدہا	کہ نہ بیند ماہ را بیند سہا
اللہ (تعالیٰ) کے قہر نے آنکھوں پر مہر لگا دی تھی	کہ چاند کو نہ دیکھیں سہا کو دیکھ لیں

یعنی حق تعالیٰ کے قہر نے آنکھوں پر مہر کر رکھی ہے کہ چاند کو دیکھتے نہیں ہیں اور سہا کو دیکھتے ہیں۔ سہا نام ہے ایک ستارہ کا جو بنات النعش کے ساتھ ایک بہت ہی ذرا سا ستارہ ہے مطلب یہ ہے کہ ناقص چیزوں پر تو نظر پڑتی ہے اور کامل پر نظر نہیں پڑتی۔ آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ۔

ذرہ را بیند و خورشید نے	لیک از لطف و کرم نومید نے
ذرہ کو دیکھ لیں اور سورج کو نہ دیکھیں	لیکن لطف اور کرم سے ناامید بھی نہیں

یعنی ذرہ کو دیکھتے ہیں اور خورشید کو نہیں لیکن لطف وکرم (حق) سے ناامید (بھی) نہیں ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر چہ بصیرت حاصل نہیں ہے مگر پھر بھی ان کو بھی لطف حق سے ناامیدی نہیں ہے اور یہ حالت تھی کہ۔

کاروانہا بے نوا وین میوہا	پختہ مے ریزد چہ سحرست اے خدا
قافلے مفلس اور یہ پھل	پکے گر رہے ہیں اے اللہ یہ کیسا جادو ہے؟

یعنی قافلے بےتوشہ کے ہیں اور یہ میوے پختہ گر رہے ہیں اے اللہ کیا سحر ہے۔

سیب پوسیدہ ہمی چیدند خلق	درہم افتادہ بہ یغما خشک حلق
لوگ سڑے ہوئے سیب چن رہے تھے	لوٹ مار میں پیاسے باہم لڑ رہے تھے

یعنی مخلوق بوسیدہ سیبوں کو چنتی تھی اور لوٹ میں خشک حلق ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔

گفت ہر برگ و شگوفہ آن غصون	دمبدم یا لیت قومی یعلمون
ان شاخوں کا ہر پتہ اور کلی کہہ رہی تھی	ہر وقت کاش میری قوم جان لیتی

یعنی ہر پتا اور شگوفہ ان شاخوں کا دمبدم کہتا تھا کہ کاش میری قوم سمجھے۔ مطلب یہ کہ چونکہ یہ تو آدمی تھے اس

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے یہ کہتے تھے کہ دیکھو یہ لوگ فیض حاصل نہیں کرتے کاش اگر یہ ہماری حقیقت سے واقف ہوتے تو مستفیض ہوتے۔

بانگ می آمد ز سوے ہر درخت	سوئے ما آئید خلق شور بخت
ہر درخت کی جانب سے آواز آ رہی تھی	بدبخت لوگو! ہماری طرف آؤ

یعنی ہر درخت کی طرف سے آواز آتی تھی کہ اے شور بخت لوگو ہماری طرف آؤ ممکن ہے یہ آواز آتی ہو اور لوگ نہ سن سکتے ہوں۔

بانگ می آمد ز غیرت بر شجر	چشم شاں بستیم کلا لاوزر
درخت کو غیرت (خداوندی) کی جانب سے آواز آئی	ہم نے ان کی آنکھیں بند کر دی ہیں ہرگز ٹھکانہ نہیں ہے

یعنی شجر پر غیرت (حق) کی وجہ سے آواز آتی تھی کہ ہم نے ان کی آنکھیں بند کر دی ہیں تو اب کوئی بوجھ نہیں ہے مطلب یہ کہ جب وہ شجر لوگوں کو اپنی طرف بلاتے تھے تو غیب سے ان کو آواز آتی تھی کہ بلانے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔اس لئے کہ ہم نے ان کی آنکھیں بند کر دی ہیں۔یہ تمہارے انوار و برکات کو دیکھ نہیں سکتے۔

گر کسے میگفت شاں زیں سو روید	تا ازیں اشجار مستعد شوید
اگر ان سے کوئی کہتا تھا کہ اس جانب جاؤ	تاکہ تم ان درختوں سے منتفع ہو

یعنی اگر کوئی ان لوگوں سے کہتا کہ اس طرف دوڑو تا کہ ان اشجار سے سعادت حاصل کرنے والے ہو۔ گر کسے میگفت میں کسے سے مراد خود دقوقی ہی ہیں اول سے تو اپنے کو متکلم کے صغیہ سے تعبیر کر رہے تھے یہاں صنعت التفات ہے۔

جملہ می گفتند کایں مسکین مست	از قضاء اللہ دیوانہ شد است
سب کہتے تھے کہ یہ بیچارہ مدہوش	اللہ کے حکم سے دیوانہ ہو گیا ہے

یعنی سارے کہتے ہیں کہ یہ بیچارہ مست قضا الٰہی سے دیوانہ ہو گیا ہے (اور کہتے کہ)

مغز ایں مسکین ز سودائے دراز	وز ریاضت گشت فاسد چون پیاز
اس بیچارے کا دماغ طویل وہم سے	اور مجاہدے سے پیاز کی طرح سڑ گیا ہے

یعنی اس بیچارہ کا دماغ سودائے دراز اور ریاضت کی وجہ سے پیاز کی طرح فاسد ہو گیا ہے مطلب یہ کہ جب یہ لوگوں کو ان کے برکات حاصل کرنے کو بلاتے تو وہ لوگ ان کو دیوانہ بتاتے اور ان کی یہ حالت تھی جس کو فرماتے ہیں کہ۔

او عجب می ماند یارب حال چیست	خلق را ایں پردۂ اضلال چیست
وہ تعجب میں رہ جاتا اے خدا! یہ کیا حال ہے؟	لوگوں (کی عقل) پر یہ پردہ اور گمراہی کیسی ہے؟

یعنی وہ کہتے کہ اے اللہ یہ حال کیا ہے اور خلق کے لئے یہ کیا اضلال کا پردہ ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

خلق گوناگوں باصد رائے و عقل	یک قدم اینسو نمی آرند نقل
مختلف قسم کے لوگ سینکڑوں رائے اور عقل کے ہوتے ہوئے	اس جانب ایک قدم نہیں بڑھاتے ہیں

یعنی قسم قسم کی مخلوق باوجود سو رائے اور عقل کے اس طرف کو ایک قدم بھی نقل (کرکے) نہیں لاتے۔

عاقلان و زیرکان شاں ز اتفاق	گشتہ منکر زاینچنیں باغے و عاق
ان میں سے سمجھدار اور ذہین بالاتفاق	ایسے باغ کے منکر اور نافرمان بن گئے

یعنی ان کے عاقل اور زیرک سب بالاتفاق ایسے باغ سے منکر اور عاق ہوگئے ہیں۔

یا منم دیوانہ و حیراں شدہ	دیو چیزے مر مرا برسر زدہ
یا میں ہی دیوانہ اور پاگل ہو گیا ہوں	شیطان نے کچھ مجھ پر مسلط کر دیا ہے

یعنی ان کے عاقل اور زیرک سب بالاتفاق ایسے باغ سے منکر اور عاق ہوگئے ہیں۔

چشم می مالم بہر لحظہ کہ من	خواب بینم یا خیال اندر زمن
میں ہر دم آنکھیں ملتا ہوں کہ میں	دنیا میں خواب دیکھ رہا ہوں یا خیال محض ہے

یعنی میں ہر لحظہ آنکھ ملتا ہوں کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں یا کوئی خیال ہے زمانہ میں مطلب یہ کہ وہ لوگ ان کو بیوقوف بتاتے اور یہ تعجب کرتے کہ دیکھو ایسا نفیس باغ ہے اور افسوس ہے کہ یہ لوگ منکر ہیں مگر پھر شبہ ہوتا ہے تو سوچتے کہ کہیں میں ہی دیوانہ تو نہیں ہوگیا یا کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا مگر پھر کہتے ہیں کہ۔

خواب چہ بود بر درختاں میروم	میوہا شاں می خورم چوں نگروم
خواب کیا ہوتا ہے میں درختوں پر گھوم رہا ہوں	میں ان کے پھل کھا رہا ہوں گرویدہ کیسے نہ ہوں؟

یعنی خواب کیا ہوتا ہے میں تو درختوں کے پاس چل رہا ہوں اور ان کے میوے کھا رہا ہوں پھر کس طرح گرویدہ نہ ہوں یعنی جب درختوں کے پاس ہوں اور ان کے میوے کھاتا ہوں تو پھر کیسے شبہ کروں مگر پھر فرماتے ہیں کہ

باز چوں من بنگرم در منکراں	کہ ہمی گیرند زیں بستان کراں
پھر جب میں منکروں کو دیکھتا ہوں	کہ وہ اس باغ سے کنارہ کر رہے ہیں

یعنی پھر جب میں منکروں میں نظر کرتا ہوں کہ اس باغ سے کنارہ کشی کرتے ہیں۔

با کمال احتیاج و افتقار	ز آرزوئے نیم غورہ جان سپار
پوری احتیاج اور ضرورت کے باوجود	ادھ کچرے پھلوں کی آرزو میں جان کھوتے ہوئے

یعنی باوجود کمال احتیاج و افتقار اور آدھے کچے انگور کی آروز میں جان دینے والے

www.besturdubooks.wordpress.com

زاشتیاق وحرص یک برگ درخت	مے زنند ایں بینوایاں آہ سخت
درخت کے ایک پتے کے شوق اور حرص میں	یہ بے سہارا سخت آہیں بھر رہے ہیں

یعنی درخت کے ایک پتے کے اشتیاق اور حرص کی وجہ سے یہ بینوا لوگ آہ سخت کرتے ہیں۔

در ہزیمت زیں درخت وزیں ثمار	ایں خلائق صد ہزار اندر ہزار
ان درختوں اور پھلوں سے بھیجے بنے ہوئے	یہ لوگ لکھوکھا

یعنی ان درختوں اور پھلوں سے یہ لاکھوں مخلوق ہزیمت میں ہے مطلب یہ کہ ان کو شبہ ہوا کہ شاید ان پھلوں وغیرہ سے ان کو استغنا ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لوگ تو ذرا ذرا سی چیزوں پر جان دے دیتے ہیں پھر یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ ایسے پھلوں اور درختوں سے ان کو استغنا ہو لیکن پھر ان کو حیرت ہوتی ہے اور کہتے ہیں کہ

باز میگویم عجب من بے خودم	دست بر شاخ خیالے در زدم
پھر میں کہتا ہوں (کہ) میں عجب بیہوش ہوں	ایک خیالی شاخ کو پکڑ رہا ہوں

یعنی پھر میں کہتا ہوں کہ میں عجب بے خود ہوں کہ ایک خیالے شاخ پر ہاتھ مارتا ہوں۔ مطلب یہ کہ ان کو شبہ ہوتا ہے کہ شاید میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں یہ سب خیال ہی ہو تو کیا عجب ہے اب آگے فرماتے ہیں کہ یہ جو ہم کو تعجب ہو گیا ہے اس سے تعجب مت کرنا اس لئے ایسے وقت میں انبیاء کو شبہ بھی پڑ گیا ہے اس کو آیت اذا استیئاس الرسل وظنوا انھم قد کذبوا سے ثابت فرماتے ہیں اول اس کو دیسے سمجھ لو پھر اشعار سے سمجھ میں آجاوے گا فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں ہے کہ اذا استیئاس الرسل وظنوا انھم قد کذبوا میں دو قرائین ہیں اور دونوں متواتر ہیں ایک تو بہ تشدید الذال المعجمہ اس میں تو کوئی شبہ نہیں اس کی تفسیر تو ظاہر ہے کہ رسول مایوس ہو گئے اور انہوں نے گمان کر لیا کہ وہ (کفار کی طرف سے) تکذیب کئے گئے ہیں دوسری قرأت تخفیف الذال ہے۔ اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ حضرت عائشہؓ تو سرے سے اس قرأت ہی کا انکار کرتی ہیں مگر حضرت ابن عباسؓ اس کی تفسیر فرماتے ہیں اور وہی یہاں مقصود ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ظنوا میں ضمیر رسل کی طرف ہے اور معنی یہ ہیں کہ وہ مایوس ہو گئے اور گمان کر لیا کہ وہ جھوٹ بولے گئے ہیں یعنی ان سے جو نصر کا وعدہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے وہ غلط ہوا ہے۔ اب یہاں یہ اشکال رہا کہ بھلا انبیاء کو کس طرح یہ گمان ہو سکتا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا وسوسہ ہوتا تھا گمان سے یہی مراد ہے کہ ان کو وسوسہ ہوتا تھا باقی ان کو ظن بالیقین ہرگز نہ تھا اور وسوسہ میں شریعت نے کوئی مواخذہ یا گناہ وغیرہ کچھ رکھا ہی نہیں ہے تو اب صاف ہو گیا۔ پس فرماتے ہیں کہ جس طرح کہ وہ مایوس ہو گئے تھے اور شبہ میں پڑ گئے تھے اگرچہ درجہ وسوسہ ہی میں سہی مگر ہوا تو اسی طرح ان لوگوں کے انکار سے وقتی کو بھی شبہ پڑ گیا تھا کہ شاید مجھ ہی کو غلط دکھائی دیتا ہو اب اشعار سے سمجھ لو فرماتے ہیں کہ۔

ہیں بخواں استیاس الرسل اے عمو	تا بظنوا انہم قد کذبوا
ہاں اے چچا استیاس الرسل پڑھ	ظنوا انہم قد کذبوا تک

یعنی اے چچا اذا استیاس الرسل کو ظنوا انہم قد کذبوا تک پڑھ لو۔

ایں قرات خواں کہ تخیف کذب	ایں بود کہ خویش بیند محتجب
یہ قرآت پڑھ کیونکہ کذب کو تخیف سے پڑھنا	یہ ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو محجوب دیکھے

یعنی اس قرأت کو کذب کی تخفیف سے پڑھو اور یہی ہوا کرتا ہے کہ اپنے کو محجوب دیکھا ہے یعنی اسی طرح شبہ پڑ جاتا ہے کہ اپنے کو انسان اس طرف سے مردود و مطرود خیال کرنے لگتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ بس جی جب یہ اتنے لوگ تکذیب کر رہے ہیں تو شاید یہ سب غلط ہی ہو مگر یہ یاد رہے کہ یہ سب درجہ وسوسہ میں ہوتا ہے یقین نہیں ہوتا۔

در گمان افتاد جان انبیا	ز اتفاق منکرے از اشقیا
انبیاء کی جانٗ شک میں پڑ گئی	بدبخت منکروں کے باہم متفق ہو جانے سے

یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام کی جان اشقیاء کے بالاتفاق انکار کرنے سے شک میں پڑ گئی۔ یعنی جب سب منکر ہوئے تو ان کو بھی شک ہو گیا اور وسوسہ ہوا کہ کہیں سارے وعدے حق تعالیٰ کے غلط تو نہ تھے۔

جاء ہم بعد التشکک نصرنا	ترک شاں گو بر درخت جان برآ
شک میں پڑ جانے کے بعد ان کے پاس ہماری مدد پہنچی	ان کو چھوڑ روح کے درخت پر آ

یعنی شک کے بعد ان کے پاس ہماری مدد آئی تو تم ان کو چھوڑو اور درخت جان پر آؤ۔ مطلب یہ کہ جب انبیاء کو وسوسہ ہوا تو اس کے بعد ان کے پاس مدد پہنچ گئی یہ تو وہ استدلال تھا اب آگے آواز غیبی ان دقوقی کو آتی ہے کہ ارے ان لوگوں کو چھوڑو اور درخت جان اور درخت حیات پر آؤ اور ارشاد ہوتا ہے کہ۔

میخور و میدہ بداں کش روزی است	ہر دم و ہر لحظہ سحر آموزی است
کھا اور اس کو دے جس کا مقدر ہے	ہر وقت اور ہر لحظہ عجائب کا سکھانا ہے

یعنی کھاتا رہ اور دیتا رہ جس کی روزی ہے ہر دم اور ہر لحظہ سحر آموزی ہے مطلب یہ کہ اے دقوقی تم خود کھاؤ اور جو اس کے اہل ہوں ان کو کھلاؤ اور فیوض اور برکات پہنچاؤ۔ باقی نااہلوں کو تو سحر ہے کہ ان کو کبھی بھی دکھائی نہ دے گا جب ان کو یہ آواز آتی تھی تو اس طرح آتی تھی کہ لوگ بھی سنتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ۔

خلق گویاں اے عجب ایں بانگ چیست	چونکہ صحرا از درخت و بر تہیست
لوگ کہتے ہے ہائے تعجب یہ آواز کیسی ہے؟	جبکہ جنگل درختوں اور پھلوں سے خالی ہے

یعنی لوگ کہتے تھے کہ تعجب ہے کہ یہ آواز کیا ہے جبکہ جنگل درخت و پھل سے خالی ہے یعنی لوگ کہتے تھے کہ اس جنگل میں

www.besturdubooks.wordpress.com

نہ کوئی درخت ہے نہ میوہ ہے اور آواز آرہی ہے کہ کھاؤ اور تعجب تو یہ ہے کہ یہ آواز کیسی ہے۔ اور کہاں سے اور کہتے تھے کہ۔

گیج گشتیم از دم سو دائیان	کہ بہ نزدیک شما باغ اوست خوان
ہم (ان) دیوانوں کی باتوں سے احمق بن گئے	کہ تمہارے نزدیک باغ اور خوان ہے

یعنی ہم ان دیوانوں کی ان آوازوں سے دیوانے ہوگئے ہیں کہ تمہارے پاس باغ ہے اور خوان ہے۔

چشم میمالیم وانجا باغ نیست	یا بیابانے ست یا مشکل رہے است
ہم آنکھیں ملتے ہیں اور اس جگہ باغ نہیں ہے	یا تو جنگل ہے یا دشوار گزار راستہ ہے

یعنی ہم آنکھیں ملتے ہیں کہ یہاں تو کوئی باغ نہیں ہے (بلکہ) یا تو بیابان ہے یا مشکل راستہ ہے۔

ای عجب چندین دراز ایں ماجرا	چون بود بیہودہ و ہزل و خطا
تعجب ہے اس قدر طویل قصہ	بیہودہ اور مذاق اور غلط کیسے ہو سکتا ہے؟

یعنی تعجب ہے کہ اتنا طویل ماجرا کس طرح بیہودہ اور ہزل اور خطا ہوگا۔ مطلب یہ کہ اول تو ان لوگوں کو اس کے غلط ہونے کا گمان ہوا مگر پھر سوچا یہ اس قدر باتیں کہ باغ ہے اور پھل ہیں اور درخت ہیں وغیرہ وغیرہ جھوٹ بھی معلوم نہیں ہوتیں غرض کہ وہ لوگ تعجب میں تھے آگے فرماتے ہیں کہ۔

من ہمی گویم چوایشان ای عجب	اینچنیں مہرے چہ از دصنع رب
میں بھی ان کی طرح کہتا ہوں تعجب ہے	اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری نے ایسی مہر کیوں لگا دی ہے

یعنی میں ان لوگوں کی طرح کہتا تھا کہ تعجب ہے کہ قدرت نے ایسی مہر کیوں لگادی ہے۔ آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

زین تنازعہا محمدؐ در عجب	در تعجب نیز ماندہ بو لہب
انہی (قسم کے) اختلافات سے محمدؐ تعجب میں تھے	ابو لہب بھی تعجب میں پڑا ہوا تھا

یعنی ان تنازعات سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تعجب میں تھے اور تعجب ہی میں ابولہب رہا ہوا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تعجب ہوتا تھا کہ یہ کفار میری رسالت کو جو اس قدر ظاہر ہے کیوں نہیں مانتے اور ابولہب کو تعجب ہوتا تھا کہ محمد کو کیا ہوگیا۔ کہ وہ ایسا دعویٰ کرتے ہیں تو اسی طرح یہاں بھی دونوں طرف تعجب تھا۔

زین عجب تا آں عجب فرقیست ژرف	تا چہ خواہد کرد سلطان شگرف
اس تعجب اور اس تعجب میں گہرا فرق ہے	دیکھو! عظیم شہنشاہ کیا کرے گا

یعنی اس تعجب میں اور اس تعجب میں ایک فرق عظیم ہے تو اب دیکھئے وہ سلطان عظیم کیا کرے مطلب یہ کہ ان دونوں میں فرق ضرور ہے مگر اب حق تعالیٰ جس کو قبول فرماویں وہ قبول اور جس کو رد فرماویں وہ رد ہوگا۔ اور جو عجب کہ دونوں میں سے قبول ہے وہ ظاہر ہے کہ تعجب حضورؐ کا ہے کہ یہ تعجب ٹھیک تھا اب مولانا فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اے دقوقے تیز تر راں ہیں خموش	چند گوئی چند چون قحط است گوش
اے دقوقی تیز چلا خبردار! چپ ہو جا	جبکہ (سمجھنے والے) کان کا قحط ہے کتنا کہے گا

یعنی اے دقوقی اب (قصہ کی طرف) جلدی دوڑو (اور ان اسرار کے بیان سے) چپ رہو۔ کہاں تک بیان کرو گے جبکہ کان کا قحط ہے۔ مطلب یہ کہ جب کوئی سننے والا ہی نہیں ہے تو بیان سے کیا فائدہ ہوگا۔ اس سے خاموش ہی رہو اور قصہ بیان کرو۔ بس مولانا کے فرماتے ہی دقوقے قصہ بیان کرتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ مذکورہ بالا باتوں سے بھی زیادہ عجیب یہ بات تھی کہ لاکھوں کروڑوں مخلوق اس جنگل سے ہو کر اور ان کے پاس سے گزرتی تھی اور سایہ کے لئے جان دے رہی تھی اور کمبل سائبان بناتی تھی تاکہ شبنم وغیرہ نقصان نہ پہنچائے۔ لیکن ان کے سایہ کو ذرا بھی کوئی نہ دیکھتا تھا۔ پھٹکار ایسی غلط بیں آنکھوں پر۔ قہر حق سبحانہ نے ان آنکھوں پر مہر کردی ہے یا یوں کہو کہ حق سبحانہ نے اپنا قہر ختم کردیا ہے ان آنکھوں پر جو اس قدر غلط بیں ہوں کہ چاند کو تو نہ دیکھ سکیں اور سہا کو دیکھیں اور اعلیٰ تو ان کو نظر نہ آوے اور ادنیٰ نظر آوے۔ وہ ذرہ کو دیکھیں اور آفتاب کو نہ دیکھیں۔ یہ سب کچھ ہے کہ حق سبحانہ نے ان آنکھوں پر مہر بھی کردی ہے اور اپنا قہر بھی ان پر ختم کردیا ہے۔ مگر مایوسی ایسی حالت میں بھی نہ ہونی چاہئے اس لئے کہ ایک قضا کو دوسری قضا بدل سکتی ہے اور جس نے مہر کی ہے وہ سب کو توڑ بھی سکتا ہے اور جس نے قہر کو ختم کیا ہے وہ رحمت کاملہ بھی کرسکتا ہے۔ خیر تو کہنا یہ ہے کہ قافلہ بے سروسامان ہے اور میوے پڑے ہوئے ہیں۔ اور کوئی نہیں دیکھتا اے اللہ یہ کیا طلسم ہے باوجودیکہ گلے سڑے سیبوں کے اٹھانے کے لئے لوگ ایک دوسرے پر گرے پڑتے ہیں۔ مگر اس نعمت سے محروم ہیں اور ان کی طرف کوئی التفات بھی نہیں کرتا۔ یہ حالت دیکھ کر ہر پتا اور ہر شگوفہ یوں کہہ رہا تھا کہ اے کاش یہ لوگ ہم کو جان لیں اور ہم سے متمتع ہوں اور ہر درخت ان کو یوں آواز دے رہا تھا اے بدبخت لوگو ہماری طرف آؤ یہاں تم کو میوے بھی ملیں گے اور سایہ بھی ملے گا جب وہ اس ندا پر کچھ بھی التفات نہ کرتے تھے تو غیرت حق سبحانہ درختوں کو آواز دیتی اور کہتی تھی کہ ہم نے ان کی آنکھیں بند کردی ہیں اب ان کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں۔ نیز ان لوگوں کی یہ حالت تھی کہ اگر کوئی شخص (مثلاً میں) ان سے کہتا کہ ارے اس طرف آؤ تاکہ ان درختوں سے متمتع ہو تو اس کا وہ یوں جواب دیتے کہ یہ بیچارہ اپنی ہوش میں نہیں ہے۔ خدا کے حکم سے پاگل ہوگیا ہے اور ظاہری سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک عرصہ تک اوہام میں مبتلا رہا ہے اور ریاضت شاقہ سے اس کا دماغ پیاز کی طرح سڑ گیا ہے وہ بیچارہ داعی یہ سن کر متحیر رہ جاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے اللہ یہ کیا بات ہے اور گمراہی کے پردے ان کی آنکھوں پر کیسے پڑے ہوئے ہیں۔ مختلف طرح کے لوگ ہیں اور بڑے بڑے عقلمند اور اہل الرائے بھی ہیں۔ لیکن میری بات کوئی نہیں سمجھتا اور اس طرف ایک قدم بھی نہیں بڑھاتا۔ ان لوگوں میں جو لوگ عقلمند اور دانا ہیں وہ بھی مخالفانہ اس باغ کے منکر اور نہ ماننے والے ہیں اور یا کچھ میں ہی پاگل اور حواس باختہ ہوگیا ہوں۔ اور شیطان مجھ پر غالب ہوگیا ہے کہ وہ مجھے غیر واقعات کو واقعات دکھلا رہا ہے میں ہر دم آنکھیں ملتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوں اور سوچتا ہوں کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں یا میری مخیلہ کا تصرف ہے پھر کہتا ہوں کہ نہیں جی خواب وخیال کیا جب میں ان کے پاس جاتا ہوں اور ان کے میوے چنتا اور کھاتا ہوں تو کون سی وجہ ہے کہ میں ان کی واقعیت کا اعتقاد نہ رکھوں۔ لیکن جب میں منکروں کی حالت دیکھتا ہوں کہ باوجودیکہ ان کی کامل حاجت اور ضرورت ہے اور وہ نصف گوشہ کے لئے جان دینے پر آمادہ ہیں اور درخت کی ایک پتی کے لئے بے سروسامان لوگ ہائے وائے کرتے ہیں مگر بایں ہمہ یہ لاکھوں کروڑوں آدمی ان درختوں اور پھلوں سے بھاگتے ہیں تو میں پھر مذبذب ہو جاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ میں ہی عجیب بیہوش ہوں کہ خیالی شاخ کو پکڑ رکھا ہے اور خیال کو حقیقت واقعیہ سمجھ رہا ہوں اب مولانا پر ارشاد کا غلبہ ہوتا ہے اور صورت واقعہ ان کی پیش نظر ہوتی ہے اور وہ اس مذبذب کی دستگیری فرماتے اور کہتے ہیں کہ اے طالب حق تو ہمت نہ ہار اور حتی اذا استیئاس الرسل وظنوا انهم قد کذبوا بقراۃ تخفیف کذبوا پڑھ اس سے تجھ کو معلوم ہوگا کہ اہل اللہ کو خواہ چھوٹے رتبے کے ہوں یا بڑے کے کبھی اپنی محجوب عن الحق ہونے کا خیال ہو جاتا ہے گو اس خیال کے قوت اور اس کا ضعف ان کے مرتبے کے موافق ہوتا ہے حتیٰ کہ انبیاء کو بھی یہ واقعہ پیش آیا ہے مگر وہاں وہ خیال ان کے مرتبہ کے موافق اور وسوسہ غیر اختیاریہ کے درجہ میں تھا وہم وشک اور ظن اصطلاحی کے مرتبہ میں نہ تھا چنانچہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکار منکرین سے ان کو یہ وسوسہ ہوا کہ کہیں یہ وحی جو ہم پر ہوئی ہے غلط تو نہیں کیونکہ اگر سچ ہوتی تو ان منکرین کو ان کی ہٹ دھرمی اور انکار پر سزا کیوں نہ ہوتی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حق سبحانہ تائید بھی فرماتے ہیں اور اس وسوسہ سے نجات بھی دیدیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ (بلا اختیار) ان کو یہ وسوسہ ضرور ہوا مگر فوراً ہی ہم نے ان کی تائید کی جس سے وہ وسوسہ ٹوٹ گیا پس تو ان منکرین کو ان کے حال پر چھوڑ اس درخت جاں کے پاس آ اور اس کے میوے خود بھی کھا اور جن کی قسمت میں ان کا کھانا ہے ان کو بھی کھلا تو ایک ہی طلسم کو دیکھ کر چکر میں آ گیا عالم میں تو ہر دم اور لحظہ اس قسم کے لاکھوں طلسم نظر آتے ہیں اس مضمون کو ختم کر کے مولانا پھر مضمون سابق کی طرف عود کر کے فرماتے ہیں کہ وہ داعی کہتا ہے کہ جب میں ان کو درختوں کی طرف بلاتا تو وہ کہتے کہ تعجب ہے یہ کیسی آواز ہے اور ان دیواروں کی گفتگو سے تو ہمارا دماغ خبط ہو گیا یہ کہتے ہیں کہ تمہارے قریب ایک باغ ہے جس میں کھانے کے میوے ہیں ہم آنکھ کھول کر غور سے دیکھتے ہیں تو نہ کہیں باغ ہے نہ میوہ یا تو جنگل ہے یا دشوار گزار راستہ اس پر میں کہتا کہ غضب کی بات ہے کہ ان کو دکھلائی نہیں دیتا اور یہ اس کو بے اصل سمجھتے ہیں بھلا اتنا طویل قصہ بیہودہ اور بے اصل اور غلط کیسے ہو سکتا ہے۔ غرض کہ جس طرح ان کو تعجب ہوتا تھا کہ میں بھی متحیر تھا کہ دیکھو حق سبحانہ نے ان کی آنکھوں پر کیسی مہر کر رکھی ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ اسی قسم کے مجادلوں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حیرت ہوتی تھی۔ اور وہ تعجب کرتے تھے کہ انہیں کیا ہو گیا ہے۔ کہ بایں ہمہ وضوح یہ لوگ حق کو نہیں سمجھتے اور ادھر ابولہب کو تعجب ہوتا تھا کہ محمد کو کیا ہو گیا کہ (نعوذ باللہ) ایسی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے لیکن دونوں تعجبوں میں گہرا فرق تھا کیونکہ ایک کا منشاء وضوح حق تھا اور دوسرے کا خفاء حق۔ اچھا اسے چھوڑو اور یہ دیکھو کہ اب ولایت قلب کا عجیب بادشاہ وقوتے کیا کرتا ہے۔ ہاں دقوقی شاہ صاحب آپ آپ جملہ معترضوں کے بیان میں کب تک مصروف رہیں گے ان سے زبان بند کیجئے اور جلدی سے اصل قصہ بیان کیجئے ہمارے کان اصل قصہ سننے کے بے حد مشتاق ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مولانا فرماتے ہیں کہ اسی قسم کے مجادلوں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حیرت ہوتی تھی۔ اور وہ تعجب کرتے تھے کہ انہیں کیا ہو گیا ہے۔ کہ بایں ہمہ وضوح یہ لوگ حق کو نہیں سمجھتے اور ادھر ابولہب کو تعجب ہوتا تھا کہ محمد کو کیا ہو گیا کہ (نعوذ باللہ) ایسی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے لیکن دونوں تعجبوں میں گہرا فرق تھا کیونکہ ایک کا منشاء وضوح حق تھا اور دوسرے کا خفاء حق۔ اچھا اسے چھوڑو اور یہ دیکھو کہ اب ولایت قلب کا عجیب بادشاہ دقوقی کیا کرتا ہے۔ ہاں دقوقی شاہ صاحب آپ آپ جملہ معترضوں کے بیان میں کب تک مصروف رہیں گے ان سے زبان بند کیجئے اور جلدی سے اصل قصہ بیان کیجئے ہمارے کان اصل قصہ سننے کے بے حد مشتاق ہیں۔

شرح شبّیری

دقوقی کی نظر میں ان سات درختوں کا ایک ہو جانا

گفت راندم پیشتر من نیک بخت	باز شد آن ہفت جملہ یک درخت
(دقوقی نے) فرمایا میں سعادت مند آگے بڑھا	پھر وہ سب سات (درخت) ایک ہو گئے

یعنی میں نیک بخت پھر آگے کو چلا تو وہ جب سات سارے پھر ایک درخت ہو گئے۔

ہفت مے شد فرد مے شد ہر دمے	من چساں می گشتم از حیرت ہمے
وہ بھی سات ہو جاتے کبھی ایک	میرا بھی حیرت سے عجب حال تھا

یعنی ہر وقت وہ سات ہوتے تھے اور ایک ہوتے تھے تو میں حیرت سے ویسا کا ویسا ہی رہ گیا۔

بعد ازان دیدم درختان در نماز	صف کشیدہ چون جماعت کردہ ساز
اس کے بعد میں نے درختوں کو نماز (کی حالت) میں دیکھا	صف بنائے ہوئے جماعت کی طرح ساز (وسامان) کیے ہوئے

یعنی بعد اس کے میں نے درختوں کو نماز میں دیکھا کہ صف بنائے ہوئے اور جماعت کی طرح سامان کیے ہوئے ہیں۔

یک درخت از پیش مانند امام	دیگران اندر پس او در قیام
امام کی طرح ایک درخت آگے	دوسرے اس کے پیچھے قیام میں

یعنی ایک درخت ان کی امام کی طرح اور دوسرے قیام میں اس کے پیچھے۔

آن قیام و آن رکوع و آن سجود	از درختان بس شگفتم مے نمود
وہ قیام ، وہ رکوع وہ سجدہ	درختوں سے مجھے بہت عجب معلوم ہوا

یعنی وہ قیام اور وہ رکوع اور وہ سجدہ درختوں سے مجھے عجیب معلوم ہو رہا تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

یاد کردم قول حق را آن زمان	گفت والنجم و شجر را یسجدان
اس وقت مجھے اللہ (تعالیٰ) کا قول یاد آیا	فرمایا ہے بیلیں اور درخت سجدہ کرتے ہیں

یعنی میں نے اس وقت حق تعالیٰ کا قول یاد کیا کہ نجم و شجر کو فرمایا ہے کہ سجدہ کرتے ہیں (اور یہ بھی سوچا کہ)

این درختان را نہ زانو نے میان	این چہ ترتیب نماز ست آنچنان
ان درختوں کے نہ زانو ہے نہ کمر	اس طرح نماز کی یہ کیا ترتیب ہے؟

یعنی ان درختوں کے نہ زانو ہیں اور نہ کمر ہے تو یہ اس طرح نماز کی ترتیب کیونکر ہے۔

آمد الہام خدا کاے با فروز	این عجب داری زکار ماہ ہنوز
خدا کا الہام آیا کہ اے پرنور!	تجھے اب تک ہمارے کام پر تعجب ہے

یعنی الہام حق آیا کہ اے بافروز تم ہمارے کام سے اب تک تعجب کرتے ہو۔

ان ساتوں درختوں کا سات آدمی ہو جانا

بعد دیرے گشتہ آنہا ہفت مرد	جملہ در قعدہ پے یزداں فرد
تھوڑی دیر کے بعد وہ (درخت) سات مرد بن گئے	اللہ احد کے لئے سب قعدہ میں تھے

یعنی بعد کچھ دیر کے وہ سات آدمی بن گئے اور سارے خدائے یکتا کے سامنے قعدہ میں تھے۔

چشم میمالم کہ آن ہفت ارسلاں	تا کیا نند و چہ دارند از جہاں
میں آنکھیں ملتا تھا کہ وہ سات شیر (مرد)	کون ہیں اور دنیا سے کیا (مرتبہ) رکھتے ہیں؟

یعنی آنکھ ملتے تھے کہ یہ سات شیر کون ہیں اور جہاں سے کیا (رتبہ) رکھتے ہیں۔

چوں بہ نزدیکی رسیدم من ز راہ	کردم ایشاں را سلام از انتباہ
جب میں راستہ سے (ان کے) قریب پہنچا	ہوش سے میں نے ان کو سلام کیا

یعنی جب میں راستہ سے ان کے نزدیک پہنچا تو میں نے ان کو آگاہی کے لئے سلام کیا۔

قوم گفتندم جواب آن سلام	اے دقوقی مفخر و تاج کرام
قوم نے مجھ سے اس سلام کے جواب میں کہا	اے دقوقی بزرگوں کے لئے باعث فخر اور تاج

یعنی اس قوم نے میرا جواب سلام دیا (اور کہا) اے دقوقی کرام کے جائے فخر اور تاج

گفتم آخر چوں مرا بشناختند	پیش ازیں بر من نظر نداختند
میں نے (دل میں) کہا وہ مجھے کیسے پہچان گئے؟	اس سے پہلے انہوں نے مجھے نہیں دیکھا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں نے (دل میں) کہا کہ مجھے انہوں نے کس طرح پہچان لیا۔ اس سے پہلے تو مجھے کہیں دیکھا نہیں۔

از ضمیر من بدانستند زود	یک دگر را بنگریدند از فرود
وہ میرے دل کی بات فوراً سمجھ گئے	نیچی نظروں سے ایک نے دوسرے کو دیکھا

یعنی میرے دل سے انہوں نے (اس وسوسہ کو) معلوم کر لیا تو ایک دوسرے کو نیچے ہی نیچے دیکھا۔ یعنی اس لئے دیکھا کہ کون اس وسوسہ کا جواب دے اس کے بعد

پاسخم دادند کائے جان عزیز	چوں بپوشیدست اینہا بر تو نیز
انہوں نے مجھے جواب دیا کہ اے پیارے!	یہ تم پر بھی کیوں پوشیدہ ہے؟

یعنی انہوں نے مجھے جواب دیا کہ اے جان عزیز تم پر یہ بھی کیوں پوشیدہ ہے۔

بردلے کو را تحیر باخدا است	کے شود پوشیدہ راز چپ و راست
اس دل پر جس کو خدا کے ساتھ تحیر ہے	دائیں اور بائیں کا راز کب پوشیدہ ہوتا ہے؟

یعنی اس دل پر جو کہ تحیر میں خدا کے ساتھ ہے کوئی راز چپ و راست پوشیدہ نہیں ہوتا۔ یعنی ان کو سب معلوم ہو جاتا ہے تو اگر تمہارا نام معلوم ہو گیا تو کیا تعجب ہے۔

گفتم ار سوئے حقائق بشکفید	چو ز حرف و رسمی واقفید
میں نے کہا حقائق کی جانب اگر تم شگفتہ ہو	رسمی نام اور حرف سے کیسے واقف ہو؟

یعنی میں نے کہا کہ اگر حقائق کی طرف تم کھلو تو نام اور حروف رسمی سے کس طرح واقف ہو۔ مطلب یہ کہ انہوں نے سوچا کہ علوم و معانی کا کشف تو ہو سکتا ہے مگر الفاظ اور اسماء کا کشف کیسے ہوا۔

ایں سخن چون آمد از من در خطاب	آں شہاں در حال گفتندم جواب
جب گفتگو میں میری جانب سے یہ بات آئی	ان شاہوں نے فوراً مجھے جواب دیا

یعنی یہ بات جب میری طرف سے خطاب میں آئی تو ان شاہوں نے مجھے اسی وقت جواب دیا۔

گفت اگر اسمے شود غیب از ولے	آن ز استغراق دان نز جاہلے
کہا اگر ولی سے کوئی نام غائب ہو	تو وہ استغراق کی وجہ سے سمجھ، نہ کہ لاعلمی سے

یعنی اگر کوئی نام کسی ولی سے غائب ہو جاوے تو یہ استغراق کی وجہ سے سمجھو نہ جاہلی کی وجہ سے۔

بعد ازان گفتند مارا آرزو	ہست بر۔ تو اے خوبرو
اس کے بعد انہوں نے کہا کہ ہماری تمنا	تیری اقتداء کرنے کی ہے اے حسین

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بعد اس کے ان لوگوں نے کہا کہ اے پاک دوست ہمیں آپ کا اقتدا کرنے کی آرزو ہے۔ یعنی سب نے کہا کہ ہمیں آروز ہے کہ آپ کے پیچھے نماز پڑھیں۔

گفتم آرے لیک یک ساعت کہ من	مشکلاتے دارم از دور زمن
میں نے کہا ہاں لیکن تھوڑی دیر (بعد) کیونکہ میں	زمانہ کے انقلاب کی وجہ سے کچھ مشکلات رکھتا ہوں

یعنی میں نے کہا کہ ہاں لیکن ایک گھڑی (بعد) اس لئے کہ میں دور زمن سے کچھ مشکلات رکھتا ہوں۔

تا شود آن حل بصحبتہائے پاک	کہ بہ صحبت روید انگورے زخاک
تاکہ پاک صحبتوں سے وہ حل ہو جائیں	کیونکہ صحبت سے مٹی سے انگور اگتا ہے

یعنی جب تک کہ وہ آپ کی پاک صحبتوں سے حل ہو جاویں کہ صحبت کی وجہ سے انگور خاک سے اگتا ہے۔

مطلب یہ کہ انہوں نے کہا کہ امامت تو کرلوں گا مگر مجھے کچھ مشکلات باطنی ہیں ان کو حل کردو اس کے بعد امامت کروں گا مجھے آپ کی صحبت سے امید ہے کہ حل ہو جاویں گے اس لئے کہ دیکھو انگور کو صحبت زمین ہوتی ہے تو اس کے اندر پھل آتا ہے وہ اگتا ہے تو اس طرح تمہاری صحبت کی برکت سے وہ عقدے بھی حل ہو جاویں گے۔ آگے صحبت سے مستفیض ہونے کی ایک مثال فرماتے ہیں۔

دانۂ پر مغز را خاک دژم	خلوتے و صحبتے کرد از کرم
پرمغز دانہ نے افسردہ مٹی کو کرم سے	خلوتی اور ساتھی بنا لیا ہے

یعنی دانہ پر مغز کو خاک افسردہ نے اپنا خلوتے اور صحبتی کرم کی وجہ سے کرلیا۔

خویشتن در خاک کلی محو کرد	تا نماندش رنگ و بو و سرخ و زرد
(دانہ نے) اپنے آپ کو بالکلیہ مٹی میں ملا دیا	حتیٰ کہ اس کا رنگ بو اور سرخ و زرد باقی نہ رہا

یعنی (دانہ نے) اپنے کو خاک میں بالکل محو کر دیا یہاں تک کہ اس کا رنگ و بو اور سرخ و زرد وغیرہ کچھ نہ رہا۔

از پس آن محو قبض او نماند	بر کشاد و بسط شد مرکب براند
اس کے بعد اس کا تناؤ باقی نہ رہا	کھل گیا اور پھیل گیا سواری بڑھا دی

یعنی بعد اس محو کے اس کا قبض جاتا رہا اور کھل گیا اور بسط ہو گیا تو سواری چلا دی۔

پیش اصل خویش چوں بیخویش شد	رفت صورت جلوۂ معنیش شد
جب وہ اپنی اصل کے سامنے بیخود ہو گیا	صورت ختم ہو گئی اس کے باطن کا جلوہ نمودار ہو گیا

یعنی اپنی اصل کے آگے جب بیخود ہو گیا تو صورت جاتی رہی اور اس کے معنی کا جلوہ ہو گیا (تو بس اسی طرح اگر یہ ان کے آگے بیخود ہو جاویں گے تو ان کو بھی یہ حالت حاصل ہو جاوے گی غرض کہ جب انہوں نے کہا

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ تو انہوں نے ان کے کہنے کو مان لیا اس طرح کہ)

سرچنیں کردند ہیں فرمان تراست	تف دل از سرچنیں کردن بجاست
انہوں نے سر اس طرح کیا' ہاں جو تیرا حکم ہو	اس طرح سر کرنے سے دل سے ایک شعلہ نکلا

یعنی انہوں نے سر کو اس طرح کرلیا (یعنی جھکا لیا اور کہا) کہ اچھا حکم آپ کا ہی ہے (یعنی ہم مانتے ہیں) اور گرمے دل کو اس طرف سے اور اس طرح کرنا بجا ہے۔

ساعتے با آن گروھے مجتبٰے	چون مراقب گشتم و از خود جدا
تھوڑی دیر کے لئے اس برگزیدہ گروہ کے ساتھ	جب میں مراقب اور اپنے سے جدا ہوا

یعنی اس گروہ برگزیدہ کی ساتھ ایک گھڑی میں جب مراقب ہوا اور اپنے سے جدا ہوا۔

ہم دران ساعت ز ساعت رست جان	زانکہ ساعت پیر گرداند جوان
اسی وقت روح زمانہ سے آزاد ہو گئی	کیونکہ زمانہ جوان کو بوڑھا بنا دیتا ہے

یعنی اسی وقت جان ساعت سے چھوٹ گئی اس لئے کہ ساعت تو جوان کو بڈھا کر دیتی ہے مطلب یہ کہ ان ساعات کے گزرنے ہی سے تو انسان جوان سے بوڑھا ہوتا ہے اور یہ ساعات ان دنیا کی ہیں تو بس جس وقت ادھر توجہ ہوئی اسی وقت اس دنیا سے بالکل بے تعلقی ہو گئے اور ادھر کے ہوش وحواس غائب ہو گئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

جملہ تلوینہا ز ساعت خاستہ است	رست از تلویں کہ از ساعت برست
سارے تغیرات زمانہ سے پیدا ہوئے ہیں	جس کو زمانہ سے نجات مل گئی وہ تغیر سے نجات پا گیا

یعنی ساری تلوینات ساعت ہی سے اٹھی ہیں اور جو ساعت سے چھوٹ گیا وہ تلوین سے چھوٹ گیا۔ مطلب یہ کہ جو اس دنیا کے تغیرات سے چھوٹا وہ تلوین سے بھی الگ ہو گیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ساعتے بیرون شو از ساعت دلا	تاز چونے وارہی و از چرا
اے دل تھوڑی دیر کیلئے زمانہ سے باہر ہو جا	تاکہ چوں و چرا سے نجات پا لے

یعنی اے دل ایک گھڑی اس ساعت سے باہر ہو تا کہ تم چوں سے اور چرا سے چھوٹ جاؤ۔

چون ز ساعت ساعتے بیرون شوی	چون نماند محرم بیچون شوی
جب تو تھوڑی دیر کیلئے زمانہ سے باہر ہو جائیگا	چوں ختم ہو جائے گی تو بے چون کا محرم راز بن جائے گا

یعنی جب ایک گھڑی کے لئے اس ساعت سے باہر ہو جاؤ تو جب چوں نہ رہے تو بیچون ہو جاؤ گے۔

ساعت از بے ساعتی آگاہ نیست	زانکہ آنسو جز تحیر راہ نیست
زمانہ بے زمانہ پن سے واقف نہیں ہے	کیونکہ اس جانب تحیر کے علاوہ (کسی کا) راستہ نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ساعت بے ساعتی سے آگاہ نہیں ہے اس لئے کہ اس طرف تو سوائے تحیر کے (کسی کو) راہ ہی نہیں ہے مطلب یہ کہ اس عالم میں پھنس کر اس عالم کی خبر نہیں رہتی اس لئے کہ وہاں تو حیرت ہی حیرت ہے اور کچھ بھی نہیں ہے اور اس عالم دنیا میں حیرت ہے نہیں بلکہ یہ عالم خودی کا ہے تو اس عالم کو اس کی خبر ہی نہیں ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔اس کے بعد دقوقی نے بیان کیا کہ میں کچھ اور آگے بڑھا تو وہ ساتوں درخت ایک درخت بن گئے اس کے بعد کچھ عرصہ تک یہ حالت رہی کہ کبھی سات ہوجاتے تھے اور کبھی پھر ایک ہوجاتے تھے میں نہیں کہہ سکتا کہ مارے حیرت کے میری کیا حالت ہورہی تھی۔ خیر اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ درخت صف بستہ نماز پڑھ رہے ہیں اور ایک درخت ان میں امام کی طرح آگے ہے اور دوسرے درخت مقتدیوں کی طرح پیچھے کھڑے ہیں مجھے ان کا قیام ان کا رکوع بہت ہی عجیب معلوم ہوتا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر مجھے حق سبحانہ کا قول النجم والشجر یسجدان یاد آ گیا اور میں نے اس کا عیانا مشاہدہ کرلیا۔ میں متحیر تھا کہ نہ ان درختوں کے گھٹنے ہیں نہ کمر پھر یہ کس قسم کی نماز پڑھ رہے ہیں جب میرا تعجب بہت بڑھا تو حق سبحانہ کی طرف سے الہام ہوا کہ تم کو اب تک ہماری صناعی کا یقین نہیں ہوا۔ اور اب تک تم تعجب ہی کر رہے ہو۔ یہ بھی ہو چکا اس کے بعد وہ سات درخت سات آدمی ہوگئے۔ وہ سب کے سب وحدہٗ لاشریک کے سامنے قعدہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں آنکھیں مل مل کر دیکھتا تھا کہ یہ کون لوگ ہیں اور ان کا عالم میں کیا رتبہ ہے جب میں چلتے چلتے ان کے پاس پہنچ گیا تو میں نے ہوش وحواس درست کر کے ان کو سلام کیا ان لوگوں نے میرے سلام کا جواب میرا نام لے کر دیا۔ اب مجھے پھر حیرت ہوئی کہ ان کو میرا نام کیونکر معلوم ہوگیا۔ انہوں نے تو مجھے پہلے کبھی دیکھا بھی نہیں۔ وہ میرے اس خطرہ پر بھی مطلع ہوگئے اور نیچی نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کے بعد مجھے جواب دیا کہ تم کو تو یہ تعجب ہے کہ انہیں معلوم کیونکر ہوگیا اور ہم کو یہ تعجب ہے کہ تم پر اس کا سبب مخفی کیونکر رہا یاد رکھو جو لوگ ذات حق کے والہ و شیدا ہیں ان پر ادھر ادھر کی باتیں اکثر پوشیدہ نہیں رہتیں اس پر میں نے کہا کہ اگر آپ کو حقائق سے دلچسپی ہے جیسا کہ واقع بھی ہے تو آپ حروف واسماء رسمیہ کو کیونکر جانتے ہو یعنی حقائق تو کشف وغیرہ سے معلوم ہوتے ہیں مگر حروف واسماء رسمیہ تو بطرق متعارف ہی معلوم کرنے سے معلوم ہوسکتے ہیں پھر آپ ان سے کیسے واقف ہیں انہوں نے جواب دیا کہ یہ غلط ہے کہ حروف واسماء کشف وغیرہ سے معلوم نہیں ہوسکتے بلکہ جب کوئی اسم کسی ولی کی نظر سے غائب ہوتا ہے تو اس کی وجہ ناواقفیت نہیں ہوتی بلکہ استغراق ہوتا ہے کہ اس کے سبب اسم کی طرف التفات نہیں ہوتا (لیکن یاد رکھو کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایسا بھی ہوتا ہے اور یہ مقصود نہیں کہ ایسا ہی ہوتا ہے) اس گفتگو کے بعد انہوں نے کہا کہ ہم کو آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کی نہایت تمنا ہے آپ امامت کیجئے اس پر میں نے کہا بہت بہتر ہے۔ مگر انقلابات زمانہ کے سبب میں بعض باطنی مشکلات میں گرفتار ہوں۔ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

چاہتا ہوں کہ پیشتر وہ مشکلات آپ حضرات کی صحبت سے حل ہو جائیں۔ کیونکہ صحبت میں بڑی برکت ہے۔ صحبت ہی کے سبب خاک سے انگور پیدا ہوتا ہے اور دانہ پر مغز نے خاک کے ساتھ صحبت اور خلوت اختیار کی اور خاک میں اپنے کو بالکل محو کر دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا تلون سب فنا ہو گیا نہ اس میں رنگ سرخ و زرد وغیرہ رہا نہ وہ بوری اور اس محویت کے بعد سارا قبض رفو چکر ہو گیا۔ اور کشادو بسط حاصل ہو کر میدان ترقی میں گھوڑا ڈال دیا پس دیکھو جب اس نے اپنی اصل کے سامنے فنا اختیار کی اور خودی کو چھوڑا تو صورت تو فنا ہو گئی اور معنی جلوہ گر ہو گئے یہ سن کر انہوں نے سر ہلایا جس کا مطلب یہ تھا کہ ہم حاضر ہیں جیسی آپ کی مرضی ہو۔ اس سر ہلانے نے میرے دل کے اندر ایک حرارت پیدا کر دی اور میں ان کی ساتھ مراقبہ میں مشغول ہو گیا جب میں کچھ دیر تک مراقب رہا اور خودی کو اپنی فنا کر دیا فوراً مجھے ترقی ہو گئی اور تاثیرات زمانہ کی بلا سے نجات پا گیا۔ جس کی مجھے سخت ضرورت تھی کیونکہ زمانہ بری بلا ہے یہ جوان کو بڈھا اور اہل اللہ کے جوش وخروش کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور میری ساری تلوینیں مبدل بہ تمکین ہو گئیں۔ کیونکہ میں قید زمانہ سے آزاد ہو چکا تھا اور جو قید زمانہ سے رہا ہو جاتا ہے وہ تکوینات سے بھی چھوٹ جاتا ہے کیونکہ تمام تلوینین تغیر زمانہ ہی کے سبب ہوتی ہیں۔ یاد رکھو جس وقت تم قید زمانہ سے آزاد ہو گئے اور قید زمانہ تمہارے لئے نہ رہے گی فوراً حق سبحانہ کے راز دار ہو جاؤ گے۔ پس اس بندش کو اٹھاؤ اور اپنی طبیعت کے اندر وہ کیفیت پیدا کرو جو تاثر از تقلبات زمانہ سے مانع ہو اور جب تک تم پابند زمانہ ہو گے اس وقت تک وصول ناممکن ہے اس لئے کہ ساعت بے ساعتی کو اور تقید اطلاق کو اور پابند زمان متعالی عن الزمان کو کیا جانے کیونکہ وہاں تو تحیر ہی کی رسائی ہے اور متالہین فی الحق کے سوا اور کی رسائی نہیں۔

شرح شبّیری

ہر نفر را بر طویلہ خاص او	بستہ اند اندر جہاں جستجو
ہر شخص کو اس کے خاص اصطبل پر	تگ و دو کی دنیا میں باندھ دیا ہے

یعنی ہر شخص کو اس کے طویلہ خاص پر اس جہاں جستجو میں باندھ دیا ہے (چونکہ یہ جہاں تو طلب کے لئے ہے اس لئے جہاں جستجو کہہ دیا) مطلب یہ کہ جس طرح کہ گھوڑے الگ الگ طویلوں میں بندھے ہوتے ہیں اسی طرح ہر ہر شخص اپنی اپنی جگہ اور اپنے اپنے کام پر لگا ہوا ہے۔

منتصب بر ہر طویلہ رائضے	جز بدستورے نیاید رافضے
ہر اصطبل پر ایک چابک سوار مقرر ہے	اجازت کے بغیر کوئی نافرمان (باہر) نہیں آ سکتا

یعنی ہر ہر طویلہ پر ایک چابک سوار (محافظ) مقرر ہے تو وہ بالا اجازت کے رافض نہیں ہوتا۔ رائض چابک سوار اور رافض علیحدہ ہونے والا۔ مطلب یہ کہ ہر ہر شخص پر ایک ایک محافظ ہے جو اس سے کام لے رہا ہے۔ اور

www.besturdubooks.wordpress.com

جب تک حکم حق نہیں ہوتا اس وقت تک وہ رائض اس سے علیحدہ نہیں ہوسکتا۔

از ہوس گر از طویلہ بگسلد	در طویلہ دیگراں سر برکند
اگر ہوس کی وجہ سے اصطبل سے نکلے	(اور) دوسروں کے اصطبل میں گھسے

یعنی اگر ہوس کی وجہ سے ایک طویلہ سے جاوے اور کسی دوسرے طویلہ میں جانے لگے۔

درزمان آخرچیاں چست وخوش	گوشۂ افسار او گیرند و کش
فوراً چست اور ہوشیار سائیس	اس کی پچھاڑی کا سرا پکڑتے ہیں اور کھینچ لیتے ہیں

یعنی اسی وقت وچست وچالاک سائیس اس کی باگ ڈور کا گوشہ پکڑیں اور کھینچ لیں۔ مطلب یہ کہ جو محافظ ہر شخص پر مسلط ہے اگر یہ ادھر ادھر جاتا ہے وہ فوراً اس کو روک لیتے ہیں اور جس کام کے لئے بنایا گیا ہے اس میں لگائے رکھتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

حافظاں را گر نہ بینی اے عیار	اختیارت را بہ بین بے اختیار
اے کھرے اگر تو نگہبانوں کو نہیں دیکھتا ہے	اپنے اختیار کو بے اختیار دیکھ لے

یعنی اے عیار اگر تو محافظوں کو نہیں دیکھتا تو اپنے اختیار کو دیکھ۔ مطلب یہ کہ اگر تم کو وہ محافظ نہیں نظر آتے تو تم یوں سمجھو کہ تمہارا جو اختیار ہے یہ تو تمہارے اختیار میں نہیں ہے ورنہ اگر یہ اختیار میں ہو تو ہم اس سے پہلے اختیار کو لیں گے کہ وہ اختیار میں ہے یا نہیں اگر وہ بھی اختیار میں ہے اور اسی طرح اس کے آگے سب اختیار میں ہیں تو تسلسل لازم آتا ہے بس معلوم ہوا کہ کوئی جگہ ایسی نکلتی ہے کہ وہاں اختیار اختیار میں نہیں ہے تو بس یہی بے اختیاری ہے اور اسی کو تم محافظ سمجھ لو۔ اور دیکھ لو کہ۔

اختیارے میکنی و دست و پا	برکشا دستت چرا حبسے چرا
تو (ایک چیز) اختیار کرتا ہے اور تیرے ہاتھ پاؤں	کھلے ہوئے ہیں تو رکا ہوا کیوں ہے؟

یعنی تم ایک اختیار کرتے ہو اور ہاتھ پاؤں تمہارے کھلے ہوئے ہیں تو یہ حبس کیا ہے۔ کہ کام کرنا چاہتے ہو اور کام نہیں ہوتا۔ بس معلوم ہوا کہ کوئی چیز ہے کہ جس نے مجھ کو اس مقصد کے پورا کرنے سے روک رکھا ہے۔

روئے در انکار حافظ بردۂ	نام تہدیدات نفسش کردہ
تو نے محافظ کے انکار کا رخ کر لیا ہے	اس کا نام تو نے نفس کی تہدیدات رکھ لیا ہے

یعنی تم نے انکار محافظ میں توجہ کی ہے اور اس کو تہدیدات نفس نام رکھا ہے (حالانکہ یہی وہ محافظ ہے اور اسی نے تم کو روک رکھا ہے) آگے پھر قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دقوقی کا اس قوم کی امامت کیلئے آگے چلنا

این سخن پایاں ندارد تیز رو	ہین نماز آمد دقوقی پیش شو
ان باتوں کا خاتمہ نہیں ہے تیز دوڑ	خبردار! نماز (کا وقت) آ گیا' آگے ہو جا

یعنی یہ باتیں تو انتہا نہیں رکھتیں اب تم تیز چلو اور اے دقوقی نماز کا وقت آ گیا آگے چلو۔

ای یگانہ ہین دوگانہ بر گزار	تا مزین گردد از تو روزگار
اے یکتا! دو رکعتیں ادا کر	تاکہ زمانہ تیری وجہ سے بارونق بن جائے

یعنی اے یکتا تم دوگانہ ادا کرو تا کہ تم سے زمانہ مزین ہو جاوے۔

اے امام چشم روشن در صلوٰۃ	چشم روشن باید اندر پیشوا
اے نماز میں روشن چشم والے' امام	تیرا امام روشن چشم ہونا چاہیے

یعنی اے امام چشم روشن نماز (قریب) ہے اور امامت میں چشم روشن ہی کی ضرورت ہے (اس لئے کہ)

در شریعت ہست مکروہ ای کیا	در امامت پیش کردن کور را
اے بزرگ! شریعت میں مکروہ ہے	اندھے کو امامت میں آگے بڑھانا

یعنی اے زیرک شریعت میں اندھے کو امامت میں آگے کرنا مکروہ ہے۔

گرچہ حافظ باشد و چشت و فقیہ	چشم روشن بہ وگر باشد سفیہ
(وہ اندھا) اگرچہ حافظ اور ہوشیار اور فقیہ ہو	روشن چشم والا بہتر ہے خواہ ان پڑھ ہو

یعنی وہ اندھا اگرچہ حافظ اور چست اور فقیہ ہو تو چشم روشن اس سے بہتر ہے اگرچہ جاہل ہو (اس لئے کہ)

کور را پرہیز نبود از قذر	چشم باشد اصل پرہیز و حذر
اندھے کا گندگی سے بچاؤ نہیں ہوتا ہے	بچاؤ اور پرہیز کی بنیاد آنکھ ہوتی ہے

یعنی اندھے کو نجاست سے پرہیز نہیں ہوتا اور پرہیز اور حذر کے لئے چشم ہی ہوا کرتی ہے۔

او پلیدی را نہ بیند در عبور	ہیچ مومن را مبادا چشم کور
وہ گزرنے میں گندگی کو نہیں دیکھ سکتا ہے	خدا کرے' کسی مومن کی آنکھ اندھی نہ ہو

یعنی وہ اندھا عبور میں پلیدی کو نہیں دیکھتا۔ کسی مومن کی خدا کرے آنکھیں کور نہ ہوں۔

کوری باطن بود کان شرور	زانکہ اندر فعل و قولش نیست نور
باطن کا اندھا پن برائیوں کی کان ہے	کیونکہ اس کے فعل اور قول میں نور نہیں ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی باطن کی کوری تو معدن شرور ہے اس لئے کہ اس کے فعل وقول میں نور نہیں ہے۔

کور ظاہر در نجاست ظاہر است	کور باطن در نجاسات سرست
ظاہری اندھا ظاہر نجاست میں ہے	باطن کا اندھا باطنی نجاستوں میں ہے

یعنی ظاہری اندھا تو ظاہری نجاست میں ہے اور باطن کا کور نجاسات باطنی میں ہے۔

این نجاست ظاہر از آبے رود	وان نجاست باطن افزون می شود
یہ ظاہری نجاست پانی سے دور ہو جاتی ہے	باطن کی نجاست بڑھتی رہتی ہے

یعنی ظاہری نجاست تو پانی سے جاتی رہتی ہے اور وہ نجاست باطنی بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔

جز بآب چشم نتوان شستن آن	چون نجاسات بواطن شد عیان
اس کو آنکھ کے پانی کے سوا نہیں دھویا جا سکتا	جبکہ باطنوں کی نجاستیں واضح ہو جائیں

یعنی سوائے آب چشم کے اس کو دھو نہیں سکتے۔ جبکہ باطنی نجاسات ظاہر ہو گئیں مطلب یہ ہے کہ دیکھو جب ظاہری اندھے کو اس لئے امام بنانا مکروہ ہے کہ وہ نجاسات ظاہری سے پوری طرح نہیں بچ سکتا تو جو کور باطن ہو اس کو امام بنانا تو بدرجہ اولیٰ درست نہ ہوگا۔ اس لئے کہ وہ نجاسات باطنی سے جو کہ نجاسات ظاہری سے اشد ہیں نہیں بچ سکتا ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ امام چشم روشن ہو جیسا اوپر کہا تھا کہ چشم روشن باید اندر پیشوا۔ اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ جناب کوری باطن کی وجہ سے انسان ناپاک تو نہیں ہوتا۔ اور آپ نے نجس کہہ دیا اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

چوں نجس خوانده است کافر را خدا	ایں نجاست نیست در ظاہر وراست
جبکہ خدا نے کافر کو نجس کہا ہے	یہ نجاست اس کے ظاہر پر نہیں ہے

یعنی جبکہ حق تعالیٰ نے کافر کو نجس کہا ہے اور وہ نجاست اس کے ظاہر سے پر نہیں۔

ظاہر کافر ملوث نیست زین	آن نجاست ہست در اخلاق و دین
کافر کا ظاہر اس سے ملوث نہیں ہے	وہ نجاست اخلاق اور دین میں ہے

یعنی کافر کا ظاہر اس (نجاست) سے تو ملوث ہے نہیں ہاں وہ نجاست اخلاق و دین میں ہے۔

ایں نجاست بوئش آید بیست گام	وان نجاست بوئش از رے تا بشام
اس نجاست کی بدبو بیس قدم سے آتی ہے	اس نجاست کی بدبو رے سے شام تک ہے

یعنی یہ نجاست ظاہری تو بو اس کی بیس قدم سے آتی ہے اور اس نجاست کی رے سے شام تک۔

بلکہ بوئش آسمانہا بر رود	بر دماغ حور و رضوان بر شود
بلکہ اس کی بدبو آسمانوں تک جاتی ہے	حور اور رضوان کے دماغ پر چھا جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس کی بو آسمانوں پر جاتی ہے اور حور و رضوان کے دماغ پر غالب آتی ہے۔ مطلب یہ کہ نجاست ظاہری کی بدبو تو تھوڑی ہی دور تک ہوتی ہے مگر باطنی کی نجاست کی بو تو آسمان پر جاتی ہے اور اس سے حور و رضوان کو اذیت ہوتی ہے حدیث میں ہے کہ انسان جب جھوٹ بولتا ہے تو فرشتے اس سے کوسوں دور بھاگ جاتے ہیں اس لئے کہ اس کے منہ سے بڑی سخت بو آتی ہے۔ تو دیکھو ملائکہ کو اس نجاست باطنی سے کس قدر سخت نفرت ہوئی آگے فرماتے ہیں کہ۔

آنچہ میگویم بقدر فہم تست	مردم اندر حسرت فہم درست
میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تیری سمجھ کی بقدر ہے	پوری سمجھ کی حسرت میں میں مرا

یعنی میں جو کچھ بیان کر رہا ہوں یہ سب تمہاری فہم کی قدر ہے اور میں تو فہم درست کی حسرت ہی میں مر گیا۔ یعنی فہم درست ہی کو تلاش کرتے کرتے قریب المرگ ہو گئے مگر یہ بھی نہ میسر ہوا۔ آگے فہم کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

فہم آب ست او وجود تن سبو	چون سبو بشکست ریزد آب او
تیری سمجھ پانی ہے اور تیرا وجود ٹھلیا ہے	جب ٹھلیا ٹوٹ جاتی ہے پانی اس سے بہہ جاتا ہے

یعنی فہم تو پانی ہے اور وجود تن ایک سبو ہے تو جب گھڑا ٹوٹ گیا اس کا پانی گر جاتا ہے اس سبو کے ٹوٹنے کو خود آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

این سبو را پنج سوراخست ژرف	اندرونے آب ماند خود نہ برف
اس ٹھلیا میں پانچ گہرے سوراخ ہیں	اس میں نہ پانی ٹھہرے نہ برف

یعنی اس سبو کے پانچ بڑے بڑے سوراخ ہیں کہ نہ اس میں پانی رہتا ہے اور نہ برف پانچ سوراخ سے مراد حواس خمسہ مطلب یہ کہ اگر یہ کھل جاتے ہیں مثلاً کوئی بولے زیادہ یا باتیں سنے زیادہ یا شہوت زانی زیادہ کرے غرضکہ جس میں بھی زیادتی ہوگی فہم کم ہوگا اور اگر ان کو بند رکھو گے تو فہم تمہارے اندر جمع رہے گا اور ساعت بساعت ترقی کرے گا۔

امر غضوا غضۃ ابصارکم	ہم شنیدی راست نہادی تو سم
تو نے "اپنی نگاہوں کو پست رکھو" کا حکم	بھی سنا تو نے صحیح کان نہ دھرا

یعنی غضوا غضۃ ابصارکم کے حکم کو تم نے سنا اور قدم کو درست نہ رکھا (کہ غرض بصر نہ کیا تو ایک سوراخ تو یہ کھلا)

از دہانت نطق فہمت را برد	گوش چوں ریگ آب فہمت را خورد
تیرے منہ کی گفتگو تیری سمجھ کو برباد کر دیتی ہے	کان ریت کی طرح تیری سمجھ کے پانی کو پی جاتا ہے

یعنی تمہارے منہ سے بولنا تمہارے فہم کو لے جاتا ہے اور کان ریت کی طرح تمہاری آب فہم کو کھا جاتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ ریت پانی کو پی لیتا ہے اور خشک کر لیتا ہے اسی طرح تمہارے کان سے یہ فضولیات جاتے ہیں یہ بھی تمہارے فہم کو ختم کئے دیتے ہیں۔

ہمچنیں سوراخہائے دیگرت	می کشاند آب فہم مضمرت
اسی طرح تیرے دوسرے سوراخ	تیری چھپی ہوئی سمجھ کے پانی کو کھول دیتے ہیں

یعنی اسی طرح تمہارے اور سوراخ تمہارے آب فہم مضمرت کو کھینچتے ہیں اب یہاں کسی کو شبہ ہوا کہ ہم تو بہت باتیں کرتے ہیں اور ہمارا فہم اب تک درست ہے مولانا جواب دیتے ہیں کہ۔

گر ز دریا آب را بیروں کنی	بے عوض آن بحر را ہاموں کنی
اگر تو دریا سے پانی باہر نکالے	بغیر بدلے کے اس دریا کو جنگل بنا دے

یعنی اگر دریا میں سے تم پانی بے عوض ڈالے نکالو تو دریا کو جنگل کر دو گے مطلب یہ کہ تمہارا فہم ایک دریا ہے تو اگر سمندر میں سے کوئی پانی نکالے اور اس کی جگہ اور پانی اس میں نہ ڈالے تو تھوڑے دنوں میں سب سوکھ جاوے گا تو اسی طرح جب فہم کم ہوتا رہے گا اور داخل نہ ہوگا تو اب نہیں تو پانچ برس بعد ختم ہو جاوے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

بیگہ است ارنی بگویم حال را	مدخل اعواض را و ابدال را
بے موقع ہے ورنہ میں تجھے حال بتاتا	عوضوں اور بدلوں کے داخل ہونے کا

یعنی بے موقع ہے ورنہ میں عوضوں اور بدلوں کے داخل ہونے کا حال بیان کر دیتا کہ

کان عوضہا و آن بدلہا بحر را	از کجا آید ز بعد خرجہا
وہ عوض اور وہ بدلے دریا میں	خرچ کے بعد کہاں سے آتے ہیں؟

یعنی کہ وہ عوض اور بدل کے بحر کے کھانے سے بعد خرچ کے آ جاتے ہیں۔

صد ہزاران جانور زومی چرند	ابرہا ہم از برونش می برند
اس میں سے لاکھوں جانور پیتے ہیں	ابر بھی (پانی) اس میں سے باہر لے جاتے ہیں

یعنی لاکھوں جانور اس سے پیتے ہیں اور ابر بھی اس کے باہر سے لے جاتے ہیں۔

باز دریا آن عوضہا می کشد	از کجا دانند اصحاب رشد
پھر دریا ان بدلوں کو حاصل کر لیتا ہے	کہاں سے؟ ہدایت یافتہ جانتے ہیں

یعنی پھر دریا ان عوضوں کو کہاں سے کھینچتا ہے اس کو اصحاب رشد جانتے ہیں (اور وہ جاننا یہی ہے کہ حق تعالیٰ سے لیتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ مولانا نے اوپر بیان کیا تھا کہ مقیدزماں کی حق سبحانہ تک رسائی نہیں ہوسکتی اور غیر مقیدین کی ہوتی ہے اب اس کا ایک راز بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر ایک شخص کے لئے اس کی صفات واحوال کے لحاظ سے ایک خاص مقام معین ہے۔ اور ہر مقام پر ایک پہرہ دار مسلط ہے۔ پس جو شخص بدون امرحق سبحانہ اپنے اصلی مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام تک پہنچنا چاہتا ہے فوراً وہ پہرہ دار جو اپنے فرض منصبی کی انجام دہی میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں۔ اور کبھی غافل نہیں ہوتے کہ کوئی چھپ کر نکل جاوے۔ اس کو زبردستی ہٹا دیتے ہیں اور جب خدا چاہتا ہے اس وقت وہ آگے جاسکتے ہیں تم کو اگر وہ پہرہ دار نظر نہ آتے ہوں تو ہم تم کو ایک شناخت بتلاتے ہیں اس سے پہچان لو وہ یہ کہ تم اپنے اختیار میں بھی مختار نہیں ہو۔ ورنہ تم اپنے اختیار کو کام میں لاؤ۔ اور اپنے مرتبہ سے آگے بڑھ جاؤ۔ آخر تمہارے ہاتھ پاؤں تو کھلے ہوئے ہیں پھر کیوں مقید ہوں کیوں نہیں بڑھ جاتے اور کیوں بایزید بسطامی وغیرہ نہیں ہوجاتے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی پہرہ دار ہے جو روکتا ہے مگر تم نے اس پہرہ دار کے انکار کا ایک بیہودہ عذر تراش رکھا ہے۔ وہ یہ کہ جی نہیں چاہتا اور نفس ڈراتا ہے کہ دیکھو تم نے ایسا کیا تو یہ ہوجاوے گا۔ وہ ہوجاوے گا لیکن یہ لغو ہے اس لئے کہ تم اپنی طبیعت اور اپنے نفس کو یوں سمجھا سکتے ہو کہ اچھا امتحان تو کرلو اگر اس میں کچھ ضرر مشاہد ہوتو پھر ہمارا اختیار سلب تو نہ ہوجاوے گا۔ ہم پھر اپنی جگہ پر آجاویں گے پس ذرا تم امتحاناً ہی بڑھ کے دیکھ لو۔ دیکھو بڑھ سکتے ہو یا نہیں۔ خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی ہاں وقتی شاہ صاحب ذرا جلدی کیجئے نماز کا وقت آگیا ہے۔ آگے تشریف لے چلئے اور اے یکتائے زمانہ آپ دوگانہ ادا کیجئے تاکہ آپ کی امامت سے زمانہ مزین ہوجاوے اور اے امام صاحب چشم روشن ہم آپ کو امامت کی دعوت دیتے ہیں کیونکہ امام کے لئے بینا ہونا چاہئے اور شریعت نے اندھے کی امامت کو مکروہ کہا ہے خواہ حافظ ہو۔ خواہ مستعد اور فقیہ ہر حالت میں بینا شخص بہتر ہے گو وہ علوم رسمیہ سے واقف نہ ہو پھر آپ تو علوم رسمیہ میں بھی ماہر ہیں اور راز اس کا یہ ہے کہ اندھا آدمی ناپاکی سے نہیں بچ سکتا کیونکہ مدار احتیاط تو بینائی ہے اور وہ اس میں مفقود ہے۔ وہ رہروی میں نجاست کو نہیں دیکھ سکتا۔ کیونکہ اس سے اقوال وافعال بدوں روشنی چشم کے سرزد ہوتے ہیں پھر چشم ظاہر کے نابینا اور چشم باطن نابینا ہونا میں بھی فرق ہے۔ ظاہر کا اندھا تو نجاسات ظاہرہ میں لتھڑا ہوتا ہے اور باطن کا اندھا نجاسات باطنیہ میں آلودہ ہوتا ہے۔ اور نجاست ظاہرہ تو پانی سے دور ہوجاتی ہے مگر نجاست باطنی اس قدر قوی ہے کہ وہ پانی سے دور نہیں ہوسکتی۔ بلکہ بعض اوقات بڑھ جاتی ہے کیونکہ اس کے سبب بعض وقت آدمی تکبر اور عجب میں مبتلا ہوجاتا ہے اور جبکہ نجاست باطنی پیدا ہوجاتی ہے تو وہ اکثر احوال میں بدوں آب چشم کے نہیں جا سکتی۔ یعنی جب آدمی خوب ریاضت اور مجاہدے کرتا ہے اور حق سبحانہ کی محبت میں روتا ہے اس وقت زائل ہوتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے۔ تم کو اگر نجاست باطنی میں کچھ شبہ ہو تو یوں تسلی کر لو کہ جب حق سبحانہ نے انما المشرکون نجس فرمایا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ نجاست اس کے جسم پر تو لگی ہوئی ہے نہیں اور ظاہر کا فر تو اس سے ملوث نہیں تو لامحالہ وہ نجاست نجاست باطنی اور اخلاق اور دین میں ہوگی۔ پس اب شبہ نہ رہا اور نجاست باطنی کا محقق ثابت ہو گیا۔ ایک فرق تو نجاست ظاہری و باطنی میں وہ تھا جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں دوسرا فرق یہ ہے کہ نجاست ظاہری کی بو تو مثلاً بیس ہی قدم تک پہنچتی ہے اور نجاست باطنی کی بو ایک ملک سے دوسرے ملک میں بلکہ عالم سفلی سے عالم علوی میں پہنچتی اور حور و رضوان کے دماغ سے ٹکراتی ہے چنانچہ بعض گناہوں کی نسبت وارد ہے کہ ان سے فرشتوں اور حوروں کو تکلیف ہوتی ہے یہ جس قدر میں نے بیان کیا ہے یہ تو تمہاری سمجھ کے موافق ہے۔ کیا کہوں کوئی سمجھدار نہیں۔ ورنہ میں اور بھی بہت کچھ بیان کرتا۔ اگر تم کو اسرار کا شوق ہے تو سمجھ حاصل کرو اب جو تمہارے اندر سمجھ نہیں اس کی ایک خاص وجہ ہے اور وہ یہ کہ سمجھ ایسی ہے جیسے پانی اور جسم اس کے لئے ایسا ہے جیسے برتن اور قاعدہ ہے کہ برتن ٹوٹ جاتا ہے تو پانی اس میں نہیں ٹھہر سکتا بلکہ بہہ جاتا ہے اب سمجھو کہ تمہارے جسم کے اندر پانچ سوراخ ہیں۔ اس لئے اس میں آب فہم نہیں ٹھہرا۔ مثلاً ایک سوراخ آنکھ ہے تم نے اس کو کھول رکھا ہے اور باوجودیکہ تم کو تنبیہ کی گئی اور غضوا ابصار کم فرمایا مگر تم نے اس پر عمل نہیں کیا اور اس سوراخ کو کھولے رکھا دوسرا سوراخ منہ ہے بہت بڑا حصہ فہم کا کثرت کلام کے ذریعہ سے ضائع ہوتا ہے تم نے اس کی بھی پروا نہیں کی۔ تیسرا سوراخ کان ہے یہ بھی تمہاری فہم کو زنگ کی طرح کھاتا ہے۔ تم نے اس کی بھی بند کرنے کی کوشش نہیں کی۔ علی ہذا القیاس اور بھی سوراخ ہیں جن سے تمہارا آب فہم نکلا جا رہا ہے۔ تم نے ان کو بھی بند نہ کیا۔ نیز اس کی بھی فکر نہ کی کہ اس کا عوض بھی پہنچ جاوے پس لامحالہ سمجھ بہت کم ہو گئی دیکھو اگر سمندر میں سے پانی نکالا جاوے اور اس کی عوض اور پانی اس میں نہ ڈالا جاوے تو ایک دن خشک ہو کر صحرا ہو جاوے گا موقع نہیں ہے نہیں تو ہم اعواض و ابدال کی بھی تفصیل کرتے کہ کہاں سے آتے ہیں اور کیونکر آتے ہیں جو بعض دریا باوجودیکہ ان کا پانی بہت صرف ہوتا ہے کیونکہ سینکڑوں جانور اس سے پانی پیتے ہیں اور ابران ہی سے پانی لے جاتے ہیں مگر باینہمہ وہ کم نہیں ہوتا اور برابر خرچ شدہ پانی کا بدل ان میں آتا رہتا ہے۔ رہی یہ بات کہ کہاں سے آتا ہے اس کو صاحب ہدایت اور مہتدی لوگ ہی جانتے ہیں (اس مضمون میں مولانا نے ایک شبہ کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے شبہ یہ ہے کہ یہ سوراخ تو اہل اللہ کے بھی کھلے ہوتے ہیں۔ مثلاً وہ باتیں بھی کرتے ہیں وہ دیکھتے بھی ہیں وہ سنتے بھی ہیں۔ خود آپ ہی اپنے کو دیکھ لیجئے کہ کتنی بڑی مثنوی لکھی ہے پھر ان کے افہام کیوں نہیں گھٹے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو بدل ملتا رہتا ہے۔ وہاں جتنا صرف ہوتا ہے اس کے برابر یا اس سے زیادہ ان کو پھر مل جاتا ہے۔ اس لئے ان میں کمی نہیں آتی۔ اور یہ کہ کہاں سے ملتا ہے اور کیونکر ملتا ہے اس کی تفصیل ہم اس مقام پر نہیں کر سکتے۔ برخلاف تمہارے کہ وہاں خرچ تو ہے اور آمدنی یا تو ہے نہیں یا بہت کم ہے اس لئے تمہارے افہام کم ہوتے ہیں۔

شرح شبّیری

قصہ ہا آغاز کردیم از شتاب	ماند بے مخلص درون ایں کتاب
جلدی میں ہم نے بہت سے قصے شروع کر دیے	اس کتاب (مثنوی) کا باطن بے مقصد رہ گیا

یعنی ہم نے بہت سے قصے جلدی سے شروع کر دیے اور باطن اس کتاب کا بے مخلص رہ گیا۔ یعنی ان قصوں میں اس کتاب سے جو مقصود تھا وہ رہ گیا۔ اب چونکہ مولانا حسام الدین ہی کا فیض اس مثنوی کو سمجھتے ہیں لہٰذا آگے ان کی تعریف کرتے ہیں کہ

اے ضیاء الحق حسام الدین راد	کہ فلک وارکان چو تو شاہے نزاد
اے سخی ضیاء الحق حسام الدین!	کہ آسمان اور عناصر نے تجھ جیسا شاہ نہ جنا

یعنی اے ضیاء الحق حسام الدین بزرگ کہ فلک اور ارکان نے آپ جیسا کوئی بادشاہ پیدا نہیں کیا۔

تو بنادر آمدی در جان و دل	اے دلی و جاں از قدوم تو خجل
تم دل و جان میں ندرت سے آئے	تمہاری تشریف آوری سے دل و جان شرمندہ ہیں

یعنی جان و دل میں آپ ایک نادر تشریف لائے ہیں۔ اے وہ شخص کہ آپ کے قدوم سے دل و جاں خجل ہیں۔

چند کردم مدح قوم ما مضےٰ	قصد من زانہا تو بودی ز اقتضا
میں نے گذشتہ قوم کی بہت تعریفیں کیں	تقاضائے (طبع) سے تم ہی ان سے میرا مقصود تھے

یعنی میں نے گذشتہ لوگوں کی مدح بہت کی ہے مگر ان سے میرے مقصود اقتضا کی وجہ سے آپ ہی تھے۔

خانۂ خود را شناسد خود دعا	تو بنام ہر کہ خواہی کن ثنا
دعا اپنے مقام کو خود پہچان لیتی ہے	تو چاہے جس کا نام لے کر تعریف کر

یعنی دعا تو اپنا گھر خود پہچانتی ہے تو جس کے نام سے چاہو ثنا کرو۔ مطلب یہ کہ میں نے اگرچہ اوروں کے نام لے کر ثنا کی ہے مگر ثنا تو اپنا گھر جانتی ہے وہ ادھر ادھر ہو کر آپ ہی پر پہنچتی ہے۔

بہر کتمان مدیح از نامحل	حق نہادست ایں حکایات و مثل
تعریف کو نااہل سے چھپانے کے لئے	اللہ (تعالیٰ) نے یہ حکایتیں اور مثالیں بنا دی ہیں

یعنی ممدوح کے بے موقعہ ہونے کی وجہ سے پوشیدہ رکھنے کو حق تعالیٰ نے یہ حکایت اور مثل بیان فرمائی ہیں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے جو قرآن شریف میں انبیاءؑ کے قصص بیان فرمائے ہیں اور ان کی تعریفیں کی ہیں ان سب سے تعریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقصود تھی مگر

www.besturdubooks.wordpress.com

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں گفت آید در حدیث دیگراں

کی وجہ سے ہر جگہ حضور کا نام مبارک نہیں لیا۔ اسی طرح فرماتے ہیں۔

گرچہ آں مدح از تو ہم آمد خجل	لیک بپذیرد خدا جہد المقل
اگرچہ وہ تعریف بھی تم سے شرمندہ ہے	لیکن اللہ (تعالیٰ) نادار کی کوشش قبول فرما لیتا ہے

یعنی اگرچہ مدح بھی آپ سے خجل ہے (اور آپ کی مدح اب بھی پوری طرح نہ ہو سکی) لیکن حق تعالیٰ غریبوں کی کوشش کو قبول فرما لیتے ہیں۔

حق پذیرد کسرہ را دارد معاف	کز دو دیدۂ کور دو قطرہ کفاف
اللہ (تعالیٰ) ٹکڑا قبول کر لیتا ہے (زیادہ سے) معاف رکھتا ہے	دو اندھی آنکھوں سے دو قطرے کافی ہیں

یعنی حق تعالیٰ ایک ٹکڑہ کو قبول فرما لیتے ہیں اور معاف رکھتے ہیں اس لئے کہ اندھے کی دونوں آنکھوں سے دو قطرہ بھی کافی ہیں (تو اسی طرح ہم نے جس قدر مدح کر دی ہے ہم غریبوں سے اسی کو قبول فرما لیجئے) آگے فرماتی ہیں کہ۔

مرغ و ماہی داند آں ابہام را	کہ ستودم مجمل ایں خوش نام را
اس اجمال کو پرند اور مچھلی سمجھتے ہیں	کہ میں نے مجملاً اس پیارے نام کی تعریف کی ہے

یعنی ابہام کو مرغ و ماہی بھی جانتے ہیں جس خوش نام کی میں نے مجملاً تعریف کی ہے (اور مجمل اس لئے کی کہ)

تا بر و آہ حسوداں کم وزد	تا خیالش رابدنداں کم گزد
تاکہ حاسدوں کی آہ ان پر نہ لگے	تاکہ ان کے خیال کو دانتوں سے نہ کاٹیں

یعنی تاکہ ان پر حسودوں کی آہ کم چلے اور تاکہ ان کے خیال کو دانتوں میں کم کاٹیں۔ مطلب یہ کہ نام اس لئے نہیں لیا تاکہ حاسد لوگ حسد نہ کر سکیں پس مجمل ہی رہنے دیا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

خود خیالش را کجا یابد حسود	در وثاق موش طوطی کے غنود
ان کے خیال کو حاسد کب پائے گا؟	چوہے کے بل میں طوطی کب سوئی ہے؟

یعنی خود حاسد ان کے خیال ہی کو کب پاوے گا موش کے بل میں طوطی کب سوئی ہے۔ (تو ان لوگوں کے ذہن میں ان کا خیال کب آتا ہے)

آں خیال او بود از احتیال	موے ابروئے ویست آں نے ہلال
وہ اس کا بناوٹی خیال ہے	وہ اس کی ابرو کا بال ہے نہ کہ چاند

یعنی وہ اسی کا خیال ہے حیلہ کی وجہ سے اور اسی کی ابرو کا بال ہے نہ کہ ہلال ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مدح تو گویم بروں از پنج و ہفت	بر نویس اکنوں دقوقی پیش رفت
میں تمہاری تعریف پانچ اور سات سے زیادہ کروں گا	اب لکھو (کہ) دقوقی آگے ہو گئے

یعنی آپ کی مدح میں پنج (حواس) اور ہفت (سماء) سے باہر ہو کر کہوں گا۔ اب تو لکھو کہ دقوقی آگے چلے گئے مطلب یہ کہ آپ کی مدح اس جہان میں سما نہیں سکتی۔ لہذا ان حواس سے اور اس عالم سے باہر ہو کر آپ کی مدح کہوں تو کہہ سکتا ہوں تو اب اس کو یہیں ترک کر کے دقوقی کی امامت کو لکھا جاتا ہے۔ قصہ کی طرف اس مصرعہ ہی میں جو کچھ بیان ہے وہی ہے آگے سرخی کے آگے بھی مولانا کو چونکہ جوش زیادہ ہے قصہ بیان نہ کریں گے بلکہ اور مضمون مدح ہی کا بیان فرماویں گے۔

دقوقی کا اس غیبی قوم کی امامت کیلئے آگے جانا

در تحیات وسلام الصالحین	مدح جملہ انبیاء آمد عجین
التحیات اور نیکوں پر سلام میں	سب نبیوں کی تعریف گندھی ہوئی ہے

یعنی التحیات اور سلام صالحین میں تمام انبیاء کی مدح طے ہوئی آئی ہے مطلب یہ کہ دیکھو التحیات میں تمام انبیاء کی مدح ملی ہوئی ہے۔

مدحہا شد جملگی آمیختہ	کوزہا در یک لگن در ریختہ
سب کی ملی جلی تعریف ہو گئی	پیالوں کو ایک طشت میں ڈال دیا

یعنی تعریفیں ساری ملی ہوئی ہیں اور کوزے ایک لگن میں پڑے ہوئے ہیں۔

زانکہ خود ممدوح جز یک بیش نیست	کیشہا زیں روئے جز یک کیش نیست
اس لئے کہ خود ممدوح ایک کے علاوہ نہیں ہے	اس اعتبار سے مذاہب (بھی) ایک کے علاوہ نہیں

اس لئے کہ خود ممدوح سوائے ایک کے نہیں ہے اور مذاہب اس حیثیت سے سوائے ایک مذہب کے نہیں ہیں۔

زانکہ ہر مدحے بنور حق رود	برصور و اشخاص عاریت بود
سمجھ لے کہ ہر تعریف اللہ (تعالیٰ) کے نور کی طرف جاتی ہے	صورتوں اور شخصوں کے لئے عارضی ہوتی ہے

یعنی اس لئے ہر مدح نور حق سے چلتی ہے اور صورتوں اور اشخاص پہ عاریت ہوتی ہے۔

مدحہا جز مستحق را کے کنند	لیک بر پنداشت گمرہ می شوند
(لوگ) مستحق کے علاوہ کسی کی کب تعریف کرتے ہیں؟	لیکن (فاسد) گمان کی وجہ سے گمراہ ہو جاتے ہیں

یعنی مدحین سوائے مستحق کے (اور کسی کو) کب کرتے ہیں لیکن اپنے گمان پر گمراہ ہوتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ہندو مسلمان عیسائی نصرانی عام وخاص جو کوئی کسی کی تعریف کرتا ہے خواہ اپنے معبود کی یا اپنے کسی ویسے ممدوح

www.besturdubooks.wordpress.com

کی اصل میں وہ ساری تعریفیں حق تعالیٰ کی ہیں اس لئے کہ مثلاً کسی کے کرم کی تعریف کرتے ہیں تو یہ صفت اصل میں کسی کے حق تعالیٰ کی یا مثلاً کسی کی قادر ہونے کی تعریف کرتے ہیں یہ بھی اصل میں حق تعالیٰ کی صفت ہے اور اس درجہ میں سارے مذاہب ایک ہو گئے مگر ایک خرابی چونکہ ہوگئی ہے اس وجہ سے کفر و اسلام الگ الگ ہے وہ یہ کہ اس مدح میں اپنے اس ممدوح کو مقصود سمجھ لیتے ہیں اور خاص اسی کی مدح کرتے ہیں۔ بس اس اعتقاد کی بدولت گمراہ ہوئے ہیں۔ ورنہ اصل میں سارے حق تعالیٰ ہی کے اوصاف کی حمد کر رہے ہیں اگر ان لوگوں کو یہ گمان نہ ہوتا تو بے شک یہ لوگ کوئی بھی گمراہ نہ ہوتے۔ مدح جس کی چاہے کرتے مگر مقصود حق تعالیٰ ہی ہوتے تو ظاہر ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ یوں تو اہل اسلام بھی مدح کرتے ہیں مگر اس شئے کو مقصود نہیں بناتے آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

ہمچو نور تافتہ بر حائطے	حائط آں انوار را چوں رابطے
جس طرح کہ نور دیوار پر پڑتا ہے	(اور) دیوار ان نوروں کے لئے واسطہ ہے

یعنی جیسے کہ کوئی نور ایک دیوار پر چمکا ہوا ہو تو دیوار اون انوار کے لئے مثل ایک واسطہ کے ہے۔

لاجرم چوں سایہ سوئی اصل راند	ضال مہ گم کرد وز استائش بماند
لامحالہ جب نور اصل کی طرف سمٹ جائے	گمراہ نے چاند کو گم کر دیا اور تعریف سے رک گیا

یعنی لاجرم جب سایہ اصل کی طرف چلا گیا تو گمراہ آدمی نے چاند کو گم کر دیا اور اس کی تعریف سے رہ گیا۔
مطلب یہ کہ دیکھو چاند کا عکس کسی دیوار پر پڑا تو ایک تو وہ شخص ہے کہ خود چاند کے نور کی تعریف کر رہا ہے اور دوسرا اس دیوار کی مدح کر رہا ہے جس پر چاند کا عکس پڑ رہا ہے تو اب دیکھو کو تھوڑی دیر میں یہ چاندنی اور اس دیوار کی چمک دمک معدوم ہونے والی ہے۔ تو یہ حضرت مادح صاحب مدح سے بھی رہ جاویں گے اور جو چاند کی مدح کر رہا تھا وہ اب بھی مادح ہے اس لئے کہ اس کا نور باقی ہے تو اسی طرح جن لوگوں نے کہ اوروں کو مقصود بنا رکھا ہے وہ تو ان کے معدوم ہونے کے وقت تکتے رہ جاویں گے اور جن کا مقصود حق تعالیٰ ہیں وہ مدت العمر مدح کریں گے اور ممدوح موجود ہوگا۔ آگے دوسری مثال فرماتے ہیں کہ۔

یاز چاہے عکس ماہے وانمود	سر بچہ میکرد واں رامے ستود
یا کسی کنویں میں چاند کا عکس نمودار ہوا	کنویں میں سر جھکایا اور اس کی تعریف کر رہا ہے

یعنی یا کنویں سے چاند کا عکس دکھائی دیا تو ایک شخص نے سر کنویں میں کر کے اس کی تعریف شروع کی۔

در حقیقت مادح ماہ ہست او	گرچہ جہل او بعکسش کردہ رو
حقیقتاً وہ چاند کی تعریف کرنے والا ہے	اگرچہ اس نے نادانی سے عکس کی طرف منہ کر رکھا ہے

یعنی وہ حقیقت میں چاند ہی کا مادح ہے اگرچہ اپنی جہل کی وجہ سے اس کے عکس کی طرف منہ کر رکھا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مدح او مہ راست نے آں عکس را	کفر شد آں چوں غلط شد ماجرا
اس کی تعریف چاند کے لئے ہے نہ کہ عکس کے لئے	جب معاملہ غلط ہو گیا' کفر ہو گیا

یعنی اس کی مدح چاند کو ہے اس عکس کو نہیں ہے اور جب یہ ماجرا غلط ہو گیا تو یہی کفر ہو گیا۔ مطلب یہ کہ وہ جو اس کے اوصاف کی تعریف کررہا ہے وہ اوصاف تو چاند کے ہیں تو اصل میں تعریف اور مدح چاند کی ہوئی بس اس کی جو یہ غلطی ہے کہ یہ اس عکس کی مدح کرنے لگا ہے یہی اس کی غلطی ہے اور اسی سے کفر لازم آتا ہے۔

کز شقاوت گشت گمرہ آن دلیر	مہ بہ بالا بود او پنداشت زیر
کیونکہ وہ جری بدبختی سے گمراہ ہو گیا ہے	چاند اوپر تھا' وہ نیچے سمجھا

یعنی اس لئے کہ شقاوت کی وجہ سے وہ دلیر گمراہ ہوا کہ چاند اوپر تھا اور اس نے نیچے سمجھا۔

زیں بتاں خلقاں پریشان میشوند	شہوتے رانده پشیمان میشوند
ان بتوں کی وجہ سے لوگ پریشان ہوتے ہیں	شہوت پوری کر کے شرمندہ ہوتے ہیں

یعنی ان بتوں کی وجہ سے لوگ پریشان ہوتے ہیں اور شہوت رانی کر کے پشیمان ہوتے ہیں۔

زانکہ شہوت با خیالے رانده است	در حقیقت دور تر وا مانده است
کیونکہ شہوت رانی ایک خیال سے کی ہے	درحقیقت (اصل سے) بہت دور جا پڑتے ہیں

یعنی اس لئے شہوت رانی ایک خیال کی ساتھ کی اور حقیقت میں بہت دور رہے ہیں۔

با خیالے میل تو چون پر بود	تا بدان پر بر حقیقت بر شود
خیال کی جانب تیرا جھکاؤ پر کی طرح ہوتا ہے	تاکہ تو اس پر کے ذریعہ حقیقت تک پہنچے

یعنی خیالی چیزوں کے ساتھ تیرا میلان پر ہوتا ہے تاکہ تم اس پر سے حقیقت پر پہنچو۔

چون برارندی شہوتے پرت بریخت	لنگ گشتے وان خیال از تو گریخت
جب تو نے شہوت رانی کی تو تیرا پر جھڑ گیا	تو لنگڑا ہو گیا اور وہ خیال تجھ سے بھاگ گیا

یعنی جبکہ تو نے شہوت رانی کر لی تو وہ تمہارا پر گر گیا اور تم لنگڑے ہو گئے اور وہ خیال تم سے جاتا رہا۔

پر نگہدار و چنین شہوت مران	تا پر میلت برد سوئے جناں
پر کی حفاظت کر اور ایسی شہوت رانی نہ کر	تاکہ میلان کا پر تجھے جنتوں کی طرف لے جائے

یعنی پر کی حفاظت کرو اور شہوت رانی اس طرح مت کرو تاکہ تمہارا پر میل تم کو جنان کی طرف لے جاوے۔

خلق پندارند عشرت مے کنند	بر خیالے پر خود برمے کنند
لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ عیش کر رہے ہیں	ایک خیال پر اپنے پر اکھاڑ رہے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی لوگ جانتے ہیں کہ وہ عشرت کر رہے ہیں اور ایک خیال پر اپنے پر اکھاڑ رہے ہیں مطلب ان ابیات کا یہ ہے کہ ان میں جو قوت شہوانی ہے وہ ایک ایسی قوت ہے کہ اس کو اگر اپنے اندر جمع رکھا جاوے اور اس سے کام لیا جاوے تو وہی قوت موصل الی الحق ہو جاتی ہے اس لئے کہ اس کے رہنے سے ایک جوش اور ہمت رہتی ہے اور کام جوش اور ہمت ہی سے ہوتا ہے تو بس اس کو اندر رکھ کر کام کرے تو کام خوب ہوتا ہے اور اگر اس کو نکال دیا تو سمجھو کہ اس سے کسل ہوگا اور ایسا ہو گیا کہ گویا تم نے اپنا ایک پر اکھاڑ دیا۔ اور لنگڑے ہو گئے لہذا اچھا ہے کہ اس میں افراط نہ کرو۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ افراط شہوت رانی سے باطنی نقصان ہوتا ہے۔ تو سمجھ لو کہ اس شہوت کو ان بتان مجازی کے ساتھ عشرت کرنے میں خرچ مت کرو بلکہ اس سے دوسرا کام بھی لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

وام دار شرح ایں نکتہ شدم	مہلتم دہ معسرم زاں تن زدم
میں اس نکتہ کی تشریح کا قرضدار ہو گیا ہوں	میں مفلس ہوں مجھے مہلت دے اسی لئے میں خاموش ہو گیا ہوں

یعنی اس نکتہ کی شرح کرنے کے ہم قرضدار رہے تم مجھے مہلت دو اس لئے کہ میں معسر ہوں اس لئے چپ ہو گیا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو اگر کوئی قرضدار معسر ہو تو اس کو شریعت مہلت دیتی ہے تو اسی طرح اس وقت ہم بھی معسر ہیں اور ہم اس وقت بیان نہیں کر سکتے ہمارے ذمہ یہ قرض رہا۔ ان شاء اللہ پھر کہیں بیان کر دیں گے۔

باز گشتم زانکہ قصہ شد دراز	وقت تنگ و قوم موقوف نماز
میں لوٹتا ہوں' کیونکہ قصہ دراز ہو گیا	وقت تنگ ہے اور لوگ نماز میں کھڑے ہیں

یعنی میں واپس ہوتا ہوں اس لئے کہ یہ قصہ دراز ہو گیا ہے اور وقت تنگ ہے اور لوگ نماز میں موقوف ہیں یعنی لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوئے ہیں اور ہم قصہ دوسرا لے بیٹھے۔ لہذا اب آگے ان کی نماز کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب مولانا کو خیال آتا ہے کہ ارے قصہ تو چھوٹ گیا اور میں کہیں کا کہیں نکل گیا۔ اس کی معذرت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا کہیں ہم نے بہت سے قصے شروع کئے لیکن اس کتاب میں وہ تمام نہ ہوئے وجہ یہ ہوئی کہ قصہ کا ایک حصہ بیان کیا اس سے ایک مضمون کی طرف انتقال کیا پھر اس مضمون کے کسی جز سے دوسرے قصہ کی طرف انتقال کر گئے وہکذا۔ اور وہ قصہ ناقص رہ گیا۔ یہاں بھی یہی ہوا کہ قصہ بیان کرتے کرتے دقوقی کی تعریف کرنے لگے اس سے نجاست کی بحث چھڑ گئی لیکن اے وہ ضیاء الحق حسام الدین جن کی مثل فلک اور ارکان اربعہ عناصر نے کوئی دوسرا بادشاہ طبقہ اولیاء میں یا اس زمانہ میں پیدا نہیں کیا بلکہ آپ اقلیم جان و دل میں ایک عجیب بادشاہ آئے ہیں اور ہمارے جان و دل کی اقلیم آپ کی تشریف آوری سے شرمندہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ آپ سے بادشاہ کے قابل نہیں ہے۔ آپ کچھ خیال نہ فرمائیں اور یہ نہ سمجھیں کہ ہمیں اس نے چھوڑ دیا اور دوسروں کے حسن باطنی پر مائل ہو گیا۔ کیونکہ یہ ضرور ہے کہ میں نے گذشتہ لوگوں کی بہت تعریف کی ہے لیکن ان سے اقتضاءً میرا مقصود آپ ہی تھے اور وہ تعریف آپ ہی کی طرف راجع تھی۔ آدمی کسی کی تعریف کرے لیکن وہ تعریف تو اپنا ٹھکانہ پہچانتی ہے۔ درحقیقت وہ اسی کی تعریف ہوگی جو اس کا مستحق ہے۔ مثلاً منشاء میری تعریف کا کمالات باطنیہ تھے اور وہ کمالات آپ میں علی وجہ الکمال موجود ہیں تو وہ تعریف گو صورۃً اور نصاً ان کی ہو۔ مگر اقتضاءً ولزوماً آپ کی ہوگی اور یہی میرا مقصود تھا اور ان کو آپ کے لئے پردہ بنایا تھا۔ آپ تو خود واقف ہیں کہ حق سبحانہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی نااہلوں سے چھپانے کے لئے حکایات وامثال کے پردہ میں چھپایا ہے اگرچہ وہ تعریف آپ سے شرمندہ ہے کہ آپ کے رتبہ کے لائق نہیں لیکن آپ متخلق باخلاق اللہ ہیں اور حق سبحانہ کی عادت ہے کہ وہ ناداروں کے ادنیٰ کوشش کو بھی قبول فرماتے ہیں اور ایک روٹی کا ٹکڑا صدقہ میں قبول فرما کر بذل اموال سے معذور رکھتے ہیں اور یہ کہ کور باطن کی آنکھ کے دو قطروں ہی کو بقدر ضرورت سمجھتے ہیں لہٰذا آپ بھی اس ادنیٰ ہدیہ کو قبول فرمائیے میرے اس ابہام کو مرغ و ماہی بھی جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ میں نے ضیاء الحق حسام الدین ہی کی تعریف کی ہے اور ابہام کی غرض یہ تھی کہ ان کے حاسد جل کر آہ نہ نکالیں۔ اور یہ کہ ان کے ایسے خیال کو دانتوں سے نہ کاٹیں جو ان کی متخیلہ نے تراش لیا ہے کیونکہ اصلی خیال کو تو وہ کہاں پا سکتے ہیں اور ان کی صورت واقعیہ تو ان کے دماغ میں کہاں پہنچ سکتی ہے بھلا چوہے کے بل میں طوطی کب سوتا ہے۔ وہ خیال تو خود انہی کا تراشا ہوا ہے۔ نہ کہ واقعی اور خود انہیں کی ابرو کا بال ہے نہ کہ چاند القصہ میں آپ کی تعریف لفظی نہیں کرتا جس کا تعلق حواسہ خمسہ اور اس عالم اجسام سے ہے بلکہ میں آپ کی تعریف دل سے کرتا ہوں جو حواس خمسہ او ہفت افلاک سے خارج ہے۔ خیر یہ گفتگو تو ہو چکی اب یہ لکھو کہ ذوقی امامت کے لئے آگے بڑھ گئے (یادرکھو کہ ہم نے اے ضیاء الحق حسام الدین را دانغ کو اس ملال اور شکایت کا ازالہ قرار دیا ہے جو محبوب کو عاشق کی توجہ الی الغیر سے پیدا ہوتا ہے اور برنویس اکنوں کو قصہ کی طرف انتقال مانا ہے۔ وھو الطف واقرب عندی اور ولی محمد نے مصرع اے ضیاء الحق حسام الدین را دو کو برنویس اکنوں دقوقی پیش رفت کے ساتھ مرتبط قرار دیا ہے اور استمد ادضیاء الحق لاتمام القصہ مانا ہے اور مضمون مابین دو مصراعین کو جملہ معترضہ کہا ہے وھوا ایضاً محتمل ہرچند کہ مولانا نے قصہ کو شروع کرنا چاہا تھا مگر پھر کچھ یاد آ گیا۔ اور مضمون سابق ہی کو بیان کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ذکر نماز سے ایک اور مضمون ذہن میں آ گیا اس کو بھی بیان کرتے چلیں۔ پھر قصہ بیان کریں گے ایک تو تائید اس امر کی کہ مدح قوم ماضےٴ میں آپ کی تعریف مندرج ہے اوپر گزر چکی۔ دوسری تائید اب یاد آئی۔ آپ کو معلوم ہے کہ التحیات اور السلام علینا وعلیٰ عباداللہ الصالحین میں تمام انبیاء کی تعریفیں مندرج ہیں اور وہ تعریفیں سب یوں مخلوط ہیں جیسے ایک لگن میں بہت سے لوٹے پانی کے ڈال دیئے ہوں ایک لگن کہنے کی وجہ

یہ ہے کہ حقیقت میں ممدوح صرف ایک ذات حق سبحانہ ہے اور ایک سے زیادہ نہیں ہے۔ اسی اعتبار سے تمام مذاہب مختلفہ بھی حقیقت کے لحاظ سے ایک ہی مذہب ہیں کیونکہ جو مدح کسی کی جاتی ہے وہ حقیقت میں نور حق کی طرف راجع ہوتی ہے اور صور و اشخاص کے لئے عاریت ہوتی ہے۔ لوگ حقیقۃً مستحق حمد (حق سبحانہ) ہی کی مدح کرتے ہیں۔ لیکن مبتلائے گمان فاسد ہو کر گمراہ ہو جاتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے چاند کی روشنی ایک دیوار پر پڑ رہی ہے اور دیوار ماہ و نور کے درمیان واسطہ و رابطہ کی مثل ہو۔ مگر جب وہ چاندنی اس دیوار سے گزر کر اپنی اصل کی طرف راجع ہو جائے تو گمراہ سمجھ لے کہ چاند نہیں رہا۔ اور تعریف سے رک جائے۔ یا یوں کہو کہ چاند کا عکس کنویں میں پڑ رہا ہے اور وہ گمراہ کنویں میں منہ ڈال کر اس کے عکس کی تعریف کر رہا ہے اس صورت میں وہ تعریف کرنے والا در حقیقت چاند کی تعریف کر رہا ہے۔ مگر اپنی نادانی سے اس نے عکس کی طرف رخ کر رکھا ہے اور وہ اسی کو ممدوح جانتا ہے حالانکہ حقیقت میں وہ عکس کی تعریف نہیں بلکہ چاند کی تعریف ہے اس غلط بینی کے سبب یہ فعل اس کا کفر ہو گیا اور وہ جری اپنی بدبختی سے گمراہ ہو گیا اور چاند در حقیقت اوپر تھا اس نے اس کو نیچے سمجھا اسی قسم کا مغالطہ حسن پرستوں کو ہوتا ہے کہ وہ حسینوں کی محبت میں پریشان ہوتے ہیں اور جب کامیاب ہوتے ہیں اس وقت بھی کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ بلکہ شہوت رانی کر کے نادم ہوتے ہیں۔ اور حقیقی وجہ پشیمانی یہ ہے کہ انہوں نے ایک خیال کی طرح بے حقیقت شے میں شہوت کو صرف کیا ہے اور حقیقت سے دور رہے ہیں تم کو اس شہوت و خواہش کی نہایت قدر کرنی چاہئے کیونکہ تم کو جو کسی حسین کی طرف میلان ہوتا ہے یہ ایک پر ہے۔ جس کے سبب تم حقیقت تک پہنچ سکتے ہو۔ اس کی دو وجہیں ہیں اول تو یہ کہ تم اس مظہر سے ظاہر کی طرف اور فرع سے اصل کی طرف منتقل ہو سکتے ہو دوسری یہ کہ یہ قوت انسان میں ایک نہایت اعلیٰ جوہر ہے جو ذوق و شوق اور شگفتگی طبیعت میں مدد دیتا ہے اگر اس کو حق سبحانہ سے متعلق کیا جاوے تو بہت جلد موصل الی المطلوب ہو جاتا ہے جب تم نے شہوت پوری کر لی تو وہ پر تمہارا ضائع ہو گیا اور تم لنگڑے ہو گئے اور لطف یہ کہ جس تصویر پر تم عاشق ہوئے تھے وہ بھی تم سے الگ ہو گئی خواہ اس لئے کہ خود تم کو ہی اس کی خواہش نہ رہی یا اس لئے کہ تم اُس کے کام کے نہ رہے اور خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق ہو گیا۔ لہذا تم کو شہوت رانی کر کے اپنے پروں کو ضائع نہ کرنا چاہئے تاکہ یہ میل و رغبت کا پر تم کو جنت میں لے جا سکے لوگ نہایت غلطی کرتے ہیں کہ وہ شہوت رانی کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم مزے اڑا رہے ہیں کیونکہ وہ ایک تصویر کے لئے اپنے پر اکھیڑ رہے ہیں میں اس کی تفصیل اس وقت نہیں کر سکتا اس لئے میں اس کا مقروض ہوں۔ تم مجھے مہلت دو کہ جب وسعت ہو اس وقت اس قرض کو ادا کروں۔ اب چونکہ تنگدست ہوں اور بعض عوارض کے سبب یہ قرض یہاں ادا نہیں کر سکتا۔ اس لئے مجبوراً خاموشی اختیار کرتا ہوں۔ اچھا اب میں واپس ہوتا ہوں کیونکہ وعظ بہت طویل ہو گیا ہے اور وقت بھی ناکافی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ لوگ نماز سے رکے ہوئے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

اس قوم کا دقوقی کے پیچھے اقتدا کرنا

پیش در شد آن دقوقی در نماز	قوم ہمچوں اطلس آمد او طراز
نماز میں دقوقی آگے ہو گئے	قوم اطلس کی طرح تھی، وہ نقش و نگار جیسے

یعنی وہ دقوقی نماز میں آگے ہوئے وہ قوم تو اطلس کی طرح تھی اور یہ بوٹے کی طرح یعنی جس طرح کہ کپڑے کی زینت بوٹوں سے ہوتی ہے اسی طرح یہ زینت القوم تھے۔

اقتدا کردند آن شاہان قطار	در پئے آن مقتدائے نام دار
ان شاہوں نے قطار بنا کر اقتدا کی	اس نامدار مقتدا کے پیچھے

یعنی ان بادشاہوں نے قطار کر کے اس مقتدائے نام دار کے پیچھے اقتداء کی۔

چونکہ با تکبیرہا مقرون شدند	ہمچو قرباں از جہاں بیروں شدند
جیسے ہی وہ تکبیروں سے وابستہ ہوئے	قربانی کی طرح دنیا سے باہر نکل گئے

یعنی جب وہ تکبیر کے ساتھ مقرون ہوئے تو قربانی کی طرح جہان سے باہر ہو گئے۔

یعنی جس طرح کہ قربانی بعد ذبح کے فنا ہو جاتی ہے اور اس عالم سے بے خبر ہو جاتی ہے اسی طرح وہ مستغرق اور بے خبر ہو گئے اب آگے مولانا نماز کے ارکان کے متعلق کچھ اشارات و نکات و مراقبات بیان فرماتے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان جب نماز پڑھنے کھڑا ہو تو ان حالات کو مستحضر کرلے باقی ارکان صلوٰۃ ان نکات پر موقوف نہیں ہیں۔ فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ دقوقی نماز میں آگے تھے اور قوم ان کی اقتدا میں پیچھے قوم اطلس کی طرح تھی اور دقوقی اس اطلس کا بوٹا تھا۔ غرض سب نے صف بستہ ہو کر ان کے پیچھے اقتدا کی اور نماز شروع ہو گئی جب تکبیر کہنے لگے ہیں اس وقت وہ اس عالم ناسوت سے یوں نکل گئے جس طرح قربانی کا جانور ذبح ہو کر نکل جاتا ہے یعنی نماز میں ان کو اس درجہ استغراق ہوا کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

معنے تکبیر ایں است اے امیم	کائے خدا پیش تو ما قربان شدیم
اے امام! تکبیر کے معنی یہ ہیں	کہ اے خدا! ہم تیرے سامنے قربان ہوگئے

یعنی اے امام تکبیر کے معنے یہ ہیں کہ اے خدا ہم آپ کے سامنے قربان ہوتے ہیں۔

وقت ذبح اللہ اکبر مے کنے	ہمچنیں در ذبح نفس کشتنے
ذبح کے وقت تو اللہ اکبر پڑھتا ہے	اسی طرح گردن زدنی نفس کے ذبح میں

یعنی ذبح کے وقت تم اللہ اکبر کہتے ہو بس اسی طرح اس نفس کی کشتی ذبح کے وقت بھی مطلب یہ کہ جس طرح ذبح کے وقت اللہ اکبر کہتے ہو اسی طرح جب نماز کے لئے اللہ اکبر کہو تو یہی سمجھو کہ ہم اس نفس کو ذبح کر رہے ہیں اس پر اللہ اکبر کہہ رہے ہیں۔

گوئی اللہ اکبر و آں شوم را	سر ببر تا وارہد جان از عنا
تو اللہ اکبر پڑھ اور اس بدبخت کا	سر کاٹ دے تاکہ روح ہلاکت سے نجات پا جائے

یعنی اللہ اکبر کہو اور اس منحوس کا سر کاٹو تاکہ جان مصیبت سے چھوٹ جاوے۔

شرح حبیبی

اب تکبیر کا ایک نکتہ بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب تم ابتدائے نماز میں اللہ اکبر کہتے ہو تو گویا اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ اے اللہ ہم آپ کے قربان ہوگئے ہیں۔ اور ہم نے اپنی خودی کو مٹا دیا ہے پس جس طرح تم ذبح کے وقت اللہ اکبر کہتے ہو یوں ہی اس گردن زدنے نفس کے ذبح کے لئے بھی کہنا چاہئے اور اللہ اکبر کہہ کر اس منحوس کا سر اڑا دینا چاہئے تاکہ تمہاری جان مصیبت سے چھوٹے۔

شرح شبّیری

تن چوں اسماعیل و جاں ہمچوں خلیل	کرد جان تکبیر بر جسم نبیل
جسم اسماعیل کی طرح اور روح خلیل (اللہ) کی طرح ہے	روح نے شاندار جسم پر تکبیر پڑھ دی

یعنی تن تو (مذبوح ہونے میں) اسماعیل کی طرح ہے اور روح (ذبح ہونے میں خلیل اللہ کی طرح ہے تو روح نے اس جسم عظیم پر تکبیر کی ہے جب روح نے جسم پر تکبیر کہی تو یہ ہوا کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گشت کشتہ تن ز شہوتہاؤ آز	شد بہ بسم اللہ بسمل در نماز
جسم شہوتوں اور حرص سے مردہ ہو گیا	بسم اللہ کہہ کر بحیثیت نماز میں بسمل ہو گیا

یعنی شہوات سے اور حرص سے کشتہ ہو گیا اور بسم اللہ سے نماز میں بسمل ہو گیا۔ (یہ سب نکات اور اشارات ہیں مطلب یہ ہے کہ نماز میں اس طرح سوچے گویا کہ یوں ہو رہا ہے اور یہ سوچے کہ)

چو قیامت پیش حق صفہا زدہ	در حساب و در مناجات آمدہ
قیامت (کے دن) کی طرح اللہ (تعالیٰ) کے سامنے صفیں باندھے ہوئے ہیں	حساب اور سوال و جواب میں لگے ہیں

یعنی قیامت کی طرح حق کے سامنے صف باندھے اور حساب اور مناجات میں (گویا کہ) آئے ہوئے ہیں۔

ایستادہ پیش یزدان اشک ریز	ہر مثال راست خیز رستخیز
اللہ (تعالیٰ) کے سامنے کھڑے ہوئے آنسو گرا رہے ہیں	قیامت میں سیدھے کھڑے ہونے والوں کی طرح

یعنی حق تعالیٰ کے سامنے اشک ریز مثل روز رستخیز کے راست خیز کے کھڑے ہوئے ہیں مطلب یہ کہ جس طرح کہ قیامت میں لوگ سیدھے اٹھیں گے اسی طرح یہ نماز میں کھڑے ہوئے ہیں۔ اب اس کے بعد یہ سوچے کہ گویا کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ ان حضرات کا جسم و نفس اسماعیل کی مانند عزیز اور بوجہ مطمئنہ ہو جانے کے ذبح پر آمادہ تھا اور ان کی جان خلیل اللہ کی طرح اس کی محب تھی مگر رضائے حق کے لئے اس نے اللہ اکبر کہہ کر اس کے گلے پر چھری پھیر دی اور ان کا جسم و نفس تمام شہوات و خواہشات سے مر گیا اور بسم اللہ سے نماز میں بسمل ہو گیا یہ لوگ حق سبحانہ کے سامنے یوں صف بستہ کھڑے ہوئے مناجات اور محاسبہ میں مصروف تھے جیسے قیامت میں کھڑے ہوں۔ اور یوں کھڑے ہوئے خدا کے سامنے گریہ وزاری کر رہے تھے جیسے قیامت میں حق سبحانہ کے سامنے باادب سیدھے کھڑے ہوں۔

شرح شبّیری

حق ہمی گوید چہ آوردی مرا	اندریں مہلت کہ دادم مر ترا
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے تو میرے لئے کیا لایا ہے؟	اس وقفہ میں جو میں نے تجھے دیا

یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو ہمارے پاس اس مہلت میں جو ہم نے تجھے دی تھی کیا لایا۔

عمر خود را در چہ پایاں بردۂ	قوت و قوت درچہ فانی کردۂ
اپنی عمر کس چیز میں ختم کی ہے؟	روزی اور طاقت کس چیز میں ختم کی ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اپنی عمر کو کس شے میں ختم کیا تو نے اور قوت وقوت کو کس شئے میں فنا کیا۔

گوہر دیدہ کجا فرسودہٗ	پنج حس را در کجا پالودہ
آنکھ کے گوہر کو کہاں گھسا ہے؟	پانچوں حواس کا کس جگہ صفایا کیا ہے؟

یعنی گوہر دیدہ کو تو نے کہاں خراب کیا ہے اور پنج حس کا کہاں صفایا کیا ہے۔

چشم و گوش و ہوش گوہرہائے عرش	خرچ کردی چہ خریدی توز فرش
آنکھیں اور کان اور حواس عرش کے جواہر ہیں	تو نے (ان کو) خرچ کیا' زمین سے کیا خریدا؟

یعنی گوش و چشم و ہوش جو گوہر ہائے عرش ہیں تو نے ان کو خرچ کیا۔ تو زمین سے ان کے بدلے میں کیا خرید لایا۔

دست و پا دادمت چوں بیل و کلند	من بہ بخشیدم زخود آں کے شدند
میں نے تجھے ہاتھ اور پاؤں پھاوڑے اور کلہاڑے جیسے دیئے	وہ میں نے دیئے خود بخود کہاں ہوئے؟

یعنی میں نے تجھے ہاتھ پاؤں بیل و کسی کی طرح دیئے اور وہ میں نے ہی تو بخشے وہ از خود کب ہوئے تھے۔

ہمچنیں پیغامہائے درد گیں	صد ہزاراں آید از یزدان پاک
اسی طرح کے دردناک پیغام	دربار سے لاکھوں آتے ہیں

یعنی ایسے ہی پیغامہائے دردناک لاکھوں یزدان پاک کی طرف سے آتے ہیں۔

در قیام ایں گفتہا دارد رجوع	وز خجالت شد دو تا اندر رکوع
قیام (کی حالت) میں یہ باتیں آتی ہیں	شرمندگی سے رکوع میں دوہرا ہو جاتا ہے

یعنی قیام میں یہ باتیں اس طرف رجوع ہوئیں تو شرمندگی کی وجہ سے یہ شخص رکوع میں دوہرا ہو گیا۔

ایستادن رانماندہ قوتے	در رکوع آمد ز شرم او ساعتے
کھڑے رہنے کی قوت نہیں رہتی	وہ تھوڑی دیر کے لئے رکوع میں ہو جاتا ہے

یعنی کھڑے ہونے کی قوت نہ رہی تو رکوع میں شرم کی وجہ سے ایک گھڑی کے لئے آ گیا۔

قوت استادن از خجلت نماند	در رکوع از شرم تسبیحے بخواند
شرمندگی کی وجہ سے کھڑے رہنے کی طاقت نہ رہی	شرم سے رکوع میں تسبیح پڑھنے لگا

یعنی قوت کھڑے ہونے کی تو شرم کے مارے رہی نہیں تو رکوع میں شرم کی وجہ سے تسبیح پڑھی۔

باز فرماں در رسد بردار سر	از رکوع و پاسخ حق بر شمر
پھر حکم ہوتا ہے سر اٹھا	رکوع سے اور اللہ (تعالیٰ) کا جواب شمار کر

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی پھر حکم پہنچتا ہے کہ سر رکوع سے اٹھاؤ اور حق تعالیٰ کا جواب دو۔

سر برآرد از رکوع او شرمسار	باز اندر رو فتد آں خامکار
وہ شرمندگی کی حالت میں رکوع سے سر اٹھاتا ہے	پھر وہ ناقص العمل منہ کے بل گر پڑتا ہے

یعنی وہ شرمسار رکوع سے سر اٹھاتا ہے اور پھر منہ کے بل وہ خامکار گر پڑتا ہے۔ مطلب یہ کہ گویا کہ اس حکم کی وجہ سے سر اٹھایا تھا مگر پھر کچھ جواب دے نہ سکا تو پھر منہ کے بل گر پڑا یہی سجدہ ہے۔

باز فرماں آیدش بردار سر	از سجود و وادہ از کردہ خبر
پھر اس کو حکم ہوتا ہے سر اٹھا	سجدے سے اور (اپنے) عمل کی بات بتا

یعنی اس کے پاس پھر حکم آتا ہے کہ سر اٹھا سجدہ سے اور کیے ہوئے کی خبر دے یعنی جو کام کیے ہیں وہ سب بتاؤ۔

سر برآرد او دگر رہ شرمسار	اندر افتد باز در رو ہمچو مار
وہ شرمندہ دوبارہ سر اٹھاتا ہے	پھر سانپ کی طرح منہ کے بل گر پڑتا ہے

یعنی وہ دوسری مرتبہ پھر سر اٹھاتا ہے اور پھر شرمسار ہو کر منہ کے بل سانپ کی طرح گر پڑتا ہے۔

باز گوید سر برار و بازگو	کہ بخواہم جست از تو موبمو
پھر اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے سر اٹھا اور بتا	میں تجھ سے ذرہ ذرہ کی جستجو کروں گا

یعنی پھر حکم ہوتا ہے کہ سر اٹھا اور بتلا۔ میں تجھ سے موبمو جستجو کروں گا۔ (تو سر اٹھاتا ہے اور دوسری رکعت پھر اسی طرح ادا ہوتی ہے کہ اس طرف سے سوالات اور اس طرف سے عجز یہاں تک کہ دو رکعت بھی ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد یہ ہوتا ہے کہ)

قوت پا ایستادن نبودش	کہ خطاب ہیبتے برجاں زدش
اس میں کھڑے رہنے کی طاقت نہیں ہوتی ہے	کیونکہ ہیبت ناک خطاب نے اس کی جان پر حملہ کیا ہے

یعنی پاؤں پر کھڑے ہونے کی اسے قوت نہیں رہتی۔ کہ ایک ہیبت کا خطاب اس کی جان پر غالب ہو جاتا ہے۔

پس نشیند قعدہ زاں بارگراں	حضرتش گوید سخن گو بابیاں
اس بھاری بوجھ کی وجہ سے وہ قعدہ میں بیٹھ جاتا ہے	اللہ (تعالیٰ) اس سے فرماتا ہے مفصل بات کہہ

یعنی پس قعدہ میں اس بارگراں کی وجہ سے بیٹھ جاتا ہے تو حضرت حق اس سے فرماتے ہیں کہ بات پوری طرح کہہ دے۔

نعمت دادم بگو شکرت چہ بود	دادمت سرمایہ ہیں بنمائے سود
میں نے تجھے نعمتیں دیں تھا تیرا شکریہ کیا تھا؟	میں نے تجھے سرمایہ دیا اس کا نفع دکھا؟

یعنی میں نے تجھے نعمت دی تھی تیرا شکر کہاں ہے اور میں نے تجھے سرمایہ دیا کہا نفع کہاں ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں نہ سرمایہ بود او را نہ سود	شافعی خواہد کہ گوید عذر زود
چونکہ اس کے پاس نہ سرمایہ ہوتا ہے نہ نفع	(اس لئے) وہ سفارشی چاہتا ہے تاکہ جلدی عذرخواہی کردے

یعنی جب نہ سرمایہ اس کے پاس ہوتا ہے اور نہ نفع تو کسی شافع کو تلاش کرتا ہے جو جلدی سے عذرخواہی کردے۔

بیان داہنی طرف سلام کرنے کا قیامت میں حق تعالیٰ کے محاسبہ کی ہیبت کی وجہ سے اور انبیاء سے استعانت وشفاعت چاہنا

رو بدست راست آرد در سلام	سوئے جان انبیا و آں کرام
سلام میں داہنی جانب کو رخ کرتا ہے	انبیاء اور بزرگوں کی روح کی جانب

یعنی منہ داہنے ہاتھ کی طرف سلام میں انبیاء اوران کرام (فرشتوں کی طرف) لاتا ہے۔

انبیاء را او سلامے مے کند	استعانت را طلب کردن مدد
وہ انبیاء کو سلام کرتا ہے	استعانت اور مدد طلب کرنے کے لئے

یعنی انبیاء کو وہ سلام کرتا ہے استعانت کے لئے اور مدد طلب کرنے کے لئے۔

یعنی اے شاہاں شفاعت کایں لئیم	سخت در گل ماندہ اش پاؤ گلیم
یعنی اے شاہو! شفاعت کرو کیونکہ یہ کمینہ	اس کا پاؤں اور کملی دلدل میں پھنسی ہے

یعنی (کہتا ہے کہ) اے بادشاہو شفاعت (کرو) کہ اس لئیم کا پاؤں اور گلیم سب گارے میں دھنس گیا ہے۔

انبیا گویند روز چارہ رفت	چارہ آنجا بود و دست افراز زفت
انبیاء کہیں گے تدبیر کا وقت جاتا رہا	تدبیر اور کافی سامان وہاں (میں تھا)

یعنی انبیاء کہیں گے کہ روز چارگیا چارہ اور دست افراز عظیم تو اسی جگہ (دنیا) ہی میں تھا۔ دست افراز شے مستعمل مقصود چارہ۔

مرغ بے وقتی اے بدبخت رو	ترک ما گو خون ما اندر مشو
تو مرغ بے ہنگام ہے اے بدبخت! چلا جا	ہمیں معاف کر ہماری جان کے درپے نہ ہو

یعنی تو مرغ بے ہنگام ہے اے بدبخت جا ہمیں چھوڑ اور ہمارے خون کا پیاسا مت ہو۔

رو بگر داند بسوئے دست چپ	در تبار و خویش گویندش کہ خب
وہ بائیں جانب رخ کرتا ہے	خاندان اور اپنوں میں سے اس سے کہتے ہیں کہ مکار

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بائیں ہاتھ کی طرف منہ خویش وتبار میں پھیرتا ہے تو وہ اس کو کہہ دیتے ہیں کہ دور ہو۔

ہیں جواب خویش گو با کردگار	ما کہ ایم اے خواجہ دست از ما بدار
خبردار! اپنا جواب اللہ (تعالیٰ) کو دے	ہم کون ہوتے ہیں؟ اے جناب ہمیں معاف کیجئے

یعنی ارے اپنا جواب اللہ تعالیٰ سے خود کہہ ارے بابا ہم کون ہوتے ہیں ہم سے ہاتھ اٹھا۔

نے ازیں سو نے ازاں سو چارہ شد	جان آں بیچارہ دل صد پارہ شد
(جب) نہ ادھر سے نہ ادھر سے کوئی تدبیر ہوئی	اس بے چارے کی جان سو ٹکڑوں والا دل بنی

یعنی نہ اس طرف سے چارہ ہوا اور نہ اس طرف سے تو اس کی جان بیچارہ اور دل صد پارہ ہو گیا۔

از ہمہ نومید گردد آں دغا	پس برآرد ہر دو دست اندر دعا
وہ بھلا مسکین ہر طرف سے مایوس ہو گیا	تو دعا میں دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے

یعنی وہ دغا باز سب سے ناامید ہو جاتا ہے تو پھر دعا میں دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے (اور کہتا ہے کہ)

کز ہمہ نومید گشتم اے خدا	اول و آخر توئے و منتہا
کہ اے خدا! میں سب سے مایوس ہو گیا ہوں	اول اور آخر تو ہی ہے اور (تو ہی) منتہا ہے

یعنی کہ اے خدا میں سب سے ناامید ہو گیا ہوں اب اول وآخر آپ ہی ہیں اور منتہا (آپ ہی ہیں)

ہست امیدے کہ عنایت در رسد	گردد او ایمن ز حبل من مسد
(اب) امید ہے کہ مہربانی ہو جائے	وہ مونجھ کی رسی سے محفوظ ہو جائے

یعنی امید ہے کہ عنایت پہنچے گی اور یہ شخص حبل من مسد سے بے خوف ہو جاوے گا۔ مطلب یہ کہ امید ہے کہ اب دعا کرنے سے اس کی امید برآویگی اور یہ بلاؤں سے چھوٹ جاوے گا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ۔

در نماز این خوش اشارتہا ببیں	تا بدانے کایں بخواہد شد یقیں
نماز میں ان اچھے اشاروں کو سمجھ لے	تا کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ یہ یقیناً ہو گا

یعنی نماز میں ان اچھے اشارات کو دیکھو تا کہ تم جان لو کہ اس طرح یقیناً ہو گا۔ مطلب یہ کہ یہ صرف اشارات ہیں کہ جب نماز پڑھنے کھڑے ہو تو اس طرح سوچ لو تو اس سے یہ نفع ہو گا کہ تم کو قیامت کی حالت مستحضر رہا کرے گی اور موت یاد آجایا کریگی یہ نکات تو نفس صلوٰۃ کے تھے آگے اقتدا کے معنے بیان فرماتے ہیں کہ۔

معنئے تسلیم ایں اے مقتدے	کہ توئے حق ہادی و ما مہتدی
اے مقتدی! اطاعت کے یہی معنی ہیں	کہ (اے اللہ) تو ہی ہدایت دینے والا ہے اور ہم ہدایت حاصل کرنے والے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تسلیم کے معنی یہ ہیں اے مقتدی کہ (یوں سمجھو کہ اے امام) تو ہی سچا ہادی ہے اور ہم مہتدی ہیں۔

ہرچہ فرمائے تو منقادیم ما	باقضائے جرم گو شادیم ما
تو جو حکم دے ہم تابعدار ہیں	کہد ے جرم کی سزا پر ہم راضی ہیں

یعنی جو کچھ آپ فرمادیں ہم منقاد ہیں اور جرم کے قضا کے ساتھ کہدو کو ہم شاد ہیں۔ مطلب یہ کہ ایسی حالت بناؤ کہ گویا کہ امام سے یہ کہہ رہے ہو کہ آپ اللہ میاں سے کہہ دیجئے کہ آپ کا جو ارشاد ہمارے ان جرموں کی بابت ہو ہم اس پر راضی ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

بچہ بیروں آر از بیضہ نماز	سر مزن چوں مرغ بی تعظیم و ساز
نماز کے انڈے سے بچہ باہر نکال	بغیر تعظیم اور ادب کے مرغ کی طرح ٹھونگیں نہ مار

یعنی بیضہ نماز سے بچہ نکالو اور مرغ بے ادب اور بے سامان کی طرح سر مت پٹکو مطلب یہ کہ نماز کے ثمرات کو حاصل کرو اور اس کی صورت سے اس کی روح کو حاصل کرو یہ نہیں کہ مرغ کی طرح ٹھونگیں ماریں اور چلتے ہوئے یہاں تک نماز کے کچھ اشارات وغیرہ بیان فرما کر اب پھر قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ یہاں سے مولانا کا مقصود یہ ہے کہ نماز میں علاوہ اور مصالح وحکم کے ایک یہ بھی راز ہے کہ یہ نقشہ ہے اس معاملہ کا جو قیامت میں بصورت عصیاں عبد حق سبحانہ اور بندے کے درمیان پیش آئے گا۔ اور نماز اس حالت کو یاد دلاتی ہے جو قیامت میں ہونے والی ہے پس تم کو چاہئے کہ اس سے عبرت پکڑو اور اطاعت حق میں کمر بستہ ہوتا کہ اس وقت شرمساری نہ ہو۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب آدمی نماز شروع کرتا ہے تو گویا کہ ایک مجرم جوابدہی کے لئے حق سبحانہ کی عدالت میں لایا گیا ہے اور حق سبحانہ اس سے فرماتے ہیں کہ ہم نے جو تجھ کو دنیا میں اتنی مہلت دی تھی اس میں تو نے ہماری خوشنودی کے لئے کیا کام کئے اور اپنی عمر کو کن کاموں میں ختم کیا اور غذائے قوت کو کہاں کھویا آنکھ کے موتی کو کہاں گھسا اور حواس خمسہ کو کہاں ختم کیا۔ کان آنکھ عقل جو عرش کے موتی یعنی ہماری دی ہوئی اعلیٰ نعمتیں تھیں ان کو تو نے خرچ کیا بتا دنیا میں اس کی عوض کیا خریدا رتجھ کو ہاتھ پاؤں بیلچا اور کسی کی طرح آلات کسب ہم نے عطا کئے تھے۔ خود بخود نہ ہو گئے تھے پھر تو نے ان سے ہمارے لئے کیا کمایا۔ یہ اور اسی قسم کے اور لاکھوں سوالات حق سبحانہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور حالت قیام میں یہ خطابات اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس کو ان کا کچھ جواب نہیں بن پڑتا۔ اور شرم کے مارے جھک جاتا ہے گویا کہ وہ رکوع میں ہے اور چونکہ کھڑے ہونے کی تاب نہیں رہی تھی اس لئے کچھ دیر رکوع کی حالت میں رہتا ہے اور چونکہ مارے ندامت کے کھڑا نہیں ہوسکتا اس لئے رکوع میں تسبیح کرتا ہے۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ جھک کیوں گیا۔ سیدھا کھڑا ہو اور

www.besturdubooks.wordpress.com

جوابدے وہ مجبوراً سراٹھاتا ہے لیکن اس سے کھڑا نہیں ہوا جاتا اس لئے منہ کے بل گر پڑتا ہے گویا کہ وہ سجدہ میں ہے۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ سراٹھا گر کیوں پڑا جواب دہ پھر اٹھتا ہے اور کھڑے ہونے کی تاب نہیں ہوتی۔ اس لئے بیٹھ جاتا ہے تو گویا کہ وہ جلسہ میں ہے۔ اور جلسہ میں ندامت کا غلبہ ہوتا ہے تو پھر سانپ کی طرح منہ کے بل گر پڑتا ہے۔ گویا کہ دوسرے سجدہ میں ہے پر حکم ہوتا ہے کہ گر گر کیوں پڑتا ہے۔ اٹھ کے کھڑا ہو اور جواب دے میں تجھ سے مفصل جواب لوں گا اب وہ پھر اٹھتا ہے گویا کہ دوسری رکعت شروع کرتا ہے اور وہ دوسری رکعت بھی رکعت اولیٰ کی طرح ختم ہو جاتی ہے اور حق سبحانہ کے خوف سے روتا ہوتا ہے۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ اٹھ جلد بیان کر کہ تو نے کیا کیا مگر اس پر ندامت کا غلبہ ہوتا ہے کہ کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اور بیٹھ جاتا ہے اور حضرت حق کا حکم ہوتا ہے کہ تفصیلی جواب دے کہ ہم نے جو نعمتیں دیں تو نے ان کا شکر کیونکر ادا کیا اور ہم نے تجھے مال دیا تھا تو نے تجارت میں کیا نفع اٹھایا۔ مگر جبکہ اس کے پاس نہ زر اصل ہوتا ہے نہ نفع تو پریشان ہو کر چاہتا ہے کہ کوئی سفارشی ہو جو میری طرف سے معذرت کر کے مجھے نجات دلا دے۔ اس لئے وہ دائیں طرف انبیاء اور دیگر مقربین کی جانب رخ کرتا ہے گویا کہ وہ سلام پھیرتا ہے اور مقصد اس کا یہ ہے کہ آپ ہی حضرات سفارش فرما دیں کہ اس کمینہ کا پاؤں اور کمبل بری طرح دلدل میں پھنس گیا ہے انبیاء اس کو جواب دیتے ہیں کہ اب تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ دنیا ہی میں اس کی تدبیر اور اس کا کافی سامان تھا۔ سو وہاں تو نے کچھ کیا نہیں اب کہتا ہے جب وقت نکل گیا۔ پس تو مرغ بے ہنگام ہے اور بد بخت جا دور ہو ہمارا پیچھا چھوڑ۔ اور ہماری جان نہ کھا ادھر سے مایوس ہو کر بائیں طرف اپنے عزیز و اقارب کی طرف رخ کرتا ہے اور ان سے سفارش کا ملتجی ہوتا ہے وہ بھی یہی جواب دیتے ہیں کہ بس چپ رہ اور حق سبحانہ کے سوال کا جواب دے ہم سے کچھ توقع نہ رکھ۔ ہم سفارش کرنے والے کون ہوتے ہیں۔ جب نہ ادھر سے کام چلا نہ ادھر سے تو اس کی جان مجبور ہو گئی اور صدمہ سے دل صد چاک ہو گیا۔ اور شریر سب سے ناامید ہو کر حق سبحانہ کی جناب میں دست بدعا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ میں سب سے ناامید ہو گیا ہوں میرا اول و آخر اور مبتدا و منتہا تو تو ہی ہے تو مجھ پر رحم فرما اور مجھے معاف کر اب مولانا فرماتے ہیں کہ اب یہ ٹھیک راستہ پر آیا ہے۔ کیونکہ امید کی جگہ یہی درگاہ ہے اور امید ہے کہ اس کی درخواست رد نہ ہو گی بلکہ اس پر رحمت ہو گی۔ اور اس کی گردن اس پھندے سے چھوٹ جائیگی۔ پس سمجھو کہ نماز اور اس کے افعال میں یہ نفیس اشارات ہیں تا کہ تم کو معلوم ہو جاوے کہ بصورت عدم اطاعت کے تمہاری یہی حالت ہو گی۔ ایک اور بات بھی باقی رہ گئی۔ اس کا راز بھی بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ مقتدین کے افعال صلوٰۃ میں تو وہی اشارات ہیں جو امام یا منفرد کی نماز میں ہیں مگر نفس اقتدا میں کیا اشارہ ہے سو اس کو بھی سمجھو۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ تم یوں کہو کہ اے اللہ ہم آپ کے مطیع ہیں آپ ہمارے ہادی ہیں اور ہم مہتدی آپ جو فرمائیں ہم اس کی اطاعت پر کمربستہ ہیں اور ہمارے جرم پر جو سزا تجویز فرمائیں ہم اس پر بحیثیت آپ کا فیصلہ ہونے کے خوش ہیں۔ گو بحیثیت فی نفسہ مصیبت ہونے کے ہم اپنے رہائی کی درخواست کرتے ہیں پس تم کو نماز سے نتائج محمودہ حاصل کرنے چاہئیں اور

www.besturdubooks.wordpress.com

مرغے کی طرح یوں چونچیں نہ مارنی چاہئیں کہ نہ تعظیم حق ادا ہوا اور نہ اس کے اوامر و نواہی کے موافقت ہو۔

شرح شبیری

دقوقی کا نماز میں کشتی والوں کا غرق ہونے میں شور و غل کرنے کو سننا

آں دقوقی در امامت کرد ساز	اندر آں ساحل درآمد در نماز
دقوقی نے امامت شروع کر دی	اسی ساحل پر انہوں نے نماز شروع کی

یعنی اس دقوقی نے امامت کا سامان کیا اور اس ساحل میں نماز شروع کر دی۔

واں جماعت درپے او در قیام	اینت زیبا قوم و بگزیدہ امام
وہ جماعت ان کے پیچھے قیام میں (تھی)	رہے اچھی قوم اور برگزیدہ امام

یعنی اور وہ جماعت ان کے پیچھے قیام میں بس ایک عجیب زیبا قوم تھی اور برگزیدہ امام تھے۔

ناگہاں چشمش سوئے دریا فتاد	چوں شنید از سوئے دریا اوداد
اچانک ان کی نگاہ دریا کی جانب پڑی	جب دریا کی جانب سے انہوں نے فریاد و فریاد سنا

یعنی ناگہاں اس دقوقی کی نظر دریا کی طرف پڑی۔ جبکہ اس نے دریا کی طرف سے داد داد کو سنا

درمیان موج دید او کشتئ	در قضا و در بلاؤ زشتئ
انہوں نے موجوں میں ایک کشتی دیکھی	قضا میں اور بلا میں اور تباہی میں

یعنی موج کے درمیان میں انہوں نے ایک کشتی قضا میں اور بلا میں اور زشتی میں دیکھی۔

ہم شب وہم ابر وہم موج عظیم	آں سہ تاریکی و از غرقاب بیم
رات بھی اور ابر بھی اور بڑی موج بھی	تین اندھیریاں اور ڈوبنے کا ڈر

یعنی رات تھی اور ابر تھا اور موج بلند تھی۔ یہ تین تو تاریکیاں اور ڈوبنے کا ڈر۔

تند بادے ہمچو عزرائیل خاست	موجہا آشوفت اندر چپ و راست
ملک الموت کی طرح تیز ہوا اٹھی	(جس نے) دائیں اور بائیں موجیں پھیلا دیں

یعنی ایک تند ہوا عزرائیل کی طرح اٹھی تو موجیں چپ و راست سے امڈ آئیں۔

اہل کشتی از مہابت کاستہ	نعرہ و وایلہا برخاستہ
کشتی والے خوف سے سکڑے ہوئے	نعرے اور واویلا بلند کئے ہوئے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اہل کشتی کے مارے گھٹے ہوئے اور نعرے اور واویلا اٹھائے ہوئے۔

دستہا در نوحہ بر سرے زدند	کافر و ملحد ہمہ مخلص شدند
رونے میں ہاتھ سر پر مار رہے تھے	کافر اور بددین سب مخلص ہو گئے تھے

یعنی نوحہ میں ہاتھ سر پر مارتے تھے اور کافر اور ملحد سب مخلص ہو گئے تھے۔

باخدا باصد تضرع آں زماں	عہد ہا و نذرہا کردہ بجاں
اس وقت سینکڑوں عاجزیوں سے خدا سے	دل و جان سے عہد اور منتیں مانتے تھے

یعنی اس وقت حق تعالیٰ سے سو تضرع وزاری کے ساتھ سب نے دل و جان سے عہد و نذر کئے تھے۔

سر برہنہ در سجود آنہا کہ ہیچ	روئے شاں قبلہ ندید از پیچ پیچ
ننگے سر، سجدہ میں وہ لوگ (بھی) کہ کبھی	ان کے منہ نے قبلہ نہ دیکھا تھا اینچ پینچ کی وجہ سے

یعنی سجدہ میں وہ لوگ سر برہنہ تھے جن کے منہ نے قبلہ کو اینٹھ مروڑ کی وجہ سے دیکھا ہی نہ تھا۔

گفت کہ بیفائدہ است ایں بندگی	آں زماں دیدہ دراں صد زندگی
(پہلے) وہ کہتے تھے یہ عبادت بیکار ہے	اس وقت اس میں سینکڑوں زندگیاں دیکھتے تھے

یعنی (جو لوگ کہ) کہا کرتے تھے کہ یہ عبادت بے فائدہ ہے (وہ) اس وقت اس میں سو زندگیاں دیکھ رہے تھے۔

از ہمہ امید بریدہ تمام	دوستان و خال و عم بابا و مام
سب کے سب سے امید منقطع کر چکے تھے	دوستوں اور ماموں اور چچا اور باپ اور ماں سے

یعنی سارے کے سارے سب سے امید قطع کئے ہوئے تھے دوستوں سے اور ماموں سے اور چچا سے اور باپ سے ماں سے۔

زاہد و فاسق شد آندم متقی	ہمچو در ہنگام جاں کندن شقی
زاہد اور بدکار اس وقت متقی ہو گئے تھے	جیسا کہ بدبخت نزع کی حالت میں

یعنی زاہد و فاسق اس وقت سب متقی ہو گئے۔ جیسے کہ جان کنی کے وقت شقی ہوتا ہے۔ (زاہد کہتے ہیں اس کو جو دنیا سے بے تعلق ہو دنیا کی حرص وغیرہ نہ ہو تو یہ ادنیٰ درجہ ہے اور اعلیٰ درجہ تقویٰ ہے اس لئے کہدیا کہ زاہد و فاسق اس وقت سب متقی بنے ہوئے تھے)

نے ز چپ شاں چارہ بود و نے زراست	حیلہا چوں مرد ہنگام دعاست
ان کے لئے نہ دائیں سے کوئی تدبیر تھی نہ بائیں سے	تدبیریں جب فنا ہوں دعا کا وقت ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی نہ ان کو چپ سے کوئی چارہ تھا اور نہ راست سے جب حیلے سارے ختم ہو گئے تو اب دعا کا وقت آیا۔

دردعا ایشان و در زاری و آہ	بر فلک زیشان شدہ دود سیاہ
وہ عاجزی اور آہ اور دعا میں مصروف تھے	ان کی (آہوں) کا لا دھواں آسمان پر پہنچ گیا تھا

یعنی وہ لوگ دعا میں اور زاری و آہ میں تھے اور فلک پر ان سے دود سیاہ ہو گیا ہوا تھا۔ آگے ایک مضمون کو بیان فرماتے ہیں اول اس کا خلاصہ سمجھ لو پھر اشعار سے اچھی طرح سمجھ میں آ دے گا۔ وہ یہ کہ جب یہ لوگ دعا کر رہے تھے تو شیطان بین بین تھا اس کو کبھی تو یہ امید ہوتی تھی کہ یہ اب کفر وغیرہ پر مر جاویں گے اس کے بعد جب ان کو دعا کرتے دیکھتا تو اسے افسوس ہوتا تھا کہ یہ تو توبہ کئے لیتے ہیں۔ اس حالت میں اس خبیث نے ایک وسوسہ ڈالا وہ یہ کہ ان لوگوں کے دل میں یہ وسوسہ گزرا کہ ہمارے اندر ایک علت کفر یا معاصیتو پہلے سے ہیں ہی اور ان سے توبہ کر رہے ہیں اور توبہ یقیناً ٹوٹے گی جیسا کہ بارہا ہوا ہے اور جب یقیناً ٹوٹے گی تو گویا کہ اس وقت ہمارا مقصد ہی توڑنے کا ہے اور جب توبہ کے توڑنے کا قصد ہو تو وہ توبہ ہی نہیں رہتی۔ بلکہ وہ تو نفاق ہو جاتا ہے تو انہوں نے سوچا کہ ایک علت تو کفر و معاصی کی تھی اب خدا کے سامنے ایک علت نفاق کی بھی لے کر جاویں اس لئے بہتر ہے کہ توبہ نہ کریں تاکہ خیر وہ کفر وغیرہ کی علت ہی رہے اس پر اور اضافہ تو نہ ہو۔ شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا اور مقصود اس سے دعا سے منع کرنا تھا مگر جس کو ذرا سا فہم سلیم ہوگا وہ سمجھ سکتا ہے کہ اس کا یہ کہنا کہ جب ٹوٹنا یقینی ہے تو گویا کہ اس کا قصد ہے بالکل غلط ہے اس لئے کہ قصد نقض اور شے ہے اور نقض اور ہے ان لوگوں کا قصد نہ تھا اور اگر پھر بعد کو ٹوٹ جاوے پھر کر لے۔ پھر ٹوٹے پھر کر لے۔ یاد رکھو کہ یہ شیطان کا بہت بڑا دھوکہ ہے اور اس کا اثر آج کل بھی ہے اکثر کہا کرتے ہیں کہ میاں توبہ ہی کر کے کیا کریں گے اس لئے کہ وہ تو ٹوٹ جاوے گی تو عنوان بدلا ہوا ہے باقی مضمون وہی ہے۔ اللھم احفظنا من الشیطٰن الرجیم

اب اشعار سے سمجھ لو ان شاء اللہ صاف ہو جاوے گا۔ فرماتے ہیں کہ۔

دیو آندم از عداوت بین بین	بانگ زد کاے سگ پرستاں علتین
شیطان اس وقت عداوت کی وجہ سے پریشان تھا	پکارا کہ اے کتے کے پرستارو! دہرا نقصان ہے

یعنی شیطان اس وقت عداوت کی وجہ سے بین بین تھا اور یہ آواز دے رہا تھا کہ اے نفس پرستو دو علتوں (کے مرتکب ہوتے ہو) یعنی ایک علت کفر وغیرہ میں تو ہو ہی اب دوسری علت نفاق کی لگاتے ہو۔

مرگ و جسک اے اہل انکار و نفاق	عاقبت خواہد بدل ایں اتفاق
اے انکار اور نفاق والو! موت اور درد	انجام کار اس کا اتفاق ضرور ہو گا

یعنی اے انکار و نفاق والو تم مرو۔ آخر کار یہ اتفاق تو ہو گا ہی کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

چشم تاں تر باشد از بعد خلاص	کہ شوید از بہر شہوت دیو خاص
خلاصی کے بعد (کیا) تمہاری آنکھ نم ہو گی؟	کیونکہ شہوت پرستی کی وجہ سے تم خاص شیطان بن جاؤ گے

یعنی خلاص کے بعد تمہاری آنکھ تر ہی ہو گی کہ تم شہوت کی وجہ سے خاص شیطان بن جاؤ گے۔ یعنی اس سے خلاصی کے آنسو بھی خشک نہ ہوں گے کہ تم توبہ توڑ دو گے۔

یاد تاں ناید کہ روزے در خطر	دست تاں بگرفت یزداں از قدر
تمہیں یاد (بھی) نہ آئے گا کہ خطرے کے دن	قدرت سے خدا نے تمہاری دستگیری کی ہے

یعنی تمہیں یاد نہیں ہے کہ اس خطرہ کے دن میں تمہاری حق تعالیٰ نے نذر سے دستگیری فرمائی تھی۔ یعنی پہلے بھی تم کو خلاصی مل چکی ہے اور تم توبہ توڑ چکے ہو تو اب توبہ کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ لہذا توبہ مت کرو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ایں ہمی آمد ندا از دیو لیک	ایں سخن را نشنود جز گوش نیک
شیطان کی یہ آواز آ رہی تھی لیکن	اس کو نیک کان کے علاوہ کوئی نہیں سن رہا تھا

یعنی شیطان سے یہ آواز آ رہی تھی۔ لیکن اس بات کو (کہ یہ آواز شیطانی تھی) سوائے گوش نیک کے کون سنے گا یعنی جو اچھے آدمی ہیں وہ تو اس کو سمجھیں گے کہ یہ آواز شیطان تھی ورنہ عوام تو اس کو صحیح سمجھ کر گمراہ ہی ہوں گے آگے فرماتے ہیں کہ

راست فرمودہ است باما مصطفےٰ	قطب و شاہنشاہ و دریائے صفا
ہم سے مصطفےٰ نے سچ فرمایا ہے	جو قطب اور شہنشاہ اور صفا کے دریا ہیں

یعنی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے سچ فرمایا ہے جو کہ قطب اور شاہنشاہ اور دریائے صفا ہیں۔

کانچہ جاہل دید خواہد عاقبت	عاقل آں بیند زاول مرتبت
کہ نادان جو کچھ انجام پر دیکھے گا	عقلمند اس کو پہلے مرتبہ میں دیکھ لیتا ہے

یعنی جو بات کہ جاہل قیامت میں دیکھے گا عاقل اس کو اول ہی مرتبہ دیکھ لیتا ہے مطلب یہ کہ جو جاہل ہے وہ تو قیامت کو سمجھے گا کہ یہ دھوکہ اور آواز شیطانی تھی اور جو عاقل ہیں وہ اسی وقت سمجھ جائیں گے کہ یہ آواز شیطانی ہے۔

کارہا آغاز گر غیب ست او سر	عاقل اول دید و آخر آں مصر
کام (کا انجام) اگرچہ شروع میں پوشیدہ اور راز ہے	عقلمند نے شروع میں دیکھ لیا اور (جہالت پر) مصر نے آخر میں

یعنی کام سارے شروع میں اگرچہ غائب اور پوشیدہ ہیں مگر عاقل اول ہی دیکھ لیتا ہے اور آخر میں وہ مصر مطلب یہ کہ اگرچہ اس وقت امور سب غائب ہیں مگر جو عاقل ہے وہ آثار سے ان کو معلوم کر لیتا ہے اور جو مصر علی الذنوب ہے وہ آخر میں یعنی قیامت میں ہی دیکھے گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اولش پوشیدہ باشد و آخر آں	عاقل و جاہل بہ بیند در عیاں
اس کے شروع (میں انجام) پوشیدہ ہوتا ہے اس کو آخر میں	عقلمند اور نادان آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے

یعنی اول کار پوشیدہ ہے اور اس کے آخر میں تو عاقل اور جاہل سب عیاناً دیکھ لیں گے۔ مطلب یہ کہ اول کار جو پوشیدہ ہے تو اس وقت پہچان لینا کمال ہے ورنہ قیامت میں تو سب دیکھ ہی لیں گے پھر کیا کمال ہے اگر پہچان لیا

گر نہ بینی واقعہ غیب اے عنود	حزم را سیلاب کے اندر ربود
اے سرکش! اگر تو غیب کے واقعات نہیں دیکھتا ہے	(تو) احتیاط کو سیلاب کب بہا لے گیا ہے؟

یعنی اے معاند اگر تم غیب کے واقعہ کو نہیں دیکھتے تو آخر حزم کو کب سیلاب لے گیا۔ یعنی اگر تم کو اس وقت وہ باتیں ہوتی نہیں معلوم ہوتیں تو آخر حزم اور دور اندیشی بھی تو کوئی شے ہے وہ کہاں جاتی رہی۔ کبھی شبہ ہی ہوا ہوتا کہ ممکن ہے کہ ایسا ہو جاوے۔ اسی بناء پر اس سے خائف ہوئے ہوتے۔ آگے فرماتے ہیں کہ انسان کو ہر وقت حازم رہنا چاہئے اور جو اس کے خیالات ہوتے ہیں دنیا کے متعلق ویسا ہی خیال ضروری ہے آگے ایک مثال میں حازم کے خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔

حزم والے آدمی کے تصورات

حزم چہ بود بدگمانے در جہاں	دمبدم دیدن بلائے ناگہاں
احتیاط کیا ہوتی ہے دنیا میں بدگمانی	لحہ بہ لحہ ناگہانی بلا دیکھنا

یعنی حزم کیا ہوتا ہے دنیا میں بدگمانی کرنا اور بلائے ناگہانی کو ہر دم دیکھنا یعنی یہ سمجھنا کہ اب بلا نازل ہوئی اب ہوئی بس یہ سوچ کر اس سے بچنے کی تدبیر کرنا ہی حزم ہے آگے ایک مثال ہے کہ۔

آنچناں کہ ناگہاں شیرے رسید	مرد را بر بود و در بیشہ کشید
اس طرح کہ اچانک ایک شیر آیا	اس نے ایک شخص کو پکڑا اور کچھار میں کھینچ لے گیا

یعنی جس طرح کہ ناگاہ ایک شیر آیا اور ایک آدمی کو اچک کر جنگل میں لے گیا۔

او چہ اندیشد دران بردن بہ بیں	تو ہماں اندیش اے اوستاد دیں
اس لے جانے میں وہ کیا سوچتا ہے غور کر	اے دین کے استاد تو بھی وہی سوچ

یعنی ذرا دیکھو کہ وہ اس وقت کیا سوچے گا (ظاہر ہے کہ وہ یہی سوچے گا کہ اب مرا اب مرا) تو اے اوستاد دین تم بھی یہی سوچو (اور موت کو ہر وقت حاضر سمجھو) اب کوئی کہتا ہے کہ جناب اوس کو تو شیر نے کھینچا تھا اس لئے اس نے یہ سوچا ہم کو تو شیر نہیں لے گیا جو ہم یہ سوچیں مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

می کشد شیر قضا در بیشہا	جان ما مشغول کار و پیشہا
قضا کا شیر کچھاروں میں گھسیٹ کر لے جا رہا ہے	ہماری جان کام اور پیشوں میں لگی ہے

یعنی شیر قضا (ہم کو) جنگلوں میں کھینچ رہا ہے اور ہماری جان کاموں اور پیشوں میں مشغول ہے۔ مطلب یہ کہ ارے تجھے خبر نہیں ہے ہم کو بھی ہر وقت شیر قضا کھینچ رہا ہے مگر اندھے ہو جاویں تو اس کا کیا علاج آگے ایک دوسری مثال دیتے ہیں کہ اگر شیر سے ڈر نہیں لگتا تو یوں سمجھو کہ۔

آنچناں کز فقر می ترسند خلق	زیر آب شور رفتہ تا بحلق
جس طرح لوگ فقر سے ڈرتے ہیں	(گویا کہ) کھارے پانی میں گلے تک ڈوبے ہوئے ہیں

یعنی اس طرح (رہو) جیسے کہ لوگ فقر سے ڈرتے ہیں اور آب شور کے نیچے حلق تک گئے ہوئے ہیں۔ یعنی دیکھو خواہ کیسا ہی امیر کبیر کیوں نہ ہو مگر اس کو خوف ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ میں مفلس ہو جاؤں اور وہ اس کی تدبیر میں ہر وقت لگا رہتا ہے تو بس اسی طرح تم بھی ہر وقت دھن لگالو اور ہر وقت تدابیر میں لگے رہو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گر بترسندے ازاں فقر آفریں	گنجہا شاں کشف گشتے در زمیں
اگر وہ فقر کے پیدا کرنے والے سے ڈرتے	(تو) زمین میں (گڑے ہوئے) خزانے ان پر منکشف ہو جاتے

یعنی اگر یہ شخص اس فقر آفریں (حق تعالیٰ) سے ڈرتا تو ان لوگوں کو خزانے زمین کے مکشوف ہو جاتے۔

جملہ شاں از خوف غم در عین غم	در پئے ہستی فتادہ در عدم
وہ سب غم کے ڈر سے بعینہٖ غم میں (مبتلا) ہیں	ہستی کی تلاش میں عدم میں پھنسے ہیں

یعنی وہ سارے کے سارے غم کے ڈر کے مارے عین غم میں ہیں۔ اور ہستی کے لئے عدم میں پڑے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ کہ دیکھو یہ لوگ اس سے بچتے ہیں کہ ہمیں کوئی غم نہ آوے بلکہ عیش سے گزرے اس طرح گزر کرنا خود ایک غم ہے تو غم سے بچنے کو غم میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ عجیب بات ہے غرضیکہ دنیا میں ہر گھڑی فکر عاقبت ہونی چاہئے آگے قصہ دقوقی فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ القصہ دقوقی نے امامت شروع کر دی تھی اور لب ساحل نماز میں مشغول تھے اور جماعت ان کے پیچھے کھڑی تھی اور عجیب دلچسپ منظر تھا کہ مقتدی بھی نہایت اعلیٰ تھے اور امام بھی منتخب تھے۔ مزہ سے نماز باجماعت ادا کر رہے تھے۔ اتنے میں شور وغل کی آواز سنائی دی اس کے سننے سے دقوقی استغراق سے ہوش میں آئے اور دریا پر ان کی نظر پڑی دیکھتے کیا ہیں کہ ایک کشتی موجوں میں پھنسی ہوئی ہے اور قضائے الٰہی اور مصیبت

www.besturdubooks.wordpress.com

کے پنجہ میں گرفتار اور نہایت تباہ حالت میں ہے رات کا وقت ہے ابر چھایا ہوا ہے۔ بڑی بڑی موجیں اٹھ رہی ہیں یہ تین تاریکیاں ہیں اور سب پر طرہ ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ ملک الموت کی طرح آندھی چل رہی ہے اور ہر طرف سے موجیں اٹھا رہی ہیں۔ اہل کشتی کی جان ہوا ہو رہی ہے۔ اور واویلا کر رہے ہیں اور شور مچا رہے ہیں روتے اور سر پیٹتے ہیں اور کافر و مومن سب مخلص ہو گئے ہیں نہایت گڑگڑا کر سچے دل سے خدا کے ساتھ سینکڑوں عہد و پیمان کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اگر ہم بچ جائیں تو یہ کریں گے وہ کریں گے اور جن لوگوں نے اینٹھ مروڑ سے کبھی قبلہ کی طرف رخ نہ کیا تھا وہ بھی ننگے سر سجدہ میں پڑے ہیں اور جو یہ کہتے تھے کہ عبادات سب فضول اور لایعنی ہیں ان کو اب اس میں سوزندگیاں نظر آ رہی ہیں۔ اس لئے وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ سب لوگ کیا دوست کیا ماموں کیا چچا کیا باپ کیا ماں غرض سب سے امیدیں منقطع کر چکے ہیں اور زاہد و فاسق سب یکساں متقی ہو گئے ہیں۔ جس طرح جانکنی کے وقت بدبخت عاصی متقی ہو جاتا ہے۔ نہ دائیں طرف ان کے لئے کوئی تدبیر رہی تھی نہ بائیں طرف اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی تدبیر نہیں رہتی اس وقت دعا ہوتی ہے لہٰذا وہ دعائیں کر رہے تھے اور رو پیٹ رہے تھے اور آہوں کی یہ حالت تھی کہ فلک تک ان کا سیاہ دھواں پہنچتا تھا۔ خیر یہ تو ساری مصیبتیں تھیں۔ سب سے بڑھ کر یہ مصیبت تھی کہ شیطان ان کے خلوص کو دیکھ کر ان کو دشمنی سے گھور رہا تھا وہ سمجھتا تھا کہ اگر یہ لوگ اسی حالت میں ڈوب گئے تو ضرور نجات پا جائیں گے اور میری ساری کوششوں پر پانی پھر جائے گا۔ اس لئے وہ ان کو دھوکا دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ او نفس پرستو کیوں خدا سے جھوٹ بول کر اس سے فریب کر کے دونا وبال اپنی گردن پر لے رہے ہو۔ اور اے منکرین و منافقین تمہیں بری بنے اور تم مردم کیا دعائیں کر رہے ہو۔ یہ ضرور ہونا ہے کہ جب تم بچ جاؤ گے تو تمہاری آنکھوں کے آنسو خشک نہ ہونے پائیں گے کہ تم خواہشات نفسانی کے سبب پھر پکے شیطان ہو جاؤ گے اور تمہیں یاد بھی نہ آئے گا کہ خدا نے تم کو قضا کے پنجہ سے چھڑایا تھا بس اس جھوٹ اور فریب کو چھوڑو اور نفع کی امید پر مزید نقصان نہ اٹھاؤ یہاں تک اہل کشتی کی حالت ختم ہوئی اس سے لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے اور غفلت کو دور کر کے طاعت میں مصروف ہونا چاہئے۔ لیکن بجز ان لوگوں کے جو سلیم الفطرت اور صالح الاستعداد لوگ ہیں اس واقعہ کو بسمع قبول کوئی نہ سنے گا۔ دیکھو اس واقعہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تصدیق ہوتی ہے کہ جس چیز کو نادان آخیر میں دیکھتا ہے عاقل اس کو اولاً ہی دیکھ لیتا ہے۔ کیونکہ اہل اللہ بھی حق سبحانہ کی طرف راجع ہیں اور فساق اہل کشتی بھی۔ مگر اول الذکر ابتدا ہی سے راجع ہیں اور اہل کشتی مصیبت میں پھنس کر راجع ہوئے کیونکہ وہ عاقل ہیں اور یہ جاہل۔ اور عاقل و جاہل میں صرف اتنا ہی فرق ہے کہ کاموں کی ابھی ابتداء ہی ہوتی ہے اور وہ ہنوز نظر سے غائب اور مستور ہی ہوتے ہیں کہ عاقل ان کو پہلے ہی دیکھ لیتا ہے اور جاہل ضدی شخص ان کو آخر میں دیکھتا ہے اور ابتدا میں وہ اس کی نظر سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ رہا آخر سو اس کے لحاظ سے دونوں یکساں ہیں۔ کہ آخر میں ہر دو ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ پس تم کو چاہئے کہ آغاز ہی میں انجام کو دیکھ لیا کرو۔ اگر یہ کہو کہ جب وہ پوشیدہ ہے تو ہم کیسے دیکھ لیں۔ ہماری بصیرت تو اتنی

www.besturdubooks.wordpress.com

قوی نہیں تو ہم کہیں کہ اچھا ہم نے مانا کہ تم واقعۂ غیبی کو نہیں دیکھ سکتے لیکن تمہارے حزم کو تو کوئی روبہا کر نہیں لے گئی۔ پھر تم حزم کو کیوں میں نہیں لاتے۔ حزم کی حقیقت کیا ہے کھٹکتے رہنا اور ہر وقت نزول مصیبت کو پیش نظر رکھ کر اس سے بچنے کی فکر کرنا اور ہر وقت ایسی حالت میں ہونا جیسے کہ ایک شیر آیا اور آدمی کو اٹھا کر لے گیا ہو۔ پس جو حالت ایسے شخص کی اس وقت ہوگی جبکہ اس کو شیر اٹھا کر لے گیا ہو وہی حالت تمہاری ہونی چاہئے لیکن افسوس باوجودیکہ ہم شیر قضا کے پنجہ میں پھنسے ہوئے ہیں اور ہم کو اس کا کچھ بھی خیال نہیں بلکہ مزہ سے اپنے کاروبار میں مشغول ہیں۔ شیر تو بڑی چیز ہے اگر لوگوں کو فقر آفرین یعنی خدا سے اتنا بھی خوف ہو جتنا کہ فقر و فاقہ سے ہے کہ وہ اس کی وجہ سے گلے تک آب شور میں ڈوبے ہوئے اور سراسر مصیبت میں مبتلا ہیں تو ان پر زمین کے خزانے منکشف ہو جاتے۔ مگر کیا کیجئے کہ ان کی سمجھ پر کچھ ایسے پتھر پڑ گئے ہیں کہ ذرا نہیں سمجھتے دیکھو وہ فقر سے جو ڈرتے ہیں تو تکلیف کے خوف سے لیکن اس سے زیادہ کیا بے سمجھی ہوگی کہ غم محتمل کے خوف سے غم متحقق میں مبتلا ہوتے ہیں اور گویا کہ وجود حاصل کرنے کے لئے عدم میں جا رہے ہیں۔

شرح شبّیری

دقوقی کی دعاء اور شفاعت اس کشتی کی خلاصی کیلئے

چوں دقوقی آں قیامت را بدید	رحم او جوشید و اشک او دوید
دقوقی نے جب اس قیامت کو دیکھا	ان کا رحم جوش میں آیا اور ان کے آنسو بہہ پڑے

یعنی جب دقوقی نے اس قیامت کو دیکھا تو اس کے رحم نے جوش کیا اور اس کے اشک جاری ہوگئے۔

گفت یارب منگر اندر فعل شاں	دست شاں گیر اے شہ نیکو نشاں
فرمایا اے خدا! ان اعمال کو نہ دیکھ	اے شاہ نیک نشان! ان کی دست گیری فرما

یعنی دعا کی کہ اے اللہ ان لوگوں کے فعل کو مت دیکھئے اور اے بادشاہ نیکو نشاں ان کی دستگیری کیجئے

خوش سلامت شاں بساحل باز بر	اے رسیدہ دست تو در بحر و بر
انہیں بہترین سلامتی کے ساتھ ساحل پر لوٹا دے	اے (وہ ذات) کہ تیرا دست (قدرت) بحر و بر پر ہے

یعنی ان کو خوش اور سلامت ساحل پر پھر لے جا۔ اے وہ ذات کہ آپ کی قدرت بحر و بر سب میں پہنچی ہے۔

اے کریم و اے رحیم سرمدی	در گزار از بدسگالاں ایں بدی
اے کریم اور اے ابدی رحم کرنے والے	بدعقیدہ لوگوں کی اس بدی سے درگزر کر

یعنی اے کریم اور اے رحیم ابدی ان نالائقوں سے اس بدی کو معاف فرمائیے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اے بداده رائگاں صد چشم وگوش	نے زرشوت بخش کرده عقل وہوش
اے وہ کہ جس نے سینکڑوں آنکھیں اور کان مفت دیئے ہیں	عقل و ہوش (بھی) رشوت سے نہیں بخشے ہیں

یعنی اے وہ ذات کہ اس نے سو چشم وگوش مفت دے دیئے نہ کہ رشوت کی وجہ سے عقل وہوش تقسیم کئے ہیں۔

پیش ز استحقاق بخشیده عطا	دیده از ما جملہ کفران و خطا
مستحق ہونے سے پہلے ہی بخشش کی	ہم سب کی نافرمانی اور خطا کو دیکھتے ہوئے

یعنی استحقاق سے پہلے عطائیں بخشی ہیں اور ہم سے کفران وخطا دیکھے ہیں۔

اے عظیم از ما گناہان عظیم	تو توانی عفو کردن در جریم
اے بزرگ! ہمارے بڑے گناہوں کو	جرم میں تو (ہی) معاف کر سکتا ہے

یعنی اے عظیم ہم سے گناہ عظیم ہیں آپ جرم ہونے کی حالت میں معاف کرسکتے ہیں۔

ماز آز و حرص خود را سوختیم	ویں دعا را ہم ز تو آموختیم
ہم نے حرص و ہوس میں اپنے آپ کو جلا ڈالا ہے	یہ دعا بھی ہم نے تجھ (ہی) سے سیکھی ہے

یعنی ہم نے حرص وہوس کی وجہ سے اپنے کو جلا لیا ہے اور یہ دعا بھی آپ ہی سے سیکھی ہے۔

حرمت آنکہ دعا آموختے	در چنیں ظلمت چراغ افروختی
اس کے طفیل کہ تو نے دعا سکھائی ہے	ایسی تاریکی میں چراغ روشن کر دیا ہے

یعنی ببرکت اس کے کہ آپ نے دعا سکھائی ہے اور ایسی ظلمت میں چراغ روشن کیا۔

دست گیر و ره نما توفیق ده	جرم بخش و عفو کن بکشا گره
دستگیری فرما اور رہنمائی عطا فرما	خطا بخشدے اور معاف کردے اور گرہ کھول دے

یعنی دستگیری کیجئے اور رہنمائی کیجئے اور توفیق دیجئے اور جرم بخشئے اور معاف کیجئے اور (مصیبت کی) گرہ کھولئے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہمچنیں میرفت بر لفظش دعا	آنزماں چوں مادران با وفا
دعا ان کے الفاظ میں اس طرح جاری تھی	اس وقت جیسا کہ باوفا ماؤں (کے الفاظ میں)

یعنی اسی طرح ان کی زبان پر دعا اس وقت باوفا ماؤں کی طرح جاری تھی یعنی جس طرح کہ ماں مشفق ہوتی ہے اسی طرح شفقت سے وہ دعا مانگ رہے تھے۔

اشک میرفت از دو چشمش واں دعا	بیخود از وے می برآمد بر سما
ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور وہ دعا	بے خودی میں ان سے آسمان پر پہنچ رہی تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی دونوں آنکھوں سے اشک جاری تھے اور وہ دعائیں بے خود ہو کر نکل رہی تھی اور آسمان پر (جاری تھی)

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جب دقوقی نے اس قیامت کا مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ مخلوق خدا ڈوب رہی ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ شیطان ان پر پھندا ڈال رہا ہے ممکن ہے کہ وہ اس میں پھنس جائیں اور ہلاک جسمانی کے ساتھ ہلاک روحانی بھی مل جائے اس سے ان کے رحم کو جوش آیا اور آنسو بہنے لگے۔ اور حضرت حق سبحانہ کی جناب میں یوں دعا شروع کی۔ اے اللہ آپ ان کے افعال پر نظر نہ فرمائیں اور ان کی دستگیری فرمائیں آپ کا تصرف بحر و بر خشکی و تری ہر دو میں جاری ہے۔ آپ ان کو بخیر و عافیت ساحل پر پہنچا دیجئے اے ہمیشہ سے رحیم و کریم آپ ان بداندیشوں کی برائی کو معاف فرمائیے۔ آپ نے مخلوق کو مفت آنکھ کان وغیرہ عطا فرمائے ہیں اور عقل و فہم بھی کسی معاوضہ کے بدلہ میں نہیں دیئے ہیں اور آپ نے بلا استحقاق ہر قسم کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ حالانکہ آپ کو ہماری ناشکری اور غلطیوں کا بخشش سے پہلے بھی علم تھا جبکہ آپ ایسے کریم ہیں تو اے بزرگ آپ ہمارے بڑے گناہوں کو بھی معاف فرما سکتے ہیں۔ ہم تو حرص اور طمع میں جل گئے اور کوئی کام ہم نے آپ کی اطاعت کا نہیں کیا۔ یہ دعا بھی جو کر رہے ہیں یہ بھی آپ ہی کی تعلیم کردہ اور آپ ہی کی توفیق ہے۔ پس اس دعا کی عزت کو مدنظر رکھ کر جو خود آپ نے تعلیم فرمائی ہے اور اس تاریکی جہل میں چراغ ہدایت روشن کیا ہے آپ ان لوگوں کی دستگیری فرمائیے راہ راست دکھلائیے اور ان کو اعمال صالحہ کی توفیق دیجئے ان کے قصور معاف فرمائیے اور اس عقدۂ لاینحل کو حل فرما کر ان کو نجات دیجئے۔ غرض اسی قسم کے کلمات دعائیہ مادر مشفقہ کی طرح اس وقت ان کی زبان سے نکل رہے تھے۔ اشک آنکھوں سے جاری تھے اور استغراق فی الدعا کی حالت میں یہ دعا ان کے منہ سے نکل کر آسمان پر جا رہی تھی بالآخر وہ مقبول ہوئی اور اہل کشتی کو نجات ہوگئی۔

شرح شبّیری

آں دعائے بیخوداں دیگرست	آں دعا زو نیست گفت داورست
بیخودوں کی دعا دوسری (ہی چیز) ہے	وہ دعا ان کی نہیں ہے خدا کی بات ہے

یعنی بیخودوں کی دعا ہی دوسری ہے وہ دعا ان کی طرف سے نہیں ہے بلکہ قول حق ہے۔

آ دعا حق میکند چوں او فناست	آں دعا و آں اجابت از خداست
جبکہ وہ (بیخود مقام) فنا میں ہے وہ دعا اللہ فرماتا ہے	وہ دعا اور وہ قبولیت خدا کی جانب سے ہے

یعنی وہ دعا اللہ تعالیٰ ہی کر رہے ہیں جبکہ یہ شخص فنا ہے اور وہ دعا اور اجابت سب خدا کی طرف سے ہے مطلب یہ کہ جب یہ فنا ہو چکا اور وہی اتحاد اصطلاحی اس کو حاصل ہو گیا تو اس کا دعا کرنا گویا کہ خدا کا کرنا ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ خود دعا کریں گے تو اس کو قبول بھی فرمائیں گے اور اس اتحاد اصطلاحی کی نظیر قرآن شریف میں

www.besturdubooks.wordpress.com

موجود ہے۔ارشاد ہے کہ فاذا قراناہ فاتبع قرانہ قرأت جبرئیل کو اپنی قرات فرمایا دوسری جگہ ہے کہ مارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی رمے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رمے فرمایا پھر اگر صوفی بیچارہ ہے کہہ دیں تو ان پر کفر کے فتوے کیوں لگتے ہیں۔ذرا تو انصاف سے کام لو آگے فرماتے ہیں کہ۔

واسطہ مخلوق نے اندر میاں	بے خبر زاں لابہ کردن جسم و جاں
درمیان میں مخلوق کا واسطہ نہیں ہے	اس خوشامد . جسم و جان بے خبر ہوتے ہیں

یعنی درمیان میں مخلوق واسطہ نہیں ہوتی اور اس دعا کرنے سے جسم و جاں سب بے خبر ہیں۔

بندگان حق رحیم و بردبار	خوئے حق دارند در اصلاح کار
اللہ (تعالی) کے رحیم اور بردبار بندے	معاملہ کی اصلاح میں اللہ (تعالی) کی خو اختیار کر لیتے ہیں

یعنی خدا کے بندے رحیم و بردبار (ہوتے ہیں) اور اصطلاح کار میں خوئے حق رکھتے ہیں۔

مہرباں بے رشوتاں یاری گراں	مشفقان و مستعان غمخوارگاں
مہربان بغیر رشوت کے مددگار (ہوتے ہیں)	مشفق اور غمزدوں کے مددگار (ہوتے ہیں)

یعنی مہربان بے رشوت کے مدد کرنے والے مشفق اور مدد کرنے والے اور غمخوار۔

از ترحم دستگیراں شافعاں	در مقام سخت و در روز گران
رحم کھانے کی وجہ سے دستگیر اور سفارشی (ہوتے ہیں)	سخت جگہ اور بھاری دن میں

یعنی ترحم کی وجہ سے دستگیر اور شافع مقام سخت میں اور روز گراں میں (مولانا فرماتے ہیں کہ)

ہیں بجو ایں قوم را اے مبتلا	ہیں غنیمت دارشاں پیش از بلا
اے مصیبت زدہ! اس قوم کو تلاش کر لے	خبردار! مبتلا ہونے سے پہلے ہی ان کو غنیمت سمجھ

یعنی اے مبتلا اس قوم کو تلاش کر اور بلا سے پہلے ان کو غنیمت سمجھ۔

رست کشتی از دم آں پہلواں	واہل کشتی را بجہد خود گماں
اس پہلوان کی دعا سے کشتی نجات پا گئی	کشتی والوں کو اپنی کوشش کا گمان تھا

یعنی کشتی چھوٹی تو اس پہلوان کی دعا سے اور اہل کشتی کو اپنی کوشش پر گمان تھا۔

کہ مگر بازوئے ایشاں در حذر	بر ہدف انداخت تیرے از قدر
کہ شاید بچاؤ میں انہی کی بازو نے	صحیح اندازے سے نشانہ پر تیر چلایا ہے

یعنی کہ یقیناً ان کے بازو نے بچنے میں ہنر ہدف پر تیر ڈالا۔مطلب یہ کہ وہ کشتی چھوٹی تو ان کی دعاء سے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور اہل کشتی سمجھے کہ ہم نے جو کوشش کی تھی اس کی بدولت ہم چھوٹ گئے۔ آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

پا رہاند روبہان را در شکار	وان زدم دانند روباہاں عزار
شکار میں لومڑیوں کو پاؤں بچاتے ہیں	وہ دھوکے میں جتلا لومڑیاں دم کی وجہ سے سمجھتی ہیں

یعنی لومڑی کو شکار میں پاؤں بچاتا ہے (کہ اس سے بھاگ جاتی ہے اور بچ جاتی ہیں) اور وہ مغرور لومڑیاں اس (بچنے) کو دم سے سمجھتی ہیں۔

عشقہا بادم خود بازند کین	می رہاند جان مارا از کمین
وہ دم سے محبت کرتی ہیں کہ اس نے	ہماری جان کو ہلاکت سے بچایا

یعنی وہ اپنی دم کیساتھ عشق بازی کرتی ہیں کہ ہماری جاں کو کمین سے یہی چھڑاتی ہے۔

از ضلالت بوسہا بردم زنند	رقص گیرند و ز شادی برجہند
نادانی سے دم کو چومتی ہیں	ناچتی ہیں اور خوشی سے کودتی ہیں

یعنی گمراہی کی وجہ سے دم پر بوسے دیتی ہیں اور رقص کرتی ہیں اور خوشی سے کودتی ہیں (معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے زمانہ میں یہ بات مشہور ہوگی کہ لومڑی اپنی دم کو اپنے بچنے کا آلہ خیال کرتی ہے اسی بناء پر مولانا نے یہ لکھا ہے) آگے فرماتے ہیں کہ۔

روبہا پارا نگہدار از حجر	پا جو بنود دم چہ سودائے خیرہ سر
اے لومڑی! پتھر سے پاؤں کا بچاؤ کر	اگر پاؤں نہ ہوئے تو اے بیوقوف! دم سے کیا فائدہ ہے؟

یعنی اے روباہ کلوخ سے پاؤں کی حفاظت کر کہ جب پاؤں نہ ہوگا تو اے شوخ چشم دم کا کیا فائدہ۔ اب اس مثال کے مطابق فرماتے ہیں کہ۔

ماچو روباہان و پائے ما کرام	میرہاند مان ز صد گون انتقام
ہم لومڑی کی طرح ہیں ہمارے پاؤں بزرگ ہیں	ہمیں سیکڑوں قسم کی سزا سے نجات دیتے ہیں

یعنی ہم تو لومڑیوں کی طرح ہیں اور ہمارے پاؤں (اولیاء) کرام ہیں کہ ہم کو (حق تعالیٰ کے) سینکڑوں قسم کے انتقاموں سے (اپنی دعاء سے) بچاتے ہیں۔

حیلۂ باریک مان چون دم ماست	عشقہا بازیم بادم چپ و راست
ہماری نازک تدبیر ہماری دم کی طرح ہے	ہم دائیں بائیں سے دم سے عشق بازی کرتے ہیں

یعنی ہمارے حیلہائے دقیقہ مثل ہماری دم کے ہیں کہ ہم دم کے ساتھ چپ و راست عشق بازی کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ہم کو بلاؤں سے چھڑاتی تو ہے ان بزرگوں کی دعا اور ہم اپنی تدابیر سے سمجھتے ہیں تو وہی مثل ہوئی کہ

لومڑی کو آفات سے بچاتا تو ہے پاؤں اور سمجھتی ہے کہ دم نے بچایا۔

دم بجنبانیم ز استدلال و مکر	تا کہ حیران ماند از ما زید و بکر
ہم حجت بازی اور مکر کی دم ہلاتے ہیں	تا کہ ہم سے زید اور بکر حیران ہو جائیں

یعنی ہم استدلال و مکر کی دم ہلاتے ہیں تا کہ ہم سے زید و بکر حیران ہوں۔ یعنی ہم تدابیر کرتے ہیں اور اس لئے تا کہ لوگ سمجھیں کہ بڑے عاقل ہیں۔

طالب حیرانئ خلقان شدیم	دست طمع اندر الوہیت زدیم
ہم لوگوں کی حیرانی کے طلبگار بن گئے ہیں	ہم نے خدائی میں لالچ کا ہاتھ ڈالا ہے

یعنی لوگوں کی حیرانی کے ہم طالب ہیں اور طمع کا ہاتھ الوہیت میں مارتے ہیں۔ یعنی افسوس ہے کہ ہم بڑا بننا چاہتے ہیں کہ لوگ ہماری تدابیر اور افعال کو دیکھ کر ہماری تعریف کریں یہ حق تو خدا کا ہے کہ وہ یہ چاہے کہ میری مصنوعات کو لوگ دیکھ کر حیران ہوں انسان کا یہ حق نہیں ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ۔

تا بافسون مالک دلہا شویم	ایں نمی بینم ما کاندر گویم
تا کہ فریب کے ذریعہ ہم دلوں کے مالک بن جائیں	ہم یہ نہیں دیکھتے کہ ہم گڑھے میں ہیں

یعنی تا کہ افسوں سے ہم دلوں کے مالک ہو جاویں۔ اور ہم یہ نہیں دیکھتے کہ ہم (خود) گڑھے میں ہیں۔

در گوئے و در چھے اے قلتبان	دست و ادار از سبال دیگران
اے بے غیرت! تو گڑھے اور کنویں میں ہے	دوسروں کی مونچھوں سے ہاتھ ہٹا

یعنی ارے دیوث تو خود گڑھے اور کنویں میں ہے تو دوسرے کے کپڑوں سے دست اٹھا۔ یعنی ابھی سے تم اوروں کو کیا بلا رہے ہو۔ بلکہ

چون بہ بستانے رسی زیبا و خوش	بعد ازان دامان خلقان گیر و کش
جب تو کسی اچھے اور خوشنما باغ میں پہنچے	اس کے بعد لوگوں کا دامن پکڑ اور کھینچ

یعنی جب تو کسی زیبا و خوش باغ میں پہنچ جاوے گا اس کے بعد لوگوں کا دامن پکڑنا اور کھینچنا۔

اے مقیم حبس چار و پنج و شش	نغز جائے دیگران را ہم بکش
اے چار اور پانچ اور چھ کے قید خانے میں مقیم	کیا اچھی جگہ ہے دوسروں کو بھی کھینچ لے

یعنی اے وہ شخص کہ چار و پنج و شش کی قید میں مقیم ہے۔ اس عمدہ جگہ میں تو دوسروں کو بھی کھینچ لے۔ مصرعہ ثانی تمسخراً ہے اور چار سے مراد عناصر اربعہ اور پنج سے مراد حواس خمسہ اور شش سے مراد جہات ستہ اور مقصود ان سب سے ناسوت مطلب یہ کہ اے شخص جو کہ ابھی ناسوت ہی میں پھنسا ہوا ہے ذرا اس مقام خوش میں ہمیں بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

بلانا۔ اور ذرا اوروں کی بھی خبر لینا یہ صرف استہزاء کے طور پر ہے یعنی تم خود ایسی جگہ ہو اوروں کو معاف رکھو۔

اے چو خر بندہ حریف کون خر	بوسہ گاہے یافتی مارا ببر
اے وہ کہ جو گدھے والے کی طرح گدھے کی مقعد کا یار ہے	تونے ابھی بوسہ گاہ پا لی ہے ہمیں بھی لے چل

یعنی اے خربندہ کی طرح خر کا حریف ہے تونے تو ایک بوسہ گاہ پالیا ہے ہمیں بھی لے چل۔ اس میں بھی مصرعہ ثانی استہزاء ہے اور خربندہ اس کو کہتے ہیں جو گدھے کے پیچھے اس کو ہکاتا ہوا چلتا ہے اور کون خر سے ماد دنیا۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ وہ خربندہ کون خر سے لگا رہتا ہے اسی طرح تم دنیا میں لگے ہوئے ہو۔ تو اب تم نے تو وہی کون خر بوسہ گاہ پالی ہے۔ بھئی ذرا ایسی جگہ تو ہمیں بھی لے چلنا۔ نعوذ باللہ۔

چوں نداوت بندگی دوست دست	میل شاہی از کجایت خاستت
جبکہ دوست کی غلامی تیرے ہاتھ نہیں آئی ہے	تو تجھ میں شاہی کی تمنا کہاں سے آئی ہے؟

یعنی جب تیری مدد دوست کی بندگی نے نہیں کی ہے تو تیرے اندر میلان شاہی کہاں سے آ گیا۔ مطلب یہ کہ ابھی چھوٹے تو بن تو چھوٹے بنے نہیں اور بڑے بننے کی تمنا ہے۔

در ہوائے آنکہ گویندت زہے	بستہ بر گردن جانت زہے
اس خواہش میں کہ لوگ تجھے واہ واہ کہیں	تونے اپنی گردن میں پھندا ڈالا ہے

یعنی اس محبت میں کہ لوگ تم کو اچھا کہیں تم نے اپنی گردن جان پر ایک زہ (کمان کی) باندھ لی ہے یعنی اس کے مارے اپنے گلے میں پھانسی ڈال رکھی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

روبہا ایں دم حیلت را بہل	وقف کن دل بر خداوندان دل
اے لومڑی! تو اس تدبیر کی دم کو چھوڑ دے	دل والوں پر دل کو وقف کر دے

یعنی اے روباہ اس حیلہ کی دم کو چھوڑ اور دل کو اہل دل پر وقف کر دے۔ یعنی ان کا ہو رہ۔

در پناہ شیر کم ناید کباب	روبہا تو سوئے جیفہ کم شتاب
شیر کی پناہ میں کبابوں کی کمی نہیں ہوتی ہے	اے لومڑی! تو مردار کی طرف نہ دوڑ

یعنی شیر کی پناہ میں کباب کم نہیں آتے۔ اے روباہ تو مرادر کی طرف مت دوڑ۔

مطلب یہ کہ بزرگوں کی خدمت میں رہ کر انشاء اللہ دنیا بھی سنوری رہے گی اور دین بھی درست رہے گا۔ اور یہ بات مشاہد ہے جس کا دل چاہے آ کر مشاہدہ کرے کچھ دن کسی کامل کے پاس رہ کر دیکھئے انشاء اللہ دنیا کی بھی پریشانی رہے گی آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔اب مولانا فرماتے ہیں کہ ان کی دعا کیوں نہ مقبول ہوتی کیونکہ فانین کی دعا تمام لوگوں کی دعا کے مانند نہیں ہوتی بلکہ وہ تو اور ہی قسم کی ہوتی ہے کیونکہ وہ دعا محض اس کی طرف سے نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ ایک معنی کر حق سبحانہ کا کلام ہوتا ہے کیونکہ وہ تو فنافی اللہ ہو چکا ہے اس لئے اس کے افعال منسوب بحق سبحانہ ہوں گے اور یوں کہا جاوے گا کہ گویا کہ حق سبحانہ ہی دعا کر رہے ہیں اس لئے وہ دعا اور اجابت ہر دو خدا ہی کی طرف سے ہوں گی۔اس دعا میں مخلوق کا بالکل واسطہ نہیں ہوتا بلکہ فرط محویت کے سبب جسم اور جان کو بھی اس کی خبر نہیں ہوتی۔ بس جب دعا کرنے والا بھی خدا ہی ہے اور دعا قبول کرنے والا بھی خدا ہی ہے تو قبول نہ ہونے کے کوئی معنی نہیں۔لہٰذا قبول ہوئی اور ان کو نجات مل گئی یاد رکھو بندگان خدا نہایت رحیم اور بہت بردبار ہوتے ہیں اور اصلاح امور میں حق سبحانہ کی عادت رکھتے ہیں۔یعنی یہ لوگ سخت موقع پر اور مصیبت کے دن بدوں کسی معاوضہ کے مہربان اور مددگار ہوتے ہیں پس اے مصائب روحانیہ میں مبتلا لوگو ان حضرت کو ڈھونڈو تا کہ یہ تم کو ان مصائب سے نجات دلائیں اور اگر ہنوز مصیبت واقع نہیں ہوئی تب بھی ان کو غنیمت سمجھو کہ یہ اس کے لئے سپر ہوں گے۔ لوگ سخت غلطی کرتے ہیں کہ ان حضرات کی قدر نہیں کرتے اور صلاح کار کو اپنی تدابیر اور کوششوں کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔دیکھو کشتی گرداب میں سے نکلی تو عالی حوصلہ دقوقی کی دعا سے اور اہل کشتی کو اپنی کوشش پر گمان ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اس بلا سے بچنے میں انہیں کے ہاتھ کا تیر نشانہ پر لگا ہے اور یہ انہیں کی قادر اندازی ہے لہٰذا ان کی مثال ایسی ہے جیسے کو لومڑیوں کو شکار میں نجات تو ان کے پاؤں دیتے ہیں اور بھولی لومڑیاں اس کو دم کا فعل سمجھتی ہیں اور یہ سمجھ کر کہ دم ہی ہم کو کمین صیاد سے نجات دلاتی ہے اس پر عاشق ہو جاتی ہیں اور اپنی جہالت سے اسے چومتی چاٹتی ہیں۔اور فرط انبساط میں ناچتی اچھلتی کودتی ہیں۔ان سے کوئی کہے کہ اری لومڑی پاؤں کی قدر کر اور اسے ڈھیلے سے بچا۔اب ایسا نہ ہو کہ یہ لنگڑا ہو جائے اور تو ماری جاوے۔اگر پاؤں نہ رہا تو یاد رکھ کہ دم کسی کام کی نہیں۔علیٰ ہذا ہم بھی لومڑیاں ہیں اور ہمارے پاؤں یعنی ہم کو مصائب سے نجات دلانے والے یہ حضرات اہل اللہ ہیں یہی ہم کو سینکڑوں بلاؤں سے نجات دلاتے ہیں اور ہماری اعلیٰ تدبیریں بالکل ایسی ہیں جیسی لومڑی کی دم کہ ان کو ہماری نجات میں دخل نہیں۔لیکن ہم ہیں کہ اپنی تدابیر پر فریفتہ ہیں۔اور خواہ مخواہ دم ہلاتے ہیں یعنی استدلال وحیل کو کام میں لاتے ہیں تا کہ زید وعمرو وبکر ہماری تدبیروں کو دیکھ کر حیران ہوں۔کہ صاحب یہ بڑے مدبر اور پولیٹیکل ہیں۔ہم یہ چاہتے ہیں کہ لوگ ہماری تدبیروں سے متحیر ہو کر ہم کو مقتدا بنائیں اور سمجھیں کہ یہ جو چاہیں کر سکتے ہیں گویا کہ ہم در پردہ خدائی چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر ان کے دلوں پر قبضہ کر لیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ہم قعر ضلالت میں پڑے ہوئے ہیں۔اس سے کوئی کہے کہ ارے بھڑ دے تو تو خود

www.besturdubooks.wordpress.com

گڑھے میں گرا ہوا اور کنویں میں پڑا ہوا ہے تو لوگوں کا دامن کیوں پکڑ کر کھینچتا ہے انہیں معاف کر۔ ہاں جب تو کسی باغ میں خوش وخرم پہنچ جائے گا یعنی دولت باطنی حاصل کرے گا اس وقت مخلوق کا دامن کھینچنا اور انہیں وہاں بلانا جہاں تو ہے آگے مولانا ایسے شخص کو علی سبیل التہکم خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے عناصر اربعہ اور حواس خمسہ اور شش جہات کے جیل خانہ میں رہنے والے سبحان اللہ کیسے اچھی جگہ ہے ذرا اوروں کو کھینچ لے اور اے گدھے ہانکنے والوں کی طرح گدھوں کی مقعد چاٹنے والے بھائی کیسے عجیب بوسہ گاہ تجھے ملی ہے ذرا ہم کو بھی لے چل ہم بھی دیکھیں۔ ارے احمق جب حق سبحانہ کی غلامی تجھے حاصل نہیں ہے اور تو ابھی نفس ہی کا بندہ بنا ہوا ہے تو سلطنت کی رغبت تیرے اندر کہاں سے پیدا ہو گئی یہ تو عباد اللہ الصالحین کا منصب ہے نہ کہ اہل دنیا کا۔ بات یہ ہے کہ لوگوں کی تعریفیں حاصل کرنے کے لئے تو نے اپنی روح کو گردن میں تانت کا پھندا ڈال رکھا ہے۔ اور حب جاہ کے لئے تو اپنی روح کو مار رہا ہے ارے لومڑی کی طرح دھوکے میں پڑے ہوئے تو اپنی تدبیر کی دم کو چھوڑ اور اپنے دل کو اہل دل کے سپرد کر دے اس سے تو انشاء اللہ لذائذ سے محروم نہ رہے گا کیونکہ شیروں کی پناہ میں آ جانے کے بعد کبابوں کی کچھ کمی نہیں ہوتی۔ پس تو ان کی پناہ میں آ جا اور لذائذ حقیقیہ سے بہرہ یاب ہو اور لومڑی کی طرح مردار دنیا کی طرف مت دوڑ۔

شرح شبّیری

تو ولا منظور حق آنگہ شوئے	کہ چو جزوے سوئے کل خود روی
اے پیارے! تو اس وقت اللہ (تعالیٰ) کا منظور نظر بنے گا	جبکہ تو جزو کی طرح اپنے کل کی طرف چلا جائے گا

یعنی اے دل تو منظور حق اس وقت ہو گا جبکہ جزو کی طرح اپنے کل کی طرف چلا جاوے گا۔ یعنی تم اپنی اصل کی طرف رجوع ہو جاؤ اس وقت منظور حق ہو سکتے ہو۔

حق ہمی گوید نظر مان بر دل است	نیست بر صورت کہ آن آب وگل است
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے ہماری نظر دل پر ہے	صورت پر نہیں ہے کیونکہ وہ تو پانی اور مٹی ہے

یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہماری نظر دل پر ہے اور صورت پر نہیں ہے کیونکہ وہ تو آب وگل ہے۔ حدیث میں ہے کہ ان اللہ لا ینظر الی صورکم و لکن ینظر الی قلوبکم اسی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

تو ہمی گوئی مرا دل نیز ہست	دل فراز عرش باشد نے بہ پست
تو کہتا ہے میرے بھی دل ہے	دل عرش کی بلندی پر ہوتا ہے نہ کہ پستی میں

یعنی تم کہتے ہو کہ ہمارے بھی دل ہے (ارے) دل تو بلندی عرش پر ہوتا ہے نہ کہ پستی میں۔ مطلب یہ کہ جو

www.besturdubooks.wordpress.com

اصل میں دل یعنی جو کہ لطائف میں داخل ہے وہ تو بالائے عرش ہی ہے باقی یہ قلب صنوبری تو متعلق قلب ہے۔ قلب نہیں ہے تو تمہارا اس دل کو دل کہنا غلط ہے آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں۔

در گل تیرہ یقین ہم آب ہست	لیک ازان آیت نشاید آبدست
کالی کیچڑ میں بھی یقیناً پانی ہے	لیکن اس پانی سے وضو (یا استنجا) مناسب نہیں ہے

یعنی تیرا کیچڑ میں یقیناً پانی ہوتا ہے لیکن اس پانی سے تم کو آبدست نہ چاہئے۔

زانکہ گر آب ست مغلوب گل است	پس دل خود را مگو کاین ہم دل است
کیونکہ وہ اگرچہ پانی ہے (لیکن) مٹی سے مغلوب ہے	تو اپنے دل کو یہ نہ کہہ کہ وہ بھی دل ہے

یعنی اس لئے اگرچہ پانی ہے مگر مغلوب گل ہے پس تم اپنے دل کو بھی مت کہو کہ یہ بھی دل ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو کیچڑ میں بھی پانی ہوتا ہے مگر وہ پانی بے کار رہتا ہے اور کسی کام کا نہیں ہوتا اس سے طہارت حاصل نہیں ہو سکتی اسی طرح اگرچہ تمہارا قلب صنوبری نام کا دل ہے مگر اصلی دل جس کا کام توجہ الی الحق ہے نہیں ہے۔

آں دلے کز آسمانہا برترست	آں دل ابدال یا پیغمبر ست
وہ دل جو آسمانوں سے بھی بلند ہے	وہ ابدال کا دل یا پیغمبر کا دل ہے

یعنی جو دل کہ آسمانوں سے برتر ہے وہ دل یا تو اولیاء اللہ کا ہے یا پیغمبروں کا ہے (اس کی یہ حالت ہے کہ)

پاک گشتہ آں زگل صافی شدہ	در فزونی آمدہ وافی شدہ
وہ پاک ہوگیا ہے مٹی سے صاف ہو گیا ہے	ترقی میں آکر بھرپور ہو گیا ہے

یعنی وہ گل سے پاک شدہ ہے اور صاف شدہ ہے اور ترقی میں آیا ہوا ہے اور کافی ہے۔

ترک گل کردہ سوئے بحر آمدہ	رستہ از زنداں وگل بحرے شدہ
مٹی کو چھوڑ کر سمندر کی طرف آ گیا ہے	وہ مٹی کی قید سے آزاد ہو کر سمندر بن گیا ہے

یعنی اس نے گل کو ترک کر دیا ہے اور بحر کی طرف آیا ہے اور زندان وگل سے چھوٹ کر بحر کی طرف آیا ہوا ہے گل سے مراد ناسوت اور بحر سے مراد حضرت حق مطلب یہ کہ وہ دل اولیاء انبیاء کا اس ناسوت سے قطع تعلق کر کے متوجہ بحق ہو چکا ہے۔

آب ما محبوس گل ماندست ہین	بحر رحمت جذب کن ما را از طین
خبردار! ہمارا پانی مٹی میں پھنسا ہوا ہے	اے رحمت کے سمندر! ہمیں مٹی سے چوس لے

یعنی ہمارا آب گل میں پھنسا ہوا ہے ہاں اے بحر رحمت ہم کو طین سے جذب کر لے یعنی ہمارا قلب ناسوت میں پھنسا ہوا ہے اے اللہ اس کو اپنی طرف جذب فرما لیجئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بحر گوید من ترا در خود کشم	لیک میدانی کہ من آب خوشم
سمندر کہتا ہے میں تجھے کھینچ تو لوں	لیکن تو شیخی بگھارتا ہے کہ میں صاف پانی ہوں

یعنی بحر کہتا ہے کہ میں تجھے اپنے میں کھینچ تو لوں لیکن تو تو یہ جانتا ہے کہ میں آب خوش ہوں۔

لاف تو محروم می دارد ترا	ترک آن پندار کن در من درآ
تیری شیخی تجھے محروم رکھتی ہے	اس غرور کو چھوڑ دے میرے اندر آ جا

یعنی تیری شیخی تجھے محروم رکھتی ہے تو اس پندار کو ترک کر اور میرے اندر چلا آ۔ مطلب یہ کہ جب دعاء کرتے ہیں تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تجھے جذب تو کرلوں مگر تو تو اپنے کو کامل سمجھے ہوئے ہے اس لئے خود ادھر آنا ہی نہیں چاہتا تو اس بت پندار کو توڑ ڈال اس کے بعد آ پھر دیکھ جذب ہوتا ہے یا نہیں۔

آب وگل خواہد کہ در دریا رود	گل گرفتہ پائے او را مے کشد
مٹی میں کا پانی چاہتا ہے کہ سمندر میں چلا جائے	مٹی پانی کا پاؤں پکڑتی ہے اور اس کو کھینچتی ہے

یعنی آب وگل چاہتا ہے کہ دریا میں جاوے مگر گل اس کے پاؤں پکڑے ہوئے کھینچ رہی ہے مطلب یہ کہ قلب متوجہ بحق ہونا چاہتا ہے مگر یہ اشیاء ناسوتی اس کو اپنی طرف کھینچے ہوئے ہیں اور اس طرف جانے نہیں دیتیں۔

گر رہاند پائے خود از دست گل	گل بماند خشک واوشد منتقل
اگر وہ اپنا پاؤں مٹی سے چھڑا لے	مٹی خشک رہ جائے وہ منتقل بن جائے

یعنی اگر یہ اپنے پاؤں دست وگل سے چھڑا لے تو گل تو خشک رہ جاوے اور یہ منتقل ہو جاوے مطلب یہ کہ اگر یہ اس ناسوت سے قطع تعلق کر دے تو یہ ناسوت تو یونہی رہ جاوے اور یہ ملکوت کی طرف منتقل ہو جاوے آگے اس مثال کو خود تطبیق دیتے ہیں کہ۔

آن کشیدن چیست از گل آب را	جذب تو نقل وشراب ناب را
مٹی کا پانی کو کھینچنا کیا ہے؟	تیرا چبینا اور خالص شراب کو جذب کرنا

یعنی وہ کھینچنا گل کی طرف سے آب وکیا ہے تمہارا نقل کو اور شراب ناب کو جذب کرنا ہے۔ نقل کہتے ہیں اس شئے کو جو بعد شراب کے کھائی جاتی ہے مراد تلذذات وتنعمات مطلب یہ کہ تم جو ان تلذذات وتنعمات میں پھنسے ہوئے ہو بس یہ ہی عالم ناسوت کی طرف کشش ہے۔

ہمچنیں ہر شہوتے اندر جہان	خواہ مال وخواہ جان وخواہ نان
اسی طرح دنیا کی ہر شہوت	خواہ مال اور خواہ مرتبہ اور خواہ گھر اور مال

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اسی طرح ہر شہوت جان میں خواہ وہ مال ہو خواہ جان ہو خواہ نان ہو۔

خواہ باغ و مرکب و تیغ و مجن	خواہ ملک و خانہ و فرزند وزن
خواہ باغ اور سواری اور تلوار اور ڈھال	خواہ سلطنت اور گھر اور اولاد اور بیوی

یعنی خواہ باغ ہو یا مرکب ہو یا تلوار ہو یا ڈھال ہو یا ملک ہو یا گھر ہو یا فرزند وزن ہو۔

ہر یکے زینہا ترا مستی کند	چوں نیابی آن خمارت میکند
ان میں سے ہر ایک چیز تجھے مدہوش کر دیتی ہے	جب تجھے وہ نہیں ملتی ہے تو تجھ میں اینٹھن پیدا کر دیتی ہے

یعنے ہر ایک ان میں سے تجھے مستی کرتی ہے اور جب تو ان کو نہیں پاتا ہے تو تجھے خمار کرتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ جس قدر اشیاء ناسوتی ہم نے تم کو بتائی ہیں یہ ہی تم کو مست رکھتی ہیں اور اپنے اندر لگائے رکھتی ہیں اور دلیل اس کی یہ ہے کہ جب تم کو یہ چیزیں نہیں ملتی ہیں تو تم کو ایک قسم کا خمار ہو جاتا ہے جیسے کہ مثلاً تمبا کو کھانے والوں کو تمبا کو نہ ملنے سے ایک خمار ہوتا ہے اسی طرح ان اشیاء کے نہ ملنے سے تم کو جو ایک غم ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ ہی چیزیں جب تمہارے پاس ہوتی ہیں تو تم کو مست رکھتی ہیں آگے خود فرماتے ہیں کہ۔

ایں خمار غم دلیل آن شدہ است	کہ بدان مقصود مستیت بدست
یہ غم کی اینٹھن اس کی دلیل ہے	کہ اس گم شدہ سے تجھ میں مدہوشی تھی

یعنی یہ غم کا خمار دلیل اس کی ہے کہ اس مقصود سے تم کو مستی تھی (اور اس مستی ہی کی وجہ سے ان کی طرف جذب ہوتا ہے اور تمام ملکوت سے دوری ہوتی ہے تو اب تم کو چاہئے کہ)

جز باندازہ ضرورت زین مگیر	تانگرد و غالب و بر تو امیر
قدر ضرورت کے سوا اس کو نہ لے	تا کہ وہ تجھ پر غالب اور حاکم نہ بنے

یعنی بجز اندازۂ ضرورت کے اس سے مت لے تا کہ یہ تجھ پر غالب اور امیر نہ ہو جاویں۔ (تو تجھے چاہئے تو یہ تھا مگر تو نے یہ کیا کہ)

سرکشیدی تو کہ من صاحبدلم	حاجت غیرے ندارم واصلم
تو نے اس لئے سرکشی کی کہ میں خود صاحب دل ہوں	مجھے دوسرے کی ضرورت نہیں ہے میں (خود واصل بحق ہوں

یعنی تو نے سرکشی کی کہ میں تو صاحبدل ہوں اور کسی غیر کی حاجت نہیں رکھتا میں تو واصل ہوں۔

آنچنانکہ آب در گل سرکشد	کہ منم آب و چرا جویم مدد
(یہ) ایسا ہی ہے کہ پانی مٹی میں سرکشی کرے	کہ میں تو پانی ہوں میں کیوں مدد چاہوں؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جیسے کہ آب گل میں سرکشی کرنے لگے کہ میں تو آب ہوں میں مدد کیوں تلاش کروں (تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمیشہ اسی طرح سڑے گا اور کبھی ترقی نصیب نہ ہوگی اسی طرح تم اس پندار میں پھنس کر یہیں رہ گئے ہو اور یہ عالم ناسوت تم کو ترقی سے مانع ہو گیا ہے) آگے فرماتے ہیں کہ۔

دل تو ایں آلودہ را پنداشتے	لاجرم دل زاہل دل برداشتے
تو نے اس گندے دل کو دل سمجھ لیا ہے	اسی لئے تو لامحالہ صاحب دل سے دل برداشت ہے

یعنی دل تو نے اس آلودہ کو سمجھ رکھا ہے اس لئے دل کو اہل دل سے برداشتہ کر رکھا ہے یعنی تم نے چونکہ اس دل کو دل سمجھا ہے جو آلودۂ دنیا ہے اور یہ دل اہل دل کے پاس ہے۔ نہیں تو اس لئے تم ان سے دل برداشتہ ہو رہے ہو ورنہ اگر تم دل کی حقیقت سمجھ لیتے تو اہل دل سے ہرگز برداشتہ خاطر نہ ہوتے آگے بطور سوال فرماتے ہیں کہ۔

خود روا داری کہ آن دل باشد این	کہ بود در عشق شیر وانگبین
(کیا) تو خود مناسب سمجھتا ہے کہ یہ دل وہ دل ہے	جو کہ دودھ اور شہد کے عشق میں (مبتلا) ہے

یعنی کہ تم جائز رکھتے ہو کہ وہ (تمہارا) دل یہ ہووے جو کہ شیر وانگبین کے عشق میں ہوتا ہے۔

لطف شیر وانگبین عکس دل است	ہر خوشے را آن خوش از دل حاصل است
دودھ اور شہد کا لطف دل (کے لطف) کا عکس ہے	ہر مزیدار چیز کی مزیداری دل سے حاصل ہوتی ہے

یعنی شیر وانگبین میں جو لطف ہے وہ عکس دل کا ہے اور ہر خوب کے لئے وہ خوبی دل ہی سے حاصل ہے۔ مطلب یوں سمجھو کہ یہ تو معلوم ہے کہ تمام عالم مظہر ہے اسماء الٰہیہ کا اور ان میں سے مظہر اتم واکمل وجامع انسان ہے اور دیگر اشیاء خاص خاص اسماء کے مظاہر ہیں۔ پھر جس کے مظہر میں اس میں بھی ناقص ہیں اور انسان مظہریت میں کامل ہے تو اب ایسا ہے گویا کہ مظہر اسماء ہونے میں انسان تو اصل ہے اور باقی سب چیزیں اس کی فرع اور اس کے عکس ہیں۔ تو فرماتے ہیں کہ شیر وانگبین میں جو لطافت آئی ہے یہ بھی تو مظہر ہے اسم حق کا اور انسان اس اسم کے مظہر میں بھی اکمل ہے تو گویا کہ ان کی لطافت فرع ہے لطاف قلب کی تو کیا تم یوں چاہتے ہو کہ تمہارا قلب جو کہ اصل ہے وہ فرع اور تابع بن جاوے آگے اور اوصاف فرماتے ہیں کہ۔

پس بود دل جوہر و عالم عرض	سایۂ دل چوں بود دل را غرض
تو دل جوہر ہوتا ہے اور عالم عرض	دل کا سایہ دل کا مقصد کیسے ہو سکتا ہے؟

یعنی پس دل تو (اصل ہونے کے اعتبار سے) جوہر ہوگا اور یہ تمام عالم (تابع ہونے کے اعتبار سے) عرض ہوا۔ تو دل کا مقصود سایۂ دل کس طرح ہو جاوے گا۔ یعنی جو شے کہ تابع تھی وہ اس کا مقصود کس طرح بن جاوے گی آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آن دلے کہ عاشق مالست و جاہ	یا زبون ایں گل و آب و سیاہ
وہ دل جو مال اور مرتبہ کا عاشق ہے	یا اس مٹی اور سیاہ پانی سے مغلوب ہے

یعنی وہ دل جو کہ عاشق مال وجاہ ہے یا اس آب وسیاہ وگل میں مغلوب ہورہا ہے۔

یا خیالاتے کہ در ظلمات او	می پرستد شان برائے گفتگو
یا ان خیالات سے (مطلوب ہے) اندھیرے میں	جن کو وہ پوجتا ہے (ایسا دل) محض کہنے کو (دل) ہے

یعنی یا وہ خیالات کہ جو ظلمات میں ہیں ان کی پرستش کرتا ہے (تو ایسا دل) برائے گفتن ہی ہے۔

دل نباشد غیر آن دریائے نور	دل نظر گاہ خدا و انگاہ کور
دل دریائے نور کا غیر نہیں ہوتا ہے	دل خدا کا مطمع نظر ہو اور پھر اندھا ہو

یعنے دل بجز دریائے نور کے نہیں ہوتا دل نظر گاہ خدا کی ہو اور پھر اندھا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جو دل کہ عاشق مال وجاہ یا خیالات ظلمانی ہے وہ دل ہی نہیں بلکہ دل تو وہ ہے جو کہ خالص نورانی ہے اس لئے کہ دل نظر گاہ حق ہے بھلا جو شئے کہ خدا کی نظر گاہ ہو وہ کہیں اندھی بھی ہو سکتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

نے دل اندر صد ہزاراں خاص و عام	در یکے باشد کدام است آن کدام
لاکھوں خاص اور عام انسانوں میں دل نہیں ہوتا ہے	کسی ایک میں ہوتا ہے وہ کون ہے کون؟

یعنی کیا دل لاکھوں خاص و عام میں ایک ہی میں نہیں ہوتا اور وہ کہاں ہے۔ مطلب یہ کہ اصلی دل والا تو لاکھوں میں ایک ہی ہوتا ہے اور پھر وہ بھی بہت کیاب ہے۔

ریزۂ دل را بہل دل را بجو	تا شود آن ریزہ چوں کوہے ازو
دل کے ریزے کو چھوڑ دل کو تلاش کر	تاکہ ریزہ اس کی وجہ سے پہاڑ بن جائے

یعنی ریزۂ دل کو ترک کر اور (اہل) دل کو تلاش کرو تا کہ یہ ریزہ بھی اس کی وجہ سے مثل ایک کوہ کے ہو جاوے۔ ریزۂ دل سے مراد دل صنوبری ہے۔ مطلب یہ کہ اس کی طرف سے التفات ہٹاؤ اور اہل دل کو تلاش کرو کہ ان کی صحبت سے تمہارا یہ دل بھی کام کا ہو جاوے گا۔

دل محیط است اندریں خطہ وجود	زر ہمی افشاں واز احسان وجود
اس عالم وجود میں دل ایک سمندر ہے	احسان اور سخاوت سے چاندی بکھیرتا ہے

یعنی اہل دل اس خطہ وجود کو محیط ہیں اور احسان وجود سے زر افشانی کر رہے ہیں۔

از سلام حق سلامتہا نثار	میکند بر اہل عالم ز اختیار
اللہ (تعالیٰ) کی سلامتی سے سلامتیاں نچھاور	کرتا رہتا ہے دنیا والوں پر (اپنے) اختیار سے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی حق تعالیٰ کے سلام سے سلامتیاں اہل عالم پر اپنے اختیار سے نثار کر رہے ہیں۔ اہل دل سے یہاں مراد قطب الارشاد ہے مطلب یہ ہے کہ قطب الارشاد جو ہوتا ہے تمام خطہ عالم پر محیط ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے سلامتیوں کو اہل عالم پر نثار کرتا ہے۔

ہر کرا دامن درست ست او معد	آن نثار دل بر آنکس مے رسد
جس کا دامن درست اور تیار ہے	دل کا وہ نچھاور اس کو پہنچتا ہے

یعنی جس شخص کا دامن درست ہے داور درست ہے وہ (اہل) دل کا نثار اس پر پہنچتا ہے۔

دامن تو آن نیاز است و حضور	ہین منہ در دامن آن سنگ فجور
تیرا دامن، نیاز مندی اور حاضری ہے	خبردار! دامن میں بدکاری کا پتھر نہ رکھ

یعنی تمہارا دامن و نیاز مندی اور حضور ہے تو تم اپنے دامن میں سنگ فجور مت بھرو۔

تا ندرد دامنت زان سنگہا	تا بدانی نقد را از رنگہا
تاکہ ان پتھروں سے تیرا دامن نہ پھٹے	خبردار! کھرے اور کھوٹوں کو سمجھ لیتا

یعنی تاکہ تمہارا دامن ان پتھروں سے پھٹ نہ جائے اور تاکہ تم نقد کو رنگوں سے (ممتاز کر کے) جان لو۔ مطلب یہ ہے اگر تم کو نیاز مندی اور حضور قلب حاصل ہے تو تم پر وہ نثار ابھی پہنچے گا اور تم اس سے فیضیاب ہو گے اور اگر تم نے اس دامن نیاز و حضور کو سنگہائے فسق و فجور سے بھر کر پھاڑ لیا تو اس وقت تم ان فیوض کو ان حضرات سے حاصل نہیں کر سکتے۔

سنگ پر کردی تو دامن از جہاں	ہم ز سنگ سیم و زر چوں کودکاں
تو نے دنیا میں دامن پتھروں سے بھر لیا	بچوں کی طرح چاندی اور سونے کے پتھروں سے

یعنی تم نے دامن کو اس جہان سے پر زسنگ کر لیا ہے اور سیم و زر کے پتھروں سے بھی مثل بچوں کے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح نادان بچے پتھروں کو روپے پیسے سمجھ کر ان سے دامن بھر لیتے ہیں اسی طرح تم نے ان ملذذات و تنعمات کو لذیذ جان کر ان سے اپنے دامن کو پر کر لیا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمہارا وہ دامن نقدی پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔

آں خیال سیم و زر چوں زر نبود	دامن صدقت درید و غم فزود
یہ خیالی چاندی اور سونا چونکہ سونا نہ تھا	اس نے تیرا سچائی کا دامن پھاڑ دیا اور غم بڑھا دیا

یعنی وہ خیال سیم و زر کا جب زر نہ تھا تو تمہارے دامن صدق کو اس نے پھاڑ دیا اور غم زیادہ ہو گیا۔ مطلب یہ کہ جس کو تم زر سمجھتے تھے چونکہ اصل میں وہ زر نہ تھا لہٰذا اس کو جب تم نے اپنے دامن میں بھرا تو پتھروں نے تمہارے دامن نیاز و حضوری و تقویٰ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کے نماید کودکاں را سنگ سنگ	تا نگیر عقل دامن شاں بچنگ
بچوں کو پتھر ' پتھر کب نظر آتا ہے؟	جب تک عقل چنگل سے ان کا دامن نہ تھام لے

یعنی بچوں کو سنگ سنگ کب معلوم ہوتا ہے جب تک کہ ان کے دامن کو عقل چنگل میں نہ پکڑ لے۔ مطلب یہ کہ جب تک بچوں کو عقل نہیں آتی اس وقت تک وہ پتھر کو پتھر نہیں سمجھتے بلکہ ان کو روپیہ پیسہ سمجھ کر ان سے خوش ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب تک ہم کو عقل باطن حاصل نہ ہوگی اس وقت تک ہم ان تلذذات وتنعمات کو مایۂ حیات سمجھیں گے اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ ہم تو بچے نہیں ہماری تو عمر اسی برس کی ہوگئی ہے تو ہم جو اس دنیا میں لگے ہوئے ہیں ہم اس میں داخل نہیں ہیں۔ مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

پیر عقل آمد نہ آں موئے چو سفید	مونمی گنجد دریں بحث امید
پیر عقل ہوتی ہے نہ کہ وہ سفید بال	اس بحث اور امید میں بالوں کی گنجائش نہیں ہے

یعنی پیر تو عقل ہوتی ہے نہ وہ دودھ جیسے بال اور اے درویش اس جگہ بال بھی نہیں سماتا۔ مطلب یہ ہے کہ بزرگی بعقلست نہ بسال اس سے کچھ نہیں ہوتا کہ اسی برس کے بوڑھے ہوگئے کام تو اس سے چلتا ہے کہ عقل ہو۔ تو جب دین کی عقل تم کو نہیں ہے تو تم ابھی بچے ہو۔ ایک اور جگہ مولانا خود فرماتے ہیں کہ۔

خلق اطفال اند جز مست خدا نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

آگے پھر قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

اوپر مولانا نے اہل اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب دی تھی یہ مضمون بھی اسی کا تتمہ ہے اور فرماتے ہیں کہ اے دل تو منظور بنظر رحمت حق اس وقت ہوگا جب کہ تو جزو کی طرح اپنے کل کی طرف راجع ہوگا اور اس سے اتصال پیدا کرے گا۔ اس شعر میں بظاہر دل کو خطاب ہے مگر فی الحقیقت اس کے مخاطب اہل دل ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اے لوگو تمہارا دل منظور حق اس وقت ہوگا جبکہ اس کو اہل اللہ کے قلوب سے اتصال ہو اس سے معلوم ہوا کہ جزو سے مراد قلوب عوام ہیں اور کل سے مراد قلوب عرفا۔ اب سمجھنا چاہئے کہ قلوب عوام کو جزو ان کے نقصان کے بنا پر کہا گیا ہے۔ اور قلوب اہل اللہ کو کل ان کے کمال کے بنا پر فرمایا گیا ہے۔ اور یہ جزویت اور کلیت تشبیہی ہے نہ کہ تحقیقی ہے جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سنو کہ کوئی اعتراض کر سکتا تھا کہ حدیث میں وارد ہے۔ ان اللہ لا ینظر الی صورکم واعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم ونیاتکم اور قلوب میں ہمارا قلب بھی داخل ہے اور شرط کوئی ہے نہیں۔ تو ہمارا دل منظور نظر حق کیوں نہ ہوگا۔ اور اس کی منظوریت اس شرط پر کیوں معلق ہوگی مولانا آگے اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہماری نظر دل پر ہے۔ صورت پر نہیں اور صورت کے منظور حق منظور نہ ہونے

کی وجہ ہے کہ وہ آب وگل ہے اور آب وگل منظور نظر نہیں ہو سکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دل کوئی اور شے ہے جو مغائر ہے آب وگل کے اور تمہارا دل آب وگل سے علیحدہ نہیں لہذا وہ صورت میں داخل ہوگا اور قلوب میں داخل نہ ہوگا جب صور میں داخل ہوگا تو منظور نظر نہیں ہو سکتا۔ اور قلوب میں داخل ہونا اس کا موقوف ہے اتصال بقلوب اہل اللہ پر۔ پس ثابت ہوا کہ اس کا منظور حق ہونا موقوف ہے اتصال بہ قلوب اہل اللہ پر وہو المدعے تم کو غلطی یوں ہوئی کہ تم اپنے دل کو دل سمجھ بیٹھے حالانکہ وہ دل نہیں کیونکہ دل مجردات سے ہے اس کا مرتبہ تو عرش سے بھی بالا ہے وہ کوئی ناسوتی شئے نہیں۔ پس اگر اس پر تجرد غالب ہے تو وہ دل ہے اور اگر جسمانیت کا غلبہ ہے تو وہ دل نہیں اور تیرے دل پر جسمانیت اور ناسوتیت غالب ہے پس وہ دل کیسے ہو سکتا ہے اس کو تم یوں سمجھو کہ چھوڑے میں یقیناً پانی ہوتا ہے لیکن وہ پانی اس قابل نہیں ہے کہ اس سے وضو یا استنجا کیا جاوے کیونکہ گو وہ اپنی ذات کے لحاظ سے پانی ہے لیکن مٹی سے مغلوب ہو کر اس نے مٹی کا حکم حاصل کر لیا ہے پس یہ ہی حالت تمہارے دل کی ہے کہ گو وہ اپنی ذات سے مجرد اور قلب ہے مگر انہماک فی الناسوت کے سبب وہ بھی حکماً ناسوتی ہو گیا ہے اور اس قابل نہیں کہ احکام قلب اس کے لئے ثابت ہوں۔ پس اب نہ کہنا کہ میرا دل بھی دل ہے اور اس کو بھی منظور حق ہونا چاہئے تیرا اور تیرے امثال کا دل ہرگز دل نہیں۔ کیونکہ وہ ناسوت میں منہمک ہے بلکہ دل تو اہل اللہ کا دل ہے خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء کیونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ دل عرش سے بالاتر ہے اور جو عرش سے بالاتر ہے وہ قلب اولیاء اللہ یا قلب انبیاء ہے۔ پس ثابت ہوا کہ دل حقیقۃً قلب اہل اللہ ہے وہ گل سے پاک اور کامل و مکمل ہے وہ گل یعنے عالم ناسوت کو چھوڑ کر سمندر میں مل گیا ہے اور عالم ناسوت کی قید سے چھوٹ کر اور بحر حقیقی یعنی حق سبحانہ سے اتصال پیدا کر کے خود بھی ایک سمندر ہو گیا ہے پس جو قلب اس سے اتصال پیدا کر لیں گے وہ بھی دل سمندر ہو جائیں گے۔ یہاں تک پہنچ کر مولانا پر ایک حال طاری ہوتا ہے اور مناجات کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اے اللہ ہمارا پانی یعنی دل مٹی یعنی عالم ناسوت میں مقید ہو کر رہ گیا ہے اے بحر رحمت ہم کو اس جیل خانہ سے نکالئے اور اپنے ساتھ متصل کر کے ہمارے پانی یعنی دل کو بھی سمندر بنا دیجئے۔ اس کے بعد اس سے افاقہ ہوتا ہے اور پھر مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ سمندر یعنی اہل اللہ تم سے یہ ہی کہتا ہے کہ میں تم کو بھی اپنے اندر جذب کر سکتا ہوں مگر رحمت تو یہ ہے کہ تم غرور میں مرے جاتے ہو اور کہتے ہو کہ میں تو خود پانی ہوں مجھے اس پانی کی کیا ضرورت ہے یہ تمہاری شیخی تمہیں محروم کر رہی ہے۔ پس تم غرور کو چھوڑ دو اور مجھ میں مل کر دیا ہو جاؤ۔ اب مولانا اس کھنچنے کا منشا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آب وگل یعنی تمہارا دل بالطبع تو یہی چاہتا ہے کہ دریا میں جا ملے لان الجنس الی الجنس یمیل لیکن مٹی اس کے پاؤں کو پکڑ کر کھینچتی ہے اور جانے نہیں دیتی۔ ایسی حالت میں اگر وہ مٹی سے اپنا پاؤں چھڑا لے تو مٹی خشک رہ جائے اور وہ اس سے نکل کر چلا جاوے۔ اب یہ سمجھو کہ مٹی کے پانی کو کھینچنے کا کیا مطلب ہے وہ یہ کہ تم کو خواہش ہے نقل اور شراب ناب کی یہی وہ کشش ہے جو دل کو اتصال یا اہل اللہ سے مانع ہوتی ہے اور طرح طرح کے حیلوں سے اس کو اتصال سے روکتی ہے علیٰ ہذا دنیا میں جو مرغوب چیز

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے خواہ مال ہو خواہ جان خواہ عزیز و اقارب خواہ باغ خواہ سواری خواہ تلوار خواہ ڈھال خواہ ملک خواہ گھر خواہ بیوی بچے سب کی یہی حالت ہے اور انہوں نے تم کو مست کر رکھا ہے کیونکہ جب وہ تم کو نہیں ملتے تو ان کے خمار سے تمہارا بدن ٹوٹتا رہتا ہے یہ خمار غم اس کی دلیل ہے کہ تم ان اشیاء میں مست ہو لیکن یہ مناسب نہیں بلکہ ضرورت سے زیادہ ان اشیاء کو مت حاصل کرو تاکہ یہ تم پر غالب اور حاکم ہو کر تم کو برباد نہ کر دیں غرض کہ تو نے ان اشیاء میں مست ہو کر یہ خیال باطل ذہن میں جما لیا کہ میں صاحب دل ہوں اور میرا دل منظور حق ہے اور میں واصل ہوں اور اس بناء پر تو اہل اللہ سے کھنچ بیٹھا۔ جس طرح کہ جوڑے کا پانی یہ سمجھ کر میں خود پانی ہوں اور مجھے آب بحر کی مدد کی کیا ضرورت ہے بحر سے کھنچ بیٹھتا ہے اور تو نے اپنے دل کو دل سمجھ لیا پس لامحالہ تو نے اہل دل سے قطع تعلق کر لیا۔ اچھا تو ہی انصاف سے کہدے کہ کیا تو اس کو جائز رکھتا ہے کہ دل کی یہ حالت ہو کہ خدا سے غافل ہو کر دودھ اور شہد وغیرہ لذائذ کی محبت میں گرفتار ہو جاوے ہم نہیں خیال کرتے کہ تو اگر ذرا بھی انصاف سے کام لے گا تو اس کو جائز رکھے گا۔ تو اب تو ہی انصاف کرے کہ یہ تیرا دل جس کی یہ ہی حالت ہے دل کہلانے کا مستحق ہے یا نہیں۔ امید ہے تو یہ ہی کہے گا کہ نہیں اور واقع میں بھی ایسا ہی ہے کیونکہ دل کا کام یہ ہرگز نہیں کہ وہ لذائذ دنیویہ میں مصروف ہو اس لئے کہ دودھ اور شہد وغیرہ کی خوبی تو خوبی دل کا عکس ہے اور جس دنیوی چیز میں جو کوئی اچھائی ہے وہ دل ہی سے حاصل ہے کیونکہ دل اگر ٹھیک ہو تو ہر چیز میں مزہ ہے اور اگر اس کی حالت خراب ہو تو پھر کسی چیز میں بھی لطف نہیں جب یہ حالت ہے تو دل اصل ہوا اور تمام عالم اس کا تابع اور عکس۔ اب تم سمجھ لو کہ عکس دل کیونکر مطلوب دل ہو سکتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جو دل مال اور جاہ کا عاشق ہے یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ وہ اس جوڑے کا مغلوب ہے یا یوں کہو کہ وہ ان اشیاء کا مغلوب ہے جو ایک وہم و خیال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں اور جن کو وہ گھپ اندھیرے میں واقعیات سمجھ کر پوج رہا ہے۔ محض برائے نام اور کہنے کو دل ہے ورنہ حقیقت میں دل نہیں۔ کیونکہ دل تو وہی ہے جو نور سے لبریز ہو اس کے علاوہ کوئی دل نہیں کیونکہ ناممکن ہے کہ دل محل نظر خداوندی ہو اور پھر اندھا۔ اور بے نور ہو۔ پس اصل دل تو لاکھوں عوام اور خواص میں بھی نہ ملے گا۔ بلکہ ایک آدھ ہی کے پاس ہوگا لہٰذا اس کو تلاش کرو اور دیکھو کہ وہ کون ہے اور اپنے دل کو جس کو دل کا ایک ذرا سا ٹکڑا کہنا چاہئے چھوڑ کر دل کو ڈھونڈو۔ تاکہ یہ ریزہ ہی اس کی بدولت پہاڑ بن جاوے یاد رکھو کہ افاضہ اور استفاضہ کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اول مستفیض کی طلب بشرائط کی دوم مفیض کی عنایت وسخاوت کی سو یاد رکھو کہ مفیض کی طرف سے تو تقصیر نہیں کیونکہ دل اپنے افاضہ اور احسان وجود کے لحاظ سے عالم وجود کو محیط ہے اور وہ اپنے احسان اور اپنی سخاوت کا سونا لٹا رہا ہے اور حق سے سلامتی حاصل کر کے اپنے اختیار سے عالم پر سلامتیاں بکھیر رہا ہے جس کا دامن درست اور پھیلا ہوا ہے وہ بکھیر اس تک پہنچتی ہے اور اس سے مستفیض ہوتا ہے اب اگر کمی ہے تو تمہاری طرف سے کہ تمہارا دامن درست اور پھیلا ہوا نہیں۔ لہٰذا تم محروم ہو۔ پس تم کو چاہئے کہ دامن کو خالی رکھو اور اس کو پھیلاؤ۔ لیکن دامن سے متعارف دامن مراد نہیں بلکہ وہ دامن عجز اور حاضر خدمت ہونا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پس تم اس دامن کو پھیلاؤ اور خالی رکھو یعنی نافرمانی کے اینٹ پتھر اس میں نہ بھرو تا کہ وہ ان پتھروں سے پھٹ کر اس بکھیر کے روکنے کے ناقابل نہ ہو جاوے۔ دیکھنا سونے اور ملمع میں امتیاز کرنا اور سونے کے بدلے اور کچھ نہ بھر لینا۔ اب تک تو نے اپنے دامن میں متعارف سونے چاندی وغیرہ کے پتھر بھرے اور تیری مثال لڑکوں کی سی ہو گئی کہ جس طرح وہ پتھروں کو چاندی سونا سمجھ کر دامن بھر لیتے ہیں یوں ہی تو نے اس متعارف چاندی سونے کو اصل چاندی سونا سمجھ کر دامن بھر لیا۔ اس کے بوجھ سے تیرا دامن صدق وخلوص پھٹ گیا۔ یعنی ان کی محبت میں پھنس کر تیرے اندر اہل اللہ کے ساتھ اخلاص نہ رہا۔ اور چونکہ وہ خیال چاندی سونا اصلی چاندی سونا نہ تھا اس لئے واقع میں غم ہی بڑھا۔ خوشی کچھ بھی نہ ہوئی۔ گو وہ غم تم کو محسوس نہیں ہوتا جس کی وجہ یہ ہے کہ تم اس چاندی سونے کو حقیقی چاندی سونا سمجھتے ہو اور خیالی نہیں سمجھتے۔ اور یہ بعید نہیں کیونکہ جب تک عقل ان کو نہیں سنبھالتی اس وقت تک لڑکوں کو بھی پتھر پتھر نہیں معلوم ہوتے۔ بلکہ وہ اس کو سونا ہی سمجھتے ہیں تم کو یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ بچوں کو تو بچپن کی وجہ سے دھوکہ ہوتا ہے ہم تو بڈھے ہیں ہم کو دھوکہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ بزرگی بعقلست نہ بسال بڑا تو آدمی عقل سے ہوتا ہے سفید بالوں سے نہیں ہوتا یہاں بالوں کو کچھ بھی دخل نہیں پس چونکہ تمہیں عقل نہیں اس لئے اب بھی بچے ہی ہو۔

شرح شبّیری

اس جماعت اولیاء کا دقوقی کی دعا وشفاعت کو سن کر سمجھنا اور غائب ہو جانا اور دقوقی کا حیران ہونا کہ یہ لوگ ہوا میں اڑ گئے یا زمین میں چھپ گئے

چوں رہید آں کشتی و آمد بکام	شد نماز آں جماعت ہم تمام
جب کشتی نجات پا گئی اور مقصود تک پہنچ گئی	ان لوگوں کی نماز بھی پوری ہو گئی

یعنی جب وہ کشتی چھوٹ گئی اور اپنے مقصود پر آ گئی تو اس جماعت کی نماز بھی پوری ہو گئی۔

فجفجے افتاد شاں باہمدگر	کیں فضولی را کہ کرد از ما ز شر
ان میں آپس میں کھس پھس ہوئی	کہ شرارت کی وجہ سے یہ بیکار کام ہم سے کس نے کیا ہے؟

یعنی ان لوگوں میں آپس میں ایک کچ پچ پڑ گئی کہ اس فضول حرکت کو ہم میں سے کس نے کیا ہے شر کی وجہ سے۔

ہر یکے باہمدگر گفتند سر	از پس پشت دقوقی مستتر
ہر ایک نے دوسرے سے آہستہ سے کہا	دقوقی کے پیٹھ پیچھے پوشیدہ طور پر

یعنی ہر ایک نے ایک دوسرے سے چپکے چپکے دقوقی کی پس پشت کہا۔ یعنی سب نے ایک دوسرے سے ان کی پس پشت پوچھا کہ یہ حرکت کس نے کی ہے۔

گفت ہر یک من نکردستم کنوں	ایں دعا نے از بروں نے از دروں
ہر ایک نے کہا میں نے نہیں کی ہے' اب	یہ دعا' نہ بظاہر نہ بباطن

یعنی ہر ایک نے کہا کہ میں نے اس وقت یہ دعا نہ باہر سے کی ہے اور نہ اندر سے یعنی نہ لب سے کچھ دعا کی اور نہ دل سے۔ بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو اتنا تو کشف ہوا کہ کسی نے دعا کی ہے اور یہ بھی ہوا کہ کی ہے ہم میں سے ہی مگر یہ پتا نہ چلا کہ کس نے کی ہے اس لئے یہ ساری گڑ بڑ ہوئی۔

گفت مانا کایں امام ماز درد	بوالفضولانہ مناجاتے بکرد
کہا یقیناً ہمارے اس امام نے درد کی وجہ سے	فضولیوں کی طرح دعا کی ہے

یعنی وہ بولے کہ یقیناً ہمارے اس امام نے درد کی وجہ سے بوالفضولوں کی طرح یہ مناجات کی ہے۔

گفت آں دیگر کہ اے یار یقیں	مر مرا ہم می نماید ایں چنیں
دوسرے نے کہا' اے دوستو! یقیناً	مجھے بھی ایسا ہی نظر آتا ہے

یعنی دوسرے نے کہا اے یار یقیناً مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

او فضولی بودہ است از انقباض	کرد بر مختار مطلق اعتراض
انقباض کی وجہ سے وہ فضولی بنا ہے	اس نے مختار مطلق پر اعتراض کیا ہے

یعنی وہ انقباض کی وجہ سے فضولی ہوگیا ہے کہ مختار مطلق پر اعتراض کیا۔ مطلب یہ کہ کشتی کو ڈوبتے دیکھ کر اس کو انقباض ہوا اور دل دکھا تو حق تعالیٰ پر اعتراض شروع کردیا۔ اعتراض سے یہ مراد ہے کہ اللہ میاں نے ڈوبانا چاہا اور اس نے ان کے خلاف منشاء دعا کی۔ جب ان کا اس پر اتفاق ہوگیا کہ ان ہی حضرت کی یہ دعا ہے تو وہ سب ان کے پیچھے چل دیئے آگے خود کہتے ہیں کہ۔

چوں نگہ کردم سپس تا بنگرم	کہ چہ می گویند آں اہل کرم
اس کے بعد جب میں نے نگاہ ڈالی کہ دیکھوں	یہ اہل کرم کیا کہہ رہے ہیں؟

یعنی جب میں نے پیچھے دیکھا تا کہ میں دیکھوں کہ وہ اہل کرم کیا کہہ رہے ہیں۔

یک از یشاں را ندیدم در مقام	رفتہ بودند از مقام خود تمام
موقع پر میں نے ان میں سے ایک کو بھی نہ دیکھا	اپنی جگہ سے سب جا چکے تھے

یعنی ان میں سے ایک کو بھی اس جگہ میں نے نہ دیکھا اور وہ سارے کے سارے اپنی جگہوں سے چل دیئے تھے۔

نے بچپ نے براست نے بالا نہ زیر	چشم تیز من نشد بر قوم چیر
نہ بائیں نہ دائیں نہ اوپر نہ نیچے	(اس) قوم پر میری تیز نگاہ نے قابو نہ پایا

یعنی نہ بائیں تھے نہ دائیں نہ اوپر نہ نیچے میری چشم تیز اس قوم پر غالب نہ ہو سکی۔

درہا بودند گوئی آب گشت	نے نشان پاؤ نے گردے بدشت
گویا موتی تھے پانی بن گئے	نہ پاؤں کے نشان تھے نہ جنگل میں گرد تھی

یعنی وہ موتی تھے گویا کہ پانی ہو گئے کہ نشان پاؤں کا نہ کوئی گرد جنگل میں

در قباب حق شدند آندم ہمہ	در کدامیں روضہ رفتند آں رمہ
وہ سب اس وقت اللہ کے قبوں میں چلے گئے	وہ جماعت کون سے باغ میں چلی گئی

یعنی وہ سارے اسی وقت حق تعالیٰ کے قبوں میں چلے گئے (اور نہ معلوم) وہ جماعت کون سے باغ میں چلی گئی۔

در تحیر ماند ام کایں قوم را	چوں بپوشانید حق بر چشم ما
میں حیرانی میں پڑ گیا کہ اس قوم کو	اللہ (تعالیٰ) نے ہماری آنکھوں سے کیسے چھپا لیا؟

یعنی میں تحیر میں رہ گیا کہ اس قوم کو حق تعالیٰ نے ہماری آنکھ سے کس طرح پوشیدہ کر دیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

آنچناں پنہاں شدند از چشم او	مثل غوطہ ماہیاں در آب جو
وہ ان کی آنکھوں سے اس طرح چھپ گئے	جیسے کہ مچھلیوں کا نہر کے پانی میں غوطہ

یعنی وہ لوگ اس دقوقی کی نگاہ سے ایسے پوشیدہ ہوئے جیسے مچھلیوں کا غوطہ آب جو میں (کہ اس کا کوئی اثر ہی نہیں رہتا۔ اسی طرح ان کے جانے کا بھی کوئی نشان وغیرہ کہیں نہ تھا)

سالہا در حسرت ایشاں بماند	عمرہا در شوق ایشاں اشک راند
وہ سالوں ان کی حسرت میں رہے	ایک عرصہ تک ان کے شوق میں روتے رہے

یعنی دقوقی ان لوگوں کی حسرت میں سالہا سال تک رہے اور ایک عمر تک ان کے شوق میں آنسو بہائے۔

آگے ایک اعتراض کو بیان فرما کر اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

تو بگوئی مرد حق اندر نظر	کے در آرد باخدا ذکر بشر
تو کہے گا کہ مرد خدا نگاہ میں	خدا کے ساتھ انسان کی یاد کو کب لاتا ہے؟

یعنی تم کہیں یہ نہ کہو کہ مرد حق اپنی نظر میں خدا کے ساتھ بشر کا ذکر کب لاتا ہے۔ مطلب یہ کہ بھلا جب دقوقی مرد حق ہیں تو ان کو تلاش خدا کرنی چاہئے تھی یہ ان آدمیوں کی تلاش میں کیوں پڑے اور تلاش بھی ایسی کہ روتے روتے ایک عمر گزار دی۔ آگے جواب فرماتے ہیں کہ۔

خر ازیں میخسپد اینجا اے فلاں	کہ بشر دیدی تو ایشاں را نہ جاں
اے فلاں! اس مقام پر گدھا اس لئے سو جاتا ہے	کہ تو نے ان کو بشر سمجھا نہ کہ جان

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے فلاں گدھا اسی وجہ سے اس جگہ سوتا ہے کہ تو نے ان کو صرف بشر دیکھا جان نہ دیکھا۔ مطلب یہ ہے کہ ترقی سے مانع یہی بات ہے اور سواری یہیں آ کر سو رہتی ہے آگے نہیں چلنے دیتی۔ کہ تم ان حضرات کو صرف بشر سمجھے ارے ان کے اندر علاوہ بشریت کے اور صفات بھی تو ہیں کہ وہ اللہ والے تھے دقوقی ان کو بحیثیت اس کے کہ وہ اللہ والے تھے تلاش کر رہے تھے نہ کہ ان کی بشریت کی وجہ سے ان کے متلاشی تھے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

کار ازیں ویراں شدہ است اے مرد خام	کہ بشر دیدی مر ایشانرا چو عام
اے ناقص انسان! کام اسی وجہ سے تباہ ہوا	کہ تو نے ان کو عام (انسانوں) جیسا بشر سمجھا

یعنی اے مرد خام کام اسی وجہ سے ویران ہو گیا ہے کہ تو نے ان کو دیگر عوام کی طرح (صرف) بشر ہی دیکھا۔

تو ہماں دیدی کہ ابلیس لعیں	گفت من از آتشم آدم زطیں
تو نے وہی دیکھا جو ملعون شیطان نے	کہا کہ میں آگ کا ہوں آدم مٹی کا ہے

یعنی تو نے وہی دیکھا جیسا کہ ابلیس لعین نے کہا کہ میں تو آتش سے ہوں اور آدم مٹی سے ہیں۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ ابلیس نے صرف ان کا مٹی سے ہونا تو دیکھا اور ان کے دیگر کمالات نہ دیکھے۔ اسی طرح تو نے ان حضرات کا بشر ہونا تو دیکھا اور ان کے دیگر کمالات پر نظر نہ کی۔

چشم ابلیسانہ را یکدم بہ بند	چند بینی صورت آخر چند چند
شیطانی آنکھ کو فوراً بند کر لے	صورت کو کتنا دیکھے گا' آخر کتنا' کتنا؟

یعنی اس چشم شیطانی کو ایک دم کے لئے بند کر لے اور صورت کو آخر کہاں تک دیکھے گا۔ یعنی صرف صورت کے دیکھنے کو چھوڑ کمالات پر بھی نظر کر۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے دقوقی باد و چشم ہمچو جو	ہیں مبرا مید و ایشانرا بجو
اے دقوقی! نہر جیسی دو آنکھوں سے	خبردار مایوس نہ ہو اور ان کو تلاش کر

یعنی اے دقوقی اپنی دونوں ندی جیسی آنکھوں سے ان کو تلاش کر اور امید قطع مت کر۔

ہیں بجو کہ رکن دولت جستن است	ہر کشادے در دل اندر بستن است
خبردار! تلاش کر کیونکہ دولت کی اصل تلاش کرنا ہے	ہر کشادگی دل بستگی کی وجہ سے ہے

یعنی ہاں تلاش کر کہ دولت کا رکن تلاش کرنا ہی ہے اور دل میں ہر کشادگی بستہ کرنے سے ہی ہے۔ مطلب یہ کہ اولیا کی تلاش میں لگے رہو کہ یہ طلب اور تلاش ہی وہ شئے ہے کہ جو دولت باطنی کا رکن اعظم ہے اور اولیاء اللہ میں دل لگائے رکھو کہ اس دل بستگی ہی سے کشادگی دل کی حاصل ہوگی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

از ہمہ کار جہاں پرداختہ	کو و کو مے گو بجاں چوں فاختہ
دنیا کے ہر کام سے فارغ ہو کر	فاختہ کی طرح (دل و) جان سے کو اور کو کہتا رہ

یعنی جہان کے تمام کاموں سے فارغ ہو کر جان و دل سے فاختہ کی طرح کوکو کہتا رہ۔ یعنی تلاش میں لگا رہ۔

نیک بنگر اندریں اے محتجب	کہ دعا را بست حق بر استجب
اے محجوب! اس میں اچھی طرح غور کر	کہ اللہ نے استجب کو دعا سے وابستہ کیا ہے

یعنی اے محجوب ذرا اس میں اچھی طرح غور کر لے کہ حق تعالیٰ نے دعا کو استجب پر باندھا ہے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے کہ واذقال ربکم ادعونی استجب لکم تو دیکھو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دعا کرو تو میں قبول کروں گا لہذا چاہیے کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے اور تلاش اور جستجو میں لگا رہے اور فرماتے ہیں کہ۔

ہر کرا دل پاک شد از اعتدال	آں دعایش میرو تا ذوالجلال
بیماری سے جس کا دل پاک ہو گیا	اس کی دعا اللہ (تعالیٰ) تک پہنچتی ہے

یعنی جس کا قلب کہ اعتدال کی وجہ سے پاک ہوتا ہے تو اس کی دعا حق تعالیٰ تک جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ اول قلب کو پاک کرو اس کے بعد دعا کرو ان شاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔ چونکہ یہاں دعا کا ذکر آیا ہے تو آگے اس گائے والے کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جب تک کہ وہ کشتی گرداب سے نکلے اور منزل مقصود تک پہنچے اتنے میں ان لوگوں کی نماز بھی ختم ہو گئی اور مقتدیوں میں آپس میں کھس پھس ہونے لگی کہ جس نے یہ دعا کی ہے ہمیں میں سے کوئی ہے ہم سے باہر نہیں ہے وہ دقوقی کے پیٹھ کے پیچھے چھپے ہوئے چپکے چپکے آپس میں اسی قسم کی باتیں کر رہے تھے اور ہر ایک کہتا تھا کہ بھائی میں نے تو یہ حرکت نہیں کی نہ دل میں نہ زبان سے۔ جب سب نے انکار کر دیا تو کسی نے کہا کہ ہو نہ ہو یہ ہمارے امام صاحب ہیں کہ ان کی تکلیف سے متاثر ہو کر خواہ مخواہ دعا کی ہے۔ دوسرے نے کہا کہ یار کہتے تو ٹھیک ہو مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ مگر وہ خواہ مخواہ ہیں کہ انہوں نے دوسروں کی تکلیف سے منقبض ہو کر مختار مطلق کی مزاحمت کی۔ اب دقوقی کہتے ہیں کہ جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ دیکھوں تو سہی یہ حضرات کیا باتیں کر رہے ہیں تو مجھے ایک بھی وہاں نہ دکھائی دیا کیونکہ وہ سب کے سب اپنی اپنی جگہ سے چل دیئے تھے۔ میں نے ہر چند ان کو دیکھا لیکن میری تیز نظر نہ ان پر دائیں جانب غالب آئی نہ بائیں جانب نہ اوپر نہ نیچے۔ یعنی وہ مجھے کہیں نہ دکھائی دیئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ موتی تھے جو پگھل کر پانی ہو گئے کہ نہ پاؤں کا نشان ہے جنگل

www.besturdubooks.wordpress.com

میں دھول اڑتی ہے غرضکہ وہ حق سبحانہ کے قبوں میں چلے گئے۔ اور معلوم نہیں کہ وہ کس باغ میں چلدیئے مجھے حیرت ہے کہ ان لوگوں کو حق سبحانہ نے دفعۃً میری نظر سے کیوں غائب کر دیا اور اس میں کیا مصلحت تھی وہ دفعۃً یوں غائب ہو گئے جیسے مچھلیاں ندی میں غوطہ مار جاتی ہیں غرضکہ دقوقی برسوں اسی طرح افسوس کرتے رہے اور بہت زمانہ تک ان کے اشتیاق میں روتے رہے تم یہ اعتراض نہ کرنا کہ اہل اللہ کی نظر میں خدا کے ساتھ آدمیوں کا بھی کہیں ذکر آتا ہے۔ جب کہ نہیں آتا تو یا تو یہ واقعہ غلط ہے یا دقوقی ولی کامل نہ تھے۔ اس لئے کہ وہ انسانوں کے طالب تھے کیونکہ تمہارا گدھا اس مقام پر اس لئے سو جاتا ہے اور تم حقیقت تک پہنچنے سے محروم رہ جاتے ہو کہ تم اہل اللہ کو عام آدمیوں کی طرح آدمی سمجھتے ہو۔ اور ان کو جان کی طرح مطلوب نہیں سمجھتے۔ اور کام یوں ہی بگڑا ہے کہ تم کو ان کی حقیقت نہ معلوم ہوئی بلکہ ان کو بھی عوام کے مثل ایک معمولی آدمی سمجھا۔ اور جس طرح ابلیس نے کمالات آدم کو نظر انداز کر کے صرف صورت پر نظر کی تھی اور کہا تھا کہ میں اس سے بہتر ہوں اس لئے کہ میں آگ سے پیدا ہوا ہوں اور یہ مٹی سے یوں ہی تم نے ان کو اسی نظر ابلیسانہ سے دیکھا۔ اور صورت میں عوام سے مشابہت دیکھ کر اپنے جیسا سمجھ لیا۔ ارے بھلے مانس آخر صورت کو کب تک مدنظر رکھے گا۔ اس ابلیسی آنکھ کو بند کر اور ان کی حقیقت کو دیکھ اے دقوقی آپ اس معترض کی طرف التفات نہ کریں اور اپنی ندی کی طرح آنسو بہانے والی آنکھوں سے آنسو بہاتے رہیں اور امید منقطع نہ کریں اور برابر ان کو ڈھونڈھتے رہیں۔ ہاں خوب ڈھونڈھیئے۔ اس لئے کہ مدار دولت ڈھونڈھنا ہی ہے۔ اور اہل اللہ کے ساتھ دلبستگی ہی ہر مشکل کے حل ہونے کا ذریعہ ہے۔ آپ دنیا کے تمام کام چھوڑ کر جستجو میں لگ جایئے اور فاختہ کی طرح کوکو کرتے رہیے اگر کسی محجوب کو میری اس گفتگو میں شک ہو تو میں اس سے کہوں گا کہ دیکھ حق سبحانہ نے دعا کو استجب کے ساتھ ملایا ہے اور کہا ہے ادعونی استجب لکم اس سے ثابت ہوا کہ طلب ہی حصول مقصد کا سبب عادی ہے اور جس کا دل نجاسات باطنیہ و امراض روحانیہ سے پاک ہوتا ہے اس کی دعا حق سبحانہ تک پہنچ کر مقبول بھی ہوتی ہے۔

شرح شبیری

اس حلال روزی کو بے کسب و محنت کے طالب کی حکایت کی دوبارہ شرح اور اس کی دعا کا مستجاب ہونا

روز و شب میکرد افغان و نفیر	یادم آمد آں حکایت کاں فقیر
دن رات فریاد اور زاری کرتا تھا	مجھے وہ قصہ یاد آیا کہ وہ فقیر

یعنی مجھے وہ حکایت یاد آ گئی کہ وہ فقیر دن رات فغاں ونفیر کیا کرتا تھا۔

وز خدا میخواست روزی حال	بے شکار و کسب و رنج انتقال
اور خدا سے حلال روزی مانگتا تھا	بغیر شکار اور کمائی اور تکلیف اور چلنے پھرنے کے

یعنی وہ خدا سے روزی حلال بے شکار اور کمائی اور رنج انتقال کے مانگا کرتا تھا۔

پیش ازیں گفتیم بعض احوال او	لیک تعویق آمد و شد پنج تو
اس کے کچھ احوال میں نے پہلے بتا دیئے ہیں	لیکن رکاوٹ آ گئی اور پیچ گونی ہو گئی

یعنی ہم نے اس کا بعض حال پہلے بھی بیان کیا ہے لیکن (درمیان میں) تعویق آ گئی اور وہ پنج تو ہو گیا

ہم بگوئیمش کجا خواہد گریخت	چوں ز ابر فضل حق حکمت بریخت
میں تجھ سے وہ (قصہ) کہوں گا وہ کہاں بچے گا	جبکہ اللہ (تعالیٰ) کے فضل کے ابر سے دانائی ٹپک رہی ہے

یعنی ہم اس قصہ کو بیان کریں گے۔ بھاگ کر کہاں جاوے گا۔ جب کہ ابر فضل حق سے حکمت ریختہ ہوئی۔ مطلب یہ کہ جب اس کے بیان میں بہت سے حکم ہیں تو ہم اس کو ضرور بیان کریں گے۔ بھاگ کر کہاں جاوے گا بس آگے قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

صاحب گاوش بدید و گفت ہیں	اے بہ ظلمت گاوِ من گشتہ رہیں
گائے والے نے اس کو دیکھا اور کہا خبردار!	اے وہ کہ تیرے ظلم میں میری گائے پھنس گئی

یعنی اس شخص کو صاحب گاؤ نے دیکھا تو کہا کہ ارے تیرے ظلم میں میری گائے مرہون ہو گئی ہے۔

ہیں چرا کشتی بگو گاو مرا	ابلہ طرار انصاف اندر آ
خبردار! بتا تو نے میری گائے کیوں ماری	(اے) بیوقوف گٹھ کٹے انصاف میں آ

یعنی ارے بتا تو نے میری گائے کو کیوں مارا ارے بیوقوف طرار انصاف تو کر۔

گفت من روزی ز حق میخواستم	قبلہ را از لابہ مے آراستم
اس نے کہا میں اللہ (تعالیٰ) سے روزی مانگتا تھا	قبلہ کو آہ و زاری سے سجاتا تھا

یعنی اس نے کہا کہ میں حق تعالیٰ سے روزی مانگا کرتا تھا اور قبلہ کو تضرع وزاری سے آراستہ کیا کرتا تھا۔

سالہا بودہ است کار من دعا	تا کہ بفرستاد گاوے را خدا
میرا کام سالوں دعا کرنا رہا ہے	یہاں تک کہ اللہ (تعالیٰ) نے ایک گائے بھیج دی

یعنی سالہا سال تک میرا کام دعا کرنا تھا یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ نے ایک گائے بھیجی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں بدیدم گاو را برخاستم	روزی من بودش میخواستم
جب میں نے گائے دیکھی میں اٹھا	میری روزی تھی جو میں مانگتا تھا

یعنی جب میں نے گائے کو دیکھا تو میں اٹھ بیٹھا اور وہ تو میری روزی تھی جس کو میں نے مانگا تھا

آں دعائے کہنہ ام شد مستجاب	روزی من بود کشتم نک جواب
وہ میری پرانی دعا قبول ہوگئی	وہ میری روزی تھی میں نے اس کو ذبح کرلیا یہ جواب ہے

یعنی وہ میری پرانی دعا مستجاب ہوگئی وہ میری روزی تھی میں نے اسے مارلیا بس یہ جواب ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جب کہ گفتگو ذکر قبول دعا تک پہنچی تو مجھے وہ قصہ یاد آ گیا کہ وہ فقیر رات دن چلاتا اور آہ و فغاں کرتا تھا اور خدا سے مشقت اور کمائی اور کہیں آنے جانے کی دقت کے بغیر حلال روزی مانگتا تھا۔ اس کا واقعہ ہم پیشتر کسی قدر بیان کر چکے ہیں مگر بعض موانع پیش آ گئے اور شدید بھی ہوگئے اس لئے اس کو پورا نہ کر سکے۔ لیکن جب کہ فضل خدا کے ابر سے حکمت کا مینہ برس رہا ہے جو مقتضی ہے اس کے اتمام کو اس لئے وہ بھاگ کر کہاں جاویگا ہم اس کو پورا ہی کر کے رہیں گے وہ قصہ یہ ہے کہ اس کو گائے کے قابض نے دیکھا تو کہا کہ ہاں رے ہاں تیرے ہی ظلم میں میری گائے محبوس ہوئی ہے اچھا تو یہ تو بتا کہ تو نے میری گائے کو کیوں مار ڈالا۔ اور او احمق گدھ کٹے تو ہی انصاف کر کے یہ کہاں تک تیرے لئے جائز تھا۔ اس نے جواب دیا کہ میاں بات یہ ہے کہ میں خدا سے بے مشقت حلال روزی مانگتا تھا اور قبلہ کو الحاح وزاری سے مزین کیا کرتا تھا برسوں تک یہ دعا کرنا ہی میرا کام رہا۔ حتیٰ کہ خدا نے میرے لئے گائے بھیج دی جب میں نے گائے کو دیکھا تو میں اس کے پکڑنے کے لئے اٹھا کیونکہ وہ میری روزی تھی۔ جس کو میں خدا سے مانگتا تھا۔ اور میں نے اس کو پکڑ لیا اور چونکہ میری وہ دعا جو میں ایک عرصہ سے مانگ رہا تھا مقبول ہو چکی تھی بس میں سمجھتا تھا کہ وہ میری روزی ہے لہذا میں نے مار ڈالا۔ تو مجھ سے جواب طلب کرتا تھا لے یہ جواب ہے۔

شرح شبیری

فریقین کا داؤد علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے پاس جانا

اوز خشم آمد گریبانش گرفت	چند مشتے زد بروئیش نا شگفت
وہ غصہ میں آیا اس کا گریبان پکڑا	بے تحاشا اس کے منہ پر چند کے مارے

یعنی صاحب گائے غصہ میں آگیا اور اس کا گریبان پکڑ کر اس کے منہ پر بے صبر ہو کر چند گھونسے مارے۔

می کشیدش تا بداوٗد نبے	کہ بیا اے ظالم گیج غبے
اس کو داوٗد نبی کے پاس کھینچ کر لے گیا	کہ آ اے احمق بیوقوف ظالم!

یعنی اس کو داوٗد نبی تک کھینچ رہا تھا کہ اے ظالم دیوانہ غبی آ۔ یعنی اس کو کھینچتا ہوا داوٗدؑ کے پاس لے چلا۔

حجت بارد رہا کن اے دغا	عقل در تن آور وبا خویش آ
اے دغا باز! کج حجتی چھوڑ	اپنے جسم میں عقل پیدا کر اور ہوش میں آ

یعنی حجت افسردہ کو ترک کر اے دغا باز عقل کو بدن میں لا اور خودی میں آ۔

ایں چہ میگوئی دعا چہ بدمخند	برسر دریش من وخویش اے لوند
یہ کیا کہتا ہے دعا کیا ہوتی ہے؟ مذاق نہ اڑا	اے بیباک! میرے اور اپنے سر اور داڑھی کا

یعنی تو یہ کہتا ہے دعا کیا ہوتی ہے میرے اور اپنے سر و ریش پر اے رند ہنس مت مطلب یہ کہ میری اور اپنی ہنسی مت کرا۔

گفت من باحق دعا ہا کردہ ام	اندریں لابہ بسے خوں خوردہ ام
اس نے کہا میں نے اللہ سے بہت دعائیں کی ہیں	اس خوشامد میں اپنا بہت خون پیا ہے

یعنی اس نے کہا کہ میں نے تو خدائے تعالٰی سے دعائیں کی ہیں اور اس تضرع میں بہت خون پیا ہے۔

من یقین دارم دعا شد مستجاب	سر بزن بر سنگ اے منکر خطاب
میں یقینی (طور پر) جانتا ہوں دعا قبول ہوتی ہے	اے بدگو! پتھر پر سر مار

یعنی میں یقیں رکھتا ہوں کہ (میری) دعا مستجاب ہو گئی اور اے منکر کلام تو (اپنا) سر پتھر پر مار۔

گفت گرآئید ہاں اے مسلمیں	ژاژ بیند و فشار ایں مہیں
اس نے کہا اے مسلمانو! جمع ہو جاؤ	اس ذلیل کی بکواس اور ہٹ دھرمی دیکھو

یعنی وہ (گائے والا) بولا کہ اے مسلمانوں جمع ہو جاؤ اور اس ذلیل کی بیہودگی اور فشار دیکھو (اور بولا کہ)

اے دغا تاچند خائی ژاژ را	حجت قاطع بگو چہ بود دعا
اے دغا باز! کتنی بکواس کرے گا؟	فیصلہ کن دلیل لاؤ دعا کیا ہوتی ہے؟

یعنی اے دغا باز کب تک بیہودہ باتیں کرے گا کوئی حجت قاطع لا دعا کیا ہوتی ہے (اور بولا کہ)

اے مسلمانان دعا مال مرا	چوں ازاں او کند بہر خدا
اے مسلمانو! دعا میرے مال کو	کیسے اس کی ملکیت بنا دے گی خدا کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے مسلمانوں میرے مال کو دعا اس کی ملک سے کس طرح کردے گی خدا کے واسطے (بتاؤ تو)

گر چنیں بودے ہمہ عالم بدیں	یک دعا املاک بردندے بکیں
اگر ایسا ہوتا (تو) تمام لوگ اس	ایک دعا سے جبراً جائیدادیں مار لیتے

یعنی اگر ایسا ہی ہوا کرتا تو سارے عالم میں ایک دعا سے تمام املاک کو کینہ سے لیجایا کرتا۔

گر چنیں بودے گدایاں ضریر	محتشم گشتہ بدندے و امیر
اگر ایسا ہو سکتا تو اندھے بھکاری	باحشمت اور امیر ہو جاتے

یعنی اگر ایسا ہوتا تو اندھے فقیر محتشم ہو جاتے اور امیر ہو جاتے (اس لئے کہ)

روز و شب اندر دعا اندو ثنا	لابہ گویان کہ تو ماں دہ اے خدا
(وہ) دن رات دعا اور تعریف میں	خوشامدانہ کہتے ہیں کہ اے خدا! تو ہمیں دے

یعنی رات دن دعا اور ثنا میں تضرع کرنے والے ہیں کہ اے خدا تو ہم کو دے (اور کہتے ہیں کہ)

تا تو ندہی ہیچکس ندہد یقیں	اے کشائندہ تو بکشا بند ایں
جب تک تو نہ دے گا یقینا کوئی نہ دیگا	اے کھولنے والے اس بند کو کھول دے

یعنی جب تک تو نہ دے گا یقینا کوئی نہ دے گا۔ اے کھولنے والے تو ہی اس بند کو کھول۔

مکسب کوراں بود لابہ و دعا	جز لب نانے نیا بند از عطا
اندھوں کی کمائی کا ذریعہ خوشامد اور دعا ہے	وہ کوئی عطا روٹی کے ٹکڑے کے علاوہ نہیں پاتے ہیں

یعنی اندھوں کی کمائی تو تضرع و دعا ہی ہے اور بجز ایک ٹکڑہ روٹی کے وہ عطا میں سے کچھ نہیں پاتے مطلب یہ کہ دیکھو اور اندھے جو دعا کرتے ہیں تو ان کو بجز اس کے کہ ایک ٹکڑہ روٹی کا مل جاوے اور کچھ بھی نہیں ملتا۔ یہ کہاں کا نکلا ہے کہ اس کو دعا سے گائے مل گئی۔

خلق گفتند ایں مسلماں راست گواست	دیں فروشندہ دعا ہا ظلم جو است
مسلمانوں نے کہا یہ مسلمان سچ کہتا ہے	اور یہ دعا فروش ظالم ہے

یعنی لوگ بولے کہ یہ مسلمان سچا ہے اور یہ دعا کا بیچنے والا ظلم کی تلاش کرنے والا ہے۔

ایں دعا کے باشد از اسباب ملک	کے کشد ایں را شریعت خود بسلک
یہ دعا ملکیت کے اسباب میں سے کب ہوتی ہے	اس کو شریعت لڑی میں پروتی ہے؟

یعنی یہ دعا اسباب ملک سے کب ہوسکتی ہے اور اس کو شریعت اپنی لڑی میں کب کھینچ سکتی ہے مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شریعت میں مالک ہونے کا طریقہ دعا کرنا کوئی نہیں ہے بلکہ۔

بیع و بخشش یا وصیت یا عطا	یاز جنس ایں شود ملکے ترا
فروخت اور بخشش یا وصیت یا عطا	یا اس جیسی چیز سے تیری ملکیت (کا سبب ہو سکتی ہے)

یعنی بیع یا ہبہ یا وصیت یا عطا یا اس کی جنس سے کوئی اور ملک تمہارے لئے ہو۔

در کدامیں دفتر است ایں شرع تو	گاو را تو بازدہ یا حبس رو
تیری یہ شریعت کس کتاب میں (لکھی) ہے؟	تو گائے واپس کر یا قید میں جا

یعنی تیری یہ شرع کون سے دفتر میں ہے تو گائے کو یا تو واپس دے یا قید میں جا (اور بولے کہ)

اندر آدر حبس و درزندان او	ورنہ گاوش رابدہ حجت مگو
قید اور اس کے جیل خانہ میں آ جا	ورنہ اس کی گائے دیدے حجت (بازی) نہ کر

یعنی حبس وزندان میں آ ورنہ گائے اس کی دے اور حجت مت (جب اس نے دیکھا کہ دنیا میں کوئی میری بات کو نہیں سنتا تو اس نے اللہ میاں سے کہنا شروع کیا)

او بسوئے آسماں می کرد رو	کاے خداوند کریم لطف خو
وہ آسمان کی طرف منہ اٹھاتا	کہ اے کریم خدا رحیم مزاج؟

یعنی اس نے آسمان کی طرف منہ کیا کہ اے خداوند کریم لطف خو۔

من دعاہا کردہ ام زیں آرزو	واقعۂ مارا نداند غیر تو
میں نے اس تمنا سے دعائیں کیں	ہمارے معاملہ کو تیرے سوا کوئی نہیں جانتا ہے

یعنی میں نے اس آرزو میں بہت سی دعائیں کی ہیں اور ہمارے واقعہ کو سوائے آپ کے کوئی نہیں جانتا۔

دردل من دعا انداختے	صدامید اندر دلم افراختے
تو نے میرے دل میں دعا ڈالی	تو نے میرے دل میں سینکڑوں امیدیں ابھار دیں

یعنی میرے دل میں آپ نے ہی وہ دعا ڈالی اور میرے دل میں سوامیدیں آپ نے بلند کیں۔

من نمی کردم گزافہ آں دعا	ہمچو یوسف دیدہ بودم بس خوابہا
میں وہ دعائیں خواہ مخواہ نہیں کرتا تھا	میں نے (حضرت) یوسف کی طرح بہت سے خواب دیکھے تھے

یعنی میں نے وہ دعا فضول نہ کی تھی۔ مثل یوسف کے میں نے بہت سے خواب دیکھے ہیں مطلب یہ کہ جس طرح کہ یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا اور اس کی تعبیر سچی ہوئی اسی طرح مجھے بھی یقین ہے کہ میری ان

www.besturdubooks.wordpress.com

دعاؤں کا اثر بھی یقیناً صحیح ہوگا۔

دید یوسف آفتاب و اختراں	پیش او سجدہ کناں چوں چاکراں
(حضرت) یوسف نے سورج اور ستاروں کو دیکھا	اپنے سامنے نوکروں کی طرح سجدہ کرتے ہوئے

یعنی یوسف نے آفتاب اور ستاروں کو اپنے سامنے نوکروں کی طرح سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔

اعتمادش بود بر خواب درست	در چہ زندان جز آں رامی بخست
ان کو سچے خواب پر بھروسہ تھا	کنویں اور قید خانہ میں اس (خواب کی تعبیر) کے علاوہ کچھ جستجو نہ کی

یعنی ان کو اپنی خواب پر اعتماد تھا تو کنویں اور زنداں میں سوائے اس کے (اور کسی کو) تلاش نہ کرتے تھے۔

مطلب یہ کہ ان کو اس قدر اعتماد تھا کہ کنویں میں گر کر اور زنداں میں رہ کر ان کو یہی امید تھی کہ وہ خواب ضرور صحیح ہوگا۔

ز اعتماد آں نبودش ہیچ غم	از غلامی و از ملام بیش و کم
اس کے بھروسے ان کو کوئی غم نہ تھا	غلامی اور (لوگوں کی) کم و بیش ملامت سے

یعنی اس کے اعتماد کی وجہ سے ان کو نیلامی اور بیش و کم ملامت سے کوئی غم نہ تھا۔

اعتمادی داشت او بر خواب خویش	کہ چو شمعے می فروزیدش ز پیش
وہ اپنے خواب پر بھروسہ کرتے تھے	جو ان کے سامنے شمع کی طرح روشن تھا

یعنی وہ اپنے خواب پر ایسا اعتماد رکھتے تھے کہ وہ شمع کی طرح ان کے آگے جلا کرتی تھی۔

چوں در افگندند یوسف را بچاہ	بانگ آمد سمع او را از الہ
جب انہوں نے یوسف کو کنویں میں گرا دیا	ان کے کان میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے آواز آئی

یعنی جب یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا تو ان کے کان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آتی تھی۔

کہ تو روزے شہ شوی اے پہلواں	تا بمالی ایں جفا بر روئے شاں
اے جوانمرد! تو ایک دن بادشاہ کا وزیر بنے گا	یہاں تک کہ اس ظلم کو ان کے منہ پر مارے گا

یعنی کہ اے پہلوان تم ایک دن بادشاہ ہوگے یہاں تک کہ اس جفا کو ان کے منہ پر ملوگے۔ یعنی تم ان پر اس امر کو ظاہر کروگے اور ان کو شرمندہ کروگے۔

قائل ایں بانگ نامد در نظر	لیک دل بشناخت قائل را اثر
یہ آواز دینے والا نظر نہ آیا	لیکن دل نے علامت کے ذریعہ کہنے والے کو پہچان لیا

یعنی اس آواز کا قائل دیکھنے میں نہ آیا لیکن دل نے قائل کا اثر پہچان لیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

قوتے و راحتے و مسندے	درمیان جاں فتادش زاں ندے
قوت اور راحت اور سہارا	اس آواز سے ان کی جان میں پیدا ہو گیا

یعنی ایک قوت اور ایک راحت اور ایک مسند اس آواز سے ان کی جان میں پڑ گیا۔

چاہ شد بروے بداں بانگ جلیل	گلشن و بزمے چو آتش بر خلیل
اس عظیم آواز سے ان پر کنواں بن گیا	گلشن اور محفل جیسا کہ خلیل (اللہ) پر آگ

یعنی اس آواز جلیل کی وجہ سے کنواں ان پر گلشن و بزم ہو گیا جیسے کہ آتش حضرت خلیلؑ پر۔

ہر جفا کہ بعد ازانش میرسید	او بداں قوت بشادی میکشید
اس کے بعد جو ظلم ہوا	انہوں نے اس قوت کی وجہ سے خوشی سے برداشت کیا

یعنی اس کے بعد اس پر جو جفا پہنچتی تھی وہ اس کو اس قوت کی وجہ سے خوشی سے کھینچتے تھے۔

ہمچنانکہ ذوق آں بانگ الست	دردل ہر مومنے تا حشر ہست
جیسے کہ الست کی آواز کا ذوق	ہر مومن کے دل میں حشر تک کے لئے ہے

یعنی جیسا کہ اس بانگ الست کا ذوق حشر تک ہر مومن کے دل میں ہوتا ہے۔

تا نباشد در بلاشاں اعتراض	نے ز امر و نہی حق شاں انقباض
تاکہ آزمائش میں انہیں کوئی اعتراض نہ ہو	نہ اللہ (تعالیٰ) کے امر اور نہی میں انہیں انقباض ہو

یعنی یہاں تک کہ بلا میں ان کو اعتراض نہیں رہتا۔ اور امر و نہی حق سے ان کو انقباض نہیں رہتا۔

لقمۂ تلخے چو شکر مے شود	خار ریحاں سنگ گوہر میشود
کڑوا لقمہ شکر جیسا ہو جاتا ہے	کانٹا ریحان پتھر گوہر بن جاتا ہے

یعنی لقمۂ تلخ مثل شکر کے ہو جاتا اور خار ریحاں اور سنگ گوہر ہو جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ حضرت یوسفؑ کو اس خواب پر اعتماد تھا اسی طرح مومنین کاملین کو اس روز الست کے عہد پر اعتماد ہے اور اس خطاب کا ایک لطف ان کے دل کے اندر موجود ہے اس ذوق کی وجہ سے تمام مصائب ان کو شیریں معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ سب حق تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

لقمۂ حکمے کہ تلخی مے نہد	گلشکر آنرا گوارش می دہد
جس حکم کا لقمہ تلخی پیدا کرتا ہے	(ذوق کا) گلقند اس میں خوشگواری پیدا کر دیتا ہے

یعنی جس حکم کا لقمہ کہ تلخی رکھتا ہے گلشکر اس کو گوارش دیتا ہے مطلب یہ کہ اگر کوئی حکم ان کو بظاہر تلخ معلوم ہوتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے تو وہ گلشکر اس خطاب کا اس کو لذیذ اور گوارا کر دیتا ہے جیسا کہ مثلاً کڑوی دوا کو گلقند ملا کر کھلا دیں تو لذیذ ہو جاتی ہے اسی طرح وہ حکم جو بظاہر تلخ تھا اس رضا کے گلقند میں ملا کر شیریں اور لذیذ اور گوارا ہو جاتا ہے۔

گلشکر آنرا کہ نبود مستند	لقمہ را از انکار او قے میکند
جس کے لئے گلقند کا سہارا نہ ہو	اس کے ناگوار ہونے کی وجہ سے وہ لقمہ کو اگل دیتا ہے

یعنی جس شخص کا سہارا گلشکر نہ ہو وہ لقمہ کو انکار کی وجہ سے قے کر دیتا ہے۔ لقمہ سے مراد احکام ہیں یعنی جس کو مرتبہ رضا حاصل نہ ہو وہ ان احکام کو بجا نہیں لا سکتا۔

ہر کہ خوابے دید از روز الست	مست باشد در رہ طاعات مست
جس نے الست کے دن کا خواب دیکھ لیا ہے	وہ عبادات کی راہ میں پورا مست ہوتا ہے

یعنی جو کوئی روز الست میں خواب دیکھتا ہے تو وہ راہ طاعات میں مست ہوتا ہے۔

می کشد چوں اشتر مست ایں جوال	بے فتور و بے گمان و بے ملال
وہ مست اونٹ کی طرح اس بورے کو اٹھاتا ہے	بغیر سستی اور بغیر گمان اور بغیر تکلیف کے

یعنی مست اونٹ کی طرح اس جوان (احکام) کو بے فتور اور بے شبہ اور بے ملال کے کھینچتا ہے۔

کفک تصدیقش بگرد پوز او	شد گواہ مستے دلسوز او
اس کے منہ کے گرد اس کی تصدیق کے جھاگ	اس کی دل سوز مستی کے گواہ ہیں

یعنی اس کی تصدیق کے جھاگ اس کے منہ کے گرد اس کی مستی دلسوز کے گواہ ہیں۔ کفک سے مراد کلام۔ مطلب یہ کہ اس کا کلام بتا رہا ہے کہ اس میں کوٹ کوٹ کر مستی بھری ہوئی ہے اس لئے کہ اس کے کلام میں ایک سوزش ہوتی ہے۔

اشتر از قوت چو شیر نر شدہ	زیر ثقل بار اندک خور شدہ
طاقت کی وجہ سے اونٹ نر شیر بن گیا	بوجھ کے بھاری پن کے نیچے کم خوراک ہو گیا

یعنی شتر (مستی کی وجہ سے) قوت میں شیر نر ہو گیا ہے اور بوجھ کے ثقل کے نیچے تھوڑی خوراک والا ہو گیا ہے مطلب یہ کہ اس قدر مست ہے کہ بھوک بھی اس کو پوری طرح نہیں لگتی اور یہ قاعدہ ہے کہ جب مستی سوار ہوتی ہے تو بھوک وغیرہ سب غائب ہو جاتی ہے۔

ز آرزوئے ناقہ صد فاقہ برو	مینماید کوہ پیشش تار مو
اونٹنی کی تمنا میں اس پر سینکڑوں فاقے ہیں	پہاڑ اس کو بال نظر آتا ہے

یعنی ناقہ کی آرزو میں اس پر سو فاقے ہیں اور اس کے آگے پہاڑ تار مو کی برابر معلوم ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دار الست آنکو چنیں خوابے ندید	اندریں دنیا نشد بندہ و مرید
جس نے الست میں ایسا خواب نہیں دیکھا ہے	وہ اس دنیا میں بندہ اور ارادتمند نہ بنا

یعنی الست میں جس نے ایسا خواب نہ دیکھا وہ اس دنیا میں بندہ و مرید (حق) نہ ہوا۔

ور بشد اندر تردد صد دلہ	یک زماں شکر ستش و سالے گلہ
اگر (مرید) بنا (بھی تو) تذبذب میں سو دلی والا ہے	ایک وقت اس کے لئے شکر ہے اور ایک سال شکوہ

یعنی اور اگر ہو گیا تو تردد میں صد دلہ ہوتا ہے اس کو ایک زمانہ شکر ہے تو ایک سال تک گلہ ہے۔ مطلب یہ کہ اگر ایسا شخص بندہ و مرید ہو بھی گیا تو ایک طرف نہیں ہوتا۔ ہمیشہ تردد میں رہتا ہے کبھی شاکر و صابر ہوتا ہے کبھی کافر نعمت ہوتا ہے۔

پائے پیش و پائے پس در راہ دیں	می نہد با صد تردد بے یقیں
دین کے راستہ میں ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے	بغیر یقین کے تردد (کی حالت) میں رکھتا ہے

یعنی راہ دین میں ایک پاؤں آگے ایک پیچھے سو تردد سے اور بلا یقین کے رکھتا ہے غرضکہ اس کو دین کی باتوں پر یقین نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمیشہ تردد ہی میں رہتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

وام دار شرح اینم تنگ گرد	ور شتابست از الم نشرح شنو
میں اس کی شرح کا مقروض ہوں یہ گروی ہے	اگر جلدی ہے الم نشرح سن لے

یعنی ہم اس کی شرح کرنے کے قرضدار رہے اور یہ گرد ہے اور اگر جلدی ہے تو الم نشرح سے سن لو مطلب یہ کہ ہم اس کی شرح کو پھر بیان کریں گیا بھی اس کو یہیں تک رکھتے ہیں اور اگر تمہیں اس کی جلدی ہے اور تم قرض کرنا نہیں چاہتے تو الم نشرح سن لو کہ اس میں ہے کہ الم نشرح لک صدرلک ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظهرک یعنی کیا ہم نے آپ کے سینہ کو نہیں کھولا اور آپ سے اس بوجھ کو جس نے آپ کی کمر توڑ دی تھی الگ نہیں کر دیا۔ تو دیکھو شرح صدر کے بعد بوجھ سے ہلکا ہونا فرمایا ہے اسی طرح جب اس خواب روز الست کی وجہ سے شرح صدر ہو جاوے گا تو ان احکام کا بوجھ بھی ہلکا ہو جاوے گا اب آگے چاہے بیان کریں گے یا نہ کریں گے۔ کچھ تو یہاں بھی بیان کر دیا آگے فرماتے ہیں کہ۔

چوں ندارد شرح ایں معنی کراں	خر بسوئے مدعے گاؤ راں
چونکہ ان معنی کی شرح کا کنارہ نہیں ہے	گائے کے مدعی کی جانب گدھا ہانک دے

یعنی جب کہ اس معنی کی شرح کنارہ نہیں رکھتی تو گدھے کو اس مدعی گاؤ کی طرف چلاؤ یعنی اس کا قصہ بیان کرو۔ اب آگے اس دعا کرنے والے کی دعا جو اوپر اس نے حق تعالیٰ سے شروع کی تھی بیان فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت کورم خواند زیں جرم آں دغا	پس بلیسانہ قیاس است اے خدا
اس نے کہا اس دغا باز نے مجھے اس جرم میں اندھا کہا	اے اللہ! یہ تو شیطانی قیاس ہے

یعنی اس دعا کرنے والے نے کہا کہ اے خدا اس دغا باز نے مجھے اس جرم کی وجہ سے اندھا کہا ہے تو یہ قیاس تو ابلیسانہ ہے۔ مطلب یہ کہ اس نے اندھوں کی دعا سے میری دعا کو مشابہ کیا ہے تو گویا کہ مجھے اندھا کہا تو یہ قیاس تو ابلیسانہ ہے کہ جیسے اس نے آدم علیہ السلام کی صرف صورت کو دیکھا اور ان کے کمالات پر نظر نہ کی اسی طرح اس شخص نے بھی میری دعا کو ان کی دعا کی طرح کہدیا اور اس میں اور اس میں کچھ فرق نہ کیا۔

من دعا کورانہ کے می کردہ ام	جز بخالق گریہ کے آوردہ ام
میں نے اندھا دھند دعا کب کی ہے؟	اللہ کے سوا میں نے کب بھیک مانگی ہے؟

یعنی میں نے اندھوں کی طرح دعا کب کی ہے اور بجز خالق کے حاجت (کسی اور کے پاس) کب لایا ہوں۔ مطلب یہ کہ اور فقراء تو اپنی حاجت کو مخلوق کے آگے پیش کرتے ہیں اور میں نے تو بجز حق تعالیٰ کے کسی اور سے کہا ہی نہیں ہے پھر میں ان اندھوں کی طرح کہاں ہوں۔

کور از خلقاں طمع دارد ز جہل	من ز تو کز تست ہر دشوار سہل
اندھا نادانی کی وجہ سے مخلوق سے طمع کرتا ہے	میں تجھ سے کہ تجھ سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے

یعنی اندھا تو مخلوق سے جہل کی وجہ سے طمع رکھتا ہے اور میں آپ سے آپ سے تمام دشوار سہل ہیں۔ یعنی اس دعا کرنے والے نے حق تعالیٰ نے عرض کیا کہ اندھے تو مخلوق سے احتیاج پیش کرتے ہیں مگر میں تو آپ ہی سے عرض کرتا ہوں پھر میں ان جیسا کہاں ہوا۔

آں یکے کورم ز کوراں بشمرید	او نیاز جان و اخلاصم ندید
اس نے مجھے اندھوں میں سے ایک اندھا گنا	اس نے میری جان کی نیازمندی اور اخلاص نہ دیکھا

یعنی اس ایک اندھے نے مجھے اندھوں میں سے گن لیا اور اس نے میرا نیاز جان اور اخلاص نہ دیکھا۔

کوری عشقست ایں کوری من	حب یعمی ویصم است اے حسن
میرا اندھا پن عشق کا اندھا پن ہے	اے بھلے! (یہ) محبت اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے (کا مصداق ہے)

یعنی یہ میری کوری کوری عشق ہے اور اے حسن محبت اندھا بہرا بنا دیتی ہے۔ مطلب یہ کہ میں عاشق حق ہوں اس لئے محبت نے بیشک مجھے اندھا بہرا بنا دیا ہے باقی ان اندھوں میں سے میں نہیں ہوں۔

کورم از غیر خدا بینا بدو	مقتضائے عشق ایں باشد بگو
میں خدا کے غیر سے نابینا اور خدا کا بینا ہوں	بتا، عشق کا یہی تقاضا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں غیر حق سے تو کور ہوں اور حق تعالیٰ کا بینا ہوں اور کہہ دو کہ مقتضائے عشق یہی ہوتا ہے۔

تو کہ بینائی ز کورانم مدار	دائرم برگرد لطفت اے مدار
(اے خدا) تو کہ بینا ہے مجھے نابیناؤں میں رکھ	اے مدار میں تیری مہربانی کے گرد گھومتا ہوں

یعنی (اے اللہ) آپ بینا ہیں تو مجھے اندھوں میں مت رکھئے۔ اور اے مدار میں تو آپ کے لطف کے گرد دائرہ ہوں۔ مطلب یہ کہ میں تو آپ ہی کے لطف کا محتاج ہوں تو مجھے اندھا نہ بنایئے سبحان اللہ دیکھئے اس شخص کو حق تعالیٰ پر کیا ناز اور کیا بھروسہ تھا کہ کسی طرح جانب مخالف کا شبہ ہی نہ ہوتا تھا۔ آگے عرض کرتا ہے کہ۔

آنچنانکہ یوسف صدیق را	خواب بنمودی و گشتش متکا
جس طرح کہ یوسف صدیق کو	تو نے خواب دکھایا اور وہ ان کا سہارا بنا

یعنی جیسا کہ یوسف صدیق کو آپ نے ایک خواب دکھا دیا تھا اور وہ ان کے لئے تکیہ گاہ بن گیا تھا (اور ان کو اس کے سچے ہونے کا پورا یقین تھا۔)

مرمرا ہم لطف تو خوابے نمود	ایں دعائے بیحدم بازی نبود
مجھے بھی تیری مہربانی نے ایک خواب دکھایا	میری یہ لامحدود دعا کھیل نہ تھی

یعنی مجھ کو بھی آپ کے لطف نے ایک خواب دکھا دیا ہے اور وہ میری دعا بیحد کوئی کھیل نہ تھا۔

می نداند خلق اسرار مرا	ژاژمے دانند گفتار مرا
لوگ میرے راز نہیں جانتے ہیں	میری گفتگو کو بکواس سمجھتے ہیں

یعنی لوگ میرے اسرار کو جانتے نہیں ہیں اور میری باتوں کو بیہودہ جانتے ہیں (اب آگے لوگوں کا معذور ہونے کو بیان کرتے ہیں کہ)

حق شانست و نہ داند راز غیب	غیر علام سروستار عیب
(یہ) ان کے مناسب ہے اور غیب کا راز کون جانتا ہے؟	سوائے راز کے جاننے والے اور عیب کے چھپانے والے کے

یعنی ان لوگوں کو (اعتراض کرنے کا) حق ہے (اس لئے کہ) راز غیب کو سوائے علام غیب اور ستار عیوب کے کون جانتا ہے (لہذا اگر یہ لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں تو ان کی بھی خطا نہیں ہے) جب اس نے اس قدر دعا کی تو وہ گائے والا بولا کہ

خصم گفتش حق بگو اے تندخو	از روچہ سوئے آسمان کردی تو رو
(اس کے) مخالف نے اس سے کہا اے بدعادت اچکا	تو نے آسمان کی طرف منہ کیوں کر لیا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مقابل نے اس سے کہا کہ ارے تند خو سچ کہہ اور بچا آسماں کی طرف کیا منہ کیا ہے مطلب یہ کہ دعا کیا کر رہا ہے سچ بتا کہ کیوں میری گائے کو ذبح کیا۔

شیدی آری غلط می افگنی	لاف عشق و لاف قربت میزنی
تو مکر کرتا ہے غلطی میں مبتلا کرتا ہے	عشق اور قرب (الٰہی) کی بکواس کرتا ہے

یعنی مکر لاتا ہے غلطی میں ڈالتا ہے اور عشق (حق) اور قرب (حق) کی شیخی مارتا ہے

با کدامیں روئے چوں دل مردہٗ	روئے سوئے آسمانہا کردہٗ
جب کہ تو مردہ دل ہے کس منہ سے	آسمانوں کی جانب منہ کیا ہے؟

یعنی جب کہ تو دل مردہ ہے تو کون سے منہ سے آسمان کی طرف منہ کیا ہے مطلب یہ کہ لوگوں کے مال کھا کھا کر دل تو تیرا مردہ ہو چکا ہے اور اب آسمان کی طرف منہ کر کے اللہ میاں سے کس منہ سے عرض کر رہا ہے۔ دیکھئے غضب خدا کا یہ کمبخت اسی کا تو غلام ہے اور یہ سارا مال اسی دعا کنندہ کا ہے اور پھر چپ نہیں ہوتا سچ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو جب ہی رسوا بھی فرمایا جب اس کا ظلم اس درجہ کو پہنچ گیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

غلغلے در شہر افتادہ ازیں	آں مسلماں می نہد رو بر زمیں
اس سے شہر میں بڑا شور مچ گیا	وہ مسلمان زمین پر منہ رکھتا تھا

یعنی اس بات کی وجہ سے شہر میں ایک غل پڑا ہوا تھا اور وہ مسلمان منہ زمین پر رکھے ہوئے (کہہ رہا تھا کہ)

کاے خدا ایں بندہ را رسوا مکن	گر بدم ہم سر من پیدا مکن
کہ اے خدا اس غلام کو رسوا نہ فرما	اگر میں برا بھی ہوں میرا راز فاش نہ کر

یعنی کہ اے خدا اس غلام کو رسوا مت کر اگرچہ میں برا ہوں میرے بھید کو ظاہر مت فرما۔

تو ہمی دانی کہ شبہائے دراز	کہ ہمی خوانم ترا با صد نیاز
تو جانتا ہے کہ لمبی راتوں میں	میں تجھے سینکڑوں نیازمندیوں کے ساتھ پکارتا تھا

یعنی آپ جانتے ہیں کہ طویل راتوں میں میں آپ کو سو نیاز سے پکارا کرتا تھا۔

پیش خلق ایں را اگر خود قدر نیست	پیش تو ہمچو چراغ روشنی است
اگر مخلوق کے نزدیک اس کی قدر نہیں ہے	تیرے نزدیک تو روشن چراغ کی طرح ہے

یعنی مخلوق کے سامنے اگر اس کی قدر نہیں ہے تو (اے اللہ) آپ کے سامنے تو ایک چراغ روشنی ہے۔

گاؤ می خواہند از من اے خدا	چوں فرستادی نکردم من خطا
اے اللہ! وہ مجھ سے گائے مانگتے ہیں	جبکہ تو نے بھیجی تو میں نے غلطی نہیں کی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے اللہ یہ لوگ مجھ سے گائے مانگتے ہیں جب آپ نے بھیج دی تھی تو میں نے خطا نہ کی۔ یعنی جب آپ نے اسے بھیج دیا تو میں نے فوراً اس کو پکڑ کر ذبح کر لیا اس لئے کہ میری دعاؤں کا اثر تھا سبحان اللہ اس شخص کو اپنی دعا پر اور حق تعالیٰ پر کیسا کچھ بھروسہ تھا کہ کسی طرح شبہ پڑتا ہی نہ تھا اب یہ لوگ جو لڑ رہے تھے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے سن لیا اور وہ مکان سے باہر تشریف لائے۔ آگے اسی کو بیان فرماتے ہیں۔

شرح مبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یہ جواب سن کر وہ شخص غصہ میں اس کی طرف بڑھا اور اس کا گریبان پکڑ کر بیتابانہ چند گھونسے اس کے منہ پر مارے اور یہ کہہ کر اس کو کھینچنے لگا کہ او ظالم احمق اور کودن تو داؤد علیہ السلام کے پاس چل۔ اور کہا کہ تو حواس درست کر ہوش میں آ اور معاملہ کی بات پر لغو دلیلیں چھوڑ تو یہ کیا کہہ رہا ہے کہ میں نے دعا کی تھی۔ بھلا اس معاملہ میں دعا کو دخل کیا۔ نہ تو مجھ سے مسخرا پن کر اور نہ خود اپنے سے۔ اس نے پھر یہی جواب دیا کہ جناب میں نے بہت سی دعائیں خدا سے کی ہیں اور اس معاملہ میں میں نے بہت خون جگر کھایا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ دعائیں قبول ہوئیں اور حق سبحانہ نے مجھے حلال روزی دی تو نہیں مانتا تو اپنا سر پھوڑ لے جب اس نے دوبارہ بھی یہی جواب سنا تو کہا کہ مسلمانوں ذرا یہاں آؤ اور اس ملعون کی بیہودہ بکواس اور لغویت دیکھو۔ ارے دعا باز یہ بکواس کب تک تو اسے چھوڑ اور کوئی معقول وجہ بیان کر تو سمجھ تو سہی کہ تحلیل ملک غیر میں دعا کو کیا دخل۔ ارے مسلمانوں خدا کے لئے انصاف کرو کہ دعا میرے مال کو اس کی ملک کیونکر ہو سکتی ہے۔ اگر یہ بھی کوئی طریقہ تملک کا ہوتا تو تمام لوگ آپس میں ایک دوسرے کی ملک کو دعا سے اپنی ملک بنا لیا کرتے۔ نیز اگر ایسا ہوتا تو یہ اندھے بھکاری دولتمند اور امیر ہو جاتے۔ کیونکہ وہ رات دن دعا و ثنا میں مصروف ہیں اور بالحاح وزاری کہتے ہیں کہ اے اللہ تو ہمیں مال دیدے جب تک تو نہ دے گا یقیناً کوئی نہیں دے سکتا۔ اے بندشوں کے کھولنے والے تو ہی اس بندش کو کھول اور کہیں سے مال دے۔ ان کی تو رات دن میں یہ دعا ہی کمائی ہے اس کے سوا اور کچھ وہ کرتے ہی نہیں۔ مگر بایں ہمہ ان کو صرف روٹی کا ایک کونا ملتا ہے اور تجھ کو گائے مل گئی۔ وہ بھی اس طرح کہ مالک کو خبر بھی نہیں۔ یہ لچھے دار تقریر سن کر لوگوں نے کہا کہ واقعی یہ مسلمان سچ کہتا ہے اور یہ جو بہت دعائیں گا رہا ہے اس پر ظلم کرنا چاہتا ہے۔ واقعی بات یہ ہے کہ دعا ملک کا سبب کیسے ہو سکتی ہے اور اس قانون کو شریعت اپنے اندر کیسے شامل کر سکتی ہے آدمی کی جو کوئی شے مملوک ہوتی ہے تو یا بیع سے یا تصدیق سے یا وصیت سے یا ہبہ سے یا اسی قسم کے کسی اور سبب سے۔ یہ مسئلہ کسی کتاب میں ہے کہ دعا سے بھی کوئی شئے ملک ہو سکتی ہے۔ پس دو صورتیں ہیں یا تو گائے واپس دو یا جیل خانہ جانا منظور کرو۔ اگر گائے نہیں دیتے تو جیل خانہ میں جاؤ۔ اور جیل خانہ جانا منظور نہیں تو گائے دو۔ فضول باتیں مت کرو۔ لوگ یہ کہہ رہے تھے اور وہ آسمان کی طرف رخ کر کے یہ کہہ رہا تھا کہ اے مالک اے کریم اے رحیم آپ جانتے ہیں کہ میں نے رزق

www.besturdubooks.wordpress.com

حلال کے لئے بہت دعائیں کی ہیں اس واقعہ کو کما حقہ آپ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ وہ دعائیں آپ ہی نے میرے دل میں ڈالی تھیں اور آپ ہی نے میرے دل میں بہت سی امیدیں پیدا کی تھیں اور میں نے وہ دعائیں خواہ مخواہ نہ کی تھیں بلکہ یوسف علیہ السلام کی طرح بہت سے خواب اپنی کامیابی کے دیکھے تھے تب کی تھیں۔ اب مولانا واقعہ یوسف علیہ السلام کی تفصیل فرماتے ہیں اور اس کے متعلق مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے آفتاب اور گیارہ ستاروں کو دیکھا تھا' وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں اور ان کو اپنی اس صحیح خواب پر ایسا کامل اعتماد تھا کہ قید خانہ میں بھی وہی خواب ان کے پیش نظر رہا اور اس اعتماد کے سبب نہ ان کو اپنی غلامی کا رنج تھا نہ کم وبیش ملامت کا غرضکہ ان کو اپنے اس خواب پر جوان کے سامنے شمع کی طرح روشن تھا کامل اعتماد تھا۔ یہ تو اس واقعہ کی تفصیل تھی جس کا اس فقیر نے اپنی دعا میں حوالہ دیا تھا اب ان کے اعتماد کا ایک دوسرا واقعہ سنو جو اسی کے ملحقات میں سے ہے جبکہ ان کو کنوئیں میں ڈالا گیا تھا تو حق سبحانہ کی طرف سے ان کے کان میں ایک آواز آئی کہ تم ایک روز بادشاہ ہو جاؤ گے تا کہ تم بھائیوں کی اس زیادتی کو جتلا کر ان کو شرمندہ کر سکو گو یہ آواز دینے والا ان کو نظر نہ آتا تھا مگر وہ اس کے منجانب اللہ ہونے کو اس کے اثر سے جانتے تھے۔ کیونکہ اس آواز سے ان کے دل میں ایک خاص قوت اور سکون اور اعتماد پیدا ہو گیا تھا اور اس آواز کے باعث وہ کنواں ان کے لئے اس قدر راحت دہ ہو گیا تھا جیسے کوئی باغ یا کوئی خوشی کی محفل جس طرح کہ ان کے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ گلزار ہو گئی تھی اور اس کا یہ نتیجہ تھا کہ جو تکلیف ان کو بعد کو پیش آتی وہ تکلیف اس قوت کے سبب مفضی الی السرور ہو جاتی حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں اس آواز کی یوں ہی لذت تھی اور وہ لذت اون کے لئے آلام کو یوں ہی ہلکا کر دیتی تھی جس طرح کہ آواز الست بربکم کی لذت حشر تک ہر مومن کے دل میں رہے گی۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ نہ ان کو مصیبتوں میں حق سبحانہ سے کوئی شکایت ہوتی ہے اور نہ اوامر ونواہی سے ان کی طبیعت میں انقباض ہوتا ہے اس کے سبب کڑوا لقمہ ان کے لئے شیریں اور خار ریحان اور پتھر موتی ہو جاتا ہے اور جو لقمہ حکم کہ مومن کی طبیعت میں تلخی اور بدمزگی پیدا کرتا ہے جس کے سبب وہ اس کو اگلنا چاہتا ہے تو فوراً وہ ندائے الست کی گلقند اس کو خوشگوار بنا دیتی ہے برخلاف اس کے جس کا اس گلقند پر اعتماد نہیں یعنی یہ گلقند اس کو حاصل نہیں وہ اس کا انکار کر کے اس کو اگل دیتا ہے اور جو شخص روز الست کا خواب دیکھتا ہے یعنی اس کو معرفت حق سبحانہ حاصل ہو گئی ہے وہ تو راہ طاعات میں مست ہوتا ہے اور مست اونٹ کی طرح اس بوجھ کو کھینچتا ہے نہ اس کو کچھ شک وشبہ ہوتا ہے نہ وہ اکتاتا ہے اور نہ سستی کرتا ہے اور تصدیق لسانی کے جھاگ جو اس کے منہ پر ہیں اس کی باطنی دل سوز مستی کا ثبوت ہوتے ہیں یعنی وہ زبان سے بھی ان کی اطاعت کا اقرار کرتا ہے اور یہ دلیل ہے اس کی باطنی مستی کی۔ ہم نے اوپر کہا تھا کہ وہ مست اونٹ کی طرح اس بوجھ کو کھینچتا ہے اب سنو کہ اونٹ کی مستی میں کیا حالت ہوتی ہے۔ وہ قوت میں ایک شیر نر ہو جاتا ہے بھاری بوجھ کے نیچے رہ کر کھانے کی بھی زیادہ پرواہ نہیں کرتا۔ وہ اونٹنی کی آرزو میں سینکڑوں فاقہ برداشت کرتا ہے اور اس کی قوت کی یہ حالت ہوتی کہ پہاڑ کے برابر مشکلات کو بھی بال کی مانند حقیر سمجھتا ہے جب معلوم ہو گیا تو اب اس تشبیہ کی حقیقت

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی واضح ہوگئی۔ یہ حالت تو اس کی تھی جس نے یہ خواب دیکھا تھا۔ اب اس کی حالت سنو جس نے یہ خواب نہیں دیکھا۔ ایسا شخص دنیا میں عبد اور منقاد نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی گیا تو متردد ہوتا ہے اور سینکڑوں طرح کے خیالات آتے ہیں اگر تھوڑی دیر شکر کرتا ہے تو سال بھر شکایت کرتا ہے راہ میں کبھی پاؤں آگے رکھتا ہے کبھی پیچھے غرضکہ اس کو یقین حاصل نہیں ہوتا بلکہ متردد رہتا ہے یہ مضمون میں تمہارے پاس رہن رکھتا ہوں اور اس کی شرح کا میں قرض دار ہوں جب خدا کرے گا ادا کردوں گا۔ اور اگر تم کو بہت جلدی ہے تو میں ایک ساہوکار بتائے دیتا ہوں اس سے وصول کرلو۔ وہ ساہوکار الم نشرح ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے شرح صدر بھاری بوجھوں کو ہلکا کردینے والا بلکہ ان کو اتار کر الگ رکھنے والا ہے چونکہ تفصیل اس کی بے حد ہے اس لئے اس کو ختم کرنا چاہئے اور مدعی گاؤ کی طرف رخ کرنا چاہئے۔ ہاں تو وہ شخص حق سبحانہ سے دعا کررہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اے اللہ یہ دغا باز مدعی مجھکو اس جرم میں اندھا بناتا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ یہ قیاس اس کا ویسا ہی ہے جیسا شیطان نے کہا تھا کیونکہ میں نے بھیک مانگنے والوں کی طرح اندھے پن سے دعا نہیں کی تھی اور خدا کے سوا کسی سے بھیک نہیں مانگی اندھا بھکاری تو اپنی جہالت سے لوگوں سے طمع رکھتا ہے اور میں تجھ سے کیونکہ ہر مشکل کے آسان کرنے والے آپ ہی ہیں۔ اس اندھے نے مجھے بھی اندھوں میں شمار کرلیا اور میری عاجزی اور اخلاص کو نہ دیکھا مانا کہ میں اندھا ہوں مگر میرا اندھا پن ویسا نہیں ہے جیسا وہ سمجھتا ہے بلکہ وہ اندھا پن ایسا ہے جیسا کہ عشق الٰہی میں ہوتا ہے کیونکہ محبت کا قاعدہ ہے کہ وہ غیر محبوب سے اندھا بہرا کردیتی ہے پس میں غیر خدا سے اندھا ہوں اور خدا کے لحاظ سے بینا اور یہ مقتضائے عشق نہایت ہی اچھا ہے نہ کہ مذموم جیسا کہ وہ احمق سمجھتا ہے اے اللہ وہ تو اندھا ہے اس لئے مجھے اندھا کہتا ہے اور تو میری حالت کو دیکھتا ہے تو مجھے اندھوں میں داخل نہ کرنا۔ پس میں تو اسی دائرہ کے مرکز کے گرد گھومتا ہوں یعنی میں یہی چاہتا ہوں کہ آپ مجھے برا نہ سمجھیں جس طرح آپ نے یوسف علیہ السلام کو خواب دکھلایا تھا اور اس پر ان کو اعتماد ہوگیا تھا۔ یوں ہی آپ نے اپنی عنایت سے مجھے بھی خواب دکھلایا تھا اور اسی کی بنا پر یہ میری دعائیں تھیں لہذا یہ دعائیں کھیل نہ تھیں لوگوں کو میرے اسرار معلوم نہیں اس لئے وہ میرے بیان کو بکواس سمجھتے ہیں اس معاملہ میں حق پوشیدہ ہے اور غیب کا راز سوائے آپ کے کہ آپ عالم الغیب اور ستارہ عیب ہیں کوئی نہیں جانتا۔ اس مدعی نے کہا کہ آسمان کی طرف کیا منہ کرتا ہے میری طرف دیکھ اور حق بات کہہ تو دھوکہ کرتا ہے اور غلطی میں ڈالنا چاہتا ہے کہ عشق بازی اور تقرب حق کی شیخی مارتا ہے جب غذائے حرام سے تیرا دل مردہ ہے تو کیا منہ لے کر تو آسمان کی طرف منہ کرتا ہے یہ واقعہ تمام شہر میں مشہور ہوگیا مگر اس فقیر کی یہی حالت تھی کہ وہ سجدے میں پڑ کر حق سبحانہ سے دعائیں کرتا اور کہتا تھا کہ اے اللہ اپنے اس ناچیز بندے کو رسوا نہ کرنا اگر میں برا بھی ہوں تب بھی میرا راز ظاہر نہ کرنا۔ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں تجھ سے نہایت خشوع وخضوع سے دعائیں مانگتا تھا اور اگر مخلوق کو میری دعا کی قدر نہیں تو تیرے نزدیک یہ تو امر مثل روشن چراغ کے ظاہر ہے یہ لوگ مجھ سے گائے مانگتے ہیں لیکن جبکہ وہ آپ کی بھیجی ہوئی تھی تو اس کے ذبح کرنے میں میرا کوئی قصور نہیں لہذا یہ لوگ مجھ پر خواہ مخواہ ظلم کرتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

داؤد علیہ السلام کا خصمین کی گفتگو کو ظاہر میں سننا

چونکہ داؤدؑ نبی آمد بروں	گفت ہیں چونست ایں احوال چوں
جب داؤدؑ نبی ' باہر آئے	فرمایا ہاں یہ کیا احوال ہیں؟

یعنی جب حضرت داؤدؑ باہر تشریف لائے فرمایا کہ ارے یہ کیا حال ہے کیا ہے۔

مدعی گفت اے نبی اللہ داد	گاؤ من درخانہ او در فتاد
مدعی نے کہا ' اے اللہ کے نبی فریاد ہے	میری گائے اس کے گھر میں گھس گئی

یعنی مدعی نے کہا کہ اے نبی اللہ انصاف کیجئے میری گائے اس کے گھر میں آ گئی

کشت گاوم را بپرسش کہ چرا	گاؤ من کشت او بیاں کن ماجرا
اس نے میری گائے ذبح کردی اس سے پوچھئے کہ کیوں؟	میری گائے ذبح کی وہ واقعہ بتائے

یعنی اس نے میری گائے کو ذبح کرلیا اس سے پوچھئے کہ میری گائے کو کیوں ذبح کیا ماجرا بیان کرے۔

گفت داؤدش بگو اے بوالکرم	چوں تلف کردی تو ملک محترم
اس سے داؤدؑ نے فرمایا' اے بھلے مانس	تونے محترم ملکیت کو کیوں برباد کیا؟

یعنی داؤد علیہ السلام نے اس سے کہا کہ بوالکرم تونے ملک محترم کو کیوں تلف کیا۔

ہیں پراگندہ مگو حجت بیار	تا بیکسو گردد ایں دعویٰ دکار
خبردار! بیہودہ بات نہ کر دلیل بیان کر	تاکہ یہ دعویٰ اور معاملہ یکسو ہو جائے

یعنی ہاں پراگندہ باتیں مت کر حجت بیان کرتا کہ یہ دعویٰ اور کام ایک طرف ہو

گفت اے داؤدؑ بودم ہفت سال	روز و شب اندر دعا و در سوال
اس نے کہا اے داؤدؑ! میں سات سال تک تھا	دن رات دعا اور سوال میں

یعنی وہ (مدعا علیہ) بولا کہ اے داؤدؑ میں سات برس تک رات دن دعا اور سوال میں تھا۔

ایں ہمی جستم زیزداں کاے خدا	روزیے خواہم حلال و بے عنا
میں اللہ تعالیٰ سے چاہتا تھا کہ اے خدا	میں حلال روزی بے مشقت چاہتا ہوں

یعنی میں حق تعالیٰ سے یہ ڈھونڈھا کرتا تھا کہ میں ایک روزی حلال اور بے مشقت کے چاہتا ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مرد و زن بر نالہ من واقف اند	کودکاں ایں ماجرا را واصف اند
مرد و عورت میری فریاد سے واقف ہیں	بچے اس قصہ کو بیان کرتے ہیں

یعنی میرے نالہ پر مرد و زن (سب) واقف ہیں اور بچے اس ماجرے کو بیان کرنے والے ہیں۔

تو بہ پرس از ہر کہ خواہی ایں خبر	تا بگوید بے شکنجہ و بے ضرر
آپ جس سے چاہیں یہ بات دریافت کر لیں	تاکہ وہ بغیر دباؤ اور بغیر تکلیف کے بتا دے

یعنی آپ جس سے چاہیں اس بات کو پوچھ لیجئے تاکہ وہ بے شکنجہ اور بے ضرر کے کہہ دے۔ مطلب یہ کہ پوچھنے کے لئے کسی سزا وغیرہ کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ جس سے پوچھے گا سب بتادیں گے کہ بے شک یہ دعا کیا کرتا تھا۔

ہم ہویدا پرس و ہم پنہاں زخلق	کہ چہ میگفت ایں گدائے ژندہ دلق
لوگوں سے علی الاعلان اور خفیہ طور پر دریافت کر لیجئے	کہ یہ پھٹی گدڑی والا فقیر کیا کہا کرتا تھا؟

یعنی لوگوں سے ظاہر میں بھی پوچھئے اور پوشیدگی میں بھی کہ یہ گدائے کہنہ دلق کیا کہا کرتا تھا۔

بعد ازیں جملہ دعاؤ ایں فغاں	گاؤ اندر خانہ دیدم ناگہاں
میں تمام دعا اور فریاد کے بعد	اچانک میں نے اپنے گھر میں گائے دیکھی

یعنی بعد ان دعاؤں اور اس فغان کے میں نے ناگہاں گھر میں گائے دیکھی۔

چشم من تاریک شد نے بہر لوت	شادی آنکہ قبول آمد قنوت
میری آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا نہ کہ کھانے کے لئے	اس خوشی میں کہ دعا قبول ہو گئی

یعنی میری آنکھ تاریک ہوگئی نہ کہ قوت کے واسطے (بلکہ) اس کی خوشی میں کہ دعا قبول ہوگئی یعنی مجھے دعا کی قبولیت کی اس قدر خوشی ہوئی کہ میں اندھا ہوگیا اور میں نے گائے کو ذبح کر لیا۔

کشتم ایں را تا دہم در شکر آں	کہ دعائے من شنید آں غیب داں
میں نے اس کو ذبح کر دیا تاکہ اس شکریہ میں بانٹ دوں	کہ اس غیب کے جاننے والے نے میری دعا سن لی

یعنی میں نے اس کو ذبح کر لیا تاکہ میں اس کے شکر میں اس کو باٹوں کہ میری دعا کو اس غیب داں نے قبول کر لیا (بس اس لئے میں نے اس کو ذبح کر لیا)

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ قصہ مختصر یہ واقعہ داؤد علیہ السلام تک پہنچایا گیا۔ جب کہ داؤد علیہ السلام کو اطلاع ہوئی تو

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ باہر تشریف لائے اور آ کر فرمایا کہ کیا بات ہے اور کیا جھگڑا ہے بیان کرو۔ مدعی نے کہا کہ اے نبی اللہ آپ انصاف فرمائیں۔ واقعہ یہ ہے کہ میری گائے اس کے گھر میں چلی گئی اس نے اس کو مار ڈالا۔ اب آپ اس سے دریافت فرمالیجئے کہ اس نے اسے کیوں مارا اور اسے حکم دیجئے کہ وجہ بیان کرے۔ داؤد علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ ہاں میاں بیان کرو کہ تم نے دوسرے کی ملک کو جس میں تم کو دست اندازی جائز نہ تھی کیوں ضائع کیا اور دیکھو بکواس نہ کرنا معقول بات کہنا تا کہ اس دعوے اور نالش کا آسانی سے فیصلہ ہو جاوے اس نے جواب دیا کہ حضور سات برس سے میں برابر دعائیں کر رہا تھا اور حق سبحانہ سے دعا میں یہ درخواست کر رہا تھا کہ اے اللہ مجھے بے مشقت حال روزی عطا فرما مرد وعورت سب میرے اس گریہ وزاری سے واقف ہیں اور لڑکے تک اس واقعہ کو بیان کر سکتے ہیں آپ جس سے چاہیں اس واقعہ کو دریافت فرمالیں۔ وہ بدوں سزا کے اور بلا نقصان اٹھائے اس کو بیان کر دے گا۔ اور ظاہر میں بھی اور خفیہ بھی ہر طرح تحقیق کرلیں کہ یہ پرانی گدڑی والا فقیر کیا دعائیں مانگتا تھا یہ تو واقعہ تھا اس کے بعد اسی میری آہ وزاری کے سبب دفعۃً گائے میرے مکان میں گھس آئی اس کو دیکھتے ہی میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ مگر کھانے کے لئے نہیں بلکہ اس خوشی میں کہ میری دعا مقبول ہوئی اور میں نے اس کو اس لئے ذبح کیا کہ میں اس شکریہ میں اس کو خیرات کر دوں۔ کہ خدائے علام الغیوب نے میری دعا قبول فرمائی۔

شرح شبّیری

داؤد علیہ السلام کا اس کشندۂ گاؤ پر حکم کرنا

گفت داؤدؑ ایں سخنہا را بشو	حجت شرعی دریں دعویٰ بگو
(حضرت) داؤدؑ نے فرمایا ان باتوں کو (دل سے) دھودے	اس دعوے پر کوئی شرعی دلیل بیان کر

یعنی داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ ان باتوں کو دھو اور اس دعوے میں کوئی حجت شرعی کہہ۔

تو رواداری کہ من بے حجتے	بنہم اندر شرع باطل سنتے
تو اس کو مناسب سمجھتا ہے کہ بغیر دلیل کے	میں شرع میں ایک غلط رسم جاری کردوں

یعنی کیا تو جائز رکھتا ہے کہ میں بلا کسی حجت (شرعی) کے شرع میں ایک باطل طریقہ رکھوں۔

اینکہ بخشیدت خریدی وارثے	ریع را چوں مے ستانی حارثے
یہ (گائے) تجھے کس نے بخشی؟ تو نے خریدی تو وارث ہے؟	پیداوار تو کیوں لیتا ہے تو کاشتکار ہے؟

یعنی یہ تجھے کس نے بخشا ہے یا تو نے خریدی ہے یا تو وارث ہے تو پیداوار کو کس طرح لیتا ہے کیا تو حارث ہے۔

کسب را ہمچوں زراعت دا عمو	تانہ کارے دخل نبود آن تو
اے چچا! کمائی کو کھیتی کی طرح سمجھ	جب تک تو کھیتی نہ کرے پیداوار تیری ملکیت نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے چچا کسب کو زراعت کی طرح جانو۔ جب تک تو بووے گا نہیں آمدنی تیری ملک نہ ہوگی۔

انچہ کار بدروی آں آن تست	ورنہ ایں بیداد برتو شد درست
جو تو بونے کاٹے وہ تیری ملکیت ہے	ورنہ یہ ظلم تیرے ذمے لگ گیا ہے

یعنی جو کچھ کہ تو بووے گا اور کاٹے گا وہ تیری ملک ہیں ورنہ یہ بیداد تجھ پر درست ہوگی۔

روبدہ مال مسلماں کژمگو	روبجو دام و بدہ باطل مجو
جا مسلمان کا مال دے ٹیڑھی بات نہ کر	جا قرض لے اور دیدے غلط نہ چاہ

یعنی جا مال مسلمانوں کا دے کج مت کر جا قرض کر لے اور دے باطل مت ڈھونڈ۔

گفت اے شہ تو ہم ایں می گوئیم	کہ ہمی گویند اصحاب ستم
اس نے کہا اے شاہ! آپ بھی مجھے وہی کہہ رہے ہیں	جو ظالم لوگ کہہ رہے ہیں

یعنی اس (دعا کنندہ) نے کہا کہ اے شاہ آپ بھی مجھے یہی کہتے ہیں جو کہ اور اصحاب ستم کہتے ہیں۔

اس شخص کا داؤد علیہ السلام کی داوری سے تضرع کرنا

پس زدل آہے برآورد و بگفت	کاے خدائے ہرکجا طاقے و جفت
تو اس نے دل سے آہ نکالی اور کہا	اے ہر اس جگہ کے خدا جہاں کوئی طاق اور جفت ہے

یعنی اس (مدعا علیہ) نے دل سے ایک آہ نکالی اور کہا کہ اے خدا ہر اس جگہ کے کہ جہاں کوئی طاق و جفت ہے یعنی وہ بولا کہ اے الٰہ العالمین۔

سجدہ کرد و گفت اے دانائے سوز	دردل داؤد انداز آں فروز
اس نے سجدہ کیا اور کہا اے سوزش کے جاننے والے	وہ روشنی داؤد کے دل میں ڈال دے

یعنی سجدہ کیا اور کہا کہ اے دانائے سوز داؤد کے دل میں بھی اس فروز کو ڈال دیجئے۔

دردلش نہ انچہ تو اندردلم	اندر افگندی برازے مفضلم
اس کے دل میں ڈال دے جو کہ تو نے میرے دل	میں راز ڈالا ہے اے میرے محسن!

یعنی ان کے دل میں بھی رکھ دیجئے جو کہ آپ نے میرے دل میں ڈالا ہے اے بزرگ میرے۔

ایں بگفت و گریہ درشد ہائے ہائے	تا دل داؤدؑ بیروں شد زجائے
یہ کہا اور ہائے ہائے کر کے رونا شروع کر دیا	یہاں تک کہ (حضرت) داؤدؑ کا دل دھڑکنے لگا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس نے یہ کہا اور گریہ میں ہائے ہائے کرنے لگا۔ یہاں تک کہ داؤد کا دل اپنی جگہ سے باہر ہو گیا۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یہ جواب سن کر داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ ان باتوں کو دل سے بالکل دھو دو۔ یہ جواب دعوے میں کام آنے والا نہیں ہیں اور کوئی ایسی وجہ بیان کرو جو شرعاً قابل قبول ہو کیا تم جائز رکھتے ہو کہ میں بدوں حجت شرعی کے مدعی کے دعوے کو خارج کر کے شریعت میں ایک بدعت قائم کروں۔ اگر تم کو کسی نے وہ گائے صدقۃً یا ہبۃً دی تھی تو بتاؤ کس نے دی تھی اور اگر یہ نہیں تو بتلاؤ کہ آیا تم نے اسے خریدا ہے یا ورثۃً تم اس کے مالک ہوئے ہو۔ یا تم نے کھیتی کی تھی جو تم اس پیداوار کے دعویدار ہو۔ کھیتی کرنے سے متعارف کھیتی کرنا ہماری مراد نہیں ہے بلکہ ہماری مراد مطلق کسب ہے۔ کیونکہ کسب بھی مثل کھیتی کرنے کے ہے اور مقصود یہ ہے کہ کیا تم نے کسب کر کے اس کو حاصل کیا ہے اور اس پوچھنے کی وجہ یہ ہے کہ جب آدمی بوتا نہیں یعنی کسب نہیں کرتا اس وقت تک پیداوار اور منافع اس کی ملک بھی نہیں ہو سکتی اور جو کچھ آدمی بوتا اور کاٹتا ہے یعنی کسب سے حاصل کرتا ہے وہ اس کی ملک ہوتا ہے۔ اگر ان باتوں میں سے کوئی بات ہو تو بتاؤ ورنہ ظلم تم پر ثابت ہے جبکہ تم کوئی وجہ معقول نہیں بیان کرتے تو جاؤ اس مسلمان کا مال دو اور اینڈی بینڈی باتیں نہ کرو۔ اگر تمہارے پاس مال موجود نہیں تو جاؤ کسی سے قرض لے کر دو اور خواہ مخواہ کسی کا مال مارنے کی فکر نہ کرو۔ اس نے یہ فیصلہ سن کر عرض کیا کہ حضور آپ بھی وہی فرماتے ہیں جو یہ ظالم لوگ کہتے ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے ایک آہ کی اور کہا اے جہاں کہیں کوئی طاق یا جفت ہے سب کے خدا تو میری فریاد سن۔ یہ کہہ کر سجدہ میں گر پڑا اور کہا کہ اے میرے سوزش قلبی کے جاننے والے تو داؤد علیہ السلام کے دل میں بھی اس معاملہ کے متعلق روشنی پیدا کر دے اور اے کثیر الانعام ان کے دل میں بھی وہ بات ڈال دے جو راز کے طور پر تو نے میرے دل میں ڈالی ہے۔ یہ کہا اور کہہ کر دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ داؤد علیہ السلام کا دل ٹھکانے نہ رہ سکا۔

شرح شبیری

گفت ہیں امروز اے خواہان گاؤ	مہلتم دہ ایں دعاوی را مکاؤ
فرمایا خبردار! اے گائے کے مدعی ! آج	مجھے مہلت دے ان دعووں کو نہ کرید

یعنی حضرت داؤد علیہ السلام نے کہ اے مدعی گائے مجھے مہلت دے ان دعووں کو مت کنج وکاؤ کر۔ مطلب یہ کہ آج مجھے مہلت دیدے۔ یعنی ایک دن کو مقدمہ ملتوی کر دیا۔

تا روم من سوئے خلوت در نماز	پرسم ایں احوال از دانائے راز
تاکہ میں نماز میں تنہائی میں چلا جاؤں	رازوں کے جاننے والے سے یہ احوال دریافت کرلوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تا کہ میں خلوت کی طرف نماز میں جاؤں اور ان احوال کو دانائے راز سے پوچھوں۔ یعنی مجھے مہلت دو تا کہ میں خلوت میں جا کر حق تعالیٰ سے اس کی حقیقت دریافت کرلوں اور فرمایا۔

خوئے دارم در نماز آں التفات	معنی قراۃ عینی فی الصلوٰۃ
میں نماز میں اس توجہ کی عادت رکھتا ہوں	جو معنی ہیں قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کے

یعنی میں نماز میں اس التفات کی عادت رکھتا ہوں (جو کہ) قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کے معنی ہیں۔

روزن جانم کشادست از صفا	مے رسد بیواسطہ نامہ خدا
صفائی کی وجہ سے میری جان کا سوراخ کھلا ہوا ہے	بغیر واسطے کے خدا کا پیغام پہنچتا ہے

یعنی میری جان نے صفائی کی وجہ سے ایک روزن کھول لیا ہے (کہ اس میں سے) نامہ حق بے واسطہ (ظاہری) کے پہنچتا ہے۔ مطلب یہ کہ نامہ و پیام حق کے لئے مجھے وسائط ظاہری کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ میری جان میں ایک روزن ہے کہ اس کے ذریعہ سے نامہ و پیام مجھ تک پہنچتے ہیں۔

نامہ و باران نور از روزنم	مے فتد در خانہ ام از معدنم
پیغام اور بارش اور نور میرے سوراخ سے	میری معدن سے میرے گھر میں پہنچتا ہے

یعنی نامہ اور باران نور میرے روزن سے میرے گھر میں میرے معدن سے پڑتی ہے۔ یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے وہ نامہ اور باراں نور میرے اس روزن سے میرے قلب میں آتی ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

دوزخ است آں خانہ کاں بے روزنست	اصل دیں اے بندہ روزن کردنست
وہ گھر دوزخ ہے جو بے سوراخ ہے	اے بندے! دین کی اصل سوراخ کر لینا ہے

یعنی وہ گھر تو دوزخ ہے جو کہ بے روزن ہے اور اے بندہ اصل دین تو یہ روزن کرنا ہی ہے۔

تیشہ در ہر بیشۂ کم زن بیا	تیشہ زن در کندن روزن ہلا
ہر جھاڑی پر کلہاڑی نہ مار	ہاں سوراخ کرنے کے لئے کدال مار

یعنی تیشہ ہر بیشہ میں کم مار اور ٹھہر جا اور روزن کھودنے میں تیشہ مار یعنی اس روزن جان کے کھولنے میں کوشاں رہو اور دنیاوی محبتوں کو بالائے طاق رکھو آگے فرماتے ہیں کہ۔

یا نمیدانی کہ نور آفتاب	عکس خورشید بردنست از حجاب
یا تو نہیں جانتا کہ سورج کا نور	اس سورج کا عکس ہے جو پردے سے باہر ہے

یعنی یا کہ تم یہ نہیں جانتے کہ نور آفتاب عکس ہے خورشید کا جو کہ حجاب سے باہر ہے۔ مطلب یہ کہ تم جو اس طرف متوجہ نہیں ہوتے تو کیا تم کو اس کی خبر نہیں ہے کہ یہ نور آفتاب ظاہری جو کہ اس قدر چمکدار ہے اس نور حقیقی کا

www.besturdubooks.wordpress.com

عکس ہے تو اگر تم جانتے ہو کہ یہ اس کا عکس ہے تو ضرور اس کو تلاش کرتے۔ معلوم ہوا کہ تم کو اس کی خبر ہی نہیں ہے۔

نور ایں دانے کہ حیواں دید ہم	پس چہ کرمنا بود بر آدم
تو اس کو نور سمجھتا ہے جس کو حیوان بھی دیکھتا ہے	تو میرے آدمی ہونے پر کرمنا کیسے (صادق) ہوگا؟

تم تو نور اس کو جانتے ہو کہ جس کو حیوان نے بھی دیکھ لیا تو پھر ہمارے آدم پر کرمنا کیا ہوگا یعنی اگر نور بھی نور ہے جو کہ حیوانات کو بھی نظر آتا ہے تو پھر ولقد کرمنا بنی ادم کے کیا معنی ہوں گے لہٰذا تم کو چاہئے کہ نور کے علاوہ وہ اس کی اصل اور اس کی روح کو بھی تو دیکھو۔ آگے پھر حضرت داؤد علیہ السلام کا قول ہے کہ۔

من چو خورشیدم درون نور غرق	من ندانم کرد خویش از نور فرق
میں سورج جیسا ہوں نور میں ڈوبا ہوا ہوں	میں اپنے آپ میں اور نور میں فرق کرنا نہیں جانتا ہوں

یعنی میں مثل خورشید کے نور میں غرق ہوں اور میں اپنے کو نور سے فرق نہیں کر سکتا۔ مطلب یہ کہ فرمایا کہ میں از سرتا پا نور میں غرق ہوں اور میں اپنے کو اور اس نور کو الگ الگ ممتاز نہیں کر سکتا اس قدر میں اور وہ نور حقیقی ایک ہوئے ہیں۔ اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ جناب پھر آپ جب اس قدر غرق نور ہیں تو آپ کو خلوت ہی کی کیا ضرورت ہے۔ یہیں جلوت ہی میں حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جایئے تو اس کا جواب بطور دفع دخل مقدر کے فرماتے ہیں کہ۔

رفتنم سوئے نماز و آں خلا	بہر تعلیم ست رہ مر خلق را
میرا اس خلوت اور نماز کی جانب جانا	مخلوق کو راستہ کی تعلیم دینے کے لئے ہے

یعنی میرا نماز اور خلوت کی طرف جانا مخلوق کو راہ تعلیم کرنے کے لئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے بے شک خلوت کی ضرورت نہیں ہے اور ان غیر ضروری امور کی حاجت نہیں رہی ہے۔ لیکن اس وقت صرف اس لئے تاکہ اور لوگ سیکھیں میں خلوت اختیار کرتا ہوں۔ یہاں سے بعض جاہل یہ خیال کرتے ہیں کہ جب سالک منتہی ہو جاتا ہے تو اس کو نماز روزہ کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ اس کو سب معاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ نماز روزہ کرتا ہے تو صرف اس لئے تاکہ نظام عالم خراب نہ ہو جاوے اس خیال کا ویسے تو غلط ہونا صریح ہے اور ظاہر ہے ہاں بعض کو جو ایسے اشعار سے شبہ پڑ جاتا ہے کہ دیکھو حضرت داؤدؑ فرماتے ہیں کہ مجھے نماز کی ضرورت نہیں بلکہ تعلیم خلق کے لئے کرتا ہوں تو اس کو سمجھ لو کہ یہاں نماز و عبادت و خلوت سے مراد غیر ضروری امور ہیں مطلب یہ ہے کہ نماز روزہ فرض تو ضروری ہے ہی مگر جو امور غیر ضروری ہیں ان کی بے شک منتہی کو ضرورت نہیں رہتی مثلاً خلوت کی یا اوراد کی یا نوافل کی تو یہاں بس یہی مراد ہے جیسا کہ سوق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں خلوت اختیار کروں اور نماز وغیرہ پڑھوں تو کیا ویسے حضرت داؤد علیہ السلام نماز وغیرہ نہ پڑھتے تھے ضرور پڑھتے تھے تو بس معلوم ہوا کہ اس نماز وغیرہ سے نوافل اور غیر ضروری عبادت ہی مراد ہیں تو سمجھ لو کہ خواہ کوئی کتنا ہی بزرگ

www.besturdubooks.wordpress.com

اور ولی ہو جاوے مگر نماز ہرگز معاف نہیں ہوتی۔ تمام اعمال ضروریہ اس کے ذمہ فرض و واجب رہتے ہیں۔ ہاں جو غیر ضروری مثل خلوت وغیرہ کے ہوتے ہیں ان کی اس منتہی کو ضرورت نہیں رہتی۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

کژ نہم تا راست گردد ایں جہاں	حرب خدعہ ایں بود اے پہلواں
میں ٹیڑھا (قدم) رکھتا ہوں تاکہ مخلوق سیدھی ہو جائے	اے بہادر! "جنگ دھوکہ ہے" یہی ہے

یعنی میں (قدم کو) کج رکھتا ہوں تاکہ یہ جہاں راست ہو جاوے اور حرب خدعہ ہوتا ہے اے پہلوان۔ مطلب یہ کہ میں اپنی حالت کو ایسا ظاہر کرتا ہوں کہ جیسے مبتدی کی حالت ہوتی ہے اور اعمال غیر ضروری کو بھی کرتا ہوں کہ جس سے وہ ضروری معلوم ہوتے ہیں تو جس طرح کہ یہ غیر واقع کو واقع دکھاتا ہے اسی طرح حرب میں بھی غیر واقعی کو واقعی دکھنا ہوتا ہے لیکن یہ بھی فرمایا کہ میری اس کجی سے کہ غیر ضروری امور کو بھی کر کے غیر واقعی امر کو واقعی دکھاتا ہوں اور لوگ درست ہو جاویں گے اور سمجھیں گے کہ جب نبی کی یہ حالت ہے کہ وہ ان امور غیر ضروریہ کو بھی ترک نہیں کرتے تو ہم کو کس طرح کسی کام کا ترک جائز ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

نیست دستورے وگرنہ ریختے	گرد از دریائے راز انگیختے
اجازت نہیں ہے ورنہ وہ بہا دیتے	راز کے دریا سے گرد اڑا دیتے

یعنی اجازت نہیں ہے ورنہ (حضرت داؤدؑ مضامین اور بھی) ریختہ کرتے اور دریائے راز سے گرد اٹھا دیتے۔ یعنی اس قدر اسرار بیان کرتے کہ دریائے راز خشک ہو جاتا اور اس میں سے گرد اٹھنے لگتی۔

ہمچنیں میگفت داؤدؑ ایں نسق	خواست گشتن عقل خلقان محترق
اس طور پر (حضرت) داؤد ایسا ہی کہتے رہے	مخلوق کی عقل نے جل جانا چاہا

یعنی داؤدؑ اس طریق سے بیان کر رہے تھے کہ لوگوں کی عقل جلنے لگی یعنی اس کی سوزش سے لوگوں کے قلوب میں ایک حرارت اور گرمی محسوس ہونے لگی اور قریب تھا کہ یہ لوگ بیخود ہو جاویں۔

پس گریبانش کشید از پس یکے	کہ ندارم در یکے اش من شکے
تو ایک نے پیچھے سے ان کا گریبان کھینچا	کہ میں اس کی واحدانیت میں کوئی شک نہیں رکھتا ہوں

یعنی پھر ان کا گریبان ایک نے پیچھے سے کھینچ لیا کہ جس کے ایک ہونے میں میں شک نہیں رکھتا مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ علیہ السلام کو روک دیا اور ان کو اس بیان اسرار سے منع فرما دیا تو یہ ہوا کہ۔

باخود آمد گفت را کوتاہ کرد	لب بہ بست و عزم خلوتگاہ کرد
(حضرت) سنبھلے ' بات کو مختصر کیا	خاموش ہو گئے اور خلوت خانہ کا قصد کیا

یعنی حضرت داؤدؑ خودی میں آگئے اور گفتگو کو کوتاہ کر دیا۔ اور لب بند کر کے خلوتگاہ کا قصد کیا۔ اب خلوت

www.besturdubooks.wordpress.com

میں کشف حال کے لئے تشریف لے گئے۔

داؤد علیہ السلام کا خلوت میں جانا تا کہ جو کچھ حق ہے ظاہر ہو جاوے

در فرو بست و برفت آنگہ شتاب	سوئے محراب و دعائے مستجاب
دروازہ بند کیا اور فوراً روانہ ہوئے	محراب اور مقبول دعا کی جانب

یعنی دروازہ بند کرلیا اور اس وقت جلدی سے محراب اور دعائے مستجاب کی طرف چلے گئے۔

حق نمودش آنچہ بنمودش تمام	گشت واقف بر سزائے انتقام
حق نے ان کو (جو کچھ) دکھایا اس میں سب کچھ دکھا دیا	وہ بدلے کی سزا سے واقف ہو گئے

یعنی حق تعالیٰ نے آپ کو پوری طرح دکھا دیا جو کچھ کہ دکھایا تو وہ مستحق انتقام پر واقف ہو گئے۔

دید احوالے کہ کس واقف نہ بود	راز پنہانی کہ حیرانے فزود
انہوں نے وہ احوال دیکھے جن سے کوئی واقف نہ تھا	وہ چھپے ہوئے راز جنہوں نے حیرانی بڑھا دی

یعنی انہوں نے ان احوال کو دیکھ لیا جن سے کوئی واقف نہ تھا اور اس راز پنہانی کو جس نے کہ حیرانی زیادہ کر دی۔

روز دیگر جملہ خصماں آمدند	پیش داؤد پیمبر صف زدند
دوسرے دن سب فریق آئے	(حضرت) داؤد پیغمبر کے روبرو صف بستہ ہو گئے

یعنی دوسرے دن سب خصم آئے اور داؤد علیہ السلام کے سامنے سب نے صف لگائی۔

ہمچنیں ایں ماجراہا باز رفت	زود زد آں مدعی تشنیع زفت
اسی طرح وہ قصہ پھر چلا	اس مدعی نے جلد سخت برا بھلا کہنا شروع کر دیا

یعنی اسی طرح یہ ماجرے پھر چلے اور اس مدعی نے جلدی سے ایک طعن عظیم مارا (اور کہا کہ)

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جب اس گریہ و زاری کا حضرت داؤد علیہ السلام پر نہایت اثر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے مدعی گاؤ آج کی مجھے مہلت دے اور ثبوت دعوے میں کاوش مت کرتا کہ میں خلوت میں جا کر نماز میں مشغول ہوں اور واقف راز سے اس کو دریافت کروں مجھے عادت ہے کہ نماز میں مجھے خاص توجہ بحق سبحانہ ہوتی ہے۔ جو کہ معنی ہیں قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کے یعنی نماز میں مجھے خاص راحت حاصل ہوتی ہے اور اس کا منشا وہی توجہ خاص ہے میری روح میں بوجہ کمال صفا کے ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے جس سے براہ راست مجھ تک پیغامات خداوندی

www.besturdubooks.wordpress.com

پہنچتے ہیں میری اس کھڑکی سے میرے خانہ قلب میں معدن نور و پیغامات (حق سبحانہ) سے پیغامات اور نور کی بارش پہنچتی ہے یہ ارشاد تھا حضرت داؤد علیہ السلام کا قبل اس کے کہ ہم اس کو تمام کریں جملہ معترضہ کے طور پر ایک ضروری بات بتلاتے ہیں وہ یہ کہ یاد رکھو کہ یہ کھڑکی نہایت قابل قدر ہے اور جس دل میں یہ کھڑکی نہ ہو وہ گویا کہ ایک دوزخ ہے اور دین کا بہت بڑا مقصد یہی روزن پیدا کرنا ہے پس تم ٹھہرو اور جنگل میں جا کر تیشہ نہ چلاؤ بلکہ اول تیشہ مجاہدہ سے یہ کھڑکی پھوڑو۔ اب تک جو تم نے ایسا نہیں کیا اس کی وجہ یا تو غفلت ہے یا یہ کہ تم اس نور کو جانتے ہی نہیں اور سمجھتے ہی نہیں کہ بجوائے ہو لفظا ہر۔ ایک بے حجاب آفتاب اور بھی ہے اس آفتاب متعارف کا نور اسی کے نور کا عکس ہے۔ بلکہ تم نور اسی نور کو سمجھتے ہو جس کو حیوانات بھی دیکھتے ہیں اگر واقع میں یہی نور نور ہوتو ولقد کرمنا بنی ادم کیونکر درست ہوگا کیونکہ انسان کو دیگر حیوانات سے اگر کوئی خاص امتیاز ہے تو وہ اسی نور کے سبب ہے اور جب وہ نور ہی منتفی ہوگا تو "ولقد کرمنا بنی آدم" بھی درست نہ ہوگا اگر یہ کہا جاوے کہ عقل دنیاوی اس کا منشاء ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عقل دنیاوی میں تو سب جانور شریک ہیں۔ صرف کمی بیشی کا فرق ہے جو حیوانات میں آپس میں بھی ہے جبکہ یہ مضمون استطرادی ختم ہوا تو اب ہم پھر حضرت داؤد علیہ السلام کی گفتگو بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس نور میں آفتاب کی طرح غرق ہوں۔ اور وہ میرے رگ و پے میں یوں سرایت کر گیا ہے کہ مجھ میں اور نور میں امتیاز نہیں رہا اور میں نور مجسم ہو گیا ہوں۔ اس پر کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ جب آپ نور میں اس قدر درجہ غرق ہیں تو خلوت اور صلوٰۃ نافلہ کی آپ کو کیا ضرورت ہے۔ (نافلہ کی قید ہم اس لئے لگائی کہ فرائض کے متعلق وہ یہ جواب دے سکتے ہیں کہ میں امتثال امر کے لئے ایسا کر رہا ہوں) کیونکہ خلوت میں جانا اور نوافل میں مصروف ہونا مخلوق کو راہ حق تعلیم فرمانے کے لئے ہے۔ میں ٹیڑھا اس لئے چلتا ہوں یعنی غیر ضروری کام اس لئے کرتا ہوں کہ مخلوق خدا ٹھیک ہو اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ روش مماثل ہے الحرب خدعہ کے کیونکہ جس طرح حرب میں مقصود کچھ اور ہوتا ہے اور ظاہر کچھ اور کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی یہی بات ہے خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے زیادہ بیان کرنے کی اجازت نہیں ورنہ بہت کچھ موتی بکھیرتا اور بہت سے اسرار کو بیان کر کے دریائے اسرار کو گویا خشک کر دیتا۔ غرض داؤد علیہ السلام اسی قسم کی گفتگو کر رہے تھے اور قریب تھا کہ مخلوق عقول جل کر فنا ہو جائیں اتنے میں اس ایک ذات نے جس کی وحدانیت میں مجھے کوئی شک نہیں پیچھے سے انکا گریبان کھینچ لیا یعنی حق سبحانہ نے روک دیا۔ کہ بس کرو اور اس پر داؤد علیہ السلام ہوش میں آئے اور کلام کو مختصر کیا اور خاموش ہو کر خلوت گاہ میں تشریف لے گئے وہاں جا کر دروازہ بند کر لیا اور فوراً محراب میں تشریف لے گئے۔ اور قبول ہونے والی دعا میں مصروف ہو گئے اس پر حق سبحانہ کو جو کچھ معلوم کرانا تھا تفصیلاً معلوم کرا دیا اور ان کو معلوم ہو گیا کہ کون قابل سزا ہے اس وقت انہوں نے وہ حالات دیکھے جن سے کوئی واقف نہ تھا اور وہ راز ان کو معلوم ہوئے جن سے وہ دنگ رہ گئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

زود گاوم را بده اے نابکار	از خدائے خویشتن شرمے بدار
اے نابکار! میری گائے جلد دے	اپنے خدا سے کچھ شرما

یعنی اے نابکار میری گائے جلدی سے دے اور اپنے خدا سے شرم کر (اور بولا کہ)

کایں چنیں ظلم صریح نا سزا	میرود در عہد پیغمبر ہلا
کہ ایسا نامناسب، صاف ظلم	خبردار! پیغمبر کے دور میں ہو رہا ہے

یعنی کہ ایسا ظلم صریح ناسزا ارے پیغمبر کے زمانہ میں چلتا ہے۔

گاوٗ کشتہ خوردہ بے ترس و بیم	در جواب افزودہ تزویر آں لئیم
گائے ذبح کر کے ڈر اور خوف کے بغیر کھا کر	اس نالائق نے جواب میں مکاری زیادہ (شروع کر دی)

یعنی گائے کو مار کر بے خوف وبیم کے کھا گیا اور اے لئیم جواب میں تزویر کو زیادہ کرتا ہے (اور کہتا ہے کہ)

کہ چہ چندیں سال بودم در دعا	من طلب کردم زحق داد او مرا
کہ میں کتنے سال سے دعا میں لگا رہا ہوں	میں نے اللہ (تعالیٰ) سے مانگا اس نے مجھے دیا

یعنی کہ میں اتنے سال سے دعا میں ہوں اور میں حق تعالیٰ سے طلب کیا کرتا تھا تو مجھے دیدی۔

اے رسول حق چنیں باشد روا	ملک من بد گاوٗ چوں دادش خدا
اے اللہ کے رسول! کیا یہ جائز ہو سکتا ہے؟	گائے میری ملکیت تھی، خدا نے اس کو کیسے دیدی؟

یعنی اے رسول حق کیا اس طرح جائز ہے کہ میری ملک تھی گائے اور اس کو خدائے تعالیٰ نے دیدی۔

داؤد علیہ السلام کا مدعی گاؤ پر حکم کرنا کہ گائے کے خیال سے درگزرے اور اس مدعے کا داؤد علیہ السلام پر اعتراض کرنا

گفت داؤدش خمش کن رو بہل	ایں مسلماں راز گاوت کن بحل
(حضرت) داؤدؑ نے اس سے فرمایا چپ، جا، چھوڑ	اس مسلمان کو اپنی گائے معاف کر دے

یعنی داؤد علیہ السلام نے اس سے کہا کہ خاموش رہ اور جا اس مسلمان کو چھوڑ دے اور اپنی گائے اس کو معاف کر دے (اس کے بعد داود نے اشارۃً اس کی بے ایمانی پر اس طرح تنبیہ فرمائی کہ)

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں خدا پوشید برتو اے جواں	روخمش کن حق ستاری بداں
اے جوان! جب اللہ (تعالیٰ) نے تیری پردہ پوشی کی ہے	جب چپ ہو جا پردہ پوشی کے حق کو سمجھ

یعنی اے جوان جب خدا نے تجھ پر پوشیدہ رکھا تو جا خاموش رہ اور حق ستاری کو جان۔ مطلب یہ کہ جب خدا نے تیری حرکتوں کو پوشیدہ رکھا ہے تو اب اس کا حق یہ ہے کہ تو ایسی بدمعاشیاں مت کر اور خود ہی اپنے کو رسوا مت کر۔ مگر وہ کب ماننے والا تھا بولا کہ)

گفت واویلا چہ حکم ست ایں چہ داد	از پے من شرع نو خواہی نہاد
اس نے کہا ہائے کہ یہ کیا فیصلہ ہے یہ کیا انصاف ہے؟	میرے لئے آپ نئی شریعت بنائیں گے

یعنی بولا کہ واویلا یہ کیا حکم ہے اور کیا انصاف ہے آپ میرے واسطے کوئی نئی شرط رکھیں گے۔

رفتہ است آوازۂ عدلت چناں	کہ معطر شد زمین و آسماں
آپ کے انصاف کا تو ایسا شہرہ ہے	کہ (اس سے) زمین اور آسمان معطر ہے

یعنی آپ کے عدل کا دروازہ تو ایسا چلا ہوا ہے کہ زمین وآسمان معطر ہو رہے ہیں۔

برسگان کور ایں استم نرفت	زیں تعدی سنگ وکہ بشگافت تفت
اندھے کتوں پر (بھی) یہ ظلم نہیں ہوا ہے	اس ظلم سے پتھر اور پہاڑ جلد پھٹ گئے

یعنی اندھے کتوں پر بھی یہ ستم نہیں چلا۔ اور اس تعدی سے سنگ وکوہ بھی جلدی سے پھٹ گئے۔

ہمچنیں تشنیع می زد برملا	کالصلا ہنگام ظلم ست الصلا
وہ اس طرح علی الاعلان ملامت کرتا رہا	آؤ آؤ ظلم کا وقت ہے

یعنی اسی طرح وہ برملا طعن کر رہا تھا کہ جمع ہو جاؤ۔ وقت ظلم ہے جمع ہو جاؤ (اور کہتا تھا کہ)

اینچنیں ظلم و جفا بر من مکن	یا نبی اللہ مگو زینساں سخن
ایسا ظلم و ستم مجھ پر نہ کیجئے	اے اللہ کے نبی! ایسی باتیں نہ کیجئے

یعنی مجھ پر ایسا ظلم و جفا نہ کیجئے اور اے نبی اللہ ایسی بات مت کہئے (دیکھئے اس نالائق کی آنکھوں پر اس طرح پردہ پڑ گیا تھا کہ جانتا تھا کہ ظالم میں ہی ہوں اور فیصل کن نبی ہیں ان کو سب خبر ہو سکتی ہے مگر وہی مرغی کی ایک ٹانگ بکے جا رہا تھا۔ آخر حضرت داؤد نے اس سے زیادہ سخت حکم دیا جس کو آگے فرماتے ہیں کہ)

www.besturdubooks.wordpress.com

داؤدؑ کا اس صاحب گاؤ کو حکم کرنا کہ تمام مال اس مدعا علیہ کو دے

بعد ازاں داؤد گفتش کا عنود	جملہ مال خویش او را بخش زود
اس کے بعد (حضرت) داؤدؑ نے اس سے کہا اے سرکش!	اپنا سب مال اس کو جلد بخش دے

یعنی بعد اس کے داؤدؑ نے اس سے کہا کہ اے معاند سارا اپنا مال اس کو جلدی دے۔

ورنہ کارت سخت گردد گفتمت	تانہ گردد ظاہر از وے اسمت
ورنہ تیرا معاملہ مشکل ہو جائے گا میں نے تجھ سے کہہ دیا	تاکہ تیرا ظلم اس سے ظاہر نہ ہو

یعنی ورنہ تیرا کام سخت ہو جاوے گا میں تجھ سے کہتا ہوں تاکہ اس سے تیرا ستم ظاہر نہ ہو جاوے۔ (دیکھئے داؤد نے اب بھی چاہا کہ ظاہر نہ ہو اب بھی اشارۃً ہی سے سمجھایا مگر وہ کب ماننے والا تھا یہ سن کر اس کی یہ حالت ہوئی کہ)

خاک بر سر کرد و جامہ بر درید	کہ بہر دم میکنی ظلمے مزید
اس نے سر پر خاک ڈالی اور کپڑے پھاڑ لئے	کہ آپ تو ہر دم ایک مزید ظلم کر رہے ہیں

یعنی خاک سر پر ڈالی اور کپڑے پھاڑ ڈالے (اور کہا) کہ آپ تو ہر دم ایک ظلم مزید کرتے ہیں۔

یکدمے دیگر بدیں تشنیع راند	باز داؤدش بہ پیش خویش خواند
اس نے پھر یہ ملامت شروع کر دی	پھر (حضرت) داؤدؑ نے اس کو اپنے سامنے بلایا

یعنی تھوڑی دیر اور اسی تشنیع کو چلا تو داؤد نے پھر اس کو اپنے سامنے بلایا۔

گفت چوں بخت نبودا ے بخت کور	ظلمت آمد اندک اندک در ظہور
فرمایا اے بے صبرے چونکہ (پردہ پوشی) تیرا نصیب نہ تھی	تیرا ظلم رفتہ رفتہ ظہور میں آیا

یعنی فرمایا کہ اے کور بخت جب تیرا نصیبا (درست) نہ تھا تو تیرا ظلم تھوڑا تھوڑا ظاہر ہونے لگا ہے۔

دیدۂ انگاہ صدر و پیش گاہ	اے دریغ از چوں تو خر خاشاک راہ
تونے اس وقت صدر اور پیشگاہ کو	راستہ کا کوڑا سمجھا ہائے افسوس تجھ جیسے گدھے پر

یعنی تو نے وقت صدر و پیش گاہ دیکھا ہے تو تجھ جیسے خر اور خاشاک راہ نہایت عجیب ہے۔ یعنی جب تو نے اس حالت صدر کو دیکھا ہے تو ایک ذرا سی گائے کے پیچھے کیوں جان دیئے دیتا ہے سخت تعجب ہے مگر وہ کب ماننے والا تھا وہ تو اپنی بکواس لگاتا ہی رہا۔

زیں سخن داؤدؑ زو شد خشمناک	گفت تا خود را نگردانے ہلاک
ان باتوں سے (حضرت) داؤدؑ اس پر غضبناک ہو گئے	فرمایا! خبردار اپنے آپ کو تباہ نہ کر

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ان باتوں سے داؤدؑ اس سے خشمناک ہو گئے اور فرمایا کہ تو اپنے کو ہلاک مت کرنا۔

رو کہ فرزندان تو باجفت تو	بندگان اوشدند اے تند خو
جا کہ تیری اولاد مع تیری بیوی کے	اے بدمزاج! اس کے غلام ہو گئے

یعنی جا کہ تیرے لڑکے اور تیری بیوی سب اس کے غلام ہیں زیادہ مت بک (یہ سن کر تو اس کی یہ حالت ہوئی کہ)

سنگ بر سینہ ہمی زد باد و دست	میدود از جہل خود بالا و پست
وہ دونوں ہاتھوں سے سینے پر پتھر مارتا تھا	اپنی نادانی سے اوپر نیچے بھاگ رہا تھا

یعنی دونوں ہاتھوں سے سینہ پر پتھر مارتا تھا اور اپنے جہل کی وجہ سے اوپر نیچے دوڑتا پھرتا تھا۔ مطلب یہ کہ اس کو سن کر اور بھی باولا ہو گیا اور واویلا شروع کر دی۔

خلق ہم اندر ملامت آمدند	کز ضمیر کار او غافل بدند
لوگوں نے بھی ملامت شروع کر دی	کیونکہ وہ اس کے پوشیدہ کام سے ناواقف تھے

یعنی لوگ بھی ملامت کرنے لگے اس لئے کہ باطن کار سے وہ غافل تھے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اگلا دن ہوا اور تمام لوگ عدالت میں حاضر ہوئے اور داؤدؑ علیہ السلام کے سامنے صف بستہ کھڑے ہو گئے اور جو واقعہ کل ہوا تھا آج بھی وہی ہوا۔ اور مدعی نے فوراً زور و شور سے ملامت کرنی شروع کی اور کہا کہ او نالائق خدا سے شرم کر اور میری گائے دیدے۔ ارے پیغمبر خدا کے زمانہ میں ایسا نازیبا اور کھلا ظلم ہو غضب کی بات ہے پاجی تو بے دھڑک میری گائے مار کر کھا گیا۔ اور جواب میں باتیں بناتا ہے اور کہتا ہے کہ اتنے برسوں تک میں نے دعا کی ہے اور خدا سے روزی حلال طلب کی ہے اس نے مجھے وہ گائے دیدی۔ اے پیغمبر خدا بھلا ایسا بھی کہیں ہوتا ہے۔ گائے تو میری تھی خدا نے اسے کیسے دیدی۔ اس پر داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ بس چپکے رہو جاؤ جھگڑے کو رفع دفع کر دو۔ اور گائے اس مسلمان کو معاف کر دو۔ جب خدا نے تمہاری پردہ پوشی کی ہے تو تم کو ایسا نہ چاہیے بس چپ رہو۔ جاؤ حق خدا کو ملحوظ رکھو۔ اس نے کہا ارے غضب ہو گیا بھلا یہ کیا حکم اور کونسا انصاف ہے آپ میرے لئے نئی شریعت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کا انصاف تو اس درجہ مشہور ہے کہ اس کی خوشبو سے زمین و آسمان معطر ہیں پھر مجھ پر یہ ظلم کیوں ہے۔ ایسا ظلم تو اندھے کتوں پر بھی نہیں ہوا۔ اور اس تعدی سے تو پتھر اور پہاڑ پھٹے جاتے ہیں وہ کھلم کھلا اسی طرح ملامت کر رہا تھا۔ کبھی لوگوں سے کہتا تھا کہ دیکھو لوگو یہ ظلم ہو رہا ہے اور کبھی داؤد علیہ السلام سے کہتا کہ دیکھئے ایسا ظلم مجھ پر نہ کیجئے اور اے نبی اللہ ایسی بات نہ فرمائیے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تو اس فیصلہ پر رضامند نہیں تو دوسرا فیصلہ یہ ہے کہ اپنا سارا مال اسے دیدے اور اگر تو اس کو بھی نہ مانے گا تو اور زحمت میں پڑے گا۔ میں نے تجھے پیشتر سے اس لئے متنبہ کر دیا ہے تاکہ تیری ضد سے تیرا ستم ظاہر نہ ہو جاوے۔ یہ سن کر اس نے سر پر خاک ڈالی۔ کپڑے پھاڑ لئے اور کہا کہ ہر دم آپ تو ایک نئے ظلم کا اضافہ کرتے ہیں اور کچھ دیر تک اس نے یہ ہی تشنیع و ملامت جاری رکھی۔ اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے پھر اسے اپنے سامنے بلایا اور کہا کہ پھوٹی قسمت والے تیری تقدیر اچھی نہ تھی۔ اس لئے رفتہ رفتہ تیرا ظلم ظاہر ہوا۔ تجھ گدھے کی حالت پر سخت افسوس ہے کہ تو نے عز و جاہ کی کچھ قدر نہ کی اور اسکو خاشاک راہ سمجھا۔ اچھا جا ہم حکم دیتے ہیں کہ تیری بیوی بچے سب اس کے لونڈی غلام ہو گئے دیکھ اب کچھ نہ بولنا یہ سن کر وہ دونوں ہاتھوں سے اپنی چھاتی پتھر سے کوٹتا تھا اور اپنی جہالت سے مخبوط الحواس بنا ہوا کبھی اوپر جاتا تھا کبھی نیچے آتا تھا۔ چونکہ لوگ اس واقعہ کی اندرونی حالت سے واقف نہ تھے اس لئے انہوں نے بھی ملامت کرنی شروع کی کہ کس قدر ظلم ہے کہ اس کی گائے بھی ماری گئی اور اس سے مال بھی دلایا جاتا ہے اور اس کے بیوی بچوں کو غلام بنایا جاتا ہے۔

شرح شبّیری

ظالم از مظلوم کے داند کسے	کو بود سخرہ ہوا ہمچوں خسے
وہ شخص ظالم اور مظلوم میں کب امتیاز کرتا ہے؟	جو کہ تنکے کی طرح ہوا کے تابع ہو

یعنی ظالم کو مظلوم سے کب کوئی جانتا ہے جو کہ سخرہ ہوا مانند خس کے ہو۔ مطلب یہ کہ جو شخص ہوا و ہوس میں لگا ہوا اس کو کیا خبر ہوسکتی ہے کہ کون مظلوم اور کون ظالم اس لئے کہ ایسے شخص پر حقیقت اشیاء منکشف ہی نہیں ہوتی۔

ظالم از مظلوم آنکس پے برد	کو سر نفس ظلوم خود برد
ظالم اور مظلوم کا وہ شخص پتہ لگا لیتا ہے	جو اپنے ظالم نفس کا سر قلم کر دے

یعنی ظالم کو مظلوم سے وہ جان سکتا ہے جو کہ اپنے نفس ظالم کے سر کو کاٹ دے۔

ورنہ آں ظالم کہ نفس ست اندروں	خصم ہر مظلوم باشد از جنوں
ورنہ وہ ظالم کہ جس کے اندر نفس ہے	جنون کی وجہ سے ہر مظلوم کا مخالف ہوتا ہے

یعنی ورنہ وہ ظالم جو نفس باطن میں ہے وہ ہر مظلوم کا جنون کی وجہ سے دشمن ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ اگر کسی نے نفس کشی نہیں کی ہے تو اس کا نفس ہمیشہ مظلوم کا دشمن ہوتا ہے اس لئے کہ اس شخص پر حقیقت کبھی منکشف ہی نہ ہوگی۔

سگ ہمارہ حملہ برم مسکیں کند	تا تو اند زخم بر مسکیں زند
کتا ہمیشہ غریب پر حملہ کرتا ہے	جب تک بھی ہو سکے غریب کو کاٹتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی کتا ہمیشہ حملہ مسکین ہی پر کرتا ہے اور جب تک سکتا ہے مسکین ہی پر زخم مارتا ہے۔

شرم شیراں راست نے سگ رابداں	کو نگیرد صید از ہمسایگاں
سمجھ لے شرم شیروں میں ہوتی ہے' نہ کہ کتے میں	وہ پڑوسیوں سے شکار نہیں چھینتا ہے

یعنی شرم تو شیروں کو ہوتی ہے نہ کہ کتوں کو جان لو کیونکہ وہ شکار کو ہمسایوں سے نہیں لیتا ہے یعنی فرماتے ہیں کہ شرم تو شیروں کو ہوتی ہے کہ وہ دوسرے کا شکار نہیں لیتے خود شکار کرتے ہیں ورنہ کتے تو منتظر رہتے ہیں کہ کوئی شکار کرے تو ہم اڑاویں تو اسی طرح اس مدعی کو بھی شرم نہ تھی اس لئے کہ سگ خصلت تھا اس بیچارہ کے مال کو قبضہ کئے بیٹھا تھا اور شرم نہ آتی تھی آگے فرماتے ہیں کہ

عامہ مظلوم کش ظالم پرست	از کمیں سگ ساں سوئے داؤد جست
مظلوم کو مارنے والے ظالم پرست' عوام	کمینگاہ سے کتے کی طرح (حضرت) داؤد پر دوڑ پڑے

یعنی کمین سے کتوں کی طرح داؤد علیہ السلام کی طرف عوام مظلوم کش اور ظالم پرست بڑھے۔

روئے در داؤدؑ کردند آں فریق	کاے مجتبےٰ برما شفیق
ان لوگوں نے (حضرت) داؤدؑ کی طرف رخ کیا	کہ اے منتخب نبی! ہم پر مہربان

یعنی داؤد علیہ السلام کی طرف اس فریق نے منہ کیا کہ اے نبی برگزیدہ اور ہم پر شفیق۔

ایں نشاید از تو کیں ظلم است فاش	قہر کردی بیگناہے را بہ لاش
آپ کیلئے یہ مناسب نہیں کیونکہ یہ تو کھلا ظلم ہے	آپ نے بے وجہ' ایک بے قصور پر ظلم کیا ہے

یعنی آپ کو یہ نہ چاہئے اس لئے کہ یہ تو ظلم صریح ہے اور آپ نے ایک بے گناہ پر ایک لاشے چیز کے ساتھ ظلم کیا۔ مطلب یہ کہ جب اس ظالم نے بہت واویلا کی تو اور عوام بھی حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے کہ حضرت بے شک یہ تو ظلم صریح ہے اور سچ یہ ہے کہ بظاہر تو ظلم تھا ہی جب تک اصل واقعہ نہ معلوم ہو ظلم ہونے میں کیا شک ہے اب اس وقت تک تو داؤدؑ نے اشارۃً اس کے قصہ کی طرف اشارہ کیا تھا مگر اب بالکل صاف طور پر بیان فرماتے ہیں اس لئے کہ اس کا ظلم اور لوگوں کی بدگمانی بہت بڑھ گئی تھی۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اب مولانا فرماتے ہیں عوام نے مدعا علیہ اور حضرت داؤد علیہ السلام کو ظالم سمجھا اور مدعی کو مظلوم حالانکہ معاملہ بالکل برعکس تھا۔ واقعی بات یہ ہے کہ جو شخص خواہش نفسانی کا یوں ہی مسخر ہو جیسے خس و خاشاک ہوا کا۔ وہ شخص ظالم اور مظلوم میں کیا امتیاز کر سکتا ہے۔ ظالم اور مظلوم کا تو وہی شخص پتہ چلا سکتا ہے جو پہلے

www.besturdubooks.wordpress.com

اپنے ظالم نفس کا سر کاٹ دے ورنہ یہ ظالم نفس جو اندر چھپا ہوا ہے اپنے دیوانہ پن سے مظلوم ہی کا مخالف ہوگا اور مجانست کے سبب ظالم کا ساتھ دے گا کیونکہ قاعدہ ہے کہ کتا ہمیشہ غریب اور حقیر ہی آدمی پر حملہ کرتا ہے اور جہاں تک اس سے ہوسکتا ہے غریب ہی کو کاٹتا ہے یاد رکھو کہ یہ شیر ہی کا کام ہے اور کتا کبھی ایسا نہیں کر سکتا کہ ہمسایوں کا شکار نہ چھینے اور عالی حوصلگی سے خود شکار کرے۔ یعنی کسی کمزور کو نہ ستانا اہل اللہ ہی کا کام ہے اہل نفس سے ایسا نہیں ہوسکتا بلکہ وہ تو جس کو کمزور دیکھتے ہیں اسی کو ستاتے ہیں چنانچہ عوام جن کا کام مرتے کو مارنا اور ظالم کی پرستش کرنا ہے کتوں کی طرح داؤد علیہ السلام کو لپٹ پڑے اور ان کی طرف رخ کر کے یوں خطاب کیا کہ اے برگزیدہ اور ہم پر مہربان نبی آپ کو یہ زیبا نہیں کیونکہ یہ کھلا ہوا ظلم ہے آپ نے ایک بے قصور شخص پر محض بلا وجہ زیادتی کی۔

شرح شبّیری

داؤدؑ علیہ السلام کا قصد کرنا تاکہ اس کے راز کو ظاہر فرمادیں

گفت اے یاران زمان آں رسید	کاں سر مکتوم او گردد پدید
فرمایا اے دوستو! اس کا وقت آ گیا ہے	کہ اس کا پوشیدہ راز ظاہر ہو جائے

یعنی داؤدؑ نے فرمایا کہ اے یارو وقت اس کا آ گیا ہے کہ اس کا پوشیدہ راز ظاہر ہو جاوے۔

جملہ برخیزید تا بیروں رویم	سوئے صحرا و بداں ہاموں شویم
سب اٹھو! تاکہ ہم باہر چلیں	جنگل کی طرف اور اس جنگل میں پہنچیں

یعنی سب اٹھو تاکہ ہم باہر جنگل کی طرف چلیں اور اس میدان میں جاویں۔

مرد و زن از خانہا بیروں روید	تا برآں سر نہاں واقف شوید
مرد اور عورت گھروں سے باہر چلو	تاکہ اس پوشیدہ راز سے واقف ہو جاؤ

یعنی (فرمایا کہ) اے مرد و عورت گھروں سے باہر چلو تاکہ اس پوشیدہ بھید پر واقف ہو جاؤ۔

در فلاں صحرا درختے ہست زفت	شاخہایش انبہ و بسیار چفت
فلاں جنگل میں ایک موٹا درخت ہے	اس کی شاخیں گھنی اور بہت جڑی ہوئی ہیں

یعنی فلاں جنگل میں ایک درخت عظیم ہے اور اس کی شاخیں انبوہ ہیں اور بہت گھنی ہیں۔

سخت راسخ خیمہ گاہ و میخ او	بوئے خوں می آیدم از بیخ او
خیمہ گاہ اور اس کا کھونٹا بہت مضبوط ہے	اس کی جڑ سے مجھے خون کی بو آ رہی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس کی خیمہ گاہ اور اس کی میخ سخت راسخ ہے مجھے اس کی جڑ میں سے بوئے خون آتی ہے۔

خوں شدہ ست اندر بن آں خوش درخت	خواجہ راکشت است ایں منحوس بخت
اس اچھے درخت کی جڑ میں خون ہوا ہے	اس بدبخت نے آقا کو قتل کیا ہے

یعنی اس درخت عظیم کی جڑ میں خون ہوا ہے اور اس منحوس بخت نے اپنے خواجہ کو قتل کیا ہے۔

مال را برداشت ست ایں قلتباں	ویں غلام اوست اے آزادگاں
اس دیوث نے مال اڑا لیا ہے	اے آزاد لوگو! یہ اس کا غلام ہے

یعنی اور اس کے مال کو اس دیوث نے لے لیا ہے اور اے آزادو یہ اس کا غلام ہے۔

ایں جواں مر خواجہ را باشد پسر	طفل بود و او ندارد زیں خبر
یہ جوان آقا کا پوتا ہے	بچہ تھا اس کو اس کا پتہ نہیں

یعنی یہ جوان اس خواجہ کا لڑکا ہے یہ (اس وقت) بچہ تھا اس کو اس بات کی خبر نہیں ہے۔

تاکنوں حلم خدا پوشید آں	آخر از ناشکری ایں قلتباں
اب تک اللہ کے حلم نے اس کو چھپایا	بالآخر اس دیوث کی ناشکری سے

یعنی اب تک تو حلم حق نے اس (کے بھید) کو پوشیدہ رکھا (مگر) آخر اس دیوث کی ناشکری کی وجہ سے (حق تعالیٰ نے اب ظاہر فرما دیا) اور وہ ناشکری یہ ہے کہ۔

کہ عیال خواجہ را روزے ندید	نے بہ نوروز و نہ موسمہائے عید
کہ اس نے ایک دن بھی آقا کے بچوں کی دیکھ بھال نہ کی	نہ نوروز پر اور نہ عید کے موسموں میں

یعنی عیال خواجہ کو اس نے ایک دن نہ دیکھا نہ نوروز میں نہ موسمہائے عید میں۔

بینوایاں را بہ یک لقمہ نجست	یاد ناورد اوز حقہائے نخست
محتاجوں کی ایک لقمہ سے دلداری نہ کی	اس نے پہلے حقوق کو یاد نہ کیا

یعنی اس نے ان بے نواؤں کو ایک لقمہ کے لئے (کبھی) تلاش نہ کیا۔ اور ان حقوق پیشین کو یاد نہ کیا مطلب یہ کہ اس کمبخت نے یہ بھی نہ کیا کہ کبھی عید بقرعید کو یہ سمجھ کر کہ انہیں کی مال ودولت لئے بیٹھا ہوں ان غریبوں کو ایک لقمہ تک نہ دیا۔

تاکنوں از بہر یک گاؤ ایں لعیں	میزند فرزند او را بر زمیں
یہاں تک یہ مردود ایک گائے کی وجہ سے	اس کے پوتے کو زمین پر پٹخ رہا ہے

یعنی یہاں تک کہ اب ایک گائے کے واسطے یہ ملعون اس کے لڑکے کو زمین پر پٹکے دیتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

او بخود برداشت پردہ از گناہ	ورنہ می پوشید جرمش را اللہ
اس نے خود گناہ سے پردہ اٹھایا	ورنہ خدا اس کے جرم کو چھپا رہا تھا

یعنی اس نے گناہ پر سے خود پردہ اٹھادیا ورنہ اللہ تعالیٰ نے تو اس کے جرم کو پوشیدہ رکھا تھا۔ مطلب یہ کہ اس کمبخت نے یہ ساری باتیں کر کے خود اپنا تفضیحہ کیا ورنہ حق تعالیٰ نے تو اتنی مدت سے اس کے جرم کو چھپا ہی رکھا تھا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

کافر و فاسق دریں دور گزند	پردۂ خود را بخود برے درند
اس فتنہ کے زمانے میں کافر اور فاسق	اپنے پردے کو خود چاک کر رہے ہیں

یعنی کافر اور فاسق اس دور گزند میں خود بخود اپنی پردہ دری کرتے ہیں۔

ظلم مستور ست در اسرار جاں	می نہد ظالم بہ پیش مرد ماں
روح کے رازوں میں ظلم چھپا ہوا ہے	ظالم (اس کو) لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے

یعنی ظلم اسرار جان میں پوشیدہ ہوتا ہے تو ظالم اس کو لوگوں کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ ظالم کے ظلم کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ مگر یہ خود ہی کہتا پھرے تو اس کا کیا علاج اور اکثر یہی ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ پوشیدہ رکھتے ہیں اور یہ مرتکب خود ہی ظاہر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ۔

کہ بہ بینیدش کشیدہ شاخہا	گاؤ دوزخ را بہ بینید از ملا
کہ اس (ظلم) کو سینگ نکالے ہوئے دیکھو	برملا دوزخ کی گائے کو دیکھو

یعنی کہ دیکھو کہ میں اپنے سینگ رکھتا ہوں اور دوزخ کی گائے کو ظاہر طور پر دیکھ لو۔ مطلب یہ کہ خود اپنی زبان سے اپنے مظالم اور ان کے اسباب کو ظاہر کرتا پھرتا ہے۔ خاص کر خون کی بابت تو مشہور ہے کہ قاتل چھپا ہی نہیں سکتا ظاہر ہو ہی کے رہتا ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ اپنے گناہوں کو اضطراراً ظاہر کر دیتا ہے اور اس کی زبان وغیرہ اس کے گناہوں پر دنیا ہی میں گواہی دیتی ہے۔ اسی طرح قیامت میں بھی اعضاء گواہی دے دیں گے فرماتے ہیں کہ۔

ظالم کے ہاتھ پاؤں زبان کا دنیا ہی میں گواہی دینا

پس ہمیں جادست و پایت بے گزند	بر ضمیر تو گواہے مے دہند
تو اسی جگہ تیرے ہاتھ پاؤں بغیر نقصان کے	تیرے باطن پر گواہی دیتے ہیں

یعنی بس اسی جگہ (دنیا ہی میں) تیرے ہاتھ پاؤں بے گزند کے تیرے باطن پر گواہی دیتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں موکل می شود بر تو ضمیر	کہ بگوتو اعتقادت وا مگیر
باطن تیرے اوپر موکل کی طرح ہو جاتا ہے	کہ تو کہدے اپنے اعتقاد کو نہ چھپا

یعنی جب کہ تمہارے اوپر وہ بھید موکل ہو جاتا ہے کہ کہدے اور اپنے اعتقاد کو واپس مت لے۔

خاصہ در ہنگام خشم و گفتگو	میکند ظاہر سرت را موبمو
خصوصاً غصہ اور گفتگو کے وقت	تیرے راز کو ذرہ ذرہ ظاہر کر دیتا ہے

یعنی خاص کر وقت خشم و گفتگو میں کہ وہی مؤکل تیرے بھید کو مو بمو ظاہر کر دیتا ہے۔

چوں موکل می شود ظلم و جفا	کہ ہویدا کن مرا اے دست و پا
ظلم اور زیادتی موکل کی طرح ہو جاتی ہے	کہ اے ہاتھ پاؤں! مجھے ظاہر کر دے

یعنی وہ ظلم و جفا جس طرح مسلط ہو جاتا ہے کہ (کہتا ہے کہ) اے ہاتھ پاؤں مجھے ظاہر کر دے۔

چوں ہمی گیرد گواہ سر لگام	خاصہ وقت جوش و خشم انتقام
سر کا گواہ کس طرح لگام پکڑ لیتا ہے	خصوصاً غصہ کے جوش اور بدلہ لینے کے وقت

یعنی جس طرح کہ وہ گواہ سر لگام پکڑ لیتا ہے خاص کر وقت جوش اور خشم اور انتقام (کہ اس وقت تو اور اچھی طرح بتا دیتا ہے کہ دیکھو میں نے ایسا کیا تھا ایسا کیا تھا۔ تم مجھے کیا سمجھتے ہو وغیرہ وغیرہ) تو جس طرح کہ دنیا میں یہ ظلم مسلط ہو جاتا ہے اسی طرح آخرت میں بھی کوئی شے مسلط ہو کر سب ایک ایک تم سے پوچھ لے گی۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

پس ہماں کس کیں موکل می کند	تالوائے راز بر صحرا زند
تو وہی بات جو یہ مسلط کرتی ہے	تاکہ راز کا جھنڈا جنگل میں گاڑ دے

یعنی پس وہی ذات جو کہ اس کو مسلط کر دیتی ہے تاکہ علم راز کو صحرا پر لگا دے۔

پس موکلہائے دیگر روز حشر	ہم تواند آفرید از بہر نشر
تو حشر کے دن دوسرے موکل	بھی (راز) کھولنے کے لئے پیدا کر سکتی ہے

یعنی پس دوسرے موکلین حشر کے دن وہی ذات نشر کے واسطے پیدا فرما دے گی (اور اس وقت کہا جاوے گا کہ)

اے بدو دست آمدہ در ظلم و کیں	گوہرت پیداست حاجت نیست ایں
اے وہ کہ جو دونوں ہاتھوں سے ظلم اور کینہ میں لگا ہے	تیرا جوہر کھلا ہوا ہے اس کی ضرورت نہیں ہے

یعنی اے شخص جو کہ دونوں ہاتھوں سے ظلم و کیں میں آیا ہوا ہے تیری ذات ظاہر ہو گئی ہے اب اس (اظہار) کی ضرورت نہیں رہی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

نیست حاجت شہرہ گشتن در گزند	بر ضمیر آتشینت واقف اند
نقصان رسانی میں مشہور ہونے کی ضرورت نہیں ہے	تیرے آتشی باطن سے (سب) باخبر ہیں

یعنی ظلم میں مشہور ہونے کی حاجت نہیں ہے تیرے ضمیر آتشیں پر سب لوگ واقف ہیں۔

نفس تو ہر دم بر آرد صد شرار	کہ بہ بینیدم منم ز اصحاب نار
تیرا نفس ہر وقت سینکڑوں چنگاریاں اگل رہا ہے	کہ مجھے دیکھو میں دوزخیوں میں سے ہوں

یعنی تمہارا نفس ہر دم سو شرار نکالتا ہے کہ مجھے دیکھو میں اصحاب نار سے ہوں۔

جزو نارم سوئے کل خود روم	من نہ نورم کہ سوئے حضرت شوم
میں آگ کا جزو ہوں اپنے کل کی جانب جاتا ہوں	میں نور نہیں ہوں کہ (اللہ کے) دربار کی طرف جاؤں

یعنی میں تو جزو نار ہوں اپنے کل کی طرف جاتا ہوں میں نور نہیں ہوں جو حضرت حق کی طرف جاؤں۔

مطلب یہ کہ تمہارا نفس ہر دم معاصی کو اور گناہوں کو ظاہر کر رہا ہے اور ہر دم دوزخ کی طرف جا رہا ہے۔

ہمچناں کایں ظالم حق ناشناس	بہر گاوے کرد چندیں التباس
جیسا کہ حق نہ پہچاننے والے اس ظالم نے	ایک گائے کے لئے اس قدر مکر کیے

یعنی جس طرح کہ اس ظالم ناحق شناس نے ایک گائے کے واسطے کتنے مکر کیے (حالانکہ)

او ازیں صد گاؤ بر دو صد شتر	نفس اینست اے پدر ازوے ببر
وہ اس کی سو گائیں اور سو اونٹ لے بھاگا	اے باوا! نفس یہی ہے اس سے قطع تعلق کر

یعنی وہ اس سے سو گائیں اور سو اونٹ لے جا چکا تھا اے بابا نفس یہی ہے اس سے قطع تعلق کر دو۔ مطلب یہ کہ جس طرح اس شخص کو باوجود اتنا مال و دولت لے لینے کے چین نہ آتی تھی اسی طرح نفس کو تمہارے دولت ایمان کو لے کر چین نہیں آتا۔ اول تو یہ شرارت اور سرزوری کرتا ہے اس پر طرہ یہ کہ۔

نیز روزے با خدا زاری نکرد	یار بے نامد ازو یکدم بدرد
اس نے خدا سے ایک دن بھی عاجزی نہ کی	کسی وقت بھی درد کے ساتھ اس سے یارب نہ نکلا

یعنی ایک دن بھی خدا سے زاری نہیں کی اور اس سے ایک دن بھی درد کے ساتھ یارب نہیں آیا۔ یعنی ایک تو اتنا ظلم کیا پھر بھی اتنی توفیق نہ ہوئی کہ خدا ہی سے دعا کر لیتا کہ اگر خدا کے سامنے عاجزی کرتا تو حق تعالیٰ بھی اس کو رسوا نہ کرتے رسوا تو اپنی ہٹ دھرمی سے ہوا کہ جانتا تھا کہ میں ظالم ہوں اور پھر بھی اسی پر اڑا رہا کہ میری خطا ہی نہیں ہے اور اگر یہ بھی نہ کرتا تو اتنا تو کرتا کہ ان مظلومین کے لئے دعا کرتا اور کہتا کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کائے خدا خصم مرا خوشنود کن	گر منش کردم زیاں تو سود کن
کہ اے خدا! میرے مقابل کو خوش کر دے	اگر میں نے اس کا نقصان کیا ہے تو فائدہ کر دے

یعنی کہ اے خدا میرے دشمن کو خوش کر دیجئے اور اگر میں نے اس کا نقصان کیا ہے تو آپ نفع کر دیجئے (تو اس طرح ہی دعا کرتا تب بھی حق تعالیٰ معاف فرما دیتے اور کہتا کہ)

گر خطا کشتم دیت بر عاقلہ است	عاقلہ جانم تو بودی از الست
اگر میں نے غلطی سے مارا ہے تو دیت عاقلہ پر ہے	الست سے تو میری جان کا عاقلہ ہے

یعنی (کہ اے خدا) اگر میں نے خطاً مار ڈالا ہے تو دیت عاقلہ پر ہے اور میری جان کے عاقلہ روز الست سے آپ ہی ہیں۔ مطلب یہ کہ عرض کرتا یا الٰہی میں نے تو اس کو مار ڈالا اب آپ اس کی دیت دیجئے یعنی اس کو خوش کر دیجئے تو اگر یہ دعا کرتا تو اس کا مال اس کے پاس رہتا اور حق تعالیٰ اسے بھی خوش کر دیتا اس لئے کہ۔

سنگ می گردد ز استغفار در	ایں بود زانصاف نفس اے جان حر
توبہ کرنے سے پتھر موتی بن جاتا ہے	اے آزاد جان! نفس کا انصاف یہ ہوتا ہے

یعنی استغفار کی وجہ سے پتھر بھی موتی ہو جاتا ہے تو اے جان حر نفس کا انصاف تو یہ ہے یعنی نفس کو اس طرح رکھو کہ اگر ایک طرف زیادتی ہو جاوے اور کسی وجہ سے کوئی کام ہو جاوے تو پھر استغفار کر لو اس کے ذریعہ سے اس تعدی اور زیادتی کی تلافی ہو جاوے گی۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ ہٹ دھرمی کی تو آخر فضیحت ہوا۔ آگے پھر قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ لوگوں کی ملامت سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ صاحبو اب وہ وقت آ گیا ہے کہ یہ راز سربستہ ظاہر ہو جاوے۔ اچھا شہر سے باہر چلو تاکہ ہم سب اس راز سے واقف ہو جائیں کیونکہ فلاں جنگل میں ایک بڑا بھاری درخت ہے اس کی شاخیں بہت کثرت سے اور خوب ملی ہوئی ہیں۔ اور بہت مضبوط خیمہ گاہ ہے اور تنہ بھی اس کا بہت مضبوط ہے مجھے اس کی جڑ میں سے خون کی بو آتی ہے کیونکہ اس عمدہ درخت کے اندر ایک خون ہوا ہے یعنی اس منحوس آدمی نے اپنے آقا کو مار ڈالا ہے اور اس کو مار کر یہ بھڑوا اس کا سارا مال لے اڑا ہے اور آج جو یہ رئیس بنا ہوا ہے حقیقت میں اس آقا کا غلام ہے اور یہ مدعا علیہ اس کا پوتا ہے یہ اس زمانہ میں بچہ تھا (باپ اس کا اپنے باپ کی حیات میں فوت ہو چکا تھا) اس لئے اس کو اس واقعہ کی مطلق خبر نہیں۔ اب تک تو حق سبحانہ نے اپنے حلم سے اس کو پوشیدہ رکھا لیکن بالآخر حق سبحانہ نے اس بھڑوے کی ناشکری سے کہ اس نے کبھی اس کے بال بچوں کو نہ دیکھا نہ نوروز میں نہ عید میں نہ کسی تہوار میں اور ان بے سامانوں کی ایک لمحہ سے بھی کبھی خبر

www.besturdubooks.wordpress.com

نہ لگی اور ان کے دادا کے پہلے حقوق کو بھی یاد نہ کیا حتی کہ اب یہ ملعون ایک گائے کے لئے اس کے پوتے کو زمیں پر پٹکنا چاہتا ہے اس گناہ سے پردہ اٹھادیا لہذا فی الحقیقت خود اسی نے اپنے گناہ سے پردہ اٹھادیا۔ ورنہ حق سبحانہ اس کے جرم کو چھپائے رکھتے۔

فائدہ: یادرکھو کہ یہ معنی تو اس وقت ہوں گے جب کہ از ناشکری ایں قلبتان میں لفظ ناشکری میں ایک ایسے ہو اور جار مجرور فعل محذوف سے متعلق ہوں۔ اور اگر روتی ہوں اور ایں قلبتان ناشکری کا مضاف الیہ نہ ہو بلکہ مبتدا ہو اور جزا وکی او بخود برداشت الخ ہو تو معنے یہ ہوں گے کہ بالآخر اپنی ناشکری سے اس بھڑوے نے اپنے گناہ سے خود پردہ اٹھایا۔) اب مولانا فرماتے ہیں کہ واقعی حق سبحانہ نہایت ستار ہیں اور کفار وفساق خود اپنی پردہ دری کرتے ہیں اس کا ظلم اس کے دل میں مستور ہوتا ہے۔ مگر وہ خود اس کو لوگوں کے آگے رکھ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے دیکھ لو۔ میرے سینگ ہیں۔ اور میں دوزخ کا موذی بیل ہوں۔ تم اس دوزخ کے بیل کو کھلم کھلا دیکھ لو۔ اس سے تم معلوم کرلو کہ خود دنیا ہی میں تمہارے ہاتھ پاؤں اس ظلم مستور کی گواہی دیدیتے ہیں دیکھو جب کہ وہ جرم مستور تم پر مسلط ہوتا اور تقاضا کرتا ہے کہ تو اپنے خیال کو ہرگز مت چھپا بلکہ اس کو ظاہر کردے بالخصوص غصہ اور گفتگو کے وقت تو اس کا تقاضا اور بھی شدید ہوتا ہے اور وہ بالکل صاف صاف تمہارے راز کو ظاہر کردیتا ہے اور جب کہ تم پر ظلم وجفا مسلط ہو کر تقاضا کرتے ہیں کہ اے ہاتھ پاؤں ہمیں ظاہر کردو اور جب کہ تمہارا سر جو کہ تمہارے جرم کا ایک گواہ ہے تمہاری لگام پکڑتا ہے اور اپنے قبضہ میں لاتا ہے اور تم سے راز کو ظاہر کرادیتا ہے بالخصوص جوش غضب اور جوش انتقام کے وقت تو اب سمجھو کہ جوان کو مسلط کرتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مخفی راز کا جھنڈا صحرا میں گڑ جاتا اور وہ راز آشکار ہو جاتا ہے وہی قیامت میں افشائے راز کے لئے دوسرے موکل بھی پیدا کرسکتا ہے پھر تم قیامت میں اعضاء کے گواہی دینے سے کیوں انکار کرتے یا کیوں اس کو مستبعد سمجھتے ہو اس کے بعد مولانا تو بیخا فرماتے ہیں کہ اے دونوں ہاتھوں سے ظلم وجور میں مصروف شخص موکلوں کو مقرر کر کے راز کو ظاہر کرانے کی کیا ضرورت ہے تیرا جوہر تو خود ظاہر ہے کچھ ضرورت نہیں کہ تو اپنے ظلم کو ظاہر کر کے مشہور ہو کیونکہ تیرے خطرناک خیال کو جاننے والے بدوں ظاہر کئے بھی جانتے ہیں۔ خود تیرا نفس ہر دم سینکڑوں شرارے اڑا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ لوگو مجھے دیکھ لو۔ میں آتشی ہوں اور میری آتش جو ایک اعتبار سے جزو دوزخ ہے بالآخر اپنے کل کی طرف راجع ہوگی اور میں نور نہیں ہوں کہ حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہوں (اس مقام پر ایک ضروری امر پر تنبیہ کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ مولانا کے کلام میں نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب دو چیزیں متجانس یا متشابہ ہوں اور ان میں ایک ادنیٰ اور ایک اعلیٰ ہو تو مولانا ادنیٰ کو جزو اور اعلیٰ کو کل فرمادیتے ہیں اسی بناء پر کبھی وہ عقول ناقصہ کو جزو اور عقول کاملہ کو کل کہتے ہیں کبھی قلب ناقص کو جزو اور قلب کامل کو کل فرماتے ہیں۔ کبھی نفس کو آتشیں کہہ کر اس کو جزو اور دوزخ کو کل کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ اس اصطلاح کو نہ سمجھنے کے سبب لوگ مغالطہ میں پڑتے ہیں۔ اور جزویت وکلیت حقیقۃً مراد لے کر توجیہات باردہ میں مشغول ہوتے ہیں) مثلاً دیکھ لو کہ اس

www.besturdubooks.wordpress.com

ناحق شناس ظالم نے ایک گائے کے لئے کس قدر حق پوشی کی۔ حالانکہ وہ خود اس کی دو سو گائیں اور دو سو اونٹ اڑا لے گیا تھا۔ یہ حالت ہے نفس کی پس تم کو چاہیے کہ اس سے قطع تعلق کرو اور شرارت دیکھو کہ باوجودیکہ اس نے اس قدر ظلم کیا تھا مگر ایک دن بھی تو خدا کے سامنے نہ رویا اور سوز دل سے ایک دن بھی تو اس کے منہ سے اے اللہ نہ نکلا۔ اور کبھی اس نے یہ نہ کہا کہ اے خدا تو میرے مظلوم دشمن کو خوش رکھنا اگر میں نے اس کا نقصان کیا ہے تو اے اللہ تو میری طرف سے اس نقصان کی تلافی فرما دینا۔ اور اسکا فائدہ کر دینا اگر میں نے نفس کے دھوکہ میں آ کر اس کو مار ڈالا ہے تو میرے اس جرم کی دیت میرے عاقلہ پر ہے اور میرا عاقلہ تو ہمیشہ سے تو ہی ہے اور میرے جنایات کی تلافی کرنا تیرا ہی کام ہے اگر وہ ایسا کرتا تو یہ جرم جرم نہ رہتا۔ کیونکہ استغفار کے سبب سے سنگ جرم درطاعت بن جاتا ہے۔ اب تم سمجھ لو کہ یہ حالت ہے نفس کے انصاف کی۔ تو پھر اس سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ وہ مظلوم کی حمایت کرے گا۔ بلکہ لامحالہ وہ ظالم کا طرفدار ہوگا (قولنا اگر وہ ایسا کرتا تو وہ جرم جرم نہ رہتا الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر جرم کے آثار مرتب نہ ہوتے اور دنیا میں رسوائی اور آخرت میں تعذیب نہ ہوتی بلکہ وہ مستحق اجر ہوتا۔ دنیا میں رسوائی نہ ہونے میں تو کوئی اشکال نہیں لیکن آخرت میں تعذیب نہ ہونے پر یہ اشکال ہے کہ قتل واخذ مال غیر حقوق العباد ہیں ان کو حق سبحانہ بطور خود معاف نہیں فرماتے پھر آخرت میں تعذیب کیوں نہ ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گوحق سبحانہ خود معاف نہیں فرماتے۔ لیکن اگر وہ چاہیں تو خود مدعی سے معاف کرا سکتے ہیں پس تعذیب منتفی ہو گئی اور اس کے طاعت ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ اس گناہ کے سبب بجائے استحقاق عقوبت کے مستحق اجر ہوتا گو وہ گناہ خود سبب استحقاق اجر نہ ہوتا۔ بلکہ سبب استحقاق فی الحقیقت استغفار ہوتا جو کہ ایک عبادت ہے لیکن اس طاعت استغفار کا سبب چونکہ وہ گناہ ہی تھا اس لئے مجازاً اسی کو طاعت کہہ دیا گیا اور استحقاق اجر کو اسی کی طرف نسبت کر دیا گیا۔ فلیتنبہ لہ)

شرح شبیری

لوگوں کا اس درخت کی طرف باہر جانا

چوں بروں رفتند سوئے آں درخت	گفت دستش راز پس بندید سخت
جب لوگ اس درخت کی جانب باہر نکل گئے	فرمایا اس کے ہاتھ پیچھے کو مضبوط باندھ دو

یعنی جب اس درخت کی طرف باہر کو چلے تو داؤد نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھوں کو پیچھے مضبوط باندھ دو (یعنی مشکیں کس لو)

تا گناہ و جرم او پیدا کنم	تا لوائے عدل بر صحرا زنم
تاکہ میں اس کا گناہ اور جرم ظاہر کردوں	تاکہ انصاف کا جھنڈا جنگل میں گاڑ دوں

یعنی تاکہ میں اس کے گناہ اور جرم کو ظاہر کروں اور تاکہ عدل کا جھنڈا صحرا پر لگا دوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت اے سگ جد ایں را کشتۂ	تو غلامے خواجہ زیں رو گشتۂ
فرمایا اے کتے! تونے اس کے دادا کو قتل کیا ہے	تو غلام ہے اس طور پر تو آقا بن (بیٹھا) ہے

یعنی واؤدؑ نے فرمایا کہ اے کتے تو نے اس کے جد کو مارا ہے تو غلام ہے خواجہ امن (قتل کی وجہ) سے ہو گیا ہے۔ جد مجازاً کہدیا ورنہ مقتول اس شخص مدعا علیہ کا باپ تھا۔ مطلب یہ کہ آپ نے فرمایا کہ ارے کتے تو اس کے باپ کو مار کر خود خواجہ بن بیٹھا ہے ورنہ اصل میں غلام ہے۔

خواجہ را کشتی و بردی حال او	کرد یزداں آشکارا حال او
تو نے آقا کو قتل کیا اور اس کا مال اڑا لیا	خدا نے اس کا حال ظاہر فرما دیا

یعنی تو نے آقا کو قتل کیا ہے اور اس کا مال تو لے گیا ہے تو خدائے تعالیٰ نے اس کا حال ظاہر کر دیا ہے۔

آں زنت او را کنیزک بودہ است	باہمیں خواجہ جفا بنمودہ است
وہ تیری بیویٔ اس کی لونڈی تھی	اس آقا پر اس نے (بھی) ظلم کیا ہے

یعنی وہ تیری بیوی اس کی باندی تھی اس نے اس خواجہ کے ساتھ جفا کی ہے۔

ہرچہ او زائیدہ مادہ یا کہ نر	ملک وارث باشد آنہا سر بسر
جو اس سے پیدا ہواؑ مادہ ہو یا نر	وہ سب کا سب وارث کی ملک ہو گا

یعنی جو کچھ کہ اس عورت نے لڑکا یا لڑکی جنا ہے تو وہ سب اس وارث کی ملک ہیں سر بسر۔

تو غلامے کسب و کارت ملک اوست	شرع جستی شرع بستان نکوست
تو غلام ہے تیری کمائی اور کار (وبار) اس کی ملک ہے	تو نے شرعی فیصلہ چاہا شرعی فیصلہ لے جا بہت اچھا ہے

یعنی تو غلام ہے اور تیرا سارا کسب اور تمام کام اس کی ملک ہیں۔ تو شرع کو ڈھونڈھتا تھا شرع لے۔ جا خوب اچھی ہے۔ یعنی تو فیصلہ شرع کا چاہتا تھا لے یہ فیصلہ شریعت کا ہے۔

خواجہ را کشتی باستم زار زار	ہم بر اینجا خواجہ گویاں زینہار
تو نے بڑے بڑے ظلم سے آقا کو قتل کیا	اسی جگہ آقا "الامان" کہتا تھا

یعنی تو نے آقا کو ظلم سے زار زار کر کے اسی جگہ مارا ہے اور خواجہ کہہ رہا تھا کہ ارے جانے دے۔

کارد از اشتاب کردی زیر خاک	از خیالے کہ بدیدی سہمناک
تو نے جلدی سے چھری زمین میں گاڑ دی	اس تصور کی وجہ سے جو تجھے خوفناک نظر آیا

یعنی چھری کو جلدی سے تو نے ایک خیال کی وجہ سے جس کو تو نے خوفناک سمجھا تھا زیر خاک کر دیا ہے یعنی

www.besturdubooks.wordpress.com

اس خیال سے کہیں خون آلود چھری کوئی دیکھ نہ لے اس کو بھی زیر خاک دفن کر دیا ہے۔

تک سرش با کارد در زیر زمیں	باز کاوید ایں زمیں را ہمچنیں
یہ اس کا سر مع چھری کے زمین میں ہے	پھر اسی طرح اس زمین کو کھودو

یعنی یہ اس کا سر مع چھری کے زیر زمین ہے (اے لوگو) تم اس زمین کو اس طرح کھودو

نام ایں سگ ہم نوشتہ کارد بر	کرد با خواجہ چنیں مکر و ضرر
چھری پر اس کتے کا نام بھی لکھا ہوا ہے	اس نے آقا کے ساتھ ایسی مکاری اور ضرر رسانی کی ہے

یعنی اس کتے کا نام چھری پر لکھا ہوا ہے اس (نمک حرام) نے آقا کے ساتھ ایسا مکر اور ضرر کیا ہے۔

ہمچنیں کردند چوں بشگافتند	در زمیں آں کارد با سر یافتند
انہوں نے ایسا ہی کیا جب انہوں نے کھودا	زمین میں چھری ...... مع سر کے پالی

یعنی لوگوں نے اسی طرح کیا اور جب زمین کو کھولا تو زمین میں اس چھری کو مع سر کے پایا۔

ولولہ افتاد در خلق آں زماں	ہر یکے زنار ببرید از میاں
اس وقت لوگوں میں شور مچ گیا	ہر ایک نے کمر سے جنیو کاٹ ڈالا

یعنی اسی وقت لوگوں میں ایک شور پڑ گیا اور ہر ایک نے کمر سے زنار توڑ دی۔ یعنی چونکہ پہلے ان لوگوں نے حضرت داؤد علیہ السلام پر اعتراض کیا تھا اور نبی پر اعتراض کفر ہے تو اب بعد اظہار قصہ کے ان سب نے اس کفر سے توبہ کی اور اس کو زنار توڑنے سے تعبیر فرمایا ہے اسی کو خود فرماتے ہیں کہ۔

جملہ از داؤد گشتہ عذر خواہ	زانکہ بدظن گشتہ بودند و تباہ
سب (حضرت) داؤدؑ سے معذرت چاہنے والے بن گئے	اس لئے کہ وہ بدگمان اور تباہ ہو گئے تھے

یعنی سب کے سب داؤد سے عذر خواہ ہوئے۔ اس لئے کہ سب بدظن اور تباہ ہو چکے تھے۔ یعنی چونکہ اس اعتراض کی وجہ سے بدظن اور تباہ ہو رہے تھے اس لئے سب نے معافی مانگی۔

داؤد علیہ السلام کا خونی سے قصاص لینے کا حکم کرنا بعد الزام حجت کے اس پر

بعد ازاں گفتش بیا اے دادخواہ	داد خود بستاں تو از ایں روسیاہ
اس کے بعد انہوں نے اس (گائے ذبح کرنے والے) سے کہا فریادی! آ	اس روسیاہ سے، اپنا بدلہ لے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بعد اس کے اس (دعا کنندہ) سے فرمایا کہ اے داد خواہ تو اس روسیاہ سے اپنی داد لے (پہلے صاحب گاو مدعی تھا اور اب کشندہ گاو مدعی ہے لہٰذا اس کو داد خواہ کہہ دیا۔ یعنی فرمایا کہ اب تو اس سے اپنا بدلہ لے)

ہم بداں تیغش بفرمود او قصاص	کے کند مکرش ز علم حق خلاص
اس کی اسی تلوار سے انہوں نے قصاص لینے کا حکم فرمایا	اس کا مکر اللہ (تعالیٰ) کے علم سے کب بچا سکتا ہے؟

یعنی اسی تلوار سے اس کو قصاص لینے کو فرمایا اور علم حق سے اس کا مکر کب چھوٹ سکتا ہے۔

حلم حق گرچہ مواساہا کند	چونکہ از حد بگزرد رسوا کند
اللہ (تعالیٰ) کی بردباری اگرچہ بہت غمخواری کرتی ہے	جب (معاملہ) حد سے گزر جاتا ہے تو وہ رسوا کر دیتی ہے

یعنی حلم حق اگرچہ بہت مواسات کرتا ہے (مگر) جبکہ تم حد سے گزر جاؤ تو رسوا کر دیتا ہے۔ (دیکھو اس کی بات کو حق تعالیٰ نے کتنی مدت تک چھپایا مگر اب جو یہ اس قدر حد سے بڑھا تو آخر رسوا کر دیا) نعوذ باللہ منہ اللھم استر عیوبنا واغفرلنا وارحمنا انت مولٰنا) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

خوں نخسپد در فتد در ہر دلے	میل جست وجوئے وکشف مشکلے
خون نہیں سوتا، ہر دل میں پیدا ہوتی ہے	جستجو کی خواہش اور مشکل کا کھولنا

یعنی خون سوتا نہیں ہے اور ہر دل میں جستجو اور کشف مشکل کا میلان پڑتا ہے۔

اقتضائے داوری رب دیں	سر برآرد از ضمیر آن و ایں
بدلے کے رب کے انصاف کا تقاضہ	اس اور اس کے دل میں سر ابھارتا ہے

یعنی رب العالمین کی داوری کا اقتضا اس کے اور اس کے دلوں سے سر نکالتا ہے (اس طرح کہ کہتے ہیں کہ)

کاں فلاں چوں شد چہ شد حالش چہ گشت	ہمچنانکہ جوشد از گلزار کشت
کہ فلاں کا کیا ہوا، کیسے ہوا، اس کی کیا حالت ہوئی؟	اس طرح جیسے گلزار سے بویا ہوا جوش مارتا ہے

یعنی کہ وہ فلاں کیونکر ہوا کیا ہوا اور حال اس کا کیا ہوا۔ اس طرح کہ جیسے گلزار میں سے کھیتی جوش مارتی ہے۔

مطلب یہ کہ جب خون ہوتا ہے تو لوگ جوش میں ہوتے ہیں اور ہر ایک شخص اسی جستجو میں خود بخود لگ جاتا ہے۔

جوشش خوں باشد آن واجستہا	خارش ولہاؤ بحث ماجرا
خون کا جوش ہوتی ہیں وہ جستجو میں	دلوں کی خارش اور بحث اور معاملہ

یعنی یہ جو جستجو میں جوش خون کی وجہ سے ہوتی ہیں اور خارش قلوب اور بحث و ماجرا ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ خون جوش مارتا ہے تو دلوں میں ایک خارش پیدا ہو جاتی ہے اور سب تلاش میں لگ جاتے ہیں اور یہ بات آج کل

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی ہے مشہور ہے کہ خون سر چڑھ کر بولتا ہے۔ اللھم احفظنا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ پیدا گشت سرکار او	معجزہ داؤدؑ شد فاش و دو تو
جب اس کے کارنامہ کا راز ظاہر ہو گیا	(حضرت) داؤدؑ کا معجزہ مشہور اور مضبوط ہو گیا

یعنی جب کہ اس کا بھید ظاہر ہو گیا تو داؤد علیہ السلام کا معجزہ ظاہر ہو گیا اور دوہرا ہو گیا مطلب یہ کہ جس طرح انہوں نے بتایا تھا جب اسی طرح نکلا تو سب کو آپ کا معجزہ معلوم ہو گیا اور فہرست معجزات میں ایک زیادتی ہو گئی۔

خلق جملہ سر برہنہ آمدند	سر بسجدہ بر زمینہا مے زدند
تمام لوگ ننگے سر آئے	سر کو سجدے میں زمینوں پر رکھتے تھے

یعنی سارے سر برہنہ آئے اور سر سجدہ میں زمین پر مارتے تھے (اور کہتے تھے کہ)

ماہمہ کوران اصلی بودہ ایم	وانچہ مے فرمودہٗ نشنودہ ایم
ہم سب اصلی اندھے تھے	اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہم نے نہ سنا

یعنی ہم سارے اصلی اندھے تھے اور آپ جو فرماتے تھے ہم اس کو نہ سنتے تھے۔

لیک معذوریم چوں بے دیدہ ایم	وز تو ما صدگوں عجائب دیدہ ایم
ہم نے آپ سے سینکڑوں قسم کے عجائب دیکھے ہیں	لیکن ہم معذور ہیں چونکہ بغیر آنکھوں کے ہیں

یعنی ہم نے تو آپ سے سینکڑوں قسم کے عجائبات دیکھے ہیں لیکن جب ہم اندھے ہیں تو معذور ہیں مطلب یہ کہ ہم نے آپ سے بہت سے عجائبات دیکھے ہیں۔ مگر کیا کریں بصیرت تو حاصل نہیں ہے لہٰذا ہم معذور ہیں کہ اس میں بھی یہی نہ سمجھا کہ آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا۔ اور یہ سمجھ کر چپ نہ رہے آگے ان عجائبات میں سے کچھ بیان کرتے ہیں کہ۔

سنگ باتو در سخن آمد شہیر	کز برائے غزو جالوتم بگیر
پتھر نے آپ سے بات کی (یہ) مشہور ہے	کہ مجھے طالوت سے جہاد کرنے کے لئے لے لیجئے

یعنی پتھر آپ سے باتوں میں آیا۔ مشہور ہے کہ (اس نے کہا کہ) مجھے جالوت کی لڑائی کے واسطے لے لو (اہل سیر نے لکھا ہے کہ جب داؤدؑ طالوت کے ساتھ جالوت سے لڑنے کو چلے ہیں تو ایک پتھر نے کہا تھا کہ اے داؤد مجھے لے لو میرے ذریعہ سے تم جالوت کو قتل کروگے تو ایسا ہی ہوا)

تو بسہ سنگ و فلاخن آمدے	صد ہزاراں خصم را برہم زدے
آپ تین پتھر اور گوپھن لے کر آئے	لاکھوں انسانوں کو تباہ کر دیا

یعنی آپ (جنگ جالوت میں) تین پتھر اور گوپھیہ کے ساتھ آئے تھے اور لاکھو دشمنوں کو درہم برہم کر

www.besturdubooks.wordpress.com

دیا تھا (اس طرح کہ)

سنگہایت صد ہزاراں پارہ شد	ہر یکے مر خصم را خونخوارہ شد
آپ کے (تین) پتھر لاکھوں ٹکڑے بن گئے	ہر ایک دشمن کے لئے خونخوار ہو گیا

یعنی آپ کے پتھر لاکھوں ٹکڑے ہوئے اور ہر ایک دشمن کے لئے خونخوار ہو گیا۔ یعنی ہر ایک پتھر کے بہت سے ٹکڑے ہوتے تھے اور جس کے وہ ٹکڑا لگتا تھا وہ اس کو مار دیتا تھا۔

آہن اندر دست تو چوں موم شد	چوں زرہ سازی ترا معلوم شد
آپ کے ہاتھ میں لوہا موم جیسا ہو گیا	جب آپ زرہ بنانا جان گئے

یعنی لوہا آپ کے ہاتھ میں موم ہو گیا جب کہ آپ کو زرہ سازی معلوم ہوئی (یہ تو بہت ہی مشہور ہے)

کوہہا با تو رسائل شد شکور	باتو میخوانند چوں مقرے زبور
پہاڑ شکر گزاری میں آپ کے ہم آواز ہو گئے	آپ کے ساتھ (مگر) قاری کی طرح زبور پڑھتے ہیں

یعنی پہاڑ آپ کے ساتھ ہم آواز ہوئے درآنحالیکہ شکر کرنے والے تھے اور وہ آپ کے ساتھ قاری کی طرح زبور پڑھتے تھے۔

صد ہزاراں چشم دل بکشادہ شد	از دم تو غیب را آمادہ شد
دلوں کی لاکھوں آنکھیں کھل گئیں	آپ کے ارشاد سے غیب پر آمادہ ہو گئیں

یعنی لاکھوں چشم دل آپ کے دم سے کھل گئیں۔ اور غیب کے لئے آمادہ ہو گئیں۔

واں قوی تر از ہمہ کہ دائم است	زندگی بخشی کہ سرمد قائم است
اور وہ سب سے زیادہ قوی جو دائمی ہے	آپ وہ زندگی بخشتے ہیں کہ جو ابد تک قائم ہے

یعنی وہ معجزہ جو کہ سب سے قوی ہے اور دائم ہے حیات (روحانی) کا بخشنا ہے کہ (یہ معجزہ) ہمیشہ کے لئے قائم ہے مطلب یہ کہ اور سب معجزات تو آپ کے ہیں ہی مگر آپ سے جو حیات روحانی میسر ہوتی ہے یہ ایسا معجزہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے قائم ہیں۔

جان جملہ معجزات اینست خود	کو بہ بخشد مردہ را جان ابد
یہ خود تمام معجزوں کی جان ہے	کہ وہ مردے کو ابدی جان بخشتا ہے

یعنی تمام معجزات کی روح ہے کہ مردہ کو جان ابدی بخشتا ہے۔ مطلب یہ کہ جو روحانی مردے ہیں ان کو حیات ابدی اور حیات روحانی بخشتا ہے تو یہ معجزہ بھی تمام معجزات کی روح اور اصل ہے اب آگے مولانا قصہ کے

www.besturdubooks.wordpress.com

نتیجہ اور انجام کے طور پر فرماتے ہیں کہ۔

کشتہ شد ظالم جہانے زندہ شد	ہر یکے از نو خدارا بندہ شد
ظالم قتل کیا گیا ایک عالم زندہ ہو گیا	ہر ایک از سر نو خدا کا بندہ بن گیا

یعنی ظالم مارا گیا اور ایک جہان زندہ ہو گیا اور ہر شخص از سر نو خدا کا بندہ ہوا۔ (اس لئے کہ اس کے معاملہ میں سب نے نبی پر اعتراض کیا تھا تو سب قریب بہ کفر پہنچ گئے تھے۔ اب جب کہ یہ مارا گیا تو سب کو حقیقت حال معلوم ہو گئی اور سب گویا کہ از سر نو مسلمان ہوئے) آگے مولانا اس قصہ کو مقصود پر منطبق فرماویں گے۔ جس کو ان شاء اللہ ربع ثالث میں بیان کیا جاوے گا۔

الحمد للہ ربع ثانی دفتر سوم کلید مثنوی بتاریخ ۸ رجب ۱۳۳۲ھ ختم ہوا۔ اس کے آگے ان شاء اللہ ربع ثالث آتا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ احسانہ

شرح حبیبی

جب باہر نکل کر درخت کے پاس پہنچے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کی مشکیں کس لو تا کہ میں اس کا جرم اور گناہ ظاہر کروں اور تا کہ انصاف کا جھنڈا صحرا میں قائم کروں۔ یعنی انصاف کو عالم آشکار کروں۔ یہ حکم دے کر آپ مدعی کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ او نالائق تو نے اس مدعا علیہ کے دادا کو مارا ہے اور تو حقیقت میں غلام ہے اور اس ذریعہ سے تو سردار بن گیا ہے تو آقا کو مار کر اس کا مال لے اڑا ہے۔ اب حق سبحانہ نے تیرا حال ظاہر کر دیا اور وہ جو تیری بیوی ہے وہ اس کی لونڈی ہے اس نے بھی اس آقا پر زیادتی کی ہے لہذا جو کچھ نر و مادہ بچے اس سے پیدا ہوئے ہیں وہ اس آقائے مقتول کے وارث کی ملک ہیں اور چونکہ تو غلام ہے اس لئے جو کچھ تو نے کمایا ہے سب اسی کی ملک ہے تو نے شرعی فیصلہ چاہا تھا بہت بہتر ہے لے یہ شرعی فیصلہ ہے تو نے اپنے آقا کو اسی جگہ ظلماً مارا ہے حالانکہ وہ تجھ سے کہتا تھا کہ ارے مجھے مت مار مجھے چھوڑ دے چونکہ تو قتل کر کے ڈرا اور تیرے متخیلہ نے کوئی صورت تیرے پیش نظر کر دی اس لئے فوراً تو نے خنجر کو زمین میں دفن کر دیا دیکھ زمین میں وہ سر چھری سمیت موجود ہے اچھا لوگو اس زمین کو کھودو اور دیکھو کہ اس چھری پر اس پاجی کا نام بھی لکھا ہوا ہے دیکھو اس پاجی نے اپنے آقا کے ساتھ یہ فریب کیا اور اس کو اس قدر ضرر پہنچایا۔ لوگوں نے حکم کی تعمیل کی اور اس زمین کو کھودا تو اس میں سے سر اور چھری دونوں برآمد ہوئے۔ یہ دیکھ کر لوگوں میں ایک شور مچ گیا اور سب نے اپنی اپنی کمر سے زنار توڑ ڈالے یعنی سب نے حضرت داؤد علیہ السلام سے معذرت کی کیونکہ وہ ان سے بدظن ہو کر اپنی عاقبت خراب کر چکے تھے اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے مدعا علیہ سے فرمایا کہ او مظلوم آ اور اس روسیاہ سے اپنا انتقام لے۔ اور فرمایا کہ اسی خنجر سے اس سے قصاص لے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ اپنے فریب سے

www.besturdubooks.wordpress.com

گویا کہ دائرہ علم الہٰی سے نکلنا چاہتا تھا مگر نکل کب سکتا تھا علم حق سبحانہ بہت درگزر کرتا ہے مگر جب کہ آدمی حد سے تجاوز کرتا ہے تو پھر حق سبحانہ اس کو رسوا کر دیتے ہیں خون خاموش نہیں رہتا بلکہ ہر دل میں اس کی تفتیش کی رغبت اور اس عقدہ مشکل کو حل کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے اور عدل خداوندی کا اقتضا لوگوں کے دلوں میں یوں ظہور کرتا ہے کہ وہ سوچتے ہیں کہ فلاں شخص کیا ہوا اور اس کا کیا حال ہوا۔ یہ خیالات ان کے دل میں یوں ہی پیدا ہوتے ہیں کہ جس طرح باغ میں کھیتی اور یہ تمام تفتیش اور دلوں کی کھٹک اور پوچھ گچھ سب خون کا جوش ہوتی ہیں غرضکہ جبکہ اس قصہ کا راز ظاہر ہوا تو حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ ظاہر اور عظیم ہوگیا۔ سب لوگ ننگے سر آئے اور زمین پر سربسجود ہوئے اس کے بعد کہا کہ ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ہم اصلی اندھے تھے اور جو کچھ آپ نے فرمایا اس کو ہم نے بگوش قبول نہ سنا اور ہم نے آپ کے سینکڑوں طرح کے عجائبات دیکھے لیکن چونکہ ہم اندھے ہیں اس لئے معذور ہیں آپ معاف فرمائیں ہم جانتے ہیں کھلم کھلا آپ سے پتھر نے گفتگو کی اور کہا کہ آپ طالوت کی مصاحبت میں جنگ کریں گے اس جنگ کے لئے آپ مجھے لے لیجئے۔ نیز آپ تین پتھر اور ایک گوپیا لے کر جنگ میں شریک ہوئے اور لاکھوں دشمنوں کو انہیں پتھروں سے فی النار کر دیا۔ آپ کے پتھروں کے بہت سے ٹکڑے ہوتے تھے اور ایک ٹکڑا دشمن کو ہلاک کرتا تھا۔ نیز جبکہ آپ کو صنعت زرہ بافی معلوم ہوئی تو آپ کے ہاتھ میں لوہا موم کی طرح نرم ہونے لگا نیز پہاڑ شاکر ہو کر آپ کے ہم آواز ہوئے۔ اور آپ کے ساتھ ساتھ قاریوں کی طرح زبور پڑھتے ہیں نیز لاکھوں باطنی آنکھیں کھل گئیں اور آپ کے وعظ سے غیب بینی پر آمادہ ہوگئیں اور سب سے بڑھ کر جو کہ ہمیشہ رہنے والی ہے یہ بات ہے کہ آپ وہ حیات عطا فرماتے ہیں جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے اور سب معجزات کی جان آپ کا یہ معجزہ ہے کہ آب حیات ابدی عطا کرتے ہیں الحمد للہ کہ ظالم مرگیا اور اس کے سبب دنیا زندہ ہوگئی اور ہم میں سے ہر ایک خدا کا بندہ ہوگیا۔ ورنہ اس نے تو ہم سب کو تباہ کر دیا تھا کہ ہم اس کی باتوں میں آ کر آپ پر اعتراض کرنے لگے تھے اور ایمان کھو بیٹھے تھے۔ فقط

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.besturdubooks.wordpress.com

حامداً ومصلیاً ومسلماً

الربع الثالث من کلید مثنوی شرح دفتر ثالث

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرح شبیری

مولانا نے نصف ثانی کے آخیر میں ایک حکایت بیان کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص سالہا سال تک دعاء کیا کرتا تھا کہ اے اللہ بلا محنت و مشقت کے مجھے امیر بنادے لوگ اس کی اس بات پر ہنسا کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک روز دعا کر رہا تھا کہ اس کے گھر میں ایک گائے گھس آئی اس نے اس کو پکڑ کر ذبح کرلیا مالک گائے نے دعویٰ کیا۔ حضرت داؤدؑ کے یہاں دعویٰ پیش ہوا آپ نے اس مدعا علیہ سے فرمایا کہ تم گائے کی قیمت دو اس نے کہا کہ میں نے تو دعا کی تھی وہ مستجاب ہوئی اور خدا نے مجھے گائے دی میں قیمت کیسی دوں۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ دعا کوئی طریقہ ملک نہیں ہے تم کو قیمت دینا ہوگی اس نے اس قدر آہ وزاری کی کہ داؤدؑ کا دل بھر آیا اور ان کو یہ خیال ہوا کہ اس کا لب ولہجہ جھوٹوں کا نہیں ہے۔ تب انہوں نے مقدمہ ملتوی کردیا اور خلوت میں جا کر حق تعالیٰ سے اظہار معاملہ کی دعا کی۔ حق تعالیٰ نے سارا معاملہ منکشف فرمادیا کہ مدعی اس مدعا علیہ کے باپ کا غلام ہے اس مدعی نے مدعا علیہ کے باپ کو قتل کردیا ہے اور مدعا علیہ اس وقت بچہ تھا تو سارا مال بھی یہ مدعی خود دبا بیٹھا ہے اور گائے اسی مال میں سے تھی۔ لہٰذا وہ بھی اس مدعا علیہ ہی کی تھی اور یہ غلام بھی اسی کا ہے اور سارا مال بھی اسی کا ہے۔ دوسرے روز حضرت داؤدؑ نے سارا مال اس شخص کو دلایا اور اس قاتل غلام کو قتل کرایا۔ اس قصہ کے بعد مولانا اس قصہ کو مقصود پر منطبق فرماتے ہیں۔ اول اس کا بھی حاصل سمجھ لو تو پھر آسان ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ نفس انسانی تو اس خونی کی طرح ہے (اس لئے کہ جس طرح اس نے اپنے آقا کو مار کر حرام مال حاصل کیا تھا اسی طرح نفس نے عقل کو مغلوب کر کے شہوات ولذات کو حاصل کیا ہے) جس نے کہ گائے کا دعویٰ کیا تھا اور گائے شہوات ولذات ہیں اور عقل اس مدعا علیہ ذابح گائے کی طرح ہے۔ (اس لئے کہ جس طرح یہ مدعا علیہ حق تعالیٰ سے بے محنت ومشقت کے روزی طلب کیا کرتا تھا اسی طرح عقل بھی حق تعالیٰ سے روزی علوم ومعارف کو بے کسب ومشقت کے طلب کرتی ہے) تو جس طرح اس نے گائے کا دعویٰ کیا تھا اور کہتا تھا کہ اس نے میری گائے کو ذبح کرلیا ہے اسی طرح نفس عقل پر دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے میری لذات وشہوات کو فنا کردیا ہے اور شیخ کامل داؤد کی طرح کہ جس طرح انہوں نے حق دار کو حق دلادیا تھا اسی طرح شیخ کامل نفس کو مغلوب کر کے عقل کو

www.besturdubooks.wordpress.com

غلبہ دلا دیتا ہے۔اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

بیان میں اسکے کہ نفس انسان کا بجائے اس خونی کے ہے جو کہ مدعی گائے کا ہوا تھا اور وہ ذابح گائے عقل ہے اور داؤد حق تعالیٰ ہیں یا شیخ کامل کہ نائب حق ہے کہ اسکی قوت اور مدد سے دشمن کو مار کر بے کسب اور بے حساب روزی کا مالک ہو سکتا ہے

نفس خود راکش جہانرا زندہ کن	خواجہ راکشت است اورا بندہ کن
اپنے نفس کو مار جہان کو زندہ کر	اس نے آقا کو قتل کیا ہے اس کو غلام بنا

یعنی اپنے نفس کو مار اور ایک جہان کو زندہ کر اس نے آقا کو قتل کر دیا ہے اس کو غلام بنالے جہاں سے مراد خود یہ شخص یعنی نفس کو قتل کر کے اپنے کو زندہ کر لے اور جہان اس لئے کہدیا کہ بعض نے کہا ہے کہ چونکہ انسان جامع ہے لہٰذا یہ عالم اصغر ہے تو مطلب یہ ہے کہ اپنے نفس کو مار تو تجھے حیات اصلی میسر ہوگی اس نالائق نے عقل کو مغلوب کر رکھا ہے تم اس کو مغلوب کر کے غلام بنالو۔

مدعی گاؤ نفس تست ہیں	خویشتن را خواجہ کردست ومہیں
خبردار! گائے کا مدعی تیرا نفس ہے	اس نے اپنے آپ کو آقا اور سردار بنایا ہے

یعنی مدعی گائے تیرا نفس ہے کہ اس نے اپنے کو آقا اور بڑا بنا رکھا ہے۔

آن کشندہ گاؤ عقل تست رو	بر کشندہ گاؤ تن منکر مشو
وہ گائے ذبح کرنے والا تیری عقل ہے جا	جسم کی گائے کو ذبح کرنے والے کا منکر نہ بن

یعنی وہ ذابح گائے تمہاری عقل ہے جاؤ اس کشندہ گاؤ تن پر منکر مت ہو۔گاؤ تن سے مراد لذات وشہوات' مطلب یہ کہ عقل نے جو نفس کے لذات وشہوات کو مار لیا ہے تو اس پر انکار مت کرو اس لئے کہ ان کا تو فنا ہونا ہی بہتر ہے۔

عقل اسیرست وہمی خواہد زحق	روزے بے رنج ونعمت پر طبق
عقل (نفس کی) قیدی ہے اور اللہ (تعالیٰ) سے چاہتی ہے	بغیر مشقت روزی اور طباق بھری نعمت

یعنی عقل مطیع (حق) ہے اور وہ حق تعالیٰ سے روزی بے مشقت اور نعمت پر طبق مانگتی ہے۔روزی بے رنج سے مراد علوم ومعارف ہیں۔مطلب یہ ہے کہ عقل حق تعالیٰ سے علوم ومعارف کو طلب کرتی ہے اور دعا کرتی ہے کہ اے اللہ علوم ومعارف عنایت فرما (یہ علوم ومعارف قرب حق کے لئے علت نہیں ہیں ہاں معین ہیں) تو جس

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح کہ وہ شخص روزی بے رنج وتعب کا طالب ہے اسی طرح عقل بھی حق تعالیٰ سے روزی بے رنج وتعب مانگتی ہے۔

روزی بے رنج او موقوف چیست	آنکہ بکشد گاؤ را کاصل بدیست
اس کی بے مشقت روزی کس چیز پر موقوف ہے؟	یہ کہ وہ گائے کو ذبح کر دے کیونکہ وہ برائی کی جڑ ہے

یعنی روزی بے رنج وموقوف کس شے کی ہے اس کی کہ گائے کو مار دے کہ یہی اصل ہے بدی کی (گائے سے مراد لذات وشہوات) مطلب یہ کہ علوم ومعارف کا حصول موقوف ہے لذات وشہوات نفسانیہ کے فنا کرنے پر۔

نفس گوید چوں کشی تو گاو من	زانکہ گاو نفس باشد نقش تن
نفس کہتا ہے تو میری گائے کو کیوں ذبح کرتا ہے؟	کیونکہ جسم کی صورت نفس کی گائے ہے

یعنی نفس کہتا ہے کہ تو نے میری گائے کیوں ماری اس لئے کہ گاو نفس نقش تن ہے مطلب یہ کہ جب لذات نفسانی کو فنا کرو گے تو نفس اس کی غلام کی طرح تم پر گائے کا دعویٰ کرے گا۔

خواجہ زادہ عقل ماندہ بینوا	نفس خونی خواجہ گشت و پیشوا
عقل جو آقا سے پیدا ہوئی بے سروسامان ہو گئی	قاتل نفس آقا اور پیشوا بن گیا

یعنی عقل جو خواجہ زادہ ہے وہ تو بینوا رہی ہوئی ہے اور نفس خونی خواجہ اور پیشوا ہو گیا ہے۔

روزی بے رنج میدانی کہ چیست	قوت ارواح است ارزاق نبی ست
تو جانتا ہے بلا مشقت روزی کیا ہے؟	روحوں کی روزی ہے اور نبی کے عطا (کردہ) رزق ہیں

یعنی روزی بے رنج تم جانتے ہو کہ کیا ہے قوت ارواح اور رزاق نبی کے ہیں۔

لیک موقوف ست بر قربان گاؤ	گنج قتل گاؤ داں اے گنج وکاؤ
لیکن وہ گائے کی قربانی پر موقوف ہے	گائے کے ذبح کرنے کو خزانہ سمجھ اے خزانہ کھودنے والے

یعنی لیکن (اس روزی کا حصول) گائے کی قربانی پر موقوف ہے قتل گائے کو تم خزانہ سمجھو اے کاوش کرنے والے مطلب یہ کہ لذات وشہوات نفسانیہ کو ترک کرو اور ان کو فنا کرو اسی سے تم کو علوم ومعارف کا خزانہ ملے گا۔ آگے فرماتے ہیں۔

دوش چیزے خوردہ ام ورنہ تمام	دادمے در دست فہم تو زمام
میں نے کل کچھ پی لیا ہے ورنہ پوری	باگ تیری سمجھ کے ہاتھ میں دے دیتا

یعنی میں نے کل ایک چیز کھالی ہے ورنہ پورے طور پر میں تمہارے دست فہم میں لگام دیدیتا۔

مطلب یہ کہ میں اس مضمون کو پوری طرح بیان کرتا مگر مجبور اس سے ہوں کہ میں نے ایک چیز کھالی ہے جس سے کہ نفس میں کسل وغیرہ پیدا ہو گیا ہے اور پوری طرح بیان پر قادر نہیں رہا ہوں۔ آگے اس قصہ سے انتقال فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دوش چیزے خوردہ ام افسانہ است	ہر چہ می آید ز پنہاں خانہ است
کل میں نے کوئی چیز پی لی ہے (یہ) کہنے کی بات ہے	(ورنہ) جو چیز آتی ہے وہ عالم غیب سے ہے

یعنی میں نے کل ایک چیز کھالی ہے یہ تو ایک افسانہ ہے (بلکہ) جو کچھ آتا ہے پوشیدہ گھر سے ہے یعنی میرا بیان سے عجز بھی خدا کی طرف سے ہے باقی یہ چیز کا کھالینا تو ایک ظاہری بہانہ ہے اب کوئی کہتا ہے کہ پھر تم نے اسباب پر کیوں نظر کی اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

چشم بر اسباب از چہ دوختم	کہ ز خوش چشماں کرشم آموختم
میں نے اسباب پر نظر کیوں جمائی؟	اس لئے اچھی آنکھوں والوں سے میں نے ادا سیکھ لی ہے

یعنی آنکھ کو اسباب پر میں نے کیوں ہی لیا اس لئے کہ خوش چشموں سے میں نے کرشمہ سیکھا ہے (خوش چشم سے مراد انبیاء ہیں)۔ مطلب یہ کہ میں نے اسباب پر نظر کرنے کو انبیاء علیہم السلام سے سیکھا ہے کہ باوجودیکہ ان کے معجزات بلا اسباب ظاہری کے پیدا ہوتے تھے مگر پھر بھی وہ اسباب ہی پر نظر رکھتے تھے اور اصل فاعل خدا ہی کو سمجھتے تھے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

ہست بر اسباب اسباب دگر	در سبب منگر دراں افگن نظر
اسباب (دنیوی) سے اوپر دوسرے اسباب ہیں	(دنیوی) اسباب کو نہ دیکھ ان پر نظر ڈال

یعنی ان اسباب پر اور دوسرے اسباب ہیں تو تم سبب میں مت دیکھو اس سبب السبب میں نظر ڈالو یعنی اس سبب کو جس نے ان اسباب کو بنایا ہے دیکھو۔

انبیاء در قطع اسباب آمدند	معجزات خویش بر کیواں زدند
انبیاء قطع اسباب میں ہیں	انہوں نے اپنے معجزے زحل پر قائم کئے ہیں

یعنی انبیاء علیہم السلام اسباب کے قطع کرنے کے لئے آئے اور اپنے معجزات کو انہوں نے کیوان پر لگایا یعنی بہت بڑے بڑے معجزے ان اسباب ظاہری کے بغیر انہوں نے ظاہر کئے۔

بے سبب مر بحر را بشگافتند	بے زراعت چاش گندم یافتند
انہوں نے بلا سبب (ظاہری) کے دریا کو پھاڑا ہے	انہوں نے بغیر کھیتی کے گیہوں کا ڈھیر پایا ہے

یعنی بے سبب کے انہوں نے دریا کو چیر دیا اور بے زراعت کے گندم کا خرمن پالیا۔

ریگہا ہم آرد شد از سعی شاں	پشم بز ابریشم آمد کشکشاں
ان کی کوشش سے ریتے آٹا بنے ہیں	بکری کی اون کھچے دار ریشم بنی ہے

یعنی ریتے ان کی سعی کی وجہ سے آٹے ہو گئے اور بکری کی اون کھینچتی ہوئی ابریشم ہو گئی (یہ سب معجزات انبیاء کے ہیں تو دیکھو کہ بے اسباب ظاہری کے یہ سب ظاہر ہوا)

www.besturdubooks.wordpress.com

جملہ قرآن ہست در قطع سبب	عز درویش و ہلاک بو لہب
پورا قرآن (قطع اسباب) پر (ناطق) ہے	درویش کی عزت ' اور ابولہب کی ہلاکت

یعنی تمام قرآن شریف قطع سبب میں ہے۔عزت درویش کی اور ہلاکی بولہب کی یعنی تمام قرآن شریف اس قطع سبب ہی کے اندر ہے کہ اس سے درویش یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو عزت ہوئی کہ آپ کے معجزات وکرامات ظاہر ہوئے اور ابولہب کی خرابی اور ہلاکت کا باعث ہوا ہے اس نے ان کا انکار کیا آگے قطع سبب ہی کی اور مثال ہے کی۔

مرغ با پیل دوسہ سنگ افگند	لشکر زفت حبش را بشکند
پرند ہاتھی پر دو تین کنکریاں گراتا ہے	حبش کے بھاری لشکر کو شکست دے دیتا ہے

یعنی ایک چڑیا ہاتھی پر دو تین کنکریاں مارے اور حبشہ کے لشکر عظیم کو شکست دیدے۔

پیل را سوراخ سوراخ افگند	سنگ مرغے کو ببالا پر زند
ہاتھی کے سوراخ سوراخ کر ڈالتی ہے	پرند کی کنکری جو اوپر کو اڑتا ہے

یعنی ہاتھی کو سوراخ سوراخ کر کے ڈال دے۔کنکر ایسے جانور کا جو اوپر کو پر مارتا ہے۔یعنی دیکھو ایک ذرا سے جانور نے کیسے عظیم الشان لشکر کو شکست دی اور ہاتھیوں کو کس طرح مارا یہ بھی اسباب ظاہر کے برخلاف تھا۔

دم گاؤ کشتہ بر مقتول زن	تاشود زندہ ہماندم در کفن
ذبح شدہ گائے کی دم ' مقتول پر مار	تاکہ وہ اسی وقت کفن میں زندہ ہو جائے

یعنی گائے مذبوح کی دم کو مقتول پر مارد تا کہ وہ اسی وقت کفن میں زندہ ہو جائے۔

حلق ببریدہ جہد از جاے خویش	خون خود جوید زخون پالائے خویش
گلا کٹا ہوا اپنی جگہ سے اٹھ پڑے گا	اپنے خون بہانے والے سے اپنے خون کا مطالبہ کریگا

یعنی مقتول اپنی جگہ سے کودے گا اور اپنے خون کو اپنے خونریز سے ڈھونڈھے گا (تو دیکھو اس طرح ایک مقتول کا زندہ ہونا کونسی عقل کے موافق اور اسباب ظاہری پر منطبق ہے)

ہمچنیں ز آغاز قرآن تا تمام	رفض اسباب است وعلت والسلام
اسی طرح قرآن کے شروع سے آخیر تک	اسباب و علت کا ترک (مذکور) ہے والسلام

یعنی اسی طرح ابتداء قرآن سے ختم تک ترک اسباب وعلت ہے والسلام مطلب یہ کہ جس طرح کہ دو قصے ہم نے یہاں بیان کئے اسی طرح قرآن شریف اس ترک اسباب کے قصوں سے بھرا پڑا ہے تو بس اسباب کو ترک کرنا چاہئے اور مسبب حقیقی پر نظر کرنی چاہئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کشف ایں نز عقل کار افزا شود	بندگی کن تاترا پیدا شود
اس کا کشف کار افزا عقل سے نہیں ہوتا ہے	بندگی کر تاکہ تجھ پر ظاہر ہو جائے

یعنی اس کا کشف عقل کار افزا سے نہ ہوگا بندگی کرتا کہ تم کو ظاہر ہو جاوے یعنی اس کا کشف کہ اسباب محض فضول ہیں اس عقل معاش سے نہ ہوگا بلکہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کرو اس سے حق تعالیٰ منکشف فرما دیتے ہیں۔

بند معقولات آمد فلسفے	شہسوار عقل عقل آمد صفی
فلسفی معقولات کا پابند ہے	منتخب (انسان) عقل کل کا شہسوار ہے

یعنی فلسفی تو مقید معقولات کا ہے اور عقل کی شہسوار عقل صافی ہے۔

عقل عقلت مغز و عقل تست پوست	معدۂ حیوان ہمیشہ پوست جواست
تیری عقل کی عقل مغز ہے، اور تیری عقل چھلکا ہے	حیوان کا معدہ ہمیشہ چھلکے تلاش کرنے والا ہے

یعنی تیری عقل العقل تو مغز ہے اور تیری عقل پوست ہے اور معدۂ حیوانی ہمیشہ پوست ہی کا متلاشی ہے۔ (تو چونکہ تم ابھی حیوانیت ہی میں پھنسے ہوئے ہو لہذا تم بھی پوست کے متلاشی اور اس عقل کے بندے ہو رہے ہو)

مغز جو از پوست دارد صد ملال	مغز نغز آنرا حلال آمد حلال
مغز کا تلاش کرنے والا چھلکے سے نفرت کرتا ہے	اچھا مغز اس کیلئے حلال ہی حلال ہے

یعنی مغز کو تلاش کرو پوست سے تو سو ملال آتے ہیں اور مغز اصل اس کے لئے حلال ہے حلال

چونکہ قشر عقل صد برہاں دہد	عقل کل کے گام بے ایقان نہد
عقل کا چھلکا جبکہ سینکڑوں دلائل پیدا کر دیتا ہے	(تو) کل عقل، بغیر یقین کے کب قدم اٹھائے گی؟

یعنی جبکہ پوست عقل سو برہان دیتی ہے تو عقل کل قدم بے یقین کے کب رکھے گی یعنی جب یہ عقل سو دلائل بیان کرتی ہے تو بھلا عقل کل تو بالکل مشاہدہ اور عین الیقین کرا دے گی لہذا اسی کو حاصل کرو۔

عقل دفتر ہا کند یکسر سیاہ	عقل عقل آفاق دارد پر زماہ
عقل دفتروں کو بالکل سیاہ کر دیتی ہے	کل عقل دنیا کے اطراف کو چاند سے پر کر دیتی ہے

یعنی عقل (معاش) تو ایک طرف سے دفاتر کو سیاہ کر دیتی ہے اور عقل العقل آفاق چاندوں سے پر رکھتی ہے یعنی اس عقل معاش میں تو دفاتر سیاہ ہوتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے خاص کر اس زمانہ میں کہ ایک حکم کی مسل ایک گدھے کا بوجھ اور عقل العقل میں نور ہی نور ہے وہاں یہ خرافات نہیں ہیں تو وہ قابل طلب ہے اس کی یہ حالت ہے کہ

از سیاہی و ز سفیدی فارغ است	نور ماہش بر دل و جان بازغ است
(کلی عقل) سیاہی اور سفیدی سے بے نیاز ہے	اس کے چاند کی چاندنی دل اور جان پر طلوع کرتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی سیاہی اور سفیدی سب سے فارغ ہے اور اس کے چاند کا نور دل و جان پر چمک رہا ہے۔

ایں سیاہ و ایں سفید ار قدر یافت	زاں شب قدرست کاختر وار تافت
اس کالے اور اس سفید نے اگر کوئی مرتبہ پایا ہے	تو اس شب قدر سے (پایا) ہے جو ستارے کی طرح چمکتی ہے

یعنی اس سیاہ اور اس سفید سے اگر قدر پائی تو یہ اسی شب قدر کی وجہ سے ہے جو کہ ستارہ کی طرح چمکی یعنی اس عقل اور اس کے اقبال میں جو نور ہے یہ اسی عقل العقل کا پرتو ہے آگے مثال ہے کہ۔

قیمت ہمیاں و کیسہ از زرست	بے زری ہمیان و کیسہ ابترست
ہمیانی اور تھیلی کی قدر سونے کی وجہ سے ہے	وہ ہمیانی اور تھیلی بغیر سونے کے ناقص ہے

یعنی ہمیانی اور تھیلی کی قیمت روپیہ کی وجہ سے ہے اور بے روپے کے ہمیانی اور کیسہ ابتر ہے مطلب یہ کہ ایک سوت کی تھیلی جو ایک لاکھ روپیہ کی ہو جاتی ہے اس وجہ سے کہ اس کے اندر روپیہ بھرا ہوا ہے ورنہ کوئی پوچھے بھی نہیں اسی طرح اس عقل کی اور اس کے اقبال کی جو کچھ قدر ہے وہ اس عقل العقل کی بدولت ہے ورنہ اس کو پوچھتا ہی کون تھا۔

ہمچنانکہ قدر تن از جاں بود	قدر جان از پرتو جاناں بود
جس طرح کہ جسم کی قدر جان کی وجہ سے ہے	جان کی قدر جاناں کے پرتو کی وجہ سے ہے

یعنی جس طرح کہ بدن کی قدر جان کی وجہ سے ہوتی ہے جان کی قدر جانان کی پرتو کی وجہ سے ہوتی ہے۔

گر بدی جان زندہ بے پرتو کنوں	ہیچ گفتے کافراں را میتوں
اگر بے پرتو کی جان زندہ ہوتی	(تو) بھی وہ (خدا) کافروں کو کہتا کہ وہ مردے ہیں؟

یعنی اگر جان بے پرتو (جانان) کے زندہ ہوتی تو کافروں کو میتون کیوں کہتے یعنی کافروں کو قرآن شریف میں جابجا مردہ جو کہا گیا ہے اس کی یہی وجہ ہے کہ ان پر پرتو جاناں نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ بے پرتو جاناں کے جان اصل میں زندہ ہی نہیں ہے اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ آپ جو یہ مضامین بیان فرماتے ہیں اس سے کیا فائدہ اس لئے کہ کسی اہل کمال کی قدر اور اس کے مضامین کی سماعت اس کے زمانہ میں ہوتی ہی نہیں پھر اس بیان سے کیا فائدہ۔ مولانا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

ہیں بگو کہ ناطقہ جو مے کند	تا بقرنے بعد ما آبے رسد
ہاں کہہ دے کہ (قوت) گویائی نہر کھود رہی ہے	تاکہ ہمارے ایک قرن بعد اس میں پانی آئے

یعنی ہاں کہہ دو کہ ناطقہ ندی کھود رہا ہے تاکہ ہمارے بعد ایک قرن پانی پہنچے مطلب یہ کہ۔

اس وقت ہم صرف الفاظ بیان کئے دیتے ہیں ممکن ہے کہ ہمارے بعد کسی کو اس سے نفع ہو اور اس سے مستفیض ہو تو گویا کہ ندی تو ہم کھودے دیتے ہیں پانی چلانا رہ جاوے گا یہ کوئی دوسرا ہمارے بعد کرلے گا اب کوئی کہتا ہے کہ جب

www.besturdubooks.wordpress.com

بعد والوں کے لئے ہے تو آپ کو کیا ضرورت ہے اس زمانہ والے خود بیان کر دیں گے۔ اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

گرچہ ہر قرنے سخن آرے بود	لیک گفت سالفاں یارے بود
اگرچہ ہر دور میں بات کہنے والا ہو گا	لیکن پہلے لوگوں کا کہا ہوا سہارا ہو گا

یعنی اگرچہ ہر قرن سخن آر ہوتا ہے لیکن پہلوں کا کیا ہوا مددگار ہوتا ہے یعنی پہلے لوگ جو کہہ جاتے ہیں وہ مستند ہوا کرتا ہے تو اگر ہم کہہ جاویں گے تو اور پچھلوں کے لئے اگرچہ وہ بھی سخن آر ہوں یہ سند ہوگا اور اس سے ان کو مدد ملے گی آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

نے کہ ہم توریت وانجیل وزبور	شد گواہ صدق قرآں اے شکور
کیا ایسا نہیں ہے کہ توریت اور انجیل اور زبور بھی	اے شکر گزار! قرآن کی صداقت کے گواہ بنے ہیں

یعنی کیا یہ بات نہیں ہے کہ توریت اور انجیل اور زبور قرآن کے صدق پر گواہ ہوئیں اے شاکر۔ تو بس جس طرح کہ وہ منسوخ کتب بوجہ سابقیت کے گواہ اور مستند ہوئیں اسی طرح ہمارا کلام بھی پچھلوں کے لئے سند ہوگا آگے رجوع ہے اوپر کہا تھا کہ عقل روزی بے رنج وکسب کی طالب ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

روزی بے رنج جوئی و بے حسیب	کز بہشتت آورد جبریل سیب
بے مشقت اور ان گنت روزی طلب کر	تاکہ جبرئیل تیرے لئے بہشت سے سیب لائیں

یعنی روزی بے رنج و بے حساب تلاش کرو کہ بہشت سے تیرے واسطے جبریل سیب لادیں۔ سیب سے مراد شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ مطلب یہ ہے کہ تم روزی بے کسب ورنج کے متلاشی رہو اور وہ علوم ومعارف ہیں تو وہ انشاءاللہ تم کو بے رنج وبے کسب میسر ہو جاوے گی۔ اس لئے کہ جبرئیل علیہ السلام لائے ہیں وہ تم کو میسر ہوگی آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

بلکہ رزقے از خداوند بہشت	بے صداع باغباں بے رنج وکشت
بلکہ بہشت کے مالک کی جانب سے رزق (ملے گا)	باغباں کی دردسری اور کھیتی کی مشقت کے بغیر

یعنی بلکہ خداوند بہشت کی طرف سے ایک رزق (ملے گا) بے باغبان کے محنت اور بے رنج کشت کے یعنی نہ بولنے کی ضرورت نہ باغباں کے کام کی ضرورت۔ حق تعالیٰ بے رنج وتعب روزی عطا فرماویں گے۔

زانکہ نفع نان دراں نان دادِ اوست	بدہدت آں نفع بے توسیط پوست
کیونکہ اس روٹی میں روٹی کا نفع خدا کی دین ہے	تجھے وہ نفع بغیر چھلکے (روٹی) کی وساطت کے دے گا

یعنی اس لئے کہ روٹی کا نفع روٹی میں اسی کی دین ہے تو تجھے وہ نفع بے واسطہ پوست کے عنایت فرماویں گے۔ مطلب یہ کہ روٹی میں جو لذت ہے اور اس کا جو نفع ہے یعنی شکم سیری یہ کس نے اس میں رکھ دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے ہی اس کے اندر اس کو پیدا کر دیا تو اگر حق تعالیٰ نے اسی نفع کو تمہارے لئے بیواسطہ روٹی کے مرتب

www.besturdubooks.wordpress.com

فرمادیں تو کونسا استحالہ لازم آتا ہے۔ تو بس ظاہر ہے کہ وہ روزی بے کشت اور بے محنت باغباں عنایت فرما سکتے ہیں۔

ذوق پنہاں نقش ناں چوں سفرہ است	نان بے سفرہ ولی را بہرہ است
نفع پوشیدہ ہے روٹی کی صورت دستر خوان جیسی ہے	بغیر دستر خوان کی روٹی ولی کا حصہ ہے

یعنی ذوق تو پنہاں ہے اور روٹی کا نقش مثل سفرہ کے ہے اور روٹی بے دستر خواں کے ولی کا حصہ ہے۔
مطلب یہ کہ روٹی میں جو لذت ہے وہ تو پوشیدہ ہے اور روٹی کا جسم اس کے لیے مثل دستر خوان کے ہے تو جبکہ حق تعالیٰ نے اس جسم میں وہ لطف ودیعت فرما دیا تو وہی اس لطف کو بے اس جسم کے بھی عطا فرما سکتے ہیں اور وہی رزق حق اولیاء اللہ کی خوراک ہوتی ہے۔

شرح حبیبی

تفصیل تطبیق یہ ہے کہ تم اپنے نفس کو مار کر ایک عالم کو زندہ کر دو (عالم سے مراد یا تو خود ہی ہو یا تمام مخلوق مراد ہو نفس کشی سے اپنا زندہ ہونا تو ظاہر ہے اور مخلوق کا زندہ ہونا اس لئے ہے کہ عالم میں جو موت اور فساد ہے وہ نفس کے سبب ہے۔ جب وہ مر جائے گا تو عالم زندہ ہو جائے گا رہا یہ شبہ کہ عالم میں جو فساد ہے وہ ایک نفس کا تو نہیں اگر ایک نفس مر گیا تو اور نفس کیونکر مر جائیں گے اس کا جواب یہ ہے کہ مولانا کا مخاطب کوئی خاص شخص نہیں بلکہ ہر فرد ہے جب ہر فرد کا نفس مر جائیگا تو پھر کون سا نفس باقی رہے گا اور اگر انفرادی ملحوظ رکھا جاوے تب بھی جواب ہو سکتا ہے وہ یہ کہ ایک خاص نفس کے مر جانے سے وہ موت مرتفع ہو جائے گی جو اس خاص نفس کے ذریعہ سے دوسروں کو حاصل ہوتی ہے گو مطلق موت مرتفع نہ ہوگی چنانچہ مولانا دفتر دوم میں فرماتے ہیں۔

نفس تست آں مادر بد خاصیت   کہ فساد اوست در ہر نامیت
پس بکش او را کہ بہر آں دنی   ہر زماں قصد عزیزے میکنی

اور تائید اس توجیہ کی مولانا کے اس شعر سے بھی ہو سکتی ہے جو قصہ گاؤ میں فرمایا گیا ہے یعنی

کشتہ شد ظالم جہانے زندہ شد   ہر یکے از ماخدارا بندہ شد

وجہ تائید یہ ہے کہ اس ظالم کے مرنے سے مخلوق کی وہ موت مرتفع ہوئی تھی جو اس کی جہت سے حاصل تھی نہ کہ مطلق موت) اس لئے کہ اس نے اپنی آقا روح کو مارا ہے اور اس کو دوبارہ غلام بنالو۔ یاد رکھو کہ مدعی گاؤ تمہارا نفس ہے جس نے اپنے کو آقا اور سردار بنا رکھا ہے اور گائے کو مارنے والی تمہاری عقل ہے اور عقل حق پر ہے تم عوام کی طرح اس کے فعل پر اعتراض نہ کرنا نیز عقل پابستہ ہے کہ وہ اپنی جد وجہد سے قرب حق سبحانہ اور غذائے روحانی حاصل نہیں کر سکتی اس لئے وہ حق سبحانہ سے چاہتی ہے کہ مجھے بلا معتد بہ مشقت کے روزی اور نعمت سے بھرا ہوا خوان مل جاوے لیکن اس کی روزی اس کو کیوں نہیں ملتی اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک بات پر موقوف ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ بات یہ ہے کہ اول وہ گائے کو مار ڈالے جو کہ اصل شر ہے اس لئے وہ اس گائے کو مارتی ہے نفس اس سے منازعت کرتا ہے کہ تو نے میری گائے کیوں مار ڈالی۔ کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ صاحب نفس کی گائے کونسی ہے جس کو عقل مار سکے تو پھر عقل نفس کی گائے کو کیونکر مارتی ہے جس پر نفس مدعی ہوتا ہے کیونکہ ہم کہیں گے کہ بات یہ ہے کہ نفس کی گائے جسم یعنی شہوات اور لذات ہیں اور عقل سلیم ان کو فنا کرتی ہے اس پر نفس شور مچاتا ہے اور مزاحمت کرتا ہے۔ خیر تو جبکہ نفس نے اپنی آقا و روح کو مار ڈالا تو اس کا بچہ عقل فقیر رہ گیا اور نفس خونی آقا اور سردار بن بیٹھا پس وہ بچہ بے مشقت اپنی روزی حق سبحانہ سے مانگتا ہے تم جانتے ہو کہ وہ بے مشقت روزی کیا ہے جس کو عقل حق سبحانہ سے مانگتی ہے سنو وہ غذائے روح اور اصلی غذا ہے۔ یعنی غذائے معارف وحقائق لیکن چونکہ اس کا حصول موقوف ہے گائے کی قربانی پر کیونکہ یہ خزانہ قتل گاؤ ہی میں مستور ہے اس لئے وہ اس کو مارتی ہے (یاد رکھو کہ یہ عنوان تو خبر کا ہے مگر مقصود طلب گاؤ کشی ہے یعنی تم کو گاؤ تن کو مارنا چاہئے) کیا کہوں کل میں نے ایک مباح شے کھائی تھی اس سے طبیعت میں انشراح نہیں رہا اور مضمون کی آمد بند ہوگئی ورنہ اس مضمون کو تجھے اچھی طرح سمجھا دیتا۔ یہ جو میں نے کہا ہے کہ کل میں نے ایک شے کھائی تھی اس سے ایسا ہوگیا یہ تو صورت ہے ورنہ حقیقت کچھ اور ہی ہے وہ یہ کہ جو کچھ اس عالم میں ظاہر ہوتا ہے وہ سب اثر ہے عالم غیب کا اب تم یہ کہو گے کہ جب تم جانتے ہو تو پھر اصل صورت کے اختیار کرنے کی پھر دفع دخل کی ضرورت ہی کیا تھی پہلے ہی سے کیوں نہ کہہ دیا کہ خدا نے ایسا کر دیا۔ سو میں تم کو اس کی وجہ بھی بتلاتا ہوں کہ میں نے سبب ظاہری پر کیوں نظر کی بات یہ ہے کہ یہ ادا میں نے حسینوں سے اڑائی ہے۔ یعنی انبیاء و اولیاء کاملین کا یہی طریقہ ہے کہ وہ اسباب کو اگر موثر حقیقی نہیں سمجھتے تو ان کو نظر انداز بھی نہیں کرتے۔ بس ان کے متبع کا فرض ہے کہ اسباب کو نظر انداز نہ کرے لیکن ان کو موثر حقیقی بھی نہ سمجھے اور نظر کو ان ہی تک محدود نہ رکھے کیونکہ ان اسباب سے اوپر اور اسباب خفیہ مثل ارادہ حق سبحانہ بھی ہیں لہذا صرف انہی پر نظر کو مقصود نہ کرنا چاہئے بلکہ ان پر بھی نظر رکھنی چاہئے کیونکہ انبیاء اسی بات کی تعلیم کے لئے تشریف لائے تھے کہ اسباب کو موثر حقیقی نہ سمجھا جائے اور انہوں نے اس خیال کو دل سے مٹانے کے لئے اپنی معجزات کو زحل تک رفعت دی چنانچہ بلا سبب ظاہری کے انہوں نے دریا کے دو ٹکڑے کر دیئے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے اور اس لئے گویا کہ انہوں نے صاف ستھرے گیہوں بلا بوئے جوتے حاصل کر لئے۔ نیز ریت ان کی کوشش سے بلا سبب ظاہری کے آٹا ہو گیا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ مشہور ہے اور بھیڑ کی اون ابریشم ہوگئی جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ کی کرامت مشہور ہے۔ نیز تمام قرآن اسباب کے موقوف علیہ ہونے کا قلع قمع کرتا ہے مثلاً ایک مسکین یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلبہ اور ابولہب سے معزز اور دولت مند کی ہلاکی کس سبب ظاہری پر مبنی تھیں اور دیکھو پرندے ہاتھیوں پر کنکریاں پھینکتے ہیں اور حبش کے بڑے بھاری لشکر کو شکست دیتے ہیں اور اس پرندے کی کنکری جو ہوا میں اڑتا ہے ہاتھی کو چھلنی کر ڈالتی ہے۔ علیٰ ہذا حق سبحانہ موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیتے ہیں کہ گائے کی دم مقتول کے اوپر مارو تا کہ وہ فوراً کفن میں زندہ ہو جاوے ایسا کرتے ہی وہ حلق بریدہ اپنی جگہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سے اچھل پڑتا ہے اور اپنے قاتل سے قصاص لینا چاہتا ہے۔ یہ امور کس ظاہری سبب کا نتیجہ ہیں علی ہذا القیاس قران اول سے آخیر تک ترک اسباب وعلل علی الوجہ الخصوص ہے علی وجہ اعتقاد موثر بنہا الحقیقیہ سے پُر ہے۔ الحمد للہ کہ یہ بحث اختیار سبب تو تمام ہوئی اب سنو کہ یہ امور تم پر تمہاری بکھیڑا کرنے والی عقل سے منکشف نہیں ہو سکتے بلکہ اطاعت حق سبحانہ کرو تاکہ اس سے یہ امور تم پر منکشف ہو جائیں معقولات میں تو فلسفی محبوس ہوتا ہے اور عقل العقل پر یعنی اس نور حق پر جو عقل کو بینش بخشا ہے مقبول حق سبحانہ قبضہ کرتا ہے اور اس اختلاف انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ عقل العقل تو مغز اور اصل شے ہے اور عقل اس کا پوست اور صورت ہے اور فلسفی پر چونکہ حیوانیت اور بہیمیت کا غلبہ ہے اس لئے وہ پوست کی طرف راغب ہے کیونکہ معدۂ حیوانی کا خاصہ ہے کہ وہ اجسام کو طلب کرتا ہے جو کہ بمنزلہ پوست کے ہیں اور معانی کی طرف اس کو رغبت نہیں ہوتی جو کہ بمنزلہ مغز کے ہیں اور اہل اللہ پر چونکہ روحانیت کا غلبہ ہے اس لئے وہ طالب معنی ہیں جو کہ مغز ہے اور صورت کی طرف رغبت نہیں کرتے کیونکہ جو شخص طالب مغز ہے اسے پوست سے سخت نفرت ہے اس کے لئے تو وہ اعلیٰ درجہ کا مغز بھی حلال وطیب ہے جب یہ معلوم ہو چکا کہ فلسفے کو تو عقل حاصل ہے اور مقبولین حق سبحانہ کو عقل العقل تو اب سمجھو کہ یہ عقل باوجودیکہ ایک پوست ہے لیکن بایں ہمہ جب کسی مدعا کو مانتی ہے تو اس پر سینکڑوں دلیلیں قائم کرتی ہے جب تسلیم کرتی ہے تو عقل کل یعنی عقل اہل اللہ جو سراسر مغز ہے بے یقین کے کیسے قدم رکھ سکتی ہے کیونکہ یہ عقل تو نہایت ادنیٰ ہے اور وہ نہایت اعلیٰ اس لئے کہ یہ عقل تو اوراق کو سیاہ کرتی ہے اور عقل العقل (یعنی نور حق سبحانہ) عالم کو پرنور کرتی ہے وہ تسوید وتبییض سے فارغ ہے اور اس کو عقل کی طرح تسوید وتبییض کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا چاند تو دل وجان پر چمکتا اور ان کو منور کر کے معدن علوم بناتا ہے اور اس مسودہ وبیضہ یعنی دفاتر علوم کو جو وقعت حاصل ہوئی ہے یہ بھی اسی شب قدر یعنی نور الٰہی کا نتیجہ ہے جو ستاروں کی طرح دل وجان پر چمکی کیونکہ ان میں جس قدر رواقعیت ہے وہ اسی کا فیض ہے اگر وہ نہ ہوتی تو یہ عقل فی نفسہٖ کچھ بھی نہ تھی پس اس عقل کی مثال ایسی ہے جیسے کیسہ وہمیانی اور نور حق کی مثال ایسی ہے جیسے سونا اور ہمیانی اور کیسہ کی قدر سونے ہی سے ہے ورنہ بلا سونے کے ہمیانی وکیسہ کسی کام کے بھی نہیں جب ہر دو عقل کا فرق معلوم ہو گیا تو معلوم ہوا کہ عقل کل کے احکام اور مدرکات نہایت صحیح ہیں پس تم کو حقائق کو اس عقل سے سمجھنے کی کوشش نہ کرنی چاہئے بلکہ عقل کل حاصل کر کے اس سے سمجھنا چاہئے اور عقل ناقص کامل ہوتی ہے عقل العقل یعنی نور حق سبحانہ سے لہٰذا نور حق سبحانہ حاصل کرنا چاہئے نیز اس کا حاصل کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ جس طرح جسم کی قدر جان سے ہے اور جسد بلا روح کوڑی کے کام کا بھی نہیں یوں ہی جان کی قدر پرتو حق سبحانہ سے ہے کیونکہ جس طرح حیات جسم بدوں روح کے متحقق نہیں ہو سکتی یوں ہی حیات روح بدون اس پرتو کے حاصل نہیں ہو سکتی اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر حیات روح بدون پرتو حق سبحانہ کے بھی مستحق ہو سکتی ہے تو کافر بھی زندہ کہلاتے ان کو مردہ کون کہتا۔ حالانکہ قرآن میں ان کو مردہ کہا گیا ہے یہاں تک پہنچ کر مولانا کے دل میں ایک خیال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ کوئی سمجھنے والا تو ہے نہیں یہ گفتگو فضول ہے لہٰذا اس کو ختم کرنا چاہئے اس کے بعد

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کا خود ہی جواب دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ نہیں جی تم ضرور بیان کرو کیونکہ تمہاری قوت ناطقہ ایک نہر کھود رہی ہے تاکہ کسی زمانہ میں اس نہر میں پانی بہے یعنی اہل فہم اس سے منتفع ہوں۔ اب پھر ایک شبہ ہوتا ہے وہ یہ کہ جب اس میں اہل فہم ہوں گے تو وہ یہ ہی باتیں بھی تو کہہ سکتے ہیں پھر بھی اس گفتگو کی ضرورت نہ رہی اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ صحیح ہے کہ ہر زمانہ میں مضامین عالیہ بیان کرنے والے ہوتے ہیں لیکن متقدمین کے مقالات اوران کے مؤید اور مصدق ہو جاتے ہیں۔ تم دیکھ لو کیا انجیل توریت اور زبور قرآن کی مصدق نہ ہوئیں ضرور ہوئیں۔ اور اس سے قرآن کی ایک خاص قوت حاصل ہوگئی۔ ان خیالات کو دفع کر کے پھر مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں اور سلسلہ گفتگو کو شروع کر کے کہتے ہیں کہ جب امور مذکورہ بالا تمہارے ذہن نشین ہو گئے تو اب تم اسی فقیر کی طرح بے مشقت اور بے حساب روزی تلاش کرو اور حق سبحانہ سے علوم و معارف حقیقیہ اور نور و قرب حق سبحانہ طلب کرو تاکہ جبرئیل تمہارے پاس بہشت کے سیب یعنی غذائے روحانی لائیں بلکہ خود مالک بہشت یعنی حق سبحانہ بلا توسط روح القدس وغیرہ کے تم کو غذا پہنچائیں نہ تم کو باغبانی کی دردسری کرنی پڑے اور نہ جوتنے بونے کی زحمت اٹھانی پڑے۔ اور حق سبحانہ کا بلاواسطہ کسی شے کو عطا کرنا کچھ بھی بعید نہیں کیونکہ مثلاً تم کو تو روٹی کے ذریعہ سے نفع پہنچتا ہے مگر روٹی کو نفع کی صفت کس نے بخشی ہے۔ بلاواسطہ حق سبحانہ نے پس جس طرح اس نے بلاواسطہ روٹی کو وہ صفت بخشی ہے یوں ہی وہ نفع بلا توسط پوست نان کے تم کو بھی دے سکتا ہے کیونکہ اس وقت صورت نان بمنزلہ دسترخوان کے ہوئی اور ذوق اس میں روٹی کی طرح پوشیدہ ہوا۔ پس جس طرح روٹی بدون دسترخوان کے مل سکتی ہے یوں ہی ذوق و نفع نان بھی بدوں روٹی کے حاصل ہوسکتا ہے جب یہ ثابت ہوگیا کہ ذوق و نفع نان ظاہری بدوں توسط نان کے حاصل ہوسکتا ہے بس اسی سے سمجھ لو کہ اہل اللہ کو غذائے روحانی یوں ہی بلا توسط دسترخوان یعنی وسائط فیض حاصل ہوتی ہے۔

شرح شبیری

رزق جانی کے بری باسعی چست	جز بعدل شیخ کو داؤد تست
تو روحانی رزق (اپنی) کوشش اور جستجو سے کب حاصل کرسکتا ہے	شیخ کے انصاف کے بغیر جو تیرے لئے (بمنزلہ حضرت) داؤد کے ہے

یعنی رزق روحانی کو پوری سعی سے کب حاصل کر سکتے ہو سوائے عدل شیخ کے کہ وہ داؤد تمہارے ہیں۔
عدل سے مراد تربیت ہے مطلب یہ کہ اس رزق روحانی کو بے تربیت شیخ کے تم کب حاصل کر سکتے ہو۔ جس طرح کہ روزی بے کسب داؤد علیہ السلام کے واسطہ سے اس شخص کو مل گئی اسی طرح شیخ کے ذریعہ سے کہ وہ مثل داؤد کے ہے تم کو روزی علوم و معارف حاصل ہوگی۔

نفس چوں باشیخ بیند گام تو	از بن دنداں شود او رام تو
نفس جب تیرا قدم شیخ کے ساتھ دیکھے گا	تو مجبوراً تیرا فرمانبردار ہو جائے گا

یعنی جبکہ نفس تیرا قدم شیخ کے ساتھ دیکھے گا تو بن دنداں سے وہ تیرا مطیع ہو جاویگا۔ (بن دندان سے مطیع ہونا یعنی پوری طرح تہ دل سے مطیع ہوگا)

صاحب ایں گاؤ رام آنگاہ شود	کز دم داؤدٗ او آگاہ شود
گائے کا مدعی اس وقت فرمانبردار بنا	جب وہ (حضرت) داؤد کے حکم سے واقف ہوگیا

یعنی اس گائے والا اس وقت مطیع ہوگا کہ داؤد علیہ السلام کے دم سے آگاہ ہوگا (گاؤ سے مراد وہی لذات اور صاحب لذات نفس اور داؤد سے مراد شیخ کامل) مطلب یہ کہ نفس اس وقت تمہارا مطیع ہوگا جبکہ وہ شیخ کامل سے آگاہ ہو جاوے گا۔ اور اسے شیخ کامل کی خبر ہو جاوے گی۔ اس وقت وہ مطیع ہوگا۔

عقل گاہے غالب آید در شکار	بر سگ نفست کہ باشد شیخ یار
شکار میں عقل اس وقت غالب آئے گی	تیرے نفس کے کتے پر جبکہ شیخ ساتھی ہو گا

یعنی عقل شکار میں اس وقت تیرے سگ نفس پر غالب آوے گی جبکہ شیخ مددگار ہوگا۔

نفس اژدرہاست باصد زور و فن	روئے شیخ او راز مرد دیدہ کن
نفس سینکڑوں مکر اور فن والا اژدہا ہے	شیخ کا چہرہ اس کے لئے آنکھیں نکال ڈالنے والا زمرد ہے

یعنی نفس ایک اژدہا ہے ساتھ سوز و رفن کے اور روئے شیخ اس کے لئے مثل مرد آنکھ نکالنے والے کے ہے مطلب یہ کہ نفس کو مغلوب کرنے والا اور اس کو اندھا کرنے والا روئے شیخ ہی ہے۔

گر تو خواہی ایمنی از اژدہا	دستش از دامان مکن یکدم رہا
اگر تو اژدہے سے مطمئن ہونا چاہتا ہے	کسی وقت بھی ہاتھ کو اس کے دامن سے جدا نہ کر

یعنی اگر تم اژدہا سے بے خوف رہنا چاہتے ہو تو ہاتھ اس کے دامن سے ایک دم کو الگ مت کرو۔

خاک شو در پیش شیخ باصفا	تاز خاک تو بروید کیمیا
صاحب باطن شیخ کے سامنے خاک بن جا	تاکہ تیری خاک سے کیمیا پیدا ہو

یعنی شیخ باصفا کے آگے خاک ہو جاتا کہ تیری خاک میں سے کیمیا پیدا ہو یعنی تم اس کے آگے خاک ہو جاؤ اور اس کے مطیع ہو جاؤ تو کمالات خود تمہارے اندر سے پیدا ہوں گے۔

گر تو صاحب گاؤ را خواہی زبوں	چوں خراں سیخش کن آنسوئے آفروں
اگر تو گائے کے مدعی کو مغلوب کرنا چاہتا ہے	اے سرکش! اس کو گدھوں کی طرح کھینچ کر اس طرف لے جا

یعنی اگر تو نفس کو مغلوب کرنا چاہتا ہے تو گدھوں کی طرح اس کے سینگ اندر کی طرف سے اکھاڑ دے مطلب یہ کہ جس طرح کہ گدھے کے سینگ ہوتے ہی نہیں اسی طرح تو بھی اس کی جڑ اپنے قلب میں سے اکھاڑ

دے اور شہوات ولذات کو ترک کردے اس کے بعد دیکھ کہ وہ عاجز ہوتا ہے یا نہیں۔

صد زباں در ہر زبانش صد لغت	زرق و دستانش نیاید در صفت
(نفس کے) سوزبانیں ہیں اوراس کی ہرزبان میں سو سو بولیاں ہیں	اس کا مکر اور حیلہ بازی بیان نہیں ہو سکتی ہے

یعنی (اس کے) سوزبان ہیں اوراس کی ہرزبان میں سولغت ہیں اوراس کا مکروفریب تو بیان آنہیں سکتا۔

چوں بہ نزدیک ولی اللہ شود	آن زباں صد گزش کوتہ شود
جب وہ اللہ کے ولی کے نزدیک ہوتا ہے	اس کی سو گز لمبی زبان چھوٹی ہو جاتی ہے

یعنی جبکہ کسی ولی اللہ کے پاس جاتا ہے تو وہ اس کی سوگز کی زبان کوتاہ ہوجاتی ہے مطلب یہ کہ نفس بڑا مکار ہے اوراس کی زبان سوگز کی ہے کہ یہ کسی کے آگے لپٹتا ہی نہیں مگر جب شیخ کامل کے آگے پہنچتا ہے تو چونکہ وہ اس کے تمام مکروں سے واقف ہوتا ہے لہذا اس کے سامنے اس کی کچھ نہیں چلتی۔

مدعی گاؤ نفس آمد فصیح	صد ہزاراں حجت آرد ناصحیح
گائے کا مدعی نفس زبان دراز ہے	غلط قسم کی لاکھوں دلیلیں بیان کرتا ہے

یعنی مدعی گاؤ (جوکہ) نفس (ہے) بہت فصیح ہے اور لاکھوں حجتیں نادرست لاتا ہے۔

شہر را بفریبد الاشاہ را	رہ نتاند زد شہ آگاہ را
شاہ کے علاوہ شہر کو فریب دیتا ہے	باخبر شاہ کی راہ زنی نہیں کر سکتا

یعنی شہر کو فریب دے لیتا ہے مگر شاہ کو شاہ آگاہ کو گمراہ نہیں کرسکتا۔

نفس را تسبیح و مصحف در یمیں	خنجر و شمشیر اندر آستیں
نفس کے داہنے ہاتھ میں تسبیح اور قرآن ہے	آستین کے اندر خنجر اور تلوار ہے

یعنی نفس کے داہنے ہاتھ میں تو تسبیح و مصحف ہے اور آستین میں خنجر و شمشیر ہے مطلب یہ کہ نفس وہ شے ہے کہ یہ ضرر اندرونی پہنچاتا ہے۔ خاہر میں تو بڑا دوست ہے اور باطن میں بس مارآستین ہے۔ اللھم احفظنا

مصحف و سالوس او باور مکن	خویش با او ہمسر و ہمسر مکن
اس کے مکر کے قرآن پر اعتماد نہ کر	اپنے آپ کو اس کا ہمراز اور ہم مرتبہ نہ بنا

یعنی اس کے مصحف و مکر کا تو یقین مت کر اور اپنے کو اس کے ساتھ ہمراز و ہمسر مت بنا ورنہ اگر رازدار ہو گیا تو یاد رہے کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ اس کے مکر کی یہ حالت ہے کہ

سوئے حوضت آورد بہر وضو	واندر اندازد ترا در قعر او
وہ وضو کرانے کے لئے تجھے حوض کی جانب لاتا ہے	اور تجھے اس کے اندر اس کی گہرائی میں پھینک دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وضو کے لئے حوض کی طرف تجھے لاتا ہے اور (پھر) اس کے قعر میں تجھے ڈال دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ ترغیب نیک کام کی دیتا ہے اور وہاں لے جا کر کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

عقل نورانی و نیکو طالب ست	نفس ظلمانی بر وچوں غالب ست
عقل نورانی اور بہترین طلب گار ہے	تاریک نفس اس پر کیوں غالب ہے

یعنی عقل تو نورانی ہے اور اچھی طالب ہے۔ تو نفس ظلمانی اس پر کیونکر غالب ہے' آگے خود بتاتے ہیں کہ۔

زانکہ او در خانہ' عقل تر بروں	گرچہ ملک اوست لیکن شد زبوں
کیونکہ وہ گھر میں ہے تیری عقل باہر ہے	(گھر) اگرچہ اس کی ملک ہے لیکن وہ مغلوب شے ہے(۶-،
زانکہ او در خانہ عقل تو غریب	بر در خود سگ بود شیر مہیب
کیونکہ وہ گھر میں ہے' تیری عقل مسافر ہے	اپنے دروازے پر کتا خوفناک شیر ہوتا ہے

یعنی اس لئے کہ وہ نفس تو گھر میں ہے اور عقل تیری غریب ہے تو اپنے دروازہ پر تو کتا بھی شیر مہیب ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ تم نے نفس کی تو خوب خاطر کی ہے اور اس کو خوب پال رکھا ہے اور بیچاری عقل کو گھر سے باہر کر رکھا ہے تو اپنے گھر تو کتا بھی شیر ہوتا ہے لہذا تیرا نفس اس وجہ سے پھولا ہوا اور عقل پر غالب ہو رہا ہے۔

باش تا شیراں سوئے بیشہ روند	ویں سگاں کور آنجا بگروند
ٹھہر کہ شیر۔ کچھار میں پہنچیں	یہ اندھے کتے وہاں مطیع ہو جائیں گے

یعنی ٹھہر جا یہاں تک کہ شیر بیشہ کی طرف جاویں اور یہ اندھے کتے اس جگہ مطیع ہونگے۔ (شیران سے مراد شیوخ کاملینؒ) مطلب یہ کہ اس نفس کے بیشہ میں شیوخ کاملین کو آنے دو وہ ان کو ان کے گھروں سے نکالیں گے اور ان کو مطیع کریں گے۔ اور عقل کو ان پر غالب کریں گے۔

مکر نفس و تن نداند عام شہر	او نگردد جز بوحی القلب قہر
نفس اور جسم کے مکر کو شہر کے عوام نہیں جانتے	وہ دل کی وحی کے بغیر مغلوب نہیں ہوتا

یعنی مکر نفس و تن کو عوام شہر نہیں جانتے وہ بجز الہام قلبی کے مقہور نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ نفس کے مکروں کو عوام نہیں جانتے ہاں جو شخص ملہم من اللہ ہو وہ اس کے مکروں کو سمجھ سکتا ہے اور اسی سے یہ مطیع ہو سکتا ہے۔

ہر کہ جنس اوست یار او شود	جز مگر داؤدؑ کو شیخت بود
جو اس کا ہم جنس ہے اس کا دوست بن جاتا ہے	مگر سوائے داؤدؑ کے جو تیرا شیخ ہے

یعنی جو کہ اس کی جنس ہے اس کا یار ہو جاتا ہے مگر سوائے داؤدؑ کے کہ وہ تیرا شیخ ہو یعنی سوائے شیوخ کاملین کے اور عوام تو سب اسی کے ساتھ ہو لیتے ہیں اور شیوخ اس لئے بچے رہتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کو مبدل گشت و جنس تن نماند	ہر کرا حق در مقام دل نشاند
جو بدل گیا ہے اور جسم کا ہم جنس نہیں رہا ہے	جس کو اللہ (تعالیٰ) نے دل کی جگہ بٹھایا ہے

یعنی کیونکہ وہ مبدل ہو گیا ہے اور جنس تن نہیں رہا۔ جس کو کہ حق نے مقام دل میں بٹھا دیا مطلب یہ کہ جس کو حق تعالیٰ نے درجہ روحانیت کا عطا فرما دیا وہ اب جنس نفس وتن سے چھوٹ کر جنس روح بن گیا ہے۔ لہٰذا اس کو اس سے ضرر نہیں ہوتا اور وہ اس کے ساتھ ملتا نہیں ہے بلکہ اس کو ہی خود مطیع کر لیتا ہے۔

خلق جملہ علتی انداز کمین	یار علت می شود علت یقین
تمام لوگ اندر سے بیمار ہیں	یقیناً مرض ' مرض کا مددگار ہوتا ہے

یعنی مخلوق سب باطن کی رو سے علتی ہے تو علت تو یقیناً علت ہی کی ہمراہ ہو گی۔ مطلب یہ کہ چونکہ لوگ سب علتی ہیں اور ان کے باطن میں علت موجود ہے لہٰذا ان کا میلان بھی علت ہی کی طرف ہوتا ہے اور وہ اس سے مل جاتے ہیں۔ آگے شیوخ مکارین سے بچاتے ہیں کہ۔

ہر خسے دعوے داؤدی کند	ہر کہ بے تمیز کف دروے زند
ہر کمینہ داؤد ہونے کا دعویٰ کر دیتا ہے	جو بے تمیز ہے اس سے وابستہ ہو جاتا ہے

یعنی ہر کمینہ دعویٰ داؤد ہونے کا کرتا ہے تو جو کہ بے تمیز ہے وہ اس کے اندر ہاتھ مارتا ہے۔ یعنی کمینہ لوگ شیخ بنتے ہیں تو جو جاہل اور بے خبر ہیں وہ ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیدیتے ہیں اور پھنس جاتے ہیں آگے اس پھنسنے کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

چوں ز صیادے شنید آواز طیر	مرغ ابلہ میکند آں سوئے سیر
جب شکاری سے پرند کی بولی سنتا ہے	بیوقوف پرند اس جانب اڑان بھرتا ہے

یعنی جبکہ صیاد سے جانور کی آواز سنتا ہے تو بیوقوف جانور اس طرف کو چلتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب صیاد جانوروں کی بولی بولتا ہے تو جو بیوقوف جانور ہے وہ اپنی ہمجنس کی بولی سمجھ کر ادھر جاتا ہے اور پھنس جاتا ہے اسی طرح جو جھوٹے لوگ دعویٰ مشیخت کا کرتے ہیں جو بیوقوف ہیں وہ ان کے دام میں پھنس جاتے ہیں۔

نقد را از قلب نشناسد غوی است	ہیں ازو بگریز اگرچہ معنوی است
جو کھرے کو کھوٹے سے نہ پہچانے گمراہ ہے	خبردار اس سے گریز کر خواہ وہ نکتہ رس ہو

یعنی جو کھرے کو کھوٹے سے نہ پہچانے وہ غوی ہے ارے اس سے بھاگ اگرچہ (بظاہر) معنوی ہو۔

رستہ و بربستہ پیش او یکیست	گر یقیں دعوےٰ کند او در شکے ست
آزاد اور گرفتار اس کے نزدیک یکساں ہے	اگرچہ یقین کا دعویٰ کرے وہ شک میں (مبتلا)

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی (ہوا و ہوس سے) چھوٹا ہوا اور (ان کا) مقید اس کے آگے سب ایک ہیں (اس لئے کہ اس کو تمیز ہی نہیں) اور اگر وہ یقین کا دعویٰ کرے تو وہ خود شک میں ہے یعنی اسے خود ہی شک ہے تو وہ دعویٰ یقین کا کیا کرے گا۔ اطمینان قلب جس کا نام ہے وہ اس کو حاصل ہے ہی نہیں۔

چونکہ ایں تمیز نبود احمق است	آنچنیں کس گر ذکی مطلق ست
جب اس کو تمیز نہ ہو وہ احمق ہے	ایسا شخص خواہ پورا ذہین ہے

یعنی ایسا شخص اگرچہ (بظاہر) ذکی مطلق ہی ہو جب اس کو یہ تمیز نہیں ہے احمق ہے۔

سوئے او مشتاب اے دانا دلیر	ہیں ازو بگریز چوں آہوز شیر
اے عقلمند بہادر! اس کی جانب نہ جا	خبردار! اس سے ایسا بھاگ جیسے شیر سے ہرن

یعنی ارے اس سے بھاگ جیسے کہ ہرن شیر سے اور اے دانا دلیر اس کی طرف کو دوڑ مت یعنی ایسے شخص کے پاس ہرگز مت جاؤ۔ آگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکایت لاتے ہیں کہ وہ بھاگے جا رہے تھے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت کیوں بھاگ رہے ہیں فرمایا احمقوں سے بھاگ رہا ہوں تو بھلا جب ایسے حضرات کو ضرورت ان سے علیحدگی کی ہوتی ہے تو پھر اوروں کو تو کیوں نہ ہوگی اب حکایت سنئے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اوپر طلب غذائے روحانی کی ترغیب دی تھی اب اس کا طریقہ بتلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بطور خود کوشش کرنے سے وہ غذا نہیں مل سکتی بلکہ جب شیخ جو کہ تیرا داؤد ہے نفس وعقل کے درمیان انصاف کرے گا اور عقل کو غالب اور نفس کو مغلوب کرے گا اس وقت مل سکتی ہے اس لئے کہ نفس خود تجھ سے مغلوب نہیں ہوسکتا۔ بلکہ جب تجھے شیخ کی ہدایتوں پر عمل کرتے دیکھے گا اس وقت وہ عاجز ہوکر تیرا مطیع ہوگا جس طرح کہ وہ گائے والا اس وقت مطیع ہوا جبکہ داؤد علیہ السلام کا فیصلہ قطعی سن لیا۔ یوں ہی عقل بھی تیرے سگ نفس پر اسی وقت غالب ہوسکتی ہے جبکہ شیخ کی اعانت ہو نفس کو ایک چالاک اور ہوشیار اژدھا سمجھو اور شیخ کے چہرہ کو زمرد جو اس کی آنکھیں پھوڑ کر اس کو اندھا کر دیتا ہے بس اگر تو اژدھے کے خطرہ سے بچنا چاہتا ہے تو اس کا دامن ہرگز نہ چھوڑ اور اس کے سامنے خاک ہو جا تا کہ اس خاک سے کیمیاوی بوٹی پیدا ہو کر تجھے کندن کر دے یعنی فیوضات باطنیہ حاصل ہوکر تو انسان کامل بن جائے اور اگر تو گائے والے (نفس) کو مغلوب کرنا چاہتا ہے تو گدھوں کی طرح اس کے اندر لکڑی کرتا کہ وہ پریشان ہوکر مطیع ہو جائے۔ یہ بڑا بدمعاش ہے سو زبانیں رکھتا ہے اور ہر زبان میں سو بولیاں رکھتا ہے۔ غرضکہ اس کے مکر وفریب بیان سے باہر ہیں یہ کسی طرح مغلوب نہیں ہوتا۔ اس کو صرف شیخ کامل ہی مغلوب کرسکتا ہے کیونکہ جب شیخ کامل کے پاس پہنچتا ہے تو اس کی وہ سوگز کی زبان کٹ جاتی ہے اور کچھ

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں و چرا نہیں کرسکتا۔ گو یہ مدعی گاؤ (نفس) نہایت لسان ہے اور سفسطہ آمیز سینکڑوں دلیلیں پیش کرتا ہے مگر اس سے وہ عوام کو دھوکہ دے سکتا ہے لیکن بادشاہ کو دھوکہ نہیں دے سکتا اور رہزنی کر کے اس کو راہ راست سے نہیں بھٹکا سکتا۔ یاد رکھو کہ یہ بڑا چالاک ہے۔ اس کے ہاتھ میں تسبیح و قرآن ہوتے ہیں اور آستین میں خنجر و شمشیر۔ بس تم اس کی مکارانہ قرآن خوانی کا کبھی اعتبار نہ کرنا اور اپنے کو اس کا رازدار اور مصاحب نہ بنانا یہ اتنا چالاک ہے کہ وضو کی ترغیب دیکر تم کو حوض پر لے جاتا ہے اور جا کر ندی میں غوطہ دید یتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ اگر نفس طاعات کی ترغیب بھی دے تب بھی اس کا معتقد نہ ہونا چاہئے بلکہ اس کے مکر سے ہوشیار رہنا چاہئے کیونکہ اس میں بھی اس کی کوئی غرض مخفی ہوتی ہے۔ پس طاعات کو تو اختیار کرنا چاہئے مگر اس فریب میں نہ آنا چاہئے جس کے لئے اس نے وہ ترغیب دی تھی۔ شاید تم یہ سوال کرو کہ صاحب عقل تو ایک نورانی شئے اور طالب حسنات ہے اور نفس ظلمانی و طالب سیئات تو نفس عقل پر کیوں غالب ہوا۔ عقل اس پر غالب کیوں نہ ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ عقل روح کی ایک قوت ہے اور روح مجردات سے ہے اس لئے وہ تن سے اجنبی ہے اور نفس جسمانی ہے اس لئے اپنے گھر میں ہے اور اپنے گھر پر کتا بھی شیر ہوتا ہے۔ اس لئے وہ خانہ تن پر عقل کا تسلط نہیں ہونے دیتا اور اس پر غالب آتا ہے لیکن یاد رہے کہ یہ قبضہ اور تسلط عارضی ہے ذرا اس جنگل میں اصلی شیروں کو آنے دو اور اہل اللہ کی توجہ اس طرف منعطف ہونے دو پھر دیکھنا کہ یہ کتے ان کے آگے پانی بھریں گے اور بجز اطاعت کے ان کو چارہ نہ ہوگا کیونکہ اس کے مکر کو عام لوگ نہیں جانتے اس لئے کوئی اس کو مغلوب نہیں کرسکتا یہ اگر مغلوب ہوتا ہے تو ارباب الہامات ربانیہ ہی سے ہوتا ہے بلکہ اور لوگ تو چونکہ اس کے ہم جنس ہیں اس لئے اس کے معین ہوتے ہیں بجز داؤد کے جس سے ہماری مراد شیخ ہے کہ وہ اس کی بیخ کنی کرتا ہے کیونکہ وہ نائب حق ہے اور جس کو حق سبحانہ اپنی نیابت عطا فرماتے ہیں اس کی قلب ماہیت ہو جاتی ہے اور وہ مجانس نفس و تن نہیں رہتا۔ عوام کے معین نفس ہونے کا راز یہ ہے کہ وہ سب امراض باطنیہ میں مبتلا ہیں اور نفس بھی انہیں امراض میں مبتلا ہے اور یہ یقینی امر ہے کہ ایک بیماری کو دوسری بیماری سے تقویت پہنچتی ہے پس ضرور ہے کہ وہ اس کے معین ہوں۔ یہاں تک تم کو معلوم ہوا کہ غذائے روحانی حاصل کرنے کے لئے داؤد وقت کی ضرورت ہے۔ مگر اس مقام پر ایک یہ بات بتلا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے نااہل داؤد ہونے کے مدعی ہیں بس جو لوگ تمیز نہیں رکھتے وہ ان کو داؤد سمجھ کر ان کا دامن پکڑ لیتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک احمق جانور شکاری سے جانور کی آواز سن کر اس طرف چل دیتا ہے۔ اور جال میں پھنس جاتا ہے یہ لوگ گمراہ ہیں کہ سونے اور ملمع میں تمیز نہیں کرسکتے۔ ایسے لوگوں سے بھاگنا چاہئے خواہ وہ دقیقہ رس ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ یہ اس کو جو پابند دام ہو اور اس کو جو وارستہ از دام ہو دونوں کو یکساں سمجھتے ہیں جبھی تو ایک دھوکہ باز کے پھندے میں پھنس گئے۔ ایسے لوگوں کی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر وہ دعوی کریں کہ ہم کو فلاں بات کا یقین ہے تب بھی وہ شک ہی میں ہیں کیونکہ جب وہ تمیز ہی نہیں رکھتے تو ان کا یقین اس بات کی واقعیت ظاہر نہیں کرسکتا اور واقع میں دونوں امر محتمل ہیں ممکن ہے کہ ایسا ہو جیسا کہ وہ کہتا ہے اور ممکن ہے کہ ایسا نہ ہو اور ایسا شخص اگر نہایت ہی ذہین ہو تب بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

جبکہ وہ اہل کمال اور بہروپیوں میں تمیز نہیں کرسکتا احمق ہی ہے دیکھو ایسے شخص سے اسی طرح بھاگنا جس طرح کہ ہرن شیر سے بھاگتا ہے اور اے سمجھدار شخص تو بیاکانہ اس سے میل نہ کرنا اس سے تم یہ بھی سمجھ سکتے ہو کہ جب یہ دھوکہ کھانے والا اس قدر قابل نفرت ہے تو دھوکہ دینے والا کس قدر قابل نفرت ہوگا لہذا اس کی طرف تو بالا وے رخ نہ کرنا۔ اب ہم ایک واقعہ سناتے ہیں جس سے تم کو معلوم ہوکہ احمق اور بے تمیز لوگ کس درجہ قابل گریز ہیں۔ سنو

شرح شبّیری

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا احمقوں سے پہاڑ پر بھاگنا اور ایک شخص کا ان کے پیچھے جانا اور ان سے سوال کرنا

عیسیٰ مریم بکوہے می گریخت	شیر گوئی خون او میخواست ریخت
(حضرت) عیسیٰ (بن) مریم اک پہاڑ کی طرف بھاگ رہے تھے	گویا شیر ان کا خون بہانا چاہتا ہے

یعنی عیسیٰ مریم علیہما السلام ایک پہاڑ کی طرف (ایسے) بھاگ رہے تھے گویا کہ کوئی شیر ان کا خون ریختہ کرنا چاہتا تھا یعنی ایسے بھاگ رہے تھے کہ جیسے کوئی درندہ آتا ہو اور کوئی شخص اس کے خوف سے بھاگے۔

آں یکے درپے دوید وگفت خیر	در پیت کس نیست چہ گریزی چو طیر
ایک شخص پیچھے دوڑا اور بولا خیریت ہے	آپ کے پیچھے کوئی نہیں ہے پرندکی طرح آپ کیوں دوڑ رہے ہیں؟

یعنی ایک شخص ان کے پیچھے دوڑا اور کہا کہ خیر تو ہے آپ کے پیچھے تو کوئی نہیں ہے آپ پرندہ کی طرح کیوں بھاگ رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ ایسے اڑے ہوئے کیوں جارہے ہو کوئی دشمن وغیرہ بھی تعاقب میں نہیں۔

باشتاب او آنچناں میتافت جفت	کز شتاب خود جواب او نہ گفت
جلدی میں وہ اس طرح چست بھاگ رہے تھے	کہ اپنی جلدی میں اس کو جواب نہ دیا

یعنی جلدی کے ساتھ وہ ایسا تیز بھاگ رہے تھے کہ اپنی جلدی کی وجہ سے اس کو جواب بھی نہ دیا۔

یک دو میداں درپئے عیسیٰ براند	پس بجد جہد عیسیٰ را بخواند
وہ ایک دو میدان (حضرت) عیسیٰ کے پیچھے بھاگا	پھر کوشش سے (حضرت) عیسیٰ کو پکارا

یعنی ایک دو میدان تک تو اس نے عیسیٰ کے پیچھے چلایا پھر جدوجہد سے اس نے عیسیٰ کو پکارا۔

کز پئے مرضات حق یک لحظہ ایست	کہ مرا اندر گریزت مشکلے است
کہ خدا کی خوشنودی کیلئے تھوڑی دیر ٹھہریئے	کیونکہ آپ کے بھاگنے میں میرے لئے مشکل (درپیش) ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی کہ خدا کے واسطے ایک گھڑی کے لئے کھڑے رہئے کہ مجھے آپ کے بھاگنے میں ایک مشکل ہے۔ (وہ یہ کہ)

از کہ ایں سومی گریزی اے کریم	نے پیت شیر و نہ خوف خصم و بیم
اے صاحب کرم! ادھر کو آپ کس سے بھاگ رہے ہیں؟	آپ کے پیچھے نہ شیر ہے نہ دشمن کا ڈر اور خوف

یعنی اے کریم آپ اس طرف کس سے بھاگ رہے ہیں آپ کے پیچھے نہ شیر ہے اور نہ خوف دشمن ہے اور نہ کوئی اور خوف ہے۔

گفت از احمق گریزانم برو	می رہانم خویش را بندم مشو
فرمایا، جا میں بیوقوف سے بھاگ رہا ہوں	میں اپنے آپ کو چھڑا رہا ہوں، مجھے نہ روک

یعنی آپ نے فرمایا کہ میں احمق سے گریزاں ہوں تو جا اور میں اپنے کو (احمق سے) چھڑاتا ہوں تو میری روک مت ہو۔

گفت آخر آں مسیحا نہ توئی	کہ شود کو رو کر از تو مستوی
اس نے کہا آخر آپ وہی مسیحا نہیں ہیں	کہ آپ کے ذریعہ اندھا اور بہرا تندرست ہو جاتا ہے

یعنی اس سائل نے کہا کہ آخر کیا آپ وہی مسیحا نہیں ہیں کہ آپ سے اندھے بہرے سب تندرست ہوتے ہیں مطلب یہ کہ جب آپ ایسے ہیں تو آپ کو احمق کیا گزند پہنچا سکتا ہے۔

گفت آرے گفت آں شہ نیستی	کہ فسوں غیب راما ویستی
انہوں نے فرمایا ہاں! اس نے کہا آپ وہ شاہ نہیں ہیں؟	کہ آپ غیبی منتر کے ماوئ (و ملجا) ہیں

یعنی عیسیٰ نے کہا کہ ہاں (میں وہی مسیحا ہوں) تو اس سائل نے کہا کہ کیا آپ وہ بادشاہ نہیں ہیں جو کہ غیب کی باتوں کے ماویٰ اور ٹھکانہ ہیں۔

چوں بخوانی آن فسوں بر مردۂ	بر جہد چوں شیر صید آوردۂ
آپ جب وہ منتر کسی مردے پر پڑھتے ہیں	وہ (مردہ) شکاری شیر کی طرح کود پڑتا ہے

یعنی جب اس فسوں کو تم کسی مردہ پر پڑھ دو تو وہ شکاری شیر کی طرح کود آئے۔

گفت آرے آن منم گفتا کہ تو	نے زگل مرغان کنی اے خوبرو
انہوں نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں اس نے کہا کہ آپ	اے حسین! کیا مٹی سے پرندے نہیں بنا دیتے ہیں

یعنی عیسیٰ نے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں تو اس نے کہا کہ اے خوبرو کیا آپ وہ نہیں ہیں جو مٹی سے جانور بنا دیتے ہیں۔

بردمی بروی سبک تا جان شود	در ہوا اندر زماں پراں شود
آپ اس میں آہستہ سے پھونک مارتے ہیں تو وہ زندہ ہو جاتا ہے	(اور) فوراً ہی ہوا میں اڑنے لگتا ہے

یعنی اس پر آہستہ سے پھونکتے ہوں یہاں تک کہ وہ جان ہو جاتا ہے اور اسی وقت ہوا میں اڑنے لگتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت آرے گفت پس اے روح پاک	ہر چہ خواہی میکنی از کیست باک
انہوں نے فرمایا ہاں اس نے کہا تو اے پاک روح!	آپ جو چاہتے ہیں کر لیتے ہیں (پھر) کس کا ڈر ہے؟

یعنی عیسیٰ نے فرمایا کہ ہاں تو اس نے کہا کہ اے روح پاک آپ جو چاہیں کریں پھر ڈر کس کا ہے۔

باچنیں برہاں کہ باشد در جہاں	کہ نباشد مرترا از بندگاں
ایسی دلیلوں کے ہوتے ہوئے دنیا میں کون ہو گا؟	جو آپ کے غلاموں میں سے نہ ہو

یعنی باوجود اس قدر دلائل کے دنیا میں کون ہوگا جو کہ آپ کے غلاموں میں سے نہ ہوگا۔

گفت عیسیٰؑ کہ بذات پاک حق	مبدع تن خالق جاں در سبق
(حضرت) عیسیٰ نے فرمایا کہ اللہ کی پاک ذات کی قسم	جو کہ جسم کا پیدا کرنے والا ازل میں روح کا خالق ہے

یعنی عیسیٰ نے فرمایا کہ حق کی ذات پاک کی قسم ہے جو کہ بدن کا بنانے والا اور ازل میں خالق جان ہے۔

حرمت ذات و صفات پاک او	کہ بود گردوں گریباں چاک او
اس کی پاک ذات اور صفات کی قسم	جس کے لئے آسمان گریبان پھاڑے ہوئے ہے

یعنی اس کی ذات پاک اور صفات کی قسم جس کا کہ آسمان گریباں چاک (عاشق) ہے۔

کاں فسوں و اسم اعظم را کہ من	برکرو بر کور خواندم شد حسن
کہ وہ منتر اور اسم اعظم جو میں نے	بہرے اور اندھے پر پڑھا وہ اچھا ہو گیا

یعنی کہ اس فسوں اور اسم اعظم کو کہ میں نے کور و کر پر پڑھا تو وہ اچھے ہو گئے۔

بر کہ سنگیں بخواندم شد شگاف	خرقہ را بدرید بر خود تا بناف
پتھریلے پہاڑ پر میں نے پڑھا وہ شق ہو گیا	اس نے ناف تک پیرہن پھاڑ ڈالا

یعنی سنگین پہاڑ پر پڑھا تو وہ پھٹ گیا اس نے اپنے خرقہ کو ناف تک پھاڑ لیا۔

برتن مردہ بخواندم گشت حے	بر سر لاشے بخواندم گشت شے
میں نے مردہ جسم پر پڑھا وہ زندہ ہو گیا	میں نے ناچیز پر پڑھا وہ چیز ہو گیا

یعنی مردہ کے بدن پر پڑھا تو وہ زندہ ہو گیا اور لاشے کے اوپر پڑھا تو وہ شے ہو گئی۔

خواندم آنرا بر دل احمق بہ ود	صد ہزاراں بار و درمانے نشد
میں نے محبت سے اس کو بیوقوف کے دل پر پڑھا	لاکھوں بار اور کوئی علاج نہ ہوا

یعنی میں نے اس کو احمق کے دل پر دوستی سے لاکھوں بار پڑھا مگر کوئی اثر نہ ہوا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

سنگ خارا گشت وزاں خو برنگشت	ریگ شد کز وے نروید ہیچ کشت
سنگ خارا بن گیا اور اس عادت سے نہ ہٹا	ریت بن گیا جس سے کوئی کھیتی نہ آگے

یعنی پتھر بن گیا اور اس (احمقی کی) خصلت سے نہ پھرا ریت ہو گیا کہ اس میں کوئی کھیتی نہیں اگتی۔

گفت حکمت چیست کانجا اسم حق	سود کرد اینجا نبود آن را سبق
اس نے کہا کیا راز ہے کہ وہاں اسم اعظم نے	فائدہ کیا اس جگہ وہ نہ چلا

یعنی سائل نے کہا کہ (اس میں) کیا حکمت ہے کہ اس جگہ تو اس حق نے نفع کیا اور اس جگہ اس کے لئے سبقت نہ ہوئی۔

آں ہمان رنجست وایں رنجے چرا	او نشد ایں راو آں را شد دوا
وہ بھی بیماری ہے اور یہ بھی بیماری کیوں	وہ اس کے لئے (دوا) نہ ہوا اور اس کے نے دوا بن گیا؟

یعنی وہ (کوری وکری) بھی ایک بیماری ہے اور یہ بھی ایک مرض ہے تو کس لئے وہ اس کے لئے تو دوا ہو گیا اور اس کے لئے نہ ہوا۔

گفت رنج احمقی قہر خدا ست	رنج کوری نیست قہر آں ابتلاست
فرمایا بیوقوفی کی بیماری خدا کا عذاب ہے	اندھے پن کی بیماری عذاب نہیں ہے وہ آزمائش ہے

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ احمقی تو خدا کا قہر ہے (نعوذ باللہ منہ) اور کوری کا مرض قہر نہیں ہے بلکہ وہ تو ابتلاء ہے۔

ابتلاء رنجیست کان رحم آورد	احمقی رنجیست کان زخم آورد
آزمائش وہ بیماری ہے جو رحم لاتی ہے	بیوقوفی وہ بیماری ہے جو زخم پیدا کرتی ہے

یعنی مبتلا ہو جانا (کسی مرض میں) تو ایک ایسی شے ہے کہ رحم لاتی ہے اور احمقی ایک ایسا مرض ہے جو کہ زخم پیدا کرتا ہے۔

بر سر آرد زخم رنج احمقی	رحم نبود چارہ جوئی آں شقی
بیوقوفی کا مرض سر کو زخمی کرتا ہے	اس بدبخت کی چارہ جوئی رحم سے نہیں ہوتی

یعنی احمقی کا مرض سر پر زخم لگاتا ہے اور اس بدبخت کا معالج رحم نہیں ہوتا۔

انچہ داغ اوست مہر او کردہ است	چارۂ بروے نیارد بردست
جو اس کا داغ ہے (گویا اللہ تعالیٰ) نے مہر لگا دی ہے	کوئی تدبیر اس پر قابو نہیں پا سکتی

یعنی جو کہ (احمقی) کا داغ ہے اس نے مہر کر دی ہے تو کوئی علاج اس پر قدرت نہیں لا سکتا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں۔

ز احمقاں بگریز چوں عیسیٰ گریخت	صحبت احمق بسے خونہا کہ ریخت
بیوقوفوں سے اس طرح بھاگ جیسے (حضرت) عیسیٰ بھاگے	احمق کی صحبت نے بہت خون بہائے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی احمقوں سے بھاگ جیسا کہ عیسیٰ بھاگے (کیونکہ احمق کی صحبت نے بہت سے خون خراب کئے ہیں)۔
یعنی احمقی کا مرض سر پر زخم لگاتا ہے اور اس بدبخت کا معالج رحم نہیں ہوتا۔

اندک اندک آب را دزدو ہوا	وچنیں دزد دہم احمق از شما
ہوا پانی کو تھوڑا تھوڑا چراتی ہے	اسی طرح بیوقوف تم میں سے چراتا ہے

یعنی جیسے کہ ہوا پانی کو تھوڑا تھوڑا چراتی ہے (اور اس کو ہوا تھامتی ہے) اسی طرح احمق تم میں سے (عقل کو) چراتا ہے (اور انجام کار تم کو بھی احمق بنالیتا ہے)

گرمیت را دزد و سردی دہد	ہمچناں کو زیر خود سنگے نہد
وہ تیری گرمی کو چراتا ہے اور سردی پیدا کرتا ہے	جس طرح کہ وہ اپنے نیچے پتھر رکھتا ہے

یعنی تمہاری گرمی (عقل) کو چراتا ہے اور سردی (احمقی) دیدیتا ہے اسی طرح گویا کہ وہ اپنے نیچے ایک پہاڑ رکھتا ہے۔

آں گریز عیسوی نہ زبیم بود	ایمن است او از پئے تعلیم بود
(حضرت) عیسیٰ کا بھاگنا خوف سے نہ تھا	وہ محفوظ تھے تعلیم دینے کیلئے تھا

یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا بھاگنا خوف کی وجہ سے نہیں تھا (کیونکہ) وہ تو بے خوف تھے (بلکہ) تعلیم کے واسطے تھا (کہ ان کو بتانا تھا کہ احمق سے اس طرح الگ رہا کرو) آگے اس کی ایک مثال ہے کہ۔

ز مہریار پر کند آفاق را	چہ غم آن خورشید باشراق را
اگر سردی تمام دنیا کو بھر دے	روشن سورج کو کیا غم ہے؟

یعنی جاڑا اگر تمام عالم کو (سردی سے) بھر دے تو اس روشن آفتاب کو کیا غم (بس اسی طرح احمقوں سے عیسیٰ علیہ السلام کو کیا غم جیسے سردی سے علاوہ آفتاب کے اور اشیاء متاثر ہوتی ہیں بس اسی طرح احمق کی حماقت سے بھی اور لوگ ہی متاثر ہوتے ہیں) آگے اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ۔

ہرکرا گرمی بود از نور حق	او چہ غم دارد ز سرد یہاے بق
جس کو اللہ تعالیٰ کے نور کی گرمی حاصل ہو	اس کو سخت بارش کی سردی کا کیا غم ہے؟

یعنی جس کے پاس کہ نور حق کی گرمی ہو اس کو کسی سردی کا کیا غم ہو (تو بس اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چونکہ نور حق تھا ان کو احمقوں کی حماقت سے کیا خوف ہوتا) آگے اہل سبا کی حماقت اور اس حماقت کی وجہ سے ان کی بربادی کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح: ایک مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام ایک پہاڑ پر یوں دوڑے جا رہے تھے کہ اس سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی شیر ان کو مار ڈالنا چاہتا ہو یہ حالت دیکھ کر ایک مخلص پیچھے دوڑا اور کہا حضور خیر تو ہے آپ کیوں اڑے جا رہے ہیں آپ کے پیچھے تو کوئی بھی نہیں پھر کیا خوف ہے مگر وہ اس قدر تیز جا رہے تھے کہ جلدی کے سبب اس کو جواب بھی نہ دیا کچھ دور تو وہ ان کے پیچھے دوڑا مگر جب تھک گیا تو بہت اصرار کے ساتھ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آوازیں دینی شروع کیں اور ٹھہرانا چاہا اور کہا کہ خدا کے لئے ذرا ٹھہر جایئے۔ مجھے آپ کے بھاگنے کے متعلق ایک شبہ ہو گیا ہے اس کو حل فرماتے جایئے جب وہ ٹھہرے تو اس نے دریافت کیا کہ آپ کس سے بھاگتے ہیں نہ آپ کے پیچھے کوئی شیر آ رہا ہے نہ کسی دشمن کا خطرہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے مگر میں احمق سے بھاگ رہا ہوں اور اس سے اپنے کو چھڑانا چاہتا ہوں تو جا اپنا کام کر اور مجھے مت روک۔ اس نے عرض کیا کہ کیا آپ وہی عیسیٰ نہیں جو اندھے بہروں کو اچھا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں پھر اس نے سوال کیا کہ کیا آپ وہی نہیں ہیں جو افسون غیب یعنی اسم اعظم اپنے پاس رکھتے ہیں جس کی یہ صفت ہے کہ جب آپ اس کو کسی مردہ پر پڑھ کر دم کرتے ہیں تو وہ یوں مستعدی کے ساتھ اٹھتا ہے جیسے شیر کے پاس شکار لایا گیا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں پھر اس نے دریافت کیا کہ کیا آپ مٹی سے جانور نہیں بنا دیتے اور کیا ایسا نہیں ہوتا کہ آپ ایک آہستہ سے پھونک مارتے ہیں تو وہ جاندار ہو جاتا اور فوراً ہوا میں اڑ جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں میں ایسا ہی کرتا ہوں اور ایسا ہوتا ہے اس پر اس نے متحیر ہو کر پوچھا کہ جب آپ کی یہ شان ہے کہ جو آپ چاہتے ہیں وہی ہو جاتا ہے تو پھر آپ کو کس کا ڈر ہے اور باوجود ان معجزات باہرہ کے پھر کون ایسا ہے جو آپ کا خادم نہ ہوگا اور اس سے آپ کو تضرر کا اندیشہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جو جسم و جان کو ابتدا ہی سے پیدا کرنے والا ہے اور اسی کی ذات وصفات پاک کی قسم جس کا فلک سا عظیم القدر جسم عاشق و مطیع ہے کہ میں نے اس افسوں اور اس اسم اعظم کو جس کو میں اندھے اور بہروں پر پڑھتا ہوں تو وہ اچھے ہو جاتے ہیں اور پہاڑ پر پڑھ کر دم کرتا ہوں تو پھٹ جاتا ہے اور ناف تک گریبان چاک ہو جاتا ہے یعنی مرا مسخر ہو جاتا ہے اور مردہ پر پڑھتا ہوں تو زندہ ہو جاتا ہے اور لاشے پر پڑھتا ہوں تو شے ہو جاتی ہے۔ احمق کے دل پر نہایت شفقت کے ساتھ لاکھوں مرتبہ پڑھا مگر وہ اچھا نہ ہوا بلکہ اور پتھر ہو گیا۔ اور وہ عادت اس کی نہ گئی اور ایسا ہو گیا جیسے ریت کہ قابل زراعت ہی نہیں۔ اس پر اس نے یہ سوال کیا کہ آخر اس میں کیا حکمت ہے کہ اسم اعظم نے وہاں کام دیا اور یہاں کچھ کام نہ دیا حالانکہ وہ بھی مرض ہیں اور یہ بھی مرض ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ان کے لئے تو وہ دوا ہو گیا مگر اس مرض کے لئے دوا نہ ہو سکا۔ آپ نے فرمایا کہ دونوں قسم کے مرضوں میں فرق ہے۔ مرض حماقت اثر قہر خدا ہے اور اندھا پن وغیرہ امراض قہر خدا کا اثر نہیں ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

بلکہ وہ ایک قسم کا ابتلائے حق سبحانہ ہے اور ابتلا وہ مرض ہے جس پر رحم آتا ہے اور احمقی وہ مرض ہے کہ اس سے تکلیف ہوتی ہے اور غصہ آتا ہے اور اس کی وجہ سے خوب سزا دینے کو جی چاہتا ہے اور داغ حماقت حق سبحانہ کی قائم کی ہوئی مہر ہے جس کو کوئی تدبیر نہیں توڑ سکتی جب یہ قصہ سن چکے تو اس سے عبرت پکڑو اور احمقوں سے تم بھی یوں ہی بھاگو جس طرح عیسیٰ علیہ السلام بھاگے تھے۔ کیونکہ احمق کی محبت بہت خون کرتی ہے اور بہت سے لوگوں کو موت روحانی میں پھنسا دیتی ہے لہذا مرض احمقی خود معالج کو نقصان پہنچاتا ہے اس لئے اس شقی کا علاج کرنا رحم نہیں ہے بلکہ خود اپنے اوپر ظلم ہے کیونکہ جس طرح کہ ہوا تھوڑا تھوڑا پانی اڑاتی ہے جو محسوس بھی نہیں ہو سکتا اور آخر میں وہ پانی بالکل خشک ہو جاتا ہے یوں ہی احمق بھی تمہارے صفات حمیدہ کو نا معلوم طریقہ سے فنا کرتا رہتا ہے۔ پس تم کو اس سے بچنا چاہئے لیکن تم کو اس مقام پر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھاگنا اپنے خوف سے نہیں تھا کیونکہ وہ تو معصوم تھے بلکہ وہ بھاگنا دوسروں کو عملی تعلیم تھی مثلاً اگر کرۂ ابر کی سردی تمام عالم میں پھیل جائے تو آفتاب کو اس سے کیا خطرہ۔ پس یہی حالت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تھی کہ اگر تمام عالم احمق ہو جاتا تب بھی ان کو ضرر نہ تھا۔

شرح شبیری

قصہ اہل سبا کا اور ان کی حماقت کا اور انکے اندر انبیاءؑ کی پند و نصیحت کا مؤثر نہ ہونا

یادم آمد قصۂ اہل سبا	کز دم احمق صبا شاں شد وبا
مجھے اہل سبا کا قصہ یاد آ گیا	احمقانہ باتوں سے صبا ہوا ان کے لئے وبا بن گئی

یعنی مجھے اہل سبا کا قصہ یاد آیا کہ دم احمق کی وجہ سے ان کو صبا دبا ہو گئی تھی مطلب یہ کہ ان کے جو افعال احمقی کے تھے اس کی وجہ سے وہ عیش و عشرت ان کے لئے وبا ہو گئی۔

آں سبا ماند بشہرے بس کلاں	در فسانہ بشنوی از کودکاں
وہ سبا بہت بڑے شہر جیسا تھا	تو نے بچوں سے قصہ میں سنا ہو گا

یعنی وہ سبا ایک (اس) شہر کی مشابہ ہے (جو کہ) بہت بڑا تھا اور کہانی میں تم بچوں سے سنو گے۔ مولانا کے زمانہ میں معلوم ہوتا ہے کہ بچوں میں ایک کہانی مشہور تھی جس کو مولانا آگے خود بیان فرمادیں گے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ بچے بیان کیا کرتے تھے کہ ایک بہت بڑا شہر تھا لیکن اتنا ایک کوزہ کی برابر اور اس میں بہت بڑی آبادی تھی مگر تھے صرف تین ہی آدمی۔ ان میں سے ایک بہرا تھا مگر سنتا خوب تھا ایک اندھا تھا اور دیکھتا خوب تھا اور ایک برہنہ تھا مگر اس کے دامن

www.besturdubooks.wordpress.com

بڑے لمبے لمبے تھے تو یہ ایک اجتماع ضدین معلوم ہوتا ہے۔ مولانا اس کی حقیقت بیان فرماویں گے کہ ان کے اندر دنیا کی آنکھ تھی۔ دنیا ہی کے لئے کان تھے دنیا ہی کے لئے وہ لباس تھا۔ دین اور خدا کے لئے چونکہ کچھ نہ تھا لہذا گویا کہ نقدوم تھا تو مثلاً وہ اندھا دین سے اندھا تھا اور تیز بین معاملات دنیاوی میں تھا۔ علیٰ ہذا ان میں صورت تو تھی مگر معنے نہ تھے۔ اسی طرح مولانا فرماتے ہیں کہ اہل سبا بھی اسی شہر کے مطابق تھے کہ صورت تو بہت ہی عمدہ مگر معنی خاک بھی نہیں اور دین کے نام ان کے اندر کچھ بھی نہیں لیکن آگے مولانا اس قصہ مشہور کو بعد دو تین شعروں کے بیان کریں گے اس کے بعد اس کی شرح فرماویں گے اور اس سے نتیجہ نکالیں گے دور تک یہی مضمون ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ۔

کودکاں افسانہ ہا می آورند	درج در افسانہ شاں صد گونہ پند
بچے قصے بیان کرتے ہیں	ان کے افسانوں میں سو قسم کی نصیحت درج ہوتی ہے

یعنی بچے بہت سے افسانے بیان کرتے ہیں اور ان کے افسانوں میں بہت سے اسرار اور نصائح درج ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ان کہانیوں کو بھی بیکار مت سمجھو بلکہ ان سے بھی نتیجہ نکال لو کہ ان میں بھی معنے ہوتے ہیں یہ فضول نہیں ہوتے جیسا کہ دیکھو بچوں کی اس کہانی سے نتیجہ نکل آیا۔

ہزلہا گویند در افسانہ ہا	گنج میجو در ہمہ ویرانہ ہا
افسانوں میں مذاق کی باتیں کہتے ہیں	تو ہر ویرانے میں خزانہ تلاش کر

یعنی یہ لوگ کہانیوں میں ہزل کہتے ہیں تو تم تمام ویرانوں میں خزانہ کو تلاش کرو۔ اب آگے اس قصہ مشہور کو بیان فرماتے ہیں کہ

بود شہرے بس عظیم و مہ ولے	قدر او چوں قدر سکرہ بیش نے
وہ (سبا) بہت بڑا اور عظیم شہر تھا لیکن	اس کا رتبہ سکورہ کے رتبہ سے زیادہ نہ تھا

یعنی ایک شہر بہت عظیم الشان تھا لیکن اس کی قدر ایک سکورہ سے زائد نہ تھی۔

بس عظیم و بس فراغ و بس دراز	سخت زفت و زفت اندازہ پیاز
بہت بڑا بہت وسیع اور بہت لمبا	پیاز کی طرح بہت تہ بہ تہ

یعنی بہت بڑا اور بہت فراخ اور بہت دراز اور بہت ہی عظیم الشان اور برابر ایک پیاز کے۔

مردم دہ شہر مجموع اندرو	لیک جملہ سہ تن ناشستہ رو
اس میں دس شہروں کے انسانوں کا مجموعہ (تھا)	لیکن سب مل کر تین گندے شخص (تھے)

یعنی آدمی گاؤں اور شہر کے اس میں جمع تھے لیکن سارے تین تن تھے اور (وہ بھی) ناشستہ رو تھے۔ مطلب یہ کہ اس شہر کے اندر آدمی گاؤں اور شہر کے موجود تھے مگر وہ سارے تین قسم کے آدمی تھے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اندرو نوع خلائق بے شمار	لیک آں جملہ سہ خام پختہ کار
اس میں بے شمار مخلوق کی قسمیں (قسمیں)	لیکن وہ سب تین (شخص) ناقص کچی پکائی کھانے والے تھے

یعنی اس کے اندر نوع خلائق بیشمار تھی لیکن وہ سارے تین خام پختہ کار تھے یعنی باوجودیکہ نوع خلائق بیشمار تھی لیکن پھر بھی یہ تین کم ہمت ہی تھے۔

جاں ناکردہ بجاناں تاختن	گر ہزار انست باشد نیم تن
جان کو جاناں کی طرف نہ کر کے دوڑنا	اگرچہ وہ ہزاروں ہوں آدھا شخص ہوں گے

یعنی جان کو جانان کیساتھ تاختہ نہ کئے ہوئے تو اگر ہزار ہوں تو وہ نیم تن ہے مطلب یہ کہ جس کو خدا سے تعلق نہ ہو وہ اگر ہزار بھی ہوں تو حقیقت کے اعتبار سے کچھ بھی نہیں ہیں۔ اسی طرح اگرچہ اس شہر میں لاکھوں رہتے تھے مگر کچھ بھی نہ تھے اس لئے کہ خدا سے ان کو تعلق نہ تھا اور وہ لاکھوں ایسے تھے جیسے کہ صرف تین آدمی ہوں۔

آں یکے بس دور بیں و دیدہ کور	از سلیماں کور و دیدہ پائے مور
(ان میں سے) ایک اندھی آنکھوں والا دور تک دیکھ لینے والا	سلیمان کے بارے میں اندھا اور چیونٹی کا پاؤں دیکھنے والا

یعنی وہ ایک بہت دور بیں اور دیدہ کور (یعنی) سلیمان سے کور اور پائے مور کو دیکھے ہوئے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں دور بیں تھا مگر دین کے اعتبار سے اندھا تھا۔

وآں دگر بس تیز گوش و سخت کر	گنج و دروی نیست یکجو سنگ وزر
دوسرا بہت تیز کان والا اور سخت بہرا	خزانہ اور اس میں ایک جو کے وزن کا سونا نہیں ہے

یعنی وہ دوسرا بہت تیز گوش اور بہت سخت بہرا ایک خزانہ تھا اور اس کے اندر ایک جو کی برابر سنا نہ تھا یعنی دنیا کے اعتبار سے تو بہت کچھ تھا مگر اصل میں دیکھو تو دین میں بہرا۔

واں دگر عور و برہنہ لاشہ تاز	لیک دامن ہائے جامہ او دراز
دوسرا ننگا اور برہنہ مریل ٹٹو دوڑانے والا	لیکن اس کے کپڑوں کے دامن بہت لمبے

یعنی اور وہ دوسرا ننگا برہنہ مفلس لیکن اس کے کپڑے کے دامن بہت دراز تھے یعنی دین کے اعتبار سے برہنہ تھا مگر ظاہری دامن بہت دراز تھے اب ان میں باتیں شروع ہوئیں۔

گفت کور اینک سپاہے میرسند	من ہمی بینم کہ چہ قوم اند وچند
اندھے نے کہا یہ سپاہی پہنچ رہے ہیں	میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ کونسی قوم اور کس قدر ہیں

یعنی اندھا بولا کہ یہ ایک گروہ پہنچتے ہیں اور میں ان کو دیکھ رہا ہوں کہ کون قوم ہے اور کتنے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت کر آرے شنیدم بانگ شاں	کہ چہ میگویند پیدا و نہاں
بہرے نے کہا' ہاں میں نے ان کی آواز سن لی	کہ وہ آہستہ اور زور سے کیا کہہ رہے ہیں

یعنی بہرے نے کہا کہ میں ان کی آواز سن رہا ہوں وہ جو کچھ کہ ظاہر یا پوشیدہ کہہ رہے ہیں۔

آں برہنہ گفت ترساں زاں منم	کہ ببرم از درازی دامنم
ننگا بولا' میں اس سے خوف زدہ ہوں	کہ لمبائی کی وجہ سے میرا دامن نہ کاٹ لیں

یعنی وہ برہنہ بولا کہ میں اس سے ڈر رہا ہوں کہ میرے دامن کی لمبائی نہ کاٹ لیں۔

کور گفت اینک بہ نزدیک آمدند	خیز بگریزم پیش از زخم و بند
اندھے نے کہا' اب وہ قریب آ گئے ہیں	اٹھ کر ہم پکڑے جاتے اور پٹنے سے پہلے بھاگ جائیں

یعنی اندھے نے کہا کہ یہ نزدیک آ گئے اٹھو ہم زخم اور بند سے پہلے بھاگ جائیں۔

کر ہمی گوید کہ آرے مشغلہ	می شود نزدیک تر یاراں ہلہ
بہرا کہہ رہا تھا کہ ہاں شور و غل	خبردار' اے دوستو! بہت نزدیک آ رہا ہے

یعنی بہرا کہتا تھا کہ ہاں یہ مشغلہ تو اے یارو بہت نزدیک ہوتا جاتا ہے خبردار رہو۔

آں برہنہ گفت آوہ دامنم	از طمع برند و من ناایمنم
ننگے نے کہا' ہائے میرا دامن!	لالچ میں کاٹ لیں گے اور میں محفوظ نہیں ہوں

یعنی اس برہنہ نے کہا کہ آہ میرے دامن کو طمع کی وجہ سے کاٹ لیں گے اور میں بے خوف نہیں ہوں۔

شہر را ہشتند بیروں آمدند	وز ہزیمت در دہے اندر شدند
انہوں نے شہر چھوڑ دیا اور باہر نکل آئے	اور پسپائی سے وہ ایک گاؤں میں گھس گئے

یعنی انہوں نے شہر کو چھوڑ دیا اور باہر آ گئے اور بھاگنے کی وجہ سے ایک گاؤں میں چلے گئے۔

اندراں دہ مرغ فربہ یافتند	لیک ذرہ گوشت نے بروے نزند
انہوں نے اس گاؤں میں ایک موٹا مرغ پایا	لیکن اس پر ذرہ برابر گوشت نہ تھا' لاغر تھا

یعنی اس گاؤں میں انہوں نے فربہ مرغ پائے لیکن ان پر ذرہ برابر گوشت نہ تھا اور بہت دبلے تھے۔

کور دید و آں کر آوازش شنید	عور بگرفت و بداماں در کشید
اندھے نے اس کو دیکھا اور بہرے نے اس کی آواز سن لی	ننگے نے اس کو پکڑ لیا اور دامن میں چھپا لیا

یعنی اندھے نے تو دیکھا اور اس بہرے نے اس کی آواز سنی اور ننگے نے پکڑ کر دامن میں رکھ لیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مرغ مردہ خشک از زخم کلاغ	استخوانہا زار گشتہ چوں پناغ
مرغ مردہ کوے کی ٹھونگوں سے خشک (تھا)	ہڈیاں دھاگے کی طرح لاغر تھیں

یعنی مرغ مردہ اور زخم کلاغ میں خشک اور ہڈیاں تاگے کی طرح پتلی ہو گئی تھیں۔

پس طلب کردند دیگے یافتند	بے سر و بے بن سبک بشتافتند
انہوں نے تلاش کیا اور ایک دیگچی پائی	جس کے نہ سر تھا نہ تلی جلدی دوڑے

یعنی پھر انہوں نے تلاش کیا تو ایک دیگچی پائی بے سر اور بے تلی کے تو تیز دوڑے۔

بر سر آتش نہادند آں سہ تن	مرغ فربہ را بدیگ اندر زفن
ان تینوں نے آگ پر رکھا	موٹے مرغ کو دیگچی میں ہنرمندی سے

یعنی ان تینوں نے اس مرغ فربہ کو دیگچی میں آگ پر فن سے رکھ دیا۔

آتشش کردند چنداں اے پسر	کاستخواں شد پختہ لحمش بے خبر
اے بیٹا! انہوں نے اس قدر پکایا	کہ ہڈیاں پک گئیں اس کے گوشت کو پتہ نہ ہوا

یعنی اے صاحبزادے ان کو اتنی آگ کی کہ ہڈیاں تو پک گئیں اور اس کا لحم بے خبر تھا۔

زاں ہمی خوردند چوں از صید شیر	ہر یکے از خوردنش چوں پیل سیر
انہوں نے اس کو اس طرح کھایا جس طرح شیر شکار کو	اس کے کھانے سے ہر ایک ہاتھی کی طرح پیٹ بھرا ہو گیا

یعنی ان سب نے اس میں سے ایسا کھایا جیسے کہ صید سے سیر اور ہر ایک اس کے کھانے سے مانند ہاتھی کے سیر تھا۔

ہر سہ زاں خوردند بس فربہ شدند	چوں سہ پیل بس بزرگ و مہ شدند
تینوں نے اس میں سے کھایا بہت موٹے ہو گئے	تین موٹے اور بڑے ہاتھیوں کی طرح ہو گئے

یعنی تینوں نے اس میں سے کھایا تو موٹے ہو گئے اور بڑے عظیم الشان ہاتھی کی طرح ہو گئے۔

آنچناں کز فربہی ہر یک جواں	در نہ گنجیدے ز زفتی در جہاں
ایسے کہ ہر ایک جوان موٹاپے کی وجہ سے	بھاری پن سے دنیا میں نہ سماتا تھا

یعنی ایسے (موٹے ہوئے) کہ موٹاپے کی وجہ سے ہر ایک جوان جہان میں نہ سماتا تھا۔

با چنیں گبزی و ہفت اندام زفت	از شگاف در بروں جستند تفت
ایسے موٹاپے اور ساتوں موٹے اعضاء کے باوجود	تیزی سے دروازے کی درز سے باہر نکل گئے

یعنی باوجود اتنے موٹاپے اور تن عظیم کے دروازہ کی دراز میں سے جلدی سے نکل گئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ ہے کہ اہل دنیا جو دین کے اعتبار سے کوروکر اور برہنہ ہوتے ہیں ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جو شے ڈرنے کی نہیں ہے اس سے خائف ہوتے ہیں جیسے کہ یہ لوگ اس لشکر سے ڈرے تھے اور کہا تھا کہ کہیں کوئی دامن نہ کاٹ لے وغیرہ وغیرہ۔ پھر جب اہل دنیا ضرر سے بچنے کے لئے طمع نفع میں چلتے ہیں تو ظاہر میں تو ان کو نفع ہوتا ہے اور وہ اس کو نفع خیال کرتے ہیں مگر حقیقت میں وہ نفع ہی نہیں ہوتا جیسا کہ ان کو مرغ ملے مگر کمزور اور بے گوشت کے پھر جو اہل دنیا اس نفع سے متمع ہوتی ہیں تو یہی صرف صورت ہوتی ہے واقع میں کچھ بھی نہیں ہوتا جیسے کہ ان لوگوں نے اپنے زعم میں کھالیا مگر اصل میں وہ کچھ بھی نہ تھا پھر اہل دنیا اپنے زعم میں بہت عظیم الشان ہو جاتے ہیں جیسے کہ یہ لوگ کھا کر خوب موٹے ہوئے تھے مگر موت کے ایک ذرا سے دراز میں سے نکل جاتے ہیں۔ آگے یہی شرح خود فرماتے ہیں کہ۔

راہ مرگ خلق ناپیدار ہی ست	درنظر ناید کہ آں بیجار ہی است
مخلوق کی موت کا راستہ پوشیدہ راستہ ہے	وہ دکھائی نہیں دیتا ہے کیونکہ لامکانی راستہ ہے

یعنی مخلوق کی موت کی راہ ایک ناپیدا راہ ہے کہ نظر میں نہیں آتی اس لئے کہ بے جا راہ ہے۔ یعنی موت کا راستہ ایک ایسا پوشیدہ اور ذرا سا ہے کہ آج تک کسی کو نظر نہیں آیا۔

نک پیاپے کاروانہا مقتفی	زیں شگاف در کہ ہست آں مختفی
قافلے پے در پے آگے پیچھے جا رہے ہیں	دروازے کی اس درز سے جو پوشیدہ ہے

یعنی یہ آگے پیچھے قافلے آنے والے جانے والے اس شگاف در سے (جا رہے ہیں) جو کہ مخفی ہے۔

بردرار جوئی نیابی آں شگاف	سخت ناپیدا وزد چندیں زفاف
اگر تو دروازے میں تلاش کرے گا وہ درز نہ پائے گا	بالکل پوشیدہ ہے اور اس میں سے اس قدر روانگی ہے

یعنی اگر دروازہ پھر کر تلاش کرو تو شگاف نہ پاؤ گے اور وہ سخت ناپیدا ہے اور اس میں اس قدر دوڑ دھوپ ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جبکہ گفتگو ذکر حماقت تک پہنچی تو مجھے اہل سبا کا قصہ یاد آ گیا کہ ان کی احمقانہ گفتگو سے ان کا شہر سبا وبا ہو گیا تھا قبل اس کے کہ ہم ان کا قصہ بیان کریں اولاً ان کے شہر کی حالت بیان کرتے ہیں ان کا شہر معروف بہ سبا اس بڑے شہر کے مشابہ تھا جس کا ذکر تم لڑکوں کی کہانیوں میں سنتے ہو۔ بچے کہانیاں کہتے ہیں مگر ان کی کہانیوں میں بہت سے اسرار اور نصائح درج ہوتے ہیں اور گو وہ اپنی کہانیوں میں ژنلیات ہانکتے ہیں مگر تم کو تمام ویرانوں میں خزانوں کا متلاشی رہنا چاہئے۔ لہذا ان میں اسرار و نصائح کو ڈھونڈنا چاہئے ضرور ملیں گے۔ وہ کہانی یہ ہے کہ ایک بہت بڑا شہر تھا مگر مقدار میں سکورہ سے زیادہ نہ تھا وہ بہت بڑا اور بہت لمبا چوڑا تھا اور بہت گنجان اور پیاز کے چھلکوں کی طرح اوپر تلے بسا ہوا تھا اور آدمیوں کی یہ کثرت کہ دس شہروں کے آدمی اس میں

www.besturdubooks.wordpress.com

مجتمع تھے لیکن گنتی میں صرف تین منحوس تھے اور اس کے اندر مختلف قسم کی مخلوق تھی لیکن سب کو شمار کیجئے تو تین بیہودے اور پکی پکائی کے کھانے والے تھے اب مولانا بر سبیل اعتبار فرماتے ہیں کہ اگر ہزاروں آدمی ہوں اور ان کی جان طالب حق نہ ہو تو فی الحقیقت وہ آدھے کے برابر بھی نہیں یہ جملہ معترضہ بیان فرما کر پھر قصہ شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک تو ان میں تیز نظر اور اندھا تھا جو کہ سلیمان یعنی دیکھنے کے لائق چیز کو نہ دیکھتا تھا اور چیونٹی کا پاؤں یعنی نہ دیکھنے کے لائق چیزیں دیکھتا تھا دوسرا بہت سننے والا اور بہرا تھا اس لئے گویا کہ وہ ایک خزانہ تھا جس میں جو برابر بھی سونا نہ تھا۔ تیسرا ننگا اور مریل ٹٹو دوڑانے والا تھا لیکن دامن اس کے بہت بڑے بڑے تھے ان میں جو اندھا تھا اس نے کہا کہ کچھ لوگ آرہے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ کون لوگ ہیں اور کتنے ہیں اور جو بہرا تھا اس نے کہا کہ میں ان کی آواز سنتا ہوں کہ وہ زور زور اور چپکے چپکے کیا باتیں کرتے ہیں اور جو ننگا تھا اس نے کہا کہ مجھے اس کا خطرہ ہے کہ یہ میرا دامن دراز نہ کاٹ لیں اندھے نے کہا لو وہ تو قریب ہی آگئے ارے اٹھو اور بھاگو ایسا نہ ہو کہ لوگ ہمیں ضرر پہنچائیں۔ اور قید کرلیں بہرے نے کہا کہ ارے ہاں ان کی آواز تو نزدیک ہوتی جاتی ہے۔ یارو ہوشیار ہو جاؤ۔ ننگے نے کہا کہ بہت ٹھیک ہے یہ لوگ حرص سے میرا دامن کاٹنا چاہتے ہیں اور مجھے ان کی طرف سے کھٹکا ہے تم ضرور بھاگو غرضکہ وہ بھاگے اور شہر کو چھوڑ کر باہر نکلے اور بھاگتے بھاگتے ایک گاؤں میں پہنچے۔ اس گاؤں میں ان کو ایک بہت موٹا تازہ مرغ ملا لیکن وہ بہت ہی دبلا تھا اور اس میں ذرہ برابر گوشت نہ تھا اندھے نے اسے دیکھا بہرے نے اس کی آواز سنی اور ننگے نے پکڑ کر دامن میں رکھ لیا۔ مرغ مرا ہوا اور سوکھا ہوا تھا اور کوؤں کی چونچوں سے ہڈیاں بھی سوکھ کر سوت کے تاروں کے مانند ہو گئی تھیں اس کے بعد انہوں نے ہانڈی تلاش کی تو ایک ہانڈی ملی جس کے نہ سر تھا نہ پیندی وہ جلدی سے دوڑے اور اسے لے لیا اور فوراً ہانڈی کو چولہے پر رکھ دیا اور اس موٹے تازہ مرغ کو اس میں اپنی ہوشیاری سے رکھ دیا۔ آگ اس کے نیچے اتنی جلائی کہ ہڈیاں گل گئیں اور گوشت کو آنچ بھی نہ لگی اس کے بعد انہوں نے اس کو کھایا جس طرح شیر شکار کو کھاتا ہے اور اس کو کھا کر ہر ایک ہاتھی کی طرح مگن ہو گیا اور اس کو کھا کر تینوں خوب موٹے تازے ہو گئے اور ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے تین بڑے بڑے موٹے تازے ہاتھی بلکہ اتنے موٹے ہوئے کہ ایک ایک ان میں عالم میں نہ سماتا تھا لیکن باوجود اس قدر فربہ اور عظیم الجثہ ہونے کے کواڑ کی درز میں سے فوراً نکل جاتے تھے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ راہ موت ایک غیر محسوس راستہ ہے اور اپنی مکانی نہ ہونے کے سبب دکھلائی بھی نہیں دیتا۔ لیکن مخلوق باوجودیکہ اتنی موٹی تازی ہے کہ اس میں کا ہر ایک فرد عالم میں نہیں سماتا کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ سارا عالم میرا ہو اور اگر اس سے بھی زیادہ ہو تو وہ بھی میں ہی لے لوں مگر اس کے اس مخفی شگاف در سے یکے بعد دیگرے قافلے کے قافلے نکلے چلے جارہے ہیں اس دروازہ کا اس قدر باریک اور غیر محسوس شگاف ہے کہ اگر تم تلاش بھی کرو تو بھی دکھلائی نہ دے مگر باایں ہمہ اس میں کو اتنی جماعتیں کثیرہ نکل رہی ہیں۔ مولانا نے یہاں تک کہانی اور ضمناً اس کے بعض حقائق بیان کردئے آگے اس کی شرح کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

اے ضیاؤالحق حسام الدین عیاں	باز باید کرد شرح ایں بیاں
اے ضیاء الحق حسام الدین واضح (طور پر)	اس بیان کی پھر شرح کرنی چاہیے

یعنی اے ضیاء الحق حسام الدین ہاں اس بیان کی شرح پھر بیان کرنی چاہیے۔

اے پسر ہر مختصر افسانہ نیست	آشنا را روئے در بیگانہ نیست
اے بیٹا! ہر مختصر افسانہ نہیں ہے	جاننے والے کا رخ بیگانہ کی طرف نہیں ہے

یعنی اے لڑکے ہر مختصر افسانہ ہی نہیں ہے اور آشنا کے لئے رو بیگانہ میں نہیں ہے مطلب یہ کہ ہر کہانی کو صرف کہانی ہی مت سمجھو بلکہ اس سے نتائج نکالو آگے اس قصہ کی شرح بیان فرماتے ہیں۔

شرح اس ندھے تیز بین کی اور اس بہرے تیز سننے والے کی اور اس برہنہ دراز دامن کی

کر امل راداں کہ مرگ ماشنید	مرگ خود نشنید و نقل خود ندید
بہرا امید کو سمجھ کر اس نے ہماری موت (کی خبر) سنی	اپنی موت کو نہیں سنا اور اپنے منتقل ہونے کو نہ دیکھا

یعنی بہرا تو امل کو جانو کہ وہ ہماری موت کو سنتی ہے اور اپنی موت اور اپنی منتقل ہونے کو نہیں دیکھتی۔

حرص نابینا ست بیند موبمو	عیب خلقاں او بگوید کو بکو
لالچ اندھا ہے بال بال دیکھتا ہے	لوگوں کا عیب کوچہ بکوچہ بیان کرتا ہے

یعنی حرص نابینا ہے کہ وہ موبمو مخلوق کے عیب دیکھتی ہے اور کوچہ بکوچہ کہتی ہے۔

عیب خود یک ذرہ چشم کور او	می نہ بیند گرچہ ہست او عیب جو
اس کی اندھی آنکھ اپنا عیب ذرہ برابر بھی	نہیں دیکھتی اگرچہ وہ عیب جو ہے

یعنی اپنے کو اس کی اندھی آنکھ ذرہ برابر بھی نہیں دیکھتی اگرچہ وہ عیب جو ہے۔

عور می ترسد کہ دامانش برند	دامن مرد برہنہ کے درند
ننگا ڈرتا ہے کہ اس کا دامن کاٹ لیں گے	(حالانکہ) ننگے انسان کا دامن کب پھاڑتے ہیں؟

یعنی ننگے صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے دامن کو لے جاویں گے ارے ننگوں کے دامن کو کب پھاڑتے ہیں۔

مطلب یہ کہ اس کے پاس جب دامن ہی نہیں تو کوئی پھاڑے ہی گا کیا۔ مگر ان کی ڈر کے مارے پھونک نکلی جاتی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مرد دنیا مفلس است و ترسناک	ہیچ او را نیست از دزدانش باک
دنی دار انسان مفلس ہے اور خوفزدہ ہے	اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے اس کو چوروں کا کیا ڈر؟

یعنی دنیادار مفلس ہے اور (پھر) خوفناک ہے اس کو چوروں سے کیا خوف اس لئے کہ

او برہنہ آمد و عریاں رود	و زغم دزدش جگر خوں میشود
وہ ننگا آیا اور ننگا جائے گا	وہ چور کے غم سے اس کا جگر خون ہوتا ہے

یعنی وہ برہنہ آیا اور عریاں ہی جاوے گا اور چوروں کے غم سے جگر خون ہوا جاتا ہے۔

وقت مرگ کہ بود صد نوحہ پیش	خندہ آید جانش را زیں ترس خویش
اس کے مرنے کے وقت جبکہ سینکڑوں نوحے پیش ہوتے ہیں	اس کی جان کو اپنے اس خوف سے ہنسی آتی ہے

یعنی اس کی موت کے وقت کہ پہلے سے سو نوحے ہوتے ہیں اس کی جان کو اس اپنی خوف سے ہنسی آتی ہے۔

آں زماں داند غنی کش نیست زر	ہم ذکی داند کہ بود او بے ہنر
اس وقت مالدار جان جاتا ہے کہ اس کے پاس مال نہیں ہے	(اور) ذہین بھی جان لیتا ہے کہ وہ بے ہنر تھا

یعنی اس وقت غنی جان لیتا ہے کہ اس کے پاس زر نہیں ہے اور ذکی بھی جان لیتا ہے کہ وہ بے ہنر تھا۔ آگے اہل دنیا کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چوں کنار کود کے پر از سفال	کو براں لرزاں بود چوں رب مال
جیسا کہ بچہ کی گود جو ٹھیکروں سے بھری ہوئی ہے	جو ان کے لئے ایسا لرزتا ہے جیسا کہ مالدار

یعنی بچوں کی گود کی طرح کہ وہ ٹھیکرے سے بھری ہوتی ہے اور وہ (بچہ) اس پر مال والوں کی طرح دوڑتا ہے (کہ کوئی ان ٹھیکروں کو چرا نہ لے۔

گر ستانی پارۂ گریاں شود	پارہ گر بازش دہی خنداں شود
اگر تو اس کا ٹھیکرا لے لے تو وہ رونے لگے	اگر تو اس کو ٹھیکرا دوبارہ دے دے تو وہ ہنسنے لگے

یعنی اگر تم ایک ٹکڑا لے لو تو رونے لگے اور اگر پھر اس ٹکڑے کو دیدو تو خوش ہو جاوے۔

چوں نباشد طفل را دانش دثار	گریہ و خندش ندارد اعتبار
چونکہ بچے کو عقل کا لباس حاصل نہیں ہے	اس کا رونا اور ہنسنا اعتبار نہیں رکھتا ہے

یعنی جبکہ بچہ کو عقل کامل نہیں ہوتی تو اس کا رونا اور ہنسنا معتبر نہیں ہے۔

محتشم چوں عاریت را ملک دید	پس براں مال دروغیں می طپید
مالدار نے چونکہ مانگی ہوئی چیز کو ملکیت سمجھا	اس لئے اس غلط مال پر تڑپتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی محتشم نے جب عاریت کو ملک سمجھا تو اس جھوٹے مال پر تڑپنا شروع کر دیا۔

خواب می بیند کہ اورا ہست مال	ترسد از دزدے کہ برباید جوال
خواب دیکھتا ہے کہ اس کا مال ہے	چور سے ڈرتا ہے کہ تھیلا اڑا لے جائے گا

یعنی خواب دیکھتا ہے کہ اس کا مال ہے اور چوری سے ڈرتا ہے کہ کوئی گون اچک لے گا۔

چوں ز خوابش بر جہاند گوش کش	پس ز ترس خویش تسخر آیدش
جب کان کھینچنے والا اس کو نیند سے اٹھاتا ہے	تو اپنے خوف سے اس کو ہنسی آتی ہے

یعنی جب خواب سے اس کو کان کھینچنے والا اٹھا دیگا تو اس کو اپنے خوف پر ہنسی آوے گی۔

ہمچناں لرزانی ایں عالماں	کہ بودشاں علم و عقل ایں جہاں
اسی طرح کا ان ہنرمندوں کا خوف ہے	جن کو اس دنیا کا علم و عقل ہے

یعنی اسی طرح ان عالموں کا خوف ہے جن کو کہ اس جہان کا عقل و علم ہوتا ہے۔

از پئے ایں عاقلاں ذوفنوں	گفت ایزد در نبی لا یعلمون
انہی ہنرمند عقلمندوں کے لئے	قرآن میں اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا "وہ نہیں جانتے"

یعنی ایسی ہی عاقلان ذوفنون کے واسطے حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں لایعلمون فرمایا ہے۔

ہر کسے ترساں ز دزدیٔ کسے	خویشتن را علم پندارد بسے
ہر شخص کسی کے چرا لینے سے ڈرتا ہے	اپنا علم بہت سمجھتا ہے

یعنی ہر شخص دوسرے کی چوری سے ڈرتا ہے اور اپنے لئے علم عظیم جانتا ہے۔

گوید او کہ روزگارم می برد	خود ندارد روزگار سود مند
کہتا ہے کہ وہ میرا وقت برباد کرتا ہے	(حالانکہ) وہ خود مفید وقت نہیں رکھتا ہے

یعنی کہتا ہے کہ میرا وقت ضائع کرتے ہیں اور خود کوئی وقت نافع نہیں رکھتا۔

گوید از کارم بر آوردند خلق	غرق بیکاریست جانش تا بحلق
کہتا ہے کہ وہ میرا وقت برباد کرتا ہے	(حالانکہ) اس کی جان حلق تک بیکاری میں غرق ہے

یعنی کہتا ہے کہ لوگوں نے مجھے کام سے رکھا (حالانکہ) اس کی جان حلق تک بیکاری میں غرق ہے۔

عور ترساں کہ منم دامن کشاں	چوں رہانم دامن از چنگال شاں
ننگا ڈرتا ہے کہ میں دامن کھینچنے والا ہوں	ان کے چنگل سے اپنا دامن کس طرح چھڑاؤں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ننگا ڈرتا ہے کہ میں دامن کش ہوں تو ان کے چنگل سے دامن کس طرح چھڑاؤں۔

صد ہزاراں فضل داند از علوم	جان خود را می نداند آں ظلوم
علوم کی لاکھوں فضیلتیں جانتا ہے	وہ ظالم اپنی جان کو نہیں جانتا ہے

یعنی لاکھوں فضل وعلوم جانتا ہے اور وہ ظالم اپنی حقیقت کو نہیں جانتا۔

داند او خاصیتِ ہر جوہرے	در بیان جوہر خود چوں خرے
وہ ہر جوہر کی خاصیت جانتا ہے	اپنے جوہر کے معاملے میں گدھے کی طرح ہے

یعنی ہر ذات کی خاصیت کو جانتا ہے اور اپنی ذات کے جاننے میں گدھے کی طرح ہے اور کہتا ہے۔

کہ ہمی دانم یجوز و لایجوز	خود ندانی کہ تو حوری یا عجوز
کہ میں یجوز اور لایجوز کو جانتا ہوں	تو خود نہیں جانتا کہ تو حور ہے یا بڑھیا

یعنی کہ میں یجوز ولا یجوز سب جانتا ہوں اور خود تو یہ نہیں جانتا کہ تو حور ہے یا بڑھیا۔ یعنی اپنی تو خبر نہیں اور ساری دنیا کی خبر لیتا پھرتا ہے ایک نسخہ ہے "خود ندانی تو یجوزی یا عجوز" اس کے معنے یہ ہوں گے کہ تجھے خبر نہیں ہے کہ تو اس قابل ہے کہ تجھ پر اطلاق حسن جائز ہو یا بڑھیا ہو مگر اس میں تکلف ہے نسخہ جو متن میں لکھا گیا ہے وہ ہی بے تکلف معلوم ہوتا ہے۔

ایں رواواں ناروا دانی و لیک	تو روا یا ناروائی بیں تو نیک
تو یہ جانتا ہے یہ جائز ہے وہ ناجائز ہے لیکن	تو غور کر تو خود جائز ہے یا ناجائز

یعنی یہ روا ہے اور وہ ناروا ہے اس کو تو جانتا ہے لیکن تو خود (سکہ) چلنے والا ہے یا بے چلنے والا ہے اس کو اچھی طرح دیکھ یعنی یہ دیکھ قیامت میں تو سکہ روا ہے یا ناروا ہے اگر اس روا ناروا کو دیکھ لیا تو کام بن گیا ورنہ قسمت کو روؤ گے۔

قیمت ہر کالہ می دانی کہ چیست	قیمت خود را ندانے احمقیست
تو ہر سودے کی قیمت جانتا ہے کہ کیا ہے	تو اپنی قیمت نہیں جانتا' یہ حماقت ہے

یعنی ہر اسباب کی قیمت کو جانتا ہے کہ کیا ہے اور اپنی قیمت کو نہیں جانتا تو احمق ہے۔

سعدہا و نحسہا دانستہٴ	ننگری سعدی تو یا ناشستہٴ
تو سعادتوں اور نحوستوں کو جانتا ہے	تو یہ غور نہیں کرتا' کہ تو سعد ہے یا میلا

یعنی سعد و نحس کو تو جانتا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ تو سعد ہے یا ناشستہ ہے

جان جملہ علمہا اینست ایں	کہ بدانی من کیم در یوم دیں
تمام علوم کی جان دراصل یہی ہے	کہ تو جان لے کہ قیامت کے دن میں کون ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

جان جملہ علمہا اینست خود	کہ بہ بخشد جملہ را جان ابد
خود تمام علوم کی جان یہ ہے	کہ وہ سب کو ابدی جان عطا کر دے

یعنی تمام علوم کی جان یہی ہے کہ تم یہ جان لو کہ قیامت میں تم کون ہو گے۔

آں اصول دیں بدانستی ولیک	بنگر اندر اصل خود کو ہست نیک
تو نے دین کے اصول جان لئے لیکن	اپنی اصل پر غور کر کہ وہ اچھی ہے

یعنی وہ اصول دین کے تو تو نے جان لئے لیکن اپنی اصل میں دیکھ کہ وہ (علم) خوب ہے۔

از اصولیت اصول خویش بہ	کہ بدانی اصل خود اے مردمہ
تیرے اصولی ہونے سے اپنے اصول بہتر ہیں	اے بڑے شخص! کہ تو اپنی اصل کو جان لے

یعنی اصولی ہونے سے اپنے اصول بہتر ہیں کہ اے مرد بزرگ تم اپنی اصل کو جان لو۔ (تو دنیا میں یہی ہو رہا ہے کہ اپنی حقیقت اور اصل سے تو غافل ہیں اور دوسروں کے عیوب اور ان کی حقائق کو دیکھتے پھرتے ہیں) آگے قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اے ضیاء الحق حسام الدین کہانی تو ختم ہوئی اب اس کی صاف صاف شرح کرنی چاہئے اور اس کی ضروری ضروری اسرار بیان کرنے چاہئیں۔ کیونکہ ہم نے محض کہانی ہونے کی حیثیت سے نہیں بیان کیا۔ اس لئے کہ ہر مختصر شے کہانی نہیں ہوتی اور عارف اس کو افسانہ ہونے کی حیثیت سے نہیں دیکھتا بلکہ اسکے متضمن اسرار ہونے کے لحاظ سے اس کو دیکھتا ہے۔ شرح اس کہانی کی یہ ہے کہ اس میں جو بہت سننے والا بہرا شخص ہے وہ امل اور امید ہے کیونکہ امل دوسروں کی موت تو خوب سنتی ہے کہ آج فلاں مر گیا اور کل فلاں مرا تھا لیکن وہ اپنی موت کی خبر نہیں سنتی اور اس خیال سے اپنا منتقل ہونا نہیں دیکھتی یعنی صاحب امل کو یہی خیال ہوتا ہے کہ میں کبھی نہ مروں گا۔ اسی لئے وہ کبھی دنیا کے جھگڑوں سے فارغ ہو کر موت کے لئے تیاری نہیں کرتا اور اس قصہ میں جو تیز نظر اندھا ہے وہ حرص ہے کہ وہ سب کے عیب دیکھتی اور بیان کرتی ہے مگر باوجود وہ عیب بینی میں منہمک ہے اس کی پھوٹی ہوئی آنکھ اپنا عیب ذرا نہیں دیکھتی۔ اس قصہ میں ایک ننگا اپنے دامن کے کاٹے جانے سے ڈرتا ہے اور اتنا نہیں سمجھتا کہ بھلا ننگے کے پاس دامن ہوتا ہی کہاں ہے جس نے کوئی کاٹے یا پھاڑے اس کی تاویل یہ ہے کہ دنیادار مفلس ہے۔ اول تو اس کے پاس اصلی مال ہی نہیں بلکہ خیالی ہے پھر وہ خیالی بھی اس کی ملک نہیں مگر وہ ڈرتا ہے کہ کہیں چوری نہ ہو جائے اور باوجودیکہ اس کا کچھ بھی نہیں لیکن اس کو چوروں کا کھٹکا ہے وہ تو ننگا ہی آیا تھا اور ننگا ہی چلا جاوے گا اور حالت اس کی یہ ہے کہ چور کی فکر میں اس کا جگر خون ہوا جاتا ہے مرنے

www.besturdubooks.wordpress.com

کے وقت جبکہ وہ اپنی تہی دستی پر ہزاروں آہ وفغاں کرتا ہوگا اس کی جان اس کے اس خوف پر ہنسے گی اور کہے گی کہ عجب احمق تھا جو چوری کے اندیشہ میں گھلا جاتا تھا۔ یہی وقت ہے جبکہ دولت مند کو معلوم ہوگا کہ وہ بالکل مفلس ہے اور اس کے پاس کوڑی بھی نہیں اور وہی وقت ہے جبکہ وہیں یہ نہ جانے گا کہ وہ تو کچھ نہ جانتا تھا کیونکہ جو فنون وہ جانتا تھا وہ فنون اس وقت بیکار ہوں گے اور جو ہنر کارآمد ہے وہ اس کو آتا نہ ہوگا اس لئے کہے گا کہ ہم بڑے احمق تھے کہ کام کی باتیں نہ سیکھیں اور فضولیات میں مصروف رہے دنیاوی دولتمندوں کی حالت ایسی ہے جیسے کسی لڑکے نے گود میں ٹھیکرے بھر رکھے ہوں کیونکہ جس طرح یہ لوگ اپنے مال کے ضائع ہونے سے ڈرتے ہیں اسی طرح اس لڑکے کو بھی ان ٹھیکروں کے ضائع ہونے کا خوف ہوتا ہے چنانچہ اگر اس کے پاس سے کوئی ٹھیکرا لے لو تو فوراً رونے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا روپیہ لے لیا اور اگر ایک ٹھیکرا اسے دیدو تو خوش ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھے روپیہ مل گیا۔ لیکن چونکہ لڑکے کو عقل نہیں ہوتی اس لئے نہ ٹھیکرے کے جاتے رہنے پر اس کا رونا کوئی چیز ہے اور نہ مل جانے پر اس کا ہنسنا کوئی شے ہے۔ بس یہی حالت دنیاوی دولت اور دولتمندوں کی ہے۔ بس ایک غلطی تو دولتمندوں کی یہ ہے کہ وہ اس کو دولت سمجھتے ہیں دوسری غلطی یہ ہے کہ وہ اس کے پاس عاریت ہونے کے اپنی ملک سمجھتے ہیں پس چونکہ یہ لوگ اس فرضی مال کو باوجود اس کے عاریت ہونے کے اپنی ملک سمجھتے ہیں اسی لئے اس کے لئے بے قرار ہوتے ہیں۔ ان کی حالت بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص خواب دیکھ رہا ہو کہ میرے پاس مال ہے اور ڈر رہا ہو کہ مبادا کوئی چور میری خورجین اڑا لے جائے گا لیکن جبکہ کوئی شخص اس کا کان پکڑ کر اٹھا کر بٹھلا دیتا ہے تو وہ خود اپنے اوپر ہنستا ہے اور کہتا ہے کہ میں بھی عجب چیز ہوں کہ خواہ مخواہ پریشان ہو رہا تھا۔ بس یوں ہی یہ دولتمند بھی اس وقت خواب میں اپنے کو دولتمند جانتے اور اس دولت کے ضائع ہونے سے ڈرتے ہیں لیکن جب موت ان کو بیدار کرے گی اس وقت ان کو خود اپنے اوپر ہنسی آوے گی اور جیسے دولتمندوں کی خوف کی حالت ہے وہی حالت ان عالموں کی خوف کی ہے جو کہ علم وعقل دنیاوی رکھتے ہیں کیونکہ واقع میں یہ لوگ عقل وعلم کچھ بھی نہیں رکھتے۔ چنانچہ قرآن خود ہمارے اس دعوے کی تصدیق کرتا ہے اور وہ ایسے ہی ہنرمند عاقلوں کو جاہل بتلاتا ہے اور کہتا ہے اولئک کالانعام بل ھم اضل وغیرہ مگر بایں ہمہ وہ اپنے کو بہت بڑا عالم جانتا ہے اور ہر شخص سے ڈرتا ہے کہ کہیں میرا علم نہ چرا لے یعنی ضائع نہ کردے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ لوگ میرا وقت برباد کرتے ہیں حالانکہ اس کے پاس نافع وقت ہی نہیں۔ نیز وہ کہتا ہے کہ لوگ مجھے کام نہیں کرنے دیتے حالانکہ وہ خود سر سے پاؤں تک بیکاری میں غرق ہے یہ ایک ننگا ہے جو کہتا ہے کہ میرے دامن بڑے بڑے اور زمین پر گھسٹتے چلتے ہیں اور سوچتا ہے کہ میں کیسے اپنا دامن لوگوں کے ہاتھوں سے چھڑاؤں۔ یہ شخص اپنے کو علوم کا بہت بڑا ماہر جانتا ہے لیکن واقع میں وہ ظالم اتنا جاہل ہے کہ اسے اپنی بھی خبر نہیں وہ ہر جوہر کی خاصیت جانتا ہے لیکن اپنے جوہر کی حالت نہیں بیان کرسکتا۔ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں یجوز ولا یجوز جانتا ہوں لیکن اس سے کوئی کہے کہ احمق تو اپنی نسبت تو یہ جانتا ہی نہیں کہ تو یجوز کہلانے کا مستحق ہے یا عجوز کہلانے کا یعنی تو یہ تو جانتا ہی نہیں کہ اس عقبہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سے پار ہو جانے والا ہے یا بڑھیا کی طرح عاجز ہے۔
فائدہ:۔ واضح ہو کہ یہ معنی تو اس وقت ہیں جبکہ نسخہ "خودندانی تو یجوزی یا عجوز" ہو اور اگر نسخہ خودندانی تو کہ حوری یا عجوز ہو جیسا کہ حضرت مجدد الملة والدین عم فیضہم نے فرمایا کہ مجھے تو یوں ہی یاد پڑتا ہے تو اس وقت معنے نہ ہونگے کہ تو اپنی نسبت تو جانتا ہی نہیں کہ تو جمیل الباطن ہے یا قبیح الباطن خبیثہ) تو یہ دوسری چیزوں کی نسبت تو جائز یا ناجائز ہونا جانتا ہے لیکن تجھے اپنی نسبت بھی تو جاننا چاہئے کہ تو بھی رونده راه حق ہے یا نہیں تو ہر مال کی قیمت تو جانتا ہے مگر افسوس کہ تجھے اپنی قدر و قیمت معلوم نہیں کہ اصالتاً تو کتنا بیش قیمت ہیرا ہے اور اب تو نے اپنی کیا گت بنالی ہے لہذا یہ علم تیرا علم نہیں بلکہ سراسر حماقت ہے تو دوسری اشیاء کی سعادت و نحوست سے تو خوب واقف ہے مگر تجھے اپنا علم نہیں کہ تو سعد ہے یا نحس؟ حالانکہ تمام علوم کی روح تو یہ ہے کہ تو اپنی نسبت یہ جان لے کہ قیامت میں ہم کیا ہونگے تو نے دین کے اصول تو جان لئے مگر اب تجھ کو اپنی اصل کو بھی دیکھنا چاہئے کہ وہ فطرۃً اچھی ہے مگر تو نے اس کو بگاڑ دیا ہے (یا یوں کہو کہ تم کو اپنی اصل کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کیسی ہے کیونکہ یہ دیکھنا عمدہ بات ہے یا یوں کہو کہ تم کو اپنی اصل کو دیکھنا چاہئے کہ وہ اچھی بھی ہے یا نہیں) تمہارے اصولی ہونے سے تو یہ بہتر ہے کہ تم اپنی ذات کے اصولی ہو یعنی یہ جانو کہ تمہاری اصل کیا ہے اور اب تم کیا بن رہے ہو۔ خلاصہ یہ کہ اس شہر میں صرف طول امل اور حرص اور اغترار بمال و کمال ظاہری تین چیزیں تھیں۔

شرح شبیری

اہل سبا کی اکڑ اور ان کی ناشکری کا قصہ

اصل شاں بد بود اں اہل سبا	می رمیدندے ز اصحاب لقا
ان اہل سبا کی اصل بری تھی	وہ بقا کے اسباب سے بھاگتے تھے

یعنی ان کی اصل بری تھی اس لئے اہل سبا اصحاب لقا سے بھاگتے تھے اصحاب لقاء سے مراد انبیاء کیونکہ ان کو لقای حق میسر ہوتا ہے۔

دادشاں چندیں ضیاع و باغ و راغ	از چپ و از راست از بہر فراغ
ان کو (اللہ نے) اس قدر جائیداد اور باغ اور چراگاہ دی	دائیں اور بائیں سے فراغت کے لئے

یعنی حق تعالیٰ نے ان کو اس قدر اسباب اور باغ وغیرہ چپ و راست سے فراغ کے واسطے دیا تھا کہ۔

بسکہ می افتاد از پری ثمار	تنگ می شد معبرہ بر رہگزار
کثرت کی وجہ سے پھل بہت گرتے تھے	چلنے والوں پر راستہ تنگ ہو جاتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی پھل زیادتی کی وجہ سے اس قدر گرتے تھے کہ چلنے والوں کو رستہ تنگ ہو جاتا تھا۔

آں نثار میوہ رہ را می گرفت	از پری میوہ رہرو درشگفت
پھلوں کی بکھیر راستہ روک دیتی تھی	پھلوں کی کثرت سے مسافر تعجب میں تھے

یعنی وہ میوہ کا گرنا راستہ کو گھیر لیتا تھا اور زیادتی میوہ کی وجہ سے چلنے والا تعجب میں ہوتا تھا۔

سلہ برسر بر درختستان شاں	پرشدے ناخواست از میوہ فشاں
ان کے باغوں میں سر پر کی ٹوکری	بغیر خواہش کے پھلوں کے جھڑنے سے بھر جاتی

یعنی ٹوکرا سر پر (رکھ کر) ان کے باغوں میں سے بے خواہش میوہ فشاں کے پر ہو جاتا۔

باد آں میوہ فشاندے بے کسے	پرشدے زاں میوہ دامنہا بسے
بغیر کسی شخص کے، ہوا پھل جھاڑتی	ان پھلوں سے بہت سے دامن بھر جاتے

یعنی ہوا اس میوہ کو بلا کسی آدمی کے گراتی تھی اور اس سے بہت سے دامن پر ہو جاتے تھے۔

خوشہ ہائے زفت تا زیر آمدہ	برسر وروئے روندہ می زدہ
موٹے خوشے۔ نیچے کو لٹکے ہوئے	چلنے والے کے سر اور منہ کو لگتے

یعنی بڑے بڑے خوشے نیچے تک آئے ہوئے سر اور منہ چلنے والے پر لگتے تھے۔

مرد گلخن تاب از پری زر	بستہ بودے بر میاں زریں کمر
بھٹی جلانے والا سونے کی کثرت سے	کمر پر زریں پٹی باندھے رہتا ہے

یعنی بھڑ بھونجا روپیہ کی زیادتی کی وجہ سے کمر میں زریں پٹکا باندھتا تھا۔

سگ کلیچہ کوفتے در زیر پا	تخمہ بودے گرگ صحرا از نوا
کتے پاؤں کے نیچے کلیچے روندتے	غذا کی کثرت سے جنگل کے بھیڑیوں کو بدہضمی ہو جاتی

یعنی کتا کلیچہ کو پاؤں کے نیچے روند دیتا تھا اور غذا کی وجہ سے گرگ صحرا کو تخمہ ہو جاتا تھا۔

گشتہ ایمن شہر ودہ از دزد و گرگ	بز نہ ترسیدے ہم از گرگ سترگ
شہر اور گاؤں اور چور اور بھیڑیے سے محفوظ ہو گئے تھے	موٹے بھیڑیے سے بکری بھی نہ ڈرتی تھی

یعنی شہر اور گاؤں چور اور بھیڑیے سے بے خوف تھے اور بکری گرگ عظیم سے نہ ڈرتی تھی۔ اس لئے کہ بھیڑیے کو شہر میں آنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی تھی اس کو جنگل ہی میں اتنی غذا مل جاتی تھی کہ پھر اس کو ضرورت نہ رہتی تھی۔

جامۂ ایشاں اگر چرکیں شدے	آتش سوزندہ شاں صابون و بدے
اگر ان کے کپڑے میلے ہو جاتے	جلانے والی آگ ان کا صابون ہوتا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ان کے کپڑے اگر میلے ہو جاتے تو آگ جلانے والی ان کا صابون ہوتی۔

در تنور انداختندے جامہ را	بعد یک ساعت شدے خوش باصفا
وہ کپڑوں کو تنور میں ڈال دیتے	تھوڑی دیر کے بعد وہ اچھا صاف ہو جاتا

یعنی تنور میں کپڑے کو ڈال دیتے تو بعد ایک ساعت کے وہ خوش باصفا ہو جاتا تھا یعنی وہ آگ میں جلتا نہ تھا بلکہ صاف ہو جاتا تھا ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کی آگ کو بھی اس قدر زم کر دیا ہو کہ وہ نہ جلاتی ہو اور صاف کر دیتی ہو۔

گر بگویم شرح نعمتہائے قوم	کہ زیادت می شد آن یوماً فیوم
اگر میں قوم کی نعمتوں کی شرح کروں	جو روز بہ روز بڑھ رہی تھیں

یعنی اگر میں قوم کی نعمتوں کی شرح کروں کہ وہ دن پر دن زیادہ ہوا کرتی تھیں۔

مانع آید از سخنہائے مہم	انبیاء بردند امر فاستقم
تو وہ ضروری باتوں سے مانع بنے گی	انبیاء فاستقم کا حکم لے کر گئے

یعنی (ان باتوں کی شرح کرنا) مجھے ضروری باتوں سے مانع ہو جاوے گی اور انبیاء ان کے پاس امر فاستقم لائے یعنی جب اس قدر نعمتیں اہل صبا پر ہوئیں تو اب انبیاء نے فرمایا کہ ذرا استقامت اختیار کرو پھسل مت جانا۔

چوں ز حد بردند ناشکری چناں	غیرت حق کار گر شہ در زماں
جب انہوں نے اس طرح کی ناشکری حد سے زیادہ کی	اس وقت اللہ (تعالیٰ) کی غیرت کام میں لگ گئی

یعنی جب وہ لوگ ناشکری کو حد سے اس قدر لے گئے کہ غیرت حق اسی وقت کارگر ہو گئی یعنی غیرت حق ان کی اس حرکت سے جوش میں آ گئی۔

تیرہ پیغمبروں کا اہل سبا کی نصیحت کے لئے آنا

سیزدہ پیغمبر آنجا آمدند	گمرہاں را جملہ رہبر می شدند
تیرہ پیغمبر وہاں آئے	گمراہوں کے سب رہبر بنے

یعنی اس جگہ تیرہ پیغمبر آئے کہ سارے گمراہوں کے لئے رہبر ہوتے تھے (اور فرماتے تھے کہ)

کہ ہلا نعمت فزوں شد شکر گو	مرکب شکرا رنجسپد حرکو
کہ خبردار! نعمت بہت ہو گئی ' شکر کر	اگر شکر کی سواری سو گئی ہے ' (اس کو) چلاؤ

یعنی کہ خبردار نعمت زیادہ ہو گئی ہے شکر کرو اور مرکب شکر اگر سو جاوے تو تم حرکت دیدو۔

شکر منعم واجب آمد در خرد	ورنہ بکشاید در خشم ابد
عقلی اعتبار سے ' انعام دینے والے کا شکر ضروری ہے	ورنہ ابدی ناراضی کا دروازہ کھل جائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی منعم کا شکر کرنا عقل کے اعتبار سے بھی واجب آیا ہے ورنہ خشم ابدی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

ہیں کرم بینید و ایں خود کس کند	کز چنیں نعمت بشکرے بس کند
ہاں کرم دیکھو اور یہ خود کون کرتا ہے؟	کہ اس قدر نعمتوں پر ایک شکر پر اکتفا کرے

یعنی ارے کرم تو دیکھو اور یہ کوئی کرتا ہے کہ اتنی نعمتوں پر شکر کو بس کرے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ اتنی نعمتوں پر بہت تھوڑے شکر پر کفایت فرماتے ہیں مگر پھر بھی کوئی شکر نہ کرے تو اس کی بدبختی۔ آگے اس کے نظائر فرماتے ہیں کہ۔

سر بہ بخشد شکر خواہد سجدۂ	پا بہ بخشد شکر خواہد قعدۂ
وہ سر عنایت کرتا ہے، سجدہ کا شکر چاہتا ہے	پاؤں بخشتا ہے، بیٹھنے کا شکر چاہتا ہے

یعنی سر بخشتے ہیں اور شکر میں ایک سجدہ چاہتے ہیں اور پاؤں بخشتے ہیں اور شکر میں ایک قعدہ مانگتے ہیں۔

شکر نعمت نعمت افزوں کند	صد ہزاراں گل زخارے سر زند
نعمت کا شکر نعمت کو زیادہ بڑھاتا ہے	لاکھوں پھول کانٹے سے سر ابھارتے ہیں

یعنی نعمت کا شکر کرنا تمہاری نعمت کو زیادہ کرتا ہے اور لاکھوں پھول ایک خار سے ظاہر ہوتے ہیں یعنی ہمارے اس شکر سے جو کہ خار کی طرح ہے لاکھوں گل ظاہر ہوتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جب تم کو اس شہر کی حالت معلوم ہوگئی تو اس کے رہنے والوں کا قصہ سنو۔ چونکہ اس شہر سبا کے رہنے والے بد اصل تھے اور ان کے قلوب مریض تھے اس لئے وہ حق بیں حضرات (انبیاءؑ) سے بھاگتے تھے یہ تو اجمال ہے اب اس کی تفصیل سنو۔ حق سبحانہ نے بہت سا ملک اور بہت سے باغ اور جنگل ہر طرف ان کو عطاء کئے تھے تا کہ ان کو اطمینان قلب نصیب ہو اور وہ اس کو عبادت الٰہی کا ذریعہ بنادیں ان کے تمول و تنعم کی یہ حالت تھی کہ چونکہ سڑکوں پر دو رویہ میوہ دار درختوں کی قطاریں تھیں اور میوے بکثرت گرتے تھے اس لئے رہگیروں کو چلنے کے لئے خالی راستہ نہ ملتا تھا۔ میوؤں کا ستھراؤ راستہ بند کردیتا تھا اور اجنبی مسافر کو میووں کی کثرت سے حیرت ہوتی تھی اگر کوئی شخص ٹوکرا سر پر لئے ہوئے ان کے باغوں میں گزرتا تو بلا اس کے خواہش کے میووں کی گرنے سے ٹوکرا بھر جاتا تھا بدوں اس کے کہ کوئی شخص ان درختوں کو حرکت دے خود ہوا ان کو حرکت دیتی تھی اور بہت سے دامن میووں سے بھر جاتے تھے بڑے بڑے خوشے نیچے لٹکے ہوئے تھے جو چلنے والے کے منہ سے مس کرتے تھے۔ سونے کی کثرت سے بھڑ بھونجے کی یہ حالت تھی کہ کمر میں سونے کا پٹکا باندھ کر بھاڑ جھونکتا تھا کتوں کی یہ حالت تھی کہ کلچوں کو پاؤں میں روندتے اور منہ نہ لگاتے تھے۔ بھیڑیوں کی خوراک کی یہ حالت تھی کہ زیادہ کھانے سے اکثر بدہضمی میں مبتلا رہتے تھے چونکہ کثرت دولت سے استغنا بڑھا ہوا تھا اس لئے اہل شہر کو نہ چور کا کھٹکا تھا نہ بھیڑیئے کا اور چونکہ بھیڑیے اپنی شکم

www.besturdubooks.wordpress.com

سیری کی وجہ سے بکریوں کی طرف توجہ نہ کرتے تھے اس لئے بکریوں کو بھی بھیڑیوں کا خطرہ نہ تھا ان لوگوں کو اگر کپڑا میلا ہو جاتا تھا تو وہ آگ جس کا کام جلانا ہے ان کے لئے خواہ بہ تسخیر استدراجی یا بہ سبب ہنرمندی ان کو صابون کا کام دیتی تھی۔ یعنی تھوڑی دیر کے لئے وہ اسے تنور میں ڈال دیتے تھے اور اس کا میل کچیل جل کر کپڑا نہایت صاف نکل آتا تھا۔ غرض ان کو بے حد تمول اور بے انتہا تنعم حاصل تھا۔ میں کہاں تک بیان کروں اس لئے کہ اگر میں ان کی نعمتوں کی تفصیل کروں جو یوماً فیوماً ترقی پذیر تھیں تو وہ مجھے ضروری باتوں سے مانع ہو جاویں گی۔ لہٰذا اسی قدر پر اکتفا کر کے اصل مقصد بیان کرتا ہوں۔ سنو انبیاء کو حکم ہوا کہ جس بات کا تم کو حکم ہوا ہے اس کو بجالاؤ اور انہوں نے اس کی تعمیل کی یعنی اہل سبا کی تبلیغ پر آمادہ ہوئے (یا یوں کہو کہ انبیاء ان کے پاس حق سبحانہ کا یہ حکم لے گئے کہ تم ٹھیک ہو جاؤ) کیونکہ جب باوجود ان نعمتوں کے ان کی ناشکری حد سے بڑھی تو غیرت حق نے اپنا کام کیا اور ان کی اصلاح کے لئے انبیاء کو بھیجا چنانچہ اس مقام پر تیرہ نبی متعاقباً یا مجتمعاً آئے اور ان کی رہبری کی اور فرمایا کہ دیکھو لوگو نعمت حق سبحانہ بہت بڑھ گئی ہے اب اس کا شکر بھی ادا کرنا چاہئے اور اگر اب شکر سو رہا ہے تو اسے ایڑ لگانی چاہئے یعنی اگر شکر میں فتور واقع ہو تو پھر نئے سرے سے مستعد ہو کر شکر کرنا چاہئے کیونکہ شکر منعم عقلاً واجب ہے اور ناشکری کی صورت میں تم قہر ابدی میں مبتلا ہو جاؤ گے تم غور تو کرو کہ کوئی ایسی عنایت بھی کرتا ہے جیسی حق سبحانہ کرتا ہے کہ اتنی بڑی نعمتوں کے مقابلہ میں معمولی شکر پر اکتفاء کرتا ہے مثلاً سر کی نعمت عطاء کرتا ہے اور اس کا شکر مقرر کیا ہے سجدہ جو کچھ بھی دشوار نہیں۔ اور پاؤں عطا کرتا ہے اس کا شکر کیا مقرر کیا ہے قعدہ و قیام وغیرہ معمولی اور آسان اور یہ بھی نہیں کہ وہ شکر گذشتہ نعمتوں ہی کا معاوضہ سمجھا جاوے بلکہ وہ اور نعمتوں کا بھی سبب ہو گا اور تمہاری نعمتیں اس سے اور بڑھیں گی اور کانٹوں میں لاکھوں پھول نکلیں گے یعنی وہ نعمتیں تم کو اس طریق سے پہنچیں گی کہ تم کو وہاں سے ملنے کا گمان بھی نہ ہو گا۔

شرح شبیری

جواب قوم کا انبیاء علیہم السلام کو

قوم گفتہ شکر مارا بر دغول	ماشدیم از شکر و از نعمت ملول
قوم نے کہا ہمارا شکر بھوت لے گیا	ہم تو شکر اور نعمت سے عاجز ہیں

یعنی قوم نے کہا کہ ہمارے شکر کو بھوت لے گئے اور ہم تو شکر اور نعمت سب سے ملول ہوئے ہیں۔ مطلب یہ کہ شکر تو وہ کرے جس کو نعمت سے راحت ملے ہم تو اس قدر نعمت ہونے سے اکتا گئے ہیں۔ لہٰذا ہم شکر کیا کریں۔

ماں چناں پژمردہ گشتیم از عطا	کہ نہ طاعت ماں خوش آید نے خطا
ہم بخشش سے ایسے پژمردہ ہو گئے ہیں	کہ نہ ہمیں عبادت اچھی لگتی ہے نہ گناہ

یعنی ہم تو اس عطا سے اس قدر پژمردہ ہو گئے ہیں کہ نہ طاعت ہم کو اچھی معلوم ہوتی ہے اور نہ خطا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مانمی خواہیم نعمت ہا وباغ	مانمی خواہیم اسباب فراغ
ہم نعمتیں اور باغ نہیں چاہتے	ہمیں ذرائع اور فراغت کی خواہش نہیں ہے

یعنی ہم نعمتوں اور باغوں کے خواہشمند نہیں ہیں اور ہم اسباب فراغ کو نہیں چاہتے (نعوذ باللہ)

نعمتے چہ سیر شد جاں ما ازیں	شکر چہ گوئیم بر گوئید ہیں
نعمت کیا چیز ہے؟ اس سے ہماری طبیعت بھر گئی	کاہے کا شکر کریں ہاں بتاؤ؟

یعنی نعمت کیا ہوتی ہے ہماری تو جان اس سے سیر ہوگئی ہے ہم شکر کیا کریں ارے کچھ بتاؤ تو۔

یعنی یہ نعمت تو ہمارے سامنے مصیبت کو لاتی ہے تو شکر مصیبت بھی کسی نے کیا ہے اے جوان۔

انبیاء علیہم السلام کا قوم کو جواب دینا

انبیاء گفتند در دل علتے ست	کہ ازاں در حق شناسی آفتے ست
انبیاء نے فرمایا دل میں بیماری ہے	کہ اس کی وجہ سے حق کے پہچاننے میں نقصان ہے

یعنی انبیاء علیہم السلام نے کہا کہ دل میں کوئی مرض ہے کہ اس کی وجہ سے حق شناسی میں آفت واقع ہو رہی ہے۔

نعمت از وے جملگی علت شود	طعمہ در بیمار کے قوت شود
اس کی وجہ سے سب نعمتیں بیماری بن جاتی ہیں	کھانا بیمار میں قوت کب پیدا کرتا ہے؟

یعنی اس (علت) کی وجہ سے نعمت بھی علت ہو جاتی ہے اور بیمار میں کھانا کب قوت ہوتا ہے یعنی بیماری کی وجہ سے لذیذ کھانے بدمزہ ہو جاتے ہیں تو اسی طرح اس مرض قلبی کی وجہ سے نعمت علت ہو جاتی ہے۔

چند خوش پیش تو آمد اے مصر	جملہ ناخوش گشت وصاف او کدر
اے ضدی تیرے سامنے بہت سی اچھی چیزیں آئیں	سب ناقص اور ان میں سے صاف' مکدر ہو گئیں

یعنی اے مصر (علی الذنوب) تیرے سامنے کتنی ہی عمدہ اشیاء آئیں (مگر) سب ناگوار اور ان (میں) کی صاف مکدر ہو گئیں (یہ سب اس مرض کی وجہ سے ہے)

تو عدوئے ایں خوشیہا آمدی	گشت ناخوش ہر چہ بروے کف زدی
تو ان خوشیوں کا دشمن بن گیا	جس چیز پر تونے ہاتھ دھرا وہ ناگوار ہو گئی

یعنی تو ان عمدہ اشیاء کا دشمن ہو گیا ہے اور تو نے جس چیز پر ہاتھ مارا وہ بری ہو گئی۔

ہر کہ او شد آشنا و یار تو	شد حقیر و خوار در دیدار تو
جو تیرا واقف' اور یار بنا	تیری نظر میں وہ حقیر اور ذلیل ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جو شخص کہ وہ تمہارا آشنا اور یار ہے وہ تمہاری نظر میں حقیر و خوار ہو گیا ہے۔

ہر کہ او بیگانہ باشد با تو ہم	پیش تو او پس مہ است و محترم
وہ جو تجھ سے بیگانہ بھی ہو	وہ تیرے لئے بہت بڑا اور باعزت ہے

یعنی جو شخص کہ وہ تیری ساتھ بیگانہ ہوتا ہے وہ تیرے سامنے بہت عظیم و محترم ہے۔ مطلب یہ کہ جو خیر خواہ ہیں جیسے کہ انبیاء علیہم السلام ان کو تو بیگانہ سمجھتے ہو اور جو بیگانے ہیں ان کے آشنا ہوتے ہو۔

ایں ہم از تاثیر آن بیماری ست	زہر او در جملہ خلقان ساری ست
یہ بھی اسی بیماری کی تاثیر ہے	اس کا زہر تمام لوگوں میں پھیلا ہوا ہے

یعنی یہ بھی اسی بیماری کی تاثیر کی وجہ سے ہے اور اس کا زہر ساری مخلوق میں سرایت کرنے والا ہے۔

دفع آں علت بباید کرد زود	شکر باآں حدث خواہد نمود
اس بیماری کو فوراً دفع کرنا چاہیے	کہ اس کے ہوتے ہوئے شکر بھی گندگی نظر آتی ہے

یعنی اس مرض کو جلدی ہی دفع کرنا چاہئے کہ اس کے ساتھ تو شکر بھی نجاست دکھائی دے گی۔

ہر خوشے کاید بتو ناخوش شود	آب حیواں گر رسد آتش شود
جو اچھی چیز تیرے پاس آتی ہے بری ہو جاتی ہے	اگر آب حیات آتا ہے آگ بن جاتا ہے

یعنی جو عمدہ شی کہ تجھ تک آوے وہ ناخوش ہو جاتی ہے اور آب حیواں اگر پہنچے تو آتش ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ اس مرض قلبی کی وجہ سے نافع شے بھی تمہارے پاس آ کر مضر ہو جاوے گی۔

کیمیاے مرگ و جسک ست آن صفت	مرگ گردو زاں حیاتت عاقبت
یہ صفت موت اور بے چینی کی کیمیا ہے	بالآخر اس کی وجہ سے تیری زندگی موت بن جاتی ہے

یعنی وہ صفت مرگ و ہلاکت کی کیمیا ہے اور اس سے تمہاری حیات آخر کار مرگ ہو جاوے گی۔ مطلب یہ کہ یہ مرض وہ بلا ہے کہ یہ حیات کو مبدل بہ مرگ کر دیتا ہے۔

بس غذائے کہ زوے دل زندہ شد	چوں بیامد در تن تو گندہ شد
بہت سی غذائیں ہیں جن سے دل زندہ ہوتا ہے	وہ جب تیرے جسم میں آتی ہیں گندی ہو جاتی ہیں

یعنی بہت سی وہ غذائیں کہ ان سے دل زندہ ہوتا ہے جب تمہارے بدن میں آئیں تو وہ گندہ ہو گئیں۔

بس عزیزے کہ بناز اشکار شد	چوں شکارت شد برتو خوار شد
بہت سے پیارے ہیں جو لاڈ پیار میں شکار ہوئے	جب تیرا شکار بن گئے تیرے نزدیک ذلیل ہو گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بہت سے وہ معشوق کہ جو ناز کی وجہ سے آشکار ہو گئے تو جب وہ تیرے شکار ہوئے تو تیرے نزدیک خوار ہو گئے۔

مطلب یہ کہ بہت سے وہ حضرات جو اپنی شفقت کی وجہ سے تم پر شفیق ہوئے اور خود تمہارا ساتھ دیا مگر جب تمہارے پاس آئے تو تم نے ان کی ذلت کی جیسے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان میں ہمیشہ گستاخیاں کی ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

آشنائی عقل با عقل از صفا	چوں شود ہر دم فزوں باشد ولا
عقل کی عقل سے شناسائی خلوص سے	جب ہو جاتی ہے ہر لحہ دوستی بڑھتی ہے

یعنی عقل کی عقل کے ساتھ دوستی صفائی کے ساتھ جب ہوتی ہے تو دوستی ہر دم زیادہ ہی ہوتی ہے۔

آشنائی نفس باہر نفس پست	تو یقین می داں کہ ہر دم کمتر است
نفس کی ذلیل نفس سے شناسائی	تو یقین کر ہر دم گھٹتی ہے

یعنی نفس کی ہر نفس پست کے ساتھ آشنائی ہو تو تم یقینا جان لو کہ دم پر دم کم ہو گئے۔

زانکہ نفسش گرد علت می تند	معرفت را زود فاسد می کند
کیونکہ اس کا نفس کسی غرض کا چکر کاٹتا ہے	جان پہچان کو بہت جلد خراب کر دیتا ہے

یعنی اس لئے کہ اس کا نفس علت کے گرد تنتا ہے اور دوستی کو جلدی فاسد کر دیتا ہے۔

گر نخواہی دوست را فردا نفیر	دوستی باعاقل و باعقل گیر
اگر تو کل (قیامت) کو کسی دوست کو قابل نفرت نہیں دیکھنا چاہتا ہے	عقلمند اور عقل سے دوستی کر

یعنی اگر تو کل دوست سے نفرت نہیں چاہتا تو دوستی عاقل اور عقل کیساتھ اختیار کر۔

از سموم نفس چوں با علتے	ہر چہ گیری تو مرض را آلتے
چونکہ تو نفس کی زہریلی ہوا سے بیمار ہے	تو جو بھی لے گا مرض کا آلہ (کار) ہے

یعنی سموم نفس سے جب تو باعلت ہے تو جو کچھ کہ تو لے گا تو مرض کے لئے آلہ ہو گا یعنی اگر اچھی بات بھی لے گا تو اس سے بھی مرض ہی کو ترقی ہو گی۔

گر بگیری گوہرے سنگے شود	ور بگیری مہر دل جنگے شود
اگر تو موتی لے گا وہ پتھر ہو جائے گا	اگر تو دل کی محبت اختیار کرے گا وہ دشمنی ہو جائیگی

یعنی اگر تو گوہر لے تو وہ ایک پتھر ہو جاوے اور اگر محبت قلبی اختیار کرے تو لڑائی ہو جاوے۔

ور بگیری نکتۂ بکر و لطیف	بعد درکت گشت بے ذوق و کثیف
اگر تو نیا پاک نکتہ حاصل کرے گا	تیرے پالینے کے بعد وہ بے ذوق اور گندا ہو جائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اور اگر کسی نکتہ نو ولطیف کو لو گے تو تمہارے لینے کے بعد وہ بے ذوق اور کثیف ہو جاوے گا (اس لئے کہ تم اس کو سن کر کہتے ہو کہ)

کہ من ایں را بس شنیدم کہنہ شد	چیز دیگر گو بجز ایں اے عضد
کہ میں نے اس کو بہت سنا ہے پرانا ہو گیا ہے	اے یار! اس کے علاوہ کچھ کہہ

یعنی میں نے اس کو بہت مرتبہ سنا ہے پرانا ہو گیا ہے تو اس کے سوائے قوت بازو کوئی اور چیز بیان کرو

چیز دیگر تازہ و نو گفتہ گیر	باز فردا ازاں شوی سیر و نفیر
فرض کرو کہ دوسری کوئی تازہ اور نئی بات کہی ہوئی ہو	پھر تو کل کو اس سے بھی دل بھرا اور متنفر ہو گا

یعنی کوئی دوسری تازی اور نئی بات کہی ہوئی فرض کرلو تو تم اس سے بھی تو کل کو سیر اور نفور ہو جاؤ گے۔ (تو پھر اور نئی بات مانگو گے پھر اور مانگو گے علی غیر النہایہ لہذا اب اس کا علاج یہ ہے کہ)

دفع علت کن چو علت خو شود	ہر حدیث کہنہ پیشت نو شود
کیونکہ بیماری عادت بن جاتی ہے بیماری کو دفع کر	ہر پرانی بات' تیرے لئے نئی ہو جائے گی

یعنی اس مرض کو دفع کر دے کہ جب مرض دفع ہو جاوے گا تو ہر بات پرانی تمہارے سامنے نئی ہو جاوے گی (اس لئے کہ تم اس کے الفاظ پر نظر نہ رکھو گے بلکہ اس سے جو نفع ہے اس پر تمہاری نظر ہوگی اور اس سے منتفع ہو گے تو گویا کہ ہر بات نئی بات ہوگی آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ)

تاکہ از کہنہ بر آرد برگ نو	بشگفاند کہنہ صد خوشہ ز گو
حتیٰ کہ پرانی (بات) نئے پتے نکالے گی	پرانی (بات) گڑھے میں سے سینکڑوں خوشے کھلائے گی

یعنی یہاں تک کہ کہنہ سے برگ نو نکلیں گے اور وہی کہنہ گڑھے میں سے سو خوشے نکالے گا۔ مطلب یہ کہ اسی کہنہ سے ہر بار منتفع ہو گے تو گویا کہ ہمیشہ نئی بات سنی اور تم کو ہر بار اس میں نیا لطف آوے گا تو بس اصل اس مرض کو کھودو ساری باتیں آسان ہو جاویں آگے پھر ان انبیاء کا اہل سبا کو جواب ہے فرماتے ہیں کہ۔

ما طبیبانیم و شاگردان حق	بحر قلزم دید مارا فانفلق
ہم اللہ (تعالیٰ) کے شاگرد ہیں اور طبیب ہیں	ہمیں بحر قلزم نے دیکھا' تو وہ پھٹ گیا

یعنی ہم طبیب ہیں اور شاگردان حق تعالیٰ ہیں ہم کو بحر قلزم نے دیکھا تو وہ بھی پھٹ گیا یعنی متاثر ہوا۔ مطلب یہ کہ ہم حق تعالیٰ سے مستفیض ہیں اور ہم سے ہر شے متاثر ہوتی ہے مگر تم (یعنی اہل سبا ہی) متاثر نہیں ہوتے اور فرماتے ہیں کہ۔

آں طبیبان طبیعت دیگرند	کہ بدل از راہ نبضے بنگرند
جسمانی طبیب' دوسرے ہیں	جو دل کو نبض کے راستے سے دیکھتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ طبیبان طبیعت دوسرے ہیں جو کہ دل کو نبض کی راہ سے دیکھتے ہیں۔

مابدل بیواسطہ خوش بنگریم	کز فراست ما بعالی منظریم
ہم بغیر واسطے کے دل کو خوب دیکھتے ہیں	کیونکہ فراست کی وجہ سے ہم بلند مقام پر ہیں

یعنی ہم دل کو بے واسطہ (نبض وغیرہ) کے اچھی طرح دیکھ لیتے ہیں اس لئے کہ فراست کی وجہ سے ہم عالی منظر ہیں۔

آں طبیباں غذائند و ثمار	جان حیوانی بدیشاں استوار
وہ غذاؤں اور پھلوں کے طبیب ہیں	حیوانی روح ان سے ٹھیک ہوتی ہے

یعنی وہ طبیب غذا کے ہیں اور ثمار کے کہ جان حیوانی ان سے درست رہتی ہے۔

ما طبیبان فعالیم و مقال	ملہم ما پر تو نور جلال
ہم قولوں اور فعلوں کے طبیب ہیں	اللہ (تعالیٰ) کا نور ہم پر الہام کرنے والا ہے

یعنی ہم طبیب افعال واقوال کے ہیں اور ہمارا ملہم نور حق کا پرتو ہے یعنی ہم افعال واقوال کے ضرر ونفع کو بتاتے ہیں اور ہمارا مبتدا فیض نور حق ہے کہ اس سے مستفیض ہو کر مضر و نافع کی تشخیص کرتے ہیں اور بتادیتے ہیں کہ۔

کاینچنیں فعلے ترا نافع بود	وآنچناں فعلے زرہ قاطع شود
کہ ایسا فعل تیرے لئے نافع ہوگا	اور ایسا فعل راہ (حق) سے جدا کرنے والا ہوگا

یعنی کہ ایسا فعل تو تجھے نافع ہوگا اور ویسا فعل تجھے راستہ (حق) سے قاطع ہوگا۔

اینچنیں قولے ترا پیش آورد	وآنچناں قولے ترا نیش آورد
ایسی بات تجھے آگے بڑھائے گی	اور ایسی بات تیرے ڈنک مارے گی

یعنی ایسا قول تو تجھے آگے لاوے گا اور ویسا قول تیرے زخم لگاوے گا۔ (غرضکہ مضر و نافع سب تمہیں بتادیتے ہیں)

آنچناں واینچنیں از نیک و بد	پیش تو بنہیم و بنمایم جد
ایسا اور ویسا اچھا اور برا	ہم تیرے سامنے رکھ دیتے ہیں اور اچھی طرح دکھادیتے ہیں

یعنی ایسے ویسے (سب) نیک و بد سے تیرے سامنے رکھ دیتے ہیں اور حقیقت کو دکھا دیتے ہیں۔

گرتو خواہی ایں گزیں ور خواہی آں	زہر و شکر سنگ و گوہر شد عیاں
اگر تو چاہے اس کو اختیار کر تو چاہے اس کو	زہر اور شکر، پتھر اور جوہر واضح ہو گیا

یعنی اگر تو چاہے تو اس کو قبول کر اور اگر چاہے اس کو زہر اور شکر اور سنگ و گوہر سب ظاہر ہو گیا ہے۔

ان طبیباں را بود بوئے دلیل	ویں دلیل ما بود وحی جلیل
ان طبیبوں کو دلیل سے سراغ ملتا ہے	اور ہماری دلیل اللہ (تعالیٰ) کی وحی ہوتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ان طبیبوں کے لئے تو پیشاب دلیل ہوتی ہے اور یہ ہماری دلیل وحی جلیل سے ہے۔

دست مزدے می نخواہیم از کسے	دست مزد ما رسد از حق بسے
ہم کسی سے مزدوری نہیں چاہتے ہیں	ہمیں اللہ (تعالیٰ) سے بہت مزدوری ملتی ہے

یعنی ہم کسی سے اجرت نہیں مانگتے۔ ہماری اجرت تو حق تعالیٰ سے پہنچ رہی ہے۔ یہ شعر ترجمہ ہے۔ ماأسئلکم علیه اجرا ان اجری الاعلیٰ رب العلمین کا اور فرماتے ہیں کہ۔

ہیں صلا بیماری ناسور را	داروے ما یک بیک رنجور را
آگاہ! ناسور کی بیماری کیلئے پکار ہے	ہماری دوا ہر ہر بیمار کے لئے ہے

یعنی ہاں بیماری ناسور کے لئے اعلان ہے اور ہماری دوا ایک ایک مرض کے لئے (مفت) ہے مطلب یہ کہ وہ حضرات اعلان فرماتے ہیں کہ دیکھو ناسور جو ایسی شے ہے کہ اس کا علاج ہی نہیں مگر ہم ناسور قلب کا علاج آج مفت کرتے ہیں اور ایک ایک کی دوا تقسیم کرتے ہیں جس کا دل چاہے علاج کراوے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ انبیاء علیہم السلام نے فرمایا کہ تمہارے دل میں بیماری ہے جو کہ اشیاء کو علیٰ ماھی علیه دیکھنے سے مانع ہے جب وہ مرض دل کے اندر ہوتا ہے تو ہر نعمت اس سے روگ معلوم ہوتی ہے دیکھو اگر کوئی مریض ہو تو کتنی ہی غذائیں کھلاؤ کبھی قوت نہ آئے گی بلکہ اور مرض کی ترقی کا سبب ہوں گی کیونکہ وہ خلط فاسد کی طرف مستحیل ہوں گی اور خلط فاسد کے بڑھنے سے مرض میں زیادتی ہوگی پس جس طرح کہ یہاں اغذیہ نے اپنا برعکس اثر دکھلایا یہی حالت مرض قلب کے ساتھ نعمتوں کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو اچھی چیز تمہارے سامنے آتی ہے تمہیں بری معلوم ہوتی ہے اور صاف شئے تم کو مکدر دکھلائی دیتی ہے اور اس لئے تم ان عمدہ اشیاء کے دشمن ہو رہے ہو اور جس چیز پر ہاتھ ڈالتے ہو تم کو بری معلوم ہوتی ہے نیز جو تمہارا دوست ہوتا ہے وہ تمہارے نظر میں حقیر اور ذلیل نظر آتا ہے اور جو بیگانہ ہوتا ہے وہ معزز اور مکرم سمجھا جاتا ہے۔ یعنی اہل اللہ حقیقت میں دوست ہیں ان کو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو اور اہل دنیا جو در حقیقت بیگانہ ہیں ان کی قدر کرتے ہو یہ بھی اسی وباء عام کا اثر ہے جس کا زہر تمام لوگوں میں پھیلا ہوا ہے پس اس وقت ضرورت اس کی ہے کہ اس مرض کو جس سے شکر پاخانہ دکھلائی دیگی بہت جلد دور کیا جائے کیونکہ تمہارا مزاج روحانی اعتدال سے منحرف ہو گیا ہے اور جو اچھی چیز تمہارے سامنے آتی ہے وہ تمہیں بری معلوم ہوتی ہے۔ اگر آب حیات بھی تمہارے پاس پہنچتا ہے تو وہ بھی تمہاری نظر میں آگ ہو جاتا ہے۔ اس سے انجام کار حیات روحانی مبدل بہ موت روحانی ہو جاتی ہے پس گویا کہ یہ موت اور رنج کی کیمیا ہے جو قلب ماہیت کر دیتی ہے نیز دیکھو تمہارا مزاج روحانی اعتدال سے اتنا منحرف ہو گیا ہے کہ جو غذائیں دل کو حیات بخشنے والی ہیں وہ تمہارے بدن میں جا

www.besturdubooks.wordpress.com

کر فاسد ہو جاتی ہیں اور بجائے مفید ہونے کے مرض بڑھاتی ہیں۔ اور بہت سے شکار ناز یعنی نازنین محبوب جو اس قابل ہیں کہ ان کی ناز برداری کی جاوے جب تمہارے پاس آتے ہیں تو تم ان کو منہ بھی نہیں لگاتے یہ کس قدر فساد مزاج ہے یاد رکھو کہ جب عقل غالب ہوتی ہے اور عقل کی عقل کے ساتھ دوستی ہوتی ہے اور نفسانیت کا شائبہ بھی نہیں ہوتا تو اس سے محبت میں روزانہ ترقی ہوتی ہے اور جب نفس کا غلبہ ہوتا ہے اور نفس کی کسی نفس کے ساتھ دوستی ہوتی ہے تو محبت دن بدن گھٹتی جاتی ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ نفس ملابس مرض یعنی مریض شہوات واہواء ہے اس لئے دوستی میں بہت جلد بگاڑ پیدا کرتا ہے کیونکہ جب تک غرض حاصل ہوتی رہے گی دوست رہے گا اور جب غرض حاصل ہو جاوے گی یا اس کی امید منقطع ہو جاوے گی الگ ہو جاوے گا۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ کل کو دوست سے بگاڑ اور تنفر نہ ہو تو عاقل اور عقل سے دوستی کرنی چاہئے۔ یاد رکھو کہ جب تک تم اثر نفس سے مریض ہو اس وقت تک تمہاری یہی حالت رہے گی کہ جو چیز تم کھاؤ گے وہ مرض بن جاوے گی اور ہر شے تم کو خلاف ما ہی علیہ دکھلائی دے گی۔ مثلاً لوگ تم موتی اور تم کو نظر آئے گا پتھر کرو گے محبت انجام کار بن جائے گی دشمنی اور سمجھو گے ایک نازک اور نئی بات اور سمجھنے کے بعد ہو جاوے گی بے مزہ اور بھدی اور تم کہو گے کہ یہ تو میں سن چکا اور پرانی بھی ہو گئی اب کوئی اور نئی بات سناؤ اچھا فرض کرو کہ اور نئی بات بھی کہی گئی مگر پھر کیا وہ بھی کل کو معمولی اور قابل نفرت ہو جائے گی۔ اور یوں سلسلہ جاری رہے گا۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ یہ خرابیاں دفع ہوں تو ان کی جڑ کو کاٹو اور اس مرض کو دفع کرو جو ان آثار کا منشاء ہے پس جبکہ وہ مرض منقطع ہو جائے گا تو ہر پرانی بات میں بھی تم کو نئی ہی کا مزہ آوے گا اور اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ پرانے ہی درختوں میں نئی شاخیں نکلیں گی اور وہ پرانے ہی درخت سینکڑوں خوشے نکالیں گے یعنی وہی باتیں جو اس تم کو اساطیر الاولین نظر آتی ہیں یا پرانی باتوں کی طرح بے مزہ معلوم ہوتی ہیں۔ ہزاروں طرح کے ثمرات محمودہ بخشیں گے تم امراض جسمانیہ کے معالجہ کی طرف تو توجہ کرتے ہو اور ان متعارف طبیبوں سے رجوع کرتے ہو لیکن تم امراض روحانیہ کے معالجہ کی کیوں فکر نہیں کرتے اور ہم سے کیوں بھاگتے ہو۔ دیکھو تو سہی ہم میں اور ان میں کس قدر تفاوت ہے۔ ہم وہ طبیب ہیں جنہوں نے حق سبحانہ سے تعلیم حاصل کی ہے اور بحر قلزم بھی ہم کو جانتا اور ہماری قدر کرتا ہے کہ ہم کو دیکھ کر پھٹ جاتا ہے اور راستہ دیدیتا ہے۔ ہم وہ اطباء طبیعت نہیں جو دل کے بعض حالات نبض سے ظناً معلوم کرتے ہیں وہ اور لوگ ہیں ہم تو دل کو خوب اچھی طرح اور براہ راست بلاتوسط نبض عیاناً دیکھتے ہیں کیونکہ ہم فراست کے مقام عالی پر ہیں۔ نیز وہ لوگ تو غذاؤں اور پھلوں کے طبیب اور ان کا نفع نقصان جاننے والے اور ان سے روح حیوانی کو تقویت دینے والے ہیں اور ہم طبیب افعال واقوال ہیں ہم کو ان کے خواص پرتو نور حق سبحانہ سے معلوم ہوئے ہیں اور اس پرتو ہی سے ہم کو معلوم ہوا ہے کہ فلاں کام تمہارے لئے نافع ہے اور فلاں فعل تم کو راہ حق سے جدا کرنے والا ہے اور فلاں بات تم کو راہ حق میں آگے بڑھائے گی اور فلاں بات تم کو نقصان پہنچاوے گی اور سب ہم تمہارے سامنے رکھ دیتے ہیں اور ان کی مضرتوں اور منفعتوں کو اچھی طرح دکھلا دیتے ہیں۔ اس کے بعد تم کو اختیار حاصل ہے خواہ اشیاء نافع کو لے لو خواہ ضارہ کو تمہارے سامنے موتی اور پتھر بالکل صاف رکھے ہوئے ہیں۔ نیز وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

طبیب تو قارورہ سے بعض احوال پہچانتے ہیں اور ہم کو وحی حق سبحانہ سے معلوم ہوتے ہیں۔ نیز وہ فیس لیتے ہیں اور ہم فیس بھی نہیں لیتے بلکہ ہماری فیس خزانہ شہنشاہ حقیقی سے ملتی ہے پس جبکہ ہمارے علم میں اور ان کے علم میں بھی زمین آسمان کا فرق ہے اور ہماری تشخیص اور ان کی تشخیص میں بھی زمین آسمان کا بل ہے اور وہ مرض جس کا ہم علاج کرتے ہیں اس مرض سے کہیں زیادہ مہتم بالشان ہے جس کا متعارف طبیب معالجہ کرتے ہیں اور ہم ان کی طرح فیس بھی نہیں لیتے جس سے ہماری خیر خواہی و شفقت بہ نسبت ان کی شفقت کے کہیں زیادہ ظاہر ہوتی ہے نیز اس میں کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا کہ بخل ہی مانع ہو پھر کیا وجہ ہے کہ تم ہم سے علاج نہیں کراتے دیکھو ہوش میں آؤ اور اپنے معالجہ کی فکر کرو ہم عام اعلان کرتے ہیں کہ ہم عسیر البرء امراض کا علاج کرتے ہیں اور ہر بیمار کو بلا امتیاز اپنے شفاخانہ سے مفت اور بلا کسی فیس یا قیمت کے دوا دیتے ہیں جس کا جی چاہے ہم سے علاج کرائے۔

شرح شبّیری

قوم سبا کا انبیاء علیہم السلام سے معجزوں کی درخواست کرنا

قوم گفتند اے گروہ مدعی	کو گواہ علم و طب نافعی
قوم نے کہا اے دعوے دارو!	نفع رساں طب اور علم کا کون گواہ ہے؟

یعنی قوم نے کہا کہ اے گروہ مدعی (نبوت اس) علم طب نافع کا گواہ کہاں ہے مطلب یہ کہ تم جو کہتے ہو کہ ہمارے پاس وہ علم طب ہے کہ جو بڑے بڑے امراض کا علاج کر سکتا ہے تو اس کے لئے کوئی گواہ بھی تو ہونا چاہئے جو اس علم کے نافع ہونے کو بتا دے اور کہے کہ

چوں شما بستہ ہمیں خواب و خورید	ہمچو ما باشید و دردہ می چرید
جبکہ تم بھی اسی سونے اور کھانے کے پابند ہو	ہماری طرح ہو اور گاؤں میں کھاؤ پیو

یعنی (اے گروہ انبیاء) جب تم اسی خواب و خور کے مقید ہو اور ہماری طرح رہتے ہو اور گاؤں میں کھاتے پیتے ہو۔

چوں شما در دام ایں آب و گلید	کے شما صیاد سے مرغ دلید
جبکہ تم اسی پانی اور مٹی کے جال میں ہو	تو تم دل کے سیمرغ کے شکاری کہاں ہو؟

یعنی جبکہ تم اسی آب و گل کے دام میں ہو تو تم سے مرغ دل کے صیاد کب ہو سکتے ہو۔ مطلب یہ کہ جب تم ہماری طرح کھاتے پیتے چلتے پھرتے ہو پھر تمہارے اندر کونسی بات زیادہ ہے جو تم پیمبر اور طبیب روحانی کہلانے کے مستحق ہو بلکہ۔

حب جاہ و سروری دارد براں	کہ شمارد خویش از پیغمبراں
رتبہ اور سرداری کی محبت اس پر آمادہ کرتی ہے	کہ اپنے آپ کو پیغمبروں میں شمار کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی حب جاہ وسرداری اس پر کہتی ہے کہ اپنے کو پیغمبروں سے گنے یعنی تم میں سے ہر ایک کو حب جاہ نے اس پر مجبور کیا ہے کہ دعوے نبوت کا کرتے ہو ورنہ اگر حب جاہ نہ ہوتی تو کبھی تم ایسا دعوے نہ کرتے۔

ما نخواہیم اینچنیں لاف و دروغ	کردن اندر گوش وافتادن بدوغ
ہم اس طرح کی شیخی اور جھوٹی نہیں چاہتے	سننا اور چھاچ میں گرنا

یعنی ہم ایسے لاف ودروغ کو کان میں کرنا اور فریب میں پڑنا نہیں چاہتے۔ مطلب یہ کہ جب ہم میں اور تم میں کوئی فرق نہیں ہے اور تم دعویٰ نبوت کا کرتے ہو تو بھلا ہم ایسی شیخی اور دروغ کو کس طرح مان لیں۔

انبیا گفتند کایں زاں علت است	مایۂ کوری حجاب رویت است
انبیاء نے کہا یہ (باتیں) اسی بیماری کی وجہ سے ہیں	اندھے پن کا سرمایۂ دیدار کا پردہ ہے

یعنی انبیاء نے فرمایا کہ یہ اسی مرض کی وجہ سے ہے اور کوری کی اصل رویت (حق) کا حجاب ہے۔ یعنی تمہارا مرض اور تمہاری کوری تمہیں رویت حق سے مانع ہو رہی ہے اور فرمایا کہ۔

دعویٰ مارا شنیدید و شما	می نہ بینید ایں گہر در دست ما
تم نے ہمارا دعویٰ سن لیا اور تم	ہمارے ہاتھ میں اس جوہر کو نہیں دیکھتے ہو؟

یعنی تم نے (صرف) ہمارے دعویٰ کو تو سن لیا اور ہمارے ہاتھ میں اس گوہر (نبوت) کو دیکھتے نہیں یعنی تم اس گوہر نبوت کو دیکھتے نہیں حالانکہ یہ اس قدر درخشاں وتاباں ہے کہ اس کے لئے گواہ کی خود ضرورت ہی نہیں مگر جو کوئی نہ دیکھے تو اس کا علاج ہی کیا ہے۔

امتحانست ایں گہر مر خلق را	ماش گردانیم گرد چشمہا
یہ جوہر لوگوں کی آزمائش ہے	ہم اس کو آنکھوں کے گرد گھما رہے ہیں

یعنی یہ گوہر مخلوق کے لئے ایک امتحان ہے اور ہم اس کو آنکھوں کے گرد پھرا رہے ہیں۔

ہر کہ گوید کو گوا گفتش گواست	کو نمی بیند گہر حبس عماست
جو (یہ) کہے کہ گواہ کہاں ہے اس کی بات (خود) گواہ ہے	کہ وہ جوہر کو نہیں دیکھ رہا ہے اندھے پن کا قیدی ہے

یعنی جو شخص کہ کہتا ہے کہ گواہ کیا ہے اس کا قول خود گواہ ہے کہ وہ گوہر کو نہیں دیکھتا اور محبوس عمٰی ہے۔ مطلب یہ کہ یہ گوہر نبوت جو اس قدر درخشان وتاباں اور ظاہر ہے یہ مخلوق کے امتحان کے لئے ہے کہ معلوم ہو کہ کون اس کو دیکھتا ہے اور کون اس سے اندھا ہے تو ہم اس کو آنکھوں کی گرد پھرا رہے ہیں اب بھی اگر کوئی اس پر گواہ کو طلب کرتا ہے تو اس کا یہ طلب گواہ خود اس کے اندھے ہونے کا گواہ ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص اندھا ہے اس کو بصیرت حاصل نہیں ہے۔ آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آفتابے در سخن آید کہ خیز	کہ برآمد روز و برجہ کم ستیز
سورج کہے کہ اٹھ	دن نکل آیا اٹھ جا مخالفت نہ کر

یعنی ایک آفتاب گفتگو میں آوے کہ اٹھ اس لئے کہ دن نکل آیا اٹھ جا مخالفت مت کر۔

تو بگوئی آفتابا کو گواہ	گویدت اے کور از حق دیدہ خواہ
تو کہے اے آفتاب! گواہ کہاں ہے؟	تجھ سے وہ کہے گا اے اندھے! اللہ (تعالیٰ) سے آنکھ مانگ

یعنی تو کہے کہ اے آفتاب (اس امر کا) گواہ کون ہے تو وہ تجھے کہے گا کہ ارے احمق حق تعالیٰ سے آنکھ مانگ۔ مطلب یہ کہ مثلاً آفتاب جوتم سے آ کر کہے کہ اٹھو دن ہو گیا ہے اور تم اس سے کہو کہ کون گواہ ہے اس امر کا کہ دن ہو گیا ہے تو وہ یہی کہے گا اندھے تجھے علامت اور گواہ نظر نہیں آتا کہ جو تجھے کہہ رہا ہے وہی علامت گواہ ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام فرماتے ہیں کہ طریق حق آ گیا ہے اس کو قبول کرو تم ان سے گواہ طلب کرتے ہو تو یاد رہے کہ اپنے دعوے کے وہ خود ہی گواہ ہیں ان کا تشریف لانا خود طریق حق کا واضح ہوتا ہے۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب گر دلیلت باید ازوے رومتاب

روز روشن ہر کہ او جوید چراغ	عین جستن کوریش باشد بلاغ
جو شخص روشن دن میں چراغ ڈھونڈے	یہ ڈھونڈنا ہی اس کے اندھے پن کا اعلان ہے

یعنی روز روشن میں جو شخص کہ چراغ کو تلاش کرے تو بیہودگی سے خود اس کی یہ تلاش کوری رکھتی ہے یعنی اگر کوئی روز روشن میں یہ کہے کہ مجھے کچھ نظر نہیں آتا معلوم ہوتا ہے کہ رات ہو گئی ہے اور اندھیرا چھا گیا ہے لہذا چراغ لاؤ تو اس کا یہ کہنا ہی خود اس کے اندھے ہونے کی علامت ہے۔

ورنہ می بینی گمانے بردۂ	کہ صباح ست و تو اندر پردۂ
اگر تو نہیں دیکھتا ہے تو نے (محض) ایک گمان کیا ہے	کہ صبح ہو گئی ہے، اور تو پردے میں ہے

یعنی اور اگر تو دیکھتا نہیں ہے اور ایک گمان لے گیا ہے کہ صباح ہے اور تو پردہ میں ہے۔

کوریٔ خود را مکن زیں گفت فاش	خامش و در انتظار فضل باش
اس گفتگو سے اپنے اندھے پن کو ظاہر نہ کر	چپ رہ اور (اللہ کے) فضل کا انتظار کر

یعنی اس کہنے سے اپنے اندھے پن کو ظاہر مت کر خاموش اور انتظار فضل (حق) میں رہ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آفتاب نبوت تم کو نظر نہیں آتا تو یہ تو طبعی امر ہے کہ کسی بات کو سن کر ایک شبہ دل میں پڑ جاتا ہے کہ ممکن ہے کہ صحیح ہے تو اس کو سن کر تمہیں شبہ تو ہونا چاہئے کہ ممکن ہے کہ یہ نبی ہوں مگر ہم کو نظر نہ آتا ہو اور ہمیں بصیرت نہ ہو اتنا سمجھو اور مخالفت مت کرو بلکہ مخالفت سے خاموش رہ کر طلب اور جستجو کرو اور پھر فضل حق کا انتظار کرو ان شاء اللہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اگر مخالفت وعناد نہ ہوگا اور طلب ہوگی تو حق ضرور واضح ہو جاوے گا اور فضل حق منعطف ہوگا باقی اس آفتاب نبوت کا انکار کر کے اپنے اندھے ہونے کو ظاہر مت کرو کیا فائدہ ہے بس مخالفت تو کرومت (خامش سے یہی مراد ہے) اور طلب کرتے رہو حق ان شاء اللہ خود واضح ہوگا اور یہ ہوگا کہ۔

فضل بے علت مگر دریا بدت	زیں شقاوت روے دل برتابدت
شاید بے غرض فضل تجھے حاصل ہو جائے	اس بدبختی سے تیرے دل کا رخ موڑ دے

یعنی فضل (حق) بلا سبب (ظاہری) کے شاید تم کو پالے اور اس شقاوت سے تیرے روے دل کو پھیر دے مطلب یہ کہ بلا تدابیر ظاہری ان شاء اللہ فضل حق تمہیں پالے گا اور اس بدبختی سے تم کو نجات دے دے گا۔

ورنہ ماندی در چنیں کوری ابد	آئینہ پنہاں شد از تو در نمد
ورنہ تو ہمیشہ ایسے ہی اندھے پن میں رہے گا	آئینہ تجھ سے نمدے میں چھپ گیا ہے

یعنی اور اگر تو ایسی ہی کوری ابدی میں رہے تو آئینہ تجھ سے نمدے میں پوشیدہ ہو گیا ہے مطلب یہ کہ اگر اب بھی نہ دیکھے تو بس ایسا ہے جیسے کہ آئینہ نمدے میں پوشیدہ کر دو تو وہ موجود تو ہے پاس مگر دکھائی نہیں دیتا اور اس سے منتفع نہیں ہو سکتے۔

درمیان روز گفتن روز کو	خویش رسوا کردن است اے تندخو
دن میں کہنا کہ دن کہاں ہے؟	اے بد مزاج! اپنے آپ کو رسوا کرنا ہے

یعنی دن میں یہ کہنا کہ دن کہاں ہے اے تندخو اپنے کو رسوا کرنا ہے۔ مطلب یہ کہ حضرات انبیاء کی مخالفت کرنا خود اپنے کو رسوا کرنا ہے سب کو معلوم ہو جاوے گا کہ اس کو بصیرت حاصل نہیں ہے بلکہ اندھا ہے۔

صبر و خاموشی جذوب رحمت است	ویں نشان جستن نشان علت است
صبر اور خاموشی رحمت کو کھینچنے والی ہے	اور یہ دلیل طلب کرنا بیماری کی علامت ہے

یعنی صبر و خاموشی جاذب رحمت ہے اور یہ نشان تلاش کرنا نشانی مرض کی ہے۔ صبر و خاموشی سے مراد مخالفت نہ کرنا ہے یعنی حضرات انبیاء کی مخالفت نہ کرنا یہ جاذب رحمت ہے اور صرف اس سے کہ مخالفت نہ ہو اکثر فضل حق ہو جاتا ہے۔

انصتوا بپذیر تا بر جان تو	آید از جانان جزائے انصتوا
انصتوا کو قبول کر لے تاکہ تیری جان پر	محبوب کی طرف سے انصتوا کا بدلہ آئے

یعنی انصتوا تو قبول کرتا تیری جان پر جانان کی طرف سے انصتوا کی جزا آوے۔ مطلب یہ کہ قرآن شریف میں ہے انصتوا لعلکم ترحمون انصتوا پر ترحمون کو محمول کیا ہے لہٰذا اگر تم مخالفت اہل اللہ و انبیاء سے انصات کرو گے تو وہ محمول تم پر مرتب ہو جاوے گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر نخواہی نکس پیش ایں طبیب	بر زمین زن زود سر را اے لبیب
اگر تو (بیماری کی) پلٹ نہیں چاہتا ہے اس طبیب کے سامنے	اے ذہین سر کو جلد زمین پر رکھ دے

یعنی اگر تو عود مرض نہیں چاہتا تو اے لبیب زمین پر اس طبیب کے سامنے سر ٹیک یعنی عود مرض کو جو سخت مہلک ہے اگر تم نہیں چاہتے تو مخالفت ترک کردو اور اطاعت اختیار کرو ان شاء اللہ پھر ایسا نہ ہوگا۔

گفت افزوں را تو بفروش و بخر	بذل جان و بذل جاہ و بذل زر
زیادہ گفتگو کو بیچ ڈالو اور خرید لے	جان کی قربانی اور رتبہ کی قربانی اور مال کی قربانی

یعنی زائد باتوں کو تو فروخت کردو اور بذل جان اور بذل جاہ اور بذل سر کو خرید لو۔

تا ثنائے تو بگوید فضل ہو	کہ حسد آرد فلک بر جاہ تو
تا کہ اللہ (تعالی) کا فضل تیری ایسی تعریف کرے	کہ تیرے رتبے پر آسمان حسد کرے

یعنی تا کہ تمہاری ثنا فضل حق کہے کہ ملک تمہاری جاہ پر حسد کرے یعنی تم اگر اس گفتگو زائد کو فروخت کر کے بذل جاہ وغیرہ حاصل کرو گے تو فضل حق نازل ہوگا اور اس وقت تمہارا وہ مرتبہ ہوگا کہ ملک بھی تمہارے جاہ پر رشک کرے گا۔

چوں طبیباں را نگہدارید دل	خود بہ بینید و شوید از خود خجل
جب تم طبیبوں کے دل کی نگہداشت کرو گے	خود دیکھ لو گے اور خود شرمندہ ہو گے

یعنی جبکہ تم طبیبوں کی دل کی حفاظت کرو گے تو خود دیکھ لو گے اور اپنے سے شرمندہ ہو گے یعنی اگر تم مخالفت نہ کرو گے اور ان کے دل کو صدمہ نہ پہنچاؤ گے تو پھر اس کی برکت سے حق تم پر خود واضح ہو جاوے گا اور اس وقت اپنے اس انکار سے تم خود شرمندہ ہو گے۔

دفع ایں کوری بدست خلق نیست	لیک اکرام طبیباں از ہدیست
اس اندھے پن کو دفع کرنا مخلوق کے ہاتھ میں نہیں ہے	لیکن طبیبوں کی عزت کرنا اسباب ہدایت میں سے ہے

یعنی اس کوری کا دفع کرنا مخلوق کے قبضہ میں نہیں ہے لیکن طبیبوں کا اکرام ہدایت سے ہے مطلب یہ کہ حضرات انبیاء کے قبضہ میں تو ہدایت کر دینا نہیں ہے جیسا کہ انک لا تھدی من احببت سے صاف معلوم ہوتا ہے مگر ان حضرات کی تعظیم اور ان کی عدم مخالفت ضرور اس کے لئے شرط ہے اور ہدایت میں اس کو ضرور دخل ہے لہذا یہ کرو کہ۔

ایں طبیباں را بجاں بندہ شوید	تا بمشک و عنبر آگندہ شوید
ان طبیبوں کے دل سے غلام ہو	تا کہ مشک اور عنبر سے پر ہو جاؤ

یعنی ان طبیبوں کی جان و دل سے مطیع ہو جاؤ تا کہ مشک و عنبر سے پر ہو جاؤ (بس اصل عدم مخالفت و عناد ہے ان شاء اللہ اگر یہ نہ ہوگا تو فضل حق ضرور پاوے گا)

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ان لوگوں نے انبیاءؑ کا وعظ سن کر کہا کہ اے طب دانی کا دعویٰ کرنے والی جماعت تمہاری طب نافع کے جاننے کا ثبوت کیا ہے جبکہ تم بھی ہماری طرح پابند خواب وخور ہو تو تم بھی ہماری ہی طرح ہو جیسے ہم شہر میں کھاتے پیتے ہیں تم بھی کھاتے پیتے ہو اور جبکہ تم آب وگل کے جال میں پھنسے ہوئے ہو تو تم سیمرغ دل کے شکاری کب ہو سکتے اور قلوب میں تصرف کیسے کر سکتے ہو۔انبیاء نے جواب دیا کہ یہ سوال بھی اسی مرض کا نتیجہ ہے اور یہ تمہارا اندھا پن حقیقت بینی سے مانع ہے تم نے ہمارے طبیب روحانی ہونے کو سن تو لیا لیکن اس موتی (یعنی ہمارے طبیب روحانی ہونے) کو ہمارے ہاتھ میں نہیں دیکھتے ہو ہم اس کو لوگوں کی آنکھوں پر پھرا رہے ہیں یعنی وہ ان کے پیش نظر ہے لیکن مخلوق ہے کہ اس کا ثبوت اور امتحان چاہتی ہے پس جو شخص شہادت مانگتا ہے ہم اس سے کہتے ہیں کہ تیرا سوال خود شاہد ہے کہ تو موتی کو دیکھ نہیں سکتا اور اندھے پن میں محبوس ہے پس یہ شہادت خود اعتراف ہے ہمارے صدق کا کیونکہ اس کے یہی معنے ہیں کہ ایک شے واضح ہے مگر ہم کو دکھلائی نہیں دیتی۔مثلاً آفتاب کہتا ہے کہ اٹھو دن ہو گیا۔دیکھو میری مزاحمت مت کرو پس اگر اس وقت تم یہ کہو کہ سورج گواہ لا جو شہادت دیں کہ تو سچا ہے تو وہ اس کا یہی جواب دیگا کہ اندھے تو اپنے اندھے پن کا اقرار کر کے خود میری صدق کی گواہی دے رہا ہے پس تو خدا سے دعا کر کہ وہ تجھے آنکھ دے اور تو میرے صدق کا مشاہدہ بھی کرے۔واقعی بات یہ ہے کہ جو شخص روز روشن میں چراغ ڈھونڈتا ہے تو یہ اس کا احمقانہ ڈھونڈنا بھی اس کے اندھے پن کی دلیل اور روز روشن کی شہادت ہے اب اگر تم دیکھ نہیں سکتے اور محجوب ہو اور تم کو ظہور صبح حق میں تردد ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ تم انکار کر کے اپنے اندھے پن کو ظاہر نہ کرو بلکہ خاموش ہی رہو اور دل سے اس بات پر آمادہ رہو کہ اگر کسی طرح مجھ پر حق واضح ہو جاوے تو میں قبول کر لوں اور فضل حق کے منتظر رہو کیونکہ جب دل سے قبول حق پر آمادہ ہو گے اور مخالفت ومعاندت نہ کرو گے تو شاید حق سبحانہ کا وہ فضل جو کسی سبب ظاہری پر مبنی نہیں تمہارے شامل حال ہو اور تمہارے دل کا رخ شقاوت کی طرف سے پھیر کر ہدایت کی طرف کر دے اور تم مہتدی ہو جاؤ اور اگر اتنا بھی نہ کرو گے اور مخالف ومعاندت ہی پر آمادہ رہو گے تو سمجھ لو کہ آئینہ حق نما تم سے خلاف میں پوشیدہ ہو گیا اور اب وضوح حق کی ظاہراً کچھ امید نہیں مگر حق سبحانہ کو اب بھی اختیار حاصل ہے کہ وہ دل کو پھیر دیں اور ہدایت فرما دیں۔یاد رکھو کہ دن میں یہ کہنا کہ دن کہاں ہے اپنے کو رسوا کرنا ہے۔نیز صبر اور خاموشی اور دل سے وضوح حق کے بعد قبول حق پر آمادہ رہنا حق سبحانہ کی رحمت کو اس کی طرف کھینچنے والا ہے اور معاندانہ ثبوت طلب کرنا مرض باطنی کی علامت ہے تم کو حکم انصتوا کو قبول کر کے اس پر کاربند ہونا چاہئے تاکہ حق سبحانہ کی طرف سے تم پر رحمت ہو خوب سمجھ لو اگر تم عود مرض نہیں چاہتے ہو تو تم کو اطباء کی عزت وتوقیر کرنا چاہئے اور فضول گفتگو کے بدلہ

www.besturdubooks.wordpress.com

میں بذل اموال اور بذل جاہ اور بذل سر خریدنا چاہئے یعنی فضول باتیں نہ کرنا چاہئیں بلکہ ان کے لئے جان مال عزت و آبرو سب کو صرف کرنے پر آمادہ رہنا چاہئے تا کہ حق سبحانہ تمہاری وہ تعریف کریں کہ اس کی رفعت پر آسمان کو بھی رشک ہو۔ دیکھو جب تم طبیبوں کی دلداری کرو گے تو اپنے امراض تم کو مشاہد ہوں گے اور تم کو اپنی حالت دیکھ کر خود ندامت ہوگی۔ کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ ہدایت انبیاء کے قبضہ میں تھوڑا ہی ہے جو تعظیم و تکریم کے صلہ میں وہ ان کو بخش دیں گے۔ کیونکہ گو یہ مسلم ہے کہ ہدایت مخلوق کے قبضہ میں نہیں مگر طبیبوں کا اکرام خود خدا کی ہدایت ہے جو مقدمہ ہے ہدایت الی قبول الحق' کا پس تم ان کے دل و جان سے غلام ہو جاؤ تا کہ مشک وعنبر سے پر ہو جاؤ۔

شرح شبیری

قوم کا انبیاء علیہم السلام متہم قرار دینا

قوم گفتند ایں ہمہ زرقست و مکر	کہ خدا نائب کند از زید و بکر
قوم نے کہا' یہ سب فریب اور مکر ہے	خدا زیدؔ اور بکر کو کب قائم مقام بناتا ہے؟

یعنی قوم نے کہا کہ یہ سب فریب ہے اور مکر ہے کہ خدا زید و بکر میں سے (کسی کو اپنا) نائب بنا دے۔ مطلب یہ کہ وہ نبوت ہی کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بشر رسول حق ہو ہی نہیں سکتا اس لئے کہ۔

ہر رسول شاہ باید جنس او	آب و گل کو خالق افلاک کو
بادشاہ کا قاصد' اس کا ہم جنس ہونا چاہیے	پانی اور مٹی کہاں اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا کہاں؟

یعنی ہر رسول شاہ اس کی جنس سے ہونا چاہئے اور آب و گل کہاں اور خالق افلاک کہاں مطلب یہ کہ رسول مرسل کی جنس سے ہونا چاہئے تو خدا کا رسول خدا ہی ہو اور یہ ہوگا نہیں تو بس رسول بھی نہ ہوگا اور کہتے تھے کہ۔

مغز خر خوردیم تا ماچوں شما	پشہ را داریم ہمراز ہما
ہم نے گدھے کا بھیجا کھایا ہے' کہ ہم تم جیسے	مچھروں کو ھما کا ہمراز سمجھیں

یعنی کیا ہم نے مغز خر کھالیا ہے تا کہ ہم تمہاری طرح پشہ کو ہمراز ہما کار کہیں یعنی ہم کوئی بیوقوف تو نہیں ہیں جو بشر کو رسول حق مان لیں اس لئے کہ۔

کو ہما کو پشہ کو گل کو خدا	ز آفتاب چرخ چہ بود ذرہ را
کہاں ھما کہاں مچھر کہاں مٹی کہاں اللہ	ذرہ کو آسمان کے سورج سے کیا واسطہ

یعنی کہاں تو ہما اور کہاں پشہ اور کہاں مٹی اور کہاں خدا اور آفتاب چرخ کو ذرہ سے کیا نسبت ہوگی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں چہ نسبت ایں چہ پیوندے بود	تا کہ در عقل و دماغے در رود
یہ کیا نسبت ہے یہ کیا تعلق ہے؟	جو عقل اور دماغ میں آ سکے

یعنی یہ کیا نسبت اور کیا تعلق ہوگا کہ کسی عقل ودماغ میں جاویگا۔

تا کجا ایں گفت بیہودہ کجا	ایں چہ زرقست وچہ شیدست ودغا
یہ بیہودہ گفتگو کب تک؟	یہ کیا مکر ہے، یہ کیا فریب اور دغا ہے؟

یعنی ہم (یعنی انسان) کہاں اور یہ بیہودہ بات کہاں یہ کیا فریب اور کیا مکر اور کیا دغا ہے۔

خود کجا کو آسمان کو ریسماں	می نگیرد مغز ما ایں داستاں
یہ خود کہاں ہے، کہاں آسمان کہاں کچا دھاگا؟	اس افسانے کو ہماری عقل قبول نہیں کرتی

یعنی خود کہاں (نسبت) ہے کہاں آسماں اور کہاں ریسماں ہماری تو عقل اس بات کو قبول نہیں کرتی (کہ خدا کا رسول اور قاصد بشر ہو)

غالبًا ما عقل داریم ایں قدر	گند نارا می شناسیم از گزر
غالبًا ہم اتنی تو عقل رکھتے ہیں	کہ گندنے کو گاجر سے پہچان لیں

یعنی غالبًا ہم اس قدر تو عقل رکھتے ہیں کہ پیاز کو گاجر سے ممتاز کرلیں (تو ایسا تو نہیں ہے کہ بشر کو قاصد حق مان لیں آخر خدا اور بشر میں امتیاز کرنے کے لائق تو ہماری عقل ہے ہی) آگے خرگوشوں کی حکایت لاتے ہیں کہ ان کفار نے کہا کہ بشر کو رسول حق کہنا تو ایسا ہے جیسے کہ اس خرگوش نے (جس کا قصہ کلیلہ ودمنہ میں ہے) ہاتھی سے کہا تھا کہ میں قاصد ماہ ہوں تو جس طرح کہ وہ غلط کہتا تھا اسی طرح یہ بات بھی غلط ہے۔

حکایت خرگوشوں کی کہ ایک خرگوش کو ہاتھی کے پاس رسول بنا کر بھیجا تھا کہ جا کر کہہ کہ میں چاند کا قاصد ہوں چاند نے کہا ہے کہ اس چشمہ سے پانی مت پیا کر اور یہ قصہ کتاب کلیلہ ودمنہ میں ہے

ایں بداں ماند کہ خرگوشے بگفت	من رسول ماہم و با ماہ جفت
یہ تو ایسا ہی ہے کہ ایک خرگوش نے کہا	میں چاند کا قاصد ہوں اور چاند کا ساتھی

یعنی یہ (دعوئی نبوت) اس سے مشابہ ہے کہ ایک خرگوش نے کہا تھا کہ میں چاند کا رسول ہوں اور اس کا قرین ہوں۔ مطلب یہ کہ جیسا وہ غلط تھا ایسا ہی یہ بھی نعوذ باللہ غلط ہے اور اس خرگوش نے ایسا اس لئے کیا کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کز رمہ پیلاں ازاں چشمہ زلال	جملہ نخچیراں بدند اندر وبال
کیونکہ ہاتھیوں کے جھنڈ سے اس صاف چشمہ پر	تمام جنگلی جانور مصیبت میں تھے

یعنی کیونکہ جماعت پیلوں کی وجہ سے اس چشمہ شیریں سے تمام نخچیر وبال میں تھے یعنی ان کو اس سے پینا نصیب نہ ہوتا تھا۔

جملہ محروم وز خوف از چشمہ دور	حیلۂ کردند چوں کم بود زور
سب محروم تھے اور ڈر کی وجہ سے چشمے سے دور تھے	چونکہ طاقت کم تھی انہوں نے تدبیر کی

یعنی سب محروم تھے اور خوف کی وجہ سے چشمہ سے دور تھے تو انہوں نے جبکہ قوت کم تھی ایک حیلہ کیا (اور وہ حیلہ یہ کیا کہ)

از سر کہ بانگ زد خرگوش زال	سوئے پیلاں در شب غرہ ہلال
ایک بوڑھے خرگوش نے ' پہاڑ پر سے آواز دی	ہاتھیوں کو چاند رات میں

یعنی ایک بوڑھے خرگوش نے سرکوہ سے ہاتھیوں کی طرف غرہ ہلال کی شب میں آواز دی یعنی اول شب ماہ میں آکر اس نے سرکوہ سے یہ آواز دی کہ۔

شاہ پیلاں من رسولم پیش بایست	بر رسولاں بندو زجر و خشم نیست
اے ہاتھیوں کے بادشاہ! سامنے کھڑا ہو جا میں قاصد ہوں	قاصدوں پر پابندی اور دھمکی اور غصہ (مناسب) نہیں ہے

یعنی اے شاہ پیلاں میں رسول ہوں اور زیادہ (کچھ) نہیں ہوں اور قاصدوں پر بند اور زجر اور طیش نہیں ہے مطلب یہ کہ میں ایلچی ہوں اور ایلچی را چہ زوال۔

ماہ می گوید کہ اے پیلاں روید	چشمۂ آن ماست زیں یکسو شوید
چاند کہہ رہا ہے کہ اے ہاتھیو! بھاگ جاؤ	چشمہ ہماری ملکیت ہے اس سے ہٹ جاؤ

یعنی چاند کہتا ہے کہ اے ہاتھیو چلے جاؤ چشمہ ہماری ملک ہے اس سے ایک طرف ہو جاؤ۔ (اور کہتا ہے کہ)۔

ورنہ من تاں کور گردانم ستم	گفتم از گردن بروں انداختم
ورنہ میں تمہیں اندھا کر دوں گا ' ظلم	میں نے بتا دیا ' اپنا فرض ادا کر دیا

یعنی ورنہ میں تم کو ستم سے اندھا کردوں گا تو میں نے کہدیا اور گردن سے باہر ڈال دیا ہے مطلب یہ کہ خرگوش نے کہا کہ چاند نے یہ پیغام دیا ہے کہ اس چشمہ سے ہٹ جاؤ ورنہ میں تم کو اندھا کردوں گا تو اب میں تو تم سے کہہ چکا ہوں تم جانو۔

ترک ایں چشمہ بگوئید وروید	تاز زخم تیغ من ایمن شوید
یہ چشمہ چھوڑ دو اور چلے جاؤ	تاکہ میری تلوار کے زخم سے محفوظ ہو جاؤ

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس چشمہ کو چھوڑ دو اور چلے جاؤ تا کہ میری تیغ کی زخم سے بیخوف رہو۔

نک نشاں آنست کاندر چشمہ ماہ	مضطرب گردد زپیل آب خواہ
دیکھو علامت یہ ہے کہ چاند پانی میں	پانی پینے والے ہاتھی سے پریشان ہوتا ہے

یعنی (اس چاند کی ناراضگی کی) نشانی یہ ہے کہ چشمہ کے اندر چاند آبخواہ ہاتھی سے مضطرب ہوتا ہے یعنی جب کوئی ہاتھی پانی پینا چاہتا ہے تو چاند غصہ کی وجہ سے چشمہ کے اندر کانپا کرتا ہے بس یہ اس کی علامت ہے کہ وہ ہاتھیوں کے پانی پینے سے ناراض ہے اور یہ کہا کہ۔

کہ بیا رابع عشرائے شاہ پیل	تا درون چشمہ یابی زیں دلیل
اے ہاتھیوں کے بادشاہ! چودھویں کو آ	تاکہ چشمے میں تو اس کی دلیل حاصل کرلے

یعنی اے شاہ پیل چودھویں رات کو آنا تا کہ چشمہ کے اندر تو اس سے دلیل پاوے یعنی اس خرگوش نے کہا کہ اے شاہ پیل تم چودھویں رات کو آنا اس وقت تم کو اس کی خفگی اور اس کا اضطراب معلوم ہو جاوے گا۔

آں فلاں شب حاضر آ اے شاہ پیل	تا درون چشمہ یابی آن دلیل
اے ہاتھیوں کے شاہ! فلاں رات کو آ جا	تاکہ چشمے میں تو وہ دلیل پالے

یعنی اس فلاں رات میں اے شاہ پیل آ تا کہ چشمہ کے اندر تو اس دلیل کو پالے۔

چوں دو ہفتہ از مہ نو بگزرید	شاہ پیل آمد ز چشمہ می چرید
جب نئے چاند پر دو ہفتے گزر گئے	ہاتھیوں کا بادشاہ آیا چشمے سے (پانی) پینے لگا

یعنی ماہ نو کے دو ہفتے گزر گئے تو شاہ پیل آیا کہ چشمہ سے چرتا تھا یعنی وہ بعد دو ہفتہ کے چودھویں شب تھی چشمہ سے پانی پینے آیا۔

چونکہ زد خرطوم پیل آن شب در آب	مضطرب شد آب و مہ کرد اضطراب
اس رات کو جب ہاتھی نے پانی میں سونڈ ڈالی۔	پانی ہلا اور چاند ہلنے لگا

یعنی ہاتھی نے جبکہ اس شب کو پانی میں سونڈ ماری تو پانی مضطرب ہوا اور چاند نے بھی اضطراب کیا یعنی پانی کے ہلنے سے چاند بھی ہلا۔

پیل باور کرد از وے آن خطاب	چون درون چشمہ مہ کرد اضطراب
ہاتھی نے اس کی بات کا یقین کر لیا	جب پانی میں چاند ہلا

یعنی ہاتھی نے اس خرگوش سے اس بات کو یقین کر لیا جبکہ چشمہ کے اندر ماہ نے اضطراب کیا یعنی جب چاند ان کے پانی پینے سے ہلا تو یہ سمجھے کہ بیشک یہ پانی پینے سے خفا ہوتا ہے اس لئے خفگی کے مارے کانپ رہا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ترس ترساں باز گشتند آں رمہ	بعد ازاں نامد یکے ز ایشاں ہمہ
وہ جھنڈ خوف کھا کر واپس ہو گیا	اس کے بعد ان میں سے کوئی نہ آیا

یعنی ڈرتے ڈرتے وہ گروہ واپس ہو گئے اور اس کے بعد ان سب میں سے ایک بھی نہ آیا اور سب ڈر گئے اور وہ نخچیر آرام سے ہو گئے۔ آگے اہل سبا کا مقولہ ہے کہتے ہیں کہ۔

ما نہ زاں پیلاں گولیم اے گروہ	کاضطراب ماہ آرد مال شکوہ
اے گروہ! ہم ان بیوقوف ہاتھیوں میں سے نہیں ہیں	کہ چاند کا ہلنا ہم پر دبدبہ قائم کرے

یعنی اے گروہ (انبیاءؑ) ہم ان بیوقوف ہاتھیوں میں سے نہیں ہیں کہ چاند کا مضطرب ہونا ہمارے لئے خوف لاوے یعنی ایسے ڈرنے والے نہیں ہیں تو تم جو قاصد حق بن کر ہمیں ڈراتے ہو ہم اس سے ڈرنے والے نہیں ہیں۔ جب انہوں نے یہ کہا تو حضرات انبیاءؑ جواب فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ انبیاء کا جواب سن کر لوگوں نے کہا کہ ہم ہرگز نہ مانیں گے کہ خدا زید وعمرو وبکر کو اپنا نائب کریگا یہ تمہارا مکر وفریب ہے قاعدہ ہے کہ بادشاہ کا قاصد اس کے جنس سے ہوتا ہے پھر کجا آب وگل سے بنا ہوا آدمی اور کہاں خالق افلاک۔ ہم نے کچھ گدھے کا بھیجا نہیں کھایا ہے اور ہم احمق نہیں کہ مچھر کو ہما کا ہمسر قرار دیں۔ بھلا کجا مچھر کجا ہما کجا مٹی کجا خدا اور آفتاب فلک سے ذرہ کو کیا نسبت یہ کونسی مناسبت اور کونسا جوڑ ہے جس کو عقل باور کر سکے اور جو دماغ میں آسکے بھلا کجا ہم کجا یہ بیہودہ گفتگو بھلا ہم ماننے والے ہیں پھر یہ فریب یہ مکر یہ دغا کیسی بھلا کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ توبہ توبہ کہاں آسمان کہاں ریسماں ہمارا دماغ تو اس افسانہ کو قبول نہیں کرتا۔ اور غالباً ہم اتنی تمیز بھی رکھتے ہیں کہ گندنا اور گزر میں یعنی حق اور باطل میں تمیز کر سکیں۔ اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے ایک خرگوش نے کہا تھا کہ میں چاند کا قاصد اور اس کا قرین ہوں اور وجہ اس کی یہ تھی کہ ایک شفاف چشمہ پر تمام شکار ہاتھیوں کے ہاتھ سے پریشان اور اس سے منتفع ہونے سے محروم اور خوف کے باعث اس چشمہ سے دور تھے اور قوت تھی نہیں اس لئے ان کو تدبیر کی سوجھی اور انہوں نے یہ چال کی کہ چاندرات کے پہاڑ پر سے ایک بوڑھے خرگوش نے ہاتھیوں کو آواز دی اور کہا کہ اے ہاتھیوں کے بادشاہ میں محض قاصد ہوں اور قاعدہ ہے کہ قاصدوں کو نہ قید کیا جاتا ہے اور نہ ان پر غیظ وغضب کیا جاتا ہے۔ پس میں جو کچھ کہنے والا ہوں امید ہے کہ میں اس میں معذور سمجھا جاؤں گا۔ چاند کہتا ہے کہ اے ہاتھیو تم چلے جاؤ اور ہمارے چشمہ سے الگ ہو جاؤ ورنہ میں تم کو بہت بری طرح اندھا کردوں گا۔ دیکھو میں تم کو اطلاع کر چکا ہوں اور اپنی گردن سے اس بار کو الگ کر چکا ہوں۔ پس تم اس چشمہ کو چھوڑ دو اور جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔ تاکہ میری تلوار کے زخم سے محفوظ رہو یہ پیغام تھا اب اگر اس کی تصدیق چاہتے ہو کہ واقعی یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

پیغام چاندہی کا ہے تو اس کی علامت یہ ہے کہ جو ہاتھی پانی پینے جاوے گا چاند اس کی اس حرکت سے چشمہ کے اندر پیچ وتاب کھاوے گا بس میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ چودھویں تاریخ کو آئیں تاکہ چشمہ کے اندر اس علامت کو مشاہدہ کریں آپ اس رات کو ضرور آئے تاکہ چشمہ کے اندر آپ کو یہ علامت معلوم ہو جائے جبکہ پندرہ راتیں چاند کی گزر گئیں یعنی گزرنے کو ہوئیں تو ہاتھیوں کا بادشاہ آیا اور چشمہ سے پانی پینے لگا جوں ہی اس نے اس رات کو پانی میں سونڈ ڈالی فوراً ہی پانی میں اضطراب پیدا ہوا اور چاند بھی مضطرب ہونے لگا جبکہ ہاتھی نے چشمہ کے اندر چاند کا اضطراب دیکھا تو اس کو خرگوش کی بات کا یقین ہو گیا اور سارا گلہ خوف زدہ ہو گیا اور اس کے بعد اس میں سے ایک بھی چشمہ کی طرف نہ پھٹکا تو صاحبو ہم احمق ہاتھی نہیں ہیں کہ ہم کو چاند کا خیالی اضطراب مرعوب کر سکے۔

شرح شبّیری

انبیاء علیہم السلام کا ان کے طعن کا جواب دینا اور ان کی مثال بیان فرمانا

انبیاءؑ گفتند آوہ پند ماں	سخت تر کردا اے سفیہاں بند تاں
انبیاء نے فرمایا' افسوس ہماری نصیحت نے	اے بیوقوفو! تمہاری بیڑی کو اور سخت کر دیا

یعنی انبیاء علیہم السلام نے فرمایا کہ افسوس ہماری نصیحت نے اے بیوقوفو تمہاری بند کو زیادہ کر دیا۔

اے دریغا کہ دوائے رنج تاں	گشت زہر جان قہر آہنج تاں
ہائے افسوس تمہارے مرض کی وجہ سے دوا	جان کا زہر' تمہارا قاتل قہر بن گیا

یعنی افسوس کہ تمہارے مرض کی دوا تمہاری قہر کش جان کے لئے زہر ہو گیا۔ یعنی ان کی جو جان قہر کی جاذب اور قہر حق کو کھینچنے والی تھی اس کے لئے یہ نصائح انبیاءؑ زہر ہو گئی اور ان کا کفر اور بھی زیادہ ہو گیا۔

ظلمت افزود ایں چراغ آں چشم را	چوں خدا بگماشت پردہ خشم را
یہ چراغ آنکھ کے اندھیرے کو اور بڑھا دیتا ہے	جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے غضب کا پردہ ڈال دیا ہے

یعنی اس چراغ (نبوت) نے اس آنکھ کو ظلمت ہی بڑھائی جبکہ خدا نے دل پر خشم کو مقرر فرما دیا تھا۔ یعنی چونکہ ان کے دل پر خشم حق تھا لہٰذا ان کو چراغ ہدایت اور آفتاب نبوت نے اور ظلمت ہی کو زیادہ لیا ان کو ہدایت نہ ہو سکی اور انبیاءؑ نے فرمایا کہ۔

چہ رئیسی جست خواہیم از شما	کہ ریاست ماں فزونست از سما
ہم تم سے کیا سرداری چاہیں گے	ہماری سرداری تو آسمان سے بڑھی ہوئی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہم تم سے کیا ریاست کو ڈھونڈیں گے کہ ہماری ریاست تو آسمان سے زیادہ ہے۔ مطلب یہ کہ ہم تم سے جاہ و مال کیا طلب کرتے ہماری سلطنت تو زمین و آسمان سب پر ہے۔ تو پھر ہم کو تمہارا مال و دولت لے کر کیا نفع ہوگا آگے اس کی مثال دیتے ہیں کہ۔

چہ شرف یابد ز کشتی بحر در	خاصہ کشتی ز سرگیں گشتہ پر
موتیوں کا سمندر کشتی سے کیا شرافت حاصل کریگا؟	خصوصاً اس کشتی سے جو گوبر سے بھری ہوئی ہے

یعنی موتیوں کا دریا کشتی سے کیا شرف پاوے گا۔ خاص کر اس کشتی سے جو سرگیں سے پر ہو۔ مطلب یہ کہ جس دریا میں موتی بھرے ہوں اگر اس میں ایک کشتی بھی آ جاوے تو اس کشتی سے اس دریا کو کیا شرف ہو سکتا ہے اور خاص کر جبکہ وہ کشتی گوبر سے بھری ہو تو بجائے شرف کے اور گندگی ہی زیادہ ہوگی تو اسی طرح انبیاء نے فرمایا کہ تمہاری مال و دولت سے ہم کو شرف تو کیا ہوتا اور گندگی ہی بڑھے گی آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے دریغ آن دیدۂ کور و کبود	آفتابے اندر و ذرہ نمود
اس اندھی اور تاریک آنکھ پر افسوس ہے	جس میں سورج ایک ذرہ نظر آئے

یعنی افسوس ہے اس کور و کبود آنکھ پر کہ جو آفتاب اس کے اندر ذرہ دکھائی دیا تو اسی طرح جو آفتاب کو نہ دیکھے وہ بھی یقیناً اندھا ہے۔

کا آدمے کو بود بے مثل وفرید	دیدۂ ابلیس جز طینے ندید
جیسا کہ آدمؑ جو کہ بے مثل اور یکتا تھے	شیطان کی آنکھ نے مٹی کے علاوہ کچھ نہ دیکھا

یعنی ان آدم سے جو کہ بے مثل ونظیر تھے۔ دیدۂ ابلیس نے سوائے مٹی کے (کچھ) نہ دیکھا۔

چشم دیوانہ بہارش دے نمود	زانطرف جنبید کورا خانہ بود
شیطانی آنکھ نے (موسم) بہار کو خزاں دکھایا	اسی طرف گئی جو اس کا مقام تھا

یعنی چشم ابلیسانہ نے اس کو بہار دے دکھلائی اور اس طرف سے جنبش کی جس طرف کہ اس کا گھر تھا یعنی چونکہ اس کا گھر اور مرجع ضلال تھا لہذا اس کو غلط ہی دکھائی دیا۔

اے بسا دولت کہ آید گاہ گاہ	پیش بے دولت بگردد اوز راہ
بہت سی دولتیں ہیں جو کبھی کبھی حاصل ہوتی ہیں	بدبخت کے لئے وہ راستہ سے لوٹ جاتی ہیں

یعنی بہت سی وہ دولتیں جو کبھی کبھی بے دولت کے سامنے آتی ہیں تو وہ راہ سے پھر جاتا ہے مطلب یہ کہ جس کو مفت گھر بیٹھے دولت ہاتھ آ جاوے اس کو اس دولت کی قدر نہیں ہوا کرتی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اے بسا معشوق کاید نا شناخت	پیش بدبختے نداند عشق باخت
بہت سے معشوق ہیں جو بغیر جان پہچان کے آجاتے ہیں	ایک بدبخت کے سامنے جو عشق بازی نہیں جانتا ہے

یعنی بہت سے وہ معشوق کہ وہ ناشناسا ہوکر کسی بدبخت کے سامنے آویں تو وہ عشق کرنا نہ جانے گا مطلب یہ کہ اگر کوئی معشوق کسی کے پاس خود چلا جاوے تو جو عاقل ہے وہ تو اس کی اور قدر کریگا اور اس کو نعمت غیر مترقبہ سمجھے گا مگر جو بیوقوف ہے وہ اس کی بے قدری کرے گا اور اس کو پہچانے گا بھی نہیں تو اسی طرح ان لوگوں کے پاس دولت نبوت مفت ہی آ گئی ہے لہذا یہ کمبخت قدر نہیں کرتے آگے فرماتے ہیں کہ۔

احمقاں را ایں چنیں حرماں چراست	می نسازد گمرہا نرا راہ راست
بیوقوفوں کی ایسی محرومی کیوں ہے؟	گمراہوں کو سیدھا راستہ موافق نہیں آتا ہے

یعنی احمقوں کو ایسا حرمان کیوں ہیں (اس سوال کے بعد جواب خود فرماتے ہیں) گمراہوں کو راہ راست موافق نہیں آتی (لہذا محروم رہتے ہیں)

ایں غلط دہ دیدہ را حرماں ماست	وین مقلب قلب را سوء القضاست
آنکھ کو غلط دکھانے والی ہماری محرومی ہے	اور (یہ ہمارے) دل کو پھیرنے والی بری تقدیر ہے

یعنی آنکھ کو غلطی میں ڈالنے والا ہمارا حرمان ہے اور یہ مقلب قلب کو سوء القضا ہے مطلب یہ کہ ہماری محرومی باعث ہے غلطی دیدہ کی اور ہمارے قلب کو سوء القضاء تقلیب کر رہی ہے لہذا ہم غلطی میں پڑے ہوئے ہیں آگے انبیاءؑ کا مقولہ ہے فرماتے ہیں کہ۔

چوں بت سنگین شمارا قبلہ شد	لعنت و کوری شمارا ظلہ شد
جب پتھر کا بت تمہارا قبلہ بن گیا	لعنت اور اندھا پن تمہارا سایبان بن گیا

یعنی جبکہ بت سنگین تمہارے لئے قبلہ ہو گئے اور لعنت و کوری تمہارے لئے سایہ ہو گئیں۔

چوں بشاید سنگ تاں انباز حق	چوں نشاید عقل و جان ہمراز حق
تمہارے پتھر کا اللہ (تعالی) کا شریک ہونا کیسے مناسب ہوا؟	عقل اور روح کو اللہ (تعالی) کا ہمراز بنانا کیوں نامناسب ہوا؟

یعنی جبکہ تمہارے پتھر خدا کے شریک ہو سکتے ہیں تو عقل و روح ہمراز حق کیوں نہیں ہو سکتے۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ بھلا بشر کس طرح رسول حق ہو سکتا ہے رسول تو مرسل کی جنس سے ہونا چاہئے حضرات انبیاء علیہم السلام اس کا جواب دیتے ہیں کہ دیکھو تم پتھر کے بتوں کو خدا کا شریک مانتے ہو تو کم بختو بھلا وہ مردہ بے جان بے عقل پتھر تو شریک حق ہو سکے اور جو کہ زندہ ہے اور عقل و جان رکھتا ہے وہ رسول بھی نہ ہو سکے غضب کی بات ہے۔

جلد 11-12 ~5

www.besturdubooks.wordpress.com

پشهٔ مردہ ہمارا شد شریک	چوں نشاید زندہ ہمراز ملیک
مرا ہوا مچھر ہما کا شریک بن گیا	زندہ کا اللہ (تعالیٰ) کا ہمراز ہونا کیوں مناسب نہیں؟

یعنی مردہ مچھر تو ہما کا شریک ہو جاوے تو زندہ ہمراز شاہ کیوں نہیں ہوسکتا۔ مطلب یہ کہ ذرا سوچو تو کہ مردوں کو تو تم شریک حق بتا رہے ہو اور انسان زندہ اگر کہے کہ وہ قاصد ہے تو اس کو نہیں مانتے بظاہر (اور فی الحقیقۃ) تو انسان کا قاصد حق ہونا ان کے شریک ہونے سے اقرب ہے مگر یہ فرق ہو سکتا ہے کہ۔

آن بت مردہ تراشیدہ شما است	پشہ زندہ تراشیدہ خدا ست
وہ مردہ بت تمہارا گھڑا ہوا ہے	زندہ مچھر خدا کا بنایا ہوا ہے

یعنی وہ بت مردہ تو تمہارا بنایا ہوا ہے اور وہ پشہ زندہ بنایا ہوا خدا کا ہے تو اپنی بنائی ہوئی چیز کو تو اس قدر بڑھایا کہ اسے بھی خدا بنا دیا اور خدا کی بنائی ہوئی شے ایسی کہ وہ قاصد حق بھی نہ ہو سکے ان کی تو یہ حالت ہے کہ۔

عاشق خویشند وصنعت کرد خویش	دم ماراں را سر مار است کیس
وہ اپنے اور اپنی دستکاری کے عاشق ہیں	سانپوں کی دم کا مذہب سانپ کا سر ہے

یعنی یہ لوگ اپنے اور اپنے کی ہوئی صنعت کے عاشق ہیں اور سانپوں کی دم کے لئے سانپ کا سر ہی مذہب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب سانپ بیٹھتا ہے تو دم کو چکر دیکر منہ سے ملا لیتا ہے۔ تو جس طرح کہ دم کے لئے سر مار مذہب ہوتا ہے کہ وہ اسی طرف رجوع ہوتی ہے اسی طرح یہ لوگ اپنی مصنوعات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور انہیں پر مغرور اور خوش رہتے ہیں حالانکہ۔

نے دراں دم دولتے و نعمتے	نے دراں سر راحتے و لذتے
نہ اس دم میں کوئی دولت اور نعمت ہے	نہ اس سر میں کوئی راحت اور لذت ہے

یعنی نہ تو اس دم میں کوئی دولت یا نعمت ہے اور نہ اس سر میں کوئی راحت یا لذت ہے۔

گرد سر گرداں بود آں دم مار	لائق اند و درخورند آں ہر دو یار
وہ سانپ کی دم سر کے چاروں طرف گھومتی رہتی ہے	وہ دونوں دوست لائق اور مناسب ہیں

یعنی وہ سانپ کی دم سر کے گرد گرداں رہتی ہے تو وہ دونوں یار لائق اور مناسب ہیں مطلب یہ کہ جس طرح کہ اس دم یا سر مار میں کوئی دولت یا نعمت یا راحت نہیں ہوتی اسی طرح نہ خود ان میں اور نہ ان کی مصنوعات میں کوئی راحت وغیرہ ہے تو یہ جو آپس میں ایک دوسرے کے عاشق ہیں یہ اس وجہ سے کہ دونوں آپس میں مناسب ہیں کہ دونوں مضر اور بیکار ہیں لہذا کند ہمجنس باہمجنس پرواز تو چونکہ ان کی مناسب ضلالت اور گمراہی ہی ہے تو ان کو وہی نصیب ہوتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

آنچناں گوید حکیم غزنوی	در الٰہی نامہ گر خوش بشنوی
غزنوی دانا ایسا ہی فرماتے ہیں	"الٰہی نامہ" میں اگر تو اچھی طرح سنے

یعنی اگر تم خوب سنو تو (ہم تم کو بتادیں کہ) حکیم غزنوی الٰہی نامہ میں اس طرح کہتے ہیں کہ۔

کم فضول کن تو در حکم قدر	در خور آمد شخص خر با گوش خر
تقدیر کے فیصلے میں تو بکواس نہ کر	گدھے کا جسم گدھے کے کان کے لائق ہے

یعنی تم حکم قدر میں فضولی مت کرو (اس لئے کہ) جسم خر گوش خر کے ساتھ مناسب آیا ہے مطلب اس کا اور اگلے کئی اشعار کا یہ ہے کہ حکم قدر میں تم اعتراض مت کرو حق تعالیٰ نے ہر شے کو اپنی مناسب کے ساتھ بنایا ہے تو اسی طرح ان کے مناسب گمراہی تھی ان کو گمراہ کردیا ہے۔

شد مناسب عضو ہا وا بدانہا	شد مناسب وصفہا با جانہا
اعضاء اور بدن مناسبت سے بنے ہیں	اوصاف جانوں کے مناسب ہیں

یعنی اعضاء ابدان کے مناسب ہیں اور اوصاف جانوں کے مناسب ہیں۔

وصف ہر جانے مناسب باشدش	بیگمان جائے کہ حق بتراشدش
ہر روح کی صفت اس کے مناسب ہوتی ہے	یقینا اللہ (تعالیٰ) اس کو روح کے مناسب پیدا کرتا ہے

یعنی وصف ہر جان کا اس کے مناسب ہوتا ہے اور اس جگہ تو یقینا جس کو کہ حق نے بنایا ہو۔

چوں صفت با جاں قریں کردست او	پس مناسب دانش ہمچوں چشم و رو
جبکہ اس نے صفت کو روح کا ساتھی بنایا ہے	تو اس کو چہرے اور آنکھ کی طرح مناسب سمجھ

یعنی جب کسی صفت کو حق تعالیٰ نے کسی جان کے ساتھ قرین کیا ہے تو اس کو چشم و رو کی طرح مناسب ہی سمجھو۔ یعنی جس طرح کہ چشم و رو مناسب ہیں اسی طرح اور جس قدر اوصاف وغیرہ حق تعالیٰ نے کسی میں پیدا کیے ہیں وہ سب بھی مناسب ہی ہیں۔

شد مناسب وصفہا در خوب و زشت	شد مناسب حرفہا کہ حق نوشت
اچھائی اور برائی میں مناسب صفتیں پیدا ہوئی ہیں	جو حروف اللہ (تعالیٰ) نے لکھے وہ مناسب ہیں

یعنی اچھے برے کے تمام اوصاف مناسب ہیں اور وہ حروف کہ حق نے لکھے ہیں سب مناسب ہیں یعنی جو جس کی تقدیر میں لکھا ہے وہ اس کے مناسب ہے۔

دیدہ و دل ہست بین الاصبعین	چوں قلم در دست کاتب اے حسین
آنکھ اور دل دو انگلیوں کے درمیان ہیں	اے حسین! جیسا کہ کاتب کے ہاتھ میں قلم

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی دیدۂ دل (حق تعالیٰ کی) دو انگلیوں کے درمیان میں (اس طرح) ہیں جس طرح کہ کاتب کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے۔اے حسین۔ یعنی جس طرح کہ کاتب کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے کہ وہ جس طرح چاہے اس کو پھیرے اسی طرح حق تعالیٰ کے قبضہ میں قلب ہے جس طرح وہ چاہیں اس کو پھیر سکتے ہیں خواہ اس کو بینا کردیں یا کور کردیں جو چاہیں کریں۔

اصبع لطف است و قہر اندر میاں	کلک دل با قبض و بسطے زیں بناں
مہر اور قہر کی انگلی ہے درمیان میں	ان سرانگشت سے دل کا قلم تنگی اور کشادگی میں ہے

یعنی لطف و قہر کی انگلی درمیان میں ہے تو اس انگلی کی وجہ سے کلک دل قبض و بسط میں ہے۔یعنی جب لطف ہے تو دل میں بھی بسط ہے اور اگر قہر ہے تو دل میں بھی انقباض ہے تو جب قلب قلم کی طرح ہے تو اس کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ۔

اے قلم بنگر گر اجلال لیستی	کہ میان اصبعین کیستی
اے قلم! اگر تو خدائی ہے، تو خیال رکھ	کہ تو کس کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے؟

یعنی اے قلم دیکھ لے اگر تو اجلالی ہے کہ کس کی انگلیوں میں ہے۔

جملہ قصد و جنبشت زیں اصبع است	فرق تو برچار راہ مجمع است
تیرا سب ارادہ اور حرکت اس انگلی سے ہے	تیرا فرق مجمع کے چوراہے پر (ظاہر ہونے والا) ہے

یعنی تیرے تمام قصد اور حرکات اس انگلی سے ہیں اور سر تیرا مجمع کے چوراہے پر ہے۔یعنی جس طرح کہ قلم کہ ہوتا تو ہے کاتب کی انگلیوں میں مگر اس کا سر چوراہے پر ہوتا ہے کہ وہ جو لکھتا ہے اس کو سب دیکھتے ہیں۔اسی طرح انسان کا قلب ہے تو خدا کے قبضہ میں مگر جو کچھ اعمال یہ کرتا ہے اس کو ایک عالم دیکھتا ہے۔

ایں حروف حالہات از نسخ اوست	عزم و فسخت ہم ز عزم و فسخ اوست
تیرے احوال کے حروف اس کی تحریر کے ہیں	تیرا ارادہ اور (اس کو) فسخ کرنا اسی کے ارادے اور فسخ کرنے سے ہے

یعنی تیرے حالات کے یہ حروف اس کے لکھنے سے ہیں اور تیرا عزم اور فسخ عزم اس کے عزم و فسخ سے ہے

(غرضکہ تمام حالات اسی کے قبضہ میں ہیں جب یہ حالت ہے تو اب سمجھ لو کہ)

جز نیاز و جز تضرع راہ نیست	زیں تقلب ہر قلم آگاہ نیست
دعا اور عاجزی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے	اس گردش سے ہر قلم باخبر نہیں ہے

یعنی بجز نیاز و تضرع کے کوئی راہ نہیں ہے اور تقلب سے ہر قلم آگاہ نہیں ہے مطلب یہ کہ بس اب تم کو چاہیے کہ درگاہ حق میں نیاز و تضرع سے کام لو اور ان ہی سے اپنی درستی حالت کو عرض کرو کہ وہی اس کو درست کردینگے باقی بے ان کے کیے کچھ نہ ہوگا اور اس تقلب سے ہر شخص چونکہ آگاہ نہیں ہے اسی لئے گمراہ ہوتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

قدر خود پیدا کند در نیک و بد	این قلم داند ولے بر قدر خود
اچھائی اور برائی میں اپنا مرتبہ سمجھ لیتا ہے	اس کو قلم جانتا ہے' لیکن اپنے مرتبہ کی بقدر

یعنی اس کو قلم جانتا ہے لیکن اپنی قدر کے موافق اور اپنی قدر کو نیک و بد میں ظاہر کر دیتا ہے یعنی اس کو جانتا بھی ہے مگر ہر شخص اپنی قدر کے موافق ہی جانتا ہے اور جب اس کو لوگوں میں ظاہر کرتا ہے تو اپنی قدر کو سب پر ظاہر کر دیتا ہے اور سب کو معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کی یہ حالت ہے اور ان کا علم اس قدر ہے آگے ایک مضمون لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مثال یا مثل وہ بیان کر سکتا ہے جو اس مثال یا مثل کی اور ممثل لہ دونوں کی حقیقت سے واقف ہو اور اس کے افعال وخواص کو احاطہ کیے ہوئے ہو ورنہ مثال مطابق واقع کے نہ ہوگی بلکہ یوں ہی اوٹکر لیس ہوگی اور یہ معلوم ہے کہ حق تعالیٰ کی کہنہ ذات کسی کو معلوم نہیں ہے تو ان لوگوں نے جو مثل بیان کی کہ حق تعالیٰ کو ماہ کہا اور ان کے قاصدوں کو خرگوش کی طرح کہا اور پھر اس کا غلط ہونا ثابت کیا یہ مثل مطابق واقع کے نہیں ہے اس لئے کہ مثال کی اگر حقیقت سمجھ بھی لی تو طرف ثانی ممثل لہ کی حقیقت کی تو خبر نہیں ہے پھر کس طرح مثال بیان کر سکتے ہیں۔ اب اشعار سے سمجھ لو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ انبیاءؑ نے جواب دیا کہ اے احمق لوگو افسوس کہ تم پر ہماری نصیحت کا برا اثر پڑا اور اس نے تمہاری بندش کو اور بھی سخت کر دیا کیونکہ پہلے تو صرف گمراہی تھی اور اب اس کے ساتھ عناد بھی شامل ہو گیا اور افسوس کہ ہماری دوا تمہاری بیماری کے بارہ میں تمہاری مقہور جان کے لئے زہر بن گئی اور چونکہ حرکتوں سے حق سبحانہ نے اپنے قہر کا پردہ تمہاری آنکھوں پر ڈال دیا ہے اس لئے اس چراغ ہدایت نے تمہاری آنکھوں کے لئے تاریکی ہی بڑھائی ارے احمقو تم سوچو تو سہی کہ جبکہ ہماری ریاست آسمان سے بھی زیادہ ہے تو ہم تم سے ریاست کے کیا طلبگار ہو سکتے ہیں اور غور تو کرو کہ موتیوں والا سمندر ایک کشتی سے کیا عزت حاصل کر سکتا ہے بالخصوص اس کشتی سے جو گوبر سے پر ہو۔ اب مولانا فرماتے ہیں (اور یہ بھی ممکن ہے کہ مقولہ انبیاءؑ ہی ہو) واقعی اس آنکھ کی حالت نہایت افسوسناک ہے جس میں آفتاب ذرہ معلوم ہوا اور ایسا بہت ہوتا ہے چنانچہ آدم علیہ السلام باوجودیکہ لاجواب اور بے مثل تھے۔ مگر ابلیس کی آنکھ کو مٹی کے سوا اور کوئی بات نظر نہ آئی۔ اور اس نے کہہ دیا انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین اور اس کی ابلیسی آنکھ نے ان کی بہار کو خزاں ہی دکھلایا کیوں نہ ہو ہر کوئی اپنے گھر ہی کی طرف سے حرکت کرتا ہے یعنی ہر شخص کے خیالات وافعال اس کے مناسب ہوتے ہیں اس لئے ابلیس نے بھی وہی کیا جو اس کے مناسب تھا۔ ارے بہت سی دولتیں ایسی ہوتی ہیں کہ کبھی کبھی اور اتفاق سے کسی مفلس کے سامنے آ جاتی ہیں لیکن وہ بجائے اس کے کہ اس پر قبضہ کرے اس راستہ ہی کو چھوڑ دیتا ہے اور بہت سے معشوق ایسے ہوتے ہیں کہ ایک بدنصیب عاشق کے پاس بھیس بدل کر آتے ہیں مگر وہ اپنے ارمان نہیں نکال سکتا۔ یہ لوگ نہایت ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

احمق ہوتے ہیں۔اب سنو کہ احمق اس قدر کیوں محروم ہوتے ہیں بات یہ ہے کہ گمراہوں اور کجرفتاروں کے لئے راہ راست موافق اور مناسب ہی نہیں اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر بات تقدیر سے تعلق رکھتی ہے پس ہماری آنکھ کو غلطی میں ڈالنے والی ہماری شقاوت ازلی ہے اور ہمارے دلوں کو گمراہی کی طرف پھیر والی خوبی تقدیر ہے۔

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل　　　کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

اس استطرادی مضمون کو یہاں تک پہنچا کر مولانا پھر جواب انبیاء بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ تم چونکہ تم نے بتوں کی پرستش شروع کی اس لئے یہ لعنت و بعد عن الرحمۃ اور اندھاپن تم پر چھا گیا کہ تم کسی طرح حق کو قبول نہیں کرتے اور یہ آفتاب تمہیں نظر نہیں آتا تم کہتے ہو کہ تم خدا کے رسول کیسے ہوسکتے ہو اچھا تم ہی انصاف کرو جب تمہارے بت خدا کے شریک ہوسکتے ہیں حالانکہ پتھر ہیں تو ذی روح اور ذی عقل خدا کا مقرب کیوں نہیں ہو سکتا اور جبکہ مردہ پتھر (بت) ہما (حق سبحانہ) کا شریک و سہیم ہوسکتا ہے تو زندہ پتھر (آدمی) بادشاہ (حق سبحانہ) کا مقرب کیوں نہیں ہوسکتا۔یا شاید یہ فرق ہو کہ وہ مردہ تمہارا بنایا ہوا ہے اس لئے وہ تو شریک ہوسکتا ہے اور زندہ خدا کا بنایا ہوا ہے اس لئے وہ خدا کا مقرب بھی نہیں ہوسکتا۔**لاحول ولاقوۃ** بات یہ ہے کہ تم لوگ خود اپنے اوپر اور اپنی مصنوعات پر عاشق ہو اس لئے تم اپنے کو انبیاء سے برتر سمجھتے ہو اور اپنی مصنوعات کو بھی اور تمہارے مناسب بھی یہی ہے کیونکہ سانپ کی دم کا دین و مذہب اس کا سر ہی ہوتا ہے کیونکہ نہ اس دم میں کوئی خوبی ہے نہ سر میں کوئی بہتری اس لئے وہ دم سر کے گرد گھومتی ہے اور یہ جوڑا نہایت ہی مناسب ہے۔دیکھو اگر تم غور سے سنو تو میں تمہیں بتاؤں کہ حکیم غزنوی الٰہی نامہ میں یوں فرماتے ہیں کہ تم حکم الٰہی میں گفتگو اور بحث و مناظرہ نہ کیا کرو بلکہ تم جس مرتبہ کے ہو اسی مرتبہ پر رہو کیونکہ ہر چیز اپنے میل کے ساتھ اچھی ہوتی ہے چنانچہ گدھے کا جسم گدھے کے کانوں ہی کے مناسب ہے اور گدھے کے کان اس کے جسم کے لئے زیبا ہیں چونکہ تمہارا منہ نہیں کہ احکام الٰہیہ میں گفتگو کرو اس لئے خاموش رہنا چاہئے یہ حاصل تھا حکیم غزنوی کی نصیحت کا آگے مولانا اس پر اضافہ فرماتے ہیں یا یوں کہو کہ اس کی تشریح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ گدھے ہی کی تخصیص نہیں بلکہ تمام اعضاء و ابدان میں مناسبت ہوتی ہے اور اعضاء و ابدان کی بھی تخصیص نہیں بلکہ اوصاف ارواح اور خود ارواح میں بھی مناسبت ہوتی ہے اور جس جان میں جو صفت حق سبحانہ پیدا فرماتے ہیں وہی اس کے لئے مناسب ہوتی ہے پس جس جان میں جو وصف غیر اختیاری دیکھو سمجھ لو کہ یہی اس کے مناسب ہے۔جیسے آنکھ اور چہرہ میں مناسبت ہوتی ہے پس اچھے لوگوں اور برے لوگوں میں جو اوصاف ہیں وہ سب ان کے مناسب ہیں کیونکہ وہ آثار صنع حق ہیں اور حق سبحانہ حکیم مطلق اور صانع کامل ہیں پس ان کی صفت کے آثار میں ہرگز بے ڈھنگا پن نہیں ہوسکتا۔جب یہ مقدمہ ممہد ہوگیا تو اب سمجھو کہ دل اور آنکھ حق سبحانہ کی دو انگلیوں کی یوں ہی درمیان میں ہیں جس طرح کہ کاتب کے ہاتھ میں قلم ایک انگلی لطف ہے دوسری قہر اور ان دونوں کے درمیان میں قلم دل ہے وہ قلم کبھی ان انگلیوں کے اثر سے

www.besturdubooks.wordpress.com

منقبض ہوتا ہے اور کبھی منبسط جب یہ بھی معلوم ہو گیا تو اب وہ مضمون اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ تم اپنے کو اور اپنے بتوں کو انبیاءؑ سے بڑھ کر سمجھتے ہو تمہارے مناسب ہے بھی یہی۔ اب مولانا اس مضمون کے نتیجہ کے طور پر نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب یہ ثابت ہوا کہ تم حق سبحانہ کے قبضہ میں ہو وہ جس طرف چاہیں تمہیں پلٹ سکتے ہیں تو تم کو اس امر کا ضرور لحاظ رکھنا چاہئے کہ تم کس مقتدر کے قبضہ میں ہو یاد رکھو کہ تمہاری ہر حرکت اسی کے حکم سے ہے اور تمہارا سر چوراہے پر رکھا ہوا ہے یعنی جس طرح چوراہے پر رکھے ہوئے سر کو ہر طرف کے آنے جانے والے لوگوں کی ٹھوکروں کا خطرہ ہوتا ہے اور اس کو اطمینان نہیں ہو سکتا کہ میں ایک حالت پر قائم رہوں گا یوں ہی تم کو بھی اپنی حالت پر اطمینان نہ ہونا چاہئے بلکہ قہر الٰہی سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے اور اپنی طاعات وعبادات پر بھی ناز نہ کرنا چاہئے کیونکہ تمہارے حالات قلبیہ اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور تمہارا عزم وفسخ عزم سب اسی کی عزم وفسخ کا اثر ہے پس ایسی حالت میں گھمنڈ اور ناز کا کوئی موقع نہیں اور بجز نیاز وتضرع زاری ومسکنت کے اور کوئی بہبودی کی صورت نہیں ہر شخص اس تقلب سے واقف نہیں اس لئے وہ بے اعتدالیوں میں منہمک ہے اور جو شخص کچھ جانتا بھی ہے وہ بھی اس کی حقیقت سے واقف نہیں بلکہ اپنی حیثیت کے موافق جانتا ہے اور حیثیت اس کی اس کے افعال حسنہ اور سیئہ سے ظاہر ہے کہ وہ کس درجہ کا آدمی ہے۔

شرح شبّیری

بیان اس کا کہ ہر شخص کا کام مثال بیان کرنا نہیں ہے اور خاص کر کارخانۂ حق میں جو کہ غیر متناہی ہے

انچہ در خرگوش و پیل آویختند	تا ازل را با حیل آمیختند
وہ جو کچھ خرگوش اور ہاتھی (کے قصہ) سے متعلق ہوئے	حتی کہ (حکمت) ازلی کو (دنیاوی) حیلوں سے ملا دیا

یعنی جو کچھ کہ وہ لوگ خرگوش وپیل (کے قصہ) میں الجھے اور ازل کو حیل کے ساتھ ملا دیا۔

کے رسد شان این مثلہا ساختن	سوئے آن درگاہ پاک انداختن
ان کو کیا حق تھا کہ انہوں نے یہ مثالیں گھڑیں	اس پاک دربار کی جانب منسوب کیں

یعنی ان کو یہ مثل بیان کرنا کب پہنچتا ہے (اور پھر) اس درگاہ پاک کی طرف ڈالنا۔ مطلب یہ کہ حکم ازلی کو ان خرگوشوں کے حیلہ کے ساتھ ملا دیا اور ان دونوں باتوں کو ایک کر کے اللہ میاں تک پہنچے کہ ان کی مثال بیان کی تو ان لوگوں کو یہ کب مناسب تھا اس لئے کہ یہ تو حقائق اشیاء سے پوری طرح واقف ہیں ہی نہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں مثل آوردن آن حضرت است	کہ بہ علم سر د جہر او آیت است
مثال دنیا اس دربار کا (حق) ہے	کہ جس کا غیب اور شہادت کا علم واضح ہے

یعنی یہ مثال بیان کرنا کام (اس) درگاہ کا ہے کہ جو علم سر و جہر میں حجت ہے یعنی جس کو کہ حقائق اشیاء کا علم ہے اس کا کام ہے کہ وہ مثال بیان کرے تو وہ مطابق واقع کے ہوگی اس لئے کہ اس کو طرفین کی حقیقت معلوم ہے۔

تو چہ دانی سر چیزے تا تو کل	تا بہ زلف و یا بہ رخ آری مثل
تو کسی چیز کا راز کیا جانے جب تک تو گنجا ہے	تاکہ تو زلف یا رخسار کی مثال بیان کرے

یعنی جب تک کہ تو گنجا ہے تو کسی چیز کا بھید کیا جانے تا کہ زلف یا رخ کی مثل بیان کرے مطلب یہ کہ جب تم گنجے ہو تو تم کیا جانو کہ زلف کیسی ہوتی ہے اور رخ حسین کیسا ہوتا ہے اب تم اس کی مثال بیان کرنے لگے تو یہ سراسر حماقت ہی ہے۔ اسی طرح جب تم کو کسی شے کی حقیقت معلوم نہیں تو اس کی مثال ہی کیا بیان کر سکتے ہو آگے اس حقیقت ناشناسی کی ایک نظیر لاتے ہیں کہ۔

موسیٰ آنرا کہ عصا دید و نبود	اژدہا بد سرا ولب می کشود
موسیٰ نے جس کو عصا دیکھا اور وہ (عصا) نہ تھا	اژدھا تھا اس کے راز کو ہونٹ کھولتا تھا

یعنی موسیٰ نے جس کو کہ عصا دیکھا اور وہ (عصا) نہ تھا (بلکہ) اژدہا تھا اور اس کے بھید کو لب کھولتا تھا یعنی دیکھو موسیٰ اس عصا کی حقیقت کو نہ سمجھے اور سوال حق پر یہی کہا کہ عصای میری لاٹھی ہے حالانکہ وہ اژدہا تھا اور جب وہ لب کھولتا تھا تو اس کا بھید ظاہر ہوتا تھا۔

چوں چناں شاہے نداند سر چوب	تو چہ دانی سر ایں دام و حبوب
جبکہ ایسا شاہ لکڑی کے راز کو نہ سمجھے	تو اس جال اور دانوں کے راز کو کیا سمجھے گا؟

یعنی ایسا بادشاہ ایک لکڑی کے بھید کو نہ جانے تو تم اس دام اور دانوں کے راز کو کیا جانو یعنی دنیا میں جو دام و حبوب ہیں تم کو ان کے اسرار کی کیا خبر ہو سکتی ہے۔

چوں غلط شد چشم موسیٰ در مثل	چوں کند موشے فضولی مدخل
جب مثال (کے معاملہ) میں (حضرت) موسیٰ کی آنکھ غلط ہوگئی	تو فضولی چوہا اس میں کیا سوراخ بنا سکتا ہے؟

یعنی جب مثل بیان کرنے میں چشم موسیٰ غلط ہوگئی تو ایک چوہا فضولی کس طرح دخل دے سکتا ہے (اور وہ مثال مطابق واقع کے تو کیا ہوتی بلکہ یہ ہوتا ہے کہ)

آں مثالت را چو اژدرہا کند	تا بپاسخ جزو جزوت بر کند
وہ تیری مثال کو اژدہا جیسا بنا دیتا ہے	تاکہ جواب میں تیرے جزو جزو اکھاڑ دے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تمہاری اس مثال کو حق تعالیٰ اژدہا بنادیتے ہیں یہاں تک کہ جواب میں وہ تمہارے جزو جزو کو کھا ڈالتی ہے۔
مطلب یہ کہ وہ مثال خود تمہیں کو نقصان دہ ہوتی ہے آگے ایسی مثال کے نقصان دہ ہونے کی نظائر بیان فرماتے ہیں کہ۔

این مثال آورد ابلیس لعین	تا کہ شد ملعون حق تا یوم دین
ملعون شیطان یہ مثال لایا	یہاں تک کہ وہ اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے قیامت تک کیلئے ملعون ہوگیا

یعنی ابلیس ملعون یہ مثال لایا۔ یہاں تک کہ قیامت تک ملعون حق ہوگیا۔ مطلب یہ کہ اس نے یہ کہا خلقتنی من نار و خلقته من طین تو دیکھو اسی وجہ سے ملعون بن گیا۔

ایں مثال آورد قارون از لجاج	تا فروشد در زمین باتخت وتاج
قارون جھگڑے سے یہ مثال لایا	یہاں تک کہ تخت و تاج کے ساتھ زمین میں دھنس گیا

یعنی یہی مثال قارون مخالفت کی وجہ سے لایا یہاں تک کہ زمین میں مع تخت وتاج کے چلا گیا۔ مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ انما اوتیته علی علم عندی اس دعوے ہی کی بدولت اس کو خسف ہوا۔

ایں مثال آورد نمرود جہول	تا کہ پشہ مغز سرخوردش عجول
جاہل نمرود یہ مثال لایا	یہاں تک کہ مچھر نے جلدی سے اس کے سر کا مغز کھالیا

یعنی یہی مثال نمرود جاہل لایا۔ یہاں تک کہ مچھر نے جلدی سے اس کا مغز سر کھالیا۔ مطلب یہ کہ اس نے کہا تھا انا احیی و امیت تو خدا کی برابری کی تھی لہذا ہلاک ہوا۔

ایں مثال آورد فرعون از غلط	تا کہ اندر آب دریا شد سقط
فرعون غلطی سے یہ مثال لایا	یہاں تک کہ دریا کے پانی میں بیکار بن گیا

یعنی یہی مثال فرعون غلطی کی وجہ سے لایا۔ یہاں تک کہ آب دریا میں ساقط ہوا یعنی اس نے کہا انا ربکم الاعلیٰ بس اس دعوئی میں مارا گیا۔ یہ نظائر تو خاص خاص تھے آگے عام طور پر فرماتے ہیں کہ۔

ایں مثال اندیش گشتہ قوم عاد	کاستخوان شان خرد و مرد آمد زباد
قوم عاد یہ مثال سوچنے والی بنی	کہ ان کی ہڈیاں ہوا سے ریزہ ریزہ ہوگئیں

یعنی اس مثال کے سوچنے والے قوم عاد ہوئے کہ ان کی ہڈیاں ہوا سے چور چور ہوگئیں۔ یعنی انہوں نے تکبر و نافرمانی کی تھی جیسا کہ جابجا قرآن شریف میں ہے تو ان کو سزا ملی۔

ایں مثال آورد ہر بدبخت دوں	تا کہ شد در قعر دوزخ سرنگوں
ہر بدبخت کمینہ یہ مثال لایا	یہاں تک کہ دوزخ کی گہرائی میں اوندھا ہوگیا

یعنی ہر بدبخت کمینہ اس مثال کو لایا یہاں تک کہ قعر دوزخ میں سرنگوں ہوا یعنی ہر بدبخت کمینہ ایسے دعوے

کرتا ہے تو ہلاک ہوتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

ایں مثالت راچو زاغ و بوم داں	کہ از ایشاں پست شد صد خانداں
تو اس مثال کو کوا اور الو سمجھ	کہ ان کی وجہ سے سینکڑوں خاندان تباہ ہوئے ہیں

یعنی اپنی اس مثال کو زاغ و بوم کی طرح (منحوس) جانو کہ ان کی وجہ سے سینکڑوں خاندان برباد ہو گئے ہیں۔ بس اسی طرح تمہاری ان شگوں سے بھی بہت بربادی پھیلتی ہے آگے نوح علیہ السلام کے کشتی بنانے کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ وہ کشتی بنایا کرتے تھے اور ان کی قوم ان پر استہزاء میں مثالیں بیان کرتی تھی تو وہ قوم آخر ہلاک ہوئی یہ اسی مثل ناکافی کی بدولت ہے کہ حقیقت کو سمجھتے نہیں ہیں اور مثال بیان کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اب اہل سبا کی طرف رخ کرتے ہیں اور ان کی خبر لیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ان احمق لوگوں نے جو خرگوش اور ہاتھی کے قصہ کو دست آویز بنایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکم ازلی کو چالاکیوں کی ضمن میں داخل کر دیا۔ بھلا ان سے کوئی کہے کہ گدھو تمہیں کب زیبا ہے کہ مثلیں تراش تراش کر حضرت حق سبحانہ سے ان کو منسوب کر دو۔ ولہ المثل الاعلیٰ مثال بیان کرنا تمہارا کام نہیں کیونکہ اس کے لئے ضرورت ہے ممثل بہ اور ممثل لہ ہر دو کے پورے حالت معلوم ہونے کی تاکہ قیاس مع الفارق نہ ہو جائے۔ اور یہ بات تم میں مفقود ہے لہذا ثابت ہوا کہ یہ تمہارا کام نہیں۔ بلکہ یہ حق سبحانہ کے شایان ہے جو کہ علم محیط رکھتے ہیں اور جن کا علم غیب و شہادت نہایت واضح امر ہے۔ مثلاً اگر کوئی گنجا زلف ورخ کی مثال بیان کرے تو اس سے یہی کہا جاوے گا اے گنجے جب تیرے زلفیں ہی نہیں اور تو نے زلف کبھی دیکھی بھی نہیں تو تو زلف ورخ کی حالت کیا جانے کہ تو ان کی مثال بیان کرتا ہے یاد رکھو کہ مثال بیان کرنا یعنی کسی شے کی حالت ظاہر کرنا کچھ آسان کام نہیں۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے جس چیز کو محض لاٹھی سمجھا تھا وہ صرف لاٹھی ہی نہ تھی بلکہ باطن کے لحاظ سے اژدہا بھی تھی جس کی اندرونی حالت بعد کو ظاہر ہوئی اور ایک وقت میں وہ منہ کھول کر کھڑی ہو گئی۔ بھلا جب اتنا بڑا شخص ایک لکڑی کی باطنی حالت نہ سمجھ سکے پھر تمہیں اس دام ودانہ کی حقیقت کیا معلوم ہو سکتی ہے۔ جس نے تم کو پھنسا رکھا ہے اور جبکہ اظہار حال میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے غلطی ہوئی تو بھلا چوہا بیہودہ اس میں بل کیا بنا سکتا ہے اور اس میں کیا مداخلت کر سکتا ہے یاد رکھنا کہ حق سبحانہ تمہاری مثال کو اژدہا بنا دیں گے کہ وہ جواب میں تمہارے عضو عضو کو الگ کر دے گا۔ یعنی اس کا جواب یہ ہوگا کہ تم ہلاکت ابدی میں مبتلا ہو گے دیکھو ابلیس ملعون نے بھی اظہار حال آدم میں یوں ہی غلطی کی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمیشہ کے لئے ملعون ہو گیا اور قارون نے بھی یوں ہی مکابرو مجادلہ کیا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تخت وتاج سمت زمین میں دھنس گیا اور جاہل نمرود نے بھی اسی طرح مجادلہ کیا تھا جس کے سبب ایک مچھر نے فوراً اس کا بھیجا کھا لیا اور قوم عاد نے بھی یہی باتیں گھڑی تھیں جس سے ان کی ہڈیوں کو چورچور کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

گیا۔ اور شداد پاجی نے بھی اسی قسم کا مکابرہ کیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں جنتوں سے محروم رہا نہ اپنی بہشت سے منتفع ہوا نہ خدا کی بہشت سے اور فرعون نے بھی یوں ہی غلط جھگڑا کیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانی میں ڈوب گیا۔ غرض ہر بدبخت و شقی ازلی نے اسی قسم کی فضول باتیں کیں حتیٰ کہ وہ دوزخ میں الٹا گرا دیا گیا بس تم اپنی اس مثال کو ایک کوا یا الو سمجھو جس نے ہزاروں گھرانے تباہ کر دیئے لہٰذا وہ تم کو بھی نہیں چھوڑ سکتا۔

شرح شبّیری

قوم نوح کا ان کی کشتی بنانے میں استہزا کے طور پر مثل بیان کرنا

نوحؑ اندر بادیہ کشتی بساخت	صد مثل گو از پئے تسخر بتاخت
(حضرت) نوحؑ نے جنگل میں کشتی بنائی	سینکڑوں مثال دینے والے مذاق کے لئے دوڑے

یعنی نوح علیہ السلام نے خشکی میں کشتی بنائی تو سینکڑوں مثل بیان کرنے والے مسخرہ پن کے لئے دوڑے اور کہتے تھے کہ۔

در بیابانے کہ چاہ و آب نیست	می کند کشتی چہ ناداں ابلہے است
اس جنگل میں جہاں کنواں اور پانی نہیں ہے	وہ کشتی بنا رہا ہے کس قدر نادان اور بیوقوف ہے

یعنی جس جگہ پر کہ کنواں یا پانی نہیں ہے یہ کشتی بنا رہے ہیں کیا نادان اور احمق ہیں (نعوذ باللہ)

آں یکے میگفت ایں کشتی بتاز	واں یکے میگفت پرش ہم بساز
ایک کہتا تھا کہ اس کشتی کو دوڑا	اور ایک کہتا تھا کہ اس کے پر بھی لگا

یعنی وہ ایک کہتا تھا کہ اس کشتی کو دوڑاؤ تو اور وہ دوسرا کہتا تھا کہ اس کی پر بھی بناؤ یعنی پانی وغیرہ تو ہے ہی نہیں پھر اسکے چلنے کی کیا سبیل ہے۔ پر بنالو کہ جس سے اڑا کرے۔

آں یکے میگفت دنبالش کژ است	واں یکے میگفت پشتش کژ مژ است
ایک کہتا تھا کہ اس کا دنبالہ ٹیڑھا ہے	ایک کہتا تھا کہ اس کی پشت ٹیڑھی میڑھی ہے

یعنی وہ ایک کہتا تھا کہ دنبال اس کا ٹیڑھا ہے اور ایک کہتا تھا کہ اس کی پشت ٹیڑھی میڑھی ہے۔

آں یکے میگفت پالانش کجا است	واں یکے میگفت پایش کج چرا است
ایک کہتا تھا کہ اس کا پالان کہاں ہے؟	ایک کہتا تھا کہ اس کا پایہ ٹیڑھا کیوں ہے؟

یعنی ایک کہتا تھا کہ اس کا پالان کہاں ہے اور ایک کہتا تھا کہ اس کا پاؤں کج کیوں ہے مطلب یہ کہ خشکی میں تو گھوڑا وغیرہ چل سکتا تھا اور انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ تم اس کو خشکی ہی میں چلاؤ گے۔ تو یہ تو بتاؤ کہ اس کا پالان

www.besturdubooks.wordpress.com

کہاں ہے کمبخت سارے مسخرے جمع تھے۔

آں یکے میگفت کایں مشکے تہی است	واں یکے میگفت ایں خر بہر کیست
ایک کہتا تھا کہ یہ خالی مشکیزہ ہے	ایک کہتا تھا کہ یہ گدھا کس کے لئے ہے

یعنی ایک کہتا تھا کہ یہ ایک مشک خالی ہے (یعنی فضول ہے) اور ایک کہتا تھا کہ یہ گدھا کس کے لئے ہے۔

آں یکے میگفت بیکاری مگر	یا شدے فرتوت و عقلت شد زسر
ایک کہتا تھا کہ شاید تو بیکار ہے	یا تو کھوسٹ ہوگیا ہے اور تیرے سر سے عقل نکل گئی ہے

یعنی ایک کہتا تھا کہ شاید تم بیکار ہو یا فرتوت ہو گئے ہو اور تمہارے سر سے عقل جاتی رہی ہے۔ (نعوذ باللہ)

غرض کہ وہ کمبخت یہ باتیں کیا کرتے تھے اب ان کا جواب سنئے کہ کس متانت سے فرماتے ہیں کہ۔

او ہمی گفت ایں بفرماں خداست	ایں بجر بکہا نخواہد گشت کاست
وہ کہتے تھے کہ یہ خدا کے حکم سے ہے	یہ فضول سے نہ گھٹے گی

یعنی وہ فرماتے تھے کہ یہ حکم خدا سے ہے اور یہ ان مسخروں سے گھٹے گی نہیں مطلب یہ کہ تم خواہ کتنا ہی استہزاء کرو یہ اسی طرح رہے گی اور تم کو کل معلوم ہو جاوے گا کہ یہ تمسخر کس پر پڑیں گے۔ قرآن شریف میں بھی ہے کہ ان تسخروا منا فانا نسخر منکم کما تسخرون آگے مولانا ایک چور کی حکایت لاتے ہیں کہ جس طرح کہ نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ کل تم کو معلوم ہو جاوے گا اور یہ بات ان کے کلام سے نکلتی ہے اسی طرح ایک چور نقب دے رہا تھا صاحب خانہ نے پوچھا کہ ارے تو کون ہے اس نے کہا کہ ڈھول بجانے والا ہوں صاحب خانہ نے کہا کہ کیا کر رہا ہے بولا کہ ڈھول بجا رہا ہوں صاحب خانہ نے کہا کہ آواز کہاں ہے تو کہتا ہے کہ اس کی آواز تجھے کل کو سنائی دے گی جب سارے میں غل مچاتا پھرے گا۔ تو اسی طرح نوحؑ نے کہہ دیا کہ کل کو خبر ہو جاوے گی۔ اب حکایت سنو۔

حکایت اس چور کی کہ نقب لگا رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ میں ڈھول بجا رہا ہوں

ایں مثل بشنو کہ شب دزد عنید	در بن دیوار حفرہ می برید
یہ مثال سن کہ رات میں ایک سرکش چور	دیوار کی جڑ میں گڑھا کھود رہا تھا

یعنی یہ مثل سنو کہ ایک شب کو ایک چور معاند ایک دیوار کی جڑ میں نقب لگا رہا تھا۔

نیم بیدارے کہ او رنجور بود	طقطقی آہستہ اش را می شنود
ایک ادھ کچری نیند والا جو کہ بیمار تھا	اس کی آہستہ آہستہ کھٹ کھٹ کو سن رہا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ایک نیم بیدار جو بیمار تھا اس کی آہستہ کھٹ کھٹ کو سنتا تھا

رفت بر بام و فرود آویخت سر	گفت او را در چہ کارے اے پدر
وہ کوٹھے پر چڑھا اور سر کو جھکایا	اس سے کہا اے بابا! تو کس کام میں لگا ہے؟

یعنی وہ مریض کوٹھے پر گیا اور سر نیچے لٹکا کر اس سے بولا کہ اے بابا تو کس کام میں ہے۔

خیر باشد نیم شب چہ می کنی	تو کئی گفتا دہل زن ای سنی
خیر تو ہے' آدھی رات میں تو کیا کر رہا ہے؟	تو کون ہے؟ اس نے کہا اے بزرگ! ڈھول بجانے والا (ہوں)

یعنی خیر تو ہے تو رات کو کیا کر رہا ہے۔ ارے تو کون ہے تو وہ چور بولا ارے بھائی ڈھول بجانے والا ہوں۔

در چہ کاری گفت میکوبم دہل	گفت کو بانگ دہل اے بوسبل
تو کس کام میں (معروف) ہے اس نے کہا ڈھول بجا رہا ہوں	اس نے کہا اے مختلف طریقوں والے ڈھول کی آواز ہے

یعنی تو کس کام میں ہے اس نے کہا ڈھول بجا رہا ہوں تو صاحب خانہ نے کہا کہ اے بوسبل ڈھول کی آواز کہاں ہے۔

گفت فردا بشنوی ایں بانگ را	نعرۂ یا حسرتا واویلتا
اس نے کہا تو. اس آواز کو کل سن لے گا	یا حسرتا واویلا کا نعرہ

یعنی چور نے کہا کہ اس آواز کو تو کل کو سن لے گا (اور وہ) یا حسرتا یا ویلتا کا نعرہ ہے یعنی جب تو یا حسرتا یا ویلتا کرے گا اسوقت معلوم ہوگا کہ ہاں ڈھول بج رہا تھا (اور بولا کہ)

من چو رفتم بشنوی بانگ دہل	آں زماں واقف شوی بر جزو و کل
میں جب چلا جاؤں گا تو ڈھول کی آواز سن لے گا	اس وقت تو جزو کل سے واقف ہو جائے گا

یعنی میں جب چلا گیا تو ڈھول کی آواز سن لے گا۔ اور اس وقت جزو و کل پر واقف ہو جاوے گا۔ بس اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام اس قوم سے فرماتے تھے کہ وہ کہتے تھے کہ کشتی کیوں بناتے ہو تو فرمادیتے تھے کہ کل کو اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ آگے پھر ان ہی انبیاء قوم سبا کا مقولہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ۔

آں دروغ ست و کژ و برخاستہ	سر آں کژ را تو ہم نشناختہ
وہ مثال جھوٹی اور ٹیڑھی اور بناوٹی ہے	اس ٹیڑھی کے راز کو بھی تو نے نہیں پہچانا ہے......

یعنی وہ (مثل) جھوٹ ہے اور کج ہے اور گھڑی ہوئی ہے اور اس کج کے سر کو تم بھی نہیں پہچانتے۔

در غلط افتادۂ اے نیم خام	پختہ شو در آتش حق والسلام
اے ادھ کچرے! تو غلطی میں پڑا ہوا ہے	اللہ (کے عشق) کی آگ میں پختہ بن والسلام

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے نیم خام تو غلطی میں پڑا ہوا ہے تو حق تعالیٰ کی آتش (محبت) میں پختہ ہو جاؤ والسلام۔
مطلب یہ کہ چونکہ تم اس مثل کی حقیقت کو نہیں سمجھے اس لئے غلطی کر رہے ہو اور اگر اس مثل کی حقیقت کو سمجھ لیتے تو پھر ایسی غلطی نہ کرتے تو اب تم حب حق دل میں پیدا کرو اس سے یہ غلطی رفع ہو جاوے گی۔ آگے اس مثل کو خود ان ہی پر صادق کرتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اوپر مولانا نے فرمایا تھا کہ مجادلین تباہ و برباد ہو گئے۔ اب اس کو ایک مثال سے ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھو لوگوں نے نوح علیہ السلام سے بھی اسی قسم کے مجادلے کئے تھے پھر ان کا کیا حشر ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کشتی بنا رہے تھے اس کو دیکھ کر سینکڑوں مثالیں بیان کرنے والے تمسخر کے لئے دوڑ پڑے اور کہا کہ اس خشکی میں جہاں نہ کنواں ہے نہ پانی یہ شخص کشتی بنا رہا ہے نہایت بیوقوف آدمی ہے۔ (نعوذ باللہ) کوئی کہتا تھا کہ جناب ذرا اسے چلایئے تو سہی کوئی کہتا تھا کہ چلنے کے لئے اس کے پاؤں تو ہیں نہیں۔ لہذا آپ اس میں پر لگائیں کوئی کہتا تھا کہ اس کا پچھا ٹیڑھا ہے کوئی کہتا تھا کہ اس کی کمر ٹیڑھی ہے کوئی کہتا تھا کہ اس کا پالان کہاں ہے کوئی کہتا تھا کہ اس کے پاؤں ٹیڑھے کیوں ہیں کوئی کہتا تھا کہ یہ تو خالی مشک ہے کوئی کہتا تھا کہ یہ گدھا کس کے لئے ہے کہ اس کے منہ تو ہے نہیں پھر جو کیسے کھاتا ہے اور اگر کھاتا ہی نہیں تو آپ کا سامان منزل تک کیونکر لے جاتا ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ جناب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کوئی کام نہیں جو اس فضول اور لایعنی کام میں مصروف ہیں یا آپ بڈھے ہو گئے ہیں اور دماغ سے عقل جاتی رہی ہے وہ سب کا یہی جواب دیتے تھے کہ یہ میں حکم الٰہی بنا رہا ہوں اور تمہاری پھبتیوں سے اس میں ہرگز کمی نہیں آسکتی اب تو تم مذاق اڑا رہے ہو لیکن انشاء اللہ ایک دن تم کو اس کی ضرورت معلوم ہو جاوے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ طوفان آیا اور سب ڈوب گئے۔ نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کی حالت ایسی تھی جیسے ایک چور دیوار کی جڑ میں نقب لگا رہا تھا ایک ایسے شخص نے جو بیمار تھا اور بیماری کے سبب اسے اچھی طرح نیند نہ آتی تھی اس لئے کچھ سو رہا تھا کچھ جاگ رہا تھا اس کی آہستہ آہستہ کھٹ کھٹ کو سنا یہ سن کر وہ کوٹھے پر چڑھا اور اس نے سر جھکا کر اس سے کہا کہ آپ کیا کر رہے ہیں خیر تو ہے آپ کون ہیں اور آدھی رات کے وقت کیا کر رہے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ میں ڈھول بجانے والا ہوں۔ پھر اس نے کہا کہ اچھا آپ کر کیا رہے ہیں اس نے کہا کہ میں ڈھول بجا رہا ہوں اس نے کہا کہ ڈھول کی آواز تو کہیں معلوم نہیں ہوتی اس نے کہا کہ یہ آواز اب نہ سنائی دے گی بلکہ کل سننا جب کہ میں مال لے کر چلتا ہوں گا اور تم واویلا اور آہ و فریاد سے گھر کو سر پر اٹھا لو گے۔ جب میں جاؤں گا اس وقت وہ آواز سنائی دے گی اور مفصل حالت معلوم ہو جائے گی۔ یوں ہی قوم نوح کو بھی اس کشتی کی ضرورت اس وقت محسوس نہ ہوتی تھی اور بعد کو ان کو اچھی طرح معلوم ہو گئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

سرآں خرگوش داں دیو فضول	کہ بہ پیش نفس تو آمد رسول
اس خرگوش کا راز سمجھ کہ وہ نالائق شیطان ہے	جو کہ تیرے نفس کے سامنے قاصد بن کر آیا

یعنی اس خرگوش کا راز شیطان فضول کو جانو کہ وہ تمہارے نفس کے سامنے رسول ہو کر آیا۔

تا کہ نفس گول را محروم کرد	ز آب حیوانی کہ از وے خضر خورد
یہاں تک کہ احمق نفس کو اس نے محروم کر دیا	اس آب حیات سے جو خضر نے پیا

یعنی یہاں تک کہ نفس بیوقوف کو اس آب حیوانی سے جس سے کہ خضر نے کھایا ہے محروم کر دیا۔ مطلب یہ کہ وہ مثل اصل میں اس طرح ہے کہ وہ خرگوش تو شیطان ہے اور وہ چشمہ آب حیات ابدی ہے اور وہ ہاتھی تمہارا نفس ہے۔ شیطان نے تم کو بہکا کر آب حیوانی سے روک دیا اور اصل میں تو یہ مثل تمہارے اوپر صادق آتی ہے مگر تم نے یہ کیا کہ۔

باژ گونہ کردۂ معنیش را	کفر گفتی مستعد شو نیش را
تو نے اس کے معنی کو الٹ دیا	تو نے کفر کیا' سزا کے لئے تیار ہو جا

یعنی تو نے اس کے معنی کو الٹ دیا ہے اور تو نے کفر بکا ہے اب تو سزا کے لئے مستعد ہو جا۔ مطلب یہ کہ تم نے اس مثل میں حق تعالیٰ کو ماہ سے تشبیہ دی ہے تو یہ کفر ہے لہٰذا اس کی سزا کے لئے مستعد ہو جاؤ۔ اب یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ چاند سے تشبیہ دینے میں کیا حرج ہے خود مولانا ہی بارہا حق تعالیٰ کو ماہ آفتاب وغیرہ سے تشبیہ دیا کرتے ہیں تو بات یہ ہے کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم کواکب پرست ہے قرآن شریف میں ہے کہ ہدہد نے سلیمان علیہ السلام سے آکر عرض کیا کہ یسجدون للشمس اور یہ قصہ اہل سبا کا ہی ہے تو معلوم ہوا کہ وہ کواکب کو الٰہ مانتے تھے تو اس تشبیہ میں بھی ان کا یہی مقصود تھا کہ ماہ اور حق تعالیٰ دونوں من کل الوجوہ مشابہ ہیں اور جیسے وہ خدا ہیں ویسے ہی یہ چاند بھی۔ نعوذ باللہ) خدا ہے تو مولانا اس طرح تشبیہ دینے کو کفر فرماتے ہیں اور ان کی حالت سے ان کا یہ اعتقاد صاف معلوم ہوتا ہے اب کوئی شبہ نہیں رہا تو انبیاء علیہم السلام فرماتے ہیں کہ یہ مثل اصل میں تو تم پر صادق تھی مگر تم نے اس کو الٹا کر دیا۔

اضطراب ماہ گفتی در زلال	کہ بترسانید پیلاں را شغال
صاف پانی میں تو نے چاند کا حرکت کرنا بیان کیا	جس سے گیدڑ نے ہاتھیوں کو ڈرایا

یعنی تم نے ماہ کے اضطراب کو آب شیریں میں بیان کیا کہ پیلوں کو شغال نے ڈرا دیا۔ (شغال مجازاً کہدیا) مطلب یہ کہ تم یہ بیان کرتے اور اس کو مثل حق بیان کرتے ہو تو یہ تو صریح کفر ہے اور کفر اسی اعتقاد کی وجہ سے ہوا آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

قصہ خرگوش و پیل آری و آب	خشیت پیلاں زمہ در اضطراب
تو خرگوش اور ہاتھی اور پانی کا قصہ بیان کرتا ہے	چاند کے ہلنے سے ہاتھیوں کا ڈرنا (بیان کرتا ہے)

یعنی قصہ خرگوش کا اور ہاتھی کا اور پانی کا لاتے ہو اور چاند سے اضطراب کے وقت میں ہاتھیوں کا ڈرنا (بیان کرتے ہو)

ایں چہ ماند آخرائے کوراں خام	بامہے کہ شد زبونش خاص و عام
اے اندھو (عقل کے) کچو! یہ کیا مشابہت رکھتا ہے؟	اس چاند سے جس کے خاص و عام تابع ہیں

یعنی اے اندھو خام یہ آخر کیا مشابہ ہوگا اس ماہ کے جس کے کہ خاص و عام سب مغلوب ہیں (دیکھو یہاں خود ماہ کہہ رہے ہیں تو کفر اس اعتقاد ہی کی وجہ سے فرمایا) آگے فرماتے ہیں کہ۔

چہ مہ و چہ آفتاب و چہ فلک	چہ عقول چہ نفوس و چہ ملک
کیا چاند اور کیا سورج اور کیا آسمان	کیا عقلیں اور کیا جانیں اور کیا فرشتہ

یعنی کیا ماہ اور کیا آفتاب اور کیا فلک اور کیا عقول اور کیا نفوس اور کیا فرشتہ۔

چہ وحوش و چہ طیور و چہ جماد	چہ ملوک و چہ گدا چہ کیقباد
کیا وحشی جانور اور کیا پرندے اور کیا پتھر	کیا بادشاہ اور کیا فقیر کیا شہنشاہ

یعنی کیا وحوش اور کیا طیور اور کیا جماد اور کیا بادشاہ اور کیا فقیر اور کیا کیقباد۔

چہ بلاد و چہ جبال و چہ بحار	چہ مہ و چہ سال و چہ لیل و نہار
کیا شہر اور کیا پہاڑ اور کیا سمندر	کیا مہینہ اور کیا سال اور کیا رات اور دن

یعنی کیا شہر اور کیا پہاڑ اور کیا دریا اور کیا مہینہ اور کیا سال اور کیا رات اور کیا دن۔

چہ تراب و آب و چہ باد و چہ نار	چہ خریف و صیف و چہ دے چہ بہار
کیا مٹی اور پانی اور کیا ہوا اور کیا آگ	کیا جاڑا اور گرمی اور کیا خزاں کیا بہار

یعنی کیا مٹی اور کیا پانی اور کیا ہوا اور کیا آگ اور کیا خریف اور کیا صیف اور کیا خزاں اور کیا بہار۔

جملہ اندر حکم و در فرمان او	ہمچو گوئے در خم چوگاں او
سب اس کے حکم اور فرمان میں ہیں	جیسا کہ گینڈ بلے کے خم میں

یعنی سب اس کی حکم اور فرمان میں ہیں مثل گیند کے ان کی چوگان کے خم میں ہیں۔

آفتاب آفتاب آفتاب	ایں چہ میگویم مگر ہستم بخواب
سورج کے سورج کا سورج (ہے)	میں یہ کیا کہہ رہا ہوں؟ شاید میں نیند میں ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ آفتاب آفتاب آفتاب ہے اور میں کیا کہہ رہا ہوں شاید میں خواب میں ہوں۔ مطلب یہ کہ جب اس کی یہ سب اشیاء تابع فرمان ہیں تو پھر کوئی شے الوہیت میں اس کی شریک کس طرح ہو سکتی ہے۔ اس کی شان تو بہت بڑی ہے پھر آفتاب آفتاب آفتاب سے تشبیہ دی مگر کہتے ہیں کہ میں یہ کیا کہہ رہا ہوں شاید خواب میں ہوں ورنہ ایسی باتیں کیوں کرتا اس لئے تشبیہ تو یہ بھی ناقص ہی ہے لہذا اب اس سے خاموش ہو کر حضرات انبیاء علیہم السلام واہل اللہ کے خشم اور دل دکھنے کے آثار کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ ہم نے جو کہا تھا کہ تم کو اس کا راز معلوم نہیں سو سنو حقیقت اس مثال کی یہ ہے کہ خرگوش شیطان ہے اور نفس کے پاس قاصد حق سبحانہ بن کر آیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ احمق نفس کو اس چشمہ آب حیات سے پانی پینے سے روک دیا جس سے حضرت خضر علیہ السلام نے پیا تھا۔ یعنی حقائق ومعارف سے متمتع ہونے سے روک دیا۔ تم نے اس کے معنے الٹے کئے اور کفر بکا تو اب اس کی سزا کے لئے تیار رہو تم نے پانی میں چاند کے مضطرب ہونے کا بھی تذکرہ کیا ہے جس سے خرگوش نے ہاتھیوں کو ڈرایا تھا۔ بھلا غضب ہے کہ انبیاءؑ کے مقابلہ میں خرگوش اور ہاتھی اور پانی اور ہاتھیوں کے پانی کے اندر چاند کی تڑپ سے ڈر جانے کا قصہ بیان کرتے ہو ارے اندھو تمہیں شرم نہیں آتی بھلا اس کو اس ماہ حقیقی سے کیا نسبت جس کا تمام عالم مغلوب ومسخر ہے۔ کیا چاند کیا سورج کیا آسمان کیا عقول کیا نفوس کیا فرشتے کیا وحوش کیا طیور کیا جمادات کیا سلاطین کیا مفلس کیا سلاطین عظام مثل کیقباد کیا شہر کیا پہاڑ کیا دریا کیا مہینہ کیا سال کیا رات اور دن کیا مٹی کیا پانی کیا ہوا کیا آگ کیا خریف کیا گرمی کیا خزاں کیا بہار غرض کہ ہر چیز اس کے حکم کے تابع ہے اور ایسی ہے جیسے گیند بلے کے لپیٹ میں وہ سورج کے سورج کا سورج ہے ارے میں یہ کیا کہہ رہا ہوں۔ میں شاید خواب میں ہوں جو سمجھتا نہیں اس کا مرتبہ تو کہیں بڑھ کر ہے۔ آفتاب آفتاب کو اس سے کیا نسبت (توضیح اہل سبا نے اپنی تمثیل میں جو چاند کو حق سبحانہ سے تشبیہ دی تھی اس میں ان کو اشتراک فی المعبود کا وصف بھی مدنظر تھا کیونکہ وہ قوم ستارہ پرست بھی تھی۔ اب مولانا "ایں چہ باشد الخ سے اس خیال کا ابطال کرتے ہیں ھذا ما قالہ بحر العلوم ایک توجیہ تو یہ ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اولاً مولانا نے ان کی تمثیل کو خود ان پر الٹا تھا اب اس کا محل نزاع سے اجنبی ہونا ظاہر فرماتے ہیں یعنی اول حملہ تھا کفار پر اب اپنی طرف سے مدافعت ہے اور حاصل مدافعت یہ ہے کہ وہ قصہ فریب تھا خرگوش کا جو اس نے اپنی ذاتی منفعت کے لئے کیا تھا اور جس میں کہ وہ کامیاب بھی ہو گیا اور چاند اپنی عجز کے سبب اس تلبیس کے ازالہ پر قادر نہ ہو سکا۔ لیکن خدا تو قادر ہے اس کے خلاف کسی کی تلبیس چل نہیں سکتی۔ چنانچہ فرماتے ہیں ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین الخ پس اس مثال کو حق سبحانہ سے کیا تعلق

www.besturdubooks.wordpress.com

وھذاھوالراجع عندی وجہ اول یہ کہ اولاً مولانا نے اس مثال کی لغویت کو اجمالاً ان الفاظ سے ظاہر فرمایا تھا

انچہ درخرگوش و پیل آویختند تا ازل را با حیل آمیختند

کے رسد تاں ایں مثلہا ساختن سوئے آن درگاہ پاک انداختن

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ منشا لغویت اس کا فریب ہوتا ہے اور یہ توجیہ بالکل اس کے مطابق ہے دوسری وجہ یہ کہ سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری مثال ایں کا مشارالیہ ہے نہ کہ فقط ماہ۔ تیسری وجہ یہ کہ مولانا نے جس انداز سے ان کی تقریر کو نقل کیا ہے اس سے ہرگز یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ان کو چاند کو حق سبحانہ کیساتھ وصف معبودیت میں شریک کرنا مقصود ہے رہا علامہ بحرالعلوم کا یہ ارشاد کہ

''چوں تشبیہ داد ایں رسالت را بر رسالت خرگوش از ماہ پس حق را مثل ماہ دانستید وایں غلط عظیم ست وکوری شنیع شاید آں قوم ماہ پرستاں باشند کہ ماہ را عظیم مثل اللہ بدانستند در معبودیت پس رسل کوری ایشاں بیان فرمودند'' سو سراسر مخدوش ہے کیونکہ اول تو تشبیہ مرکب میں تشبیہ اجزا باجزا اولازم نہیں پس ان کا یہ ارشاد کہ پس حق را مثل ماہ دانستید امر غیر مسلم اور بر تقدیر تسلیم یہ ضرور نہیں کہ مماثلت فی المعبودیہ ہی مراد ہو بلکہ ظاہر یہ ہے کہ مماثلت فی الشرف ای المشارکۃ المطلقۃ فیہ مراد ہے جیسا کہ ان کا سیاق کلام بتا رہا ہے پس اس سے اعتقاد مشارکت فی المعبودیہ یا اس مقام پر اس کا مقصود ہونا سمجھنا غیر موجہ ہے اصل وجہ یہ ہے کہ علامہ نے جب دیکھا کہ مشبہ بہ حق سبحانہ کو بنایا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے'' کہ ایں چہ ماند با مہ'' اس لئے انہوں نے ایں کا مشارالیہ ماہ کو بنایا اس کے بعد ان کو ایسی وجہ تشبیہ تلاش کرنے کی ضرورت ہوئی جس کی تردید کی ضرورت ہو اس لئے وجہ تشبیہ مشارکت فی المعبودیہ کو قرار دیا۔ اور یہ اس وقت ہوسکتا ہے جبکہ ان کا اعتقاد بھی یہ ہو اس لئے فرمایا'' شاید آں قوم ماہ پرستاں الخ و لاحاجۃ الی ھذہ التکلفات البار دۃ فافھم)

شرح شبّیری

صد ہزاراں شہر را خشم شہاں	سرنگوں کردست اے بدگوہراں
شاہوں کے غصہ نے لاکھوں شہر	اے بداصلو! اوندھے کر دیئے ہیں

یعنی اے بدذاتو خشم شاہاں نے لاکھوں شہروں کو سرنگوں کر دیا ہے (یہاں خطاب ان اہل سبا ہی کو ہے) مطلب یہ ہے کہ ارے تم ان کا دل مت دکھاؤ ان حضرات کے دل دکھنے کی وجہ سے لاکھوں شہر برباد ہو گئے ہیں اور یہ حالت ہے کہ۔

کوہ برخود می شگافد صد شگاف	آفتابے چوں خراسے در طواف
پہاڑ خود سینکڑوں ٹکڑے بن جاتا ہے	سورج پن چکی کے گدھے کی طرح چکر میں ہے

یعنی پہاڑ اپنے اوپر سو شگاف ہو کر پھٹ جاتا ہے اور آفتاب مثل چکی کے طواف میں ہے یعنی ان حضرات کے خشم کے وقت پہاڑ پھٹ جاتے ہیں اور آفتاب جو اس قدر عظیم الشان کرہ ہے سرگرداں پھر رہا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

خشم مرداں خشک گرداند سحاب	خشم دلہا کرد عالمہا خراب
مردان (خدا) کا غصہ ابر کو خشک کر دیتا ہے	دلوں کے غصہ نے جہانوں کو تباہ کردیا ہے

یعنی مردان حق کا غصہ سحاب کو خشک کر دیتا ہے اور خشم قلوب (اہل اللہ) جہانوں کوخراب کر دیتا ہے"۔

بنگرید اے مردگاں بے حنوط	در سیاست گاہ شہرستاں لوط
اے خوشبو نہ ملے ہوئے مردو! دیکھ لو	لوط کے شہر کی عذاب گاہ کو

یعنی اے بے حنوط مردو قوم لوط کے شہروں کی سیاست گاہ میں دیکھو (بے حنوط سے مراد ذلیل اس لئے کہ حنوط تو مردہ کے اکرام کے لئے لگایا جاتا ہے) مطلب یہ کہ ان کے شہروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو کہ انہوں نے انبیاء کی نافرمانی کی تو ہلاک ہوئے اسی طرح یہ روز بدتم پر بھی آنے والا ہے اور ان حضرات کے غصہ کا یہ اثر ہوتا ہے کہ۔

پیل خود چہ بود کہ سہ مرغ پراں	کوفتند آں پیلگاں را استخواں
ہاتھی خود کیا ہے کہ تین (چار) اڑنے والے پرندوں نے	ان ہاتھیوں کی ہڈیاں توڑ دیں

یعنی ہاتھی خود کیا ہوتا ہے کہ چند اڑنے والے جانوروں نے ان ہاتھیوں کی ہڈیاں توڑ دیں۔

اضعف مرغاں ابابیل است و او	پیل را بدرید و نہ پذیرد رفو
ابابیل کمزور ترین پرند ہے اور اس نے	ہاتھی کو (ایسا) پھاڑا جس کا رفو نہیں ہو سکتا

یعنی سب سے زیادہ ضعیف جانوروں میں ابابیل ہے اور اس نے ہاتھی کو پھاڑ ڈالا کہ وہ رفو کو قبول نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو خشم ہوا تو ایک ذرا سے جانور نے ہاتھیوں کو درہم برہم کر دیا اور اگر چہ یہ خشم حق سے ہوا ہے مگر خشم انبیاء کے لئے خشم حق ضروری ہے اس لئے خشم انبیاء سے بھی یہ سب باتیں ہو سکتی ہیں اور قرآن شریف میں جو ابابیل آیا ہے اس کے معنے اس ابابیل متعارف کے نہیں ہیں جو سیاہ ایک چڑیا کی برابر ہوتا ہے بلکہ ابابیل جمع ہے ابول کی اس کے معنے ہیں جھنڈ کے جھنڈ یعنی وہ جانور جھنڈ کے جھنڈ تھے اب ان کی تفصیل نہیں کہ کیا تھے اور مولانا کا یہاں ابابیل کہنا بھی اسی معنی میں ہے یعنی وہ بہت چھوٹے جانور تھے مگر چونکہ تتبع سے یہ معلوم ہے کہ چھوٹا جانور الگ ہو کر نہیں اڑا تا بلکہ مل کر اڑتے ہیں اس لئے مولانا نے اس کو اضعف مرغاں کہہ دیا یعنی وہ جھنڈ چھوٹے جانوروں کے تھے باقی مولانا کی مراد بھی یہ ابابیل نہیں ہیں خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہیں کہ۔

کیست کو نشنید آں طوفان نوح	یا مصاف لشکر فرعون و روح
کون ہے جس نے طوفان نوحؑ (کے بارے میں) نہ سنا ہو	یا فرعون اور (حضرت) جبرئیلؑ کا معرکہ

یعنی وہ کون ہے جس نے کہ وہ طوفان نوح نہیں سنا یا لشکر فرعون اور روح کی جنگ (کوئی نہیں سنا تو یہ سب خشم انبیاء ہی کی بدولت ہوا ہے) روح سے مراد موسٰی ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

روح شان بشکست واندر آب ریخت	ذرہ ذرہ آب شاں بر می گسیخت
(حضرت) جبرئیل نے ان کو شکست دی اور پانی میں بہا دیا	پانی ان کو ذرہ ذرہ کرتا تھا

یعنی موسیٰ نے ان کو شکست دی اور پانی میں ریختہ کر دیا۔ اور پانی ان کو ذرہ ذرہ کر کے توڑتا تھا۔

کیست کونشنید احوال ثمود	وانکہ صرصر عادیاں را می ربود
کون ہے جس نے ثمود کے احوال نہ سنے ہوں؟	اور یہ کہ عاد والوں کو آندھی اچک رہی تھی

یعنی کون ہے جس نے کہ ثمود کا حال نہیں سنا اور یہ کہ صرصر عادیوں کو لے بھاگی تھی۔

چشم بارے در چناں پیلاں کشا	کہ بدندے پیل کش اندر دغا
اب آنکھ ایسے ہاتھیوں میں کھول	جو ہاتھیوں کو جنگ میں مار ڈالنے والے تھے

یعنی ایک دفعہ آنکھ ان ہاتھیوں میں کھول کہ یہ لڑائی میں پیل کش تھے یعنی یہ لوگ بڑے بڑے زبردست تھے۔ مگر

آں چناں پیلاں و شاہان ظلوم	زیر خشم دل ہمیشہ در رجوم
ایسے ہاتھی اور ظالم بادشاہ	(صاحب) دل کے غصہ کے ماتحت ہمیشہ سنگباری میں ہیں

یعنی ایسے زبردست اور شاہاں ظالم خشم دل کے نیچے ہمیشہ رجم میں تھے۔ یعنی ذرا آنکھ کھول کر عبرت پکڑوں کہ ایسے ایسے زبردست لوگ اور اس طرح ہلاک ہوئے۔

تا ابد از ظلمتے در ظلمتے	می روند و نیست غوث و رحمتے
ہمیشہ کے لئے ظلم کی وجہ سے اندھیرے میں	جارہے ہیں اور کوئی فریاد اور رحمت نہیں ہے

یعنی ابدالآباد تک ایک ظلمت سے دوسری ظلمت میں چلتے رہیں گے اور کوئی فریاد رس اور رحمت نہ ہوگی۔

مطلب یہ کہ دیکھ لو اس خشم کی بدولت ابدالآباد تک ظلمت ہی ظلمت میں رہیں گے۔

نام نیک و بد مگر نشنیدہ اید	جملہ دیند و شما نادیدہ اید
شاید تم نے نیک اور بد کا نام نہیں سنا ہے	سب نے دیکھ لیا ہے اور تم نے نہیں دیکھا ہے

یعنی نیک و بد کا نام شاید تم نے نہیں سنا ہے اور سب نے تو دیکھا ہے اور تم بے دیکھے ہو۔

دیدہ را نا دیدہ می آرید لیک	چشم تاں را واکشاید مرگ نیک
دیکھے ہوئے کو ان دیکھا تصور کر رہے ہو لیکن	موت تمہاری آنکھ کو اچھی طرح کھول دے گی

یعنی دیکھی ہوئی چیز کو بے دیکھی ہوئی لاتے ہو لیکن تمہاری آنکھ کو موت اچھی طرح کھول دے گی۔ مطلب یہ کہ تم عبرت جو حاصل نہیں کرتے تو ایسا ہے کہ گویا کہ تم نے دیکھا ہی نہیں اور باوجود اس قدر واقعات کے موجود ہونے کے تم

www.besturdubooks.wordpress.com

اندھے ہو تو خیر موت اچھی طرح تمہاری آنکھیں کھول دے گی اور اس روز اس غفلت اور اندھے پن کی حقیقت معلوم ہو جاوے گی آگے اس عبرت کے چیزوں کے موجود ہونے کو اور ان سے عبرت حاصل نہ کرنے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

گرد و عالم پر بود خورشید و نور	چوں روی در ظلمتے مانند کور
اگر دونوں جہان سورج اور نور سے پر ہوں	جبکہ تو اندھوں کی طرح اندھیرے میں چلے

یعنی اگر دونوں عالم خورشید و نور سے پر ہوں تو جب تم ظلمت میں اندھے کی طرح چلو۔

بے نصیب آئی ازاں نور عظیم	بستہ روزن باشی از ماہ کریم
اس عظیم نور سے تو بہرہ ورنہ ہو گا	اس عظیم چاند کی طرف سے تیرا روشندان بند رہے گا

یعنی اس نور عظیم سے بے نصیب ہو گے اور اس ماہ کریم سے بستہ روزن ہو گے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ تمام عالم عبرت کی چیزوں سے بھرا ہوا ہے مگر جبکہ تم عبرت حاصل نہ کرو تو تمہارے اعتبار سے وہ ایسا ہے گویا کہ ایک شے بھی موجود نہیں ہے اور تم اندھوں کی طرح تمام عالم میں پھر رہے ہو۔

تو دروں چاہ رفتی ز کاخ	چہ گنہ دارد جہانہائے فراخ
تو محل سے گر کر کنویں میں چلا گیا ہے	وسیع جہانوں کی کیا خطا ہے

یعنی تو کنویں میں محل سے چلا گیا ہے تو اس عالم فراخ کی کیا خطا یعنی اگر تو سارے جہان کو چھوڑ کر ایک تاریک کنویں میں چلا جاوے تو اگر اس جہان کے باغ و بہار مجھے نظر نہ آویں تو اس کی کیا خطا۔

جان کہ اندر وصف گرگی ماند او	چوں بہ بیند روئے یوسف را بگو
وہ جان جو بھیڑیے پن میں رہی	بتا وہ یوسفؑ کا چہرہ کیسے دیکھے گی؟

یعنی وہ جان کہ وصف گرگی میں مشابہ ہے تو وہ روئے یوسف کو اچھی طرح کب دیکھ سکتی ہے۔

لحن داؤدی بہ سنگ و کہ رسید	گوش آں سنگین دلانش کم شنید
(حضرت) داؤدؑ کا نغمہ پتھر اور پہاڑ تک پہنچ گیا	ان سنگدلوں کے کان نے نہ سنا

یعنی لحن داؤدی سنگ و کوہ تک تو پہنچ گیا (مگر) ان سنگین دلوں کے کانوں نے اس کو نہ سنا۔

آفریں بر عقل و بر انصاف باد	ہر زماں واللہ اعلم بالرشاد
عقل اور انصاف کو شاباش ہے	ہر دور میں اور خدا ہدایت کو زیادہ جانتا ہے

یعنی (ایسے) عقل و انصاف پر ہر دم آفریں ہے۔ واللہ اعلم بالرشاد۔ مطلب یہ کہ بھائی ایسی عقل و انصاف پر جو کہ حق کو دیکھتے ہی نہیں ہزار آفریں۔ یہ طعن ہے۔ خلاصہ سب کا یہ ہے کہ دنیا میں عبرت کی چیزیں موجود ہیں ان کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ اور اہل اللہ اور انبیاءؑ کا دل دکھانے سے باز رہو آگے مولانا قوم سبا کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

صدقوا رسلاً کراماً یا سبا	صدقوا روحاً سباها من سبا
اے سبا (والو) ! شریف رسولوں کی تصدیق کرو	اس روح کی تصدیق کرو جس کو قید کیا ہے جس نے بھی قید کیا ہے

یعنی اے قوم سبا رسولان کرام کی تصدیق کرو اور اس روح کی تصدیق کرو کہ مقید کر رکھا ہے اس کو جس نے کہ مقید کیا ہے۔ مطلب یہ کہ ان حضرات کی تصدیق کرو کہ ان کو حق تعالیٰ نے مقید کیا ہے اور وہ حق تعالیٰ کے مطیع ہیں۔

صدقواهم هم شموس طالعة	یومنوا کم من مخازی القارعة
ان کی تصدیق کرو وہ طلوع کرنے والے سورج ہیں	وہ تمہیں قیامت کی رسوائیوں سے امن دلائیں گے

یعنی ان کی تصدیق کرو وہ آفتاب ہیں چمکنے والے وہ تم کو قیامت کی رسوائیوں سے نجات دیں گے۔

صدقوا هم هم بدور زاهره	قبل ان یلقوکم بالساهره
ان کی تصدیق کرو وہ روشن چاند ہیں	اس سے پہلے کرو کہ تم سے میدان قیامت میں ملاقات کریں

یعنی ان کی تصدیق کرو وہ چاند ہیں روشن قبل اس کے کہ وہ تم سے قیامت میں ملیں۔ مطلب یہ کہ قیامت میں ملنے سے پہلے پہلے ان کی تصدیق کرلو ورنہ قیامت میں وہ تم سے بہ حیثیت مدعی کے ملیں گے۔ لہذا اس سے پہلے ہی کی تصدق کام آوے گی۔

صدقوهم هم مصابیح الدجیٰ	اکرموهم هم مفاتیح الرجا
ان کی تصدیق کرو' وہ تاریکی کے چراغ ہیں	ان کی عزت کرو وہ امید کی کنجیاں ہیں

یعنی ان کی تصدیق کرو وہ تاریکی کے چراغ ہیں اور ان کا اکرام کرو وہ امید کی کنجیاں ہیں

صدقوا من لیس یرجوا خیرکم	لاتضلوا لاتصدوا غیرکم
اس کی تصدیق کرو جو تمہارے مال کا امیدوار نہیں ہے	گمراہ نہ ہو اپنے غیر کو نہ روکو

یعنی اس شخص کی تصدیق کرو جو تمہاری خیر کا طالب نہیں ہے خود گمراہ مت ہو اور اپنے غیر کو روکو مت۔ یعنی جو کہ تم سے مال کے طالب نہیں اور کسی شے کے طالب نہیں ان کی تصدیق کرو۔ یہاں جو تھوڑی سی عربی لکھ دی ہے تو آگے فرماتے ہیں کہ۔

پارسی گوئیم ہیں تازی بہل	ہندوی آن ترک باش اے آب وگل
ہم فارسی بولنے والے ہیں' خبردار! عربی کو رہنے دے	اے پانی اور مٹی (سے بنے ہوئے) اس ترک کا غلام بن جا

یعنی ہم فارسی کہتے ہیں عربی کو چھوڑ و اور اس ترک کا غلام ہو جا اے آب وگل (ترک سے مراد حضرت مٰن) مطلب یہ کہ ہم فارسی کہتے ہیں عربی کو ترک کرو اس لئے کہ شاید عربی کو کوئی نہ سمجھے اور بس خدا کے بندے بنے رہو یہی مطلوب ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں گواہی ہائے شاہاں بشنوید	بگر دیدند آسمانہا بگروید
آگاہ! بادشاہوں کی شہادتیں سنو	آسمان ان کے گردیدہ ہیں تم (بھی) گرویدہ ہو

یعنی ہاں بادشاہوں کی گواہی کو سنو اور آسمان تو مطیع ہو گئے تم بھی مطیع ہو جاؤ۔

یا بحال او لینان بنگرید	یا سوئے آخر بحزمے بر پرید
یا گذشتہ لوگوں کا حال دیکھو	یا آخرت کی طرف احتیاط سے پرواز کرو

یعنی یا پہلوں کے حال دیکھو یا آخر کی طرف حزم سے اڑو مطلب یہ کہ یا تو ان حضرات کی باتیں سن کر مان لو اور اگر یہ نہیں ہوتا تو پہلوں کے قصوں سے عبرت حاصل کرو اور اگر یہ بھی نہیں ہے تو حزم سے کام لو کہ دیکھ لو احتیاط کس میں ہے اس کو لے لو تو دیکھ لو کہ احتیاط اسی میں ہے کہ انبیاء کی تصدیق کی جاوے اس لئے کہ یہ کہتے ہیں کہ اگر نہ مانو گے تو قیامت میں باز پرس ہوگی۔ سو اگر تصدیق کر لی اور یہ (نعوذ باللہ) کاذب ہوئے اور قیامت وغیرہ نہ آئی تو تم سے کوئی بھی نہ پوچھے گا کہ تم نے کیا کیا تھا اور اگر یہ سچے ہوئے اور قیامت قائم ہوئی تو اس وقت تم باایمان ہو گے غرضکہ ہر صورت سے ان کی مان لینا ہی بہتر ہے آگے حزم کے معنی بیان فرماتے ہیں۔

حزم کے معنے کے بیان میں اور مرد حازم کی مثال

حزم چہ بود درد و تدبیر احتیاط	از دو آں گیری کہ دور ست از خباط
پختہ کاری کیا ہوتی ہے دو (چیزوں) میں احتیاط کی تدبیر	تو دونوں میں سے وہ اختیار کر جو لغزش سے دور ہے

یعنی حزم کیا ہوتا ہے دو تدبیروں میں احتیاط کرنا اور دو میں سے اس کو لینا جو خبط سے دور ہے (بس اس کا نام حزم ہے تو ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ احتیاط تصدیق انبیاء ہی میں ہے لہٰذا ان کی مانو آگے ایک مثال سے حزم کے اس معنی کو اور واضح فرماتے ہیں کہ)

آں یکے گوید دریں رہ ہفت روز	نیست آب وہست ریگ پائے سوز
ایک کہتا ہے کہ اس راستہ میں سات روز تک	پانی نہیں ہے اور پاؤں جلانے والا ریت ہے

یعنی ایک شخص کہتا ہے کہ اس راہ میں سات روز تک پانی نہیں ہے اور ریت پاؤں کو جلانے والا ہے۔

آن دگر گوید دروغ ست ایں بداں	کہ بہر شب چشمۂ بنی عیاں
دوسرا کہتا ہے جھوٹ ہے یہ سمجھ لے	کہ تو ہر رات کو بہتا چشمہ دیکھے گا

یعنی دوسرا کہتا ہے کہ غلط ہے یہ سمجھ لے کہ ہر شب میں ایک چشمہ دیکھو گے ظاہر طور پر یعنی ہر منزل پر چشمہ ملے گا۔

حزم آن باشد کہ برگیری تو آب	تا رہی از ترس و باشی در صواب
پختہ کاری یہ ہوگی کہ تو پانی لے لے	تاکہ تو خوف سے نجات پا جائے اور تو صحیح راستہ پر ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی حزم وہ ہے کہ تم پانی لے لوتا کہ خوف سے چھوٹ جاؤ اور درست حالت میں رہو۔

گر بود در راہ آب ایں را بریز	ور نباشد وائے بر مرد ستیز
اگر راستہ میں پانی ہو اس کو بہا دے	اگر نہ ہوا تو جھگڑا کرنے والے پر افسوس ہے

یعنی اگر راستہ میں پانی ہو تو اس کو گرا دینا اور اگر نہ ہو تو مخالفت کرنے والے آدمی پر افسوس ہے یعنی جو کہ اس کو نہ مانے اور احتیاط نہ کرے اس وقت اس کی حالت افسوسناک ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے خلیفہ زادگان دادے کنید	حزم بہر روز میعادے کنید
اے خلیفہ زادو! انصاف کرو	قیامت کے دن کیلئے پختہ کاری سے کام لو

یعنی اے شہزادو انصاف کرو اور روز میعاد کے لئے حزم کرو۔ یعنی اس روز کے لئے احتیاط سے کام لو اور چونکہ حضرت آدم خلیفہ اور بادشاہ تھے اس لئے خلیفہ زادہ انسان کو کہدیا۔

آں عدوے کز پدرتاں کیں کشید	سوئے زندانش ز علیین کشید
وہ دشمن جس نے تمہارے باپ سے کینہ کشی کی	علیین سے اس کو قید خانہ میں کھینچ لایا

یعنی وہ دشمن جس نے کہ تمہارے باپ سے کینہ کیا اور علیین سے ان کو زندان کی طرف کھینچا۔

آں شہ شطرنج دل را مات کرد	از بہشتش سخرۂ آفات کرد
اس نے دل کے شاہ شطرنج کو مات دے دی	اس کو بہشت سے نکال کر مصیبتوں کا پابند کر دیا

یعنی اس نے شطرنج دل کے شاہ کو مات کر دیا اور بہشت سے (نکال کر) ان کو سخرۂ آفات کر دیا یعنی وہاں سے نکال کر ان کو آفات میں مبتلا کر دیا۔

چند جابندش گرفت اندر نبرد	تا بکشتی در فگندش روئے زرد
معرکے میں چند جگہ اس پر پیچ ڈالا	یہاں تک کہ رسوائی کے ساتھ اس کو کشتی میں پچھاڑ دیا

یعنی کئی جگہ سے ان کے بند لڑائی میں پکڑے یہاں تک کہ کشتی میں ان کو زرد رو کر کے ڈال دیا۔

ایں چنیں کرد ست با آں پہلواں	سست سستش منگرید اے دیگراں
اس بہادر کے ساتھ یہ کیا	اے بیگانو! اس کو حقیر نہ سمجھو

یعنی اس نے اس پہلوان کے ساتھ ایسا کیا ہے تو اے دوسرو تم اس کو کمزور مت سمجھو۔

مادر و بابائے ما را ایں حسود	تاج و پیرایہ بچالا کے ربود
اس حاسد نے ہماری ماں اور باپ کا	تاج اور لباس چالاکی سے اچک لی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہمارے ماں باپ کا اس حاسد نے تاج اور پیراہن چالاکی سے لے لیا ہے۔

کرد شاں آنجا برہنہ خوار و زار	سالہا بگریست آدم زار زار
اس جگہ ان کو ننگا ذلیل اور بدحال کر دیا	آدم سالوں زار زار روئے

یعنی ان کو اس جگہ برہنہ اور ذلیل کیا تو آدم علیہ السلام سالہا سال تک زار زار روئے۔

کہ ز اشک چشم او روئید نبت	کہ چرا اندر جریدہ لاست ثبت
کہ ان کی آنکھوں کے آنسو سے گھاس اگ آئی	کہ کیوں اعمال نامے میں انکار لکھا ہے؟

یعنی یہاں تک کہ ان کی اشک چشمی سے گھاس اگ آیا کہ کیوں دفتر لا میں (میرا نام) ثبت ہے مطلب یہ کہ وہ اس لئے روتے تھے کہ میرا نام اس دفتر مخالفت میں کیوں ثبت ہوگیا۔ اور کیوں لکھا گیا۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ ان کی اشک چشم سے بوٹیاں پیدا ہوئی تھیں اور جس قدر خوشبودار بوٹیاں مثل الائچی وغیرہ کے ہیں اسی سے پیدا ہوئی تھیں۔ تو دیکھو اس شیطان نے ایسے زبردست کو بھی ایک دفعہ ہرا دیا۔

تو قیاسے گیر طراریش را	کہ چناں سرور کند زوریش را
تو اس کی چالاکی کا قیاس کر لے	کہ ایسا سردار اس کی وجہ سے داڑھی نوچتا ہے

یعنی تم اس کی چالاکی کو قیاس کر لو کہ ایسا سردار اس کی وجہ سے داڑھی کو اکھاڑے۔ یعنی جب وہ اس سے زیر ہوگئے تو پھر تم دیکھ لو کہ تمہارے ساتھ کیا کچھ کر سکتا ہے۔

الحذر اے گل پرستاں از سرش	تیغ لاحولے زنید اندر سرش
اے مٹی کے پجاریو! اس کے شر سے بچو	اس کے سر پر لاحول کی اور تلوار مارو

یعنی اے گل پرستو اس کے شر سے بچو اور لاحول کی تلوار اس کے سر میں مارو۔

کو ہمی بیند شمارا از کمیں	کہ شما او را نمی بینید ہیں
کیونکہ وہ تمہیں گھات میں سے دیکھتا ہے	خبردار! کہ تم اسے نہیں دیکھتے ہو

یعنی کیونکہ وہ تم کو کمین سے دیکھ رہا ہے اور تم اس کو نہیں دیکھتے ہو (قرآن شریف میں بھی ہے کہ انہ یرٰکم ھو وقبیلہ من حیث لاترونھم تو اس کی مثال ایسی ہے جیسی کہ قیا رکہ جانور کو صیاد تو دیکھتا ہے اور وہ جانور اس کو نہیں دیکھتا اور صیاد کی یہ حالت ہوتی ہے کہ)

دائما صیاد ریزد دانہا	دانہ پیدا باشد و پنہاں دغا
شکاری ہمیشہ دانہ ڈالتا ہے	دانہ ظاہر اور مکر چھپا ہوا ہوتا ہے

یعنی صیاد ہمیشہ دانے ڈالتا ہے تو دانہ تو ظاہر ہوتا ہے اور دغابازی پوشیدہ ہوتی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کجا دانہ بدیدی الحذر	تانہ بندد دام بر تو بال و پر
تو جہاں دانہ دیکھے بچ	تاکہ جال تیرے بال و پر نہ باندھ دے

یعنی جہاں کہیں تم دانہ دیکھو تو بچو تاکہ جال تم پر بال و پر کو باندھ نہ دے۔

چونکہ دیدی دانہ بگریز ای حمام	دانہ چوں خوردی در افتادی بدام
اے کبوتر! جب تو دانہ دیکھے بھاگ جا	ورنہ جیسے ہی تو نے کھایا جال میں پھنسا

یعنی اے کبوتر جب تو نے دانہ دیکھا تو بھاگ اور جو دانہ تو نے کھالیا تو (سمجھ لے کہ) تو جال میں پڑ گیا۔

مطلب یہ ہے کہ یہ شیطان بھی ہر دم شہوات کا جال بچھاتا ہے اور ہر دم اس کے اندر لذات کے دانے ڈالتا ہے تو خدا کے لئے تم ذرا بچتے رہنا کہیں اس کے جال میں نہ پھنس جاؤ بس جہاں کہیں ذرا شبہ بھی ہو حزم اور احتیاط کی بات یہ ہے وہاں ٹھہرو مت بس چل دو۔

زانکہ ہر مرغے کہ ترک دانہ کرد	دانہ از صحرائے بے تزویر خورد
کیونکہ جس پرند نے دانہ چھوڑا	بے مکر جنگل سے دانہ چگ لیا

یعنی اس لئے کہ جس جانور نے کہ دانہ کو ترک کیا صحرائے بے تزویر سے دانہ کھایا۔

شاد مرغے کو بترک دانہ گفت	در ریاض قدس بہرش گل شگفت
وہ پرند بھلا ہے جس نے دانہ چھوڑا	اور قدس کے باغوں میں اس کے لئے پھول کھلے

یعنی خوش ہے وہ مرغ جس نے کہ ترک دانہ کیا اور ریاض قدس سے اس کے لئے پھول کھل گئے۔ یعنی جس نے کہ ان لذات و شہوات کو ترک کیا اور اس کے لئے ریاض قدس سے گل کھل گئے اور علوم و معارف حاصل ہوگئے۔

ہم بداں قانع شد و از دام رست	ہیچ دامے پر و بالش را نہ بست
اسی دانہ پر کفایت کر لی اور جال سے چھوٹ گیا	کسی جال نے اس کے بال و پر نہ باندھے

یعنی اس پر قانع ہوگیا اور دام سے چھوٹ گیا تو کسی دام نے اس کے پر و بال کو نہ باندھا۔ یعنی پھر وہ کہیں پھنس ہی نہیں سکتا۔ تو اسی طرح جو شخص کہ شیطان کے جال کے دانوں کو ترک کرے گا وہ کبھی اس کے جال میں نہیں پھنس سکتا آگے ایک مثال میں حزم کا فائدہ اور ترک حزم کا ضرر بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب مولانا اہل سبا کو ان کی گستاخی پر توبیخ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے گستاخو تم اپنی قوت جسمانی و دماغی پر کیا بھولے ہوئے ہو اور کیا گستاخیاں کر رہے ہو یاد رکھو کہ اہل اللہ کے غضب نے لاکھوں

www.besturdubooks.wordpress.com

شہروں کو الٹ دیا ہے ان کی شوکت کی یہ حالت ہے کہ پہاڑوں کے سینکڑوں ٹکڑے ہوتے ہیں اور آفتاب گدھا چکی کی طرح ان کے سامنے گھومتا ہے اہل اللہ کا غضب ابر کا پانی خشک کر دیتا ہے اور اس نے بہت سے ملکوں کو تباہ کر دیا ہے۔ اے ذلیل مردو اگر اعتبار نہ ہو تو قوم لوط کے ملک کو دیکھ لو کہ اس کا کیا حال ہوا۔ ہاتھی کی تو ان کے سامنے کوئی حقیقت ہی نہیں کیونکہ ان کی ہڈیاں تو چند پرندوں نے کچل دی ہیں۔ دیکھ ابابیل بہت کمزور جانور ہے مگر اس نے کنکریوں سے ان کو یوں چھید ڈالا کہ پھر زخم مندمل نہ ہو سکے اور آخر کار مر گئے کون ہے جس نے طوفان نوحؑ کا واقعہ نہیں سنا یا موسیٰ اور فرعون کے لشکروں کی معرکہ آرائی نہیں سنی۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو شکست دی اور پانی میں ڈبو دیا اور پانی نے ان کو گلا کر ریزہ ریزہ کر دیا اور کون ہے جس نے ثمود کا قصہ نہیں سنا اور یہ نہیں سنا کہ آندھی نے قوم عاد کو اڑا دیا تھا بس تم ذرا ان زبردست لوگوں کی حالت کو بغور دیکھو جو کہ لڑائیوں میں ہاتھیوں کا مقابلہ کر کے ان کو مار ڈالتے تھے اور دیکھو کہ ایسے زبردست لوگ ہمیشہ اہل دل کے غضب کے تختہ مشق رہے ہیں اور ہمیشہ مار کھاتے رہے ہیں اور ہمیشہ ایک مصیبت کی تاریکی سے اس سے بڑی مصیبت کی تاریکی میں منتقل ہوتے رہے ہیں۔ نہ ان کا کوئی فریادرس تھا اور نہ کوئی رحمت کرنے والا پس تم کو اپنی قوت پر ہرگز گھمنڈ نہ ہونا چاہئے تمہارے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تمہیں دین و دنیا کی کچھ بھی خبر نہیں کہ جن واقعات کو دنیا دیکھ رہی ہے تم ان کو نہیں دیکھتے۔ نہیں بلکہ تم ضرور دیکھتے ہو مگر ان کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہو گویا کہ دیکھا ہی نہیں۔ لیکن یاد رہے کہ موت تمہاری خوب آنکھیں کھول دے گی اور پھر تم تعامی بھی نہ کر سکو گے یہاں تک توبیخ کو ختم کر کے آگے نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم جو کمالات انبیاء علیہم السلام کو نہیں دیکھ سکتے۔ یہ انبیاءؑ کی تقصیر نہیں بلکہ خود تمہارا قصور ہے کیونکہ ان کے کمالات ظاہر ہیں لیکن تم ان کو دیکھنا ہی نہیں چاہتے اس لئے اس کی ذمہ داری خود تم پر عائد ہے نہ کہ ان پر مثلاً اگر ہر دو عالم نور سے پر ہوں اور تم روشنی میں آ ؤ ہی نہیں بلکہ آنکھیں بند کر کے تاریکی میں چلو تو نور کا کیا قصور خود تمہاری خطا ہے۔ کیونکہ جبکہ تم ایسا کرو گے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ اس نور وافر سے محروم رہو گے اور نور پہنچنے کا ذریعہ تمہارے لئے مسدود ہو گا۔ نیز اگر دنیا فراخ ہو اور تم اس سے خود فائدہ نہ اٹھاؤ بلکہ کنویں میں اتر جاؤ جیسا کہ تم نے کیا ہے کہ قصر ہدایت کو چھوڑ کر چاہ ضلالت میں گرے ہوئے ہو تو پھر عالم کا کیا قصور وہ تم کو اپنی آغوش میں لینے اور راحت پہنچانے کے لئے ہر وقت تیار ہے۔ قصور خود تمہارا ہے اب مولانا اپنی تقریر کا رخ بدلتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کے کمالات انبیاءؑ کو نہ دیکھنے کی وجہ انہماک فی الشہوات و لذات اور بغض و عناد اہل الحق ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو روح وصف گرگی میں محبوس ہو گی یعنی حرص و طمع و مخالفت و عناد میں مشغول ہو گی وہ یوسف کے چہرہ کو غور سے نہیں دیکھ سکتی یعنی اہل کمال کے کمالات کو غائر نظر سے نہیں دیکھ سکتی۔ کیونکہ بھیڑیا تو یہ چاہے گا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس یوسف کو کھا جاؤں۔ پھر اتنا موقع کہاں مل سکتا ہے کہ وہ اس کی خوبیوں میں غور کرے اور دیکھے کہ یہ خوبصورت ہے یا بدصورت بس یہی حالت معاندین کی ہے کہ ان کو

www.besturdubooks.wordpress.com

عناد ہی سے فرصت نہیں پھر ان کو انبیاءؑ کے کمالات میں غور کرنے کا کب موقع مل سکتا ہے یہی سبب تھا کہ لحن داؤدی پتھروں اور پہاڑوں تک تو پہنچتی تھی مگر سنگدل آدمی اس کو نہ سنتے تھے پس ہم تو عقل وانصاف کو سراہتے ہیں کیونکہ یہی وہ چیزیں ہیں جن سے اشیاء کا حسن وقبح اوران کا ادراک علی ماہی علیہ ہوسکتا ہے۔اب پھر مولانا اہل سبا کو مخاطب بناتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے اہل سبا تم عقل اور انصاف سے کام لو اور انبیاءؑ کو کرام کی تصدیق کرو اور اس روح (نبی) کی تصدیق کرو جس کو ایک بڑے پھانسنے والے محبوب نے پھانس لیا ہے (یعنی حق سبحانہ نے) ارے کم بختو وہ آفتاب روشن ہیں ان کی تصدیق کرو اور تکذیب کر کے اپنے اوپر اندھے پن کا دھبہ نہ لگاؤ۔ یہ لوگ قیامت میں تمہارے کام آئیں گے اور تم کو اس دن کی رسوائیوں سے بچائیں گے ارے یہ ماہ تاباں ہیں ان کی تصدیق کرو قبل اس کے کہ وہ قیامت میں تم سے ملیں کیونکہ اس وقت کا ملنا نہایت خطرناک ہے ارے یہ اندھیری رات کے چراغ ہیں ان کی تصدیق کرو اور یہ حصول امید کے ذرائع ہیں ان کی تعظیم وتکریم کرو ارے یہ تم سے کسی نفع کی توقع نہیں رکھتے ان کی ضرور تصدیق کرو دیکھو نہ خود گمراہ ہو نہ دوسروں کو قبول حق سے روکو تم یہ کہو گے کہ ہم عربی نہیں سمجھتے جو کچھ کہنا ہے فارسی میں کہو بہت اچھا لو فارسی میں سنو تم اس معشوق حقیقی یعنی حق سبحانہ کے دلو جان سے عاشق بنو اور انبیاء علیہم السلام جس قدر اس کے کمالات کی شہادت دیتے ہیں سب کو بگوش قبول سنو۔ دیکھو آسمانوں نے اس کی اطاعت کر لی ہے تم بھی اطاعت کرو۔اور اس کی دو صورتیں ہیں یا تو پہلے نافرمانوں کی حالت دیکھ لو اور ان سے عبرت حاصل کرو یا بعد کے لئے حزم کو کام میں لاؤ۔حزم کے معنے ہیں دو تدبیروں کے بارہ میں احتیاط پر عمل کرنا۔اور اس تدبیر کو اختیار کرنا جس میں ٹھوکر کھانے کا اندیشہ نہ ہو۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ اس سات روز کے راستہ میں پانی کہیں نہیں۔صرف پاؤں جلانے والا ریت ہے۔ دوسرا کہتا ہے نہیں صاحب یہ غلط ہے بلکہ تم کو ہر رات ایک چشمہ جاری ملے گا۔اس وقت احتیاط اس میں ہے کہ پانی لے لو تاکہ خطرہ سے محفوظ رہو۔ٹھیک راستہ پر چلو اگر رستہ میں پانی ہوا تو اس پانی کو گرا دینا اور اگر نہ ہوا اور تم پانی لے کر بھی نہ چلے تو تمہاری کمبختی آ گئی پیاسے مرو گے۔اے بنی آدم خدارا انصاف کو کام میں لاؤ اور قیامت کے بارہ میں احتیاط پر عمل کرو۔اور اعمال صالحہ کر کے اس کے لئے توشہ تیار رکھو کیونکہ ضرورت پڑی تو کام دے گا اور اگر بالفرض سارا قصہ افسانہ ہوا تو تم کو کچھ ضرر نہیں اور وہ دشمن جو تمہارے جد امجد سے دشمنی کرتا ہے اور ان کو بہشت سے جیل خانہ دنیا میں لاڈالتا ہے اور وہ دشمن جس نے اتنے بڑے دل کی شطرنج کے بادشاہ یعنی آدم علیہ السلام کو مات کر دی اور ان کو بہشت سے نکال کر مصیبتوں میں پھنسا دیا اور مقابلہ میں ان کو کئی داؤں میں پھانس لیا۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کشتی میں نہایت شرمندگی کے ساتھ ان کو چاروں شانے چت پٹک دیا۔غرض کہ اس کھلاڑی پہلوان کے ساتھ اس نے یہ معاملہ کیا تو اے پٹھو تم اس پرانے گھاگ کو نظر حقارت سے نہ دیکھو تم اس کے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہو اس کمبخت حاسد نے تو تمہارے باپ آدم کا تاج اور تمہاری ماں حوا کا زیور اتار دیا تھا۔ یہ انعام

www.besturdubooks.wordpress.com

خداوندی تھا کہ ان کو پھرل گیا اور نہ اس نے کوئی کمی نہ کی تھی اس نے ان کو برہنہ اور ذلیل وخستہ کر دیا تھا۔ جس کے سبب آدم کو اس قدر کثرت سے رونا پڑا کہ ان کے آنسوؤں سے گھاس نکل آئی۔ وہ پچھتاتے تھے کہ میں نے کیوں اس خبیث کا کہنا مانا کہ میرا نام دفتر عصاۃ میں درج ہوا اب تم اس کی چالاکی کو اس سے قیاس کر لو کہ اتنا بڑا سردار اس کے ہاتھوں اس قدر پریشان ہوتا ہے کہ غصہ میں اپنی داڑھی نوچتا ہے پھر تمہاری تو ہستی ہی کیا ہے۔ اے عالم ناسوت اور اجسام وجسمانیات کے عاشقو اس کے شر سے بچو اور لاحول کی تلوار اس کے سر پر مار کر اس کو اس قدر مضمحل کر دو کہ تم پر غالب نہ آ سکے کیونکہ وہ تمہیں اس کمین سے دیکھ رہا ہے جہاں کہ تم اس کو نہیں دیکھ سکتے اس لئے تم اس سے صرف لاحول کی تلوار سے مقابلہ کر سکتے ہو اور دو بدو اس سے نہیں لڑ سکتے اور اس کے کمین گاہ میں مستور ہونے کا یہ راز ہے کہ شکاری جال میں دانہ ڈال کر خود چھپ جاتا ہے پس دانہ تو ظاہر ہوتا ہے اور دھوکا مخفی ہوتا ہے اس لئے جانور پھنس جاتا ہے۔ اسی طرح یہ خود تو چھپا ہوا ہے اور لذت وشہوات کے دانے تمہارے سامنے ڈال دیئے ہیں تا کہ تم دھوکے میں آ جاؤ۔ پس دیکھو تم جہاں کہیں شیطانی دانہ دیکھو اس سے بچنا۔ ایسا نہ ہو کہ تم جال میں پھنس جاؤ تم کو دانہ دیکھتے ہی بچنا چاہئے اور یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ ہم ہوشیاری کیساتھ دانہ بھی کھا لیں گے اور جال سے بھی بچ جائیں گے اس لئے کہ دانہ کھا کر جال سے بچنا ناممکن ہے نہایت خوشی ہے اس شخص کے لئے جو اس دانہ سے بچا رہا اور اس سبب سے بہشت میں اس کے لئے طرح طرح کی خوشی کے سامان مہیا ہو گئے اور اس نے انہیں پر قناعت کی اور جال سے بچا رہا۔ اور کوئی جال اس کو مقید نہ کر سکا۔

شرح شبّیری

اس جانور کے حال کی پراگندگی جس نے ترک حزم ہوا و ہوس کی وجہ سے کیا

باز مرغے فوق دیوارے نشست	دیدہ سوئے دانہ و دامے بہ بست
پھر وہ پرندہ جو ایک دیوار پر بیٹھا	آنکھ دانہ اور جال پر جما دی

یعنی پھر (یہ سنو کہ) ایک جانور کسی دیوار پر بیٹھا اور آنکھ کو دانہ ودام کی طرف باندھا۔

یک نظر او سوئے صحرا میکند	یک نظر حرصش بدانہ می کشد
وہ جنگل کی جانب ایک نگاہ کرتا ہے	(اور) ایک نظر میں اس کو حرص دانہ کی طرف کھینچتی ہے

یعنی وہ ایک نظر تو صحرا کی طرف کرتا ہے اور اس کی حرص کی ایک نظر دانہ کی طرف کھینچتی ہے یعنی ایک دفعہ

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھتا ہے کہ جنگل لق و دق پڑا ہے مگر اس میں دانہ نہیں ہے لیکن جال بھی یقیناً نہیں ہے اور جہاں دانہ ہے وہاں جال کا احتمال ہے غرضکہ وہ دونوں طرف نظر کر رہا ہے۔

ایں نظر باآں نظر چالیش کرد	ناگہانے از خرد خالیش کرد
اس نظر نے اس نظر سے مقابلہ کیا	اچانک اس کو عقل سے خالی کر دی

یعنی اس نظر نے اس نظر کے ساتھ لڑائی کی تو ناگہاں عقل سے اس کو خالی کر دیا۔

رفت و دانہ خورد و اندر دام ماند	صائدش کشت و بخورد و کام راند
وہ اڑا دانہ کھایا اور جال میں پھنس گیا	شکاری نے اس کو ذبح کیا اور کھا لیا اور مقصد کو پورا کیا

یعنی گیا دانہ کھایا اور جال میں رہ گیا تو شکاری نے اس کو ذبح کیا اور کھایا اور کام چلایا۔

مطلب یہ کہ اسی طرح انسان ایک طرف لذت دیکھتا ہے اور وہاں شیطان کے بہکانے کا یقین ہوتا ہے اور دوسری طرف شیطان نہیں مگر لذت بھی نہیں تو اس وقت یہ سوچتا ہے کہ لاؤ اس وقت تو مزہ لے لو پھر دیکھا جاوے گا۔ بس یہ سوچ کر ادھر کو چلا۔ اور پھنسا۔ پھر ساری عقل وغیرہ رفو چکر ہو جاتی ہے اور شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔

باز مرغے کان تردد را گذاشت	زان نظر برکند و بر صحرا گماشت
پھر وہ پرندہ جس نے تردد کو چھوڑا	اس نے اس سے نظر ہٹا لی اور جنگل پر لگا دی

یعنی پھر اس مرغ کو سنو کہ اس نے تردد کو تو چھوڑا اور اس (دانہ) سے نظر الگ کر کے جنگل پر (نظر کو) مقرر کر دیا (اور احتمال ضرر پر وہاں سے چلدیا)

شاد پر و بال او بخالہ	تا امام جملہ آزادان شد او
اس کے بال و پر بھلے ہیں اس کے لئے خوبی ہے	یہاں تک کہ وہ تمام آزادوں کا امام بن گیا

یعنی اس کے پر و بال خوش ہیں اور خوشی ہے اس کے لئے یہاں تک کہ وہ تمام آزادوں کا امام ہو گیا۔

ہر کہ او را مقتدا سازد برست	در مقام امن و آزادی نشست
جس نے اس کو مقتدا بنا لیا نجات پا گیا	امن اور آزادی کے مقام پر بیٹھ گیا

یعنی جس نے کہ اس کو مقتدا بنا لیا وہ چھوٹ گیا اور مقام امن اور آزادی میں بیٹھ گیا۔

زانکہ شاہ حازماں آمد دلش	تا گلستان و چمن شد منزلش
کیونکہ اس کا دل پختہ کاروں کا بادشاہ ثابت ہوا	یہاں تک کہ گلستاں اور چمن اس کی منزل بنا

یعنی اس لئے کہ اس کا دل حازموں کا بادشاہ ہے یہاں تک کہ گلستان اور چمن میں اس کی منزل ہو گئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حزم زو راضی و او راضی ز حزم	ایں چنیں کن گر کنی تدبیر و عزم
پختہ کاری اس سے خوش اور وہ پختہ کاری سے خوش	اگر کرتا ہے تو ایسی تدبیر اور ارادہ کر

یعنی وہ حزم سے راضی اور حزم اس سے راضی تو تو ایسا ہی کر اگر تدبیر و عزم کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ ایک تو وہ تھا کہ شیطان کے بہکانے میں آ کر پھنس گیا اور ایک وہ ہے کہ اس نے احتمال ضرر پر اس میں لذت کو ترک کر دیا اور وہاں سے چل دیا۔ بس اب وہ کہیں بھی نہیں پھنس سکتا اور وہ سب کا مقتدا ہو گیا۔ اب اور بھی جو کوئی اس کو مقتدا بنا لے وہ بھی اس کی طرح دام ابلیس سے چھوٹ جاوے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب ہم دو جانوروں کی حالت بیان کرتے ہیں اس سے تم کو عبرت حاصل کرنا چاہئے۔ ایک جانور دیوار پر آزاد بیٹھا ہے اسی اثناء میں اس نے جال اور دانہ کو دیکھا۔ اب وہ ایک طرف تو صحرا کو دیکھتا ہے اور اپنی آزادی کا خیال کرتا ہے دوسری طرف لذت دانہ پر نظر کرتا ہے اور حرص اس کو اس کی طرف کھینچتی ہے۔ اب دونوں نظروں میں جنگ ہوتی ہے اور نظر حرص غالب آ کر اس کی عقل کو فنا کر دیتی ہے اور اس کو عقل سے کورا کر دیتی ہے وہ جاتا ہے اور دانہ کھا کر جال میں پھنس رہتا ہے شکاری اسے ذبح کرتا ہے اور کھا کر اپنی مقصد براری کرتا ہے۔ اب ایک دوسرا جانور لو اس کو بھی یہی تردد پیش آتا ہے مگر وہ تردد کو چھوڑ دیتا ہے اور دام و دانہ سے نظر کو ہٹا کر صرف جنگل کو مطمع نظر بناتا ہے ایسے جانور کے مزے ہیں اور اس کے پر و بال خوش ہیں اور وہ اپنے اس فعل سے تمام آزادوں کا مقتدا ہو جاتا ہے جو جانور اس کو مقتدا بناتا ہے بچ جاتا ہے اور امن و آزادی کی جگہ میں بیٹھا ہوتا ہے کیونکہ اس نے نہایت ہوشیاری سے کام لیا۔ اس لئے اس کا دل ہوشیاری میں گویا کہ ہوشیاروں کا بادشاہ تھا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بجائے دام یا شکم صیاد کے گلستان و چمن اس کا مسکن بنا۔ اب وہ حزم و احتیاط سے خوش ہے کہ وہ اس کے کام آئیں۔ اور حزم و احتیاط اس سے خوش ہیں کہ اس نے ان کی قدر کی۔ پس اگر تم کو کرنا ہے تو ایسی تدبیر اور ایسا عزم اختیار کرو۔

شرح شبّیری

بارہا در دام حرص افتادۂ	حلق خود را در بریدن دادۂ
تو بارہا لالچ کے جال میں پھنسا ہے	تو نے اپنا گلا کٹنے کے لئے دے دیا ہے

یعنی بارہا تم دام حرص میں پڑ چکے ہو اور اپنے حلق کو کاٹنے کے لئے تم نے دیدیا ہے۔

بازت آں تواب لطف آزاد کرد	توبہ پذرفت و شمارا شاد کرد
پھر تجھے اس (مجسم) مہر توبہ قبول کرنے والے نے آزاد کر دیا	اس نے توبہ قبول کر لی اور تمہیں خوش کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس تواب لطف نے تم کو آزاد کردیا اور توبہ قبول کر کے تم کو خوش کردیا یعنی تم نے بار ہا گناہ کر کے توبہ کی ہے اور حق تعالیٰ نے ہمیشہ تمہاری توبہ کو قبول فرمایا ہے اور تم کو خوش کردیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا ہے کہ۔

گفت ان عدتم کذا عدنا کذا	نحن زوجنا الفعال بالجزا
فرمایا اگر تم اس طرح چلے ہم اس طرح چلیں گے	ہم نے کاموں کا بدلہ کے ساتھ جوڑ لگا دیا ہے

یعنی فرمایا کہ اگر تم اس طرح لوٹو گے تو ہم اس طرح لوٹیں گے ہم نے افعال کو جزا کے ساتھ ملا دیا ہے یعنی فرمادیا ہے کہ اگر تم پھر گناہ کرو گے تو ہم سزا دیں گے۔ اس لئے کہ ہم نے افعال کو ان کی جزا کی ساتھ قرین کردیا ہے تو جب فعل ہوگا اس کی مطابق اس کی جزا بھی مرتب ہو جاوے گی آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

چونکہ جفتے را بر خود آورم	آید آں جفتش دوا نہ لاجرم
جبکہ ایک جوڑ والے کو اپنے پاس لاتا ہوں	اس کا جوڑا لامحالہ دوڑتا ہوا آتا ہے

یعنی جبکہ ہم ایک جفت کو اپنے پاس لادیں تو وہ دوسرا جوڑا بھی یقیناً آوے گا (تو اسی طرح جب افعال و جزا آپس میں جفت ہیں تو ایک کے آنے سے دوسری بھی آویگی)

جفت کردیم ایں عمل را باثر	چوں رسد جفتے۔ رسد جفتے دگر
ہم نے اس کام کا نتیجہ کے ساتھ جوڑ لگا دیا ہے	جب جوڑے میں کا ایک آتا ہے دوسرا آ جاتا ہے

یعنی ہم نے ان اعمال کو اثر کی ساتھ جفت کردیا ہے تو جب ایک جفت پہنچے گی تو وہ دوسری بھی پہنچے گی۔

چوں رباید غارتے از جفت شوے	جفت می آید پے اوشوی جوئی
جبکہ کوئی غارت گر جوڑے میں سے نر کو پکڑ لیتا ہے	مادہ اس کے پیچھے نر کو تلاش کرتی ہوئی آتی ہے

یعنی جبکہ کوئی لٹیرا کسی جفت سے (اس کے) شوہر کو اچک لے تو وہ جفت اس کے پیچھے شوہر کو تلاش کرتی ہوئی آتی ہے۔ تو اسی طرح جبکہ اعمال اور جزا آپس میں جفت ہیں تو ایک کے وجود سے دوسرے کا وجود ضروری ہے تو حق تعالیٰ نے یہ فرمادیا ہے مگر۔

بار دیگر سوئے ایں دام آمدید	خاک اندر دیدۂ توبہ زدید
تم پھر اس جال کی طرف آئے	تم نے توبہ کی آنکھوں میں دھول جھونک دی

یعنی تم دوسری دفعہ (پھر) اس جال کی طرف آئے۔ اور دیدۂ توبہ میں تم نے خاک جھونک دی یعنی باوجود اس کے کہ اول توبہ قبول کر کے یہ سب کچھ کہدیا گیا تھا مگر تم نے پھر توبہ توڑ دی۔

بازت آن تواب بکشود آں گرہ	گفت ہیں بگریز روا ایں سومنہ
توبہ قبول کرنے والے نے پھر وہ گرہ کھول دی	فرمایا خبردار! بھاگ ادھر کا رخ نہ کر

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی پھر اس تواب نے تمہاری گرہ کھول دی اور کہدیا ارے بھاگ اس طرف منہ مت کر۔

باز چوں پروانۂ نسیاں رسید	جان تاں را جانب آتش کشید
پھر جب بھول کا پروانہ آیا	اس نے تمہاری جان کو آگ کی جانب کھینچ لیا

یعنی پھر جب نسیان کا پروانہ پہنچا تو تمہاری جان کو (اس نے) آتش کی طرف کھینچا۔

کم کن اے پروانہ نسیان وشکے	در پر سوزیدہ بنگر تو یکے
اے پروانے! بھول اور شک نہ کر	ایک بار اپنے جلے ہوئے پر کو دیکھ لے

یعنی اے (شخص) پروانہ نسیان وشک کو کم کر اور تو ایک مرتبہ جلے ہوئے پر کو دیکھ لے۔ (پر سوزیدہ سے مراد معصیت کے نقصانات ہیں) مطلب یہ ہے کہ اس نسیان وشک کو چھوڑ اور معصیت سے جو تجھے نقصان مثل ضعف وغیرہ کے پہنچا ہے اس کو دیکھ کہ اگر تو پھر کریگا تو پھر یہی ہوگا تو اس سے عبرت پکڑ اور آئندہ ان افعال کا مرتکب مت ہو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

چوں رہیدی شکر آن باشد کہ ہیچ	سوئے آن دانہ نداری پیچ پیچ
جب تو بچ گیا اس کا شکر یہ ہے کہ کبھی	اس دانہ کی جانب موڑ توڑ نہ کرے

یعنی جب تو چھوٹ گیا تو اس کا شکر یہ ہے کہ اس دانہ کی طرف کبھی رغبت نہ رکھے۔

تاترا چوں شکر گوئی بخشد او	روزی بے دام و بے خوف عدو
تاکہ جب تو شکر کرے تو وہ تجھے عطا کرے	وہ روزی جو بغیر جال اور بغیر دشمن کے خوف کے ہے

یعنی تاکہ جب تو شکر کرے وہ تجھے روزی بے دام اور بے خوف عدو مرحمت فرمادے۔ مطلب یہ کہ اس چھوٹ جانے کا شکر یہ تھا کہ تم کبھی پھر اس طرف کو رخ نہ کرتے اور جب تم اس طرف کو رخ نہ کرتے تو ان لذات وشہوات کو ترک کرتے تو حق تعالیٰ تم کو وہ لذت عطا فرماتے کہ جن میں ضرر کا احتمال بھی نہ تھا۔

شکر آن نعمت کہ تان آزاد کرد	نعمت حق را بباید یاد کرد
اس نعمت کے شکریے میں کہ تمہیں اس نے آزاد کر دیا	اللہ (تعالیٰ) کی نعمت کو یاد کرنا چاہیے

یعنی اس نعمت کے شکر میں کہ تم کو عذاب سے آزاد کیا نعمت حق کو یاد کرنا چاہئے۔

چند اندر رنجہاو در بلا	گفتی از دامم رہا کن اے خدا
کتنی بار تکلیفوں اور مصیبت میں	تو نے کہا ہے اے خدا! مجھے جال سے چھڑا دے

یعنی کتنی مرتبہ تو نے رنج وبلا میں کہا ہے کہ اے اللہ مجھے (اس وقت اس) دام سے چھوڑا دے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تا چنیں خدمت کنم احسان کنم	خاک اندر دیدهٔ شیطان کنم
تاکہ میں ایسی خدمت کروں احسان کروں	شیطان کی آنکھ میں دھول جھونکوں

یعنی تاکہ میں ایسی خدمت کروں اور احسان کروں اور دیدهٔ شیطان میں خاک ڈالوں۔ یعنی اس وقت خوب خوب وعدے کرتے ہو۔

چوں خلاصی داد حقت ز امتحان	ہم چنانستی کہ بودی ہمچناں
جب اللہ (تعالیٰ) نے تجھے آزمائش سے نجات دیدی	تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا

یعنی جبکہ حق تعالیٰ نے تجھے اس مصیبت سے خلاصی دیدی تو تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا۔

چوں رہا کردت فرامش کردیش	جان خود را مست وبیہش کردیش
جب اس نے تجھے رہائی دیدی تو نے اس کو بھلا دیا	اپنی جان کو مست اور بے ہوش کر لیا

یعنی جبکہ تجھے رہا کر دیا تو تو نے اس (وعدہ) کو فراموش کر دیا اور اپنی جان کو مست و بیہوش بنالیا (اور سارے وعدے وعید بھول گئے) آگے اس وعدہ کرنے اور پھر بھول جانے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

حکایت کتوں کے جاڑوں میں نذر کرنے کی کہ جب گرمی آوے گی تو جاڑے کیلئے گھر بناویں گے

سگ زمستان جمع گردد استخوانش	زخم سرما خورد گرداند چنانش
جاڑے میں کتے کی ہڈیاں اکٹھی ہو جاتی ہیں	جاڑے کی تکلیف اس کو ایسا مختصر بنا دیتی ہے

یعنی کتا جاڑے میں اس کی ہڈیاں جمع ہوتی ہیں اور جاڑے کا زخم اس کو اس طرح چھوٹا کر دیتا ہے۔

کو بگوید کایں قدر تن کہ منم	خانهٔ از سنگ باید کردنم
کہ وہ کہتا ہے کہ ایسے جسم کو جیسا کہ میں ہوں	پتھر کا گھر بنانا چاہیے

یعنی کہ وہ کہتا ہے کہ جس قدر کہ میرا بدن ہے مجھے ایک گھر پتھر کا بنانا چاہئے یعنی جب بدن سکڑ جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میرا جسم دبلا پتلا تو ہے ہی لہذا ایک چھوٹا سا گھر مجھے کافی ہوگا اور کہتا ہے کہ۔

چونکہ تابستاں بیاید من بہ چنگ	بہر سرما خانهٔ سازم ز سنگ
جب گرمی آ جائے گی میں جنگل سے	جاڑے کے لئے پتھر کا گھر بناؤں گا

یعنی جب گرمی آوے گی تو میں اپنے ہاتھ سے سردی کے واسطے پتھر کا ایک گھر بناؤں گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ تا بستاں بیاید از کشاد	استخوانہا پہن گردد پوست شاد
جب گرمی آ جاتی ہے، خوشی سے	ہڈیاں پھیل جاتی ہیں، کھال کھل جاتی ہے

یعنی جبکہ گرمی آتی ہے تو خوشی کے مارے اس کی ہڈیاں موٹی ہو جاتی ہیں اور کھال اچھی ہو جاتی ہے۔

زفت گردد پاکشد در سایۂ	کاہلی سیرے غرے خود رایۂ
وہ موٹا ہو جاتا ہے، سایہ میں پاؤں پھیلا دیتا ہے	کاہل، پیٹ بھرا، غافل، خود رائے (ہو جاتا ہے)

یعنی موٹا ہو جاتا ہے تو سایہ میں پاؤں کھینچتا ہے کاہل اور سیر اور مغرور اور خود رائی (ہو کر)

گویدا و چوں زفت بیند خویش را	در کدا میں خانہ گنجم اے کیا
جب اپنے آپ کو موٹا دیکھتا ہے وہ کہتا ہے	اے بزرگ! میں کس گھر میں سما سکتا ہوں

یعنی جب اپنے کو موٹا دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میاں میں کس گھر میں سماؤں گا۔

گویدش دل خانۂ ساز ای عمو	گوید او در خانہ کے گنجم بگو
اس کا دل کہتا ہے اے چچا! گھر بنا لے	وہ کہتا ہے، بتا میں کسی گھر میں کب سما سکتا ہوں؟

یعنی اس سے دل کہتا ہے کہ چچا گھر بنالے تو کہتا ہے کہ یہ تو بتا کہ میں کسی گھر میں کس طرح سماؤں گا۔ آگے اس مثال کو مثل لہٗ پر منطبق فرماتے ہیں کہ۔

استخوان حرص تو در وقت درد	درہم آید خورد گردد در نورد
مصیبت کے وقت تیرے حرص کی ہڈیاں	درہم (برہم) ہو جاتی ہیں لپٹ کر چھوٹی ہو جاتی ہیں

یعنی تیری حرص کی ہڈیاں درد کے وقت میں درہم برہم ہو جاتی ہیں اور لپٹ کر چھوٹی ہو جاتی ہیں۔

گوئی از توبہ بسازم خانۂ	در زمستان باشدم کاشانۂ
تو کہتا ہے کہ میں توبہ کا ایک گھر بناؤں گا	جو جاڑوں میں میرا گھر ہو گا

یعنی (اس وقت) تو کہتا ہے کہ میں توبہ کا ایک گھر بناؤں گا کہ جاڑوں میں وہ میرے لئے کاشانہ ہو جاوے۔

چون بشد رنج وشدت آں حرص زفت	ہمچو سگ سودائے خانہ از تو رست
جب مصیبت جاتی رہی اور تیری وہ حرص موٹی ہو گئی	کتے کی طرح گھر کا خیال تجھ سے جاتا رہا

یعنی جب رنج جاتا رہا تو تیری حرص عظیم ہو گئی اور کتے کی طرح گھر کا خیال تجھ سے جاتا رہا (اور پھر اسی طرح غافل ہو گئے تو ایسا نہ چاہئے بلکہ اس رہا ہونے کا شکر یہ ہے کہ پھر کبھی اس کے مرتکب نہ ہو اور اس نعمت خلاصی کا شکر ادا کرو اس لئے کہ)

www.besturdubooks.wordpress.com

شکر نعمت خوشتر از نعمت بود	شکر بارہ کے سوئ نقمت بود
نعمت کا شکر نعمت سے زیادہ اچھا ہوتا ہے	شکر سوار ' عذاب کی طرح کب جاتا ہے؟

یعنی شکر نعمت نعمت سے اچھا ہوتا ہے (اس لئے کہ) شکر نقمت کی طرف کب لے جاتا ہے۔

شکر جان نعمت و نعمت چو پوست	زانکہ شکر آرد ترا تا کوئے دوست
شکر نعمت کی روح اور نعمت کھال کی طرح ہے	کیونکہ شکر تجھے دوست کے کوچہ تک لے جاتا ہے

یعنی شکر تو نعمت کی جان ہے اور نعمت مثل پوست کے ہے اس لئے کہ شکر تو تم کو کوئے دوست تک لاتا ہے۔

نعمت آرد غفلت و شکر انتباہ	صید نعمت کن بدام شکر شاہ
نعمت غفلت پیدا کرتی ہے اور شکر آگاہی	شاہ کے شکر کے جال سے نعمت کا شکار کر

یعنی نعمت تو غفلت لاتی ہے اور شکر بیداری لاتا ہے تو نعمت کا شکار شکر شاہ کے دام میں کرو۔ مطلب یہ ہے کہ شکر نعمت نعمت سے بہتر ہے اس لئے کہ دیکھو نعمت تو بعض مرتبہ سبب ہلاکت کا ہو بھی جاتی ہے مگر شکر کبھی سبب ہلاکت نہیں ہوتا۔ تو تم یہ کرو کہ شکر کیا کرو کہ شکر خود جالب نعمت ہے۔ نعمت شکر کی بدولت خود تم تک دوڑتی ہوئی آوے گی۔

نعمت شکرت کند پر چشم و میر	تا کنی صد نعمت ایثار فقیر
نعمت کا شکر تجھے بے نیاز اور بڑا بنا دیگا	تاکہ تو سینکڑوں نعمتیں فقیر کو بخشے

یعنی شکر جو ایک نعمت ہے وہ تجھ پر چشم اور امیر کر دیگا۔ یہاں تک کہ تم سو نعمتیں فقیر پر نثار کر دو گے یعنی شکر سے اس قدر نعمت زیادہ ہوگی کہ خود تو رکھو ہی گے مگر اوروں کو بھی دو گے۔

سیر نوشی از طعام و نقل حق	تا رود از تو شکم خواری و دق
اللہ (تعالیٰ) کے کھانے اور نقل سے تو پیٹ بھر کر کھائے گا	یہاں تک کہ تجھ سے شکم پری اور سوال جاتا رہے گا

یعنی تو حق تعالیٰ کے طعام و نقل سے سیر ہو کر کھاوے گا یہاں تک کہ تجھ سے شکم خواری اور دق (باب) جاتا رہے گا یعنی اس قدر نعمت ملے گی کہ پھر حرص نہ رہے گی۔

نعمت وہاب را شکرے کنید	تا سر منحوس خود را نشکنید
اللہ (تعالیٰ) کی نعمت کا شکر ادا کرو	تاکہ اپنے منحوس سر کو نہ پھوڑو

یعنی حق تعالیٰ کی نعمت کا شکر کرو تاکہ اپنے سر منحوس کو نہ توڑ لو۔

شکر جذب نعمت او فر کند	کفر نعمت مرد را کافر کند
شکر زیادہ نعمت کو کھینچتا ہے	نعمت کا کفر انسان کو کافر بناتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی شکر کرنا نعمت وافر کو جذب کرتا ہے اور کفران نعمت انسان کو کافر کر دیتی ہے (اور ہر شے کا شکر الگ ہے تو اس خلاصی کا شکر یہی ہے کہ پھر اس کام کے مرتکب نہ ہو) آگے اہل سبا کا حضرات انبیاء علیہم السلام کو نصیحت سے روکنے کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ یہاں سے مولانا انسان کی بے اعتدالیوں کو دکھلانا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دیکھو تم بہت مرتبہ حرص کے جال میں پھنس کر معاصی میں مبتلا ہو چکے اور اپنے کو ہلاکی میں ڈال چکے ہو لیکن پھر بھی جبکہ تم نے توبہ کی تو حق سبحانہ نے اپنی عنایت بے غایت سے تم کو اس جال سے چھڑا کر خوش کیا اور یہ ہدایت کر دی کہ دیکھو اگر تم نے پھر یہ حرکت کی تو پھر یہی سزا موجود ہے کیونکہ ہم نے افعال کو ان کے نتائج کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے اور گویا کہ افعال ونتائج آپس میں نر و مادہ ہیں۔ اب فرض کرو کہ میں ایک جوڑے کے نر یا مادہ کو اپنے پاس لاؤں تو اس تعلق کی بنا پر جو ایک کو دوسرے سے ہے دوسرا خود کھینچا چلا آئے گا۔ پس یوں ہی ہم نے عمل کو اس کے نتیجہ کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے۔ پس عمل متحقق ہوگا تو لامحالہ (ہماری عادت کے موافق جس کے بدلنے پر ہم کو کامل قدرت حاصل ہے) اس کے ساتھ اس کا اثر بھی متحقق ہوگا۔ دیکھو جب کوئی شخص ایک جوڑے میں سے نر کو اڑا لے تو اس کے پیچھے پیچھے مادہ بھی پہنچ جائیگی۔ لیکن باوجود یہ کہ تم کو ہدایت کر دی گئی تھی مگر پھر اس جال میں آ پھنسے اور توبہ کی آنکھوں میں خاک جھونک دی مگر جب تم نے پھر معذرت کی تو حق سبحانہ نے اپنی رحمت سے پھر عقدہ کشائی کی اور کہدیا کہ جا بھاگ دیکھ پھر ادھر آ کر نہ پھٹکنا لیکن پھر جبکہ وہ نسیان جو پروانہ کی طرح گناہ کی آگ پر عاشق ہے آ وارد ہوا یعنی تم پہلی توبہ کو بھول گئے تو وہ تمہیں آگ میں کھینچ لے گیا اور گناہ میں مبتلا کر دیا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے پروانہ نسیان وشک بس بہت ہو چکی۔ اب تو جانے دے ذرا اپنے جلے ہوئے پر کو دیکھ لے اور پہلے معاصی کے نتائج کو پیش نظر کر اور دوبارہ آگ میں گرنے سے بچ۔ یعنی بھول کی کوئی حد بھی اس غفلت کو چھوڑ دو۔ دیکھو جب تم کو حق سبحانہ نے جال سے چھڑا دیا ہے تو تم کو اس انعام کا شکر کرنا چاہئے اور شکر اس کا یہ ہے کہ پھر دانہ کی طرف رخ نہ کرو۔ تاکہ جب تم شکر کرو تو حق سبحانہ تم کو ایسی روزی عطا فرمائیں جس میں نہ کوئی جال پوشیدہ ہو اور نہ کسی دشمن کا خطرہ ہو یعنی غذائے روح یا غذائے جنت اس نعمت کے شکر میں کہ اس نے تم کو دام بلا سے رہائی عطا فرمائی ہے تم کو حق سبحانہ کی نعمت کو یاد کرنا چاہئے اور اس کے مقتضا پر عمل کرنا چاہئے۔ (یاد رکھو کہ اس مقام پر ایک دوسری توجیہ بھی ہے وہ یہ کہ "شکر آں نعمت کہ تاں آزاد کرد" بدل یا عطف بیان ہو اس شکر کا جو بیت بالا میں ہے یا خبر ہو مبتداء محذوف کی یعنی "آں شکر شکر آں نعمت ست کہ تاں آزاد کرد) لیکن تم نے

www.besturdubooks.wordpress.com

اب تک ایسا نہیں کیا تم بہت مرتبہ تکلیفوں میں اور مصیبت کے جال میں پھنسے اور یہ کہا کہ اے اللہ مجھے اس پھندے سے چھڑا دے تاکہ میں یوں اطاعت کروں اور یوں اچھے کام کروں لیکن جب حق سبحانہ نے اس تکلیف سے نجات دی تو پھر ویسے کے ویسے ہی رہے جیسے تھے اور جبکہ تم کو اس مصیبت سے چھوڑ دیا تو پھر تم اس کو بھول گئے اور پھر اپنے کو اس رہائی اور راحت میں مست اور بیہوش کر لیا۔ تمہاری ایسی مثال ہے جیسے ایک کتا کہ موسم سرما اس کی ہڈیوں کو اکٹھا کر دیتا ہے اور سردی کی تکلیف سے وہ سکڑ کر ذرا سا رہ جاتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ مجھے اپنے اس جسم کے موافق جتنا کہ میں ہوں پتھروں کا ایک گھر ضرور بنانا چاہئے اب تو جاڑے ہیں اور سردی کے مارے جان نکلی جاتی ہے گھر بنانے کا کسے ہوش ہے ہاں جب گرمیاں آجائیں گی اس وقت جاڑوں کے لئے اپنے پنجوں سے پتھروں کا گھر بناؤں گا۔ پس جبکہ گرمیاں آتی ہیں اور اس کا جسم کھل جاتا ہے اور ہڈیاں پھیل جاتی ہیں اور کھال عمدہ ہو جاتی ہے تو خوب موٹا تازہ ہو جاتا ہے اور سایہ میں پاؤں پھیلا کر سو جاتا ہے اس وقت وہ کاہل اور بے نیاز احمق اور خود رائے ہوتا ہے اب جبکہ وہ اپنے کو خوب موٹا تازہ دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ بھلا میں اب کس گھر میں سما سکتا ہوں اس کا دل اب بھی اس سے کہتا ہے کہ ارے گھر بنا لے تو اس کا یہ جواب دیتا ہے کہ اچھا تو ہی بتا میں کس گھر میں سما سکتا ہوں اور بیہودہ عذر کر کے گھر نہیں بناتا۔ بس بالکل یہی حالت تمہاری ہے کہ تکلیف کے وقت تو تمہاری حرص کی ہڈیاں سمٹ کر اکٹھی ہو جاتی ہیں اور سکڑ کر چھوٹی ہو جاتی ہیں اس وقت تم کہتے ہو کہ مجھے توبہ کی ایک عمارت بنانی چاہئے تاکہ سرمائے مصائب و آلام و ہموم سے نجات ملے۔ لیکن جب وہ تکلیف جاتی رہی اور حرص موٹی تازی ہو گئی تو کتے کی طرح گھر بنانے کا خیال تمہارے دل سے بھی جاتا رہتا ہے یہ نہایت نازیبا روش ہے لہذا اسے چھوڑنا چاہئے اور جب مصیبت سے نجات حاصل ہو جاوے تو شکر کرنا چاہئے کیونکہ نعمت کا شکر خود نعمت سے بھی اچھا ہے اس لئے کہ شاکر مصیبت میں نہیں پڑتا اور صاحب نعمت مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ نیز شکر نعمت کی روح ہے اور نعمت اس کا قالب۔ اور یہ فرق اس لئے ہے کہ شکر تم کو حق سبحانہ تک پہنچانے والا ہے برخلاف نعمت کے کہ وہ اکثر گمراہ کر دیتی ہے کیونکہ نعمت سے غفلت پیدا ہوتی اور شکر سے ہوشیاری حاصل ہوتی ہے پس شکر نعمت افضل ہوا نفس نعمت سے اچھا ہم نے مانا کہ نعمت ہی اچھی چیز ہے لیکن نعمت بھی تو شکر ہی سے ملتی ہے پس اگر تم نعمت خداوندی ہی کے طالب ہو تو اس کی تحصیل کا ذریعہ بھی شکر ہی ہے اس لئے بھی شکر ضروری ہے۔ شکر جو کہ خود بھی ایک نعمت ہے اگر تم کو حاصل ہو جاوے تو تم سیر چشم اور دولت مند ہو جاؤ گے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم دوسروں کو نعمت دے سکو گے اور تم غذائے روحانی خوب پیٹ بھر کر کھاؤ گے۔ یہاں تک کہ یہ جسمانی غذا کا زیادہ کھانا اور اس کی تکلیف تم سے دور ہو گی پس تم حق سبحانہ کی نعمت کا شکر کرو تاکہ یہ منحوس سر تمہارا چھوٹنے سے بچ جاوے شکر نعمت فراواں کو کھینچتا ہے اور ناشکری آدمی کو کافر تک کر دیتی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

منکروں کا انبیاء علیہم السلام کو نصیحت کرنے سے منع کرنا اور جبریوں کے طریقہ پر حجت لانا

قوم گفتند اے نصوحان بس بود	انچہ گفتید ار دریں دہ کس بود
قوم نے کہا اے نصیحت کرنے والو! کافی ہوتا	جو کچھ کہ تم نے کہا اگر اس گاؤں میں کوئی (با اختیار) ہوتا

یعنی قوم (سبا) نے کہا کہ اے ناصحو جو کچھ کہ تم نے کہا ہے اگر کوئی گاؤں میں (سننے والا) ہو تو کافی ہے۔ یعنی اگر ہم تمہاری بات مانیں تو جتنا تم نے کہا ہے اس قدر کہنا کافی ہے مگر ہم کیا کریں ہم سمجھ ہی نہیں سکتے اس لئے کہ۔

قفل بر دلہائے ما بنہاد حق	کس نداند برد بر خالق سبق
اللہ (تعالیٰ) نے ہمارے دلوں پر تالے چڑھا دیئے ہیں	اللہ (تعالیٰ) سے کوئی بازی نہیں جیت سکتا

یعنی حق تعالیٰ نے ہمارے قلوب پر قفل لگا دیا ہے اور خدا پر کوئی سبقت لے جا نہیں سکتا (تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا ہمیں اس حالت میں رکھے اور ہم تمہاری مان کر دوسری حالت بدل لیں)

نقش ما این کرد آن تصویر گر	ایں نخواہد شد بگفت و گو دگر
تصویر ساز نے ہماری یہی تصویر بنائی ہے	یہ گفتگو سے نہیں بدل سکتی

یعنی اس مصور نے ہمارا نقش ایسا ہی بنایا ہے تو یہ گفتگو سے متغیر نہیں ہو سکتا۔ (اس لئے کہ اس کی تو ایسی مثال ہے کہ)

سنگ را صد سال گوئی لعل شو	کہنہ را صد بار گوئی باش نو
تو پتھر سے سینکڑوں سال کہے کہ تو لعل بن جا	پرانے سے تو سینکڑوں بار کہے کہ تو نیا بن جا

یعنی پتھر کو سو برس تک تو کہہ کہ لعل ہو جا اور پرانے کو سو مرتبہ کہہ کہ نیا ہو جا۔

خاک را گوئی صفات آب گیر	آب را گوئی عسل شو یا کہ شیر
تو مٹی سے کہے کہ پانی کی صفات اختیار کر	تو پانی سے کہے کہ شہد یا دودھ بن جا

یعنی تو خاک کو کہے کہ پانی کی صفات لے لے اور پانی کو کہے کہ شہد یا دودھ ہو جا۔

نار را گوئی کہ نور محض شو	پشہ را گوئی کہ سوئے باد رو
تو آگ سے کہے کہ تو خالص نور بن جا	تو مچھر سے کہے کہ ہوا کی طرف چلا جا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تو آگ کو کہے کہ نور محض ہو جا اور مچھر کو کہے کہ ہوا کی طرف جا۔

قلب را گوئی کہ عین پاک شو	یا کہ اکسیرے شود چالاک شو
تو کھوٹے سے کہے کہ مجسم صاف بن جا	یا یہ کہ اکسیر بن اور تیز ہو جا

یعنی کھوٹے کو تو کہے کہ تو عین پاک ہو جا یا کہ اکسیر ہو اور چست و چالاک ہو جا۔

ہیچ ازان اوصاف دیگر گوں شوند	آب کے گردد عسل اے ارجمند
کبھی ان اوصاف سے وہ بدلیں گے؟	اے با نصیب! پانی کب شہد بنے گا؟

یعنی کیا ان میں سے کوئی متغیر ہو سکتی ہے اور اے برخوردار پانی شہد کب بن سکتا ہے۔

خالق افلاک وہم افلاکیان	خالق آب و تراب و خاکیان
آسمانوں اور آسمان والوں کے پیدا کرنے والے نے	پانی اور مٹی اور خاک سے پیدا ہونے والوں کے پیدا کرنے والے نے

یعنی آسمان اور آسمان والوں کے خالق نے اور پانی اور مٹی اور خاکیوں کے خالق نے۔

آسمان راداد دوراں و صفا	آب وگل را تیرہ روئے و نما
آسمان کو گھومنا اور صفائی عنایت کی	پانی اور مٹی کو گدلاپن اور نمو (عطا فرمایا)

یعنی آسمان کو تو چکر کھانا اور صفائی دی اور آب وگل کو۔ تیرہ روئے اور نشو ونما دیا۔

کے تواند آسمان وردے گزید	کے تواند آب وگل صفوت خرید
آسمان تیرگی کب اختیار کر سکتا ہے؟	پانی اور مٹی صفائی کب حاصل کر سکتے ہیں؟

تو آسمان تو تیرگی کو کب قبول کر سکتا ہے اور پانی اور مٹی صفائی کو کب لے سکتی ہیں۔

قسمتے کردست ہر یک را رہے	کے کہے گردد بجہدت چوں گہے
ہر ایک کے لئے ایک راستہ تقسیم کر دیا ہے	تیری کوشش سے پہاڑ گھاس جیسا کب بن سکتا ہے؟

یعنی ہر ایک کے لئے ایک راہ تقسیم کر دی ہے تو تمہاری کوشش سے پہاڑ تنکے کے برابر کب ہو سکتا ہے (تو بس اسی طرح حق تعالیٰ نے ہمارے لئے بھی اس حالت کو مقرر فرما دیا ہے۔ اب ہم اس کو بھی کسی کے کہنے سننے سے بدل نہیں سکتے لہٰذا نصیحت کرنا فضول ہے جب انہوں نے یہ کہا تو حضرات انبیاء علیہم السلام نے جواب دیا کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح: غرضکہ جب انبیاء علیہم السلام نے ان کو بہت کچھ نصیحت کی اور حجتوں سے ان کو مغلوب کیا تو انہوں نے جبر کو دستاویز بنا کر پیچھا چھڑانا چاہا اور کہا کہ صاحبو اگر اس گاؤں میں کوئی شخص آپ کی بات ماننے والا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتا تو جس قدر آپ فرما چکے ہیں وہ ہی کافی تھا مگر کیا کیجئے کہ حق سبحانہ نے دلوں پر قفل لگا دیا ہے کہ نصیحت کا اثر اس میں پہنچتا ہی نہیں اور یہ کسی کی مجال نہیں کہ خدا کا مقابلہ کر کے اس سے بازی لے جاوے کہ اس نے تو قفل لگایا ہے اور دوسرا شخص اس کو توڑ دے جبکہ اس مصور نے ہماری تصویر ایسی بنائی ہے تو اب وہ کسی صورت سے نہیں بدل سکتی آپ پتھر کو سو برس تک کہیں کہ تو لعل ہو جا اور پرانے کو سو مرتبہ کہیں کہ تو نیا ہو جا۔ آپ مٹی کو کہیں کہ پانی کی صفات اختیار کرے اور پانی سے کہیں کہ شہد ہو جا۔ یا دودھ بن جا۔ آگ سے کہیں کہ تو محض بن جا جلانے کی صفت چھوڑ دے۔ مچھر سے کہیں کہ ہوا کے پاس جا کھوٹے کو کہیں کہ کھرا بن جا یا اکسیر ہو جا اور چست و چالاک ہو جا لیکن کہیں یہ صفات بدل سکتی ہیں ہرگز نہیں پانی ہرگز شہد نہیں بن سکتا۔ افلاک اور ساکنین افلاک اور آب و خاک اور خاکیوں کے خالق نے آسمان کو چکر اور صفائی عطا فرمائی ہے اور آب و گل کو تیرگی اور نمو عطا فرمایا ہے اب آسمان تیرگی اختیار نہیں کر سکتا۔ اور آب و گل صفائی حاصل نہیں کر سکتی غرض کہ ہر چیز کو اس نے ایک خاص روش عطا کی ہے۔ جس سے وہ نہیں پھر سکتی چنانچہ اگر پہاڑ کو کوشش سے کاہ بنانا چاہو تو ناممکن ہے۔

شرح شبّیری

انبیاء علیہم السلام کا جبریوں کو جواب

انبیاء گفتند کارے آفرید	وصفہائے کہ نتان زاں سرکشید
انبیاء نے کہا' کہ ہاں اس نے پیدا فرمائے	ایسے اوصاف کہ تم ان سے روگردانی نہیں کر سکتے

یعنی انبیاء علیہم السلام نے فرمایا کہ ہاں حق تعالیٰ نے ایسے اوصاف پیدا فرمائے ہیں کہ ان سے سرکشی نہیں کر سکتے (لیکن)

وافرید و وصفہائے عارضی	کہ گہے مبغوض می گردد رضی
اس نے ایسے عارضی اوصاف (بھی) پیدا فرمائے ہیں	کہ ناپسندیدہ' بھی پسندیدہ بن جاتا ہے

یعنی اور اوصاف عارضی (بھی) پیدا فرمائے ہیں کہ کبھی مبغوض پسندیدہ ہو جاتا ہے۔ یعنی ایک شخص مبغوض ہوتا ہے مگر پھر وہ پسندیدہ ہو جاتا ہے تو دیکھو اس کو اندر مبغوض ہونے کا وصف عارضی تھا۔ حاصل یہ کہ بعض اوصاف تو بیشک ایسے ہی ہیں کہ ان سے سرتابی نہیں ہو سکتی مگر بعض ایسے بھی ہیں کہ وہ بدل سکتے ہیں۔ آگے دونوں کی نظائر پیش فرماتے ہیں کہ۔

سنگ را گوئی کہ زر شو بیہودہ است	مس را گوئی کہ زر شو راہ ہست
تو پتھر سے کہے کہ سونا بن' بیہودہ (بات) ہے	تو تانبے سے کہے' کہ سونا بن (اس کا) راستہ ہے

یعنی لوہے کو اگر تو کہے کہ سونا ہو جا تو بیہودگی ہے اور تانبے کو کہے کہ سونا ہو جا تو راہ ہے۔ یعنی مس کو کہہ سکتے ہیں اس لئے کہ وہ ہو جاتی ہے تو اس کو کہنا ٹھیک ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ریگ را گوئی کہ گل شو عاجز است	خاک را گوئی کہ گل شو جائز است
تو ریت سے کہے کہ پھول بن جا (وہ) عاجز ہے	تو مٹی سے کہے کہ پھول بن جا ممکن ہے

یعنی ریت کو اگر تم کہو کہ گارا ہو جا تو وہ عاجز ہے اور مٹی کو کہو کہ گارا ہو جا تو جائز ہے۔ (اس لئے کہ اس کا گارا بنا کرتا ہے)

رنجہا دادست کانرا چارہ نیست	آن بمثل گنگے و فطس و عمی است
اس نے ایسے مرض پیدا کئے ہیں جن کا کوئی علاج نہیں ہے	وہ مثلاً گونگا پن، ناک کا چپٹا پن، اور اندھا پن ہے

یعنی بعض امراض ایسے دیئے ہیں کہ جن کا علاج نہیں ہے وہ تو مثل گونگے ہونے کے اور ناک چپٹی ہونے کے اور (مادرزاد) اندھا ہونے کے ہیں (کہ ان کا کوئی علاج ہی نہیں ہے)

رنجہا دادست کانرا چارہ ہست	آن بمثل لقوہ و درد سر است
(کچھ) مرض دیئے ہیں جن کا علاج ہے	وہ مثلاً لقوہ اور درد سر ہے

یعنی بعض امراض ایسے دیئے ہیں کہ جن کا علاج ہے اور وہ مثل لقوہ اور درد سر کے ہیں۔

ایں دواہا ساخت بہر ائتلاف	نیست این درد و دواہا از گزاف
یہ دوائیں موافقت کرنے کے لئے بنائی ہیں	یہ درد اور دوائیں لغو نہیں ہیں

یعنی ان دواؤں کو الفت پکڑنے کے لئے بنایا ہے اور یہ درد اور دوائیں فضول نہیں ہیں۔ یعنی دواؤں کو امراض کے لئے مناسب بنایا ہے یونہی نہیں ہے کہ جدول میں آیا فضول ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ لگا دیا ہو۔

بلکہ اغلب رنجہا را چارہ ہست	چوں بجد جوئی بیاید آن بدست
بلکہ عموماً مرضوں کا علاج ہے	جب تو کوشش سے تلاش کریگا ہاتھ آ جائے گا

یعنی بلکہ اکثر امراض کے علاج ہیں جب تم کوشش سے تلاش کرو تو ہاتھ آ سکتے ہیں (تو بس جبکہ بعض چیزیں اپنی حالت سے متغیر ہو سکتی ہیں اور امراض کا علاج ہو سکتا ہے تو تمہاری اس گمراہی کا علاج بھی ہو سکتا ہے اور تمہاری یہ حالت بدل بھی سکتی ہے ہاں اگر ان سے یہ کہا جاتا کہ تم فرشتہ بن جاؤ مثلاً تب تو یہ کہہ سکتے تھے کہ ہم نہیں بن سکتے مگر اس میں ان کا یہ کہنا ظاہر ہے کہ غلط تھا) آگے پھر ان منکرین کے جواب کو نقل فرماتے ہیں کہ انبیاء کے جواب سن کر انہوں نے دوبارہ اپنی حجت کو مضبوط کیا اور اس پر دوبارہ دلیل لائے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ انبیاء علیہم السلام نے جواب دیا کہ ہم انکار نہیں کرتے بیشک ایسے اوصاف بھی ہیں جن کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ اوصاف بھی ہیں جو قابل تغیر ہیں۔ مثلاً

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھو کبھی ایک شے مبغوض ہوتی ہے اور وہی شے دوسرے وقت میں پسندیدہ ہو جاتی ہے یہ مسلم کہ پتھر سے سونا ہونے کی طلب لغو ہے کیونکہ اس میں اس کی قابلیت ہی نہیں پیدا کی گئی۔ لیکن تانبے سے سونا بننے کی طلب معقول ہے کیونکہ اس میں قابلیت ہے ریت کو اگر چاہو کہ پھول ہو جاوے تو ایسا نہیں ہو سکتا لیکن اگر مٹی کو یہ چاہو تو ممکن ہے علی ہذا امراض بھی حق سبحانہ نے دو قسم کے پیدا کیے ہیں وہ بعض جن کا کوئی علاج ہی نہیں گونگا مادرزاد ہونا یا ناک کا خلقۃً چپٹا ہونا یا مادرزاد اندھا ہونا ہے اور جو بعض امراض قابل زوال اور علاج پذیر ہیں لقوہ یا دردِ سر یا بخار وغیرہ ہیں چنانچہ دواؤں کو جو حق سبحانہ نے پیدا کیا ہے تو فضول نہیں پیدا کیا بلکہ ان کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ ان کو استعمال کیا جاوے اور ان سے امراض عارضہ کو زائل کیا جاوے بلکہ اکثر بیماریاں تو ایسی ہی ہیں جو قابل علاج ہیں۔ ہاں مگر کوشش کی ضرورت ہے جب کوشش کرو گے تو ایسی دوائیں مل سکتی ہیں جن سے ان کو زائل کیا جاوے جبکہ امراض جسمانیہ کی حالت معلوم ہوگئی تو امراض روحانیہ کو بھی اسی پر قیاس کر لو۔

شرح شبیری

ان منکروں کا جبریانہ حجتوں کو دوبارہ کرنا

قوم گفتند اے گروہ ایں رنج ما	نیست زاں رنجے کہ بہ پذیرد دوا
قوم نے کہا ' اے جماعت! ہمارا یہ مرض	وہ مرض نہیں ہے جو دوا (کا اثر) قبول کرے

یعنی قوم نے کہا کہ اے گروہ (انبیاءؑ) ہمارا مرض ان امراض میں سے نہیں ہے جو دوا کو قبول کرے۔ مطلب یہ کہ انبیاءؑ نے جو کہا تھا کہ بعض امراض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کا علاج ہو سکتا ہے تو تم بھی اپنا علاج کر دو تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارا مرض ایسا نہیں ہے جو دوا کو قبول کرے اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ۔

سالہا گفتید زیں افسوں و پند	سخت تر میگشت زاں ہر لحظہ بند
تم نے سالوں یہ منتر اور نصیحت کی	اس سے ہر دم ' روک سخت ہوتی گئی

یعنی سالہا سال تک تم نے ان افسوں و پند سے کہا (مگر) اس سے ہر لحظہ بند زیادہ ہی ہوتی گئی۔ یعنی تم نے اتنا سمجھایا مگر ہمارا انکار اور مانعیت قبول حق سے بیماری بڑھتی چلی گئی۔

گر دوا را ایں مرض قابل بدے	آخر از وے ذرۂ زائل شدے
اگر یہ مرض دوا کو قبول کرنے والا ہوتا	بالآخر اس سے کوئی ذرہ زائل ہوتا

یعنی اگر یہ مرض دوا کے قابل ہوتا تو اس میں کچھ ذرا ذرا سا زائل تو ہوتا (مگر ہمارا یہ مرض بڑھ رہا ہے لہذا معلوم ہوا کہ لاعلاج ہے اور ظاہر ہے کہ ان کا یہ کہنا غلط ہے اس لئے کہ یہ تو اس وقت کہہ سکتے جبکہ انبیاء کے کہنے

www.besturdubooks.wordpress.com

پر عمل کرتے اور اس کے بعد مرض زائل نہ ہوتا تو کہتے کہ مرض لاعلاج ہے جب علاج ہی نہ کرے تو پھر اس کا لاعلاج ہونا کہاں سے معلوم ہوا) آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ

سدہ چون شد آب ناید در جگر	گر خورد دریا رود جائے دگر
جب سدہ پڑ جاتا ہے جگر میں پانی نہیں پہنچتا ہے	اگر دریا بھی پئے وہ دوسری جگہ چلا جاتا ہے

یعنی سدہ جب پیدا ہوگیا تو پانی جگر میں نہیں آتا اگر دریا پی جاوے تو وہ دوسری جگہ چلا جاوے۔

لاجرم آماس گیرد دست و پا	تشنگی را نشکند آن استقا
لامحالہ ہاتھ پاؤں سوج جاتے ہیں	وہ پانی پینا پیاس کو نہیں بجھاتا ہے

یعنی لامحالہ ہاتھ پاؤں آماس اختیار کرتے ہیں اور وہ پانی پینا تشنگی کو بجھاتا نہیں ہے (تو چونکہ ہمارے اندر اس کے قبول کرنے سے مانع موجود ہے۔ لہٰذا ہمارے اندر یہ نصیحت وغیرہ اثر نہیں کرسکتی) آگے حضرات انبیاء علیہم السلام کا جواب ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا جبریوں کو دوبارہ جواب دینا

انبیاءؑ گفتند نومیدی بدست	فضل و رحمتہائے باری بیحد است
انبیاء نے کہا ناامیدی بری ہے	اللہ (تعالیٰ) کا فضل اور رحمتیں لاانتہا ہیں

یعنی انبیاءؑ نے فرمایا کہ ناامیدی بری ہے (اس لئے کہ) فضل و رحمت حق تو بے حد ہے۔

از چنین محسن نشاید ناامید	دست در فتراک این رحمت زنید
ایسے محسن سے ناامید نہ ہونا چاہیے	اس رحمت کے شکار بند کو دستاویز بنا لو

یعنی ایسے محسن سے ناامید نہ ہونا چاہئے اور اس رحمت کے فتراک میں ہاتھ مارو۔ مطلب یہ کہ انبیاءؑ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ سے ناامید نہ ہونا چاہئے بلکہ فتراک رحمت میں ہاتھ مارو تاکہ رحمت حاصل ہو جاوے اور ناامیدی بہت بری چیز ہے۔ ناامید ہرگز نہ ہو اس لئے کہ۔

اے بسا کارے کہ اول صعب گشت	بعد ازان بکشادہ شد سختی گذشت
بہت سے کام ہیں جو ابتداء سخت ہے	اس کے بعد کھل گئے سختی رفع ہو گئی

یعنی بہت سے وہ کام کہ اول سخت ہوئے اور اس کے بعد کھل گئے اور سختی گزر گئی (تو تم کو بھی چاہئے کہ ناامید نہ ہو ممکن ہے کہ پہلے مرض کا علاج نہ ہوا ہو اور اب ہو جاوے)۔

بعد نومیدی بسے امیدہاست	از پس ظلمت بسے خورشیدہاست
مایوسی کے بعد بہت سی امیدیں ہیں	اندھیری کے بعد بہت سے سورج ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ناامیدی کے بعد بہت سی امیدیں ہیں اور ظلمت کے بعد بہت سے خورشید ہیں (لہذا ناامید مت ہو) ایک جواب تو یہ دیا آگے ایک دوسرا جواب فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے مانا کہ تم قبول نہیں کرتے مگر ہم کو اس سے کیا غرض تم مانو یا نہ مانو ہم تو اس کام کو حکم حق سمجھ کر کرتے ہیں۔
خدا کا حکم ہے کہ تبلیغ کرو۔ کرتے ہیں چاہے کوئی سنے یا نہ سنے۔ آخر سرخی تک یہی مضمون ہے فرماتے ہیں کہ۔

خود گرفتم کہ شما سنگین شدید	قفلہا برگوش و بردل بر زدید
میں مانتا ہوں کہ تم پتھر بن گئے ہو	تم نے کان اور دل پر قفل چڑھا لئے ہیں

یعنی میں نے فرض کرلیا کہ تم سنگین (دل) ہوگئے ہو اور گوش و دل پر تم نے قفل لگا لئے ہیں۔

ہیچ مارا با قبولے کار نیست	کار ما تسلیم و فرمان بردنیست
ہمیں مان لینے سے (سرو) کار نہیں ہے	ہمارا کام ماننا اور حکم بجالانا ہے

یعنی ہم کو بالکل کسی قبول سے کام نہیں ہے۔ ہمارا کام تسلیم اور حکم بجالانا ہے۔

او بفرمودست ماں ایں بندگی	نیست مارا از خود ایں گویندگی
اس نے اس اطاعت کا ہمیں حکم دیا ہے	ہمارا کہنا اپنی جانب سے نہیں ہے
جاں برائے امر او داریم ما	گر بر یگے گوید او کاریم ما
ہم اس کے حکم کے لئے جیتے ہیں	اگر وہ حکم دے ہم ریت میں کھیتی بوئیں گے
امر حق را ما گروہ بے ریا	می رسانیم این رسالت باشما
ہم مخلص لوگ خدا کا حکم	(اور) یہ پیغام تم تک پہنچا رہے ہیں

یعنی ہم گروہ بے ریا امر حق کے لئے اس رسالت کو تم تک پہنچاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ہم کو حکم حق ہے کہ پہنچاؤ تو ہم پہنچاتے ہیں چاہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے اس لئے کہ۔

غیر حق جان نبی را یار نیست	با قبول ورد خلقش کار نیست
خدا کے سوا نبی کی جان کا کوئی دوست نہیں ہے	اس کو مخلوق کے ماننے نہ ماننے سے کوئی واسطہ نہیں ہے

یعنی جان نبی کے لئے سوائے حق تعالیٰ کے کوئی یار نہیں ہے اس کو مخلوق کے قبول و مردود کرنے سے کام نہیں ہے یعنی نبی کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ ہمیں کوئی قبول کرتا ہے یا نہیں اس کے لئے تو کام کرنے کے لئے یہ تحرک کافی ہے کہ خدا کا حکم ہے کہ تبلیغ کرو بس وہ پہنچاتا ہے۔

مزد تبلیغ رسالاتش از وست	زشت و دشمن رو شدیم از بہر دوست
اس کے پیغامات کی تبلیغ کی مزدوری اس کی جانب سے ہے	ہم دوست کی خاطر برے اور دشمن کے چہرے والے بن گئے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس کے احکام کی تبلیغ کی مزدوری اسی کی طرف سے ہے اور ہم برے اور دشمن رو دوست کے واسطے ہو گئے ہیں۔

ما برین درگہ ملولان نیستیم	تاز بعد راہ ہر جا بیستیم
ہم اس بارگاہ پر تھکے ہوئے نہیں ہیں	کہ راستہ کی دوری کی وجہ سے ہر جگہ ٹھہر جائیں

یعنی ہم اس درگاہ پر ملول نہیں ہیں تا کہ بعد راہ کی وجہ سے ہر جگہ کھڑے ہوں یعنی ہم ملول نہیں ہیں کہ اس کام کو سخت سمجھ کر بار بار ٹھہریں اور تھکیں اس کام میں ہم خوش وخرم ہیں اس لئے کہ۔

دل فروبستہ و ملول آنکس بود	کز فراق یار در محبس بود
دل گرفتہ اور تھکا ہوا وہ شخص ہوتا ہے	جو دوست کی جدائی سے قید میں ہو

یعنی دل منقبض اور ملول تو وہ شخص ہو جو کہ فراق یار کی وجہ سے محبس میں ہو۔

دلبر و مطلوب با ما حاضرست	در نثار رحمتش جان شاکرست
ہمارا دلبر اور محبوب ہمارے ساتھ موجود ہے	اس کی رحمت کی بکھیر پر جان شکر گزار ہے

یعنی (ہمارا) دلبر اور مطلوب ہمارے ساتھ موجود ہے اور اس کی رحمت کے نثار کرنے سے ہماری جان شاکر ہے یعنی چونکہ اس طرف سے ہر دم رحمت برس رہی ہے تو اس کا شکر ہماری جان کر رہی ہے تو جب وہ ہر دم ہمارے ساتھ ہے پھر ہم ملول اور منقبض کیوں ہوں۔

در دل ما لالہ زار و گلشنے است	پیری و پژمردگی را راہ نیست
ہمارے دل میں چمن اور گلشن ہے	بڑھاپے اور مرجھانے کے لئے (اندر) راستہ نہیں ہے

یعنی ہمارے دل میں ایک لالہ زار اور ایک گلشن ہے کہ پیری اور پژمردگی کو (ہمارے اندر) راہ نہیں ہے یعنی اس قرب محبوب کی وجہ سے ہمارے اندر ایک ایسا باغ کھلا ہوا ہے کہ ہمارے اندر پژمردگی اور کسل پیدا ہی نہیں ہوتا۔

دائما تر و جوانیم و لطیف	تازہ و خندان و شیریں و ظریف
ہم ہمیشہ تر (تازہ) اور جوان اور پاکیزہ ہیں	تازہ اور میٹھے اور ہنس مکھ اور خوش مزاج ہیں

یعنی ہم ہمیشہ تر و تازہ اور جوان اور لطیف ہیں۔ تازہ ہیں اور خندان اور شیریں اور ظریف ہیں۔ مطلب یہ کہ ہمیشہ خوش وخرم ہیں۔

پیش ما صد سال و یک ساعت یکیست	کہ دراز و کوتہ از ما منفکے است
ہمارے لئے ایک گھنٹہ اور سو سال یکساں ہیں	کیونکہ لمبائی اور چھوٹائی ہم سے جدا ہے

یعنی ہمارے سامنے سو برس اور ایک گھڑی ایک ہے کیونکہ دراز کوتہ ہم سے الگ ہے۔ مطلب یہ کہ خوش رہنے اور ملول نہ ہونے کے اعتبار سے ہم کو ایک ساعت اور سو برس برابر ہیں کہ نہ ہم ایک ساعت میں ملول ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

اور نہ سو برس میں اس لئے کہ یہ زمانہ کا طول وقصر ہمارے پاس ہے ہی نہیں بلکہ ہم سے ایک طرف ہے اس لئے کہ۔

آن دراز و کوتہی در جسمہا ست	آں دراز و کوتہ اندر جان کجاست
لمبائی اور چھوٹائی جسموں میں ہوتی ہے	درازی اور کوتاہی روح میں کہاں ہے؟

یعنی وہ درازی اور کوتاہی تو اجسام میں ہے اور جان میں دراز وکوتاہ کہاں ہے۔ مطلب یہ کہ روح تو مجرد ہے اس کے اندر زمانہ کے طول وقصر کا اعتبار نہیں ہے تو چونکہ انبیاء علیہم السلام میں روحانیت بڑھی ہوئی ہوتی ہے لہٰذا فرماتے ہیں کہ ہم طول و قصر زمانہ سے الگ ہیں ہمارے اوپر اس کا اثر نہیں ہوتا۔ آگے اس طول وقصر کے موثر نہ ہونے کی ایک نظیر فرماتے ہیں کہ۔

سہ صدو نہ سال آن اصحاب کہف	پیش شان یکروز بے اندوہ ولہف
تین سو نو سال اصحاب کہف کے	ان کے لئے بغیر رنج اور افسوس کے ایک دن تھا

یعنی تین سو نو برس ان اصحاب کہف کے ان کے سامنے ایک دن بے رنج وغم کے تھا۔ یعنی دیکھو اصحاب کہف کہ تین سو نو برس تک سوئے مگر چونکہ ان کے اندر روحانیت غالب تھی لہٰذا ان کو وہ مدت ایک دن کی برابر معلوم ہوئی جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔

وانگہے نمود شان یکروز ہم	کہ بہ تن باز آمد ارواح از عدم
پھر انہیں وہ ایک روز بھی نہ لگا	کہ روحیں عدم سے پھر جسم میں آ گئیں

یعنی اس وقت ان کو ایک روز بھی نہ معلوم ہوا جبکہ ارواح بدن میں واپس آئیں مطلب یہ کہ ان پر تو روحانیت کا اس قدر غلبہ تھا کہ وہ تین سو نو برس کی مدت ان کو ایک دن سے بھی کم معلوم ہوئی جیسے کہ قرآن شریف میں حکایت فرماتے ہیں کہ قال قائل منهم کم لبثتم قالوا لبثنا یوماً او بعض یوم. تو دیکھو اول تو اس مدت کو ایک دن کہا مگر پھر اس میں بھی شبہ ہو گیا اور بولے کہ شاید ایک دن سے بھی کم ہم اس میں ٹھہرے ہیں تو یہ سب اس وجہ سے تھا کہ ان کے اندر روحانیت بڑھی ہوئی تھی اور روح زمانہ کی مقید ہوتی نہیں لہٰذا ان کو زمانہ کا طول کچھ ملول کن نہ تھا اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام بھی فرماتے ہیں کہ ہم طول زمانہ سے ملول نہیں ہوتے۔

چون نباشد روز و شب باماہ وسال	کے بود سیری و پیری و ملال
جبکہ دن اور رات مع مہینہ اور سال کے نہ ہوں	پیٹ بھر جانا اور بڑھاپا اور تھکن کہاں ہوتی ہے

یعنی جبکہ روز وشب مع ماہ وسال کے نہیں ہوتا تو کب سیری اور پیری اور ملال ہوگا۔ یعنی جب روحانیت غالب ہے اور اس اعتبار میں روز وشب وغیرہ کچھ ہوتا نہیں ہے تو پھر ملال وپژمردگی بھی نہیں ہوتی۔

در گلستان عدم چون بیخودیست	مستی از سغراق لطف ایزدیست
عدم کے چمنستان میں چونکہ بے خودی ہے	مستی اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی کے جام سے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی گلستان عدم میں جب تم بیخود ہوا اور لطف حق کی شراب کی وجہ سے مستی ہے (تو بھلا پھر ملال کہاں ہوسکتا ہے)

لم یذق لم یدر ہر کس کو نخورد	کے بوہم آرد جعل انفاس ورد
جس نے نہ کھایا وہ "نہ چکھا نہ جانا" (کا مصداق) ہے	گبریلا خیال سے گلاب کی خوشبو میں کہاں حاصل کرسکتا ہے؟

یعنی جس نے کھایا نہیں وہ (مصداق) لم یذق لم یدر (کا) ہے اور گوہ کا کیڑا گلاب کی خوشبو کو کب وہم میں لاسکتا ہے۔ مطلب یہ کہ جس نے ابھی چکھا ہی نہیں اس کی تو وہ حالت ہے کہ جس نے نہ چکھا اس نے نہ جانا تو پھر تم اس کی لطف سے بھی واقف نہیں ہوا اور جس طرح کہ گوہ کا کیڑا گلاب کی خوشبو کا تصور نہیں کرسکتا اسی طرح تم اس مستی اور اس لطف اور ملول نہ ہونے کا اندازہ نہیں کرسکتے۔ اب کوئی کہتا ہے کہ یہ سب وہم ہے کہ سوچ لیا کہ مستی ہے تو مستی ہوگی ورنہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

نیست موہوم ار بدے موہوم آن	ہمچو موہومان شدے معدوم آن
وہ موہوم (چیز) نہیں ہے اگر وہ موہوم ہوتا	تو وہ موہوم (چیزوں) کی طرح معدوم ہو جاتا

یعنی موہوم نہیں ہے اور اگر وہ موہوم ہوتا تو مثل اور موہوموں کے یہ معدوم ہو جاتا۔ یعنی جس طرح کہ اور موہوم چیزیں ہوتی ہیں کہ ان کا وجود بہت تھوڑی دیر کا ہوتا ہے اور پھر فنا ہو جاتی ہیں اسی طرح اگر یہ حالت موہوم ہوتی تو فنا ہو جاتی مگر اس مستی کا بڑھنا اور زیادہ ہوتا رہا ہے کہ موہوم نہیں ہے بلکہ واقع میں کچھ ہے ورنہ آخر وہم کہاں تک چلتا آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

دوزخ اندر وہم چون آرد بہشت	ہیچ تابد روئے خواب از خوک زشت
دوزخ، بہشت کا کیسے تصور کر سکتی ہے؟	بدصورت سور سے حسین چہرہ کہاں چمکتا ہے

یعنی وہم دوزخ کو بہشت کس طرح کردے گا۔ اور کیا روئے خوب ایک بھونڈے سور سے ظاہر ہوسکتی ہے۔ مطلب یہ کہ جو شے واقعی نہ ہو اس کو وہم میں بھی نہیں لاسکتے اس لئے کہ دیکھو مصیبت کو راحت کس طرح فرض کروگے یا ایک بھونڈی صورت کے سور کو حسین اور خوبرو کس طرح فرض کرلوگے اور اگر فرض کرلیا بھی اور تصور باندھ بھی لیا تو وہ تصور بھی تھوڑی دیر میں جاتا رہے گا اور یہ حالت بڑھتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالت واقعی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہین گلوئے خود مبرید ای مہان	این چنین لقمہ رسیدہ تا دہان
اے بڑو! اپنے گلے نہ پھاڑو	منہ تک ایسا لقمہ پہنچ گیا ہے

یعنی ہاں اے چودھریو اپنے گلے مت کاٹو ایسا لقمہ منہ تک پہنچا ہوا ہے یعنی ہدایت قریب آگئی ہے اب تم اس کو قبول کرلو اور انکار مت کرو ہلاک مت ہو۔

راہہائے صعب پایان بردہ ایم	رہ بر اہل خویش آسان کردہ ایم
ہم نے سخت راستے طے کر لئے ہیں	ہم نے اپنوں کے لئے راستہ آسان کر دیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

8

یعنی مشکل راہیں تو ہم ختم کر چکے ہیں اور راستہ کو اپنے اہل پر ہم نے آسان کر دیا ہے۔ مطلب یہ کہ جو خود کامل ہوتے ہیں اور مکمل بھی ہوتے ہیں وہ اول خود اپنے اوپر مشکلیں برداشت کرتے ہیں اور خود سارے کام کر کے اور ان میں تجربہ حاصل کر کے دوسروں کے لئے آسانیاں کر دیتے ہیں تو اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام نے اول خود مشکل کام تو ختم کر لئے۔ اب فرماتے ہیں کہ راہ ہدایت کو تم پر بالکل آسان کر کے پیش کرتے ہیں۔

ہر کہ مارا گشت پیرو باز رست	از عذاب نار و در جنت نشست
جو ہمارا پیرو بن گیا وہ رہائی پا گیا	آگ کے عذاب سے اور جنت نشین ہو گیا

یعنی جو شخص کہ ہمارا پیرو ہو گیا وہ عذاب نار سے چھوٹ گیا اور جنت میں بیٹھ گیا۔

وانکہ نشنید از شقاوت پندما	در عذاب جاودان شد مبتلا
جس نے بدبختی سے ہماری نصیحت نہ سنی	وہ دائمی عذاب میں مبتلا ہو گیا

یعنی اور جس نے کہ بدبختی کی وجہ سے ہماری نصیحت نہ سنی وہ عذاب جاودانی میں مبتلا ہو گیا۔ (جب انبیاء علیہم السلام نے یہ فرمایا تو قوم نے دوبارہ اس کا جواب دیا کہ)

ہیں بجوئید از نجوم سعد راہ	زانکہ در ظلمت درید و قعر چاہ
آگاہ! نیک بختی کے ستاروں سے راستہ تلاش کرو	کیونکہ تم اندھیرے اور کنویں کی گہرائی میں ہو

یعنی ارے نجوم سعد سے راہ تلاش کرو اس لئے کہ تم ظلمت میں ہو اور قعر چاہ میں ہو۔ یعنی ہمارا اتباع کرو اور ہماری پیروی اختیار کرو تو فلاح پاؤ گے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ انبیاء علیہم السلام کا جواب سن کر پھر لوگوں نے اعتراض کیا اور کہا کہ یہ تو آپ کو بھی تسلیم ہے کہ امراض دو قسم کے ہیں بعض ناقابل علاج اور بعض قابل علاج پس ہمارا مرض ان امراض سے نہیں ہے جو قابل علاج ہوں اور دلیل اس کی یہ ہے کہ آپ حضرات نے برسوں ہم کو نصیحتیں کیں اور منتر پڑھے مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ اس سے ہمارے بندشوں میں اضافہ ہی ہوتا گیا اور ذرہ بھر بھی کمی نہ آئی۔ پس اگر یہ امراض قابل علاج ہوتے تو کچھ تو کمی ہوتی۔ دیکھئے جب جگر میں سدہ پیدا ہو جاتا ہے تو اس میں پانی نہیں پہنچ سکتا۔ خواہ وہ سمندر ہی کیوں نہ پی جاوے بلکہ وہ دوسرے مقامات پر چلا جاتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پیاس تو نہیں بجھتی جس کے لئے پیا گیا تھا بلکہ اور روگ پیدا ہو جاتا ہے یعنی ہاتھ پاؤں ورم کر جاتے ہیں۔ بس یہی حالت ہماری ہے اس پر انبیاءؑ نے کہا کہ نا امیدی کی کوئی بات نہیں تم کوشش کرو۔ ان شاء اللہ سارا مرض زائل ہو جاوے گا۔ اس لئے حق سبحانہ کی رحمتیں اور ان کے فضل بے حد ہیں اور ایسے صاحب انعام و اکرام سے نا امید ہونا زیبا

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں تم کوشش کرو اور رحمت حق سبحانہ کو دستاویز بناؤ بہت سے کام ابتداء سخت ہوتے ہیں اس کے بعد سب سہل ہو جاتے ہیں اور ساری مشکلات دفع ہو جاتی ہیں۔ اگر کسی کے مرض کی حالت یاس تک پہنچ جاوے تب بھی واقع میں اس کے لئے بہت امیدیں ہیں اور اگر ظلمت قلب انتہا کو پہنچ جاوے تب بھی واقع میں بہت سے آفتاب معارف وغیرہ ہیں جو اس کو زائل کر سکتے ہیں۔ اچھا ہم نے فرض کیا کہ تم پتھر ہی ہو گئے اور تم نے اپنے دلوں اور کانوں پر قفل لگا لئے ہیں کہ نہ تم ہماری نصیحتوں کو سنتے ہو نہ سمجھتے ہو لیکن ہم کو اس کی بھی کچھ پروا نہیں کیونکہ ہماری یہ غرض نہیں کہ تم خواہ مخواہ قبول ہی کر لو۔ ہمارا اصل مقصد تو حق سبحانہ کی اطاعت اور اس کے حکم کی تعمیل ہے۔ اس نے ہم کو اس خدمت پر مامور کیا ہے اس لئے ہم کرتے ہیں۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے کہ مایوس ہو کر اس کو چھوڑ دیں ہماری جان تو اسی کے احکام کی اطاعت کے لئے ہے۔ پس اگر وہ ہمیں حکم دے کہ تم ریت میں کھیتی کرو ہم کرنے کو موجود ہیں خواہ پیداوار ہو یا نہ ہو ہم لوگوں کو دکھاوا تو مقصود ہے نہیں بلکہ ہم کو تو اطاعت مقصود ہے پس ہم اس امر حق سبحانہ کے سبب جو ہم کو تمہاری تبلیغ کی بابت ہوا ہے یہ پیغامات تم تک پہنچاتے ہیں خواہ تم پر ان کا اثر ہو یا نہ ہو۔ خوب سمجھ لو کہ انبیاء علیہم السلام کا دوست تو صرف حق سبحانہ ہوتا ہے اس لئے ان کو اسی کی اطاعت مدنظر ہوتی ہے ان کو مخلوق کے رد و قبول سے کچھ سروکار نہیں ہوتا اور اپنی پیغام رسانی کی اجرت وہ اسی کے خزانہ سے پاتے ہیں۔ مخلوق سے وہ کسی نفع کے خواستگار نہیں ہوتے اور اپنے محبوب ہی کی خاطر لوگوں کی نظروں میں برے اور دشمن بنتے ہیں۔ نیز ہم لوگ درگاہ حق سبحانہ تک پہنچے ہوئے ہیں اور چلتے چلتے اکتا نہیں گئے کہ بعد مسافت کے سبب تھک کر ہر جگہ بیٹھ جایا کریں۔ دل تنگ اور ملول وہ شخص ہوتا ہے جو فراق یار کے قید خانہ میں ہو۔ مگر بحمد اللہ ہم ایسے نہیں ہیں ہمارا مطلوب ہمارے پاس موجود ہے اور ہم پر اپنی رحمت برسا رہا ہے جس کی ہماری جان ہر دم شکر گزاری کرتی ہے اور ہمارا دل باغ باغ ہے۔ بڑھاپے اور پژمردگی کو ہمارے یہاں کوئی دخل نہیں۔ ہم ہمیشہ تر و تازہ' جوان' پاکیزہ' شیریں' خنداں اور خوش طبع رہتے ہیں۔ ہمارے نزدیک سو برس اور ایک ساعت دونوں برابر ہیں۔ اس لئے کہ درازی و کوتاہی کو ہم سے کچھ واسطہ نہیں درازی و کوتاہی کا تعلق اجسام سے ہے اور ہم سراپا روح ہیں۔ روح میں درازی و کوتاہی کہاں۔ دیکھو اصحاب کہف پر روحانیت غالب تھی اس لئے تین سو نو برس ان کے نزدیک ایک دن تھے جو بے غم و رنج گزر گئے اور جبکہ ان کی روح واپس ہوئی ہے اور وہ جاگے ہیں تو اس وقت ان کو اتنے سال ایک دن بھی نہ معلوم ہوئے اور جبکہ ہم کو ماہ و سال اور رات دن سے بھی تعلق نہ ہو اور جبکہ گلستان فنا میں جس میں ہم یا اصحاب کہف وغیرہ ہیں۔ بیخودی اور جام شراب لطف خداوندی کی مستی ہو تو ہم لوگوں کی طبیعت کیسے بھر سکتی ہے اور ہماری روح کیونکر بڈھی اور کمزور ہو سکتی ہے اور ہم کیسے اکتا سکتے ہیں۔ جس نے یہ شراب نہیں پی اور اس کا مزہ نہیں چکھا وہ اس سے واقف نہیں ہو سکتا۔ دیکھو پھول کی بو گوہ کے کیڑے کے وہم میں بھی نہیں آ سکتی اور وہ نہیں جان سکتا کہ خوشبو بھی کوئی چیز ہے پس تم اسے کیسے سمجھ سکتے ہو۔ جب یہ امر معلوم ہوا کہ ہم حق سبحانہ سے اکتا نہیں سکتے تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہم تمہاری نصیحت کو نہیں چھوڑ سکتے کیونکہ ترک نصیحت ترک اطاعت حق

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اور ترک اطاعت اکتانا ہے جو ہمارے لئے ناممکن ہے ہم جو کچھ امور غیبیہ کی نسبت بیان کرتے ہیں اس کو تم ہمارا وہم نہ سمجھنا اس لئے کہ اگر یہ بات وہمی ہوتی تو اور موہومات کی طرح یہ بھی فنا ہو جاتی لیکن یہ فانی نہیں پس موہوم بھی نہیں تم سوچو کہ دوزخ کو آدمی بہشت کیسے سمجھ سکتا ہے اور بدصورت سور کا چہرہ کیونکر حسین معلوم ہو سکتا ہے جبکہ یہ نہیں ہو سکتا تو ہماری مدرکات کو وہم کیونکر کہا جاتا ہے دیکھو کہنا مانو اور جبکہ ایسی نفیس غذا تمہارے منہ تک پہنچ گئی ہے تو اپنا گلا کاٹ کر اس کو معدہ میں جانے سے نہ روکو مانا کہ وہ غذا اس طرح معدہ میں نہ پہنچ سکے گی لیکن یہ یاد رہے کہ جان بھی نہ رہے گی پس تم اپنے کو ہماری نصیحتوں کی ضد سے اندھا بہرا نہ بناؤ ہماری نصیحت سنو اور اسے قبول کرو دیکھو اس راستہ کی کڑیاں خود اپنے اوپر اٹھا کر ہم نے اپنے متبعین کے لئے اس کو آسان کر دیا ہے اب وصول الی اللہ کچھ زیادہ دشوار نہیں رہا تم ذرا ہمت کرو ان شاء اللہ بہت آسانی سے پہنچ جاؤ گے ہم سعد ستارے ہیں اور تم تاریکی ضلالت اور کنویں کی تہ میں ہو پس تم ہم کو راہ نما بناؤ۔ یاد رکھو جس نے ہماری پیروی کی عذاب دوزخ سے بچ گیا اور جنت میں جا بیٹھا اور جس نے اپنی بدبختی سے ہماری نصیحت نہ سنی وہ عذاب ابدی میں مبتلا ہوا۔

شرح شبّیری

قوم کا اعتراض کو انبیاء علیہم السلام پر مکرر کرنا

قوم گفتند از شما سعد خودید	نحس مائید و ضدید و مرتدید
قوم نے کہا اگر تم اپنے لئے نیک بخت ہو	ہمارے لئے بد بخت اور مخالف اور مرتد ہو

یعنی قوم نے کہا کہ اگرچہ تم اپنے سعد ہو (مگر) ہمارے تو نحس ہو اور ضد ہو اور مرتد ہو (نعوذ باللہ)

جان ما فارغ بد از اندیشہا	در غم افگندید مارا و عنا
ہماری جان فکروں سے خالی تھی	تم نے ہمیں غموں اور مشقت میں ڈال دیا

یعنی ہماری جان اندیشوں سے فارغ تھی تم نے ہم کو مصیبت اور غم میں ڈال دیا۔ مطلب یہ کہ آرام سے رہتے تھے تم نے آ کر فضول فکر میں ڈال دیا کہ یوں ہوگا اس طرح باز پرس ہوگی وغیرہ وغیرہ اب کبھی ہمیں بھی شبہ ہو ہی جاتا ہے اور فکر لگ گیا۔

ذوق جمعیت کہ بود و اتفاق	شد ز فال زشت تان صد افتراق
یگانگت اور اتفاق کا جو مزا تھا	تمہاری بدشگونی سے سینکڑوں جدائیاں بن گیا

یعنی جمعیت کا ذوق اور اتفاق جو تھا تمہاری فال بد کی وجہ سے سو افتراق ہو گئے۔ مطلب یہ کہ سب ایک تھے اور آپس میں اتفاق تھا تمہارے آنے سے سب میں پھوٹ پڑ گئی اس لئے کہ کچھ انبیاء کو مان گئے کچھ متردد ہوئے کچھ

www.besturdubooks.wordpress.com

مخالفت سے باز رہے اور کچھ مخالف ہی رہے۔ تو یہ سارا تفرق انبیاء ہی کی وجہ سے ہوا وہ کہتے تھے کہ انہوں نے اتفاق کو کھو دیا ہم کہتے ہیں کہ اگر سب ایمان لے آ ؤ تب بھی تو اتفاق ہو سکتا ہے بلکہ اس اتفاق سے بدرجہا اولیٰ ہوگا اور کہتے تھے کہ۔

طوطی نقل و شکر بودیم ما	مرغ مرگ اندیش گشتیم از شما
ہم نقل اور شکر کھانے والی طوطی تھے	تمہاری وجہ سے موت کو سوچنے والا پرند بن گئے

یعنی ہم طوطی نقل (خوار) اور شکر تھے تمہاری وجہ سے مرغ مرگ اندیش ہو گئے (کہ اکثر یہی فکر رہتی ہے کہ دیکھو مریں تو کیا ہوگا شاید یہی (انبیاءؑ) صحیح کہتے ہوں)۔

ہر کجا افسانۂ غم گستری است	ہر کجا آوازۂ مستنکری است
جہاں کہیں غم اٹھانے کا قصہ ہے	جہاں کہیں برائی کا شہرہ ہے

یعنی جہاں کہیں کہ افسانہ غم گستری کا ہے اور جس جگہ مستنکری کا آوازہ ہے۔

ہر کجا اندر جہان فال بدی است	ہر کجا مسخ و نکالے موخذی است
جہاں کہیں دنیا میں بدشگونی ہے	جہاں کہیں مسخ' عذاب' جائے گرفت ہے

یعنی جہاں کہیں جہان میں فال بدی ہے اور جہاں کہیں مسخ یا نکال یا پکڑ دھکڑ ہے (یہ سب)

در مثال قصہ و فال شما است	در غم انگیزی شمارا مشتہا است
(وہ) تمہارے مثال اور قصہ اور شگون کی وجہ سے ہے	غم بڑھانے کی تمہاری خواہش ہے

یعنی تمہاری قصہ و فال کی مثال ہے اور غم انگیزی میں تم کو رغبت ہے مطلب یہ کہ دنیا میں جو خرابی کہیں آ رہی ہے وہ تمہاری نحوست کا نمونہ ہے۔ اصل تمہارے اندر ہے اور باقی سب نمونے ہیں۔ (نعوذ باللہ) آ گے انبیاء علیہم السلام کا جواب ہے کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ سعد ہیں تو اپنے لئے۔ ہمارے واسطے تو آپ منحوس مخالف اور مرتد ہیں کیونکہ ہماری جان تفکرات سے خالی تھی آپ لوگوں نے ہم کو غم اور تکلیف میں ڈال دیا جو ذوق جمعیت اور اتفاق ہمارے لئے حاصل تھا آپ کی فال بد سے پارہ پارہ ہو گیا اس سے پیشتر ہم طوطی نقل شکر خوار تھے۔ اب ہم کو موت ہی کا اندیشہ رہنے لگا جہاں کہیں غم پھیلانے کا قصہ ہے اور جہاں کہیں بھی کوئی ناخوشی ہے اور جہاں کہیں بھی کوئی فال بد ہے اور جس جگہ بھی کوئی مسخ عذاب یا گرفت ہے وہ تمہارے ہی مثال اور قصہ اور فال بد کی بدولت ہے (اس توجیہ پر در سیہ ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ ظرفیہ ہو اس وقت مطلب یہ ہے کہ ہر طرح کی رنجیدہ باتیں آپ لوگوں کے بیان میں موجود ہوتی ہیں۔ لعل ہذا ہو الاظہر) معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مقصد ہی لوگوں کو غم میں مبتلا کرنا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

انبیاء علیہم السلام کا ان کو دوبارہ جواب دینا

انبیاء گفتند فال زشت و بد	از میاں جان تان دار و مدد
انبیاء نے کہا اچھا اور برا شگون	تمہاری جان سے مدد حاصل کرتا ہے

یعنی انبیاء نے فرمایا کہ فال زشت و بد تمہاری ہی جان کے اندر سے مدد رکھتی ہے۔ مطلب یہ کہ یہ فال بد سب تمہارے ہی اندر سے پیدا ہوتی ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ **قال طائرکم معکم** آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

گر تو جائے خفتہ باشی با خطر	اژدہا در قصد تو آید بسر
اگر تو کسی جگہ خطرے میں سویا ہوا ہو	اژدھا تیرے ارادے سے سر پر آ جائے

یعنی اگر تو کسی جگہ پر بے کھٹکے سو رہا ہو اور اژدہا تیرے (کھانے کے) قصد سے سر کی طرف سے آوے۔

مہربانے مرترا آگاہ کرد	کہ بجہ زود ارنہ اژدرہات خورد
کسی مہربان نے تجھے خبردار کر دیا	کہ جلد بھاگ، ورنہ تجھے اژدہے نے کھایا

یعنی کسی مہربان نے تجھے آگاہ کیا کہ جلدی سے اٹھ ورنہ تجھے اژدہا نے کھالیا۔

تو بگوئی فال بد چون میزنی	فال چہ برجہ ببیں در روشنی
تو کہتا ہے کہ کیوں بدشگونی کرتا ہے	بدشگونی کیا ہوتی ہے، اٹھ روشنی میں دیکھ

یعنی تو کہتا ہے کہ کیوں فال بد مار رہا ہے (تو وہ ناصح کہتا ہے کہ) فال کیا ہوتی ہے اٹھ اور روشنی میں دیکھ لے (اور کہتا ہے کہ)

از میان فال بد من خود ترا	می رہانم می برم سوئے سرا
میں تجھے بدشگونی سے	چھڑا رہا ہوں گھر کی جانب لے جا رہا ہوں

یعنی ارے میں تو تجھے فال بد میں سے خود چھڑا رہا ہوں اور گھر کی طرف لے جا رہا ہوں (مولانا فرماتے ہیں کہ)

چون نبی آگہ کنندہ است از نہاں	کو بدید انچہ ندید اہل جہاں
نبی کی طرح جو ان پوشیدہ باتوں سے خبردار کرنے والا ہے	کیونکہ جو کچھ اس نے دیکھ لیا ہے دنیاداروں نے نہیں دیکھا ہے

یعنی یہ پوشیدگی سے آگاہ کرنے والا مثل نبی ہی کے ہے کہ اس نے دیکھ لیا ہے جو کہ اہل جہان نے نہیں دیکھا۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ اس ناصح نے اژدہا کو دیکھ لیا ہے اور اس سونے والے کو ڈرا رہا ہے اور وہ اس کو

www.besturdubooks.wordpress.com

فال بد خیال کرتا ہے۔اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام بھی کفار کو نار جہنم سے ڈرار ہے ہیں اور انہوں نے تو اس کو دیکھ رکھا ہے مگر کفار نے نہیں دیکھا لہذا یہ اس کو فال بد خیال کرتے ہیں آگے دوسری مثال ہے کہ۔

گر طبیبے گویدت غورہ مخور	کہ چنین رنج برآرد زود سر
اگر تجھ سے کوئی طبیب کہے کچا انگور نہ کھا	کہ فلاں مرض جلد سر ابھارے گا

یعنی اگر کوئی طبیب تم سے کہے کہ کچا انگور مت، اؤ اس لئے کہ ایسا رنج شور وشر پیدا کرتا ہے مطلب یہ کہ اس کے کھانے سے تکلیف زائد ہوگی۔

تو بگوئی فال بد چون میزنی	پس تو ناصح را موثم می کنی
تو کہے کہ بدشگونی کیوں کرتا ہے	تو تو ایک ناصح کو گنہگار ٹھہرا رہا ہے

یعنی تم کہو کہ فال بد کیوں مار رہے ہو تو تم ناصح کو گنہگار ٹھہرا رہے ہو مطلب یہ کہ اس طبیب سے یہ کہنا کہ جناب آپ مرض کا نام کیوں لیں یہ تو فال بد ہے ایسا ہے گویا کہ تم اس سے کہہ رہے ہو کہ گناہ کیوں کرتے ہو کہ مجھے نصیحت کرتے ہو آگے تیسری مثال ہے کہ۔

ور منجم گویدت امروز ہیچ	آنچناں کارے مکن اندر پسیچ
اگر کوئی نجومی تجھ سے کہے کہ آج کوئی	ویسا کام ارادہ سے نہ کرنا

یعنی اور اگر منجم تجھ سے کہے کہ آج ہرگز ایسے کسی کام کو قصد میں مت کرنا یعنی اس کا قصد مت کرنا۔

تا نگردی نادم و خاسر دران	زانکہ نیکو نیست روز امروز ہان
تا کہ تو اس کی وجہ سے شرمندہ اور محروم نہ بنے	کیونکہ آج اچھا دن نہیں ہے

یعنی تا کہ تم اس میں نادم اور خاسر نہ ہو اس لئے کہ آج کا دن اچھا نہیں ہے۔

صد رہ ار بینی دروغ اخترے	یک دوبارہ راست آید می خرے
اگرچہ تو سو طرح سے نجومی کا جھوٹ دیکھتا ہے	ایک دوبارہ سچ ہو جائے تو تو مان لیتا ہے

یعنی سو بار اگرچہ تو نے ستاروں کا جھوٹ ہونا دیکھ لیا ہے اور دو مرتبہ درست آتا ہے (مگر) تو خرید لیتا ہے۔

این نجوم ما نشد ہرگز خلاف	صحتش چون ماند از تو در غلاف
ہمارے ان ستاروں میں کبھی تخلف نہیں ہوا	ان کی صحت تجھ سے کیسے پوشیدہ ہے؟

یعنی یہ ہمارا نجوم کبھی خلاف نہیں ہوا تو اس کی صحت تجھ سے حجاب میں کس طرح رہ گئی۔ مطلب یہ کہ انبیاءؑ نے فرمایا نجومی تجھ سے کہتا ہے کہ اس کام کو مت کرنا ورنہ نقصان ہوگا اور سینکڑوں مرتبہ اس کا غلط ہونا تم کو معلوم ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

چکا ہے مگر وہ جو کہتا ہے کہ اس کو مانتے ہو اور ہمارا جو یہ نجوم ہے یہ کبھی بھی غلط نہیں ہوا مگر اس کو تم صحیح نہیں مانتے اور ہم جو کہتے ہیں کہ فلاں کام مت کرو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے تو اس کو غلط مانتے ہو یہ کیسے غضب کی بات ہے۔

آن طبیب و آن منجم از گمان	می کند آگاہ ما از خود عیان
وہ طبیب اور نجومی گمان کے ذریعے	خبر دیتے ہیں اور ہم مشاہدے سے

یعنی وہ طبیب اور وہ منجم تو گمان سے آگاہ کرتے ہیں اور ہم معائنہ سے۔ یعنی وہ انکل سے کہتے ہیں کہ نقصان ہوگا اور ہم تو اس نقصان کو دیکھ کر کہتے ہیں۔

دود می بینیم و آتش از کران	حملہ می آرد بسوئے منکراں
ہم دیکھتے ہیں کہ دھواں اور آگ ایک کنارے سے	منکروں پر حملہ آور ہے

یعنی ہم دھویں اور آگ کو ایک کنارہ سے دیکھ رہے ہیں کہ وہ منکرین پر حملہ کر رہی ہے (تو اس کو دیکھ کر ہم تم کو ڈراتے ہیں اور اس سے بچاتے ہیں)

تو ہمی گوئی خمش کن زین مقال	کہ زیاں ماست قال شوم فال
تو یہ کہتا ہے کہ ان باتوں سے چپ رہ	کیونکہ بدشگونی کی بات میں ہمارا نقصان ہے

یعنی تو کہتا ہے کہ اس بات سے چپ رہ کیونکہ فال بد کی بات ہم کو نقصان دیتی ہے (فرماتے ہیں کہ)

ایکہ نصح ناصحان را نشنوی	فال بد باتست ہر جا میروی
اے وہ کہ تو ناصحوں کی نصیحت نہیں سنتا ہے	تو جہاں جائے بدشگونی تیرے ساتھ ہے

یعنی اے شخص جو کہ ناصحوں کی نصیحت کو نہیں سنتا فال بد تو تیرے ساتھ ہے تو جہاں کہیں جاوے گا یعنی جہاں بھی تو جاوے گا فال بد تیرے ساتھ موجود ہوگی اس کی ایسی مثال ہے کہ۔

افعیے بر پشت تو بر می رود	اوز بامے بیندت آگہ کند
ایک اژدھا تیرے پیچھے دوڑ رہا ہے	وہ اس کو بالاخانہ سے دیکھ رہا ہے، خبردار کرتا ہے

یعنی ایک سانپ تیری پشت پر چل رہا ہے اور تو وہ (ناصح) ایک کوٹھی پر سے دیکھ کر تجھ کو آگاہ کرتا ہے۔

گوئیش خاموش تمکینم مکن	گویداو خوش باش خود رفت ایں سخن
تو اس کو کہتا ہے چپ رہ، مجھے غمگین نہ کر	وہ کہتا ہے، خوش رہ، بات ختم ہوئی

یعنی تو اس (ناصح) سے کہتا ہے کہ چپ رہ مجھے غمگین مت کر تو وہ کہتا ہے کہ اچھا خوش رہ اور یہ بات رفت گذشت ہوگئی یعنی جب اس نے تمہیں سانپ کی اطلاع کی تو آپ فرماتے ہیں کہ ایسی بات مت کہو رنج ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تو وہ کہتا ہے کہ بہتر ہے رہو اسی حالت میں ہمارا ہی کیا حرج ہے اب یہ بات تو ہو چکی اور تم اسی حالت میں رہے۔

چون زند افعی دہان بر گردنت	تلخ گردد جملہ شادی کردنت
جب اژدھا تیری گردن پر منہ مارے گا	تیری سب خوشیاں منانا تلخ ہو جائیں گی

یعنی جبکہ سانپ تمہاری گردن پر مارے گا تو تمہارا سارا خوشی کرنا تلخ ہو جاوے گا۔ یعنی تم جو کہتے تھے کہ مجھے غمگین مت کرو خوش رہنے دو اب وہ ساری خوشی نکلے گی۔

پس بدو گوئی ہمیں بودای فلاں	چوں نہ بدریدی گریبان در فغان
پھر تو اس سے کہے گا اے فلاں ! ٹھیک تھا	تو نے نالہ و فریاد سے گریبان چاک کیوں نہ کیا تھا؟

یعنی پھر تو اس سے کہتا ہے کہ ارے میاں کیا یہی تھا تو تم نے فغان میں گریبان کیوں نہ پھاڑ دیا۔

یاز بالایم تو سنگے می زدے	تا مرا از جد نمودے این بدے
یا اوپر سے تو میرے پتھر مارتا	تاکہ وہ کوشش یہ برائی مجھے دکھا دیتی

یعنی یا اوپر سے تو نے پتھر مارا ہوتا۔ تاکہ مجھے یہ بدی حد سے دکھاتا۔ مطلب یہ کہ اب اس سے کہتے ہو کہ میاں تم نے تو بڑی متانت سے کہا کہ تمہاری پشت پر سانپ ہے ارے میاں میرا گریبان پھاڑ ڈالتے یا اوپر ہی سے ایک پتھر مارتے تاکہ مجھے معلوم ہوتا کہ تو صحیح کہتا ہے میں تو سمجھا کہ یونہی کہہ رہے ہیں۔

او بگوید نے کہ می آزردہٗ	تو بگوئی نے کہ شادم کردہٗ
وہ کہے گا، کیونکہ تو رنجیدہ ہوتا تھا	تو کہے گا، تو نے (اب کیا) مجھے خوش کر دیا ہے

یعنی وہ کہتا ہے کہ نہیں تم آزردہ ہوتے تو تو کہتا ہے کہ نہیں (اب) مجھے تم نے شاد کیا ہے مطلب یہ کہ وہ کہتا ہے کہ نہیں بھلا میں کیسے عرض کرتا آپ کو اور زیادہ رنج ہوتا۔ تو تو کہتا ہے کہ اب مجھے آپ نے بہت خوش کیا ہے کہ جو سانپ سے کٹوا دیا۔

گفت من کردم جوانمردی و پند	تارہانم تر ازین خشک بند
اس نے کہا میں نے شرافت برتی اور نصیحت (کی)	تاکہ میں تجھے سخت قید سے رہائی دوں

یعنی ناصح نے کہا کہ میں نے تو جوانمردی اور نصیحت کی تاکہ میں تجھے اس قید سخت سے چھڑا دوں۔

از لئیمی حق آن نشناختے	مایۂ ایذا و طغیان ساختے
تو نے کمینہ پن سے اس کی قدر نہ کی	اس کو ایذاء اور سرکشی کا سرمایہ بنایا

یعنی لئیمی کی وجہ سے تو نے اس کا حق نہ پہچانا اور (اس کو) مایۂ ایذا و طغیان بنا لیا۔ (تو اب میں کیا کروں اور میری کیا خطا) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ انبیاء علیہم السلام نے جواب دیا کہ کم بختو تم فال بد نکالنے کا الزام ہم کو دیتے ہو فال بد کو تو خود تمہاری جان برابر مدد پہنچا رہی ہے۔ دیکھو اگر تم مخدوش حالت میں کسی مقام پر سو رہے ہو اور اژدہا تم کو ہلاک کرنے کے لئے تمہارے سر پر آ پہنچے اس وقت ایک مشفق تم کو مطلع کرے کہ ارے جلدی اٹھ ورنہ اژدھے نے تجھے کھالیا۔ اس پر تو کہے کہ میاں ایسی بری فال کیوں منہ سے نکالتے ہو تو وہ اس کا جواب یہی دے گا کہ ارے منحوس فال کیسی تو اٹھ اور روشنی میں دیکھ لے کہ میں سچ کہتا ہوں یا بدفال زبان سے نکال رہا ہوں۔ میں فال بد نہیں نکالتا بلکہ میں تو تجھے اژدھے سے چھڑا کر صحیح وسالم تیرے گھر پہنچانا چاہتا ہوں اور میں تجھ کو یوں ہی مطلع کرتا ہوں جس طرح ایک نبی جو ان مصائب کا مشاہدہ کرتا ہے جس کا اہل عالم مشاہدہ نہیں کرتے۔ اپنی امت کو ان مصائب سے مطلع کرتا ہے یا یوں سمجھو کہ اگر کوئی طبیب کہے کہ دیکھو کچے انگور نہ کھانا ورنہ فلاں بیماری زور کر جائے گی۔ اس پر تم کہو کہ حکیم صاحب آپ فال بد منہ سے کیوں نکالتے ہیں آپ کو ایسا نہ چاہئے تو یقیناً یہ ہوگا اور اس کو تم بھی مانتے ہو کہ تم ایک خیر خواہ کو خطاوار ٹھہرا رہے ہو غور تو کرو کہ اگر کوئی نجومی یہ کہے کہ دیکھو آج کسی کام کا ہرگز قصد نہ کرنا کیونکہ آج کا دن اچھا نہیں ہے ایسا نہ ہو کہ تم بعد کو پچھتاؤ اور نقصان اٹھاؤ تو وہاں تم یہ نہ کہو گے کہ آپ بدفال کیوں منہ سے نکالتے ہیں وہاں تو تمہاری حالت یہ ہوتی ہے کہ اگر تم سو مرتبہ نجومی کی غلط بیانی کا تجربہ کر چکے ہو اور ایک مرتبہ اس کی بات صحیح بھی ثابت ہوئی ہے تو تم اس کو قبول کر لیتے ہو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ جب ہماری پیشین گوئی ایک بھی غلط ثابت نہیں ہوئی تو پھر تم کو ہمارے قول کی صحت میں کیوں شک ہے اور اس کی صحت تم سے کیوں مخفی ہے طبیب اور منجم تو جو بیان کرتے ہیں محض ظن سے کہتے ہیں جس میں صحت اور غلطی دونوں کا احتمال ہے لیکن ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ مشاہدے کی بناء پر کہتے ہیں جس میں غلطی کا احتمال ہی نہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ دھواں اور آگ ایک طرف سے منکروں پر حملہ آور ہو رہی ہے مگر با ایں ہمہ تم کو طبیب ومنجم کی باتوں کا یقین ہوتا ہے اور ہم سے کہتے ہو کہ بس جی ایسی باتیں نہ کرو کہ یہ بدفالی کی باتیں ہیں اور ان سے ہم کو نقصان ہوتا ہے۔ دیکھو تم جو خیر خواہوں کی نصیحت نہیں سنتے اور اس کو بدفالی کہتے ہو یاد رکھو کہ وہ فال بد جہاں تم جاتے ہو تمہارے ساتھ ہوتی ہے اور ایک دن تم کو ایسا ضرر پہنچائے گی کہ تم سر پکڑ کر روؤ گے اور خیر خواہوں کی نصیحت کی قدر کرو گے فرض کرو کہ ایک سانپ تمہاری کمر پر چل رہا ہے ایک شخص کوٹھے پر سے دیکھتا ہے اور تمہیں مطلع کرتا ہے تم اسے کہتے ہو کہ بس جی چپ رہو خواہ مخواہ مجھے پریشان نہ کرو وہ شخص کہتا ہے کہ بہتر ہے اور بات رفت گذشت ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد سانپ تمہاری گردن میں کاٹتا ہے اور جبکہ وہ کاٹتا ہے تو تمہارے نشے ہرن ہو جاتے ہیں اور ہر خوشی تم کو بری معلوم ہوتی ہے اس وقت تم کہو گے کہ اے شخص تو ٹھیک کہتا تھا ارے تو ایک دفعہ نصیحت کر کے خاموش کیوں ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

رہا۔ تو نے نالہ وفریاد کر کے گریبان کیوں نہ پھاڑ لیا یا اوپر سے میرے پتھر کیوں نہ مارا تا کہ مجھے یہ برائی واقعی معلوم ہوتی۔ اور میں اس کو دل لگی نہ سمجھتا۔ اس پر وہ کہے گا کہ جی نہیں تم خواہ مخواہ پریشان ہوتے اس پر تم یہ ہی کہو گے کہ نہیں بلکہ میں بہت خوش ہوتا تب وہ یہ کہے گا کہ میں نے تو ایثار سے کام لیا تھا اور تم کو نصیحت کی تھی تا کہ تم کو اس سخت پھندے سے چھڑا دوں مگر تم نے اپنے پاجی پن سے اس کی قدر نہ کی اور اس کو تم نے تکلیف اور سرکشی کا ذریعہ بنا لیا۔ میرا کیا قصور ہے۔ پس تم انبیاء کی بالکل ایسی ہی حالت سمجھو ان کی بات مانو اور ان پر بدفالی کا الزام نہ لگاؤ۔

شرح شبّیری

ایں بود خوئے لئیماں دنے	بد کند باتو چو نیکوئے کنے
کمینہ لئیموں کی بھی عادت ہوتی ہے	جب تو نیکی کرے وہ تجھ سے بدی کرتے ہیں

یعنی کمینہ لئیموں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ تمہارے ساتھ برائی کریں جب تم نیکی کرو۔

نفس رازین صبری کن مخنیش	کہ لئیم ست و نسازد نیکوئیش
نفس کو صبر کے ذریعہ کمزور بنا	کیونکہ وہ کمینہ ہے بھلائی اس کے ساتھ ساز نہیں کرتی ہے

یعنی نفس کو اس صبر سے مخنی کر کیونکہ وہ لئیم ہے اس کو نیکی موافق نہیں ہے مطلب یہ کہ جب لئیموں کی عادت معلوم ہو گئی اور نفس لئیم ہے لہذا اس کے ساتھ برائی کرو اور اس کو مجاہدات و ریاضات میں کھینچو تب باز رہے گا آگے فرماتے ہیں کہ۔

با کریمے گر کنی احسان سزد	ہر یکے را او عوض ہفصد دہد
اگر تو شریف کے ساتھ احسان کرے تو مناسب ہے	وہ ہر ایک کا سات سو گنا بدلہ دے گا

یعنی اگر کسی کریم کے ساتھ احسان کرو تو لائق ہے کہ وہ ہر ایک کا سات سو بدلے دے گا یعنی ہمیشہ اس احسان کو مانے گا اور تمہارا شکر گزار رہو گا۔

بالئیمے چوں کنی قہر و جفا	بندہ گردد ترا بس باوفا
کمینہ پر جب تو ظلم اور قہر کرے گا	(وہ) تیرا باوفا غلام بن جائے گا

یعنی کسی لئیم کے ساتھ جب تو قہر و جفا کرے تو وہ تیرا غلام بہت باوفا ہو جاوے آگے اس کی ایک مثال ہے کہ

کافران کارند در نعمت جفا	باز در دوزخ ندا شان ربنا
کافر نعمت کی حالت میں جفا کاری کرتے ہیں	پھر دوزخ میں ان کی پکار "اے ہمارے رب" ہوتی ہے

یعنی کافر لوگ جو کہ نعمت میں تو جفا لاتے ہیں اور پھر دوزخ میں ان کی نداء یا ربنا ہو گی۔

کہ لئیمان در جفا صافی شوند	چون وفا بینند خود جافی شوند
کیونکہ کمینے ظلم میں مخلص بنتے ہیں	جب وفا دیکھتے ہیں جفا کرتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی لئیم لوگ جفا میں صافی ہو جاتے ہیں اور جب وفا دیکھتے ہیں تو خود جفا کرنے والے ہو جاتے ہیں مطلب یہ کہ دیکھو کافر دنیا میں نعمت میں رہتے ہیں تو ہمیشہ کفر میں رہتے ہیں اور جب دوزخ میں جاویں گے تو وہاں اللہ کو یاد کریں گے تو یہ اسی لئے ہے کہ چونکہ وہ لئیم ہیں احسان کے ساتھ تو کافر رہے مگر جب ان پر جفا ہوئی تو درست ہو گئے آگے ایک نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ماخلقت الجن والانس الالیعبدون تو جب غایت خلق عبادت ہے تو اس غایت کو ہر فرد بشر پر مرتب ہونا ضروری ہے تو ان میں سے بعض افراد تو وہ ہیں کہ جنہوں نے طوعاً قبول کر لیا اور ان پر یہ غایت مرتب ہو گئی جیسے کہ مومنین مگر بعض وہ ہیں کہ جنہوں نے یہاں نہ مانا اور اس غایت کا مرتب ہونا ضروری تھا تو حق تعالیٰ نے ان کے لئے دوزخ بنائی کہ وہ وہاں جا کر خدا کی یاد کریں گے اور دوزخ میں ان پر یہ غایت مرتب ہو گی اور ان کا معبدوہ بنے گی اب سنو کہ فرماتے ہیں کہ۔

حکمت دوزخ کے اس جہان میں اور زندان کی اس جہان میں پیدا کرنے کی یہ ہے کہ تا کہ وہ منکروں کا معبد بنے کیونکہ حکم ہے ائتیا طوعاً و کرہاً تو جو طوعاً نہ آوے اس کو اس کے ذریعہ سے کرہاً لایا جاوے گا

مسجد طاعات شان خود دوزخ است	پائے بند مرغ بیگانہ فخ است
ان کی مسجد اور اطاعتوں (کی جگہ) دوزخ ہے	بیگانہ پرند کے پاؤں کا پھندا جال ہے

یعنی ان (لئیموں) کی طاعات کی مسجد دوزخ ہے (کیونکہ) مرغ بیگانہ کا پائے بند جال ہوتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو پلا ہوا جانور تو مالک کے پاس خود آتا ہے اور جو بیگانہ ہوتا ہے اس کو جال میں گرفتار کر کے لاتے ہیں تو جو مومنین تھے وہ تو خود آ گئے اور جو بیگانے تھے ان کو دوزخ و زندان کے ذریعہ سے لایا جاتا ہے کہ دیکھا گیا ہے کہ اکثر زندان دنیوی میں جا کر بھی خدا کی یاد آ جاتی ہے تو کفار کو اس ذریعہ سے عبادت میں لگایا جاتا ہے۔

ہست زندان صومعۂ دزد لئیم	کاندر و ذاکر شود حق را مقیم
کمینے چور کا عبادت خانہ قید خانہ ہے	اس میں وہ ہمیشہ خدا کو یاد کرنے والا ہوتا ہے

یعنی قید خانہ دزد لئیم کا عبادت خانہ ہے کیونکہ وہ اس کے اندر ذاکر حق ہمیشہ کے لئے ہو جاتا ہے۔

چوں عبادت بود مقصود از بشر	شد عبادت گاہ گردنکش سقر
چونکہ انسان (کی پیدائش) سے مقصود عبادت ہے	متکبر کی عبادت گاہ دوزخ بنی

یعنی جبکہ عبادت ہی انسان سے مقصود تھی تو گردن کشوں کی عبادت گاہ دوزخ ہو گئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آدمی را ہست در ہر کار دست	لیک ازو مقصود این خدمت بدست
انسان کو ہر کام پر قدرت ہے	لیکن اس (کی پیدائش) سے (اصلی) مقصود عبادت ہے

یعنی آدمی کو ہر کام کی استعداد ہے لیکن اس سے مقصود یہی خدمت (عبادت) ہے۔

ما خلقت الجن والانس این بخوان	جز عبادت نیست مقصود از جہان
اس "انہیں پیدا کیا ہم نے جن و انسان کو" پڑھ	عبادت کے علاوہ دنیا میں (کوئی) مقصد نہیں ہے

یعنی ما خلقت الجن والانس لخ کو پڑھو کہ سوائے عبادت کے جہاں سے کچھ مقصود نہیں ہے مطلب یہ کہ انسان ویسے دنیا میں سارے کام کرتا ہے مگر اس کی پیدائش سے اصل مقصود عبادت ہی کرنا ہے اب دوسرے کام طبعاً کرتا ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ۔

گرچہ مقصود از کتاب آن فن بود	گر تو اش بالش کنی ہم می شود
اگرچہ کتاب کا مقصد وہ فن ہوتا ہے	اگر تو اس کا تکیہ بنا لے تو (یہ بھی) ہو سکتا ہے

یعنی اگرچہ مقصود کتاب سے وہی فن ہوتا ہے (جس کی وہ کتاب ہے) مگر جو تم اس کو تکیہ کرلو تو ہو سکتا ہے۔

لیک ازو مقصود این بالش نبود	علم بود و دانش و ارشاد و سود
لیکن اس کا مقصد یہ تکیہ (ہونا) نہ تھا	علم اور سمجھ اور ہدایت اور نفع تھا

یعنی لیکن اس کتاب سے یہ تکیہ بنانا مقصود نہ تھا (مقصود) علم اور دانش اور ارشاد اور نفع تھا (مگر تکیہ بنالیا تو بن ہی گیا۔ اسی طرح انسان اگر اور کام کرتا ہے تو وہ بھی ہو جاتے ہیں مگر اصل مقصود اس کو پیدا کرنے سے اس سے عبادت کرانا ہی تھا) آگے دوسری مثال ہے کہ۔

گر تو میخے ساختی شمشیر را	برگزیدی بر ظفر او بیر را
اگر تو تلوار کو کھونٹا بنا لے	تو نے کامیابی پر بدبختی کو ترجیح دی

یعنی اگر تو نے تلوار کو کھونٹا بنا لیا تو فتح پر ادبار کو قبول کر لیا یعنی جس سے کہ فتح ہوتی تو اس کو ایسے کام میں لایا کہ اس کو بیکار کر دیا۔ گویا کہ ادبار کو خرید لیا آگے فرماتے ہیں کہ۔

گرچہ مقصود از بشر علم و بدیست	لیک ہر یک آدمی را معبدیست
اگرچہ انسان (کی تخلیق) سے مقصود علم و ہدایت ہے	لیکن ہر شخص کی ایک عبادت گاہ ہے

یعنی اگرچہ مقصود انسان سے علم و ہدایت ہے لیکن ہر ایک آدمی کا ایک معبد ہے۔

معبد مرد کریم اکرمتہ	معبد مرد لئیم اسقمتہ
شریف انسان کی عبادت گاہ (مقام) اکرمتہ ہے	کمین انسان کی عبادت گاہ اسقمتہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مرد کریم کا معبد تو اکرمت ہے اور لئیم کا معبد استمہ ہے یعنی کریم کا اکرام کرو تو وہ اور شکر گزار ہو کر خوب کام کرے گا اور لئیم کو اگرچہ جوتے کے نیچے رکھو تب وہ کام کرتا ہے۔

مر لئیمان را بزن تا سر نہند	مر کریمان را بدہ تا بر دہند
کمینوں کو پیٹ تاکہ اطاعت کریں	شریفوں کو (انعام) دے تاکہ پھل دیں

یعنی لئیموں کو مارتا کہ اطاعت کریں اور کریموں کو دے تا کہ پھل دیں (تو جب ہر ایک کے لئے معبد دوسرا ہے تو پھر حق تعالیٰ نے دونوں کے لئے الگ الگ معبد بھی بنایا ہے)۔

لاجرم حق ہر دو مسجد یں آفرید	دوزخ آنہارا و ایںہارا آمزید
لامحالہ اللہ (تعالیٰ) نے دو مسجدیں بنائیں	ان کے لئے دوزخ اور ان کے لئے "مزید"

یعنی لامحالہ حق تعالیٰ نے دونوں مسجدیں پیدا فرمائیں دوزخ ان کے لیے اور ان کے لئے مزید یعنی اشقیا کے لئے تو دوزخ کو مسجد بنایا کہ وہ تو وہاں جا کر عبادت کریں گے اور کریموں کے لئے جنت کو جس میں ہر دم نعمت زیادہ ہے کہ وہ نعمت پا کر شکر گزار ہوں گے اور پھر عبادت حق اچھی طرح کریں گے آگے اس کی ایک نظیر بیان فرماتے ہیں کہ۔

ساخت موسیٰ قدس در باب صغیر	تا فرود آرند سر قوم زحیر
(حضرت) موسیٰ نے بیت المقدس میں چھوٹا دروازہ بنایا	تاکہ سرکش قوم سر جھکائے

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں ایک چھوٹا دروازہ بنایا تا کہ قوم سرکش سر نیچا کریں۔

زانکہ جباران بدند و سرفراز	دوزخ آن باب صغیرست و نیاز
کیونکہ وہ جبار اور متکبر تھے	دوزخ وہی چھوٹا دروازہ اور نیاز (مندی کی جگہ) ہے

یعنی اس لئے کہ وہ لوگ جبار تھے اور سر بلند تھے تو دوزخ وہی باب صغیر اور نیاز ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں ایک چھوٹا سا دروازہ بنایا تھا تا کہ جو لوگ سجدہ نہیں کرتے وہ اس میں آ کر جھکیں اور اس طرح ان کا سر جھکے تو اسی طرح حق تعالیٰ نے دوزخ کو بنایا ہے کہ جو لوگ یہاں خدا کی یاد نہیں کرتے وہ دوزخ میں جا کر خدا کو یاد کریں اور ما خلقت الجن والانس الخ کی غایت اس طرح ان پر مرتب ہو جائے آگے ایک مضمون بیان فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے جو ظالم اور جابر سلاطین پیدا کیے ہیں وہ اس لئے ہیں کہ جو لوگ خدا کے سامنے سرنگوں نہ ہوں وہ ان کے سامنے سر جھکا دیں اور ان کو بڑا سمجھ کر ان کی تعظیم کریں تو ان کا عجز معلوم ہو کہ خدا کے سامنے تو نہ جھکے بندوں کے آگے جھکنا پڑا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بیان میں اسکے کہ حق تعالیٰ نے بادشاہوں کی صورت کو ان جباروں کے مسخر ہونیکا سبب بنایا ہے جو کہ مسخر حق نہیں ہیں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے باب صغیر بیت المقدس میں جباران بنی اسرائیل کے جھکنے کے واسطے بنایا تھا کہ جب اس میں آویں تو عاجزی کریں اور حکم ہوا تھا کہ ادخلوا الباب سجدا و قولوا حطة الی آخرہ

آنچناں کہ حق زلحم و استخوان	از شہان باب صغیرے ساخت بان
اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے گوشت اور ہڈیوں سے	بادشاہوں کا چھوٹا دروازہ بنایا

یعنی اسی طرح حق تعالیٰ نے ہڈی اور گوشت کا بد بادشاہوں میں سے ایک باب صغیر بنایا ہے یعنی بادشاہوں کو ہڈی اور گوشت کا ایک باب صغیر بنایا ہے کہ جس طرح باب صغیر موسوی میں جبارین کو جھکنا پڑتا تھا اسی طرح جو خدا کے آگے نہ جھکیں ان کو ان بادشاہوں کے آگے جھکنا پڑتا ہے اب یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ بعض مرتبہ مقبولان حق اور مطیعین کو بھی تو بادشاہوں کے سامنے جھکنا پڑتا ہے تو پھر یہ غایت کہاں رہی۔ بات یہ ہے کہ یہ جو جھکتے ہیں تو کراہت کے ساتھ ان کو تعظیم مقصود نہیں ہوتی بخلاف ان جبارین کے کہ وہ ان کی تعظیم کے اعتبار سے جھکتے ہیں۔

اہل دنیا سجدۂ ایشان کنند	چونکہ سجدہ کبریا را دشمنند
دنیا دار ان کو سجدہ کرتے ہیں	کیونکہ وہ اللہ (تعالیٰ) کو سجدہ کرنے کے مخالف ہیں

یعنی اہل دنیا ان کو سجدہ کرتے ہیں چونکہ وہ حق تعالیٰ کو سجدہ کرنے کے دشمن ہوتے ہیں۔

ساخت سرگین دانگے محراب شان	نام آن محراب میر و پہلوان
ان کے لئے گوبر خانے کو محراب بنایا	اس محراب کا نام حاکم اور پہلوان ہے

یعنی حق تعالیٰ نے ایک گوہ دان ہے اس کو ان اشقیا کے لئے محراب بنایا ہے کہ وہاں جا کر یہ جھکتے ہیں اور اس گوہ دان کا نام امیر صاحب پہلوان صاحب وغیرہ وغیرہ ہے اور یہ سب اس لئے ہے کہ۔

لائق ایں حضرت پاکے نیند	نے شکرنے لیک در صورت نے اند
تم پاک دربار کے لائق نہیں ہو	پاک لوگ گنا ہیں تم صرف نرکل ہو

یعنی وہ (اشقیا) اس درگاہ پاک کے لائق نہیں ہیں نے شکر نہیں ہیں نے ہیں لیکن صورت میں نے ہیں یعنی صورت تو

www.besturdubooks.wordpress.com

انسانی ہے مگر حقیقت انسانی نہیں ہے۔

آن سگاں را ایں خران خاضع شوند	شیر را عارست کو را بگروند
یہ کمینے ان کتوں کے تابعدار ہوتے ہیں	شیروں کی توہین ہے کہ وہ اس کے گرویدہ ہوں

یعنی وہ کتے ان گدھوں کے مطیع ہوتے ہیں اور شیر کو تو عار آتی ہے کہ اس کے تابع ہوں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کی اطاعت کے یہ لوگ لائق نہ تھے تو ان سگان دنیا کے مطیع ہوئے۔

گربہ باشد شحنۂ ہر موش خو	موش کہ بود تاز شیران ترسداد
ہر موش خصلت کا کوتوال بلی ہوتی ہے	چوہا کس قابل ہے کہ وہ شیروں سے ڈرے

یعنی بلی ہر موش خصلت کی کوتوال ہوتی ہے چوہا کون ہوتا ہے جو کہ شیروں سے ڈرے یعنی دیکھو چوہا بلی سے تو ڈرتا ہے مگر شیر سے نہیں ڈرتا تو اسی طرح یہ اشقیا شاہان دنیا سے تو ڈرتے ہیں مگر حق تعالیٰ سے نہیں ڈرتے تو گویا موش خصلت ہیں۔

خوف ایشان از کلاب حق بود	خوف شان کے زآفتاب حق بود
ان کو اللہ (تعالیٰ) کے کتوں سے خوف ہوتا ہے	آفتاب حق سے انہیں ڈر کہاں ہوتا ہے

یعنی ان کو حق کے کتوں سے خوف ہوتا ہے اور آفتاب حق سے کب خوف ہوتا ہے (اس لئے کہ وہ آفتاب حق کی معرفت ہی نہیں رکھتے اس سے ڈریں کیا)

ربی الاعلیٰ ست ورد آن مہاں	رب ادنیٰ در خور ایں ابلہاں
سرداروں کا وظیفہ ربی الاعلیٰ ہے	رب ادنیٰ ان بیوقوفوں کے لائق ہے

یعنی ان سرداروں کا تو ورد ربی الاعلیٰ ہے اور ان بیوقوفوں کے لائق رب ادنی ہے یعنی یہ تو ان شاہان دنیوی ہی کے مطیع ہوتے ہیں اور اہل اللہ اللہ کے مطیع ہوتے ہیں۔

موش کے ترسد ز شیران مصاف	بلکہ آن آہو تگاں مشک ناف
جنگ کے شیروں سے چوہا کب ڈرتا ہے؟	بلکہ وہ آہو قدم مشک کی ناف والے (ڈرتے ہیں)

یعنی چوہا شیران جنگ سے کب ڈرتا ہے بلکہ وہ آہو قدم مشک ناف (ڈرتے ہیں اس لئے کہ چوہے کو شیر کی معرفت ہی نہیں ہے اور آہو کو معرفت ہے اسی طرح عارفین حق تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور ان کی اطاعت کرتے ہیں اور غیر عارف نہیں ڈرتا اور نہ اطاعت کرے)

روبہ پیش دیگ لیس ای کاسہ لیس	تش خداوند و ولی نعمت نویس
اے دیگ چاٹنے والے پیالہ چاٹنے والے کے پاس جا	تو اس کو آقا اور ولی نعمت لکھ

یعنی اے کاسہ لیس تو دیگ لیس کے پاس جا اور تو اس کو خداوند اور ولی نعمت لکھ یعنی اے دنیا دار تو دنیا دار ہی

کے پاس جا اور اس کی خوشامد کر۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

بس کن ار شرحے بگویم دور دست	خشم گیرد میر دہم داند کہ ہست
ختم کر اگر میں لمبی تفصیل کروں گا	حاکم غصہ کرے گا اور سمجھے گا کہ وہ (کچھ) ہے

یعنی بس کر اگر میں کوئی شرح طویل کہوں گا تو امیر غصہ ہو جاوے گا۔ اور جانے گا کہ کچھ ہے۔ مطلب یہ کہ اگر میں بہت کچھ شاہان دنیا کی مذمت کروں گا تو امیر صاحب خفا ہو جاویں گے اور دوسری خرابی یہ ہوگی کہ ان کو خیال ہوگا کہ ہم کچھ ہیں جب تو ہماری اس قدر ہجو کی جا رہی ہے اور ہماری شان کچھ ہے جب تو اس کو توڑا جا رہا ہے تو اس کو اپنے اوپر کچھ گمان ہو جاوے گا لہذا میں اس کو یہیں تک رکھتا ہوں اور آگے بیان نہیں کرتا۔

حاصل ایں آمد کہ بد کن اے کریم	بالئیماں تا نہد گردن لئیم
خلاصہ یہ نکلا کہ اے شریف ! برائی کر	کمینوں کے ساتھ تاکہ کمینہ اطاعت کرے

یعنی حاصل یہ ہے کہ اے کریم تم لئیموں کے ساتھ سختی کرو تاکہ لئیم اطاعت قبول کرے۔

بالئیم نفس چون احسان کند	چوں لئیماں نفس بد کفران کند
جب تو کمینے نفس کے ساتھ احسان کرے گا	تو وہ بدنفس کمینوں کی طرح کفران کرے گا

یعنی نفس لئیم کے ساتھ جب (کوئی) احسان کرے تو لئیموں کی طرح نفس بدناشکری کرتا ہے۔

زیں سبب بد کاہل محنت شاکرند	اہل نعمت طاغی اند و ماکرند
یہی سبب ہوا کہ محنتی شکرگزار ہیں	مالدار سرکش اور مکار ہیں

یعنی یہ سبب ہے کہ اہل محنت تو شاکر ہیں اور اہل نعمت طاغی ہیں اور ماکر ہیں یعنی چونکہ نفس لئیم مصیبت ہی میں درست رہتا ہے لہذا جو اہل مصیبت ہیں وہ تو شاکر ہیں اور جو اہل نعمت ہیں وہ طاغی ہیں اس لئے کہ۔

ہست طاغی بگلرزرین قبا	ہست شاکر خستہ و صاحب عبا
سردار زریں قبا والا سرکش ہے	خستہ (حال) اور گدڑی والا شکر گزار ہے

یعنی طاغی تو بڑے اور زریں قبا ہیں اور شاکر خستہ اور صاحب عبا ہیں۔ یعنی اکثر ایسا ہے ورنہ بہت سے وہ لوگ بھی ہیں کہ جس قدر نعمت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر وہ زیادہ شکر کرتے ہیں ان کو غرور وغیرہ نہیں ہوتا تو یہ حکم اکثری ہے کلی نہیں۔

شکر کے روید ز املاک و نعم	شکر می روید ز بلوا و سقیم
نعمتوں اور ملکیتوں سے شکر کہاں اگتا ہے؟	شکر ابتلاء اور بیماری سے اگتا ہے

یعنی شکر املاک و نعم سے کب اگتا ہے شکر تو بلاؤں اور بیماریوں سے جمتا ہے یعنی اکثر ایسا ہوتا ہے ورنہ بہت مرتبہ اس کے خلاف بھی ہوتا ہے کہ وہ نعمت کو دیکھ کر شکر کرتے ہیں آگے ایک صوفی کی حکایت لاتے ہیں کہ اس کو

کھونٹی پر دستر خوان پڑا ہوا دیکھ کر وجد ہوا تو لوگوں نے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ مجھے اس کو دیکھ کر یاد آیا کہ کبھی اس کے اندر روٹیاں ہوں گی تو دیکھئے اوپر جو کہا تھا کہ اہل محنت شاکر ہوتے ہیں تو یہ صوفی چونکہ مجاہدہ وریاضت کئے ہوئے تھا اس کو تصور نعمت پر وجد ہوا اب حکایت سنئے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کی سرکشی کا سبب یہ تھا کہ ان پر انعامات واحسانات کئے گئے کیونکہ پاجی لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب ان کے ساتھ نیکی کی جاتی ہے تو وہ اس کے عوض میں برائی کرتے ہیں جب یہ اصول معلوم ہوگیا تو دیکھو تمہارا نفس بھی پاجی ہے اور اس کو نیکی راس نہیں۔ پس تم اس کے ساتھ برائی کرنا اور مجاہدات سے اس کو نڈھال کر دینا اس وقت یہ مطیع ہوگا۔ احسان کریم کے موافق ہے نہ کہ لئیم کے۔ کریم کے ساتھ جب احسان کیا جاتا ہے تو وہ اس کا بدلا سات سونیکیوں سے کرتا ہے اور لئیم کی حالت اس کے برعکس ہے۔ اس پر جب سختی کی جاتی ہے اس وقت وہ وفادار غلام ہوتا ہے۔ دیکھو کافر لوگ نعمتوں کے اندر تو ظلم و ستم کرتے ہیں اور ہرگز اطاعت حق پر آمادہ نہیں ہوتے مگر جب دوزخ میں جائیں گے تو اس وقت ربنا ربنا پکاریں گے کیونکہ پاجیوں کی عادت ہے کہ وہ سختی ہی سے ٹھیک ہوتے ہیں اور جب ان کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے تو اکھڑ بن جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی عبادت گاہ دوزخ ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ وحشی جانور بدون جال کے قابو میں نہیں آتا۔ اور چور کی عبادت گاہ قید خانہ ہی ہوتی ہے۔ جہاں کہ وہ خدا کو ہر وقت یاد کرتا ہے۔ نیز چونکہ آدمی کی پیدائش کا مقصود اطاعت حق سبحانہ ہے اور کفار دنیا میں عبادت واطاعت کرتے نہیں لہذا ان کے لئے دوزخ کو عبادت خانہ بنایا گیا کہ اچھا تم وہاں عبادت نہیں کرتے تو یہاں کرو اس پر یہ شبہ نہ کرنا کہ آدمی تو ہر قسم کے کام کرتا ہے پھر یہ کیسے کہا گیا کہ اس کو عبادت ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے کیونکہ گو آدمی کو ہر کام میں دخل ہے لیکن سوائے طاعت کے اور کوئی کام مقصود اصلی نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے ماخلقت الجن والانس الالیعبدون اس کلام میں حق سبحانہ نے مقصود خلقت انسان کو منحصر فرمایا ہے۔ عبادت واطاعت میں پس معلوم ہوا کہ انسان کی خلقت سے عبادت کے سوا اور کوئی امر مقصود نہیں اور توضیح اس کی اس مثال سے ہوگی کہ کتاب سے مقصود علم ہے مگر بایں ہمہ وہ اور کام میں بھی آسکتی ہے۔ مثلاً اگر تم اس کو تکیہ بنالو تو بن جائے گی اگر اس سے روٹی پکالو تو پک جائے گی وغیرہ وغیرہ لیکن مقصود اس سے یہ نہیں کہ اس کو تکیہ بنایا جاوے بلکہ مقصود اصلی علم عقل ہدایت اور نفع خاص ہے۔ پس اگر کتاب سے وہ کام نہ لیا جاوے جس کے لئے وہ ہے بلکہ اس سے دوسرے کام لئے جاویں تو سراسر حماقت ہے علیٰ ہذا تلوار کا مقصود اصلی اپنی حفاظت ہے اور اس کے ساتھ ہی کھونٹے کا کام بھی دے سکتی ہے۔ پس اگر تم اس کو کھونٹا بنالو تو گویا کہ فتح کے مقابلہ میں تم نے بدبختی کو ترجیح دی اور

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کو اختیار کیا اس سے معلوم ہو گیا کہ انسان سے مقصود عبادت ہے اور مع ہٰذا وہ دوسرے کام بھی کر سکتا ہے لیکن اس کا دوسرے کاموں میں منہمک ہونا اس کی بدبختی ہے اب ہم کہتے ہیں کہ گو مقصود خلقت انسان سے معرفت حق سبحانہ اور اطاعت ہے لیکن ہر قسم کے آدمی کے لئے ایک جداگانہ معبد ہے بھلے آدمیوں کا معبد تو محل وانعام واکرام ہے اور پاجیوں کا معبد محل تکلیف۔ کیونکہ یہ عام قاعدہ ہے کہ اگر پاجیوں سے اطاعت کرانا ہو تو ان کو خوب مارنا چاہئے تا کہ وہ مطیع ہو جاویں اور اگر بھلے مانسوں سے کام لینا ہو تو ان پر انعام واکرام کرنا چاہئے تا کہ وہ کام دیں۔ اسی اصول کی بناء پر حق سبحانہ نے دو مسجدیں بنائیں ایک دوزخ جو کافروں کے لئے ہے اور دوسری جنت جو مصداق ولدینا مزید اور عبادت گاہ مومنین ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں ایک کھڑکی بنائی تھی تا کہ ذلیل لوگ اس میں جھکیں کیونکہ یہ لوگ متکبر ومغرور تھے۔ حق سبحانہ کے سامنے سر جھکانے سے ان کو عار تھی۔ اس لئے ان کے سریوں جھکوائے گئے پس دوزخ کو بھی اسی کھڑکی کی مثل اور محل خضوع سمجھو وہ باب صغیر دوزخ ایسا ہی ہے جیسے کہ دنیا میں بادشاہوں کے گوشت اور ہڈیوں کی ان کے لئے کھڑکی بنائی گئی ہے۔ کیونکہ جب اہل دنیا حق سبحانہ کو سجدہ کرنے کے مخالف ہیں تو ان سے بادشاہوں کے سامنے سجدہ کرالیا گیا اور گوہ دانوں کو ان کی محراب عبادت بنایا گیا۔ جس کا لقب دنیا میں معزز اور بہادر وغیرہ ہے کیونکہ یہ کمبخت ناپاک اس درگاہ پاک کے قابل نہیں ہیں کہ وہاں سجدہ کریں اس لئے ان کی محراب بھی ویسی ہی تجویز کی گئی جیسے یہ خود تھے یعنی گوہ دان اور گوہ کے تھیلے یہ کتے اہل دنیا گدھوں کے سامنے تو ذلت اختیار کرتے ہیں مگر حق سبحانہ کی اطاعت سے ان کو عار آتی ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ چوہا بلی سے ڈرتا ہے اور شیر سے نہیں ڈرتا۔ حالانکہ دونوں میں کوئی بھی نسبت نہیں یوں ہی یہ لوگ بھی حق سبحانہ کے کتوں (اہل دنیا) سے تو ڈرتے ہیں مگر حق سبحانہ سے جو کہ آفتاب حقیقی ہیں نہیں ڈرتے بلکہ ان سے اہل اللہ ڈرتے ہیں چنانچہ وہ سردار تو ربی الاعلیٰ کہتے ہیں یعنی جو سب سے اعلیٰ ہے وہ میرا پروردگار ہے اور یہ احمق ان کی ضد ہیں کہ بزبان حال ربی الادنی کہتے ہیں یعنی ذلیلوں کو معبود بناتے اور ان کی پرستش کرتے ہیں اور ہر ایک کا طریق اس کے موافق ہے کیونکہ کفار خست ودناءت میں چوہے کی مثل ہیں اس لئے وہ حق سبحانہ سے نہیں ڈرتے جس طرح چوہا شیران جنگی سے نہیں ڈرتا اور اہل اللہ اپنی پاکیزگی اور عمدگی میں آہو مشک کے مثل ہیں اس لئے وہ حق سبحانہ سے ڈرتے ہیں جس طرح آہوئے مشک شیر سے ڈرتا ہے اب مولانا کفار کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ او پیالہ چاٹنے والو حق سبحانہ کے دربار میں تمہارا کچھ کام نہیں تم ہانڈی چاٹنے والوں ہی کے پاس جاؤ اور انہیں کو خداوند اور ولی نعمت لکھو وہ تمہارے مناسب اور تم ان کے مناسب۔ گوشت خردندان سگ اب مولانا متنبہ ہو کر فرماتے ہیں کہ بس جی اس کو ختم کرو کیونکہ اگر میں مفصل شرح کروں گا تو معزز حضرات خفا ہوں گے کہ ہماری توہین کرتے ہیں (یہ فقرہ بطور ظرافت کے ہے نہ کہ بوجہ خوف کے) اور سمجھیں گے کہ ہم بھی کچھ ہیں تب ہی تو یہ ہماری طرف متوجہ ہیں گو برائی ہی کے ساتھ ہیں خلاصہ مقصد یہ ہے کہ پاجیوں کو مطیع کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ ان کے ساتھ برائی کی جاوے تا کہ وہ مطیع ہوں۔ پس نفس کے ساتھ کبھی سکوت نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ جب کوئی اس پاجی کے ساتھ احسان کرتا ہے تو وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

پاجیوں کی طرح ناشکری کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ مبتلائے تکالیف لوگ شاکر ہیں اور خوش عیش لوگ سرکش اور مکار ہیں۔ معزز طبقہ کے خوش پوشاک لوگ سرکش ہیں اور کمبل پوش خستہ حال شکرگزار۔ کیونکہ ریاست اور نعمتوں سے شکر پیدا نہیں ہوتا بلکہ شکر سختی اور تکلیف سے پیدا ہوتا ہے (یاد رکھو کہ یہ حالت اہل نفس لوگوں کی ہے نہ کہ اہل اللہ کی جو نفس کا خاتمہ کر چکے ہیں چنانچہ خود ہماری تقریر سے واضح ہے پس اہل اللہ کے حال سے شبہ نہ ہونا چاہئے)

شرح شبّیری

ایک صوفی کا عشق خالی دستر خوان پر جو کہ کھانے سے خالی تھا

صوفئے بر میخ روزے سفرہ دید	چرخ میزد جامہارا می درید
ایک صوفی نے ایک دن کھونٹی پر دسترخوان دیکھا	رقص کرتا تھا اور کپڑے پھاڑتا تھا

یعنی ایک صوفی نے کھونٹی پر ایک دسترخوان دیکھا تو چکر کرنے لگا اور کپڑے پھاڑنے لگا یعنی اس کو وجد ہو گیا۔

بانگ میزد نک نوائے بینوا	قحط ہاؤ درد بارانک دوا
چلاتا تھا یہ بے سامان کا سامان ہے	یہ قحطوں اور دردوں کی دوا ہے

یعنی آواز دیتا تھا کہ یہ بے نوایوں کا توشہ ہے اور قحط اور دردوں کی یہ دوا ہے۔

چونکہ درد و سوز او بسیار شد	ہر کہ صوفی بود با او یار شد
جب اس کا درد اور سوزش بڑھی	جو بھی صوفی تھا اس کا ساتھی ہو گیا

یعنی جبکہ درد و سوز اس کا زیادہ ہوا اور جو کوئی صوفی تھا اس کے ساتھ یار ہو گیا یعنی جس قدر صوفی تھے وہ بھی اس کی حالت کو دیکھ کر اس کے شریک ہو گئے اور وہ بھی وجد کرنے لگے۔

کخ کخے وہا و ہوئے می زدند	تاکہ چندیں مست و بیخودی شدند
قہقہ اور نعرے مارتے تھے	یہاں تک کہ بہت زیادہ مست و بیخود ہو جاتے تھے

یعنی قہقہہ اور ہائے ہو کر رہے تھے یہاں تک کہ خوب مست و بیخود ہو گئے۔

بوالفضولے گفت صوفی را کہ چیست	سفرہ آویختہ از نان تہی است
ایک لغو انسان نے صوفی سے کہا یہ کیا ہے؟	لٹکا ہوا دستر خوان روٹی سے خالی ہے

یعنی ایک بوالفضول نے صوفی سے کہا کہ کیا ہے ایک دستر خوان روٹی سے خالی لٹکا ہوا ہے یعنی ایک آدمی نے کہا کہ میاں دستر خوان لٹکا ہوا ہے اس پر وجد کیسا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت رو رو نقش بے مغیستے	تو بجو مستی کہ عاشق نیستی
اس (صوفی) نے کہا جا' جا تو بے روح تصویر ہے	تو ہستی کی تلاش کر' کیونکہ تو عاشق نہیں ہے

یعنی صوفی نے کہا کہ جا جا کر تو نقش بے معنی ہے تو مستی کو تلاش کر اس لئے عاشق نہیں ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ مولانا نے اوپر بیان کیا تھا کہ شکر ریاست اور نعمت سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ مصیبت اور تکلیف سے پیدا ہوتا ہے اس کی تائید میں ایک قصہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی صوفی نے کھونٹی پر دستر خوان پڑا ہوا دیکھا۔ اس کو دیکھتے ہی اس پر وجد کی حالت طاری ہوگئی اور اس نے ناچنا اور کپڑے پھاڑنا شروع کیا۔ اور کہنے لگا کہ ارے یہ مفلسوں کی دولت ہے اور بھوک اور تکلیف کا علاج ہے جبکہ اس کا درد وسوز زیادہ بڑھا تو جو وہاں اور صوفی تھے ان پر بھی وہی حالت طاری ہوگئی اور وہ بھی اس کے ساتھ وجد میں شریک ہو گئے یہ قہقہے لگاتے اور ہاؤ ہو کرتے رہے حتیٰ کہ بیحد مست اور بیخود ہو گئے کسی بیہودہ پیٹ بھرے نے کہا کہ ارے بات کیا ہے جو تم اتنے خوش ہو رہے ہو ایک دستر خوان پڑا ہوا ہے جس میں روٹی دوٹی کچھ بھی نہیں۔ صوفی نے جواب دیا کہ جا لمبا بن تو ایک بے معنے تصویر ہے تو محض غافل ہے اور عاشق نہیں ہے ہم تجھے اس کا راز کیونکر سمجھائیں یہ تو اجمال ہے اس کی تشریح دو طرح سے ہو سکتی ہے ایک تو یہ کہ صوفی لوگ بھوکے تھے اس لئے وہ روٹی کے طالب' اور قدر دان تھے اور شدت گرسنگی سے یہ کیفیت ان کی اس قدر ترقی کر گئی تھی کہ روٹی دیکھنا یا کھانا تو درکنار روٹی کے ظرف کو دیکھنے میں بھی لطف آتا تھا اور چونکہ وہ نعمت الٰہی کے قدر دان تھے اور نعمت کی قدر کرنا بھی شکر ہے اس لئے وہ شاکر تھے اور اس شکر کا منشا ان کی تکلیف اور مصیبت تھی برخلاف اس کے دوسرا شخص چونکہ عیش میں تھا اس لئے وہ مبتلائے غفلت تھا اور روٹی کی قدر اس کے دل میں نہ تھی اس لئے وہ ان پر ہنستا تھا اور قدر نہ کرنے کے سبب ناشکر تھا۔ وھذا ھو الظاہر۔ دوسری صورت یہ ہے کہ صوفی طالب حق تھا اور دستر خوان کے خالی ہونے سے اسے اس لئے خوشی ہوئی کہ اس کا خالی ہونا مناسب ہے۔ بھوک کے اور بھوک ذریعہ ہے حصول غذائے روحانی کا اور علاج ہے امراض روحانیہ کا اور تغذی و شفائی روحانی مطلوب ہے تو خلوی سفرہ ذریعہ ہوا مطلوب کا اور جس طرح مطلوب لذت بخش ہے یوں ہی ذریعہ مطلوب بھی لذت بخش ہے اس لئے ان کو خالی دستر خوان دیکھنے سے خوشی ہوئی اور معترض چونکہ غیر طالب حق تھا اس لئے اس نے ان کی حرکت کو لغو سمجھا اور اعتراض کر دیا اس پر صوفی نے جواب دیا کہ تو عاشق حق سبحانہ نہیں ہے اس لئے تجھے دستر خوان کے خالی ہونے کی قدر نہیں اور تو نہیں جانتا کہ یہ کس مطلوب کے حصول کا ذریعہ ہے اس واقعہ سے بھوک کی فضیلت اور اس کا موصل الی اللہ ہونا ظاہر ہوا اور سیری کا نقص اور اس کا مانع وصول ہونا ثابت ہوا اور بھوک از جملہ مصائب ہے اور سیری از قبیل نعم۔ پس ثابت ہوا کہ نعم مانع شکر نہیں اور مصائب باعث شکر

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

عشق نان بے نان غذائے عاشق است	بند ہستی نیست ہر کو صادق است
عشق جو روٹی ہوتے ہوئے روٹی ہی عاشق کی غذا ہے	جو صادق ہے وہ وجود کا پابند نہیں ہے

یعنی عشق روٹی کا بے روٹی کے غذا عاشق کی ہے اور جو صادق ہے وہ مقید ہستی نہیں۔ مطلب یہ کہ چونکہ تو عاشق نہیں ہے لہذا تو اس کو ڈھونڈھ کہ روٹی ہے یا نہیں ہم کو تو تصور کافی ہے ہم کو اس محسوس کی ضرورت نہیں ہے بلکہ بے اس نان محسوس کے ہم کو غذا ملتی ہے اصل میں معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس صوفی نے جو دستر خوان دیکھا اور اس سے ذہن غذائے محسوس کی طرف منتقل ہوا اس غذائے محسوس سے غذائے معنوی کی طرف ذہن منتقل ہو گیا بس اس پر وجد کر رہا تھا اور صوفیہ معنویات کو عدم سے تعبیر کر دیا کرتے ہیں اور وہ عدم اضافی ہوتا ہے نہ کہ حقیقی تو ان کا یہ کہنا کہ تم مستی کو تلاش کرو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس مستی محسوس کو ڈھونڈو۔ ہم کو اس کی ضرورت نہیں ہم کو مستی معنوی جس کو عدم سے تعبیر کیا جاتا ہے کافی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

عاشقاں را کار نبود از وجود	عاشقاں را ہست بے سرمایہ سود
عاشقوں کو وجود سے واسطہ نہیں ہوتا ہے	عاشقوں کا نفع بغیر سرمایہ کے ہوتا ہے

یعنی عاشقوں کو وجود (محسوس) سے کام نہیں ہے عاشقوں کو بے سرمایہ (محسوس) کے نفع ہوتا ہے۔

بال نے وگرد عالم می پرند	دست نے دگوز میداں می برند
پر نہیں ہیں اور عالم کے چاروں طرف اڑتے ہیں	ہاتھ نہیں ہے اور میدان سے گیند لے جاتے ہیں

یعنی بازو (محسوس) نہیں ہے اور عالم کے گرد اڑتے ہیں۔ ہاتھ (محسوس) نہیں ہیں اور گیند میدان سے لے جاتے ہیں (اس لئے کہ ان کی سیر اور ان کی ترقی تو معنوی ہوتی ہے اس کے لئے ان محسوسات کی ضرورت ہی نہیں ہوتی) آگے اس کی ایک نظیر لاتے ہیں کہ۔

آن فقیرے کو ز معنی بوئے یافت	دست بریدہ ہمی زنبیل بافت
وہ فقیر جس نے حقیقت کی خوشبو حاصل کر لی	ہاتھ کٹا ہوا ہونے پر جھولی بنتا تھا

یعنی وہ فقیر جس نے کہ بو معنی سے پائے ہاتھ کٹے ہوئے بھی زنبیل بنتا تھا (تو دیکھئے ان کو اس دست محسوس کی ضرورت نہ تھی ان کے لئے دست معنوی موجود تھا)

عاشقاں اندر عدم خیمہ زدند	چوں عدم یک رنگ و نفس واحدند
عاشقوں نے عدم میں خیمہ لگایا ہے	عدم کی طرح یکساں اور ایک جان ہو گئے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی عاشق لوگ عدم میں خیمہ لگاتے ہیں اور مثل عدم کے یک رنگ اور نفس واحد ہیں۔ مطلب یہ کہ جو عاشق ہیں ان کو اس ہستی محسوس کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ اس ہستی معنوی کے محتاج ہوتے ہیں جس کو کہ عدم سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کے اعتبار سے وہ عدم کی طرح یک رنگ ہوتے ہیں کہ جس طرح عدم میں باعتبار وجود کے تشتت نہیں ہے بلکہ نسبۃً کم ہے اسی طرح ان کے اندر بھی تشتت اور اختلاف نہیں رہتا اگرچہ تشخصات مختلف ہوتے ہیں مگر اختلاف اور تشتت نہیں ہوتا۔ اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ آپ کو ہی معلوم ہوتا ہوگا ہم کو تو کچھ لطف نہیں آتا تو آگے مثالوں سے اس استبعاد کو دور فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یہاں سے مولانا کا کلام شروع ہوتا ہے اور وجہ ربط یہ ہے کہ اوپر چونکہ عاشق کی ایک حیرت انگیز صفت بیان کی تھی جو غیر عاشقوں کے خلاف تھی یعنی دسترخوان میں باوجود روٹی نہ ہونے کے اس کو دیکھ کر خوش ہونا لہٰذا یہاں سے مولانا عاشق الٰہی کے حیرت انگیز اور اس کے ساتھ مخصوص صفات کو گناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ واقعی عاشقوں کے اوصاف غیر عاشقوں کی صفات سے ممتاز اور حیرت انگیز ہوتے ہیں چنانچہ ایک صفت ان کی یہ ہے کہ جو دوسروں میں نہیں کہ ان کی غذا عشق ہے جس کو غذا ہونے کے اعتبار سے روٹی اور نفس الامر کے لحاظ غیر نان کہا جا سکتا ہے (اس توجیہ پر عشق نان بے نان ترکیب اضافی نہ ہوگی اور نان بے نان کنایہ جوع سے نہ ہوگا بلکہ نان بے نان صفت ہوگی عشق کی۔ اے عشقے کہ او بوجہے نان است و باعتبارے غیر نان۔ اور اس توجیہ سے محشین کی توجیہ کا بے لطف بلکہ غیر صحیح ہونا ظاہر ہو جاوے گا کیونکہ اس وقت معنے یہ ہوں گے کہ عاشق خدا کی غذا بھوک کا عشق ہے ولا یخفی سخافتہ) اور دوسری صفت یہ کہ وہ صادق ہیں اور جو صادق ہوتے ہیں وہ ہستی میں محبوس نہیں ہوتے لہٰذا ان کو وجود سے خواہ اپنا ہو یا غیر کا کچھ کام نہیں وہ تو نیستی اور فنا چاہتے ہیں اور نیستی ہی سے ان کو دولت وصال ہاتھ آتی ہے تو گویا کہ ان کو بے مال کے نفع ملتا ہے یہ ایک عجیب بات ہے اور دیکھو ان کے بازو نہیں ہوتے مگر عالم کا چکر لگاتے ہیں یعنی اپنے کشف سے عالم کی حالت معلوم کرتے ہیں نیز ان کے ہاتھ نہیں ہوتے مگر میدان سے گیند اڑا لے جاتے ہیں (یعنی وصال محبوب سے کامیاب ہو کر دوسروں پر سبقت لے جاتے ہیں اور کوئی حیلہ و تدبیر ذاتی نہیں رکھتے کیونکہ فانی ہوتے ہیں اور خودی کو مٹا چکتے ہیں یہ جو کچھ کرتے ہیں اپنے کو حق سبحانہ کا تابع بنا کر کرتے ہیں) عام محسوسات میں بھی تم کو اس کی نظیر ملے گی دیکھو وہ فقیر شیخ اقطع جن کو معنی اور حقیقت کا پتہ لگ گیا تھا بدون ہاتھ کے زنبیل بنتے تھے پس بلا ہاتھ کے گیند اڑا لے جانا بہت ہی قریب فہم ہو گیا اور دیکھو چونکہ عشاق ہستی کو فنا کر کے نیستی میں سکونت اور بود و باش اختیار کرتے ہیں اس لئے عدم کی صفت حاصل کر لیتے ہیں اور جس طرح اعدام میں تمایز نہیں ہوتا یونہی یہ بھی سب ایک رنگ اور مثل ایک جان

www.besturdubooks.wordpress.com

کے ہوتے ہیں یعنی چونکہ ان کے اغراض و مقاصد میں اختلاف نہیں ہوتا جو کہ منشا تفرق ہے اس لئے سب ایک جان دو قالب ہوتے ہیں۔ (تنبیہ قولہ عشق نان بے نان غذائے عاشق است میں یہ بھی احتمال ہے کہ مقولہ صوفی ہو اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ ہم تو روٹی کے عاشق ہیں اور ہماری غذا تو روٹی کا عشق ہے نہ کہ روٹی پس ہم کو اس کے تصور میں بھی مزہ آتا ہے اور اس کے ظرف کو دیکھ کر بھی ہم آپ میں نہیں رہتے اس لئے تیری غذا روٹی ہے اور تو ہستی نان چاہتا ہے اور نیستی سے تجھ پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ یہ تقریر صوفی بر منخ الخ زجوان اشعار کے متصل پیشتر شرح ہو چکے ہیں) کی مذکورۂ بالا دو توجیہوں میں سے پہلی توجیہ کی مؤید ہے۔)

شرح شبّیری

شیر خوارہ کے شناسد ذوق لوت	مر پری را بوئے باشد لوت پوت
دودھ پیتا بچہ' کھانوں کا ذائقہ کب پہچانتا ہے	پری کے لئے خوشبو اقسام کا کھانا ہوتا ہے

یعنی شیر خوار بچہ غذا کا ذوق کب پہچانتا ہے اور جن کی بو ہی غذا ہوتی ہے (مشہور ہے کہ جنات کا غذاؤں کی بو سونگھ کر پیٹ بھر جاتا ہے تو مولانا بناء علی المشہور فرما رہے ہیں) مطلب یہ ہے کہ دیکھو بچہ کو غذا کے مزہ کی خبر نہیں ہوتی اسی طرح جن خوشبو سے غذا حاصل کر سکتا ہے اور تم نہیں کر سکتے تو اس طرح اگر اس کو بھی تم نہ سمجھ سکو اور اہل اللہ سمجھ لیں تو کیا استبعاد ہے آگے خود فرماتے ہیں کہ۔

آدمی کے بو برد از بوئے او	چونکہ خوئے اوست ضد خوئے او
آدمی اس خوشبو کا سراغ کب پا سکتا ہے	کیونکہ اس کی عادت اس کی عادت کے خلاف ہے

یعنی آدمی کب بو لے جاتا ہے اس کی بو سے جبکہ خو اس کی ضد ہے اس کی خو کا مطلب یہ کہ جس طرح کہ جن بو سے غذا حاصل کر لیتے ہیں تو اس کی تم کو ہوا بھی نہیں لگ سکتی اس لئے کہ تمہاری خاصیت اور ہے اور ان کی خاصیت اور ہے۔

یابد از بوئے آن پری بوئے کش	تو نیابی آن ز صد من لوت خوش
پری اس کی خوشبو سے ایسی راحت حاصل کرتی ہے کہ اس کو	تو سو من اچھی خوراک سے نہیں پا سکتا ہے

یعنی وہ جن بو کا کھینچنے والا بو سے وہ چیز پالیتا ہے کہ تم سو من عمدہ غذا سے بھی نہیں پا سکتے (اس لئے کہ تم تو بے کھائے ہوئے اس سے متمتع نہیں ہو سکتے اور وہ صرف بو سونگھ کر اس سے متمتع ہو سکتے ہیں اسی طرح اگر اہل اللہ ایک چیز سے غذا حاصل کر سکیں اور تم نہ کر سکو تو اس میں استبعاد ہی کیا ہے) آگے ایک اور مثال فرماتے ہیں کہ۔

پیش قبطی خون بود آن آب نیل	آب باشد پیش سبطی جمیل
قبطی کے لئے نیل کا پانی خون ہے	اچھے سبطی کے لئے پانی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی قبطی کے آگے تو آب نیل خون ہو جاتا ہے اور سبطی جمیل کے سامنے وہ پانی ہوتا ہے (تو دیکھو ایک کے لئے خون اور ایک کے لئے پانی)

جادہ باشد بحر ز اسرائیلیان	غرقہ گہ باشد ز فرعون عوان
دریا اسرائیلیوں کے لئے راستہ ہوتا ہے	ظالم فرعون کے لئے ڈوبنے کی جگہ ہوتا ہے

یعنی دریا اسرائیلیوں کے لئے تو راستہ ہو جاتا ہے اور فرعون عوان کے لئے غرق کی جگہ ہو جاتی ہے۔

باد بد بر عادیاں گرز و تبر	لیک بد بر ہود و بر قومش ظفر
ہوا قوم عاد پر گرز اور کلہاڑا تھی	لیکن حضرت ہودؑ اور ان کی قوم کے لئے فتح تھی

یعنی ہوا عادیوں کے لئے تو گرز و تبر ہو گئی تھی لیکن ہود اور ان کی قوم کے لئے فتح ہو گئی (کہ ان کے اعداء کو ہلاک کیا۔)

گلستاں باشد برابراہیم نار	لیک بر نمرود باشد زہر مار
آگ (حضرت) ابراہیمؑ پر چمن ہوتی ہے	لیکن نمرود پر سانپ کا زہر ہوتی ہے

یعنی آگ ابراہیم علیہ السلام پر تو گلستان ہو جاتی ہے لیکن نمرود پر زہر مار ہوتی ہے۔

بر سمندر باشد آتش خاندان	لیک باشد بر دگر مرغان زیان
سمندر پر آگ خاندان ہوتی ہے	لیکن دوسرے پرندوں کے لئے تباہی ہوتی ہے

یعنی سمندر پر تو آگ گھر ہوتی ہے لیکن دوسرے جانوروں کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے (تو دیکھو ایک شے ایک کے لئے مضر اور دوسرے کو نافع تو اسی طرح اہل اللہ کو وہ اشیاء معنوی کارآمد ہوتے ہیں اور وہ ان محسوسات کے محتاج نہیں ہوتے اور تم کو یہ میسر نہیں ہے)

نزد عاشق درد و غم حلوا بود	لیک حوا بر خسان بلوا بود
عاشقوں کے لئے درد اور غم حلوا ہوتا ہے	لیکن کمینوں کے لئے حلوا مصیبت ہوتا ہے

یعنی عاشق کے لئے درد و غم حلوا ہوتا ہے لیکن خسوں پر یہی حلوا بلوا ہو جاتا ہے آگے اسی کی تائید میں ایک حکایت لاتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اب مولانا عشاق کے احوال عجیبہ سے استبعاد کو دور فرماتے ہیں اور معترض کے اعتراض کی بیہودگی ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر چیز اور ہر شخص کے لئے کچھ مناسبات ہوتے ہیں سو وہ اپنی مناسب اشیاء سے واقف ہوتا ہے اور دوسروں کے مناسبات سے ناواقف۔ اسی لئے وہ دوسروں کی باتوں پر اعتراض کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مثلاً بچہ کی غذا دودھ ہے اس لئے وہ نہیں جانتا کہ لذیذ کھانوں میں کیا مزہ ہے اور پری کی غذا محض بو ہے تو آدمی جس کی غذا اجسام ہیں وہ کیسے جان سکتا ہے کہ بو بھی غذا ہو سکتی ہے کیونکہ اس کی طبیعت اور ہے اور پری کی اور۔ اور دیکھو آب نیل قبطی کے لئے خون ہے اور سبطی کے لئے پانی۔ دریا اسرائیلیوں کے لئے رہگذر ہے اور فرعون کے لئے محل غرق۔ آندھی عاد کے لئے گرز و تبر کی طرح مہلک ہے اور ہود اور ان کی قوم کے لئے آلہ فتح۔ آگ ابراہیمؑ کے لئے گلستان ہے اور نمرود کے لئے سانپ کے زہر کی طرح مہلک۔ آگ سمندر کا گھر ہے اور دوسرے جانوروں کے لئے موجب ضرر علیٰ ہذا عاشق کے لئے درد و غم حلوا ہوتے ہیں اور نالائقوں کے لئے حلوا بھی مصیبت ہے کہ ان کا حلوا کھاتے منہ دکھتا اور کھچڑی کھاتے پہنچا اترتا ہے یا یوں کہو کہ عشاق کے لئے مصائب بھی موجب راحت ہوتے ہیں کیونکہ ان کی بدولت وہ وصال محبوب سے متمتع ہوتے ہیں اور نااہلوں کے لئے نعمائے الٰہیہ بھی مصیبت ہوتے ہیں کیونکہ وہ ان میں مشغول ہو کر حق سبحانہ کو بھول جاتے ہیں۔ ان واقعات سے معلوم ہوا کہ اشیاء کے احوال اختلاف اشخاص و طبائع سے مختلف ہوتے ہیں جو شخص اس سے واقف ہے جو اس کے لئے حاصل ہے وہ اس اثر کا منکر ہے جو دوسروں کے لئے ہے حالانکہ وہ انکار اس کا بیہودہ ہے پس اس سے تم معترض کے اعتراض کی لغویت اور عاشق کے لئے ان عجائبات مذکورہ کا غیر مستبعد ہونا بخوبی سمجھ سکتے ہو۔ کیونکہ اعتراض اور استبعاد کی بنا دوسروں کی حالت کو اپنے اوپر قیاس کرنا ہے اور یہ باطل ہے جیسا کہ واضح ہو چکا اگر اس قدر بیان سے سیری نہ ہوئی ہو تو اور سنو۔

شرح شبیری

یعقوب علیہ السلام کا یوسفؑ کے چہرہ سے جام حق کو پینے میں مخصوص ہونا اور بوئے یوسفؑ سے بوئے حق لینے میں اور بھائیوں کا ان دونوں صفتوں سے محروم رہنا

انچہ یعقوبؑ از رخ یوسفؑ بدید	وانچہ او از بوئے او اندر کشید
(حضرت) یعقوب نے جو کچھ (حضرت) یوسف کے رخ سے چکھا	اور جو کچھ انہوں نے ان کی خوشبو سے باطن میں حاصل کیا

یعنی یعقوب علیہ السلام نے یوسفؑ کے رخ سے جو دیکھا اور جو کچھ کہ انہوں نے ان کی بو سے کھینچا۔

وانچہ دروے بود اندر وے بدید	خاص او بد او باخوان کے رسید
اور جو کچھ ان (یوسفؑ) کے اندر تھا انہوں نے دیکھا	وہ ان کی خصوصیت تھی بھائیوں کو کب حاصل ہو؟

یعنی جو چیز کہ ان کے اندر تھی انہوں نے ان میں دیکھ لی اور وہ انہیں کا خاصہ تھا وہ بھائیوں کو کب پہنچا

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ دیکھو یعقوبؑ یوسفؑ سے بوئے حق پاویں اور ان کے بھائی اس سے محروم رہیں۔

اوز عشقش خویش در چہ میکند	وان بکین از بہر او چہ میکند
یہ ان کے عشق سے اپنے آپ کو کنویں میں گرا رہے ہیں	وہ کینہ وری سے ان کے لئے کنواں کھود رہے ہیں

یعقوب علیہ السلام تو ان کے عشق کی وجہ سے اپنے کو کنویں میں کرتے ہیں اور وہ بھائی ان کے واسطے کنواں کھود رہے ہیں۔

سفرۂ او پیش این از نان تہی است	پیش یعقوبؑ است پر کو مشتہی است
ان (یوسفؑ) کا دسترخوان ان کے لئے روٹی سے خالی ہے	(حضرت) یعقوبؑ کے لئے بھرا ہوا ہے کیونکہ وہ خواہشمند ہیں

یعنی ان (یوسفؑ) کا دسترخوان ان (بھائیوں) کے سامنے تو خالی ہے اور یعقوبؑ کے سامنے پر ہے کیونکہ وہ اشتہار والے ہیں۔ (تو دیکھیے یوسفؑ اور یعقوبؑ میں مناسبت ہے اور بھائیوں میں اور ان میں مناسبت نہیں ہے)

روئے ناشستہ نہ بیند روئے حور	لاصلوٰۃ گفت الا بالحضور
بن دھلا منہ حور کا منہ نہیں دیکھتا ہے	آنحضورؐ نے فرمایا کہ نماز بغیر حضور (قلب) کے نہیں ہے

یعنی نجس حور کا منہ نہ دیکھے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاصلوٰۃ الا بحضور (القلب) نجس سے مراد کافر مطلب یہ کہ حضور قلب اور صلوٰۃ میں اور مومن اور حور میں مناسبت ہے تو یہ تو ان کے ساتھ جمع ہو جاویں گے اور دوسروں کے ساتھ جمع نہ ہوں گے۔

عشق باشد لوت پوت جانہا	جوع ازین رویست قوت جانہا
عشق جانوں کے لئے قسم قسم کا کھانا ہے	اسی لئے بھوک جانوں کی غذا ہے

یعنی ارواح کی غذا عشق ہوتی ہے اور اسی وجہ سے قوت ارواح جوع ہے مطلب یہ کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ الجوع طعام الصدیقین تو جو اہل اللہ ہیں ان کو اس غذائے ظاہری محسوس کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ان کی غذا عشق اور غذائے معنوی ہو جاتی ہے۔

جوع یوسفؑ بود مر یعقوب را	بوئے نانش می رسید از دور جا
(حضرت) یعقوبؑ کو (حضرت) یوسفؑ کی بھوک تھی	ان کو ان کی روٹی کی خوشبو دور سے پہنچ رہی تھی

یعنی یعقوبؑ کو یوسفؑ کی جوع تھی تو ان کو ان کی نان کی بو دور جگہ سے پہنچتی تھی۔ یعنی چونکہ وہ ان کے طالب تھے لہذا دور سے انہوں نے بوئے پیراہن محسوس کر لی۔

آنکہ بستد پیرہن را می شتافت	بوئے پیراہان یوسف می نیافت
جس نے پیرہن حاصل کیا تھا وہ دوڑ رہا تھا	(حضرت) یوسفؑ کے لباس کی خوشبو محسوس نہیں کر رہا تھا

یعنی جس نے کہ پیراہن (یوسفی) کو لیا اور وہ (اس کو لئے ہوئے) دوڑ رہا تھا اس نے بوپیراہان یوسفؑ کی نہ پائے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

وانکہ صد فرسنگ زاں سو بود او	چونکہ بد یعقوب می بوئید او
وہ جو اس جانب سے سینکڑوں فرسخ تھا	چونکہ وہ حضرت یعقوب تھے وہ خوشبو سونگھ رہے تھے

یعنی اور وہ کہ وہ سو فرسنگ اس طرف تھے چونکہ وہ یعقوب تھے وہ سونگھ رہے تھے (تو دیکھو چونکہ وہ لانے والا تو طالب یوسف نہ تھا اس لئے وہ اس سے متمتع نہ ہوسکا اور یعقوب علیہ السلام طالب تھے وہ اس سے متمتع ہوئے اب مولانا اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ)

اے بسا عالم ز دانش بے نصیب	حافظ علم است آنکس نے حبیب
بہت سے عالم ہیں جو سمجھ سے محروم ہیں	وہ عالم علم کا نگہبان ہے نہ کہ محبوب

یعنی بہت سے عالم ہیں جو عقل سے بے نصیب ہیں وہ شخص حافظ علم ہے نہ کہ کوئی بڑا آدمی یعنی جو لوگ کہ عالم بے عمل ہیں وہ علم کے محافظ ہیں باقی خود کامل نہیں اور چونکہ طالب حق نہیں لہذا اس علم سے متمتع نہیں ہوتے۔

مستمع از وے ہمی یابد مشام	گرچہ باشد مستمع از جنس عام
سننے والا اس کی خوشبو حاصل کر لیتا ہے	خواہ سننے والا عوام میں سے ہو

یعنی سننے والا اس سے خوشبو پاتا ہے اگرچہ وہ سننے والا عوام میں ہی سے ہو مطلب یہ کہ اس عالم سے جو اور لوگ سنتے ہیں وہ اگرچہ عوام ہی میں ان کو نفع ہوتا ہے اس لئے کہ وہ طالب ہوتے ہیں آگے اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ۔

زانکہ پیراہن بدستش عاریہ است	چون بدست آن نخاسی جاریہ است
کیونکہ اس کے پاس لباس عارضی ہے	جیسے کہ غلام فروش کے ہاتھ میں لونڈی ہوتی ہے

یعنی اس لئے کہ پیراہن اس کے ہاتھ میں عاریت ہے جیسے کہ نخاسی کے ہاتھ میں جاریہ ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح نخاسی کے پاس جاریہ ہوتی ہے کہ اس کو اس کے حسن و جمال سے کوئی واسطہ ہی نہیں اس کو اپنے ٹکوں سے کام اسی طرح عالم بے عمل یا وہ آرندہ پیراہن ہے کہ اس کو اس کی خوبی اور اس کے صفات سے کوئی غرض ہی نہیں۔ وہ صرف اس کی حفاظت کرتا ہے اور مثلاً جو خریدار جاریہ کا ہے وہ اس پر جان فدا کئے دیتا ہے اور سارا گھر باہر اس پر سے نثار کرنے کو تیار ہے اس لئے کہ وہ اس کی قدر جانتا ہے اسی طرح جو طالب علم ہے وہ بھی علم پر سو جان سے قربان ہوتا ہے اور اس سے متمتع ہوتا ہے آگے خود فرماتے ہیں کہ۔

جاریہ پیش نخاسی سرسری است	در کف او از برائے مشتری است
غلام فروش کے لئے وہ لونڈی تھوڑی دیر کے لئے ہے	اس کے قبضہ میں خریدار کے لئے ہے

یعنی جاریہ نخاسی کے سامنے تو ایک سرسری چیز ہے اور اس کے ہاتھ میں خریدار کے لئے ہے (چونکہ وہ اس کے پاس عارضی طور پر ہے لہذا اس سے متمتع بھی نہیں ہوتا پس معلوم ہوا کہ ایک ہی شے ایک کے لئے کوئی اثر کرتی ہے اور دوسرے کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

دوسرا اثر کرتی ہے تو اگر اہل اللہ غذائے معنوی کو حاصل کریں اور تم نہ کر سکو تو اس میں استبعاد ہی کیا ہے) آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ دیکھو جو بات یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے چہرہ میں نظر آتی تھی اور جو سرور کہ ان کو ان کی بو سے حاصل ہوتا تھا اور جو خوبیاں کہ یوسف علیہ السلام میں تھیں اور جن کمالات کو یعقوب علیہ السلام ان کے اندر دیکھتے تھے یہ سب باتیں انہیں کے ساتھ مخصوص تھیں۔ بھائیوں کو ان کی ہوا بھی نہ لگی تھی۔ نیز یعقوب علیہ السلام تو ان کے غم میں اپنے کو ہلاک کئے دیتے تھے اور بھائی ان کے لئے کنواں کھودتے اور ان کو مارنے کی فکر میں تھے ان کو تو وہ خالی دستر خوان کی طرح معرائن الکمالات دکھلائی دیتے تھے اور یعقوب علیہ السلام کے لئے روٹیوں سے پر دستر خوان کی طرح کمالات سے لبریز تھے۔ وجہ فرق کیا ہے وہ یہ کہ ان کو طلب اور عشق تھا اور بھائی اس سے بے بہرہ تھے اصل بات یہ ہے کہ بدطینت اور نالائق لوگوں کو حور کا چہرہ حسین نظر نہیں آتا۔ جیسا کہ اخوان یوسفؑ کو یوسفؑ کا چہرہ نہ دکھلائی دیا۔ اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بلا حضور کے نماز ہی نہیں ہوتی کیونکہ حقیقت صلوٰۃ مشاہدہ محبوب حقیقی ہے اور یہ بدوں حضور قلب کے نہیں ہوتا اور حضور قلب بدوں صفائی باطن وازالہ صفات رذیلہ کے نہیں ہوتا۔ اس لئے ضرورت ہوئی صفائی باطن اور ازالہ صفات ذمیمہ کی (اس شعر کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ کفار کو حور کا چہرہ نظر نہ آئے گا کیونکہ ان کو اس سے مناسبت نہیں۔ علی ہذا نماز بدوں حضور کے نہیں ہوتی کیونکہ نماز اور عدم حضور میں مناسبت نہیں اس موقع پر یہ دو مستقل نظیریں ہوں گی) اور چونکہ ان کو روئے خوب اس لئے دکھلائی نہیں دیتا کہ اس پر صفات نفسانیہ کا غلبہ ہوتا ہے اسی لئے ان کو اہل کمال سے عشق بھی نہیں ہوتا کیونکہ عشق اہل کمال تو ارواح کی غذا ہے اور وہ سراپا نفس ہیں تو ان کو یہ دولت کیونکر حاصل ہو سکتی ہے لہذا یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام سے عشق تھا اور بھائیوں کو نہ تھا جبکہ ارواح کی غذا عشق ٹھہرا تو اسی لئے کہا گیا ہے **الجوع طعام الصدیقین** یا یوں کہو کہ بھوک ارواح کی غذا ہے (اس کی دو توجیہیں ہو سکتی ہیں اول یہ کہ جوع استعارہ ہو عشق سے تب تو واضح ہے دوسری یہ کہ جوع اپنے حقیقی معنے پر ہو اس وقت اس کی توجیہ یہ ہوگی کہ بھوک سے سورۃ نفس منکسر ہوتی ہے اور نفس کی قوت جس قدر گھٹے گی اتنی ہی روح کو قوت ہوگی اس لئے بھوک قوت روح کا سبب بعید ہے لہذا اس کو روح کی غذا کہا گیا اور وجہ تفرع غذائیت جوع بر غذائیت عشق یہ ہوگی کہ جوع سبب عشق ہے کیونکہ بھوک سے نفس کی قوت ٹوٹے گی اس سے صفات ذمیمہ زائل ہوں گی اس سے روح کو صفائی اور قوت حاصل ہوگی۔ اس سے اس کو عشق حق سبحانہ حاصل ہوگا۔ **والاقرب ھو الاول کما یدل علیہ البیت الآتی**) پس چونکہ یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی بھوک یعنی عشق اور طلب تھی اسی لئے ان کو دور دراز جگہ سے روٹی (یعنی اپنے مطلوب یوسف علیہ السلام) کی بو نہ آتی تھی اور جو شخص کہ سوفرسنگ ادھر تھا چونکہ وہ یعقوب (عاشق) تھا وہ اس کو سونگھتا تھا اسی طرح بہت

www.besturdubooks.wordpress.com

سے عالم ایسے ہیں جو علم با عمل سے بے بہرہ ہیں اور ان پر اس کا کچھ اثر نہیں لہٰذا گویا کہ ان کو علم ہی حاصل نہیں۔ ایسے لوگ علم کا صندوق ہیں اور خود کوئی کمال نہیں رکھتے مگر سننے والا اس سے متاثر ہوتا ہے گو وہ عامی ہو وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ علم ان کے لئے نہیں ہے ان کے پاس تو بطور عاریت کے ہے اور منتفع ہونے والے اس سے مستمعین ہیں جس طرح کہ وہ بردہ فروش کے پاس جاریہ ہوتی ہے کہ وہ اس کے پاس برائے چندے ہوتی ہے اور وہ اس پر مشتری تک پہنچا دینے تک قابض ہوتا ہے اور حقیقت میں وہ مشتری کے لئے ہوتی ہے اور وہی اس سے منتفع ہوتا ہے۔

شرح شبّیری

قسمت حق است روزی خواہ نے	ہر یکے را سوئے دیگر راہ نے
اللہ (تعالیٰ) کی تقسیم ہے نہ کہ روزی چاہنے والے کی	کسی کے لئے دوسرے کی جانب راستہ نہیں ہے

یعنی یہ تقسیم حق ہے روزی خواہ کی نہیں ہے اور ہر ایک کو دوسری کی طرف راہ نہیں ہے مطلب یہ کہ کسی انسان نے تو تقسیم کیا نہیں ہے کہ جو عمدہ عمدہ اپنے لئے رکھ لیتا یہ تو تقسیم حق ہے تو جو جس کے مناسب تھا ویسا اس کو کر دیا کسی نے خوب کہا ہے کہ۔

خالق نے ایک ایک سے بہتر کیا ہے خلق　　دارا کوئی کسی کو سکندر بنا دیا

تو ایک ہی شے ہے ایک کے لئے اور اثر ہے دوسرے کے لئے دوسرا اثر۔ آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

یک خیال نیک باغ آن شدہ	یک خیال زشت راہ این زدہ
ایک اچھا خیال اس کے لئے گزار بن گیا	ایک برا خیال اس کے لئے راہزن بن گیا

یعنی ایک خیال خوب اس کے لئے تو وہ باغ ہو رہا ہے اور ایک برے خیال نے اس (دوسری) کی رہزنی کی ہے۔

آن خیالے از اثر باغے شدہ	وان خیالے عالمے برہم زدہ
وہ خیال نتیجہ کے اعتبار سے باغ ہو گیا	اس خیال نے جہان کو تہ و بالا کر دیا

یعنی وہ خیال تو اثر کی وجہ سے باغ ہو رہا ہے اور اس (دوسرے) خیال نے ایک عالم کو درہم برہم کر دیا ہے۔

آن خدائے کز خیالے باغ ساخت	وز خیالے دوزخ و جائے گداخت
وہ خدا (تعالیٰ) جس نے ایک خیال سے باغ بنا دیا	اور ایک خیال سے دوزخ اور پگھلنے کی جگہ (بنا دی)

یعنی وہ وہ خدا ہے کہ ایک خیال سے اس نے باغ بنایا اور ایک خیال سے دوزخ اور جگہ گھلنے کی بنائی۔

پس کہ داند راہ گلشنہای او	پس کہ داند جائے گلخنہائے او
اس کے باغوں کا راستہ کون جانتا ہے؟	اس کی بھٹیوں کا راستہ کون جانتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی پس اس کے گلشنوں کی راہ کون جانتا ہے اور پھر اس کے گلخنوں کی راہ کا کس کو علم ہے۔

دیدہ بان دل نہ بیند در مجال	کز کدامین رکن جان آید خیال
دل کا محافظ تنگ و دو میں نہیں دیکھتا ہے	کہ جان کے کونسے گوشے سے یہ خیال آتا ہے

یعنی دل کی آنکھ والا جولانگاہ میں نہیں جانتا کہ کون سے رکن جان سے خیال آتا ہے یعنی دل کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ یہ خیال خوب وزشت کہاں سے آرہے ہیں اور صاحب دل کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ یہ میرے خیالات کہاں سے آرہے ہیں۔

جز مگر آن دل کہ دارد عون حق	کون او را نیست کردہ کون حق
سوائے اس دل کے جس کو اللہ (تعالیٰ) کی مدد حاصل ہو	اللہ (تعالیٰ) کے وجود نے اس کے وجود کو فنا کر دیا ہے

یعنی مگر سوائے اس دل کے جو کہ حق تعالیٰ کی مدد رکھتا ہے اور اس کی ہستی کو ہستی حق نے نیست کر دیا ہو۔ مطلب یہ کہ جو فنائی الحق ہو چکا ہو وہ تو سمجھ سکتا ہے ورنہ دوسرے کو تو خبر بھی نہیں ہو سکتی۔ آگے اس خبر نہ ہونے کی مصلحت بیان فرماتے ہیں کہ۔

گر بدیدے مطلعش راز احتیال	بند کردے راہ ہر ناخوش خیال
اگر تدبیر سے اس کے آنے کی جگہ کو دیکھ سکتا	تو ہر برے خیال کا راستہ بند کر دیتا

یعنی اگر اس خیال کے مطلع کو چپکے سے دیکھ لیتا تو ہر برے خیال کی راہ بند کر دیتا (مگر)

کے رسد جاسوس را آنجا قدم	کہ بود مرصاد و در بند عدم
جاسوس کا وہاں قدم کب پہنچتا ہے	جو عدم میں محفوظ اور گھات کی جگہ ہو

یعنی جاسوس (عقل) کا قدم وہاں تک کب پہنچتا ہے جبکہ کمین گاہ بند عدم میں ہو مطلب یہ کہ اگر انسان کو معلوم ہو جایا کرتا کہ یہ میرا خیال کہاں سے ناشی ہے اور کہاں سے یہ خیالات آتے ہیں تو جس قدر خیالات برے ہوتے ان کو وہ آنے ہی نہ دیتا اور ان کے مطلع کو بند کر دیتا مگر جہاں سے یہ خیال آتے ہیں وہاں تک عقل کی رسائی ہی نہیں ہے اس لئے کہ یہ خیالات تو حق تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں وہاں کون جا سکتا ہے جو ان کے مطلع کو بند کرے ہاں ایک تدبیر ہو سکتی ہے وہ یہ کہ۔

دامن فضلش بکف کن کور وار	قبض اعمیٰ این بود اے شہر یار
اندھوں کی طرح اس کی رحمت کے دامن کو پکڑ لے	اے شاہ! اندھے کا پکڑنا یہ ہوتا ہے

یعنی اس کی دامن فضل کو ہاتھ میں اندھے کی طرح لے لے اور اندھے کا پکڑنا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اے شہریار یعنی بس اس کے فضل کا دامن پکڑ لو تو ان شاء اللہ کبھی نہ بھٹکو گے بس جدھر کو وہ چلے ادھر کو تم چلو اور کہتے ہیں کہ اندھا جو دامن پکڑتا ہے وہ بھی تو اس لئے تاکہ جدھر کو دامن والا چلے ادھر ہی کو یہ بھی چلے تو بس تم دامن حق کو

www.besturdubooks.wordpress.com

استوار پکڑ لو۔ اب کوئی کہتا ہے کہ کیا اللہ میاں کے بھی دامن ہوتا ہے تو بتاتے ہیں کہ۔

دامن او امر و فرمان ویست	نیک بختے کہ تقی جان ویست
حکم اور فرمان اس کا دامن ہے	وہ نیک بخت ہے جس کی جان متقی ہے

یعنی ان کا دامن ان کے امر و فرمان ہیں اور وہ نیک بخت ہے اس کی جان گرمی والی ہے مطلب یہ کہ ان کے احکام پر چلنا اور فرمان کو بجالانا بھی دامن کو پکڑ کر چلنا ہے اور جس کو گرمی عشق حق نصیب ہے وہ شخص بڑا ہی خوش نصیب ہے۔

آن یکے در مرغزار و جوئے آب	واں یکے پہلوئے او اندر عذاب
ایک چمنستان اور پانی کی نہر میں ہے	اور ایک اس کے پہلو میں عذاب میں ہے

یعنی ایک کے لئے تو مرغزار اور جوئے آب ہے اور وہ ایک اس کا پہلو عذاب میں ہے۔ مطلب یہ کہ ایک خیال ہوتا ہے مگر ایک شخص کے لئے جنت ہے اور دوسرے کے لئے وہی دوزخ ہے۔

او عجب ماندہ کہ ذوق آن ز چیست	وان عجب ماندہ کہ ایں در حبس کیست
وہ تعجب میں ہے کہ اس کا لطف کس چیز میں ہے	اور وہ تعجب میں ہے کہ یہ کس پھندے میں ہے

یعنی وہ تعجب میں رہا ہے کہ اس کو خوشی کس کی ہے اور اس کو تعجب ہے کہ یہ کس کے حبس میں ہے (کہ جو غمگین ہے اور وہ اس کو غمگین دیکھ کر کہتا ہے کہ)

ہیں چرا خشکی کہ اینجا چشمہا است	ہیں چرا زردی کہ اینجا صد دواست
خبردار! تو کیوں خشک ہے، یہاں چشمے ہیں	خبردار تو کیوں پیلا ہے یہاں سینکڑوں دوائیں ہیں

یعنی ارے تو خشک کیوں ہو رہا ہے اس جگہ تو چشمے ہیں اور تو زرد کیوں ہے یہاں تو سو دوائیں ہیں۔

ہمنشینا ہیں بیا اے اندر چمن	گوید اے جان من نیارم آمدن
اے ساتھی! خبردار چمن میں آ جا	وہ کہتا اے دوست! میں نہیں آ سکتا

یعنی (وہ کہتا ہے) ارے اے ہمنشین انجمن میں آ تو وہ کہتا ہے کہ اے جان میں آ نہیں سکتا۔ (تو وہ پھر کہتا ہے کہ)

ہیں بیا جانان کہ پایت بستہ نیست	گویدش نے نے نتانم تو بایست
خبردار اے دوست! آ جا کیونکہ تیرے پاؤں بندھے ہوئے نہیں ہیں	وہ اس سے کہتا ہے، نہیں نہیں مجھ میں سکت نہیں تو ٹھہر جا

یعنی اے جان آ جا تیرا پاؤں بندھا ہوا تو نہیں ہے تو وہ اس سے کہتا ہے کہ میں نہیں آ سکتا تو ٹھہر ارہ مطلب یہ کہ ایک شخص ذکر اللہ میں خوش ہے اور وہ دوسرے سے کہتا ہے کہ میاں تم دنیا میں پھنس کر غمگین کیوں ہوتے ہو یہاں آ جاؤ دیکھو کیسی خوشی ہے وہ کہتا ہے کہ نہ مجھ سے تو ہوتا ہی نہیں وہ کہتا ہے کہ ارے اس میں بڑی لذت ہے اور یہ تو بڑا آسان ہے وہ کہتا ہے کہ ہوگا مگر مجھ سے تو کچھ بھی نہیں ہوتا تو دیکھ لیجئے ایک ہی شے ہے ایک کو آسان

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک کو مشکل ایک کو آرام وہ ایک کو سوہان روح ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

یک مثل آمد درین معنی بگفت	بو کہ یابی زین بیان سر نہفت
اس سلسلہ میں ایک کہاوت کہی گئی ہے	شاید کہ تو اس بیان سے چھپے ہوئے راز کو محسوس کر لے

یعنی ایک مثال اس میں گفتگو میں آئی ہے شاید کہ تم اس بیان سے سر پوشیدہ کو پالو۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک آقا اور ایک غلام جا رہے تھے۔ غلام نمازی تھا راستہ میں نماز کا وقت آیا تو غلام اجازت لے کر نماز کو چلا گیا اور وہاں بہت دیر لگا دی آقا نے کہا کہ ارے بھائی آتا کیوں نہیں اس نے کہا کہ آنے نہیں دیتے۔ آقا نے کہا کون نہیں آنے دیتے۔ غلام بولا کہ جو آپ کو اندر نہیں آنے دیتے وہ مجھے باہر نہیں آنے دیتے۔ یعنی حق تعالیٰ کہ مسجد کے دروازہ پر ہو اور اندر نہیں آسکتے۔ اسی طرح وہ مجھے روکے ہوئے ہیں تو دیکھئے ایک ہی شے نماز ہے ایک کو اس قدر آسان اور دوسرے کو اس قدر مشکل۔

اندرین معنی بگویم قصہ	گوش بکشا تابری زان حصہ
اس سلسلہ میں میں ایک قصہ سناتا ہوں	کان کھول لے تاکہ تو اس میں سے حصہ پا لے

یعنی اس معنی میں میں ایک قصہ کہتا ہوں تو کان کھول تاکہ اس سے حصہ لے جا سکے (اب قصہ سنئے)

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اب رہی یہ بات کہ جو بات ایک کو حاصل ہوتی ہے دوسرے کو کیوں نہیں ہوتی اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تقسیم حق سبحانہ کی ہے جو اس نے اپنی حکمت بالغہ کی بناء پر کی ہے خود لوگوں کی نہیں کہ جو جس چیز کو چاہے حاصل کر لے اس لئے کوئی شخص بطور خود دوسرے کی صفت کو حاصل نہیں کر سکتا۔ دیکھو ایک خیال تو اچھا ہے جو صاحب خیال کے لئے باغ کی طرح فرحت افزا اور مسرت بخش ہے اور ایک خیال برا ہے جو صاحب خیال کو خوشی تک نہیں پہنچنے دیتا۔ اور ایک خیال تو اپنے اثر سے عالم کو گلشن بنا دیتا ہے (مثلاً خیال عدل) دوسرا خیال ہے کہ عالم کو تہ وبالا کر دیتا ہے (خیال جور) یہ کس کا پیدا کیا ہوا ہے وہ خدا ہی ہے جس نے ایک خیال کو باغ کی طرح مسرت بخش اور سرور افزا بنایا ہے اور دوسرے خیال کو دوزخ کی طرح موجب تکلیف اور گھلانے والا بنایا ہے جبکہ یہ تصرف کرنے والا خدا ہی ہے تو اب اس کے باغوں یعنی عمدہ خیالات اور اس کی دوزخوں یعنی برے خیالات کا راستہ کون جان سکتا ہے کہ وہ کہاں سے اور کیونکر آتے ہیں۔ دل جو لانگاہ روح میں چاروں طرف دیکھتا ہے کہ ان کا راستہ معلوم کروں کہ وہ کہاں سے آتے ہیں لیکن اس کو معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہ کس دیوار میں کو پھوٹ آتے ہیں الا وہ دل جس کو حق سبحانہ کی تائید حاصل ہو اور مؤید بقوت قدسیہ ہو اور اپنی ہستی کو حق سبحانہ کی ہستی میں فنا کر کے متخلق باخلاق اللہ ہو گیا۔ اور خدا کے رنگ میں رنگ گیا ہو ہم نے کہا ہے کہ ہر دل نہیں دیکھ سکتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ہر دل دیکھ سکتا کہ وہ خیالات کہاں سے پھوٹتے ہیں تو وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تدبیر سے ہر ناپسندیدہ خیال کا راستہ بند کر دیتا اور کبھی تکلیف دہ خیال نہ آنے دیتا۔ حالانکہ وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ نیز چونکہ یہ شخص حق سبحانہ سے تعلق نہیں رکھتا اس لئے اس کی یہ تلاش ایسی ہوگی جیسے جاسوسوں کی اور جاسوس کی وہاں رسائی ہو نہیں سکتی کیونکہ وہ گھات تو عدم وفنا میں محجوب ہے اور عدم وفنا تک اس جاسوسی کی رسائی ہے نہیں کیونکہ یہ ہستی میں محبوس ہے پس یہ وہاں تک کیسے پہنچ سکتا ہے اور وہاں کی حالت کیونکر معلوم کر سکتا ہے پس اے جاسوس تو اس فکر کو چھوڑ دے اور حق سبحانہ کے فضل کا دامن پکڑ لے۔ کیونکہ اندھے کے لئے راستہ کو دیکھنے کی فکر لغو ہے اس کے لئے تو دامن پکڑ لینا ہی کافی ہے۔ دامن فضل حق اس کے اوامر ہیں۔ یعنی بس تو احکام پر کاربند رہ اور زائد فکروں کو چھوڑ دے یہی بڑی سعادت ہے کہ آدمی کی جان سوزش عشق الٰہی سے جلتی ہو اور وہ طلب حق میں منہمک ہو اور انکشاف اسرار کوئی مقصود کمال نہیں جس کی فکر میں آدمی پڑ جائے۔ اب تقسیم حق کی ایک اور دلیل سنو ایک شخص ایک باغیچہ میں نہر کے کنارہ بیٹھا ہے۔ دوسرا اس کے قریب ہی مصیبت میں مبتلا ہے مصیبت زدہ تعجب کر رہا ہے کہ اسے کاہے کی خوشی ہے اور وہ تعجب کرتا ہے کہ کمبخت تکلیف میں کیوں مقید ہے یہ میرے پاس کیوں نہیں آ جاتا کہ اسے راحت ہو یہ خیال کر کے وہ اس سے کہتا ہے کہ ارے تو پیاسا کیوں مر رہا ہے آ جا یہاں بہت چشمے ہیں اور تو بیمار کیوں ہے میرے پاس آ یہاں تیرے مرض کا علاج موجود ہے۔ ارے یار تو بھی اس محفل عیش ونشاط میں آ جا۔ مصیبت کیوں جھیل رہا ہے وہ کہتا ہے میں تو نہیں آ سکتا وہ پھر کہتا ہے کہ ارے آ جا تیرے پاؤں میں بیڑیاں تو نہیں پڑیں وہ اس پر بھی یہی جواب دیتا ہے کہ بس کرو جی تمہیں معلوم نہیں میں آ ہی نہیں سکتا۔ خلاصہ یہ کہ ایک شخص خوش وخرم ہے اور دوسرا تکلیف میں مبتلا ہے وہ بزبان حال کہتا ہے کہ تو بھی مجھ سا ہو جا وہ بزبان حال جواب دیتا ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکتا اور قید حال بنا بر اغلب ہے ورنہ گفتگو میں بھی ایسا ہوتا ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ ہم اس مضمون کو ایک قصہ سے واضح کرتے ہیں شاید سمجھ میں آ جاوے اے احباب میں بیان کرتا ہوں تم غور سے سنو تا کہ تم کو اس سے کچھ مل جاوے۔

شرح شبیری

حکایت ایک امیر کے غلام کی جو کہ نماز اور مناجات کا بہت شوق رکھتا تھا

در زمانے بود امیرے از کرام	بود سنقر نام او را یک غلام
ایک زمانہ میں بڑے لوگوں میں سے ایک حاکم تھا	اس کا ایک غلام سنقر نام کا تھا

یعنی ایک زمانہ میں ایک امیر کرام میں سے تھا اور اس کا سنقر نامی ایک غلام تھا۔

میر شد محتاج گرمابہ سحر	بانگ زد سنقر ہلا بردار سر
صبح کو حاکم کو حمام کی ضرورت ہوئی	اس نے پکارا سنقر! خبردار اٹھ جا

یعنی امیر کو صبح کے وقت نہانے کی ضرورت ہوئی تو آواز دی کہ سنقر ہوشیار ہو جاؤ اور سر اٹھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

طاس وابزار مندیل وگل از التون بگیر	تا بگرمابہ رویم از ناگزیر
طشلا اور تہ بند اور (ملتانی) مٹی التون سے لیلے	تاکہ ضرورت کی وجہ سے ہم حمام میں جائیں

یعنی تشلہ اور رومال اور منجن لونڈی سے لے لے تاکہ ہم ضرورتاً گرمابہ کو جاویں۔

سنقر آندم طاس و مندیل نکو	برگرفت و رفت با او دوبدو
سنقر نے فوراً طشلا اور اچھا تہ بند	لے لیا اور اس کے ساتھ چلا

یعنی سنقر نے اسی وقت تشلہ اور عمدہ رومال لے لیا اور اس کے ساتھ ساتھ چلا۔

مسجدے بر رہ بدو بانگ صلا	آمد اندر گوش سنقر برملا
راستے میں مسجد تھی اور بلاوے کی آواز	صاف طور پر سنقر کے کان میں آئی

یعنی ایک مسجد راہ میں تھی اور آواز اذان کی سنقر کے کان میں ظاہر طور پر آئی۔

بود سنقر سخت مولع در نماز	گفت اے میر من ای بندہ نواز
سنقر نماز کا بہت فریفتہ تھا	بولا اے میرے آقا! اے بندہ پرور

یعنی سنقر نماز کا بہت حریص تھا تو بولا کہ میرے امیر اور اے بندہ نواز۔

تو برین دکان زمانے صبر کن	تا گزارم فرض وخوانم لم یکن
آپ اس دکان پر تھوڑی دیر ٹھہریں	تاکہ میں نماز ادا کروں اور لم یکن پڑھ لوں

یعنی تم اس دوکان پر تھوڑی دیر ٹھہرو تاکہ میں فرض ادا کرلوں اور لم یکن پڑھ لوں (لم یکن پڑھنے سے یہ مراد ہے کہ نماز مختصری پڑھ لوں گا زیادہ طول نہ دوں گا)

رفت سنقر میر در دکان نشست	منتظر از بادۂ پندار مست
سنقر چلا گیا آقا دکان پر بیٹھ گیا	منتظر ہو کر غرور کی شراب سے مست

یعنی سنقر تو چلا گیا اور امیر صاحب دوکان پر منتظر بیٹھ گئے اور غرور سے مست تھے۔

میر از بہر دل آن زندہ جان	کرد یک ساعت توقف بر دکان
آقا نے اس زندہ روح کی خاطر سے	تھوڑی دیر دکان پر توقف کیا

یعنی امیر نے اس زندہ جان کی خاطر سے ایک گھڑی دوکان پر توقف کیا۔

چوں امام و قوم بیرون آمدند	از نماز و وردہا فارغ شدند
جب امام اور لوگ باہر آئے	نماز اور وظیفوں سے فارغ ہو گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب امام وقوم سب باہر نکل آئے اور نماز اور اوراد سے فارغ ہو گئے۔

سنقر آنجا ماند تا نزدیک چاشت	میر سنقر راز مانے چشمداشت
سنقر چاشت کے وقت تک وہاں رہا	آقا ایک وقت تک سنقر کا منتظر رہا

یعنی سنقر اس جگہ اشراق کے قریب تک رہا تو امیر نے سنقر کا کچھ دیر تو انتظار کیا۔

گفت اے سنقر چرا نائی برون	گفت می نگزاردم اے ذوفنون
بولا اے سنقر! تو باہر کیوں نہیں آتا ہے؟	اس نے کہا اے ہنرمند! وہ مجھے نہیں چھوڑتا ہے

یعنی اس نے کہا کہ اے سنقر تو باہر کیوں نہیں آتا تو وہ بولا کہ اے ذوفنون مجھے چھوڑتا نہیں۔

صبر کن نک آمدم اے روشنی	نیستم غافل کہ در گوش منی
صبر کر اے روشنی! میں ابھی آیا	میں غافل نہیں ہوں تو میرے کان میں ہے

یعنی صبر کر میں ابھی آیا اے (صاحب) روشنی میں غافل نہیں ہوں آپ میرے کان میں ہیں۔یعنی مجھے خود خیال ہے۔

ہفت نوبت صبر کرد و بانگ کرد	تا کہ عاجز گشت از تیباش مرد
اس نے سات بار صبر کیا اور آواز دی	حتیٰ کہ آقا اس کی ٹال مٹول سے عاجز آ گیا

یعنی سات مرتبہ آواز دی اور صبر کیا یہاں تک کہ اس کے انتظار سے یہ مرد عاجز ہو گیا۔

پاسخش ایں بود می نگزاردم	تا برون آیم ہنوز اے محترم
اس کا یہی جواب تھا مجھے نہیں چھوڑتا ہے	اے محترم! تاکہ میں ابھی باہر نکلوں

یعنی اس کا جواب یہی تھا کہ مجھے چھوڑتا نہیں تاکہ میں باہر آؤں اے محترم۔

گفت آخر مسجد اندر کس نماند	کیست وامیدارد آنجا کت نشاند
بالآخر اس نے کہا مسجد میں کوئی نہیں رہا	کون روکتا ہے وہاں تجھے کس نے بٹھا دیا ہے؟

یعنی آقا نے کہا کہ آخر مسجد میں تو کوئی نہیں رہا کون اس جگہ ہے جس نے کہ تجھے بٹھالیا ہے۔

گفت آنکہ بستہ استت از بروں	بستہ است او ہم مرا از اندروں
اس نے کہا وہی جس نے تجھے باہر باندھ دیا ہے	اسی نے مجھے اندر باندھا ہے

یعنی غلام نے کہا کہ جس نے کہ تجھے باہر باندھ رکھا ہے اسی نے مجھے اندر سے باندھ رکھا ہے۔

آنکہ نگزارد ترا کائی دروں	می نہ بگزارد مرا کایم بروں
جو تجھے نہیں چھوڑتا ہے کہ تو اندر آئے	وہ مجھے نہیں چھوڑتا ہے کہ میں باہر نکلوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ ذات کہ تجھے نہیں چھوڑتی کہ تو اندر آوے مجھے نہیں چھوڑتی کہ میں باہر آؤں۔

آنکہ نگزارد کز ایں سو پانہی	او بدیں سو بست پائے ایں رہی
وہ جو تجھے نہیں چھوڑتا کہ تو اس طرف قدم دھرے	اسی نے اس جانب اس غلام کو پابستہ کر دیا ہے

یعنی جو کہ نہیں چھوڑتا کہ تم اس طرف پاؤں رکھو اسی نے اس غلام کے پاؤں اس طرف باندھ دیئے ہیں۔ (اور وہ ذات حق ہے تو دیکھو ایک ہی کام ایک کو مشکل دوسرے کو آسان) آگے مولانا اس کی مثال لاتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح: کسی زمانہ میں ایک شریف امیر تھے اور سنقر نام ان کا ایک غلام تھا ایک روز صبح کے وقت ان کو حمام کی ضرورت ہوئی تو انہوں نے آواز دی سنقر اٹھو۔ اور کٹیرک سے طشت اور تولیہ اور سر دھونے کی مٹی لے لو تاکہ حمام چلیں۔ سنقر آیا اور اس نے طشت اور تولیہ وغیرہ پالیا اور ساتھ ہولیا۔ راستہ میں ایک مسجد پڑتی تھی اس میں سے نماز کی آواز آئی سنقر کو چونکہ نماز کا شوق تھا اس لئے اس نے امیر سے کہا کہ حضور ذرا اس دکان پر تشریف فرما ہوں تاکہ میں نماز پڑھ لوں۔ میں چھوٹی چھوٹی سورتیں لم یکن وغیرہ پڑھوں گا۔ یہ کہہ کر سنقر روانہ ہو گیا۔ اور امیر دکان پر اس کے انتظار میں بادۂ پندار میں مست بیٹھ گئے کیونکہ نماز میں تو کسر شان تھی نماز کے لئے کیسے جاتے وہ امیر اس زندہ دل کی دلجوئی کے لئے کچھ دیر تک دوکان پر بیٹھے رہے جبکہ امام اور مقتدی نماز اور درود وظائف سے فارغ ہو کر نکلے تو سنقر نہ نکلا وہ چاشت (اشراق یا چاشت معروف) تک وہیں رہا امیر نے ایک عرصہ تک تو انتظار کیا جب وہ نہ آیا تو آواز دی کہ اے سنقر تم آتے کیوں نہیں اس نے جواب دیا کہ جناب مجھے آنے نہیں دیتا ذرا توقف فرمایئے میں ابھی حاضر ہوا مجھے خود خیال ہے اور میں جناب کی طرف سے غافل نہیں ہوں۔ غرض یوں ہی سات مرتبہ اس نے آوازیں دیں اور ساتوں مرتبہ وہی جواب ملا۔ اور اس نے صبر کیا۔ آخر وہ اس کے غمزہ سے عاجز ہو گیا کیونکہ اس کا جواب ہر مرتبہ یہی ہوتا تھا کہ حضور مجھے آنے نہیں دیتا۔ بالآخر اس نے مجبور ہو کر کہا کہ مسجد میں تو کوئی شخص بھی نہیں رہا پھر تجھے کون روک رہا ہے اور کس نے بٹھلا رکھا ہے اس نے جواب دیا کہ حضور جس نے جناب کو باہر روک رکھا ہے اسی نے مجھے اندر روک رکھا ہے اور جو آپ کو اندر آنے نہیں دیتا وہی مجھے باہر نہیں آنے دیتا اور جو حضور کو اس طرف قدم نہیں بڑھانے دیتا وہی اس غلام کو اس طرف قدم نہیں بڑھانے دیتا۔ یعنی وہ حق سبحانہ ہیں جو مقلب القلوب ہیں اور جو لوگوں کو مختلف خیالات میں محبوس کرتے ہیں۔

شرح شبّیری

ماہیاں را بحر نگزارد بروں	خاکیاں را بحر نگزارد دروں
سمندر مچھلیوں کو باہر نکلنے نہیں دیتا	سمندر خشکی کے جانوروں کو اندر نہیں آنے دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مچھلیوں کو تو دریا باہر نہیں آنے دیتا اور خاکیوں کو بحری اندر نہیں آنے دیتا۔ یعنی دیکھو دریا ایک شے ہے مگر مچھلیاں اس سے نکلنے میں ہلاکت سمجھتی ہیں اور مرغان خاکی اس کے اندر جانے میں اپنی ہلاکت متصور کرتے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ۔

اصل ماہی زاب وحیوان از گل است	حیلہ و تدبیر اینجا باطل است
مچھلی کی اصل پانی سے ہے اور حیوان کی مٹی سے ہے	اس جگہ کوئی حیلہ اور تدبیر بیکار ہے

یعنی مچھلی کی اصل تو پانی سے ہے اور حیوان کی مٹی سے تو حیلہ وتدبیر اس جگہ باطل ہے مطلب یہ کہ چونکہ اصل فطرت سے اختلاف ہے لہذا نہ وہ دریا میں جاسکے اور نہ وہ دریا سے نکل سکے اور چونکہ اصل فطرت اس طرح ہے لہذا اس میں حیلہ وتدبیر بھی نہیں چلتی کہ حیلہ کر کے فطرت کو بدل کر خاکی دریا میں چلے جاویں یا مچھلیاں اس سے باہر نکل آویں تو اسی طرح جو کہ فنافی اللہ ہو چکے ہیں وہ تو احکام حق میں خوش ہیں ان کو تو وہاں سے نکلنا موت ہے اور جو الگ ہیں ان کو ان کی بجا آوری موت ہے نہ وہ ادھر آسکتے ہیں اور نہ وہ ادھر جاسکتے ہیں۔ اب یہاں سننے والے کو یاس ہو سکتی تھی کہ بس پھر تو کوئی امید ہی نہیں رہی جیسی اصل ہوگی اسی کے مطابق رہیں گے اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی لہذا آگے فرماتے ہیں کہ۔

قفل زفت است وکشائندہ خدا	دست در تسلیم زن و اندر رضا
قفل بھاری ہے اور کھولنے والا اللہ (تعالیٰ) ہے	تسلیم اور رضا پر دستگاہ حاصل کرو

یعنی قفل تو عظیم ہے اور کھولنے والا خدا ہے تو تم ہاتھ تسلیم ورضا میں مارو مطلب یہ کہ اگرچہ قفل تو عظیم ہے مگر اس کو کھولنے والے حق تعالیٰ ہیں تم تسلیم ورضا حاصل کرلو اور راضی برضا رہو۔ ان شاء اللہ یہ قفل عظیم حق تعالیٰ کھول دینگے۔

ذرہ ذرہ گر شود مفتاحہا	این کشایش جز نیست از کبریا
ایک ایک ذرہ اگر کنجیاں بن جائیں	یہ کشادگی بجز خدا کے (ممکن) نہیں ہے

یعنی ذرہ ذرہ اگر کنجیاں ہو جاویں تو یہ کھلنا سوائے حق تعالیٰ کے کسی سے نہیں ہے یعنی اگر تمام ذرات عالم کنجیاں بن جاویں تب بھی اس قفل کو سوائے خدا کے کوئی نہیں کھول سکتا۔

چون فراموشت شود تدبیر خویش	بخت یابی اے جوان از پیر خویش
جبکہ تجھ سے تیری تدبیر فراموش ہو جائے	اے جوان! تو اپنے پیر سے نصیبہ حاصل کرے گا

یعنی جبکہ تجھے اپنی تدابیر فراموش ہو جاویں گی تو اے جوان اپنے شیخ سے بخت پاوے گا مطلب یہ کہ جب تم تدابیر کو فنا کر دو گے تو تم کو کوئی رہبر مل جاوے گا اور وہ حق تعالیٰ تک پہنچا دے گا۔

چون فراموش خودی یادت کنند	بندہ گشتی وآنگہ آزادت کنند
جب تو خودی کو فراموش کر دے گا وہ تجھے یاد کریں گے	تو غلام بن جائے گا تو وہ تجھے آزاد کریں گے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب تو اپنے کو فراموش کرے تو وہ تجھے یاد کریں تو غلام ہو جاوے اس وقت تجھے آزاد کریں (اس لئے کہ ارشاد ہے فاذکرونی اذکرکم یعنی مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا۔ اور یاد کامل وہ ہے کہ اس میں اپنی بھی خبر نہ رہے تو بس جب اپنے کو بھلا دیا تو اس طرف سے اذکرکم صادق آ گیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

گر تو خواہی حرّی و دل زندگی	بندگی کن بندگی کن بندگی
اگر تو آزادی اور دل کی زندگی چاہتا ہے	غلامی کر، غلامی کر، غلامی

یعنی اگر تم آزادی اور دل زندگی کے طالب ہو تو بندگی کرو بندگی کرو۔ بندگی (کہ اسی سے دل کو زندگی حاصل ہوگی)

از خودی بگزر کہ تایابی خدا	فانی حق شو کہ تایابی بقا
خودی سے گزر جا تاکہ تو خدا کو پالے	حق میں فنا ہو جا تاکہ تو بقا حاصل کرے

یعنی خودی سے گزر جا تاکہ تو خدا کو پالے اور فانی حق ہو جا تاکہ تو بقا کو پالے۔

گر ترا باید وصال راستین	محو شو واللہ اعلم بالیقین
اگر تجھے سچوں کا وصال درکار ہے	(تو) مٹ جا اور اللہ تعالیٰ یقینا زیادہ جانتا ہے

یعنی اگر تجھے وصال صدیق کی ضرورت ہے تو تو محو ہو جا۔ واللہ اعلم بالیقین۔ تو بس فنافی الحق ہو کر بقا حاصل ہوتی ہے اور اپنے کو مٹا کر خدا ملتا ہے خوب سمجھ لو آگے پھر ان انبیاء علیہم السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ دیکھو سمندر ہے کہ مچھلیوں کو باہر نہیں آنے دیتا اور خاکیوں کو اندر نہیں آنے دیتا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مچھلی کی اصل پانی ہے اور دیگر حیوانات کی مٹی۔ پس وہ اپنی جنس کو جاذب ہے اور غیر جنس کو مانع۔ اور بقائے مغائرت کے ساتھ کوئی تدبیر ایسی نہیں جس سے سمندر میں رہنے کے قابل ہو سکے۔ پس تم بھی مناسبت باحق سبحانہ پیدا کرو۔ اور مغائرت و مضادت کو دور کرو اس کی صورت یہ ہے کہ ہمہ تن منقاد حق سبحانہ اور راضی برضائے حق سبحانہ ہو جاؤ۔ تو گو قفل نہایت سخت ہے مگر خدا اس کو کھول بھی سکتا ہے یہ قفل کھل جاوے گا اور بدوں حق سبحانہ کے کھولے ہوئے اگر ذرہ ذرہ کنجیاں ہو جاوے اور کوشش اس کے کھولنے کی کرے تو ناممکن ہے بس اس کو خدا ہی کھول سکتا ہے بشرطیکہ تم خودی کو مٹا دو اور اپنی تدبیر کو بھول جاؤ۔ اور یہ بات کہ یہ کیونکر ہو اس کا طریقہ بھی ہم بتاتے ہیں اور اس کا پتہ دیتے ہیں دیکھو یہ خوش نصیبی تم کو اپنے شیخ سے حاصل ہوگی اس کا دامن پکڑ و۔ پس جب تم کو اپنے شیخ کی بدولت یہ دولت حاصل ہو جائے گی اور تم اپنے کو بھول جاؤ گے اس وقت یہ قفل ٹوٹ جاوے گا۔ اور وہ بھی تم کو یاد کریں گے اور جبکہ تم بندگی اختیار کرلو گے اس وقت تم کو قید ماسوٰی سے آزاد کر دیں گے پس اگر تم قید نفس سے آزادی اور زندہ دلی چاہتے ہو تو ضرور ضرور بندگی کرو۔ اور خودی کو چھوڑ دو تاکہ خدا کو پاؤ

اور فنا فی الحق ہو جاؤ تا کہ بقا بالحق حاصل ہو اور اگر تم کو حقیقی محبوب کا وصال مطلوب ہے تو اپنے کو مٹاؤ واللہ اعلم۔

شرح شبّیری

انبیاء علیہم السلام کا منکروں کے حق کو قبول کرنے سے مایوس ہو جانا قولہ تعالیٰ حتیٰ اذا ستیاس الرسل الخ

انبیاء گفتند در خاطر کہ چند	می دہیم ایں راؤ آنرا وعظ و پند
انبیاء نے دل میں کہا کہ کتنا	ہم اس اور اس کو وعظ اور نصیحت کریں؟

یعنی انبیاء علیہم السلام نے دل میں کہا کہ ہم کب تک اس کو اور اس کو وعظ و نصیحت کریں۔

چند کوبیم آہن سردے زغے	درد میدن در قفس ہیں تا بکے
گمراہی سے ٹھنڈے ہوئے لوہے کو ہم کب تک کوٹیں؟	ہاں پنجرے میں پھونک بھرنا کب تک؟

یعنی ایک آہن سرد کو ہم غلطی سے کب تک کوٹیں اور قفس میں پھونکنا کب تک۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی قفس میں پھونکے تو بجز اس کے کہ ساری پھونک بیکار جاوے اور کیا فائدہ ہو سکتا ہے ہاں اگر مشک وغیرہ میں پھونکیں تو ہوا رکے اسی طرح ان لوگوں کے سمجھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے جبکہ یہ مانتے ہی نہیں اور اس کا اثر یہ نہیں ہوا کہ وہ تبلیغ ترک کردیتے نہیں بلکہ صرف ان کو ان کے راہ پر آنے سے مایوسی ہوگئی کہ اب یہ ہدایت نہ پاویں گے۔

دم خر پیمودن آخر تا بچند	چوں نیفزاید جوے جز ریشخند
گدھے کی دم ناپنا آخر کب تک	جبکہ سوائے مذاق کے اس میں ایک جو کا فائدہ نہیں ہے

یعنی گدھے کی دم کو آخر ناپنا کب تک جبکہ وہ ایک جو بھی بجز مسخرہ پن کے نہیں بڑھتے مطلب یہ کہ گدھے کی دم کو اگر ناپو تو وہ بڑھے گی تھوڑا جتنی تھی اسی قدر رہے گی۔ ہاں ایک مسخرہ پن زیادہ ہوتا ہے اسی طرح (ان کو سمجھانا فضول ہے اور فرماتے ہیں کہ)

جنبش خلق از قضاؤ وعدہ است	تیزی دندان ز سوز معدہ است
خلق کی حرکت قضا اور وعدہ (الٰہی) سے ہے	دانتوں کی تیزی معدہ کی سوزش سے ہے

یعنی مخلوق کی جنبش قضا و قدر کی وجہ سے ہے اور دانتوں کی تیزی معدہ کی جلن سے ہوتی ہے یعنی جب خوب بھوک لگی ہو اس وقت دانت خوب تیز چلتے ہیں تو اسی طرح جب قضا و قدر سے توفیق ہوتی ہے اس وقت انسان کام کرسکتا ہے ورنہ کچھ بھی نہیں کرسکتا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ماہی از سرگند باشد نے زدم	نفس اول راند بر نفس دوم
مچھلی سر کی جانب سے سڑتی ہے نہ کہ دم کی جانب سے	پہلے نفس نے دوسرے نفس پر حکم چلایا

یعنی نفس اول نے نفس دوم پر حکمرانی کی اور مچھلی سر کی طرف سے سڑتی ہے نہ کہ دم کی طرف سے۔ نفس اول سے مراد متصرف اول یعنی روح اور نفس دوم سے مراد انسان۔ مطلب یہ کہ اول روح ہی خراب ہے تو اس نے جب انسان پر حکمرانی کی تو وہ بھی ویسی ہی ہوگی اور جس کی اصل فطرت اچھی ہوتی ہے اس کے سب کام اچھے ہوتے ہیں دوسرے مصرعہ میں مثال دیتے ہیں کہ مچھلی سر کی طرف سے اول سڑتی ہے اسی طرح انسان ابتداء فطرت ہی سے خراب ہوتا ہے اور قضا وقدر نے جس طرح اصل میں بنادیا ویسا ہی رہتا ہے تو چونکہ کفار اصل فطرت سے منکر حق ہیں لہذا ابھی وہی حالت ہے۔

چونکہ بلغ گفت حق شد ناگزیر	لیک ہم میدان وخر میران چو تیر
چونکہ اللہ (تعالیٰ) نے (تبلیغ کر) فرمایا (لہذا) ضروری ہے	لیکن سمجھ بھی لے اور تیر کی طرح گدھے کو ہانکتا رہ

یعنی لیکن جانتے بھی رہو اور گدھے کو تیر کی طرح چلاتے بھی رہو جبکہ حق نے بلغ فرمادیا ہے تو اب لاچاری ہے مطلب یہ کہ یہ بھی سمجھتے رہو کہ یہ مانیں گے نہیں ان کی اصل فطرت ہی خراب ہے مگر تبلیغ بھی کرتے رہو اس لئے کہ حق تعالیٰ نے بلغ کا حکم کردیا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

جہد کن چندانکہ بینی چیستی	تو نمیدانی کزیں دو کیستی
کوشش کر حتیٰ کہ تو جان لے کہ تو کیا ہے	تو نہیں جانتا کہ ان دو میں تو کون ہے؟

یعنی تو نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے تو کون ہے تو کوشش کر اتنی کہ تو دیکھ لے کہ تو کون ہے مطلب یہ کہ ابھی تجھے خبر نہیں ہے کہ آیا تو سعید ہے یا شقی ہے لہذا اتنی کوشش کر کہ تجھے یقیناً معلوم ہو جاوے کہ تو کون ہے اور علم یقینی موت کے بعد ہوگا لہذا مرنے کے وقت تک کوشش میں لگے رہو ممکن ہے کہ سعید ہی ہو ابھی سے شقی ہونے کا فیصلہ کس طرح کرتے ہو آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

بر توکل میکنی آں کار را	چوں نہی بر پشت کشتی بار را
اس کام کو تو توکل (کی بناء) پر کرتا ہے	جب تو کشتی پر مال لادتا ہے

یعنی جب تم کشتی پر اسباب رکھتے ہو تو اس کام کو توکل پر کرتے ہو (اس لئے کہ)

غرقہ اندر سفر یا ناجیے	تو نمیدانی کزیں ہر دو کیے
سفر میں ڈوبنے والا ہے یا بچنے والا ہے	تو نہیں جانتا کہ تو ان دو میں کونسا ہے

یعنی تو نہیں جانتا کہ تو ان دونوں میں سے کون ہے سفر میں غرق ہونے والا ہے یا ناجی ہے یعنی دونوں

www.besturdubooks.wordpress.com

احتمال ہیں کہ ممکن ہے کہ کشتی ڈوب جاوے اور ممکن ہے کہ کنارہ لگے اور مال فروخت کر کے نفع ہو۔

گر بگوئی تا ندانم من کیم	در نخواہم تاخت بر کشتی ویم
اگر تو کہے کہ جب تک میں نہ جان لوں کہ میں کون ہوں	میں کشتی اور سمندر پر نہ جاؤں گا

یعنی اگر تو کہنے لگے کہ میں جب تک کہ معلوم نہ کرلوں کہ میں کون ہوں (اس وقت تک) میں کشتی یا دریا میں سوار نہ ہوں گا یعنی اگر تم کہو کہ جب تک مجھے خبر نہ ہو جاوے کہ آیا میں ڈوبوں گا یا بچوں گا اس وقت تک میں تو کشتی میں سوار ہوتا نہیں اور کہو کہ۔

من دریں رہ ناجیم یا غرقہ ام	کشف گردان کز کدامین فرقہ ام
میں اس راستے میں بچنے والا ہوں یا ڈوبنے والا	واضح کر دے میں کس فرقے میں سے ہوں

یعنی میں اس راہ میں ناجی ہوں یا غرق ہونے والا ہوں مجھے بتادو کہ میں کس فرقہ سے ہوں یعنی یا تو مجھے بتادو کہ میں ڈوبوں گا یا بچوں گا اور اگر نہیں بتاتے تو سن رکھو کہ۔

من نخواہم رفت ایں رہ باگمان	بر امید خشک ہمچوں دیگران
میں اس راستہ پر گمان کے ساتھ نہ جاؤں گا	دوسروں کی طرح خالی امید پر

یعنی میں تو اس راہ میں (صرف) شبہ پر اور امید خشک پر دوسروں کی طرح نہ چلوں گا۔

یعنی اگر تم کہو کہ جس طرح کہ اور لوگ صرف احتمال نجات پر چل کھڑے ہوتے ہیں میں ایسے احتمال پر نہ چلوں گا بلکہ مجھے بتادو یقیناً کہ میں بچوں گا یا نہ بچوں گا تو اگر تم اس طرح کہنے لگو یہ ہوگا کہ۔

ہیچ بازر گانئے ناید ز تو	زانکہ در غیب ست سر این دورو
تجھ سے کوئی تجارت نہ ہو سکے گی	کیونکہ ان دونوں رخوں کا راز غیب میں ہے

یعنی تجھ سے کوئی تجارت نہ ہوگی اس لیے کہ ان دونوں پہلوؤں کا راز تو غیب میں ہے یعنی کسی کو یقینی طور پر معلوم تو ہے نہیں اور بے یقین کے آپ سفر نہیں کرتے تو بس تجارت ہو چکی۔

تاجر ترسندہ طبع شیشہ جان	در طلب نے سود دارد نے زیاں
ڈرنے والا نازک دل تاجر	طلب میں نہ نفع کماتا ہے نہ نقصان

یعنی تاجر ڈرنے والا نازک جان طلب میں نہ نفع رکھے گا نہ نقصان یعنی اس کو نہ نفع ہوگا نہ نقصان آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

بل زیاں دارد کہ محروم است وخوار	نور او یابد کہ باشد شعلہ خوار
بلکہ نقصان اٹھاتا ہے کیونکہ وہ محروم اور ذلیل ہے	نور وہ حاصل کرتا ہے جو شعلے کو نگلنے والا ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بلکہ نقصان ہی رکھے گا۔ کیونکہ محروم وخوار ہے نور تو وہ رکھے جو شعلہ خوار ہو یعنی جفاکش ہو اس کو نفع ہوتا ہے ورنہ ایسے نازک مزاجوں سے کیا ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ بربوک است جملہ کارہا	کار دیں اولےٰ کزیں یابی رہا
چونکہ تمام کاروبار امید پر ہے	(تو) دین کا کام زیادہ مستحق ہے کہ تو اس سے سبکدوش ہو جائے

یعنی جبکہ تمام کام احتمال پر ہیں تو دین کے کام اولیٰ ہیں کہ ان سے رہائی پاؤ مطلب یہ کہ جب معلوم ہو گیا کہ صرف احتمال نفع پر ہی کوشش کرتے ہیں تو تم کو بھی تو سعید ہونے کا احتمال تو ہے اسی احتمال پر دین کے کام کردیہ کیا ضرور ہے کہ جب تم کو سعید ہونے کا یقین ہو جاوے جب ہی کام کرو اس احتمال پر کہ خدا کے یہاں تم شاید سعید ہو کیوں کام نہیں کرتے جیسا کہ وہ سوداگر صرف احتمال نفع پر تجارت کرتا ہے بلکہ اس کو تو اس میں احتمال ضرر بھی ہے اور کار دین میں تو احتمال ضرر ہے ہی نہیں تو افسوس ہے کہ یہاں تو یقین کے جویا ہو اور وہاں احتمال پر بھی کام شروع کر دو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

نیست دستورے دریں جا قرع باب	جز امید اللہ اعلم بالصواب
اس جگہ دروازہ کھٹکھٹانے کی اجازت نہیں ہے	سوائے امید کے، خدا بہتر جانتا ہے

یعنی اس جگہ سوائے امید کے قرع باب کی اجازت نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ باب حق کو کھٹکھٹانے میں سوائے امید کے یقین وغیرہ کی اجازت نہیں ہے کہ جب یقین ہو اس وقت تو کام کرو ورنہ نہیں بس یہاں تو کام امید کا ہے امید پر سب کام کرو۔

بیان اس کا کہ ایمان مقلد کا خوف ورجا میں ہے

داعی ہر پیشہ امید است و بوک	گرچہ گردن شان زکوشش شد چو دوک
ہر پیشے کی محرک امید اور تمنا ہے	اگرچہ ان کی گردن کوشش میں تکلے کی طرح ہو گئی ہے

یعنی ہر پیشہ کے لئے محرک امید و احتمال ہی ہے اگرچہ ان کی گردن کوشش سے مثل تکلے کے ہو جاوے یعنی اگرچہ کوشش کے مارے گردن تکلے کی طرح ہو جاوے مگر وہ ساری کوشش صرف ایک احتمال پر ہوتی ہے کہ شاید نفع ہو جاوے۔

بامداداں چوں سوئے دکان رود	بر امید و بوک روزی می رود
صبح کو وہ جب دکان کی جانب جاتا ہے	کمائی کی امید اور تمنا پر جاتا ہے

یعنی (تاجر) صبح کو جب دوکان کی طرف جاتا ہے تو امید اور احتمال روزی پر دوڑتا ہے۔

بوک روزی نبودت چوں میروی	خوف حرمان است تو چونے قوی
تجھے روزی کی امید نہ ہو تو کیوں جائے؟	محرومی کا ڈر ہے تو تو قوی کیوں ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی شاید کہ تیرے لئے روزی نہ ہو تو کیوں جارہا ہے اور تجھے خوف حرمان ہے تو تو کس طرح قوی ہے۔

خوف حرمان ازل در کسب لوت	چون نکردت ست اندر جستجوت
روٹی کمانے میں ازلی محرومی کے ڈر نے	تجھے تیری جستجو میں ست کیوں نہ کیا؟

یعنی کسب روزی میں خوف حرمان ازلی نے تجھے جستجو میں ست کیوں نہ کردیا۔ مطلب یہ کہ احتمال تو نقصان کا بھی ہے۔ پھر کس طرح قوی ہوکر کوشش کررہے ہو اس میں اس احتمال پر چھوڑ نہیں بیٹھتے بلکہ۔

گوئی آرے خوف حرمان ہست پیش	ہست اندر کاہلی این خوف بیش
تو کہتا ہے کہ ہاں محرومی کا ڈر پیش (نظر) ہے	(لیکن) سستی میں یہ ڈر زیادہ ہے

یعنی کہتے ہو کہ ہاں خوف حرماں تو سامنے ہے (مگر) کاہلی میں یہ خوف اور زیادہ ہے (اور کہتا ہے کہ)

ہست در کوشش امیدم بیشتر	دارم اندر کاہلی افزوں خطر
کوشش میں مجھے زیادہ امید ہے	سستی میں مجھے زیادہ خطرہ ہے

یعنی کوشش میں تو مجھے امید زیادہ ہے اور کاہلی میں خطرہ زیادہ رکھتا ہوں یعنی کہتے ہو کوشش کرتا رہوں گا تو غالب امید نفع کی ہے اور اگر کوشش چھوڑ دوں گا تو پھر تو خطرہ زیادہ ہوجاوے گا۔ اور امید نفع مغلوب ہوجاوے گی مولانا اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ۔

پس چرا درکار دین ای بدگمان	دامنت می گیرد ایں خوف زیان
اے بدگمان! پھر دین کے کام میں کیوں	یہ نقصان کا خوف تیرا دامن پکڑ لیتا ہے؟

یعنی پھر اے بدگمان کار دین میں یہ نقصان کا خوف تیرا دامن کیوں پکڑتا ہے مطلب یہ کہ جب کار دنیا میں خوف نقصان مانع کوشش نہیں ہوتا تو کار دین میں خوف نقصان مانع کیوں ہے دوسری شق پر کیوں نظر نہیں کرتے۔ نفع کا بھی تو احتمال ہے اس احتمال کی بناء پر کام میں لگو کہ نفع ہو۔

یا ندیدی کاہل ایں بازار ہا	درچہ سودند انبیاء و اولیا
کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اس بازار والے	انبیاء اور اولیاء کس قدر نفع میں ہیں

یعنی یا تو نے دیکھا نہیں کہ اس بازار والے کیسے نفع میں ہیں انبیاؑ اور اولیاءؒ یعنی آیا تجھے خوف نقصان مانع ہے یا کہ تجھے اس کے اندر نفع ہی دکھائی نہیں دیتا۔ اور جو اس بازار کے سوداگر ہیں یعنی انبیاء اور اولیاء کیا تو نے ان کو کبھی نہیں دیکھا کہ وہ کیسے نفع میں ہیں اور کیا تم کو اس کی خبر نہیں ہے کہ۔

زین دکان رفتن چہ کان شان رونمود	اندریں بازار چون بستند سود
اس دکان سے جانے نے ان کو کیسی کان دکھائی	اس بازار میں انہوں نے کیسا نفع کمایا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس دوکان سے جانے سے ان کو کیسی معدن نے منہ دکھایا اور اس بازار میں انہوں نے کس طرح نفع باندھا یعنی کیا تم نے ان کے نفعوں کو کبھی دیکھا نہیں ہے آگے حضرات انبیاء علیہم السلام کے کچھ معجزات بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو ان حضرات کو یہ نفع ہوئے اور وہ ایسے ہوگئے۔

آتش آنرا رام چون خلخال شد	بحر این را رام چون حمال شد
ان کے لئے آگ پازیب کی طرح فرمانبردار بنی	سمندر بوجھ اٹھانے والے کی طرح انکا فرمانبردار ہوا

یعنی آگ ان کے لئے خلخال کی طرح مطیع ہوگئی اور ان کے لئے دریا حمال کی طرح مطیع ہوگیا۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ خلخال پاؤں میں پڑا رہتا ہے اور حمال صاحب مال کا مطیع ہوتا ہے اسی طرح آگ اور دریا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مطیع ہوگئے۔ یہ کیا تھا یہ اسی بازار حب حق کا سودا اور نفع تھا۔

از دم آن مردهٔ زنده شده	ابر آنرا سایه بانے آمده
ان کے پھونک مارنے سے مردہ زندہ ہوا	ابر ان کے لئے سائبان بنا

یعنی ان کی پھونک سے مردہ زندہ ہوتا تھا اور ابر ان کے لئے سائبان آیا۔ یعنی عیسےٰ علیہ السلام کے دم سے مردہ زندہ ہوتا تھا اور حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض مرتبہ ابر سایہ کر کے چلا ہے۔

آہن آنرا رام ہمچون موم شد	باد آنرا بندہ و محکوم شد
لوہا ان کے لئے موم کی طرح فرمانبردار تھا	ہوا ان کی غلام اور محکوم ہوئی

یعنی لوہا ان کے لئے مثل موم کے ہوگیا اور ہوا ان کے لئے غلام اور محکوم ہوئی یعنی داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا موم نرم ہوتا تھا اور سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا مسخر تھی۔

شد براں در دفع دشمن چوب مار	عنکبوتے شد مر آنرا پردہ دار
دشمن کو دفع کرنے کے لئے لکڑی ان کے لئے سانپ بنی	مکڑی ان کے لئے پردہ کرنے والی بنی

یعنی دفع دشمن میں ان کے لئے لکڑی سانپ بن گئی اور ایک مکڑی ان کے لئے پردہ دار ہوئی۔ یعنی موسیٰ کے لئے دفع دشمن میں عصا اژدہا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکڑی سے حفاظت ہوئی کہ غار ثور میں جب آپ پوشیدہ ہوئے تو مکڑی نے جالا تن دیا تھا تو یہ سب اسی یاد حق کا نفع اور اسی کا سود تھا۔ آگے فرماتے ہیں کہ یہ تو انبیاء ہیں کہ جن کے معجزے ظاہر و باہر ہیں حق تعالیٰ کے بہت سے اولیاء پوشیدہ ہیں کہ نہ کسی کو ان کی کرامات کی خبر اور نہ ان کی بزرگی کی اطلاع مگر ہیں سب مقبولان حق۔

www.besturdubooks.wordpress.com

معنے اس حدیث کے کہ ان للہ اولیاء اخفیاء

(حق تعالیٰ کے بہت سے اولیاء پوشیدہ ہیں)

قوم دیگر سخت پنہاں میروند	شہرۂ خلقان ظاہر کے شوند
کچھ دوسرے لوگ ہیں جو بہت پوشیدہ چلتے ہیں	(وہ) ظاہری مخلوق میں کب مشہور ہوتے ہیں

یعنی قوم دوسری سخت پوشیدہ آئی ہیں اور مخلوق ظاہری میں کب مشہور ہوتی ہیں۔

اینہمہ دارند و چشم ہیچکس	بر نیفتد بر کیا شان یک نفس
یہ سب کچھ رکھتے ہیں اور کسی کی نگاہ	ان کی بزرگی پر ایک دم کے لئے نہیں پڑتی

یعنی یہ سب کچھ رکھتے ہیں اور کسی کی نگاہ ان کی بزرگی پر ایک گھڑی کو نہیں پڑتی۔

ہم کرامت شان ہم ایشان در حرم	نام شان را نشود ابدال ہم
ان کی کرامت بھی (اور) وہ خود بھی حرم میں ہیں	ابدال بھی ان کا نام نہیں سنتے ہیں

یعنی ان کی کرامت بھی ہیں اور وہ حرم (حق) میں بھی ہیں (مگر) نام ان کا ابدال بھی نہیں سنتے۔ (تو دیکھئے حق تعالیٰ کے اولیاء ظاہر بھی ہیں اور مخفی بھی ہیں اور یہ سب برکات وفیوض اسی فیض حق کے ہیں) آگے رجوع ہے ماقبل کی طرف اوپر کہا تھا۔ یاندیدی کال این بازار ہالخ کہ کیا تو نے اس بازار والوں کو نہیں دیکھا ہے اب آگے فرماتے ہیں کہ"۔

یا نمیدانی کرمہائے خدا	کو ترا میخواند این سو کہ بیا
کیا تو نہیں جانتا کہ خدا کے کرم ہیں	جو تجھے پکارتے ہیں کہ اس طرف آ جا

یعنی یا کہ تو حق تعالیٰ کے انعامات کو نہیں جانتا کہ وہ تجھے بلا رہے ہیں کہ اس طرف آ۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ تجھے اپنے انعامات کی طرف بلا رہے ہیں۔

شش جہت عالم ہمہ اکرام اوست	ہر طرف کہ بنگری اعلام اوست
عالم کی شش جہت میں اس کے اکرام ہیں	تو جس طرف دیکھے اس کی نشانیاں ہیں

یعنی شش جہت عالم تمام اسی کا اکرام ہے اور جس طرف تو دیکھے اسی کی نشانیاں ہیں۔

چون کریمے گویدت آتش درا	اندر آزو دو مگو سوزد مرا
جب کریم تجھے کہے کہ آگ میں آ جا	جلد اندر آ جا اور نہ کہہ کہ وہ مجھے جلا دے گی

یعنی جیسا کوئی تم سے کہے کہ آگ میں چلے آؤ تو اس کے اندر آ جاؤ اور یہ مت کہو کہ مجھے جلا دے گی۔ کریم اسے مراد وہ ہے جس کو کہ دی آتی ہو سو اگر ایسا شخص یہ بھی کہے کہ آگ میں گر پڑ تو وہ چونکہ من اللہ ہو گا اس کا کہا

مان لینا جائز ہے ورنہ کسی دوسرے کے کہنے سے اپنے کو ہلاک کرنا حرام ہے۔ خوب یاد رکھو تو جب انبیاء علیہم السلام کے کہنے سے اپنے کو ہلاک کر سکتے ہو تو حق تعالیٰ اگر احکام شاقہ کا حکم فرمادیں جس میں کہ بظاہر تعب بھی ہو تو کیا حرج ہے اس لئے کہ اگر ان کے احکام کو بجالاؤ گے تو یہ ہوگا کہ۔

کوز آتش نرگس و نسرین کند	وز میانش غنچہا سر بر زند
کیونکہ وہ آگ سے نرگس اور نسرین بنا دیتا ہے	اس کے اندر سے غنچے کھلتے ہیں

یعنی کیونکہ وہ آگ میں نرگس و نسرین کردیں گے اور اس کے درمیان سے غنچہ سر نکالیں گے یعنی وہ اگر احکام شاقہ کا بظاہر حکم بھی کریں تو وہ اس کو آسان فرمادیں گے۔

در حقیقت آتش از ہیبت چو ماست	گا ذر دستار خوان انبیاء است
در حقیقت آگ خوف سے پانی کی طرح ہے	وہ انبیاء کے دستر خوان کا دھوبی ہے

یعنی حقیقت میں آگ (ان کریموں کی) ہیبت کی وجہ سے مثل پانی کے ہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے دستر خوان دھوبی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر وہ کریم آگ میں گرنے کو کہیں تو گر جاؤ اس لئے کہ ان کی ہیبت سے آگ مضر نہیں رہی ہے اور غیر مضر ہونے میں پانی کی طرح ہوگئی ہے اور انبیاء کی تو دھوبی ہے آگے حضرت انس بن مالکؓ کی حکایت لاتے ہیں کہ ان کا دستر خوان میلا تھا انہوں نے آگ میں ڈال دیا تو جلا نہیں بلکہ صاف ہوگیا تو دیکھو آگ غیر مضر اور گا ذر ہوگئی اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ انبیاء علیہم السلام نے جب ان لوگوں کو بہت نصیحت کی اور ان پر کچھ اثر نہ ہوا تو انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ ہم نے ہر ایک کو بہت کچھ نصیحت مگر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ یہ لوگ جو اپنی گمراہی سے ٹھنڈا لوہا بنے ہوئے ہیں آخر ان کو ہم کب تک کوٹیں اور سوراخ دار پنجرے میں کب تک پھونک بھرنے کی کوشش کریں۔ یہ ایک وسوسہ تھا جس کو انہوں نے یوں دفع کردیا کہ ہرچند کہ مخلوق کی حرکات بحکم قضا و قدر ہیں اور جب ادھر ہی سے مدد ہو اور ان کے اندر طلب پیدا ہو تب ہی کچھ ہو سکتا ہے کیونکہ بدوں طلب کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ دانت اسی وقت چلتے ہیں جب پیٹ میں بھوک کی آگ لگی ہوئی ہو۔ اور چونکہ حق سبحانہ ان کی عقول پر حاکم اور متصرف ہیں اور ان کو منظور نہیں اس لئے کچھ نہیں ہوتا اور یہ فساد جو ان میں پیدا ہوا ہے اوپر ہی سے ہے۔ جس میں کوئی حکمت مضمر ہے کیونکہ مچھلی سر ہی کی جانب سے سڑتی ہے دم سے نہیں سڑتی۔ یہ سب کچھ ہے لیکن ہم کو اس فقط علم ہی تک محدود رکھنا چاہئے اس کا اثر عمل پر نہ ہونا چاہئے اور کام برابر کرتے رہنا چاہئے کیونکہ جب حق سبحانہ نے یہ حکم تبلیغ فرمایا ہے تو اس کی اطاعت ضروری ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح انبیاءؑ نے قدر کا راز سمجھ کر نصیحت کو نہیں چھوڑا اسی طرح تم بھی نہ چھوڑو یہ مانا کہ تم نہیں

جانتے کہ تمہارا کیا حشر ہوگا لیکن تم کو اس وقت تک کوشش کرتے رہنا چاہئے جب تک کہ تم کو نتیجہ معلوم ہو جاوے اور تم جان جاؤ کہ مقبول ہو یا مردود نیک ہو یا بد اور یہ مرنے کے بعد ہوگا۔ تو مرتے وقت تک کوشش سے دست بردار نہ ہونا چاہئے دیکھو جب کشتی پر بوجھ لادتے ہو تو یہ کام تمہارا محض توکل ہی پر ہوتا ہے تم کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تم دو فریق میں سے کس فریق میں ہو آیا ڈوب جاؤ گے یا بچ جاؤ گے۔ اب اگر تم یہ کہو کہ صاحب جب تک میں یہ نہ جان لوں گا کہ میں ڈوبنے والا ہوں یا بچنے والا اس وقت تک نہ کشتی پر سوار ہوں گا نہ دریا میں چلوں گا۔ پس پہلے تم مجھے بتادو کہ میں کس فریق میں ہوں آیا ڈوب جاؤں گا یا بچ جاؤں گا تب چلوں گا ورنہ میں اوروں کی طرح خالی امید اور محض گمان پر نہ جاؤں گا تو اس صورت میں تم سے ہرگز سوداگری نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ان دونوں پہلوؤں کی حقیقت پردہ غیب میں مستور ہے۔ دیکھو جو تاجر ڈرپوک اور نازک مزاج ہوتا ہے طلب دولت کے بارہ میں نہ اس کو فائدہ ہوگا نہ نقصان کیونکہ یہ دونوں باتیں تجارت کرنے کے بعد ہوتی ہیں اور وہ ڈر کے مارے تجارت ہی نہیں کرتا بس اس سے نفع یا نقصان کیونکر ہو بلکہ اگر نظر کو غائر کیا جاوے تو اس حالت میں اس کو نقصان ہی ہوگا کیونکہ محروم اور ذلیل ہوگا نور اس کو ملتا ہے جو آگ کھائے یعنی راحت جفاکش ہی اٹھاتا ہے پس چونکہ ہر کام کا مدار توقع اور امید پر ہے لہذا دین کا کام اس کا زیادہ مستحق ہے کہ احتمالات کی بناء پر اس کو نہ چھوڑا جاوے اور یہی صورت رہائی کی ہے۔ دین کے معاملہ میں بجز امید کے اور کسی طرح دروازہ کھٹکھٹانے کی اجازت ہی نہیں صرف یہ اجازت ہے کہ امید رکھو اور کام کرو۔ نہ اس کی اجازت ہے کہ کام چھوڑ دو اور نہ اس کی کہ تم نتیجہ کے پیچھے پڑو۔ دیکھو امید ہی وہ شے ہے جو آدمی کو ہر کام پر آمادہ کرتی ہے خواہ اس میں اس کو کتنی ہی مشقت برداشت کرنی پڑے اور خواہ ان کی گردن سوکھ کر کانٹا ہو جاوے۔ مثلاً تاجر جب صبح کو دکان پر جاتا ہے تو رزق کی ضرور امید ہوتی ہے کیونکہ اگر امید نہیں ہوتی تو پھر کیوں جاتے ہو اور اگر محرومی کا خوف ہے تو تم کیسے اس کام پر مضبوط ہو۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ روٹی کمانے کے بارہ میں حرمان ازلی کا خوف بھی سامنے ہے مگر کاہلی میں یہ خوف اور بھی زیادہ ہے وہاں اگر احتمال تھا تو یہاں یقین ہے اور کوشش ہی میں کامیابی کی امید زیادہ ہے اور ترک سعی میں تو غلبہ حرمان ہی کو ہے پس دین کے کام میں خوف نقصان تمہارا دامن گیر کیوں ہوتا ہے اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں یا تو یہ کہ تم نہیں دیکھتے کہ اس بازار کے تاجر انبیاء اور اولیاء سعی کی بدولت کیسے کیسے نفعے اٹھا رہے ہیں اور دکان پر جانے سے ان کو کس قدر دولتیں مل رہی ہیں اور بازار میں ان کو کس قدر نفع ہوا ہے کہ بعض کے لئے آگ خلخال کی طرح مطیع ہوگئی بعض کا سمندر باربردار ہوا ہے اور بعض کے ہاتھوں مردے زندہ ہوئے ہیں اور بعض پر ابر سایہ کرتا تھا اور بعض کے ہاتھ میں لوہا موم ہو گیا اور بعض کی ہوا محکوم تھی۔ بعض کے لئے دفع دشمن کے واسطے لکڑی سانپ بن گئی اور بعض کی حفاظت کے لئے مکڑی نے جالا بنادیا اور کچھ ایسے ہیں جو مخفی ہیں اور مخلوق میں مشہور نہیں۔ وہ دولت ہر قسم کی رکھتے ہیں لیکن ان کے کمال پر کسی کی نظر نہیں پڑتی۔ ان کو شرف بھی حاصل ہے اور قرب بھی مگر با ایں ہمہ ابدال تک بھی ان کا نام نہیں سنتے یا یہ کہ تمہیں حق سبحانہ کی عنایتیں معلوم نہیں کہ وہ خود تمہیں بلا رہے ہیں کہ ارے ادھر آ تمام عالم اس کے انعام سے پر ہے اور ہر طرف اس کے وجود اس کی وحدانیت اس کی عظمت وجلال اس کے لطف وکرم کی شہادتیں موجود

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں پس تم کو ان باتوں پر غور کرنا چاہئے اور اطاعت پر کمر بستہ ہونا چاہئے اور اگر کوئی بھی کریم تم سے یہ بھی کہے کہ تم آگ میں کود پڑو تب بھی اندیشہ ضرر کو پیش نظر نہ رکھنا چاہئے بلکہ اس میں فوراً کود پڑنا چاہئے کیونکہ وہ آگ ہی سے نرگس ونسرین منافع دنیویہ واخرویہ پیدا کردے گا۔ اور اسی میں انواع واقسام کے پھول کھلیں گے۔ آگ تمہارے نزدیک آگ ہے اس کے سامنے تو مارے ڈر کے پانی ہے اور ممکن نہیں کہ خلاف منشاء کوئی تصرف کر سکے وہ تو انبیاء کے دستر خوان کا دھوبی ہے پس ان کے حکم کے ہوتے ہوئے کیسے ضرر پہنچا سکتی ہے اب وہ قصہ سنو جس سے معلوم ہو کہ آگ انبیاء کے دستر خوان کا دھوبی ہے۔

شرح شبّیری

حکایت انس بن مالکؓ کی رومال کو آگ میں ڈال دینے کی اور اس کے نہ جلنے کی

از انس فرزند مالک آمده است	که بمهمانے او شخصے شده است
انسؓ مالک کے بیٹے کی (بات) منقول ہے	کہ ایک شخص ان کا مہمان بنا

یعنی انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ان کی مہمانی میں ایک شخص ہوئے یعنی ایک شخص ان کے مہمان ہوئے۔

او حکایت کرد کز بعد طعام	دید انس دستار خوانرا زرد فام
اس نے بیان کیا ہے کہ کھانا کھانے کے بعد	(حضرت) انسؓ نے دسترخوان کو پیلا دیکھا

یعنی اس مہمان نے بیان کیا کہ کھانے کے بعد انسؓ نے دستر خوان کو زرد فام دیکھا یعنی شوربا لگا ہوا دیکھا۔

چرکن و آلوده گفت ای خادمه	اندر افگن در تنورش یک دمه
میلا اور سنا ہوا فرمایا اے لونڈی!	ایک دم اس کو تنور میں ڈال دے

یعنی میلا اور آلودہ دیکھا تو فرمایا کہ اے خادمہ اس کو ایک دم کے لئے تنور میں ڈال دے۔

در تنور پرز آتش در فگند	آن زمان دستار خوانرا ہوشمند
آگ بھرے تنور میں ڈال دیا	فوراً دستر خوان کو (اس) ہوشمند نے

یعنی تنور آگ کے بھرے ہوئے میں اس ہوشمند نے اسی وقت دستر خوان کو ڈال دیا۔

جمله مهمانان دران حیران شدند	انتظار دود کندوری بدند
سب مہمان اس (معاملے) میں حیران ہو گئے	دستر خوان کے دھوئیں کے منتظر تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی سارے مہمان اس بات میں حیران تھے اور دستر خوان کے دھویں کے منتظر تھے یعنی منتظر تھے کہ وہ اب جلے گا اور دھواں اٹھے گا۔

بعد یک ساعت بر آورد از تنور	پاک و اسپید و ازان او ساخ دور
تھوڑی دیر کے بعد اس نے تنور سے نکالا	پاک اور سفید اور اس میل کچیل سے دور

یعنی بعد ایک گھڑی کے خادمہ نے تنور سے پاک اور سفید نکالا اور اس سے تمام میل کچیل دور تھے۔

قوم گفتند اے صحابی عزیز	چون نہ سوزید و منقی گشت نیز
لوگوں نے کہا اے معزز صحابی!	وہ کیوں نہ جلا اور صاف بھی ہوگیا

یعنی قوم نے کہا کہ اے صحابی عزیز یہ جلا کیوں نہیں (بلکہ) اور صاف بھی ہوگیا۔

گفت زانکہ مصطفے دست و دہان	بس بمالید اندریں دستار خوان
انہوں نے کہا اس لئے کہ مصطفیٰ نے ہاتھ اور منہ	اس دستر خوان سے بہت پونچھا ہے

یعنی فرمایا کہ اس لئے کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ اور ہاتھ اس دستر خوان میں بہت پونچھے ہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے دل ترسندہ از نار و عذاب	باچنان دست و لبے کن اقتراب
اے آگ اور عذاب سے ڈرنے والے دل!	ایسے ہاتھ اور ہونٹ سے نزدیک ہو جا

یعنی اے دل نار و عذاب سے ڈرنے والے تو ایسے دست ولب کے ساتھ نزدیکی حاصل کر لے۔

چون جمادے را چنین تشریف داد	جان عاشق را چہا خواہد کشاد
جب بے جان کو اس نے اتنی شرافت دیدی	عاشق کی جان کو کس قدر کشادگی دے گا؟

یعنی جبکہ ایک جماد کو ایسی خلقت عطا فرمائی تو جان کو تو کتنی کشادگی دیں گے (اور اب اس زمانہ میں) اقتراب اس دست ولب کے ساتھ یہ ہے کہ دست سے افعال سرزد ہوئے ہیں اور لب سے اقوال لہٰذا افعال و اقوال پر عمل کرنا یہی دست ولب کے ساتھ اقتراب ہے۔

مر کلوخ کعبہ را چون قبلہ کرد	خاک مردان باش اے جان در نبرد
کعبہ کے ڈھیلے کو جب اس نے قبلہ بنا دیا	اے جان! معرکہ میں مردان (حق) کی خاک بن جا

یعنی کعبہ کے ڈھیلوں کو جب قبلہ کر دیا تو تو اے جان مردان (حق) کے مقابلہ (نفس) میں خاک ہو جا مطلب یہ کہ دیکھ لو کہ ابراہیم علیہ السلام کا دست مبارک لگنے سے کعبہ کے اینٹ پتھر قبلہ ہوگئے تو بس تو بھی خاک مردان حق ہو جا کہ اس سے کام چلے گا اور نفس کے مقابلہ میں اسی وقت تم کو کامیابی ہوگی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بعد ازان گفتند باآن خادمہ	تو نگوئی حال خود باایںہمہ
اس کے بعد انہوں نے اس خادمہ سے کہا	یہ سب کچھ ہوتے ہوئے تو اپنا حال نہیں بتاتی

یعنی بعد اس کے سب نے اس خادمہ سے کہا کہ تو اپنا حال باوجود ان سب باتوں کے نہیں کہتی۔ مطلب یہ کہ ان کو تو اعتماد تھا اس وجہ سے انہوں نے کہہ دیا مگر تجھے تو چاہئے تھا کہ پوچھ لیتی باوجود خوف جلنے کے پھر تو نے ڈال دیا تو توزرا اپنا حال بیان کر کہ تجھے کیا ہو گیا تھا۔

چون فگندی زود ایں از گفت وے	گیرم او بردست در اسرار پے
ان کے کہنے سے تو نے جلدی سے کیوں ڈال دیا؟	میں نے مانا کہ ان کو رازوں کا پتہ لگ گیا تھا

یعنی ان کے کہنے سے تو نے جلدی سے کس طرح ڈال دیا ہم نے فرض کیا کہ وہ اسرار میں قدم لے گئے ہیں یعنی ہم نے فرض کیا کہ ان کو تو اسرار پر اطلاع تھی لہذا انہوں نے کہدیا تجھے کیا ہو گیا تھا کہ تو نے اس کو آگ میں جھونک دیا۔

اینچنیں دستار خوان قیمتے	چون فگندی اندر آتش ای ستی
ایسا قیمتی دستر خوان	اے بی بی! تو نے آگ میں کیسے ڈال دیا؟

یعنی ایسا قیمتی دستر خوان اری بی تو نے آگ میں کیونکر ڈال دیا۔

گفت دارم بر کریمان اعتمید	از عباداللہ دارم بس امید
اس نے کہا مجھے بزرگوں پر اعتماد ہے	میں اللہ کے (نیک) بندوں سے بہت امید رکھتی ہوں

یعنی اس خادمہ نے کہا کہ مجھے کریموں پر اعتماد ہے اور میں اللہ کے بندوں سے بہت امید رکھتی ہوں مطلب یہ کہ مجھے اعتماد تھا کہ اس میں کوئی مصلحت ہوگی اور مجھے تو اللہ کے بندوں سے بڑی بڑی امیدیں ہیں یہ تو کوئی بات نہ تھی۔

میزرے چہ بود اگر او گویدم	در رواندر عین آتش بے ندم
نہ بند کیا ہوتا ہے اگر وہ مجھے کہیں	بلا جھجک آگ میں چلی جا
اندر افتم از کمال اعتقید	نیستم از اکرام انسیان ناامید
کے اعتقاد کی وجہ سے اندر گھس جاؤں	میں ان کے کرم سے ناامید نہیں ہوں

یعنی کپڑا تو کیا اگر وہ مجھے فرماویں کہ عین آتش میں چلی جا تو بے پشیمانی کے میں کمال اعتقاد کی وجہ سے چلی جاؤں اور میں ان کے اکرام سے ناامید نہیں ہوں۔ مطلب یہ کہ ان پر مجھے اس قدر اعتماد اور اعتقاد ہے کہ اگر خود مجھے بھی آگ میں جانے کو کہیں تو میں خود بھی آگ میں چلی جاؤں اور اس کا یہ کہنا چونکہ غلبہ حال میں ہے لہذا بوجہ معذوری معاف ہے ورنہ بے غلبہ حال کے کسی غیر نبی کے کہنے سے ایسا کرنا ہلاک نفس ہے جو کہ حرام ہے اور کہتی ہے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

سر در اندازم نہ این دستار خوان	ز اعتماد بر کریم راز دان
میں اپنا سر ڈال دوں نہ (صرف) یہ دستر خوان	راز داں کریم کے بھروسے پر

یعنی میں تو سر ڈال دوں نہ کہ یہ دستر خوان بوجہ اعتماد ہر کریم راز دان کے یعنی چونکہ مجھے اعتماد ہے کہ یہ جو کر رہے ہیں اس میں مصلحت ہے لہذا دستر خوان تو کیا میں تو سر ڈالنے کو موجود ہوں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے برادر خود برین اکسیر زن	کم نباید صدق مرد از صدق زن
اے بھائی! اپنے آپ کو اس اکسیر سے رگڑ دے	مرد (کے اعتقاد) کی سچائی عورت کی سچائی سے کم نہیں ہونی چاہئے

یعنی اے بھائی اپنے کو اس اکسیر پر مار اور مرد کا صدق صدق زن سے کم تو نہ ہونا چاہئے۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ اس کو اعتماد تھا اور اس نے ان حضرات سے تعلق پیدا کر کے اپنے کو کامل بنالیا تھا اسی طرح تم بھی اولیاء اللہ اور کاملین سے تعلق پیدا کرو کہ تم بھی کام کے ہو جاؤ گے۔ بھلا ایک عورت سے تو کم مت ہو۔

آن دل مردے کہ از زن کم بود	آن دلے باشد کہ کم ز اشکم بود
مرد کا وہ دل جو عورت کے دل سے کم ہو	وہ ایسا دل ہے جو پیٹ سے کم ہے

یعنی وہ دل اس مرد کا کہ جو عورت سے کم ہووے وہ وہ دل ہو جو شکم سے بھی (مرتبہ میں) کم ہے یعنی ذلیل وخوار ہونے میں وہ شکم سے گیا گزرا ہو چونکہ اوپر کہا تھا کہ ایسے حضرات کے دست ولب سے اقتراب حاصل کرو اس کے مناسب آگے حکایت لاتے ہیں کہ ایک حبشی غلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک اپنے چہرہ پر پھیر لیا تو اس کا چہرہ روشن ہو گیا تو اسی طرح اگر تم اس سے اقتراب پیدا کرو گے تو تمہارے قلوب اور چہرے سب روشن ہو جاویں گے۔ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (واللہ اعلم بصحتہ) کہ ان کے یہاں ایک مہمان آئے۔ ان مہمان صاحب نے بیان کیا کہ کھانے سے فراغت پانے کے بعد انسؓ نے دستر خوان کو شوربے میں زرد اور میلا اور سالن میں سنا ہوا دیکھا تو لونڈی سے فرمایا کہ اس کو تھوڑی دیر تنور میں ڈال دو اس نے آگ سے لبریز تنور میں اس کو ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر تمام مہمان حیران ہوئے اور منتظر تھے کہ اب دستر خوان جلے گا اور اس سے دھواں نکلے گا تھوڑی دیر کے بعد جو دستر خوان نکالا تو پاک صاف اور سفید تھا۔ میل کچیل کچھ بھی باقی نہ رہا تھا لوگوں نے دریافت کیا اے صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ صاف کیوں کر ہو گیا جلا کیوں نہیں انہوں نے فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دستر خوان سے ہاتھ منہ پونچھا تھا یہ وجہ ہے نہ جلنے کی پس اس سے تم ہمارے بیان کی تصدیق کرو اور عبرت پکڑو اور واضح ہو کہ تم کو جو آگ اور عذاب کا ڈر ہے اس سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ اس ہاتھ اور منہ سے تقرب حاصل کرو یعنی محبت اور اطاعت آنجناب پیدا کرو تم اس خوف سے مامون ہو جاؤ گے تم سمجھو کہ جنہوں نے ایک

www.besturdubooks.wordpress.com

جماد کو صوری اتصال اور قرب کی بدولت یہ شرف بخشا کہ وہ ضرر آتش سے محفوظ ہو گیا تو جان عاشق جس کو معنوی اتصال وقرب ہے اس پر کس قدر کرم کے دروازہ کھولیں گے اور اس پر کیا کیا عنایتیں نہ ہوں گی۔ دیکھو تو سہی آپ نے کعبہ کے پتھروں کو کیونکر قبلہ بنادیا اور اس کو کس قدر شرف عطا کیا۔ پس ان واقعات سے عبرت حاصل کرو اور مردان خدا کی خاک ہو جاؤ اپنے کو ان کے سامنے فنا کردو۔ دیکھو اس خادمہ نے اپنے کو کیونکر فنا کر رکھا تھا چنانچہ جب لوگ حضرت انس سے جواب سن چکے تو اس خادمہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تم اپنی حالت کیوں نہیں بیان کرتیں کچھ تم بھی تو کہو ہم نے مانا کہ ان کو راز معلوم تھا اس لئے انہوں نے بے تکلف حکم دیدیا مگر تم کو تو راز معلوم نہ تھا تم نے ان کے کہنے سے اس قدر جلد دستر خوان کو آگ میں کیوں ڈال دیا اور اس قدر قیمتی دستر خوان کو آگ کے حوالہ کیسے کر دیا اس نے جواب دیا کہ مجھے اہل اللہ پر پورا بھروسہ ہے اور مجھے حق سبحانہ کے خالص بندوں سے بڑی امیدیں ہیں ازار کیا چیز ہے اگر وہ مجھ سے بھی کہیں کہ بے کھٹکے آگ میں گھس جا۔ تو مجھے ان سے اتنا اعتقاد ہے کہ فوراً آگ میں گر پڑوں۔ مجھے ان حضرات کی عنایت سے بہت کچھ امیدیں ہیں اور میں ناامید نہیں ہوں۔ اس لئے میں ہر اہل اللہ کے اعتماد پر صرف دستر خوان ہی نہیں بلکہ سر تک آگ میں جھونکنے کے لئے تیار ہوں۔ بس جب ایک عورت کے اعتقاد اور خلوص کی یہ حالت ہے تو تم کو عورت سے تو کم نہ ہونا چاہئے اور خود بھی کمال اعتقاد حاصل کر کے کندن ہو جانا چاہئے۔ یاد رکھو کہ جس مرد کا دل عورت کے دل سے بھی کم ہو وہ دل دل نہیں بلکہ پیٹ سے بھی ادنیٰ ہے کہ وہ جس کام کا ہے اس کو انجام دے رہا ہے اور یہ اپنے فرض سے غافل ہے اس پر نظر کر کے تم کو ان کے اکرام سے ناامید نہ ہونا چاہئے اور اعتماد کرنا چاہئے اور ان سے اتصال روحانی حاصل کرنا چاہئے کیونکہ یہ بڑے کریم ہیں اور ان کے ساتھ صوری اتصال میں بھی بڑی برکت ہے چہ جائیکہ معنوی۔ چنانچہ ان دونوں باتوں کی تصدیق تم کو قصہ ذیل سے ہوگی۔

شرح شبیری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عرب کے قافلہ کی فریاد کو پہنچنا کہ تشنگی اور بے آبی کی وجہ سے عاجز ہو رہا تھا اور دل موت پر رکھے ہوئے تھا اور ان کے جانور بھی قریب بہ ہلاکت تھے

اندراں وادی گروہے از عرب	خشک شد از قحط باراں شاں قرب
اس وادی میں عرب کے ایک گروہ کی	مشکیں بارش کے قحط کی وجہ سے خشک ہو گئی تھیں

یعنی اس جنگل میں ایک عرب کے گروہ کے قحط بارش کی وجہ سے مشکیزے خشک ہو گئے تھے (چونکہ مشک میں پانی بھرنے سے وہ تر رہتی ہے ورنہ خشک ہو جاتی ہے تو چونکہ پانی تھا نہیں لہذا ساری مشکیں خشک ہو گئی تھیں)

www.besturdubooks.wordpress.com

درمیان آن بیاباں ماندہ	کاروان مرگ بر خود خواندہ
اس جنگل میں رہ گیا تھا	وہ قافلہ جس نے اپنی موت کو دعوت دی تھی

یعنی اس بیابان میں رہے ہوئے اور موت کے قافلہ کو اپنے اوپر بلائے ہوئے۔

ناگہانے آن مغیث ہر دو کون	مصطفےٰ پیدا شد از رہ بہر عون
اچانک دونوں جہان کے فریاد رس	مصطفیٰ مدد کے لئے راستہ سے نمودار ہو گئے

یعنی ناگہاں وہ دونوں جہان کے فریاد رس (یعنی) مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم راستہ سے مدد کے واسطے پیدا ہو گئے یعنی ناگہاں اس جنگل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی گزر ہوا۔

دید کانجا کاروانے بس بزرگ	بر تف ریگ و رہے صعب و سترگ
انہوں نے وہاں ایک بڑا قافلہ دیکھا	ریت کی گرمی اور بڑے سخت راستہ پر

یعنی آپ نے ایک بہت بڑے قافلہ کو گرم ریت اور ایک بڑی سخت راہ پر دیکھا۔

اشتران شان را زبان آویختہ	خلق اندر ریگ ہر سو ریختہ
ان کے اونٹوں کی زبانیں لٹکی ہوئی	لوگ ریت میں ہر جانب بکھرے ہوئے

یعنی ان کے اونٹ زبان ڈالے ہوئے تھے اور لوگ ریتے میں ہر طرف پڑے ہوئے تھے۔

رحمش آمد گفت ہین زوتر روید	چند یارے سوئے آن کثبان دوید
ان کو رحم آیا فرمایا آگاہ! جلد جاؤ	چند یار ان ٹیلوں کی جانب دوڑو

یعنی آپ کو رحم آیا تو فرمایا کہ ہاں جلدی سے جاؤ۔ چند آدمی ان ٹیلوں کی طرف جاؤ۔

کہ سیاہے بر شتر مشک آورد	سوئے میر خود بزودی می برد
کہ ایک حبشی اونٹ پر مشک لا رہا ہے	اپنے آقا کی جانب تیزی سے لے جا رہا ہے

یعنی ایک حبشی اونٹ پر مشک لا رہا ہے اور اپنے امیر کی طرف جلدی سے لے جا رہا ہے۔

آن شتربان سیہ را با شتر	سوئے من آرید با فرمان مر
اس حبشی اونٹ والے کو مع اونٹ کے	تختی سے میرے پاس لے آؤ

یعنی اس حبشی اونٹ والے کو معہ اونٹ کے میرے پاس حکم قطعی کے ساتھ لاؤ مطلب یہ کہ اس کی رضا لینے کی حاجت نہیں ہے بس حکم قطعی ہے کہ اس کو میرے پاس لے آؤ۔

سوئے کثبان آمدند آن طالبان	بعد یک ساعت بدیدند آنچنان
وہ تلاش کرنے والے ٹیلوں کی جانب پہنچے	تھوڑی دیر بعد انہوں نے ویسا ہی دیکھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ تلاش کرنے والے ٹیلوں کی طرف آئے تو ایک گھڑی کے بعد انہوں نے ویسا ہی دیکھا۔

بندۂ می شد سیہ با اشترے	راویہ پر آب چون ہدیہ برے
حبشی غلام مع اونٹ کے جا رہا تھا	ہدیہ لے جانے والے کی طرح مشک بھرے ہوئے

یعنی ایک غلام حبشی معہ ایک اونٹ کے مشک پانی سے بھری ہوئی ہدیہ لے جانے والے کی طرح جا رہا ہے

یعنی بہت اہتمام سے وہ اس مشک کو لے جا رہا ہے

پس بدو گفتند می خواند ترا	ایں طرف فخر البشر خیرالوریٰ
انہوں نے کہا میں ان کو نہیں جانتا وہ کون ہیں؟	انہوں نے کہا وہ چاند جیسے چہرے شکر جیسی عادت والے (ہیں)

پس ان لوگوں نے کہا کہ تجھے اس طرف فخر البشر اور خیر الوریٰ بلا رہے ہیں۔

گفت من نشناسم او را کیست او	گفت او آن ماہ روئے قند خو
اس نے کہا میں ان کو نہیں جانتا وہ کون ہیں؟	انہوں نے کہا وہ چاند جیسے چہرے شکر جیسی عادت والے (ہیں)

یعنی اس نے کہا کہ میں ان کو نہیں پہچانتا کہ وہ کون ہیں تو صحابہ نے فرمایا کہ وہ ماہرو اور قند خو ہیں۔

سید و سرور محمدؐ نور جان	مہتر و بہتر شفیع مجرمان
سید اور سردار محمدؐ جو جان کا نور ہیں	سب سے بالا اور سب سے اعلیٰ گناہگاروں کے شفیع

یعنی سید اور سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم نور جان مہتر اور بہتر اور مجرموں کے شافع"

نوعہا تعریف کردندش کہ ہست	گفت مانا او مگر آن ساحر است
انہوں نے ان کی اس طرح کی تعریف کی جو تھی	اس نے کہا ہاں وہ شاید وہی جادو گر ہے

یعنی ان کی قسم قسم کی تعریفیں کیں کہ وہ (ایسے) ہیں تو بولا کہ شاید وہ فلاں ساحر ہیں۔

کہ گروہے را زبون کرد او بسحر	من نیایم جانب او نیم شبر
اس نے ایک جماعت کو جادو سے مغلوب کر دیا ہے	میں اس کی جانب آدھی بالشت نہ جاؤں گا

یعنی کہ ایک گروہ کو انہوں نے جادو سے مغلوب کر رکھا ہے تو میں ان کی طرف آدھی بالشت بھی نہ آؤں گا۔

کش کشانش آوریدند آن طرف	او فغان برداشت بر تشنیع وتف
وہ اس کو کھینچ تان کر کے ادھر لے آئے	اس نے برا کہنے اور گرم مزاجی میں شور شروع کر دیا

یعنی اس کو کھینچتے ہوئے اس طرف کو لائے اور وہ تشنیع وطعن میں غل مچا رہا تھا۔

چون کشیدندش بہ پیش آن عزیز	گفت نوشید آب و بردارید نیز
جب وہ اس کو ان معزز کے سامنے کھینچ لائے	انہوں نے فرمایا پانی پی لو اور لے بھی لو

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جبکہ وہ اس کو اس عزیز کے سامنے لائے تو فرمایا کہ پانی پیو اور رکھ بھی لو۔

جملہ راز ان مشک او سیراب کرد	اشتران و ہر کسے زان آب خورد
انہوں نے اس مشک سے سب کو سیراب کر دیا	اونٹوں اور ہر شخص نے اس سے پانی پیا

یعنی سب کو آپ نے اس مشک سے سیراب فرمایا۔ اونٹوں نے اور ہر شخص نے اس پانی سے پیا"۔

راویہ پر کرد و مشک از مشک او	ابر گردوں خیرہ شد از رشک او
مشک اور پکھال اس کی مشک سے بھر لی	آسمان کا ابر اس کے رشک سے حیران رہ گیا

یعنی بڑی اور چھوٹی سب مشکیں اس کی مشک سے بھر لیں اور ابر آسمانی بھی آپ کے رشک سے حیران رہ گیا

یعنی اس کو حیرت تھی کہ میں بھی اس قدر فیاض نہیں ہوں جیسے کہ آپ ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ایں کسے دیدہ است کز یک راویہ	سرد گردد سوز چندیں ہاویہ
یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک پکھال سے	اتنی دوزخوں کی سوزش ٹھنڈی ہو جائے

یعنی یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک مشک سے اتنی دوزخوں کی آگ بجھ گئی ہو۔

این کسے دیدست کز یک مشک آب	گشت چندیں مشک پر بے اضطراب
یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک مشک پانی سے	بغیر پریشانی کے اتنی مشکیں بھر جائیں

یعنی یہ کسی نے دیکھا ہے کہ پانی کی ایک مشک سے اتنی مشکیں بے کسی اشکال کے بھر گئی ہوں۔

مشک خود روپوش بود و موج فضل	می رسید از امر او از بحر اصل
مشک آڑ تھی اور (اللہ کے) فضل کی موج	اس (اللہ تعالیٰ) کے حکم سے اصل سمندر سے پہنچ رہی تھی

یعنی مشک خود ایک حجاب تھا (ورنہ) فضل کی موج حکم حق سے دریائے اصل سے پہنچ رہی تھی یعنی یہ مشک تو ایک درمیان میں واسطہ اور حجاب تھی ورنہ اصل میں تو پانی دریائے اصل اور بحر رحمت میں سے آ رہا تھا آگے اس کے استعجاب کو دور فرماتے ہیں کہ۔

آب از جوشش ہمی گردد ہوا	واں ہوا گردد ز سردی آبہا
پانی اس کے جوش سے ہوا بن جاتا ہے	ہوا ٹھنڈک سے پانی بن جاتی ہے

یعنی پانی اپنے جوش سے ہوا بن جاتا ہے اور وہ ہوا سردی کی وجہ سے پانی ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ دیکھو اسباب ظاہری سے اکثر اوقات ہوا پانی بن جاتی ہے اور پانی ہوا بن جاتا ہے لیکن۔

بلکہ بے اسباب و بیروں زیں حکم	آب رویانید تکوین از عدم
بلکہ بغیر اسباب کے اور ان حکمتوں کے علاوہ	(اللہ کی) ایجاد نے عدم سے پانی پیدا کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بلکہ بے اسباب کے اور اس حکم سے باہر تکوین عدم سے پانی اگاتی ہے۔ مطلب یہ کہ اسباب ظاہری سے تو ہوا سے پانی اور پانی سے ہوا بن جاتے ہیں لیکن بعض مرتبہ اس کے خلاف بھی ہوتا ہے جیسا کہ یہاں ہو رہا تھا کہ بے اسباب ظاہری کے حکم تکوینی عدم سے اس پانی کو پیدا کر رہا تھا اور یہ پانی آ رہا تھا آگے فرماتے ہیں کہ۔

توز طفلی چوں سببہا دیدۂ	در سبب از جہل بر چفسیدۂ
چونکہ تونے بچپن سے اسباب پر نظر رکھی ہے	تو نادانی سے سبب سے چمٹ گیا ہے

یعنی تونے بچپن سے جب اسباب کو دیکھا ہے تو جہل کی وجہ سے سبب پر چپکا ہوا ہے۔

با سببہا از مسبب غافلے	سوئے این روپوشہا زان مائلی
تو اسباب کی وجہ سے سبب پیدا کرنے والے سے غافل ہے	اس وجہ سے تو ان آڑوں کی طرف مائل ہے

یعنی تو اسباب میں مسبب سے غافل ہے اور ان حجابات کی طرف اس وجہ سے مائل ہے۔

چوں سببہا رفت بر سر میزنی	ربنا و ربنا ھا می کنی
جب اسباب فنا ہو جاتے ہیں تو سر پیٹتا ہے	اے ہمارے رب! اے ہمارے رب! بہت کرتا ہے

یعنی جب اسباب جاتے رہے تو سر پیٹتا ہے اور ربنا ربنا کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اے انسان تونے چونکہ بچپن سے ان اسباب ہی کو دیکھا ہے اس لئے تیری نظر میں صرف اسباب ہی ہیں اور تو مسبب سے غافل ہو رہا ہے اور تیری سمجھ میں بے اسباب ظاہری کے اس طرح پانی کا پیدا ہو جانا نہیں آتا۔ لیکن جب اسباب فنا ہو جاتے ہیں اور قضا وقدر کی طرف سے کوئی امر واقع ہوتا ہے تو اس وقت دعائیں کرتا ہے اور حق تعالیٰ کو پکارتا ہے کہ اے اللہ اسباب تو ہیں نہیں اب آپ ہی بچائیے اور آپ ہی پناہ دیجئے جب یہ دعا کرتا ہے۔ تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ۔

رب مے گوید برد سوئے سبب	چون زصنعم یاد کردی ای عجب
اللہ (تعالیٰ) فرما دیتا ہے سبب کی طرف جا	تعجب ہے تونے میری کاریگری کو کیسے یاد کیا؟

یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسباب ہی کی طرف جا تعجب ہے کہ تونے مصنوع سے مجھے یاد کیا مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تونے مصنوع کو چھوڑ کر مجھے یاد کیا تو تو ہمیشہ اسباب ہی کی طرف متوجہ رہتا تھا تو اب کیوں اس طرف متوجہ ہوا جا اسباب ہی کی طرف جا جب ادھر سے یہ ارشاد ہوتا ہے تو انسان کہتا ہے کہ۔

گفت زیں پس من ترا بینم ہمہ	ننگرم سوئے سبب وان دمدمہ
(بندہ) کہتا ہے اس کے بعد صرف تجھ پر نظر رکھوں گا	سبب اور اس فریب کی جانب نظر نہ کروں گا

یعنی کہتا ہے کہ اس کے بعد میں بالکل تجھے ہی دیکھوں گا میں سبب اور مکر وفریب کی طرف نہ دیکھوں گا۔

یعنی انسان اس ارشاد حق کو سن کر عرض کرتا ہے کہ یا الٰہی اب آئندہ اسباب کی طرف نظر نہ کروں گا اور اب تو ہمیشہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تمام امور کو آپ ہی کی طرف سے سمجھوں گا۔

گویدش رو والعا دوا کار تست	اے تو اندر توبہ و میثاق سست
(اللہ تعالیٰ) اس سے فرمائے گا ردو العادوا تیرا کام ہے	اے وہ! کہ تو توبہ اور عہد میں کمزور ہے

یعنی حق تعالیٰ اس سے فرماتے ہیں کہ تیرا کام ردوالعادوا ہے اے وہ کہ تو توبہ اور عہد میں سست ہے (حق تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ولو تری اذ وقفوا علی النار فقالوا یالیتنا نرد ولا نکذب بآیات ربنا و نکون من المؤمنین بل بدالھم ما کانوا یخفون من قبل ولو ردوا لعادوا لما نھوا عنہ وانھم لکذبون) مطلب یہ کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے انسان تو جو وعدہ کرتا ہے کہ میں آئندہ اسباب کی طرف متوجہ نہ ہوں گا یہ وعدہ اور توبہ بالکل سست ہے اور تو اس وعدہ اور میثاق پر پورا رہنے والا نہیں ہے اس لئے کہ تیری تو وہ حالت ہے اور تو تو ایسا بھولنے والا ہے کہ جب جہنم کو دیکھ لے گا اور اس کے عذاب کا مشاہدہ کرلے گا تو اس وقت کہے گا کہ اگر میں دنیا میں لوٹ جاؤں تو اس مرتبہ جا کر ضرور عبادت حق کروں اور ایمان لاؤں لیکن چونکہ ہم علیم ہیں ہم جانتے ہیں کہ تو وہاں جا کر بھی ہمیں بھول جاوے گا اور اسی طرح شرک و معاصی میں مبتلا ہو جاوے گا تو بالکل جھوٹا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ تو پھر اسباب کی طرف متوجہ ہوگا اور تو ان اسباب ہی میں لگے گا اور اپنے کاموں کو اب بھی ہماری طرف سے نہ سمجھے گا اور یہ تیرا توبہ کرنا اور تیرے یہ عہد و میثاق سب سست ہیں لیکن خیر سن لے کہ۔

لیک من آن ننگرم رحمت کنم	رحمتم پرست بر رحمت تنم
لیکن میں اس کا خیال نہیں کرتا' رحمت کرتا ہوں	میری رحمت وسیع ہے میں رحمت سے کام لیتا ہوں

یعنی لیکن میں اس کو نہیں دیکھتا اور رحمت کرتا ہوں میری رحمت زیادہ ہے میں رحمت پر تلتا ہوں۔

ننگرم عہد بدت بدہم عطا	از کرم ایندم چو میخوانی مرا
میں تیرے برے عہد کو نہیں دیکھتا بخشش کرتا ہوں	کرم کی وجہ سے' جبکہ تو مجھے پکارتا ہے

یعنی میں تیرے عہد بد کو نہیں دیکھتا بلکہ کرم کی وجہ سے تجھے عطا دیتا ہوں جبکہ تو مجھے پکار رہا ہے

از من آید جملہ احسان و وفا	وز تو بد عہدی و نسیان و خطا
میری طرف سے سراسر احسان اور وفا ہے	تیری جانب سے بدعہدی اور کوتاہی اور خطا ہے

یعنی مجھ سے تو بالکل احسان اور وفا آتا ہے اور تجھ سے بدعہدی اور نسیان اور خطا آتا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان اور اے بندہ اگرچہ تو سست عہد اور توبہ شکن اور وعدہ فراموش ہے لیکن جب تو ہماری طرف متوجہ ہوا اور تو نے ہمیں پکارا تو اب ہماری رحمت' ورکرم کا تقاضا یہ ہے کہ ہم تجھے بخشتے ہیں اور تجھ پر رحم کرتے ہیں تو نے ہمیشہ بدعہدی اور وعدہ فراموشی کی ہے اور ہم نے ہمیشہ کرم کیا ہے اور عطا کی ہے۔ لہٰذا اسی

www.besturdubooks.wordpress.com

بناء پر ہم اب بھی تجھ پر رحم کرتے ہیں اور تیری اس بدعہدی پر جس کا کہ ہمیں علم ہے کہ تو کرے گا نظر نہیں کرتے سچ یہ ہے کہ رحمت حق بہانہ می جوید جو کچھ کی ہے اور بدعہدی وغیرہ غرض جو کی ہے وہ سب ہماری طرف سے ہے۔ اور اس طرف سے کرم اور انعامات ہی ہیں خوب کہا ہے۔

ترے کرم میں کمی کچھ نہیں کریم ہے تو مرا قصور ہے جھوٹا امیدوار ہوں میں اور فرماتے ہیں کہ

نقصان ز قابل ست وگرنہ علی الدوام فیض سعادتش ہمہ کس را برابر است۔ غرضکہ انسان وہ وعدہ فراموش اور عہد شکن ہے کہ اس پر جو کچھ بھی گزر جاوے یہ اس کو فوراً ہی بھلا دینے والا ہے آگے خود انسان کی معذوری اسباب میں بیان فرماتے ہیں کہ۔

حاصل آنکہ در سبب پیچیدۂ	لیک معذوری ہمیں را دیدۂ
خلاصہ یہ ہے کہ تو سبب میں الجھا ہے	لیکن تو معذور ہے تونے بھی دیکھا ہے

یعنی حاصل یہ کہ تو سبب میں لپٹا ہوا ہے لیکن تو معذور ہے کہ تو نے اسی کو دیکھا ہے مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ اے انسان حاصل اس ساری گفتگو کا یہ ہے کہ تو بالکل اسباب میں لپٹا ہوا ہے اور تیری نظر اسباب ہی پر ہے لیکن تو اس میں کسی درجہ میں معذور بھی ہے اس لئے کہ ہوش سنبھالا تو اسباب ہی پر نظر پڑی اب تو مجاہدات اور ریاضات کے بعد تو اس حالت کو رفع کر سکتا ہے اور نظر خالق اور صانع پر کر سکتا ہے غرضکہ اس وقت یہ پانی اسباب ظاہری کے خلاف بحر رحمت اور فضل حق سے آ رہا ہے اور سب کو سیراب کر رہا تھا۔

قافلہ حیران شدند از کار او	یا محمدؐ چیست ایں اے بحر خو
ان کے کارنامے سے قافلہ حیران ہو گیا	اے محمدؐ اے (دریا خصلت) یہ کیا ہے؟

یعنی قافلہ آپ کے کام سے حیران رہ گیا (اور سب چیخ اٹھے کہ) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اے دریا خصلت یہ کیا ہے۔

کردۂ روپوش مشک خورد را	غرقہ کردی ہم عرب ہم کرد را
آپ نے ایک چھوٹی مشک کو آڑ بنایا	آپ نے عربوں کو بھی اور کردوں کو بھی اس میں ڈبو دیا

یعنی آپ نے ایک چھوٹی مشک کو حجاب کر لیا ہے اور عرب اور کرد سب کو غرق کر دیا ہے مطلب یہ کہ سارے قافلہ والے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزے سے حیران اور ششدر رہ گئے اور بول اٹھے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے بظاہر تو اس مشک خورد کو حجاب بنا لیا ورنہ اپنے معجزے سے تمام عرب اور عجم کو سیراب کر دیا۔ اور پانی سب میں پہنچا دیا۔ عرب و کرد بطور مبالغہ کے کہدیا مطلب یہ کہ اس میں سے سینکڑوں آدمیوں کو سیراب کر دیا۔ غرض کہ سارے کے سارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کے قائل ہو گئے اور مان گئے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

الفضل ما شہدت بہ الاعداء۔

غرض کہ اس غلام کی مشک اسی طرح بھری رہی اور قافلہ سارا کا سارا سیراب ہوگیا۔ آگے اس کی مشک کے بھرے رہنے اور اس حبشی غلام کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے سپید ہو جانے کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح مبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ ایک وادی میں عربوں کی ایک جماعت کی یہ حالت تھی کہ بارش نہ ہونے اور پانی نہ ملنے کے سبب ان کی مشکیں خشک ہوگئی تھیں اور اس میدان میں ایک قافلہ پڑا ہوا تھا جو شدت مصیبت سے اپنی موت کی دعائیں مانگ رہا تھا کہ دفعتہً ان کی مدد کے لئے ہر دو عالم کے فریادرس (دنیا میں بذریعہ دعا وہدایت اور عقبیٰ میں بذریعہ شفاعت) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں سے آتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر آپ نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا قافلہ گرم ریت اور دور دراز اور کٹھن راستہ پر پڑا ہوا ہے یہ دیکھ کر آپ کو رحم آیا اور فرمایا کہ تم میں سے چند آدمی ان ٹیلوں پر جاؤ دیکھو ایک حبشی مشک لا رہا ہے اور اپنے آقا کی طرف تیز جا رہا ہے تم اس حبشی کو اونٹ سمیت میرے پاس جبراً لے آؤ۔ وہ متلاشی ٹیلوں پر آئے تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے ویسا ہی دیکھا جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک حبشی غلام اونٹ پر سوار ہے اور اس کے پاس ایک بڑی مشک پانی سے بھری ہوئی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کسی کے واسطے ہدیہ لئے جاتا ہو اس سے انہوں نے کہا کہ تم کو فخر البشر خیر الوریٰ اس طرف بلاتے ہیں۔ اس نے کہا میں نہیں جانتا فخر البشر خیر الوریٰ کون ہیں اس پر ان میں سے کسی نے کہا کہ ماہر و شیریں خصال سرور سید بہتر مہتر شفیع مجرمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایسی ہی اور تعریفیں کیں کیونکہ آپ واقع میں ایسے ہی ہیں اس نے کہا ہو نہ ہو یہ وہی جادوگر ہے جس نے اپنے جادو سے ایک بڑی جماعت کو مغلوب کر لیا میں اس کی طرف تو آدھ بالشت بھی نہ چلوں گا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ وہ خوشی سے نہیں آتا تو وہ کھینچتے ہوئے اس طرف لائے اس نے چلانا شروع کیا اور طعن و تشنیع اور جلی کٹی باتیں کہنی شروع کیں۔ مگر انہوں نے اس پر کچھ توجہ نہ کی اور لے ہی آئے جبکہ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر کیا تو آپ نے فرمایا کہ اچھا تم سب اس میں سے پانی پی لو اور اپنی اپنی مشکیں بھر لو آپ نے اسی مشک سے سب کو سیراب کر دیا اور آدمیوں اور اونٹوں سب نے اس سے خوب اچھی طرح پانی پی لیا۔ اور اس کی ایک مشک سے چھوٹی بڑی مشکیں بھی پر کر لیں وہ مشک یوں ہی پانی دے رہی تھی کہ ابر آسمانی کو اس پر رشک ہوتا تھا اور وہ بھی متحیر تھا کہ اتنا چھوٹا ظرف اور اس میں اس قدر پانی کسی نے ایسا دیکھا ہے کہ ایک مشک سے اتنی دوزخوں کی آگ بجھ جاوے۔ یعنی اتنے پیٹوں میں ٹھنڈک پڑ جاوے اور کسی نے یہ دیکھا ہے کہ ایک مشک سے بے زحمت اتنی مشکیں بھر جائیں اصل بات یہ ہے کہ مشک تو ایک آڑ تھی ورنہ یہ موج فضل بحکم خداوندی بحر قدرت بے پایان

سے آ رہی تھی اس کی قدرت نہایت وسیع ہے۔ دیکھو پانی بخارات بن کر ہوا بنتا ہے اور ہوا سردی پا کر پھر پانی بن جاتی ہے بلکہ اس نے نوع آب کو عدم محض سے پیدا کیا ہے جب اس کی قدرت اتنی وسیع ہے تو اس میں کیا راز ہے کہ مشک آب کو حجاب بنایا گیا اس کا سبب یہ ہے کہ تم نے بچپن سے اسباب ہی کو دیکھا ہے اس لئے تم اسباب ہی کو لئے ہوئے ہو۔ اور بلا سبب کے کوئی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔ تم نے سبب میں مشغول ہو کر اس مسبب کو بھلا دیا ہے جس نے خود اسباب کو بنایا اور اس سے پھر کر ان حجابوں کی طرف مائل ہو گئے ہو لیکن جب اسباب ختم ہو جاتے ہیں اس وقت تم بھی سر پیٹتے اور اے اللہ یہ کر دے اے اللہ وہ کر دے کہتے ہو اور حق سبحانہ کی قدرت کا اعتراف کرتے ہو اس وقت حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ اب تمہیں میرا بلا اسباب کے فاعل ہونا کیسے یاد آیا تم تو اسباب ہی کو سب کچھ مانتے تھے بس جاؤ اسباب ہی کو ذریعہ مقصود بناؤ۔ اس پر تم کہتے ہو نہیں اے اللہ اب میں تجھی کو سب کچھ سمجھوں گا اور اسباب جو کہ دھوکے کی ٹٹی ہیں ان پر کبھی نظر نہ کروں گا۔ اس پر حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں کہ تم اپنے عہد و پیمان میں بڑے بودے ہو تمہاری تو یہ حالت ہے کہ دوزخ کو دیکھ کر بھی معاصی میں مبتلا ہو لیکن ہم تمہارے پاجی پن پر نظر نہ کریں گے بلکہ تم پر رحمت کریں گے کیونکہ ہماری رحمت وسیع ہے اور ہم رحیم ہیں ہم تمہارے جھوٹے عہد کو نہ دیکھیں گے بلکہ جب اس وقت تم ہم سے مانگ رہے ہو تو ہم اپنے کرم سے تمہیں دینگے ہمارا کام احسان و وفا ہے اور تمہارا کام بدعہدی۔ بھول اور غلطی۔ خیر خلاصہ یہ کہ تم اسباب میں لپٹے ہوئے ہو مگر ایک حد تک معذور ہو کہ تم نے آنکھ کھول کر اسباب ہی دیکھے ہیں اس لئے آڑ کی ضرورت ہوئی خیر جب یہ واقعہ ہوا تو قافلہ متحیر ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا بات ہے کہ آپ نے ایک چھوٹی سی مشک کو آڑ بنا کر اس میں اتنا پانی نکالا کہ تمام عربوں اور کردوں کو گویا کہ اس میں ڈبو دیا۔

شرح شبّیری

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے اس غلام کی مشک کا غیب سے بھر جانا اور اس حبشی غلام کا گورا چٹا ہو جانا

اے غلام اکنون تو پر بین مشک خود	تا نگوئی در شکایت نیک و بد
اے غلام! اب تو اپنی مشک کو بھرا ہوا دیکھ لے	تاکہ تو شکایت میں برا بھلا نہ کہے

یعنی اے غلام تو اب اپنی مشک بھری ہوئی دیکھ لے تاکہ تو شکایت میں برا بھلا نہ کہے۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے غلام اب دیکھ لے کہ تیری مشک بھری ہوئی ہے کہیں تو پھر شکایت کرے کہ میرا پانی

www.besturdubooks.wordpress.com

لے لیا۔ اور مجھے خالی چھوڑ دیا۔ ہم نے لیا ہے لیکن تیری مشک ویسی کی ویسی ہی بھری ہوئی ہے۔

آن سیہ حیران شد از برہان او	می دمید از لا مکان ایمان او
وہ حبشی ان کے معجزے سے حیران ہو گیا	غیب سے اس کا ایمان اگنے لگا

یعنی وہ حبشی آپ کی برہان سے حیران رہ گیا۔ اور اس کا ایمان غیب سے اگ رہا تھا۔ یعنی حبشی حضرت کا یہ معجزہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور اس کے قلب میں ایمان آنا شروع ہو گیا۔ اور نور ایمان اس کے قلب میں چمکنے لگا۔

چشمۂ دید از ہوا ریزان شدہ	مشک او روپوش فیض آں شدہ
اس نے ایک چشمہ دیکھا جو فضا سے بہہ رہا تھا	اس کی مشک اس کی آڑ بن گئی تھی

یعنی اس نے ایک چشمہ دیکھا جو کہ ہوا میں سے گر رہا ہے اور اس کی مشک اس فیض کے لئے حجاب ہو رہی ہے۔

زان نظر روپوشہا ہم بردرید	تا معین چشمۂ غیبے رسید
اس نے اس نظر سے پردوں کو چاک کر دیا	یہاں تک کہ اس نے غیبی چشمہ کا جاری پانی دیکھ لیا

یعنی اس نظر سے حجابات کو بھی اٹھا دیا۔ یہاں تک کہ چشمہ غیبی کے مقام اجراء تک پہنچ گئی۔ مطلب یہ کہ اسے ایک چشمہ نظر آیا کہ جو ہوا میں گر رہا ہے اور اس کی مشک اس کے لئے حجاب ہو گئی ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس مشک میں سے یہ پانی آ رہا ہے اس کے بعد اس کی نگاہ سے وہ حجاب مشک بھی اٹھ گیا اور اس نے خود اس چشمہ کو دیکھ لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ایک چشمۂ آب ابل رہا ہے اس کو دیکھ کر اس کی یہ حالت ہوئی کہ۔

چشمہا پر آب کرد آندم غلام	شد فراموشش ز خواجہ وز مقام
اس وقت وہ غلام آنکھوں میں آنسو بھر لایا	اس سے ٹھکانا اور آقا فراموش ہو گیا

یعنی اس وقت غلام نے آنکھیں پر آب کر دیں اور اس کو آقا اور قیام گاہ فراموش ہو گئے۔ مطلب یہ کہ اس معجزہ کو دیکھ کر وہ غلام رونے لگا اور اسے نہ آقا یاد رہا اور نہ اسے قیامگاہ یاد رہی وہ سب کو بھول گیا اور حیرت میں رہ گیا۔

دست و پائش ماند از رفتن براہ	زلزلہ افگند در جانش آلہ
اس کے ہاتھ پاؤں راستہ چلنے سے درماندہ ہو گئے	خدا نے اس کی حالت میں ہلچل پیدا کر دی

یعنی اس کے ہاتھ پاؤں راستہ میں چلنے سے رہ گئے۔ اور اس کی جان میں حق تعالیٰ نے زلزلہ ڈال دیا یعنی وہ اس حالت کو دیکھ کر ششدر ہو گیا اور کانپنے لگا۔ اور اس بات نے اسے ایک مرتبہ ہلا ڈالا اور اس پر حالت سکر طاری ہو گئی۔

باز بہر مصلحت بازش کشید	کہ بخویش آ باز رواے مستفید
(آنحضورؐ نے) پھر اس کو مصلحتاً کھینچا	کہ اے طالب فیض! ہوش میں آ جا (اور) واپس جا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی پھر مصلحت کی وجہ سے اسے واپس کھینچ کیا کہ اے مستفید آپے میں آ اور پھر چل مطلب یہ کہ اس حالت کے بعد حق تعالیٰ نے اس کو سکر سے صحو کی طرف کھینچا کہ خودی میں اور ہوش میں آ کر سلوک طے کرا سلئے کہ استغراق اور سکر کی حالت میں ترقی نہیں ہوتی بلکہ سکون رہتا ہے سلوک نہیں ہوتا اس لئے اس کو حالت سکر سے حالت صحو کی طرف لائے تا کہ ترقی ہو۔

وقت حیرت نیست حیرت پیش تست	ایں زماں در رہ درآ چالاک و چست
(یہ) حیرت کا وقت نہیں ہے حیرت پیش آنے والی ہے	اب ہوشیاری اور چستی سے راہ (ہدایت) پر آ جا

یعنی حیرت کا وقت نہیں ہے۔ حیرت تیرے آگے ہے اس وقت تو راہ میں چالاک و چست ہو کر آ۔ مطلب یہ کہ سکر سے صحو کی طرف لانے میں گویا یہ ارشاد تھا کہ یہ وقت حیرت کا نہیں ہے بلکہ اس وقت تو وقت سلوک ہے مقام حیرت آگے آوے گا۔ وہاں حیران ہونا۔ یہاں تو ہوش میں آ کر راستہ چلو یہاں سے وہ حضرات جو کہ استغراق اور بے خودی کو بزرگی سمجھتے ہیں سن لیں کہ دیکھئے مولانا رومؒ جیسے صوفی اور شیخ کامل جن کو کہ ہر طبقہ مانتا ہے فرماتے ہیں کہ سکر اور استغراق میں سلوک طے نہیں ہوتا اس لئے حالت سکر کے بدلنے کی ضرورت واقع ہوئی اور اس کو ہوش میں لایا گیا۔ غرضکہ جب اس کو حالت سکر سے افاقہ ہوا تو اس نے فرط جوش محبت میں یہ کیا کہ۔

دستہائے مصطفٰے بر رو نہاد	بوسہائے عاشقانہ بس بداد
اس نے مصطفیٰ کے ہاتھ (اپنے) چہرے پر رکھے	بہت سے عاشقانہ بوسے دیئے

یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کو منہ پر رکھا اور عاشقانہ بوسے بہت سے دیئے۔

مصطفٰے دست مبارک بر رخش	آنزماں مالید و کرد او فرخش
مصطفیٰ نے بابرکت ہاتھ اس کے چہرے پر	اس وقت ملے اور اس کو بابرکت بنا دیا

یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک اس کے چہرہ پر اس وقت مل دیا تو اس نے اس کو فرخ کر دیا۔ مطلب یہ کہ اب جب اس نے دست مبارک پر بوسے دیئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس کے چہرہ پر پھیر دیا اور اس ہاتھ پھیرنے نے اس کو خوش نصیب اور نیک نہاد کر دیا۔

شد سپید آں زنگئ زادہ حبش	ہمچو بدر و روز روشن شد شبش
وہ زنگی حبش کی اولاد سفید ہو گیا	چودھویں کے چاند کی طرح اور اس کی رات روشن دن بن گئی

یعنی وہ زنگی زادہ حبشی سفید ہو گیا اور اس کی رات روز روشن اور بدر کی طرح ہو گئی۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پھیر دینے سے وہ حبشی حسین اور خوبصورت ہو گیا اور اس کی صورت جو رات کی طرح کالی تھی وہ بدر اور روز روشن کی طرح ہو گئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

یوسفے شد در جمال و در دلال	گفتش اکنوں رو بدو دا گوئی حال
حسن اور ناز و انداز میں یوسف بن گیا	انہوں نے اس سے فرمایا اب گاؤں چلا جا حال بیان کردے

یعنی وہ جمال اور ناز میں ایک یوسف ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ اب گاؤں جا اور حالت کو بیان کر مطلب یہ کہ اس کا حسن حسن یوسفی ہوگیا اور اس کی حالت اور اس کے ناز وکرشمے بہت زیادہ ہو گئے جب اس کی یہ حالت ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب گاؤں میں جا کر اس سارے قصہ کو بیان کرتا کہ اور لوگوں کو بھی معلوم ہو اور کسی کو ہدایت ہو جاوے۔

او ہمی شد بے سر و بے پائے و مست	پائے می نشناخت در رفتن ز دست
وہ اندھا دھن اور مست روانہ ہو گیا	چلنے میں ہاتھ پاؤں میں امتیاز نہ کرتا تھا

یعنی وہ بے سر و پا اور مست جا رہا تھا وہ چلنے میں ہاتھ سے پاؤں کو نہ پہچانتا تھا مطلب یہ کہ اس قصہ کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کو دیکھ کر اس کے اوپر ایک عجیب حالت ہوگئی کہ وہ مستوں کی طرح جا رہا تھا اور اسے اپنے وجود کی کچھ خبر نہ تھی بس وہ اس حالت میں مست تھا غرضکہ وہ گاؤں کی طرف چلا۔

پس بیامد باد و مشک پر روان	سوئے خواجہ از نواحی کاروان
وہ دو بھری مشکوں کے ساتھ دوڑتا ہوا آیا	قافلہ کی جانب سے آقا کی جانب

یعنی پس اپنے خواجہ کے پاس قافلہ کی طرف سے دو بھری ہوئی اور چلتی ہوئی مشکوں کے ساتھ آیا (یہاں دو مشک سے مراد دو آنکھیں ہیں) مطلب یہ ہے کہ قافلہ کے پاس سے روتا ہوا آیا اور اس کا یہ رونا رنج کی وجہ سے نہ تھا بلکہ حیرت اور تعجب اور خوشی کے وقت میں بھی انسان کو رونا آ جاتا ہے۔ پس ایسی حالت میں وہ بھی روتا ہوا آیا اور آنکھوں کو دو مشک سے بوجہ زیادتی گریہ کے تشبیہ دی یعنی وہ بہت ہی رو رہا تھا۔

خواجہ بر رہ منتظر بنشستہ بود	کان غلامش دیر می آمد نہ زود
آقا راستے پر منتظر بیٹھا تھا	کیونکہ اس کا غلام تاخیر سے آیا تھا نہ کہ جلدی سے

یعنی آقا صاحب راستہ پر منتظر بیٹھے ہوئے تھے کہ اس کا وہ غلام نہ جلدی آتا تھا نہ دیر میں یعنی وہ آقا منتظر تھا کہ آج میرے غلام کو کیا ہوگیا کہ آ ہی نہیں چکتا اس بیچارہ کو اس ماجرے کی کیا خبر۔ اب آگے اس غلام کے آقا کے پاس پہنچنے کو اور آقا کے نہ پہچان سکنے کو بیان فرماتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آقا کا اپنے غلام کو حسین و خوبصورت دیکھنا اور نہ پہچاننا اور اس سے کہنا کہ تو نے میرے غلام کو قتل کر دیا ہے اور اس کا خون تجھ پر سوار ہو گیا ہے جو تو آ گیا ہے

خواجہ از دورش بدید و خیرہ ماند	از تحیر اہل آن دہ را بخواند
آقا نے اس کو دور سے دیکھا اور حیران رہ گیا	حیرانی سے اس گاؤں والوں کو بلایا

یعنی آقا صاحب نے اس کو دور سے دیکھا تو حیران رہ گئے اور حیرت کی وجہ سے گاؤں والوں کو بلایا کہ۔

راویہ ما اشتر ماہست ایں	پس کجا شد بندۂ زنگی جبیں
یہ ہماری پکھال اور ہمارا ہی اونٹ ہے	تو کالے چہرے والا غلام کہاں گیا؟

یعنی مشک ہماری ہے اور اونٹ ہمارا ہے پھر وہ حبشی غلام کہاں گیا۔

آن یکے بدریست می آید ز دور	می زند بر نور روز از روش نور
وہ ایک چودھویں کا چاند ہے جو دور سے آ رہا ہے	اس کے چہرے کا نور دن کے نور پر پڑ رہا ہے

یعنی وہ ایک چاند ہے جو کہ دور سے چلا آ رہا ہے کہ اس کے چہرہ کا نور نور روز پر بڑھ گیا ہے۔

کو غلام ما مگر سرگشتہ شد	یا بدو گرگے رسید و کشتہ شد
ہمارا غلام کہاں ہے؟ شاید آوارہ ہو گیا ہے	یا اس کو بھیڑیا ملا اور مارا گیا

یعنی ہمارا غلام کہاں ہے شاید راستہ بھٹک گیا یا اس کو کوئی بھیڑیا پہنچا اور مارا گیا۔

یا مگر او را بکشت ایں بد گہر	اشترش آورد اینجا از قدر
یا شاید اس بد ذات نے اس کو قتل کیا	اور تقدیر سے اس کو اونٹ یہاں لے آیا

یعنی یا شاید اس کو اس بدذات نے مار ڈالا ہے اور اس کو تقدیر کی وجہ سے اونٹ اس جگہ لے آیا ہے۔ مطلب یہ کہ جب اس آقا نے دور سے دیکھا کہ اونٹ اور مشک تو ہماری ہے اور غلام وہ ہے نہیں تو اول تو خود حیرت میں ہوا پھر اور لوگوں کو بلایا تاکہ اور لوگ بھی دیکھ لیں شاید میری نظر کچھ غلطی کر رہی ہو غرضکہ سب کو دکھلایا تو معلوم ہوا کہ بیشک وہ غلام نہیں ہے تو اب احتمالات پیدا ہوئے۔ کہ یا تو وہ کہیں راستہ بھول گیا ہے یا اس کو کہیں بھیڑیوں وغیرہ نے مار ڈالا ہے اور یہ کوئی اور شخص ہے باقی مشک وغیرہ ہماری مشک وغیرہ کے مثل ہے۔ وہ نہیں ہے پھر یہ احتمال

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوا کہ شاید اس شخص نے ہی جو آ رہا ہے ہمارے غلام کو مار ڈالا ہے اور خود اونٹ اور مشک وغیرہ پر قبضہ کر کے کہیں لے جانا چاہتا تھا مگر تقدیر الٰہی سے اونٹ اس کو یہاں لے آیا اور یہ ہم تک پہنچ گیا ورنہ بھلا یہ کاہے کو یہاں آنے لگا تھا غرضکہ دور سے دیکھ دیکھ کر طرح طرح کے احتمالات پیدا ہو رہے تھے۔

چون بیامد پیش گفتش کیستے	از یمن زادی و یا ترکیستے
جب وہ سامنے آیا اس سے کہا تو کون ہے؟	تو یمن سے پیدا ہوا ہے یا ترک ہے؟

یعنی جب وہ سامنے آیا تو اس آقا نے اس سے کہا کہ تو کون ہے یمنی ہے یا ترکی ہے۔

کو غلامم را چہ کردی راست گو	گر بکشتی وانما حیلت مجو
میرے غلام کا تونے کیا کیا؟ سچ بتا	اگر تونے قتل کیا ہے صاف کہہ دے حیلہ نہ ڈھونڈ

یعنی کہ میرے اس غلام کو تونے کیا کیا سچ بتا اگر تونے مار ڈالا ہے تو بتادے حیلہ مت کر۔

گفت گر کشتم بتو چون آمدم	چون بپائے خود درین خون آمدم
اس نے کہا اگر میں نے قتل کیا ہے تو میں تیرے پاس کیوں آیا ہوں؟	اپنے پاؤں سے خود اس خون (کے معاملہ) میں کیوں حاضر ہو گیا ہوں؟

یعنی اس غلام نے کہا کہ اگر میں نے مار ڈالا ہے تو میں آ کس طرح گیا اور خود اپنے پاؤں سے اس خون میں کس طرح آ گیا۔ مطلب یہ کہ اس غلام نے کہا کہ بھلا اگر میں نے تمہارے غلام کو مار ڈالا ہوتا تو میں پھر یہاں کیوں آ جاتا میں تو فوراً بھاگ جاتا اور تیرے پاس ہرگز نہ آتا بلکہ میں تو تیرا وہی غلام ہوں۔

گفت نے نے درنگیرد بامنت	راست باید گفت سر دست این فنت
اس نے کہا نہیں نہیں تیری بات مجھے درست نہیں لگتی	سچ کہنا چاہئے یہ تیرا مکر بیکار ہے

یعنی اس آقا نے کہا کہ نہیں نہیں میرے اندر یہ بات اثر نہ کرے گی۔ تیری یہ بات بالکل فضول ہے سچ کہنا چاہئے۔

کو غلام من بگفت اینک منم	کردست فضل یزداں روشنم
میرا غلام کہاں ہے؟ اس نے کہا یہ میں ہوں	اللہ کی مہربانی کے ہاتھ نے مجھے منور کر دیا ہے

یعنی (آقا نے کہا کہ) میرا غلام کہاں ہے تو غلام نے کہا کہ یہ میں ہی تو ہوں حق تعالیٰ کے دست فضل نے مجھے حسین کر دیا ہے۔

دیدہ ام صدرے و بدرے گشتہ ام	صاحب فضلے و قدرے گشتہ ام
میں نے صدر کا دیدار کیا ہے اور میں بدر بن گیا ہوں	مرتبہ اور بزرگی والا بن گیا ہوں

یعنی میں نے ایک صدر کو دیکھا ہے تو میں بدر ہو گیا ہوں اور صاحب فضل اور صاحب قدر ہو گیا ہوں۔

مطلب یہ کہ غلام نے کہا کہ میں ہی آپ کا وہ غلام ہوں لیکن میں نے ایک ایسی ذات کو دیکھا کہ جس کے دیکھنے

www.besturdubooks.wordpress.com

سے میری یہ حالت ہوگئی ہے اور مجھے یہ فضیلت اور مقدرت ملی ہے۔ جب اس آقا نے یہ سنا تو اس نے کہا کہ۔

ہی چہ می گوئی غلام من کجاست	ہیں نخواہی رست از من زبراست
خبردارا کیا کہتا ہے میرا غلام کہاں ہے؟	خبردار! تو سوائے سچی بات کے میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکتا

یعنی ارے تو کہہ کیا رہا ہے میرا غلام کہاں ہے ارے تو مجھ سے بجز سچائی کے چھوٹ نہیں سکتا۔

گفت اسرار ترا باآں غلام جملہ وا	گویم یکایک من تمام
اس نے کہا اس غلام کے ساتھ تیرے راز	میں سب ایک ایک پورے بیان کئے دیتا ہوں

یعنی اس غلام نے کہا کہ تیرے تمام اسرار جو اس غلام کے ساتھ تھے میں ایک ایک کرکے ساری تجھ سے بیان کردوں۔

زاں زمانے کہ خریدی تو مراض	تا باکنوں باز گویم ماجرا
جب سے تو نے مجھے خریدا ہے	اب تک کا قصہ دہرائے دیتا ہوں

یعنی جس وقت سے کہ تو نے مجھے خریدا ہے اب تک کا سارا قصہ بیان کردوں۔

تا بدانی کہ ہمانم در وجود	گرچہ از شبدیز من صبحے کشود
تاکہ تو جان لے کہ میں وجود میں وہی ہوں	اگرچہ میری سیاہی سے صبح نمودار ہو گئی ہے

یعنی تاکہ تو جان لے کہ میں وجود میں وہی ہوں اگرچہ میری تاریک رات میں سے ایک صبح نکل آئی ہے۔

رنگ دیگر شد ولیکن جان پاک	فارغ از رنگ است واز ارکان خاک
رنگت بدل گئی ہے لیکن پاک جان	عناصر اربعہ اور رنگت سے خالی ہے

یعنی رنگ دوسرا ہو گیا لیکن جان پاک سے اور ارکان خاک سے فارغ ہے مطلب یہ کہ اس غلام نے کہا کہ دیکھو تم جو اس غلام سے اپنے اسرار بیان کیا کرتے تھے ان سب کو میں بیان کرسکتا ہوں اور جب سے تم نے مجھے خریدا ہے اس وقت سے اس وقت تک کے کل قصے جو گزرے ہیں میں بیان کرسکتا ہوں۔ جس سے تم کو صاف طور پر معلوم ہو جاوے گا کہ میں تمہارا وہی غلام ہوں اور میری صورت صرف بدل گئی ہے ورنہ میری اندرونی حالت اور میری روح سب وہی ہے اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں آیا۔ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جب پانی پینے اور لینے سے لوگ فارغ ہوگئے تو آپ نے اس غلام سے فرمایا کہ اے میاں اپنی مشک پانی سے بھری ہوئی دیکھ لے ایسا نہ ہو کہ تو ہمیں برا بھلا کہے وہ حبشی آپ کا یہ معجزہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور خدا کی طرف سے اس میں ایمان پیدا ہو گیا۔ صورت اس کی یہ ہوئی کہ اس نے دیکھا کہ میری مشک محض آڑ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور ہوا میں سے چشمہ بہ رہا ہے اس سے اس کی نظر آگے بڑھی کہ ہوا میں کہاں سے آ رہا ہے اور اس کی نظر سرچشمۂ غیبی یعنی قدرت الٰہیہ تک پہنچی۔ اس سے وہ معتقد ہو گیا۔ اور ایمان لے آیا۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور نہ اس کو آقا کا خیال رہا نہ گھر کا اور اس کی جان میں کوسناٹا نکل گیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں میں اتنی طاقت نہ رہی کہ وہ راستہ چل سکے۔ مصلحت کے لئے حق سبحانہ نے اس کو پھر اس حالت سے نکالا اور حکم دیا کہ ہوش میں آ۔ اور اپنے گھر واپس جا۔ یہ وقت تحیر کا نہیں ہے تحیر کا وقت آگے آئے گا۔ اس وقت تو تو تیزی کے ساتھ راستہ پر ہو لے خیر جب اس کے حواس درست ہوئے تو اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اپنا منہ رکھا اور عاشقوں کی طرح بہت سے بوسے دیئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی براہ شفقت اس کے منہ پر ہاتھ پھیر کر اس کو مبارک کیا اس سے وہ زنگی اور حبشی زادہ گورا چٹا ہو گیا اور اس کا رات کی طرح تاریک چہرہ دن کی طرح روشن ہو گیا اور حسن و ناز انداز میں یوسف وقت بن گیا۔ تب آپ نے فرمایا کہ اچھا اب گاؤں میں جاؤ اور یہ واقعہ بیان کرو ممکن ہے کہ اس معجزہ کو دیکھ کر اور لوگ بھی ایمان لائیں یہ حکم سن کر وہ روانہ ہو گیا اور چلنے میں اس کی یہ حالت تھی کہ بے سر و پا اور مست وار جا رہا تھا نہ اس کو ہاتھ کا ہوش تھا نہ پاؤں کا پس وہ روتا ہوا قافلہ سے آقا کے پاس آیا آقا راستہ میں منتظر بیٹھا ہوا تھا کیونکہ وہ جلد نہ آیا تھا بلکہ اس کو دیر ہو گئی تھی۔ آقا نے اس کو دور سے دیکھا اور متحیر رہ گیا۔ اور متحیر ہو کر گاؤں کے لوگوں کو بلا لیا وہ سوچتا تھا کہ مشک بھی ہماری ہے اور اونٹ بھی ہمارا ہے زنگی غلام کیا ہوا یہ جو آ رہا ہے یہ تو ایک چودھویں رات کا چاند ہے اس کے چہرہ کی روشنی تو دن کی روشنی پر غالب آ رہی ہے۔ ہمارا غلام کیا ہوا معلوم ہو راستہ بھول گیا یا کوئی بھیڑیا پہنچ گیا اس نے کھا لیا اور وہ مار ڈالا گیا ممکن ہے کہ اسی بدذات نے اسے مار ڈالا ہو اور تقدیر سے اونٹ اسے یہاں لے آیا ہو وہ اسی طرح خیالات پکار رہا تھا کہ غلام اس کے سامنے آ گیا۔ جب وہ اس کے سامنے آیا تو اس نے کہا کہ تو کون ہے تو یمنی ہے یا ترکی میرا غلام کہاں ہے سچ بتا تو نے اسے کیا کیا۔ دیکھ اگر تو نے اسے مار ڈالا ہے تو دھوکا مت کرنا صاف صاف کہہ دینا اس نے کہا کہ اگر میں اسے مار ڈالتا تو آپ کے پاس کیسے آتا اور مرنے کے لئے اپنے پاؤں کیوں آتا۔ اس نے کہا کہ اس سے تو بچ نہیں سکتا۔ یہ تیرا دھوکہ بے اثر ہے تو سچ سچ کہہ دے میرا غلام کہاں ہے اس نے کہا میں ہی آپ کا غلام ہوں۔ حق سبحانہ کے دست عنایت نے مجھے منور کر دیا ہے۔ اسی کے ذریعہ سے مجھے مرتبہ عالی نصیب ہوا ہے اور اسی سے میں چودھویں رات کا چاند ہو گیا ہوں اور اسی کے سبب میں صاحب فضل اور عالی قدر ہو گیا ہوں۔ آقا نے پھر کہا ارے تو کیا کہہ رہا ہے سچ بتا کہ میرا غلام کہاں ہے دیکھ اگر تو اپنی خیریت چاہتا ہے تو سچ سچ کہہ دے کیونکہ تجھ کو میرے ہاتھ سے سچ ہی چھڑا سکتا ہے اور جھوٹ سے تو بچ نہیں سکتا اس نے کہا آپ کو یقین نہیں آتا میں ہی آپ کا غلام ہوں۔ اور اس غلام اور آپ کے درمیان جو راز ہیں میں ایک ایک بتائے دیتا ہوں اور جس وقت سے آپ نے مجھے خریدا ہے اس وقت تک کی ایک ایک بات بیان کئے دیتا ہوں تاکہ آپ کو معلوم ہو جاوے کہ میری ذات وہی ہے اگرچہ سیاہ رنگت جا کر گوری رنگت نکل آئی ہے میرا رنگ دوسرا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوگیا ہے مگر جان وہی ہے کیونکہ جان رنگ کے تابع نہیں۔ وہ تو رنگ عناصر اور خاک سب سے مبرا ہے پس رنگ کے بدل جانے سے اس پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔

شرح شبّیری

تن شناسان زود مارا گم کنند	آب نوشان ترک مشک وخم کنند
جسم کو پہچاننے والے جلد ہمیں گم کر دیتے ہیں	پانی پینے والے مشک اور مٹکے کو چھوڑ دیتے ہیں

یعنی ظاہر بین لوگ ہم کو جلدی گم کر دیتے ہیں اور پانی کے پینے والے مشک اور خم سب کو ترک کر دیتے ہیں (آب نوش سے مراد حقیقت بین) مطلب یہ کہ جو ظاہر بین ہیں وہ تو ذرا سے تغیر ظاہری سے ہم کو پہچان نہیں سکتے اور جو حقیقت شناس لوگ ہیں وہ ان ظواہر کو ترک کر دیتے ہیں۔ اور حقیقت کو دیکھتے ہیں اور جب اس میں کوئی تغیر نہیں ہوتا تو اس شخص کو بھولتے نہیں۔

جان شناسان از عدد ہا فارغ اند	غرقۂ دریائے بیچون اندو چند
روح کو پہچاننے والے گنتی سے بے نیاز ہیں	وہ بے مثال اور لامحدود دریا میں غرق ہیں

یعنی حقیقت شناس لوگ عددوں سے فارغ ہیں اور وہ دریائے بیچون اور بے عدد میں غرق ہیں۔ یعنی ان کو اعداد وظاہری پر نظر نہیں ہے بلکہ وہ تو حقیقت پر نظر رکھتے ہیں اور اسی کو دیکھتے ہیں جو کہ بے کیف وکم ہے اس میں تشخصات اور اعداد ہیں ہی نہیں۔ آگے مضمون ارشادی فرماتے ہیں کہ۔

جان شو و از راہ جان جانرا شناس	یار بینش شو نہ فرزند قیاس
روح بن جا اور روح کی راہ سے روح کو پہچان	مشابہ کا یار بن گماں کا پابند نہ ہو

یعنی جان ہو جا اور جان کی راہ سے جان کو پہچان اور بصیرت کا ساتھی ہو نہ کہ قیاس کا تابع۔ مطلب یہ کہ حقیقت بین ہو اور قوی حسیہ کو چھوڑ کر قوی ملکیہ سے معرفت حق جو جان جان ہے حاصل کر اور بصیرت حاصل کر اس ظاہری قیاس کو ترک کر۔

چوں ملک با عقل یک سر رشتہ اند	بہر حکمت را دو صورت گشتہ اند
فرشتے اور عقل کی طرح جو ایک رشتہ میں منسلک ہیں	حکمت کی وجہ سے دو صورتوں کے بن گئے ہیں

یعنی جیسا کہ فرشتہ عقل کے ساتھ ایک رشتہ ہیں اور حکمت حق کی وجہ سے دو صورت پر ہو گئے ہیں۔

آں ملک با عقل چوں یک گوہر اند	در پئے ہم ہچو دنبال و سر اند
چونکہ فرشتے اور عقل ایک اصل سے ہیں	دم اور سر کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے ہیں

یعنی وہ فرشتہ عقل کے ساتھ جب ایک ذات ہیں تو ایک دوسرے کے پیچھے دم اور سر کی طرح ہیں۔

آں ملک چوں مرغ بال و پر گرفت	ویں خرد بگذاشت پر و فر گرفت
فرشتے نے پرند کی طرح بال اور پر اختیار کر لئے	اس عقل نے پروں کو چھوڑا اور شان و شوکت پائی

یعنی اس فرشتہ نے مرغ کی طرح بال و پر اختیار کر لیا اور اس عقل نے پر کو چھوڑ دیا اور شوکت وشان اختیار کیا۔

لاجرم ہر دو مناصر آمدند	ہر دو خوش رو پشت یک دیگر شدند
لامحالہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار بنے	دونوں بخوبی ایک دوسرے کے دو پشت بن گئے

یعنی آخر کار دونوں ایک دوسرے کے مددگار آئے۔ اور دونوں خوش خوش ایک دوسرے کی مدد ہو گئے مطلب یہ ہے کہ دیکھو عقل اور فرشتہ جیسا ایک ذات اور ایک لڑی میں منسلک تھے اور صرف حکمت الٰہیہ کے اقتضاء سے ان کی صورتیں دو تھیں تو دیکھو ایک دوسرے کا مددگار رہا اور صورت کے دو ہونے پر نظر نہ ہوئی بلکہ حقیقت پر نظر ہوئی کہ جب حقیقت ایک ہے تو وہ دونوں ایک ہی ہوئے جس سے صاف معلوم ہوا کہ صورت بدل جانے سے حقیقت نہیں بدلتی۔

ہم ملک ہم عقل حق ما واجدے	ہر دو آدم را معین و ساجدے
فرشتے بھی اور عقل بھی خدا کا ادراک کرنے والے ہیں	لہٰذا دونوں آدم کے مددگار اور سجدہ کرنے والے ہیں

یعنی فرشتہ اور عقل حق کو پہچاننے والے ہیں تو دونوں آدم کے مددگار اور ساجد ہوئے۔

نفس و شیطان بود ازل واحدے	بود آدم را عدو و حاسدے
نفس اور شیطان شروع سے ایک تھے	آدم کے دشمن اور حاسد تھے

یعنی نفس و شیطان اول ہی سے ایک تھے تو وہ آدم کے دشمن اور حاسد ہوئے۔ مطلب یہ کہ دیکھو عقل اور فرشتہ باوجود صورت کے اختلاف کے حق تعالیٰ کے پہچاننے میں ساتھ رہے اور ایک دوسرے کے مددگار رہے کیونکہ ان دونوں کی حقیقت تو ایک ہی تھی تو ان دونوں کی طبیعت کا مقتضا بھی یہی ہوا اور نفس و شیطان بھی اگرچہ صورت میں دو تھے لیکن حقیقت ایک ہونے کی وجہ سے دونوں کے دونوں آدمؑ کے دشمن اور نافرمان حق ہوئے تو دیکھئے اصل اعتبار حقیقت کا ہوا صورت کا نہ ہوا۔

آنکہ آدمؑ را بدن دید او رمید	وانکہ نور مؤتمن دید او خمید
جس نے آدمؑ کو (محض) جسم سمجھا وہ بدک گیا	جس نے امانت رکھا ہوا نور دیکھا وہ جھک گیا

یعنی جس نے کہ آدمؑ کے بدن کو دیکھا تو وہ فرنٹ ہو گیا اور جس نے کہ نور مؤتمن کو دیکھا تو وہ جھک گیا مطلب یہ کہ دیکھو جس نے آدمؑ کے صرف ظاہری بدن پر نظر کی وہ تو ان سے فرنٹ ہو گیا اور ان کا مطیع نہ ہوا اور جس نے کہ اس نور کو دیکھا جو کہ ان میں امانت رکھا گیا تھا اور وہی ان کی حقیقت تھی تو وہ ان کا مطیع و تابعدار ہو گیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آن دو دیدہ روشنان بودہ ازین	دین دو را دیدہ ندیدہ غیر طین
وہ دونوں آنکھیں اس سے روشن ہو گئیں	ان دونوں کی آنکھوں نے مٹی کے سوا کچھ نہ دیکھا

یعنی ان دونوں کی آنکھیں اسی وجہ سے روشن ہوگئیں اور ان دونوں کی آنکھوں نے سوائے مٹی کے کسی شے کو نہیں دیکھا۔ مطلب یہ کہ فرشتہ اور عقل نے جب حقیقت آدم کو دیکھ لیا تو سب منقاد ہوگئے اور ان کی آنکھیں روشن ہوگئیں اور نفس وشیطان نے جب صرف ظاہر آدم ہی کو دیکھا اور کہا کہ خلقته من طین اس لئے وہ اندھے اور مردود ہوئے اور انہوں نے اطاعت نہ کی اب چونکہ یہاں تقدیر کی بحث آ گئی کیونکہ انہوں نے سجدہ کیا تو بھی حکم حق ہی سے کیا اور دوسروں نے نہ کیا تو وہ بھی حکم حق ہی سے نہ کیا اور یہ مضمون ایسا ہے کہ اس کو نہ کوئی کما حقہ بیان کرسکا اور نہ بیان کرسکتا ہے اور نہ اس کے سننے کے لوگ اہل ہیں لہذا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ایں بیان اکنوں چو خر در یخ بماند	چون نشاید بر جہود انجیل خواند
اب یہ بیان برف پر گدھے کی طرح رہ گیا	چونکہ یہودی کو انجیل نہیں سنائی جا سکتی

یعنی یہ بیان اب گدھے کی طرح برف میں رہ گیا جیسے کہ یہودی پر انجیل پڑھنا چاہئے۔

کے توان با شیعہ گفتن از عمرؓ	کے توان بربط زدن در پیش کر
شیعہ سے (حضرت) عمرؓ کی بات کب کہی جا سکتی ہے؟	بہرے کے آگے سارنگی کہاں بجائی جا سکتی ہے؟

یعنی شیعہ سے عمرؓ کے حالات کب کہہ سکتے ہیں اور بہرے کے سامنے بربط کے اوپر کب مارتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ کوئی اہل نہیں ہے سب نااہل ہی ہیں اس لئے یہ بیان آگے کو نہیں چلتا۔ اور گدھے کی طرح دھنس گیا ہے جیسے کہ یہودی کے سامنے انجیل پڑھنا بے سود ہے اور شیعہ کے سامنے حضرت عمرؓ کے حالات بیان کرنا بے سود ہیں۔ بس اسی طرح ان نااہلوں کے سامنے اس قسم کے مضامین کا بیان کرنا بے سود ہے۔

لیک گر در دہ بگوشہ یک کس است	ہائے ہوئے کہ بر آوردم بس است
لیکن اگر گاؤں کے گوشہ میں ایک شخص بھی ہے	جو میں نے ہائے اور ہو کی وہ بہت ہے

یعنی لیکن گاؤں کے گوشہ میں اگر کوئی شخص ہے تو جو مضامین کہ میں نے بیان کئے ہیں کافی ہیں۔

مستحق شرح را سنگ و کلوخ	ناطقے گردد مشرح با رسوخ
شرح کے لائق کے لئے، پتھر اور ڈھیلا	اچھی طرح تشریح کرنے والا گویا بن جاتا ہے

یعنی مستحق بیان کو تو پتھر اور ڈھیلا پورے پورے ناطق ہوجاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ مولانا نے جو اوپر فرمایا تھا کہ نااہلوں کے سامنے اس قسم کے مضامین بیان نہ کرنا چاہئیں تو اب شبہ ہوا کہ ممکن ہے کہ ان نااہلوں ہی میں کوئی اہل بھی ہو تو اس کی خاطر سے بیان کردینا چاہئے۔ لہذا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اہل ہے تو اس کو اس قدر

بیان کر دینا ہی کافی ہے اس لئے کہ جو طالب ہوتا ہے وہ ڈھیلے اور پتھروں تک سے اپنے مطلب کی بات نکال لیتا ہے تو میں نے تو کچھ بیان ہی کیا ہے اگر چہ نا مکمل ہی سہی تو اس سے تو اس کو پورے طور پر ہدایت ہو جاوے گی اور وہ اس سے سمجھ لے گا۔ آ گے ایک دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہوتے ہیں کہ دیکھو طالب اپنے مطلب کی بات نکال ہی لیتا ہے تو سمجھ لو کہ حق تعالیٰ نے جو چیزیں پیدا کی ہیں وہ طالبین کی طلب ہی پر پیدا فرمائی ہیں۔ لہٰذا طلب پیدا کرنی چاہئے تا کہ اس طرف سے عطا ہو۔

بیان میں اسکے کہ حق تعالیٰ نے جو کچھ دیا اور پیدا فرمایا سب طلب پر اور حاجت کی بناء پر فرمایا تو اپنے کو کسی شے کا محتاج بنانا چاہئے تا کہ حق تعالیٰ عطا فرماویں کہ ارشاد ہے

امن یجیب المضطر اذا دعاہ

آن نیاز مریمے بودہ است و درد	کہ چنان طفلے سخن آغاز کرد
وہ (حضرت) مریمؑ کی نیازمندی اور درد تھا	کہ ایسے بچے نے بات کرنی شروع کر دی

یعنی وہ مریم علیہا السلام کا نیاز اور دردہی تھا کہ جو ایک ایسے بچہ نے باتیں شروع کر دیں۔

جزو او بے او برائے او بگفت	جز و جزوت گفت دارد در نہفت
ان کے جزو نے بغیر ان کے (کہے) ان کے لئے گفتگو کی	ترا ہر جزو پوشیدہ طور پر بولنے والا ہے

یعنی ان ہی (مریم علیہا السلام کے جزو نے ان ہی کے واسطے کہا تو تیرا جزو جزو (بھی) پوشیدگی میں نطق رکھتا ہے مطلب یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جو اس قدر بچہ تھے کہ ابھی تھوڑی ہی دیر کے پیدائش تھے لوگوں سے باتیں کیں اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مریمؑ نے جو آہ وزاری کی تھی اور دعا کی تھی کہ یالیتنی مت قبل هذا وکنت نسیا منسیا تو اس کی برکت یہ ہوئی کہ اس قدر ذرا سے بچہ ہو کر وہ بولے تو جس طرح عیسیٰ علیہ السلام ان کے جزو تھے اور انہوں نے ان کی برأت کی شہادت دی بس اسی طرح تمہارے اندر بھی تمام اجزاء بدن ناطق ہیں اور وہ ہمارے افعال حسن وقبیح پر گواہ ہیں اور ایک روز صاف طور پر گواہی دینگے۔

دست و پا شاہد شوندت اے رہی	منکرے را چند دست و پا نہی
اے غلام! تیرے ہاتھ پاؤں گواہ بنیں گے	تو انکار کے کتنے ہاتھ پاؤں لگائے گا

یعنی ارے میاں تیرے ہاتھ پاؤں گواہ ہو جاویں گے تو تو انکار کے لئے کہاں تک ہاتھ پاؤں مارے گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ کہاں تک انکار کرو گے جبکہ خود تمہارے اجزاء ہی تمہارے افعال پر گواہی دینگے غرضکہ جب طلب ہو تو سارے کام درست ہو جاتے ہیں اور اگر طلب ہی نہ ہو تو پھر کچھ بھی نہیں ہوتا۔

ورنہ باشی مستحق شرح و گفت	ناطقہ ناطق ترا دید و بخفت
اگر تو تشریح اور گفتگو کا مستحق نہیں ہے	بولنے والے کی (قوت) ناطقہ نے تجھے دیکھا اور وہ سوگئی

یعنی اور اگر تو شرح اور گفتگو کا مستحق نہیں ہے تو بولنے والے کے ناطقہ نے تجھے دیکھا اور سو گیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو طلب کی برکت سے تو وہ بچہ جو بولنے کے قابل نہ تھا بولنے لگا اور اگر تم کو طلب نہیں ہے تو جو بولنے کے قابل ہیں وہ بھی تمہارے آگے آ کر تم کو نااہل سمجھ کر چپ ہو جاویں گے اور کوئی بات نہ کہیں گے بس طلب پیدا کرو کہ جو سب چیزیں تم کو حاصل ہو جاویں۔

ہر چہ روئید از پے محتاج است	تا بیابد طالبے چیزے کہ جست
جو کچھ اگا ہے محتاج کے لئے اگا ہے	تاکہ طلبگار ہر وہ چیز پالے جس کو وہ ڈھونڈے

یعنی کہ جو شے پیدا ہوئی محتاج کے واسطے پیدا ہوئی یہاں تک کہ طالب نے اس شے کو پالیا جس کو کہ اس نے تلاش کیا مطلب یہ کہ جو شے پیدا ہوئی ہے وہ کسی طالب کی طلب پر اور کسی محتاج کی حاجت روائی کے لئے پیدا ہوئی ہے۔

حق تعالیٰ کاین سمٰوات آفرید	از برائے دفع حاجات آفرید
حق تعالیٰ نے جو ان آسمانوں کو پیدا کیا	حاجتیں پوری کرنے کے لئے پیدا کیا

یعنی حق تعالیٰ نے جو یہ آسمان پیدا فرمائے ہیں تو حاجتوں کے دفع کرنے کے لئے پیدا فرمائے ہیں۔ (غرضکہ)

ہر کہ جویا شد بیابد عاقبت	مایہ اش درد است و اصل مرحمت
جو جستجو کرتا ہے بالآخر پا لیتا ہے	اس کا سرمایا اور رحم کی جڑ درد ہے

یعنی جو شخص کہ طالب ہوا وہ آخر کار پالے گا اس کی پونجی اس کے ہاتھ میں ہوگی اور رحمت کی جڑ مطلب یہ کہ جو طالب ہوتا ہے وہ اپنے مطلوب کو پا ہی لیتا ہے پھر اس کی وہ پونجی اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور رحمت حق اس کے ساتھ ہوتی ہے آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ۔

ہر کجا دردے دوا آنجا رود	ہر کجا فقرے نوا آنجا رود
جہاں درد ہوتا ہے دوا وہاں پہنچتی ہے	جہاں فقر ہوتا ہے سامان وہاں پہنچتا ہے

یعنی جس جگہ کہ درد ہوتا ہے دوا وہیں جاتی ہے اور جہاں فقر ہوتا ہے بخشش وہیں جاتی ہے۔

ہر کجا مشکل جواب آنجا رود	ہر کجا پستی است آب آنجا رود
جہاں اشکال ہوتا ہے جواب وہاں جاتا ہے	جہاں کھیتی ہے پانی وہاں پہنچتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جس جگہ کہ مشکل ہوتی ہے جواب اسی جگہ جاتا ہے اور جس پستی ہوتی ہے پانی وہیں کو جاتا ہے۔ حاصل یہ کہ جب طلب ہوتی ہے جب ہی کوئی چیز ملتی ہے لہٰذا چاہئے کہ۔

آب کم جو تشنگی آور بدست	تا بجوشد آبت از بالا و پست
پانی کی تلاش نہ کر پیاس پیدا کر	تاکہ تیرے اوپر اور نیچے سے پانی جوش مارے

یعنی پانی کم تلاش کرو اور پیاس پیدا کرو تاکہ پانی تمہارے اوپر نیچے سب جگہ سے ابلے آگے اس کی نظائر پیش کرتے ہیں کہ دیکھو بے طلب کے کوئی شے نہیں ملتی۔ فرماتے ہیں کہ۔

تا نزاید طفلک نازک گلو	کے رواں گردد ز پستان شیراو
جب تک نرم گلے والا بچہ پیدا نہیں ہوتا	اس کا دودھ پستان سے کہاں جاری ہوتا ہے؟

یعنی جب تک کہ بچہ نازک گلو پیدا نہیں ہوتا تو پستان سے اس کا دودھ کب رواں ہوتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو جب تک بچہ پیدا نہیں ہوتا اور وہ دودھ کو طلب نہیں کرتا اس وقت تک دودھ پستان سے جاری نہیں ہوتا اور جب دودھ کا طالب یعنی بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو پھر دیکھو دودھ کس طرح ابلتا ہے اور جوش مارتا ہے لہٰذا۔

رو بدیں بالا و پستیہا بدو	تاشوی تشنہ و حرارت را گرو
جا' اس نشیب و فراز میں دوڑ	تاکہ تو پیاسا بنے' اور حرارت میں پھنسے

یعنی جا ان بلندیوں اور پستیوں میں دوڑ تاکہ تو پیاسا اور حرارت میں گروی ہو جاوے مطلب یہ کہ مجاہدات و ریاضات سے طلب پیدا کرو تو اس کے بعد یہ ہوگا کہ۔

بعد ازان از بانگ زنبور ہوا	بانگ آب جو بنوشے اے کیا
اس کے بعد ہوا کی مکھی کی آواز سے	اے معزز! تو نہر کے پانی کی آواز سنے گا

یعنی اس کے بعد ہوا کی مکھی کی آواز سے ندی کے پانی کی آواز سنو گے اے بزرگ۔ مطلب یہ کہ جب طلب پیدا ہو جاوے گی تو اس وقت ہر چیز میں سے تم کو اپنا مطلوب ہی دکھائی دے گا اور ہر شے سے تم کو اپنے مطلوب ہی کی طرف رسائی ہوگی۔

حاجت تو کم نباشد از حشیش	آب را گیری سوئے او می کشیش
تیری ضرورت' گھاس سے کم نہ ہونی چاہیے	تو پانی لیتا ہے اور اس کو اس کی جانب لے جاتا ہے

یعنی تیری حاجت گھاس سے کم تو نہیں ہے کہ تو پانی کو پکڑتا ہے اور اس کی طرف کھینچتا ہے۔

گوش گیری آب را تو می کشی	سوئے زرع خشک تایا بد خوشی
تو پانی کا کان پکڑتا ہے (اور) اس کو تو کھینچتا ہے	خشک کھیتی کی جانب' تاکہ وہ تازگی حاصل کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تم پانی کا کان پکڑتے ہو اور سوکھی کھیتی کی طرف کھینچتے ہو تا کہ تری پاوے۔

زرع جانرا کش جواہر مضمر است	ابر رحمت پرز آب کوثر است
جان کی کھیتی کے لیے جس میں جواہر چھپے ہوئے ہیں	رحمت کا بادل، کوثر کے پانی سے بھرا ہوا ہے

یعنی جان کی کھیتی کے لئے جس میں کہ جواہر مضمر ہیں ابر رحمت آب کوثر سے پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو جب کھیتی سوکھ جاتی ہے تو وہ بزبان حال پانی کو طلب کرتی ہے لہذا تم اس کی طلب پر پانی کو کوشش کر کے لاتے ہو اور اس تک پہنچاتے ہو تو بھلا تم خیال کرو کہ جتنی اس گھاس کو پانی کی حاجت تھی تمہاری حاجت اس سے کم نہیں اور تم جتنے گھاس پر شفیق ہو اس سے زیادہ حق تعالیٰ تم پر شفیق ہیں اور اس گھاس کے سوکھنے سے جن چیزوں کے فوت ہونے کا خوف ہے اس سے کہیں زیادہ چیزوں کے فوت ہونے کا تمہارے خراب ہونے سے خوف ہے لہذا جب تم گھاس کی طلب پر اسے پانی دیتے ہو تو سوچو تو سہی کہ حق تعالیٰ تمہیں خراب ہوتے دیکھ کر اور باوجود تمہاری طلب کے تمہاری پیاس کو کیا نہ بجھادیں گے اور کیا تمہارا مطلوب تم کو حاصل نہ ہوگا ضرور بالضرور حاصل ہوگا پس طلب پیدا کرو کہ جو اصل چیز ہے اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنی رضا کی طلب اپنے اس بندہ کو اور ہر مسلمان کو نصیب فرماویں آمین یارب العالمین۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

تا سقاهم ربهم آید خطاب	تشنه باش الله اعلم بالصواب
تا کہ "ان کو ان کے رب نے سیراب کیا" کی بشارت آئے	پیاسا بن، اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

یعنی تا کہ سقاهم ربهم خطاب آوے لہذا پیاسا رہ واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ طلب پیدا کرو تا کہ اس طرف سے تم کو عطا ہو اور بحر رحمت جوش میں آ کر تم کو تمہارے مطلوب تک پہنچادے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ آگے ایک اور قصہ بیان فرماتے ہیں کہ اس غلام کی زبانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ سن کر اسی گاؤں سے جس سے کہ وہ غلام آیا تھا ایک اور عورت آئی تا کہ وہ بھی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا امتحان کرے اور اس ذات بابرکات کے دیدار سے مشرف ہو۔ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ یہاں سے مولانا ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو حالت اس آقا کی تھی وہی حالت ظاہر پرستوں کی ہے کہ وہ بھی ہم اہل اللہ کی صورت کو دیکھ کر ہماری حقیقت سے انکار کردیتے ہیں اور ہم کو نہیں پہچان سکتے۔ برخلاف طالبین معنے کے کہ وہ صورت پر نظر نہیں کرتے بلکہ وہ معنی کو دیکھتے ہیں جس طرح کہ پانی کا طالب مشک اور مٹکے کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ پانی کو دیکھتا ہے یہ لوگ تن شناس نہیں ہوتے بلکہ روح شناس ہوتے ہیں ان کو تشخصات سے بحث نہیں ہوتی کیونکہ تعدد و تشخصات وابستہ کیف وکم ہیں اور

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ لوگ دریائے بے کیف وکم میں غرق ہیں اس لئے کیف وکم پر ان کی نظر نہیں ہوتی۔ پس تم کو چاہئے کہ صورت کو چھوڑ واور اپنی روح کے ذریعہ سے اہل اللہ کی روح کو پہچانو اور ان کو اس آقا کی طرح غیر نہ سمجھو بلکہ ان کو اپنا یار جانو اور گمان کے پابند نہ ہو کیونکہ تمہاری روح اور اہل اللہ کی روح دونوں یوں ہی ایک رشتہ میں منسلک ہیں جس طرح فرشتہ عقل کے ساتھ لیکن بمقتضائے حکمت الٰہیہ دو صورتیں اختیار کر لی ہیں۔ فرشتہ اور عقل ہر دو بلحاظ ذات ایک ہی ہیں ایک دوسرے سے یوں ہی وابستہ ہیں جیسے سر اور دم گو صورتیں دونوں کی مختلف ہیں کہ فرشتوں نے پرندوں کی طرح بازو و پر لئے اور عقل نے پروں کو چھوڑ کر شوکت وشان لی۔ اسی لئے دونوں ایک دوسرے کے یار و مددگار ہیں اور آپس میں ایسے متوافق ہیں جیسے ایک چیز کی رو و پشت اور ان کی تجانس و توافق ہی کی وجہ ہے کہ ہر دو حق سبحانہ کو پہچاننے والے اور آدم کو سجدہ کرنے والے اور مدد دینے والے ہیں۔ علیٰ ہذا نفس وشیطان بھی اول ہی سے ایک ہیں اس لئے آدم کے دشمن اور حاسد ہیں پس ان میں جس نے آدم کے جسم پر نظر کی وہ ان سے بھاگا اور جس نے اس نور حق سبحانہ کو دیکھا جو ان میں ودیعت رکھا ہوا تھا انہوں نے اطاعت قبول کی اور اس کے سامنے جھک گئے۔ پس عقل و ملک نے تو نور دیکھ کر آنکھ روشن کی اور نفس وشیطان نے بجز مٹی کے کچھ بھی نہ دیکھا۔ لہذا تم کو صفات ملکیہ اختیار کرنی چاہئیں اور عقل کو نفس پر غالب کر کے ارواح اہل اللہ کا موافق اور یار بننا چاہئے۔ اور نفس کو غالب کر کے تن پرست اور ظاہر بین نہ بننا چاہئے اور اپنے کو ان کا غیر اور دشمن اور حاسد نہ بنانا چاہئے یہاں تک پہنچ کر بیان یوں ٹھہر گیا جیسے گدھا برف میں ٹھہر جاوے کیونکہ مخاطب صحیح نہیں ہے یہود کے سامنے انجیل نہیں پڑھی جاسکتی۔ روافض کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل نہیں بیان کئے جاسکتے۔ بہرے کے سامنے بربط نہیں بجایا جاسکتا۔ پس جس طرح یہ سب بے جوڑ ہیں یوں ہی راز بیان کرنا اور نا اہل یہ بھی بے جوڑ ہیں لیکن اگر یہ کہا جاوے کہ سب کے سب تو نا اہل ہیں ہی نہیں کوئی تو اہل ہو ہی گا تو ہم کہتے ہیں کہ اس کے لئے یہی شور و فغان کافی ہے جو ہم کہہ چکے ہیں زائد کی ضرورت نہیں پس اگر تم مستحق شرح ہو تب تو یہ گفتگو ہے کہ جو مستحق شرح ہے اس کے لئے تو پتھر اور ڈھیلے بھی ناطق اور مشرح کامل ہو جاتے ہیں دیکھو مریم علیہا السلام کی بے کسی ہی تھی جس کی وجہ سے ذرا سے بچہ نے بولنا شروع کر دیا ان کے جزو نے بدوں ان کی فرمائش کے ان کے حق میں گواہی دینی شروع کی۔ پس تم بھی سمجھ لو کہ یوں ہی تمہارے اعضائے بھی خفیہ متکلم ہیں تم اس کا انکار نہ کرنا کیونکہ تمہارا انکار چلے گا نہیں اس لئے یہ امر ثابت ہے کہ ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ وہ پوشیدہ گفتار رکھتے ہیں۔ جب وہ پوشیدہ گفتار رکھتے ہیں تو اگر تم کو بھی ضرورت ہوگی تو خود تمہارے اعضاء ہی ساری تشریح کر دیں گے۔ ہماری ضرورت نہیں اور اگر تم مستحق شرح و گفتگو نہیں ہو تو ناطق کی قوت گویائی بھی تمہیں دیکھ کر سو جاوے گی پس فضول فرمائشوں میں نہ پڑو ضرورت پیدا کرو۔ ضرورت ہی وہ شے ہے جس سے کام بنتے ہیں جو چیز پیدا ہوتی ہے سب حاجتمندی کے لئے ہوتی ہے تاکہ جو طالب حاجتمند جس چیز کو ڈھونڈے اسے مل جاوے۔ حق سبحانہ نے جو آسمان پیدا کئے ہیں یہ بھی دفع حاجت محتاجین ہی کے لئے کئے ہیں جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جس کو

www.besturdubooks.wordpress.com

حاجت ہوگی اور طالب صادق ہوگا ضرور اس کو اس کا مطلوب ملے گا۔ کیونکہ منی رحم تکلیف ہے جہاں تکلیف ہوتی ہے دوا وہیں جاتی ہے۔ اور جہاں محتاجی ہوتی ہے سامان وہیں جاتا ہے اور جہاں مشکل ہوتی ہے جواب وہیں جاتا ہے اور جہاں پستی ہوتی ہے پانی وہیں جاتا ہے پس تم پانی کو نہ ڈھونڈ دوہ تو گھر بیٹھے آ جائے گا بلکہ پیاس پیدا کرلو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر طرف سے تمہارے لئے پانی ابل پڑے گا۔ یعنی مطلوب کی فکر میں نہ پڑو وہ تو گھر بیٹھے ملے گا تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ حاجت پیدا کرلو اور بلا حاجت پیدا کئے کچھ نہیں ہوسکتا۔ دیکھو جب تک بچہ نازک گلو پیدا نہیں ہوتا جس کو دودھ کی ضرورت ہوتی ہے اس وقت تک چھاتیوں سے دودھ جاری نہیں ہوتا۔ پس تم جاؤ اوپر نیچے دوڑو تا کہ تمہارے اندر حرارت پیدا ہو اور پیاس لگے اس کے بعد زنبور ہوا کی آواز سے تم پانی کی آواز خود سن لوگے۔ مقصد یہ ہے کہ مطلوب کی فکر میں نہ پڑو بلکہ مطلوب کی حاجت پیدا کرنے میں جدوجہد کرو۔ مطلوب خود حاصل ہو جائے گا۔ تم غور تو کرو جب گھاس کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو پانی کو خود لے کر تم گھاس تک پہنچا دیتے ہو اور جب کھیتی خشک ہوتی ہے تو پانی کا کان پکڑ کے اس تک پہنچا دیتے ہو پس تمہاری حاجت آخر گھاس کی حاجت سے تو کم نہیں ہے کہ حق سبحانہ اس کی طرف التفات نہ فرماویں۔ نہیں بلکہ تمہاری جان کی کھیتی کیلئے جس میں جواہر مخفی ہیں آب رحمت باری آب کوثر ہے پس تم پیاس اور حاجت پیدا کرو تا کہ ادھر سے مسقاھم ربھم شرابا طھورا کا خطاب آئے یعنی آب کوثر و رحمت سے تمہاری جان کو سیراب کیا جاوے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شرح شبّیری

ایک کافر عورت کا مع ایک شیر خوار بچہ کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کی وجہ سے بچہ کا گویا ہو جانا

ہم ازاں دہ یک زنے از کافراں	سوئے پیغمبر دواں شد ز امتحاں
اسی گاؤں سے ایک عورت کافروں میں سے	امتحان کے لئے پیغمبرؐ کی طرف دوڑی

یعنی اسی گاؤں میں سے ایک عورت کافروں میں سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف امتحان کے لئے دوڑی۔

پیش پیغمبر در آمد با خمار	کود کے دو ماہہ زن را در کنار
اوڑھنی اوڑھ کر پیغمبرؐ کے سامنے آئی	دو مہینے کا بچہ عورت کی گود میں تھا

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اوڑھنی اوڑھے اس طرح آئی کہ ایک دو مہینہ کا بچہ عورت کی گود میں تھا۔

گفت کودک سلم اللہ علیک	یا رسول اللہ قد جئنا الیک
بچے نے کہا آپ پر اللہ کا سلام ہو	اے اللہ کے رسول! ہم آپ کے پاس آئے ہیں

یعنی بچے نے کہا کہ یارسول اللہ آپ پر خدا کا سلام ہو ہم آپ کے حضور میں حاضر ہوئے ہیں۔

مادرش از خشم گفتش ہیں خموش	کیست افگند ایں شہادت را بگوش
اس کی ماں غصہ سے بولی خبردار! چپ	یہ شہادت کس نے تیرے کان میں ڈال دی؟

یعنی اس کی ماں نے غصہ سے اس بچہ کو کہا کہ ارے چپ تیرے کان میں اس گواہی کو کس نے ڈال دیا۔

ایں کیت آموخت اے طفل صغیر	کہ زبانت گشت در طفلی جریر
اے ننھے بچے! یہ تجھے کس نے سکھایا؟	کہ تیری زبان بچپن میں تیز بن گئی

یعنی ارے ذرا سے بچے تجھے یہ کس نے سکھادیا کہ تیری زبان بچپن ہی میں چلنے لگی ہے۔

گفت حق آموخت وانگہ جبرئیل	در بیان با جبرئیلم من رسیل
اس نے کہا اللہ (تعالیٰ) نے سکھایا پھر جبرئیل نے	میں بیان کرنے میں جبرئیل کا ہم زبان ہوں

یعنی اس بچہ نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے سکھلایا ہے اور اس وقت جبرئیل نے۔ اور میں بیان میں جبرئیل کیساتھ ہمزبان ہوں۔ مطلب یہ کہ اس بچہ نے کہا کہ اول تو خدا نے سکھلایا ہے یعنی اس نے میرے دل میں ڈالا ہے اس نے حکم دیا ہے کہ اس کو یہ سکھلا دیا جائے تو اب جبرئیل علیہ السلام مجھے سکھلا رہے ہیں اور میں اب بولنے میں ان ہی کا ہم زبان ہوں وہ جو کہتے ہیں وہی میں کہتا ہوں۔

گفت کو گفتا کہ بالائے سرت	می نہ بینی کن ببالا منظرت
اس نے کہا وہ کہاں ہے کہا کہ تیرے سر پر	تو نہیں دیکھ رہی ہے، اپنی نگاہ اوپر کر

یعنی ماں نے کہا کہ (جبرئیل) کہاں ہیں تو بچہ نے کہا کہ تیرے سر پر ہیں۔ کیا تجھے نظر نہیں آتے اپنی نظر اوپر کو کر۔

ایستادہ برسر تو جبرئیل	مرمرا گشتہ بصد گونہ دلیل
تیرے سر پر جبرئیل کھڑے ہیں	وہ میرے لئے سینکڑوں طریقے سے رہنما بن گئے ہیں

یعنی تیرے سر پر جبرئیل کھڑے ہوئے ہیں اور میرے لئے سو طرح سے راہبر ہو رہے ہیں۔

گفت می بینی تو گفتا کہ بلے	برسرت تابان چو بدر کاملے
اس نے کہا تو دیکھ رہا ہے، کہا کہ ہاں	تیرے سر پر مکمل چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہیں

یعنی ماں نے کہا کیا تو دیکھ رہا ہے تو بچہ نے کہا کہ ہاں (وہ تو) تیرے سر پر ایک بدر کامل کی طرح تابان ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

می بیاموزد مرا وصف رسول	زان علوم می رہاند زین سفول
وہ مجھے رسولؐ کی صفات بتا رہے ہیں	اس بلندی کے ذریعہ وہ مجھے پستی سے چھڑا رہے ہیں

یعنی وہ جبرئیل مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف سکھلا رہے ہیں اور اس بلندی کی وجہ سے مجھے اس پستی سے چھڑا رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ اوصاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے جو بلند مرتبہ حاصل ہوتا ہے اس کے ذریعہ سے مجھے وہ اس پستی اور جہل سے چھڑا رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مجھے سکھلا رہے ہیں۔ یہ باتیں تو اس بچہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اپنی ماں سے کیں۔ اب آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اس سے سوالات فرماتے ہیں اور وہ جواب دیتا ہے۔

پس رسولش گفت اے طفل رضیع	چیست نامت باز گو و شو مطیع
پھر رسولؐ نے اس سے فرمایا اے دودھ پیتے بچے!	صاف بتا تیرا کیا نام ہے اور فرمانبردار بن ؟

یعنی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ سے کہا کہ اے شیر خوار بچے تیرا نام کیا ہے۔ بتا اور مطیع ہو جا۔

گفت نامم پیش حق عبدالعزیز	عبد عزے پیش ایں یکمشت حیز
اس نے کہا اللہ کے نزدیک میرا نام عبدالعزیز ہے	ان چند نالائقوں کے نزدیک عبد العزیٰ ہے

یعنی اس بچہ نے کہا کہ خدا کے نزدیک تو میرا نام عبدالعزیز ہے اور ان تھوڑے سے نامردوں کے نزدیک عبد عزے ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ میرا نام خدا کے نزدیک تو عبدالعزیز ہے لیکن یہ کافر لوگ جو نامرد اور پست ہمت اور حقیر ہیں مجھے عبدعزی کہتے ہیں (عزی ایک بت کا نام ہے جس کو اہل عرب پوجتے تھے)

من زعزے پاک و بیزار و بری	حق آنکہ دادت این پیغمبری
میں عزیٰ سے پاک، بیزار اور بری ہوں	اس ذات کی قسم جس نے آپ کو پیغمبری دی ہے

یعنی میں تو عزیٰ سے پاک اور بیزار اور بری ہوں۔ قسم ہے اس کی جس نے آپ کو پیغمبری دی ہے۔

کودک دو ماہہ ہمچون ماہ بدر	درس بالغ گفتہ چون اصحاب صدر
چودھویں رات کے چاند جیسے دو مہینے کے بچہ نے	صدر نشینوں کی طرح پوری تقریر کی

یعنی دو مہینہ کے بچہ نے جو کہ ماہ کامل کی طرح تھا کامل سبق دیا۔ بڑے لوگوں کی طرح۔ مطلب یہ کہ اس دو مہینہ کے بچہ نے جو کہ رہبری اور ہدایت دینے میں بلد کامل کی طرح تھا بڑے لوگوں کی طرح گفتگو کی یہ سب اسی ذات والاصفات کے برکات ہیں۔

پس حنوط آندم ز جنت در رسید	تا دماغ طفل و مادر بو کشید
پھر اسی وقت جنت سے حنوط آئی	یہاں تک کہ بچہ اور ماں نے خوشبو سونگھی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی پھر اس وقت جنت کی خوشبو آئی۔ یہاں تک کہ ماں اور بیٹے کے دماغ نے خوشبو کھینچی۔ مطلب یہ کہ ان باتوں کے بعد جنت کی خوشبو آئی اور ماں نے بھی سونگھی اور اس لڑکے کو بھی محسوس ہوئی۔ پھر تو یہ حالت ہوئی کہ۔

ہر دو می گفتند کز خوف سقوط	جان سپردن به برین بوئی حنوط
دونوں (خوشبو کے) زوال کے ڈر سے کہہ رہے تھے	اس حنوط کی خوشبو پر جان دے دینا بہتر ہے

یعنی دونوں کہتے تھے کہ زوال کے خوف سے جان دیدینا بہتر ہے اس خوشبو پر۔ مطلب یہ کہ ان کو خوف ہوا کہ کہیں یہ خوشبو جاتی نہ رہے تو کہتے تھے کہ بس سونگھتے ہی سونگھتے جان نکل جائے تو کیسی اچھی بات ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ تعریفش شہنشہ خود کند	جامد و نامیش صد مردق زند
وہ جس کی تعریف خود شہنشاہ کرے	بے جان و جاندار اس پر سینکڑوں شادیانے بجاتے ہیں

یعنی جس کی تعریف کہ خود بادشاہ کرے تو اشیاء و جامد اور نامی سب سینکڑوں تعریفیں کریں۔

آن کسے راکش معرف حق بود	جامد و نامیش صد صدق زند
وہ جس کی تعریف کرنے والا اللہ (تعالیٰ) ہو	بے جان اور جاندار اس کی سینکڑوں تصدیقیں کرتے ہیں

یعنی جس کا تعریف کرنے والا حق تعالیٰ ہو تو جامد اور نامی اس کی سینکڑوں تصدیقیں کریں۔ مطلب یہ کہ جس کا کہ خدا تعریف کرنے والا اور ثنا گو ہو اس کی تو نباتات اور حیوانات سب کے سب ثنا گو ہوں گے۔ تو چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعریف کرنے والے حق تعالیٰ ہیں اس لئے ان کی ثنا گوئی میں ہر شے رطب اللسان ہے اور اس بچہ کا بول پڑنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرنا کوئی محل تعجب نہیں ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

آن کسے راکش خدا حافظ بود	مرغ و ماہی مرد را حارس شود
وہ جس کا خدا نگہبان ہو	پرند اور مچھلی اس کے پہرے دار ہوتے ہیں

یعنی جس شخص کا کہ خدا محافظ ہو مرغ و ماہی سب اس کے نگہبان ہوتے ہیں آگے اس پر ایک حکایت لاتے ہیں کہ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ چونکہ حق تعالیٰ تھے اس لئے جانور تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کے نگہبان تھے۔ اب حکایت سنو۔

عقاب کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موزہ کو لے کر اڑ جانا اور اوپر جا کر اوندھا کر دینا تو اس سے ایک سیاہ سانپ کا گرنا

اندریں بودند کا و از صلا	مصطفیٰ بشنید از سوئے علا
لوگ اسی (انتظار) میں تھے کہ اذان کی آواز	اونچائی سے مصطفیٰ نے سنی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی سب لوگ اسی گفتگو میں تھے کہ نماز کی آواز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلندی کی طرف سے سنی (صلا مخفف صلوۃ ہے)

خواست آبے و وضو را تازہ کرد	دست و رو را شست او زاں آب سرد
پانی مانگا اور تازہ وضو کیا	اس ٹھنڈے پانی سے ہاتھ اور منہ دھویا

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگایا اور وضو تازہ کیا اور اس ٹھنڈے پانی سے ہاتھ منہ دھویا مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو اگرچہ پہلے سے تھا لیکن آپ نے دوبارہ تازہ وضو کرنا چاہا۔

ہر دو پا شست و بموزہ کرد رائے	موزہ را بر بود یک موزہ ربائے
دونوں پاؤں دھوئے اور موزے کا ارادہ کیا	ایک موزہ لے اڑنے والا موزہ لے اڑا

یعنی دونوں پاؤں دھوکر موزہ کی طرف رائے فرمائی تو موزہ کو ایک موزہ کا اچکنے والا لے گیا۔ مطلب یہ کہ وضو فرما کر موزہ پہننے کا ارادہ کیا تو موزہ کو ایک جانور اچک کر لے اڑا۔

دست سوئے موزہ برد آں خوش خطاب	موزہ را بر بود از دستش عقاب
اس خوش خطاب نے موزے کی جانب ہاتھ کیا	باز ان کے ہاتھ سے موزہ اچک لے گیا

یعنی وہ خوش خطاب (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) موزہ کی طرف ہاتھ لے گئے تو آپ کے دست مبارک میں سے عقاب موزہ کو لے گیا۔

موزہ را اندر ہوا برد او چو باد	پس نگوں کرد او و زاں مارے فتاد
وہ موزے کو ہوا کی طرح فضا میں لے اڑا	پھر اس کو اس نے اوندھا کیا اس میں سے سانپ گرا

یعنی وہ ہوا کی طرح موزہ کو لے اڑا پھر اسے اوندھا کر دیا تو اس میں سے ایک سانپ گرا۔

در فتاد از موزہ یک مارے سیاہ	زاں عنایت شد عقابش نیک خواہ
موزے سے ایک کالا سانپ گرا	اس مہربانی کی وجہ سے باز آپ کا خیر خواہ بنا

یعنی موزہ میں سے ایک کالا سانپ گر پڑا اس عنایت خداوندی کی وجہ سے عقاب آپ کا خیر خواہ ہو گیا۔

پس عقاب آں موزہ را آورد باز	گفت ہیں بستان و رو سوئے نماز
پھر باز اس موزے کو واپس لایا	بولا ہاں لے لیجئے اور نماز کو جائیے

یعنی پھر عقاب اس موزہ کو واپس لے آیا۔ اور عرض کیا کہ یہ لیجئے اور نماز کے لئے تشریف لے جائیے اور (عرض کرنے لگا کہ)

از ضرورت کردم ایں گستاخئے	من ز ادب دارم شکستہ شاخئے
میں نے یہ گستاخی مجبوراً کی	میں ادب کی وجہ سے ٹوٹی ہوئی شاخ رکھتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں نے یہ ایک گستاخی بضرورت کی تھی (ورنہ) میں تو ادب کی وجہ سے بہت ہی منکسر ہوں۔ مطلب یہ کہ اس عقاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے جو یہ گستاخی کی کہ آپ کے دست مبارک میں سے موزہ اچک لیا تو اس کی وجہ صرف ضرورت تھی ورنہ میں ہرگز ایسی گستاخی نہ کرتا میں تو حضور کے سامنے بہت ہی متواضع اور منکسر ہوں۔

وائے کو گستاخ پائے می نہد	بے ضرورت کش ہوا فتویٰ دہد
افسوس اس پر جو گستاخی سے پاؤں رکھے	بغیر ضرورت کے جبکہ اس کو خواہش نفسانی فتویٰ دیدے

یعنی افسوس ہے اس شخص پر جو کہ بے ضرورت گستاخانہ قدم رکھتا ہے (صرف اس لئے) کہ اس کو ہوائے نفسانی فتویٰ دیتی ہے۔ مطلب یہ کہ اس نے عرض کیا کہ میں تو بہت ہی متواضع اور منکسر ہوں اور میں نے جو کیا وہ حقیقت میں گستاخی نہ تھی بلکہ ایک ضروری کام تھا۔ لیکن ان لوگوں پر سخت افسوس ہے جو کہ بلا ضرورت صرف خواہشات نفسانی کی وجہ سے حقیقۃً گستاخیاں کرتے ہیں۔

پس رسولش شکر گفت و گفت ما	ایں جفا دیدیم و بود آن خود وفا
پھر رسولؐ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا ہم	یہ ظلم سمجھے اور وہ وفا (داری) تھی

یعنی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (عقاب) کا شکر ادا فرمایا اور فرمایا کہ ہم تو اس کو جفا سمجھے تھے اور یہ تو وفا تھی۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا میاں ہم تو سمجھے تھے کہ تم نے ایک ظلم کیا کہ موزہ نہ پہننے دیا لیکن یہ تو سراسر وفاداری تھی۔

موزہ بربودی و من درہم شدم	تو غمم بردی و من در غم شدم
تو موزہ اچک لے گیا اور میں بگڑا	تو نے غم ہٹایا اور میں غمگین ہوا

یعنی تو موزہ لے گیا اور میں پریشان ہوا تو تو میرا غم لے گیا اور میں غم میں مبتلا ہوا (اور فرمایا کہ)

گرچہ ہر غیبے خدا مارا نمود	دل دراں لحظہ بخود مشغول بود
اگرچہ اللہ (تعالیٰ) نے ہمیں ہر غیب دکھا دیا ہے	(لیکن) دل اس وقت اپنے میں مشغول تھا

یعنی اگرچہ تمام مغیبات (ضروریہ) خدا نے ہم کو دکھلائے ہیں لیکن اس وقت میں دل اپنی طرف مشغول تھا مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ضروری ضروری مغیبات ہم کو بتلادی ہیں اور ہم ان پر مطلع ہیں۔ لیکن اس وقت چونکہ دوسری طرف توجہ تھی لہذا موزہ میں سانپ کے ہونے کی خبر نہ ہوئی۔ اس کو سن کر عقاب نے یہ جواب دیا کہ

گفت دور از تو کہ غفلت از تو رست	دیدنم آن غیب را ہم عکس تست
اس نے کہا یہ بات آپ سے بعید ہے کیونکہ آپ غفلت سے مبرا ہیں	میرا غیب کو دیکھ لینا بھی آپ کا پرتو ہے

یعنی عقاب نے کہا کہ یہ آپ سے یہ دور ہے کہ آپ سے غفلت پیدا ہو (بلکہ) یہ میرا دیکھنا بھی آپ ہی کا

www.besturdubooks.wordpress.com

عکس تھا۔ مطلب یہ کہ اس نے عرض کیا کہ آپ کی شان سے یہ بہت ہی بعید ہے کہ آپ سے غفلت ہو آپ سے خدا نہ کرے غفلت کیوں ہوتی آپ تو ایسے ہوشیار اور بیدار ہیں کہ دوسروں پر بھی اس ہوشیاری کا عکس پڑتا ہے کہ میں نے جو اس سانپ کو دیکھ لیا اور مجھے معلوم ہو گیا یہ بھی صرف آپ ہی کی برکت تھی ورنہ بھلا میں اور اڑتا ہوا موزہ میں سانپ کیسے دیکھ سکتا تھا۔

مار در موزہ بہ بینم در ہوا	نیست از من عکس تست اے مصطفیٰ
میں فضا سے موزے میں سانپ دیکھ لوں	یہ میرا کام نہیں ہے اے مصطفیٰ! یہ آپ کا پرتو ہے

یعنی میں سانپ کو موزہ میں اڑتے ہوئے دیکھ لوں یہ مجھ سے نہیں ہے بلکہ اے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا ہی عکس ہے۔ مطلب یہ کہ اس نے عرض کیا کہ میرا یہ دیکھ لینا بھی کوئی ذاتی کمال نہ تھا بلکہ یہ بھی آپ ہی کا پرتو اور عکس تھا کہ جس کی بدولت میری آنکھ نے اس کو دیکھ لیا ورنہ کہاں میں اور کہاں یہ ادراک۔

بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

عکس نورانی ہمہ روشن بود	عکس ظلمانی ہمہ گلخن بود
نورانی پر تو پورا روشن ہوتا ہے	ظلمانی پرتو بالکل بھٹی ہوتا ہے

یعنی نورانی شے کا عکس بالکل روشن ہی ہوتا ہے اور ظلمانی شے کا عکس بالکل سیاہ ہوتا ہے۔

عکس عبداللہ ہمہ نوری بود	عکس بیگانہ ہمہ کوری بود
اللہ کے نیک بندے کا پرتو بالکل نور ہوتا ہے	بیگانے کا پرتو بالکل اندھا پن ہوتا ہے

یعنی عبداللہ کا عکس بالکل نورانی ہوتا ہے اور بیگانہ کا عکس بالکل اندھا پن ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ جو حضرات اولیاء اللہ ہیں اور ان کے قلوب نورانی ہیں ان کا تو عکس بھی نورانی ہی ہوتا ہے اور جو لوگ کہ محجوب اور غیر اولیاء اللہ ہیں ان کا عکس بھی ظلمت اور حجاب ہی ہوتا ہے آگے ایک مضمون ارشادی فرماتے ہیں کہ۔

عکس ہر کس را بداں اے جان بہ بین	پہلوئے جنسے کہ میخواہی نشین
ہر شخص کے پرتو کو سمجھ لے اے جان! دیکھ لے	تو کس جنس کے پہلو میں بیٹھنا چاہ رہا ہے

یعنی ہر شخص کے عکس کو اے جان اس سے جانچ لے (اور پھر) جس کے پہلو میں چاہے بیٹھ۔ مطلب یہ کہ جب ہر شخص کا عکس مختلف پڑتا ہے اور ہر ایک کا اثر جداگانہ ہوتا ہے تو تم کو چاہئے کہ اول ہر شخص کی حالت کو اس کو عکس سے جانچ لو کہ اس کے ہمنشینوں پر اس کا کیا اثر اور کیا عکس ہے جب تم اس کو پہچان لو پھر جس کے پاس جا ہو بیٹھو اٹھو۔ پھر تم کو ضرر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ جب اس امر کی شناخت ہو گئی تو اب تو کوئی بات رہی ہی نہیں جس سے ضرر ہو سکے آگے اس قصہ کا وجہ عبرت ہونا بیان فرماتے ہیں۔

اس حکایت سے عبرت حاصل کرنے کی وجہ

اور آیۃ ان مع العسر یسراً کے معنے

عبرت ست این قصہ اے جان مرترا	تا شوی راضی تو در حکم قضا
اے جان! تیرے لئے یہ قصہ باعث عبرت ہے	تاکہ تو اللہ (تعالیٰ) کے فیصلہ پر راضی ہو جائے

یعنی اے جان یہ قصہ تمہارے لئے عبرت کے قابل ہے تاکہ تم حکم قضا میں راضی رہو۔

تا کہ زیرک باشی و نیکو گمان	چون بہ بینی واقعۂ بدنا گہان
تاکہ تو ہوشیار اور نیک گمان بن جائے	جب تو اچانک کوئی برا واقعہ دیکھے

یعنی تاکہ تم ہوشیار اور نیک گمان رہو جس وقت کہ ناگہاں کوئی ناگوار واقعہ کو دیکھو۔ مطلب یہ کہ یہ قصہ بالا اس لئے تمہارے لئے عبرت کے قابل ہے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ جو واقعہ قضا و قدر سے پیش آتا ہے اس میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوتی ہے اور جب یہ معلوم ہو جاوے گا تو پھر تم اس پر راضی رہوگے اور تم کو راضی رہنا آسان ہو جاوے گا۔

دیگراں گردند زرد از بیم آں	تو چو گل خنداں گہہ سود و زیاں
دوسرے اس کے ڈر سے پیلے پڑ جائیں	تو نفع اور نقصان کے وقت پھول کی طرح کھلے

یعنی دوسرے لوگ تو اس کے خوف سے زرد ہو جاویں اور تم پھول کی طرح نفع نقصان کے وقت ہنستے رہو۔

زانکہ از گل گر تو برگش می کنی	خندہ نگزارد نہ گردد منثنی
کیونکہ اگر تو پھول کی پتیاں کر دے	وہ مسکرانا نہیں چھوڑتا ہے اور نہ مرجھاتا

یعنی اس لئے کہ اگر تم پھول کی پنکھڑیاں اکھاڑ دو تو وہ ہنسی کو چھوڑتا نہیں اور مرجھاتا نہیں۔

گوید از خارے چرا افتم بغم	خندہ را من خود زخار آوردہ ام
وہ کہتا ہے میں کانٹے سے غم میں کیوں پڑوں؟	میں نے اپنی مسکراہٹ کانٹے سے لی ہے

یعنی وہ پھول کہتا ہے کہ میں خار عدم سے کیوں غم میں پڑوں میں تو ہنسی کو عدم ہی سے لایا ہوں مطلب یہ کہ دیکھو پھول کو اگر تم پنکھڑی پنکھڑی الگ کر ڈالو تب بھی وہ ہنستا ہی رہتا ہے اور پژمردہ نہیں ہوتا بلکہ وہ بزبان حال کہتا ہے کہ بھلا میں جو معدوم ہونے سے ملول اور پژمردہ ہوں تو مجھے اس کی کیا غرض ہے اس لئے کہ میری یہ ہنسی تو عدم ہی سے وجود میں آئی ہے تو اگر مجھ پر دوبارہ عدم طاری ہوگا تو اس وقت بھی یہ ہنسی رہے گی پس اسی طرح تم کو چاہئے کہ جو ناگواری پیش آوے یہ سمجھو کہ ہم خود قضا و قدر سے آئے ہیں اور یہ بلا و مصیبت بھی قضا و قدر ہی سے

آئی ہے لہذا پریشان ہونا سخت غلطی ہے۔

ہرچہ از تو یا وہ گردد از قضا	تو یقین دان کہ خریدت از بلا
قضا کی وجہ سے جو چیز تجھ سے گم ہو جائے	تو یقین کرلے کہ اس نے تجھے مصیبت سے نجات دی ہے

یعنی جو شے کہ قضا کی وجہ سے تیرے پاس سے جاتی رہے تو تو یقیناً جان لے کہ تجھے بلا سے خرید لیا مطلب یہ کہ اگر تمہاری کوئی شے جاتی رہے اور تقدیر سے کسی چیز کا نقصان ہو جاوے تو اس پر راضی رہو اور یوں سمجھو کہ کوئی بلا خود ہماری ذات پر آنے والی تھی جو کہ چلو مال ہی پر ٹل گئی۔ فالحمد للہ۔

ماالتصوف قال وجدان الفرح	فی الفواد عند اتیان الترح
تصوف کیا ہے کہا خوشی محسوس کرنا	دل میں رنج آنے کے وقت

یعنی (کسی شخص نے کسی سے پوچھا کہ) تصوف کیا ہے تو اس نے کہا کہ دل میں مصیبت کے آنے کے وقت خوشی پانا۔ مطلب یہ کہ جس وقت کوئی مصیبت آوے تو اس پر راضی رہنا اصل تصوف یہ ہے اب رہا رنج طبعی تو نہ تو وہ ممنوع ہے اور نہ مذموم بلکہ اصل مقصود یہ ہے کہ مصیبت کے وقت راضی رہے اور کوئی کلمہ خدا کی شکایت وغیرہ کا نہ کہے اور اگر رنج طبعی ہو تو مضائقہ نہیں ہے اور اس کی علامت کہ رنج طبعی ہے اور دل سے راضی ہیں یا اصل سے راضی ہی نہیں ہیں یہ ہے کہ اگر ایسے وقت میں شکوہ و شکایت کرتا ہے تب تو راضی نہیں ہے اور اگر شکایت نہیں ہے بلکہ صبر کیا تو معلوم ہوا کہ راضی ہے اور اس کو اصل تصوف حاصل ہے اور شکوہ و شکایت زبان ہی سے نہیں بلکہ دل میں بھی خدا کی شکایت پیدا نہ ہو۔

آں عقابش را عقابے دان کہ او	در ربود آن موزہ را زان نیکخو
اس سزا کو وہ باز سمجھ لے جو	ان نیک خصلت سے موزہ اڑا لے گیا

یعنی اس شخص کی مصیبت کو وہ عقاب جانو جو کہ موزہ کو اس نیک خصلت صلی اللہ علیہ وسلم سے اچک لے گیا تھا۔

تارہاند پاش را از زخم مار	اے خنک عقلے کہ باشد بے غبار
تاکہ آپ کے پاؤں کو سانپ کے زخم سے بچائے	قابل مبارکباد ہے وہ عقل جو بے غبار ہے

یعنی تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کو سانپ کے زخم سے بچاوے۔ ٹھنڈی ہو وہ عقل جو کہ بے غبار ہے۔ مطلب یہ کہ جو مصیبت کسی پر آوے تو اس مصیبت کو اس عقاب کی طرح جانو جو کہ موزہ لے گیا تھا کہ دیکھو اس میں کیسی مصلحت تھی حالانکہ بظاہر ناگوار معلوم ہوتا تھا تو بس تم بھی یہی سمجھو کہ جو واقعہ پیش آیا ہے اس میں بھی کوئی مصلحت ہے جیسا کہ خود ارشاد حق ہے کہ عسی ان تکرھوا شیئا و ھو خیر لکم و عسی ان تحبوا شیئا و ھو شر لکم

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت لاتا سوا علی مافاتکم	ان اتی السرحان واردی شاتکم
فرمایا جو تم سے جاتا رہے اس پر غم نہ کرو	اگر بھیڑیا آ جائے اور تمہاری بکری ہلاک کر دے

یعنی حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شے جاتی رہے اس پر غمگین مت ہو اگرچہ بھیڑیا آوے اور تمہاری بکریوں کو خراب کر دے۔ مطلب یہ کہ جو چیز بھی جاتی رہے اس کو اسی طرف سے سمجھو اور اس کے مصالح پر غور کرو۔ اور اس پر غمگین مت ہو۔

گفت ہر چہ آن فوت شد غمگین مشو	زانکہ گر شد کہنہ آید باز نو
فرمایا جو چیز فوت ہو جائے (اس پر) غمگین نہ بن	کیونکہ اگر پرانی جاتی رہی ہے، نئی پھر آ جائے گی

یعنی فرمایا ہے کہ جو کچھ فوت ہو جاوے تو غمگین مت ہو اس لئے کہ اگر پرانا جاتا رہا تو نیا آ جاوے گا۔

گر بلا آید ترا اندہ مبر	ورزیاں بینی غم آن ہم مخور
اگر تجھ پر مصیبت آئے، غم نہ کر	اگر تو نقصان دیکھے اس کا غم نہ کھا

یعنی اگر تجھ پر کوئی بلا آوے تو رنجیدہ مت ہو اور اگر تو کوئی نقصان دیکھے تب بھی غم مت کھا (اس لئے کہ)

کان بلا دفع بلا ہائے بزرگ	واں زیاں منع زیانہائے سترگ
کیونکہ وہ مصیبت، بڑی مصیبتوں کے لئے دافع ہے	اور وہ نقصان بڑے نقصانوں کا مانع ہے

یعنی کیونکہ وہ بلا بہت سی بڑی بلاؤں کا دفعیہ ہے اور وہ نقصان بہت سے بڑے نقصانوں کی روک ہے مطلب یہ کہ اگر کوئی بلا آوے یا کوئی نقصان ہو جاوے تو یوں سمجھو کہ نہ معلوم یہ کتنی بڑی بڑی بلاؤں اور نقصانوں کا دفعیہ ہے کہ اس کے آ جانے سے وہ سب ٹل گئے ورنہ نہ معلوم کیا سے کیا ہو جاتا۔

راحت جاں آمد اے جان فوت مال	مال چوں جمع آمد اے جاں شد وبال
اے عزیز! مال کا فوت ہونا جان کی حفاظت ہے	اے عزیز! جب مال جمع ہو جاتا ہے دبال جان ہو جاتا ہے

یعنی مال کا جاتا رہنا اے پیارے راحت جان ہے اور جب مال جمع ہو جاتا ہے تو پیارے وہ وبال ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ مال کے جاتے رہنے سے رنجیدہ نہ ہو اس لئے کہ مال کا فوت ہو جانا تو راحت ہے ورنہ جب یہ جمع ہو جاتا ہے تو وبال جان ہو جاتا ہے اب آگے ایک حکایت لاتے ہیں جس سے کہ معلوم ہوگا کہ مال کے فوت ہو جانے میں کس قدر بلاؤں کا دفعیہ ہے ورنہ نہ معلوم جان پر پڑے یا ایمان پر پڑے۔ غرض کہ فوت مال میں بے حد مصالح ہیں لیکن اس کو سن کر کوئی عاقل صاحب یہ نہ سمجھیں کہ پھر جس قدر مال ہے اس کو فوت کر دیا جائے بات یہ ہے کہ مال کے فوت ہو جانے میں مصالح ہیں فوت کر دینے میں کوئی مصلحت نہیں ہے اگر مال ہو اور شریعت کے مطابق ہو تو خدا کی نعمت ہے اس میں اسراف سے بچے اور اگر جاتا رہے تو صبر کرے۔ اب حکایت سنو

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح: نیز ایک کافر عورت گاؤں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتحان کے لئے آئی اور اس ہیئت سے آئی کہ اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھی اور دو مہینہ کا بچہ بغل میں لئے ہوئے تھی بچہ نے کہا یا رسول اللہ آپ پر خدا کا سلام ہو ہم حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ جب ماں نے یہ سنا تو غصہ سے کہا چپ رہ اور یہ گواہی تیرے کان میں کس نے ڈال دی اور یہ تجھے کس نے سکھلایا کہ تیری زبان بچپن ہی میں چلنے لگی۔ (اتنی سی جان ہاتھ بھر کی زبان) اس نے کہا اولاً تو مجھے خدا نے یہ شہادت تعلیم فرمائی ہے اور اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے اور میں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ بول رہا ہوں اس نے کہا جبرئیل کہاں ہیں بچہ نے کہا اماں تم دیکھتی نہیں آپ کے سر پر ہیں ذرا نظر تو اٹھاؤ جبرئیل آپ کے سر پر کھڑے ہوئے میری رہنمائی فرما رہے ہیں۔ اس نے کہا تجھے دکھلائی دیتے ہیں۔ بچہ نے کہا ہاں میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے سر پر چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہیں وہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف سکھلا رہے ہیں اور وہی مجھ کو اس حضیض سے اوج پر پہنچا رہے ہیں۔ اس گفتگو کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے شیر خوار بچے تیرا نام کیا ہے بیان کر دیکھ میرے حکم کی نافرمانی نہ کرنا کہ بیان نہ کرے اس نے عرض کیا کہ خدا کے نزدیک تو میرا نام عبدالعزیز ہے مگر یہ پست ہمت اور مختصر لوگ مجھے عبدالعزیٰ کہتے ہیں مگر مجھے عزے سے کوئی واسطہ نہیں میں اس سے بیزار اور بری ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ حق نے آپ کو پیغمبری عطا فرمائی ہے۔ غرض دو مہینہ کے بچے نے اس قدر اعلیٰ گفتگو کی جیسے اولیاء اللہ اور صاحب قوۃ قدسیہ کرتے ہوں۔ اس کے بعد جنت کی خوشبو آئی جو لڑکے نے بھی سونگھی اور اس کی ماں نے بھی اس کو سونگھ کر دونوں کہتے تھے کہ چونکہ اس خوشبو کے زوال کا اندیشہ ہے اس لئے اسی خوشبو سے ہماری جان نکل جائے تو بہتر ہے کہ ہم سے یہ خوشبو جدا ہی نہ ہو۔ واقعی بات یہ ہے کہ جس کی تعریف حق سبحانہ فرماتے ہیں کیا جمادات کیا نباتات کیا حیوانات سب اس کی تعریف کرتے ہیں اور جس کی تعریف خدا تعالیٰ فرماتے ہیں جمادات نباتات وحیوانات سب اس کی تصدیق کرتے ہیں اور جس کا خدا نگہبان ہوتا ہے مرغ وماہی اس کی حفاظت کرتے ہیں چنانچہ یہی واقعہ ہو رہا تھا کہ اتنے میں بلندی سے اذان کی آواز آئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر پانی منگایا گو وضو آپ کو پیشتر سے تھا مگر آپ نے تازہ وضو کیا اور ٹھنڈے پانی سے ہاتھ منہ دھویا۔ (مسح کر کے) پاؤں دھوئے اور جی میں آیا کہ موزہ پہنیں ایک اچکنے والا جانور موزہ اچک لے گیا۔ یعنی آپ نے موزہ اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور عقاب آپ کے ہاتھ میں سے اچک لے گیا۔ اور ہوا کی طرح ہوا میں لے اڑا اور وہاں جا کر اس کو الٹا تو اس میں سے سانپ گرا۔ دیکھو خدا کی عنایت تھی کہ عقاب خیر خواہ ہو گیا اور وہ کالا سانپ جو موزہ میں بیٹھا ہوا تھا گر پڑا اور موزہ پہننے کے قابل ہو گیا۔ اس کے بعد وہ عقاب موزہ کو واپس لایا اور کہا لیجئے اور نماز کو تشریف لے جائیے۔ میں نے یہ گستاخی محض ضرورت کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

کی تھی ورنہ میں بے ادب نہیں ہوں بلکہ میں تو ادب کی وجہ سے حضور کے سامنے بہت ہی منکسر ہوں ہاں اس کی حالت نہایت قابل افسوس ہے جو بلا ضرورت محض خواہش نفسانی سے گستاخانہ قدم اٹھائے مگر الحمد للہ کہ میں ایسا نہیں ہوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ ہم نے تو اس کو زیادتی سمجھا تھا لیکن یہ تو واقع میں خیر خواہی تھی تم میرا موزہ لے گئے اور مجھے ناگوار ہوا کہ دیکھو اس نے نماز کے لئے جانے میں مزاحمت کی تم نے میرا غم کھویا اور میں مغموم ہوا یہ میری غلطی تھی اگرچہ حق سبحانہ نے اکثر مغیبات ضرور یہ ہم پر ظاہر فرمائے ہیں اور ان میں سے یہ بھی تھا لیکن دل اپنی حالت میں مشغول تھا۔ اس لئے التفات نہ ہوا عقاب نے کہا کہ خدا نہ کرے کہ آپ کو غفلت ہو میں نے جو دیکھا تو یہ بھی حضور ہی کا پرتو تھا میرا کوئی ذاتی کمال نہ تھا میں ہوا کے اندر اڑتا ہوا موزہ کے اندر سانپ دیکھ لوں یہ میرا کام نہیں بلکہ حضور ہی کا عکس ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ نورانی چیز کا عکس بھی نورانی ہی ہوتا ہے اور ظلمانی چیزوں کا عکس تاریک ہی ہوتا ہے اس لئے اہل اللہ کا پرتو بھی نورانی ہوتا ہے لہذا اس سے معرفت بڑھتی ہے اور اغیار کا عکس بالکل ظلمت ہوتا ہے کہ جو صفائی اور تنور پہلے سے ہوتا ہے وہ بھی یا زائل ہو جاتا ہے یا اس میں تکدر آ جاتا ہے علی تفاوت الاحوال پس اول تم کو ہر شخص کا عکس اس کی حالت سے جان لینا چاہئے پھر جس کے پہلو میں چاہو بیٹھو نیز اس قصہ سے تم کو عبرت حاصل کرنی چاہئے تاکہ تم حق سبحانہ کے حکم پر رضامند ہو۔ اور جب اچانک کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے تو عقل سے کام لو اور خدا کے ساتھ حسن ظن رکھو کہ اس میں بھی کوئی مصلحت ہوگی اور جبکہ دوسرے لوگوں کے مارے خوف کے رنگت زرد ہو اس وقت تم کو اصلا ہراس نہ ہو بلکہ تم نفع اور نقصان ہر دو حالت میں پھول کی طرح کھلے رہو اس لئے کہ پھول کو کچھ بھی ملال نہیں ہوتا اگر تم اس کی پنکھڑی پنکھڑی الگ کر دو تب بھی وہ کھلا ہی رہتا ہے نہ ہنسنا چھوڑتا ہے اور نہ پژمردہ ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں معدوم ہونے سے ملول کیوں ہوں آخر یہ ہنسی جو مجھے ملی ہے یہ بھی تو عدم ہی سے ملی ہے اور عدم تو میرا وطن اصلی ہے پس اگر میرے اجزاء اپنے اصلی وطن کو چلے جائیں تو رنج کی کیا بات ہے پس تم کو بھی ایسا ہی ہونا چاہئے اور جو کچھ بحکم الہی تم سے جاتا رہے تم کو اس پر غم نہ کرنا چاہئے بلکہ سمجھنا چاہئے کہ یہ کسی بلا کا دفعیہ ہے کسی نے کسی درویش سے پوچھا کہ تصوف کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ ناگوار واقعہ پیش آنے کے وقت بھی دل میں خوشی پانا پس تم سختی کو اسی عقاب کی شکل غم ربا سمجھنا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موزہ اڑا لے گیا تھا اور وہ اس لئے آتی ہے کہ تم کو تکلیف شدید سے بچاوے۔ پس تم کو عقل سے کام لینا چاہئے اور غلطی میں نہ پڑنا چاہئے۔ جو عقل غلطی سے بچے بڑی مبارک ہے۔ دیکھو حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ جو چیز تم سے فوت ہو جائے تم اس کا غم نہ کرو کیونکہ وہ حقیقت میں ایک بھیڑیا تھی اور بھیڑیے کا قاعدہ ہے کہ جب آتا ہے تو تمہاری بکری لے جاتا ہے پس اس سے بھی تم کو کوئی ضرر ہوتا ہم نے تم کو اس ضرر سے بچا دیا۔ مانا کہ ایک چیز تم سے جاتی رہی اس پر غم فضول ہے پس تم ہرگز غم نہ کرو کیونکہ اگر کوئی پرانی ضائع ہوگئی بلا سے اور نئی مل جاوے گی۔ خواہ اسی قسم کی یا اس سے بھی بڑھ کر پس اگر کوئی بلا آئے تو اس پر مغموم نہ ہونا چاہئے اور اگر نقصان ہو تو اس کا غم نہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ بلا اور بڑی بلاؤں کا دفعیہ ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ نقصان دیگر بڑے نقصانوں کا مانع ہے چنانچہ مال کے ضائع ہونے سے جان کو راحت ہوتی ہے اور جب مال جمع ہو جاتا ہے تو وبال جان ہوتا ہے کہیں اس کی حفاظت کی فکر ہے کہیں اس کے لئے لوگوں سے لڑائی ہے کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے غرض کہ ایک مصیبت ہے اور جبکہ وہ نہ رہا سارے جھگڑوں سے نجات ہوگئی۔

شرح شبّیری

ایک شخص کا موسیٰ علیہ السلام سے جانوروں کی زبان سیکھنے کی استدعا کرنا

گفت موسیٰ را یکے مرد جواں	کہ بیا موزم زبان جانوراں
ایک نوجوان نے (حضرت) موسیٰ سے عرض کیا	کہ مجھے جانوروں کی زبان سکھا دیجئے

یعنی موسیٰ علیہ السلام سے ایک مرد جوان نے عرض کیا کہ مجھے جانوروں کی بولی سکھا دیجئے۔

تا بود کز بانگ حیوانات و دد	عبرتے حاصل کنم در دین حق
ہو سکتا ہے کہ حیوانات اور درندوں کی آواز سے	اللہ کے دین میں کوئی عبرت حاصل کر لوں

یعنی تا کہ ایسا ہو کہ درندوں اور چرندوں کی باتوں سے میں اپنے دین میں کوئی عبرت حاصل کروں۔

چوں زبانہائے بنی آدم ہمہ	در پئے آبست و ناں و دمدمہ
چونکہ تمام اولاد آدم کی زبانیں	روٹی، اور پانی، اور مکر کے لئے ہیں

یعنی چونکہ سب آدمیوں کی زبانیں پانی اور روٹی اور مکر وفریب کے واسطے ہیں۔

بو کہ حیوانات را ورد دگر	باشد از تدبیر ہنگام گزر
ہو سکتا ہے کہ حیوانات کا کوئی دوسرا معمول	ہو، مرنے کے وقت کی تدبیر کا

یعنی شاید کہ حیوانات کے لئے کوئی دوسرا مشغلہ موت کی تدبیر (وغیرہ کے متعلق) ہو۔ مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ مجھے حیوانات کی بولی سکھا دیجئے اس لئے کہ آدمی کی زبان تو دن رات اسی مشغلہ میں رہتی ہے کہ روٹی کا فکر کر لیا۔ پانی کا فکر کر لیا مکر وفریب کر لیا۔ ان کی بولیاں سن کر تو اسی طرف طبیعت کو میلان ہوتا ہے اور اگر حیوانات کی بولیاں معلوم ہو جائیں گی تو ممکن ہے کہ وہ کچھ اس طرف کے متعلق گفتگو کرتے ہوں اور سوچتے ہوں کہ موت کے واسطے تدابیر کرنا چاہئے۔ تو ان کی باتوں سے ہمیں بھی اس طرف توجہ ہو جاوے۔

گفت موسیٰ رو گزر کن زیں ہوس	کایں خطر دارد بسے در پیش و پس
(حضرت) موسیٰ نے فرمایا جا اس ہوس سے درگزر کر	کیونکہ یہ آگے اور پیچھے بہت سے خطرے رکھتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جا اس ہوس سے درگزر۔ کیونکہ یہ بات آگے پیچھے بہت سے خطرے رکھتی ہے۔ مطلب یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس میں بہت سے خطرے ہیں تو اس ہوس کو دل سے نکال دے۔

عبرت و بیداری از یزدان طلب	نہ از کتاب واز مقال وحرف ولب
عبرت اور آگاہی خدا سے مانگ	نہ کتاب اور گفتگو اور حروف اور ہونٹوں سے

یعنی عبرت اور بیداری خدا سے مانگ نہ کہ کتاب سے اور باتوں سے اور حرفوں سے اور لب سے مطلب یہ کہ میاں ان باتوں سے کہیں عبرت اور بیداری ہوا کرتی ہے۔ عبرت تو ہوا کرتی ہے توفیق حق سے تو خدا سے دعا کر بھلا ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔

گرم تر شد اوز آن منعش کہ کرد	گرم تر گردد ہے از منع مرد
وہ اس روکنے سے اور زیادہ (سر) گرم ہو گیا	روکنے سے انسان اور مصر ہو جاتا ہے

یعنی وہ آدمی اس منع کرنے سے اور بھی مصر ہوا۔ اور منع کرنے سے آدمی زیادہ مصر ہوا ہی کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے جو منع کیا تو اس کو اور زیادہ اشتیاق ہوا اور وہ اور بھی اصرار کرنے لگا کہ نہیں مجھے ضرور سکھا دیجئے۔ دوسرے مصرع میں ایک قاعدہ کلیہ فرماتے ہیں کہ بھائی منع کرنے سے تو ضد زیادہ ہوا ہی کرتی ہے جیسے کہ مشہور ہے کہ الانسان حریص لما منع غرضکہ اس کا اصرار اس لئے اور بھی زیادہ ہوا۔

گفت اے موسیٰ چو نور تو بتافت	ہر چہ چیزے بود از تو چیز یافت
اس نے کہا اے موسیٰ! جب سے آپ کا نور نمودار ہوا ہے	جو کچھ بھی تھا (اس نے) آپ سے کچھ پایا

یعنی اس نے عرض کیا کہ اے موسیٰ جبکہ آپ کا نور چمکا تو جو موجودات تھیں سب نے آپ سے کوئی چیز حاصل کی ہے۔

مر مرا محروم کردن زین مراد	لائق لطفت نباشد اے جواد
اس مقصد سے مجھے محروم کرنا	اے سخی! آپ کی مہربانی کے مناسب نہیں ہے

یعنی اے کریم مجھے اس مراد سے محروم کرنا آپ کے لطف کے لائق نہیں ہے۔

ایں زمان قائم مقام حق توئی	یاس باشد کہ مرا مانع شوی
اس وقت آپ اللہ (تعالیٰ) کے نائب ہیں	اگر آپ مجھے منع کریں گے تو مایوسی ہوگی

یعنی اس زمانہ میں خدا کے نائب آپ ہی ہیں تو اگر آپ مجھے اس امر میں مانع ہوں گے تو مجھے یاس ہو جاوے گی۔

مطلب یہ کہ اس نے عرض کیا کہ اے موسیٰ علیک السلام جب سے آپ کو نبوت ملی ہے تمام موجودات علیٰ فرق مراتب آپ سے فیضیاب ہوئے ہیں اور سب کو کچھ نہ کچھ فیض پہنچا ہے تو آپ بھلا مجھے جو میری مراد تک نہیں پہنچاتے یہ آپ کے لطف وکرم سے تو بہت ہی بعید ہے اس وقت آپ نائب حق ہیں اور حق تعالیٰ کے یہاں سے حکم ہے کہ لا تقنطوا

www.besturdubooks.wordpress.com

ناامید مت ہو اور مجھے آپ ناامید کئے دیتے ہیں نائب حق ہو کر ناامید نہ کیجئے بلکہ میری مراد کو پورا فرما دیجئے۔

گفت موسے یارب این مرد سلیم	سخرہ کردستش مگر دیو رجیم
(حضرت) موسیٰ نے فرمایا اے خدا! اس بھولے انسان کو	شاید ملعون شیطان نے اس کو بہکایا ہے

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ اے اللہ یہ آدمی تو بھولا ہے شاید اس کو شیطان ملعون نے مسخر کر لیا ہے۔

گر بیاموزم زیان کارش بود	ور نیاموزم دلش بد مے شود
اگر میں سکھا دوں وہ اس کے لئے نقصان دہ ہوگا	اگر نہیں سکھاتا ہوں تو اس کا دل برا ہوگا

یعنی اگر سکھاتا ہوں تو اس کے کام کا نقصان ہوتا ہے اور اگر نہیں سکھاتا ہوں تو اس کا جی برا ہوتا ہے۔
مطلب یہ کہ جب اس نے بہت ہی اصرار کیا اور موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ اس کو سیکھنے سے نقصان ہوگا اور وہ مانتا نہ تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں دعا کی کہ اے اللہ یہ آدمی ویسے تو بھولا معلوم ہوتا ہے مگر شیطان نے شاید اس کو خوب اچھی طرح بہکا دیا ہے جو یہ اس قدر اصرار کر رہا ہے اب مشکل یہ ہے کہ اگر سکھاتا ہوں تو اس کا نقصان ہوتا ہے اور نہ سکھاؤں تو اس کی دل شکنی ہوتی ہے اب کروں تو کیا کروں۔

گفت اے موسےٰ بیاموزش کہ ما	رد نکردیم از کرم ہرگز دعا
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اے موسیٰ! اس کو سکھا دے کیونکہ ہم نے	کرم سے ہرگز دعا رد نہیں کی ہے

یعنی ارشاد باری ہوا کہ اے موسیٰ آپ اس کو سکھا دیجئے اس لئے کہ ہم نے کرم کی وجہ سے کبھی دعا کو رد نہیں کیا۔

گفت یارب او پشیمانی خورد	دست خاید جامہ ہارا بر درد
(موسیٰ نے) فرمایا اے خدا! وہ شرمندہ ہوگا	ہاتھ چبائے گا کپڑے پھاڑے گا

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ وہ (بعد میں) پشیمان ہوگا۔ ہاتھ کاٹے گا اور کپڑوں کو پھاڑے گا۔ مطلب یہ کہ جب ارشاد حق سکھا دینے کا ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ اس کو اس بولی کے سیکھنے سے نقصان ہوگا جو کہ اس کو اس وقت معلوم نہیں ہوتا۔ اس وقت روتا پھرے گا اور پریشان اور پشیمان ہو کر ہاتھ کاٹے گا اور کپڑے پھاڑے گا۔ اور افسوس کرے گا۔ تو بہتر ہے کہ ابھی نہ سکھایا جاوے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

نیست قدرت ہر کسے را سازوار	عجز بہتر مایہ پرہیز گار
قدرت ہر ایک کے لئے مناسب نہیں ہے	عاجزی پرہیزگار کے لئے بہت اچھا سرمایہ ہے

یعنی ہر شخص کے لئے قدرت ہونا مناسب نہیں ہے پرہیزگار کا سرمایہ تو عجز ہی بہتر ہے۔

فقر زین رو فخر آمد جاودان	کہ بتقوے ماند دست نارسان
اسی لئے فقر ہمیشہ فخر ہے	نارسا ہاتھ پرہیزگاری میں رہتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی فقر ہمیشہ اسی لئے مایہ فخر رہا ہے کہ محتاج کا ہاتھ تقوے ہی میں بند رہتا ہے۔

زاں غنا و زاں غنی مردود شد	کہ ز قدرت صبرہا پر رود شد
اسی لئے مالداری اور مالدار مردود ہوا ہے	کہ قدرت کے وقت بہت سے صبر رخصت ہو جاتے ہیں

یعنی غنا اور غنی اس لئے مردود ہوئے کہ قدرت کی وجہ سے صبر جاتے رہے۔

آدمی را عجز و فقر آمد اماں	از بلائے نفس پر حرص و غماں
آدمی کے لئے عجز اور فقر (باعث) امن ہے	حرص اور غموں سے بھرے نفس کی مصیبت سے

یعنی آدمی کیلئے نفس پر حرص و غم کی بلاؤں سے عجز و فقر جائے امن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کے لیے صاحب مقدرت اور غنی ہونا مناسب نہیں ہے اور ہر شخص کو دولت موافق نہیں ہوتی بلکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جن کو فقر ہی کی بدولت تقویٰ نصیب ہے کہ چونکہ ان کو کسی شے پر قدرت نہیں ہے اور وہ کچھ کر ہی نہیں سکتے اس لئے ان کا تقویٰ درست ہے اور اگر کہیں خدانخواستہ ایسے طبیعت والے صاحب قدرت ہوتے تو پھر تو خدا جانے کیا غضب ڈھاتے۔ کسی نے کہا ہے کہ

زاہد نہ داشت تاب جمال پری رخان　　کنجے گرفت و ترس خدارا بہانہ ساخت

غرضکہ یہی وجہ ہے کہ اکثر مواقع میں فقر کو مایہ فخر کہا جاتا ہے کہ طبائع ضعیف ہیں تو اکثر جگہ فقر ہی بہتر ہے کہ نہ قدرت ہوگی اور نہ کوئی حرکت کریں گے اور یہی وجہ ہے کہ بہت سے غنی مردود ہو چکے ہیں کہ ان کو قدرت تھی اور پھر نہ سنبھل سکے نہ صبر کر سکے اور بلاہائے نفس میں مبتلا ہو گئے پس نفس و شیطان کی بلاؤں اور ان کے پھندوں سے امن تو فقر ہی میں ملتا ہے اس لئے کہ۔

آن غم آید ز آرزو ہائے فضول	کہ بداں خو کردہ است آں صید غول
بیکار آرزوؤں سے غم پیدا ہوتا ہے	جن کی اس شیطان کے قیدی نے عادت ڈال لی ہو

یعنی وہ غم فضول آرزوؤں ہی سے آتا ہے جس کا کہ یہ شیطان کا شکار عادی ہوتا ہے۔

آرزوئے گل بود گلخوارہ را	گل شکر نگوارد آں بیچارہ را
مٹی کھانے والے کو مٹی کی تمنا ہوتی ہے	اس بے چارے کو گلقند گوارا نہیں ہوتا ہے

یعنی مٹی کھانے والے کو مٹی ہی کی آرزو ہوتی ہے اس بیچارہ کے گل شکر ہضم ہی نہیں ہوتی۔ مطلب یہ کہ غموم و بلاہائے شیطانی و نفسانی تو فضول فضول آرزوؤں اور بیہودہ باتوں ہی سے پیدا ہوتے ہیں اور فضول آرزوئیں پیدا ہوتی ہیں مال و دولت کے ہونے سے۔ لہٰذا اصل جڑ سب چیزوں کی یہی حضرت مال و دولت ہی ہوئے۔ تو مال و دولت اگرچہ کیسی ہی نعمت حق ہو لیکن بعض آدمی کو موافق نہیں آتی۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ دیکھو جس کو مٹی کھانے

www.besturdubooks.wordpress.com

کی عادت ہوتی ہے وہ مٹی ہی کھاتا ہے اس کو گل شکر ہضم ہی نہیں ہوتی حالانکہ گل شکر ظاہر ہے کہ کیسی عمدہ اور لطیف اور نفیس چیز ہے تو اسی طرح دولت اگرچہ کیسی ہی نفیس ولطیف کیوں نہ ہو لیکن ہر شخص کے مناسب نہیں ہے۔ بس اسی طرح جانوروں کی بولی سمجھنا اور اس سے عبرت حاصل کرنا کیسا ہی اچھا کیوں نہ ہو لیکن اس شخص کے مناسب نہ تھا مگر اس کو جتنا منع کیا جاتا تھا اس کا اصرار اسی قدر زیادہ ہوتا تھا۔ آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حضرت حق کی طرف سے دوسری مرتبہ وحی آئی جس کو آگے بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ موسیٰ علیہ السلام سے ایک شخص نے درخواست کی کہ مجھے جانوروں کی زبان سکھلا دیجئے تاکہ درندوں اور دیگر جانوروں سے میں دین کے متعلق نصیحت حاصل کروں کیونکہ آدمیوں کی گفتگو تو اعلی العموم روٹی پانی مکر وفریب سے تعلق رکھتی ہے ممکن ہے کہ جانوروں کو کوئی اور ہی درد ہو۔ اور ان کو اس جہان فانی کو چھوڑنے کی فکر ہو اور وہ اس کی تدابیر میں مصروف ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس خیال کو چھوڑو اس میں ہر پہلو میں بہت سے خطرے ہیں۔ رہی عبرت اور تیقظ سو خدا سے دعا کرو وہ عطا فرما دیں گے۔ یہ بات نہ کتاب سے حاصل ہوتی ہے نہ گفتگو سے نہ الفاظ ولب سے انہوں نے جو منع کیا تو اس کو اور بھی زیادہ شوق ہوا کیونکہ منع کرنے سے آدمی کی حرص اور بڑھتی ہے اس نے عرض کیا کہ یا حضرت جب آپ کے نور نے عالم کو منور کیا تو جو بھی کوئی چیز تھی سب کو آپ کے دربار سے کچھ نہ کچھ مل گیا اور کوئی محروم نہیں رہا پس مجھے اپنے کرم سے محروم کرنا آپ کے الطاف فراواں کے شایان شان نہیں۔ اس وقت حضور ہی خلیفۃ اللہ فی الارض ہیں اگر حضور کے یہاں سے میں محروم ہو گیا تو پھر کوئی امید حصول مدعا کی نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق سبحانہ سے دعا کی کہ اے اللہ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے اس احمق کو مسخر کر لیا ہے اور میری نصیحت نہیں مانتا۔ اگر میں اس کو سکھلاتا ہوں تو اس کا نقصان ہے اور اگر نہیں سکھلاتا ہوں تو بددل ہوتا ہے مجھے کیا کرنا چاہئے۔ حق سبحانہ نے فرمایا کہ تم سکھلا دو کیونکہ ہم دعا کو اپنے کرم سے رد نہیں کرتے اس پر انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ وہ احمق پشیمان ہوگا اور افسوس سے اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کپڑے پھاڑے گا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ہر ایک کے لئے قدرت موافق نہیں طالب اتقاء کے لئے عجز ہی بہتر سرمایہ ہے۔ فقر اسی لئے ہمیشہ موجب فخر رہا ہے کہ محتاج کا معاصی تک نہ پہنچنے والا ہاتھ ہمیشہ تقوے ہی تک رہتا ہے اور دولتمندی اور دولتمند بالعموم اسی لئے مردود رہے ہیں کہ حصول قدرت کے سبب معاصی سے صبر نہ ہو سکا۔ پس عجز وفقر آدمی کو نفس حریص کی بلا اور طرح طرح کے آلام سے بچاتا ہے کیونکہ غم تو ان فضول آرزوؤں سے پیدا ہوتا ہے جن کا شیطان کے پھندے میں پھنسا ہوا آدمی خوگر ہوتا ہے چنانچہ جو شخص مٹی کھانے کا عادی ہے اس کو مٹی کی آرزو ہوتی ہے اور گل شکر اس کو ہضم نہیں ہوتی اور عادت ہوتی ہے قدرت وسامان ودولت

www.besturdubooks.wordpress.com

سے تو تمام غموم کی جڑ یہی چیزیں ہیں جب یہ نہ ہوں گی تو پھر کوئی غم نہ ہوگا اور نہ کوئی آرزو ہوگی۔

شرح شبّیری

حق تعالیٰ کی جانب سے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی آنا کہ اس کو جو چیز وہ چاہتا ہے سکھلا دو

یعنی اس کے بعد حضرت حق سے وحی آئی کہ (اے موسیٰ) جاؤ اور وہ جو کچھ کہے لطف و مہربانی سے اس کو سنو۔

گفت یزدان کہ بدہ بالیست او	برکشا در اختیار آں دست او
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا تو اس کی مراد پوری کر دے	اختیار میں اس کا ہاتھ کھول دے

یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کا مطلوب دیدو اور اختیار میں اس کا ہاتھ کھول دو۔ مطلب یہ کہ اس کے ہاتھ جواب عجز کی وجہ سے بند رہے ہیں اس کو کھول کر اس کو بااختیار کردو اور وہ جو چاہتا ہے اس کو بتادو تا کہ ہم امتحان کرسکیں اس لئے کہ اجر و مواخذہ تو اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ انسان کو اختیار بھی ہو اور اگر اختیار ہی نہیں تو پھر اجر و مواخذہ ہی کیا ہوگا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اختیار آمد عبادت را نمک	ورنہ می گردد بنا خواہ ایں فلک
اختیار عبادت کا نمک ہے	ورنہ بغیر ارادہ کے یہ آسمان (بھی) طواف کر رہا ہے

یعنی عبادت کے لئے اختیار نمک ہے ورنہ اضطراراً تو یہ آسمان بھی گردش میں ہے۔

گردش او را نہ اجر و نے عتاب	کاختیار آمد ہنر وقت حساب
اس کی گردش کا نہ ثواب ہے نہ عذاب ہے	کیونکہ حساب کے وقت اختیار معیار ہے

یعنی اس کی گردش کے لئے نہ اجر ہے اور نہ عذاب ہے کیونکہ حساب کے وقت تو اختیار ہی ہنر ہے مطلب یہ کہ جس طرح نمک سے کھانا پسندیدہ ہوجاتا ہے اسی طرح اختیار سے عبادت پسندیدہ ہوجاتی ہے ورنہ آخر بے اختیار کے تو آسمان و زمین سب گردش میں ہیں اضطراراً یہ سب کام میں ہیں لیکن چونکہ ان کو اختیار نہیں ہے اس لئے ان کے کام کا نہ کوئی اجر ہے اور نہ کوئی ان کو اس میں عذاب ہے بلکہ ایک کام ہے جو کہ سپرد کردیا گیا ہے اور یہ بیچارے اس میں لگے ہوئے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

جملہ عالم خود مسبح آمدند	نیست آں تسبیح جبری مزدمند
تمام عالم خود تسبیح پڑھنے والے ہیں	(لیکن) وہ جبری تسبیح اجر کا سبب نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تمام عالم خود مسبح ہے لیکن اس اضطراری تسبیح سے کوئی نفع نہیں ہے غرضکہ اصل شے ہر کام میں اختیار ہے اسی کی وجہ سے اجر ملتا ہے اور یہی وہ شے ہے جو کہ فعل عبد کو موجب عقاب کر دیتی ہے آگے پھر ارشاد باری ہے کہ۔

تیغ در دستش نہ از عجزش بکن	تا کہ غازی گردد او یا راہ زن
اس کے ہاتھ میں تلوار دیدے اس کا عجز ختم کر دے	تا کہ وہ غازی بنے یا ڈاکو

یعنی اس کے ہاتھ میں تلوار رکھ دو اور عجز سے اس کو بر طرف کر دو تا کہ (معلوم ہو کہ) غازی ہوتا ہے یا ڈاکو مطلب یہ کہ ارشاد ہوا کہ اس کو سکھا دو تا کہ اس کے بعد معلوم ہو کہ اس کو اچھی جگہ استعمال کرتا ہے یا بری جگہ استعمال کرتا ہے اور جب تک اس نے سیکھا ہی نہیں اس وقت تو اس کا امتحان ہو ہی نہیں سکتا۔ اور ارشاد ہے کہ۔

زانکہ کرمنا شد آدم ز اختیار	نیم زنبور عسل نیمش مار
اختیار کی وجہ سے (ہی) آدم کرمنا (کا مصداق) بنا	اس کا نصف شہد کی مکھی نصف سانپ ہے

یعنی اس لئے کہ آدم اختیار ہی کی وجہ سے کرمنا ہوا ہے کہ وہ اختیار آدھا تو شہد کی مکھی ہے اور آدھا سانپ ہے۔

مومنان کان عسل زنبور دار	کافراں خود کان زہرے ہمچو مار
مومن شہد کی مکھی کی طرح شہد کی کان ہیں	کافر زہر کی کان ہیں سانپ کی طرح ہیں

یعنی مومن لوگ تو شہد کی مکھی کی طرح شہد کی کان ہیں اور کافر لوگ سانپ کی طرح زہر کی کان ہیں۔

زانکہ مومن خورد بگزیدہ نبات	تا چو نحلے گشت ریق او حیات
کیونکہ مومن نے اچھے بوٹے کھائے ہیں	یہاں تک کہ شہد کی مکھی کی طرح اس کا لعاب (آب) حیات بنا ہے

یعنی اس لئے کہ مومن نے تو چھٹی ہوئی شکر کھائی یہاں تک کہ شہد کی طرح اس کا تھوک موجب حیات ہوا۔

باز کافر خورد شربت از صدید	ہم ز قوتش زہر شد در وے پدید
پھر کافر نے پیپ کا شربت پیا	اس کی غذا سے بھی اس میں زہر پیدا ہو گیا

یعنی پھر کافر نے شربت پیپ کا کھایا تو اس کی روزی سے اس میں زہر ہی ظاہر ہوا۔ مطلب یہ کہ انسان کو جو خلعت ولقد کرمنا بنی آدم عطا ہوا ہے اس کا سبب یہ اختیار ہی تو ہے کہ چونکہ یہ عبادت حق باختیار خود کرتا ہے لہذا اس کا اکرام ہوا ورنہ اس کو دیگر اشیاء پر کیا فضیلت صرف اس اختیار ہی نے اس کا یہ مرتبہ کر دیا ہے اب اس اختیار کے دو پہلو ہیں ایک تو اچھا مثل شہد کے اور ایک برا مثل سانپ کے مومنین نے چونکہ اس اختیار کو عبادت حق میں خرچ کیا تو ان کو مراتب عالیہ نصیب ہوئے اور کفار نے چونکہ ان کو دوسری طرف خرچ کیا لہذا ان کو اس کا بدلہ ویسا ہی ملا۔ غرضکہ جیسا جس نے کیا ویسا بھرا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اہل تسویل ہواسم الممات	اہل الہام خدا عین الحیات
خواہش نفسانی کے تبع والے موت کا زہر ہیں	خدا کے الہام والے (آب) حیات کا چشمہ ہیں

یعنی الہام خداوندی والے تو چشمۂ حیات ہیں اور ہوائے نفسانی کو سنوارنے والے موت کے زہر ہیں مطلب یہ کہ جو لوگ اولیاء اللہ ہیں وہ تو چشمہ حیات ہیں کہ ان کے ذریعہ سے حیات ابدی اور حیات روحانی نصیب ہوتی ہے۔ اور جو لوگ خواہشات نفسانی کے متبع ہیں وہ گویا کہ زہر قاتل ہیں۔

ز اختیار است و حفاظ و آگہے	در جہان این مدح و شاباش وزہے
اختیار اور مروت اور آگاہی کی وجہ سے ہے	دنیا میں یہ تعریف ' اور شاباش اور واہ واہ

یعنی دنیا میں یہ تعریف اور شاباش اور واہ واہ اختیار و حفاظت اور آگاہی ہی کی وجہ سے ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں دیکھو کہ جس کی کوئی تعریف کرتا ہے وہ اسی وجہ سے کہ اس شخص نے کوئی کام اپنے اختیار سے اچھا کیا ہو اور اگر کسی سے کسی نے زبردستی کوئی اچھا کام کرالیا تو اس کی کوئی بھی تعریف نہیں کرتا تو معلوم ہو گیا کہ اچھائی اور برائی سب اختیار ہی کی بدولت ہے آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

متقی و زاہد و حق خوان شوند	جملہ رندان چونکہ در زنداں روند
متقی اور پرہیزگار اور اللہ کو پکارنے والے بن جائیں گے	تمام اوباش جب قید خانے میں جائیں گے

یعنی سارے بدمعاش جبکہ قید خانہ میں جاتے ہیں تو متقی اور زاہد اور خدا کی یاد کرنے والے ہو جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ دیکھو دنیا میں جب بدمعاش لوگ قید خانہ میں جاتے ہیں تو کیسے نیک بن جاتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے وجہ صرف یہی ہے کہ وہاں افعال بد پر قدرت تو ہوتی نہیں اور اختیار باطل ہو جاتا ہے۔ پس نیک ہو جاتے ہیں لیکن اس وقت کی نیکی قابل اعتبار نہیں اس لئے کہ دیکھو اگر کوئی شخص کہے کہ میں (خدانخواستہ) اس قدر مدت جیل میں رہا اور میں نے اس میں رہتے ہوئے کسی کی چوری نہیں کی تو ہر سننے والا یہی کہے گا کہ یہ تو کوئی کمال نہیں۔ کمال جب ہے کہ تو شہر میں ہو اور تجھے چوری کا موقعہ بھی ملے اور پھر چوری نہ کرے پس اسی طرح اگر بعد مرنے کے دوزخ میں جاتے وقت (نعوذ باللہ منہ) کوئی توبہ کرے کہ اب گناہ نہ کروں گا وہ توبہ کارآمد نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو یہ تو اب ہے کہ گناہ کر سکتے ہیں تمام سامان موجود ہیں اور پھر ایک خوف حق ہے جو اس گناہ کی طرف رخ بھی نہیں کرنے دیتا۔ یہ ہے اس اختیار سے اچھا کام لینا اور یہی ہے وہ اختیار جس کی وجہ سے کہ انسان کا اکرام ہوا ہے۔ ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب آگے خود اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

ہین کہ تا سرمایہ نستاند اجل	چونکہ قدرت رفت کاسد شد عمل
خبردار! موت سرمایہ کو نہ چھین لے	چونکہ قدرت جاتی رہی عمل کھوٹا ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جبکہ قدرت جاتی رہی تو عمل بیکار ہو گیا۔ ہوشیار رہنا کہ کہیں سرمایہ کو موت نہ لے لے مطلب یہ کہ ذرا ہوشیار رہو کہیں موت آ جاوے اور یہ اختیار بالکل باطل ہو جاوے موت کے آنے سے پہلے پہلے عمل کر لو ورنہ اس کے بعد تو سارے اعمال بیکار ہو جاویں گے۔

قدرتت سرمایۂ سود ست ہیں	وقت قدرت را نگہدار و بہ بیں
آگاہ! نفع کا سرمایہ تیری قدرت ہے	قدرت کے وقت کی نگہداشت کر اور دیکھ لے

یعنی تمہارا اختیار ہی نفع کی پونجی ہے اختیار کے وقت کی حفاظت کرو اور دیکھتے بھالتے رہو۔ مطلب یہ کہ اس وقت فرصت کو غنیمت جانو اور اس حالت میں جبکہ حق تعالیٰ نے اختیار دے رکھا ہے اس سے کام لو ورنہ اس کے بعد اس کو تلاش کرو گے اور اس کا کہیں پتہ نہ ہو گا۔

آدمی بر خنگ کرمنا سوار	در کف درکش عنان اختیار
انسان "کرمنا" کے گھوڑے پر سوار ہے	اس کی عقل کے ہاتھ میں اختیار کی باگ ہے

یعنی آدمی کرمنا کے گھوڑے پر سوار ہے اور اس کے ادراک کے ہاتھ میں اختیار کی باگ ہے۔ مطلب یہ کہ انسان اکرام حق کے گھوڑے پر سوار ہے اور باگ اس کے ہاتھ میں اختیار کی ہے اگر اس نے اس باگ اختیار کو سیدھا رکھا اور راہ راست پر لے چلا تو وہ گھوڑا یعنی اکرام صحیح وسالم رہا اور یہ صاحب اکرام اور مکرم رہے اور اگر اس باگ اختیار کو ٹیڑھا رکھا اور کہیں بے راہ چلا تو نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گھوڑا کہیں گڑھے وغیرہ میں جا پڑا اور اس کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے اور بیکار ہو گیا اور یہ شخص بھی صاحب اسپ صاحب اکرام نہ رہا۔ غرضکہ جو اکرام ہے اور جو ذلت ہے جو اجر ہے اور جو عذاب ہے وہ سب اس اختیار ہی کی بدولت ہے۔ لہٰذا ارشاد حق ہوا کہ اس کو جو یہ کہتا ہے سکھا دو تا کہ یہ عاجز نہ رہے اس کے بعد دیکھیں گے کہ یہ اس اختیار کو کس جگہ استعمال کرتا ہے آیا اچھی جگہ استعمال کرتا ہے یا بری جگہ اس طرف سے یہ ارشاد ہوا لیکن نبی کو جو امت پر رحمت ہوتی ہے اس کی بناء پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس شخص کو ایک مرتبہ اور سمجھانا چاہا اور فرمایا کہ۔

باز موسیٰ داد پند او را بہ مہر	کہ مرادت زرد خواہد کرد چہر
(حضرت) موسیٰ نے محبت سے پھر اسے نصیحت کی	کہ تیری مراد چہرہ پیلا کر دے گی

یعنی پھر موسیٰ علیہ السلام نے اس کو محبت سے نصیحت کی کہ ارے تیری مراد تیرا چہرہ زرد کر دے گی مطلب یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ دیکھ تیری یہ آرزو اور یہ مراد تجھے بعد میں شرمندہ اور زرد رو کر یگی تو خوب سمجھ لے۔

ترک این سودا بگو وز حق بترس	دیو دا دستت برائے مکر درس
اس جنون کو چھوڑ اور اللہ (تعالیٰ) سے ڈر	شیطان نے مکر کے لئے تجھے سبق پڑھایا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس خیال کو چھوڑ اور خدا سے ڈر کہ تجھے شیطان نے مکر کی وجہ سے یہ سبق دیا ہے۔

ہیں برو درد سر خود کم طلب	کایں مرادت افگند در صد تعب
خبردار! اپنا درد سر نہ مول لے	کیونکہ یہ تیری مراد سینکڑوں مشقتوں میں ڈال دے گی

یعنی ارے جا اپنا درد سر مت ڈھونڈ کہ یہ مراد تجھے سینکڑوں مصیبتوں میں ڈال دے گی۔

مطلب یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ دیکھ اس خیال سے درگزر یہ خیال شیطانی ہے تو بہت مصیبت میں پڑے گا۔ غرضکہ جب بہت سمجھایا تو ذرا ذرا سی کچھ سمجھ آئی لیکن رہی وہی مرغی کی ایک ٹانگ صرف اس قدر کمی ہوئی کہ پہلے تو تمام جانوروں کی بولی سیکھنے کی تمنا تھی اب صرف اپنے گھر کے پلے ہوئے کتے اور مرغ کی بولی سیکھنے کی آرزو رہ گئی جس کو مولانا آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

اس طالب کا صرف مرغ خانگی اور کتے کی زبان سیکھ لینے پر قانع ہو جانا اور موسیٰ علیہ السلام کا اس کو قبول فرما لینا

گفت بارے نطق سگ کو بر درست	نطق مرغ خانگی کاہل پرست
اس نے کہا کم از کم کتے کی بولی جو دروازہ پر ہے	گھریلو مرغ کی بولی جو پردار ہے

یعنی اس شخص نے کہا کہ اچھا اس کتے کی بولی جو کہ دروازہ پر ہے اور اس مرغ خانگی کی بولی جو کہ پرندہ ہے

مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ اچھا ایک کتے کی اور ایک مرغ کی جو کہ میرے یہاں پلے ہوئے ہیں بولی سکھا دیجئے کہ ایک چوپایہ ہے اور ایک پرندہ ہے اور پھر رات دن میرے سامنے رہتے ہیں باتیں کرتے ہیں تو میں بھی سمجھا کروں اور سنا کروں۔ غرضکہ جب اس نے نہ مانا تو موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ۔

گفت موسیٰ ہیں تو دانی زو رسید	نطق این ہر دو شود بر تو پدید
(حضرت) موسیٰ نے فرمایا اچھا تو جان لےگا اس (اللہ) سے (اجازت) آ گئی	ان دونوں کی بولی تجھے معلوم ہو جائے گی

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا تو جان لے گا اور ان دونوں کی بولی تجھ پر ظاہر ہو جاوے گی۔ لے اب تو مقصود مل گیا۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اس کے بعد حضرت حق سبحانہ کی طرف سے وحی آئی کہ جایئے جو کچھ وہ کہے اس کو مہربانی سے سنئے اور اس کی خواہش پوری کر کے اس کو عاجز سے مختار بنایئے تاکہ وہ امتحان کے قابل ہو سکے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اختیار عبادت کے لئے ایسا ہے جیسا کہ کھانے کے لئے نمک۔ کیونکہ جس طرح کھانا نمک سے

www.besturdubooks.wordpress.com

پسندیدہ ہوتا ہے یوں ہی عبادت اختیار سے مرغوب ہوتی ہے ورنہ اضطرار اتو آسمان بھی چکر کھاتا ہے لیکن اس کی گردش پر نہ سزا ہے نہ جزا کیونکہ محاسبہ کے وقت اختیار ہی کو ایک اعلیٰ وصف سمجھا گیا اور یہی منی ہے جزا و سزا کا اور اختیار فلک میں معدوم ہے علیٰ ہذا تمام عالم تسبیح قہری کرتا ہے لیکن اس جبری تسبیح سے کیا فائدہ۔ طریقہ امتحان تو یہ ہے کہ تلوار ہاتھ میں دیدو اور عجز کو رفع کر دو پھر دیکھو کہ وہ غازی ہوتا ہے یا ڈکیتی کرتا ہے چونکہ آدمی اختیار ہی کے سبب مکرم بنا ہے اور اس کو اختیار عطا کیا گیا ہے اسی لئے کچھ ان میں شہد کی مکھی ہو گئے اور کچھ سانپ۔ یا یوں کہو کہ ہر ایک من وجہ شہد کی مکھی ہو گیا اور من وجہ سانپ۔ پس مومن تو شہد کی مکھی کی طرح کان شہد بین اور کافر معدن زہر جیسا کہ سانپ ہوتا ہے کیونکہ مومن اپنے اختیار کو کام میں لائے اور جہۃ محمودہ کو غالب کیا تو شہد کی مکھی کی طرح کان عسل ہو گئے اور کفار نے اپنے اختیار سے جہت مذمومہ کو غالب کیا تو وہ معدن زہر ہو گئے۔ مومنین کی کان عسل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے عمدہ نباتات کھائے ہیں اور معارف سے غذا حاصل کی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہد کی طرح ان کا تھوک مایہ حیات بن گیا۔ (لعله اشارة الی ماهو المشهور من انه قال صلی الله علیه وسلم سور المومن شفاء) اس کے خلاف کفار نے صدید کفر سے غذا حاصل کی تو اس کی غذا سے اس کے اندر زہر پیدا ہو گیا۔ پس ملہم من الحق چشمۂ آب حیات بن گئے۔ اور جو خواہشات نفسانیہ کی تلمیعات میں مبتلا ہیں وہ زہر ہلاہل ہو گئے۔ غرضکہ عالم میں تعریف اور شاباش اور واہ واہ سب اختیار اور محافظت حدود اور تیقظ ہی کی بناء پر ہے ورنہ جو قیدی جیلخانہ میں جاتے ہیں سب متقی اور پارسا اور خدا کو پکارنے والے ہو جاتے ہیں مگر کچھ بھی تعریف کی بات نہیں کیونکہ جب قدرت معصیت نہ رہی تو عمل بھی خراب ہو جاتا ہے تم کو متنبہ ہونا چاہئے کہ موت اس دولت کو تم سے نہ چھین لے کیونکہ قدرت ہی منفعت کا سرمایہ ہے پس تم کو وقت قدرت کی حفاظت کرنی چاہئے اور اسے ضائع نہ کرنا چاہئے کیونکہ آدمی اسپ کرامت پر اسی لئے سوار ہے کہ اس کے ادراک کے ہاتھ میں اختیار کی باگ ہے ورنہ اس میں اور اوروں میں کیا فرق ہے یہ مضمون اضطراری تو ہو چکا اب اصل قصہ سنو۔ موسیٰ علیہ السلام نے شفقت سے پھر اسے نصیحت فرمائی اور کہا کہ تمہاری مراد تو بہت جلدی حاصل ہو جاوے گی مگر بہتر یہ ہے کہ تم اس خیال کو چھوڑ دو اور اپنے نفس سے ڈرو۔ دیکھو شیطان نے دعا کے لئے تم کو یہ فریب دیا ہے جاؤ اور دردسری مول نہ لو کیونکہ اس مقصد سے بہت تکلیف ہو گی اس نے کہا اچھا زیادہ نہیں صرف ایک کتے کی زبان سکھلا دو جو میرے دروازہ پر ہے اور ایک مرغ خانگی کی جو بازو رکھتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا تو جان اور جا تیرا مدعا حاصل ہو گیا۔ اور تجھ پر ان دونوں کا نطق منکشف ہو گیا۔

شرح شبّیری

بامداداں از برائے امتحان	ایستاد او منتظر بر آستان
صبح کو آزمائش کے لئے	وہ چوکھٹ پر منتظر کھڑا ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی صبح کو وہ شخص امتحان کے واسطے چوکھٹ پر منتظر کھڑا ہو گیا۔

خادمہ سفرہ بیفشاند و فتاد	پارۂ نان بیات آثار زاد
خادمہ نے دستر خوان جھاڑا اور گرا	باسی روٹی کا ٹکڑا کھانے کا بقیہ

یعنی خادمہ نے دستر خوان جھاڑا تو رات کے روٹی کے ٹکڑے جو کہ کھانے کے آثار تھے گرے۔

در ربود آنرا خروسے چوں گرو	گفت سگ کردی تو برما ظلم رو
مرغ اس کو گروی (چیز) کی طرح اچک لے گیا	کتے نے کہا جا تو نے ہم پر ظلم کیا

یعنی اس کو مرغا گروی شے کی طرح لے بھاگا تو کتے نے کہا کہ ارے جا تو نے ہم پر (بہت) ظلم کیا۔
مطلب یہ کہ مرغا اس ٹکڑہ کو اس طرح لے اڑا جیسا کہ کوئی اپنی گروی شے کو چھڑا کر لے کر بھاگتا ہے۔

دانۂ گندم تو دانی خورد و من	عاجزم از دانہ خوردن در وطن
تو گیہوں کا دانہ کھا سکتا ہے اور میں	وطن میں دانہ کھانے سے عاجز ہوں

یعنی تو تو گیہوں کا دانہ کھانا جانتا ہے اور میں گھر میں دانہ کھانے سے عاجز ہوں۔

گندم و جو را و باقی حبوب	می توانی خورد و من نے ای طروب
گیہوں اور جو اور باقی دانے	اے مست! تو کھا سکتا ہے اور میں نہیں (کھا سکتا)

یعنی ارے مسخرے گیہوں کو اور جو کو اور باقی دانوں کو تو کھا سکتا ہے اور میں نہیں (کھا سکتا)

این لب نانے کہ قسم ماست آن	می ربائی ایں قدر را از سگاں
یہ روٹی کا ٹکڑا جو ہمارا حصہ ہے	اتنے کو (بھی) تو کتوں سے اچک لیتا ہے

یعنی یہ ٹکڑہ روٹی کا جو کہ ہماری قسمت کا ہے تو اتنے کو بھی کتوں سے اچک لیتا ہے یعنی تو ہم کو یہ بھی نہیں کھانے دیتا

مرغے کا کتے کو جواب

پس خروسش گفت تن زن غم مخور	کہ خدا بدہد عوض زیں بہ دگر
پھر مرغ نے اس سے کہا چپ ہو جا غم نہ کر	کیونکہ اللہ (تعالیٰ) اس سے بہتر دوسرا بدلہ دے گا

یعنی تب مرغے نے اس کتے سے کہا کہ چپ رہ غم مت کھا کہ خدا اس سے بہتر دوسرا عوض دے گا۔

اسپ این خواجہ سقط خواہد شدن	روز فردا سیر خورکم کن حزن
اس آقا کا گھوڑا مر جائے گا	کل کو پیٹ بھر کر کھانا غم نہ کر

یعنی کل کو اس آقا کا گھوڑا مرے گا تو تو خوب سیر ہو کر کھانا غم کو کم کر۔

مرسگان را عید باشد مرگ اسپ	روزی وافر بود بے جہد و کسب
گھوڑے کا مرنا کتوں کی عید ہوتی ہے	بغیر محنت اور کمائی کے بہت خوراک ہوتی ہے

یعنی کتوں کو تو گھوڑے کا مرنا عید ہے کیونکہ بے مشقت اور کمائی کے بھرپور روزی ملتی ہے۔

اسپ را بفروخت چون بشنید مرد	پیش سگ شد آن خروس روئے زرد
مرد نے جب سنا' گھوڑا فروخت کر دیا	وہ بیچارہ مرغ کتے کے آگے شرمندہ ہوا

یعنی اس نے جو سنا تو گھوڑے کو فروخت کر دیا۔ تب تو کتے کے آگے وہ مرغا شرمندہ ہوا (کہ بات غلط نکلی)

روز دیگر ہمچنان نان را ربود	آن خروس و سگ برولب برکشود
دوسرے دن بھی اسی طرح سے روٹی لے اڑا	وہ مرغ' اور کتے نے اس پر لب کشائی کی

یعنی دوسرے دن بھی اسی طرح روٹی کو وہ مرغا لے بھاگا تو کتے نے اس سے کہا۔

کائے خروس عشوہ دہ چندیں دروغ	ظالمی و کاذبی و بے فروغ
کہ اے مرغ! مکار اس قدر جھوٹ	تو ظالم ہے' اور تو جھوٹا ہے' اور بے اعتبار ہے

یعنی کہ اے مرغے مکار اتنا جھوٹ تو ظالم ہے اور کاذب ہے اور بے فیض ہے۔

اسپ کش گفتی سقط گردد کجاست	کور اختر گوئی محروم ز راست
وہ گھوڑا جس کے بارے میں تو نے کہا تھا کہ وہ مرے گا' کہاں ہے؟	تو اندھا نجومی ہے' سچائی سے محروم ہے

یعنی جس گھوڑے کو کہ تو نے کہا تھا کہ مرے گا وہ کہاں ہے تو اندھا ستاروں کا بتانے والا ہے۔ اور تو سچ سے محروم ہے۔ مطلب یہ کہ کتے نے کہا کہ ارے مرغ تو بڑا جھوٹا ہے تو اس اندھے کی مثل ہے جو کہ باوجود اندھے ہونے کے کہے کہ میں ستاروں کو دیکھ رہا ہوں بھلا تجھے کیا خبر تھی کہ گھوڑا مریگا تو نے فضول علی الغپ ہی ہانک دیا کہ وہ مرے گا تو تو کھالینا۔

گفت او را آن خروس باخبر	کہ سقط شد اسپ او جائے دگر
اس باخبر مرغ نے اس سے کہا	کہ اس کا گھوڑا دوسری جگہ مر گیا ہے

یعنی اس مرغ باخبر نے کہا اس کا گھوڑا دوسری جگہ جا کر مر گیا ہے۔

اسپ را بفروخت جست او از زیان	آن زیان انداخت او بر دیگران
گھوڑے کو فروخت کر دیا اور نقصان سے بچ گیا	اس نے وہ نقصان دوسروں پر ڈال دیا

یعنی گھوڑے کو اس نے فروخت کر دیا اور نقصان سے (بظاہر) بچ گیا (لیکن) اس نے اس نقصان کو

دوسروں پر ڈال دیا۔یعنی جس بیچارہ نے گھوڑا خریدا ہے اس نے اپنا نقصان اس پر ڈالا کہ اب اسے نقصان ہوا۔

لیک فردا استرش گردد سقط	مرسگاں را باشد این نعمت فقط
لیکن کل کو اس کا خچر مرے گا	وہ صرف کتوں کے لئے نعمت ہو گا

یعنی لیکن کل کو اس کا خچر مرے گا تو یہ نعمت تو صرف کتوں ہی کے لئے ہوگی مطلب یہ کہ اس مرغے نے کہا کہ اگرچہ یہ گھوڑے کو فروخت کرآیا تو اس سے کیا ہوتا ہے اب اس کا خچر مرجاوے گا۔تو تو اس کو خوب کھانا۔

زود استر را فروشید آں حریص	یافت از غم و زیاں آندم محیص
اس لالچی نے فورا خچر بیچ ڈالا	اس وقت (بھی) وہ رنج اور نقصان سے نجات پا گیا

یعنی اس حریص نے جلدی سے خچر کو بھی فروخت کردیا اور غم اور نقصان سے اس وقت چھٹکارا پالیا۔مطلب یہ کہ اس کو سن کروہ آقا صاحب اس خچر کو بھی فروخت کرآئے اور اس وقت اس نقصان سے چھوٹ گئے کہ جو وہ مرتا تو ان کا نقصان ہوتا تو اپنے نزدیک تو اس وقت نقصان سے خلاصی پائی لیکن یہ خبر نہیں کہ یہ خلاصی صرف اسی وقت کی ہے پھر اچھی طرح پڑے گی۔

روز ثالث گفت سگ باآں خروس	اے امیر کاذباں باطبل و کوس
تیسرے دن کتے نے اس مرغ سے کہا	اے نقارے اور گھنٹے کے ساتھ جھوٹوں کے سردار

یعنی تیسرے دن کتے نے مرغے سے کہا کہ اے جھوٹوں کے بادشاہ مع طبل وکوس کے یعنی تو ڈنکے کی چوٹ پر جھوٹ بولتا ہے۔یہ نہیں کہ کوئی پوشیدہ بات ہو اور بولا کہ۔

تا بکے گوئی دروغے بے فروغ	دوغی اے نااہل دوغی دوغ دوغ
تو نہ چلنے والا جھوٹ کب تک بولے گا؟	اے نااہل! تو چھاچھ ہے تو چھاچھ ہے' چھاچھ' چھاچھ

یعنی یہ۔بے رونق جھوٹ تو کب تک بولے گا۔اے نالائق تو جھوٹا ہے اور جھوٹا ہے اور جھوٹا ہے (دوغ سے مراد جھوٹا اور مکر کرنے والا ہے ورنہ اصل معنے تو اس کے چھاچھ کے ہیں)

گفت او بفروخت استر راشتاب	لیک فرادایش غلام آید مصاب
کہا اس نے خچر جلدی سے بیچ دیا	لیکن کل کو اس کا غلام بیمار پڑے گا

یعنی مرغ نے کہا کہ اس نے خچر کو تو جلدی سے فروخت کردیا لیکن کل کو اس کا غلام مصیبت زدہ ہوگا یعنی کل کو اس کا غلام مرے گا۔

چوں غلام او بمیرد نان ہا	برسگ و خواہندہ ریزند اقربا
جب اس کا غلام مرے گا روٹیاں	کتوں اور مانگنے والوں پر (اسکے) رشتہ دار بہادیں گے

یعنی جب اس کا غلام مرے گا تو عزیز و اقارب کتوں اور فقیروں کو روٹیاں دیں گے۔

این شنید و آں غلامش را فروخت	رست از خسران و رخ را بر فروخت
یہ سنا اور اس نے اس غلام کو بیچ ڈالا	نقصان سے بچ گیا اور چہرے کو روشن کر لیا

یعنی (اس آقا نے) یہ سنا اور اپنے اس غلام کو فروخت کر دیا (اور بظاہر) نقصان سے چھوٹ گیا۔ اور چہرہ کو روشن کر لیا۔ مطلب یہ کہ اس غلام کو فروخت کر کے بہت ہی خوش ہوئے کہ خوب نقصانوں سے بچے لیکن ابھی خبر نہیں ہے۔ آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا۔

شکر ہا می کرد و شادیہا کہ من	رستم از سہ واقعہ اندر زمن
شکریے ادا کرتا تھا اور خوشیاں کہ میں	زمانے میں تین حادثوں سے بچ گیا

یعنی شکر کرتا تھا اور خوشیاں کرتا تھا کہ میں زمانہ میں تین واقعوں سے چھوٹ گیا۔

تا زبان مرغ و سگ آموختم	دیدۂ سوء القضا را دوختم
جب سے میں نے مرغ اور کتے کی بولی سیکھ لی ہے	بری قضا کی آنکھ سی دی ہے

یعنی جبکہ میں نے مرغ اور کتے کی بولی سیکھ لی تو میں نے سوء القضاء کی آنکھ کو سی دیا۔ مطلب یہ کہ بہت ہی خوش ہو رہا تھا کہ میں نے جو مرغ اور کتے کی بولی سیکھ لی ہے تو میں دیکھو تین نقصانوں سے بچ گیا اور اب مجھ پر سوء القضاء کا داؤ نہیں چل سکتا۔ میں نے اب تو قضا و قدر رب کو ہرا دیا۔ اب میں کسی سے دب نہیں سکتا اس لئے کہ میرا جو نقصان ہونے والا ہوگا اس کو فوراً ہی الگ کر دیا کروں گا۔ غرضکہ وہ اس میں خوش ہوتا تھا اور یہ خبر نہ تھی کہ اب کی باری مجھ پر ہی ہے۔ غرضکہ اب بیچارہ مرغ کو کتے سے بہت ہی شرمندگی ہوئی کہ اس سے اس قدر وعدے کئے اور ایک بھی پورا نہ ہوا تو آگے اس کے شرمندہ ہونے کو اور پھر خود آقا صاحب کی موت کی خبر دینے کے واقعہ کو بیان فرماتے ہیں۔

مرغ کا کتے کے آگے تین وعدوں کے غلط ہو جانے سے شرمندہ ہونا

روز دیگر آن سگ محروم گفت	کاے خروس ژاژ خا کو طاق جفت
دوسرے دن اس محروم کتے نے کہا	اے بکواسی مرغ! اکہرا اور دُہرا کہاں ہے؟

یعنی دوسرے دن اس محروم کتے نے کہا کہ اے مرغ بیہودہ گو وہ طاق و جفت (وعدے) کہاں ہیں یعنی تو نے جو مختلف وعدے مجھ سے کئے تھے بتا وہ کہاں ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چند چند آخر دروغ و مکر تو	خود نپرد جز دروغ از وکر تو
تیرا مکر اور جھوٹ آخر کس قدر؟	تیرے گھونسلے سے سوائے جھوٹ کے کچھ نہیں اڑتا ہے

یعنی تیرا مکر اور جھوٹ آخر کہاں تک اور تیرے آشیانہ سے سوائے جھوٹ کے کچھ اڑتا ہی نہیں مطلب یہ کہ تو ہمیشہ جھوٹ ہی بولتا ہے۔

گفت حاشا از من و از جنس من	کہ بگردیم از دروغے ممتحن
اس نے کہا مجھ سے اور میری قوم سے بعید ہے	کہ ہم کسی جھوٹ میں مبتلا ہوں

یعنی اس نے کہا کہ مجھ سے اور میری جنس سے یہ دور ہے کہ ہم ایک جھوٹ کی وجہ سے ذلیل ہوں۔

ما خروسان چون موذن راست گو	هم رقیب آفتاب و وقت جو
ہم مرغ' موذن کی طرح سچ بولنے والے ہیں	ہم سورج پر نظر رکھنے والے اور وقت کی جستجو کرنے والے ہیں

یعنی ہم مرغے مثل موذن کے راست گو ہیں۔ ہم آفتاب کے پاسبان ہیں اور وقت کے تلاش کرنے والے یعنی ہم کو وقت کی پہچان ہے اور ہم ٹھیک وقت پر اذان دیتے ہیں تو پھر ہم جھوٹ کیسے بولتے۔

پاسبان آفتابیم از درون	گر کنی بالائے ما طشتے نگوں
ہم اندر سے سورج کے نگہبان ہیں	اگر تو ہم پر طشت اوندھا کر دے

یعنی ہم پاسبان آفتاب اندر سے ہیں۔ اگر تم کوئی طشت ہمارے اوپر اوندھا کر دو۔ مطلب یہ کہ اگر تم ہمیں کسی چیز کے اندر بند بھی کر دو تب بھی ہم اندر سے ٹھیک وقت کو پہچان لیں گے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

پاسبان آفتاب اند اولیا	در بشر واقف ز اسرار خدا
اولیاء سورج کی نگہداشت کرنے والے ہیں	انسانوں میں خدا کے رازوں سے واقف ہیں

یعنی اولیاء اللہ آفتاب (حقیقی) کے پاسبان ہیں اور (صورت) بشر میں اسرار خدا سے واقف ہیں۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ مرغ باوجود طشت کے اندر بند ہونے کے آفتاب ظاہری کے نکلنے اور غروب ہونے کو معلوم کر لیتا ہے اسی طرح اولیاء اللہ صورت بشری میں جو کہ حجاب ہے مشاہدہ اسرار حق اور حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ آگے پھر مرغے کا قول ہے کہ۔

اصل ما را حق پے بانگ نماز	داد ہدیہ آدمی را در جہاز
ہماری نسل اللہ (تعالیٰ) نے نماز کی اذان کے لئے	سامان میں آدمی کو ہدیہ میں دی ہے

یعنی ہمارے آباؤ اجداد کو بانگ نماز کے لئے حق تعالیٰ نے آدمی کو جہیز میں دیا ہے۔ مطلب یہ کہ مرغا بولا کہ ہم ایسے راست گو ہیں کہ حق تعالیٰ نے جب آدم کو سب چیزیں عنایت فرمائیں تو منجملہ ان کی ایک مرغ جو ہمارے آباؤ اجداد میں سے تھا نماز کا وقت بتانے کو عنایت فرمایا تھا۔ اس سے ہماری راست گوئی پر دلیل ملتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور ہماری راست گوئی یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ۔

گر بہ ناہنگام سہو ماروَد	در اذان آن مقتل ما می شود
اگر بے وقت ہم سے بھول ہو جائے	اذان میں وہ ہمارے قتل کا سبب بنتی ہے

یعنی اگر ناوقت میں ہم سے اذان میں سہو ہو جاوے تو وہ ہمارے قتل کا سبب ہو جاتا ہے (پہلے یہ قاعدہ تھا کہ جو مرغ بے وقت اذان دے اس کو منحوس سمجھ کر ذبح کر دیتے تھے) تو اس مرغ نے کہا کہ ہماری راست گوئی اس حد تک ہے کہ اگر کبھی سہو بھی ہو تو گردن ماری جاوے پھر ہم جھوٹ کیسے بولیں۔

گفت ناہنگام حی علی الفلاح	خون ما را می کند خوار و مباح
بے وقت حی علی الفلاح کہنا	ہمارے خون کو ذلیل اور جائز کر دیتا ہے

یعنی ناوقت حی علی الفلاح کہنا ہمارے خون کو خوار و مباح کر دیتا ہے۔

آنکہ معصوم آمد و پاک از غلط	آن خروس وحی جان آمد فقط
وہ جو بے گناہ اور غلطی سے پاک ہے	وہ صرف روح کی وحی کا مرغ ہے

یعنی وہ کہ معصوم و پاک غلطی سے آیا ہے وہ خروس وحی جان ہے فقط مطلب یہ کہ معصوم غلطی سے وہ حضرات ہی ہیں جو کہ ملہم من اللہ ہیں۔ باقی ہم سے بھی غلطی ہو جاتی ہے مگر جب غلطی کرتے ہیں مارے جاتے ہیں لہذا معلوم ہوا کہ ہم اکثر امور میں سچے ہی ہیں۔

آن غلامش مرد پیش مشتری	شد زیان مشتری آن یکسری
اس کا وہ غلام خریدار کے پاس مر گیا	وہ بالکل خریدار کا نقصان بنا

یعنی وہ اس کا غلام خریدار کے پاس مر گیا۔ اور خریدار کے لئے سراسر نقصان ہوا۔

او گریز اینید مالش را و لیک	خون خود را ریخت اندریاب نیک
اس نے اپنا مال بچا لیا ' لیکن	اس نے اپنا خون بہایا' اس کو خوب سمجھ لے

یعنی اس نے اپنے مال کو الگ کر دیا لیکن اپنے خون کو ریختہ کر لیا۔ اس کو خوب سمجھ لے۔ مطلب یہ کہ اس پر ایک بلا آنے والی تھی سو اول اس کے مال پر آئی اس نے اس کو فروخت کرنا شروع کر دیا تو اب خود اس پر پڑے گی۔ اور اس مال کے علیحدہ کرنے سے اس نے اپنا خون ریختہ کر لیا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

یک زیان دفع زیانہا می شدے	جسم و مال ماست جانہا را فدے
ایک نقصان بہت سے نقصانات کا دفعیہ ہو جاتا	ہمارا جسم اور مال جانوں کا فدیہ ہے

یعنی ایک نقصان بہت سے نقصانات کا دفعیہ ہو جاتا ہے اور ہمارا جسم و مال جان کا فدیہ ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش شاہان در سیاست گستری	می دہی تو مال سر رامی خری
بادشاہوں کے روبرو، انصاف کرنے میں	تو مال دے دیتا ہے اور سر بچا لیتا ہے

یعنی بادشاہوں کے سامنے سیاست گستری میں تم مال دیتے ہو اور سر کو خرید لیتے ہو۔

اعجمی چون گشتۂ اندر قضا	می گریزانی زد اور مال را
چونکہ قضاء (خداوندی) کے معاملہ میں تو بیگانہ ہے	اللہ (تعالیٰ) سے تو مال کو چھپاتا ہے

یعنی تو قضا میں کیا انجان بن گیا ہے کہ حق تعالیٰ سے مال کو الگ کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں اگر کہیں پھنس جاتے ہو اور خوف جان ہوتا ہے تو مال دیکر جان کو چھڑا لیتے ہو تو اگر قضاء حق میں تمہاری جان پر کوئی بلا آوے تو کیا وجہ ہے کہ وہاں مال کو الگ کرتے ہو اور جان کو خطرہ میں ڈالتے ہو۔

زانکہ مالت بر تو گر صدقہ شود	آن زیانے نیست سود تو بود
کیونکہ تیرا مال، اگر تجھ پر قربان ہو جائے	وہ نقصان نہیں ہے، تیرا نفع ہوتا ہے

یعنی اس لئے کہ اگر تیرا مال تجھ پر صدقہ ہو جاوے تو وہ نقصان نہیں ہے تیرا تو نفع ہوگا۔ (اس لئے کہ مال دیکر جان بچ جاوے گی۔)

مرغے کا مالک کی موت کی خبر دینا

لیک فردا خواہد او مردن یقین	گاؤ خواہد گشت وارث در حنین
لیکن وہ کل کو یقیناً مرے گا	(اس کے) غم میں وارث گائے ذبح کرے گا

یعنی لیکن کل کو یقیناً وہ خود مریگا۔ اور غم میں وارث لوگ گائے کاٹیں گے۔

صاحب خانہ بخواہد مرد و رفت	روز فردا نک رسیدت لوت زفت
گھر کا مالک مرے گا اور جائے گا	کل کو تجھے ضرور اچھی غذا ملے گی

یعنی صاحب خانہ مریگا اور جاوے گا تو کل کو یہ تجھے غذائے عظیم ملے گی۔ (اور وہ غذا یہ ہے کہ)

پارہائے نان و لا لنگ طعام	درمیان کوئے یابد خاص و عام
روٹی کے ٹکڑے اور لنگر اور کھانا	ہر خاص و عام گلی میں پائے گا

یعنی روٹی کے ٹکڑے اور کھانے کا لنگر محلہ میں خاص و عام سب کو ملے گا۔

گاؤ قربانی و نانہائے تنک	بر سگان و سائلان ریزد سبک
قربانی کی گائے اور پتلی چپاتی	کتوں اور بھکاریوں پر بہائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی قربانی کی گائے اور چھلکے کتوں اور سائلوں پر جلدی جلدی گریں گے۔

مرگ اسپ واستر و مرگ غلام	بد قضا گردان این مغرور خام
گھوڑے اور خچر کا مرنا اور غلام کا مرنا	اس نے مال بڑھا لیا اور اپنا خون بہایا

یعنی گھوڑے اور اونٹ اور غلام کی موت اس مغرور خام کی قضا گردان تھی۔ یعنی ان کی موت سے اس پر سے قضا ٹل جاتی اور یہ بچ جاتا۔

از زیان مال و درد آن گریخت	مال افزون کرد و خون خویش ریخت
یہ مال کے نقصان اور اس کی تکلیف سے بھاگا	اس نے مال بڑھایا اور اپنا خون بہایا

یعنی مال کے نقصان اور اس کے درد سے بھاگا مال تو زیادہ کرلیا اور اپنا خون ریختہ کیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

این ریاضتہائے درویشان چراست	کاین بلا برتن بقائے جانہاست
یہ درویشوں کے مجاہدے کیوں ہیں؟	اس لئے کہ جسم کی تکلیف جانوروں کی بقا ہے

یعنی یہ درویشوں کی ریاضتیں کس لئے ہیں اس لئے ہیں کہ بدن پر بلا کا ہونا جان کے لئے بقا ہے۔ یعنی اولیاء اللہ جو ریاضتیں کرتے ہیں اس میں یہی مصلحت ہے کہ بدن پر امور شاقہ برداشت کر کے جان کی حفاظت کرتی ہیں اور بعد فناء اس تن کی بقاء ابدی حاصل کرتے ہیں۔

تا بقائے خود نہ بیند سالکے	چون کند تن را سقیم و ہالکے
جب تک سالک اپنی بقا نہ سمجھے	تو جسم کو بیمار اور فنا کیوں کرے؟

یعنی جب تک کہ کوئی سالک اپنی بقا نہ دیکھ لے تو اپنے بدن کو سقیم و ہالک کس طرح کرے یعنی اگر سالک یہ نہ دیکھے کہ بعد افناء اس تن کے مجھے بقائے ابدی حاصل ہوگی تو وہ کیوں مجاہدات کرے۔ مجاہدات کی وجہ یہی ہے کہ ان حضرات نے افناء تن میں ابقاء جان کو مشاہدہ کرلیا ہے۔

دست کے جنبد بایثار و عمل	تا نہ بیند دادہ را جانش بدل
ایثار اور عمل میں ہاتھ کب ہلے	جب تک کر دیئے ہوئے کا بدلہ جان کے لئے نہ سمجھ لے

یعنی ہاتھ ایثار و عمل میں کب ہلتا ہے جب تک کہ اس (معطی) کی جان بدل نہ دیکھ لے یعنی بے اس کے کہ انسان اپنی کوئی غرض نہ دیکھ لے کوئی کام نہیں کرتا۔

آنکہ بدہد بے امید و سود ہا	آں خدا یست آں خدا یست آں خدا
جو بغیر امید اور نفع کے دیتا ہے	وہ تو خدا ہے وہ خدا ہے وہ خدا ہے

یعنی جو کہ بے کسی امید اور نفع کے دیتا ہے وہ خدا ہے اور خدا ہے اور خدا۔ مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے

www.besturdubooks.wordpress.com

افعال معلل بالاغراض والعلل نہیں ہوتے ان میں حکم ضرور ہوتی ہیں مگر ان سے کسی اپنی غرض کا حصول مقصود نہیں ہوتا بلکہ سراسر عبد ہی کی غرض ہوتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

یا ولی حق کہ خوئے حق گرفت	نور گشت و تابش مطلق گرفت
یا اللہ کا دوست جس نے اللہ کے اخلاق حاصل کر لئے ہیں	جو نور بن گیا ہے اور مطلق چمک حاصل کر لی ہے

یعنی یا ولی حق جس نے کہ خوئے حق اختیار کر لی اور نور ہو گیا اور تابش مطلق لے لی مطلب یہ کہ یا تو حق تعالیٰ بلا کسی غرض کے عطا فرماتے ہیں اور یا اولیاء اللہ جو کہ فنافی الحق ہو گئے ہیں۔ مگر فرق اس قدر ہے کہ حق تعالیٰ کے عطاء میں تو بالکلیہ غرض عبد ہی کی ہوتی ہے غرض حق ہے ہی نہیں اور اولیاء اللہ میں غرض دوسرے کی غالب ہوتی ہے اور اپنی مغلوب۔ تو گویا کہ اپنی غرض ہے ہی نہیں مثلاً وہ ارشاد و ہدایت کرتے ہیں تو اس میں ان کو دوسروں کی مصالح پر زیادہ نظر ہوتی ہے بہ نسبت اپنی مصالح کے اور یہ امر مشاہد ہے اور یہ اس لئے ہے کہ۔

کو غنی انست و جزا و جملہ فقیر	کے فقیرے بے عوض گوید کہ گیر
کیونکہ وہ بے نیاز ہے اور اس کے علاوہ سب محتاج ہیں	محتاج بغیر بدلے کے کب کہتا ہے کہ لے لے

یعنی اس لئے کہ وہ غنی ہے اور سوا اس کے سب فقیر ہیں تو کوئی فقیر بے عوض کے کب کہتا ہے کہ لے۔ یعنی اگر کسی فقیر کے پاس کوئی شے ہو تو وہ دوسرے کو کب دے گا جب تک کہ اس کو اس کا کوئی بدلہ نہ ملے اسی طرح یہ اہل دنیا بھی ہیں کہ ان کو جب تک کسی عوض کی امید نہیں ہوتی اور کوئی غرض ان کی حاصل نہیں ہوتی اس وقت تک یہ بھی کوئی کام نہیں کرتے اور اولیاء اللہ بلا اپنی کسی غرض غالب کے نفع پہنچاتے ہیں۔ آگے اہل دنیا کی مثال ہے کہ۔

تا نہ بیند کود کے کہ سیب ہست	او پیاز گندہ زاند ہد زدست
جب تک بچہ نہ دیکھ لے کہ سیب ہے	وہ بدبودار پیاز کو نہیں چھوڑتا ہے
ایں ہمہ بازار بہر ایں غرض	برد کانہا شستہ بر بوئے عوض
یہ تمام بازار (والے) اسی غرض سے	بدلے کی امید پر دکانوں پر بیٹھے ہوئے رہیں

یعنی یہ سب (اہل) بازار اس غرض کے واسطے دوکانوں پر عوض کی طلب میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

صد متاع خوب عرضہ میکنند	واندرون دل عوضہا می تنند
سینکڑوں عمدہ سامان پیش کرتے ہیں	اور دل میں بدلوں کی فکر کرتے ہیں

یعنی سینکڑوں عمدہ اسباب پیش کرتے ہیں اور دل میں عوض کو تن رہے ہیں یعنی اہل بازار خوب چیزیں پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے ہی خیر خواہ ہیں مگر دل میں روپیوں کا حساب لگا رہے ہیں تو دیکھئے بے عوض کے کوئی کام نہیں کرتے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

یک سلامی نشنوی اے مرد دیں	کہ نگیرد آخرت آن آستین
اے دیندار! تو ایک سلام بھی نہ سنے گا	جو بالآخر (تیری) آستین نہ پکڑے

یعنی اے مرد دین تو ایک سلام نہ سنے گا کہ جو آخر میں وہ آستین نہ پکڑے یعنی جو کوئی سلام بھی کرتا ہے وہ بھی بے غرض نہیں آخر میں ضرور کوئی اپنی غرض پیش کرے گا۔

بے طمع نشنیدہ ام از خاص و عام	من سلامے اے برادر والسلام
میں نے (کسی) خاص و عام سے بغیر لالچ کے نہیں سنا ہے	ایک سلام (بھی) اے بھائی! والسلام

یعنی بے طمع کے میں نے خاص و عام سے اے بھائی کوئی سلام نہیں سنا ہے والسلام یعنی اگر کسی نے سلام بھی کیا اس میں بھی اس کی کوئی نہ کوئی غرض ہوتی ہے۔

جز سلام حق تو ہاں آنرا بجو	خانہ خانہ جا بجا و کو بہ کو
سوائے اللہ (تعالیٰ) کے سلام کے تو ضرور اس کی جستجو کر	گھر گھر جگہ جگہ اور کوچے کوچے

یعنی سوائے سلام حق کے (کہ وہ بے غرض ہے) ہاں تو اسی کو گھر گھر اور جگہ جگہ اور کوچہ کوچہ تلاش کر۔ اب یہاں کسی کو تلاش ہوئی کہ وہ سلام حق کہاں سے ملے گا تو بتاتے ہیں کہ۔

از دہان آدمی خوش مشام	ہم پیام حق شنیدم ہم سلام
صحیح الدماغ آدمی کے منہ سے	میں نے سنا ہے اللہ (تعالیٰ) کا پیغام بھی (اور) سلام بھی

یعنی آدمی خوش مشام کے منہ سے میں نے پیام حق بھی سنا ہے اور سلام (حق) بھی مطلب یہ ہے کہ ان حضرات سے جو کلمات اور سلام و پیام جو سنو وہ گویا کہ پیام و سلام حق ہے تو حق کے سلام کو ان حضرات کے پاس تلاش کرو انشاء اللہ یہیں ملے گا۔

وین سلام باقیان بر بوئے آن	من ہمی نوشم بدل خوشتر ز جان
بقیہ لوگوں کا سلام (بھی) اسی کی خوشبو کی وجہ سے	میں دل سے سنتا ہوں جو جان سے زیادہ پیارا ہے

یعنی اور یہ سلام باقیوں کا اسی کی امید پر میں دل و جان سے سنتا ہوں یعنی اور لوگوں کے سلام جو سنتا ہوں یہ بھی صرف اس لئے کہ ان ہی میں بعض اہل اللہ بھی ہوتے ہیں تو شاید کسی ولی کا سلام نصیب ہو جاوے۔

زان سلام او سلام حق شدہ است	کآتش اندر دودمان خود زدہ است
اس کا سلام تو اللہ تعالیٰ کا سلام بن گیا ہے	کیونکہ اس نے اپنے خاندان کو آگ لگا دی ہے

یعنی اس لئے کہ اس کا سلام سلام حق ہے کیونکہ اس نے اپنے خاندان میں آگ لگا دی ہے یعنی چونکہ یہ فانی فی الحق ہو چکا ہے لہذا اس کا سلام گویا سلام حق ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مردہ است از خود شدہ زندہ برب	زان بود اسرار حقش در دو لب
وہ فانی بالذات ہے باقی باللہ ہے	اسی لئے اس کے دونوں ہونٹوں میں خدائی اسرار ہوتے ہیں

یعنی اپنے سے تو مردہ ہے اور حق سے زندہ ہے اس لئے اسرار حق اس کے دونوں لبوں میں ہیں یعنی چونکہ فانی بحق ہو چکا ہے لہذا اسرار حق اس کو معلوم ہونے لگے ہیں۔

مردن تن در ریاضت زندگی ست	رنج این تن روح را پایندگی ست
ریاضت میں جسم کا مرنا ' زندگی ہے	اس جسم کی تکلیف روح کی استواری ہے

یعنی تن کا ریاضت میں فنا ہونا زندگی (جان) ہے اور اس بدن کی تکلیف روح کے لئے بقا ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ وہ درخواست کنندہ موسیٰ علیہ السلام سے رخصت ہو کر اپنے مکان پر آیا اور اگلے دن صبح کے وقت امتحان کے لئے دروازہ پر منتظر ہو کر کھڑا ہوا کہ دیکھوں میں کتے اور مرغے کی زبان سمجھتا ہوں یا نہیں۔ اتنے میں خادمہ آئی اور اس نے دستر خوان جھاڑا اس میں سے رات کے کھانے کے بچے کچھے ٹکڑے نیچے گرے ان کے گرتے ہی ان کو مرغا اس طرح لے اڑا جس طرح وہ اس کے پاس گروی ہوں یہ دیکھ کر کتے نے کہا کہ جاؤ جی تم نے تو ہم پر بڑا ظلم کیا تو تو غلہ بھی کھالیتا ہے اور میں مکان میں غلہ کھا نہیں سکتا تو تو گیہوں جو اور ہر قسم کا اناج کھالیتا ہے اور میں نہیں کھا سکتا۔ ہمارا حصہ تو یہی روٹی کا کنارہ تھا سو اس کو بھی اڑا لے جاتا ہے اور اتنا بھی ہمیں نہیں دیتا اس پر مرغ نے اس سے کہا کہ ذرا خاموش رہ رنج مت کر خدا تجھے اس کا عوض اس سے بہتر دے گا۔ کل کو میاں کا گھوڑا مریگا تو خوب پیٹ بھر کر کھانا رنجیدہ مت ہو جب گھوڑا مریگا تو کتوں کی عید ہوگی اور بے زحمت و مشقت بہت سا رزق ملے گا۔ یہ سن کر اس نے گھوڑے کو بیچ دیا اور مرغ کو کتے سے سخت ندامت ہوئی۔ دوسرے دن بھی اسی طرح مرغے نے روٹی اڑالی اور کتے نے پھر شکایت کی اور کہا کہ او فریبی مرغے اتنا جھوٹ۔ تو ظالم ہے تو بڑا جھوٹا ہے۔ تیری بات بالکل قابل اعتبار نہیں تو نے جو کہا تھا کہ گھوڑا مرے گا بتا تو سہی کہاں مرا تو اپنی پیشین گوئیوں کے سبب سچ سے بالکل محروم ہے۔ واقف کار مرغے نے جواب دیا کہ مرا تو ہے مگر دوسری جگہ مرا ہے۔ میاں نے اس کو بیچ دیا اور خود نقصان سے بچ گئے اور وہ نقصان دوسرے کے سر ڈال دیا۔ لیکن تو گھبرا نہیں کل کو اونٹ مرے گا اور وہ صرف کتوں ہی کا حصہ ہوگا۔ یہ سن کر اس حریص نے اونٹ کو بھی بیچ دیا اور رنج اور نقصان سے چھوٹ گیا۔ تیسرے روز کتے نے پھر مرغے سے کہا کہ او جھوٹوں کے صاحب نوبت و نشان بادشاہ تو کب تک جھوٹ بول کر مجھے فریب دے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو سراسر فریب بالکل دھوکا اور مجسم دغا ہے اس نے کہا میں کیا کروں اس نے فوراً ہی اونٹ کو بیچ دیا۔ اچھا تو صبر کر کل کو اس کا غلام مریگا اور جب غلام مرے گا تو عزیز و اقارب

www.maktabah.org

کتوں اور فقیروں کو روٹیاں دیں گے اس نے یہ سنا اور غلام کو بھی بیچ ڈالا۔ اور اس طرح نقصان سے بچ گیا اور بہت خوش ہوا اور بڑے شکر کیے اور بہت خوشیاں منائیں کہ میں فی الحال تین واقعوں سے بچ گیا جب سے کہ میں نے جانوروں کی زبان سیکھی ہے سوء القضاء کی آنکھ بند کر دی کہ وہ مجھے نقصان نہ پہنچا سکی۔ دوسرے دن پھر اس محروم کتے نے کہا کہ او فضول گو مرغے وہ تیری بیہودہ پیشین گوئیاں کہاں ہیں۔ تیرے مکر اور جھوٹ کی بھی کوئی انتہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تیرے آشیانہ میں بالکل جھوٹ ہی جھوٹ بھرا ہوا ہے اور اس سے جھوٹ ہی نکلتا ہے یعنی تو مجسم جھوٹ ہے۔ اس نے کہا کہ میں اور میری جنس اس سے منزہ ہے کہ وہ جھوٹ بول کر ذلیل ہو۔ ہم مرغے موذن کی طرح سچے ہیں۔ ہم آفتاب کے نگران اور وقت کے متلاشی رہتے ہیں اگر ہم پر طشت بھی ڈھانپ دیا جاوے تب بھی ہم اندر ہی سے آفتاب کی نگرانی کرتے ہیں۔ اب مولانا جملہ معترضہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ جس طرح جانوروں میں مرغ آفتاب کا نگران ہے یوں ہی آدمیوں میں اہل اللہ آفتاب حقیقی کے نگران اور اس کے اسرار سے واقف ہیں۔ اس کو ختم کر کے پھر مرغ کا بیان شروع کرتے ہیں اس کے بعد مرغ نے کہا کہ حق سبحانہ نے ہمارے جد امجد کو نماز کی اطلاع کے لئے آدم علیہ السلام کو منجملہ دیگر سامان کے عطا فرمایا تھا اگر کسی دن بے وقت اذان دینے میں ہم سے سہو ہو جاتا ہے اور ہم سہواً ایسا کر بیٹھتے ہیں تو وہ ہمارے قتل کا ذریعہ ہو جاتا ہے اور ہمارے بیوقت حی الفلاح کہنے سے ہمارا خون ناقابل وقعت اور مباح ہو جاتا ہے اور ہم کو ذبح کر ڈالا جاتا ہے۔ اب مولانا استطراداً فرماتے ہیں کہ غلطی سے جو محفوظ ہیں وہ وہی مرغ حق سبحانہ ہیں جن کی ارواح ملہم من اللہ ہیں۔ یعنی اہل اللہ خواہ بالعموم کما ہو مذہب البعض او علی الخصوص یعنی انبیاء کما ہو المذہب المشہور۔ یہ مضمون استطراداً بیان کر کے پھر مقولہ مرغ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرغ نے کہا کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا بلکہ غلام مشتری کے یہاں مرا ہے اور اس سے مشتری کا سراسر نقصان ہوا ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اس نے اپنا مال ہلاکت سے بچا لیا لیکن خوب سمجھ لو کہ اس نے اپنا خون کیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو ایک نقصان اور بہت سے نقصانوں کا دفعیہ ہو جاتا کیونکہ ہمارا مال ہمارا جسم ہماری جانوں کا فدیہ ہے ان پر آفت آنے سے جان کی آفت ٹل جاتی ہے۔ مقدمات میں حکام کے یہاں تو تم مال صرف کر کے جان بچا لیتے ہو لیکن قضائے الٰہی کے بارہ میں تم نادان کیوں ہو گئے ہو اور خدا سے مال کو کیوں بچاتے ہو۔ یہ مضمون استطراد ختم کر کے پھر مرغ کا مقولہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرغ نے کہا کہ یہ سب کچھ ہوا لیکن کل کو وہ خود مرے گا اور وارث اس کے ماتم میں گائے ذبح کریں گے کل جب میاں مریں گے اس وقت تجھ سے جتنا کھایا جاوے کھانا۔ روٹیوں کے ٹکڑے لنگر اور کھانے خوب تقسیم ہوں گے اور گلی میں کیا عام کیا خاص سب کو حصہ ملے گا اور قربانی کی گائے اور چپاتیاں کتوں اور سائلوں سب کو خوب ملیں گی۔ یہاں تک مرغ کا مقولہ ختم ہو گیا اب مولانا فرماتے ہیں کہ گھوڑے اونٹ اور غلام کا مرنا اس احمق دھوکہ کھانے والے شخص کی جان سے بلا کو دفع کرنے والا تھا لیکن اس نے مال کے نقصان اور اس کی تکلیف کو گوارا نہ کیا اور مال کو بڑھا کر اپنی جان دی۔ تم سمجھتے ہو کہ سالکین ریاضتیں کیوں کرتے ہیں اس کا

www.besturdubooks.wordpress.com

راز یہی ہے کہ جسم پر مصیبت اٹھا کر جان کو بچاتے ہیں کیونکہ جسمانی مصیبت جان کی بقا کا ذریعہ ہے سمجھو تو سہی جب تک کوئی سالک اپنی جان بچتے ہوئے نہ دیکھے گا اس وقت تک وہ اپنے جسم کو کیسے مریض اور فنا کر سکتا ہے کیونکہ جب تک آدمی اپنے ایثار اور اپنے فعل کا بدل نہیں دیکھ لیتا اس وقت تک ایثار و عمل کے لئے اس کا ہاتھ ہل نہیں سکتا۔ جو بلا توقع نفع دیتا ہے وہ صرف خدا ہے صرف خدا ہے صرف خدا ہے اور اس کے بعد وہ ولی حق جو متخلق باخلاق اللہ ہو گیا اور سراسر نور بن گیا اور تابش مطلق حاصل کر لی وہ غنی اور بے غرض ہے اس کے علاوہ جتنے ہیں سب محتاج غرض ہیں اور جو خود محتاج ہو وہ دوسرے کو کیا دے سکتا ہے بچوں ہی کو دیکھو کہ جب تک وہ سیب نہیں دیکھ لیتے اور یہ نہیں سمجھ لیتے کہ پیاز دیکر ہم کو سیب ملے گا اس وقت تک وہ سڑے ہوئے پیاز کو بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے یہ جتنے بازار ہیں سب غرض ہی کے لئے ہیں اور جو کوئی دوکان پر بیٹھتا ہے صرف عوض کی خاطر گو ہر قسم کا اعلیٰ سے اعلیٰ سامان خریدار کے سامنے رکھتے ہیں مگر دل میں غرض رکھتے ہیں تم کوئی سلام ایسا نہ سنو گے جو آخیر میں کسی نہ کسی وقت تمہاری آستین نہ پکڑے اور جس سے کوئی غرض مقصود نہ ہو۔ بھائی میں نے تو نہ کسی خاص سے بے غرض سلام سنا ہے نہ عام سے۔ سب کی اغراض پوشیدہ ہوتی ہیں جو اپنے وقت پر ظاہر ہوتی ہے بجز حق سبحانہ کے سلام کے وہ ضرور بے غرض ہوتا ہے۔ بس اس کو گھر گھر گلی گلی جگہ جگہ ڈھونڈو۔ بعض خوش دماغ آدمیوں (اہل اللہ) کے منہ سے میں نے پیام حق سنا ہے بس اوروں کا سلام میں اسی توقع پر بدل بلکہ جان سے زیادہ محبت کے ساتھ سنتا ہوں کہ شاید ان میں کوئی سلام حق بھی سنائی دے جاوے یا یہ کہ یہ سلام اس سے مناسبت صوری رکھتے ہیں اس لئے میں انہیں سنتا ہوں اب اس کی وجہ سنو کہ اہل اللہ کا سلام سلام حق کیوں ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنا سامان ہستی جلا دیا۔ اور فانی فی الحق ہو گئے وہ اپنے سے مردہ اور خدا کے ساتھ زندہ ہیں یعنی فانی فی الحق اور باقی بالحق ہیں اس لئے ان کی زبان پر اسرار خداوندی ہوتے ہیں بس یاد رکھو کہ ریاضت میں جسم کا فنا ہو جانا یہ مرنا نہیں ہے بلکہ سراسر حیات طیبہ ہے اور اس جسم کے تکالیف بقائے روح کا ذریعہ ہیں۔

شرح شبیری

گوش بنهاده بد آں مرد خبیث	می شنید او از خروسش ایں حدیث
وہ خبیث انسان کان لگائے ہوئے تھا	یہ بات وہ اپنے مرغ سے سن رہا تھا

یعنی وہ مرد خبیث کان لگائے ہوئے تھا اور اپنے مرغے سے اس بات کو سن رہا تھا (کہ کل کو ہم خود ٹین ہوں گے)

اس شخص کا موسیٰ علیہ السلام کی طرف جلدی سے دوڑنا جبکہ اپنے مرنے کی خبر سنی

چون شنید ایں هارواں شد تیز و تفت	بر در موسیٰ کلیم اللہ رفت
جب اس نے یہ سنا تیزی اور تندی سے دوڑا	(حضرت) موسیٰ کلیم اللہ کے دروازے پر گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب ان باتوں کو سنا تو خوب تیز روانہ ہو کر دروازہ موسیٰ کلیم اللہ پر گیا۔

روہی مالید بر خاک او زبیم	کہ مرا فریاد رس زیں اے کلیم
وہ خوف سے زمین پر چہرہ رگڑ رہا تھا	کہ اے کلیم! اس (معاملے) میں میری مدد کیجئے

یعنی وہ خاک پر خوف (موت) سے منہ ملتا تھا کہ اے کلیم اس سے میری فریادرسی کیجئے یعنی مجھے موت سے بچائیے۔

گفت رو بفروش خود را و برہ	چونکہ استا گشتہ بر جہ زچہ
فرمایا جا اپنے آپ کو بیچ ڈال اور چھٹکارا پا لے	چونکہ تو ماہر بن گیا ہے کنویں سے کود نکل

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جا اپنے کو بیچ دے اور چھوٹ جا جبکہ تو استاد ہو گیا ہے تو کنویں سے کود جا۔

بر مسلمانوں زیاں انداز تو	کیسہ و ہمیانہا را کن دو تو
تو مسلمانوں کو نقصان پہنچا دے	ہمیانیوں اور تھیلی کو دوگنا کر لے

یعنی مسلمانوں پر نقصان ڈال دے اور تھیلی اور ہمیانیوں کو دوگنا کر لے۔

من درون خشت دیدم ایں قضا	کہ در آئینہ عیاں شد مرترا
میں نے اس قضا کو اینٹ میں سے دیکھ لیا ہے	جو آئینہ میں تجھ پر ظاہر ہوئی ہے

یعنی میں نے اس قضا کو اینٹ ہی میں دیکھ لیا تھا جو کہ آئینہ میں تجھے ظاہر ہوا ہے (خشت کہتے ہیں بے صیقل کے لوہے کو) مطلب یہ کہ تجھے تو بعد وقوع کے مشاہدہ ہوا اور میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا۔

عاقل اول بیند آخر را بدل	اندر آخر بیند از دانش مقل
عقلمند شروع میں دل سے انجام کو دیکھ لیتا ہے	عقل کا کوتاہ آخر میں دیکھتا ہے

یعنی عاقل تو انجام کو اول ہی دل سے دیکھ لیتا ہے اور عقل سے مفلس آخر میں دیکھتا ہے۔

باز زاری کرد کاے نیکو خصال	مرمرا بر سر مزن بر رو ممال
وہ پھر رویا کہ اے نیک عادت!	میرے سر پر نہ ماریئے منہ پر نہ ملئے

یعنی اس نے پھر آہ وزاری کی کہ اے نیکو خصال مجھے سر پر مت مار اور منہ پر مت مل یعنی مجھے بچا لو۔

از من آں آمد کہ بودم ناسزا	ناسزایم را تو دہ حسن الجزا
مجھ سے وہی ہوا کیونکہ میں نالائق تھا	مجھ نالائق کو آپ اچھا بدلہ دے دیجئے

یعنی مجھ سے تو وہ آیا اس لئے کہ میں نالائق تھا تو میری نالائقی کی آپ اچھی جزا دیجئے۔

گفت تیرے جست از شست اے پسر	نیست سنت کاید آن واپس بسر
فرمایا اے بیٹا! تیر کمان سے نکل گیا	سنت الٰہی نہیں ہے کہ وہ دوبارہ واپس آئے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی فرمایا کہ اے صاحبزادہ تیر کمان سے نکل گیا اب قاعدہ نہیں کہ وہ پھر واپس آوے۔

لیک درخواہم ز نیکو داورے	تا کہ ایماں آں زماں باخود برے
ہاں بہترین انصاف والے سے میں درخواست کروں گا	تا کہ تو اس وقت اپنے ساتھ ایمان لے جائے

یعنی لیکن میں اچھی عدالت سے یہ مانگوں گا کہ تو اس (موت کے) وقت ایمان اپنی ساتھ لے جاوے۔

چونکہ ایمان بردہ باشی زندۂ	چونکہ باایمان روی پایندۂ
جب تو ایمان کو (ساتھ) لے جائے گا تو زندہ ہے	جبکہ تو ایمان کے ساتھ جائے گا' ٹھیک رہے گا

یعنی جبکہ تو ایمان کو لے گیا ہو تو زندہ ہے اور جبکہ تو باایمان جاوے تو باقی ہے (اب آثار مرگ شروع ہوتے ہیں)

ہم درآندم حال بر خواجہ بگشت	تا دلش شورید آوردند طشت
اسی وقت' آقا کا حال دگرگوں ہو گیا	یہاں تک کہ اس کا دل متلایا' لوگ طشت لائے

یعنی اسی وقت میاں کی حالت بدلی یہاں تک کہ دل اس کا متلایا اور لوگ طشت (سیلابچی وغیرہ) لائے (لوگ سمجھے کہ قے ہونے سے دل ہلکا ہوا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ)

شورش مرگ است نے ہیضہ طعام	قے چہ سودت دارد اے بدبخت خام
موت کی تنگی ہے' نہ کہ کھانے کی بدہضمی	اے بدبخت ناقص! قے تیرے لئے کیا مفید ہے

یعنی یہ جوش موت ہے نہ کہ کھانے کا ہیضہ تو قے تجھے کیا فائدہ دے گی اے بدبخت خام یعنی اگر بدہضمی وغیرہ ہو تو قے سے کچھ تسکین ہو مگر یہ تو شورش مرگ ہے۔ قے سے کیا تسکین ہو سکتی ہے۔

چار کس بردند تا سوئے وثاق	ساق می مالید او بر پشت ساق
(اس کو) چار آدمی گھر تک لے گئے	وہ پنڈلی پر پنڈلی رگڑتا تھا

یعنی چار آدمی گھر تک لے گئے اور (کرب کی وجہ سے) پنڈلی پر پنڈلی مار رہا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

پند موسیٰ نشنوی شوخی کنی	خویشتن بر تیغ پولادی زنی
تو (حضرت) موسیٰ کی نصیحت نہیں سنتا ہے گستاخی کرتا ہے	اپنے آپ کو فولاد کی تلوار پر مارتا ہے

یعنی موسیٰ کی نصیحت کو تو سنتا نہیں اور شوخی کرتا ہے تو اپنے کو تیغ فولادی پر مارتا ہے۔

شرم ناید تیغ را از جان تو	آں تست ایں اے برادر آں تو
تیری جان (لینے سے) تلوار کو شرم نہیں آتی ہے	اے بھائی! یہی تیرا حصہ ہے' تیرا حصہ ہے

یعنی تلوار کو تیری جان سے شرم نہ آوے گی اے بھائی یہی تیرے مناسب ہے یہی ہے۔ یعنی جب تو تلوار پر

www.besturdubooks.wordpress.com

اپنے کو مار رہا ہے تو یاد رکھ کہ تلوار تو کاٹ ہی دے گی اس کو شرم نہ آوے گی کہ وہ تجھے نہ کاٹے اور بس تمہارے مناسب یہی ہے کہ تمہارے ساتھ وہ ایسا کرے۔

موسیٰ علیہ السلام کا اس شخص کے ایمان کی سلامتی کیلئے دعا کرنا

گفت موسیٰ در مناجات آں سحر	کائے خدا ایماں ازو مستاں مبر
اس صبح کو (حضرت) موسیٰ نے دعا میں عرض کیا	کہ اے خدا! اس کا ایمان نہ لے نہ چھین

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اس صبح کو مناجات میں فرمایا کہ اے خدا ایمان اس سے مت لے اور مت لے جا۔

بادشاہی کن برو بخشا کہ او	سہو کرد و خیرہ روئی و غلو
شاہی برت' اس کو بخش دے کیونکہ اس نے	غلطی اور شوخی اور زیادتی کی ہے

یعنی آپ مرحمت خسروانہ کیجئے اور بخش دیجئے کہ اس نے سہو اور خیرہ روئی اور غلو کیا ہے۔

گفتمش این علم نے درخورد تست	دفع پنداریدقولم را دست
میں نے اس سے کہا تھا کہ یہ علم تیرے لائق نہیں ہے	میری بات کو اس نے ٹال مٹول اور کمزور سمجھا

یعنی میں نے اس سے کہا کہ یہ علم تیرے لائق نہیں ہے تو اس نے میرے قول کو ٹالنا اور ست سمجھا۔

دست را بر اژدہا آنکس زند	کہ عصا را دستش اژدرہا کند
اژدھے پر وہ شخص ہاتھ ڈالے	جس کا ہاتھ' لاٹھی کو اژدہا بنا دے

یعنی اژدہا پر تو ہاتھ وہ مارے جو کہ عصا کو اس کا ہاتھ اژدہا بنا لے۔

سرغیب آنرا سزد آموختن	کہ تو اند لب ز گفتن دوختن
غیب کا راز سیکھنا اس کے لئے مناسب ہے	جو بولنے سے ہونٹ سی سکے

یعنی اسرار غیب کا سیکھنا اس شخص کی لائق ہے جو کہ لب کو کہنے سے سی سکے یعنی جوان کو چھپا سکے اس کو سیکھ لینا بھی مناسب ہے۔

درخور دریا نشد جز مرغ آب	فہم کن واللہ اعلم بالصواب
دریائی پرند کے سوا دریا کے لائق نہیں ہے	سمجھ جا' اور اللہ صحیح بات زیادہ جانتا ہے

یعنی دریا کے لائق کوئی نہیں ہے سوائے مرغ آبی کے ذرا سمجھ لو واللہ اعلم بالصواب۔

او بدریا رفت و مرغ آبی نبود	گشت غرقہ دست گیرش اے ودود
وہ دریا میں گھس گیا اور دریائی پرند نہ تھا	ڈوب گیا اے خدا اس کی دستگیری فرما

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ دریا میں چلا گیا اور مرغ آبی نہ تھا اب وہ غرق ہو گیا ہے اے اللہ آپ اس کی دستگیری کیجئے یعنی اس نے یہ حرکت کر لی جو کہ اس کی لائق نہ تھی اب اے اللہ آپ دستگیری فرماویں۔

حق تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمانا

یعنی اس دعا کو حق تعالیٰ نے قبول فرما لیا اور اس پر بہ سبب اس کے عجز وافتقار کے رحم فرمایا۔

گفت بخشیدم بدو ایمان منم	ور تو خواہی این زمان زندش کنم
فرمایا ہاں میں نے اس کو ایمان بخشا	اگر تو چاہے تو میں اس کو ابھی زندہ کردوں

یعنی فرمایا حق تعالیٰ نے کہ میں نے اس کو ایمان بخشا اور اگر تم چاہو تو میں اسی وقت اس کو زندہ کردوں۔

بلکہ جملہ مردگان خاک را	زندہ سازیم این زمان بہر تو ما
بلکہ زمین کے تمام مردوں کو	ہم تیرے لئے ابھی زندہ کر دیں

یعنی بلکہ تمام زمین کے مردوں کو ہم اس وقت آپ کی خاطر زندہ کردیں۔

گفت موسیٰ ایں جہاں مردنست	آں جہاں انگیز کانجا روشن است
(حضرت) موسیٰ نے عرض کیا یہ فنا کا جہان ہے	اس جہان میں اٹھا لے کیونکہ وہ روشن جگہ ہے

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جہان تو مرنے کا ہے اس جہان میں اٹھائے کہ وہ جگہ روشن ہے۔

ایں فنا جا چوں جہاں بود نیست	بازگشت عاریت بس سود نیست
یہ فنا کی جگہ چونکہ (ہمیشہ) رہنے کا جہان نہیں ہے	عارضی واپسی ہے تو کوئی فائدہ نہیں ہے

یعنی یہ فنا کی جگہ جب رہنے کی جگہ نہیں ہے تو عاریت کا واپس دینا فائدہ نہیں ہے یعنی اگر اس وقت اس کو زندگی مستعار واپس بھی مل گئی تو پھر چھن جائے گی لہذا اس سے بہتر ہے کہ اس عالم کی راحت نصیب فرمایئے اب جو وقت رحمت دیکھا تو اوروں کی شفاعت بھی فرماتے ہیں کہ۔

رحمتے افشان بر ایشان ہم کنون	در نہانخانہ لدینا محضرون
ان پر اب رحمت نازل فرما	"لدینا محضرون" کے مخفی مقام میں

یعنی اب ان پر بھی رحم فرمایئے نہانخانہ میں اور لدینا محضرون میں یعنی ملک عدم میں اپنے پاس اوروں پر بھی رحم فرمایئے۔ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ ہم نے جو قصہ بیان کیا ہے اس لئے ہے کہ۔

تا بدانی کہ زیان جسم و مال	سود جان باشد رہاند از وبال
خبردار سمجھ جا کہ جسم اور مال کا نقصان	جان کا نفع ہے (اس کو) وبال سے رہائی دے دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تا کہ تم جان لو کہ جسم و مال کا نقصان جان کا نفع رکھتا ہے اور وبال سے چھڑاتا ہے۔

بس ریاضت را بجان شو مشتری	چون سپردی تن بخدمت جان بری
بس مجاہدے کو (دل و) جان سے اختیار کر	جب تو جسم کو خدمت میں لگا دے گا نجات پا جائے گا

یعنی بس ریاضت کے جان و دل سے خریدار ہو جاؤ جبکہ تم نے تن خدمت میں سپرد کر دیا تو تم تو جانبر ہو جاؤ گے۔

در ریاضت آیدت بے اختیار	سر بنہ شکرانہ دہ اے کامیار
اور اگر بلا ارادہ تجھ سے ریاضت ہو جائے	اے کامیاب اطاعت کر شکر ادا کر

یعنی اور اگر تمہارے پاس ریاضت بے اختیار آ دے تو سر رکھ اور شکر کر اے کامیاب۔ مطلب یہ کہ ریاضت کی دو قسمیں ہیں ایک اختیاری۔ ایک اضطراری۔ اختیاری تو یہ کہ اپنے اختیار سے نفس پر جبر کر اور ریاضت میں مشغول ہو اور اضطراری مجاہدہ یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ یہ خود تو باز رہتا نہیں تو وہ اس شخص کو کسی مرض یا مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ جس سے یہ اس کام کو کر ہی نہیں سکتا تو اس کو مجاہدہ اضطراری کہتے ہیں اور جب حق تعالیٰ ایسا کرتے ہیں تو اس شخص کو ان مصائب پر صبر دیتے ہیں اور اس صبر سے اس کے درجات میں ترقی ہوتی ہے تو اس سے پہلے شعر میں تو فرمایا تھا کہ خود مجاہدہ کرو اور اس میں فرماتے ہیں کہ اگر مجاہدہ اضطراری میں مبتلا ہو جاؤ تو صبر کرو اور اطاعت کرو۔ آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ۔

چون حقت داد آں ریاضت شکر کن	تو نکردی او کشیدت ز امر کن
جب اللہ (تعالیٰ) نے تجھے وہ ریاضت عطا کر دی تو شکر یہ ادا کر	تو نے خود نہیں کی اس نے تجھے "کن" کے حکم کے ذریعہ کھینچا ہے

یعنی جب حق تعالیٰ نے تجھے ریاضت دی تو تو شکر کر تو نے نہیں کیا تو حق تعالیٰ نے امر کن سے تجھے کھینچ لیا یعنی تکوینا تجھے کام میں لگا دیا۔ مگر یہ حکم تکوینی مثل جمادات کے نہیں ہے کہ وہ اس طرح کام میں لگ رہے ہیں کہ ان کو شعور نہیں بلکہ یہاں امر تکوینی معہ شعور کے ہے کہ کام لے رہے ہیں اور اس شخص کو معلوم ہے کہ ہاں اس سے یہ مقصود ہے لہٰذا اس پر صبر کرتا ہے۔ آگے ایک عورت کی حکایت لاتے ہیں کہ اس کے بچے زندہ نہ رہتے تھے وہ بہت غمگین تھی کہ خواب میں ایک باغ دیکھا کہ وہ اس کے لئے تیار ہے اور اس کے سارے بچے اس کے اندر موجود ہیں اور اس سے کہا گیا کہ تو خود تو کام کرتی نہ تھی ہم نے یہ مصائب تجھ پر مسلط کر کے تجھے صبر دیا اور پھر تیرے درجات رفیع کئے اور یہ باغ وغیرہ دیا تو دیکھو یہ عورت مجاہدہ اضطراری میں تھی اور اس نے صبر کیا تو درجات عطا ہوئے اسی طرح تم بلاؤں اور مصائب پر صبر کرو تو تم کو بھی درجات عالیہ عطا ہوں گے۔ اب حکایت سنو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حکایت اس عورت کی کہ بچے اس کے زندہ نہ رہتے تھے تو وہ حق تعالیٰ کے آگے روئی تو جواب ملا کہ یہ تیری ریاضت اور مجاہدہ کے عوض میں ہے

این حکایت بشنو دوعظے شمر	تا نگردی خستہ از نقص و ضرر
یہ حکایت سن اور نصیحت حاصل کر	تاکہ تو نقصان' اور تکلیف سے خستہ (دل) نہ ہو

یعنی یہ حکایت سن اور (اس کو) ایک وعظ شمار کرتا کہ تو نقص وضرر سے خستہ نہ ہو۔ یعنی اگر کوئی ضرر ہو یا کوئی مرض وغیرہ آوے تو تو اس سے غمگین مت ہونا۔ اور اس حکایت کو پیش نظر رکھنا کہ جس طرح کہ اس کو درجات عالیہ ملے اسی طرح تم کو بھی ملیں گے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جب مرغا یہ باتیں کر رہا تھا تو آقا کان لگائے ہوئے اس کی یہ باتیں سن رہا تھا۔ جب اس نے اپنا مرنا سنا تو بہت گھبرایا اور موسیٰ علیہ السلام کے دولت خانہ کی طرف دوڑا خوف کے مارے منہ کو خاک پر ملتا تھا اور کہتا تھا کہ اے کلیم مجھے اس بلا سے بچائیے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جا اب اپنے کو بیچ کر اس مصیبت سے چھوٹ جا آخر تو تو رد قضا میں بڑا ماہر ہو گیا ہے۔ کنویں سے کیوں نہیں نکل جاتا نکل جا اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا کر اپنی تھیلی اور ہمیانی بھر۔ ارے احمق جس وقت کہ اس آئینہ کو جلا نہیں ہوئی تھی میں تو اسی وقت اس قضا کو دیکھ رہا تھا تو نے تو اسے آئینہ صیقل ہونے پر ہی دیکھا ہے یعنی میں نے ابتدا ہی میں سوچ لیا تھا کہ اس کا یہ انجام ہو گا اور تو نے اس وقت دیکھا جبکہ بالکل تیرے سامنے آ گیا عاقل جو ہوتے ہیں وہ انجام کو اول ہی میں دیکھ لیتے ہیں اور عقل سے بے بہرہ لوگ آخر میں دیکھتے ہیں اور پھر رویا اور کہا کہ حضور بھگو بھگو کر میرے سر میں جوتیاں نہ ماریں اور مجھے شرمندہ نہ کریں واقعی مجھ نالائق سے نالائقی ہو گئی۔ آپ میری نالائقی کا معاوضہ بھلائی سے فرما دیں۔ فرمایا کہ اب تو تیر کمان سے نکل گیا ہے اور یہ طریقہ نہیں کہ وہ واپس ہو لیکن حق سبحانہ کی بہتر حکومت سے اس کی درخواست کروں گا کہ تیرا ایمان پر خاتمہ ہو جب تیرا ایمان پر خاتمہ ہو گا تو تو واقع میں زندہ ہی ہے اور جبکہ تو ایمان اپنے ساتھ لے گیا تو تو حقیقت میں باقی ہی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا اور اس کی حالت بگڑنی شروع ہوئی حتیٰ کہ اس کا جی متلایا اور لوگ قے کے لئے طشت لائے کوئی اس سے کہے کہ یہ موت کا ہیجان ہے یہ بدہضمی کی قے نہیں ہے کہ اس سے طبیعت ہلکی ہو جاوے اور بدنصیب احمق تجھے اس سے کچھ نفع نہ ہو گا۔ غرضکہ چار شخص اسے چارپائی پر لٹا کر اس کے گھر لے گئے اور وہ نزع کی حالت میں پنڈلی سے پنڈلی رگڑتا تھا اس سے کوئی کہے کہ احمق تو موسیٰ کی نصیحت نہیں سنتا اور ضد کرتا ہے اور اپنے کو فولادی تلوار سے بھڑاتا ہے۔ تجھے خیال

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں ہوتا کہ تلوار تیری جان کا کچھ لحاظ نہ کرے گی۔ اب اپنے کئے کی سزا بھگت تیری یہی سزا ہے خیر جب وہ چلا گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے حق سبحانہ سے دعا فرمائی کہ اے اللہ اس کا ایمان سلب نہ کرنا اور اس کو باایمان مارنا آپ مراحم خسروانہ کو کام فرمادیں اور اس کو معاف فرمادیں اس نے بڑی غلطی کی۔ بڑی نالائقی کی اور بہت زیادتی کی میں نے تو اس سے کہا تھا کہ یہ علم تیرے موافق نہیں ہے مگر اس نے میری بات کو معمولی سمجھا اور سمجھا کہ ٹالنے کے لئے کہتے ہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ خطرات میں پڑنا ہر شخص کا کام نہیں۔ بلکہ وہ صرف اہل اللہ کا کام ہے کیونکہ اژدھے پروہی ہاتھ ڈال سکتا ہے جس کے ہاتھ میں یہ کمال ہو کہ وہ لاٹھی کو اژدہا بنا ے اور راز غیب اس کو جاننا زیبا ہے جو اس کو افشا نہ کر سکے۔ دیکھو ہر جانور دریا میں نہیں جاسکتا۔ اس میں صرف دریائی جانور ہی جاسکتا ہے۔ پس اسی سے تم سمجھ لو کہ راز غیب کا جاننا مقربین بارگاہ علام الغیوب ہی کو زیبا ہے۔ خیر تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اللہ یہ دریائی جانور نہ تھا اور دریا میں گھس گیا اور ڈوب گیا۔ آپ اس کی دستگیری فرمایئے۔ حق سبحانہ نے دعا کو قبول فرمایا اور اس کے عجز و افتقار پر رحم فرمایا اور کہا کہ اچھا میں نے اسے ایمان بخشا اور اگر تم کہو تو میں اسے زندہ بھی کردوں بلکہ ایک وہ کیا اگر تم کہو تو تمہاری خاطر میں تمام مردوں کو زندہ کردوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جہان تو فانی ہے اس کی زندگی تو کوئی معتدبہ چیز نہیں ہے ہاں آپ اسے اس عالم میں زندہ فرمایئے جو روشن ہے اور یہ جہان تو کوئی رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ واپسی اگر ہوگی بھی تو برائے چندے لہذا بے سود ہے اور اس کے ساتھ ان لوگوں پر بھی رحم فرمایئے جو عدم کے تہ خانہ میں مستور اور آپ کے سامنے حاضر ہیں۔ اس سے تم کو سمجھنا چاہئے کہ جسم و مال کا نقصان جان کا نفع ہے کہ وہ جان کو وبال سے چھڑاتا ہے اور یہ سمجھ کر ریاضت کا جان و دل سے خریدار ہونا چاہئے جب تم جسم کو حق سبحانہ کے سپرد کردو گے تو جان ہلاکت سے بچالو گے اور اگر کوئی ریاضت بلا اختیار تم کو پیش آ جاوے تو اس کے سامنے سر جھکا دو اور شکر کرو اور جب حق سبحانہ کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو شکر کرو کیونکہ تم نے ریاضت نہ کی تھی حق سبحانہ نے اپنے حکم سے تم سے ریاضت لی۔ دیکھو یہ قصہ سنو مگر قصہ کی طرح نہ سننا بلکہ اس کو ایک وعظ اور نصیحت سمجھنا تاکہ اگر تم کو کوئی نقصان یا ضرر پہنچے تو اس سے تم کبیدہ خاطر نہ ہو۔

شرح شبیری

آن زنے ہر سال زائیدے پسر	بیش از شش مہ نبودے عمر ور
وہ عورت ہر سال لڑکا جنتی ہے	(لیکن) وہ چھ ماہ سے زیادہ عمر والا نہ ہوتا

یعنی ایک عورت ہر سال ایک لڑکا جنتی تھی اور وہ بچہ چھ ماہ سے زائد عمر والا نہ ہوتا تھا۔

یا سہ مہ یا چار مہ گشتے تباہ	نالہ کرد آن زن کہ افغان اے الٰہ
تین مہینے یا چار مہینے میں تباہ ہو جاتا	وہ عورت روئی کہ اے خدا! فریاد ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی یا تین ماہ یا چار ماہ (زندہ رہتا پھر) تباہ ہو جاتا تو اس عورت نے نالہ کیا کہ اے اللہ۔

نہ مہم بارست و سہ ماہم فرح	نعمتم زو ترر و از قوس قزح
میرے لئے ۹ مہینے تکلیف اور تین مہینے خوشی ہے	میری نعمت دھنک کمان سے زیادہ جلدی جانے والی ہے

یعنی میرے لئے نو ماہ تو بوجھ ہے اور تین ماہ فرحت ہے میری نعمت تو قوس قزح سے بھی جلدی جانے والی ہے۔

پیش مردان خدا کردے نفیر	ایں شکایت آن زن از درد نذیر
خاصان خدا کے سامنے شکایت کرتی	وہ عورت ' اس تکلیف کے ہولناک درد سے

یعنی مردان حق کے آگے اس شکایت کی وہ عبرت دردڈرانے والے کی فریاد کرتی۔

بیست فرزندش چنین در گور رفت	آتشے در جان او افتاد و تفت
اس طرح بیں بچے قبر میں گئے	شورش اور آگ اس کی جان میں لگ گئی

یعنی بیس بچے اس کے اسی طرح گور میں گئے تو اس کی جان میں ایک آگ اور جلن پڑ گئی۔

تا شبے بنمود او را جنتے	باغکے سبزی خوشی بے منتے
یہاں تک کہ اس کو ایک رات جنت نظر آئی	جو ایک سرسبز عمدہ بے دریغ باغ تھا

یعنی یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے اسے ایک رات ایک جنت دکھلائی ایک باغ سرسبز عمدہ بے محنت کے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

باغ گفتم نعمت بے کیف را	سبز گفتم خلد دار الضیف را
میں نے بے کیف نعمت کو باغ کہہ دیا	میں نے دائمی مہمان خانے کو سبز کہہ دیا

یعنی میں نے نعمت بے کیف کو باغ کہدیا۔ اور خلد دار الضیف کو سرسبز کہدیا۔

ورنہ لا عین رأت چہ جائے باغ	گفت نور غیب را یزدان چراغ
ورنہ باغ (کے ذکر کا) کیا موقع ہے وہ تو ایسا ہے کہ کسی آنکھ نے اس کو نہیں دیکھا	اللہ (تعالیٰ) نے غیبی نور کو چراغ فرمایا ہے

یعنی ورنہ (وہ تو) لا عین رأت ہے چہ جائیکہ باغ اور فرمایا ہے نور غیب کو حق تعالیٰ نے چراغ۔

مثل نبود ایں مثال آں بود	تا برد بو آنکہ او حیران بود
مثل نہیں ہے یہ اس کی مثال ہے	تاکہ جو حیران ہے وہ کچھ سراغ پالے

یعنی یہ مثل نہیں ہے اس کی مثال ہے تاکہ بو لے جاوے وہ شخص کہ وہ حیران ہے مطلب یہ کہ اگر میں نے جنت کو سرسبز وغیرہ کہدیا تو کیا ہے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح تو یہ مثل (بکسر المیم) نہیں بلکہ مثالیں تقریب فہم کے لئے ہیں آگے پھر قصہ فرماتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حاصل آنرا دید آں زن مست شد	زاں تجلی آن ضعیف از دست شد
خلاصہ یہ ہے اس (عورت) نے اس کو دیکھا وہ عورت مست ہوگئی	اس تجلی سے وہ کمزور عورت مدہوش ہو گئی

یعنی حاصل یہ کہ اس عورت نے اس کو دیکھا اور مست ہوگئی اور اس تجلی سے وہ ضعیف از خود رفتہ ہوگئی۔

دید در قصرے بنشتہ نام خویش	آن خود دانستش آن محبوب کیش
اس نے ایک محل پر اپنا نام لکھا دیکھا	اس نیک اطوار نے اس کو اپنا جانا

یعنی اس نے ایک محل میں اپنا نام لکھا دیکھا تو اس کو اس محبوب کیش نے اپنی ملک جانا۔

بعد ازان گفتند کاین نعمت وراست	کو بجان بازی بجز صادق نخاست
اس کے بعد انہوں نے (اس سے) کہا کہ یہ نعمت اس کی ہے	جس نے جانبازی سے سوائے خدا کے کچھ نہ چاہا ہو

یعنی اس کے بعد (فرشتوں نے) کہا کہ یہ نعمت اس کے لئے ہے جو کہ جانبازی سے سوائے صادق کے نہ اٹھا یعنی جس نے کہ ہمیشہ طلب صادق ہی کی اس کے لئے یہ نعمتیں ہیں۔

خدمت بسیار می بایست کرد	مرترا تا برخوری زین چاشت خورد
بہت زیادہ عبادت کرنی چاہیے	تاکہ تو اس ناشتہ سے فائدہ حاصل کرے

یعنی تجھے خدمت بسیار کرنی چاہئے تھی تا کہ تو اس چاشت سے پھل کھاتی۔

چوں تو کاہل بودی اندر التجا	آن مصیبتہا عوض دادت خدا
چونکہ تو دعا کرنے میں سست تھی	خدا نے اس کے بدلے میں تجھے وہ مصیبتیں دیدی ہیں

یعنی جبکہ تو دعا میں کاہل تھی تو خدا نے یہ مصیبتیں (اس مجاہدہ کے) عوض میں دیدیں۔ مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو تجھے مراتب علیا پر فائز فرمانا تھا اور اس کے لئے مجاہدات شاقہ کی ضرورت تھی اور اس میں تو کاہل تھی لہذا حق تعالیٰ نے ان مصائب کو تیرے لئے عوض بنادیا کہ ان پر تو نے صبر کیا تو یہ درجات مل گئے جب اس نے یہ سنا تو بولی کہ۔

گفت یارب تا بصد سال وفزون	این چنینم دہ بریز از من تو خون
اس نے عرض کیا اے خدا! سو سال اور زیادہ تک	مجھے اسی طرح (مصیبتیں) دے میرا خون بہا دے

یعنی اس نے کہا کہ اے اللہ سو برس بلکہ زیادہ تک تو اسی طرح مجھے عطا فرما اور خون گرا یعنی اسی طرح اولاد کو عنایت فرما اور مار۔ تا کہ درجات علیہ نصیب ہوں۔

اندر آن باغ او چو آمد پیش پیش	دید روے جملہ فرزندان خویش
اس باغ میں جب وہ زیادہ آگے آئی	اس نے اس میں اپنے سب بچے دیکھے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس باغ میں جو وہ آگے آگے آئی تو اس نے اس میں اپنے سارے بچوں کو دیکھا۔

گفت از من گم شد از تو گم نشد	بے دو چشم غیب کس مردم نشد
اس نے عرض کیا مجھ سے وہ گم ہوئے تجھ سے گم نہ ہوئے	غیب کی دونوں آنکھوں کے بغیر کوئی انسان نہ بنا

یعنی بولی کہ (اے خدایہ) مجھ سے تو گم ہو گئے تھے آپ سے گم نہ ہوئے تھے (آپ کے پاس موجود تھے مولانا فرماتے ہیں کہ) بے غیب کی دو آنکھوں کے کوئی آدمی نہیں ہوا۔

تو نکردی فصد و از بینی دوید	خون افزون تازتپ جانت رہید
تو نے فصد نہ کرائی اور ناک سے نکلا	بڑھا ہوا خون حتیٰ کہ تیری جان بخار سے بچ گئی

یعنی تو نے فصد نہ کی تو ناک سے خون زائد دوڑ گیا یہاں تک کہ جان تیری تپ سے چھوٹ گئی۔ مطلب یہ کہ تم مجاہدہ اختیاری میں مشغول نہ ہوئے تو خدا نے تم کو اضطراری میں لگا دیا۔ یہاں تک کہ تم اس عذاب سے بچ گئے اور درجات تم کو مل گئے۔

مغز ہر میوہ بہ است از پوستش	پوست داں تن راو مغز آن دوستش
ہر پھل کا مغز اس کے چھلکے سے بہتر ہے	جسم کو چھلکا سمجھ اور اس کے دوست کو مغز سمجھ

یعنی ہر میوہ کا مغز اس کے پوست سے بہتر ہے تو تم تن کو تو پوست جانو اور مغز اس کے اس دوست کو یعنی روح کو۔

مغز نغزے دارد آخر آدمی	یکدمے آنرا طلب گرزان دمی
آخر آدمی (بھی) عمدہ مغز رکھتا ہے	تھوڑی دیر کے لئے اس کی طلب کر اگر تو اس خون کا ہے

یعنی آخر آدمی تو ایک مغز نفیس رکھتا ہے تو تو اگر اس دم سے ہے تو ایک دم اس کو طلب کر یعنی اگر آدم ہے تو تو اس مغز نغز یعنی روح کو طلب کر اور اس کی پرورش کر اور پرورش تن کو چھوڑ۔ آگے حضرت حمزہؓ کی حکایت لاتے ہیں کہ وہ آخر میں بے زرہ کے لڑائی میں آیا کرتے تھے کسی نے پوچھا تو فرمایا کہ یہ جسم چونکہ کوئی حفاظت کی شے نہیں ہے لہذا اس کی حفاظت کو ترک کر دیا تو دیکھو تم بھی ایسا ہی کرو۔ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ ایک عورت کے ہر سال بچہ پیدا ہوتا تھا لیکن چھ مہینہ سے زیادہ نہ جیتا تھا یا تین مہینے کا ہو کر مر جاتا تھا یا چار مہینے کا۔ بالآخر وہ رو پڑی اور کہا کہ اے اللہ نو مہینے تک تو میں حمل کی مصیبت میں رہتی ہوں اور تین مہینے کے لئے مجھے خوشی حاصل ہوتی ہے میری نعمت تو قوس قزح سے بھی جلدی زائل ہو جاتی ہے اس میں کیا راز ہے۔ اہل اللہ کے سامنے بھی وہ عورت اس ڈرانے والی تکلیف کی شکایت کرتی تھی کیونکہ بیس بچے اس بیچاری کے

www.besturdubooks.wordpress.com

مرکر قبرستان میں جاچکے تھے۔ اس لئے اس کے بدن میں غم کی آگ شعلہ زن تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک روز خواب میں اسے جنت دکھلائی دی۔ اور اس نے دیکھا کہ ایک سرسبز اور نہایت عمدہ باغ ہے جس میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ اب مولانا استطر اداً فرماتے ہیں کہ جنت تو بے کیف متعارف ہے اور ان باغوں کی مثل نہیں۔ مگر میں نے اس لئے باغ کہدیا کہ دنیا میں باغات تمام نعمتوں کی جڑ سمجھے جاتے ہیں ورنہ اس کی صفت تو یہ ہے کہ لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطرت علیٰ قلب بشر. ان متعارف باغوں کی اس کے سامنے کوئی بھی حقیقت نہیں۔ یہ جو میں نے کہا ہے تمثیلاً وتقریباً الی الافہام کہا ہے اور تمثیل میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ حق سبحانہ خود اپنے کو چراغ سے تشبیہ دیتے ہیں اور فرمایا ہے مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح. یہ محض تقریب فہم اور تمثیل کے لئے ہے ورنہ کجا نور حق کجا چراغ۔ پس باغ اس کی مثل نہیں ہے بلکہ مثال ہے اور یہ تمثیل ان لئے اختیار کی گئی تاکہ ناواقفوں کو بھی اس کا پتہ لگ جاوے اور نہ اصل کیفیت تو اس کی مشاہدہ ہی سے معلوم ہوتی ہے (اس سے کسی ناواقف کو یہ شبہ نہ ہونا چاہئے کہ مولانا جنت ودوزخ جسمانی کا انکار کر رہے ہیں۔ اور ان کے نزدیک جنت ودوزخ ایک روحانی چیز اور صرف خیالات خوش کن در نجدہ کا نام ہے جیسا کہ اس زمانہ کے روشن خیال لوگوں کا خیال ہے کیونکہ یہ تو نصوص صریحہ کے خلاف ہے بلکہ مولانا کا مقصود یہ ہے کہ حقیقۃً اس میں درخت بھی ہیں اس میں نہریں بھی ہیں۔ اس میں شراب بھی ہے اس میں محلات بھی ہیں اور یہ سب امور حقیقتاً ہیں نہ کہ تشبیہاً چنانچہ مولانا اسی مضمون میں اس کی طرف اشارہ بھی کریں گے۔ اور آئندہ اس کو تفصیلاً بھی بیان کریں گے لیکن وہ اس قدر عجیب اور نفیس ولطیف ہیں کہ ان کی واقعی نفاست ولطافت کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں آ سکتی اور اس لئے ان باغات وغیرہ سے اس کو کچھ بھی مناسبت نہیں پس تم اس کو اپنے باغات وغیرہ کی مثل نہ سمجھ بیٹھنا) خلاصہ یہ کہ وہ عورت اس کو دیکھ کر مست ہوگئی اور اس کا نور دیکھ کر وہ بیچاری آپ میں نہ رہی اس نے دیکھا کہ ایک محل میں میرا نام لکھا ہوا ہے اس نے سمجھا کہ یہ میرے لئے ہے۔ غیب سے ندا آئی کہ یہ محل حقیقت میں اس کے لئے تھا جو جانبازی میں خالص ثابت ہوا ہو اور اس غذائے چاشت کو کھانے کے لئے بہت بڑی خدمت کی ضرورت تھی لیکن چونکہ تم حق سبحانہ کی طرف رجوع کرنے میں کاہل تھیں اس لئے تمہاری خدمتوں کی عوض تم کو تکلیفیں دی گئیں تاکہ تم اس کے مستحق ہوسکو یہ سمجھ کر اس نے کہا کہ اے اللہ سو سال تک بلکہ اس سے بھی زیادہ مجھے تکلیف دیجئے اور یوں ہی مجھے زار و نزار کیجئے۔ میں بخوشی رضامند ہوں اس کے بعد جب اور آگے بڑھی تو اس نے اپنے سب بچوں کی صورتیں دیکھیں اس نے کہا کہ اے اللہ اب معلوم ہوا کہ یہ مجھ سے گم ہوگئے تھے مگر تجھ سے گم نہ ہوئے۔ تیرے پاس تو یہ نہایت حفاظت اور آرام سے ہیں۔ اب مجھے صبر آ گیا اب مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھ جب تک حالت غیبیہ اس پر منکشف نہیں ہوئی پریشان رہی اور رضا وتسلیم اس کے اندر پیدا نہ ہوئی مگر جب حالت غیبیہ کا مشاہدہ ہوگیا اس وقت سکون ہوگیا۔ واقعی بات یہ ہے کہ جس کو غیب بین آنکھیں عطا نہیں ہوئیں وہ آدمی نہیں خیر یہ تو استطراداً گفتگو تھی اب اصل مقصد سنو۔ وہ یہ کہ حق سبحانہ جو کچھ تکلیف دیتے ہیں اس میں

www.besturdubooks.wordpress.com

مصلحتیں ہوتی ہیں۔ پس تم کو صابر و شاکر رہنا چاہئے۔ مثلاً تمہارے جسم میں خون کی زیادتی ہو گئی ہے اور اندیشہ ہے کہ بخار چڑھ جاوے یا بخار چڑھ بھی گیا ہے مگر تم فصد نہیں کراتے پس وہ اپنی رحمت سے نکسیر چلا دیتا ہے جس سے تمہاری جان بخار کی زحمت سے چھوٹ جاتی ہے یادر کھو کہ ہر میوہ میں مغز اس کے پوست سے اچھا ہوتا ہے پس تمہارے اندر بھی دو چیزیں ہیں ایک پوست دوسرا مغز۔ پوست تو تن ہے اور روح مغز ہے آخر آدمی کے اندر بھی تو عمدہ مغز موجود ہے پس اگر تو نسل آدم علیہ السلام سے ہے اور الولد سر لابیہ کا مصداق ہے تو اسے طلب کر یعنی اس کی فکر کر اور جسم کے پیچھے نہ پڑ۔

شرح شبّیری

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا لڑائی میں بے زرہ کے تشریف لانا

در جوانی حمزہ عم مصطفےٰ	باز رہ مے شد مدام اندر وغا
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا (حضرت) حمزہؓ جوانی میں	ہمیشہ جنگ میں زرہ پہن کر آتے

یعنی جوانی میں حمزہ عم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی میں ہمیشہ مع زرہ کے جاتے تھے۔

اندر آخر چونکہ در غزو آمدے	بے زرہ خود را بہ صفہا بر زدے
آخر (عمر) میں جب وہ جہاد میں آتے	بغیر زرہ کے اپنے آپ کو صفوں سے بھڑا دیتے

یعنی اخیر عمر میں جبکہ لڑائی میں آتے تو بے زرہ کے اپنے کو صفوں میں ڈالتے۔

اندر آخر حمزہ چون در صف شدے	بے زرہ سرمست در غزو آمدے
آخر (عمر) میں جب (حضرت) حمزہؓ صف میں آتے	جہاد میں بغیر زرہ' کے مست ہو کر آتے

یعنی اخیر میں حمزہؓ جب صف میں آتے تو بے زرہ کے سرمست کی طرح غزو میں آجاتے۔

سینہ بازو تن برہنہ پیش پیش	در فگندے در صف شمشیر خویش
سینہ کھلا ہوا' جسم برہنہ' آگے آگے	اپنے آپ کو تلواروں کی صف میں ڈال دیتے

یعنی سینہ کھلا ہوا اور تن برہنہ آگے آگے صف شمشیر میں اپنے کو ڈال دیتے۔

خلق پرسیدند کاے عم رسول	اے ہزبر صف شکن شاہ فحول
لوگوں نے دریافت کیا کہ اے رسولؐ کے چچا!	اے صفوں کو شکست دینے والے شیر بہادروں کے بادشاہ

یعنی لوگوں نے پوچھا کہ اے عم رسول اور اے شیر صف شکن اور شاہ مرداں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

نے تو لاتلقوا بایدیکم الی	تہلکہ خواندے ز پیغام خدا
کیا آپ نے "نہ ڈالو تم اپنے آپ کو	ہلاکت میں" اللہ کے پیغام میں نہیں پڑھا ہے؟

یعنی کیا آپ نے لاتلقوا بایدیکم الی تھا کہ پیغام خدا سے پڑھا نہیں ہے۔

پس چرا تو خویش را در تہلکہ	می در اندازی چنین در معرکہ
پھر کیوں اپنے آپ کو ہلاکت میں	ڈالتے ہیں اس طرح میدان جنگ میں ؟

یعنی بس آپ کیوں اپنے کو ہلاکت میں اور اس طرح معرکہ میں ڈالتے ہیں۔

چون جواں بودی و زفت و سخت زہ	تو نمی رفتی سوئے صف بے زرہ
جب آپ جوان اور بھاری اور سخت کمان تھے	تو آپ صف کی جانب بغیر زرہ کے نہیں جاتے تھے

یعنی جب آپ جوان اور مضبوط اور سخت زہ والے تھے تو آپ صف بے زرہ نہیں جاتے تھے۔

چون شدی پیر و ضعیف و منحنی	پردہائے لا ابالی می زنی
جب آپ بوڑھے اور کمزور اور کبڑے ہو گئے	(تو) بے پروائی کا راگ الاپتے ہیں

یعنی جبکہ آپ بوڑھے اور ضعیف اور منحنی ہو گئے تو اب بے پروائی کے پردہ کو مارتے ہو۔

لاابالی وار با تیغ و سنان	می نمائی دار و گیر و امتحان
بے پروائی کے ساتھ تلوار اور نیزہ لے کر	جنگ اور زور آزمائی کرتے ہیں

یعنی لاابالی کی طرح مع تیغ و سنان کے آپ امتحان میں دار و گیر کھاتے ہیں۔

تیغ حرمت می ندارد پیر را	کے بود تمیز تیغ و تیر را
تلوار بوڑھے کا احترام نہیں کرتی ہے	تلوار اور تیر کو تمیز کہاں ہے

یعنی تلوار کسی بوڑھے کی عزت نہیں کرتی اور تیغ و تیر کو کب تمیز ہوتی ہے (کہ یہ بزرگ ہیں اور یہ نہیں ہیں اس کے آگے جو پڑے گا وہ اس کو کاٹے گی)

کے روا باشد کہ شیرے ہمچو تو	کشتہ گردد زار بر دست عدو
کب مناسب ہو گا کہ آپ جیسا شیر	دشمن کے ہاتھ سے بری طرح قتل ہو؟

یعنی کب مناسب ہے کہ ایک آپ جیسا شیر دست عدو سے مارا جاوے یعنی اگر آپ فرمادیں کہ میں مرنے کو ایسا کرتا ہوں تو ہمیں یہ گوارا نہیں ہے کہ آپ ایسا کریں۔

زین نسق غمخوارگان بے خبر	پند می دادند او را از عبر
بے خبر ہمدرد اس طرح کی	عبرتوں سے ان کو نصیحت کرتے تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس طرح سے غمخوار لوگ (حقیقت سے) بے خبران کو عبرتوں سے نصیحت کر رہے تھے یعنی وہ ان کو ڈراتے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو ایسا مت کرو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

حضرت حمزہؓ کا جواب

گفت حمزہؓ چونکہ بودم من جوان	مرگ می دیدم وداع این جہان
(حضرت) حمزہ نے فرمایا جبکہ میں جوان تھا	اس دنیا کو چھوڑنا موت سمجھتا تھا

یعنی حضرت حمزہؓ نے فرمایا کہ جبکہ میں جوان تھا تو اس جہان کے رخصت کرنے کو موت سمجھتا تھا۔

سوئے مردن کس برغبت کے رود	پیش اژدرہا برہنہ کے شود
موت کی طرف رغبت کون جاتا ہے؟	اژدہوں کے آگے کون ننگا ہوتا ہے؟

یعنی کوئی شخص مرنے کی طرف رغبت سے کب جاتا ہے اور اژدہا کے آگے برہنہ کب ہوتا ہے۔

لیک از نور محمد من کنوں	نیستم این شہر فانی راز بون
لیکن اب محمدؐ کے نور سے	میں اس فانی شہر کا پابند نہیں ہوں

یعنی لیکن اب میں نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اس دنیائے فانی سے عاجز نہیں ہوں۔

از بردن حس ز لشکر گاہ شاہ	پر ہمی بینم ز نور حق سپاہ
حواس سے بالاتر شاہ کی لشکر گاہ کو	اللہ کے نور کے سپاہیوں سے بھرا ہوا دیکھتا ہوں

یعنی اس حس سے خارج لشکر شاہ (حق تعالیٰ) کی میں نور حق سے سپاہ پر دیکھتا ہوں یعنی مجھے حواس باطنیہ سے جنود غیبیہ نظر آرہے ہیں اور میں ان کو دیکھ رہا ہوں۔

خیمہ در خیمہ طناب اندر طناب	شکر آنکہ کرد بیدارم ز خواب
خیمے ہی خیمے، طنابیں ہی طنابیں	اس کا شکریہ جس نے مجھے نیند سے بیدار کر دیا ہے

یعنی خیمہ در خیمہ اور طناب در طناب ہیں اور شکر اس کا کہ اس نے مجھے خواب سے بیدار کر دیا۔

آنکہ مردن پیش چشمش تہلکہ است	امر لاتلقوا بگیرد او بدست
جس کی نگاہ میں مرنا ہلاکت ہے	وہ "نہ ڈالو" کا حکم ہاتھ میں تھامے

یعنی وہ شخص کہ اس کی نگاہ میں مرنا ہلاکت ہے وہ امر لاتلقوا الخ کو ہاتھ میں لے گا۔

آنکہ مردن پیش او شد فتح باب	سارعوا آید مر او را در خطاب
جس کے لئے مرنا باب (رحمت) کا کھلنا بن گیا ہے	اس کے لئے خاص "جلد کرو" کا خطاب آیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ شخص کہ اس کے آگے مرنا فتح باب (غیب) ہے تو اس کو خطاب میں سارعوا آیا ہے یعنی ان کے لئے تو یہ خطاب ہے کہ ایسے کاموں میں جلدی اور مسارعت کرو ان کے لئے خطاب لاتلقوا نہیں ہے اس لئے کہ وہ اس کو ہلاکت سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جوانی میں حضرت حمزہؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہمیشہ لڑائی میں زرہ پہن کر جاتے تھے مگر اخیر عمر میں جب وہ صف جنگ میں جاتے تھے تو نشہ حب حق میں چور ہوتے تھے اور جہاد میں بدوں زرہ کے شریک ہوتے تھے اور حالت یہ ہوتی تھی کہ سینہ بھی کھلا ہوتا تھا جسم بھی برہنہ ہوتا تھا اور آگے آگے ہوتے تھے اور اپنے کو تلواروں میں ڈال دیتے تھے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ اے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور اے شیر خدا اور صف شکن شاہ مردان کیا آپ نے حکم خداوندی لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ نہیں پڑھا۔ جب پڑھا ہے تو پھر کیا بات ہے کہ آپ ایسے معرکہ میں گھس کر اپنے کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں جبکہ آپ جوان بھی تھے موٹے تازے بھی تھے قوی بھی تھے اس وقت تو آپ صف جنگ میں بلا زرہ کے نہ جاتے تھے اور جب بڈھے ضعیف ونحیف ہوئے اس وقت آپ لاپروائی کے پردے اپنے اوپر ڈالتے ہیں اور نہایت بیباکانہ تیغ وسنان سے مزاحمت اور زور آزمائی کرتے ہیں۔ آپ خیال فرمائیں کہ تلوار بڑھاپے کی کچھ وقعت نہیں کرتی۔ بھلا تیغ وتیر کو کیا تمیز کہ کون قابل وقعت ہے اور کون نہیں پس یہ جائز نہیں کہ آپ سا بہادر دشمن کے ہاتھ سے مارا جائے آپ اپنی حفاظت کیجئے۔ غرض اسی طرح ان کے نادان دوست ان کو مصائب سے ڈراتے اور نصیحت کرتے تھے مگر حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ جواب دیا کہ صاحبو جب میں جوان تھا اس وقت اس جہان سے رخصت ہونے کو موت سمجھتا تھا اور یہ یقینی امر ہے کہ موت کی طرف آدمی رغبت سے نہیں جاتا اور اژدہے کے سامنے ننگا نہیں جاتا۔ اس لئے یہ سب احتیاطیں کرتا تھا لیکن اب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے مجھ پر حقیقت حال منکشف ہوگئی ہے اور اب جب دنیا مجھ پر غالب نہیں رہی میں عالم محسوسات سے باہر حق سبحانہ کی چھاؤنی دیکھ رہا ہوں اور نور حق کی سپاہ سے اسے لبریز پاتا ہوں۔ خیمہ پر خیمہ اور طنابوں پر طنابیں قائم ہیں میں ان کا نہایت مشکور ہوں جنہوں نے مجھ پر حقیقت حال کو منکشف کرکے جہل مرکب سے رہائی دی۔ اور گویا کہ میں سوتا تھا انہوں نے مجھے جگا دیا اور یہ جو تم نے کہا ہے کہ حق سبحانہ نے لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ فرمایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جو موت کو ہلاکت سمجھے وہ اس پر کاربند ہو۔ اور جو مرنے کو وصال حق سبحانہ کا دروازہ کھلنا سمجھتا ہے اس کے لئے تو سارعوا الی مغفرۃ من ربکم و جنۃ الخ خطاب ہے اور اس کو تو موت کے لئے ترغیب ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

الحذر اے مرگ بینان دارعوا	العجل اے حشر بینان سارعوا
ڈرو اے موت دیکھنے والو بازی لے جاؤ	جلدی کرو اے حشر دیکھنے والو پھرتی کرو

یعنی اے موت دیکھنے والو بچو اور اے حشر دیکھنے والو جلدی کرو۔ مطلب یہ کہ اے وہ لوگو جو کہ موت سے ڈرتے ہو الگ ہو جاؤ اور موت سے بچ جاؤ اور جو لوگ کہ موت کی اور حشر کی حالت ان کے پیش نظر ہے اور وہ موت سے نہیں ڈرتے وہ آگے بڑھیں اور جلدی کریں اور فرماتے ہیں کہ۔

الصلا اے لطف بینان افرحوا	البلا اے قہر بنان اترحوا
دعوت ہے اے مہربانی دیکھنے والو! خوش ہو جاؤ	مصیبت ہے اے قہر دیکھنے والو! غم کرو

یعنی اعلان ہے اے لطف کے دیکھنے والو خوش ہو اور بلا ہے اے قہر کے دیکھنے والو ہلاک ہو جاؤ یعنی اے وہ لوگو جو کہ موت کو لطف جانتے ہو وہ تو اس سے خوش رہو اور جو کہ اس کو قہر سمجھتے ہو وہ اس سے ڈرو اور ہلاک ہو۔

ہر کہ یوسف دید جان کردش فدا	ہر کہ گرگش دید برگشت از ہدا
جس نے یوسف سمجھا اس نے جان قربان کی	جس نے اس کو بھیڑیا سمجھا وہ ہدایت سے برگشتہ ہوا

یعنی جس نے کہ (موت کو) یوسف دیکھا تو اس پر جان فدا کر دی اور جس نے اس کو گرگ دیکھا وہ ہدایت سے برگشتہ ہو گیا۔

مرگ ہر یک ای پسر ہمرنگ اوست	پیش دشمن دشمن و بر دوست دوست
اے بیٹا! ہر شخص کی موت اس کے ہمرنگ ہے	دشمن کے سامنے دشمن، دوست کے لئے دوست (ہے)

یعنی اے لڑکے ہر ایک کی موت اس کے ہمرنگ ہے دشمن کے آگے دشمن ہے اور دوست پر دوست ہے یعنی جیسے اس کے حالات ہوتے ہیں اس کے موافق اس کی موت بھی ہوتی ہے آگے مثال ہے کہ۔

پیش ترک آئینہ را خوش رنگی است	پیش زنگی آئینہ ہم زنگی ست
ترک کے سامنے آئینہ خوش رنگ ہے	حبشی کے سامنے آئینہ بھی حبشی ہے

یعنی ترک کے آگے آئینہ خوش رنگ ہے اور زنگی کے سامنے آئینہ بھی زنگی ہے یعنی دیکھو آئینہ ایک ہی شے ہے مگر جو ترک اس میں دیکھے تو وہ خوش رنگ معلوم ہوتا ہے اور اگر کوئی زنگی اس میں دیکھے تو وہ آئینہ بھی سیاہ ہو جاتا ہے تو اس آئینہ میں تو کوئی خرابی نہیں ہے بلکہ اس رائے ہی میں خرابی ہے تو اسی طرح موت فی نفسہ تو ایک عمدہ اور خوش صورت ہے مگر خود انسان ہی میں خرابی ہوتی ہے تو یہ ناگوار معلوم ہوتی ہے اور اگر وہ اچھا ہوتا ہے تو یہ بھی اچھی معلوم ہوتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آنکه می ترسی زمرگ اندر فرار	ترست از خویشست ای جان ہوشدار
تو جو بھاگنے میں موت سے ڈرتا ہے	اے جان سمجھ لے تیرا ڈر خود اپنے آپ سے ہے

یعنی وہ کہ تو بھاگنے میں موت سے ڈرتا ہے تو یہ تیرا خوف اپنے ہی سے ہے اے جان ہوش رکھ مطلب یہ کہ تو جو موت کی ڈراؤنی صورت سے ڈر رہا ہے یہ موت سے خوف نہیں بلکہ یہ خوف اپنی ہی ذات سے ہے اس لئے کہ یہ زشتی اور یہ خرابی جو موت میں پیدا ہوئی ہے یہ تمہارے ہی حالات ہیں تو گویا کہ اپنے ہی سے ڈر رہے ہو۔

زشت روئے تست نے رخسار مرگ	جان تو ہمچون درخت و مرگ برگ
تیرا چہرہ بھدا ہے نہ کہ موت کا رخسار	تیری جان درخت کی مانند ہے اور موت پتا ہے

یعنی زشت تو تیرا منہ ہے نہ کہ رخسار موت کا اور تیری جان مثل درخت کے ہے اور موت پتے ہیں۔

تو جیسا درخت ہوگا ویسے ہی پتے ہوں گے۔ علیٰ ہذا جیسی تمہاری حالت ہوگی ویسی ہی تمہاری موت ہوگی۔

از تو رستست ار نکویست ار بدست	ناخوش و خوش بر ضمیرت از خوداست
وہ تجھ سے اگی ہے خواہ اچھی ہے خواہ بری ہے	تیرے دل پر بری اور اچھی تیری وجہ سے ہے

یعنی اگر نیکی ہے اور اگر بدی ہے (سب) تجھ سے ہی پیدا ہوئی ہیں اور اچھا اور برا تیرے دل پر تیری ہی طرف سے ہے۔

گر بخارے خستہ خود کشتۂ	در حریر و قز دری خود رشتۂ
اگر تو کانٹے سے زخمی ہوا ہے تو نے خود بویا ہے	اور اگر تو ریشمین اور پشمینہ کے کپڑے میں ہے تو نے خود کاتا ہے

یعنی اگر کسی کانٹے سے تو زخمی ہوا ہے تو نے خود بویا ہے اور اگر حریر و قز میں ہے تو تو نے خود ہی کاتا ہے مطلب یہ کہ جو حالت ہے وہ تمہاری حالت کا عکس اور اثر ہے اب یہاں کسی کو شبہ ہوا کہ اگر ہم کو دوزخ میں جلایا جاوے گا (نعوذ باللہ منہ) تو ہم نے دنیا میں کسی کو آگ میں نہ جلایا تھا پھر یہ اس کے ہمرنگ کہاں ہوا۔ اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

لیک نبود فعل ہمرنگ جزا	ہیچ خدمت نیست ہمرنگ عطا
لیکن عمل جزا کا ہمرنگ نہیں ہوتا ہے	کوئی خدمت گزاری بخشش کے ہمرنگ نہیں ہے

یعنی لیکن کوئی فعل ہمرنگ جزا کے نہیں ہوتا اور کوئی خدمت ہمرنگ عطا کے نہیں ہے مطلب یہ کہ اعمال پر جو جزا ملتی ہے وہ ان کے ہمرنگ نہیں ہوتی کہ جیسا عمل ہو بعینہ ویسی ہی جزا بھی ہو بلکہ اس کا اثر ہوتا ہے بعینہ ویسی ہی نہیں ہوتی آگے اس کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

مزد مزدوران نمی ماند بکار	کان عرض دین جوہرست و پائدار
مزدوروں کی مزدوری کام کے مشابہ نہیں ہے	کیونکہ وہ عرض ہے اور یہ پائیدار جوہر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مزدوروں کی مزدوری کام کے مشابہ نہیں کیونکہ وہ (کام) تو عرض ہے اور یہ (مزدوری) جوہر اور پائدار ہے (پھر دونوں یکساں کہاں ہوئے دونوں الگ الگ ہیں)

آن ہمہ سختی و زور ست و عرق	دیں ہمہ سیم ست و زر ست و طبق
وہ سب سختی اور طاقت اور پسینہ ہے	یہ سب چاندی ہے اور سونا ہے اور طباق ہے

یعنی وہ (کام) تو بالکل سختی اور زور ہے اور پسینہ ہے اور یہ (مزدوری) بالکل چاندی ہے اور سونا ہے اور طبق ہے (تو دیکھو عمل کے ہم رنگ جزا نہیں ہے) آگے فرماتے ہیں کہ۔

گر ترا آید ز جائے تہمتے	کرد مظلومیت دعا در محنتے
اگر تجھ پر کسی جگہ تہمت لگے	مظلوم نے مصیبت میں تیرے لئے بددعا کی ہے

یعنی اگر تجھے کسی جگہ سے کوئی تہمت لگے تو تیرے مظلوم نے مصیبت میں دعا کی ہے۔

تو ہمی گوئی کہ من آزادہ ام	بر کسے من تہمتے ننہادہ ام
تو کہتا ہے کہ میں بے قصور ہوں	میں نے کسی پر تہمت نہیں رکھی ہے

یعنی تو کہتا ہے کہ میں تو آزاد ہوں میں نے کسی پر تہمت نہیں لگائی ہے۔

تو گناہے کردۂ شکل دگر	دانہ کشتی دانہ کے ماند بہ بر
تونے دوسری صورت کا گناہ کیا ہے	تونے دانہ بویا ہے دانہ پھل کے مشابہ کب ہوتا ہے؟

یعنی تونے ایک گناہ دوسری شکل کا کیا ہے تونے دانہ بویا دانہ پھل کے کب مشابہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ مثلاً تم کو کسی نے تہمت لگائی تو تم اس فکر میں پڑے کہ میں نے تو کسی کو تہمت لگائی نہیں ہے۔ جس کے بدلہ میں مجھے تہمت لگی مولانا فرماتے ہیں کہ یہ ضرور نہیں ہے کہ تم کسی کو تہمت ہی لگایا کرو بلکہ تم نے کوئی اور گناہ کیا ہے اس کا یہ بدلہ ہے۔

اوز نا کردو جزا صد چوب بود	گوید او من کے زدم کس رابعود
اس نے زنا کیا اور سزا سو درے ہوئے	وہ کہتا ہے کہ میں نے کسی کے درے کب مارے ہیں؟

یعنی اس نے زنا کیا اور جزا سولکڑیاں تھیں تو وہ کہتا ہے کہ میں نے کسی کو کب لکڑی سے مارا ہے۔

نے جزائے آن زنا بود این بلا	چوب کے ماند زنا را در جزا
کیا اس زنا کی سزا یہ بلا نہیں ہے؟	درے' زنا سے سزا میں کہاں مشابہ ہیں؟

یعنی کیا اس زنا کی جزا یہ بلا نہ تھی تو لکڑی جزا ہونے میں زنا کے کب مشابہ ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ جزا افعال کے مشابہ اور مماثل نہیں ہوتی مگر ان دونوں میں تناسب ہوتا ہے کہ اس تناسب کی بدولت وہ جزا جزا ہوئی آگے اس کی نظائر بیان فرماتے ہیں کہ۔

www.ahlehaq.wordpress.com

مار کے مانند عصا را اے کلیم	درد کے مانند دوا را اے حکیم
اے کلیم! سانپ لاٹھی سے مشابہ کہاں ہے؟	اے حکیم! درد دوا کے مشابہ کہاں ہے؟

یعنی سانپ لکڑی کے کب مشابہ ہے اے کلیم اور درد دوا کے کب مشابہ ہے اے حکیم۔ یعنی دیکھو عصا اور مار میں کوئی تماثل نہیں مگر مناسبت ہے دوا اور مرض میں کوئی تشابہ نہیں مگر مماثلت ہے۔

تو بجائے آن عصا آب منی	چون بیگفندی شد آن شخص سنی
تونے اس عصا کی بجائے منی کا نطفہ	جب ڈالا تو وہ خوبصورت انسان بنا

یعنی تو نے بجائے اس عصا کے آب منی کو جب ڈال دیا تو وہ ایک شخص مضبوط ہو گیا۔

یار شد یا مار شد آن آب تو	زاں عصا چونست این اعجاب تو
تیرا وہ نطفہ یار بنا' یا سانپ بنا	(پھر) تیرا یہ تعجب لاٹھی پر کیوں ہے؟

یعنی وہ تیرا آب منی یار ہو گیا یا مار ہو گیا تو اس عصا سے یہ تیرا اعجاب کیا ہے۔ مطلب یہ کہ اس آب منی کا یہ اثر اور بدلا ہے مگر اس میں اور اس میں کیا مشابہت ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ۔

ہیچ ماند آب آن فرزند را	ہیچ ماند نے شکر مرقند را
نطفہ اس بیٹے سے کوئی مشابہت رکھتا ہے؟	گنا شکر سے کوئی مشابہت رکھتا ہے؟

یعنی کیا لڑکا اس پانی کے کچھ مشابہ ہے اور کیا نیشکر قند کے مشابہ ہے (تو دیکھ لو جزائیں اپنے اصل اعمال کے مشابہ نہیں ہیں) آگے ایک اور مثال ہے کہ۔

چون سجودے یار کوعے مرد کشت	شد دران عالم سجود او بہشت
جب کسی نے سجدہ یا رکوع بویا	اس جہان میں اس کا سجدہ بہشت بن گیا

یعنی جب کوئی سجدہ یا رکوع کسی نے بویا تو اس عالم میں اس کا سجود بہشت ہو گیا۔

چونکہ پرید از دہانش حمد حق	مرغ جنت ساختش رب الفلق
جب اس کے منہ سے اللہ کی تعریف نکلی	رب الفلق نے اس کو جنت کا پرند بنا دیا

یعنی جبکہ اس کے منہ سے حمد حق نکلی تو اس کو رب الفلق نے مرغ جنت بنا دیا

حمد و تسبیحت نماند مرغ را	گرچہ نطفہ مرغ بادست وہوا
تیری حمد اور تسبیح' پرند کے مشابہ نہیں ہے	اگرچہ پرند کا نطفہ باد اور ہوا ہے

یعنی اس کی حمد و تسبیح مرغ کے مشابہ نہیں ہیں اگرچہ نطفہ مرغ کا باد ہے اور ہوا (بعض جانوروں کو سنا ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کسی سے جفتی کرتے نہیں دیکھا بلکہ وہ صرف منہ سے منہ ملاتے ہیں اسی سے نطفہ قرار پاتا ہے تو اسی طرح فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس کا نطفہ باد و ہوا ہے مگر پھر بھی حمد و تسبیح اس مرغ جنت کے مشابہ نہیں ہے۔

چون ز دستت رست ایثار و زکات	کشت این دست آن طرف نخل و نبات
جب ایثار اور زکات تیرے ہاتھ سے اگی	اس ہاتھ نے اس طرف کھجور اور پودا بو دیا

یعنی جبکہ تمہارے ہاتھ سے ایثار و زکوٰۃ اگا تو اس ہاتھ نے اس طرف نخل و نباتات بو دیئے۔

آب صبرت آب جوئے خلد شد	جوئے شیر خلد مہر تست و ود
تیرے صبر کا پانی ' جنت کی نہر کا پانی ہے	جنت کی دودھ کی نہر تیری محبت اور دوستی ہے

یعنی تمہارا آب صبر جنت کی ندی کا پانی ہو گیا اور خلد کی جوئی شیر تمہاری محبت اور الفت ہے (تو دیکھو تماثل تو نہیں مگر مناسبت سب میں ہے)

ذوق طاعت گشت جوئی انگبین	مستی و شوق تو جوئے خمر بین
عبادت کا ذوق ' شہد کی نہر بنا	اپنی مستی اور شوق کو ' شراب کی نہر سمجھ

یعنی ذوق طاعت تو جوئے انگبین ہو گئی اور تم اپنی مستی اور شوق جوئے خمر دیکھو۔ مطلب یہ کہ دیکھو چونکہ انگبین میں اور ذوق طاعت میں ایک مناسبت تھی اور مستی اور جوش میں اور شراب میں مناسبت تھی تو جنت ہر شے کی جزا اور اس کے مناسب ہوئی کہ جوئے خمر تو مستی اور جوش کے بدلے میں ملی اور جوئے انگبین ذوق طاعت کے جزا میں ملی اور صبر کے بدلے میں جوئے آب اور محبت اور الفت حق کے بدلے میں جوئے شیر ملی غرضکہ ہر شے کے اجزاء میں اس کے ساتھ ایک مناسبت ضرور ہے لیکن تماثل نہیں ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

این سببہا آن اثر ہا را نماند	کس نداند چونش جائے آن نشاند
یہ اسباب ان نتیجوں کے مشابہ نہیں ہیں	کوئی نہیں جانتا' کہ ان کو انکی جگہ کیوں بٹھایا ہے؟

یعنی یہ اسباب ان اثرات کے مشابہ نہیں ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ اس (اثر) کو اس (سبب) کی جگہ کس طرح بٹھا دیا۔ مطلب یہ کہ ان اسباب و اثرات میں چونکہ تماثل اور تشابہ نہیں تھا اس لئے کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ اس سبب کا یہ اثر کس طرح ہو گیا۔ لیکن جب دیکھا جاتا ہے تو مناسبت ضرور نکلتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

این سببہا چون بفرمان تو بود	چارہ جوہم مر ترا فرمان نمود
یہ اسباب چونکہ تیرے حکم میں تھے	چاروں نہروں نے بھی تیری تابعداری کی

یعنی یہ اسباب جب تیرے اختیار میں تھے تو چاروں ندیوں نے بھی تیری فرمانبرداری کی۔ مطلب یہ کہ اسباب دنیاوی مثل صبر و مہر وغیرہ کے جب تمہارے اختیار میں تھے اور تم ان کو اپنے اختیار سے بجالاتے تھے تو جو ندیاں کہ ان

www.besturdubooks.wordpress.com

اسباب کے اثرات تھیں وہ بھی جنت میں تمہارے اختیار اور تمہارے کہنے میں ہوئیں کہ جہاں چاہو ان کو لے جاؤ۔

ہر طرف خواہی روانش می کنی	آن صفت چون بد چنانش میکنی
جس طرف تو چاہے ان کو جاری کرتا ہے	وہ صفت جس طرح تھی ویسا ہی تو ان سے کرتا ہے

یعنی تم جس طرف چاہو ان کو روانہ کر لیتے ہو جس طرح کہ وہ صفت تھی اسی طرح اس کو کر لیتے ہو۔ مطلب یہ کہ جس طرح وہ سبب اور صفت تمہارے کہنے میں تھی اور تم کو ان پر اختیار تھا پس اسی طرح وہ اثرات بھی تمہارے اختیار میں ہوں گے کہ جہاں چاہو ان کو لے جاسکو گے آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

چون منی تو کہ در فرمان تست	نسل آن در امر تو آئند چست
جبکہ تیری منی تیرے حکم میں ہے	اس کی نسل تیرے حکم میں چست ہے

یعنی جیسے کہ تیری منی کہ تیرے حکم میں ہے تو اس کی نسل تیرے کہنے میں چست و چالاک ہوتی ہے۔

می دود بر امر تو فرزند تو	کہ منم جزوت کہ کردیش گرو
تیرا لڑکا تیرے حکم پر دوڑتا ہے	کہ میں تیرا جزو ہوں جو تو نے گروی رکھا تھا

یعنی تیرے حکم پر تیرا لڑکا دوڑتا ہے اور (بزبان حال کہتا ہے) کہ میں تیرا جزو ہوں جس کو کہ تو نے گروی کیا تھا۔ مطلب یہ کہ دیکھو تمہاری منی تمہارے کہنے میں ہوتی ہے کہ اس کو جس وقت چاہو جہاں چاہو ڈال دو تو اس منی سے آگے جو اولاد تمہاری پیدا ہوتی ہے وہ بھی تمہارے کہنے میں ہوتی ہے کہ تم نے پکارا بیٹا وہ دوڑا ہوا آتا ہے کہ جی ابا تو اس کا اس طرح تمہارے تابع ہونا اسی لئے ہے کہ جس شے کا کہ وہ اثر اور نتیجہ ہے وہ شے تمہاری حکم اور کہنے میں تھی تو بس چونکہ یہ افعال سب تمہارے اختیار میں تھے اس لئے ان کی جزائیں بھی تمہارے اختیار میں ہوئیں۔

آن صفت در امر تو بود این جہاں	ہم در امر تست آن جوہا رواں
اس دنیا میں یہ سبب تیرے حکم میں تھا	وہ جاری نہریں بھی تیرے حکم میں ہیں

یعنی وہ صفت اس جہان میں تمہارے کہنے میں تھی تو وہ ندیاں بھی تمہارے حکم کے موافق روانہ ہوئیں۔

آن درختان مر ترا فرمان برند	کان درختاں از صفاتت بابرند
وہ درخت تیرا حکم بجا لائیں گے	کیونکہ وہ درخت تیری صفتوں کی وجہ سے پھلدار ہیں

یعنی وہ درخت (جنت بھی) تیری فرمانبرداری کرتے ہیں کیونکہ وہ درخت تیرے اعمال کی وجہ سے باثمر ہیں۔

چوں بامر تست اینجا ایں صفات	پس در امر تست آنجا آن جزات
چونکہ اس جگہ یہ صفتیں تیرے حکم میں ہیں	تو تیرے وہ بدلے اس جگہ تیرے حکم میں ہیں

یعنی جب تیرے حکم میں اس جگہ یہ صفات ہیں تو اس جگہ وہ تیری جزائیں (بھی) تیرے حکم میں ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ یہ اعمال حسنہ جب تیرے اختیار میں تھے اور تو ان کو باختیار خود بجالاتا تھا تو جنت کی وہ جزائیں اور ان کے بدلے بھی تیرے کہنے میں اور تیرے حکم کے موافق ہوئے۔

چوں ز دستت زخم بر مظلوم رست	آن درختے گشت آزان زقوم رست
جب تیرے ہاتھ سے مظلوم پر زخم لگا	وہ درخت بنا اس سے تھور اگا

یعنی جب تیرے ہاتھ سے زخم مظلوم پر ہوا تو وہ ایک درخت ہو گیا اور اس سے زقوم اگا۔

چون ز خشم آتش تو در دلہا زدی	مایۂ نار جہنم آمدی
چونکہ تو نے دلوں میں غصہ سے آگ لگائی	تو جہنم کی آگ کا سرمایہ بنا

یعنی جبکہ تو نے غصہ سے آگ دلوں میں لگائی تو تو نار جہنم کا پونجی ہوا۔

آتشت اینجا چو آدم سوز بود	انچہ از وے زاد مرد افروز بود
اس جگہ تیری آگ چونکہ انسان کو جلانے والی تھی	جو کچھ اس سے پیدا ہوا وہ انسان کو جلانے والا تھا

یعنی تیری آگ جو اس جگہ آدمی کی جلانے والی تھی تو جو کچھ اس سے پیدا ہوا وہ انسان کا جلانے والا ہوا۔

آتش تو قصد مردم می کند	نار کز وے زاد بر مردم زند
تیری آگ انسانوں کا قصد کرتی ہے	جو آگ اس سے پیدا ہوئی انسانوں پر بھڑکتی ہے

یعنی تیری آگ آدمی کا قصد کرتی ہے اور جو آگ اس سے پیدا ہوئی وہ آدمی پر لگتی ہے۔

آن سخنہائے چو مار و کژدمت	مار و کژدم گشت می گیرد دمت
وہ تیری باتیں سانپ اور بچھو جیسی	سانپ اور بچھو بنیں اور تیرا دم گھونٹتی ہیں

یعنی وہ تیری سانپ بچھو جیسی باتیں سانپ بچھو ہوگئیں اور تیرا دم پکڑنے لگیں مطلب یہ کہ نیک کاموں کی جزا تو ویسی ہی ملی کہ جو سب تمہارے کہنے میں ہوئی اور سب اشیاء عمدہ اور آرام دہ تھیں اور جو اعمال تم نے برے کئے ان کی جزا بھی ویسی ہی ملی جیسے کہ تم نے کسی پر ظلم کیا تو اس سے آخرت میں ایک درخت پیدا ہوا جس کا پھل زقوم جیسی بری چیز تھا۔ علے ہذا تم کو غصہ آیا تو وہ چونکہ ایک آگ تھی لہذا اس سے آتش دوزخ میں تمہارے لئے اشتعال پیدا ہو گیا۔ کہ وہ آتش غضب اوروں کو جلاتی تھی تو اب اس کی جو جزا ہے یعنی آتش دوزخ وہ تم کو جلانے لگی۔ علی ہذا تم جو لوگوں کو سخت وسست باتیں کہا کرتے تھے جو کہ تکلیف رسانی میں سانپ بچھو کی طرح تھیں تو ان کی جزا بھی سانپ بچھو کی طرح ہوئیں جو کہ تم کو ڈسنے لگیں اور تم کو انہوں نے خوب درست کر دیا آگے بھی اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

اولیاء را داشتے در انتظار	انتظار رستخیزت گشت بار
تو نے دوستوں کو انتظار میں رکھا	قیامت کا انتظار تیرے لئے بار ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تو دوستوں کو انتظار میں رکھا کرتا تھا تو وہ قیامت کا انتظار تیرے لئے بار ہوگا۔

وعدۂ فردا و پس فردائے تو	انتظار حشرت آمد وائے تو
تیرا کل اور پرسوں کا وعدہ	تیرا حشر کا انتظار بنا تجھ پر افسوس ہے

یعنی تیرا کل کا اور پرسوں کا وعدہ تیرے لئے انتظار حشر ہوگیا افسوس ہے تجھ پر۔

منتظر مانی دران روز دراز	در حساب و آفتاب جان گداز
اس لمبے دن میں تو منتظر رہے گا	حساب اور جان کو پگھلانے والے سورج میں

یعنی تو اس روز دراز میں حساب اور آفتاب جانگداز میں منتظر رہے گا (کیونکہ)

کاسمان را منتظر می داشتی	تخم فردا رہ روم می کاشتی
اس لئے تونے آسمان کو منتظر رکھا	تو نے "کل کو راہ روی اختیار کرونگا" کا بیج بویا

یعنی کہ (اہل) آسمان کو تو منتظر رکھا کرتا تھا اور فردا رہ روم کا بیج بویا کرتا تھا (آسمان سے مراد اہل آسمان ہیں ظرف بول کر مظروف مراد لیا ہے) مطلب یہ کہ اہل حقوق سے ان کے حقوق ادا کرنے میں وعدے کل اور پرسوں کے کیا کرتا تھا اور ان کو ٹلایا کرتا تھا اور منتظر رکھا کرتا تھا بس اسی طرح تم قیامت کے روز آفتاب تیز اور حساب کے وقت میں منتظر کھڑے رہوگے اور اس وقت اس انتظار میں رکھنے کا بدلا تم کو ملے گا۔

خشم تو تخم سعیر و دوزخ است	ہین بکش این دوزخت را کاین فخ ست
تیرا غصہ آگ اور دوزخ کا بیج ہے	آگاہ! اپنی اس دوزخ کو بجھا دے کیونکہ یہ جال ہے

یعنی تیرا غصہ دوزخ کا بیج ہے ارے تو اس دوزخ کو مار کیونکہ یہ پھونک ہے مطلب یہ کہ تیرا غصہ جزا کے اعتبار سے آتش دوزخ ہے تو تو اس آتش غضب کو بجھا کیونکہ یہ آتش غضب اس دوزخ کے لئے پھونک ہے کہ جیسے کوئی آگ کو دھونکا کرتا ہے تو اسی طرح تمہارا یہ غصہ آتش دوزخ کو بڑھا اور زیادہ کر رہا ہے اب آگے اس آتش غضب کی بجھانے کی تدبیر بتاتے ہیں کہ۔

کشتن این نار نبود جز بنور	نورک اطفا نارنا نحن الشکور
اس آگ کو بجز نور کے نہیں بجھایا جا سکتا	تیرے نور نے ہماری آگ بجھا دی ہم شکر گزار ہیں

یعنی اس آگ کو بجھانا بجز نور کے نہیں ہوسکتا۔ (کہ دوزخ بھی کہتی ہے کہ اے مومن) تیرے نور نے میری آگ کو بجھا دیا۔ (تو گزر جا) ہم مشکور ہیں۔ مطلب یہ کہ اس نار کے بجھانے کے لئے نور باطن کی ضرورت ہے جب تم کو نور باطن حاصل ہو جاوے گا اس وقت یہ نار جاتی رہے گی اور دلیل اس کی کہ نور سے یہ نار بجھ جاویگی یہ ہے کہ دیکھو حدیث میں ہے کہ جب مومن دوزخ سے اوپر ہو کر پل صراط پر سے گزرے گا تو دوزخ پکارے گی کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جز یا مؤمن فان نورک اطفا ناری کہ اے مومن جلدی گزر جا کہ تیرے نور نے میری نار کو بجھادیا۔ تو اب دیکھئے کہ نور باطن مومن کی وجہ سے نار دوزخ بجھنے لگی تو اسی طرح اگر تم نور باطن حاصل کرلو گے تو تمہاری نار غضب بھی بجھ جاوے گی۔ آگے فرماتے ہیں کہ خدا کا شکر ہے ہم کو وہ نور باطن حاصل ہے ہم اس کے از حد شکر گزار ہیں اور اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

گر تو بے نور آوری حلمے بدست	آتشت زندہ است و در خاکستر است
اگر تو بغیر نور کے بردباری اختیار کرے گا	تیری آگ زندہ ہے اور راکھ میں (دبی) ہے

یعنی اگر تو بے نور کے حلم حاصل کرلے گا تو تیری آگ زندہ ہے اور راکھ میں ہے۔

آن تکلیف باشد و روپوش ہیں	نار رانہ کشد بغیر نور دین
خبردار! وہ تکلف اور ڈھکن ہو گا	آگ کو دین کے نور کے سوا کوئی نہیں بجھا سکتا

یعنی ہاں وہ تو تکلف اور روپوش ہوگا اور نار کو تو سوائے نور دین کے کوئی بجھاتا نہیں۔ مطلب یہ کہ اگر نور دین تم کو حاصل نہیں ہے اور تم نے بہ تکلف حلم اپنے اندر پیدا کر بھی لیا تب بھی سمجھ لو کہ وہ قابل اعتبار نہیں ہے کیونکہ تکلف کب تک رہے گا۔ آخر ایک دفعہ وہ تکلف ٹوٹے گا اور پھر وہ نار غضب ظاہر ہو جاوے گی یہ تو ایسا ہے کہ جیسے راکھ میں آگ دبا دو کہ بظاہر تو آگ معلوم نہیں ہوتی لیکن ذرا ہوا سے بھی اگر راکھ ہٹ گئی تو فوراً آگ ظاہر ہو جاوے گی بس وہ حلم تکلفی اگر ذرا بھی کوئی ٹھیس لگی تو ٹوٹ جاوے گا اور پھر وہ نار ظاہر ہو جاوے گی لہذا معلوم ہو گیا کہ بجز نور دین کے اور کوئی شے اس آگ کی فرد کرنے والی نہیں ہے اسی لئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

تا نہ بینی نور دین ایمن مباش	کاتش پنہان بود یک روز فاش
جب تک تو دین کا نور نہ دیکھ لے مطمئن نہ ہو	کیونکہ دبی ہوئی آگ ایک دن کھل جائے گی

یعنی جب تک تم نور دین نہ دیکھ لو بے خوف مت ہو کیونکہ (وہ) پوشیدہ آگ ایک دن ظاہر ہو گی۔ مطلب یہ کہ جب تک نور دین حاصل نہ ہوا اس وقت تک اس نار غضب سے بے خوف مت ہو کیونکہ جو حلم کہ بہ تکلف حاصل کیا گیا ہے یہ ایک دن زائل ہوگا اور آتش غضب پھر ظاہر ہو گی لہذا نور دین ہی حاصل کرو۔

نور آبے دان وہم بر آب چفس	چونکہ داری آب از آتش مترس
نور کو پانی سمجھ اور پانی سے وابستہ ہو جا	جب تو پانی رکھتا ہے آگ سے نہ ڈر

یعنی نور تو ایک پانی جانو اور پانی ہی پر چپک جاؤ۔ اور جبکہ تم پانی رکھتے ہو تو آگ سے مت ڈرو مطلب یہ کہ نور ایمانی کو پانی سمجھو جیسے کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اسی طرح یہ نور ایمانی آتش غضب کو بجھا دیتا ہے تو اگر تمہارے پاس نور ایمانی ہے تو پھر تم کسی آگ سے بھی مت ڈرو کیونکہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آب آتش را کشد کاتش بخو	می بسوزد نسل فرزندان او
پانی آگ کو بجھا دیتا ہے کیونکہ آگ عادتاً	اس کی نسل اور اولاد کو جلا دیتی ہے

یعنی پانی تو آگ کو بجھاتا ہے اور آگ (اپنی) خصلت میں اس پانی کے لڑکوں کی نسل کو جلا دیتی ہے۔ مطلب یہ کہ آگ اور پانی میں تو ضد ہے پانی تو آگ کو بجھاتا ہے اور آگ اس پانی کی لڑکوں کی نسل کو جو کہ درخت ہیں جلا دیتی ہے بس اسی طرح وہ نور ایمانی اس آتش غضب کو بجھا دیتا ہے۔ اور جہاں غضب ہوتا ہے وہ اس نور ایمانی کے اثرات کو جن سے کہ وہ نور پیدا ہوتا ہے جلا دیتا ہے لہذا تم نور ایمانی کامل حاصل کرو کہ جس سے وہ غضب کی آگ بالکلیہ فنا ہو جاوے آگے اس نور کے حصول اور اس آگ کے بجھنے کی تدبیر بتاتے ہیں کہ۔

سوئے آن مرغابیان رو روز چند	تا ترا در آب حیوانی کشند
کچھ دن ان مرغابیوں کی طرف جا	تاکہ وہ تجھے آب حیات میں لے جائیں

یعنی ان مرغابیوں کی طرف چند دن کے لئے جاتا کہ تجھے آب حیوانی میں کھینچیں (مرغابیوں سے مراد اولیاء اللہ ہیں کیونکہ اس سے قبل نور ایمانی کو پانی سے تشبیہ دی تھی تو اولیاء اللہ کو جن کو کہ وہ نور ایمانی حاصل ہے مرغابیوں سے تشبیہ دیتے ہیں) مطلب یہ کہ چند روز اولیاء اللہ کی خدمت میں جا کر رہو تا کہ وہ تم کو آب حیات پلا دیں اور اس آگ کو بجھا دیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

مرغ خاکی مرغ آبی ہم تن اند	لیک ضد انند و آب و روغن اند
خاکی اور آبی پرند یکساں جسم کے ہیں	لیکن ایک دوسرے کی ضد ہیں اور پانی اور تیل ہیں

یعنی مرغ خاکی اور مرغ آبی ایک طرح کے ہیں لیکن (آپس میں) ضد ہیں اور آب و روغن (کی طرح) ہیں مطلب یہ کہ اولیاء اللہ اور غیر اولیاء اللہ صورت اور ظاہر میں سب ایک طرح کے ہیں لیکن دھوکہ نہ کھانا کہ غیر اولیاء اللہ کے پھندے میں جا پڑو کیونکہ ظاہر میں تو دونوں ایک ہیں لیکن حقیقت میں اور اصل میں دونوں ضدین ہیں ایک دوسرے کے بالکل مخالف ہیں۔

ہر یکے بر اصل خود رانندہ اند	احتیاطے کن بہم مانندہ اند
ہر ایک اپنی اصلیت پر چلانے والا ہے	احتیاط کر (دونوں) باہمی مشابہ ہیں

یعنی ہر ایک اپنے قاعدہ پر چلتے ہیں تو تو احتیاط کر کہ سب آپس میں مشابہ ہیں۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ اور غیر اولیاء اللہ جو گمراہ ہیں سب ظاہر صورت یکساں ہیں اور ہر ایک کا طریق اور مشرب علیحدہ ہے لہذا ذرا احتیاط ہی رکھنا کہیں اولیاء اللہ کے دھوکہ میں غیر اولیاء اللہ اور گمراہوں کے پھندے میں نہ پھنس جانا آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

ہمچناں کہ وسوسہ و وحی ہست	ہر دو معقول اند لیکن فرق ہست
جیسا کہ وسوسہ اور الست کا الہام	دونوں عقل ہیں لیکن (دونوں میں) فرق ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جس طرح کہ وسوسہ اور وحی کہ دونوں عقلی ہیں لیکن (باہم) فرق ہے (وحی سے مراد الہام) مطلب یہ کہ دیکھو الہام اور وسوسہ دونوں امور باطنیہ اور احوال قلب میں سے ہیں لیکن پھر ایک دوسرے میں زمین وآسمان کا فرق ہے کہ ایک قابل عمل ہے اور دوسرا بالکل غیر قابل عمل ہے تو اسی طرح اولیاء اللہ اور غیر اولیاء اللہ میں بھی فرق ہے لیکن بظاہر دونوں یکساں معلوم ہوتے ہیں جیسے کہ بظاہر وحی اور وسوسہ بھی یکساں ہی معلوم ہوتے ہیں۔

ہر دو دلالان بازار ضمیر	رختہا را می ستایند اے امیر
دونوں دل کے بازار کے دلال ہیں	اے امیر! دونوں سامان کی تعریف کر رہے ہیں

یعنی دونوں بازار قلب کے دلال ہیں اور اے امیر اسبابوں کو لے لیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ دونوں دل کے بازار کے دلال اور دونوں اسباب کو چھین لیتے ہیں لیکن فرق اس قدر ہے کہ ایک تو عمدہ اسباب کو چھین لیتے ہیں اور دوسرے خراب کو چھین لیتے ہیں لہٰذا احتیاط ضروری ہے۔

گر تو صراف دلی فکرت شناس	فرق کن سر دو فکرت چون نخاس
اگر تو دل کا صراف ہے' اپنے فکر کی پہچان	بردہ فروش کی طرح اپنے دونوں فکروں کے بھید میں فرق کر

یعنی اگر تو صراف دل ہے تو اپنے فکر کو پہچان اور بردہ فروش کی طرح اپنے دو فکر میں فرق کر لے مطلب یہ کہ اگر تم خود کھوٹے کھرے کو پہچان سکتے ہو تو خود پہچان لو کہ آیا کونسا فکر تمہارا از قبیل الہام اور قابل عمل ہے اور کونسا از قبیل وسوسہ اور غیر قابل عمل ہے۔

ورنہ دانی ایں دو فکرت از گمان	لاخلابہ گوئی و مشتاب و مران
اگر تو گمان سے ان دونوں فکروں کو نہ سمجھ سکے	"دھوکا نہ ہو" کہدے اور جلدی نہ کر اور آگے نہ بڑھا

یعنی اگر تم ان دونوں فکروں کو تردد کی وجہ سے نہ جانو تو لاخلابہ کہدو اور دوڑ دھوپ مت اور چلاؤ مت۔

تانماند در تفکر جان تو	غبن ناید بر تو و بر خوان تو
تاکہ تیری جان فکر میں نہ پڑے	تجھ پر اور تیرے گھر پر ٹوٹا نہ آئے

یعنی تاکہ تیری جان تفکر میں نہ رہے اور تجھ پر اور تیرے اسباب پر غبن نہ آوے مطلب یہ کہ اگر تم خود نقاد نہیں ہو اور تم وسوسہ اور الہام میں فرق نہیں کر سکتے ہو تو اس وقت خود راستہ سلوک کا طے نہ کرو بلکہ لاخلابہ (یعنی دھوکہ نہیں ہے) کہدو تاکہ پھر غبن وغیرہ میں تم مبتلا نہ ہو اور نفس و شیطان تم کو دھوکہ اور غبن نہ دے سکیں۔ اوپر جو کہا ہے کہ لاخلابہ کہدو آگے اس لاخلابہ کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

ترجمہ وتشریح:۔ اب مولانا فرماتے ہیں (اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت حمزہؓ کے مقولہ کا تتمہ ہو) کہ اے وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

لوگو جو موت کو موت سمجھتے ہو تم بچو ایسا نہ ہو مر جاؤ۔ اور اے وہ لوگو جو اس کو حیات ابدی سمجھتے ہو جلدی کرو۔ اور اس کی طرف دوڑو بڑی دولت ہے اور اے موت کو عنایت حق سمجھنے والو تمہیں اطلاع کی جاتی ہے تم خوش ہو کہ ایک دن تم کو یہ لطف ضرور میسر ہوگا اور اے وہ لوگو جو اس کو قہر سمجھتے ہو تمہارے لئے مصیبت ہے تم ملول اور رنجیدہ ہو۔ اب مولانا عنوان بدلتے ہیں اور خطاب کو چھوڑ کر فرماتے ہیں کہ جو لوگ موت کو یوسف سمجھتے ہیں وہ تو اس پر جان فدا کرتے ہیں اور مرنے کے لئے مرتے ہیں اور جو اس کو بھیڑیا سمجھتے ہیں وہ راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں اور منشاء اختلاف یہ ہے کہ ہر شخص کی موت اس کے مناسب ہے کیونکہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے شفاف آئینہ تو جو آئینہ شفاف ہوگا وہ چہرہ کی رنگت اختیار کرلے گا۔ پس اگر وہ ترک ہے تو آئینہ بھی خوش رنگ ہوگا اور اگر زنگی ہے تو آئینہ بھی زنگی ہی ہوگا۔ پس اسی طرح موت بھی ہے کہ جو لوگ خود اچھے ہیں ان کی موت بھی اچھی ہے اور جو برے ہیں ان کی موت بھی بری ہے پس جو لوگ موت سے ڈر کر بھاگتے ہیں ان سے کوئی کہے کہ ارے احمق تو جو موت سے ڈر کر بھاگتا ہے۔ یہ تیری حماقت ہے تو درحقیقت موت سے نہیں بھاگتا بلکہ خوب سمجھ لے کہ تو اپنے سے بھاگ رہا ہے کیونکہ تو جو موت سے بھاگتا ہے تو اس کو برا سمجھ کر مگر موت بدرو نہیں ہے بلکہ تو خود بدرو ہے تیری جان بمنزلہ درخت کے ہے اور موت بمنزلہ پتوں کے اور قاعدہ ہے کہ جیسا درخت ہوگا ویسے ہی پتے ہونگے۔ علیٰ ہذا جیسی تیری جان ہوگی ویسی ہی تیری موت ہوگی اور چونکہ وہ تجھی سے پیدا ہوئی ہے خواہ اچھی ہو یا بری اس لئے اگر تو اچھا ہے تو موت بھی اچھی ہے اور اگر تو برا ہے تو موت بھی بری ہے یوں ہی جو خوشی یا ناخوشی تیرے دل پر طاری ہوتی ہے وہ بھی تجھی سے پیدا ہوتی ہے چنانچہ اگر تم کو کانٹا لگا ہے تو وہ بھی تمہارا بویا ہوا ہے اور اگر تم حریر اور ریشم ہو تو وہ بھی تمہارا کاتا ہوا ہے لیکن کوئی فعل جزا کے مشابہ نہیں ہوتا اور کوئی خدمت عطا کی مماثل نہیں ہوتی۔ مزدوروں کی مزدوری کے کام کے مشابہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ محنت عرض ہے اور مزدوری جوہر وہ غیر باقی ہے اور یہ باقی وہ تکلیف اور قوت اور مشقت ہے یہ طباق بھر چاندی سونا اگر تم پر کہیں سے تہمت لگے تو وہ اس لئے ہے کہ تمہارے مظلوم نے کسی تکلیف میں بددعا کی ہے تم کہتے ہو کہ میں تو بالکل آزاد ہوں اور میں نے کسی پر تہمت نہیں لگائی ہے۔ یہ سچ ہے مگر تم نے گناہ دوسری صورت میں کیا ہے اور ایک دانہ بویا ہے یہ اس کا پھل ہے اور قاعدہ ہے کہ دانہ پھل کے مشابہ نہیں ہوتا۔ پس لازم ہے کہ یہ بھی تمہارے فعل کے مشابہ نہ ہو۔ دیکھو آدمی زنا کرتا ہے تو سو درہ اس کو سزا ملتی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے تو کسی کو لکڑی سے نہیں مارا تھا مجھے کس بات کا بدلا ملا۔ لیکن کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ خیال صحیح ہے اور کیا یہ زنا کا بدلا نہیں ہے ضرور ہے حالانکہ دروں کو زنا سے کچھ مشابہت نہیں پس معلوم ہوا کہ ترتب جزا علی الفعل کے لئے مماثلت ضرور نہیں بلکہ مطلق ترتب شی علی الشی کے لئے بھی مماثلت شرط نہیں دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی سانپ بن گئی تھی اور صورت خشبیہ پر صورت ثعبانیہ مرتب ہوئی تھی۔ ان دونوں میں کونسی مماثلت ہے علی ہذا درد پر دوا مرتب ہوتی ہے۔ ان دونوں میں کونسی مشابہت ہے اگر تم کو لاٹھی کے سانپ بننے میں کچھ تعجب ہو تو تم بجائے لاٹھی کے منی کو سمجھو۔ دیکھو جب تم منی کو رحم میں ڈالتے ہو تو اس سے آدمی بن جاتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اس کے بعد یا سانپ کی طرح موذی بن جاتا ہے یا خیر خواہ دوست بن جاتا ہے پس دیکھو منی سے سانپ بن گیا۔ اب لاٹھی سے سانپ بن جانا کونسی تعجب کی بات ہے کہ تم کو تعجب ہو۔ اچھا لکڑی اور سانپ کو جانے دو یہ تو ہے کہ منی سے بچہ بنتا ہے اچھا یہی بتلاؤ کہ منی اور لڑکے میں کونسی مشابہت ہے اور دیکھو گنے سے شکر پیدا ہوتی ہے بھلا دیکھو کہ گنے اور شکر میں کوئی مشابہت ہے جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ فعل اور اس کی جزا میں اور ایک شئے اور اس سے پیدا ہونے والی چیز میں مماثلت اور مشابہت لازم نہیں تو اب سمجھو کہ جب آدمی دنیا میں رکوع وسجود و دیگر طاعات کرتا ہے تو اس سے آخرت میں اس کو بہشت ملتی ہے تو گویا کہ اس کی طاعات بیج تھیں اور بہشت اس کا ثمرہ ہے اور جبکہ اس کے منہ سے حمد حق سبحانہ نکلتی ہے تو اس سے بحکم حق سبحانہ جنت میں جانور پیدا ہوتے ہیں (اس مقام پر یہ تنبیہ کر دینا ضروری ہے کہ جنت بجمیع اجزائہا آدمی کو اس کی طاعات کے صلہ میں ملتی ہے پس مولانا اولاً مطلق طاعات کے صلہ میں جنت کے ملنے کو بتلایا اب اس کی مجموعہ طاعات کے اجزاء اور جنت کے اجزاء میں مناسبت دکھلاتے ہیں مولانا کا یہ مطلب نہیں ہے کہ افعال وطاعات مادۂ جنت ہیں جیسا کہ سرسری نظر سے مفہوم ہوتا ہے۔ پس چونکہ حمد کا منہ سے نکلنا مناسبت رکھتا تھا۔ پرند کے اڑنے سے اس لئے فرمادیا کہ حمد جانور ہوگئی ورنہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے باقی آئندہ مضامین کو بھی ایسا ہی سمجھو) پس دیکھو کہ اگرچہ پرند کا مادہ ہوا ہوتی ہے اور تسبیح کا مادہ بھی ہوا ہے مگر تاہم پرند اور تسبیح میں کوئی مشابہت نہیں اور جب تمہارے ہاتھ سے کوئی خیرات یا زکوۃ نکلتی ہے تو اس سے جنت میں درخت اور سبزہ پیدا ہوتا ہے۔ اور تمہارے صبر کے پانی سے جنت کی نہر کا پانی پیدا ہوتا ہے اور تمہاری محبت سے جوئے شیر پیدا ہوتی ہے اور ذوق طاعات سے جوئے شہد پیدا ہوتی ہے اور تمہاری مستی وشوق سے جوئے شراب بنتی ہے یہ تمام اسباب اپنے آثار کے مماثل نہیں ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ ان افعال کی جزا ان کو کیوں قرار دیا گیا۔ اور کیسے ان آثار کو ان اسباب پر مرتب کیا گیا۔ دلیل انی اس امر کی کی نعمائے جنت تمہارے افعال کے آثار ہیں یہ بھی ہے کہ جس طرح یہ اسباب تمہارے اختیار میں تھے اسی طرح وہ چاروں نہریں وغیرہ بھی تمہارے قبضہ میں ہوں گی اور جس طرف تم ان کو لیجاؤ گے اسی طرف جائیں گے اور جس صفت پر تمہاری صفات تھیں کہ ان میں تم کو ہر طرح تصرف کا اختیار حاصل تھا یہی حالت ان نہروں کی بھی ہوگی کہ تم جیسا چاہو گے ان کے ویسا ہی بنالو گے دنیا میں بھی اس کی نظیر موجود ہے دیکھو چونکہ منی تمہارے اختیار میں ہوتی ہے اسی طرح اس سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ بھی تمہارے اختیار میں ہوتی ہے اور تمہارا بچہ تمہارے اشارہ پر چلتا ہے اور گویا کہ وہ زبان حال سے کہتا ہے کہ میں آپ کا وہی جزو ہوں جس کو آپ نے رحم مادر میں محفوظ کیا تھا لہٰذا آپ کو مجھ پر وہی اختیار حاصل ہے جو اس پر تھا پس جس طرح تمہاری صفات دنیا میں تمہارے قبضہ میں تھیں یوں ہی جنت کی نہریں بھی تمہارے کہنے میں ہوں گی۔ علی ہذا درخت بھی تمہارے مطیع ہوں گے کیونکہ وہ بھی پھل والے تمہاری صفات وافعال ہی سے ہوئے ہیں۔ پس خلاصہ یہ کہ جب تمہارے صفات وافعال تمہارے کہنے میں ہیں تو آخرت میں جو ان کی جزا ہوگی وہ بھی تمہارے کہنے میں ہوگی۔ اب سنو کہ جس طرح افعال حسنہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

نتائج حسنہ پیدا ہوتے تھے یوں ہی افعال سیئہ سے برے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً جب تمہارے ہاتھ سے کسی کو زخم پہنچا ہے تو اس سے دوزخ میں زقوم کا درخت پیدا ہوتا ہے اور جب بے جا غصہ سے تم دوسروں کے دل جلاتے ہو تو اس سے تم دوزخ کا ایندھن بنتے ہو اور چونکہ دنیا میں تمہارے غصہ کی آگ لوگوں کے دلوں کو جلاتی تھی اس لئے دوزخ کی آگ جو اس سے پیدا ہوئی ہے۔ تمہیں جلائے گی اور جبکہ تمہارے غصہ کی آگ لوگوں پر حملہ کرتی ہے تو اس سے جو آگ پیدا ہوگی وہ خود تم پر حملہ کریگی اور تمہاری باتیں جو سانپ بچھو کی طرح ضرر رساں ہیں وہ سانپ بچھو بن کر تمہارا گلا دبائیں گی اور چونکہ تم اولیاء اللہ یا عام اہل حقوق کو انتظار میں رکھتے ہو اس لئے انتظار قیامت کا بار تم پر پڑے گا اور یہ آج کل کے وعدے انتظار قیامت کی صورت میں ظاہر ہوں گے اور تم کو اس طول طویل دن میں دھوپ اور حساب میں رہ کر آخری نتیجہ کا اس لئے انتظار کرنا پڑے گا کہ تم آسمان کو بھی منتظر رکھتے تھے اور کل چلوں گا کل چلوں گا کا بیج بوتے تھے مطلب یہ ہے کہ تم اہل اللہ کی نصیحتوں پر آج کل آج کل کرتے تھے۔ لہٰذا تم ان کو بھی منتظر رکھتے تھے اور آسمان کو بھی کیونکہ آسمان کو سعود عمل نیک کا انتظار رہتا تھا اور دیگر اہل حقوق کا منتظر ہونا تو ظاہر ہے پس تم ان سب کو منتظر رکھنے کی جزا میں اس انتظار میں مبتلا ہوگے اب سنو کہ تم کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ تمہارا غصہ دوزخ کا بیج ہے پس تم کو اس دوزخ کو ٹھنڈا کرنا چاہئے کیونکہ یہ مصائب کا جال ہے اگر بے احتیاطی کرو گے تو ضرور مصائب میں پھنسو گے اور یہ آگ اسی وقت بجھ سکتی ہے جبکہ نور دین حاصل ہو کیونکہ نور دین ہی میں آتش دوزخ کے بجھانے کی خاصیت ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے جب تو پل صراط سے گزرے گا اس وقت دوزخ کہے گی جزیا مومن فان نورک اطفانارى واللہ اعلم باصحۃ)

اور ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ ہم کو یہ نور حاصل ہے پس تم کو نور دین حاصل کرنا چاہئے یہ بھی یاد رکھو کہ اگر نور دین حاصل نہ ہو اور کسی اور طرح سے تم حلم حاصل کرلو تو یہ سمجھنا کہ آگ بجھی نہیں ہے بلکہ راکھ میں چھپی ہوئی ہے جہان راکھ ہٹی وہ چمکی یہ تکلیف اور تستر ہے نہ کہ بجھنا۔ کیونکہ نور دین کے علاوہ کوئی چیز اس آگ کو بجھانے والی ہے ہی نہیں پس جب تک تم اپنے دل میں نور دین نہ دیکھ لو اس وقت تک بے خوف نہ ہونا کیونکہ یہ چھپی ہوئی آگ ایک روز ضرور ظاہر ہوگی پس نور دین کو اس آگ کا پانی سمجھو اور اسے لپٹو اور جب تمہارے پاس پانی ہو اس وقت تم کو آگ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ پانی آگ کو فنا کر دیتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ آگ پانی کی اولاد کو فنا کرتی ہے یعنی ان مرکبات کو جلاتی پھونکتی ہے جن میں پانی کو دخل ہے مثلاً نبات اثمار وغیرہ۔ اب تم کو یہ فکر ہوگی کہ وہ پانی کیونکر ملے جس سے یہ آگ فنا ہو تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ تم اس بحر کی مرغابیوں (اہل اللہ) کے پاس چند روز رہو وہ تم کو اس آب حیات میں غوطہ دینگے اور اس کے بعد پھر اس آگ سے تم کو کچھ بھی خطرہ نہ ہوگا۔ یاد رکھو کہ بعض مرغ خاکی اور مرغ آبی صورت میں یکساں نظر آتے ہیں مگر حقیقت کے لحاظ سے ان میں تبائن ہوتا ہے اور ان کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے پانی اور تیل کہ دونوں سائل ہیں مگر ایک آتش کش ہے اور ایک آگ کو زندہ کرنے والا اور ہر ایک اپنی اصل پر چل رہا ہے پس تم کو بہت احتیاط کرنی چاہئے اور دھوکے بازوں سے بچنا

www.besturdubooks.wordpress.com

چاہئے اس لئے کہ دونوں صورت میں بہت ملتے جلتے ہیں جس سے غلطی کا قوی احتمال ہے اوران میں وہی نسبت سے جوکہ وسوسہ اور الہام میں کہ دونوں امر عقلی وغیر محسوس ہیں مگر پھر بھی باہم فرق ہے وسوسہ اور الہام دونوں بازار باطن کے دلال ہیں اور ہر ایک اس میں سے کچھ کچھ لیتا ہے پس اگر تم صراف دل ہو تو تم اپنے خیال کو خود ہی پہچان لو کہ یہ وسوسہ ہے یا الہام اور جس طرح بردہ فروش اچھے برے مال میں تمیز کرتا ہے اسی طرح تم ان دونوں فکروں میں تمیز کر لو اور اگر تم خود ان دونوں کو نہیں پہچان سکتے تو کہد ولا خلابہ اور اس خیال پر عمل کرنے میں جلدی مت کرو اور کسی صراف کو دکھلا لو جب وہ ایک شق متعین کر دے اس وقت اس پر عمل کرو اور بلا دکھلائے نہ کرو تا کہ تمہاری جان تردد میں نہ پھنسے اور تم پر اور تمہاری غذا پر نقصان واقع نہ ہو۔

شرح شبّیری

خرید وفروخت میں غبن سے بچنے کا حیلہ

آن یکے یاری پیمبر را بگفت	کہ منم در بیعہا باغبن جفت
ایک صحابی نے پیغمبرؐ سے عرض کیا	کہ میں معاملات میں ٹوٹے سے دوچار ہوتا ہوں

یعنی اس ایک صحابی نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں بیوع میں غبن کے ساتھ ہوں مطلب یہ کہ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے خرید وفروخت میں اکثر لوگ دھوکہ دیتے ہیں۔

مکر ہر کس کو فروشد یا خرد	ہمچو سحر است و زراہم می برد
جو شخص بیچتا ہے یا خریدتا ہے اس کی مکاری	جادو کی طرح ہے اور مجھے گمراہ کر دیتا ہے

یعنی ہر اس شخص کا مکر جو کہ خریدے یا بیچے جادو کی طرح ہے کہ مجھے بے راہ کر دیتا ہے یعنی ہر شخص کا مکر مجھ پر چل جاتا ہے اور لوگ مجھے دھوکہ دیدیتے ہیں۔

گفت در بیعے کہ ترسی از غرار	شرط کن سہ روز خود را اختیار
فرمایا کہ جس معاملہ میں تو دھوکے سے ڈرے	تین دن کے لئے اپنے لئے خیار کی شرط کرلے

یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس بیع میں تم کو دھوکہ کا خوف ہو تو تم اپنے لئے تین روز کے لئے خیار شرط کر لیا کرو۔

کہ تانی ہست از رحمان یقین	ہست تعجیلت ز شیطان لعین
کیونکہ آہستہ روی یقینا خدا کی جانب سے ہے	تیری جلد بازی ملعون شیطان کی جانب سے ہے

یعنی کہ اطمینان یقیناً حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اور تمہاری جلدی شیطان ملعون کی طرف سے ہے مطلب یہ

ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میاں جب خرید وفروخت کیا کرو اور اس میں تمہیں خوف ہو کہ اس میں دھوکہ کیا جاوے تو اس میں خیار شرط کرلیا کرو تو پھر تین دن میں اپنے نفع نقصان کو تم خوب سوچ سمجھ سکو گے اور اطمینان سے کام ہوگا کیونکہ اطمینان سے کام کرنا تو حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور جلدی کرنا شیطان کا کام ہے لہذا اطمینان سے خوب سوچ سمجھ کر کام کیا کرو۔ حدیث میں یہ قصہ اس طرح ہے کہ قال رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی اخدع فی البیوع فقال اذا بایعت فقل لاخلابة ولی الخیار ثلثة ایام تو دیکھئے کہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکہ سے بچنے کے لئے فرمایا کہ لاخلابۃ کہہ لیا کرو تو بس اسی طرح مولانا فرماتے ہیں کہ دھوکہ سے بچنے کے لئے لاخلابۃ کہہ لیا کرو۔ آگے اطمینان سے کام کرنے والوں کی مثالیں اور فائدے بیان کرتے ہیں کہ۔

پیش سگ چون لقمہ نان افگنی	بوکند آنگہ آخورد اے معتنی
تو جب کتے کے سامنے روٹی کا ٹکڑا ڈالتا ہے	اے خوشہ چین! وہ سونگھتا ہے پھر کھاتا ہے

یعنی کتے کے آگے جب تم روٹی کا ٹکڑا ڈالو گے تو وہ (اول) سونگھے گا اور اس وقت اس کو کھاوے گا اے خوشہ چین۔

او بہ بینی بوکند مابا خرد	رو ببویش خوش بعقل منتقد
وہ ناک سے سونگھتا ہے، ہم عقل سے	جا ان کو پرکھی ہوئی عقل سے اچھی طرح سونگھ لے

یعنی وہ تو ناک سے سونگھتا ہے اور ہم عقل سے تو تو اس کے سونگھنے سے پرکھنے والی عقل تک جا مطلب یہ کہ دیکھو جب تم کتے کو ٹکڑا ڈالتے ہو تو وہ اس کو سونگھ لیتا ہے جب کھاتا ہے کیونکہ وہ سونگھنے سے اس کے اندر اگر زہر وغیرہ ہو تو اس کو معلوم کر لیتا ہے لہذا ڈالتے ہی کھا نہیں جاتا بلکہ اطمینان سے کھاتا ہے بس اسی طرح تم کو چاہئے کہ جس طرح وہ ناک سے سونگھتا ہے اور ہر شے کے عیب وصواب کو معلوم کر لیتا ہے اسی طرح تم ہر شے کے عیب و صواب کو عقل سے معلوم کر لو اور خوب اطمینان سے سوچ سمجھ کر کام کرو جلدی مت کرو آگے فرماتے ہیں کہ۔

باتانی گشت موجود از خدا	تا بہ شش روز این زمین و چرخہا
خدا کی جانب سے آہستگی کے ساتھ موجود ہوئے	چھ دن میں یہ زمین اور آسمان

یعنی حق تعالیٰ سے یہ زمین وآسمان چھ دن میں اطمینان سے ہی موجود ہوئے (ورنہ)

ورنہ قادر بود او از کن فیکون	صد زمین و چرخ آوردے برون
ورنہ وہ قادر تھا کہ کن فیکون کے ذریعہ	سینکڑوں زمین اور آسمان پیدا کر دیتا

یعنی ورنہ حق تعالیٰ قادر تھے کہ (حکم) کن فیکون سے سینکڑوں زمین وآسمان باہر لے آتے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کو باوجودیکہ اس امر پر قدرت تھی کہ ایک کن کے حکم سے ایسے ایسے سینکڑوں آسمان وزمین پیدا فرما دیتے لیکن حق تعالیٰ نے آسمان وزمین کو چھ روز میں جو پیدا کیا تو بظاہر اس کے ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ بندوں کو

besturdubooks.wordpress.com

اطمینان سے کام کرنا سکھلایا جاوے۔

آدمی را اندک آں ہمام	تا چہل سالش کند مرد تمام
وہ شہنشاہ آدمی کو رفتہ رفتہ	اس کے چالیس سال میں پورا مرد بناتا ہے

یعنی آدمی کو وہ بادشاہ چالیس برس تک تھوڑا تھوڑا کر کے پورا آدمی کرتا ہے۔

گرچہ قادر بود کاندر یک نفس	از عدم پراں کند پنجاہ کس
اگرچہ وہ قادر تھا کہ ایک دم میں	عدم سے پچاس شخص روانہ کر دے

یعنی اگرچہ حق تعالیٰ قادر تھے کہ ایک دم میں عدم سے پچاس آدمی اڑا دیتے مطلب یہ کہ دیکھو حق تعالیٰ انسان کو چالیس برس تک تھوڑا تھوڑا بناتے ہیں اور اس کے بعد اس کو انسان کامل بناتے ہیں اور چالیس برس کے بعد پورا آدمی ہوتا ہے ورنہ وہ تو اس پر بھی قادر تھے کہ ایک دم میں اور ایک حکم کن میں پچاس آدمی کو پیدا فرماویں۔

بود عیسےٰ رادمے کز یک دعا	بے توقف زندہ کردے مردہ را
(حضرت) عیسیٰ کی ایسی پھونک تھی کہ ایک دعا سے	مردے کو بلاتوقف زندہ کر دیتے

یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ایک پھونک تھی کہ وہ دعا کی وجہ سے بلاتوقف مردہ کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔

خالق عیسیٰ نہ بتواند کہ او	بے توقف مردم آرد تو بتو
(کیا حضرت) عیسیٰ کا پیدا کرنے والا نہیں کر سکتا کہ وہ	بے توقف تہ بہ تہ انسان پیدا کر دے؟

یعنی کیا عیسیٰ علیہ السلام کے خالق تعالیٰ شانہ بلاتوقف تہ بتہ آدمی نہیں کر سکتے (لیکن)

این تانی از پۓ تعلیم تست	کہ طلب آہستہ باید بے شکست
یہ آہستہ روی ' تیری تعلیم کے لئے ہے	اس لئے کہ طلب آہستہ اور مسلسل چاہئے

یعنی یہ اطمینان تمہاری تعلیم کے واسطے ہے کہ طلب آہستہ اور بے انقطاع کے چاہئے مطلب یہ کہ دیکھو عیسیٰ علیہ السلام ایک پھونک میں مردہ کو باذن حق زندہ فرما دیتے تھے تو کیا خالق عیسیٰ علیہ السلام کو اتنی بھی قدرت نہ ہو گی کہ وہ ایک دم میں کسی کو پیدا فرما دے ضرور اس سے بھی کہیں زیادہ قدرت ہے لیکن یہ اطمینان سے کام کرنا اور دیر لگانا صرف بندوں کی تعلیم کے لئے ہے ورنہ حق تعالیٰ کو اس طرح کام کرنے کی کیا ضرورت ہے ان کے تو حکم میں کل کام ہوتے ہیں لہٰذا انسان کو چاہئے کہ آہستگی سے بلا انقطاع کے طلب میں لگا رہے آگے اس اطمینان سے کام کرنے کی وجہ سے پاک رہنے اور مقصود کے حاصل ہونے کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

جو یکے کوچک کہ دائم می رود	نے نجس گردد نہ گندہ می شود
وہ چھوٹی سے نہر جو ہمیشہ جاری رہتی ہے	(وہ) نہ تو ناپاک ہوتی ہے نہ گندہ

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ نالہ جو کہ ہمیشہ چلتا ہے نہ تو نجس ہوتا ہے اور نہ گندہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو چھوٹا سا نالہ جو کہ آہستہ آہستہ برابر چلتا رہے وہ نجاست کے پڑ جانے سے بھی نجس اور گندہ نہیں ہوتا پس اسی طرح تم آہستہ آہستہ طلب میں لگے رہو گے اور طلب چھوڑو گے نہیں تو ہمیشہ آرام سے پاک وصاف رہو گے۔

زین تانی زائد اقبال و سرور	این تانی بیضہ دولت چون طیور
یہ آہستہ روی اقبال (مندی) اور خوشی پیدا کرتی ہے	یہ آہستہ روی انڈا ہے (اور) دولت پرندوں کی طرح ہے

یعنی اس اطمینان سے اقبال اور سرور پیدا ہوتا ہے اور یہ اطمینان بیضہ ہے اور دولت پرندوں کی طرح ہے مطلب یہ کہ اس اطمینان کی مثال تو انڈے جیسی ہے اور دولت واقبال پرندوں کی طرح ہیں تو جس طرح انڈے سے جانور نکلتا اور پیدا ہوتا ہے اسی طرح اس اطمینان سے کام کرنے کی برکت سے دولت وسرور پیدا ہوتا ہے اب یہاں کوئی اعتراض کرتا ہے کہ بھلا اطمینان کا اور دولت کا کیا جوڑ ہے تو آگے اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

مرغ کے ماند بہ بیضہ اے عنید	گرچہ از بیضہ ہمی آید پدید
اے سرکش! پرند انڈے سے کب مشابہ ہے؟	اگرچہ وہ انڈے سے پیدا ہوتا ہے

یعنی ارے معاند جانور بیضہ کے کب مشابہ ہوتا ہے اگرچہ بیضہ ہی سے نکلتا ہے مطلب یہ کہ جس طرح مرغ اور بیضہ میں کوئی تماثل اور تشابہ نہیں ہوتا لیکن مرغ نکلتا اسی بیضہ ہی سے ہے تو اسی طرح دولت پیدا تو اس تانی ہی سے ہوتی ہے اگرچہ بظاہر کوئی ان میں جوڑ نہ ہو۔

باش تا اعضائے تو چون بیضہا	مرغہاز اینداندر انتہا
ٹھہر کہ تیرے اجزاء انڈوں کی طرح	آخر میں پرند جنیں

یعنی ٹھہر تا کہ تیرے اعضاء بیضوں کی طرح آخر میں بہت سے مرغ جنہیں۔ مطلب یہ کہ جلدی مت کر ذرا ٹھہر ارہ کہ تیرے یہی اعضاء آخر میں دولت واقبال کو جمع کر لیں گے جیسے کہ آخر میں انڈوں میں سے جانور نکل آتا ہے اب یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ اطمینان سے کام کرتے ہیں لیکن ان کو اقبال وسرور حاصل نہیں ہوتا۔ تو اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

بیضۂ مار ارچہ ماند در شبہ	بیضۂ کنجشک را دورست رہ
سانپ کا انڈا اگرچہ مشابہت میں یکساں ہے	چڑیا کے انڈے سے (لیکن دونوں میں) بہت فرق ہے

یعنی سانپ کا انڈا اگرچہ صورت میں چڑیا کے انڈے کے مشابہ ہے (مگر) راہ بہت دور ہے۔

دانی اے عاقل کہ ماند سین بشین	در نوشتن لیک در نقطہ بہ بین
اے عقلمند! تو جانتا ہے کہ سین شین کے مشابہ ہے	لکھنے میں لیکن نقطہ پر غور کر لے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے عاقل تو جانتا ہے کہ سین وشین لکھنے میں مشابہ ہوتے ہیں لیکن نقطہ میں دیکھ۔

دانہ آبی بدانہ سیب نیز	گرچہ ماند فرقہا دان اے عزیز
بہی کا بیج بھی سیب کے بیج سے	اگر چہ مشابہ ہے (لیکن) اے عزیز! بہت فرق سمجھ

یعنی بہی کا دانہ بھی سیب کے دانہ کے اگر چہ مشابہ ہوتا ہے (لیکن) اے عزیز فرق جانو۔

برگہا ہمرنگ باشد در نظر	میوہا ہر یک بود نوع دگر
پتے دیکھنے میں ایک رنگ کے ہوتے ہیں	ہر ایک کا پھل دوسری قسم کا ہوتا ہے

یعنی پتے دیکھنے میں ہمرنگ ہوتے ہیں (لیکن) میوے ہر ایک کے دوسری قسم کے ہوتے ہیں۔

برگہائے جسمہا مانندہ اند	لیک ہر جانے برلیعے زندہ اند
پتے (یعنی) جسم (باہمی) مشابہ ہیں	لیکن ہر جان مختلف پیداوار کے ساتھ زندہ ہے

یعنی جسموں کے پتے (بھی) مشابہ ہیں لیکن ہر جان اپنی آمدنی سے زندہ ہے۔

خلق در بازار یکساں می روند	آن یکے در ذوق و دیگر دردمند
لوگ بازار میں یکساں جاتے ہیں	(لیکن) ان میں سے ایک شوق سے دوسرا تکلیف سے

یعنی مخلوق بازار میں یکساں چلتی ہیں وہ ایک تو مزہ میں اور دوسرے دردمند ہیں۔

ہمچنان در مرگ یکسان می رویم	نیم در خسران و نیمے خسرویم
اسی طرح موت (کے بازار) میں ہم یکساں جاتے ہیں	ہم میں سے نصف ٹوٹے میں ہیں اور نصف شاہ ہیں

یعنی اسی طرح موت میں ہم سب ایک طرح جاتے ہیں (لیکن) آدھے خسران میں ہیں اور آدھے خوش ہیں۔ مطلب یہ کہ بات یہ ہے کہ تمام چیزوں میں ایسا تفاوت ہے کہ جس کی وجہ سے ہر شخص کے لئے باوجود مشابہت کے اثرات مختلف پیدا ہوتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے سانپ اور چڑیا کے انڈے تو مشابہ ہوتے ہیں لیکن بچے مختلف نکلتے ہیں۔ علیٰ ہذا بہی اور سیب کے دانے صورت میں مشابہ ہوتے ہیں لیکن ایک سے بہی پیدا ہوتی ہے اور دوسرے سے سیب پیدا ہوتا ہے غرضکہ ہر شخص کے لئے اثرات یکساں ظاہر ہونا ضروری نہیں ہے اسی طرح اور سب مثالوں کو منطبق کر لیا جاوے کہ دیکھو سارے آدمی ایک ہی طرح مرتے ہیں کہ روح کے نکلنے سے سب مر جاتے ہیں لیکن کوئی وہاں جا کر خوش رہتا ہے اور کوئی خاسر و نامراد رہتا ہے۔

این سخن پایاں ندارد باز گو	از بلال و از ہلال و کار او
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے پھر کہہ	(حضرت) بلالؓ اور ہلال اور ان کے کارنامے کی بات

یعنی یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی تو پھر بلال اور ہلال اور اس کے کام سے بیان کرو۔ مطلب یہ کہ اس امر کا

www.besturdubooks.wordpress.com

بیان کہ کون موت کے بعد خوش رہتا ہے اور کون خاسر رہتا ہے تو یہ بیان تو بہت طویل ہے لہذا تم اس بیان کو چھوڑ کر حضرت بلالؓ کی وفات کا قصہ بیان کرو کہ جس سے ان کا خوشی سے جان دینا معلوم ہو۔ اب آگے قصہ سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ دیکھو ایک صحابی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ حضور میں خرید و فروخت میں بہت نقصان اٹھاتا ہوں جو شخص کچھ خریدتا یا بیچتا ہے وہ کچھ ایسا جادو کرتا ہے کہ مجھے مغالطہ میں آ جانا پڑتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس بیچ میں تم کو دھوکہ کا اندیشہ ہو اس میں دوسرے شخص سے یہ کہہ دیا کرو کہ بھائی دھوکہ نہیں ہمیں تین دن کا اختیار ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ جن معاملات میں شبہ ہو ان میں توقف کرنا اچھا ہے اور جلدی کرنا برا دیکھو جب تم کتے کے آگے لقمہ ڈالتے ہو وہ اسے سونگھتا ہے اور پھر کھاتا ہے پس وہ تو ناک سے سونگھتا ہے اور ہم کو پرکھی ہوئی اور کھری عقل سے سونگھنا چاہئے اور دیکھو حق تعالیٰ نے توقف کیساتھ چھ دن میں زمین اور آسمان کو پیدا کیا ہے ورنہ وہ قادر تھا کہ ایک کن سے سو زمین و آسمان بنا دیتا۔ علیٰ ہذا وہ آدمی کو رفتہ رفتہ چالیس سال کی مدت میں کامل آدمی کرتا ہے اگرچہ وہ قادر ہے کہ ایک دم میں پچاس مکمل انسان عدم سے وجود میں لے آئے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کو ایک پھونک عطا ہوئی تھی یعنی وہ ایک دعا سے بے تامل مردہ کو زندہ کر دیتے تھے تو کیا خالق عیسیٰ ایسا نہیں کر سکتا کہ بے تامل بہت سے انسانوں کو عدم سے وجود میں لے آئے۔ ضرور کر سکتا ہے پھر اس توقف کا کیا سبب ہے وہ یہی ہے کہ تم اس سے سبق حاصل کرو کہ طلب میں آہستگی چاہئے مگر سلسلہ منقطع نہ ہونا چاہئے قید عدم انقطاع کا راز یہ ہے کہ دیکھو چھوٹی نہر آہستہ چلتی ہے اور منقطع نہیں ہوتی اس لئے نہ وہ ناپاک ہوتی ہے نہ سڑتی ہے لیکن اگر جریان رک جاوے تو نجس بھی ہو سکتی ہے اور گندہ بھی تو سمجھو کہ تانی سے خوش اقبالی اور خوشی پیدا ہوتی ہے۔ تانی گویا کہ ایک بیضہ ہے اور دولت اس کا بچہ تم تانی کرو اور آہستہ آہستہ کام کرتے رہو پھر دیکھنا کہ آخر میں بیضوں کی طرح تمہارے اعضاء سے کیسے کیسے بچے پیدا ہوتے ہیں لیکن اتنی بات یاد رکھو کہ گو اعضاء صورت میں سب یکساں ہیں مگر ان سے نتائج مختلف پیدا ہوتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس تشابہ کے ساتھ ان میں فرق بھی ہے مثلاً سانپ کا انڈا صورت میں چڑیا کے انڈے سے ملتا ہوا ہے مگر بایں ہمہ ان میں بون بعید ہے اور ہر ایک کی استعداد میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے۔ علیٰ ہذا تم سمجھو کہ سین وشین میں صورت میں تشابہ ہے مگر نقطوں کا فرق بھی ہے اور دیکھو بعض مختلف درختوں کے پتے ہمشکل ہوتے ہیں مگر ان کے میوے مختلف ہوتے ہیں پس یوں ہی اجسام بھی متشابہ ہیں لیکن ان کی ارواحیں مختلف پیداواروں کے ساتھ زندہ ہیں کسی میں کچھ پیداوار ہوتی ہے کسی میں کچھ اور دیکھو لوگ بازار میں چلتے پھرتے ہیں مگر باوجود تماثل صوری کے معنوی تفاوت بھی ان میں بہت کچھ ہوتا ہے۔ مثلاً ایک خوش اور شگفتہ ہوتا ہے دوسرا ملول اور رنجیدہ اسی طریقہ سے تم موتوں کا تفاوت بھی سمجھ سکتے ہو حالانکہ ہم سب ایک ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح مرتے ہیں مگر پھر بھی بہت فرق ہوتا ہے بعض لوگ تو خسارہ میں ہوتے ہیں اور بعض بادشاہوں کی طرح راحت وعیش میں خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی۔ اب بلال کی حالت اور ان کا واقعہ بیان کرنا چاہئے۔

شرح شبّیری

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا خوشی کیساتھ وفات پانا

چوں بلال از ضعف شد ہمچوں ہلال	رنگ مرگ افتاد بر روئے بلال
جب (حضرت) بلالؓ کمزوری سے چاند کی طرح ہو گئے	(حضرت) بلالؓ کے چہرے پر موت کے آثار آ گئے

یعنی بلالؓ جب ضعف کی وجہ سے ہلال کی طرح ہو گئے اور بلال کے چہرہ پر موت کا رنگ پڑا۔

جفت او دیدش بگفتا و احرب	پس بلالش گفت نے نے واطرب
ان کی بیوی نے ان کو دیکھا کہا ہائے لٹ گئے	تو (حضرت) بلالؓ نے ان سے کہا نہیں نہیں خوشی ہے

یعنی ان کی بیوی نے دیکھا تو بولیں کہ افسوس ہے تو بلال نے ان سے کہا کہ نہیں نہیں خوشی ہے۔

تا کنوں اندر حرب بودم ز زیست	تو چہ دانی مرگ چہ عیش است چیست
اب تک میں زندگی سے مصیبت میں تھا	تو کیا جانے موت میں کس قدر عیش ہے اور کیا چیز ہے؟

یعنی اس وقت تک میں زندگی کی وجہ سے افسوس میں تھا اور تو کیا جانے کہ موت کیسی عیش ہے اور کیا ہے۔

این ہمی گفت و رخش در عین گفت	نرگس و گل برگ و لالہ می شگفت
وہ یہ کہہ رہے تھے اور گفتگو کے درمیان ان کا چہرہ	نرگس اور گلاب کی پتیوں اور لالہ (کی طرح) کھل رہا تھا

یعنی یہ فرماتے تھے اور ان کا چہرۂ مبارک عین گفتگو کے وقت نرگس اور گل برگ اور لالہ کو کھلا رہا تھا۔

تاب رو و چشم پر انوار او	می گواہی داد بر گفتار او
چہرے کی رونق، اور ان کی پرنور آنکھیں	ان کے قول پر گواہی دے رہی تھیں

یعنی ان کی چہرۂ پرنور کی اور آنکھوں کی رونق ان کی باتوں پر گواہی دے رہی تھی۔ مطلب یہ کہ جب حضرت بلالؓ کے چہرہ پر آثار موت ظاہر ہوئے تو ان کی بیوی صاحبہ افسوس کرنے لگیں کہ اب یہ انتقال فرما جاویں گے تو حضرت بلالؓ فرمانے لگے کہ نہیں نہیں خوشی کا مقام ہے اور فرحت کا وقت ہے کیونکہ میں تو اس زندگی کی وجہ سے مصیبت میں تھا کہ یہ جسم ناسوتی مجھے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھی۔ اب میں روح ہو کر اور اس جسم ناسوتی کو ترک کر کے قرب حق میں زیادہ ہو جاؤں گا۔ اور فرمانے لگے کہ تمہیں کیا خبر ہے کہ موت میں کیسی عیش ہے اور کیسے مزے ہیں وہ تو ایک بہت

www.besturdubooks.wordpress.com

ہی عمدہ شے ہے جو کہ محبوب و محب میں ازدیاد قرب کا باعث ہوتی ہے مولانا فرماتے ہیں کہ یہ ان کا کہنا صرف زبان ہی سے نہ تھا بلکہ وہ ان باتوں کو دل سے کہہ رہے تھے اور اس گفتگو کے وقت ان کے چہرہ پر جو ایک رونق تھی وہ اس امر کو بتا رہی تھی کہ یہ ساری باتیں سچی ہیں اور یہ دل سے کہہ رہے ہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر سیہ دل خود سیہ دیدے ورا	مردم دیدہ سیہ آمد چرا
ہر سیہ دل ان کو کالا دیکھتا	آنکھ کی پتلی کالی کیوں واقع ہوئی ہے؟

یعنی ہر سیہ دل ان کو (صرف) سیاہ ہی دیکھتا ہے تو (بھلا) آنکھ کی پتلی کیوں سیاہ ہے۔ مطلب یہ کہ جو لوگ سیاہ دل ہیں ان کو حضرت بلال ؓ کے اندر کا نور نظر نہیں آتا تھا وہ صرف یہ دیکھتے تھے کہ وہ ایک حبشی ہیں اور ان کے اندر جبکہ وہ سیاہ ہیں نور کہاں سے آیا تو بھلا ہم یہ پوچھتے ہیں کہ آنکھ کی پتلی میں باوجود اس کے سیاہ ہونے کے نور کیوں ہے معلوم ہوا کہ سیاہ ہونا نور ہونے کے منافی نہیں ہے بلکہ۔

مردم نادیدہ آمد رو سیاہ	مردم دیدہ بود مرآت ماہ
نابینا انسان روسیاہ ہوئے	آنکھوں والے چاند کا آئینہ ہوتے ہیں

یعنی بے پتلی کے آدمی روسیاہ ہے اور پتلی والا آدمی چاند کا آئینہ ہے مطلب یہ کہ دیکھو جس شخص میں وہ سیاہ پتلی نہیں ہوتی وہ روسیاہ اور اندھا کہلاتا ہے اور جس میں وہ ہوتی ہے اس کو بینا اور روشن چشم کہتے ہیں غرضکہ سیاہ منافی نورانی ہونے کے نہیں ہے۔ آگے مولانا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہیں کہ۔

خود کہ بیند مردم دیدہ ترا	در جہان جز مردم دیدہ فزا
آپ کو آنکھ کی پتلی کون سمجھ سکتا ہے	دنیا میں سوائے روشنی بڑھانے والی پتلی کے؟

یعنی اے آنکھ کی پتلی تم کو خود جہان میں کون دیکھ سکتا ہے سوائے نگاہ کے بڑھانے والے آدمی کے۔ مطلب یہ کہ اے بلال تمہاری اصلی حالت کو سوائے اس شخص کے جو کہ مبصر ہو اور آنکھ والا ہو اور نورانی ہو وہی معلوم کر سکتا ہے ورنہ دوسرے کسی شخص کو تو خبر بھی نہیں ہو سکتی۔ اور وہ تم کو صرف ایک حبشی غلام ہی خیال کرے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

چون بغیر مردم دیدہ اش ندید	پس بغیر او کہ در رنگش رسید
جبکہ ان (بلال ؓ) کو آنکھ کی پتلی کے علاوہ کوئی نہ سمجھ سکا	تو اس (آنکھ کی پتلی کے) سوا کون ان (بلال) کے رنگ کو پہنچ سکتا ہے

یعنی جب سوائے آنکھ کی پتلی کے اس کو کسی نے نہیں دیکھا تو پھر اس کے سوا اور کون ہوگا جو اس کے رنگ میں پہنچا۔

پس جزا و جملہ مقلد آمدند	در صفات مردم دیدہ بلند
ان (آنکھ کی پتلی) کے علاوہ سب مقلد ہیں	بلند آنکھ کی پتلی کے صفات کے بارے میں

یعنی اس سوا اس کے سب مقلد ہیں صفات میں مردمک دیدہ کے بلند۔ مطلب یہ کہ جب حضرت بلال ؓ کی

www.besturdubooks.wordpress.com

حقیقت کو بجز اس بصیرت والے کے اور کوئی پہچان ہی نہیں سکتا تو پھر اس بصیرت والے کے سوا جس نے بھی اس کو دیکھا اس نے صرف رنگ ہی رنگ دیکھا اور اس کو کچھ بھی نظر نہ آیا آگے پھر حضرت بلالؓ کی بیوی کا مقولہ ہے۔

گفت جفتش الفراق اے خوشخصال	گفت نے نے الوصالست این فصال
ان کی بیوی نے کہا' اے خوش خصلت! جدائی ہے	انہوں نے فرمایا' نہیں نہیں یہ جدائی وصال ہے

یعنی ان کی بیوی نے کہا کہ اے خوشخصال فراق ہے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں نہیں۔ یہ جدائی تو عین وصل ہے (کیونکہ یہاں سے جدا ہو کر قرب حق اور وصل حق نصیب ہوگا جو کہ عین مقصود اور وصل حقیقی ہے)

گفت جفت امشب غریبے میروی	از تبار و خویش غائب می شوی
بیوی نے کہا! آج کی رات مسافر بنکر جا رہے ہو	خاندان اور اپنوں سے غائب ہو رہے ہو

یعنی بیوی صاحبہ نے کہا کہ آج کی رات تم سفر میں جا رہے ہو اور عزیز و اقارب سے غائب ہو رہے ہو۔

گفت نے نے بلکہ امشب جان من	می رسد خود از غریبی در وطن
انہوں نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ آج کی رات میری جان	خود مسافرت سے وطن میں جا رہی ہے

یعنی حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ نہیں نہیں بلکہ آج کی رات تو میری جان سفر سے وطن میں پہنچ رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آج تو اس کو دار فانی سے علیحدگی کے بعد وطن اصلی میں جگہ ملے گی اور یہ وہاں جاوے گی پھر سفر میں جانا کہاں ہوا بلکہ میں تو وطن اصلی میں جا رہا ہوں پھر کیا غم ہے اور اس کا وطن اصلی ہونا ظاہر ہے۔

گفت اے جان و دلم و احسرتاہ	گفت نے نے جان من یا دولتاہ
انہوں نے عرض کیا اے میری جان اور دل افسوس ہے	انہوں نے فرمایا نہیں نہیں اے میری جان! بڑی خوش نصیبی ہے

یعنی بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ اے میری جان و دل افسوس ہے تو حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ نہیں نہیں میری جان خوب دولت ہے۔ مطلب یہ کہ جب ان کی بیوی صاحبہ ان کے انتقال پر افسوس کرنے لگیں تو حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ افسوس مت کرو کیونکہ مجھے تو ایک دولت مل رہی ہے اور وہ قرب و وصل حق تھا۔

گفت رویت را کجا بینیم ما	گفت اندر حلقۂ خاص خدا
انہوں نے عرض کیا ہم آپ کا چہرہ کہاں دیکھیں گے	فرمایا خدا کے خاص حلقہ میں

یعنی بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ آپ کے چہرۂ (مبارک) کو کہاں دیکھیں گے تو حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے حلقہ خاص میں۔ مطلب یہ کہ جب بیوی صاحبہ افسوس کرنے لگیں کہ اب یہ چہرہ کہاں نظر آوے گا اور کس طرح اس کو دیکھ سکیں گے تو آپ نے فرمایا کہ جب متوجہ بحق ہوگی اسی وقت تم کو میرا چہرہ نظر آجاوے گا چہرہ نظر آنے سے مراد قرب ہے۔ مقصود یہ ہوا کہ چونکہ میں اب خدا تعالیٰ کے پاس جا رہا ہوں لہذا

تم جب متوجہ بحق ہوگی تو تم کو میرا قرب حاصل ہو جاوے گا اور تم کو تسلی ہو جایا کریگی۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

گر نظر بالا کنی نے سوئے پست	حلقۂ خاصش بتو پیوستہ است
اگر تو اوپر کو نظر رکھے نہ کہ پستی کی جانب	اس کا خاص حلقہ تجھ سے جڑا ہوا ہے

یعنی حق تعالیٰ کا حلقہ خاص تم سے ملا ہوا ہے اگر تم بلند نظری کرو نہ کہ پستی کی طرف۔ مطلب یہ کہ اگر تم متوجہ بحق ہو اور اس طرف اپنی توجہ کروگی اور اس دنیائے دنی پر لات ماروگی تو" انشاء اللہ تم کو میرا قرب اور تسلی جو کہ مقصود قرب ہے حاصل ہو جایا کریگی کیونکہ۔

نور می تابد چو در حلقہ نگین	اندران حلقہ زرب العالمین
نور اس طرح چمکتا ہے جیسا کہ (انگوٹھی کے) حلقہ میں نگینہ	اس حلقہ میں رب العالمین کا

یعنی اس حلقہ میں رب العالمین کا نور چمکتا ہے جیسے کہ انگوٹھی میں نگینہ۔ مطلب یہ کہ حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ تم جب متوجہ بحق ہوگی تو تمہارے قلب میں نورانیت پیدا ہوگی اور اس نورانیت سے تم کو تسلی حاصل ہوگی یا یہ کہا جاوے کہ اس نور سے تمہارے قلب میں صفائی پیدا ہوگی اور اس صفائی سے تم کو کشف ہونے لگے گا اور تم مجھے دیکھ لیا کروگے۔ غرضکہ حاصل یہ کہ توجہ بحق کرنے سے تم کو قرب یا قرب سے جو مقصود ہے یعنی تسلی حاصل ہو جایا کرے گی۔ آگے پھر بیوی صاحبہ کا مقولہ ہے۔

گفت اندرمہ نگر منگر بہ میغ	گفت ویران گشت این خانہ دریغ
فرمایا چاند کو دیکھئے ابر کو نہ دیکھ	انہوں نے عرض کیا افسوس ہے یہ گھر ویران ہوگیا

یعنی بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ افسوس یہ گھر اجڑ گیا تو حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ چاند کو دیکھو ابر کو مت دیکھو۔ مطلب یہ کہ جب بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ افسوس یہ گھر اجڑ گیا اور ویران ہوگیا تو انہوں نے تو ظاہری گھر کو مراد لیا تھا جیسا کہ محاورہ ہے اور جیسا کہ اوپر سے ان کے کلام سے تمام یہی ظاہری اشیاء مراد ہیں لیکن اوپر سے بھی اور یہاں بھی حضرت بلالؓ ان کے الفاظ کو دوسرے معنی کی طرف لے گئے یعنی انہوں نے مکان سے مراد تن لیا تو ان کے جواب میں فرمایا کہ تم چاند کو دیکھو ابر کو مت دیکھو۔ مطلب یہ کہ روح کو دیکھو اور اس تن ظاہری کو مت دیکھو کہ یہ خراب ہو رہا ہے یا ویران ہو رہا ہے بلکہ اس پر نظر کرو کہ میری روح کو اس سے کیا کچھ آرام اور راحت اور چین نصیب ہو رہا ہے لہذا اب افسوس کرنا فضول ہے اب آگے مولانا اس تن ظاہری کے موت سے ویران کردینے کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ موت کے ذریعہ سے اس تن ظاہر کو کیوں ویران کردیا جاتا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ چونکہ روح کے کیفیات و حالات زیادہ تھے جو اس تن ظاہر کے اندر نہ سما سکتے تھے اس لئے روح کو اس تن سے جو کہ اس کے بجائے گھر کے تھا الگ کردیا گیا تا کہ وہ اپنے تمام اسباب یعنی علوم و معارف کو بڑھا سکے اور ان کو ترقی دے سکے اور اس تن کی کوٹھڑی میں مقید نہ رہنا پڑے یہ تو خلاصہ تھا اب اصل کو سنئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بدن کے موت سے ویران ہو جانے کی حکمت

کرد ویران تا کند معمور تر	قوم انبہ بود و خانہ مختصر
ویران کیا تا کہ زیادہ آباد کرے	لوگ زیادہ تھے اور گھر مختصر (تھا)

یعنی ویران کر دیا تا کہ خوب عمدہ کردیں کیونکہ قوم زیادہ تھی اور گھر چھوٹا تھا (قوم سے مراد علوم و معارف ہیں) مطلب یہ کہ قاعدہ ہے کہ جب گھر چھوٹا ہو اور آدمی زیادہ ہوں تو اس مکان کو توڑ کر دوسرا مکان اس سے بڑا بنایا کرتے ہیں تا کہ سارے آدمی اس میں سما سکیں۔ بس اسی طرح چونکہ علوم و معارف زیادہ تھے اور یہ بدن ان کے لئے مکان تنگ تھا تو اس مکان تن کو ویران کر کے دوسرا مکان بنایا گیا تا کہ وہ سب علوم اس میں رہ سکیں اور روح ان میں اور ترقی کر سکے تو اس بدن کے ویران کرنے میں یہ حکمت ہوئی کہ روح کے لئے دوسرا مکان اس سے زیادہ وسیع اور خوبصورت اور عمدہ بنایا جاوے گا آگے پھر مقولہ حضرت بلالؓ کا ہے فرماتے ہیں کہ۔

من چو آدم بودم اول حبس کرب	پر شدا کنوں نسل جانم شرق وغرب
میں شروع میں (حضرت) آدمؑ کی طرح بے چینی میں تھا	اب میری جان کی نسل سے مشرق و مغرب بھر گئی

یعنی میں آدم کی طرح اول محبوس کرب تھا اور اب میری جان کی نسل شرقاً غرباً پر ہو گئی۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ حضرت آدمؑ اول تو آب وگل میں محبوس رہے اور ان کو جسم عطا نہ ہوا تو وہ اس حالت میں تنگ ہو رہے تھے اسی طرح میں بھی اس دنیا میں رہ کر تکلیف میں تھا اور تنگ ہو رہا تھا پھر بعد میں جس طرح کہ آدم علیہ السلام کو جسم عنصری عطا ہوا اور اس کے ذریعہ سے ان کی اولاد شرقاً غرباً پھیل گئی بس اسی طرح اب میں اس دنیا سے نکل کر جو روح ہو گیا ہوں تو میرے علوم و معارف بھی بہت زیادہ ہو گئے ہیں اور تمام میں پھیل گئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

من گدا بودم دریں خانہ چو چاہ	شاہ گشتم قصر باید بہر شاہ
میں اس کنویں جیسے گھر میں فقیر تھا	میں شاہ ہو گیا بادشاہ کے لئے قلعہ چاہیے

یعنی کہ میں اس کنویں جیسے گھر میں فقیر تھا (اور اب) میں بادشاہ ہو گیا ہوں تو بادشاہ کے لئے تو محل کی ضرورت ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ میں اس دنیا میں تو علوم و معارف سے خالی اور ان کا محتاج تھا تو میرا دل اس ویرانہ میں اور تنگ جھونپڑی میں یعنی دنیا میں لگتا تھا لیکن اب جو میں بادشاہ ہو گیا ہوں اور مجھے علوم و معارف کا مال و دولت مل گیا ہے تو اب مجھ کو ضرورت ہے کہ میں محل میں رہوں اور میرے لائق محل یہاں ہے نہیں لہذا ضروری ہوا کہ میں کسی ایسے مقام پر جاؤں جہاں وہ محل مجھے ملے اور وہ مقام عدم ہے لہذا اب وہیں جانا ضروری ہوا۔

قصر ہا خود مر شہاں را مانس است	مردہ را خانہ و مکان گورے بس است
قلعے شاہوں کے لئے مانوس ہیں	مردے کے لئے ایک قبر گھر اور مکان کافی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی محلات خود بادشاہوں کے انس کی جگہ ہے اور مردہ کے لئے گھر اور مکان ایک گور کافی ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو بادشاہوں کا دل تو محلات ہی میں لگتا ہے اور مردوں کے لئے ایک گور کافی ہے وہی ان کا مکان اور وہی ان کے لئے محل ہے تو چونکہ اہل دنیا بالکل مردوں کی مثل ہیں لہذا ان کو یہ دنیا ہی کے مکان اچھے معلوم ہوتے ہیں۔

انبیاء را تنگ آمد ایں جہان	چون شہان گشتند اندر لامکان
انبیاء کے لئے یہ جہان تنگ ہو گیا	(تو) شاہوں کی طرح لامکان میں چلے گئے

یعنی یہ جہان انبیاء علیہم السلام کے لئے تنگ معلوم ہوا تو وہ بادشاہوں کی طرح لامکان میں چلے گئے۔

مرد گانرا اینجہاں بنمود فر	ظاہرش زفت و بہ معنی تنگ تر
مردوں کو اس جہان نے شان و شوکت دکھائی	جس کا ظاہر وسیع ہے اور حقیقتاً بہت تنگ ہے

یعنی مردوں کے لئے اس جہان نے شوکت دکھلائی تو اس کا ظاہر تو بڑا ہے اور اندر سے بالکل تنگ ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو انبیاء علیہم السلام چونکہ بادشاہ تھے ان کا دل اس دنیا کے تنگ جھونپڑے میں نہ لگا اور وہ یہاں جب تک رہے پریشان ہی رہے۔ لہذا وہ یہاں سے نکل کر عدم میں چلے گئے اور وہاں اپنے محلات میں رہے اور چونکہ اہل دنیا مردہ ہیں لہذا ان کو اسی میں راحت و آرام ہے اور یہ اسی کو وسیع و فراخ خیال کرتے ہیں حالانکہ اس کی حالت یہ ہے کہ ظاہر میں تو خوب بڑا ہے اور اصل میں بالکل تنگ ہے۔ اب آگے اس کے تنگ ہونے کو ایک دلیل سے بیان فرماتے ہیں کہ۔

گر نبودے تنگ این افغان ز چیست	چون دوتا شد ہر کہ در روے بیش زیست
اگر وہ تنگ نہ ہوتا تو یہ چیخ پکار کیوں ہے؟	جو اس میں زیادہ جیتا ہے دوہرا کیوں ہو جاتا ہے؟

یعنی اگر یہ تنگ نہ ہوتا تو یہ شور و غل کس لئے ہے اور جو شخص کہ کچھ روز زیادہ زندہ رہا وہ دوہرا کیوں ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو اگر یہ دنیا مکان تنگ نہ ہوتی تو اس کے رہنے والے گھبرایا کیوں کرتے کہ جسے دیکھو پریشان ہے جسے دیکھو تفکرات میں غلطاں و پیچان ہے اور پھر یہ کہ جہاں کسی کو ذرا زیادہ دن زندہ رہنا پڑا اور وہ بیچارہ دوہرا ہوا کمر جھک گئی تو آخر یہ کمر کیوں جھک جاتی ہے۔ یہ صاف اس امر کی دلیل ہے کہ یہ مکان بہت ہی تنگ ہے کہ جس کی تنگی کی وجہ سے انسان زیادہ روز تک اس میں سیدھا کھڑا بھی نہیں ہو سکتا بلکہ تھوڑے دنوں میں اس کے حالات سے تنگ آ کر اور تھک کر جھک جاتا ہے جس سے اس کی تنگی صاف طور پر واضح ہوتی ہے۔

در زمان خواب چون آزاد شد	زان مکان بنگر کہ جان چون شاد شد
نیند کی حالت میں جب آزاد ہو جاتا ہے	اس مکان سے دیکھ جان کیسی خوش ہوتی ہے

یعنی خواب کے وقت میں کیسا آزاد ہو گیا اور اس مکان سے دیکھو کہ جان کس طرح خوش ہوئی مطلب یہ کہ دیکھو خواب کہ ایک نمونہ ہے عدم کا اور اس دنیا سے تھوڑا سا تغافل ہے لیکن اس میں جا کر انسان کیا کچھ

www.besturdubooks.wordpress.com

خوش ہوتا ہے اور کیسا آزاد ہو جاتا ہے کیونکہ اس دنیا سے تو غفلت ہوتی ہے تو اس کو بالکل راحت و آرام ہی ہوتا ہے تو جب بالکل اس دنیا سے علیحدگی ہو جاوے تو پھر ظاہر ہے کہ کیسا کچھ عیش حاصل ہوگا آگے بھی اسی راحت و آرام کی تشریح فرماتے ہیں کہ دیکھو خواب میں یہ نفع ہے کہ۔

ظالم از ظلم طبیعت باز رست	مرد زندانے ز فکر حبس جست
ظالم طبیعت کے ظلم سے چھوٹ گیا	قیدی قید کی فکر سے نکل گیا

یعنی ظالم تو طبعی ظلم سے چھوٹ گیا اور قیدی آدمی قید کی فکر سے نکل گیا۔ یعنی خواب میں جا کر ظالم تو اپنے اس ظلم طبعی سے چھوٹ گیا اور اتنی مدت کے لئے وہ ظلم سے باز آ گیا اور جو قیدی ہے اس کو اپنی قید کی فکر نہ رہی بلکہ وہ خواب میں جاتے ہی ایسا ہو گیا گویا کہ بالکل ہی آزاد تھا۔

این زمین و آسمان بس فراخ	سخت تنگ آمد بهنگام مناخ
یہ زمین اور آسمان جو بہت وسیع ہیں	ڈیرہ ڈالنے کے وقت بہت تنگ نکلے

یعنی یہ زمین و آسمان بہت فراخ سونے کے وقت بیحد تنگ معلوم ہوتا ہے مطلب یہ کہ انسان جب سو جاتا ہے تو اس کو زمین و آسمان جو کہ ایسے فراخ اور وسیع ہیں بالکل تنگ معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ اکثر خواب میں ہوتا ہے تو جب نمونہ عدم میں جا کر یہ آسمان و زمین تنگ معلوم ہوتے ہیں تو اصل عدم کے مقابلہ میں تو کیوں تنگ نہ ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ اس کے سامنے یہ سب بالکل تنگ و تاریک جھونپڑا معلوم ہوگا۔

چشم بند آمد فراخ و سخت تنگ	خندهٔ او گریه فخرش جمله ننگ
(یہ دنیا) بہت وسیع اور بہت تنگ نظر بندی ہے	اس کی ہنسی رونا ہے اس کا فخر ذلت ہے

یعنی یہ ایک نظر بندی ہے کہ وسیع ہے اور بے حد تنگ ہے اس کی ہنسی رونا ہے اور اس کا فخر بالکل ننگ ہے مطلب یہ کہ اس جہان میں عجب ایک نظر بندی ہے کہ ظاہر میں وسیع معلوم ہوتا ہے اور اصل میں بے حد تنگ ہے اور اس کی ہنسی انجام کے اعتبار سے بالکل رونا ہی رونا ہے اور اس میں جو چیزیں کہ مایہ فخر ہیں وہ اصل میں بالکل شرم اور ننگ کی باتیں ہیں۔ آگے دنیا کے ظاہر میں وسیع اور باطن میں تنگ ہونے کو مثالوں سے واضح فرماتے ہیں۔

دنیا کی مثال جو کہ ظاہر میں وسیع ہے اور باطن میں تنگ ہے اور خواب کی تشبیہ موت سے جو کہ اس تنگی سے چھوٹنا ہے

ہمچو گرما بہ کہ تفسیدہ بود	اندر آئی جانت بخسیدہ بود
حمام کی طرح جو گرم ہو	تو اندر آئے تیری جان پژمردہ ہوتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مثل حمام کے جو کہ گرم کیا گیا ہو تو اندر آوے تو تیری جان گھٹنے لگے۔

گرچہ گرمابہ عریض است وطویل	زان تپش تنگ آیدت جان وکلیل
اگرچہ حمام چوڑا اور لمبا ہے	اس گرمی سے تیری جان تنگ اور عاجز آ جاتی ہے

یعنی اگرچہ حمام لمبا چوڑا ہے (لیکن) اس تپش سے تیری جان تنگ اور پریشان ہوتی ہے۔

تا برون نائی نہ بکشاید دلت	پس چہ سود آمد فراخے منزلت
جب تک تو باہر نہیں آتا ہے تیرا دل نہیں کھلتا	تو جگہ کی وسعت سے تجھے کیا فائدہ ہے؟

یعنی جب تک کہ تو باہر نہ آوے تیرا دل نہ کھلے پھر گھر کی فراخی تیرے کیا کام آئی۔ مطلب یہ کہ دیکھو ایک حمام ہے جو کہ بہت لمبا چوڑا ہے لیکن اس کو خوب گرم کیا گیا ہے جس سے کہ تمہارا دل اس میں گھبرانے لگا ہے اور جب تک تم باہر نہ آؤ گے تمہارا دل ٹھکانے نہ لگے گا اور اس میں رہتے ہوئے تم پریشان ہی رہو گے حالانکہ اس حمام کا مکان خوب وسیع وفراخ ہے تو بس اسی طرح جو حضرات کہ اس دنیا کی برائیوں پر نظر رکھتے ہیں ان کا دل بھی باوجود اس کی ظاہری ٹیپ ٹاپ کے نہیں لگتا اور وہ اس میں پریشان ہی رہتے ہیں آگے اسی کی ایک دوسری مثال بیان فرماتے ہیں کہ۔

یا کہ کفش تنگ پوشی اے غوی	در بیابان فراخے می روی
یا کہ اے گمراہ! تو تنگ جوتا پہنے	اور جنگل وسیع میں تو چلے

یعنی یا تو اے سرکش تنگ جوتا پہنے اور ایک وسیع جنگل میں تو چلے۔

آن فراخی بیابان تنگ گشت	بر تو زندان آمد آن صحرا ودشت
جنگل کی وہ وسعت تنگ ہو جائے گی	وہ جنگل اور میدان تیرے لئے قید خانہ ہو گا

یعنی وہ بیابان کی وسعت تنگ ہو گئی اور وہ جنگل اور میدان تجھ پر قید خانہ ہو گیا۔

ہر کہ دید او مرترا از دور گفت	کو دران صحرا چو لالہ بر شگفت
جس نے تجھے دور سے دیکھا کہا	وہ اس جنگل میں لالے کی طرح کھلا ہے

یعنی جس نے تجھے دور سے دیکھا تو وہ بولا کہ وہ اس جنگل میں لالہ کی طرح کھل رہا ہے۔

او نمی داند کہ تو چون ظالمان	از برون در گلشنے جان در فغان
وہ نہیں سمجھتا کہ تو ظالموں کی طرح	باہر سے چمن میں ہے جان فریاد میں ہے

یعنی وہ (دیکھنے والا) نہیں جانتا کہ تو ظالموں کی طرح باہر سے تو گلشن میں ہے اور جان مصیبت میں ہے۔ مطلب یہ کہ دوسری مثال۔ یوں سمجھو کہ تم ایک تنگ جوتا پہن کر ایک وسیع جنگل میں چلو تو دیکھنے والا تو یوں سمجھتا ہے کہ تم خوب آرام کے ساتھ اس لق ودق جنگل میں بے رکاوٹ کے چلے جا رہے ہو لیکن تمہاری حالت یہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ سخت مصیبت میں ہو اور وہ لق ودق لمبا چوڑا جنگل تمہارے لئے کچھ بھی فرحت بخش نہیں ہے بلکہ سخت تکلیف دہ ہو رہا ہے۔ اسی طرح دنیا میں رہنے والوں کو یوں سمجھا جاتا ہے کہ بہت عیش و آرام میں ہیں لیکن سچ یہ ہے کہ جسے دیکھو وہ مصیبت میں ہے جسے دیکھو کسی نہ کسی آفت میں مبتلا ہے اب آگے موت کو خواب سے مثال دیتے ہیں کہ۔

خواب تو آن کفش بیرون کردنست	کہ زمانے جانت آزاد از تن است
تیری نیند اس جوتے (جسم) کو اتار دینا ہے	کیونکہ اس وقت تیری جان جسم سے آزاد ہے

یعنی تمہاری نیند اس جوتہ کو نکال ڈالنا ہے کہ ایک زمانہ کے لئے تیری جان تن سے آزاد ہے مطلب یہ کہ تمہارا سو جانا ایسا ہے جیسا کہ وہ چلنے والا اس جوتہ کو اتار دے کہ چونکہ کچھ دیر کے لئے تن سے اور اس عالم سے غفلت ہوگئی ہے اس لئے راحت و آرام میں ہو تو جب دنیا سے بالکل ہی علیحدگی ہو جاوے گی اس وقت کو خیال کرو اور اس راحت و آرام پر قیاس کرلو کہ کیسا کچھ آرام اور کیسی کچھ راحت ہوگی۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

اولیا را خواب ملک است اے فلان	ہمچو آن اصحاب کہف اندر جہان
اے فلاں! اولیاء کیلئے نیند سلطنت ہے	جس طرح دنیا میں اصحاب کہف

یعنی نیند اولیاء اللہ کے لئے بادشاہی ہے اے فلان جیسے کہ وہ اصحاب کہف کے لئے جہان میں۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کو نیند بجائے بادشاہی کے ہے اس لئے کہ ان کو نیند میں چونکہ اس جہان سے علیحدگی ہو جاتی ہے گویا کہ ان کو بادشاہی مل گئی ان کو ایسی خوشی ہوتی ہے۔

خواب می بینند و آنجا خواب نے	در عدم در میروند و باب نے
وہ خواب دیکھتے ہیں اور وہاں نیند نہیں ہے	وہ عدم میں چلے جاتے ہیں اور دروازہ نہیں ہے

یعنی خواب دیکھتے ہیں اور اس جگہ خواب نہیں ہے عدم میں جاتے ہیں اور دروازہ نہیں ہے مطلب یہ کہ بے سوئے ہوئے عالم عدم کا مشاہدہ کرتے ہیں اور لوگ جن امور کو سو کر دیکھتے ہیں وہ بے سوئے ہوئے ان کا مشاہدہ کر لیتے ہیں اور عالم عدم میں چلے جاتے ہیں حالانکہ ظاہر میں کوئی دروازہ نہیں بلکہ بذریعہ کشف کے ان کو اس عالم کا مشاہدہ ہو جاتا ہے اور وہ سب چیزوں کو دیکھ لیتے ہیں۔ غرضکہ ثابت ہوگیا کہ یہ دنیا تنگ ہے اور اس میں اہل اللہ کا دل گھبراتا ہے۔ اب آگے پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا مقولہ نقل فرماتے ہیں کہ۔

خانہ تنگ و درون جان چنگلوک	کرد ویران تا کند قصر ملوک
گھر تنگ ہے اور اندر جان اٹیرن ہے	اس کو ویران کیا تاکہ شاہوں کا محل بنائے

یعنی گھر تنگ تھا اور اندر جان اٹیرن ہو رہی تھی تو ویران کر دیا تا کہ بادشاہی محل بنادے۔ مطلب یہ کہ انہوں نے فرمایا کہ میری جان اس تنگ بدن کے مکان میں گھٹ رہی تھی تو اب اس بدن کو حق تعالیٰ نے ویران کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

تا کہ اس کو محل شاہی بنادے۔ اور فرماتے ہیں کہ۔

چنگلوکم چون جنین اندر رحم	نہ مہہ گشتم شد این نقلان مہم
میں اسیرن ہوں جیسا کہ رحم میں بچہ	مجھے نو مہینے ہو گئے ہیں یہ انتقال ضروری ہے

یعنی میں ایسا اسیرن ہو رہا ہوں جیسے کہ پیٹ میں بچہ اور میں نو مہینے کا ہو گیا ہوں تو یہ منتقل ہونا ضروری ہوا۔ مطلب یہ کہ اب میں علوم و معارف حاصل کر کے کامل ہو چکا ہوں جیسے کہ بچہ پیٹ میں گوشت پوست حاصل کر کے پورا ہو جاتا ہے تو جس طرح کامل ہو جانے کے بعد وہ نکلنا چاہتا ہے اور اس رحم کو جو اس عالم کی نسبت کر تنگ ہے چھوڑ کر اس عالم میں آنا چاہتا ہے بس اسی طرح میں بھی اب کامل ہو گیا ہوں میں بھی اس عالم کو ترک کرنا چاہتا ہوں کیونکہ یہ عالم اس عالم اخروی کے مقابلہ میں رحم سے بھی چھوٹا ہے لہذا یہاں سے نکلنا ضروری ہوا۔

گر نباشد درد زہ بر مادرم	من درین زندان میان آذرم
اگر میری ماں کو درد زہ نہ ہوتا	میں اس قید خانہ میں آگ میں ہوتا

یعنی اگر میری ماں کو دردزہ نہ ہو تو میں اس قید خانہ میں آگ میں ہوں۔

مادر طبعم ز درد مرگ خویش	می کند زہ تا رہد برہ زمیش
میری مادر طبیعت اپنی موت کے درد سے	زہ میں ہے تا کہ بھیڑ کا بچہ بھیڑ سے نکل آئے

یعنی میری مادر طبع اپنی موت کے درد سے دردزہ کرتی ہے تا کہ بچہ بھیڑ سے چھوٹ جاوے۔

تا چرد آن برہ در صحرائے سبز	ہیں رحم بکشا کہ گشت آن برہ گبز
تا کہ وہ بھیڑ کا بچہ سرسبز میدان میں چگے	ہاں رحم کو کھول کیونکہ وہ بھیڑ کا بچہ فرب ہو گیا ہے

یعنی تا کہ وہ بچہ سرسبز جنگل میں چرے ارے رحم کھول دو کہ بچہ خوب ڈبل ہو گیا ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو اگر ماں کو دردزہ کی تکلیف نہ ہو تو وہ بیچارہ بچہ پیٹ میں سے کس طرح باہر آوے بلکہ وہ تو وہیں گھٹ گھٹ کر مر جاوے تو جب اس کو دردزہ کی تکلیف ہوتی ہے جب ہی تو وہ بچہ نکل کر سرسبز جنگل میں چرتا ہے اور پھر کامل ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر اس بدن کو اور روح کو نزع کی ذرا سی کلفت نہ ہو تو پھر یہ روح جو اس میں پھنسی ہوئی ہے کس طرح نکلے۔ اور کس طرح علوم و معارف کو حاصل کرے۔ یہ تو جب ہی حاصل کر سکتی ہے جبکہ اس تن عنصری کو تکلیف ہو اور پھر یہ روح اس سے الگ ہو پھر اس کا کمال اور جمال دیکھو۔

درد زہ گر رنج آبستان بود	بر جنین اشکستن زندان بود
دردزہ اگرچہ حاملہ کے لئے موجب تکلیف ہوتا ہے	بچے کے لئے قید خانہ کا ٹوٹنا ہوتا ہے

یعنی دردزہ اگرچہ حاملہ کے لئے تکلیف ہوتی ہے (لیکن) بچہ پر قید خانہ کا ٹوٹنا ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حاملہ گریان زرہ کاین المناص	وان جنین خندان کہ پیش آمد خلاص
حاملہ درد زہ سے روتی ہے کہ بچاؤ کی جگہ کہاں ہے	اور وہ بچہ ہنستا ہے کہ چھٹکارا درپیش ہے

یعنی حاملہ تو درد زہ سے رو رہی ہے کہ چھٹکارا کہاں ہے اور وہ بچہ خوش ہے کہ چھٹکارا سامنے آ گیا مطلب یہ کہ حاملہ کے لئے تو درد زہ مصیبت کا سامنا ہوتا ہے اور وہ اس سے چھوٹنا چاہتی ہے لیکن بچہ کو اس سے بیحد خوشی ہوتی ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ چھٹکارے کا وقت آ گیا اور اب اس قید خانہ سے چھٹکارا ہوگا تو اسی طرح جو حضرات کہ کامل ہو گئے ہیں وہ اس دنیا میں گھبراتے ہیں اور جب نزع ہوتی ہے اور نزع کی تکلیف ہوتی ہے تو ان کی روح خوش ہوتی ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ اس سے چھٹکارا ہوا آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہر چہ زیر چرخ ہستند امہات	از جماد و از بہیمہ وز نبات
جو مائیں آسمان کے نیچے ہیں	جمادات اور حیوانات اور نباتات سے

یعنی آسمان کے نیچے جو مائیں ہیں جمادات سے اور جانوروں میں سے اور نباتات میں سے۔

ہر یکے از درد غیرے غافل اند	جز کسانیکہ نبیہ و عاقل اند
ہر ایک دوسرے کے درد سے غافل ہے	سوائے ان کے جو خبردار اور عقلمند ہیں

یعنی کہ ہر ایک دوسرے کے درد سے غافل ہیں سوائے ان لوگوں کے جو کہ سمجھدار اور عاقل ہیں۔ مطلب یہ کہ دنیا میں جس قدر مائیں ہیں ان کو صرف اپنے درد کی خبر ہوتی ہے اور وہ اپنے درد کی مصیبت سے چھوٹنا چاہتی ہیں باقی ان کو دوسرے کے درد اور مصیبت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ بس وہ تو یہ چاہتی ہیں کہ ہم پر جو مصیبت ہے وہ جاتی رہے گی اگرچہ بچہ کو اندر کیسی ہی مصیبت ہو ہاں جو حضرات کہ عاقل ہیں ان کو دوسروں کے درد کا بھی احساس ہوتا ہے اور وہ اس کا بھی خیال کرتے ہیں۔

انچہ کو سہ داند از خانہ کسان	بلمہ از خانہ خودش کے داند آن
جو بچلی داڑھی والا لوگ کے گھر کے بارے میں جانتا ہے	لمبی داڑھی والا اپنے گھر کے بارے میں بھی کب جانتا ہے؟

یعنی بے داڑھی والا آدمی دوسرے لوگوں کے گھر کی جن چیزوں کو جانتا ہے داڑھی والا آدمی خود اپنے گھر کی چیزوں کو کب جانتا ہے مطلب یہ کہ بے داڑھی والا آدمی چونکہ گھروں کے اندر جاتا ہے اس کو تو دوسروں کے گھروں کی بھی خبر ہوتی ہے اور جو بڑا داڑھی والا آدمی ہو جاتا ہے اس کو اپنے گھر کی بھی بعض چیزوں کی خبر نہیں ہوتی۔ لیکن یہاں بے ریش سے مراد عقلمند ہے اور باریش سے مراد بیوقوف ہے کیونکہ زیادہ عمر ہونے سے آدمی سٹھیا ہی جاتا ہے تو مقصود یہ ہوا کہ عاقل آدمی (یعنی اہل اللہ کہ اصلی عاقل وہی ہیں) تو دوسروں کے درد کی اور تکلیف کی بھی خبر رکھتے ہیں اور جو بیوقوف ہیں (یعنی اہل دنیا) ان کو خود اپنی ہی پڑی رہتی ہے اور اپنی بھی خبر اچھی

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح اور پوری طرح نہیں ہوتی۔

انچہ صاحب دل بداند حال تو	تو ز حال خود ندانی اے عمو
صاحب دل جو کچھ تیرے حال کے بارے میں جانتا ہے	اے چچا! تو خود (ویسا) اپنی حالت کو نہیں جانتا ہے

یعنی صاحب دل جو بات تیری حالت کی جانتا ہے چچا تو اپنے حال کو نہیں جانتا۔

انچہ بیند در جبینت اہل دل	کے بہ بینی در خود اے از خود خجل
صاحب دل جو کچھ تیری پیشانی میں دیکھتا ہے	اے اپنے آپ سے شرمندہ! تو خود اپنے بارے میں کب جانتا ہے؟

یعنی جو بات تیری پیشانی میں اہل دل دیکھتا ہے اے وہ کہ اپنے سے شرمندہ ہے تو اپنے اندر کب دیکھے گا۔ مطلب یہ کہ تیری حالت کو جس قدر کہ اہل دل جانتے ہیں اور وہ پہچان لیتے ہیں تو اس قدر بھی اپنی حالت کو پہچان نہیں سکتا کیونکہ تجھے اس قدر سمجھ اور عقل ہی نہیں ہے آگے اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ اہل دل کیوں سمجھ لیتے ہیں اور غیر اہل کو کیوں خبر نہیں ہوتی۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جبکہ بلال رضی اللہ عنہ ضعف سے مانند ہلال ہو گئے تو آپ کے چہرہ پر موت کی زردی چھا گئی اور آثار وفات نمایاں ہو گئے ان کی بیوی نے جب یہ حالت دیکھی تو کہا ارے ہم تو لٹ گئے اس پر حضرت بلال نے فرمایا کہ نہیں نہیں یہ بڑی خوشی کا وقت ہے اب تک تو میں اس زندگی کے ہاتھ سے مصیبت میں تھا مگر اب عیش کا زمانہ آیا ہے تم اس سے گھبراتی ہو تمہیں کیا معلوم کہ موت میں کیسی راحت ہے اور موت کیا چیز ہے وہ یہ کہہ رہے تھے اور اس وقت ان کا چہرہ نرگس اور گل برگ اور لالہ کی طرح شگفتہ ہو رہا تھا ان کے چہرہ اور پر انوار آنکھوں کی رونق ان کے اس بیان کی شہادت دے رہے تھے اب مولانا فرماتے ہیں کہ سیہ دل لوگ ان کو صرف سیاہ رنگ حبشی دیکھتے تھے اس لئے ان کو خاطر میں نہ لاتے تھے مگر ہم ان احمقوں سے پوچھتے ہیں کہ اگر سیاہ ہونا ہی دلیل حقارت ہے تو آنکھوں کی پتلی سی شریف اور عزیز چیز کیوں سیاہ ہے پس معلوم ہوا کہ رنگ ظاہری کوئی چیز نہیں بلکہ مدار شرف و عزت کمال ہے پس بلال کو کیوں محقر سمجھا جاتا ہے جب معلوم ہوا کہ مدار تعظیم و تحقیر ذلت و عزت کمال پر ہے نہ کہ رنگ پر تو جو لوگ کور باطن ہیں وہ گو گورے رنگ کے ہوں مگر حقیقت میں سیاہ ہیں اور صاحب بصیرت گو سیاہ رنگ ہوں مگر حقیقت میں وہ حق سبحانہ کا آئینہ ہیں اب حضرت بلال کو خطاب فرما کر کہتے ہیں کہ اے صاحب بصیرت یا اے آنکھ کی پتلی بلال تمہیں بجز اہل کمال کے جو دوسروں کی بصیرت بڑھانے والے یا خود کامل بصیرت رکھنے والے ہیں دوسرا کون دیکھ سکتا ہے اور اس کو آپ کی حقیقت کیا معلوم ہو سکتی ہے اب خطاب ہے غیبت کی طرف التفات فرما کر کہتے ہیں کہ جب ان کو بجز ارباب بصیرت کے کوئی نہیں دیکھ سکتا تو ان کی رنگت کی تہ کو بھی دوسرا نہیں پہنچ سکتا اور اس کی قدر نہیں کر سکتا۔ دیکھنے والے تو ارباب بصیرت ہی ہیں لیکن اگر ان کے علاوہ کوئی اور کسی عالی نظر شخص کے صفات کا معترف اور اس کے کمالات کا معتقد ہو تو

مقلد ہوگا۔ نہ کہ محقق اس استطرادی مضمون کو ختم فرما کر پھر قصہ کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کی بیوی نے کہا کہ اب کوئی دم میں جدائی ہونے والی ہے انہوں نے جواب دیا کہ نہیں یہ اصلی جدائی نہیں بلکہ یہ جدائی حق سبحانہ کے ساتھ وصال ہے ان کی بیوی نے کہا کہ آج کی رات آپ گھر سے بے گھر ہو گئے اور اپنے کنبہ اور اپنے عزیزوں سے غائب ہوں گے انہوں نے جواب دیا کہ نہیں نہیں بلکہ آج کی رات تک میری روح گھر سے بے گھر تھی اب وہ اپنے اصلی وطن میں پہنچے گی۔ ان کی بیوی نے کہا کہ اے میرے پیارے سخت افسوس ہے کہ آپ انتقال فرمانے کو ہیں انہوں نے جواب دیا کہ نہیں نہیں افسوس کی کوئی بات نہیں یہ تو بڑی دولت ہے ان کی بیوی نے کہا کہ ہم اب آپ کا چہرہ کہاں دیکھیں گے انہوں نے فرمایا کہ خدا کے حلقہ خاص اور اس کی آغوش رحمت میں اگر تم یہ کہو کہ وہاں تک ہماری رسائی کیونکر ہوسکتی ہے تو یاد رکھو کہ اگر تم عالی نظری اختیار کرو اور پست ہمت نہ بنو دنیا پر لات مار دو تو وہ حلقہ تم سے بہت ہی قریب ہے اور تم بہت جلد وہاں تک پہنچ سکتے ہو اس حلقہ رحمت میں حق سبحانہ کا نور یوں چمکتا ہے جیسے انگوٹھی کے حلقہ میں اس کا نگینہ۔ پس وہ نور میرے دیکھنے کا ذریعہ بن جائے گا۔ (اور یہ بھی ممکن ہے کہ حلقہ خاص خدا سے مراد گروہ اہل اللہ ہو۔ اس وقت گروہ اہل اللہ میں حضرت بلال کو دیکھنے کی یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ تمام اہل اللہ چونکہ صفات میں متشابہ ہوتے ہیں اس لئے ان کا دیکھنا گویا کہ حضرت بلال ہی کا دیکھنا ہے اور یہ توجیہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس حلقہ میں تم کو قوت کشفیہ حاصل ہوگی اور تم اس سے مجھے دیکھ سکتی ہو) ان کی بیوی نے کہا کہ ہائے ہمارا گھر اجڑ گیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ چاند کو دیکھو ابر کو نہ دیکھو یعنی جسم کی حالت دیکھنے کے قابل نہیں ہے بلکہ روح کی حالت قابل لحاظ ہے (یاد رکھو کہ بیوی کے سوال میں ایک لفظ میں اور معنی ہوتے ہیں اور حضرت بلال کے جواب میں اس کے دوسرے معنے یا بیوی کے گفتگو کا منشا اور ہوتا ہے اور حضرت بلال کے جواب کا معنی دوسرا۔ اور یہ اس قبیل سے ہے جیسے یسئلونک عن الاھلہ قل ھی مواقیت للناس والحج. یامثل سوال لاحملنک علی الادھم و جواب مثل الامیر یحمل علی الادھم و الاشھب اور اول سے یہی روش چلی آرہی ہے چنانچہ یہاں بیوی نے گھر سے مکان متعارف مراد لیا اور حضرت بلال نے اس کو خانہ تن پر محمول کر کے جواب دیا۔ فتنبہ لہ) حق سبحانہ نے میرے خانہ تن کو اس لئے ویران کیا ہے کہ اس کو دوبارہ آباد کرے کیونکہ آدمی (واردات) زیادہ ہو گئے تھے اور گھر چھوٹا تھا۔ اس میں ان کی گنجائش نہ تھی پہلے تو میں حضرت آدم علیہ السلام کی طرح تنہائی کی تکلیف میں مقید تھا اب جبکہ حق سبحانہ نے میری نسل بڑھائی اور میری روح سے علوم و معارف کے چشمے ابلے تو ان کی کثرت کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ مشرق و مغرب ان سے پر ہوگئی پس یہ جہان مجھ پر تنگ ہوگیا اور نقل مکان کی ضرورت ہوئی۔ نیز پہلے تو میں مفلس تھا اور اس کنویں کی طرح تنگ مکان دنیا میں رہتا تھا اب میں بادشاہ ہوگیا ہوں۔ لہذا میں اس تنگ مکان میں نہیں رہ سکتا۔ میرے لئے قصر شاہی سے وسیع مکان کی ضرورت ہے۔ بادشاہوں کا جی تو محلات ہی میں لگتا ہے رہے مردے ان کے رہنے کے لئے گور کافی ہے پس اس عالم میں اہل دنیا ہی رہ سکتے ہیں میں نہیں رہ سکتا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ انبیاء علیہم السلام اور ورثاء انبیاء پر یہ مکان دنیا تنگ ہوا اس لئے انہوں نے جیتے جی ہی اس عالم کو چھوڑ دیا اور بادشاہوں کی طرح قصر لامکان میں رہنے لگے۔ رہے مردے

اہل دنیا سوان کو یہی جہان باشوکت وشان نظر آیا جو بظاہر نہایت عالیشان ہے اور حقیقت میں نہایت تنگ اس لئے انہوں نے یہیں رہنا پسند کیا۔ ہم نے اس جہان کو حقیقت میں تنگ اس لئے کہا کہ اگر یہ فی الواقع تنگ نہ ہوتا تو یہ پریشانی۔ شوروشیون نالہ وفغان جورات دن ہم اس مکان کے رہنے والوں میں دیکھتے ہیں کیوں ہوتا اور یہ کیوں ہوتا کہ جتنا زیادہ کوئی اس مکان میں رہتا ہے اسی قدر اس کی کمر جھکتی جاتی ہے کیونکہ فراخی تو مستلزم راحت ومسرت ہے نہ کہ موجب آلام۔ وہموم۔ پس معلوم ہوا کہ یہ جہان واقع میں تنگ ہے اور اس کی تائید اس سے ہوسکتی ہے کہ جب آدمی سوتا ہے اور اس عالم سے چھوٹ کر اس کو عالم غیب سے تعلق ہوتا ہے تو اس کی ساری کدورتیں مٹ جاتی ہیں اور وہ تروتازہ اور خوش وخرم ہوجاتا ہے نہ اسے کوئی رنج ہوتا ہے نہ تکلیف اور روح طبیعت ونفس کے ظلم سے چھوٹ جاتی ہے اور قیدی جیل خانہ کے فکر سے رہائی پاتا ہے اور یہی حالت اوروں کی ہوتی ہے پس ثابت ہوا کہ زمانہ اقامت دنیا میں یہ بظاہر نہایت کشادہ آسمان وزمین فی الحقیقت نہایت تنگ ہیں اور ان کی ظاہری فراخی اور واقعی تنگی ایک نظر بندی ہے اور اس کا ردنا حقیقت میں ہنسی ہے اور اس کا فخر حقیقت میں ننگ۔ اب بھی اگر سمجھ میں نہ آیا ہو تو اسی مضمون کو ہم اور مثالوں سے سمجھاتے ہیں سنو یہ عالم ایسا ہے جیسا حمام کہ نہایت فراخ اور عالی شان ہوتا ہے اور گرم بھی ہوتا ہے جس میں تم داخل ہوتے ہو تو تمہاری جان اکڑ جاتی ہے جیسے گرم ہو کر پوستین اکڑ جاتا ہے۔ دیکھو باوجودیکہ وہ حمام خوب لمبا چوڑا ہے لیکن اس کی گرمی سے تمہاری جان تنگ اور زچ ہوتی ہے اور حالت یہ ہوتی ہے کہ جب تک تم وہاں سے نکلتے نہیں تمہارا جی خوش نہیں ہوتا۔ اور تمہاری طبیعت نہیں کھلتی۔ پس جب یہ حالت ہے تو وہ ظاہری فراخی کس کام کی لہٰذا وہ کالعدم ہے اور تنگی اس کی قابل اعتبار ولحاظ ہے لہٰذا اگر اس کو یوں کہا جاوے کہ حمام فراخ نہیں بلکہ تنگ ہے تو اس اعتبار سے صحیح ہے یا یوں کہو کہ تم تنگ جوتا پہن کر ایک وسیع میدان میں چل رہے ہو پس وہ بیابان کی فراخی تمہارے لئے تنگی ہوجاتی ہے اور وہ لق ودق جنگل تمہارے لئے جیل خانہ ہوجاتا ہے مگر جو شخص تم کو دور سے دیکھتا ہے وہ اپنے دل میں کہتا ہے کہ یہ تو لالہ کی طرح شگفتہ اور نہایت راحت میں ہے لیکن اسے یہ معلوم نہیں کہ تم ظالموں کی طرح بظاہر تو خوش وخرم ہو مگر تمہاری روح مصیبت میں گرفتار ہے پس جبکہ تم جاگتے ہوتے ہو اس وقت تمہاری حالت ویسی ہی ہوتی ہے جیسے کہ وہ شخص جو میدان میں تنگ جوتا پہن کر چلتا ہے اور جب تم سوجاتے ہو تو ایسی حالت ہوتی ہے جیسا کہ وہ جوتا نکال دیا گیا کیونکہ اس وقت تمہاری جان آلام وہموم دنیاوی سے نجات پاتی ہے اب سمجھو جو حالت تمہاری خواب میں ہوتی ہے وہی اہل اللہ کی اس عالم میں ہوتی ہے لہٰذا یہ دنیا ہی ان کے لئے خواب ہے۔ ان کی حالت ایسی ہے جیسے کہ اصحاب کہف کہ وہ دنیا میں ہیں مگر سوتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ وہ حقیقۃً سوتے ہیں اور یہ حقیقۃً نہیں سوتے بلکہ بیداری ہی میں عالم غیب کا مشاہدہ کرتے ہیں اور بدوں دروازہ موت وخواب کے عالم غیب میں پہنچ جاتے ہیں جبکہ یہ استطرادی مضمون معلوم ہو چکا تو پھر حضرت بلالؓ کی گفتگو سنو انہوں نے فرمایا کہ یہ مکان تنگ ہے اور میری جان اس میں اٹیرن ہورہی ہے اس لئے حق سبحانہ نے اسے ویران کیا تا کہ میرے لئے قصر شاہی تیار کرے میں اس مکان میں یوں اٹیرن ہورہا ہوں جیسے کہ رحم میں بچہ اب چونکہ میں نو مہینہ کے بچہ کی طرح اس مکان کو چھوڑنے کے قابل ہوگیا ہوں اس لئے نقل مکانی

www.besturdubooks.wordpress.com

18

میرے لئے ضروری ہوئی اگر میری ماں کو دردزہ نہ ہوتو میں لامحالہ اس جیل خانہ میں بے قرار رہوں گا۔ پس ضرور ہوا کہ میری ماں یعنی طبیعت کو دردزہ کی تکلیف ہو لہذا وہ اپنی موت کی تکلیف سے گویا کہ دردزہ میں مبتلا ہے تا کہ میری روح اس سے جدا ہو اور تا کہ وہ اس سے جدا ہو کر عالم غیب کے فیوض سے حظ ذی ہو پس اس کو حکم ہوا کہ اپنے رحم کا منہ کھول کہ بچہ بڑا ہو گیا ہے اس کو ضرورت ہے کہ یہ تجھ سے جدا ہو جانا کہ میری طبیعت کو نزع کی تکلیف ہے لیکن میری روح کا فائدہ ہے جس طرح کہ حاملہ کو دردزہ کی تکلیف ہوتی ہے اور بچہ کے لئے وہ جیل خانہ کا ٹوٹنا ہوتا ہے حاملہ تو دردزہ کی تکلیف میں مبتلا ہو کر روتی اور ہائے اللہ میں کیا کروں ہائے اللہ میں کہاں جاؤں کہتی ہے اور بچہ حالاً خوش ہوتا ہے کہ اس کو قید خانہ سے رہائی ہوتی ہے اس پورے مضمون سے تین باتیں مستفاد ہوئیں اول یہ کہ اہل عالم تنگی میں ہیں اور اہل اللہ اپنی تکلیف کو محسوس کرتے ہیں مگر اہل دنیا ان کی تکلیف کا احساس نہیں کرتے دوم یہ کہ اہل اللہ اہل دنیا کی تکلیف کا احساس کرتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ اہل دنیا اپنی تکلیف کا احساس نہیں کرتے چونکہ یہ تینوں امر مستبعد ہیں اس لئے مولانا کلام آئندہ سے اس استبعاد کو دور فرماتے ہیں کہ جس قدر ماعیں کیا جمادات کیا حیوانات کیا نباتات آسمان کے نیچے ہیں علی العموم دوسرے کی تکلیف کا احساس نہیں رکھتیں بجز ان کے جو عاقل اور بیدار مغز ہیں اور بے ریش لڑکا جس قدر دوسرے لوگوں کے گھروں کی اندرونی حالت سے واقف ہوتا ہے کیونکہ اس سے نہ شرم ہوتی ہے نہ پردہ۔ اتنا لمبی داڑھی والا احمق خود اپنے گھر کی حالت نہیں جانتا۔ اس سے تینوں استبعاد دفع ہو گئے اس کے بعد ایک ضروری امر کو تفریع کے طور پر تصریحاً بیان کیا جاتا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس سے تم سمجھو کہ اہل اللہ جس قدر تمہاری حالت سے واقف ہو سکتے ہیں اس قدر تم خود اپنی حالت نہیں جان سکتے اور تمہارے بشرہ وغیرہ سے جو حالت وہ جان سکتے ہیں تم اس کو اپنے اندر نہیں دیکھ سکتے پس تم کو ان کی تقلید کرنی چاہئے اور ان کی ہدایات پر کاربند ہونا چاہئے اپنی رائے کو دخل نہ دینا چاہئے۔

شرح شبیری

بیان میں اس کے کہ جو کچھ غفلت اور کاہلی اور تاریکی ہے سب تن سے ہے

غفلت از تن بود چون تن روح شد	بیند او اسرار را بے ہیچ بد
غفلت جسم کی وجہ سے تھی جب جسم روح بنا	وہ یقینی طور پر اسرار کو دیکھتا ہے

یعنی غفلت تو بدن سے تھی جب بدن روح ہو گیا تو وہ اسرار کو بے کسی علاج کے دیکھ لے گا مطلب یہ کہ یہ غفلت تو اس جسم عنصری کی وجہ سے ہے کہ اس عالم کے لئے پردہ اور حجاب ہو رہا ہے لیکن جب اولیاء اللہ کے جسم میں بھی صفات روح پیدا ہو گئے تو انہوں نے جسم ہی سے ان اشیاء کو دیکھ لیا اور ان کا مشاہدہ کر لیا جن کا کہ روح کر سکتی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بس یہ وجہ ہے کہ اولیاء اللہ کے تو جسم پر بھی صفات روح غالب ہوتے ہیں اور ہماری روح پر بھی صفات جسم غالب ہوتے ہیں لہذا وہ تو مشاہدہ کر لیتے ہیں اور ہم کو نظر نہیں آتا۔ آگے اس کو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ۔

چون زمین برخاست از جو فلک	نے شب و نے سایہ باشد نے دلک
جب زمین آسمان کی فضا سے نکل جائے	نہ رات ہوگی اور نہ سایہ اور نہ زوال

یعنی جب زمین جو فلک سے اٹھ جاوے تو نہ رات ہو نہ سایہ ہو نہ غروب آفتاب ہو (جو کہتے ہیں زمین و آسمان کے درمیانی میدان کو)

ہر کجا سایہ است و شب یا سا یگہ	از زمین باشد نہ از افلاک و مہ
جہاں کہیں سایہ اور رات یا سائے کی جگہ ہے	وہ زمین کی وجہ سے نہ آسمانوں اور چاند سے

یعنی جہاں کہیں سایہ ہے اور رات ہے یا سایہ کی جگہ ہے زمین ہی کی وجہ سے ہے نہ کہ افلاک اور چاند کی وجہ سے مطلب یہ کہ دیکھو اگر آسمان کے بیچ میں سے زمین ہٹ جاوے تو کل اشیاء مشاہد ہو جاویں نہ تو رات رہے نہ آفتاب غروب ہو بلکہ سب چیزیں سامنے رہیں اسی طرح اگر یہ صفات جسم نہ رہیں تو پھر سب چیزیں سامنے ہی رہیں اور روح کو علوم و معارف کا مشاہدہ ہوتا رہے کوئی ضروری شئے اس سے غائب نہ ہو۔ یہ غیوبت تو جسم کی وجہ سے ہے کہ جو اس عالم کے اشیاء کے مشاہدہ کے اور اس شخص کے درمیان میں حائل ہو رہا ہے۔ آگے ایک دوسری مثال ہے کہ۔

دو پیوستہ ہم از ہیزم بود	کے ز آتشہائے مستنجم بود
دھواں ایندھن سے وابستہ ہوتا ہے	نہ کہ روشن کرنے والے شعلوں سے

یعنی دھواں لکڑی سے ملا ہوا ہوتا ہے دہکتی ہوئی آگ میں کب ہوتا ہے۔ (تو بس اسی طرح جو حضرات روشن ہو گئے ہیں ان میں یہ کثیف چیزیں نہیں ہیں اور جو ابھی لکڑی کی طرح ہیں اور منور نہیں ہوئے ان کے اندر یہ کثیف چیزیں موجود ہیں)

وہم افتد در خطا و در غلط	عقل باشد در اصابتہا فقط
وہم خطا اور غلطی میں جاتا ہوتا ہے	درستگی میں صرف عقل ہوتی ہے

یعنی وہم تو خطا میں اور غلطی میں پڑتا ہے اور عقل فقط صواب میں پہنچنے کے لئے ہوتی ہے مطلب یہ کہ وہم جو کہ عکس عقل ہے وہ تو اکثر غلطی میں رہتا ہے ہاں عقل ہمیشہ ٹھیک ہی چلتی ہے تو جو حضرات عاقل ہیں وہ تو ہمیشہ ہر شئے کو درست طرح پر سمجھیں گے اور دوسرے لوگ وہم ہی میں رہیں گے۔

ہر گرانی و کسل خود از تن است	جان زخفت جملہ در پریدن است
ہر گرانی اور سستی جسم کی وجہ سے ہے	جان ہلکے پن سے پوری اڑان میں ہے

یعنی تمام گرانی اور کسل تن کی وجہ سے ہے اور جان ان سب کے سو جانے سے اڑنے میں ہے مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

گرانی اور کسل وغیرہ تو آثار تن میں سے ہے اور جب یہ آثار جاتے رہتے ہیں اور آثار تن ضعیف ہو جاتے ہیں تو پھر روح عالم بالا کی طرف پرواز کرتی ہے۔

روئے زرد از جنبش صفرا بود	روئے سرخ از کثرت خونہا بود
زرد چہرہ صفرے کی حرکت کی وجہ سے ہوتا ہے	سرخ چہرہ خونوں کی کثرت سے ہوتا ہے

یعنی سرخ منہ تو خون کی کثرت سے ہوتا ہے اور زرد منہ صفرا کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

باشد از سودا کہ روا داہم بود	رو سفید از قوت بلغم بود
سودا کی وجہ ہوتی ہے کہ چہرہ کالا ہوتا ہے	سفید چہرہ بلغم کی قوت سے ہوتا ہے

یعنی سفید منہ بلغم کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ بات سودا کی وجہ سے ہوتی ہے کہ منہ کالا ہو مطلب یہ ہے کہ دیکھو آثار کے اختلاف سے صورت میں اختلاف ہوا کہ خون کی زیادتی کی وجہ سے سرخ چہرہ ہوا اور علی ہذا تو بس اسی طرح اختلاف آثار سے اور اختلاف بھی واقع ہوتا ہے کہ اگر دنیاوی اثر پڑے گا تو ویسا حال ہوگا اور اگر دینی اثر ہوگا تو ایسا حال ہوگا۔

لیک جز علت نہ بیند اہل پوست	در حقیقت خالق آثار اوست
لیکن کھال والے علت کے سوا کچھ نہیں دیکھتے ہیں	در حقیقت آثار پیدا کرنے والا وہ ہے

یعنی حقیقت میں آثار کا خالق تو وہ ہے لیکن اہل ظاہر سوائے علت کے اور کچھ نہیں دیکھتے مطلب یہ ہے کہ تمام احوال پیدا تو ہوتے ہیں آثار سے لیکن وہ آثار خالق تعالیٰ شانہ کے حکم سے پیدا ہوتے ہیں تو جو اہل ظاہر ہیں ان کی نظر تو صرف ان آثار اور علل ہی پر رہتی ہے اور جو اولیاء اللہ ہیں وہ اس خالق کو دیکھتے ہیں اور ان آثار سے اس کے وجود باوجود پر استدلال کرتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

از طبیب و علت اورا چارہ نیست	مغز کو از پوستہا آوارہ نیست
طبیب اور بیماری سے اس کو مفر نہیں ہے	مغز جو چھلکوں سے جدا نہیں ہے

یعنی جو مغز کہ پوست سے علیحدہ نہیں ہے طبیب اور مرض سے اس کے لئے علاج نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ جو عقل کہ اوصاف بشری سے خالی نہیں ہے اور جس میں کہ اوصاف بشری غالب ہیں اس عقل کو طبیب اور مرض سے چھٹکارا نہیں ہے یعنی وہ عقل مریض ہے اور اس کو طبیب کی ضرورت ہے۔

پائے خود برفرق علتہا نہاد	چون دوم بار آدمی زادہ بزاد
اس نے علتوں کے سر پر اپنا پاؤں رکھ دیا ہے	جب انسان دو بار پیدا ہوا

یعنی جب آدمی دوسری مرتبہ پیدا ہوا تو اس نے اپنا پاؤں علتوں کے سر پر رکھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

علت اولیٰ نباشد دین او	علت اخری ندارد کین او
پہلی علت اس کا دین نہیں ہوتی	آخری علت اس سے دشمنی نہیں رکھتی ہے

یعنی علت اولیٰ اس کا دین نہیں ہوتا۔ اور علت اخری اس کا کین نہیں رکھتا۔ (علت اولیٰ سے مراد علت بعیدہ ہے کیونکہ اس شخص کی نسبت تو وہ اولیٰ ہے لیکن اصل میں بعید ہے اور علت اخریٰ سے مراد علت قریبہ ہے) مطلب یہ ہے کہ جب آدمی دوسری مرتبہ پیدا ہوتا ہے یعنی اوصاف بشریہ سے نکل کر اس کے اندر اوصاف روح غالب ہوتے ہیں تو اس کی نظر علت بعیدہ پر نہیں رہتی بلکہ علت قریبہ پر اس کی نظر ہوتی ہے اور وہ اصل علت اسی کو سمجھتا ہے اور وہ خالق تعالیٰ شانہ ہے کہ وہی اصل میں ہر شئی کی علت ہے اور وہی علت قریبہ ہیں اور جب اس کی نظر اس علت قریبہ پر ہوتی ہے تو اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ

می پرد چون آفتاب اندر افق	با عروسے صدق وصفوف در تتق
وہ افق میں سورج کی طرح۔ اڑتا ہے	خلوص اور سچائی کی دلہن کیساتھ درپردہ

یعنی وہ آفتاب کی طرح افق میں اڑتا ہے صدق وصفا کی عروس کے ساتھ پردۂ عروسی میں (تتق اس پردہ کو کہتے ہیں جو کہ عروس کے آگے سب سے قریب کا پردہ ہوتا ہے) مطلب یہ کہ یہ شخص پھر پرواز کرتا ہے اور صدق و صفا کے ساتھ قرین رہتا ہے اور بہت ہی عالی حوصلہ ہو جاتا ہے اور اس کی پرواز بہت ہی عالی ہو جاتی ہے۔

بلکہ بیرون از افق وز چرخہا	بے مکان باشد چو ارواح و نہی
بلکہ وہ افق اور آسمانوں سے باہر	بے مکان ہو جاتا ہے جیسا کہ روحیں اور عقلیں

یعنی بلکہ افق سے اور آسمانوں سے باہر بے مکان عقول اور ارواح کی طرح ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ اس شخص کا عروج ان آسمانوں سے بھی بلند ہو جاتا ہے اور عقول اور ارواح کی طرح لامکانی ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے اندر صفات روح وعقل ہی غالب ہوتے ہیں لہٰذا اس کی پرواز کل مکانات سے بلند ہو کر لامکان تک پہنچتی ہے لیکن ہم کو جو یہ عروج نہیں ہوتا باوجودیکہ عقل تو ہمارے اندر بھی ہے اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ۔

پس عقول ماست سایہ اے عمو	می فتد چون سایہ در پاہائے او
اے چچا! ہماری عقلیں سایہ ہیں	سایہ کی طرح اس کے پاؤں پڑتی ہیں

یعنی اے چچا ہماری عقول سایہ ہیں اور اس کے پاؤں میں سایہ کی طرح پڑے رہتے ہیں مطلب یہ کہ چونکہ ہماری عقلیں ان کی عقول کی سایہ ہیں اس لئے جہاں تک خود ان کی عقل کی رسائی ہوتی ہے وہاں تک ہماری رسائی نہیں ہوتی بلکہ جہان ان کی عقل ہوتی ہے وہاں پہنچ ہی نہیں سکتی۔ آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں خلاصہ اس کا یہ ہے کہ دیکھو اصل احکام کے ثبوت کے لئے نص ہے اور اس کے بعد قیاس مجتہد ہے تو جہان نص ہوتی ہے وہاں قیاس کرنا مجتہد کو جائز نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اور وہاں تک قیاس کی رسائی نہیں ہے اسی طرح چونکہ ہماری عقول کا درجہ ان کی عقول کے بعد ہے لہذا ہماری عقول کی رسائی وہاں تک نہیں ہوتی جہاں تک کہ ان کی عقول کی رسائی ہوتی ہے۔ یہ تو خلاصہ تھا اب اصل بیان کو سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ یہاں سے مولانا اس امر کی وجہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اہل اللہ کو دوسرے لوگوں کے احوال کیوں معلوم ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ منشا جہل وغفلت تن ہے نہ کہ روح چونکہ یہ لوگ تن کو فنا کر کے سراسر روح ہو گئے ہیں اس لئے لامحالہ یہ لوگ اسرار پر مطلع ہوتے ہیں دیکھو اگر وسط فلک سے زمین علیحدہ ہو جاوے تو نہ رات رہے گی نہ سایہ نہ زوال بلکہ تمام جو نور سے ہروقت معمور رہے گا پس یہی حالت بالکل جسم وروح کی ہے اگر جسم فنا ہو جاوے تو تاریکی جہل کا نام نہ رہے گا۔ اور سراسر نور علم ہی ہوگا (مگر اس سے کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ جب تاریکی جہل نہ رہے گی تو لازم ہے کہ روح کو کل اشیاء کا بحیث لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ علم ہو جاوے حالانکہ یہ باطل ہے کیونکہ اس سے مقصود اس جہل کی نفی ہے جس کا منشا جسم تھا ورنہ تاریکی وظلمت امکان ہنوز موجود ہے جو علم محیط سے مانع ہے اور کمل اہل اللہ وانبیاء حتیٰ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی جو اشیاء مخفی رہیں اس کا منشاء یہی ظلمت امکان تھی نہ کہ تاریکی جسم امید ہے کہ اس تقریر سے وہ تمام شبہے رفع ہو جائیں گے جو مولانا کے بیان سے اہل اللہ کے علم محیط کے متعلق ناواقفین کو واقع ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ روح انسانی کے لئے دو قسم کی تاریکیاں ہیں ایک تو ظلمت جسم جو کہ عارضی اور قابل زوال ہے دوسری ظلمت امکان جو اصلی اور ناممکن الزوال ہے پس جس جہل کا منشاء ظلمت جسمانی ہو وہ جہل فنائے جسم سے مرتفع ہو جائے گا اور جس جہل کا منشاء ظلمت امکان ہو وہ فنائے جسم سے مرتفع نہ ہوگا لیکن چونکہ ظلمت قابل شدت وضعف ہے اس لئے اس میں بانارۂ حق وافاضہ علوم کمی ہوتی رہتی ہے مگر بالکلیہ زائل نہیں ہو سکتی۔ پس انبیاء علیہم السلام اور کمل عرفاء کو جو باوجود فناء تن کے بعض اشیاء کا علم نہیں ہوتا اس کا سبب وہ ظلمت امکان ہوتی ہے جس میں بعد انارہ حق وافاضۂ علم کمی آتی جاتی ہے۔ اس مضمون کو ہم تقریب فہم کے لئے ایک حسی مثال سے سمجھاتے ہیں۔ ایک شخص ہے کہ اس کے سامنے لوہے کی چادر کھڑی ہوئی ہے جو کہ اس کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے اس وقت وہ شخص بیرونی اشیاء کو نہیں دیکھ سکتا۔ اب چادر کو الگ کر دیا جاوے یا اسے جالی دار بنا دیا جاوے تو اب وہ ان اشیاء کو دیکھنے لگے گا۔ جن کو وہ لوہے کی کثافت کے باعث نہ دیکھ سکتا تھا مگر ان اشیاء کو اب بھی نہیں دیکھ سکتا جن کو اس کی محدود قوت بصری دیکھنے سے قاصر ہے اب وہ دوربین یا خوردبین یا مجلی بصر دواؤں کا استعمال کرے تو اس سے اس کی نظر اور زیادہ ہوگی اور جو چیزیں پہلے نہ دکھلائی دیتی تھیں اب دکھلائی دینے لگیں گی۔ مگر اب بھی وہ قوت محدود ہی رہے گی اور بہت سی اشیاء اب بھی اس کو نہ دکھلائی دیں گی لیکن جب وہ پہلے سے زیادہ قوی دوربین یا خوردبین یا مجلی بصر دواؤں کا استعمال کریگا تو اس کی نظر اور تیز ہوگی مگر پھر بھی وہ محدود ہی رہے گی اور بہت سی اشیاء اب بھی اس کو دکھلائی نہ دیں گی غرضیکہ اس کی نظر بڑھتی تو ضرور رہے گی مگر ہر

www.besturdubooks.wordpress.com

مرتبہ محدود ہی رہے گی کسی وقت بھی اس کی قوت بینائی غیر محدود نہیں ہو سکتی۔ پس یہی حالت تم اہل اللہ کی سمجھو کہ فنائے جسم یعنی تجلیہ جسم کے بعد بھی ان کی قوت مدرکہ محدود ہی رہتی ہے اور افاضہ علوم و معارف سے اس میں ترقی ضرور ہوتی ہے مگر ترقی پر بھی وہ محدود ہی رہتی ہے۔ واللہ اعلم) پس جہاں کہیں سایہ ہے یا رات ہے یا محل سایہ ہے اس کا منشاء زمین ہی ہے نہ کہ افلاک اور چاند دھواں جو ایک تاریک چیز ہے ہمیشہ لکڑی ہی سے پیدا ہوتا ہے جو کہ جسم کثیف ہے آگ سے پیدا نہیں ہوتا۔ پس جہل عارضی بھی جسم ہی سے پیدا ہوگا نہ کہ روح سے اور غلطی وہم کرتا ہے جو ایک جسمانی قوت ہے نہ کہ عقل جو ایک قوت روحانی ہے مگر اپنی قوت کے محدود ہونے سے تمام اشیاء کا ادراک نہیں کر سکتی جو گرانی اور کسل ہے وہ جسم ہی کے سبب ہے۔ رہی جان سو وہ تو اپنی خفت کے سبب عروج ہی میں ہے۔ یہ اسباب مذکورہ مسببات مزبورہ کا یوں ہی سبب ہیں۔ جس طرح کہ کثرت خون سے چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور ہیجان صفرا سے چہرہ زرد ہو جاتا ہے قوت بلغم سے منہ سفید ہو جاتا ہے اور سودا سے منہ سیاہ ہو جاتا ہے لیکن یہ اسباب ان آثار کے پیدا کرنے والے نہیں۔ پیدا کرنے والے حق سبحانہ ہی ہیں ہاں عادۃً ان اسباب کو خلق آثار میں دخل ضرور ہے لیکن ظاہر بین لوگ غلطی یہ کرتے ہیں کہ وہ مؤثر حقیقی کو نہیں دیکھتے بلکہ اعتقاداً یا عملاً علل ظاہرہ و اسباب عادیہ ہی پر نظر رکھتے ہیں اور جو ارواح کہ اجسام سے علیحدہ نہیں ہیں اور اجسام کو ہنوز فنا نہیں کر چکی ہیں ان کے لئے امراض یعنی حاجات بھی ضروری ہیں۔ اور ان کے دفع کے لئے طبیب یعنی اسباب عادیہ بھی لابدی نہیں مگر جبکہ آدمی ایک مرتبہ اپنے کو فنا کر کے پھر بقا حاصل کرتا ہے اس وقت وہ علتوں کو بے حقیقت سمجھتا ہے نہ وہ علل بعیدہ کا معتقد ہوتا ہے اور نہ علل قریب اس کو ضرر پہنچاتی ہیں بلکہ وہ تو یوں بلند پرواز ہوتا ہے جیسے کہ آفتاب افق میں اور وہ تو پردہ کے اندر عروس صدق و صفا کے ساتھ ہم آغوش ہوتا ہے بلکہ وہ تو افق اور آسمانوں سے بھی اوپر اور عقول و افہام کی طرح لامکانی ہوتا ہے یعنی اس کی نظر بالذات غیر اللہ پر نہیں ہوتی بلکہ اس کا مطمع نظر صرف حق سبحانہ ہوتے ہیں وہ حقیقۃً انہی کو مؤثر جانتا ہے اور اسباب کا جو کسی قدر دخل مانتا ہے وہ بھی اس طرح کہ ان کا دخل بھی بحکم حق سبحانہ ہی ہے ورنہ یہ فی نفسہا کوئی چیز نہیں جبکہ اس کی رفعت شان کی یہ حالت ہے تو ہماری عقول اس کے سامنے یوں ہی بے حقیقت اور ضعیف اور اس کے یوں ہی تابع ہیں جیسے آفتاب کے لئے سایہ۔

شرح شبیری

نص مطلق کو جو کہ بے قید ہوتی ہے قیاس سے تشبیہ دینا

مجتہد ہر گہ کہ باشد نص شناس	اندران صورت نیندیشد قیاس
مجتہد جبکہ نص سے واقف ہوتا ہے	وہ اس صورت میں قیاس نہیں کرتا ہے

یعنی مجتہد جس وقت کہ نص شناس ہوتا ہے تو اس صورت میں قیاس کو نہیں سوچتا مطلب یہ کہ جب مجتہد کو کسی صورت میں نص مل جاتی ہے تو وہ اس صورت میں قیاس سوچتا ہی نہیں بلکہ اسی نص پر عمل کرتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چون نیابد نص اندر صورتے	از قیاس آنجا نماید عبرتے
اگر کسی صورت میں اس کو نص نہیں ملتی ہے	قیاس سے اس مقام پر تعبیر کرتا ہے

یعنی جب کسی صورت میں نص نہیں پاتا تو قیاس سے اس جگہ اعتبار کرتا ہے یعنی جب کسی صورت میں نص نہیں ملتی تو اس وقت قیاس پر عمل کرتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

نص وحی روح قدسی دان یقین	وان قیاس عقل جزوی تحت این
قدسی روح کے الہام کو تو نص سمجھ	اور ناقص عقل کا قیاس اس سے کم ہے

یعنی نص کو یقینا روح قدسی کی وحی جانو اور وہ عقل جزوی کا قیاس اس کے نیچے ہے (وحی روح قدسی سے مراد علوم ذوقیہ ہیں اور قیاس عقل جزوی سے مراد کسبیہ ہیں) مطلب یہ ہے کہ علوم ذوقیہ تو مثل نص کے ہیں اور علوم کسبیہ قیاس کی طرح ہیں تو جہاں علوم ذوقیہ کی رسائی ہوتی ہے وہاں علوم کسبیہ کی رسائی نہیں ہو سکتی کیونکہ

عقل از جان گشت با ادراک وفر	روح او را کے شود زیر نظر
عقل روح سے باعلم و شوکت بنی	روح اس کے ماتحت کب ہو سکتی ہے؟

یعنی عقل جان سے ہی تو باادراک وفر ہوئی ہے تو روح اس کے زیر نظر کب ہو سکتی ہے مطلب یہ کہ عقل کو جو کچھ حاصل ہوا ہے یہ روح ہی کا تو ظل ہے اور اسی کا تو اثر ہے پھر بھلا عقل روح کو کب احاطہ کر سکتی ہے کیونکہ جس ادراک سے اس کا احاطہ کرنا چاہئے وہ تو خود اسی کا فیضان ہے۔

لیک جان در عقل تاثیرے کند	زان اثر آن عقل تدبیرے کند
لیکن روح عقل میں اثر کرتی ہے	اس اثر سے وہ عقل تدبیر کرتی ہے

یعنی لیکن جان عقل میں کوئی تاثیر کرتی ہے تو اس اثر سے وہ عقل کوئی تدبیر کرتی ہے۔ مطلب یہ کہ جب عقل پر روح اپنا پرتو ڈالتی ہے اور کچھ اثر اس میں کرتی ہے تو وہ عقل بھی کچھ تدبیر کرنے لگتی ہے۔

نوح وار ار صدمتے زد در تو روح	کو یم و کو کشتی و طوفان نوح
اگر روح نے نوح کی طرح تجھ میں اثر کیا ہے	سمندر کہاں ہے کشتی اور نوح کا طوفان کہاں ہے؟

یعنی نوح کی طرح اگرچہ کوئی اثر روح نے تمہارے اندر کیا بھی تو کہاں دریا اور کہاں کشتی اور کہاں طوفان نوح۔ مطلب یہ ہے کہ اگر عقل میں روح نے کچھ اثر کر بھی دیا لیکن بھلا وہ افعال روح کہاں سے آویں گے یعنی اس اثر سے وہ اصلی افعال روح تو پیدا نہیں ہو سکتے تو پھر بھلا کہاں وہاں تک رسائی ہو سکتی ہے۔

عقل اثر را روح پندارد ولیک	نور خور از قرص خور دور است نیک
عقل تاثیر کو روح سمجھ جاتی ہے لیکن	سورج کا نور سورج کی ٹکیہ سے بہت دور ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی عقل اثر کو روح خیال کرتی ہے لیکن خورشید کا نور خورشید کی ٹکیا سے بہت دور ہے مطلب یہ کہ عقل کی رسائی ان آثار تک تو ہو جاتی ہے اور وہ ان آثار روح ہی کو روح سمجھنے لگتی ہے لیکن بھلا کہاں وہ آثار اور کہاں وہ روح اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی دھوپ کو اور آفتاب کو ایک سمجھے تو بھلا کہاں خود آفتاب اور کہاں اس کی شعاع یعنی دھوپ آگے فرماتے ہیں کہ۔

زان بقرصے سالکے خورسند شد	تاز نورش سوئے قرص افگند شد
سالک اس (نور) کی وجہ سے ٹکیہ پر خوش ہوا	یہاں تک کہ اس کے نور سے ٹکیہ کی جانب روانہ ہوا

یعنی ایک سالک اس لئے قرص پر راضی ہو گیا تا کہ اس کے نور سے ٹکیا کی طرف پھینکا گیا ہو جاوے (قرص اول سے مراد افعال و مجاہدات اور قرص ثانی سے مراد ذات حق) مطلب یہ ہے سالک جو افعال اور مجاہدات پر راضی ہو گیا اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تا کہ یہ نور قرص خود اس قرص تک اس کو پہنچا دے یعنی یہ افعال حق ذات حق تک رسائی کرا دے اور یہ راہبر ہو جاوے۔

زانکہ ایں نورے کہ اندر سافل است	نیست دایم روز و شب او آفل است
اس لئے کہ یہ نور جو عالم سفلی میں ہے	مستقل نہیں ہے روز و شب میں وہ غروب کر جانے والا ہے

یعنی اس لئے کہ یہ نور جو کہ سافل میں ہے دایم نہیں ہے رات دن غروب ہونے والا ہے مطلب یہ کہ نور خورشید جو کہ زمین پر پڑ رہا ہے یہ تو ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے۔ بلکہ ہر گھڑی غروب اور زائل ہونے والا ہے اور قرص خورشید ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اس کو غروب نہیں ہے بلکہ وہ کسی نہ کسی جگہ ظاہر ہی رہتی ہے تو جو شخص کہ ان افعال کے مشاہدہ میں ہو گا جو کہ نور خورشید کی مانند ہیں وہ تو ہمیشہ زوال میں رہے گا۔

وانکہ اندر قرص دارد باش و جا	غرقۂ آن نور باشد دائما
وہ جو ٹکیہ میں قیام اور جگہ رکھتا ہے	وہ ہمیشہ اس نور میں غرق رہتا ہے

یعنی اور جو شخص کہ قرص میں ٹھکانہ اور جگہ رکھتا ہے تو وہ اس نور میں ہمیشہ غرق رہتا ہے۔

نے سحابش رہ زند نے خود غروب	وار ہید او از فراق سینہ کوب
نہ ابر اس کے لئے مانع بنتا ہے نہ خود ڈوبنا	وہ سینہ پیٹنے والی جدائی سے نجات پا گیا

یعنی نہ بادل اس کے لئے رہزن ہوا اور نہ خود غروب وہ فراق سینہ کوب سے چھوٹ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص افعال سے گزر کر خود ذات باری تعالیٰ کے قرب میں آ گیا اس کو اب افعال سے استدلال کی ضرورت نہیں رہی بلکہ وہ تو ہمیشہ اور ہر وقت نور ہی نور میں غرق رہے گا۔ اس کو کبھی بھی ذہول نہ ہو گا اور جو صرف آثار ہی پر رہا اور اس مؤثر پر اس کی نظر نہ ہوئی وہ ہمیشہ زوال میں رہے گا خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

این چنین کس اصلش از افلاک بود	یا مبدل گشت گر از خاک بود
ایسے شخص کی اصل آسمانوں سے ہوتی ہے	اگر وہ خاک سے تھا تو تبدیل ہوگیا ہے

یعنی ایسے شخص کی اصل یا تو افلاک سے تھی یا اگر خاک سے تھی تو بدل گئی۔

زانکہ خاکے را نباشد تاب آن	کہ زند بروے شعاعش جاودان
کیونکہ خاکی میں اس کی طاقت نہیں ہوتی ہے	کہ اس پر اس کی شعاع ہمیشہ پڑے

یعنی اس لئے کہ خاکی کو اس کی تاب نہیں ہوتی کہ اس پر اس خورشید کی شعاع ہمیشہ پڑتی رہے۔ مطلب یہ کہ ایسا شخص یا تو اصل ہی سے اس پر صفات روح کا غلبہ ہوتا ہے اور یا یہ کہ تھا تو غلبہ عناصری کا لیکن اس کی حالت بدل گئی اور غلبہ صفات روح کا ہوگیا۔ اب اس کے اندر یہ بات پیدا ہوسکتی ہے ورنہ اگر صفات روح کا غلبہ نہ ہوتو اس نور افگنی کی تو وہ تاب بھی نہیں لاسکتا۔ آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

گر زند بر خاک دائم تاب خور	آنچنان سوزد کہ ناید زو ثمر
اگر زمین پر ہمیشہ سورج کی شعاع پڑے	ایسی جل جائے کہ اس سے پھل نہ پیدا ہو

یعنی اگر خاک پر ہمیشہ خورشید تپش ڈالے تو وہ اس طرح جل جاوے کہ اس سے پھل نہ آوے مطلب یہ کہ اگر زمین پر سخت دھوپ ہی پڑتی رہے تو ظاہر ہے کہ تمام زمین جل کر سیاہ ہوجاوے اور پھر نہ اس میں کوئی درخت ہوسکے اور نہ کوئی پھل پیدا ہوسکے تو اسی طرح اگر ہر گھڑی اور ہر وقت تجلی ہی میں رہے تو وہ بھی جل جاوے اور پھنک جاوے اور وہ بھی اس کی تاب نہیں لاسکتا۔ آگے ایک دوسری مثال ہے کہ۔

دائم اندر آب کار ماہے است	مار را با او کجا ہمراہی است
ہمیشہ پانی میں رہنا، مچھلی کا کام ہے	سانپ کی اس کے ساتھ ہمراہی کہاں ہوسکتی ہے؟

یعنی ہمیشہ پانی میں رہنا مچھلی کا کام ہے سانپ کو اس کے ساتھ کب ہمراہی ہے مطلب یہ کہ جو اولیاء اللہ ہیں وہ ہر وقت مورد تجلی رہ سکتے ہیں اور ان کے اندر اس قدر تحمل ہوسکتا ہے ورنہ جو عوام ہیں وہ اس تجلی کو ہر وقت برداشت نہیں کرسکتے۔ آگے مکاروں کے مکر کو کھولتے ہیں کہ۔

لیک در کہ مار ہائے پرفن اند	اندرین یم ماہیہا می کشند
لیکن پہاڑوں میں بہت سے پرفن سانپ ہیں	جو اس سمندر میں مچھلیوں کو مار رہے ہیں

یعنی لیکن پہاڑ میں بہت سے مکار سانپ ہیں جو کہ اس دریا میں مچھلی پن کرتے ہیں۔

مکر شان گر خلق راشیدا کند	ہم ز دریا تاسہ شان رسوا کند
ان کی مکاری اگرچہ لوگوں کو فریفتہ کرتی ہے	(لیکن) دریا سے ان کی گھبراہٹ ان کو رسوا کرتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ان کا مکر اگر مخلوق کو شیدا کرلے تو ان کا دریا سے گھبرانا ان کو رسوا کر دے گا۔ مطلب یہ کہ بہت سے مکار ایسے ہیں جو کہ ظاہر میں صوفی صافی اور زاہد و متقی بنتے ہیں اور ہوتے ہیں مکار تو اگر ان کا مکر ایک دفعہ لوگوں کو اپنے جال میں پھنسا بھی لے گا لیکن جب شریعت کی کسوٹی پر رکھ کر ان کو پرکھا جاوے گا تو آخر ان کی قلعی کھل جاوے گی اور معلوم ہو جاوے گا کہ ان کی کیا حالت ہے کیونکہ شریعت پر ہر وقت عمل کرنے سے ان کا دل گھبراوے گا اس سے صاف معلوم ہو جاوے گا کہ ان کا تقوے اور زہد سب بناوٹ کا تھا۔

ذاندرین یم ماہیان توسن اند	مار را از سحر ماہی می کنند
اس سمندر میں قوی مچھلیاں ہیں	جو سانپ کو تدبیر سے مچھلی بنا دیتی ہیں

یعنی اور اس دریا میں بڑی زبردست مچھلیاں ہیں جو کہ سانپ کو جادو سے مچھلی بنا لیتی ہیں۔

گر تو ماری شو قرین ماہیاں	تا شوی چو ماہیان در یم رواں
اگر تو سانپ ہے، مچھلیوں کا ساتھی بن جا	تا کہ مچھلیوں کی طرح سمندر میں چلے

یعنی اگر تو سانپ ہے تو مچھلیوں کے قریب رہ تا کہ تو مچھلیوں کی طرح دریا میں روانہ ہو۔ مطلب یہ کہ جیسے کہ اس دنیا میں مکار بہت ہیں اسی طرح ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو کہ عوام کو اولیاء اللہ بنا دیں تو اگر تم عوام میں سے ہو اور تم کو قرب حق حاصل نہیں ہے تو تم ان حضرات کے قرب و جوار میں رہو اس سے تم کو قرب حق نصیب ہو جاوے گا۔ آگے ان حضرات کی صفت کرتے ہیں کہ۔

ماہیان قعر دریائے جلال	بحر شان آموختہ سحر حلال
دریائے جلال کی گہرائی کی مچھلیاں	(کہ) سمندر نے ان کو حلال جادو سکھا دیا ہے

یعنی (وہ) دریائے جلال کے گڑھے کی مچھلیاں ہیں اور دریا نے ان کو سحر حلال سکھا دیا ہے۔

بس محال از تاب ایشان حال شد	نحس آنجا رفت و نیکو فال شد
بہت سے محال ان کی طاقت سے واقعہ بن گئے ہیں	منحوس وہاں پہنچا ہے اور نیک بخت بن گیا ہے

یعنی بہت سے ناممکن امور ان کے فیض سے ممکن ہو گئے منحوس اس جگہ گیا اور نیک فال ہو گیا۔

زہر آنجا رفت و شکر شد یقین	سنگ آنجا رفت گوہر شد ثمین
وہاں زہر گیا ہے اور یقیناً شکر بن گیا ہے	وہاں پتھر گیا ہے اور قیمتی جوہر بن گیا ہے

یعنی وہاں زہر گیا اور یقیناً شکر ہو گیا اور وہاں پتھر گیا اور قیمتی موتی ہو گیا۔

خاک زر شد سنگ گوہر پائے سر	می نہ بیند جز بشر چشم بشر
خاک سونا، پتھر جوہر، پاؤں سر پر ہو گیا ہے	انسان کی آنکھ ان کو سوائے بشر کے کچھ نہیں سمجھتی ہے

یعنی خاک سونا ہو گئی اور پتھر موتی ہو گیا اور پاؤں سر ہو گیا اور چشم انسان سوائے بشر کے کسی کو نہیں دیکھتی۔
مطلب یہ ہے کہ وہ حضرات دریائے جلال حق کے مچھلیاں ہیں اور حق تعالیٰ نے ان کو ایسا تصرف عطا فرمایا ہے کہ بعض اوقات کسی کے اوپر ایسی نظر ہوتی ہے کہ وہ کام کا بن جاتا ہے تو چاہئے کہ ان حضرات سے لگا رہے ایک نہ ایک دن کچھ نہ کچھ ہو کر ہی رہے گا۔ اس لئے کہ ان حضرات کی برکت و تصرف سے بہت سی ناممکن چیزیں وجود میں آ گئیں۔ اور زہر ان کی برکت سے شکر کی طرح خوشگوار بن گیا۔ علیٰ ہذا اور چیزیں کہ وہ مضر تھیں لیکن ان حضرات کی برکت سے وہی چیزیں بے ضرر بلکہ مفید بن گئیں لیکن جس کو صفات روح حاصل نہیں ہیں اور صرف بشر ہی ہے وہ تو ان کے اندر کسی اور شے کو نہ دیکھے گا بلکہ وہ تو صرف ان کی صفت بشریت ہی پر نظر رکھے گا۔ اس کو کسی بات کی بھی ان کے کمالات میں سے خبر نہ ہوگی۔ جیسے کہ کفار کہا کرتے تھے کہ یہ نبی کیسے ہیں جیسے ہم ہیں ویسے ہی یہ ہیں کھانا کھاتے ہیں پانی پیتے ہیں تو ان کو سوائے اس کے اور ان کے کمالات باطنی نظر ہی نہ آتے تھے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

تا قیامت گر بگویم زین کلام	صد قیامت بگذرد وین ناتمام
اگر میں یہ بات قیامت تک بیان کروں	سو قیامتیں گزر جائیں گی اور یہ ناتمام رہے گی

یعنی اگر میں اس کلام کو قیامت تک بیان کروں تو سینکڑوں قیامتیں گزر جاویں اور یہ ناتمام ہی ہو۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کی صفات اگر ہم قیامت تک بھی بیان کریں تب بھی ختم نہیں ہو سکتیں۔ لہذا اب ہم ان کے بیان کو بند کرتے ہیں اب مولانا کو یہ خیال آیا کہ ممکن ہے کہ کسی کو ان کا سننا ناگوار ہو اور سمجھے کہ یہ مضامین تو بارہا بیان ہو چکے ہیں اور پھر ان ہی کو بیان کرنے لگتے ہیں اور اس لئے کوئی اکتاوے تو آگے ان آداب کو بیان فرماتے ہیں جن کا لحاظ رکھنا مرید کو شیخ کا کلام سننے کے وقت ضروری ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب مولانا عقول ناقصہ کا ادنیٰ اور روح کا اعلیٰ ہونا دوسرے انداز سے بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اولاً مقدمہ کے طور پر یہ سمجھو کہ جب مجتہد کے پاس نص ہوتی ہے تو اس صورت میں وہ قیاس نہیں کرتا اور جبکہ اس کو نص نہیں ملتی اس وقت قیاس سے ایک شے کا حکم دوسرے کے لئے ثابت کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نص قیاس سے فائق اور مجتہد اس حالت میں جبکہ وہ نص رکھتا ہو خود اپنے سے اعلیٰ ہے بحالیکہ وہ قیاس کرے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ نص وہ الہام ہے جو ارواح کاملہ کو ہوتا ہے پس لامحالہ عقل جزوی کا استنباط اس سے ادنیٰ ہوگا اور روح کامل عقل ناقص سے اعلیٰ ہوگی۔ وہذا ہو المدعیٰ۔ نیز عقل کو جو کچھ ادراک و شوکت حاصل ہے وہ روح ہی کی بدولت ہے پس روح اس کی محکوم کیسے ہو سکتی ہے اور جبکہ عقل روح کی محکوم ہے تو اس کو روح سے کیا نسبت۔ اس سے بھی ارواح کاملہ کا تفوق بر عقول ناقصہ واضح ہو گیا۔ عقل روح میں تصرف نہیں کرتی بلکہ روح خود

www.besturdubooks.wordpress.com

عقل میں تاثیر کرتی ہے جس کے باعث عقل تدبیر کرتی ہے اب مولانا عقل کو مخاطب کر کے اس کی کمی کو ظاہر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے عقل اگر روح نے جو کہ مثل نوحؑ ہے نوحؑ کی طرح تیرے اندر تاثیر کی ہے اور تجھے کسی قدر اپنے رنگ میں رنگا ہے تو اس سے تو اس کی ہمسری کا دعویٰ نہ کرنا کیونکہ دریا کشتی اور طوفان نوح یعنی وہ اسباب و علامات کہاں ہیں جن سے تو نوح درروح کی ہمسری کی مستحق ہو۔ یہاں ایک اور بات بتلا دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ جب روح عقل میں تاثیر کرتی ہے تو وہ اس اثر ہی کو روح سمجھ جاتی ہے لیکن یہ اس کی غلطی ہے اثر اور شے ہے موثر دوسری شے۔ نور آفتاب اور قرص آفتاب میں بہت فرق ہے۔ اب مولانا ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تمہیں معلوم ہو گیا کہ اثر اور چیز ہے اور موثر اور۔ اور آفتاب اور ہے اور اس کا نور اور۔ اسی وجہ سے سالک نے آثار قدرت حق پر قناعت نہیں کی اور ذات کا طالب ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آثار قدرت سے ذات تک پہنچ گیا کیونکہ یہ نور یعنی آثار قدرت جو عالم میں ہیں فانی ہیں اور ہمیشہ رہنے والے نہیں ہیں نیز جو شخص کہ قرص خورشید میں اپنا مسکن بنالیتا ہے اور فنا فی اللہ ہو جاتا ہے وہ ہمیشہ نور میں غرق رہتا ہے نہ ابر اس کی رہزنی کر کے اسے اس نور سے جدا کر سکتا ہے نہ غروب۔ غرضکہ وہ مفارقت سے جس کا نتیجہ سینہ کوبی ہے چھوٹ جاتا ہے یعنی کوئی مانع اس کو حق سبحانہ سے محجوب نہیں کر سکتا۔ لہٰذا وہ وصال ابدی سے متمتع ہوتا ہے۔ ایسا شخص یا تو وہ ابتداء ہی ملکوتی الاصل ہوتا ہے یا کسب سے اس کو یہ کمال حاصل ہوتا ہے اور ابتداءً وہ ناسوتی الاصل ہوتا ہے پھر کایا پلٹ ہو جاتی ہے اور یہ ہم نے کیوں کہا کہ اس کی کایا پلٹ ہو جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خاک رہ کر اس کو یہ صفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خاک میں اتنی قوت نہیں ہے کہ ہمیشہ آفتاب حقیقی کی شعاعوں کو برداشت کر سکے۔ آفتاب حقیقی کی تو شان ارفع و اعلیٰ ہے اگر یہ آفتاب ظاہری بھی اس پر ہمیشہ اپنی شعاعیں ڈالتا رہے تو وہ یوں بھسم ہو جاوے کہ اس سے قابلیت انبات جاتی رہے نیز حق سبحانہ گویا کہ ایک بحر ہیں اور سمندر میں ہمیشہ مچھلی ہی رہ سکتی ہے جو کہ مائی الاصل ہے سانپ جو کہ خاکی الاصل ہے اس میں نہیں ٹھہر سکتا۔ یہ بھی ایک دلیل ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خاکی اپنی اصل پر رہ کر کمال مذکور حاصل نہیں کر سکتا تم کو یہ تو معلوم ہو گیا کہ سانپ جو کہ خاکی الاصل ہے سمندر میں نہیں رہ سکتا جس کا مطلب یہ تھا کہ خاکی الاصل میں جب تک کہ اس کی کایا پلٹ نہ ہو وصال حق سبحانہ کی قابلیت نہیں لیکن اتنا اور معلوم کر لینا چاہئے کہ وہ عالم میں بڑے بے چالاک سانپ پڑے ہوئے ہیں جو اس بحر حقیقی کی مچھلی ہونا ظاہر کرتے ہیں یعنی بہت سے بنے ہوئے لوگ ہیں جو اپنے کو مقرب حق سبحانہ ظاہر کرتے ہیں مگر ان کا دھوکہ چل نہیں سکتا۔ کیونکہ اگر وہ مخلوق کو اپنے پھندے میں لے بھی آئیں گے تو کیا ہے پانی سے ان کی وحشت ان کی حقیقت کھول دے گی۔ یعنی ان سے افعال و اقوال و احوال ایسے صادر ہونگے جن سے ارباب بصیرت ان کی بناوٹ کو سمجھ جاویں گے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی جان لو کہ جہاں یہ بنے ہوئے لوگ ہیں وہیں حقیقی اور سچے اہل اللہ بھی ہیں تم سب کو ایک لکڑی سے نہ ہانکنا۔ یہ لوگ ایسے کامل ہیں کہ اپنے اثر سے نااہلوں کو اہل مجوبین کو عارف سانپوں کو مچھلی بنا سکتے ہیں پس اگر تو سانپ یعنی محجوب ہے تو ان مچھلیوں

www.besturdubooks.wordpress.com

(اہل اللہ) سے قریب ہوتا کہ تو بھی ان کی فیض صحبت سے دریا میں چلنے کے قابل اور وصل حق سبحانہ کے لائق ہو سکے۔ یہ لوگ جو بحر جلال کی تہ تک پہنچنے والی مچھلیاں ہیں ان کو بحر حقیقی (حق سبحانہ) نے حلال جادو تعلیم فرمایا ہے جس سے وہ قلب ماہیت کر سکتے ہیں پس ان کے پرتو سے وہ چیز جو بادی النظر میں محال معلوم ہوتی ہے متحقق بالفعل ہو جاتی ہے اور وہاں منحوس بھی جا کر سعید ہو جاتا ہے وہاں زہر شکر ہو جاتا ہے پتھر وہاں پہنچ کر ایک قیمتی موتی ہو جاتا ہے وہاں مٹی سونا اور پتھر موتی اور پاؤں سر ہو جاتا ہے۔ غرضکہ کامل کا یا پلٹ ہو جاتی ہے باوجودیکہ یہ لوگ ایسے صاحب کمال ہیں مگر عوام ان کو اپنی ہی مثل سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں ان ھذا الا بشر مثلنا خیر یہ گفتگو تو کبھی ختم ہی نہ ہوگی اگر قیامت تک بھی میں تفصیل کرتا رہوں گا۔ تب بھی ناتمام ہی رہے گی لہذا اس کو ختم کرنا چاہئے۔

شرح شبّیری

شیخ کی زبان سے حکمت فیضان کے وقت سننے والوں اور مریدوں کے لئے آداب

بر ملولان این مکرر کردن است	نزد من عمرے مکرر بردن است
تنگدلوں پر یہ مکرر کرنا ہے	میرے نزدیک دو بار زندگی حاصل کرنا ہے

یعنی اکتانے والوں پر یہ مکرر کہنا ہے اور میرے نزدیک ایک عمر دوبارہ لے جانا ہے۔ مطلب یہ کہ لوگ ان مضامین کو مکرر سمجھ کر ان سے اکتاتے ہیں اور میرے نزدیک ان سے ایسا نشاط ہوتا ہے کہ گویا کہ ایک جدید عمر حاصل ہوگئی اور نئی زندگی مل گئی۔

شمع از برق مکرر بر شود	خاک از تاب مکرر زر شود
شمع مکرر نور سے اونچی ہوتی ہے	مٹی مکرر گرمی سے سونا بن جاتی ہے

یعنی شمع دوبارہ روشن کرنے سے بڑھتی ہے اور خاک مکرر تپش سے سونا ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر شمع کو بار بار جلاتے رہو اور اس میں دیا سلائی لگاتے رہو تو اس کی روشنی زیادہ ہی ہوگی کم تو ہونے سے رہی۔ علے ہذا خاک پر جب بار بار آفتاب کی تپش پڑتی ہے تو دیکھو وہ سونا ہو جاتی ہے تو اسی طرح ان مضامین کی تکریر سے قلب میں نورانیت زیادہ ہوتی ہے اب آگے ایک عام قاعدہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

گر ہزاران طالب اند و یک ملول	از رسالت باز می ماند رسول
اگر ہزاروں طالب ہوں اور ایک رنجیدہ	پیغام پہنچانے سے رسول رک جاتا ہے

یعنی اگر ہزاروں طالب ہوں اور ایک اکتانے والا ہو تو رسالت سے رسول باز رہ جاتا ہے مطلب یہ کہ اگر مجمع میں

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک اکتانے والا ہو اور ہزاروں سائل ہوں تو اس اکتانے والے کا اثر پڑتا ہے اور وہ رسالت سے عاجز ہو جاتا ہے۔

این رسولان ضمیر و راز گو	مستمع خواہند اسرافیل خو
یہ دل کے پیغام رساں، اسرار بیان کرنے والے	(حضرت) اسرافیل کی عادت والا سننے والا چاہتے ہیں

یعنی یہ دل راز گو کے رسول۔ سننے والا اسرافیل کی خصلت کا چاہتے ہیں مطلب یہ کہ یہ جو اولیاء اللہ ہیں جو کہ دل راز گو کے رسول ہیں اور اس کے رازوں کو ظاہر کرتے ہیں یہ بھی یوں چاہتے ہیں کہ ہماری باتوں کا سننے والا ایسا مستعد ہو کہ ہمہ تن ہماری ہی طرف متوجہ رہے۔

نخوتے دارند و کبرے چون شہان	چاکری خواہند از اہل جہان
وہ شاہوں کی سی نخوت اور بڑائی رکھتے ہیں	دنیا داروں سے خدمتگاری چاہتے ہیں

یعنی ایک نخوت اور کبر بادشاہوں کی طرح رکھتے ہیں اور اہل جہان سے ملازمت چاہتے ہیں۔

تا ادبہا شان بجاگہ ناوری	از رسالت شان چگونہ برخوری
جب تک تو ان کے ادب بجا نہ لائے	ان کے پیغام سے تو کیسے فائدہ اٹھائے گا؟

یعنی جب تک کہ ان کے آداب کو تو بجا نہ لاوے گا ان کی رسالت سے کس طرح پھل کھاوے گا۔

کے رسانند آن امانت را بتو	تا نہ باشی پیش شان راکع دوتو
تجھے وہ امانت کب پہنچائیں گے؟	جب تک کہ ان کے سامنے رکوع میں دہرا نہ ہو جائے

یعنی وہ امانت کو تجھ تک کب پہنچاویں گے جب تک کہ تو ان کے آگے دوہرا نہ جھکے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اہل اللہ جب اپنا فیض پہنچاتے ہیں تو ان کا دل یہ چاہتا ہے کہ کوئی سننے والا ہو کہ بس ہمہ تن گوش ہو جاوے اور ان کے پاس جو طالب ہو کر جاوے اس کی آزمائش اور طلب کے دیکھنے کے لئے وہ اول اول ظاہراً نخوت اور تکبر کرتے ہیں اور استغنا سے کام لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کس کو طلب ہے جو کہ باوجود ہماری اس قدر بے رخی کے بھی لپٹے بس وہ اس خدمت کے طلبگار ہیں جو کہ طلب پر دلالت کرے اور جس وقت تک کہ طلب معلوم نہ ہو گی اس وقت تک وہ اس امانت کو جس کو وہ اپنے اندر لئے ہوئے ہیں تم تک نہ پہنچاویں گے وہ اپنی خدمت کے طلب گار نہیں ہوتے ان میں تکبر نہیں ہوتا ہاں اول طلب دیکھتے ہیں اور یہی ان کے آداب میں سے ہے کہ اول طلب پیدا کرلو پھر دیکھئے ان کے آداب وہ نہیں ہیں جیسے کہ اور لوگوں کے آداب ہوتے ہیں بلکہ ان کے آداب میں سے تو یہی ہے کہ اول طلب پیدا ہو جاوے بس پھر کوئی غم نہیں ہے آگے اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

ہر ادب شان کے ہمی آید پسند	کامدند ایشان زایوان بلند
ان کو ہر ادب کب پسند آئے گا	کیونکہ وہ اونچی بارگاہ سے آئے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہر ادب ان کو پسند نہیں آتا۔ کیونکہ وہ ایوان بلند سے آئے ہیں۔

نے گدایانند کز ہر خدمتے	از تو دارند اے مزور منتے
وہ محتاج نہیں ہیں کہ ہر خدمت سے	اے فریبی وہ تیرے احسان مند ہوں

یعنی وہ فقیر نہیں ہیں کہ ہر خدمت کی وجہ سے اے طالب وہ تیرا احسان لیں۔ مطلب یہ کہ ان کے لئے ہر ادب کافی نہیں کہ بعضے لوگ ان کے ساتھ تکلف کا برتاؤ کرتے ہیں تو ان کو یہ ادب پسند نہیں آتا بلکہ ان کو تو وہی ایک خدمت کہ جس سے طلب معلوم ہو جاوے پسند ہے وہ کوئی فقیر تو ہیں نہیں کہ جو اس کی عمر بھر کسی نے خدمت نہ کی ہو تو وہ ذرا سی خدمت سے بھی تمہارا ممنون ہو ان کی خدمت تو جب تک ان کی مرضی کے موافق نہ ہو گے وہ ہرگز خوش نہیں ہو سکتے لہذا چاہیئے کہ اہل اللہ کی خدمت اسی طرح کریں جس سے ان کو راحت ہو اور جو خدمت کہ ان کو پسند آوے ورنہ ایسی خدمت سے کیا فائدہ کہ جس سے ان کو الٹی کوفت ہو غرضکہ ان کے کلام کے وقت کا ادب بھی ہے کہ ہمہ تن گوش ہو جاؤ۔ اب یہ قاعدہ تو اس امر کو مقتضی تھا کہ مولانا آگے کچھ نہ بیان کریں کیونکہ لوگ اکتانے لگے ہیں مگر مولانا اپنے نفس کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ۔

لیک بابے رغبتہائے ضمیر	صدقہ سلطان بیفشان وامگیر
لیکن دل کی بے رغبتوں کے باوجود	شاہی خیرات بکھیر دے بند نہ کر

یعنی لیکن باوجود قلوب کی بے رغبتی کے صدقہ سلطان نثار کرو اور سمیٹو مت۔ مطلب یہ کہ باوجود بے رغبتی کے بھی علوم ربانی کے بیان کو بندمت کرو اور بیان کرو۔

اسپ خوردان اے رسول آسمان	در ملولان منگر واندر جہان
اے آسمانی قاصد! اپنا گھوڑا دوڑا دے	بے رغبت لوگوں اور دنیا کو نہ دیکھ

یعنی اے رسول آسمانی اپنا گھوڑا اچلاؤ۔ اکتانے والوں میں اور جہاں میں مت دیکھو کیونکہ۔

فرخ آن ترکے کہ استیزہ نہد	اسپش اندر خندق آتش جہد
مبارک ہے وہ شہسوار جو اختلاف کو (بالائے طاق)	اس کا گھوڑا آگ کی خندق کود جائے

یعنی مبارک ہے وہ سوار جو کہ لڑائی رکھے (باوجودیکہ) اس کا گھوڑا آگ کی خندق میں کودے۔

گرم گرداند فرس را آنچناں	کہ کند آہنگ اوج آسمان
وہ گھوڑے کو ایسا گرم کر دے	کہ وہ آسمان کی بلندی کا قصد کرے

یعنی گھوڑے کو ایسا گرم کرے کہ وہ بلندی آسمان کا قصد کرے۔ مطلب یہ کہ اے رسول غیبی تم اپنے فیوض کو روکومت اور باوجود لوگوں کی بے رغبتی کے بیان کرتے رہو کیونکہ اصل سوار تو وہی ہے کہ باوجودیکہ گھوڑا خندق آتش

www.besturdubooks.wordpress.com

میں جارہا ہے لیکن اس پر جہاز ہے تو بس تم بھی ان لوگوں کی بے رغبتی اور ملال کو مت خیال کرو۔ بلکہ تم بیان کرتے رہو کیونکہ یہ تو صدقہ سلطانی ہے پھر کیوں کسی سے دریغ رکھتے ہو تم تو سب کو دو اب جس کا دل چاہے لے اور جو محروم رہے اس کو رہنے دو اس کی وجہ سے اور حقداروں کو کیوں محروم کیا جاوے تمہاری تو یہ حالت ہونی چاہئے کہ۔

چشم را از غیر و غیرت دوختہ	ہمچو آتش خشک و تر را سوختہ
بیگانے اور غیرت سے آنکھ بند کر لی ہو	خشک اور تر کو آگ کی طرح جلا دیا ہو

یعنی غیر اور غیرت سے آنکھ کو سی کر آگ کی طرح خشک و تر سب کو آگ لگائے ہوئے۔

گر پشیمانی برد عیبے کند	آتش اول در پشیمانی زند
اگر پشیمانی اس کی عیب گیری کرے	پہلے پشیمانی ہی میں آگ لگا دے

یعنی مگر پشیمانی لے جاوے تو ایک عیب کرتا ہے۔ اول تو پشیمانی ہی میں آگ لگادے۔

خود پشیمانی نہ روید از عدم	چون بہ بیند گرمی صاحب قدم
خود پشیمانی ہی عدم سے وجود میں نہیں آتی ہے	جبکہ وہ صاحب قدم کی گرمی کو دیکھتی ہے

یعنی خود پشیمانی عدم سے پیدا نہیں ہوتی ہے جبکہ وہ صاحب قدم کی گرمی کو دیکھ لیتی ہے۔ مطلب یہ کہ رسول حق کی تو یہ حالت ہونی چاہئے کہ وہ غیر حق سے اور غیرت سے سب سے آنکھ کو بند کرے بس خدا کے واسطے سارے کام کرے اور یہ نہ سوچے کہ کسی کو نفع ہوا ہے یا نہیں کہ اسی سے تو پشیمانی ہوگی کہ افسوس ہم نے فضول ہی محنت کی۔ بس یہ سمجھے کہ یہ کام خدا کے لئے کر رہے ہیں اور خدا ثواب دیگا تو پھر خواہ کوئی سنے یا نہ سنے ثواب ملے ہی گا۔ پھر پشیمانی کیسی بلکہ جب کوئی سرگرمی سے کام میں لگا ہوا ہو تو پھر اس کے پاس پشیمانی بھی نہیں آتی۔ پشیمانی بھی ان ہی کے پاس آتی ہے جو کہ ڈھل مل یقین ہوتے ہیں خوب سمجھ لو۔ بس کام میں لگے رہو اور خوب علوم و معارف کو بیان کرو کسی کے سننے نہ سننے کی پرواہ مت کرو کہ تمہارا کام پہنچانا ہے اور خدا اس کام کو اجر دے گا وہ ہر وقت میں تم کو ملے گا خواہ کوئی سنے یا نہ سنے۔ خوب سمجھ لو۔ اب یہاں کسی کو شبہ ہوا کہ بھلا پشیمانی کی کیا خبر کہ یہ سرگرمی سے کام میں لگا ہوا ہے اور یہ لاپرواہی سے جو وہ ان دونوں میں فرق کریگی اور سرگرمی والے کے پاس نہ آوے گی اور دوسرے کے پاس آوے گی آگے اسی کا جواب ہے۔

خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ دیکھو حیوانات باوجود غیر ذوی العقول ہونے کے اپنے دشمنوں کو پہچانتے ہیں اور دشمن دوست میں فرق کرتے ہیں تو اسی طرح پشیمانی بھی جانتی ہے اور سرگرم رہ رو کو اور غیر کو خوب جانتی ہے۔ خوب یاد رکھو۔ اب آگے اسی کو بیان فرماتے ہیں۔

قد تم الربع الثالث من الدفتر الثالث من المثنوی المعنوی وللہ الحمد

www.besturdubooks.wordpress.com

19

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ لوگ ان مضامین کو بار بار سن کر اکتا گئے ہیں اس لئے ختم کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے لیکن گو اکتانے والوں کو تو مکرر معلوم ہوتا ہے مگر مجھے اس سے بار بار حیات تازہ حاصل ہوتی ہے۔ تم تعجب نہ کرنا کہ تکرار تازہ حیات کا سبب کیونکر ہو سکتی ہے اس لئے محسوسات میں بھی اس کی نظیر موجود ہے اس لئے کہ شمع لگاتار روشنی سے زیادہ اونچی یا روشن ہوتی ہے اور آفتاب کی گرمی کے لگاتار پہنچنے سے مٹی سونا ہو جاتی ہے یہ سب کچھ ہے لیکن اگر سو طالب ہوں اور ان میں ایک برداشتہ خاطر ہو تو قاعدہ ہے کہ ولی جو مضامین الہامیہ کو پہنچاتا ہے اس کی طبیعت رک جاتی ہے اور وہ مضامین بیان نہیں کر سکتا۔ اور راز اس کا یہ ہے کہ یہ پیغام بر جو اسرار الہیہ کے بیان کرنے والے اہل دل ہیں یہ چاہتے ہیں کہ سننے والا یوں ہمہ تن گوش ہو جیسے اسرافیل حکم نفخ سننے کے لئے ہمہ تن گوش کھڑے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کے دماغ شاہانہ ہوتے ہیں اور یہ نہایت غیور ہوتے ہیں اس لئے شائبہ ذلت کو بھی پسند نہیں کرتے اور یہ چاہتے ہیں کہ لوگ ہمارے محتاج ہوں اور غلامانہ برتاؤ کریں بس جب تک تم ان کا پورا پورا ادب نہ بجالاؤ گے اس وقت تک تم ان کی پیغامبری سے متمتع نہیں ہو سکتے۔ اور جب تک تم ان کے سامنے نہ جھکو گے اس وقت یہ امانت خداوندی تم کو نہیں دے سکتے مگر یہ بھی یاد رکھو کہ ہر ادب بھی ان کو پسند نہیں ہے کیونکہ یہ تو بڑے قصر شاہی سے آئے ہیں اس لئے ان کا دماغ بھی نہایت عالی ہے لہذا ممکن ہے کہ ایک شے کو تم ادب سمجھو مگر ان کے نزدیک وہ بے ادبی ہو۔ اس لئے ادب وہ ہونا چاہئے جس کو وہ ادب سمجھیں یہ لوگ کچھ بھیک مانگنے والے نہیں ہیں کہ جو خدمت تم کر وہ وہ شکر کے ساتھ اس کو قبول کرلیں بلکہ یہ نہایت مستغنی ہیں اس لئے خدمت ان کی مرضی کے موافق ہونی چاہئے۔ یہاں تک پہنچ کر پھر مولانا کو جوش ہوا اور فرماتے ہیں کہ اے حسام الدین مانا کہ لوگ ملول ہیں اس لئے آپ کا جی نہیں چاہتا کہ اسرار بیان کریں لیکن آپ خدا کے لئے اوپرے ہی دل سے بیان کیجئے مگر بیان کیجئے اسرار کو روکئے نہیں اور اے آسمانی قاصد آپ اپنا کام کئے جائیے اور جہان اور اہل جہان پر نظر نہ کیجئے مبارک ہے وہ شہسوار کہ لڑائی قائم کرے اور اپنے گھوڑے کو آگ کی خندق میں ڈال دے اور اپنے گھوڑے کو اس قدر تیز کرے کہ قلعہ تو قلعہ آسمان پر پہنچنے کا قصد کرے۔ یعنی کیا کہنا ہے اس ولی کا جو تمام موانع کو اٹھا کر اپنے کام میں مصروف رہے۔ نہ غیر اللہ کو خاطر میں لائے اور نہ غیرت ناقدردانی کو کام میں لائے بلکہ آگ کی طرح درجہ توجہ میں تمام ماسوی اللہ کو جلا ڈالے اور کسی پر بھی نظر نہ کرے۔ اگر ناقدردانی کے سبب پشیمانی اس پر ملامت کرے اور کہے کہ تو نے ان ناقدردانوں کے سامنے یہ گفتگو کیوں کی تو سب سے پہلے اس پشیمانی ہی کو آگ لگائے یہ گفتگو بطور فرض وتقدیر کے ہے ورنہ جب حق سبحانہ کو مطمح نظر بنالیا جاوے گا اور پشیمانی اس قدیم الذات والصفات کے جلال پر نظر کرے گی تو وہ عدم سے وجود ہی میں نہ آئے گی۔ کیونکہ حق سبحانہ تو

www.besturdubooks.wordpress.com

پشیمانی کے دشمن ہیں اور ہر چیز اپنے دشمن کو پہچانتی ہے لہذا ناممکن ہے کہ کسی کے اپنے کسی فعل میں حق سبحانہ مطمح نظر ہوں اور اس فعل پر پشیمانی ہو یہ توجیہ اس وقت ہے جبکہ صاحب قدم کو بکسر قاف پڑھا جاوے لیکن اگر اس کو بفتح قاف پڑھا جاوے تو معنی یہ ہونگے کہ جب اس تیز رفتار بزرگ کی مستعدی کو دیکھے گی تو پشیمانی وجود ہی میں نہ آوے گی آگے اس کی تائید ہے کہ ہر شے اپنے دشمن کو پہچانتی ہے اور فرماتے ہیں اسپ داند بانگ وبوئے شیر را الخ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حامداً و مصلیاً و مسلماً

ربع چہارم دفتر ثالث کلید مثنوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرح شبّیری

ہر حیوان کا اپنے دشمن کو پہچاننا اور اس شخص کے خسران کا بیان کہ ایسے شخص سے دشمنی کرے کہ اس سے حذر ممکن نہ ہو اور نہ اس سے الگ ہونا ممکن ہو

اسپ داند بانگ و بوئے شیر را	گرچہ حیوانست الاّ نادرا
گھوڑا شیر کی آواز اور بو کو جانتا ہے	اگرچہ جانور ہے مگر بہت کم

یعنی گھوڑا اگرچہ حیوان ہے (مگر) شیر کی بو اور اس کی آواز کو جانتا ہے مگر نادر یعنی شاذ و نادر ایسا ہوتا ہے کہ وہ نہ پہچان سکے ورنہ اکثر پہچان لیتا ہے۔

بل عدوئے خویش را ہر جانور	خود بد انداز نشان و از اثر
بلکہ ہر جانور اپنے دشمن کو	علامت اور نشان سے پہچان لیتا ہے

یعنی بلکہ اپنے دشمن کو ہر جانور خود نشان و اثر سے جان لیتا ہے۔

روز خفاشک نیارد بر پرید	شب برون اید چو دزدان جرید
چمگادڑ دن میں نہیں اڑ سکتی ہے	رات کو اکیلے چوروں کی طرح نکلتی ہے

یعنی خفاش دن کو نہیں اڑ سکتی ہے ہاں رات کو چوروں کی طرح باہر آتی ہے یعنی دیکھو خفاش نے بھی اپنی ضد اور مخالف کو پہچان لیا آگے اس سے انتقال فرماتے ہیں کہ

از ہمہ محروم تر خفاش بود	کہ عدوئے آفتاب فاش بود
سب سے زیادہ محروم چمگادڑ ہے	کیونکہ وہ روشن سورج کی دشمن ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی سب سے زیادہ محروم خفاش ہے کہ وہ دشمن آفتاب ظاہر کی ہے۔

نے تو اندر در مصافش زخم خورد	نے بہ نفرین تاندش مقہور کرد
نہ تو میدان میں اس کا مقابلہ کر سکتی ہے	نہ نفرت کی وجہ سے اس کو مغلوب کر سکتی ہے

یعنی نہ تو اس کی مصاف میں زخم کھا سکتی ہے اور نہ نفرت سے اس کو چھوڑ سکتی ہے یعنی اس نے ایسے سے مخالفت کی کہ نہ اس پر غالب آ سکے اور نہ اس سے متنفر ہو کر اس کو کہیں نکال سکے۔ بلکہ بیچاری خود ہی اس سے محروم رہتی ہے۔

آنکہ آن خورشید از احسان وجود	بر نہ در اندز قہرش تار و پود
پھر بھی وہ سورج احسان اور سخاوت کی وجہ سے	غصہ سے اس کا تانا بانا نہیں پھاڑتا ہے

یعنی اس وقت وہ خورشید احسان وجود کی وجہ سے اس کا تانا بانا اس پر غصہ کی وجہ سے الگ نہیں کرتا۔ یعنی اس کا حلم دیکھئے کہ باوجود اس کی نفرت اور مخالفت کے وہ اس کو کچھ بھی نہیں کہتا۔

آفتابے کے بگرداند قفاش	از برائے غصہ و قہر خفاش
سورج اپنا رخ کب موڑتا ہے؟	چمگادڑ کے غصہ اور غضب کی وجہ سے

یعنی آفتاب اپنی قفا کو خفاش کے غصہ اور قہر کی وجہ سے کب پھراتا ہے۔ (بلکہ)

غایت لطف و کمال او بود	ورنہ خفاشش کجا مانع شود
(یہ) اس کا انتہائی کرم اور کمال ہے	ورنہ چمگادڑ کہاں اس کو روک سکتی ہے؟

یعنی یہ اس کا غایت لطف و کمال ہے ورنہ خفاش اس کو کہاں مانع ہو۔ یعنی آفتاب جو غروب در روپوش ہوتا ہے یہ اس لئے نہیں کہ وہ اس خفاش سے کوئی نفرت رکھتا ہے یا وہ اس کا دشمن ہے بلکہ بات یہ ہے کہ اپنی لطف و کرم کی وجہ سے وہ الگ ہو جاتا ہے تاکہ یہ بھی باہر نکل کر پھر پھرائے ورنہ کہاں خفاش اور کہاں آفتاب۔

دشمن ار گیری بحد خویش گیر	تا بود ممکن کہ گردانی اسیر
اگر تو دشمن بنائے تو اپنے رتبہ کے اعتبار سے بنا	تاکہ یہ ممکن ہو کہ تو اس کو قابو میں کر لے

یعنی دشمن اگر اختیار کرو تو اپنی حد کے موافق اختیار کرو تاکہ یہ ممکن ہو کہ تم اس کو قید کر لو۔

قطرہ با قلزم کہ استیزہ کند	ابلہ است او ریش خود بر می کند
قطرہ جب سمندر سے دشمنی کرے	وہ بیوقوف ہے اپنی داڑھی نوچتا ہے

یعنی قطرہ دریائے قلزم کی ساتھ جو لڑائی کرے تو وہ بیوقوف ہے اپنی داڑھی اکھاڑتا ہے یعنی یہ بیوقوف خود ہی ہلاک ہوگا۔

حیلت او از سبالش نگذرد	حجر و حلق قمر چون بردرد
اس کی تدبیر اس کی مونچھوں سے آگے نہیں بڑھتی ہے	چاند کا گلا اور سینہ وہ کیسے پھاڑ سکتی ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس کا حیلہ اس کی مونچھ سے تجاوز نہیں کرتا تو تجرہ اور حلق قمر کا کیونکر پھاڑے گا یعنی جیسے کہ مثل مشہور ہے کہ بھیڑ کی لات گھٹنے تک۔ اسی طرح ان کا حیلہ ان ہی تک ہے آگے یہ آفتاب یا قمر تک کیا پہنچ سکتے ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

باعدو آفتاب این بد عتاب	اے عدو آفتاب آفتاب
یہ گفتگو تو سورج کے دشمن سے تھی	اے سورج کے دشمن!

یعنی عدو آفتاب سے (ہمارا) یہ عتاب تھا تو اے آفتاب آفتاب کے عدو (تیرا کیا حال ہوگا) یعنی تو جو عدو حق ہے تیرا کیا حال ہوگا جبکہ آفتاب ظاہری کے عدو کی یہ حالت ہے۔

اے عدو آفتابے کز فرش	می بلرزد آفتاب و اخترش
اے اس سورج کے دشمن جس کی شان و شوکت سے	سورج اور اس کے ستارے لرزتے ہیں

یعنی اے عدو اس آفتاب کے کہ اس کے دبدبہ سے آفتاب اور اس کے ستارے سب کانپتے ہیں۔

تو عدو او نہ خصم خودی	چہ غم آتش را کہ تو ہیزم شدی
تو اس کا دشمن نہیں ہے اپنا دشمن ہے	آگ کو کیا فکر ہے جبکہ تو ایندھن ہو گیا ہے

یعنی تو اس کا عدو نہیں ہے اپنا دشمن ہے آگ کو کیا غم اگر تو لکڑی ہو جاوے یعنی اگر تو اس کا دشمن ہو جاوے اور اپنے کو ہلاک کرنے لگے تو اس کو کیا غم ہے۔

اے عجب از سوزشت او کم شود	یاز درد و غصہ ات پر غم شود
تعجب ہے اگر تیرے جلنے سے وہ کم ہو جائے	یا تیرے درد اور غصہ سے وہ غمگین ہو

یعنی تعجب ہے کہ تمہاری سوزش سے وہ کم ہو یا تمہارے درد و مصیبت سے وہ پر غم ہو۔ مطلب یہ کہ اس کو اصل میں تو کوئی پرواہ نہ تھی مگر اس کی رحمت اس کو متقاضی ہے کہ وہ تمہاری درد مصیبت پر رحم کرے مگر اس کا رحم ایسا نہیں ہے جیسا کہ آدمی کا ہوتا ہے کہ اس کے اندر انفعال ہوتا ہے ہرگز نہیں۔ حق تعالیٰ کے یہاں فضل تو ہے مگر انفعال نہیں ہے وہ خود متاثر نہیں ہوتے آگے خود فرماتے ہیں کہ۔

رحمتش نے رحمت آدم بود	کہ مزاج رحم آدم غم بود
اس کی رحمت، انسان کی رحمت نہیں ہے	انسان کی رحمت کی ملاوٹ غم ہوتا ہے

یعنی اس کی رحمت آدمی کی رحمت نہیں ہوتی کیونکہ آدمی کے رحم کا مزاج تو غم ہوتا ہے یعنی انسان کی رحمت تو بعد انفعال کے ہوتی ہے اور حق تعالیٰ اس سے منزہ ہیں۔

رحمت مخلوق باشد غصہ ناک	رحمت حق از غم و غصہ است پاک
مخلوق کی رحمت، غصہ سے ملی ہوتی ہے	اللہ کی رحمت، غم و غصہ سے پاک ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مخلوق کی رحمت تو غصہ ناک ہوتی ہے اور رحمت حق غم و غصہ سے پاک ہوتی ہے یعنی مخلوق کی رحمت کا اثر تو جب ہوتا ہے جبکہ خود یہ متاثر اور منفعل ہوں اور حق تعالیٰ تاثر سے پاک ہے بلکہ وہاں صرف اثر اور فعل ہے انفعال و تاثر نہیں ہے۔

رحمت بیچون چنین دان اے پسر	ناید اندر وہم ازوے جز اثر
اے بیٹا! بے مثال کی رحمت کو یوں سمجھ	کہ سوائے نشان کے وہ سمجھ میں نہیں آتی ہے

یعنی اے صاحبزادے رحمت بیچوں کو اسی طرح جانو اس سے سوائے اثر کے کچھ وہم میں نہیں آتا یعنی اس کا اثر تو ظاہر ہوتا ہے باقی اس سے رحم کو کوئی تاثر یا انفعال نہیں ہوتا۔ تو بس حق تعالیٰ کی رحمت کو آثار اور مثالوں سے تو معلوم کر سکتے ہو۔ باقی اس کی کنہ کو کوئی معلوم نہیں کر سکتا۔ آگے اسی کو فرماتے ہیں۔

ایک چیز کو مثال سے اور تقلیداً جان لینے میں اور اس کی ماہیت کے معلوم کرنے میں فرق

ظاہر است آثار میوہ رحمتش	لیک کہ داند جز او ماہیتش
اس کی رحمت کے پھل کے آثار ظاہر ہیں	لیکن اس کی حقیقت سوائے اس کے اور کون جانتا ہے؟

یعنی اس کی رحمت کے میوے کے آثار تو ظاہر ہیں لیکن اس کے سوا ان کی ماہیت کو کون جانتا ہے۔

ہیچ ماہیات اوصاف کمال	کس نداند جز بآثار و مثال
کمالی اوصاف کی ماہیتیں	کوئی شخص سوائے نشانات اور مثال کے نہیں جانتا ہے.....

یعنی اوصاف کمال کی ماہیات کو کوئی بجز آثار و مثال کے نہیں جانتا ہے آگے مثال ہے کہ۔

طفل ماہیت نداند طمث را	جز کہ گوئی ہست آں خوش چوں شکر
بچہ کو عورت سے جماع کرنے کی (لذت کی) خبر نہیں ہے	سوائے اس کے کہ تو کہہ دے وہ شکر جیسا خوش (ذائقہ) ہے

یعنی بچہ جماع کی ماہیت کو نہیں جانتا سوائے اس کے کہ تم کہو حلوہ کی طرح ہے۔

طفل را نبود ز وطے زن خبر	جز کہ گوئی ہست آن خوش چون شکر
بچہ کو عورت سے جماع کرنے کی (لذت کی) خبر نہیں ہے	سوائے اس کے کہ تو کہہ دے وہ شکر جیسا خوش (ذائقہ) ہے

یعنی بچہ کو عورت کی وطی کی خبر نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ تم کہہ دو کہ وہ شکر کی طرح اچھی ہوتی ہے۔

کے بود ماہیت ذوق جماع	مثل ماہیات حلوا اے مطاع
جماع کی لذت کی حقیقت کب ہوتی ہے؟	اے جناب! حلوے کی ماہیتوں جیسی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ذوق جماع کی ماہیت حلوہ کی ماہیت کی طرح کب ہوتی ہے اے مطاع۔

لیک نسبت کرد از روئے خوشی	باتو آن عاقل کہ تو کودک وشی
لیکن لذت کی حیثیت سے نسبت دیدی	اس عقلمند نے تیرے لئے چونکہ تو بچہ کی طرح ہے

یعنی لیکن اس عاقل نے باعتبار عمدہ ہونے کے (حلوہ سے) نسبت کر دی۔ اس لئے کہ تو کودک وش ہے (لہذا تجھے امثلہ سے سمجھایا جاتا ہے)

تا بداند کودک آنرا از مثال	گر نداند ماہیت با عین حال
تا کہ بچہ اس کو مثال سے سمجھ لے	اگر اس کی واقعی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے

یعنی تا کہ بچہ اس کو مثال سے جان لے اگر چہ ماہیت کو عین حال سے نہ جانے یعنی اس کو جو مثال حلوہ وغیرہ سے دیتے ہیں تو اس لئے تا کہ بچہ اگر ماہیت کو نہ سمجھ سکے تو خیر مثال سے کچھ تو سمجھ لے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کی کن ذات کو تو کوئی جان نہیں سکتا تو امثلہ سے سمجھاتے ہیں کہ اسی سے کچھ پتہ چلے۔

پس اگر گوئی بدانم دور نیست	ور بگوئی کہ ندانم زور نیست
پس اگر تو کہے کہ میں جان گیا تو بھی بعید نہیں ہے	اور اگر تو کہے کہ میں نہیں جانتا ہوں تو بھی جھوٹ نہیں ہے

یعنی پس اگر تم کہو کہ میں جانتا ہوں تو بھی بعید نہیں ہے (کیونکہ مثال سے تو جانتے ہی ہو) اور اگر کہو کہ میں نہیں جانتا تو یہ جھوٹ نہیں ہے (اس لئے کہ اس کی ماہیت سے ناواقف ہو) آگے اور مثال ہے کہ۔

گر کسے گوید کہ دانی نوح را	آن رسول حق و نور روح را
اگر کوئی کہے کہ تو نوحؑ کو جانتا ہے	اس اللہ کے رسول اور روح کے نور کو

یعنی اگر کوئی کہے کہ تم نوحؑ کو اس رسول حق اور نور روح کو جانتے ہو۔

گر بگوئی چون ندانم کان قمر	ہست از خورشید و مہ مشہور تر
اگر تو کہے کہ میں کیوں نہیں جانتا ہوں کیونکہ وہ چاند ہیں	جو سورج اور چاند سے زیادہ مشہور ہیں

یعنی اگر تم کہو کہ میں کیونکر نہ جانوں گا کیونکہ وہ قمر خورشید و ماہ سے بھی زیادہ مشہور ہیں۔

کود کان خورد در کتابہا	وان اما مان جملہ در محرابہا
چھوٹے بچے مکتبوں میں	اور تمام امام محرابوں میں

یعنی چھوٹے بچے مکتبوں میں اور وہ سارے امام لوگ محرابوں میں۔

نام او خوانند در قران صریح	قصہ اش گویند از ماضی فصیح
ان کا نام صاف طور پر قرآن میں پڑھتے ہیں	ان کا گذشتہ قصہ وضاحت سے بیان کرتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ان کا نام قرآن شریف میں صریحاً پڑھتے ہیں اور ان کا ماضی کا قصہ بیان کرتے ہیں۔

راست کودانیش تو از روئے وصف	گرچہ ماہیت نشد از نوح کشف
سچ ہے کہ تو ان کو اوصاف کے اعتبار سے جانتا ہے	اگرچہ (حضرت) نوح کی حقیقت واضح نہیں ہوئی ہے

یعنی سچ ہے کہ اس کو تم از روئے وصف جانتے ہو اگرچہ نوح کی ماہیت منکشف نہ ہوئی یعنی تمہارا یہ کہنا کہ میں نوح کو جانتا ہوں صحیح ہے اس لئے کہ اوصاف سے تو جانتے ہی ہو اور لوگوں سے ان کا ہونا سنا تو ہے تو یہ بھی صحیح ہے۔

ور بگوئی من چہ دانم نوح را	آن گزیدہ حق و محض روح را
اگر تو کہے میں (حضرت) نوح کو کیا جانوں؟	اس اللہ کے برگزیدہ اور خالص روح کو

یعنی اور اگر کہو کہ میں نوح کو کیا جانوں اس برگزیدہ حق اور محض روح کو۔

من کجا دانستن او از کجا	ہمچو اوئے داند او را اے فتی
میں کہاں اور ان کا جاننا کہاں	اے نوجوان! ان کو ان جیسا ہی جان سکتا ہے

یعنی کہاں میں اور کہاں ان کا جاننا ارے میاں ان کو ان جیسا ہی کوئی جانے (اور تم کہو کہ)

مور لنگم من چہ دانم فیل را	پشۂ کے داند اسرافیل را
میں لنگڑی چیونٹی ہوں میں ہاتھی کو کیا جانوں؟	مچھر (حضرت) اسرافیل کو کیا جانے؟

یعنی میں تو مور لنگ ہوں میں ہاتھی کو کیا جانوں اور ایک مچھر اسرافیل کو کیا جانے۔

این سخن ہم راست ست از روئے آن	کہ بماہیت ندانیش اے فلان
یہ بات بھی صحیح ہے اس لئے کہ	اے فلاں! ان کی حقیقت کے اعتبار سے تو ان کو نہیں جانتا ہے

یعنی یہ بات بھی سچ ہے اس سبب سے کہ اے شخص تو ان کو ماہیت سے نہیں جانتا یعنی اگر تم کہو کہ میں نوح علیہ السلام کو نہیں جانتا یہ بھی صحیح ہے اس لئے کہ تم ان کی ماہیت سے بے خبر ہو تو دیکھو ایک شے کو امثلہ سے اور تقلیداً تو جانتے ہو اور اس کی ماہیت کی خبر نہیں۔ اسی طرح حق تعالیٰ کی کنہ ذات کو تو کوئی نہیں جانتا ہاں امثلہ سے اور تقلیداً کچھ معلوم کر لیتے ہیں۔

عجز از ادراک ماہیت عمو	حالت عامہ بود دریاب تو
اے چچا! ماہیتوں کے ادراک سے عجز	عوام کی حالت ہوتی ہے، تو حاصل کر لے

یعنی ادراک ماہیت سے عاجز ہونا یہ حالت عوام کی ہے تو اس کو خوب سمجھ لے۔

زانکہ ماہیات و سر سر آن	پیش چشم کاملان باشد عیان
کیونکہ ماہیتیں اور ان کے راز کا راز	کاملوں کی آنکھ کے سامنے کھلا ہوا ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس لئے کہ ماہیات اور سر سران کاملوں کی آنکھ کے سامنے ظاہر ہوتے ہیں (ماہیات سے مراد ماہیات حوادث اور سر سر سے مراد صفات) مطلب یہ ہے کہ اشیاء کی ماہیات وصفات اولیاء اللہ کے سامنے سب منکشف ہیں آگے اس کے استبعاد کو دور فرماتے ہیں کہ۔

در وجود از سر حق و ذات او	دور تر از فہم و استبصار کو
اللہ اور اس کی ذات کے راز سے، وجود میں	فہم و بصیرت سے زیادہ دور اور کوئی چیز نہیں ہے

یعنی موجودات میں صفات حق اور اس کی ذات سے زیادہ فہم واستبصار سے کون بعید ہے۔

چونکہ آں مخفی نماند از محرمان	ذات وصفے چیست کان ماند نہان
جبکہ محرموں سے وہ پوشیدہ نہیں رہتا	تو کس کی ذات اور صفت ہے جو پوشیدہ رہے گی؟

یعنی جبکہ وہ (ذات) ہی محرموں سے مخفی نہ رہی تو ذات وصفی تو کیا ہے جو پوشیدہ رہے گی۔ (شعر عجز از ادراک الخ سے شعر چونکہ او مخفی نماند تک کی شرح خود حضرت والا صاحب ادراک نے تحریر فرما کر دی ہے اس کو بعینہ درج ذیل کیا جاتا ہے وہو ہذا)

فائدہ:۔ شرح اس مقام کی یہ ہے کہ یہ امر تو مقرر ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات وصفات کی کنہ کسی ممکن کو معلوم نہیں پس ان اشعار میں انکشاف کنہ ذات عند العارف کا حکم کرنا مقصود نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر چند کہ ذات و صفات حق کے ساتھ جو علم متعلق ہوتا ہے وہ بوجہ انکشاف بواسطہ صورت ذہنیہ کے علم حصولی ہے عامہ کو بھی خواص کو بھی مگر دونوں میں یہ فرق ہے کہ خواص کا یہ علم حصولی تو مشابہ علم حضوری کے ہے اور عامہ کا اس کے مشابہ نہیں وجہ مشابہت یہ کہ علم حضوری میں خود ذات مدرک کی بلا واسطہ صورت کے حاضر عند المدرک ہوتی ہے جیسے نفس کو اپنے ذات وصفات کا علم۔ پس خواص کی ذات وصفات کو بوجہ فنا کے چونکہ ذات وصفات حق کے ساتھ ایک گونہ اتحاد اصطلاحی ہے اس لئے ذات وصفات حق اس کے نزدیک گویا اس طرح حاضر ہیں جیسے اپنی ذات وصفات اور اپنی ذات وصفات اس کے نزدیک بذواتہا وحقائقہا حاضر ہیں۔ پس ذات وصفات حق بھی اس کے نزدیک گویا بذواتہا وحقائقہا حاضر ہیں اسی کو مولانا مجازاً انکشاف ذات سے تعبیر کر دیا۔ بخلاف عامہ کے کہ ان کو یہ اتحاد حاصل نہیں پس ان کا علم حصولی مشابہ علم حضوری کے نہیں بلکہ اس میں محض صورت حاضر ہے حقیقت حاضر نہیں اور خود علم حضوری میں بھی مدرک کی کنہ معلوم ہونا لازم نہیں چنانچہ نفس کو اپنی کنہ معلوم نہیں۔ چنانچہ عقلاً کا اختلاف اس کی حقیقت میں معلوم ہے سو اس کے مشابہ میں تو انکشاف کنہ کا کیسے لازم ہوگا۔ پس محذور انکشاف کنہ کا بھی لازم نہ آیا اور توجیہ انکشاف ذات کی بھی ہوگئی اور اس حکم کے مجاز ہونے کے قرینہ سباق میں ہے کہ شعر زانکہ ماہیات الخ میں ماہیات کے انکشاف کا حکم کیا ہے حالانکہ یقینی ہے کہ بہت اشیاء حادثہ کی ماہیت یعنی جنس وفصل حقیقی عارفین کو

www.besturdubooks.wordpress.com

معلوم نہیں چنانچہ ظاہر ہے پس یہاں بھی ان کا امتیاز عامہ سے بیان کرنا مقصود ہے کہ خواص کو ان اشیاء کا مظہر اسماء ہونا معلوم ہے جو عامہ کو معلوم نہیں۔ پس دونوں جگہ صرف امتیاز عوام وخواص کا حکم کرنا مقصود ہے۔ نہ کہ انکشاف تام بالمعنی المتبادر اور ایک قرینہ سیاق میں ہے قطب گوید الخ کہ اس میں اس انکشاف کو حال قرار دیا ہے اور جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ انکشاف عقلی نہیں ہے حال ہے اور یہ وہی حال ہے جس کو فناء کہتے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حال میں انکشاف تام ضروری نہیں۔ البتہ غیر اہل حال سے اس میں امتیاز لازم ہے اور مراد اس حال سے وہی فناء ہے جس میں اصطلاحا اتحاد کا حکم کیا جاتا ہے۔ انتہی بلفظہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

عقل بحثی گوید این دور است وکو	بے ز تاویلے محالے کم شنو
بحث کرنے والی عقل کہتی ہے کہ یہ بعید ہے اور کہاں ہے؟	کسی ناممکن کو بغیر تاویل کے نہ سن

یعنی عقل بحثی کہتی ہے کہ یہ دور ہے اور کہاں ہے بے کسی تاویل اور محال کے کم سنو۔ یعنی عقل ظاہر کہتی ہے کہ ماہیت حق کا انکشاف تو بالکل محال ہے یہ تو ممکن ہی نہیں ہے۔

قطب گوید مر ترا اے سست حال	انچہ فوق حال تست آید محال
قطب تجھے کہتا ہے کہ اے ست حال!	جو تیری حالت سے بالا ہے تجھے محال (نظر) آتا ہے

یعنی قطب کہتا ہے کہ اے سست حال جو شئے کہ تیرے حال سے زیادہ ہے وہ تجھے محال معلوم ہوتی ہے آگے اس کو اور قریب بہ فہم فرماتے ہیں کہ۔

واقعاتے کہ کنونت بر کشود	نے کہ اول ہم محالت می نمود
وہ واقعات جو تجھ پر اب کھلے ہیں	کیا ایسا نہیں تھا کہ وہ پہلے محال نظر آتے تھے؟

یعنی جو واقعات کہ اب تم پر کھل گئے ہیں کیا اول محال نہ معلوم ہوتے تھے۔ مطلب یہ کہ بہت سی باتوں کو تم اول محال سمجھتے تھے اور اب وہی باتیں ممکن الوقوع ہیں تو اسی طرح تم ماہیت ذات کے انکشاف کو محال سمجھتے ہو مگر جو تم پر یہ حال ہو جاوے تو تم اس کو ممکن سمجھنے لگو گے آگے فرماتے ہیں کہ۔

چون رہانیدت ز دہ زندان کرم	تیہ را بر خود مکن حبس ستم
جب تجھے کرم (خداوندی) نے دس قید خانوں سے آزاد کر دیا ہے	ظلم کر کے تیہ کو اپنے لئے قیدخانہ نہ بنا

یعنی جبکہ سخت زندان سے تم کو کرم نے چھڑا دیا ہے تو تم جنگل کو اپنے لئے ستم کی وجہ سے حبس مت کرو یعنی جبکہ حق تعالیٰ نے تم کو مشکلات سے چھڑا دیا ہے تو اب تم اس فراخی کی قدر کرو اور اس کو اپنے لئے تو خود مت بناؤ۔

چون خلاصی یافتی از صد بلا	فقر را بر خود مکن رنج و عنا
جب تو سینکڑوں مصیبتوں سے نجات پا گیا ہے	فقر کو اپنے اوپر رنج و مشقت نہ بنا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جبکہ تونے سینکڑوں بلاؤں سے خلاصی پالی تو فقر کو اپنے اوپر رنج و مصیبت مت کرو یعنی جبکہ حق تعالیٰ نے تجھ کو خلاصی عنایت فرمائی ہے تو پھر تو کیوں خود مصیبت میں پڑتا ہے۔

سہل گیرش تا نگردد مشکلت	ورنہ شد شکر چو زہر قاتلت
اس کو آسان سمجھ تاکہ وہ تیرے لئے مشکل نہ بنے	ورنہ شکر تیرے لئے قاتل زہر بنے گی

یعنی تو اس کو سہل فرض کرتا کہ تجھے مشکل نہ ہو جاوے ورنہ شکر تیرے لئے زہر قاتل ہو جاوے گی یعنی یہی کشف ذات جو کہ اس قدر سہل ہے اور شکر کی طرح شیریں و گوارا ہے اگر تو اس کو مشکل سمجھے گا تو یہی سخت مشکل ہو جاوے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

سوئے بحث خویش تاز اے بوالحسن	کاین سخن پایان ندارد جان من
اے ابوالحسن اپنی بحث کی جانب آ	اے جان من! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

یعنی اے بوالحسن اپنی بحث کی طرف چلو کہ یہ بات کہیں انتہا نہیں رکھتی اے جانمن یعنی تم نے جو شروع میں کہا تھا کہ ایک شے کو ایک وقت میں موجود اور معلوم اور غیر موجود اور غیر معلوم کہہ سکتے ہیں اس بحث کو دوبارہ بیان کرو اس لئے کہ ذات حق کا بیان تو کہیں انتہا ہی نہیں رکھتا تو اس کو یہیں تک رہنے دو۔

نسبت اثبات با نفی از نخست	گر بیانش میکنی بر گو درست
اثبات اور نفی کی نسبت کا شروع سے	اگر تو بیان کرتا ہے تو ٹھیک بیان کر

یعنی اثبات کی نفی کے ساتھ اول سے جو نسبت ہے اگر تم اس کو بیان کرو تو پھر ٹھیک ٹھیک کرو یعنی پوری طرح بیان کردو کہ وہ کیا ہے۔ اب آگے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

ایک چیز میں ازروئے نسبت کے اختلاف کے نفی واثبات میں تفریق ہونا

نفی آن یک چیز و اثباتش رواست	چون جہت شد مختلف نسبت دوتاست
ایک ہی چیز کی نفی اور اثبات درست ہے	جب جہت بدل گئی نسبتیں دو ہو گئیں

یعنی ایک شے کی نفی اور اثبات (دونوں) جائز ہیں جبکہ جہت مختلف ہو گئی تو نسبت دو ہو گئیں۔ مطلب یہ کہ جہت کے اختلاف سے احکام بدل جاتے ہیں اس کو منطقیوں نے بھی تناقض کی وحدات ثمانیہ میں سے ایک بیان کیا ہے بلکہ بعض نے تو آٹھ کی جگہ اس کو ہی کہا ہے کہ اگر صرف نسبت اور جہت مختلف ہو تو تحقق تناقض کا ہو جاویگا تو فرماتے ہیں کہ نسبت اور جہت کے اختلاف سے نفی و اثبات شے کا بدل جاتا ہے آگے ایک مثال فرماتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مارمیت اذ رمیت نسبت است	نفی اثبات است ہر دو مثبت است
تو نے نہیں پھینکا جب کہ تو نے پھینکا" نسبت کے اعتبار سے	نفی اور اثبات ہے دونوں درست ہیں

یعنی مارمیت اذ رمیت نسبت کی وجہ سے ہے۔ نفی اور اثبات دونوں ثابت ہیں یعنی دیکھو مارمیت بھی فرماتے ہیں اور اذ رمیت بھی تو یہ دونوں نفی واثبات نسبت سے ہیں کہ نسبت کے بدل جانے سے نفی بھی ثابت اور اثبات بھی آگے اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ۔

آن تو افگندی چوں بر دست تو بود	تو نیفگندی کہ قوت حق نمود
"تو نے پھینکا" چونکہ تیرے ہاتھ سے ہوا	"تو نے نہیں پھینکا" چونکہ طاقت اللہ نے دی ہے

یعنی آپ نے وہ تو پھینک دیا جو کہ آپ کے دست مبارک میں تھا (یہ معنی تو رمیت کے ہو گئے) اور آپ نے نہیں پھینکا اس لئے کہ قوت تو حق تعالیٰ نے ہی دی (یہ معنے مارمیت کے ہیں)

زور آدم زادہ را حدے بود	مشت خاک اشکست لشکر کے شود
انسان کی طاقت کی ایک حد ہے	ایک مٹھی مٹی ایک لشکر کی شکست (کا جب) کب ہو سکتی ہے؟

یعنی آدم زادہ کے زور کی تو ایک حد ہوتی ہے تو ایک مٹھی خاک ایک لشکر کی شکست کب ہو سکتی ہے مطلب یہ کہ قوت حق اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ آدمی کی قوت تو یہ ہے کہ بہت سے بہت دو تین چار پانچ بس اتنے آدمیوں پر وہ خاک پڑ سکتی تھی یہ جو ایک لشکر کا لشکر اندھا ہو گیا یہ کس نے کر دیا معلوم ہوا کہ قوت تھی تو بس معلوم ہوا کہ باعتبار ظاہر کے تو رمی حضور سے ہوئی اور قوت حق تعالیٰ کی تھی تو نسبت کی وجہ سے حکم بدل گیا۔ آگے اور تشریح فرماتے ہیں کہ۔

مشت مشت تست افگندن زماست	زین دو نسبت نفی و اثباتش رواست
مٹھی تو تیری مٹھی ہے اور پھینکنا ہمارا ہے	ان دو نسبتوں کی وجہ سے اس کی نفی اور اثبات درست ہے

یعنی مٹھی تو آپ کی مٹھی تھی اور پھینکنا ہماری طرف سے تھا تو ان دونوں نسبتوں کی وجہ سے اس کا نفی واثبات (دونوں) جائز ہیں۔ آگے دوسری مثال ہے کہ۔

یعرفون الانبیاء اضداد ہم	مثل مالا یشتبہ اولاد ہم
انبیاء کو ان کے مخالفین پہچانتے ہیں	اس طرح جس طرح کہ ان کو اپنی اولاد میں شبہ نہیں ہوتا ہے

یعنی انبیاء کو ان کے اضداد ایسا پہچانتے ہیں جیسے کہ نہیں مشتبہ ہوئیں اولاد ان کی یعنی جس طرح کہ ان پر ان کی اولاد کبھی متشابہ نہیں ہوتی اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی کبھی متشابہ نہیں ہوتے بلکہ بالکل صاف طور پر پہچانتے ہیں۔

ہمچو فرزندان خود دانند شان	منکران باصد دلیل وصد نشان
ان کو اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہیں	منکر لوگ دلیلوں اور سینکڑوں علامتوں سے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی منکر لوگ ان کو اپنے بچوں کی طرح سو علامتوں اور نشانیوں سے پہچانتے ہیں۔

لیک از رشک وحسد پنہان کنند	خویشتن را بر ندانم می زنند
لیکن رشک اور حسد سے چھپاتے ہیں	اپنے آپ کو "ہم نہیں جانتے" کا مصداق بناتے ہیں

یعنی لیکن رشک وحسد کی وجہ سے چھپاتے ہیں اور اپنے کو ندانم پر مارتے ہیں یعنی باوجود پہچاننے کے جاہل اور انجان بنتے ہیں۔

پس چو یعرف گفت چوں جائے دگر	گفت لایعرفہم غیرے فذر
پس جبکہ "وہ پہچانتا ہے" فرمایا دوسری جگہ کیوں	"ان کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا پس رہنے دے" فرمایا

یعنی پس جبکہ یعرف فرمایا تو کیوں دوسری جگہ لایعرفہم غیری فرمایا ہے۔ پس چھوڑ دے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یعرفونہ کما یعرفون ابنائھم اور دوسری جگہ حدیث میں ہے کہ اولیائی تحت قبائی لایعرفھم سوائی. تو دیکھو معرفت کو ثابت بھی فرمارہے ہیں۔ اور اس کی نفی بھی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

انہم تحت قبائی کامنون	جز کہ یزدان شان نداند ز آزمون
وہ میری قبا کے نیچے چھپے ہوئے ہیں	ان کو خدا کے سوا آزمائش سے کوئی نہیں جانتا ہے

یعنی وہ اولیاء میری قبا کے نیچے پوشیدہ ہیں اور سوائے حق تعالیٰ کے ان کو کوئی آزمائش سے نہیں جانتا یعنی دیکھو یہاں ان کے پہچاننے کی نفی فرمارہے ہیں تو بس معلوم ہوا کہ نفی ہے ان کی حقیقت کے پہچاننے سے اور اثبات ان کی صورت کے پہچاننے کا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہم بہ نسبت گیر این مفتوح را	کہ بدانی و ندانی نوح را
اس کھلی ہوئی بات کو بھی تو نسبت کی وجہ سے سمجھ لے	کہ تو نوح کو جانتا بھی ہے اور نہیں جانتا ہے

یعنی اس مفتوح کو بھی نسبت ہی سے فرض کرو کہ تم نوح کو جانتے بھی ہو اور نہیں بھی جانتے یعنی اوپر جو کہا تھا کہ ایک صورت ہے کہ تم نوح کو جانتے بھی ہو اور جانتے بھی نہیں ہو تو یہ معرفت اور عدم معرفت بھی نسبت ہی کی وجہ سے ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

زین نمط بسیار آمد در خبر	کان بہ نسبت باشد اے جان معتبر
اس طرح کی بات حدیث میں بہت آئی ہے	اے جان! کہ وہ نسبت کی وجہ سے معتبر ہوتی ہے

یعنی اس طریق سے خبر میں بہت آیا ہے کہ وہ نسبت سے ہی معتبر ہوتا ہے یعنی ایسا بہت ہوتا ہے کہ تبدل نسبت سے حکم بدل جاوے۔ آگے اسی مضمون سے فناء وبقاء کے مسئلہ کو بیان فرماتے ہیں کہ ایک ہی شخص کو ایک حیثیت سے فانی اور دوسری حیثیت سے باقی کہہ سکتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

درویش کامل کے فناء و بقاء کا مسئلہ

گفت قائل در جہان درویش نیست	ور بود درویش آن درویش نیست
ایک کہنے والے نے کہا' دنیا میں کوئی درویش نہیں ہے	اور اگر درویش ہو گا تو وہ درویش نہیں ہے

یعنی ایک کہنے والے نے کہا کہ جہان میں درویش نہیں ہے اور اگر کوئی درویش ہے تو وہ درویش نہیں ہے۔(اس لئے کہ)

ہست از روئے بقائے ذات او	نیست گشتہ وصف او در وصف ہو
اس کی ذات کی بقا کے اعتبار سے وہ "ہے"	اس کا وصف اللہ کے وصف میں نیست ہو گیا ہے

یعنی ہست تو از روئے بقائے ذات کے ہے اور اس کا وصف وصف میں نیست ہو گیا ہے۔ مطلب یہ کہ درویش کامل اپنی ذات کے اعتبار سے تو باقی ہے کہ اس کی ذات اور اس کا جثہ جسم موجود ہے لیکن اوصاف کے اعتبار سے وہ فانی ہے اس لئے کہ اس کے اوصاف اوصاف حق میں فنا ہو چکے ہیں۔ لہذا ایک حیثیت سے موجود اور باقی ہے اور دوسری حیثیت سے معدوم و فانی ہے۔ آگے اس کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

چوں زبانہ شمع پیش آفتاب	نیست باشد ہست باشد در حساب
جیسا کہ شمع کا شعلہ سورج کے بالمقابل	"نہیں ہے" ہوتا ہے (لیکن) حساب میں "ہے"

یعنی جیسے کہ شمع کی لو آفتاب کے سامنے کہ نیست ہوتی ہے اور حساب میں ہست ہوتی ہے یعنی آفتاب کے سامنے روشنی کے اعتبار سے تو نیست ہے مگر جو حساب لگاؤ تو کہو کہ ایک یا دو یا تین مثلاً شمعیں جل رہی ہیں تو ہست و نیست دونوں ہیں۔

ہست باشد ذات او تا تو اگر	بر نہی پنبہ بسوزد زان شرر
اس کی ذات موجود ہوتی ہے' حتی کہ اگر تو	روئی رکھ دے وہ اس شعلہ سے جل جائے گی

یعنی اس کی ذات تو ہست ہوتی ہے یہاں تک کہ تو اگر روئی رکھ دے تو وہ اس شرر سے جل جاوے (لیکن)

نیست باشد روشنی ندہد ترا	کردہ باشد آفتاب او را فنا
معدوم ہوتا ہے' تجھے روشنی نہیں دیتا ہے	سورج نے اس کو فنا کر دیا ہوتا ہے

یعنی نیست ہوتی ہے کہ تجھے روشنی نہیں دیتی آفتاب اس کو فنا کئے ہوئے ہوتا ہے آگے اس کی ایک مثال ہے کہ۔

در دو صد من شہد یک اوقیہ خل	چوں در افگندی و در وی گشت حل
دو سو من شہد میں ایک وقیہ سرکہ	جب تو نے ڈال دیا اور وہ اس میں حل ہو گیا

یعنی دو سو من شہد میں ایک اوقیہ سرکہ جب تم نے ڈال دیا اور وہ اس میں حل ہو گیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

نیست باشد طعم خل چون می چشی	ہست یک وقیہ فزون چون میکشی
جب تو چکھے گا سرکہ کا مزہ معدوم ہو گا	جب تو وزن کرے گا ایک اوقیہ بڑھا ہوا ہے

یعنی جب تم چکھو تو سرکہ کا مزہ نیست ہے اور جب (ترازو میں) کھینچو تو ایک اوقیہ زیادہ ہے۔ (تو یہ ہست و نیست ایک ہی جگہ دونوں موجود ہیں کہ ایک حیثیت سے ہست اور دوسری سے نیست و معدوم ہے۔)

پیش شیرے آھوئے بیہوش شد	ہستیش در ہست او روپوش شد
ایک ہرن شیر کے سامنے بے ہوش ہو گیا	اس کی ہستی اس کی ہستی میں چھپ گئی

یعنی کسی شیر کے سامنے کوئی آہو بیہوش ہو گیا اور اس کی ہستی اس شیر کی ہستی میں روپوش ہو گئی۔ (تو دیکھو ظاہر جثہ موجود مگر پھر اس کو نیست کہتے ہیں) آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اوپر بیان کیا تھا کہ حق سبحانہ کی گرمی سے پشیمانی ہی پیدا نہ ہوگی کیونکہ حق سبحانہ پشیمانی کے دشمن ہیں اور پشیمانی ان کو جانتی ہے اس کے بعد کچھ مثالیں بیان کرتے ہیں جن میں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہر جانور اپنے دشمن کو پہچانتا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو گھوڑا شیر کی آواز اور بو کو باوجود دور ہونے کے بھی پہچانتا ہے اور اگر نہیں پہچان سکتا تو شاذ و نادر بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ہر جانور اپنے دشمن کو اس کی خاص علامات اور خاص آثار سے پہچانتا ہے دیکھو خفاش تک بھی اپنے دشمن کو پہچانتا ہے اسی لئے دن میں نہیں اڑ سکتا بلکہ چوروں کی طرح رات کو نکلتا ہے اب یہاں سے ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ محروم خفاش ہے کہ وہ آفتاب ظاہر کا دشمن ہے کیونکہ نہ یہ جنگ میں اس کا زخم کھا سکتا ہے اور نہ اپنی بدگوئی اور نفرت سے اس کو اپنے سے الگ کر سکتا ہے باوجود اس کے وہ آفتاب اپنے احسان و کرم سے اپنے قہر سے اس کے پرزے نہیں اڑا دیتا اور یہ جو آفتاب خفاش کی ناخوشی اور رنج کے سبب اپنا رخ بدل دیتا ہے یہ اس کی انتہائی مہربانی اور اس کا کمال ہے ورنہ خفاش کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ اس کو طلوع ہونے سے روک دے۔ اس سے کوئی کہے کہ احمق دشمن اپنی حد کے اندر رہتا تاکہ کسی وقت تو اس کو اپنے قبضہ میں لاسکے۔ دیکھ اگر تو آفتاب سے مخالفت کرے گا تو اس کا نتیجہ بجز اپنے ضرر کے اور کچھ نہ ہوگا چنانچہ اگر قطرہ قلزم سے مخالفت کرے تو وہ احمق ہے کہ اپنی ڈاڑھی اکھاڑ رہا ہے اس کی تدبیر خود اسی تک محدود رہے گی اور وہ مونچھوں پر تاؤ دیکر خوش ہولے گا کہ میں نے یہ کیا۔ آفتاب پر اس کی مخالفت کا کچھ اثر نہ ہوگا۔ آفتاب کی تو یہ شان ہے کہ قمر سے عظیم الشان جسم کی گردن اتار سکتا ہے اور اس کا گلا پھاڑ سکتا ہے یعنی اس کو بے نور کر سکتا ہے پھر خفاش کی کیا حقیقت ہے یہ عتاب تو دشمن آفتاب ظاہری پر ہے۔ پس اے آفتاب آفتاب یعنی حق سبحانہ کے دشمن اور اے اس آفتاب کے

www.besturdubooks.wordpress.com

دشمن جس کی شوکت سے آفتاب وستارے لرزتے ہیں۔ یادرکھ کہ تو اس کا دشمن نہیں ہے بلکہ خود اپنا دشمن ہے کیونکہ تیری مخالفت سے اس کو کچھ ضرر نہیں ہوسکتا۔ بلکہ خود تم کو ضرر ہوگا۔ اور اس ضرر کی بھی اس کو کچھ پروا نہیں کیونکہ اگر تو ایندھن ہوجاوے تو آگ کو کیا پرواہ بے تامل پھونک ڈالے گی۔ تیرے جلنے سے اس میں کچھ کمی آجاوے یا تیرے رنج اور تکلیف سے وہ آشفتہ ہوجاوے ناممکن ہے۔ حق سبحانہ کی رحمت آدمیوں کے رحم کے مماثل نہیں ہے کیونکہ آدمی کو رحم میں غم کی آمیزش ہوتی ہے اور مخلوق کی رحمت رنج سے پر ہوتی ہے اور حق سبحانہ کی رحمت غم ورنج سے پاک وصاف ہے اس کی رحمت بے کیف ہے اس کو ایسا سمجھو کہ وہ خود وہم میں نہیں آسکتی ہاں اس کے آثار سمجھ میں آسکتے ہیں اس کی رحمت ایک میوہ ہے جس کے آثار ظاہر ہیں مگر اس کی ماہیت تو کوئی نہیں جاسکتا۔ ایک رحمت ہی پر کیا منحصر ہے اس کے جملہ اوصاف کمال کو بجز آثار ومثال کے کوئی نہیں جان سکتا۔ اس کے اوصاف کے لحاظ سے لوگوں کی ایسی مثال ہے جیسے جماع کے لحاظ سے بچہ کی۔ بچہ جماع کی ماہیت سے واقف نہیں ہوسکتا بجز اس کے کہ تم اس سے کہو کہ وہ حلوے کی طرح مزیدار ہے۔ نیز بچہ کو وطی زن کی خبر نہیں ہوسکتی۔ بجز اس کے کہ تم اس سے کہو کہ وہ شکر کی طرح لذیذ ہے مگر تم سمجھتے ہو لذت جماع کی ماہیت ماہیت حلوا کے مماثل نہیں ہے پھر جو اس عاقل نے تم سے اس کو حلوہ کی مثل کہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم ابھی لڑکے ہو اس لئے اسے لذت بخش ہونے کے لحاظ سے ایسا کہدیا ہے تاکہ بچہ اس کو مثال سے فی الجملہ جان لے اگرچہ اس کی ماہیت کو نہ جان سکے جو کہ عین حال ہے اس لحاظ سے اگر تم یہ کہو کہ میں جماع کو جانتا ہوں تو کچھ بعید نہیں۔ اور اگر یہ کہو کہ میں نہیں جانتا تو بھی جھوٹ نہیں۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ تم نوح کو جانتے ہو جو کہ خدا کے رسول اور نور روح تھے پس اگر تم یہ کہو کہ کیوں نہیں جانتا وہ ماہتاب تو اس آفتاب و ماہتاب سے بھی زیادہ مشہور ہیں۔ چھوٹے بچے مکتبوں میں اور امام محرابوں میں قرآن میں ان کا صاف صاف نام اور ان کا گذشتہ فصیح قصہ پڑھتے ہیں۔ تو اس وصف سے تم کو وہ سچا سمجھے گا۔ اگرچہ اس سے نوح علیہ السلام کی ماہیت منکشف نہیں ہوئی اور اگر یہ کہو کہ میں ان کو کیا جان سکتا ہوں ان کو تو وہی جانے جو ان کا سا ہو۔ میں ایک چیونٹی ہوں پھر ہاتھی کو کیا جان سکتا ہوں۔ اور مچھر اسرافیل کو کیا جان سکتا ہے یعنی مجھ میں اور ان میں بعد المشرقین ہے پھر میں ان کو کیا جان سکتا ہوں۔ تو یہ بات بھی ٹھیک ہے کیونکہ تم ان کو حقیقت کے اعتبار سے نہیں جانتے۔ بس یہی حالت اوصاف حق سبحانہ کی ہے کہ ان کو لوگ آثار کے ذریعہ سے جانتے ہیں اور ماہیت کے لحاظ سے نہیں جانتے پس یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ وہ جانتے ہیں اور یہ بھی کہ نہیں جانتے۔ مگر ماہیت کا نہ جاننا یہ عام لوگوں کی حالت ہے نہ کہ خواص کی کیونکہ کاملین پر تو ماہیات ممکنات اور ان کے باطن (اسماء الٰہیہ) کے باطن (صفات الٰہیہ) سب منکشف ہیں مگر اجمالاً دیکھو عالم وجود میں سر حق یعنی ذات حق سے زیادہ تعقل اور بینش سے دور کوئی چیز نہیں بس جبکہ وہ بھی اہل اللہ سے مخفی نہیں اور وہ اس کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں تو پھر کوئی وصف کیسے پوشیدہ رہ سکتا ہے عقل جدال پسند کہتی ہے کہ ذات وصفات حق سبحانہ کا ادراک بکنہہا محال ہے۔ بس جن نصوص سے ایسا معلوم ہو وہ خلاف عقل اور محال ہونے کے سبب قابل تاویل ہیں عارف کامل اس کے

www.besturdubooks.wordpress.com

جواب میں کہتا ہے کہ یہ محال بھی نہیں۔ بات یہ ہے کہ جو تیری حد سے باہر ہو وہ تیرے نزدیک محال ہے مگر یہ اصول ہی غیر مسلم ہے بہت سے ایسے واقعات ہیں کہ جو پہلے تجھے محال معلوم ہوتے تھے اور اب وہ تجھ پر منکشف ہو گئے ہیں جبکہ حق سبحانہ نے تجھے جہالت کے گاؤں کے قید خانہ سے نکال کر علم استدلالی کے میدان وسیع میں پہنچایا ہے تو اب تو اس کو اپنے اوپر ظلم کر کے جیل خانہ بنالے اور جبکہ حق سبحانہ نے تجھے سینکڑوں مصیبتوں سے نکالا ہے تو ویرانہ میں رہ کر فقر کی تکالیف نہ اٹھا بلکہ اس سے آگے بڑھ کر شہر کشف و شہود میں پہنچ اور اس کو آسان سمجھ ایسا نہ ہو کہ وہ باوجود فی نفسہ آسان ہونے کے تیرے خیالی اشکال سے تیرے لئے مشکل ہو جاوے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو گا تو جو چیز واقع میں شکر کی طرح مفید اور خوشگوار اور لذت بخش تھی وہ تیرے لئے سم قاتل کی طرح مضر ہو جاوے گی۔ اچھا اس گفتگو کو چھوڑ دو اور وہی کہو جو کہہ رہے تھے۔ کیونکہ یہ گفتگو ختم ہونے والی نہیں ہے اور اگر تم پہلے سے اثبات و نفی کا آپس کا تعلق بیان کر رہے ہو جیسا کہ واقع ہے تو اسی کو ٹھیک طور پر بیان کرو۔ اچھا سنو بات یہ ہے کہ جب جہات مختلف ہوں اور نسبتیں دو ہوں تو ایک شے کا اثبات اور اس کی نفی ہر دو جائز ہیں چنانچہ مـا رمیـت اذ رمیـت اختلاف نسبت ہی کی بناء پر ہے۔ اور نفی و اثبات دونوں صحیح ہیں۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے مارا یعنی تم سے اس کا صدور ہوا اور تم نے نہیں مارا یعنی جو آثار اس پر مرتب ہوئے ان کا تعلق تمہاری قدرۃ حادثہ سے نہیں بلکہ ہماری قدرت سے ہے کیونکہ انسانی قدرت محدود ہے اس میں یہ قوت نہیں کہ ایک لشکر کو ایک خاک کی مٹھی سے شکست دے دے۔ پس مٹھی تو تمہاری ہی تھی اور بحیثیت خاصہ پھینکنا جس پر انہزام لشکر مرتب ہو یہ ہمارا فعل تھا پس جہات مختلف ہو گئیں اور اختلاف جہات و نسبت سے نفی و اثبات ہر دو جائز ہیں اور سنو فرمایا گیا ہے کہ معاندین انبیاء کو پہچانتے ہیں اور یوں پہچانتے ہیں کہ ان کو اصلا شبہ نہیں جیسا کہ ان کو اپنی اولادوں کے پہچاننے میں کوئی شبہ نہیں ہوتا اور وہ ان کو اسی طرح سینکڑوں علامات اور دلائل سے پہچانتے ہیں جس طرح کہ وہ اپنے بچوں کو پہچانتے ہیں لیکن رشک و حسد سے اس علم کو چھپاتے ہیں اور اپنے کو انجان بناتے ہیں۔ پس جبکہ حق سبحانہ ایک جگہ یہ فرماتے ہیں کہ معاندین جانتے ہیں تو دوسری جگہ یہ کیسے فرماتے ہیں کہ ان کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا تم ان کی معرفت کا خیال چھوڑ دو کیونکہ وہ میرے قبائے ستر میں مستور ہیں اور میرے سوا ان کو اپنی تحقیق و تفتیش سے کوئی نہیں جا سکتا۔ سو بات وہی ہے کہ یہ امر بھی اختلاف جہات سے ہے جیسا کہ نوح علیہ السلام کا جاننا اور نہ جاننا یعنی مخالفین ان کے نبی ہونے کو جانتے ہیں مگر ان کے کمالات عالیہ سے میرے سوا کوئی واقف نہیں اسی قسم کی بہت سی باتیں احادیث میں ہیں۔ جن میں نفی و اثبات اختلاف نسبت کی طرف راجع ہے اور سنو ایک شخص کہتا ہے کہ کوئی درویش عالم میں نہیں اور اگر ہو بھی تو بھی نہیں۔ اب یہ دیکھو کہ وہ کہتا ہے کہ ہو بھی تب بھی نہیں ہے پس اس نے ایک شے کے لئے وجود و عدم دونوں ثابت کر دیئے۔ اور یہ فی نفسہ صحیح ہے کیونکہ ذاتاً وہ موجود ہے اور اس کے اوصاف اوصاف حق میں فنا ہو چکے ہیں مثلاً شعلہ شمع آفتاب کے سامنے موجود بھی ہوتا ہے اور معدوم بھی۔ ذاتاً تو وہ موجود ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر تم اس پر روئی رکھ دو تو وہ جل جاوے گی اور اس لحاظ سے وہ معدوم

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ اس کی روشنی آفتاب کی روشنی میں فنا ہوگئی ہے اور سنو دوسرے شہد میں ایک اوقیہ سرکہ ملا دو جبکہ تم اس کو ڈال دو گے اور وہ اس میں مل جائے گا تو جب چکھو گے تو سرکہ کا مزہ نہ پاؤ گے۔ دیکھو مزہ اس کا فنا ہو گیا اور جب تولو گے تو ایک اوقیہ زائد ہوگا۔ پس دیکھ لو کہ ذات موجود ہے اور دیکھو شیر کو دیکھ کر ہرن ششدر رہ گیا پس اس کی ہستی شیر کی ہستی میں چھپ گئی۔ کیونکہ گو اس کی ذات موجود ہے مگر آثار حیوۃ سب فنا ہو گئے اور حس و حرکت سب جاتی رہی۔

شرح شبّیری

این قیاس ناقصاں برکار رب	جوشش عشقست نہ ترک ادب
اللہ (تعالیٰ) کے معاملہ میں ناقصوں کا یہ قیاس	ادب کو ترک کرنے کی وجہ سے نہیں ہے، عشق کا جوش ہے

یعنی یہ ناقصوں کو کار رب پر قیاس کرنا جوش عشق ہے نہ کہ ترک ادب کی وجہ سے ہے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کی صفات کو اور خود ذات کو جو ہم امثلہ ناقصہ سے بیان کرتے ہیں یہ صرف جوش عشق ہے کہ دل چاہتا ہے معلوم کرنے کو اور کنہ معلوم ہونا محال ہے لہٰذا اسی طرح کام چلاتے ہیں ورنہ یہ اس طرح مثالیں دینا خدانخواستہ ترک ادب کی وجہ سے نہیں ہے۔

نبض عاشق بے ادب بر می جہد	خویش را در کفۂ شہ می نہد
عاشق کی نبض بلا (لحاظ) ادب تڑپتی ہے	اپنے آپ کو شاہ کے پلڑے میں رکھتی ہے

یعنی عاشق کی نبض بے ادب کودتی ہے اور اپنے کو دست شاہ میں رکھتی ہے یعنی عاشق ظاہر حالت میں بے ادب معلوم ہوتا ہے اور اس کی ظاہری حرکات و کلمات سے معلوم ہوتا ہے کہ سخت بے ادب ہے مگر اصل اور باطن میں اس سے زیادہ باادب کوئی نہیں ہوتا آگے خود فرماتے ہیں۔

بے ادب تر نیست زوکس در جہاں	باادب تر نیست زوکس در نہاں
دنیا میں اس سے زیادہ بے ادب کوئی نہیں ہے	درپردہ اس سے زیادہ باادب کوئی نہیں ہے

یعنی اس سے زیادہ کوئی جہان میں بے ادب نہیں ہے اور اس سے زیادہ باادب باطن میں کوئی نہیں ہے مطلب یہ کہ ظاہراً تو وہ بے ادب ہوتا ہے مگر باطن میں بے حد باادب ہوتا ہے۔

ہم بہ نسبت دان وفاق اے منتخب	ایں دو ضد باادب با بے ادب
اے برگزیدہ! جمع ہونا بھی نسبت کی وجہ سے سمجھ	باادب اور بے ادب ان دو ضدوں کا

یعنی اے منتخب اس موافقت ضدین باادب اور بے ادب کو بھی نسبت ہی سے جانو مطلب یہ کہ ایک شخص میں جو ہم نے دو حیثیتیں بتائی ہیں کہ وہ باادب بھی ہے اور بے ادب بھی ہے یہ بھی اسی نسبت اور حیثیت کے لحاظ سے ہے۔

بے ادب باشد چو ظاہر بنگری	کہ بود دعوئ عشقش ہمسری
جب تو دیکھے گا وہ بظاہر بے ادب ہو گا	کیونکہ اس کا عشق کا دعوئی برابری ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بے ادب ہوتا ہے جبکہ تم ظاہر کو دیکھو کیونکہ اس کے عشق کا دعویٰ کرنا تو ہمسری ہے یعنی عشق خدا کا دعویٰ کرنا بھی تو بہت بڑی بات ہے تو اگر اس کو دیکھو کہ دعویٰ عشق حق کرتا ہے تو یہ عاشق سخت گستاخ معلوم ہوتا ہے۔

چوں بباطن بنگری دعویٰ کجاست	او و دعویٰ پیش آں سلطاں فناست
جب تو حقیقت کو دیکھے گا ' دعویٰ کہاں ہے؟	وہ اور اس کا دعویٰ شاہ کے سامنے معدوم ہیں

یعنی جب باطن کو دیکھو تو دعویٰ کہاں ہے وہ اور دعویٰ اس سلطان کے سامنے فنا ہے۔ یعنی ظاہراً تو مدعی عشق حق ہوتا ہے لہذا گستاخ معلوم ہوتا ہے اور باطن میں اگر دیکھا جاوے تو دعویٰ عشق تو کہاں خود اس کی ہستی بھی حق تعالیٰ کے سامنے فنا ہو چکی ہے۔ اس حیثیت سے باادب بدرجہ اکمل معلوم ہوتا ہے آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

مات زید زید اگر فاعل بود	لیک فاعل نیست کو عاطل بود
"زید مر گیا" زید اگرچہ فاعل ہے	لیکن وہ کرنے والا نہیں ہے' کیونکہ وہ بیکار ہے

یعنی مات زید (میں) زید اگرچہ فاعل ہے لیکن فاعل نہیں کیونکہ وہ تو عاطل ہے۔

او ز روئے لفظ نحوی فاعل است	ورنہ او مفعول و موتش قاتل است
وہ نحوی اصطلاح کے اعتبار سے فاعل ہے	ورنہ وہ مفعول ہے اور موت اس کی قاتل ہے

یعنی وہ لفظ نحوی کے اعتبار سے تو فاعل ہے ورنہ وہ مقتول ہے اور موت اس کی قاتل ہے مطلب یہ کہ مات زید میں زید کو فاعل کہتے ہیں مگر وہ فاعل تو کیا وہ تو خود معطل ہو چکا ہے وہ تو اصل میں مقتول موت ہے مگر ظاہری الفاظ کے اعتبار سے فاعل ہے تو اسی طرح ظاہر حالت کے اعتبار سے یہ عاشق گستاخ و بے ادب ہے ورنہ اصل میں نہایت باادب ہے۔

فاعلے چہ کو چناں مقہور شد	فاعلیہا جملہ ازوے دور شد
وہ فاعل کیسا وہ ایسا مغلوب ہے	تمام فاعلی اس سے دور ہو گئی ہے

یعنی فاعل تو کیا وہ تو ایسا مقہور ہوا ہے کہ تمام فاعلیتیں اس سے دور ہو گئی ہیں یعنی زید فاعل کیا بن سکتا ہے وہ تو ایسا مفعول بنا ہے کہ ساری فاعلیت ختم ہو گئی مگر ظاہر الفاظ کے اعتبار سے فاعل ہی ہے تو ایک شے ایک حیثیت سے مفعول اور دوسری سے فاعل۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ بخارا میں غلام سے کوئی خطا سرزد ہوئی تو آقا اس نے سخت ناراض ہوا وہ غلام خوف جان کی وجہ سے وہاں سے بھاگ گیا لیکن آقا سے اس کو محبت زیادہ تھی اس لئے اس سے جدا نہ رہ سکا لہذا پھر بے باکانہ آ کر سامنے کھڑا ہو گیا۔

قتل کر ڈالو ہمیں یا جرم الفت بخش دو لو کھڑے ہیں ہاتھ باندھے ہم تمہارے سامنے

تو اس کا یہ کھڑا ہونا ظاہراً تو سخت گستاخی پر دال ہے مگر اندر دیکھو کہ اس کے دل میں اس آقا کی کس قدر وقعت تھی چونکہ یہاں اس مضمون کو بیان کیا تھا اس مناسبت سے آگے اس حکایت کو لاتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ ان ناقصین شیر وہرن وغیرہ کی حالت کو حق سبحانہ کی حالت پر قیاس کرنے کو کوئی گستاخی نہ سمجھے بلکہ یہ جوش عشق ہے۔ عاشق کی نبض گستاخانہ دھڑکتی ہے کیونکہ اس کا دعویٰ عشق بظاہر حق سبحانہ کی گونہ ہمسری کا دعویٰ کرنا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ بظاہر حال تو اس سے زیادہ گستاخ کوئی نہیں اور باطن میں اس سے زیادہ باادب کوئی نہیں یہ موافقت ضدین یعنی باادب اور بے ادب کا جمع ہونا بھی اختلاف جہت سے ہے۔ جب تم اس کی ظاہری حالت کو دیکھو تو تم اسے بے ادب کہو گے کیونکہ وہ حق سبحانہ کے عشق کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ چھوٹا منہ بڑی بات ہے مگر جب تم اس کے باطن پر نظر کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ کیسا دعویٰ وہ خود اور اس کا دعویٰ دونوں حق سبحانہ کے سامنے فنا ہیں اس کی مثال ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ مات زید میں زید فاعل ہے لیکن وہ حقیقت میں فاعل نہیں ہے کیونکہ وہ تو معطل ہے وہ نحویوں کے اعتبار سے فاعل ہے ورنہ حقیقت کے لحاظ سے دیکھو تو وہ مقتول ومفعول ہے اور موت اس کی قاتل اور فاعل موثر بھلاوہ کیا فاعل ہوسکتا ہے جو اس قدر مغلوب ہو کہ ساری فاعلیتیں اس سے منفک ہوجائیں۔

شرح شبّیری

قصہ صدر جہان کے وکیل کا کہ متہم ہوا تھا اور بخارا سے خوف جان کی وجہ سے بھاگ گیا تھا پھر عشق نے اس کا گریبان پکڑا (اور بخارا میں آگیا) کیونکہ جانبازی کرنا جانان کے لئے سہل ہوتی ہے

در بخارا بندۂ صدر جہاں	متہم شد گشت از صدرش نہاں
بخارا میں صدر جہاں کا ایک غلام	متہم ہوگیا' اس کے دربار سے غائب ہو گیا

یعنی بخارا میں صدر جہاں کا غلام متہم ہوگیا تو اپنے صدر سے پوشیدہ ہوگیا۔

مدت دہ سال سرگرداں بگشت	گہ خراساں گہ قہستاں گاہ دشت
دس سال تک مارا مارا پھرا	کبھی خراسان میں' کبھی کہستان میں' کبھی جنگل میں

یعنی دس برس کی مدت تک وہ سرگرداں پھرا کبھی خراساں میں اور کبھی قہستان میں اور کبھی جنگل میں۔

از پس دہ سال او از اشتیاق	گشت بے طاقت ز ایام فراق
دس سال کے بعد وہ عشق کی وجہ سے	جدائی کے زمانہ سے' بے بس ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بعد دس برس کے وہ اشتیاق کی وجہ سے ایام فراق سے بے طاقت ہو گیا۔

گفت تاب فرقتم زیں پس نماند	صبر کے داند خلاعت را نشاند
اس نے کہا اس کے بعد جدائی کی طاقت مجھ میں نہیں رہی ہے	صبر، فراق کے ڈر کو کہاں فرو کر سکتا ہے؟

یعنی کہنے لگا کہ اس کے بعد مجھے فرقت کی تاب نہ رہی اور صبر کب جانے خلاعت کو بٹھلاتا۔ خلاعت مرض وغیرہ سے گھلنا) مطلب یہ کہ صبر اور غم خوری یکجا کب جمع ہو سکتے ہیں۔ جب اس کو اس کی فرقت میں اندوہ والم تھا تو پھر صبر کہاں ہو سکتا تھا آگے فراق سے اشیاء کے خراب ہونے کی نظائر فرماتے ہیں کہ۔

ز فراق ایں خاکہا شورہ شود	آب زرد و گندہ و تیرہ شود
فراق سے یہ زمینیں شور بن جاتی ہیں	پانی زرد اور گندہ اور گدلا ہو جاتا ہے

یعنی فراق کی وجہ سے یہ خاک شورہ ہو جاتی ہیں اور پانی زرد اور گندہ اور تیرہ ہو جاتا ہے یعنی خاک کو اگر پانی سے مفارقت ہو یا پانی کو پانی سے مفارقت ہو تو وہ خراب ہو جاتے ہیں۔

باد جان افزا وخم گردد وبا	آتشے خاکسترے گردد ہبا
روح پرور ہوا، ناموافق وبا بن جاتی ہے	آگ، راکھ فضا کے ذرے بن جاتی ہے

یعنی ہوا جو جان افزا ہو وہ ناگوار اور وبا ہو جاتی ہے اور آگ خاکستر اور ہبا ہو جاتی ہے۔ یعنی جب ہوا بند ہو جاوے اور دوسری ہوا اس تک نہ پہنچے تو وہ خراب ہو جاتی ہے علیٰ ہذا آگ بھی بجھ جاتی ہے۔

باغ چوں جنت شود دارالمرض	زرد ودریزاں برگ او اندر حرض
جنت جیسا باغ، بیماری کا گھر بن جاتا ہے	خرابی سے اس کے پتے زرد اور جھڑنیوالے بن جاتے ہیں

یعنی جنت جیسا باغ (بارش کی مفارقت سے) دارالمرض ہو جاتا ہے زرد اور اس کے پتے گرنیوالے مرض میں (مبتلا ہو جاتے ہیں) یعنی اگر باغ کو بارش نہ پہنچے تو وہ سوکھ ساکھ کر خراب وخستہ ہو جاتا ہے۔

عقل دراک از فراق دوستان	ہمچو تیر انداز اشکستہ کمان
دوستوں کی جدائی سے حساس عقل	ٹوٹی ہوئی کمان والے، تیر انداز کی طرح ہے

یعنی عقل مدرک دوستوں کے فراق کی وجہ سے مثل اس تیرانداز کے ہے جو شکستہ کمان ہو یعنی فراق دوستان میں عقل انسان بیکار ہو جاتی ہے۔

دوزخ از فرقت چناں سوزاں شدہ است	بیداز فرقت چناں لرزاں شدہ است
دوزخ، فراق سے اس قدر جلانے والی بن گئی ہے	بید، فراق سے اس قدر لرزنے والی بن گئی ہے

یعنی دوزخ فرقت کی وجہ سے اس قدر سوزاں ہو رہی ہے اور بید فرقت کی وجہ سے اس قدر کانپ رہا ہے یعنی

www.besturdubooks.wordpress.com

دوزخ میں جو اس قدر شورش ہے یہ اس فرقت کی وجہ سے ہے جو کہ اس کو بظاہر حق تعالیٰ سے ہے علیٰ ہذا بید بھی اپنے معشوق کی یاد میں کانپ رہا ہے یہ مضامین اکثر شاعرانہ ہیں۔ جیسے کہ مشہور ہے مطلب یہ ہے کہ فرقت میں اکثر اشیاء خراب ہو جاتی ہیں تو اسی طرح فرقت صدر جہان میں وہ غلام خراب وخستہ تھا آگے فرماتے ہیں۔

گر بگویم از فراق چوں شرار	تا قیامت یک بود از صد ہزار
اگر میں چنگاریوں جیسے فراق کے متعلق کہوں	قیامت تک لاکھ میں سے ایک ہو گا

یعنی اگر میں فراق کو جو مثل شرر کے ہے بیان کروں تو قیامت تک لاکھ میں سے ایک ہو گا یعنی لاکھوں حصہ بھی اس کے خواص اور اس کے افعال کا قیامت تک بیان نہیں ہو سکتا۔

پس ز شرح سوز او کم زن نفس	رب سلم رب سلم گوئے بس
لہٰذا اس کی سوزش کی تشریح نہ کر	بس، خدا بچا، خدا بچا کہتا رہ

یعنی پس اس کی سوز کی شرح سے کم دم مارو بس رب سلم رب سلم کہتے رہو یعنی اس کی سوز کو زیادہ مت بیان کرو اور رب سلم رب سلم کہتے رہو بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔

ہر چہ از وے شاد گردی در جہاں	از فراق او بیندیش آں زماں
تو دنیا میں، جس چیز سے خوش ہو	اسی وقت، اس کی جدائی کو سوچ لے

یعنی جہان میں جس چیز سے کہ تم شاد ہو تو اس وقت اس کے فراق سے بھی ڈرو۔

زانچہ گشتی شاد بس کس شاد شد	آخر از وے جست ہمچوں باد شد
جس چیز سے تو خوش ہوا ہے بہت سے خوش ہو چکے ہیں	بالآخر اس سے وہ چیز ٹل گئی ہے اور ہوا جیسی ہو گئی ہے

یعنی جس چیز سے تم شاد ہوئے بہت لوگ شاد ہو چکے ہیں آخر ان سے نکل کر ہوا کی طرح چلی گئی۔

از تو ہم بجہد تو دل بروے منہ	پیش ازاں کو بجہد از تو تو بجہہ
وہ تجھ سے بھی نکل بھاگے گی، اس سے دل نہ لگا	اس سے پہلے کہ وہ تجھ سے بھاگے تو اس سے بھاگ جا

یعنی تجھ سے بھی نکل جاوے گی تو اس پر دل مت رکھو اس سے قبل کہ وہ نکلے تو اس سے نکل جا یعنی قبل ازیں کہ وہ تمہیں چھوڑے تم ہی اس کو چھوڑ دو۔

ہمچو مریم گوئی پیش از فوت ملک	نفس را کہ اعوذ بالرحمٰن منک
ملک کے فوت ہونے سے پہلے ہی (حضرت) مریم کی طرح کہہ دے	نفس سے میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں

یعنی ملک کے فوت ہونے سے پہلے مریم کی طرح نفس سے کہہ دو کہ اعوذ بالرحمٰن منک۔ مطلب یہ کہ اس سے قبل کہ نفس تم پر قابو پاوے اور تمہارے ملک کو تباہ و برباد کرے تم مریم کی طرح اس سے پناہ مانگو کہ جب ان کے پاس

www.besturdubooks.wordpress.com

جبرئیل آئے تو انہوں نے بوجہ عدم شناخت کے کوئی مفسدہ سمجھ کر اعوذ بالرحمٰن منک کہا تھا تو یہاں تو مفسدہ ظاہر ہے تم اس نفس سے پناہ مانگو آگے جبرئیلؑ کا مریمؑ کے پاس آنے اور ان کے پناہ مانگنے کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ دیکھو بخارا میں صدر جہان کا ایک غلام تھا وہ کسی معاملہ میں متہم ہوا اور اپنے آقا سے چھپ گیا دس برس تک سرگرداں پھرا کیا کبھی خراسان میں کبھی قہستان میں اور کبھی جنگل میں۔ دس سال کے بعد فرط اشتیاق اور طول زمانہ فرق سے بے طاقت ہو گیا اور کہا کہ اب مجھ میں جدائی کی طاقت نہیں واقعی بات یہی ہے کہ صبر مفارقت کو کب پاس بیٹھنے دیتا ہے اور صبر وفراق کہاں جمع ہو سکتے ہیں۔ مفارقت ہی سے خاک شورہ بن جاتی ہے کیونکہ جب قوی نامیہ وغیرہ اس سے جدا ہو جاتی ہیں تو شورہ بن جاتی ہے اور مفارقت ہی سے آب گندہ زرد اور میلا ہوتا ہے کیونکہ جب صفائی اور خلوص اس سے جدا ہوا یہ باتیں پیدا ہو جاتی ہیں مفارقت ہی سے روح افزا ہوا گندہ اور وبا کا سبب بن جاتی ہے اس لئے کہ جب صرافت اس کی جدا ہو گئی یہ خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور مفارقت ہی سے آگ خاکستر اور فنا ہو جاتے ہیں کیونکہ جب ہوا وغیرہ اشیاء مشتعلہ سے اسے انفکاک ہوتا ہے تو وہ بجھ جاتی ہے مفارقت ہی سے بہشت کی مانند سرسبز و شاداب باغ دار المرض بن جاتا ہے کیونکہ جب بہار چلی گئی تو پتے زرد ہو کر گرنے لگتے ہیں۔ غرض میں فراق کے مصائب کہاں تک بیان کروں اگر اس چنگاری کی مانند فراق کے اوصاف بیان کروں تو قیامت تک بیان کرنے پر بھی لاکھوں حصہ نہ بیان ہو لہذا اس کی شورش کے بیان کو چھوڑ کر یہ دعا کرنی چاہئے کہ اے اللہ تو ہمیں اس مصیبت سے بچا اب سنو کہ جس چیز سے تم کو خوشی ہو اس کی مفارقت کے رنج کا بھی خیال کر لیا کرو کیونکہ جس چیز سے تم خوش ہو تم سے پہلے بھی بہت خوش ہو چکے ہیں لیکن آخر وہ شے ان سے بھی ہوا کی طرح جدا ہو گئی پھر تمہارے پاس کیسے رہ سکتی ہے ضرور تم سے بھی علیحدہ ہو گی لہذا تم اس سے دل ہی نہ لگاؤ اور قبل اس کے کہ وہ تم سے جدا ہو تمہیں اس سے جدا ہو جاؤ اور اس اپنے ملک کے زوال سے پہلے ہی تم مریم علیہا السلام کی طرح اعوذ بالرحمٰن منک کہدو۔ تفصیل واقعہ مریم حسب ذیل ہے۔

شرح شبیری

روح القدس کا آدمی کی صورت میں مریمؑ کے سامنے ان کے غسل اور برہنگی کی حالت میں ظاہر ہونا اور ان کا خدائے تعالیٰ سے پناہ مانگنا

دید مریمؑ صورتے بس جانفزا	جانفزائے دلربائے در خلا
حضرت مریمؑ نے ایک روح پرور صورت دیکھی	خلوت میں جو بڑی روح پرور اور دلربا تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مریم نے خلوت میں ایک صورت بہت ہی جانفزا اور دلبرا دیکھی۔

پیش او بررست از روئے زمین	چوں مہ و خورشید آں روح الامیں
ان کے سامنے زمین سے نکل آئے	جبرئیل، چاند اور سورج جیسے

یعنی مریم کے سامنے وہ روح الامین مثل ماہ و خورشید کے نکل آئے۔ یعنی زمین میں سے پیدا ہو گئے۔

از زمیں بررست خوبے بے نقاب	آں چناں کز شرق روید آفتاب
ایک حسین بے نقاب زمین سے نمودار ہوا	جس طرح مشرق سے سورج نمودار ہوتا ہے

یعنی زمین سے ایک خوبصورت بے نقاب نکلے جیسے شرق سے آفتاب نکلتا ہے۔

لرزہ بر اعضائے مریم او فتاد	کو برہنہ بود و ترسید از فساد
(حضرت) مریمؑ کے اعضاء پر کپکپی طاری ہوگئی	کیونکہ وہ ننگی تھیں اور خرابی سے ڈریں

یعنی اعضائے مریم پر لرزہ پڑ گیا کیونکہ وہ برہنہ تھیں اور فساد سے ڈریں۔ یعنی چونکہ وہ برہنہ تھیں تو انہوں نے ان کو پہچانا نہیں لہٰذا سمجھیں کہ کوئی مفسد ہے لہٰذا وہ کانپنے لگیں۔

صورتے کہ یوسف ار دیدے عیاں	دست از حیرت بریدے چوں زناں
وہ ایسی صورت (تھی) کہ اگر (حضرت) یوسف اس کو دیکھ لیتے	عورتوں کی طرح حیرت سے ہاتھ کاٹ لیتے

یعنی ایسی صورت کہ اگر یوسفؑ بھی عیاناً دیکھ لیں تو نساء (مصر) کی طرح حیرت سے ہاتھ کاٹ لیں۔

ہمچو گل پیشش بروئید اوز گل	چوں خیالے کہ بر آرد سر ز دل
وہ زمین سے، پھول کی طرح ان کے سامنے اگ آئے	جس طرح خیال دل سے سر ابھارتا ہے

یعنی پھول کی طرح ان کے سامنے وہ مٹی سے پیدا ہو گئے مثل ایک خیال کے جو کہ دل سے سر نکالے۔ یعنی وہ اس طرح نکل آئے جیسے کہ پھول مٹی سے نکل آتا ہے اسی طرح وہ زمین سے نکل آئے۔

گشت مریم بیخود و در بے خودی	گفت بجہم در پناہ ایزدی
(حضرت) مریم بے اختیار ہوگئیں اور بیخودی میں	فرمایا میں خدا کی پناہ میں آتی ہوں

یعنی مریم (ان کو دیکھ کر) بیخود ہوگئیں اور بیخودی میں بولیں کہ میں تو پناہ حق میں جاتی ہوں یعنی میں خدا سے پناہ مانگتی ہوں۔

زانکہ عادت کردہ بود آں پاک جیب	در ہزیمت رخت بردن سوئے غیب
کیونکہ ان پاکدامن نے عادت ڈال رکھی تھی	عاجزی میں غیب کی طرف رجوع کرنے کی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی چونکہ وہ پاک دامن ہزیمت میں رخت کو غیب کی طرف لے جانے کی عادت ڈالے ہوئے تھیں یعنی ان کی عادت تھی کہ جب کوئی ایسی بات ہوتی تھی تو غیب کی طرف متوجہ ہوتی تھیں اس حالت میں بھی وہ اس طرف متوجہ ہوئیں اور بولیں کہ اعوذ بالرحمٰن منک۔

چوں جہاں را دید ملکے بے قرار	حازمانہ ساخت آں حضرت حصار
چونکہ انہوں نے دنیا کو بے ٹکاؤ ملک سمجھ لیا تھا	پختہ کاری سے اس دربار کو قلعہ بنا لیا تھا

یعنی جبکہ مریم نے (اس) جہان کو ایک ملک بے قرار (وزائل وفانی) دیکھا تو حازم کی طرح اس درگاہ میں قلعہ بنالیا۔ یعنی جب اس دنیا کو فانی دیکھا تو بس وہ ہر کام میں حضرت حق کی طرف متوجہ ہوتی تھیں۔

تابگاہ مرگ حصنے باشدش	کہ نیابد خصم راہ مقصدش
تاکہ موت کے وقت وہ ان کا قلعہ بنے	تاکہ شیطان اپنے مقصد کا راستہ نہ پائے

یعنی وقت موت تک ان کے لے وایک حصن ہوگا کہ کوئی خصم ان کے مقصد پر نہ آوے گا۔ مطلب یہ کہ یہ وہ حصن ہے کہ اس حصن میں ان کے مقصد تک کسی دشمن کی رسائی ہو ہی نہیں سکتی۔

از پناہ حق حصارے بہ نہ دید	یورتگہ نزدیک آں دژ برگزید
انہوں نے اللہ کی پناہ سے زیادہ بہتر کوئی قلعہ نہیں دیکھا	اس قلعہ کے نزدیک انہوں نے قیام گاہ منتخب کی

یعنی پناہ حق سے کوئی حصار بہتر نہ دیکھا تو گھر اس قلعہ کے نزدیک اختیار کرلیا یعنی انہوں نے حق تعالیٰ سے پناہ مانگی اور کہا کہ اعوذ بالرحمٰن منک۔

چوں بدید آں غمزہائے عقل سوز	کہ ازو می شد جگر ہا تیر دوز
جب انہوں نے وہ عقل سوز ادائیں دیکھیں	جن سے جگر زخمی ہوتے تھے

یعنی جب کہ ان غمزہائے عقل سوز کو دیکھا جن سے کہ جگر تیر دوز ہوتے تھے (تو ان ہی کی پناہ میں چلی گئیں) اور غمزوں سے مراد افعال ہیں) یعنی جب انہوں نے حق تعالیٰ کے افعال وقدرۃ کو ایسا دیکھا کہ وہ تمام عقول پر غالب ہیں اور ان پر کسی کا بس نہیں چلتا تو بس وہ ان ہی کی پناہ میں آگئیں اور ان کی تو یہ قدرت اور وہ شان ہے کہ۔

شاہ و لشکر حلقہ در گوشش شدہ	خسروان ہوش بیہوشش شدہ
شاہ او رلشکر اس کے حلقہ گوش بن گئے تھے	عقل کے شہنشاہ بیہوش ہو گئے تھے

یعنی شاہ اور لشکر سب اس کے حلقہ بگوش ہیں اور خسرواں ہوش اس کے بے ہوش ہیں یعنی تمام شاہان دنیا اور ان کے لشکر اور بڑے بڑے عقلاء سب اس کے سامنے زبوں ہیں اس کے آگے کسی کی نہیں چلتی لہذا اس ہی کی پناہ ایسی ہے کہ جہاں کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

صد ہزاراں شاہ مملوکش برق	صد ہزاراں بدر راداده بدق
لاکھوں بادشاہ غلامی کی وجہ سے اسکے مملوک ہو گئے تھے	لاکھوں چودھویں کے چاندوں کو اس نے گھناؤ میں مبتلا کر دیا تھا

یعنی لاکھوں بادشاہ غلامی کی وجہ سے اس کے مملوک اور لاکھوں بدر کو وہ گھٹنے میں دیئے ہوئے ہیں۔ یعنی اس کے سامنے سب زبوں اور کم ہیں کوئی اس کی برابر کا نہیں۔

زہرہ نے مر زہرہ را تادم زند	عقل کلش چوں بہ بیند کم زند
زہرہ کے پتہ نہیں کہ دم مارے	جب اس کو عقل کل دیکھ لے (کاروبار) چھوڑ دے

یعنی زہرہ کو طاقت نہیں ہے کہ دم مارے اور عقل کل اس کو جب دیکھ لے تو پوشیدہ ہو جاوے یعنی اس کی قدرت اور اس کے جمال کے آگے سب ہیچ ہیں اس لئے حضرت مریم ان کی پناہ میں آ گئیں۔ آگے مولانا فرماتے ہیں۔

من چہ گویم چوں مرا بردوخت است	دمگہم را دمگہ او سوخت است
میں کیا بتاؤں جبکہ اس نے مجھے چھلنی کر دیا ہے	اس کے مظاہر نے میرا گلا جلا دیا ہے

یعنی میں کیا بیان کروں جبکہ مجھے اس نے سی دیا ہے اور میرے نطق کو اس کے نطق نے جلا دیا ہے یعنی میں حق تعالیٰ کی شان کیا بیان کر سکتا ہوں مجھے تو حق تعالیٰ کے جلال نے چپ کر دیا ہے اور میں اس میں فنا ہو چکا ہوں۔

دود آں نارم دلیلم من برو	دور ازان شہ باطل ما عبروا
میں اس آگ کا دھواں ہوں میں اس کی نشانی ہوں	اس شاہ سے دور ہے لوگوں نے جو تعبیر کی ہے وہ باطل ہے

یعنی میں اسی آگ کا دھواں ہوں اور میں اس پر دلیل ہوں اس شاہ سے دور اور باطل ہے جو لوگ تعبیر کرتے ہیں یعنی میں تو اسی کا ظل ہوں اور اس پر دال ہوں تو میری ہستی ہی اس کے وجود پر دلیل ہو سکتی ہے اس لئے کہ مصنوع سے صانع پر استدلال ہوتا ہے باقی جو صفات کہ لوگ بیان کرتے ہیں وہ بالکل باطل ہیں اور اس کی شان سے بیحد بعید ہیں۔

خود نباشد آفتابے را دلیل	جز کہ نور آفتاب مستطیل
سورج کے لئے کوئی دلیل نہیں ہوتی	سورج کے لمبے نور کے سوا

یعنی خود آفتاب کی کوئی دلیل سوائے نور آفتاب کے جو کہ مستطیل ہو نہیں ہوتی یعنی آفتاب کے وجود کی دلیل خود اس کا وہ نور ہی ہے اس پر کسی دوسری دلیل کے قائم کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے تو اسی طرح حق تعالیٰ کے وجود پر کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ خود ہی دلیل ہے۔

سایہ کہ بود تا دلیل او بود	این بستش کہ ذلیل او بود
سایہ کیا ہوتا ہے جو اس کی دلیل بنے	اس کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اس کا تابع ہو

یعنی سایہ کون ہے کہ اس کی دلیل ہوگا یہی کافی ہے کہ وہ اس کا ذلیل ہو جاوے۔ یعنی سایہ بھلا اصل کی

www.besturdubooks.wordpress.com

دلیل کیا بن سکتا ہے وہ اگر اس کا عاجز اور اس کا دلیل رہے یہی کافی ہے ورنہ کہاں سایہ اور کہاں اصل تو ہمارا وجود وجود حق پر کیا دلیل ہو سکتا ہے کہاں ہم اور کہاں وہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔مریم علیہا السلام نے خلوت میں ایک نہایت جانفزا اور دلربا صورت دیکھی یعنی جبرئیل علیہ السلام ان کے سامنے ہی زمین میں سے پیدا ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ زمین سے ایک بے نقاب خوب صورت شخص یوں برآمد ہوا جیسے کہ مشرق سے آفتاب نکلتا ہے ان کو دیکھتے ہی مریم علیہ السلام کا جسم تھر تھر کانپنے لگا کیونکہ وہ برہنہ تھیں اور ان کو اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کوئی خرابی واقع ہو کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ ایک ایسا خوبصورت شخص جس کو اگر یوسف علیہ السلام بھی دیکھ لیتے تو زنان مصر کی طرح وہ بھی حیرت سے اپنے ہاتھ کاٹ لیتے۔ پھول کی طرح ان کے سامنے زمین سے یوں پیدا ہوا جیسے کہ دل سے خیال ظاہر ہوتا ہے یہ دیکھ کر مریم علیہا السلام بدحواس ہو گئیں اور کہا کہ اب کوئی چارہ نہیں بجز اس کے کہ میں حق سبحانہ سے پناہ لوں کیونکہ ان عفیفہ کی یہ عادت تھی کہ جب کبھی کسی مصیبت سے مغلوب ہوتی تھیں تو اپنے کو حق سبحانہ کے حوالہ کر دیتی تھیں اور ان سے پناہ لیتی تھیں کیونکہ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ عالم فانی ہے تو غایت حزم سے انہوں نے حضرت حق کو اپنا پناہ دہندہ بنایا اور بہت ہی خوب کیا کیونکہ وہ ان کے انتقال کے وقت تک ان کا یوں پناہ دہندہ رہے گا کہ کوئی دشمن ان پر قابو نہ پا سکے گا۔ پس جب انہوں نے دیکھا کہ اس شخص کے غمزے عقل کو فنا کر دینے والے اور جگر کے پارے ہو جانے والے ہیں گو اب تک مجھ پر ان کا کچھ اثر نہیں ہوا لیکن نفس وشیطان انسان کے دشمن ہیں کیا عجب ہے کہ مجھ پر نفس وشیطان کا جادو چل جاوے۔ تو انہوں نے خدا کی پناہ سے بہتر کوئی قلعہ نہ دیکھا لہذا اسی کے قریب چوکی بنا لی اور اس کی پناہ میں آ گئیں۔ اور سمجھا کہ یہاں کسی کا قابو نہیں چل سکتا۔ اس لئے کہ شاہان دنیا اور ان کے لشکر سب اس کے حلقہ بگوش ہیں اور بڑے بڑے عقلاء اس کے سامنے بے ہوش ہیں لاکھوں بادشاہ اس کے غلام ہیں اور لاکھوں حسین اس کے فراق میں مدقوق ہیں۔ زہرہ کی کیا طاقت ہے کہ اس کے سامنے دم مار سکے اس کی تو یہ حالت ہے کہ عقل کل بھی اسے دیکھ کر اپنے نقص کا اعتراف کرتی ہے۔ پس نہ وہاں کسی کا زور چل سکتا ہے نہ تدبیر اور نہ وہ حسن سے متاثر ہو سکتا ہے لہذا کوئی تدبیر نہیں جس سے کوئی مجھ پر قبضہ حاصل کر سکے۔ یہ توجیہ تو اس وقت ہے جبکہ چوں شرط موخر ہو اور از پناہ حق الخ جزائے مقدم اور شاہ ولشکر الخ علت مضمون مستنبط از جزا اور یہ بھی ممکن ہے کہ چوں بدید اور اشعار مابعد شرط موخر ہوں اور از پناہ حق الخ جزائے مقدم اس وقت حاصل یہ ہوگا کہ حضرت مریم علیہا السلام نے جب دیکھا کہ حضرت حق خود محبوب حقیقی اور شہنشاہ حقیقی ہیں نہ ان کے سامنے کسی کا زور چل سکتا ہے نہ تدبیر نہ حسن اس لئے ان کے پناہ میں آ گئیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ میں اس کے کمالات کیا بیان

www.besturdubooks.wordpress.com

کروں اس نے تو میرا منہ سی دیا ہے اور اس کی گویائی نے میرے بیان کو فنا کر دیا ہے کیونکہ میں ہوں ہی کیا چیز میں تو اس آگ کا دھواں اور اس علت کا معلول اور اس کی وجود کی دلیل ہوں تو یہ تو یہ حاشا و عن ذلک میں نے جو کچھ کہا سب غلط ہے۔ آفتاب کی دلیل تو خود اس کا پھیلنے والا نور ہے۔ سایہ کی کیا مجال ہے کہ وہ اس کی دلیل بن سکے اس کے لئے تو یہ ہی کافی ہے کہ وہ اس کا ایک ذلیل وابستہ ہو۔

شرح شبیری

ایں جلالت در دلالت صادق است	جملہ ادراکات پس او سابق است
یہ بڑائی (اپنی) دلالت میں سچی ہے	تمام ادراکات پیچھے ہیں وہ آگے ہے

یعنی یہ جلیل ہونا دلالت کرنے میں صادق ہے۔ تمام قویٰ مدرکہ پیچھے ہیں اور وہ سابق ہے۔ یعنی اس کا جلیل و عظیم ہونا ہی اس کے وجود پر دلیل کافی ہے ورنہ جس قدر قویٰ مدرکہ ہیں سارے اس کے کنہ کے دریافت کرنے میں پس ہیں اور وہ سب سے سابق ہے۔

جملہ ادراکات برخرہائے لنگ	او سوار باد پران چوں خدنگ
تمام ادراکات لنگڑے گدھوں پر سوار ہیں	وہ تیر کی طرح اڑنے والی ہوا پر سوار ہے

یعنی تمام قویٰ مدرکہ خرہائے لنگ پر (سوار) ہیں اور وہ باد پراں پر جو مثل خدنگ کے ہے سوار ہے۔

گر گریزد کس نیابد گرد شہ	ورگریزند او بگیرد پیش رہ
اگر شاہ بھاگے کوئی اس کی گرد نہیں پا سکتا	اور اگر لوگ بھاگیں تو وہ (شاہ) آگے کا راستہ روک دے

یعنی اگر بھاگے تو کوئی شخص گرد شاہ کو پا نہیں سکتا۔ اور وہ بھاگے تو راستہ کا آگا روک لے یعنی اور قویٰ مدرکہ اگر اس کا ادراک کرنا چاہیں تو اس تک کیا اس کی گرد تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر وہ ادراک کرنا چاہے تو کوئی نکل کر جا نہیں سکتا۔ قرآن شریف میں موجود ہے۔ ولا یحیطون بشیء من علمه الا بماشاء تو جب تمام قویٰ مدرکہ اس کے آگے عاجز ہیں تو پھر اس کی کنہ کو کیاں بیان کر سکتے ہیں۔ آگے قویٰ کے افعال کو کہ یہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتے ہیں اور کسی وقت بیکار نہیں رہتے مگر بعض مرتبہ بعض اشیاء کے ادراک میں تھک جاتے ہیں تو بس جب اس دنیاوی مدرکات کے ادراک میں ان کا یہ حال ہے تو پھر ادراک حق میں تو کیوں نہ تھکیں گے۔ فرماتے ہیں کہ۔

جملہ ادراکات را آرام نے	وقت میدانست وقت جام نے
جملہ ادراکات کو سکون نہیں ہے	میدان کا وقت ہے جام کا وقت نہیں ہے

یعنی تمام قویٰ مدرکہ کو آرام نہیں ہے (بلکہ ان کے لئے) وقت میدان ہے وقت جام نہیں ہے۔ یعنی جس

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح کہ میدان میں ہر وقت کام میں رہتے ہیں اسی طرح یہ بھی کام میں لگے رہتے ہیں اور جام نوشی بیکاری میں ہوتی ہے تو یہ بیکاری نہیں ہیں کہ جو جام نوشی کریں بلکہ یہ حالت ہے کہ۔

آن یکے وہمے چو بازے می پرد	وان یکے چون تیر مغفر می درد
ایک خیالی باز کی طرح اڑتا ہے	اور ایک تیر کی طرح خود کو پھاڑتا ہے

یعنی وہ ایک وہم تو باز کی طرح اڑتا ہے اور وہ ایک (نگاہ) تیر کی طرح مغفر کو پھاڑتی ہے یعنی جس طرح کہ تیر خود کو پھاڑ دیتا ہے اسی طرح نگاہ اجسام کو چیرتی ہوئی نکل جاتی ہے۔

وان دگر چون کشتی با بادیان	وان دگر اندر تراجع ہر زمان
اور دوسرا بادبان والی کشتی کی طرح ہے	اور دوسرا ہر وقت تردد میں ہے

یعنی اور وہ دوسرا (شامہ وسامعہ) مثل کشتی کے مع بادبان کے ہے اور وہ دوسرا (عقلیہ) تراجع میں ہے ہر وقت۔ یعنی ایک بات کو سوچو پھر اسی کو سوچتا ہے تو یہ ہر وقت تراجع میں ہے کہ الٹ پھیر کرتی رہتی ہے۔

چون شکارے می نماید شان ز دور	جملہ حملہ می فزایند آن طیور
جب ان کو کوئی شکار دور سے نظر آتا ہے	وہ سب پرند حملہ کرتے ہیں

یعنی ان کو جب دور سے کوئی شکار دکھائی دیتا ہے تو یہ سارے طیور حملہ کرتے ہیں یعنی جب کوئی مدرک ان کو معلوم ہوتا ہے تو یہ سارے اس طرف کو اس کے ادراک کے لئے چلتے ہیں۔

چونکہ ناپیدا شود حیران شوند	ہمچو جغدان سوئے ہر ویران شوند
جب وہ غائب ہو جاتا ہے سب حیران ہوتے ہیں	الوؤں کی طرح ہر ویرانے میں چلے جاتے ہیں

یعنی جب وہ مدرک غائب ہو جاتا ہے تو سارے حیران رہ جاتے ہیں اور جغدوں کی طرح ویرانہ کی طرف جاتے ہیں یعنی بس پھر ان کی کچھ نہیں چلتی اور حیران رہ جاتے ہیں۔

منتظر چشمے بہم یک چشم باز	تا کہ پیدا گردد آن صید نیاز
اس طور پر منتظر کہ ایک آنکھ کھلی ہوئی ایک آنکھ بند	تا کہ وہ نیازمندی کا شکار نظر آ جائے

یعنی منتظر ہیں ایک آنکھ کھلی ہوئی اور ایک بند تا کہ وہ صید نیاز ظاہر ہو جاوے (چشمے بہم یک چشم باز کنایہ ہے غایت انتظار سے) یعنی بے انتہا اس کے ظہور کے منتظر رہتے ہیں۔

چون بماند دیر گویند از ملال	صید بود آن خود عجب یا خود خیال
جب وہ دیر تک (مخفی) رہتا ہے ملک کر کہتے ہیں	تعجب ہے وہ شکار تھا یا خود خیال (تھا)

یعنی جب وہ دیر تک (غائب) رہتا ہے تو ملال کی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ صید تھا یا کوئی خیال تھا یعنی اکتا کر

www.besturdubooks.wordpress.com

کہتے ہیں کہ میاں یہ مدرک صرف وہم ہی تھا یا کوئی واقع میں شی تھی اب مولانا فرماتے ہیں کہ۔

مصلحت آنست تا یک ساعتے	قوتے گیرند و زور از راحتے
مصلحت یہ ہے کہ تھوڑی دیر	آرام کے ذریعہ قوت اور طاقت پیدا کر لیں

یعنی مصلحت وہ ہے کہ ایک گھڑی کے لئے قوت اور زور راحت سے لے لیں یعنی وہ تھک جاتے ہیں اور آگے کام نہیں دیتے اس میں بھی مصلحت ہے اور وہ یہ ہے کہ اس ادراک سے ان میں جو ملال پیدا ہو گیا ہے اور وہ تھک گئے ہیں اس راحت سے سب زائل ہو جاوے اور وہ پھر تازہ دم ہو کر ادراک میں مشغول ہوں۔ لہٰذا ان کو ایک حد پر پہنچا کر بیکار کر دیتے ہیں کہ جس سے وہ راحت حاصل کرتے ہیں۔ اس مضمون سے مولانا کو رات کی مصلحت کی طرف انتقال ہوا کہ جیسے ان کو راحت دی جاتی ہے اسی طرح رات سے بھی سب اعضاء کو راحت ملتی ہے لہٰذا آگے رات کے مصالح ہی کو بیان فرمانا شروع کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ۔

گر نبودے شب ہمہ خلقان ز آز	خویشتن را سوختندے ز اہتزاز
اگر رات نہ ہوتی تمام لوگ حرص کیجہ سے	بھاگ دوڑ میں اپنے آپ کو جلا ڈالتے

یعنی اگر رات نہ ہوتی تو تمام مخلوق حرص کی وجہ سے اپنے کو ہلنے سے جلا لیتے۔ یعنی اگر رات نہ آیا کرتی تو حرص مال کی وجہ سے چوبیس گھنٹہ کمانے ہی میں لگے رہتے تو آخر ہلاک ہو جاتے تو رات کے ہونے میں یہ مصلحت ہے کہ دن بھر کے کام کے تھکے ہوئے آرام کرتے ہیں اور پھر کام کے لئے تازہ دم ہو جاتے ہیں۔

از ہوس و ز حرص سود اندوختن	ہر کسے دادے بدن را سوختن
ہوس اور نفع کمانے کی حرص سے	ہر شخص جسم کو پھونک ڈالتا

یعنی نفع کی جمع کرنے کی ہوس اور حرص کی وجہ سے ہر شخص بدن کو جلا لیتا۔ یعنی اپنے کو ہلاک کر لیتا اور کسی وقت آرام نہ کرتا۔ مگر اب یہ ہوتا ہے کہ۔

شب پدید آید چو گنج رحمتے	تا رہند از حرص خود یک ساعتے
رحمت کے خزانے کی طرح رات ہو جاتی ہے	تا کہ تھوڑی دیر کے لئے حرص سے نجات پا جائیں

یعنی رات ایک گنج رحمت کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے تا کہ یہ اپنی حرص سے ایک گھڑی کے لئے چھوٹ جاویں۔ اب رات کے مصالح کو بیان کرنے سے مولانا کا ذہن قبض باطن کی طرف منتقل ہوا کہ جس طرح کہ رات میں ایک قسم کی بے نوری اور ظلمت ہوتی ہے اسی طرح قبض میں بھی احوال وغیرہ نہیں ہوتے۔ اور واردات بند ہو جاتے ہیں جو مشابہ ظلمت کے ہے لیکن جس طرح کہ رات کے بعد دن ہوتا ہے اور رات دن کے کام کرنے کے لئے نہیں ہوتی ہے اور دن میں جو کسل ہو گیا تھا اس کی مزیل ہوتی ہے اسی طرح بسط میں جو بعض مرتبہ کسل ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاتا ہے اور انسان حقائق و معارف کے بیان سے تھک جاتا ہے تو قبض سے وہ کسل دور ہو جاتا ہے اور علوم و معارف و واردات عود کر آتے ہیں بلکہ اور زیادتی کے ساتھ عود کرتے ہیں لہذا آگے قبض کے فوائد بیان فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ قبضے آیدت اے راہرو	آن صلاح تست آکس دل مشو
اے سالک! جب تجھ پر قبض طاری ہو	وہ تیری بھلائی ہے، مایوس دل نہ بن

یعنی اے سالک جبکہ تجھے قبض ہو تو وہ تیری صلاح ہے تو نا امید مت ہو یعنی اس میں تیرے لئے بہت سے منافع ہیں۔ تو اس قبض سے محرومی مت سمجھ اور نا امید مت ہو بلکہ کام میں لگا رہ۔

زانکہ در خرمے دران بسط و کشاد	خرج را دخلے باید ز اعتداد
کیونکہ تو اس قبض و بسط میں صرف کرنے میں ہے	خرچ کے لئے ذخیرے میں سے آمد چاہیے

یعنی اس لئے کہ تو بسط و کشادگی میں تو خرچ میں ہے اور خرچ کے لئے ایک معتبر آمدنی کی ضرورت ہے مطلب یہ کہ سالک کو جب بسط ہوتا ہے تو قاعدہ ہے کہ علوم و معارف کو زیادہ بیان کرتا ہے تو فرماتے ہیں کہ بسط میں تو معارف و حقائق کا خرچ ہی خرچ ہے آمدنی نہیں ہے تو اگر آمدنی نہ ہو تو سب فنا ہو جاویں۔ لہذا بعد بسط کے قبض ہوتا ہے تاکہ اس خرچ کی جگہ آب آمدنی ہو۔ اور پھر آمدنی اور خرچ سب برابر ہو جاوے اور یکساں حالت رہنے میں نقصان ہے آگے یکساں حالت سے نقصان ہونے کی نظر فرماتے ہیں کہ۔

گر ہمارہ فصل تابستان بدے	سوزش خورشید در بستان زدے
اگر ہمیشہ گرمی کا موسم ہوتا	سورج کی گرمی باغ کو پھونک دیتی

یعنی اگر تمام فصل گرمی کی ہوتی تو خورشید کی سوزش باغ میں اثر کرتی۔

منبتش را سوختے از بیخ و بن	کہ دگر تازہ نہ گشتے آن کہن
اس کی کیاریوں کو جڑ اور بنیاد سے ایسا جلا دیتی ہے	کہ وہ پرانا بھی (ترو) تازہ نہ بنتا

یعنی اس (باغ) کی نسبت کو بیخ و بن سے جلا دیتی کہ وہ پرانا پھر تازہ نہ ہوتا۔

گر ترش رویست آن دے مشفق است	صیف خندانست واما محرق است
اگر وہ خزاں ترشرو ہے تو مہربان (بھی) ہے	گرمی کا موسم مسکرانے والا ہے لیکن جلانے والا ہے

یعنی خزان اگرچہ ترشرو ہے لیکن مشفق ہے اور گرمی خندان ہے مگر جلانے والی ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو اگر تمام فصلوں میں گرمی رہا کرتی جو کہ موسم بہار ہے تو یہ نتیجہ ہوتا کہ تمام درخت اور تمام پودے جل بھن کر خاک ہو جاتے لیکن اب سردی آجاتی ہے اور وہ سرسبزی اور وہ موسم بہار نہیں رہتا جو کہ ظاہراً ناگوار معلوم ہوتا ہے مگر یہ تو دیکھو کہ یہ خزان اور یہ سردی ان تمام چیزوں کو سرسبزی کے قابل بنا رہی ہے کہ ان اشیاء میں جو حرارت آفتاب

www.besturdubooks.wordpress.com

سرایت کر گئی تھی سردی نے آ کر اس کو معتدل کر دیا تو اسی طرح بسط کے بعد جو قبض ہوتا ہے وہ بھی تم کو علوم و معارف کے قابل بنا رہا ہے اور تمہارے اندر ایک ملال اور کسل ہو گیا ہے اس کو دور کر کے تازہ بناتا ہے کہ پھر جو بسط ہو تو پہلے سے زیادہ علوم و معارف حاصل ہوں آگے خود فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ قبض آمد تو درو بسط بین	تازہ باش و چین میفگن بر جبین
جب قبض طاری ہو تو اس میں بسط کا مشاہدہ کر	تازہ رہ پیشانی پر شکن نہ ڈال

یعنی جبکہ قبض آیا تم اس میں بسط دیکھو اور تازہ رہو جبین پر شکن مت ڈالو۔ یعنی قبض سے پریشان مت ہو بلکہ اس کے اندر بھی تم بسط کو دیکھو اور یہی سمجھو کہ انشاء اللہ یہ قبض خود آلہ ہے بسط کا تو اس سے تنگدل مت ہو اس لئے کہ۔

کودکان خندان و دانایان ترش	غم جگر را باشد و شادی زشش
بچے خوش ہیں اور عقلمند غمگین ہیں	غم جگر کے لئے اور خوشی پھیپھڑے سے ہے

یعنی بچے جو خوش ہوتے ہیں اور دانا لوگ ترش ہوتے ہیں اور غم جگر میں ہوتا ہے اور خوشی پھیپھڑے میں مطلب یہ کہ دیکھو بچے تو ہمیشہ خوش رہتے ہیں ان کو کوئی غم ہی نہیں ہے اس لئے کہ نادان ہیں اور جو دانا ہیں وہ ہمیشہ متفکر اور غمگین رہتے ہیں اور دیکھو جگر جو ایک عضو رئیس ہے اس سے تو تعلق غم کو ہے اور پھیپھڑہ جو ایک عضو مرؤس ہے اس کا تعلق خوشی سے ہے تو اسی طرح تم کو اگر قبض کا غم ہو تو یہ خوش ہونے کی بات ہے کہ معلوم ہو کہ تم دانا اور رئیس ہو۔

چشم کودک ہمچو خر در آخر است	چشم عاقل در حساب آخر است
بچے کی نظر گدھے کی طرح آخور پر ہے	عقلمند کی نظر آخرت کے حساب پر ہے

یعنی لڑکے کی نگاہ تو گدھے کی طرح آخور میں ہے اور عاقل کی نگاہ حساب آخر میں ہے یعنی بچہ کا تو صرف یہ کام ہے کہ کھالیا اور کھیل لیا اسے کچھ بھی غم نہیں اور جو عاقل و دانا ہیں وہ سینکڑوں تفکرات میں رہتے ہیں تو تمہارا رنج اور قبض کی حالت میں رہنا بتا رہا ہے کہ تم عاقل ہو پھر پریشان ہونے کی کونسی بات ہے۔

او در آخر چرب می بیند علف	وین ز قصاب آخرش بیند تلف
وہ آخور میں لذیذ گھاس دیکھتا ہے	اور یہ قصائی سے بالآخر اپنی ہلاکت دیکھتا ہے

یعنی وہ (بچہ) تو آخور میں غذا کو چرب دیکھ رہا ہے اور یہ آخر کار قصاب سے اس کا تلف ہونا دیکھ رہا ہے۔ یعنی نادان تو عمدہ غذائیں دیکھ کر خوب کھاتا ہے اور عاقل سمجھتا ہے کہ ان کو کھا کر قصائی کے ہاتھوں ذبح ہونا ہے تو وہ ان کو نہیں کھاتا۔ اسی طرح بسط میں نادان تو خوش رہتا ہے اور جو دانا ہیں وہ جانتے ہیں کہ صرف بسط کا انجام بہتر نہیں ہے لہذا وہ قبض سے بھی خوش ہوتے ہیں۔

آن علف تلخ است کین قصاب داد	بہر لحم ما ترازوئے نہاد
جو گھاس قصائی نے دی ہے وہ کڑوی ہے	اس نے ہمارے گوشت کے لئے ترازو تیار کر لی ہے

www.qesurdubooks.wordpress.com

یعنی وہ غذا تلخ ہے جو کہ اس قصاب نے دی اس نے ہمارے گوشت کے لئے ترازو رکھی ہے یعنی چونکہ اس غذا سے اس کو ہمارا گوشت کھانا مقصود ہے کہ وہ موٹا کر کے کاٹے لہذا اس کی یہ غذا عاقل کے لئے تو تلخ اور ناگوار ہوگی اور جو نادان ہے وہ خوب مزہ اڑائے گا تو اسی طرح بسط کے جو ضرر ہیں عاقل تو ان کو سمجھ کر قبض سے خوش ہوگا اور جو نادان ہے وہ اس بسط ہی میں رہ کر اپنے اوقات ضائع کرے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

روز حکمت خور علف کانزا خدا	بے عوض دادست و از محض عطا
جا دانائی کی گھاس کھا جو خدا نے	مفت عنایت کی ہے اور خالص عطیہ ہے

یعنی جا حکمت کی غذا کھا کہ اس کو خدا نے بے عوض کے دیا ہے اور محض عطا سے (دیا ہے تو بس غذائے حکمت کو حاصل کرو کہ وہی اصل غذا ہے) آگے فرماتے ہیں کہ

فہم نان کردی نہ حکمت اے رہی	چونکہ حق گفت کلوا من رزقہ
اے بندے! تو روٹی سمجھا نہ کہ حکمت	جبکہ اللہ نے تجھ سے فرمایا اس کا رزق کھاؤ

یعنی جبکہ حق تعالیٰ نے تم سے کہا کلوا من رزقہ تو تم نے روٹی سمجھی نہ کہ حکمت اے آزاد یعنی حق تعالیٰ جو کلوا من رزقہ فرمایا تو تم سمجھے کہ روٹی کے کھانے کا حکم ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ روٹی ہی کے کھانے کا صرف حکم نہیں ہے بلکہ اس سے اکل حکمت بھی مراد ہے اور اسی بنا پر بیضاوی نے ممارزقناھم ینفقون کی تفسیر میں کہا ہے کہ من انوار المعرفۃ یفیضون تو دیکھو ایک تفسیر کی بنا پر رزق میں انوار معرفت بھی داخل ہیں تو ان کے حصول اور اکل کا بھی حکم ہے۔

رزق حکمت بہ بود در مرتبت	تا گلو گیرت نباشد عاقبت
رتبے میں حکمت کا رزق، بہتر ہوتا ہے	اس لئے کہ انجام میں وہ تیرا گلا پکڑنے والا نہ ہوگا

یعنی مرتبہ میں رزق حق حکمت ہے کہ وہ انجام میں تمہاری گلوگیر نہ ہوگی مطلب یہ کہ رزق دنیاوی تو بعض مرتبہ گلوگیر ہو جاتا ہے مگر حکمت وہ رزق حق ہے کہ یہ کبھی تمہاری گلوگیر نہ ہوگی۔

این دہان بستی دہانے باز شد	کو خورندہ لقمہائے راز شد
تو نے یہ منہ بند کیا تو ایسا منہ کھلا	جو اسرار کے لقمے کھانے والا بنا

یعنی تم نے اس منہ کو بند کر لیا تو ایک (اور) منہ کھل گیا کہ وہ لقمہ ہائے راز کا کھانے والا ہو گیا۔ مطلب یہ کہ اگر تم نے اس منہ کو لذات دنیاوی سے بند کر لیا تو ایک اور منہ جو کہ غذائے روحانی اور حکمت کا کھانے والا تھا وہ کھل گیا اور یہ چیزیں حاصل ہو گئیں۔

گر ز شیر ایں دیو تن را وا بری	در فطام او بسے نعمت خوری
اگر تو اس جسم کے شیطان کو دودھ سے ہٹا لے گا	اس کا دودھ چھڑانے میں بہت سی نعمتیں کھائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر دودھ سے اس دیوتن کو تم قطع کر دو تو اس دودھ چھڑانے سے تم بہت نعمتیں کھاؤ گے (شیر سے مراد لذات دنیاوی) یعنی اگر تم لذات دنیاوی کو ترک کر دو تو اس ترک سے تم کو آخرت کی نعمتیں میسر ہوں گی۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ترک جوشے کردہ ام من نیم خام	از حکیم غزنوی بشنو تمام
میں نے ادھ کچرے کو جوش نہیں دیا ہے	حکیم غزنوی سے مکمل سن لے

یعنی مجھ نیم خام نے تو ادھر کچرا بیان کیا ہے حکیم غزنوی سے تم پوری طرح سنو (ترک لوگوں کا قاعدہ ہے کہ وہ گوشت کو پوری طرح نہیں پکاتے بلکہ نیم پخت کر کے کھاتے ہیں لہذا ادھ کچری بات کو ترک جوش کہنے لگتے ہیں) مطلب یہ ہے کہ میں نے تو اس مضمون بالا کو ادھورا بیان کیا ہے پوری طرح بیان نہ کر سکا تم حکیم غزنوی (یعنی حکیم سنائیؒ) سے سنو وہ پوری طرح سے بیان کرتے ہیں۔

در الٰہی نامہ گوید شرح این	آں حکیم غیب فخر العارفین
اس کی شرح "الٰہی نامہ" میں بیان کی ہے	اس اسرار کے دانا اور عارفوں کے فخر نے

یعنی الٰہی نامہ میں اس کی شرح وہ حکیم غیب فخر العارفین فرماتے ہیں (الٰہی نامہ حکیم سنائی کی ایک کتاب کا نام ہے اس میں انہوں نے اس مضمون کو پوری طرح بیان کیا ہے جس کو مولانا نقل فرماتے ہیں کہ

غم خورد نان غم افزایاں مخور	زانکہ عاقل غم خورد کودک شکر
غم کھا لے اور غم بڑھانے والوں کی روٹی نہ کھا	کیونکہ عقلمند غم کھاتا ہے، بچہ شکر کھاتا ہے

یعنی غم کھاؤ اور غم افزایوں کی روٹی مت کھاؤ۔ اس لئے کہ عاقل غم کھاتا ہے اور بچہ شکر یعنی غم دین کھاؤ اور دنیا کی فرحت کو حقیر و ذلیل سمجھو اس لئے کہ جو دانا ہیں وہ تو ہمیشہ تفکرات و غموم ہی میں رہتے ہیں اور جو نادان ہیں وہ بیشک اس میں رہتے ہیں کہ ہر وقت خوشی ہی رہے گی مگر یاد رکھو کہ۔

قند شادی میوۂ باغ غم ست	ایں فرح زخم ست آں غم مرہم ست
خوشی کی شکر، غم کے باغ کا میوہ ہے	یہ خوشی زخم ہے اور غم مرہم ہے

یعنی قند شادی باغ غم کا میوہ ہے اور یہ فرح زخم ہے اور وہ غم مرہم ہے یعنی اول غم ہوتا ہے تب سرور و فرحت دائمی میسر ہوتی ہے یاد رکھو کہ باغ غم کا میوہ خوشی ہی ہے اور یہاں غم سے مراد قبض اور خوشی سے مراد بسط ہے تو مطلب یہ ہے کہ بعد قبض کے بسط ہوتا ہے اور اس بسط میں جو بعد قبض کے ہو زیادہ سرور اور فرحت ہوتی ہے لہذا فرماتے ہیں کہ۔

غم چو بینی در کنارش کش بعشق	از سر ربوہ نظر کن در دمشق
تو جب غم دیکھے اس کو محبت سے بغل میں لے لے	دمشق کو ٹیلے پر سے دیکھ

یعنی جب غم کو دیکھو تو اس کو محبت سے کنار میں لے لو اور ٹیلہ سے دمشق میں نظر کرو (چونکہ دمشق اونچائی پر

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اس لئے کہا کہ از سر ربوہ نظر کن) مطلب یہ ہے کہ جب قبض وارد ہو تو اس سے متنفر مت ہو بلکہ اس کو شوق محبت سے قبول کرو اور پھر اس مجاہدہ سے جو تم کو اس کے قبول کرنے میں ہو گا علوم و معارف حاصل کرو۔ جیسا کہ دمشق میں علوم و فنون بہت زیادہ ہیں مگر چونکہ بلندی پر ہے تھوڑی تکلیف کر کے اوپر چڑھنے کی ضرورت ہے پھر جب چڑھ جاؤ گے تو انشاء اللہ علوم و معارف کے دروازے کھل جاویں گے۔

عاقل از انگور می بیند ہمی	عاشق از معدوم شے بیند ہمی
عقلمند انگور میں شراب دیکھتا ہے	عاشق معدوم میں موجود کو دیکھتا ہے

یعنی عاقل انگور میں شراب کو دیکھتا ہے اور عاشق معدوم میں سے شے کو دیکھتا ہے مطلب یہ کہ جو عاقل ہیں وہ تو انجام کو سوچ لیتے ہیں تو جس امر کا انجام اچھا ہوتا ہے اگر چہ اس میں بالفعل کلفت ہو اس کو اختیار کرتے ہیں اور جو عاشق ہیں وہ معدوم میں سے شے کو دیکھ رہے ہیں کہ ابھی تک محبوب کی طرف سے بظاہر کچھ ملا نہیں ہے مگر وہ اس نہ ملنے کو بھی ملنا کہہ رہے ہیں تو بس جب قبض ہو تو عقل و عشق دونوں کا مقتضا اس کو قبول کرنا اور اس سے متوحش نہ ہونا ہے کیونکہ اس کا انجام بخیر ہے اور اگر چہ بظاہر سلب علوم ہے مگر اس عدم میں اشیاء کا مشاہدہ کرنا چاہئے اس لئے کہ اس کا انجام بہتر ہو گا ان شاء اللہ آگے اس پر مثال کے طور پر ایک چھوٹی سی حکایت لاتے ہیں کہ۔

جنگ میکردند حمالاں پریر	تو مکش تا من کشم حملش چو شیر
پرسوں بوجھ اٹھانے والے جھگڑ رہے تھے	تو نہ اٹھا تاکہ میں شیر کی طرح اس کا بوجھ اٹھا لوں

یعنی پرسوں حمال لڑ رہے تھے کہ تو مت کھینچ تاکہ میں اس کا بوجھ مثل شیر کے کھینچوں۔ یعنی حمال کسی اسباب پر لڑ رہے تھے کہ تو مت اٹھا اس کو تو میں اٹھاؤں گا تو دیکھو باوجودیکہ اس بوجھ کا اٹھانا ایک مشقت تھی مگر ہر ایک اس مشقت کے برداشت کرنے کو موجود تھا اس لئے کہ۔

زانکہ زاں رنجش ہمے دیدند سود	حمل را ہر یک زدیگر می ربود
کیونکہ انہوں نے اس تکلیف کو مفید سمجھا تھا	(اسلئے) بوجھ کو ایک دوسرے سے اچکتا تھا

یعنی اس لئے کہ اس تکلیف سے وہ نفع دیکھ رہے تھے تو ہر ایک بوجھ کو دوسرے سے اچکتا تھا۔ یعنی چونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ اس وقت مشقت ہے مگر انجام میں پیسے ملیں گے لہذا ہر شخص متمنی تھا کہ اس بوجھ کو میں اٹھاؤں اور اس مشقت کو میں برداشت کروں اب فرماتے ہیں کہ۔

مزد حق کو مزد آں بے مایہ کو	ایں دہد گنجیت مزد و آں تسو
کہاں اللہ (تعالیٰ) کی مزدوری کہاں اس مفلس کی مزدوری	یہ تجھے مزدوری میں خزانہ دیگا وہ کوڑی

یعنی مزدوری حق کہاں اور اس بے مایہ کی مزدوری کہاں یہ (حق تعالیٰ) تجھے مزدوری ایک خزانہ دیں گے اور وہ ایک تسو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ جبکہ حمال ایک انسان بے مایہ کی مزدوری پر اس قدر وجہ کے متحمل ہونے کو گوارا کرتے ہیں حالانکہ پیسہ دو پیسہ ہی ملیں گے تو بھلا جہاں کہ مزد حق تعالیٰ کی امید ہو جو کہ ذرا سے کام پر ایک عظیم الشان خزانہ عطا فرمائیں گے وہاں تو کیوں طلب نہ کرنا چاہیے تو جب قبض میں علوم و معارف حاصل ہوتے ہیں تو اس تھوڑی سی مشقت کو گوارا کر لینا کیا مشکل ہے۔

گنج زرے کہ چو خسپی زیر ریگ	با تو باشد آں نباشد مردہ ریگ
سونے کا ایسا خزانہ کہ جب تو مٹی کے نیچے سوئے گا	وہ تیرے پاس ہو گا' وہ موروثی مال نہ ہو گا

یعنی ایسا گنج زر کہ جب تو زیر خاک سووے گا تو وہ تیرے ساتھ ہوگا۔ وہ میراث میں نہ رہے گا۔ یعنی جو خزانہ کہ مزدوری میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ملے گا وہ وہ خزانہ ہوگا کہ قبر میں بھی تمہارے ساتھ ہوگا اور دوسری چیزوں کی طرح دنیا میں مال میراثی ہو کر نہ رہے گا۔

پیش پیش آں جنازت می رود	مونس گور و غریبی مے شود
وہ تیرے جنازے کے آگے آگے چلے گا	مسافرت اور قبر میں غم خوار ہو گا

یعنی تمہارے جنازہ کے آگے آگے چلے گا اور مونس گور اور مسافرت کا ہوگا یعنی جنازہ کے ساتھ ساتھ بھی وہی چلے گا قبر میں اور اس جہان سے سفر کرتے بھی وہی ساتھ ہوگا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ انسان کے ساتھ ان کے اعمال ہی جاویں گے۔ اور اعمال ہی پر جزا ملتی ہے تو بس انسان کے ساتھ اصل میں تو وہ انعامات حق ہی ہیں لہذا چاہئے کہ اس نعمت کو حاصل کرو اور اس قبض سے دل پریشان نہ ہو کہ اس سے انعامات حق تم پر فائض ہوں گے آگے فرماتے ہیں کہ۔

بہر روز مرگ ایندم مردہ باش	تا شوی با عشق سرمد خواجہ تاش
موت کے دن کے لئے' اس وقت مردہ بن جا	تاکہ تو سرمدی عشق کا ساتھی بنے

یعنی روز مرگ کے واسطے اسدم مردہ ہو جاتا ہے کہ عشق دائمی کے ساتھ تو خواجہ تاش ہو۔ یعنی موت سے پہلے فنا حاصل کرو تا کہ پھر وہ عشق دائمی اور حیات دائمی تم کو نصیب ہو۔

صبر می بیند ز پردہ اجتہاد	روئے چوں گلنار و زلفین مراد
صبر مجاہدے کے پردے میں سے دیکھتا ہے	مقصود کا گلنار جیسا چہرہ اور دو زلفیں

یعنی صبر پردۂ مجاہدہ سے دیکھ رہا ہے۔ رو مثل گلنار کے ہے اور زلفین مراد ہیں مطلب یہ کہ صبر مجاہدہ و ریاضت سے حاصل ہوتا ہے اور پھر اس کے پھل بے حد شیریں اور لذیذ ہوتے ہیں لہذا اگر کوئی مشکل یا مجاہدہ ہو تو اس سے غمگین مت ہو اس لئے کہ۔

غم چو آئینہ است پیش مجتہد	کاندراں ضد می نماید روئے ضد
مجاہدہ کرنے والے کے لئے غم آئینہ جیسا ہے	کہ اس ضد میں (اس کی) ضد کا چہرہ نظر آتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی غم مجاہدہ کرنے والے کے آگے مثل آئینہ کے ہے کہ اس میں ایک ضد روئے ضد کو دکھا دیتی ہے یعنی جس طرح کہ آئینہ میں جیسی شے ہوتی ہے ویسی نظر آجاتی ہے اور اضداد سب ممتاز ہو جاتے ہیں لہذا اسی طرح غم سے بھی پوری حالت و کیفیت معلوم ہو جاتی ہے۔

بعد ضد رنج آں ضد دگر	رو دہد یعنی کشاد و کروفر
مقابل رنج کے بعد دوسرا مقابل	نظر آتا ہے یعنی کشادگی اور شان و شوکت

یعنی ضد رنج کے بعد وہ دوسری ضد منہ دکھائی ہے یعنی کشادگی اور کروفر یعنی اس رنج اور غم کے بعد کشادگی او کروفر سامنے ہوتا ہے اور اس قبض کے بعد بسط نصیب ہوتا ہے آگے اس قبض و بسط کے مفید ہونے کی اور صرف قبض یا صرف بسط رہنے کی مضرت بیان فرماتے ہیں کہ۔

ایں دو وصف از پنجہ دستت بہ بیں	بعد قبض مشت بسط آید یقیں
ان دونوں باتوں کو اپنے ہاتھ اور پنجے سے سمجھ لے	مٹھی بند کرنے سے یقیناً فراخی آتی ہے

یعنی ان دونوں وصف (قبض و بسط) کو اپنے پنجہ اور ہاتھ سے دیکھ لو کہ بعد مٹھی بند کرنے کے یقیناً بسط آتا ہے یعنی جب مٹھی بند کر لیتے ہو تو اس کے بعد پھر مٹھی کھلتی ہے۔

پنجہ را گر قبض باشد دائما	یا ہمہ بسط او بود چوں مبتلا
اگر مٹھی ہمیشہ بند رہے	یا ہمہ وقت کھلی رہے وہ مصیبت میں رہے گا

یعنی مٹھی کو اگر قبض دائمی ہو جائے یا بالکل اس کو بسط ہو جاوے تو وہ مثل مبتلا کے ہو جاوے یعنی اگر ہمیشہ مٹھی بند ہی رہے یا کھلی ہی رہے تو دیکھو علامت مرض ہے یا نہیں اس کے لئے بسط و قبض دونوں ہوتے رہیں جب ہی صحت معلوم ہوتی ہے۔

زیں دو وصفش کار و کسب منتظم	چوں پر مرغ ایں دو حال اورا مہم
اس کے ان دونوں وصفوں سے کاروبار باقاعدہ ہے	جس طرح پرندے کے بازوؤں کیلئے یہ دونوں باتیں ضروری ہیں

یعنی یہ اس کے دونوں وصف کام اور کسب منتظم کے لئے مثل جانور کے پروں کے دونوں حال ضروری ہیں یعنی کاروبار کرنے کے لئے ان دونوں حالتوں کی ضرورت ہے کہ کبھی کھلیں اور کبھی بند ہوں جیسے کہ جانور کہ اگر اس کے بازو کھلے رہیں تو وہ کسی جگہ بیٹھ کر آرام نہیں کر سکتا۔ ہر وقت اڑا کرے اور اگر بند رہیں تو اڑ نہیں سکتا ایک جگہ پڑا پڑا سڑ جاوے۔ تو دونوں حالتیں ضروری ہیں تو پس پرواز باطنی اور کاروبار باطن کے لئے بھی دونوں حالتوں کی ضرورت ہے کہ کبھی بسط ہے تو کبھی قبض ہے اور جب دونوں حالتیں ضروری ہیں تو جس طرح کہ بسط سے خوش ہوتے ہو قبض سے بھی خوش ہونا ضروری ہے۔ اور اس سے دل تنگ ہونا سخت غلطی ہے لیکن طبعی تنگی تو یقیناً ہوگی کہ دل گھبراوے گا مگر تنگی نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس سے پریشان ہو کر شکایت و حکایت نہ شروع کر دے

www.besturdubooks.wordpress.com

یا اس کی وجہ سے کام نہ چھوڑ بیٹھے کہ جب حالات وواردات ہی نہیں تو پھر کام ہی چھوڑ دو ورنہ اگر طبعی تنگی بھی نہ ہوتی تو بھلا وہ قبض ہی کیا ہوا لہذا اگر طبعی تنگی ہو اس کا مضائقہ نہیں اس سے پریشان نہ ہو۔ بلکہ کام میں لگا رہے کہ یہی مطلوب ہے۔ انشاء اللہ یہ سب حالات موصل الی المقصود ہو نگے قبض ہو یا بسط سب اسی طرف سے ہے یاد رکھو کہ اس میں لاکھوں مصلحتیں ہیں جن میں سے کچھ بیان کی گئی ہیں اور باقی بعض معلوم ہیں اور بعض معلوم بھی نہیں ہیں۔ پس تم اپنا شعار تفویض کرلو جس حال میں رکھیں رہو خوب کہا ہے۔

فراق ووصل چہ باشد رضائے دوست طلب که حیف باشد ازو غیر او تمنائے

بس اصل مقصود قرب ہے وہ جس حال میں بھی میسر ہو اور جس طرح بھی حاصل ہو اسی میں لگے رہو انشاء اللہ کامیاب ہوگے۔ آگے پھر قصہ مریم کی طرف عود ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ پس اس کی عظمت ہی اس کی سچی دلیل ہے رہے ادراکات ومدرکات سوان میں سے اس تک کسی کی بھی رسائی نہیں لہذا وہ پیچھے ہیں اور حق سبحانہ وراء بلکہ وراء الوراء تمام ادراکات اس تک پہنچنے سے یوں عاجز ہیں جس طرح کہ کوئی لنگڑے گدھے پر سوار ہو اور حق سبحانہ ان سے یوں وراء الوراء ہیں جیسے کوئی تیر کی طرح ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو اور سوار خرلنگ سے آگے ہو اگر حق سبحانہ چاہیں کہ کسی ادراک کی رسائی ان تک نہ ہو تو کسی کو بھی ان کی معرفت نہیں ہو سکتی۔ اور اگر ممکنات چاہیں کہ حق سبحانہ کے علم وقدرت وغیرہ کی رسائی ہم تک نہ ہو۔ تو ناممکن ہے جس طرح کہ سوار خرلنگ تو سوار باد کو نہیں پکڑ سکتا۔ لیکن اگر سوار خرلنگ بھاگے تو سوار باد اس کا آگا روک سکتا ہے جبکہ سلسلہ گفتگو ادراکات کی حالت تک پہنچا تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مناسب ایک اور مضمون بھی بیان کر دیا جاوے وہ یہ کہ تمام ادراکات کچھ نہ کچھ کام کرتے رہتے ہیں۔ وقت ان کے لئے وقت میدان یعنی دوڑ دھوپ کا وقت ہے وقت جام یعنی وقت راحت وآرام نہیں اس لئے ایک ادراک تو باز کی طرح تیز جاتا ہے اور بہت جلد مقصد تک پہنچ جاتا ہے اور دوسرا انکوار کی طرح خود کو توڑتا ہے اور عقدہ ہائے لاینحل کو حل کرتا ہے (ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اول سے سرعت انتقال ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے سے دقیقہ رسی ویہما فرق) تیسرا بادبان والی کشتی کی طرح ہے یعنی اس کی رفتار اول کی رفتار سے کم ہے۔ چوتھا ان تینوں کے خلاف آگے سے پیچھے کو ہٹتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس علی حسب مراتب تمام ادراکات اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں اور جب مقصد کی جھلک ان کو نظر آتی ہے تو اس تک پہنچنے کے لئے شکاری جانوروں کی طرح اس پر حملہ کرتے ہیں اور جب کہ وہ ان کی نظر سے غائب ہو جاتا ہے تو حیران رہ جاتے ہیں اور الوؤں کی طرح ہر طرف ٹامک ٹوئے مارتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کہاں گیا۔ اور سب ایک آنکھ کھولے شکاری کی طرح منتظر ہوتے ہیں۔ کہ کسی طرح وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

پھر نظر آ جائے۔ جب دیر تک اسی حالت میں رہتے ہیں اور ان کو کچھ پتہ نہیں چلتا تو تھک کر کہتے ہیں کہ ارے وہ کوئی واقعی شکار تھا یا کوئی خیال اور بے اصل شئے تھا۔ اچھا اس وقت یہی بہتر ہے کہ کچھ دیر آرام کریں اور دم لیں نئے سرے سے قوت حاصل کر کے پھر ڈھونڈیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حواس پر کلال و ملال طاری ہوتا ہے اور ان کو آرام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے پس اس مقصد کے لئے حق سبحانہ نے رات بنائی۔ کیونکہ اگر رات نہ ہوتی تو تمام مخلوق اپنی حرص کے سبب حرکات جسمانیہ و دماغیہ میں مصروف رہ کر اپنے کو فنا کر ڈالتے اور منفعت حاصل کرنے کی ہوس اور حرص سے ہر شخص اپنے جسم کو فنا کر ڈالتا۔ اس لئے رات خزانہ رحمت کی طرح مخلوق پر طاری ہوتی ہے تا کہ وہ کچھ دیر کے لئے اپنی حرص سے چھوٹ جاویں۔ اس سے تم کو ایک ضروری نتیجہ بھی نکالنا چاہئے وہ یہ کہ جب تم کو قبض پیش آوے تو اس سے تم کو ناامید نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ بسط و کشاد میں قویٰ و ادراکات وغیرہ کا صرف ہوتا ہے اور خرچ کے لئے معتدبہ آمدنی کی ضرورت ہے۔ پس اس آمدنی کے لئے قبض طاری کیا گیا۔ دیکھو گرمی کا زمانہ درختوں کے لئے بہار کا زمانہ ہے لیکن اگر یہی زمانہ ہمیشہ رہے تو آفتاب کی تابش درختوں کو پھونک ڈالے اور اس کی جڑ تک یوں بھون ڈالے کہ پھر وہ کبھی تازہ ہی نہ ہو سکے اور سردی کا زمانہ گو درختوں کے لئے ناگوار ہے لیکن ایک اعتبار سے وہ مشفق بھی ہے کیونکہ ان کو ہلاک عارضی میں مبتلا کر کے ہلاک ابدی سے بچاتا ہے اور گرمی گو بہار کا زمانہ ہے لیکن بہ صورت دوام پھونک دینے والی ہے پس نہ گرمی سراسر مفید ہے اور نہ سردی سراسر مضر بلکہ دونوں میں منفعتیں ہیں۔ پس قبض کو بھی تم سردی ہی کی مثل سمجھو اور جبکہ تم کو قبض پیش آئے تو اس میں بسط مآلی کو دیکھ کر خوش رہو اور پیشانی پر بل نہ ڈالو۔ اب ہم اس کے مناسب ایک اور مضمون سناتے ہیں وہ یہ کہ خوشی لڑکوں کا کام ہے۔ اور حزن عقلاء کا۔ نیز غم کا تعلق جگر سے ہے جو ایک عضو رئیس ہے اور خوشی کا پھیپھڑے سے جو اس کا خادم ہے۔ پس اس سے بھی تم کو قبض و بسط کا تفاوت معلوم ہو سکتا ہے۔ اچھا اب یہ سنو کہ لڑکوں کو خوشی اور عقلاء کو حزن کیوں ہوتا ہے بات یہ ہے کہ لڑکے کی نظر تو گدھے کی طرح صرف کھانے اور کھیلنے میں ہے اور عاقل کی نظر حساب آخرت میں ہے اس کو یہ کھٹکا لگا ہوتا ہے کہ ہمارا مقدمہ حق سبحانہ کی عدالت میں پیش ہوگا دیکھئے اس کا کیا نتیجہ ہو اس لئے لڑکا خوش رہتا ہے اور عاقل محزون۔ کیونکہ لڑکے کو تو صرف اپنے سامنے مزیدار کھانے ہی دکھلائی دیتے ہیں پھر اس کو رنجیدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے اور عاقل کو تو نفس و شیطان کے ہلاک کرنے کا خطرہ ہوتا ہے پھر وہ کیونکر مطمئن ہو سکتا ہے۔ اب سمجھو کہ جو غذائیں نفس و شیطان دیتے ہیں وہ حقیقت میں تلخ ہیں گو تم کو فساد مزاج کے باعث تلخ نہیں معلوم ہوتیں کیونکہ ان کا نتیجہ نہایت تلخ ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہم کو یہ غذائیں کھلا کر مارنا چاہتا ہے۔ اور اس پر وہ یوں تیار ہے جیسے کہ قصائی نے گوشت تولنے کیلئے ترازو بھی تیار کر رکھی ہو۔ پس اس غذا کو چھوڑ دو۔ اور غذائے حکمت کھاؤ جو خدا تم کو بلا معاوضہ اور محض عنایت سے دیتا ہے اور اس میں اس کی کوئی ذاتی غرض نہیں ہوتی بلکہ صرف تمہارا نفع مدنظر ہوتا ہے اس مقام پر ایک غلطی کا ازالہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ جب حق سبحانہ نے کلوا من رزقہ فرمایا تو تم اس سے یہ سمجھ بیٹھے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

صرف یہ ہی روٹیاں مراد ہیں نہ کہ حکمت۔ حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ ان روٹیوں کے کھانے کی اجازت بھی محض غذائے حکمت ہی کے لئے ہے کیونکہ وہ بقا کا سبب عادی ہیں اور اصل مقصود غذائے حکمت ہے پس اجازت کو صرف روٹیوں تک محدود کرنا سخت غلطی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ رزق حکمت روٹیوں سے بہتر ہے اور وجہ بہتری یہ ہے کہ رزق حکمت تمہارے گلے کا پھندا بن کر تم کو ہلاک نہیں کر سکتا اور متعارف روٹیاں جس طرح من وجہ مفید ہیں (جبکہ ان کو عبادت کا ذریعہ بنایا جاوے) یوں ہی مہلک بھی ہیں۔ (جبکہ ان کو خواہشات نفسانیہ کا آلہ بنایا جاوے) پس جبکہ ایک ایسی شئے کا حکم کیا گیا جو من وجہ مفید اور من وجہ مضر ہے گو بنائے حکمت جہت افادہ ہی ہے تو ایسی شئے جو سراسر مفید ہے اور جس میں مضرت ہے ہی نہیں کیونکر مامور بہ نہ ہوگی۔ جب یہ ثابت ہوا کہ غذائے حکمت اصالۃً مامور بہ ہے اور غذائے نان بوجہ اس کا وسیلہ ہونے کے تو اس سے معلوم ہوا کہ تم کو بقدر ضرورت غذائے جسمانی پر اکتفا کرنا لازم ہے۔ لان الضروری یتقدر بقدر الضرورۃ پس جبکہ تم غذائے ضروری پر اکتفا کر کے زیادہ سے منہ بند کر لو گے اس وقت ایک دوسرا منہ غذائے روحانی کے لئے کھلے گا جو کہ اسرار الٰہیہ کا لقمہ کھانے والا ہے اور اگر شیطان کے دودھ سے تم جسم کو علیحدہ کر دو گے تو اس دودھ چھڑانے کی صورت میں تم کو بہت سی مٹھائیاں کھانے کو ملیں گی۔ اب مولانا اس مضمون کو ختم کر کے پھر مضمون سابق کو شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مجھ ناقص نے خوشی و غم کے مضمون کو ناتمام بیان کیا ہے اور ایسا کر دیا ہے جیسا کچھ کچا اور کچھ پکا گوشت مگر حکیم سنائی غزنوی سے اس کو پورا سنو۔ وہ قطب العارفین اور حکیم غیب اپنے الٰہی نامہ میں اس کی یوں شرح فرماتے ہیں کہ تم غم کھاؤ اور غم افزاؤں کی روٹیاں نہ کھاؤ اس لئے کہ عاقل کی غذا تو غم ہے اور نادانوں کی غذا لذت۔ یاد رکھو کہ باغ غم کا میوہ قند خوشی ہے اور خوشی ایک زخم ہے اور غم اس کا مرہم (اور راز اس کا یہ ہے کہ یہ تو مسلم ہے کہ آدمی کے لئے نفع و نقصان دونوں ہیں چونکہ خوشی میں صرف منافع پر نظر ہوتی ہے اور مضرتوں سے غفلت ہوتی ہے اس لئے اس کو ان کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے اور غم میں مضرتوں پر نظر ہوتی ہے لہذا وہ ان سے بچنے کی امکانی کوشش کرتا ہے اور بچنے کے بعد وہ خوشی حاصل کرتا ہے واللہ اعلم۔)

پس جب تم غم دیکھو تو اس کو نہایت محبت سے آغوش میں لے لو۔ اور ٹیلوں پر سے دمشق کو دیکھو یعنی غم میں خوشی کو دیکھو کیونکہ مآل اس کا خوشی ہے۔ عقلاء کی نظر مآل پر ہوتی ہے چنانچہ وہ انگور میں شراب دیکھتے ہیں۔ نیز عاشق شئے معدوم میں اپنے مطلوب کو دیکھتا ہے۔ دیکھو پرسوں پلہ دار بوجھ کے لئے لڑ رہے تھے ایک کہتا تھا کہ اس کا بوجھ میں لے جاؤں گا دوسرا کہتا تھا کہ میں لے جاؤں گا۔ اس کی وجہ کیا تھی وہ یہی کہ ان کو تکلیف میں منفعت دکھلائی دیتی تھی اور اسی مالی منفعت کے لئے ایک دوسرے سے بوجھ چھینتا تھا۔ اب تم خیال کرو کہ کہاں حق سبحانہ کی مزدوری اور کہاں اس مفلس بوجھ والے کی مزدوری حق سبحانہ تم کو اس تکلیف کے معاوضہ میں خزانہ دیں گے اور وہ مالک بار چند پیسے۔ اور خزانہ بھی ایسا نہیں جیسا کہ دنیا کا خزانہ ہوتا ہے بلکہ وہ خزانہ زر جو اس وقت جبکہ تم مرجاؤ تمہارے ساتھ رہے اور وارثوں کی ملک ہو جاوے اور تمہارے جنازہ کے آگے آگے چلے۔ اور قبر اور بے کسی کی حالت میں تمہارا مونس

www.besturdubooks.wordpress.com

اور تمہارا مددگار ہو۔ پس جبکہ معمولی منفعت کے لئے تم بخوشی اور رغبت کے ساتھ تکالیف برداشت کرتے ہو تو ایسے عظیم الشان نفع کے لئے تو بالاولی تم کو تکالیف برداشت کرنی چاہئیں جبکہ یہ امر محقق ہو گیا تو تم کو چاہئے کہ موت کے دن کی راحت کے لئے ابھی مرجاؤ تاکہ عشق ابدی تم کو حاصل ہو یاد رکھو کہ تمہارا صبر مجاہدہ کی آڑ میں مقصود کا چہرہ گلگون اور اس کی زلفیں دیکھ رہا ہے صاحب مجاہدہ کے سامنے غم ایک آئینہ کی مثل ہے کہ اسی میں اس کو خوشی نظر آتی ہے جب غم کا زمانہ گزر جاتا ہے اس وقت انبساط اور شان و شوکت حاصل ہوتی ہے اگر اب بھی تسکین نہ ہوئی ہو تو اپنے ہاتھ کے قبض و بسط کو دیکھو اور دیکھو کہ قبض کے بعد بسط یقیناً ہوتا ہے اور اس کے لئے ان دونوں وصفوں کی ضرورت ہے کیونکہ ہاتھ کے لئے ہمیشہ قبض ہو یا ہمیشہ بسط تو وہ بیمار ہوگا اور اس کے کاموں میں خلل آ جائے گا۔ اس کی کمائی اور اس کے کام ان ہی دونوں صفتوں سے باقاعدہ ہیں اور اس کے لئے یہ دونوں وصف یوں ہی ضروری ہیں جس طرح جانور کے بازو کے لئے ان کی ضرورت ہے اچھا اس مضمون کو ختم کر کے اب اصل قصہ کو پورا کرنا چاہئے۔

شرح شبّیری

جبرئیل علیہ السلام کا مریم علیہا السلام سے کہنا کہ میں رسول حق ہوں مجھ سے پریشان اور پوشیدہ مت ہو

چونکہ مریمؑ مضطرب شد یک زماں	ہمچنانکہ بر زمین آں ماہیاں
جب تھوڑی دیر کے لئے حضرت مریم تڑپیں	جیسے کہ خشکی پر مچھلیاں

یعنی مریم علیہا السلام جبکہ کچھ دیر اس طرح مضطرب ہوئیں جیسا کہ خشکی پر مچھلیاں۔

بانگ بروے زد نمودار کرم	کہ امین حضرتم از من مرم
کرم (خداوندی) کے جلوے نے انہیں پکارا	کہ میں خدا کا امین ہوں مجھ سے نہ بھاگئے

یعنی ان کو نمودار کرم نے آواز دی کہ میں امین حضرت حق ہوں مجھ سے بھاگو مت یعنی جو کہ کریم تھے انہوں نے کہا کہ میں امین اللہ یعنی جبرئیل ہوں مجھ سے بھاگو مت اور پریشان مت ہو اور کہا کہ۔

از سر افرازان عزت سرمکش	از چنیں خوش محرماں دم در مکش
(بارگاہ) عزت کے معززین سے سر نہ پھیریئے	اتنے بہترین راز داروں سے سراسیمہ نہ ہو

یعنی حضرت حق کے سربلندوں سے سرکشی مت کرو اور ایسے اچھے محرموں سے دم مت کھینچو۔ مطلب یہ ہے کہ میں تو اس عالم سے ہوں اور درگاہ الٰہی کا مقرب ہوں تو مجھ سے فساد و فتنہ کا خوف نہیں ہے لہذا تم ڈرو مت اب

www.besturdubooks.wordpress.com

یہاں شبہ ہوتا ہے کہ جب مریم علیہا السلام کو شبہ ہوا اور اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے خود ہی یہ کہا کہ میں فرشتہ ہوں تو ان کو صرف ان کے کہنے سے کیسے یقین آیا ان کو یہ شبہ کیوں نہ ہوا کہ ممکن ہے کہ یہ غلط کہتے ہوں اور کوئی مفسد ہو مولانا آگے ان کے اس قول کے صدق پر ایک علامت بیان فرماتے ہیں کہ۔

ایں ہمی گفت و ذبالہ نور پاک	از لبش می شد پیاپے بر سماک
وہ یہ کہہ رہے تھے اور پاک نور کی شاخ	ان کے ہونٹوں سے پے درپے سماک (ستارہ) پر پہنچ رہی تھی

یعنی وہ (جبرئیل یہ فرمار ہے تھے اور نور پاک کی لو ان کے لب سے برابر سماک پر جاری تھی مطلب یہ کہ وہ جو یہ گفتگو کر رہے تھے تو ان کے ان الفاظ کے ساتھ برابر ایک نور ان کے منہ سے ظاہر ہوتا تھا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیشک ملکوتے ہیں ناسوتے اور مفسد نہیں ہیں اور بات یہ ہے کہ مریم کو ان کو دیکھ کر درجہ علم ضروری میں تو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ کوئی مفسد وغیرہ نہیں ہیں باقی جب انہوں نے کہا اور بتایا کہ میں فرشتہ ہوں اس وقت ان کو پوری طرح معلوم ہو گیا اور یہ سمجھ گئیں کہ بیشک یہ فرشتہ ہیں اور کوئی مفسد نہیں ہیں آگے پھر حضرت جبرئیل کا قول ہے فرماتے ہیں کہ۔

از وجودم مے گریزی در عدم	در عدم من شاہم و صاحب علم
آپ میرے وجود سے علیحدہ کیوں بھاگتی ہیں؟	میں آخرت کا شاہ اور علمبردار ہوں

یعنی میرے وجود سے تم عدم میں بھاگتی ہو اور عدم میں تو میں بادشاہ اور صاحب علم ہوں (عدم سے مراد عدم اضافی یعنی عالم غیب ہے) مطلب یہ کہ تم مجھ سے پناہ مانگتی ہو اور عالم غیب کی طرف متوجہ ہوتی ہو تو وہاں تو میری اور خوب سلطنت ہے وہاں تو تم مجھ سے بچ ہی نہیں سکتیں۔

خود بنہ و بنگاہ من در نیستی است	یک سوارہ نقش من پیش ستی است
میرا سامان اور گھر (ملک) عدم میں ہے	تھوڑی دیر کے لئے میری صورت جناب کے سامنے ہے

یعنی خود سامان اور خیمہ میرا نیستی میں ہے اور ایک تنہا نقش میرا بی بی کے سامنے ہے۔ مطلب یہ کہ یہاں تو میں صرف ایک تنہا ہوں باقی عالم غیب میں تو میری سلطنت ہے فوج پلٹن ہے لہذا تمہارا مجھ سے پناہ مانگ کر اس طرف متوجہ ہونا فضول ہے کہ وہاں تو میں موجود ہوں۔

مریما بنگر کہ نقش مشکلم	ہم ہلالم ہم خیال اندر دلم
اے مریم! دیکھو میں ایک مشکل نقش ہوں	میں چاند بھی ہوں (اور) میں دل کے اندر خیال بھی ہوں

یعنی اے مریم دیکھ کہ میں نقش مشکل ہوں میں ہلال ہوں اور دل میں خیال بھی ہوں مطلب یہ کہ میں ایک عجیب نقش ہوں۔ کہ دو جگہ اور دو طرح میرا وجود ہو سکتا ہے کہ میں ظاہر میں بھی موجود ہوں کہ مجسم تمہارے سامنے کھڑا ہوا ہوں اور تمہارے دل میں بھی موجود ہوں کیونکہ ناسوتے نہیں ہوں بلکہ ملکوتے ہوں کہ جس کا ادراک خیال سے ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں خیالے در دلت آمد نشست	ہر کجا کہ میگریزی با تو ہست
خیال جب تمہارے دل میں آیا بیٹھ گیا	جہاں بھی جاؤ وہ تمہارے ساتھ ہے

یعنی جیسے کہ کوئی خیال تمہارے دل میں آیا اور بیٹھ گیا تو تم جہاں کہیں جاؤں گی وہ تمہارے ساتھ ہوگا اسی طرح میں بھی چونکہ خیال میں ہوں لہذا جہاں تم ہوگی وہیں میں بھی ہوں گا اگر عالم غیب میں جاؤں گی تو وہاں موجود ہوں گا اور اگر دنیا میں رہوگی تو یہاں ساتھ ہوں۔

جز خیالے عارضی باطلے	کو بود چوں صبح کاذب آفلے
سوائے عارضی باطل خیال کے	جو صبح کاذب کی طرح غائب ہو جانے والا ہے

یعنی سوائے اس خیال کے کہ جو عارضی اور باطل ہو کہ وہ مثل صبح کاذب کے آفل ہوتا ہے (مگر)

من چو صبح صادقم از نور رب	کہ نگردد گرد روزم ہیچ شب
میں اللہ (تعالیٰ) کے نور سے صبح صادق کی طرح ہوں	کہ میرے دن کے پاس کوئی رات نہیں آتی ہے

یعنی میں نور رب سے مثل صبح صادق کے ہوں کہ میرے دن کے گرد کوئی شب نہیں پھرتی۔ یعنی میں ان لوگوں کی طرح نہیں ہوں جو کاذب ہوتے ہیں اور جن کا خیال کاذب ہوتا ہے بلکہ میں مثل صبح صادق کے ہوں کہ میرے پاس کوئی کمی یا نقصان پھٹکنے نہیں پاتا۔

ہیں مگو لاحول عمران زادہ ام	کہ ز لاحول ایں طرف افتادہ ام
اے عمران کی بیٹی! مجھ پر "لاحول" نہ پڑھو	میں "لاحول" سے ہی اس طرف آیا ہوں

یعنی اے عمران زادی مجھ سے لاحول مت کہو کہ لاحول سے میں اس طرف پڑا ہوا ہوں۔

مر مرا اصل و غذا لاحول بود	نور لاحولے کہ پیش از قول بود
میری اصل اور غذا "لاحول" ہے	اس "لاحول" کا وہ نور جو لفظ سے پہلے ہے

یعنی میری اصل اور غذا لاحول ہی تھی۔ نور اس لاحول کا جو پہلے قول کے تھی۔ مطلب یہ ہے کہ تم جو لاحول پڑھتی ہو اور تعوذ کرتی ہو تو یہ چیزیں تو میری غذا اور اصل ہے اس لئے کہ فرشتوں کی غذا تو تسبیح وتحمید ہی ہے تو پھر جب ہماری غذا ہے تو ہم کو اس سے کیا خوف ہوگا تم شوق سے تعوذ وغیرہ کرو ہم کو اس سے کوئی گزند وغیرہ نہیں ہے۔

تو ہمی گیری پناہ از من بحق	من نگاریدہ پناہم از سبق
آپ مجھ سے اللہ (تعالیٰ) کی پناہ چاہ رہی ہیں	میں ازل میں اسی کی پناہ کی تحریر ہوں

یعنی تم مجھ سے حق تعالیٰ سے پناہ مانگتی ہو اور میں سابق سے نگاریدہ پناہ کا ہوں یعنی جس سے کہ تم پناہ مانگ رہی ہو میں تو خود وہ پناہ ہوں اور جس سے کہ پناہ مانگ رہی ہو اسی کا بنایا ہوا ہوں پھر مجھ سے کہاں پناہ مانگتی ہو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آن پناہم من کہ مخلصہات بوز	تو اعوذ آری و من خود آن اعوذ
میں وہی پناہ ہوں جو آپ کی نجات کی جگہ ہے	آپ اعوذ پڑھتی ہیں میں خود ہی اعوذ ہوں

یعنی میں وہ پناہ ہوں جو تیری مخلص تھی تو اعوذ لاتی ہے اور میں خود وہ اعوذ ہوں۔ مطلب یہ کہ تم جو مجھ سے پناہ مانگتی ہو اور اعوذ پڑھ رہی ہو تو میں خود وہ اعوذ ہوں جو کہ تم کو شر شیاطین الانس والجن سے بچاتا تھا اس لئے کہ حق تعالیٰ جو کام لیتے ہیں وہ فرشتوں ہی کے ذریعہ سے لیتے ہیں تو وہ بولے کہ تم جن چیزوں سے پناہ مانگا کرتی ہو ان سے نجات دینے والا تو میں ہی ہوں پھر مجھ سے کیا پناہ مانگتی ہو۔ غرضکہ جبرئیل نے فرمایا کہ تمہارا پناہ مانگنا بے سود ہے اس لئے کہ میں کوئی مفسد وغیرہ تو ہوں نہیں جس سے کہ تم کو خوف ہے میں تو ایک ملک ہوں اب آگے مولانا ایک عام مضمون فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جب مریم علیہا السلام کچھ دیر تک یوں مضطرب رہیں جس طرح زمین پر مچھلیاں بے قرار رہتی ہیں تو اس نمونہ کرم حق سبحانہ نے آواز دی کہ آپ پریشان نہ ہوں اور مجھ سے بھاگیں نہیں میں امین خدا جبرئیل ہوں آپ مجھ سے بھاگ کر عالم غیب میں پناہ لیتی ہیں حالانکہ عالم غیب میں تو میری سلطنت ہے اور میں وہاں نہایت شان وشوکت رکھتا ہوں۔ آپ کے سامنے تو صرف میرا وجود ہی ہے باقی سارا ساز وسامان تو میرا عالم غیب ہی میں ہے۔ آپ خیال رکھیں کہ میں ایک نقش مشکل ہوں اور میری مثال ایسی ہے جیسے چاند یا دل کا خیال یعنی جس طرح چاند آدمی کے ساتھ ساتھ رہتا ہے اور اس سے جدا نہیں ہوسکتا۔ اور جس طرح خیال کا قاعدہ ہے کہ جب دل میں آتا ہے تو بس گھر ہی کر لیتا ہے اور جہاں تم جاتے ہو تمہارے ساتھ جاتا ہے یوں ہی میں بھی تم سے الگ نہیں ہوسکتا۔ یہ جو ہم نے کہا ہے کہ خیال جدا نہیں ہوتا اس سے وہ خیال مستثنےٰ ہے جو عارضی اور باطل ہو اور جو صبح کاذب کی طرح فنا ہو جانے والا ہو مگر میں صبح کاذب کی طرح آفل نہیں ہوں بلکہ حق سبحانہ کے نور سے صبح صادق کی طرح ہوں کہ کوئی تاریکی میرے پاس نہیں پھٹک سکتی۔ پس اے عمران زادی آپ مجھ پر لاحول نہ پڑھیں کیونکہ میں آپ کی لاحول ہی کی بدولت یہاں آیا ہوں کیونکہ جب آپ نے خدا پر بھروسہ کیا تو مجھے حق سبحانہ نے آپ کے پاس بھیجا نیز لاحول اور اعتماد برحق تو میری اصل غذا ہے اور تکلم لاحول سے پہلے سے میں نور لاحول کھا رہا ہوں۔ آپ اعوذ بالرحمٰن منک فرماتی ہیں اور مجھ سے بھاگ کر پناہ حق میں جانا چاہتی ہیں لیکن میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ میں پیشتر ہی سے حق سبحانہ کی پناہ کی زندہ تصویر ہوں اور میں وہی پناہ ہوں جس کو آپ رہائی کا ذریعہ بنانا چاہتی ہیں آپ اعوذ بالرحمٰن منک کہتی ہیں حالانکہ میں خود اعوذ (پناہ) ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

آفتے نبود بتر از ناشناخت	تو بریاری ندانے عشق باخت
نہ پہچاننے سے زیادہ بڑی کوئی مصیبت نہیں ہے	تو معشوق کے پاس ہے اور عشق بازی نہیں جانتا

یعنی ناشناسی سے زیادہ کوئی آفت نہیں ہوتی۔ کہ تم یار کے نزدیک ہو اور عشق بازی کرنا نہیں جانتے۔ یعنی تم دوست کے پاس ہو اور وہ تمہارے پاس موجود ہے مگر چونکہ پہچانتے نہیں ہو لہٰذا اس سے بالکل الگ ہو۔ تم اس سے محبت کرنا جانتے ہو نہ کچھ جانتے ہو تو پھر بھلا ناشناسی سے زیادہ بھتر اور کیا شے ہوگی۔ اور مریمؑ نے پناہ وغیرہ مانگی یہ بھی سب ناشناسی کی وجہ سے تھا اور ناشناسی کے وقت یہ حالت ہوتی ہے کہ

یار را اغیار پنداری ہمے	شادے را نام بنہادی غمی
تو معشوق کو غیر سمجھ رہا ہے	تو خوشی کو غمی کا نام دیتا ہے

یعنی یار کو اغیار سمجھتا ہے اور خوشی کا نام غم رکھتا ہے (اس لئے کہ تم کو یہ خبر ہی نہیں ہوتی کہ یہ خوشی ہے لہٰذا اس کو غم سمجھتے ہو اور یار کو بوجہ ناشناسی کے غیر سمجھ کر اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے)

این چنین لطفے کہ دارد یار ما	تو گریزانی ازو اے بیوفا
اس مہربانی کے ہوتے ہوئے ہمارا یار رکھتا ہے	اے بے وفا! تو اس سے بھاگتا ہے

یعنی ایسا لطف کہ جو ہمارا یار رکھتا ہے تو اس سے بھاگتا ہے اے بے وفا۔ یعنی ہمارا یار تو ایسے ایسے الطاف کرتا ہے اور تو بوجہ ناشناسی کے اس سے بھاگ رہا ہے اور ان الطاف کی قدر نہیں کرتا۔

این چنین نخلے کہ لطف یار ماست	چونکہ ماذز دیم نخلش دار ماست
کھجور کا ایسا درخت جو ہمارے یار کی مہربانی ہے	جبکہ ہم چور ہیں اس کا کھجور کا درخت ہمارے لئے سولی ہے

یعنی ایسا نخل کہ ہمارے یار کا لطف ہے جبکہ ہم چور ہیں تو اس کا نخل ہماری دار ہے۔ مطلب یہ کہ لطف دوست جو مثل نخل کے ہے کہ اس سے سب پھل کھاتے ہیں مگر چونکہ ہم چور ہیں تو ہم کو اس میں پھانسی دے جاتی ہے تو اسی طرح وہ لطف ہمارے لئے عذاب جان ہو جاتا ہے۔

این چنین مشکین کہ زلف میر ماست	چونکہ بے عقلیم آن زنجیر ماست
ایسی خوشبو دار چیزیں جو کہ ہمارے آقا کی زلفیں ہیں	جبکہ ہم بے عقلی کریں وہ ہماری بیڑیاں ہیں

یعنی ایسی مشکیں کہ ہمارے میر کی زلف ہے جبکہ ہم بے عقل ہیں تو وہ ہماری زنجیر ہے یعنی ایک یار کی زلف مشکین ہو مگر جبکہ انسان اس کی قدر نہ جانے تو وہی اس کے لئے زنجیر ہو جاتی ہے یہ ساری باتیں اپنی ناشناسی اور ناقابلیت کی بدولت ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

این چنیں لطفے چو نیلے می رود	چونکہ فرعونیم چوں خون می شود
ایسی مہربانی جو نیل (دریا) کی طرح جاری ہے	جبکہ ہم فرعون ہیں، خون جیسی ہو جاتی ہے

یعنی ایسا لطف جو کہ مثل دریائے نیل کے چلتا ہے جبکہ ہم فرعون ہیں تو وہ ہم پر خون ہو جاتا ہے یعنی بوجہ ہماری بے قدری اور ناشناسی کے وہی شے جو کہ بہت لطیف اور عمدہ تھی وہی ہمارے لئے خراب ہو جاتی ہے جیسا کہ فرعونیوں پر آب دریائے نیل خون ہو جاتا تھا۔ تو دیکھو وہ شئے جو کہ ایسی لطیف اور پاک وصاف تھی وہی ان پر آفت جان ہو گئی تو یہ خرابی اس کی طرف سے نہیں ہے بلکہ یہ کمی اور خرابی خود ہماری طرف سے ہے۔

خون ہمی گوید من آبم ہیں مریز	یوسفم گرگ از تو ام اے پر ستیز
خون کہتا ہے کہ میں پانی ہوں خبردار! مجھے نہ بہا	میں یوسف ہوں اے جھگڑالو! تیری وجہ سے بھیڑیا ہوں

یعنی خون کہتا ہے کہ ارے میں تو پانی ہوں گرامت۔ میں یوسف ہوں گرگ تو تیری وجہ سے ہو گیا ہوں اے پر ستیز یعنی وہ چیز کہتی ہے کہ میرے اندر جو خرابی آ گئی ہے یہ تو صرف تمہارے اندر خرابی ہونے کی وجہ سے ہے کہ میں تم کو ایسی معلوم ہوتی ہوں ورنہ میں تو اچھی خاصی ہوں تو یہ بھی اسی ناشناسی کی وجہ سے ہے بلکہ ناشناسی میں یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

تو نمی بینی کہ یار برد بار	چونکہ با او ضد شدی گردد چو مار
تو نہیں دیکھتا ہے کہ بردبار دوست	جب تو اس کی ضد بنا وہ سانپ جیسا بن جاتا ہے

یعنی کیا تو دیکھتا نہیں ہے کہ یار بردبار جبکہ اس کے ساتھ تو ضد ہوا تو وہ سانپ کی طرح ہو جاتا ہے۔

لحم او و شحم او دیگر نشد	برقرار اول ست انساں کہ بد
اس کا گوشت اور چربی نہیں بدلی	پہلے ہی کی طرح ہے جیسا کہ تھا

یعنی اس کا لحم و شحم تو دوسرا نہیں ہوا وہ تو اسی طرح ہے (مگر اس کا مثل ما ہو جانا) بجز تمہاری نظر گاہ کے نہیں ہوا۔ یعنی وہ جو تمہارے لئے مثل مار کے ہو گیا ہے یہ صرف اس لئے کہ تم اس کی ضد ہو گئے ہو اور تمہاری نظر میں ایسا ہو گیا ہے ورنہ اس کی طرف سے کسی قسم کی کوئی بات نہیں ہے تو دیکھو یہ بھی اسی ناشناسی کی وجہ سے ہے کہ تم نے اس کی قدر نہ جانی۔ آگے اسی نوکر عاشق بخاری اور صدر جہان کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

اس وکیل کا عشق کی وجہ سے قصد کرنا کہ بخارا کو رجوع ہو

شمع مریم را بہل افروختہ	کہ بخارا می رود آن سوختہ
(حضرت) مریم کی شمع جلتی چھوڑ	کیونکہ وہ دل جلا بخارا کو جا رہا ہے

یعنی شمع مریم کو جلتی ہوئی چھوڑ دو اس لئے کہ وہ سوختہ بخارا کی طرف جا رہا ہے (شمع را افروختہ گذاشتن

www.besturdubooks.wordpress.com

کنایہ از چیزے رانا تمام گذاشتن) مطلب یہ کہ مریم کے قصہ کو یہیں تک رہنے دو اس کو نا تمام ہی رہنے دو چونکہ وہ جلا بھنا عاشق بخارا کو جاتا ہے تو اس کا قصہ بیان کرو اس کی یہ حالت تھی کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مریم علیہا السلام کو جس قدر پریشانی لاحق ہوئی وہ جبرئیل علیہ السلام کو نہ پہچاننے سے پس سمجھ لو کہ کوئی آفت اپنے دوست کو نہ پہچاننے سے بڑھ کر نہیں ہے غضب کی بات ہے کہ تم اپنے محبوب کے پاس ہو اور اس سے عاشقانہ برتاؤ نہیں کر سکتے بلکہ یار کو غیر سمجھتے ہو اور تم نے اس شئے کا نام جو حقیقت میں خوشی ہے غم رکھ چھوڑا ہے محبوب حقیقی اس قدر تو عنایت کرتے ہیں پھر بھی تم اس سے بے وفا یا نہ بھاگتے ہو خلاصہ یہ کہ مولانا ان لوگوں کی شکایت اور ان کی حالت سے تعجب کرتے ہیں جن کا تعلق حق سبحانہ کے ساتھ اچھا نہیں ہے اور فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ قریب اور مہربان اور محبوب حقیقی ہیں مگر تم اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ اس کے ساتھ غیروں کا سا معاملہ کرتے ہو آگے ایک شبہ کا جواب دیتے ہیں تقریر شبہ یہ ہے کہ تم تو حق سبحانہ کو مہربان کہتے ہو مگر ہم تو دیکھتے ہیں کہ وہ تکلیفیں دیتا ہے اور حاصل جواب یہ کہ وہ تو مہربان ہی ہے مگر ہماری نالائقی سے ہم کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ چنانچہ حق سبحانہ خود فرماتے ہیں ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم و یعفوا عن کثیر جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب حل اشعار سنو۔ فرماتے ہیں کہ باوجودیکہ ہمارے محبوب کا قد ایسا اعلیٰ درجہ کا درخت خرما یعنی عشاق کو بہت کچھ نفع پہنچانے والا ہے لیکن چونکہ ہم لوگ چوروں کی طرح مجرم ہیں اس لئے وہ بجائے اس کے کہ ہمارے لئے نافع ہوتا سولی کی طرح ہماری ہلاکی کا ذریعہ بن گیا ہے اور باوجودیکہ ہمارے محبوب کی زلف اس قدر مشکین اور مشام عشاق کو معطر کرنے والی ہے مگر ہماری بے عقلی کے سبب ہمارے لئے زنجیر ہو گئی ہے اور باوجودیکہ اس کا دریائے لطف نیل کی طرح بہہ رہا ہے مگر چونکہ ہم فرعون ہیں اس لئے وہ ہمارے لئے دریائے خون ہو گیا ہے وہ خون کہتا ہے کہ میں حقیقت میں خون نہیں بلکہ پانی ہوں تیرے لئے خون ہو گیا ہوں۔ پس تو مجھے مت گرا اور مجھ سے نفرت مت کر دیکھ اپنی حالت کو بدل دے اور میں واقع میں یوسف کی طرح مرغوب ہوں تیری نالائقی سے تیرے لئے بھیڑیئے کی طرح قابل نفرت ہو گیا ہوں پس تو مجھ سے مت بھاگ بلکہ اپنی اصلاح کر۔ اب اگر کوئی شبہ کرے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک شئے واقع میں پانی یا یوسف ہو اور دوسرے کے لئے وہ خون یا بھیڑیا ہو جاوے۔ تو یہ شبہ یوں دور ہو سکتا ہے کہ دیکھو ایک دوست ہوتا ہے لیکن جبکہ تم اس سے مخالفت کر لیتے ہو تو وہ تمہاری نظر میں سانپ ہو جاتا ہے اب دیکھو کہ باوجودیکہ نہ اس کا گوشت بدلا ہے نہ چربی اور وہی آدمی ہے جو پہلے تھا مگر تمہاری نسبت سے بدل گیا ہے۔ بس اسی طرح خون اور بھیڑیئے کو سمجھ لو۔ اچھا اب مریم علیہا السلام کی شمع کو تو روشن چھوڑ دو اور یہ بیان کرو کہ وہ جلا بھنا عاشق بخارا روانہ ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

سخت بے صبرو در آتشدان تیز	روسوئے صدر جہان کن میگریز
سخت بے صبری اور تیز بھٹی میں	(کہتا تھا) صدر جہاں کا رخ کر، بھاگ

یعنی سخت بے صبر تھا اور آتشدان تیز میں صدر جہان کی طرف منہ کئے ہوئے بھاگ رہا تھا مطلب یہ کہ وہ بے حد بے صبری کے ساتھ تیزی سے صدر جہان کی طرف کو جارہا تھا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

این بخارا منبع دانش بود	پس بخارائیست ہر کانش بود
یہ بخارا عقل کا مخزن ہوتا ہے	جو اس طرح کا ہو وہ بخاری ہے

یعنی یہ بخارا منبع دانش ہوتا ہے پس بخاری ہے جو کہ وہ (یعنی صاحب دانش) ہو مطلب یہ ہے کہ بخارا سے مراد شیخ کامل ہے جو کہ منبع دانش ہوتا ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ یہ شخص بخارا کی طلب میں تھا تو جس طرح کہ بخارا منبع علوم وفنون تھا اسی طرح اصل بخارا وہ ہے جو کہ منبع علوم وفنون ہوتا ہے۔ یعنی شیخ کامل تو مستفیدین اس کو اسی طرح تلاش کرتے اور اس کی طرف اسی طرح روڑتے ہیں بخارا سے شیخ کو صرف اس لئے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح کہ بخارا میں علوم وفنون کا زور ہے اسی طرح شیخ کامل بھی منبع علوم وفنون ہوتا ہے تو بس جو اس کا متلاشی ہے وہی بخاری ہے یعنی وہی طالب صادق ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

پیش شیخے در بخارا اندری	تا بخواری در بخارا ننگری
شیخ کے سامنے تو بخارا میں ہے	بخارا کو ذلت سے ہرگز نہ دیکھنا

یعنی تم بخارا میں ایک شیخ کے آگے ہو تو بخارا میں خواری سے ہرگز نگاہ مت کرنا۔ یعنی بخارا جو کہ منبع علوم ہے ایسی جگہ پر تم کسی شیخ کامل کے پاس ہو تو اس کے بخارائے دل میں خواری سے نظر مت کرو۔ اور اس کو حقیر و ذلیل مت سمجھو اس لئے کہ یہ علامت خسران کی ہے۔

جز بخواری در بخارائے دلش	راہ ندہد جزر و مد مشکلش
اس کے دل کے بخارا میں عاجزی کے سوا	اس کی مشکلات کا مدوجزر راستہ نہیں دیتا ہے

یعنی بجز خواری کے اس کے بخارائے دل میں اس کی مشکل کا جزر و مد راہ نہیں دیتا ہے مطلب یہ کہ جب تک کہ تم خواری اور تواضع اور عجز اختیار نہ کرو گے اس وقت تک تم کو شیخ کے دل میں راہ نہ ہوگی اور اس کا جو اتار چڑھاؤ ہے اس سے کبھی بھی واقف نہ ہوگے تو بس اس کو حقیر نہ سمجھو اور اپنے کو حقیر بنالو تب اس کے قلب کے اسرار تک رسائی ہوسکتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اے خنک آنرا کہ ذلت نفسہ	وائے آنکس راکہ یردی رفثہ
خوش نصیب ہے وہ جس کا نفس فرمانبردار ہو گیا ہے	اس شخص پر حسرت ہے جس کی دولتیاں اس کو ہلاک کرتی ہیں

یعنی خوش ہے وہ کہ ذلیل ہو گیا نفس اس کا اور افسوس ہے اس شخص پر کہ اس کے قدم رکھنے نے اس کو ہلاک کیا (یہاں قدم رکھنے سے مراد بے ادبی کرنا ہے) مطلب یہ ہے کہ جس نے کہ اپنے نفس کو ذلیل بنا لیا اور شیخ کامل کی قدر کی وہ تو فائض المرام ہو گیا اور جس نے کہ شیخ کی بے ادبی کی اور اس کی قدر نہ جانی اس نے اپنے کو ہلاک کر لیا تو بس شیخ کامل کی تلاش اور اس کے بعد اس کی قدر اور اس کا ادب ضروری ہے کہ اس سے فلاح دارین میسر ہوگی۔ اب آگے پھر اسی غلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

فرقت صدر جہان در جان او	پارہ پارہ کردہ بود ارکان او
صدر جہاں کی جدائی جو اس کی جان میں تھی	اس نے اس کے اعضاء کو پارہ پارہ کر دیا تھا

یعنی صدر جہان کی فرقت نے اس کی جان میں اس کے اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا یعنی اس کی اعضاء ظاہر و باطن دونوں خراب ہو چکے تھے اور قریب بہلاک تھے۔

گفت برخیزم ہمانجا وا ردم	کافرا گشتم دگر رہ بگردم
اس نے کہا میں اٹھتا ہوں اسی جگہ واپس ہوتا ہوں	اگر میں کافر ہو گیا ہوں تو دوسری راہ اختیار کرتا ہوں

یعنی کہنے لگا کہ میں اٹھتا ہوں اور وہیں جاتا ہوں اگرچہ میں نافرمان ہو گیا ہوں (مگر) دوبارہ پھر مطیع ہوتا ہوں۔

واردم آنجا بیفتم پیش او	پیش آن صدر نکو اندیش او
اسی جگہ واپس جاتا ہوں اس کے سامنے گرتا ہوں	اس (عاشق) کی بھلائی سوچنے والے صدر کے سامنے

یعنی میں جاتا ہوں اور اس کے سامنے جا پڑتا ہوں۔ سامنے اس صدر نکو اندیش کے یعنی بس جا کر اس کے سامنے جا پڑوں گا جو کچھ بھی کرے۔

گویم افگندم بہ پیشت جان خویش	زندہ کن یا سر ببر مارا چو میش
میں کہوں گا میں نے اپنی جان تیرے سامنے لا ڈالی ہے	زندہ کر دے یا بھیڑ کی طرح ہمارا سر قلم کر دے

یعنی کہوں گا کہ میں نے اپنی جان کو تیرے سامنے ڈال دیا (اب تو) زندہ کر یا بھیڑ کی طرح سر کاٹ دے

یعنی وہ غلام بولا کہ بس اس کے سامنے جا کر کہہ دوں گا کہ

قتل کر ڈالو ہمیں یا جرم الفت بخش دو　　لو کھڑے ہیں ہاتھ باندھے ہم تمہارے سامنے

اور بولا یوں کہوں گا کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کشتۂ و مردہ بہ پیشت اے قمر	بہ کہ شاہ زندگان جائے دگر
اے چاند! تیرے سامنے مقتول اور مردہ ہونا	دوسری جگہ زندوں کا شاہ ہونے سے بہتر ہے

یعنی اے قمر تیرے آگے مردہ اور مقتول بہتر ہے کہ دوسری جگہ زندوں کا بادشاہ ہوں۔ (اور بولا کہوں کہ)

آزمودم من ہزاراں بار پیش	بے تو شیریں می نہ بینم عیش خویش
میں نے لاکھوں بار پہلے آزما لیا	میں تیرے بغیر اپنی زندگی میٹھی نہیں سمجھتا ہوں

یعنی میں نے پہلے ہزاروں بار آزمالیا ہے کہ بے تیرے اپنی زندگی شیریں نہیں دیکھتا (اب آگے جوش میں آ کر کہتا ہے کہ)

غن لی یا منیتی لحن النشور	ابر کے یا ناقتی تم السرور
اے میری تمنا! میرے دو بارہ زندہ ہونے کا گانا گا	اے میری اونٹنی بیٹھ جا' سرور مکمل ہو گیا ہے

یعنی اے میری آرزو میرے لئے لحن نشور کو گا' اور اے میری ناقہ بیٹھ جا کہ سرور کامل ہو گیا۔ مطلب یہ کہ وہ کہتا ہے کہ جب میں وہاں پہنچوں گا تو اس وقت کہوں گا کہ اے میری آرزو جاگ اٹھ اور ایسا لحن گا کہ جس سے حیات ابدی حاصل ہو اور اے میری ناقہ اب بیٹھ جا اس لئے کہ سرور وصل محبوب کا تو پورا ہو چکا ہے۔ لہذا اب تلاش سے بیٹھ جا اس لئے کہ اب تلاش کی ضرورت نہیں ہے۔ اور کہتا ہے کہ۔

ابلعی یا ارض دمعی قد کفی	اشربی یا نفس دو اقد صفا
اے زمین! میرے آنسو نگل جا جو کافی ہیں	اے نفس! وہ دوستی پی لے جو صاف ہو گئی ہے

یعنی اے زمین میرے اشک کو پی لے کہ وہ سوکھ گیا اور اے نفس محبت کو پی لے کہ وہ صاف ہو گیا۔ یعنی اب بوجہ سرور کے میرے آنسو بھی بند ہو گئے ہیں تو اب اے زمین تو ان آنسوؤں کو خشک کر لے اور اے نفس اس دوستی مصفا کو پی لے اس لئے کہ اب تو اس کے اندر سے تمام کدورات ختم ہو چکی ہیں۔

عدت یا عیدی الینا مرحبا	نعم ماروحت یا ریح الصبا
اے میری عید! تو ہماری طرف لوٹ آئی ہے' مرحبا	اے باد صبا! بہت عمدہ خوشبو ہے' جو تو نے مہکائی ہے

یعنی اے میری عید تو ہماری طرف لوٹ آئی ہے مرحبا ہے اور اچھی ہے وہ شئے کہ جو اے ریح صبا تو نے چلائی ہے مطلب یہ کہ وہ جوش میں آ کر کہہ رہا ہے کہ میں وہاں جا کر اس طرح عرض کروں گا اب پھر ان عاذلوں سے مخاطب ہوتا ہے کہ۔

گفت اے یاران رواں گشتم وداع	سوئے آن صدرے کہ میرست و مطاع
اس نے کہا اے دوستو! میں چلا الوداع	اس صدر کی جانب' جو سردار (واجب الاطاعت ہے)

یعنی کہنے لگا کہ اے یارو میں روانہ ہوتا ہوں رخصت طرف اس صدر کے جو کہ میر ہے اور مطاع ہے یعنی لوگوں سے کہا کہ لو اب رخصت میں تو وہاں صدر جہاں کے پاس جاتا ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دمبدم در سوز بیریان می شوم	هرچه بادا باد آنجا می روم
میں دمبدم سوزش میں بھن رہا ہوں	جو کچھ ہونا ہے ہوئیں وہاں جاتا ہوں

یعنی میں دمبدم سوز میں جل رہا ہوں اب جو کچھ بھی ہو میں تو وہاں جاتا ہوں۔

گرچہ دل چون سنگ خارا می کند	جان من عزم بخارا می کند
اگر وہ (اپنا) دل سنگ خارا کی طرح بنا رہا ہے	میری جان بخارا کا قصد کر رہی ہے

یعنی اگرچہ (وہ صدر جہاں) دل کو سنگ خارا کی طرح کرتا ہے (لیکن) میری جان بخارا کا ارادہ کرتی ہے مطلب یہ کہ اگرچہ وہ میری طرف مائل نہیں ہے بلکہ اس نے مجھے مردود کر رکھا ہے مگر میں تو اب بخارا کا ارادہ کرتا ہوں اور وہاں جاتا ہوں میرا تو دل نہیں مانتا اس لئے کہ۔

مسکن یارست و شہر شاہ من	پیش عاشق این بود حب الوطن
وہ میرے یار کا وطن اور میرے شاہ کا شہر ہے	عاشق کے لئے یہی وطن کی دوستی ہے

یعنی (وہ بخارا) میرے یار کا مسکن ہے اور میرے دوست کا شہر ہے اور عاشق کے آگے یہی حب الوطن ہوتی ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ میں بخارا جاؤں گا اس لئے کہ وہ میرے محبوب کا مسکن اور شہر ہے اور عاشق کے نزدیک حب الوطن یہی ہوتی ہے کہ جہاں اس کا محبوب ہو۔ پس جہاں کہیں وہ ہوگا اسی جگہ سے اس کو محبت ہوگی آگے ایک عاشق و معشوق کی حکایت لاتے ہیں کہ معشوق نے پوچھا کہ کونسا شہر سب میں اچھا ہے تو عاشق بولا کہ وہ شہر جس میں کہ تو موجود ہو تو دیکھو عاشق کے لئے حب الوطن یہی ہے کہ اس کا محبوب وہاں رہتا ہے۔ اب حکایت سنو فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اچھا اے عاشق تم نہایت بے صبری اور اضطرار کے ساتھ بھاگو اور صدر جہان کے پاس چلو۔ یہ فرما کر مولانا انتقال فرماتے ہیں کہ اور کہتے ہیں کہ دیکھو بخارا علم کا سرچشمہ ہے پس جو شخص صاحب علم ہوگا وہ بھی بخارا ہی ہے لہذا جبکہ تم اپنے شیخ کے پاس ہو تو بخارا ہی میں ہو پس دیکھو اس بخارا کی نہایت وقعت کرنا اور اس کو بنظر حقارت نہ دیکھنا اور اپنے کو اس کے سامنے ذلیل کرنا کیونکہ اس کی شکل جزر و مدتم کو اس کے بخارائے دل میں نہ پہنچنے دے گی اور بدوں ذلت کے تم اس کے دل میں گھر نہ کر سکو گے وہ شخص نہایت مزہ میں ہے جس کا نفس اپنے شیخ کے سامنے ذلیل ہو۔ اور اس کی حالت نہایت قابل افسوس ہے جو ٹھوکر مار کر یعنی گستاخی کر کے ہلاک ہو جاوے۔ یہاں تک اس مضمون کو بیان کر کے پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کی جان میں جو صدر جہاں کی فرقت کا رنج جاگزین تھا اس نے اس کے ارکان جسم کو پارہ پارہ کر رکھا تھا اس نے کہا کہ میں تو اٹھ کر وہیں جاتا ہوں اور اگر میں اس سے بھاگ کر کافر عشق ہو گیا ہوں تو پھر نئے سرے سے

www.besturdubooks.wordpress.com

مسلمان ہوتا ہوں۔ اب تو میں وہیں جاتا ہوں اور اس کے سامنے پڑ رہتا ہوں یعنی اپنے نیک خیال صدر جہان کے سامنے اور وہاں جا کر کہوں گا کہ میں نے تو اپنے کو حضور کے قدموں میں لا ڈالا ہے اب حضور کو اختیار ہے خواہ مجھے زندہ کریں یا ذبح کر ڈالیں۔ میرا آپ کے سامنے مر جانا اور مارا جانا اس سے بہتر ہے کہ کہیں اور رہ کر میں زندوں کا بادشاہ ہوں۔ میں اس سے قبل لاکھوں مرتبہ تجربہ کر چکا ہوں کہ آپ کی بجز کسی کام میں لطف نہیں۔ پس اے میری آرزو میرے لئے زندہ کن گیت گا اور اے میری ناقہ خوشی تمام ہو چکی اور میں منزل مقصود تک پہنچ گیا۔ اب تو بیٹھ جا اور اے زمین رونا ہو چکا اب تو آنسو پی لے۔ اور اے نفس اب پن گھٹ صاف ہے تو پی لے اور اے عید مرحبا کہ تو واپس آئی اور اے باد صبا تو نے مجھے نہایت ہی خوش کیا۔ اس نے اپنے دل سے یہ گفتگو کی اور کہا کہ اے دوستو اچھا لو رخصت میں تو اس صدر جہان کی طرف چل دیا جو میرا آقا اور واجب الاطاعت ہے کیونکہ میں ہر وقت سوز فراق سے کباب ہوتا ہوں مجھ سے یہ تکلیف برداشت نہیں ہوتی پس کچھ بھی ہو میں تو وہیں جاتا ہوں اگرچہ میری طبیعت مجھے پتھر بنائے دیتی اور جانے سے مانع ہوتی ہے مگر میری جان بخارا ہی کا عزم کرتی ہے کیونکہ وہ میرے یار کی رہنے کی جگہ اور میرے بادشاہ کا شہر ہے اور عاشق کیلئے حب وطن یہی ہے کہ وہ وطن محبوب سے محبت کرے۔

شرح شبّیری

ایک معشوق کا عاشق سے دریافت کرنا کہ شہروں میں سے کونسا شہر بہتر ہے

گفت معشوقے بعاشق کاے فتی	تو بغربت دیدۂ بس شہرہا
ایک معشوق نے عاشق سے کہا اے نوجوان!	تو نے مسافرت میں بہت سے شہر دیکھے ہیں

یعنی ایک معشوق نے عاشق سے کہا کہ ارے میاں تم نے سفر میں بہت سے شہر دیکھے ہیں۔

پس کدامین شہر زانہا خوشتر است	گفت آن شہرے کہ دروے دلبر است
ان میں سے کونسا شہر بہتر ہے؟	اس نے کہا' وہ شہر جس میں معشوق ہے

یعنی پس کونسا شہر ان میں زیادہ عمدہ ہے اس عاشق نے کہا کہ وہ شہر جس میں کہ دلبر ہو۔

ہر کجا باشد شہ مارا بساط	ہست صحرا گر بود سم الخیاط
جہاں ہمارے شاہ کا ڈیرا ہو	وہ جنگل ہے' خواہ سوئی کا ناکہ ہو

یعنی جس جگہ کہ ہمارے بادشاہ کی بود و باش ہو وہ صحرا ہے اگرچہ سوئی کا ناکا ہو یعنی اگرچہ وہ کتنی ہی تنگ و

www.besturdubooks.wordpress.com

تاریک جگہ ہو مگر جب وہاں محبوب ہو وہ بھی کشادہ اور فراخ صحرا معلوم ہوگا۔

ہر کجا یوسف رخے باشد چو ماہ	جنت ست آن ارچہ باشد قعر چاہ
جہاں چاند جیسا یوسف ہو	وہ جنت ہے خواہ کنویں کی گہرائی ہو

یعنی جہاں کہیں ایک یوسف رخ مثل ماہ کے ہو وہ جنت ہے اگرچہ قعر چاہ ہو مطلب یہ کہ اگرچہ وہ کیسی ہی تکلیف دہ شے ہو مگر جب محبوب وہاں ہوگا تو اس کی معیت کی وجہ سے ساری کلفت خوشی سے مبدل ہو جاوے گی اور وہ ہی عاشق کہتا ہے کہ۔

با تو دوزخ جنت است اے جانفزا	با تو زندان گلشن ست اے دلربا
اے روح پرور! تیرے ہوتے ہوئے دوزخ جنت ہے	اے دلربا! تیرے ساتھ قید خانہ چمن ہے

یعنی اے جانفزا تیرے ساتھ تو دوزخ جنت ہے اور اے دلربا تیرے ساتھ زندان گلشن ہے۔

شد جہنم با تو رضوان و نعیم	بے تو شد ریحان وگل نار جحیم
تیرے ساتھ جہنم رضوان ' اور نعمت بن گئی	تیرے بغیر ریحان' اور پھول دوزخ کی آگ بن گیا

یعنی تیرے ساتھ تو جہنم رضوان اور نعیم ہو گیا اور بے تیرے ریحان وگل نار جحیم ہو گیا ہے۔

ہر کجا تو با منی من خوشدلم	ور بود در قعر گورے منزلم
جہاں تو میرے ساتھ ہے' میں خوش دل ہوں	خواہ میری منزل قبر کے گڑھے میں ہو

یعنی تو جہاں کہیں میرے ساتھ ہو میں خوشدل ہوں۔ اگرچہ قعر گور میں میری منزل ہو۔

خوشتر از ہر دو جہاں آنجا بود	کہ ترا با من سر و سودا بود
دونوں جہاں سے زیادہ اچھی وہ جگہ ہے	جہاں تجھے میرا خیال ہو

یعنی وہ جگہ دونوں جہان سے خوشتر ہوتی ہے کہ مجھے تیرے ساتھ رازداری اور خیال ہو حاصل یہ کہ عاشق نے کہا کہ اے محبوب اگر تو ساتھ ہے تو ساری کلفتیں راحتیں ہیں اور اگر تیری جدائی ہے تو ساری راحتیں کلفتیں ہیں تو اسی طرح وہ غلام کہتا ہے کہ مجھے تو بس بخارا ہی پسند ہے اگرچہ مجھے وہاں جان کا خطرہ ہے مگر محبوب کی معیت تو حاصل ہوگی۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

پس دراز ست این سخن از انتظار	عاشق صدر جہان شد بے قرار
یہ بات بہت لمبی ہے' انتظار کی وجہ سے	صدر جہاں کا عاشق بے قرار ہو گیا ہے

یعنی یہ بات تو بہت دراز ہے اور انتظار کی وجہ سے صدر جہان کا عاشق بے قرار ہو رہا ہے۔ مطلب یہ کہ اب وہ عاشق چونکہ بے قرار ہو رہا ہے لہٰذا ان باتوں کو ترک کر کے اس کا قصہ بیان کرو۔ آگے لوگوں کا اس کو سمجھانے کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ تشریح:۔ کسی معشوق نے اپنے عاشق سے کہا کہ آپ نے سفر میں بہت سے شہر دیکھے ہیں ان میں کونسا شہر سب سے اچھا ہے اس نے جواب دیا کہ وہ شہر سب سے اچھا ہے کہ جس میں دلبر ہے۔ جہاں کہیں ہمارے بادشاہ کی بساط ہو وہ اگر سوئی کا ناکا بھی ہو تب بھی وہ صحرا؟ ہے اور جہاں کہیں یوسف رخ اور ماہ تاباں کی مثل حسین ہو وہ اگر قعر چاہ بھی ہو تب بھی وہ جنت ہے۔ (یہ مقولہ ذاسی عاشق کا ہے اور مراد معشوق مجازی ہے اور یا مولانا کا مقولہ ہے اور مراد معشوق حقیقی ہے علے ہذا اشعار آیندہ میں بھی ہر دو احتمال ہیں) تیرے ہوتے دوزخ بھی جنت ہے اور قید خانہ بھی گلشن ہے اور جہنم بھی مرغوب اور نعمت ہے اور تیرے بغیر گل وریحان بھی آتش دوزخ ہے۔ جہاں تو میرے ساتھ ہو میں نہایت خوش ہوں خواہ گور ہی میں میرا مسکن ہو۔ دونوں عالم سے میرے لئے وہ جگہ بہتر ہے جہاں مجھے تجھ سے واسطہ ہو۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ گفتگو تو بہت طویل ہے اس کو چھوڑو کیونکہ صدر جہان کا عاشق انتظار کرتے کرتے رونے لگا ہے اسے اس کے معشوق تک پہنچانا چاہئے۔

شرح شبّیری

دوستوں کا اس کو بخارا میں لوٹنے سے منع کرنا

گفت او را ناصحے کائے بخبر	عاقبت اندیش اگر داری ہنر
اس سے ایک نصیحت کرنے والے نے کہا اے بے خبر!	اگر تو لیاقت رکھتا ہے انجام سوچ لے

یعنی ایک ناصح نے اس سے کہا کہ اے بے خبر اگر تو کچھ ہنر رکھتا ہے تو انجام کو سوچ

در نگر پس را بعقل و پیش را	ہمچو پروانہ مسوزاں خویش را
عقل سے آگے پیچھے دیکھ لے	اپنے آپ کو پروانے کی طرح نہ جلا

یعنی عقل سے پس و پیش کو دیکھ لے اور پروانہ کی طرح اپنے کو جلا مت۔ یعنی بے سوچے سمجھے جانا ٹھیک نہیں ذرا سوچ سمجھ لو کہ وہاں جانے کا کیا انجام ہوگا۔

چوں بخارا می روی دیوانہٴ	لائق زنجیر و زنداں خانہٴ
بخارا کو کیوں جاتا ہے تو دیوانہ ہے	قید خانہ اور بیڑی کے لائق ہے

یعنی تو بخارا کیوں جاتا ہے کیا دیوانہ ہے تو خود زنجیر اور جیل خانہ کے لائق ہے یعنی تو جو بخارا جا رہا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ عقل میں کچھ فتور آ گیا ہے۔ لہذا ضرور ہے کہ تجھے بند کر کے رکھیں اس لئے کہ وہاں جا کر بجز اس کے کہ تو اپنی جان کھودے گا اور کیا ہوگا کیونکہ اس کی یہ حالت ہے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

او ز تو آہن ہمی خاید ز خشم	او ہمی جوید ترا بانیست چشم
وہ تجھ سے غصہ میں لوہا چبا رہا ہے	وہ تجھے بیں آنکھوں سے تلاش کر رہا ہے

یعنی وہ تیری وجہ سے غصہ سے لوہا چباتا ہے اور وہ تجھے بیں آنکھوں سے ڈھونڈ رہا ہے مطلب یہ کہ بس وہ تیرا منتظر ہی بیٹھا ہے اور مارے غصہ کے دانت پیستا ہے تو گیا اور اس نے مروایا۔

می کند او تیز از بہر تو کارد	او سگ قحط اوست و تو انبان آرد
وہ تیرے لئے چھری تیز کر رہا ہے	وہ قحط زدہ کتا ہے اور تو آٹے کی بوری ہے

یعنی وہ تیرے لئے چھری تیز کر رہا ہے اور وہ قحط کا (بھوکا) کتا ہے اور تو آٹے کا ڈھیر ہے یعنی تم دونوں کی ایسی مثال ہے لہذا وہ تجھے دیکھتے ہی کھا جاوے گا۔

چوں ہیدی و خدایت راہ داد	سوئے زندان می روی چونت فتاد
جبکہ تو بچ گیا اور خدا نے تجھے موقع دیا	تو قید خانہ کی طرف جا رہا ہے تجھے کیا پڑی ہے

یعنی جبکہ تو چھوٹ گیا اور خدا نے تجھے راہ دیدی تو (اب) زندان کی طرف جاتا ہے۔ تجھے کیا پڑا ہے یعنی سب نے کہا کہ تو بھاگ آیا اس کے بندگران سے چھوٹ گیا اب خود وہاں پھنسنے کو جا رہا ہے۔ تو بھلا تجھے ہو کیا گیا ہے۔ کیوں پھر جاتا ہے بلکہ تیری تو یہ حالت ہونی چاہئے تھی کہ۔

بر تو گر دہ گوں موکل آمدے	عقل بایستے کز ایشان کم زدے
اگر تیرے پاس دس قسم کے سپاہی پہنچتے	عقل کا تقاضہ ہے کہ تو ان سے نہ ملتا

یعنی تجھ پر اگر دس قسم کے سپاہی آتے تو عقل بھی چاہئے کہ تو ان سے کم مارتا۔ مطلب یہ کہ اگر تجھے پکڑنے کو سپاہی بھی آتے تب بھی عقل کا مقتضا تو یہ تھا کہ ان کو بھی پتہ نہ دیتا اور ان سے بھی الگ رہتا اور اب جبکہ کوئی سپاہی بھی نہیں ہے پھر کیا ہو گیا کہ موت کے منہ میں جاتا ہے۔

چون موکل نیست بر تو ہیچ کس	از چہ بستہ گشتہ بر تو پیش و پس
جبکہ تجھ پر کوئی شخص مقرر نہیں ہے	تیرا آگا پیچھا کیوں بندھ گیا؟

یعنی جبکہ تجھ پر کوئی موکل نہیں ہے تو تجھ پر پیش و پس کیوں بستہ ہو گیا یعنی تجھے انجام کیوں نہیں سوجھتا تجھ پر آخر کون زبردستی کر رہا ہے کہ تو وہاں چل رہا ہے انجام کو سوچ کہ وہاں جانے کا خطرہ ہے۔ لہذا وہاں مت جا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

عشق پنہان کرد بود او را اسیر	آن موکل را نمی دید آن نذیر
مخفی عشق نے اس کو قیدی بنا لیا تھا	وہ ڈرانے والا اس سپاہی کو نہیں دیکھتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی عشق پوشیدہ نے اس کو قید کر رکھا تھا تو وہ ڈرانے والا اس موکل کو نہ دیکھتا تھا یعنی وہ ملامت گر جو کہتا تھا کہ تجھ کوئی موکل وغیرہ بھی مسلط نہیں ہے پھر تو کیوں اپنے کو ہلاکت میں ڈالتا ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ اس کے اوپر عشق نہفتہ مسلط تھا کہ وہ اس کو کشاں کشاں دیار محبوب کی طرف لے جا رہا تھا مگر اس ملامت گر کو اس موکل کی خبر نہ تھی وہ تو صرف ظاہر کو دیکھ رہا تھا کہ بظاہر اس پر کوئی سپاہی وغیرہ مسلط نہیں ہے آگے مولانا اور ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

ہر موکل را موکل مختفی است	ورنہ او در سگ طبعی ز چیست
ہر سپاہی پر ایک چھپا ہوا سپاہی ہے	ورنہ کتے پن کا پابند کیوں ہے؟

یعنی سپاہی کے لئے ایک پوشیدہ سپاہی ہے ورنہ وہ سگ طبعی کی قید میں کس لئے ہے یعنی یہ سپاہی وغیرہ جو ظلم کرتے ہیں تو یہ اس لئے ظلم کے اندر پھنسے ہوئے ہیں کہ ان پر ایک اور پوشیدہ سپاہی ہے جو کہ ان سے یہ کام لے رہا ہے ورنہ کون شخص اس خباثت کو اپنے لئے گوارا کرتا ہے یہ سارے اس موکل نہفتہ کے تقاضے ہیں۔

خشم شاہ عشق بر جانش نشست	بر عوانی و سیہ رویش بست
شاہ عشق کا غصہ اس کی جان پر نازل ہوا ہے	اس کو سپاہ گری اور روسیاہی سے وابستہ کر دیا ہے

یعنی شاہ عشق کا غصہ اس کی جان پر بیٹھ گیا تو اس کو ظلم و سیہ روئی پر باندھ دیا یعنی خشم حق ظالم پر مسلط ہے پس اس نے اس سے ظلم کرا رکھا ہے اور اس نے اس کو اس ظلم و سیہ روئی میں لگا رکھا ہے ورنہ اور کون شئے ہے کہ جو اس کو اس طرح کھینچ رہی ہے۔

می زند او را کہ ہیں او را بزن	زان عوانان نہان افغان من
وہ اس کو مارتا ہے کہ ہاں اس کو مار	ان مخفی سپاہیوں سے میری فریاد ہے

یعنی وہ اس (ظالم) کو مارتا ہے کہ ہاں اس (مظلوم) کو مار تو ان پوشیدہ سپاہیوں سے میرا افغان ہے۔ مطلب یہ کہ وہ پوشیدہ سپاہی تقاضا کرتا ہے کہ اس پر ظلم کر اس کو مار تب یہ ظالم کچھ کام کرتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ اس پوشیدہ سپاہی سے اللہ بچاوے اور خدا پناہ میں رکھے اس لئے کہ یہ ایک ایسی شے ہے کہ جو چاہے کرا لے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

ہر کہ بینی در زیانے می رود	گرچہ تنہا باعوانے می رود
جس کو تو دیکھے کہ وہ تباہی میں جا رہا ہے	اگرچہ وہ اکیلا ہے کسی سپاہی کے ساتھ جا رہا ہے

یعنی تم جس کو دیکھو کہ کسی نقصان میں چل رہا ہے تو اگرچہ وہ تنہا ہے (مگر) ایک سپاہی کیساتھ جا رہا ہے یعنی اس کے ساتھ ایک سپاہی ہے کہ جو اس کے اندر تقاضا پیدا کر رہا ہے کہ اس کام کو کر ورنہ کون ایسا ہے کہ جو اپنے نقصان کا طالب ہوگا لہذا جب کسی کو دیکھو کہ وہ اپنے نقصان وہ کام کا مرتکب ہوتا ہے تو سمجھ لو کہ اس پر ایک سپاہی پوشیدہ مسلط ہے کہ اس کو کشاں کشاں اس طرف لا رہا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر ازو واقف شدے افغان زدے	پیش آن سلطان سلطانان شدے
اگر وہ اس سے واقف ہوتا فریاد کرتا	شاہوں کے شاہ کے سامنے چلا جاتا

یعنی اگر یہ شخص اس سے واقف ہوتا تو فغاں کرتا اور اس سلطان سلطانان کے پاس جاتا یعنی اگر اس ظالم کو یا نقصان کرنے والے کو یہ خبر ہو جاتی کہ ایک سپاہی پوشیدہ مجھ پر مسلط ہے وہ مجھے لے جا رہا ہے تو اس سے پناہ مانگتا اور حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے بچتا مگر اس کو تو خبر ہی نہیں ہے اور وہ اس پر مسلط ہے اور سوار ہے اور اگر اس کو خبر ہوتی تو اس کی یہ حالت ہو جاتی کہ۔

ریختے بر سر بہ پیش شاہ خاک	تا اماں دیدے ز دیو سہمناک
شاہ کے سامنے سر پر خاک ڈالتا	یہاں تک کہ خوفناک شیطان سے امن پا جاتا

یعنی بادشاہ (حق تعالیٰ) کے سامنے سر پر خاک ڈالتا تا کہ اس دیو سہمناک سے امن دیکھتا یعنی حق تعالیٰ کے سامنے تضرع و زاری کرتا تا کہ حق تعالیٰ اس عوان مسلط سے اس کو امن دیتے۔

میر دیدی خویش را اے کم ز مور	زان ندیدی آن موکل را تو کور
اے چیونٹی سے کم! تو نے اپنے آپ کو سردار سمجھا ہے	اسی لئے تجھ اندھے نے وہ سپاہی نہیں دیکھا ہے

یعنی اے چیونٹی سے کم تو نے اپنے کو امیر دیکھا اس لئے تجھ اندھے نے اس موکل کو نہ دیکھا یعنی تو نے چونکہ اپنے کو بڑا سمجھا ہے اور سمجھتا ہے کہ جب ہم اتنے بڑے ہیں تو ہم پر کون مسلط ہوگا اس لئے تو نے اس موکل کو نہیں دیکھا ورنہ اگر تو اپنی حقیقت اور اس کی حالت کو دیکھتا تو ضرور تجھے معلوم ہو جاتا کہ تیرے اوپر بھی کوئی ہے مگر تیری تو یہ حالت ہے کہ۔

غرہ گشتی زین دروغین پر و بال	پر و بالے کو کشد سوئے وبال
تو مصنوعی پر و بال سے مغرور بن گیا ہے	وہ پر و بال جو (تجھے) مصیبت کی طرف کھینچ رہے ہیں

یعنی تو ان جھوٹے پر و بال پر مغرور ہو گیا ہے ایسے پر و بال جو کہ وبال کی طرف کھینچتے ہیں یعنی تجھ کو جو قدرت حاصل ہو گئی ہے اور تھوڑا سا کام چل جاتا ہے بس اس پر مغرور ہو رہا ہے حالانکہ یہ جھوٹے پر و بال ایسے ہیں کہ جو تجھے وبال میں ڈال دیں گے اور جال میں پھنسا دینگے۔ یہ تیری قدرت تیرے کچھ کام نہ آوے گی بلکہ اور مقید کر دے گی۔ اس لئے کہ۔

پر سبک دارد رہ بالا کند	چون گل آلودش گرانیہا کند
ہلکے پر رکھتا ہے، اوپر جاتا ہے	جب مٹی میں سن جاتے ہیں بھاری پن دکھاتے ہیں

یعنی جو پروں کو ہلکا رکھتا ہے وہ راستہ اوپر کی طرف کو کرتا ہے اور جب (وہ پر) گل آلود ہو گئے تو گرانیاں کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو جب تک پر ہلکے رہیں اس وقت تک تو جانور اوپر کو اڑتا ہے مگر جب اس کے پروں میں مٹی لگ جاتی ہے تو اس کے پر بھاری ہو جاتے ہیں اور وہ اوپر کی جانب کو اڑ نہیں سکتا تو اسی طرح جب تک انسان دنیا میں ملوث نہیں ہوتا

www.besturdubooks.wordpress.com

اس وقت تک تو وہ عالم بالا کی طرف عروج کرتا ہے لیکن جب دنیا میں پھنس جاتا ہے تو پھر عالم بالا کی طرف عروج نہیں کر سکتا ہے تو ہمارے قویٰ اور ہمارے پروبال تو دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں اور اس میں آلودہ ہو گئے ہیں اس لئے ہمارے یہ پر وبال تو سوائے اس کے کہ ہمیں قعر مذلت میں لے جاویں اور کیا ہوگا۔ اب آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

جہد کن پر را گل آلودہ مکن	لیک گوشت کر شد و پندم کہن
کوشش کر پروں کو مٹی میں نہ سان	لیکن تیرے کان بہرے ہو گئے ہیں اور میری نصیحت پرانی ہو گئی ہے

یعنی کوشش کر اور پر کو گل آلودہ مت کر لیکن تیرے کان تو بہرے ہو گئے ہیں اور میری نصیحت پرانی ہو گئی ہے یعنی اول تو فرماتے ہیں کہ کوشش کرو اور اس دنیا کے تعلقات سے الگ ہو کر اپنے قویٰ باطنیہ کو برباد مت کرو لیکن پھر فرماتے ہیں کہ تو نصیحت کو کیا سنے گا جبکہ تیری یہ حالت ہے کہ تیرے کان تو بہرے ہیں اور میری نصیحت پرانی ہو چکی ہے تو تو کیا سنے گا آگے پھر اس غلام کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

پند داد القصہ عاشق را بسے	عاذل بے درد ہمچون قفقسے
القصہ عاشق کو بہت نصیحت کی	قفقس جیسے بیدرد ملامت کرنے

یعنی القصہ وہ بے درد قفقس جیسا ملامت گر عاشق کو بہت نصیحت کرتا تھا یعنی اس عاذل نے بہت سمجھایا کہ اب صدر جہان کے پاس جانا ہرگز مناسب نہیں ہے اپنے کو خطرہ میں مت ڈالو آگے اس عاشق کا جواب نقل فرماتے ہیں کہ اس نے اس ملامت گر کی باتوں کو سن کر یہ کہا کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ ایک نصیحت کرنے اس سے کہا کہ بیوقوف اگر تجھ میں کچھ بھی لیاقت ہے تو نتیجہ کو سوچ اور عقل سے آگا پیچھا دیکھ پروانہ کی طرح دیدہ دانستہ اپنے کو مت جلا۔ ارے تو بخارا کیوں جاتا ہے تو پاگل ہوا ہے اور اس قابل ہے کہ تجھے پاگل خانہ بھیج دیا جاوے۔ وہ تجھ پر نہایت ہی غضبناک ہے اور بہت ہوشیاری سے تیرا متلاشی ہے۔ وہ تیرے لئے چھری تیز کر رہا ہے اور تیری ضرر رسانی پر اس درجہ حریص ہے کہ اس کی مثال بھوکے کتے کی ہے اور تو اس کے لئے آٹے کا تھیلا ہے جبکہ خدا نے تجھے اس کے پنجہ سے رہائی دی ہے تو تجھ پر کیا مصیبت پڑی کہ تو اپنے پاؤں جیل خانہ جاتا ہے اگر دس طرح کے پہرے تجھ پر مسلط ہوتے تو بھی عقل کا یہ مقتضا تھا کہ ان سے بچتا۔ پھر جبکہ کوئی پہرہ بھی نہیں ہے تو پھر تیری اگاڑی پچھاڑی کیوں بندھ گئی۔ اور تو کیونکر صدر جہان کے پاس حاضری کے لئے مجبور ہو گیا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ دھمکیاں دینے والا اس پہرہ دار کو نہیں دیکھتا اس لئے اسے ملامت کر رہا ہے ورنہ واقع میں اس پر پہرہ دار مسلط ہے اور وہ عشق ہے پہرہ دار کچھ ظاہری ہی نہیں بلکہ خفیہ بھی ہیں۔ اور ہر ظاہری پہرہ دار پر ایک خفیہ پہرہ دار مقرر ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ ظاہری پہرہ دار حرص

www.besturdubooks.wordpress.com

اور ایذا الخلق میں کیوں محبوس ہوتے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس حاکم کا غضب اس کی جان پر مسلط ہے جو عشق پر بھی حکومت کرتا ہے اور اس نے اس کو پہرہ داری اور دن رات اپنا منہ کالا کرنے میں محبوس کر رکھا ہے جب سپاہی کسی کو مارتا ہے تو وجہ یہی ہے کہ وہ خفیہ پہرہ دار اسے مار رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اسے مار اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ خفیہ پہرہ دار بڑے سخت ہیں ان سے خدا کی پناہ۔ یہ مضمون بطور جملہ معترضہ کے بیان کر کے پھر اصل مقصد کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس کو تم دیکھو کہ نقصان کی طرف جا رہا ہے گو بظاہر تنہا معلوم ہو مگر حقیقت میں کوئی خفیہ پہرہ دار اس پر مسلط ہے اور وہ اسے لئے جا رہا ہے مگر یہ جانے والا اس سے واقف نہیں ہے کیونکہ اگر واقف ہوتا تو فریاد کرتا اور شہنشاہ حقیقی کے دربار میں فریاد کرتا کہ اے اللہ مجھے اس پہرہ دار سے چھڑا اور خدا کے سامنے سر پر خاک ڈالتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ اس خوفناک دیو کے پنجے سے چھوٹ جاتا اب ہم یہ دکھلاتے ہیں کہ تم اس خفیہ پہرہ دار کو کیوں نہیں دیکھتے اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے باوجود نہایت ضعیف ہونے کے اپنے کو خود مختار سمجھ رکھا ہے اور تم اس جھوٹے پرو باز و یعنی قدرت و اختیار ضعیف سے جو کہ تم کو مصیبت میں پھنسانے والے ہیں دھوکہ کھائے ہوئے ہو۔ قاعدہ ہے کہ جب کسی جانور کے بازو ہلکے ہوتے ہیں تو وہ اوپر اڑتا ہے اور جب گارے میں لتھڑ جاتے ہیں اس وقت وہ بھاری ہو کر کاہل ہو جاتا ہے اور اوپر نہیں اڑ سکتا پس اسی طرح تم نے اپنے ان ضعیف پرو بازو کو علائق ناسوتی میں پھنسا رکھا ہے اس لئے عروج روحانی سے محروم ہو پس اگر عروج روحانی چاہتے ہو تو کوشش کرو اور اپنے پروں کو گارے میں نہ سانو۔ مگر کیا کیجئے کہ تمہارے کان تو بہرے ہوگئے اور میری نصیحت پرانی ہوگئی ہے۔

شرح شبّیری

مرد عاشق کا ملامت گروں اور نصیحت کرنے والوں کو جواب دینا

گفت اے ناصح خمش کن چند چند	پند کم دہ زانکہ بس سخت ست بند
اس نے کہا اے ناصح چپ ہو جا اس قدر	نصیحت نہ کر کیونکہ قید بہت سخت ہے

یعنی اس (عاشق) نے کہا کہ اے ناصح خموش رہ کہاں تک نصیحت کم کرو۔ اس لئے کہ قید سخت ہے۔ مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ کہاں تک نصیحت کروگے اب نصیحت مت کرو اس لئے کہ قید عشق سخت لگی ہوئی ہے اب اس کا چھوٹنا اور اس خیال کا جاتا رہنا ناممکن ہے بلکہ۔

سخت تر شد بند من از پند تو	عشق را نشناخت دانشمند تو
تیری نصیحت سے میری قید اور سخت ہوگئی ہے	اے دانشمند تو عشق کو نہیں جانتا ہے

یعنی میری قید تمہاری نصیحت سے زیادہ ہوگئی اور تیرے دانشمند نے عشق کو پہچانا نہیں ہے یعنی اس عاشق نے کہا کہ اے عاذل تو عشق کو کیا جانے کہ اس کی قید کیسی سخت ہوتی ہے تیرے کہنے سے میری اور زیادہ ہوتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے لہٰذا اپنی نصیحت کو بند کر کیونکہ۔

آنطرف کہ عشق می افزود درد	بو حنیفہ و شافعی درسے نکرد
جس پہلو سے عشق نے درد بڑھایا ہے	ابو حنیفہ اور شافعی نے سبق نہیں پڑھایا

یعنی جس طرف کہ عشق درد کو بڑھاتا ہے (اس طرف) ابوحنیفہ اور شافعی نے درس نہیں کیا مطلب یہ ہے کہ عشق کی مقتضیات کی طرف تو ابو حنیفہ اور شافعی کو بھی توجہ نہیں ہوئی اور وہ بھی نہیں جانتے کہ عشق کیا شے ہے پھر بھلا اے عاذل تو تو کیا جانے گا اور ان کے عشق کو نہ جاننے سے مراد یہ ہے کہ ان پر عشق کا غلبہ نہ تھا اور مغلوبیت کی یہ حالت ان پر نہ تھی جو کہ مجھ پر ہے لہٰذا ان کو بھی اس مغلوبیت کی خبر نہیں ہے تو جب یہ بات ہے تو اے عاذل سن لے کہ۔

تو مکن تہدید از کشتن کہ من	تشنۂ زارم بخون خویشتن
تو قتل سے نہ ڈرا کیونکہ میں	اپنے خون کا بہت پیاسا ہوں

یعنی مجھے مار ڈالے جانے سے ڈرا مت اس لئے کہ میں تو اپنے خون کا سخت پیاسا ہوں یعنی اس نے کہا کہ میں تو مرنے کو پھرتا ہی ہوں تو مجھے کیا ڈراتا ہے۔

عاشقانرا ہر زمانے مرد نیست	مردن عشاق خود یک نوع نیست
عاشقوں کی ہر گھڑی ایک موت ہے	عاشقوں کی موت ایک قسم کی نہیں ہے

یعنی عاشقوں کے لئے تو ہر دم ایک مرنا ہے اور عشاق کا مرنا ایک طرح کا نہیں ہے (بلکہ)

او دو صد جان دارد از جان ہدی	وان دو صد را می کند ہر دم فدا
وہ نور ہدایت سے دو سو جانیں رکھتا ہے	اور ان دو سو کو ہر وقت قربان کرتا ہے

یعنی وہ (عاشق) جان ہدے سے دو سو جانیں رکھتا ہے اور ان دو سو کو ہر دم فدا کرتا ہے (جان ہدی سے مراد حق تعالیٰ) مطلب یہ کہ عاشق کے لئے تو ہر دم مرنا کھپنا ہی ہے اس کے لئے تو سینکڑوں جانیں ہوتی ہیں کوئی عشوہ پر فدا کرتا ہے کسی کو ناز و انداز پر غرض

ہر زمان از غیب جانے دیگر ست   از نبے برخوان تو عشر امثالہا

ہر یکے جاں راستاندہ بہا	از نبے بر خوان تو عشرا مثالہا
ہر ایک جان کے دس عوض لیتا ہے	"اس کے دس گنا" قرآن میں پڑھ لے

یعنی ہر ایک جان کے دس بدلے لیتا ہے۔ قرآن سے تم عشر امثالہا پڑھو۔ مطلب یہ کہ وہ عاشق ہر دم جان کے فدا کرنے کو تیار ہے اس لئے کہ وہ ایک جان کے بدلے میں دس جانیں دیکھتا ہے کہ مل رہی ہیں لہٰذا وہ خوشی سے جان کو فدا کرنے کے لئے تیار ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بریزد خون من آن دوست رو	پائے کوباں جان بر افشانم برو
وہ محبوب چہرے والا اگر میرے خون بہائے	"میں نا چتا ہوا اس پر جان نثار کروں"

یعنی وہ دوست رو اگر میری خون ریزی کردے تو میں پاؤں بجاتا ہوا اس پر جان نثار کردوں گا مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ اگر وہ مجھے مارڈالے تو میں بخوشی مرنے کو تیار ہوں۔

آزمودیم مرگ من در زندگی ست	چوں رہم زیں زندگی پایندگی ست
میں نے آزما لیا میری موت زندگی میں ہے	جب میں اس زندگی سے نجات پا جاؤں گا تو ہیشگی ہے

یعنی میں نے آزمالیا ہے کہ میری موت زندگی میں ہے اور جب میں اس زندگی سے چھوٹ جاؤں گا تو بقا ہے۔ یعنی اس نے کہا کہ میں اگر زندہ رہتا ہوں تو اس میں تو میری موت ہے کہ محبوب کی جدائی سے بڑھ کر اور کیا موت ہوگی اور اگر محبوب مجھے مارڈالے تو میرے لئے زندگی جاودانی اور بقا حاصل ہو جاوے گی۔ لہذا میں مرنے کو موجود ہوں آگے جوش میں کہتا ہے کہ

اقتلونی اقتلونی یا ثقات	ان فی قتلی حیاۃً فی حیات
اے معتمدو! مجھے قتل کر دو مجھے قتل کر دو	بیشک میرے قتل میں زندگی در زندگی ہے

یعنی اے ثقات مجھے قتل کردو قتل کردو کہ میرے قتل کردینے میں حیات در حیات ہے (اصل میں یہ مقولہ منصور کا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے

اقتلونی یا ثقاتی ان فی قتلی حیاتی

مولانا نے اس کو دوسری بحر میں کرلیا ہے۔ غرضکہ اس نے کہا کہ میری زندگی تو قتل ہو جانے میں ہی ہے اور کہتا ہے کہ۔

یا منیر الخد یا روح البقا	اجتذب روحی و جدلی باللقا
اے روشن رو! اے بقا کی جان!	میری روح کو جذب کرلے اور مجھے ملاقات بخش دے

یعنی اے روشن چہرہ والے اور اے روح باقی میری روح کو جذب کرلے اور وصل کو بخشش فرما یعنی میری روح کو اپنی طرف جذب کر کے اپنے وصل سے مجھے بہرہ یاب فرما۔

لی حبیب حبہ یشوی الحشا	لو یشاء یمشی علے عینی مشا
میرا ایک محبوب ہے جس کی محبت باطن کو جلائے ڈالتی ہے	اگر وہ میری آنکھوں پر چلنا چاہئے چلے

یعنی میرا ایک حبیب ہے کہ اس کی محبت باطن کو بھونے دیتی ہے وہ اگر میری آنکھوں پر چلنا چاہے تو چلے (غرض وہ جوش و خروش میں اس طرح بیان کررہا ہے اور مرنے کو موجود ہے اور بخارا کو واپس جانا چاہتا ہے) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پارسی گو گرچہ تازی خوشترست	عشق را خود صد زبان دیگر است
فارسی میں کہہ اگرچہ عربی بہتر ہے	خود عشق کی دوسری سینکڑوں زبانیں ہیں

یعنی فارسی کہہ اگرچہ عربی اچھی ہے کہ عشق کو خود سو زبانیں دوسری ہیں (دو تین اشعار جو عربی میں کہے تو فرماتے ہیں کہ عربی کو ترک کرو اس لئے کہ عشق کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ کوئی خاص زبان ہو بلکہ جس زبان میں بھی اس کے دل کی حالت ادا ہو سکے وہی اس کے لئے سب سے اچھی ہے تو عربی اگرچہ اچھی زبان ہے مگر چونکہ بہت سے لوگ سمجھ نہ سکیں گے اس لئے اس کو ترک کر دینا چاہئے) آگے فرماتے ہیں کہ۔

بوئے آں دلبر چو پراں می شود	ایں زبانہا جملہ حیراں می شود
جب اس دلبر کی خوشبو مہکتی ہے	یہ سب زبانیں حیران ہو جاتی ہیں

یعنی اس دلبر کی بو جب اڑتی ہے یہ ساری زبانیں حیران رہ جاتی ہیں۔ مطلب یہ کہ جب حق تعالیٰ کی عظمت اور شان کا ظہور ہوتا ہے اس وقت تمام زبانیں بند ہو جاتی ہیں اور کوئی زبان بھی نہیں چلتی اس لئے کہ

چو سلطان عزت علم برکشد جہان سر بجیب عدم درکشد

آگے فرماتے ہیں کہ

بس کنم دلبر در آمد در خطاب	گوش شو واللہ اعلم بالصواب
میں ختم کرتا ہوں دلبر نے بات شروع کر دی	کان بن جا اور اللہ درست بات زیادہ جانتا ہے

یعنی میں بس کرتا ہوں کہ دلبر خطاب میں آیا ہے۔ کان ہو جا واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اب حق تعالیٰ کلام فرماتے ہیں لہٰذا ان باتوں سے خاموشی اختیار کر کے ان کی باتوں کو سنو۔ معلوم ہوتا ہے کہ بیان کرتے کرتے مولانا پر کچھ واردات ہونے لگے ہیں اور کچھ مکشوف ہوا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ اب وہ کلام فرماتے ہیں تو ہمہ تن گوش ہو کر سنو۔ اب یہاں ایک طرح ہر بولی سے توبہ کی ہے کہ اب نہ بولیں گے لہٰذا آگے فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ عاشق توبہ کرد اکنون بہ ترس	کو چو عیاران کند بر دار درس
چونکہ اب ڈر سے عاشق نے توبہ کر لی	وہ مکاروں کی طرح سولی پر (عشق کا) سبق پڑھائے گا

یعنی جبکہ عاشق نے توبہ کر لی تو اب ڈرو کہ وہ عیاروں کی طرح دار پر درس کرے گا۔ مطلب یہ کہ اب جو وہ کلام سے توبہ کر چکا ہے اور ہمہ تن اس طرف سننے میں مشغول ہوا ہے تو اس کو ایک گونہ اتحاد حاصل ہو گیا ہے۔ لہٰذا اب وہ منصور کی طرح دعوائے اتحاد کرے گا اور اپنی جان دینے کو تیار ہو گا آگے پھر اس عاشق بخاری کی کچھ حالت بیان فرماتے ہیں کہ۔

گرچہ ایں عاشق بخارا می رود	نے بدرس و نے باستا می رود
اگرچہ یہ عاشق بخارا کو جا رہا ہے	(لیکن) سبق اور استاد کیلئے نہیں جا رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر چہ یہ عاشق بخارا جارہا ہے (مگر) نہ درس کے لئے اور نہ کسی استاد کے پاس جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ بخارا جو کہ دار العلم ہے اگر چہ یہ عاشق وہاں جارہا ہے لیکن کسی سے سبق پڑھنے کو یا کسی استاد کے پاس نہیں جاتا بلکہ وہ تو وصل محبوب اور زیارت معشوق کے لئے چلا ہے اس لئے کہ۔

عاشقاں را شد مدرس حسن دوست	دفتر و درس و سبق شان روئے اوست
محبوب کا حسن عاشقوں کا مدرس بن گیا ہے	ان کی کتاب اور درس اور سبق اس کا چہرہ ہے

یعنی عاشقوں کا مدرس تو روئے دوست ہے۔ اور ان کا دفتر اور درس اور سبق اس محبوب کا چہرہ ہے (تو پھر ان کو کتابوں کے درس کی کیا ضرورت ہے ان کی تو یہ حالت ہے کہ)

خامش اند و نعرۂ تکرار شان	می رود تا عرش و تخت یارشان
وہ چپ ہیں اور ان کی تکرار کی آواز	عرش اور ان کے دوست کے تخت تک جا رہی ہے

یعنی (یہ لوگ) خاموش ہیں اور ان کی تکرار کی آواز ان کے یار کے عرش و تخت تک جارہی ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ سبق کے بعد تکرار کرتے ہیں اسی طرح بعد دیدار یار کے ان کا جوش و خروش ترقی پکڑتا ہے اور بظاہر خاموش رہتے ہیں مگر اس جوش و خروش کا نعرہ اور اس کا اثر عرش و تخت حق تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔

درس شان آشوب و چرخ و زلزلہ	نے زیادات است و باب و سلسلہ
ان کا سبق شور اور رقص اور جوش ہے	نہ کہ زیادات اور باب اور سلسلہ

یعنی ان کا درس آشوب ہے اور رقص ہے اور زلزلہ ہے نہ کہ زیادات اور باب و سلسلہ ہے (زیادات باب و سلسلہ کی کتابوں کے نام ہیں) مطلب یہ کہ ان کا درس یہ ہے کہ یہ رقص کرلیں ناچ لیں کود لیں۔ باقی ظاہر میں کوئی کتاب وغیرہ ان کے درس میں نہیں ہے۔

سلسلہ ایں قوم جعد مشکبار	مسئلہ دورست لیکن دور یار
اس قوم کا سلسلہ مشک برسانے والے گھنگریالے بال ہیں	دور کا مسئلہ ہے لیکن محبوب کے دور کا

یعنی اس قوم کا سلسلہ زلف مشکبار ہے اور مسئلہ دور ہے لیکن دور یار ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ علوم ظاہری میں ایک کتاب سلسلہ ہے اسی طرح ان عشاق کے یہاں بھی ایک سلسلہ ہے مگر وہ سلسلہ علوم ظاہر میں تو کتاب ہے اور یہاں زلف مسلسل ہے اور جیسا کہ علم ظاہر میں مسئلہ دور ہے اسی طرح ان کے یہاں بھی ہے مگر اس دور سے مراد دور یار ہے وہ دور منطقی نہیں ہے۔

مسئلہ کیس ار بپرسد کس ترا	گو نگنجد گنج حق در کیسہا
اگر کوئی تجھ سے تھیلی کا مسئلہ پوچھے	کہدے اللہ تعالیٰ کا خزانہ تھیلیوں میں نہیں سماتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر تم سے کوئی مسئلہ کیس پوچھے تو کہدو کہ اسرار حق کیسوں میں نہیں سماتے ۔ (مسئلہ کیس یہ ہے کہ کسی شخص نے کسی کے پاس ایک تھیلی میں بند کر کے کچھ روپے بغیر گنے اور مہر وغیرہ کیے ودیعت رکھے اور واپسی پر جب وہ تھیلی واپس لی تو کہا کہ اس میں سے روپے کم ہو گئے تو اب اس امانت دار پر نہ ضمان آتا ہے اور نہ قسم) مطلب یہاں یہ ہے کہ اگر تم سے علوم ظاہری میں سے کوئی مسائل وغیرہ پوچھے تو کہدو کہ ہم نہیں جانتے ہمیں ان مسائل کے جاننے کی فرصت نہیں ہے اور مسئلہ کیس کو صرف اس مناسبت سے لائے ہیں کہ کہیں اسرار حق کیسوں میں نہیں سماتے اب یہاں کوئی شبہ کرتا ہے کہ جناب اور لوگوں کو تو علوم ظاہر و اصطلاحات وغیرہ کے جاننے سے منع کرتے ہیں اور خود ان اصطلاحات کو بیان کر رہے ہیں مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

گردم خلع و مبارا می رود	بد مبین ذکر بخارا می رود
اگر خلع اور مبارات کی بات چل رہی ہے	برا نہ سمجھ وہ (بھی) بخارا کی بات چل رہی ہے

یعنی اگر ذکر خلع و مبارا کا چلتا ہے تو اعتراض مت کرو کیونکہ ذکر بخارا کا چل رہا ہے (خلع و مبارا اصطلاحات ہیں فقہ میں)

ذکر ہر چیزے دہد خاصیتے	زانکہ دارد ہر صفت ماہیتے
ہر چیز کا ذکر ایک خاصیت پیدا کرتا ہے	کیونکہ ہر صفت ایک ماہیت رکھتی ہے

یعنی ہر شے کا ذکر ایک خاصیت دیتا ہے اس لئے کہ ہر صفت ایک ماہیت رکھتی ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ ہم اصطلاحات علمیہ کا ذکر کر رہے ہیں مگر اس کی وجہ سے ہم پر اعتراض مت کرو اس لئے کہ ہم بخارا کا ذکر کر رہے ہیں اور ہر شئے کے ذکر میں کچھ خصوصیات ہوا کرتی ہیں تو چونکہ بخارا معدن علوم ہے اس لئے اس کے ذکر کے وقت اصطلاحات علمیہ کا ذکر کرنا کچھ مستبعد نہیں ہے یہ ہمارے اس قول کے منافی نہیں ہے کہ عاشق کو بجز وصل یار اور روئے محبوب کے دیدار کے اور کوئی کام نہیں ہوتا اس لئے کہ کام تو اسی سے ہے مگر صرف اس کے ذکر کی خصوصیت کی وجہ سے ان کا ذکر آ گیا ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

در بخارا در ہنر ہا بالغے	چوں بخواری رونہی زو فارغے
تو بخارا میں بہت سے ہنروں کو پہنچنے والا ہے	جب خواری کیساتھ رخ کریگا تو ان کا فارغ التحصیل بنے گا

یعنی بخارا میں تم ہنروں میں منتہی ہو تو جب خواری میں منہ رکھو اس سے فارغ ہو۔ مطلب یہ کہ اگرچہ علوم ظاہر میں تم لائق فائق اور ماہر ہو گئے مگر عبدیت حاصل کرنے میں تم اس سے فارغ ہو جاؤ گے اور پھر تم کو علوم ظاہر کے حاصل کرنے کی حاجت نہ ہوگی اور فرماتے ہیں کہ۔

آں بخاری غصۂ دانش نداشت	چشم بر خورشید بینش می گماشت
اس بخارا کو جانے والے کو علم کا اچھو نہ لگا تھا	اس نے بصیرت کے سورج پر نگاہ جمائی تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ بخاری فکر علم کی نہ رکھتا تھا (بلکہ) خورشید بینش پر آنکھ کو مقرر کرتا تھا۔ یعنی وہ جو بخارا کی طرف جا رہا تھا اس سے اس کا مقصود کوئی تحصیل علوم ظاہرہ نہ تھا بلکہ صرف روئے محبوب کے دیکھنے کے لئے وہ جارہا تھا اور اس نے اپنے کو اسی لئے مقرر کر دیا تھا۔

ہر کہ در خلوت بہ بینش یافت راہ	اوز دانشہا نجوید دستگاہ
جس نے خلوت میں بصیرت کا راستہ پالیا	وہ علوم میں مہارت کا طلب گار نہیں ہوتا ہے

یعنی جس نے کہ خلوت میں بینش کی طرف راہ پالی وہ دانشوں سے دستگاہ نہ ڈھونڈے گا۔ یعنی جس کو کہ مشاہدہ محبوب میسر ہو گیا اس کو ان علوم کی کیا حاجت ہو گی۔

با جمال جان چو شد ہم کاسۂ	باشدش ز اخبار. دانش تاسۂ
جو روح کے حسن کا ہم پیالہ بن گیا	اس کو خبروں اور علم سے نفرت ہوتی ہے

یعنی جمال جان کے ساتھ جب وہ ہم کاسہ ہوا تو اس کو علوم کی خبروں سے تاسہ ہو گا یعنی وہ شخص جس کو کہ دیدار نصیب ہو گیا ہو اس کو ان علوم ظاہرہ سے یقیناً گھبراہٹ پیدا ہو گا۔ اور وہ ان سے اکتا دے گا اس لئے کہ اس کے سامنے تو حقائق اشیاء منکشف ہوں گی پھر اس کو ان چیزوں کی کیا ضرورت ہو گی۔

دید بر دانش بود غالب فزا	زان ہمی دنیا بچربد عامہ را
آنکھوں سے دیکھ لینا عقل پر غالب ہوتا ہے	اسی لئے دنیا عوام پر چھا جاتی ہے

یعنی دید دانش پر غالب ہوتی ہے اس لئے دنیا عوام پر غالب آ جاتی ہے۔

زانکہ دنیا را ہمی بیند عین	وان جہانے را ہمی دانند دین
کیونکہ وہ دنیا کو اصل اور حقیقت سمجھتے ہیں	اور اس عالم کو ادھار سمجھتے ہیں

یعنی اس لئے کہ دنیا کو تو آنکھ سے دیکھتے ہیں اور اس جہان کو قرض جانتے ہیں مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ قاعدہ ہے کہ مشاہدہ علم سے زیادہ یقین دلانے والا ہوتا ہے اور اس کی مثال ایسی سمجھو جیسے کہ مثلاً دنیا عوام پر آخرت کے مقابلہ میں باوجود اس علم کے کہ دنیا بری ہے اور آخرت اچھی ہے غالب آتی ہے تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ دنیا کو اور اس کے عیش و آرام کو تو آنکھ سے دیکھا ہے اور آخرت کے خوب ہونے کا صرف علم ہے اس کے خوب ہونے کو دیکھا نہیں ہے لہذا دنیا آخرت پر غالب ہو جاتی ہے تو اسی طرح جس کو مشاہدہ جمال حق ہو گیا ہو اس کو ان علوم ظاہری کی کیا ضرورت رہے گی آگے پھر اس عاشق بخاری کی حکایت کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

باز روسوئے حدیث آن جوان	کز غم صدر جہان شد نا توان
اس نوجوان کے قصہ کی طرف واپس لوٹ	کیونکہ وہ صدر جہاں کے غم سے کمزور ہو گیا ہے

یعنی پھر اس جوان کے قصہ کی طرف چلو کہ وہ صدر جہان کے غم سے ناتوان ہو گیا ہے (آگے قصہ بیان فرماتے ہیں کہ)

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ عاشق نے جواب دیا کہ اے ناصح آخر تو نصیحت کب تک رہے گا۔ تو مجھے نصیحت مت کر کیونکہ میں بہت بری طرح مقید ہوں مجھے نصیحت فائدہ نہیں دے سکتی۔ بلکہ میری بندش تیری نصیحت سے اور سخت ہوگئی۔ یہ ساری نصیحت اس لئے ہے کہ تو عشق کو نہیں جانتا۔ اور تو تو کیا چیز ہے عشق کو تو تیرے فقہاء بھی نہیں جانتے جس طرف کہ عشق درد بڑھاتا ہے تیرے بڑے بڑے فقہاء نے جو اپنے وقت کے ابوحنیفہ اور شافعی ہیں سبق نہیں پڑھا۔ تو مجھے مارے جانے سے نہ ڈرا کیونکہ میں خود اپنے خون کا پیاسا ہوں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ عشاق مرنے سے کیا ڈرتے۔ وہ تو ہر وقت مرتے رہتے ہیں تم اس سے تعجب نہ کرنا کہ ہر وقت کیونکر مرتے ہیں اس لئے کہ عاشقوں کی موت ایک قسم کی نہیں ہے وہ نور ہدایت کے سبب دوسو جانیں رکھتے ہیں اور دوسو کی دوسو ہر وقت قربان کرتے رہتے ہیں لیکن یہ موتیں ان کی بے فائدہ نہیں ہیں بلکہ ایک ایک جان کی دس دس گنی قیمت ملتی ہے چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها اور حق سبحانہ پر جان قربان کرنے سے زیادہ کون سی نیکی ہوگی۔ اے ملامت گر تو جا اپنا کام کر۔ میرا محبوب حقیقی اگر مجھے مار بھی ڈالے تو بھی کچھ پرواہ نہیں ۔میں نہایت خوشی سے اس پر جان قربان کرنے کو تیار ہوں کیونکہ میں تجربہ کر چکا ہوں کہ میرا زندہ رہنا میرے لئے موت ہے اور جبکہ میں اس زندگی سے چھوٹ جاؤں گا تو یہ میرے لئے بقائے دائم ہے پس اے معتمد لوگو تم مجھے مار ڈالو۔ مجھے مار ڈالو کیونکہ میرے مارے جانے میں حیات در حیات یعنی حیات تام ہے اب مولانا گفتگو کا رخ بدل کر محبوب حقیقی کو خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے روشن رخسار اور روح البقاء تو میرے دل کو اپنی طرف جذب کر اور اپنا دیدار دکھا۔ اب پھر عنوان بدلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرا ایک محبوب ہے جو میرا دل و جگر بھونے دیتا ہے اور وہ مجھے اس قدر محبوب ہے کہ اگر میری آنکھوں پر چلنا چاہے تو چل سکتا ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ گو عربی نہایت نفیس زبان ہے مگر اس کو چھوڑ کر فارسی ہی زبان میں کلام کرو کیونکہ عربی کے سمجھنے والے بہت کم ہیں اور اگر مخاطبین کی رعایت مدنظر نہ ہوتی تو فارسی بھی ضروری نہ تھی کیونکہ عشق کی اور بھی سینکڑوں زبانیں ہیں جبکہ محبوب حقیقی کی خوشبو مہکتی ہے تو ساری زبانیں حیران رہ جاتی ہیں کیونکہ اس وقت عاشق و معشوق میں راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں اور الفاظ کو دخل نہیں ہوتا اچھا اب محبوب حقیقی خطاب فرماتے ہیں اس گفتگو کو ختم کر کے اس کو سننا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اب مولانا پھر عاشق صدر جہان کی طرف رخ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لوگ اس کو مرنے سے ڈراتے تھے لیکن اس کو یاد رکھنا چاہئے کہ جب عاشق نے ڈرنے سے توبہ کر لی اور اس کو چھوڑ دیا تو پھر وہ سولی پر سبق پڑھتا ہے اور کسی کی بھی نہیں سنتا۔ چنانچہ یہ ہی عاشق کو بخارا جاتا ہے مگر سبق پڑھنے یا استاد کے پاس نہیں جاتا۔ بلکہ وہ تو اپنی جان دینے جاتا ہے اس کے بعد مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عاشقوں کو حسن یار سابق پڑھاتا ہے اور ان کی کتاب اور ان کا سبق تو اس کا چہرہ اور اس کا دیدار ہے وہ زبان سے کچھ نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

کہتے ہیں مگر اس سبق کے تکرار کی آواز عرش الٰہی و تخت ربانی تک جاتی ہے یعنی وہ دل ہی دل میں اپنے محبوب اور اس کی خوبیوں کو یاد کرتے ہیں جس کا علم خدا کو ہوتا ہے نیز ان کا سبق پریشانی اور چکر اور جوش و خروش ہے نہ کہ زیادات وباب وسلسلہ (یہ تینوں کتابوں کے نام ہیں) ان کا سلسلہ تو زلف مشکین ہے اور ان کے یہاں بھی مسئلہ دور ہے مگر کوچہ محبوب کا چکر۔ اگر تم عاشق حق سبحانہ ہو اور تم سے کوئی مسئلہ کیس پوچھے تو جواب دیدو کہ ہمارے یہاں تو یہ صورت ہی ناممکن ہے کیونکہ ہمارا خزانہ تو خدا کا خزانہ ہے تھیلی میں سماہی نہیں سکتا لہذا ہمیں نہ اس مسئلہ کی ضرورت ہے اور نہ ہم جانتے ہیں (مسئلہ کیس یہ ہے کہ کوئی شخص روپیوں کی ایک تھیلی کسی کے سپرد کرے اور سپرد کرتے وقت روپے گنوائے نہیں۔ اور جس وقت کہ وہ امانت واپس ہو تو اس وقت نزاع ہو۔ مودع کہے کہ روپیہ زیادہ تھے مستودع کہے کہ صرف اتنے ہی تھے اس وقت اس کا فیصلہ کیونکر ہوگا۔) اب مولانا اصطلاحات علمیہ کو بیان کرنے کی وجہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر خلع اور مباراۃ (یعنی اصطلاحات علمیہ) کا ذکر آ گیا تو اس کو برا نہ سمجھو کیونکہ بخارا کا تذکرہ ہو رہا ہے اور ہر چیز کے ذکر میں ایک خاص اثر ہوتا ہے کیونکہ ہر شے کی ایک جداگانہ ماہیت ہے جب ماہیت جداگانہ ہے تو اثر بھی جداگانہ ہوگا پس بخارا کے ذکر میں یہ اثر ہے کہ اس سے اصطلاحات علمیہ کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے مولانا اس مضمون کو ختم کر کے دوسرا مضمون شروع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر بخارا میں جا کر تم علوم کے ماہر ہو گئے ہو تو جب ذلت عشق کی طرف رخ کرو گے تو سب علوم کو بھول جاؤ گے اسی لئے اس بخاری کو علم کا خیال نہ تھا بلکہ اس کی نظر تو آفتاب نظر پر تھی۔ یعنی اس کو تو صدر جہان کا خیال تھا جو کہ اس کی نظر میں آفتاب معلوم ہوتا تھا اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس کو خلوت میں دیدار حق سبحانہ میسر ہو گیا وہ علوم رسمیہ میں ماہر ہونا نہیں چاہتا اور جو جمال محبوب یا جمال روح سے ہم پیالہ ہوا اس کو علمی مضامین سے وحشت ہوتی ہے کیونکہ لیس الخبر کالمعائنۃ یعنی دیکھنا خبر سے بڑھا ہوا ہے پھر اعلیٰ کے ہوتے ہوئے۔ ادنیٰ کی کیا ضرورت ہے اور یہی وجہ ہے کہ عوام پر دنیا غالب ہے کیونکہ دنیا کا تو وہ مشاہدہ کرتے ہیں اور اس عالم کو قرض کی طرح سمجھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ نقد ادھار سے بڑھ کر ہے۔ لہذا ان کی نظر میں دنیا آخرت سے بڑھ کر ہے اچھا اس جوان کے قصہ کی طرف منتقل ہونا چاہئے جو کہ صدر جہان کے غم میں کمزور ہو گیا ہے۔

شرح شبّیری

اس عاشق کا بخارا کی طرف متوجہ ہونا

رونہاد آن عاشق خونابہ ریز	دل تپاں سوئے بخارا گرم و تیز
اس خون بہانے والے عاشق نے رخ کیا	جلتے ہوئے دل کے ساتھ بخارا کی جانب تیزی سے

یعنی اس عاشق اشک ریزے دل تپان بخارا کی طرف گرم و تیز توجہ کی یعنی خوب تیزی کیساتھ وہ بخارا کی طرف چلا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ریگ ہامون پیش او ہمچوں حریر	آب جیحون پیش او چون آب گیر
جنگل کا ریت اس کے لئے ریشمین کپڑے کی طرح تھا	جیحوں کا پانی اس کے سامنے تالاب کی طرح تھا

یعنی جنگل کا ریت اس کے آگے مثل حریر کے اور دریا کا پانی اس کے آگے مثل تالاب کے پانی کے تھا۔

آں بیابان پیش او چون گلستان	می فتاد از خندہ او چون گل ستان
وہ جنگل اس کے سامنے چمن کی طرح تھا	وہ مسرت سے پھول چننے والے کی طرح گرتا تھا

یعنی وہ بیابان اس کے سامنے مثل گلستان کے تھا اور خندہ کی وجہ سے وہ مثل پھول لینے والے کے گرتا تھا یعنی جس طرح کہ پھول لینے والا شوق کی وجہ سے آگے کو گرتا ہے اور پھول کو توڑتا ہے اسی طرح یہ عاشق بخاری شوق وصل میں آگے کو گرا پڑتا تھا غرضکہ شوق میں تمام تکلیف دہ اشیاء اس کے لئے مفرح اور آرام دہ ہو گئی تھیں۔

در سمرقند است قند اما لبش	از بخارا یافت وان شد مذہبش
قند اگرچہ سمرقند میں ہے لیکن اس کے ہونٹوں نے	بخارا سے حاصل کی وہی اس کا مذہب ہو گیا

یعنی قند سمرقند میں ہے لیکن اس کے لب نے بخارا سے پائی اور وہ اس کا مذہب ہو گیا یعنی اگرچہ قند سمرقند میں ہوتی ہے مگر اس کو قند لب محبوب بخارا سے ملی تھی اور وہ اس کا دین وایمان بن گیا تھا۔ آگے فرط شوق میں جو وہ بخارا کو خطاب کر کے کہہ رہا ہے اس کے مقولہ کو نقل فرماتے ہیں کہ۔

اے بخارا عقل افزا بودۂ	لیک از من عقل و دین بربودۂ
اے بخارا! تو عقل بڑھانے والا تھا	لیکن تو نے مجھ سے عقل اور دین چھین لیا

یعنی اے بخارا تو عقل کا بڑھانے والا تھا لیکن مجھ سے تو عقل ودین کو لے گیا ہے (چونکہ بخارا میں علوم کا چرچا تھا اس لئے کہتا ہے کہ اے بخارا تو تو عقل افزا تھا مگر تو نے میری عقل کو تو بیکار اور نکما کر دیا۔ مجھے تو کسی کام کا نہ چھوڑا اور کہتا ہے کہ۔

بدر می جویم از انم چون ہلال	صدر می جویم درین صفت نعال
میں چودھویں رات کے چاند کو تلاش کرتا ہوں اسی وجہ سے میں ہلال جیسا ہو گیا ہوں	ان جوتیوں کی صف میں میں صدر کو تلاش کر رہا ہوں

یعنی میں بدر کی تلاش میں ہوں اس لئے ہلال کی طرح ہو رہا ہوں اور صدر کو میں اس صف نعال میں تلاش کرتا ہوں۔ (غرضکہ وہ اسی طرح جوش وخروش میں افتاں خیزاں بخارا کی طرف جا رہا تھا)

چوں سواد آن بخارا را بدید	در سواد غم بیاضے شد پدید
جب اس نے اس بخارا کے اطراف کو دیکھا	غم کی سیاہی میں سفید نمودار ہو گئی

یعنی جب اس بخارا کے نشان کو دیکھا تو غم کی سیاہی میں (خوشی کی) ایک سپیدی ظاہر ہوئی۔ مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کو دیکھ کر ایک فرحت و سرور زیادہ ہوا۔ اس فرط خوشی کی وجہ سے یہ حالت ہوئی کہ۔

ساعتے افتاد بے ہوش و دراز	عقل او پرید در بستان راز
تھوڑی دیر وہ لمبا اور بے ہوش پڑا رہا	اس کی عقل اسرار کے باغیچہ میں پرواز کر گئی

یعنی ایک گھڑی کیلئے بیہوش و دراز گر پڑا اور اس کی عقل بستان راز میں اڑ گئی۔ یعنی بیہوش ہوگیا اور اس کی عقل اور ہوش وحواس سب رفو چکر ہو گئے اور اس کی عقل راز و نیاز میں مشغول ہوگئی یعنی وہ بیہوش ہو کر عالم غیب کی طرف متوجہ ہو گیا۔

برسر وریش گلابے می زدند	از گلاب عشق او غافل بدند
لوگوں نے اس کے منہ اور سر پر عرق گلاب چھڑکا	وہ لوگ عشق کے گلاب سے بے خبر تھے

یعنی اس کے سر اور منہ گلاب چھڑکتے تھے اور گلاب عشق سے وہ غافل تھے۔ یعنی اس کو بیہوش دیکھ کر لوگ اس کے سر درد پر گلاب چھڑکتے تھے اور گلاب عشق سے کہ وہ دیدار محبوب تھا غافل تھے وہ صرف ظاہری گلاب پاشی کرتے تھے مگر ظاہر ہے کہ اس سے اس کو کیا نفع ہوتا۔ اس لئے کہ۔

او گلستانے نہانے دیدہ بود	غارت عشقش ز خود ببریدہ بود
اس نے ایک مخفی باغ دیکھا تھا	عشق کی غارتگری نے اس کو اپنے آپ سے جدا کر دیا تھا

یعنی اس نے ایک گلستان نہانی دیکھ لیا تھا۔ اور غارت عشق نے اس کو اپنے سے قطع کر دیا تھا۔ مطلب یہ کہ اس نے عالم غیب کی طرف توجہ کی تو عشق نے اس کو اس قدر غافل کیا تھا کہ اسے اپنی بھی خبر نہ رہی تھی۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

تو فسردہ در خورائیدم نہ	با شکر مقرون نہ گرچہ نئی
تو ٹھٹھرا ہوا اس بات کے لائق نہیں ہے	تو شکر سے وابستہ نہیں ہے اگرچہ تو گنا ہے

یعنی تو افسردہ اس دم کے لائق نہیں ہے۔ شکر کے ساتھ تو مقرون نہیں ہے اگر چہ خود نے ہے تو یعنی تو اس دم عشق کے لائق نہیں ہے اگرچہ ہے انسان۔ مگر انسان کامل نہیں ہے۔

رخت عقلت باتو ہست و عاقلی	وز جنود الم ترو ہا غافلی
عقل کا سامان تیرے ساتھ ہے اور تو صاحب عقل ہے	کیونکہ تو ان لشکروں سے جن کو تم نے نہیں دیکھا غافل ہے

یعنی رخت عقل تیرا تیری ہمراہ ہے اور تو عاقل ہے اور جنود الم ترو ہا سے تو غافل ہے مطلب یہ کہ جب عقل تیرے ساتھ ہے اور تو عاقل ہے تو تجھے اس شکر کی کیا خبر تو تو اس سے محض غافل اور بے خبر ہے ہاں اپنے کو فنا کر اور اپنے سے بے خبر ہو تب تجھے اس شکر عشق کی خبر ہو سکتی ہے آگے پھر اس عاشق کا قصہ شروع فرماتے ہیں کہ۔

این سخن پایاں ندارد تیز راں	تارود سوئے بخارا آن جواں
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے تیزی سے چل	تاکہ وہ جوان بخارا کی جانب روانہ ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی یہ سخن (عشق) تو انتہا نہیں رکھتی تو تیز چلوتا کہ بخارا کی طرف وہ جوان جاوے۔ یعنی ان باتوں کو چھوڑ کر اسی کا قصہ بیان کرو۔ آگے اسی کا قصہ ہے کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ وہ خون رونے والا عاشق بے قرار نہ تیز رفتاری کے ساتھ بخارا کی طرف چلا۔ صحرا کا ریت اس کو یوم آرام وہ معلوم ہوتا تھا جیسے حریر۔ اور آب جیحون اس کی فکر میں یوں ہی بے حقیقت تھا جیسے ایک تالاب کا پانی جنگل میں اسے ایسا ہی لطف آتا تھا جیسے اوروں کو باغ میں۔ اور مارے ہنسی کے لوٹا جاتا تھا اور پھول کی طرح ہنستا ہنستا چت گر پڑتا تھا۔ اصل میں تو قند سمر قند میں ہے لیکن اس کا لب اس کو بخارا میں پاتا تھا۔ اور اسی لے بخارا ہی اس کا مقصد ہو گیا تھا اور وہ کہتا جاتا تھا کہ اے بخارا تو عقل افزا ہے مگر میرے لئے تو عقل و دین ربا ہو گیا یعنی میری عقل بھی لے لی۔ اور میرا دین بھی لے لیا۔ چونکہ میں ایک چودھویں رات کے چاند کو تلاش کرتا ہوں اس لئے میری کمر فرد اغم سے ٹیڑھی ہوگئی ہے اور میں ہلال کی شکل بن گیا ہوں۔ اور میں اس ذلت وخواری کی حالت میں صدر کا متلاشی ہوں خیر جبکہ اس نے بخارا کی مضافات کو دیکھا تو سیاہی غم میں سپیدی سرور نمودار ہوئی کچھ دیر تک بیہوش اور چت لیٹا رہا اور عقل اس کی عالم غیب کو روانہ ہوگئی۔ اس حالت میں لوگ اس کے سر اور منہ پر گلاب کے چھینٹے دیتے تھے لیکن یہ لوگ اس کے گلاب عشق سے غافل تھے اور وہ نہ سمجھتے تھے کہ اس گلاب کی بو اس گلاب پر غالب نہیں آسکتی اس نے ایک مخفی گلستان دیکھا تھا۔ یعنی روئے جانان کا تصور کیا تھا اور عشق کی غارت گری نے اس کا خود اپنے سے بھی تعلق منقطع کر دیا تھا پھر وہ اس گلاب سے کیا ہوش میں آتا۔ اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے مخاطب تو سرد ہے اس لئے اس قابل نہیں کہ احوال عشاق تیرے سامنے بیان کئے جائیں۔ تیرے سامنے ان کا بیان کرنا بھینس کے آگے بین بجانا ہے۔ تو اگر چہ صورۃً انسان ہے مگر وصف انسانی یعنی عشق الٰہی تجھ میں نہیں ہے اور چونکہ سامان عقل تیرے پاس ہے اور تو عاقل ہے یہی وجہ ہے کہ تو مشاہدہ عالم غیب سے محروم ہے۔ اگر تجھے یہ دولت حاصل کرنی ہے تو عقل کو خیر باد کہہ اور عشق حاصل کر خیر یہ گفتگو تو ختم نہیں ہو سکتی اس لئے اس کو چھوڑ و اور جلدی کرو تا کہ وہ جوان بخارا پہنچ جاوے۔

شرح شبّیری

اس عاشق لاابالی کا بخارا میں آنا اور دوستوں کا اسکو ظاہر ہونے سے ڈرانا

شہر معشوق خود و دارالامان	اندر آمد در بخارا شادمان
اپنے معشوق کے شہر اور دارالامن میں	وہ خوش خوش بخارا میں آ گیا

یعنی وہ بخارا میں خوش خوش آیا۔ اپنے معشوق کے شہر اور دارالامان میں (آیا)

ہمچو آں مستی کہ پرد بر اثیر	مہ کنارش گیرد و گوید کہ گیر
اس مست کی طرح جو آسمان پر پرواز کرے	چاند اس سے بغلگیر ہو اور کہے کہ تو بھی بغلگیر ہو

یعنی مثل اس مست کے کہ وہ کرۂ آسمان پر اڑے اور ماہ اس کی کنار پکڑے۔ اور کہے کہ لے لے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ عاشق دیار محبوب میں پہنچ کر اس شخص کی طرح خوش ہوا کہ جیسے کوئی شخص آسمان پر اڑے اور وہاں پہنچنے کے بعد اس کی یہ قدردانی کی جاوے کہ چاند اس سے کہے کہ تیرا جو مقصود ہے تو اس کو لے لے تو بھلا وہ کس قدر خوش ہوگا۔ بس اسی طرح بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ وہ عاشق خوش تھا۔

ہر کہ دیدش در بخارا گفت خیز	پیش از پیدا شدن منشین گریز
جس نے بھی اس کو بخارا میں دیکھا کہا اٹھ جا	ظاہر ہونے سے پہلے مت بیٹھ بھاگ جا

یعنی اس کو بخارا میں جو کوئی دیکھتا کہتا کہ اٹھ اور ظاہر ہونے سے پہلے بیٹھ مت بھاگ جا یعنی ہر شخص یہ صلاح دیتا کہ دیکھ ظاہر مت ہو پہلے ہی بھاگ جا یہاں مت ٹھہر اس لئے کہ۔

کہ ترا می جوید آن شہ خشمگیں	تا کشد از جان تو دہ سالہ کین
کیونکہ وہ غضبناک بادشاہ تجھے تلاش کر رہا ہے	تا کہ تیری جان سے دس سالہ انتقام لے

یعنی کیونکہ وہ بادشاہ خشمگین تجھے تلاش کر رہا ہے تا کہ تیری جان سے دس برس کا کینہ نکالے یعنی وہ بہت ہی غصہ میں بھرا ہوا ہے تو سامنے گیا اور اس نے تجھے ہلاک کیا۔

اللہ اللہ درمیا درخون خویش	تکیہ کم کن بر دم و افسوں خویش
خدا کے لئے اپنے خون کے درپے نہ ہو	اپنے دم کرنے اور منتر پر بھروسہ نہ کر

یعنی اللہ سے ڈر اور اپنے خون میں مت آ اور اپنے دم و افسون پر بھروسہ کم کر۔ مطلب یہ کہ اپنا خون خود مت کر۔ اور اس پر بھروسہ مت رکھ کہ میں اس کو پرچالوں گا۔ وہ بے حد غصہ میں ہے لہذا یہی مناسب ہے کہ تو بھاگ جاوے۔

شحنۂ صدر جہان بودی وراد	معتمد بودی مہندس اوستاد
تو صدر جہاں کا کوتوال تھا اور عقلمند تھا	تو معتمد تھا استاد انجینئر تھا

یعنی تو صدر جہان کا کوتوال تھا اور عقلمند تھا معتمد تھا اور انجینئر اور استاد تھا۔

ہم مشیرش بودی و ہم محترم	گشتی از بہر گناہے متہم
تو اس کا مشیر بھی تھا اور باعزت بھی تھا	ایک قصور میں تو متہم ہو گیا

یعنی تو اس کا مشیر بھی تھا اور محترم بھی۔ اور تو ایک گناہ میں متہم ہو گیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

غدر کردی وز جزا بگریختی	رستہ بودی باز چون آویختی
تو نے غداری کی اور سزا سے بھاگ گیا	تو بچ گیا تھا پھر کیوں آ پھنسا؟

یعنی تونے غدر کیا اور تو جزا سے بھاگ گیا تو تو چھوٹ گیا تھا تو پھر کیوں لٹکتا ہے۔

از بلا بگریختی با صد حیل	ابلہی آوردت اینجا یا اجل
تو سو تدبیروں سے مصیبت سے بھاگ نکلا تھا	تجھے یہاں بے وقوفی یا موت لائی ہے

یعنی تو بلا سے سو حیلوں کے ساتھ بھاگا اب اس جگہ تجھے ابلہی لائی ہے یا موت لائی ہے۔ مطلب یہ کہ سب نے اس سے کہا کہ تیرے اس قدر عہدے تھے ایسا تو معتمد تھا معتبر تھا پھر تجھ سے ایک خطا ہوگئی تو تو اس کے بدلے سے بھاگ گیا کہ کہیں تجھ سے وہ بدلا نہ لے لے تو نے بڑی سخت بے وفائی کی کہ اگر وہ بدلا لے ہی لیتا تو کیا ہو جاتا اور اگر بھاگ گیا تھا تو اب تجھے آنا نہ چاہیے تھا۔ بس اب روپوش ہوا تو ہوا اپنا کام کر اور چل دے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ایکہ عقلت بر عطارد دق کند	عقل و عاقل را قضا احمق کند
اے وہ کہ تیری عقل عطارد پر نکتہ چینی کرتی ہے	عقل اور عقلمند کو قضا احمق بنا دیتی ہے

یعنی اے وہ شخص کہ عقل تیری عطارد پر اعتراض کرے تو عقل و عاقل کو قضا احمق کر دیتی ہے یعنی اے شخص جو کہ اس قدر عاقل ہے کہ عطارد پر اعتراض کرتا ہے مگر جب قضا آتی ہے تو وہ سب کو اندھا کر دیتی ہے اور کچھ بھی نہیں سوجھتا۔ تو اسی طرح تو اگرچہ عاقل تھا مگر اب جو قضا آئی ہے تو ساری عقل رفو چکر ہوگئی اور اب مرنے کو آیا ہے۔

نحس خرگوشے کہ باشد شیر جو	زیرکی و عقل و چالاکیت کو
تو وہ منحوس خرگوش ہے جو شیر کی جستجو کرے	تیری ذہانت اور عقل اور چالاکی کہاں گئی؟

یعنی منحوس ہے وہ خرگوش جو کہ شیر کا متلاشی ہو۔ تیری زیرکی اور عقل اور چالاکی کہاں ہے یعنی سب لوگوں نے کہا کہ تجھے کیا ہوگیا کہ کسی طرح مانتا ہی نہیں اور اپنی موت کے درپے ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

ہست صد چندین فسونہائے قضا	گفت اذا جاء القضا ضاق الفضا
قضا کے سینکڑوں حیلے ہیں	فرمایا ہے جب قضا آتی ہے فضا تنگ ہو جاتی ہے

یعنی ایسے سینکڑوں قضا کے افسوں ہیں اور فرمایا ہے کہ جب قضا آئی تو فضا تنگ ہو جاتی ہے یعنی رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب قضا آتی ہے تو ایک میدان وسیع بھی تنگ معلوم ہونے لگتا ہے تو اسی طرح جب قضا آتی ہے عقل وغیرہ سب بیکار ہو جاتی ہیں۔

صد رہ و مخلص بود از چپ و راست	از قضا بستہ شود گر اژدہاست
دائیں بائیں سینکڑوں راستے اور بچاؤ کی جگہیں ہوتی ہیں	قضا سے بندھ جاتا ہے خواہ اژدہا ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی سوراخ اور مخلص دائیں بائیں سے ہوتے ہیں (مگر) قضا سے بستہ ہوجاتا ہے اگرچہ اژدہا ہے۔ یعنی اگرچہ کتنے ہی مخلص ہوں مگر جب قضا آتی ہے تو سارے راستے بند ہوجاتے ہیں اور کہیں نکلنے تک کو جگہ نہیں ملتی۔ تو اسی طرح عاشق بخاری بھی ہے کہ اس کی قضا آ گئی ہے لہذا یہ مرنے کو پھرتا ہے اگرچہ اس کے بھاگنے کے سو حیلے ہیں اور راستے ہیں جب لوگوں نے اس کو ظاہر ہونے سے ملامت کی اور منع کیا تو وہ جواب دیتا ہے کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جب اسے ہوش آیا تو وہ خوش خوش بخارا میں آیا۔ جو کہ اس کے معشوق کا شہر اور اس کے لئے دارالامان تھا اس کی خوشی کی یہ حالت تھی جیسے کہ عاشق الٰہی عروج روحانی سے فلک معنوی پر پہنچے۔ اور مطلوب حقیقی اس کو آغوش رحمت میں لے کر کہے کہ ہاں مجھے خوب آغوش میں لے۔ (یہ ہے توجیہ نسخہ ''مستی'' کی اور میرے نزدیک نسخہ ''مرغے'' سہو ناسخ ہے اور جو توجیہ اس کی گئی ہے یعنی عاشق صدر جہان خود را در معرض ہلاکت انداخت وبدارالامان محبوب رسید مانند مرغے کہ بسوئے کرہ ناری پرواز کند تا خود را بسوزد وناگاہ ماہش در کنار کشد وگوید کہ مرا در برگیر۔ انتہی' بے مزہ ہے کیونکہ بیت اول میں اول تو معرض ہلاکت میں پڑنے کا ذکر نہیں۔ دوسرے جانور کا کرۂ نار میں ہلاکت کے لئے جانا بے معنی ہے۔ پھر کرۂ نار میں چاند کا اس کو آغوش میں لینا بے معنی۔ کیونکہ وہ فلک پر ہے نہ کہ کرۂ نار میں نیز ماہ کے اس کو آغوش میں لینے سے اس کو مسرت ہونا کیا معنے۔ مگر یہ کہ مرغ سے خاص چکور مراد لیا جاوے۔ ان سب کے علاوہ تشبیہ اس لئے بھی مناسب نہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشق مرنے کے لئے گیا تھا مگر یہ دولت اس کو خلاف توقع حاصل ہوگئی حالانکہ اس کا مقصود وصل محبوب تھا نہ کہ ہلاک ہونا۔ ہاں اتنی بات ضرور تھی کہ وہ اس پر تیار تھا اور سمجھتا تھا کہ اگر اس نے مجھے مار بھی ڈالا تو بھی میرے لئے اس زندگی سے اچھا ہے واین ھذا من ذالک علاوہ ازیں ابھی تو وہ بخارا میں پہنچا ہے۔ وصال تو ہوا بھی نہیں پھر ابھی سے یہ تشبیہ کیسے ٹھیک ہے۔ غرضکہ یہ توجیہ ٹھیک نہیں معلوم ہوتی علامہ بحرالعلوم نے بھی اس پر اعتراض کیا ہے مگر ان کا اعتراض اس بناء پر ہے کہ اثیر کا اطلاق کرۂ نار پر نہیں آتا لیکن یہ ان کا سہو ہے خود مولانا ہی نے اس کو بمعنے کرۂ نار استعمال کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ۔

گرمی تن را ہمی خواند اثیر کہ زناری راہ اصل خویش گیر

(واللہ اعلم) جس کسی نے کہ اسے بخارا میں دیکھا یہی کہا کہ اٹھ اور قبل اس کے کہ صدر جہاں کو اطلاع ہو بھاگ جا۔ اس لئے کہ وہ تجھ کو بہت غصہ سے ڈھونڈتا ہے اور مقصود یہ ہے کہ دس برس کی عداوت نکالے پس خدا سے ڈر اور ہلاکت میں نہ پڑ اور تیرے دل نے جو تجھے اطمینان رہائی دلایا ہے وہ محض افسون اور فریب ہے۔ اس پر بھروسہ نہ کر تو صدر جہان کا کوتوال تھا اور اس کے نزدیک بہت بڑا دانا اور معتمد اور مہندس کامل تھا نیز تو اس کا مشیر

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی تھا وہ تیری عزت بھی بہت کرتا تھا مگر تو نے ان باتوں کی قدر نہ کی اور گناہ میں متہم ہو گیا اول تو تو نے یہ حماقت کی کہ بیوفائی کی اس کے بعد یہ ہوشیاری کی کہ تو بھاگ گیا اور سزا سے بچ گیا۔ اب دوبارہ یہ حماقت کیوں کرتا ہے کہ چھوٹ کر پھر پھندے میں پھنستا ہے سینکڑوں تدبیروں سے تو تو نے بلا سے نجات پائی تھی اب پھر بلا میں آ پھنسا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو تو احمق ہے یا تیرے سر پر موت کھیل رہی ہے جو تو دوبارہ یہاں آیا۔ ارے تیری عقل تو عطارد پر اعتراض کرتی ہے جو کہ منشی فلک ہے پھر تجھے کیا ہو گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ تقدیر الٰہی عقل اور عاقل دونوں کو احمق کر دیتی ہے پس تیری تقدیر تجھے یہاں لائی ہے۔ ارے کمبخت دیکھ تو سہی وہ خرگوش نہایت منحوس ہے جو شیر کو تلاش کرے اور اپنے پاؤں موت کے منہ میں جائے۔ پس تو صدر جہان کے پنجہ میں مرنے کے لئے کیوں آ پھنسا تیری دانائی اور عقل اور ہوشیاری کیا ہوئی تو اپنا بد بھی نقصان کیوں نہیں سمجھتا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یاد رکھو تقدیر الٰہی کو ایسے سینکڑوں منتریاد ہیں جن سے کہ وہ عقلا کی عقول کو معطل کر دیتی ہے اور ان کے حواس پر قبضہ کر لیتی ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے اذا جاء القضا ضاق الفضا۔ تو جب تقدیر الٰہی آتی ہے تو میدان وسیع آدمی پر تنگ ہو جاتا ہے اور بچنے کے لئے اس کے سامنے دائیں بائیں جانب سینکڑوں ذرائع نجات اور راستے ہوتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اژدہا بھی ہے تب بھی وہ حرکت نہیں کر سکتا اور وہیں ہلاک ہو جاتا ہے۔

شرح شبّیری

عاشق کا ملامت گروں اور ڈرانے والوں کو جواب دینا

گرچہ می دانم کہ ہم آبم کشد	گفت من مستسقیم آبم کشد
اگرچہ میں جانتا ہوں کہ پانی ہی مجھے مار ڈالے گا	اس نے کہا میں استسقاء کا بیمار ہوں پانی مجھے کھینچتا ہے

یعنی اس نے کہا کہ میں مستسقی ہوں اور پانی مجھے کھینچ رہا ہے اگرچہ میں جانتا ہوں کہ پانی ہی مجھے مار ڈالے گا۔ مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ اس طرف ہی سے کشش ہو رہی ہے جب تو میں جا رہا ہوں جس طرح کہ مستسقی جانتا ہے کہ پانی پینے ہی میں اس کی موت ہے لیکن پھر پانی ہی پیتا ہے اور پانی اس کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اسی طرح مجھے صدر جہان کھینچ رہا ہے اگرچہ وہ مجھے مار ہی ڈالے مگر میں تو جاؤں گا اس لئے کہ۔

گر دو صد بارش کند مات وخراب	ہیچ مستسقی نہ بگریزد ز آب
اگرچہ وہ اس کو دو سو بار مضمحل اور تباہ کرے	کوئی استسقاء کا بیمار پانی سے نہیں بھاگتا ہے

یعنی کوئی مستسقی پانی سے بھاگتا نہیں ہے اگرچہ دو سو مرتبہ اس کو مات وخراب کرے۔ مطلب یہ کہ اس کو پانی کتنا ہی خراب کرے اور کتنا ہی اس کو نقصان دے مگر مستسقی پانی سے ہرگز بھاگ نہیں سکتا۔ تو اسی طرح میں بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

صدر جہان سے بھاگ نہیں سکتا۔

گر بیاماسد مرادست و شکم	عشق آب از من نخواہد گشت کم
اگرچہ میرے ہاتھ اور پیٹ پھول جائیں	پانی کا عشق مجھ میں سے کم نہ ہوگا

یعنی اگرچہ میرے دست و شکم آماس کر آویں (مگر) پانی کا عشق مجھ سے کم نہ ہوگا۔

گویم آنگہ کہ پرسند از بطون	کاشکے بحرم رواں بودے درون
جب اندرون کے بارے میں مجھ سے پوچھیں گے تو میں کہوں گا	کاش میرے اندر سمندر جاری ہوتا

یعنی میں اس وقت کہوں گا جبکہ بطون سے پوچھیں گے کہ کاش کہ میرے اندر بحر رواں ہوتا۔ یعنی مستسقی کی تو یہ حالت ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ دریا اس کے اندر جاری ہو تو جب یہ حالت ہے تو وہ پانی سے کس طرح بھاگ سکتا ہے اور میں مثل مستسقی کے ہوں تو میں بھی نہیں بھاگ سکتا۔

خیک اشکم گو بدر از موج آب	گر بمیرم ہست مرگم مستطاب
میرے پیٹ کی مشک کو کہہ دو پانی کی موج سے پھٹ جائے	اگر میں مر گیا تو میری پاکیزہ موت ہوگی

یعنی میرے پیٹ کی مشک کو کہہ دو کہ موج آب سے پھٹ جا۔ اگر میں مر جاؤں تو میری موت مبارک ہے۔ یعنی مستسقی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ پانی کے عشق میں اپنی موت کی بھی پرواہ نہیں کرتا تو مجھے بھی کیا پرواہ ہوگی اور وہی مستسقی کہتا ہے کہ۔

من بہر جائے کہ بینم آب جو	شکم آید بودے من جائے او
میں جس جگہ نہر کا پانی دیکھتا ہوں	مجھے رشک آتا ہے کاش میں اس کی جگہ ہوتا

یعنی میں جس جگہ کہ ندی دیکھتا ہوں مجھے رشک آتا ہے کہ میں اس کی جگہ ہوتا یعنی مستسقی کو ندی کو دیکھ کر رشک ہوتا ہے کہ کاش میں اس کی جگہ ہوتا تو پانی تو میرے اندر چلا کرتا اگرچہ اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ۔

دست چون دف و شکم ہمچون دہل	طبل عشق آب می کو بم چو گل
ہاتھ دف کی طرح اور پیٹ ڈھول کی طرح ہے	میں پھول کی طرح پانی کے عشق کا ڈھول پیٹ رہا ہوں

یعنی ہاتھ مثل دف کے اور شکم مثل دہل کے میں عشق آب کا طبل گل کی طرح بجاتا ہوں یعنی ہاتھ پیٹ وغیرہ سوج آئے ہیں مگر عشق آب میں جوش ہے اسے اپنی مضرت کی کچھ خبر نہیں ہے تو اسی طرح یہ عاشق کہتا ہے کہ مجھے بھی اس کے مار ڈالنے کی پرواہ نہیں ہے اور کہتا ہے کہ۔

گر بریزد خونم آن روح الامین	جرعہ جرعہ خون خورم ہمچون زمین
اگر وہ روح الامین میرا خون بہا دے	میں زمین کی طرح گھونٹ گھونٹ خون پی جاؤں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر وہ روح الامین میرا خون گرادے تو میں زمین کی طرح گھونٹ گھونٹ کر کے خون پی لوں (روح الامین سے مراد وہی صدر جہان ہے) مطلب یہ کہ اگر وہ میرا خون کردے تو میں اس کو اس طرح گوارا کروں جس طرح کہ زمین خون کو اپنے اندر لے لیتی ہے یعنی مجھے مطلق ناگواری نہ ہو۔

چون زمین و چون جنین خون خوارہ ام	تا کہ عاشق گشتہ ام این کارہ ام
میں زمین اور پیٹ کے بچے کی طرح خون پینے والا ہوں	جب سے میں عاشق ہوا ہوں میرا یہی کام ہے

یعنی زمین اور جنین کی طرح میں خون کھانے والا ہوں اور جبکہ میں عاشق ہوا ہوں اسی کام میں ہوں یعنی جس طرح کہ جنین اور زمین خون کے کھانے والے اور خون کے پیاسے ہوتے ہیں اسی طرح میں ہوں کہ میں اپنے خون کا پیاسا ہوں تو پھر مجھے مرنے سے کیا ڈر۔ اور کہتا ہے کہ۔

شب ہمی جوشم در آتش ہمچو دیگ	روز تا شب خون خورم مانند ریگ
میں رات کو آگ میں دیگ کی طرح جوش مارتا ہوں	دن سے رات تک ریت کی طرح خون پیتا ہوں

یعنی میں رات کو آگ میں دیگ کی طرح جوش کرتا ہوں اور دن سے رات تک میں ریگ کی طرح خون کھاتا ہوں یعنی جس طرح ریت ہوتا ہے کہ اس پر خون پڑا اور اس نے جذب کیا بس یہ حالت میری ہے کہ رات دن خون جگر کھاتا ہوں اور راتوں کو دیگ کی طرح تپ ہجر سے جلتا ہوں۔

من پشیمانم کہ مکر انگیختم	ز مراد خشم او بگریختم
میں شرمندہ ہوں کہ میں نے مکر برپا کیا	میں نے اس کے غصہ اور مقصد سے گریز کیا

یعنی میں پشیمان ہوں کہ میں نے مکر کیا اور اس کے خشم کی مراد سے میں بھاگا یعنی اس کے غصہ کی جو مراد تھی کہ مجھے قتل کردے میں اس سے بھاگا۔ اس لئے میں سخت پشیمان ہوں۔

گو بران بر جان مستم خشم خویش	عید قربان اوست عاشق گاؤ میش
کہدے میری مست جان پر اپنا غصہ جاری کردے	وہ عید قرباں ہے اور عاشق بھینس ہے

یعنی کہدو کہ میری جان مست پر اپنا غصہ چلا وہ عید قربان ہے اور عاشق گاؤ میش ہے۔ یعنی وہ عید قربان کی طرح ہے اور میں گاؤ میش ہوں تو اس سے کہدو کہ مجھے شوق سے قتل کرڈالے کچھ پرواہ نہیں ہے اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ تو کہتا ہے کہ میں اپنے خون کا پیاسا ہوں وہ شوق سے ماردے اس لئے کہ میں اس کے ہجر میں بے قرار ہوں حالانکہ دیکھتے ہیں کہ تو کھاتا بھی ہے پیتا بھی ہے پھر یہ کیسی بے قراری ہے وہ اس کا جواب دیتا ہے کہ۔

گاؤ اگر خسپد دگر چیزے خورد	بہر عید و ذبح او مے پرورد
گائے اگر سوتی ہے اور اگر کوئی چیز کھاتی ہے	عید اور ذبح کے لئے وہ پرورش پاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی گائے اگر سووے اور اگر کوئی شے کھاوے عید اور ذبح کے واسطے اس کو پالتا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ جو کچھ کھاتا پیتا ہے سوتا ہے سب اس لئے تاکہ خوب موٹا ہو اور قربانی میں کام آوے۔ تو بس اسی طرح میں بھی تیار ہو گیا ہوں۔ اب اس کہد و کہ مجھے قتل کر ڈالے اور کہتا ہے کہ۔

گاؤ موسیٰ دان مرا جان دادہ	جزو جزوم حشر ہر آزادہ
مجھے (حضرت) موسیٰ کی گائے سمجھ جس نے جان عطا کی	میرا جزو جز ہر ہر آزاد کا حشر ہے

یعنی مجھے گاؤ موسے جانو کہ جو جان دادہ ہے اور میرا جزو جزو ہر آزاد کی حیات ہے۔ (آزاد سے مراد خود یہ متکلم ہے) مطلب یہ کہ وہ عاشق کہہ رہا ہے کہ میں گاؤ موسیٰ کی طرح ہوں کہ جو جان دینے والی تھی۔ اسی طرح اگر میں مر جاؤں گا تو میرا ایک ایک جزو حیات ابدی بخشے گا اور اس کی موت سے حیات جاودانی نصیب ہوگی۔

گاؤ موسیٰ بود قربان گشتۂ	کمترین جزوش حیات کشتۂ
(حضرت) موسیٰ کی گائے قربان شدہ تھی	اس کا معمولی جزو مقتول کی زندگی تھی

یعنی گاؤ موسیٰ قربان ہوئی تھی اور کمترین جزو اس کا ایک کشتہ کی حیات تھی۔

بر جہد آن کشتہ ز آسیبش زجا	در خطاب اضربوہ بعضہا
اس کی چوٹ سے مردہ جگہ سے اٹھ گیا	"اس کو اس کے بعض سے مارو" کے حکم کے مطابق

یعنی وہ کشتہ اس کی آسیب کی وجہ سے جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا خطاب اضربوہ بعضھا میں مطلب یہ کہ جب حکم اضربوہ ببعضھا کا ہوا ہے تو اس کے اثر کی وجہ سے وہ کشتہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تو جب اس کے قربان ہونے میں یہ اثر تھا کہ اس کا ایک جزو حیات مردہ ہو گیا تھا تو اگر میں مروں گا تو کیوں نہ حیات نصیب ہوگی۔ آگے کہتا ہے کہ۔

یا کرامی اذبحوا ہذا البقر	ان اردتم حشر ارواح النظر
اے میرے بزرگو! اس گائے کو ذبح کر دو	اگر تم نظری روحوں کی زندگی چاہتے ہو

یعنی اے میرے کرام تم اس بقر کو ذبح کر دو۔ اگر تم ارواح نظر کی حیات چاہتے ہو (ارواح نظر سے بھی خود یہ عاشق ہی مراد ہے) مطلب یہ کہ اگر تم میری حیات اصل چاہتے ہو اور چاہتے ہو کہ میں زندہ ہو جاؤں تو تم اس بقر تن کو ذبح کر دو کہ حیات جاودانی نصیب ہو آگے کہتا ہے کہ مرنے میں میرا کوئی نقصان نہیں ہے بلکہ اور فائدہ اور ترقی ہے اس طرح کہ۔

از جمادی مردم و نامی شدم	وز نما مردم بحیوان سرزدم
میں جمادیت سے مرا اور نباتی بن گیا	اور نباتیت سے مرا حیوان بن گیا

یعنی میں جمادی سے مرا تو نامی ہو گیا اور نما سے مرا تو حیوانیت میں سر مارا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مردم از حیوانے و آدم شدم	پس چہ ترسم کے زمردن کم شدم
میں حیوانیت سے مرا اور آدمی بن گیا	تو میں کیا ڈروں؟ میں مرنے سے کب گھٹا؟

یعنی میں حیوانیت سے مرا اور آدمی ہوگیا۔ تو میں کیا ڈروں مرنے سے میں کم کب ہوا۔

حملۂ دیگر بمیرم از بشر	تا بر آرم از ملائک بال و پر
دوسری مرتبہ میں بشریت سے فنا ہو جاؤں گا	تاکہ فرشتوں میں (ہو کر) بال و پر نکالوں

یعنی میں دوسری مرتبہ بشریت سے مروں یہاں تک کہ میں ملائک سے بال و پر نکالوں۔

وز ملک ہم بایدم جستن ز جو	کل شئی ہالک الا وجہہ
فرشتے سے بھی مجھے نہر کو کودنا چاہیے	(کیونکہ) بجز اس کی ذات کے ہر چیز فنا ہونے والی ہے

یعنی اور ملکیت سے بھی مجھے طلب کی وجہ سے نکلنا چاہئے کہ کل چیزیں سوائے اس کی ذات کے ہالک ہیں۔

بار دیگر از ملک قربان شوم	انچہ اندر وہم ناید آن شوم
دوسری مرتبہ ملکیت سے میں قربان ہوں گا	وہ جو عقل میں نہیں آ سکتا وہ ہو جاؤں گا

یعنی پھر ملکیت سے میں فنا ہوں گا تو جو شئے کہ وہم میں نہیں آتی وہ ہو جاؤں گا۔ مطلب ان پانچ اشعار بالا کا یہ ہے کہ اول خاک جماد ہوتی ہے اس کے بعد اس سے نباتات وغیرہ بنتے ہیں تو حالت جمادیت سے حالت نمو میں آئے اور حالت نمو سے پھر ان کو حیوانات نے کھایا تو وہ حالت نمو سے حیوانیت میں آئے اور حیوان کو فنا کر کے انسان نے کھایا تو حیوانیت نے انسانیت میں آئے پھر انسانیت سے فنا حاصل ہوئی تو درجہ ملکوتی حاصل ہوا۔ اب جب اس سے بھی فنا ہوں گے تو پھر وہ اتحاد اصطلاحی حق تعالیٰ کے ساتھ میسر ہوگا تو دیکھو جمادیت سے مرتبہ "اتحاد اصطلاحی تک پہنچے اور ہر پہلی حالت سے فناء ہوتے گئے اور اس کے بعد کی اس سے اچھی حالت ملتی رہی اور برابر ترقی کرتے رہے ہیں تو جب فنا میں ہمیشہ ترقی ہوئی ہے تو اب فنا اور مرنے سے کیا ڈر ہو سکتا ہے اسی کو کہتے ہیں کہ۔

پس عدم گردم عدم چوں ارغنون	گویدم کا انا الیہ راجعون
پھر عدم بن جاؤں گا' عدم ارغنون (باجے) کی طرح	مجھ سے کہتا ہے کہ ہم سب اس کی طرف لوٹنے والے ہیں

یعنی پھر میں عدم ہوں گا اور عدم ارغنوں کی طرح مجھ سے کہہ رہا ہے کہ انا الیہ راجعون۔

(ارغنون ایک باجے کا نام ہے) مطلب یہ کہ میں فنا اور معدوم ہو گیا اور عدم مجھے باجے کی طرح انا الیہ راجعون کہہ رہا ہے تو بس میں اسی طرف رجوع ہوتا ہوں اور کہتے ہیں کہ۔

مرگ دان آن کاتفاق امت است	کاب حیوانے نہان در ظلمت است
موت کو سمجھ لے کیونکہ تمام لوگوں کا اتفاق ہے	کہ آب حیات تاریکی میں پوشیدہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مرگ (اس کو) جان جو کہ اتفاق امت کا ہے کہ آب حیوانی ظلمت میں ہے مطلب یہ کہ لوگ جو کہتے ہیں آب حیوانی ظلمت میں ہے تو اس ظلمت سے مراد موت ہی ہے کہ موت کے بعد حیات ابدی اور حیات جاودانی حاصل ہوتی ہے۔

ہمچو نیلوفر بروزین طرف جو	ہمچو مستسقی حریص و آب جو
نیلوفر کی طرح اس نہر کے کنارے پر اگ جا	استسقاء کے مریض کی طرح پانی کا حریص اور تلاش کرنے والا

یعنی مثل نیلوفر کے ندی کے اس طرف سے اگ اور مثل مستسقی کے حریص (مرگ) اور مرگ کا متلاشی رہ (مشہور ہے کہ نیلوفر کا پھول سطح آب کا عاشق ہوتا ہے اور ہمیشہ پانی کے اوپر ہی رہتا ہے) مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ وہ سطح آب کا عاشق ہے کہ اس سے الگ نہیں ہوتا بلکہ سطح ہی کے اوپر رہتا ہے اسی طرح تم کو بھی چاہئے کہ بس طلب حق میں لگے رہو اور وہ بعد فناء نفس کے ملتا ہے تو بس اپنے کو فنا کر دو اور فناء پر عاشق ہو جاؤ۔

مرگ او آبست و او جویائے آب	می خورد واللہ اعلم بالصواب
اس کی موت پانی ہے اور وہ پانی کا جویاں ہے	اس کو پیتا ہے اور اللہ زیادہ بہتر جاننے والا ہے

یعنی اس (مستسقی) کی موت پانی ہے اور وہ پانی ہی کا متلاشی ہے پیتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ دیکھو مستسقی پانی ہی پر مرتا ہے اور پھر پانی ہی کی دھن میں لگا رہتا ہے اسی طرح تم بھی عاشق حق ہو جاؤ اور اپنے کو فناء کر کے اس طرف متوجہ ہو جاؤ کہ اسی میں کچھ ملے گا اور یہی مقصود اصل حیات اور زندگی دنیا سے ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے فسردہ عاشق ننگیں نمد	کو زبیم جان ز جانان می رمد
اے بھیگے ہوئے نمدے والے ٹھٹھرے ہوئے عاشق!	کہ وہ جان کے ڈر سے محبوب سے بھاگتا ہے

یعنی اے افسردہ اور اے عاشق ننگین نمد کے کہ وہ خوف جان کی وجہ سے جانان سے بھاگتا ہے (ننگین نمد سے مراد تن انسانی ہے) مطلب یہ کہ اے وہ شخص کہ اپنے اس تن ظاہری پر عاشق ہو رہا ہے اور اس کے فنا ہونے ڈر کے مارے حق تعالیٰ کی طلب سے بھاگتا ہے تو اس کو سن لے کہ۔

سوئے تیغ عشقش اے ننگ زمان	صد ہزاراں جان نگر دستک زنان
اے زمانے کے لئے باعث ذلت اس کے عشق کی تلوار کی جانب	لاکھوں جانوں کو تالیاں بجاتا ہوا دیکھ

یعنی اے ننگ زمان اس کی تیغ عشق کی طرف لاکھوں جانیں تالیاں بجاتی ہوئی دیکھ۔ یعنی اگر اس کے عشق میں تو فنا بھی ہو گیا تو کوئی جرم نہیں ہے اس لئے کہ اس ایک جان کے بدلے میں لاکھوں جانیں ملیں گی۔ ہستی حق کے آگے اس اپنی ہستی کو فنا کر دو تو تم کو حیات ابدی اور ہستی جاودانی میسر ہو گی۔

جوئے دیدے کوزہ اندر جوئے ریز	آب را از جوئے کے باشد گریز
تو نے نہر دیکھ لی پیالہ نہر میں بہا دے	پانی نہر سے کب گریز کرتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تو نے ندی کو دیکھ تو لیا کوزہ کو ندی میں ڈال دے اور پانی کو ندی سے کب گریز ہوتا ہے (جو سے مراد ہستی حق اور کوزہ سے مراد ہستی انسانی) مطلب یہ کہ جب اس کا وجود اور اس کی ہستی پیش نظر ہو گئی تو اب اس کی ہستی کے سامنے اپنی ہستی کو فنا کر دے اور وہی اتحاد اصطلاحی حاصل کر لے اپنی ہستی کو بالکل مٹا دے اس لئے کہ جس طرح کہ پانی کو ندی سے گریز نہیں ہے بلکہ آخر الامر وہیں جاوے گا اسی طرح اس ہستی کو ہستی حق سے کہیں گریز نہیں ہے تو پھر بچانے سے فائدہ کیا ہے۔

آب کوزہ چوں در آب جو شود	محو گردد دروے و چون او شود
پیالے کا پانی' جب نہر کے پانی میں مل جاتا ہے	اس میں فنا ہو جاتا ہے اور اس جیسا ہو جاتا ہے

یعنی کوزہ کا پانی جب ندی کے پانی میں جاوے تو وہ اس میں محو ہو جاوے اور اسی کی طرح ہو جاوے۔

وصف او فانی شود ذاتش بقا	زیں سپس نے کم شود نے بدلقا
اس کا وصف فانی اور اس کی ذات باقی بن جاتی ہے	اس کے بعد نہ وہ گھٹتا ہے نہ بدصورت بنتا ہے

یعنی اس کا وصف تو فانی ہو جاتا ہے اور ذات باقی ہوتی ہے اس کے بعد نہ وہ کم ہوتا ہے اور نہ بدلقا ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو اگر کوزہ کے پانی کو دریا میں ملا دو تو وہ اس میں مل کر بالکل یکساں ہو جاتا ہے اور اس کے تمام اوصاف فانی ہو جاتے ہیں لیکن اس کی ذات باقی رہتی ہے کہ مثلاً اگر پہلے اس میں دس کروڑ من پانی تھا تو اب ایک کوزہ اور دس کروڑ من پانی ہے پس اسی طرح حق تعالیٰ کے وجود اور ذات کے سامنے ہستی انسانی کے تمام اوصاف فنا ہو جاتے ہیں کوئی وصف اس کا باقی نہیں رہتا لیکن اس کی ذات باقی ہوتی ہے اور جب وہ پانی دریا میں مل جاتا ہے تو پھر نہ کبھی سڑتا ہے نہ بگڑتا ہے ہمیشہ عمدہ رہتا ہے اسی طرح انسان کو جب مرتبہ فنا کا حاصل ہو گیا تو اب وہ کبھی مردود نہیں ہوتا اس پر ہلاکت نہیں آتی بلکہ باعتبار اس اتحاد کے وہ ہمیشہ موجود ہے یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حق تعالیٰ سے اس کو تعلق ہے خواہ اس کی یہ ہستی دنیا میں موجود ہو یا فنا ہو چکی ہو تو جب فنا میں یہ فوائد ہیں کہ اس کے بعد حیات ابدی حاصل ہوتی ہے تو کیوں نہ فنا اختیار کی جاوے۔ یہاں تک تو کچھ اس عاشق کی زبان سے اور کچھ خود مولانا نے فناء کے فوائد بیان فرمائے اور اس سے ثابت کر دیا کہ اگر صدر جہان اس غلام کو مار بھی ڈالے تو کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ اس میں فائدے ہی فائدے ہیں اور اسی کے ضمن میں مرتبہ فنا کے حصول کی ترغیب دی کہ انسان کو چاہئے کہ فنا اختیار کرے اور حیات ابدی حاصل کرے آگے پھر اسی عاشق کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ عاشق نے ان کو جواب دیا کہ صاحبو میں تو مستسقی ہوں پانی مجھے کھینچتا ہے اگرچہ میں جانتا ہوں کہ وہ پانی مجھے مار ڈالے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ مستسقی پانی سے نہیں بھاگتا اگرچہ وہ دو سو مرتبہ اس کو شکست دے

www.besturdubooks.wordpress.com

چکا اور برباد کر چکا ہو۔ اگر میرے ہاتھ اور میرا پیٹ ورم کر جائے تو بلا سے مجھ سے تو پانی کا عشق کم نہ ہوگا۔ جب کوئی میرے اندرونی حالت دریافت کریگا تو میں یہی کہوں گا کہ کاش میرے اندر دریا بہتا ہو اور پانی کی موج سے اگر میرا پیٹ پھٹ جائے تو بلا سے اور اگر میں مر جاؤں تو یہ مرنا میرے لئے نہایت پسند ہے میں جہاں کہیں ندی کا پانی دیکھتا ہوں مجھے رشک آتا ہے اور میں کہتا ہوں کہ کاش ندی میں ہوتا اور یہ پانی سارا میرے اندر ہوتا۔ میرا ہاتھ سوج کر ڈھپڑا ہو گیا ہے اور میرا پیٹ پھول کر ڈھول ہو گیا ہے لیکن میں ہنوز عشق آب کا ڈھول بجا رہا ہوں۔ اور میں پانی پر یوں عاشق ہوں جیسے اس پر پھول عاشق ہوتا ہے۔ تم یہ کہتے ہو کہ صدر جہان تجھے مار ڈالے گا سو سنو اگر وہ روح الامین میرا خون گرائے تو میں زمین کی طرح لہو کے گھونٹ پینے پر آمادہ ہوں اور میں زمین اور جنین کی طرح لہو کے گھونٹ پینے کا عادی ہوں اور جب سے عاشق ہوا ہوں میرا یہی کام ہے۔ رات بھر سوز عشق سے ہانڈی کی طرح پکتا ہوں اور دن سے رات تک ریت کی طرح اپنا خون پیتا ہوں میں تو اسی سے نادم ہوں کہ میں نے دھوکا کیوں کیا اور اس کے مقصد اور غصہ سے کیوں بھاگا۔ وہ اگر میری جان پر اپنا غصہ نکالے تو نکالنے دو کیونکہ وہ عید قربان ہے اور عاشق بھیڑ۔ اس کا کام ذبح ہی ہوتا ہے۔ نیز عاشق گائے ہوتا ہے اور گائے کا کھانا اور سونا سب عید قربان ہی کے لئے ہے اور ذبح ہی کے لئے وہ پالی جاتی ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ میں جو بحکم موتوا قبل ان تموتوا جیتے جی ہی مر چکا ہوں تو اس سے تم مجھے مردہ نہ سمجھنا بلکہ میں ایسا مردہ ہوں کہ جیسے گاو موسیٰ جس کے اجزا میں خاصیت احیاء تھی پس میرا ایک ایک جزو ایسے لوگوں کو زندہ کرنے کی خاصیت رکھتا ہے جو شرف سعادت سے بہرہ ور ہیں جس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام کی گائے قربان ہو گئی تھی اور اس کے ادنیٰ جزو میں یہ خاصیت پیدا ہو گئی تھی کہ اس نے مردہ کو زندہ کر دیا تھا اور اضربوہ ببعضها کا خطاب ہوتے ہی اور مارتے ہی اس کے صدمہ سے مردہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پس اے معزز حضرات تم اپنے گاو تن کو ضرور قربان کرو اگر تم چاہتے ہو کہ حق بین روحیں زندہ ہوں تم ڈرو نہیں کیونکہ مرنا ہرگز مضر نہیں بلکہ سراسر مفید ہے دیکھو میں اول جماد تھا جمادی سے مرا تو نامی ہوا اور نمائے فقط سے مرا تو حیوان ہوا اور حیوان صرف سے مرا تو انسان ہوا۔ ایسی حالت میں مجھے مرنے کا کیا خوف ہو سکتا ہے پس تم کو بھی نہ ڈرنا چاہئے اس کے بعد انسانیت پختہ سے مروں گا تو فرشتہ ہو کر پر و بازوں کالوں گا مگر ملکیت پر بھی مجھے قناعت نہ چاہئے بلکہ اس ندی کو بھی طے کرنا چاہئے کیونکہ کل شیء ھالک الا وجھہ قرآن میں موجود ہے پس میں ملک ہو کر بھی ہلاک سے نہیں بچ سکتا۔ لہذا میں ملکیت سے بھی مروں گا اور وہ ہو جاؤں گا جو وہم سے بھی باہر ہے یعنی میں فانی محض ہو جاؤں گا۔ عدم بزبان حال ارغنون باجے کی طرح مجھ سے کہہ رہا ہے اور مجھے سنا رہا ہے کہ انا الیہ راجعون یعنی تم معدوم اور بالکل فنا ہو کر واصل بحق ہو جاؤ گے پس میں مٹ کر واصل و باقی بحق ہو جاؤں گا اور اس طرح ہلاکت سے بچ جاؤں گا پس تم موت کو جس پر کہ عالم کا اتفاق ہے مضر نہ سمجھو بلکہ اس کو ایک چشمہ آب حیات سمجھو جو ظلمت میں مخفی ہے یعنی گو اس سے وحشت ہوتی ہے مگر اس میں خاصیت احیاء کی ہے۔ لہذا تم موت کو اختیار کرو۔ اور اس میں ڈوب کر یوں پیدا ہو جیسے پانی سے نیلوفر اور اس کے یوں طالب ہو جیسے کہ مستسقی اس کا شائق اور

www.besturdubooks.wordpress.com

طالب ہوتا ہے کیونکہ پانی اس کی موت ہے اور وہ پانی کا طالب ہے لہذا وہ فی الحقیقۃ موت ہی کا طالب ہے۔ اور نہایت رغبت وشوق سے اس کو پی جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اب مولانا مدعی عشق الٰہی کو خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے جھوٹے عاشق جو کہ جان کے خوف سے محبوب حقیقی سے بھاگتا ہے اور جس کا وجود قابل ننگ ہے تو دیکھو تو سہی کس قدر جانیں اس کے تیغ عشق کے سامنے خوشی خوشی تالیاں بجارہی ہیں۔ پس تیری جان کیا انوکھی ہے کہ وہ اس سے بچتی ہے۔ ارے کمبخت نہر سامنے ہے اپنا لوٹا بھی اسی میں ڈال دے۔ بھلا کہیں پانی بھی نہر سے بھاگتا ہے۔ یعنی حق سبحانہ قریب ہیں تو ان سے اتصال معنوی پیدا کر کیونکہ تو پانی کی طرح فرع ہے اور حق سبحانہ ندی کی طرح اصل بھلا کہیں فرع اصل سے بھاگتی ہے۔ پس تو حق سبحانہ سے کیوں بھاگتا ہے یاد رکھ کہ جب لوٹے کا پانی ندی کے پانی میں شامل ہو جاتا ہے تو اس میں فنا ہو جاتا ہے اور اسی کی صفات اختیار کر لیتا ہے اور گو ذات باقی رہتی ہے مگر وصف فنا ہو جاتا ہے اور اس کے بعد نہ اس کی ذات میں کمی آتی ہے نہ کسی صفت میں پس تو بھی جب حق سبحانہ سے اتصال معنوی پیدا کرلے گا تیری بھی یہی حالت ہو جاوے گی کہ بقاء ذات کے ساتھ متخلق باخلاق ہو جاویگا۔ اور فنا ذات واستحالہ صفات سے مصون ومحفوظ ہو جاوے گا۔

شرح شبّیری

اس عاشق کا معشوق کے پاس پہنچ جانا جبکہ اس نے جان سے ہاتھ دھو لئے

خویش را برنخل او آو یختم	عذر آنرا کہ ازو بگر یختم
میں نے اپنے آپ کو اس کے کھجور کے درخت پر لٹکا دیا	اس معذرت میں کہ میں اس سے بھاگا تھا

یعنی (اس نے عاذلوں سے کہا کہ) میں نے اپنے کو اس کے نخل پر لٹکا دیا ہے اس کے عذر میں کہ میں اس سے بھاگا۔ مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ میں چونکہ اس کے پاس سے بھاگ گیا تھا۔ لہذا اب اس کی تلافی کے واسطے میں اس کی دار پر لٹکنے کو تیار ہوں۔

ہمچو گوئے سجدہ کن بر روئے وسر	جانب آن صدر شد با چشم تر
سر اور چہرے کے بل سجدے کرتا ہوا گیند کی طرح	پرنم آنکھوں کے ساتھ اس صدر (جہاں) کی طرف روانہ ہو گیا

یعنی گیند کی طرح رو اور سر پر سجدہ کرتا ہوا اس صدر کی طرف باچشم تر چلا۔

بر رخ چوں زعفران اشک روان	رفت آن بیدل سوئے صدر جہان
زعفرانی چہرے پر آنسو بہاتا ہوا	وہ بیدل صدر جہاں کی جانب چلا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی زعفران جیسے چہرہ اشک رواں وہ بیدل صدر جہان کی طرف چلا۔ یعنی زعفران جیسے چہرہ پر آنسو بہ رہے تھے اور وہ صدر جہان کے پاس جارہا تھا۔

ہم کفن ہم تیغ اندر دست او	چونکہ بود او عاشق و سرمست او
کفن بھی اور تلوار بھی اس کے ہاتھ میں	کیونکہ وہ اس کا عاشق اور متوالا تھا

یعنی کفن بھی اور تیغ بھی اس کے ہاتھ میں تھی کیونکہ وہ اس کا عاشق اور سرمست تھا۔ (پہلے قاعدہ تھا کہ جب کوئی بھاگا ہوا مجرم حاضر ہوتا تھا تو مع کفن اور تیغ کے حاضر ہوتا تھا جس کے یہ معنے ہوتے تھے کہ ہم حاضر ہیں قتل کرڈالو۔ اسی طرح یہ بھی معترف قصور مع کفن اور شمشیر کے حاضر ہوگیا۔

جملہ خلقان منتظر سر در ہوا	کش بسوزد یا بر آویزد و را
تمام لوگ سروں کو اوپر کئے ہوئے منتظر تھے	کہ وہ اس کو جلائے گا یا اس کو پھانسی دیگا

یعنی تمام مخلوق منتظر سردر ہوا تھی کہ اس کو جلاتا ہے یا اس کو (دار پر) لٹکاتا ہے (سردر ہوا سے مراد غایت انتظار ہے) یعنی سب منتظر تھے کہ دیکھئے اب اس کی ساتھ کیا کرتا ہے اور یہ کہہ رہے تھے کہ۔

ایں زمان ایں احمق یک لخت را	آن نماید کہ زمان بدبخت را
اب اس پورے احمق کے ساتھ	(صدر جہاں) وہ کرے گا جو زمانہ کسی بدبخت سے کرتا ہے

یعنی اس وقت اس پورے احمق کو وہ دکھلاوے گا جو کہ زمانہ بدبخت کو یعنی زمانہ بدبخت کو سختی دکھاتا ہے۔

پس اسی طرح یہ صدر جہان اس احمق کے ساتھ سختی کرے گا اور احمق اس لئے کہا کہ باوجود اس کے کہ اس کے پاس سے بھاگ چکا تھا اور پھر مرنے کے لئے آگیا۔

ہمچو پروانہ شرر انور دید	احمقانہ درفتاد از جان برید
اس نے پروانے کی طرح چنگاریوں کو نور سمجھا	بے وقوفوں کی طرح گرا (اور) جان کھو دی

یعنی پروانہ کی طرح شرر کو نور دیکھا اور احمقوں کی طرح جا پڑا اور جان سے قطع کردیا۔ یعنی اس عاشق نے صدر جہاں کے پاس حاضر ہونے کو جو مثل شرر کے تھا نور سمجھا اور نور سمجھ کر اس کے اندر احمقوں کی طرح جا پڑا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

لیک شمع عشق چو آن شمع نیست	روشن اندر روشن اندر روشنیست
لیکن عشق کی شمع، اس شمع کی طرح نہیں ہے	روشن در روشن در روشن ہے

یعنی لیکن شمع عشق اس شمع کی طرح نہیں ہے (وہ تو) روشن اندر روشن اندر روشن ہے۔

او بعکس شمعہائے آتشی است	می نماید آتش و جملہ خوشی است
وہ آگ کی شمعوں کے بالکس ہے	آگ نظر آتی ہے، اور سراپا خوشی ہے

یعنی برعکس شمعہائے آتشی کے ہے کہ دکھلائی آتش دیتی ہے اور بالکل خوشی ہے مطلب یہ کہ لوگ کہہ رہے تھے کہ پروانہ کی طرح اس نے شرر کو نور سمجھا اور اس میں آ پڑا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ارے عشق کی شمع وہ شمع نہیں ہے کہ جو جلا دے بلکہ یہ ظاہر میں تو آگ ہے لیکن باطن میں نور ہی نور ہے شمع ظاہری تو آتش ہوتی ہے مگر یہ آتش نہیں ہے بلکہ یہ نور ہے اور یہ روشن در روشن ہے اس میں آ کر اس شمع جیسا جلنا نہیں ہے اس کا جلنا۔ اور طرح کا ہے کہ اس میں جو جل گیا وہ ہمیشہ ٹھنڈا رہا۔ آگے اس پر ایک حکایت لاتے ہیں خلاصہ جس کا یہ ہے کہ ایک مسجد میں کوئی طلسم تھا اور جو شخص رات کو اس مسجد میں رہتا تھا اس کو خوفناک آوازیں اس قدر سنائی دیتی تھیں کہ وہ مر جاتا تھا تو لوگ رات کو اس میں رہتے نہ تھے ایک شخص آیا اور رات کو اس نے اس میں رہنے کا قصد کیا لوگوں نے منع کیا اس نے کہا کہ میں تو مرنے کو پھرتا ہوں اور میں تو موت پر عاشق ہوں مر جاؤں گا تو کچھ پرواہ نہیں ہے اور اس نے کسی کی نہ مانی اور وہیں سویا حسب معمول رات کو وہی آوازیں سنائی دیں اور معلوم ہوا کہ بڑا شور وغل ہے اور کوئی کہہ رہا ہے کہ آتا ہوں۔ آتا ہوں اس نے فوراً کہا کہ آجا میں بھی تیار ہوں چونکہ اس طلسم کے ٹوٹنے کی یہی سبیل تھی کہ کوئی یہ کہدے آجا میں تیار ہوں لہذا اس کے کہنے سے وہ طلسم ٹوٹ گیا اور بیشمار خزانہ اس کے اندر سے نکلا تو دیکھو چونکہ یہ عاشق تھا اور مرنے کو تیار ہو گیا تو اس کو کس قدر خزانہ ملا حالانکہ ظاہر میں تو اس کی ہلاکت معلوم ہوتی تھی مگر اصل میں وہ اس کی ہلاکت نہ تھی بلکہ اس کے لئے مفید اور نافع تھا۔ اسی طرح اس عاشق صدر جہاں کا آنا بھی مضر نہ تھا بلکہ نافع ہی تھا اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ یہاں سے پھر مولانا جواب عاشق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اس عذر میں کہ اس سے بھاگا تھا اپنے کو اس کی سولی پر لٹکا چکا ہوں یعنی مرنے کے لئے تیار ہو گیا ہوں ان کو یہ جواب دیگر گیند کی طرح منہ اور سر سے سجدے کرتا ہوا اور روتا ہوا صدر جہاں کی جانب روانہ ہوا اس کے زعفران کی طرح زرد رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے اس حالت سے وہ عاشق صدر جہان کے پاس گیا نیز چونکہ اس کا عاشق اس کی محبت کے نشہ میں چور تھا اس لئے ہاتھ میں کفن بھی تھا اور تلوار بھی تمام لوگ منتظر کھڑے ہوئے تھے کہ دیکھیں اس کو جلاتا ہے یا سولی دیتا ہے اور دل میں کہہ رہے تھے کہ اس وقت صدر جہاں اس الو کے ساتھ وہ کرے گا جو زمانہ ایک بدنصیب کے ساتھ کیا کرتا ہے یعنی اس کو ملیا میٹ کرے گا۔ اس احمق نے پروانہ کی طرح آتشی شعلہ کو نور سمجھا اور دشمن کو دوست جانا لہذا اپنی حماقت سے اوندھے منہ گرا اور جان کھوئی۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ ان کی غلطی ہے کہ انہوں نے اس کی حالت کو پروانہ کی حالت پر قیاس کیا جمع عشق وہ شمع نہیں ہے جو پروانوں کو جلاتی ہے بلکہ یہ نور در نور در نور غرضکہ سراسر نور ہے وہ آتشی شمعوں کے بالکل برعکس ہے یہ صرف دیکھنے میں آگ ہے اور حقیقت میں سراپا خوشی اور راحت ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

اس مسجد کی حالت کو بیان کرنا جو کہ مہمان کش تھی اور اس عاشق لاابالی موت کے شائق کا بیان جو کہ اس مسجد میں رات کو مہمان ہوا

یک حکایت گوش کن اے نیک پے	مسجدے بد بر کنارے شہر رے
اے نیک خصلت! ایک قصہ سن	رے شہر کے کنارے پر ایک مسجد تھی

یعنی اے نیک پے ایک حکایت سنو کہ ایک مسجد شہر رے کے کنارہ پر تھی۔

ہیچکس در وے نخفتے شب زبیم	کہ نہ فرزندش شدے آنشب یتیم
کوئی شخص رات کو اس میں نہ سوتا' کہ ڈر کی وجہ سے	اس رات میں اس کے بچے یتیم نہ ہو جاتے

یعنی کوئی شخص اس میں رات کو خوف سے نہ سوتا کہ اس کا لڑکا اس رات کو یتیم نہ ہو جاتا یعنی جو اس میں رات کو سوتا وہی مر جاتا تھا۔

ہر کہ در وے بے خبر چون کور رفت	صبح دم چوں اختران در گور رفت
جو بے خبر اندھے کی طرح اس میں چلا گیا	صبح ہوتے وہ ستاروں کی طرح قبر میں چلا گیا

یعنی جو کوئی اس میں اندھے کی طرح بے خبر چلا گیا صبح ہی کو ستاروں کی طرح گور میں گیا۔ یعنی جس طرح کہ ستارے صبح کو چھپ جاتے ہیں اسی طرح وہ بھی صبح کو مر کر گور میں پوشیدہ ہو جاتا تھا آگے ایک شعر میں مولانا مضمون ارشادی فرماتے ہیں کہ۔

خویشتن را نیک ازین آگاہ کن	صبح آمد خواب را کوتاہ کن
اپنے آپ کو اس سے اچھی طرح باخبر کر لے	صبح ہو گئی نیند کو مختصر کر

یعنی اپنے کو اس سے اچھی طرح آگاہ کر صبح آ گئی ہے نیند کو کم کر۔ یعنی اس حکایت میں آیا کہ صبح کے وقت وہ گور میں جاتا تھا اسی طرح تیری بھی صبح پیری آ گئی ہے۔ اب ذرا ہوش سنبھال کہ گور میں جانے والا ہے۔ غفلت کو ایک طرف کر اور ہوشیار ہو جا۔ آگے پھر وہی حکایت ہے کہ۔

ہر کسے گفتے کہ پریاں تند	اندرون مہمان کشان با تیغ کند
ہر شخص کہتا کہ بدمزاج پریاں ہیں	اس میں مہمان کو کند تلوار سے مار ڈالنے والی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہر شخص کہتا کہ جنات سخت مہمان کو کند تلوار سے مار ڈالنے والے ہیں۔

آن دگر گفتے کہ سحرست و طلسم	کہ رصد باشد عدو جان و جسم
کوئی کہتا کہ جادو اور طلسم ہے	جو جان اور جسم کے دشمن کی طرح گھات میں رہتا ہے

یعنی وہ دوسرا کہتا کہ سحر و طلسم ہے کہ (جو ایسا) کمینگاہ ہو جاتا ہے (جو کہ جان و جسم کا عدو ہو یعنی کسی کا خیال تھا کہ اس میں جن رہتے ہیں اور کوئی کہتا کہ طلسم اور جادو ہے۔

آن دگر گفتے کہ بر نہ نقش فاش	بر درش کائی میہمان اینجا مباش
دوسرا کہتا کہ کھلا اعلان لگا دے	اس کے دروازے پر کہ اے مہمان! یہاں نہ ٹھہر

یعنی وہ دوسرا کہتا کہ ایک اطلاع ظاہر اس کے دروازہ پر رکھ دو کہ اے مہمان اس جگہ مت رہ یعنی کوئی کہتا کہ یہاں ایک جلی قلم سے اطلاع لکھ کر لگا دو کہ بھائی یہاں کوئی مت رہو اور کہہ دو کہ۔

شب مخسپ اینجا اگر جان بایدت	ورنہ مرگ اینجا کمین بکشایدت
اگر تو جان (بچانی) چاہتا ہے یہاں رات کو نہ سونا	ورنہ اس جگہ موت تجھ پر گھات لگائے گی

یعنی رات کو اس جگہ مت سو اگر تجھے جان چاہئے ہے ورنہ موت اس جگہ تیری کمین کھولے گی یعنی کمین گاہ سے نکل کر تجھے لے جاوے گی۔

وان دگر گفتے کہ شب قفلے نہید	غافلے کاید شمارہ کم دہید
ایک کہتا کہ رات کو تالا لگا دو	کوئی انجام آئے تو تم داخل نہ ہونے دو

یعنی وہ دوسرا کہتا کہ رات کو ایک قفل لگا دو اور جو غافل کہ آوے تم اس کو راہ مت دو۔ یعنی کوئی کہتا کہ یہاں ایک اعلان لگا دیتا کہ کسی کو دھوکہ نہ ہو۔ اور کوئی کہتا کہ قفل لگا دو اور اگر کوئی غافل آجاوے تو تم اس کو جانے مت دو بلکہ روک دو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اچھا ایک حکایت سنو جس سے تم کو مضمون بالا کی تصدیق ہو۔ شہر رے کے کنارہ پر ایک مسجد تھی رات کو اس میں کوئی شخص ایسا نہ سوتا تھا جو ڈر کر مر نہ جاتا ہو اور اس رات کو اس کے بچے یتیم نہ ہو جاتے ہوں۔ جو شخص اس میں ناواقفی سے اور اندھا دھند چلا جاتا ستاروں کی طرح وہ بھی صبح کو قبر میں چلا جاتا تھا اب مولانا ضمناً ایک نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم کس غفلت میں ہو دیکھو ہوشیار ہو صبح پیری آ پہنچی ہے اور قبر میں جانے والے ہو اس غفلت کو چھوڑ و خواب سے بیدار ہو اور قبر میں جانے کے لئے تیار ہو جاؤ اس مضمون کو ختم کر کے پھر قصہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں لوگ چہ میگوئیاں کیا کرتے تھے کوئی کہتا کہ معلوم ہوتا ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس میں بڑی غضبناک پریاں رہتی ہیں جو کہ مہمان کو کند تلوار سے یعنی بڑی بے رحمی سے مارتی ہیں دوسرا کہتا کہ یہاں کوئی سحر اور طلسم ہے جو کہ اس کمینگاہ میں رہ کر لوگوں کو ضرر پہنچاتا ہے کیونکہ گھات میں رہنے والے جان وجسم کے دشمن ہوتے ہیں تیسرا کہتا کہ جی کچھ بھی ہو اب مناسب یہ ہے کہ دروازہ پر ایک صاف صاف اعلان اس مضمون کا لگا دیا جاوے کہ اے مسافر یہاں نہ ٹھہرنا اور اگر تجھے جان درکار ہے تو رات کو یہاں نہ سونا ورنہ موت کمین گاہ سے نکل کر تجھ پر واقع ہوگی چوتھا کہتا کہ یہ بھی کافی نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی جاہل ہو یا اس کی طرف التفات نہ کرے۔ اس لئے اس میں قفل ڈال دو اور راستہ ہی بند کردو۔

شرح شبّیری

ایک مہمان کا اس مہمان کش مسجد میں آنا

تا یکے مہمان در آمد وقت شب	کو شنیده بود آن صیت عجب
حتیٰ کہ ایک مہمان رات کو آ گیا	جس نے وہ عجیب شہرت سنی تھی

یعنی یہاں تک کہ رات کے وقت ایک مہمان آیا کہ اس نے اس عجیب شہرت کو سنا تھا۔ یعنی وہ لوگ یہ رائیں لگا رہے تھے کہ ایک مہمان صاحب اسی مسجد میں اس کا یہ عجیب قصہ سن کر شب باشی کے لئے تشریف لائے۔

از برائے آزموے آزمود	زانکہ بس مردانہ و جانباز بود
امتحان کے لئے وہ آزما رہا تھا	کیونکہ وہ بہت بہادر اور جاں باز تھا

یعنی آزمائش کے لئے وہ آزماتا تھا اس لئے کہ بہت مردانہ اور جانباز تھا۔ یعنی چونکہ وہ جانباز اور مرد تھا اس لئے وہ آزمائش کے لئے اس مسجد کی اس بات کو آزمانے آیا تھا۔

گفت کم گیرم سر و اشکنبۂ	رفتہ گیر از گنج جان یک حبہ
اس نے کہا میں سر اور معدہ کو کب سمجھتا ہوں	فرض کر لے خزانہ سے ایک حبہ ضائع ہو گیا

یعنی اس مہمان نے کہا کہ میں سر اور اوجھ کو کم لیتا ہوں تو گنج جان سے ایک حبہ گیا ہوا فرض کر لے (سر و اشکنبہ سے مراد تن) مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ مجھے اس تن کی ہلاکت کی پرواہ نہیں ہے اگر میرے گنج میں سے ایک حبہ یعنی تن کم ہی ہوگیا تو کیا ہو جاوے گا میرا کوئی حرج نہیں۔

صورت تن گو برو من کیستم	نقش کم ناید چو من باقیستم
جسم کی صورت کو کہہ دے چلی جائے اور میں کون ہوں؟	صورت کی کمی نہ ہو گی جب میں باقی ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی صورت تن کو کہدو کہ جاوے (کیونکہ) میں کون ہوں نقش کم نہیں آتا ہے جبکہ میں باقی ہوں۔ یعنی اس نے کہا کہ اگر یہ صورت تن جاتی رہے اور یہ ہلاک ہوگئی تو کوئی غم نہیں ہے اس لئے کہ میں یہ تن تھوڑا ہی ہوں میں تو وہ جان اور روح ہوں تو اگر میں یعنی روح باقی ہے تو نقش کی کیا کمی ہے اصل تو روح ہے اور وہ باقی رہے گی تو پھر مرنے سے کیا ڈر۔

چوں تحت بودم از لطف خدا	نفخ حق باشد زنائے تن جدا
جب میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے تحت تھا	میں اللہ (نبی) کی پھونک ہونگا بدن کی بانسری سے علیحدہ

یعنی جبکہ میں لطف خدا سے تحت تھا تو نفخ حق نائے تن سے جدا ہوتا ہے۔

تا نیفتد بانگنقش این طرف	تارہد آن گوہر از تنگین صدف
جب تک کہ اس (کے صور) کی آوز اس طرف نہ آئے	حتیٰ کہ وہ جوہر تنگ سیپ سے رہائی پائے

یعنی تا کہ اس کی نفخ کی وآ از اس طرف نہ پڑے گی اور تا کہ وہ گوہر تنگ صدف سے چھوٹ جاوے۔

مطلب یہ ہے کہ میری اصل تو روح ہے اور اس کی بابت حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نفخت فیه من روحی تو یہ تن اس لئے جدا ہوتا ہے تا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد نفخت الخ اس جسم ناسوتی پر واقع نہ ہو بلکہ روح پر واقع ہو لہذا اس تن سے یہ روح الگ ہوتی ہے اور دوسری مصلحت یہ ہے کہ یہ روح اس تن تنگ میں تنگ ہے اس لئے یہاں سے چھوٹ کر یہ آرام سے بھی ہو جاوے گی۔

چون تمنوا الموت گفت اے صادقین	صادقم جان را بر افشانم برین
جبکہ اس نے فرمایا ہے موت کی تمنا کرو اے سچو!	میں سچا ہوں اس (فرمان) پر جان نثار کروں گا

یعنی جبکہ فرمایا ہے کہ اے صیاد تو موت کی تمنا کرو تو میں صادق ہوں اور جان کو اس پر افشاں کرتا ہوں مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے تمنوا الموت ان کنتم صادقین تو بس میں صادق ہوں اور تمنائے موت کرتا ہوں اور مرتا ہوں مجھے کچھ پرواہ نہیں ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ خیر نوبت بانجا رسید کہ ایک مہمان جس نے کہ یہ عجیب افواہ سنی تھی رات کے وقت آیا چونکہ وہ نہایت مرد اور جانباز تھا اس لئے اس کی واقعیت کا امتحان کرنا چاہتا تھا اس نے سوچا کہ میں سر اور وجہ وغیرہ اعضائے جسمانی کی کچھ پرواہ نہیں کرتا اگر جائیں بلا سے جائیں زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ خزانہ جان میں سے ایک معمولی مقدار جاتی رہے گی سو اس کی کچھ پرواہ نہیں صورت تن جائے گی بلا سے جائے میں کیا چیز ہوں کچھ صورت جسم نہیں ہوں کہ اس کے فناء ہونے سے میں بھی فنا ہو جاؤں بلکہ میں باقی رہوں گا۔ اگر یہ نقش چلا جاوے بلا سے جاوے اگر میں سلامت ہوں تو صورتیں بہت چونکہ میری نسبت نفخت فیه من روحی فرمایا گیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس لئے اس وقت میں خدا کی وہ پھونک ہوں گا جس کو اس نے اپنی مہربانی سے اس جسم کی بانسری میں بھرا ہے اور جو کہ اس جسم کی بانسری سے الگ ہو گئی ہے پس میں اس بانسری سے جدائی چاہتا ہوں تا کہ اس کی نفخ کی آواز اس طرف یعنی اس بانسری میں نہ واقع ہو۔ اور تا کہ یہ موتی اس تنگ سیب سے چھوٹ جاوے چونکہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی آرزو کرو۔ (گو یہ خطاب یہود کو ہے مگر منشا کے لحاظ سے ہر مدعی محبت کو عام ہے اور میں صادق ہوں اس لئے اس حکم کی بناء پر جان دینے پر آمادہ ہوں۔

شرح شبّیری

اہل مسجد کا مہمان عاشق کو رات کو وہاں سونے سے ملامت کرنا

قوم گفتندش کہ ہیں اینجا مخسپ	تانکوبد جانستانت ہمچو کسپ
لوگوں نے اس سے کہا خبردار! یہاں نہ سونا	تا کہ جان نکالنے والا تجھے کھلی کی طرح نہ کوٹے

یعنی قوم نے اس سے کہا کہ ارے اس جگہ مت سونا کہ تیرا جان لینے والا تجھے کھل کر طرح کوٹ نہ دے۔

کہ غریبی و نمیدانی تو حال	کاندرین جا ہر کہ خفت آمد زوال
اس لئے کہ تو مسافر ہے اور تو حالت نہیں جانتا ہے	کہ اس جگہ جو سویا ہے (اس پر) زوال آیا ہے

یعنی کہ تو مسافر ہے اور حالت کو جانتا نہیں ہے کہ اس جگہ جو کوئی سویا زوال آیا یعنی لوگوں نے کہا کہ بھائی تجھے خبر نہیں ہے یہاں جو سویا ہے اس کی جان بچی نہیں ہے یہاں تو ہر گز مت سو۔

اتفاقی نیست این مابا رہا	دیدہ ایم و جملہ اصحاب نہی
اتفاقا نہیں ہے یہ ہم نے بہت سی مرتبہ	دیکھا ہے اور سب عقلمندوں نے

یعنی یہ بات اتفاقی نہیں ہے (بلکہ) ہم نے بارہا دیکھا ہے اور سب اصحاب عقول نے (دیکھا ہے)

ہر کہ آں مسجد شبے مسکن شدش	نیم شب مرگ ہلاہل آمدش
وہ مسجد جس کا ایک رات مسکن بنی ہے	اس کو آدھی رات میں قاتل موت آئی ہے

یعنی یہ مسجد جس کی ایک رات کو مسکن ہو گئی ہے آدھی رات کو اسے مرگ ہلاہل آیا ہے۔

از یکے تا پانصد این را دیدہ ایم	نے بہ تقلید از کسے بشنیدہ ایم
ایک سے پانچ سو تک ہم نے یہ دیکھا ہے	نہ کہ تقلیداً ہم نے کسی سے سنا ہے

یعنی ایک سے پانسو تک ہم نے اس کو دیکھا ہے نہ کہ تقلیداً کسی سے سنا ہے یعنی سب نے کہا کہ میاں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمارا خود تجربہ ہے کہ جو یہاں رات کو رہا وہ مارا گیا کسی سے سنی سنائی نہیں کہتے۔

گفت الدین النصیحۃ آن رسول	آن نصیحت در لغت ضد غلول
رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے "دین خیرخواہی ہے" فرمایا ہے	خیرخواہی لغت میں خیانت کی ضد ہے

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ الدین النصیحۃ اور وہ نصیحت لغت میں خیانت کی ضد ہے۔

ایں نصیحت راستی در دوستی	در غلولی خائن و سگ پوستی
یہ خیرخواہی دوستی میں سچائی ہے	خود غرضی میں خیانت اور کتا پن ہے

یعنی یہ نصیحت راستی ہے دوستی میں اور غلولی میں خائن اور سگ پوتی ہے مطلب یہ کہ حدیث میں جو الدین النصیحۃ آیا ہے تو وہ خیانت کی ضد ہے یعنی خیانت نہ کرو بلکہ نصیحت کرو تو وہ نصیحت تو دوستی اور راستی ہے اور خیانت میں خائن ہونا اور سگ پوست ہونا ہے۔

بے خیانت این نصیحت از وداد	می نمائیمت مگرد از عقل و داد
یہ نصیحت بغیر خیانت کے دوستی کی وجہ سے	ہم تجھے کر رہے ہیں، عقل اور انصاف سے روگردانی نہ کر

یعنی بے خیانت کے یہ نصیحت دوستی کی وجہ سے ہم تجھے کر رہے ہیں تو عقل وانصاف سے مت پھر یعنی سب نے کہا کہ دیکھ تجھے سمجھا رہے ہیں سمجھ جا اور عقل کے خلاف کام مت کر کہ ایسی جگہ کہ جہاں یقینی موت ہے تو جاتا ہے اس کو سن کر اس نے جواب دیا کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔لوگوں نے اس سے کہا کہ آپ یہاں نہ سوئیں ایسا نہ ہو کہ وہ جان لیوا آپ کو کھل کی طرح کوٹ ڈالے ہم یہ اس لئے کہتے ہیں کہ آپ پردیسی ہیں یہاں کی حالت آپ کو معلوم نہیں اور آپ نہیں جانتے کہ جو یہاں سویا اس پر تباہی ضرور آئی اور یہ امر کوئی اتفاقی نہیں ہے بلکہ ہم نے اور تمام عقلاء نے یہ واقعات بارہا دیکھے ہیں اور یہ نہیں کہ تقلیداً کسی سے سن لیا ہو بلکہ بچشم خود ایک نے لے کر پانسو مرتبہ تک یہ واقعات دیکھے ہیں۔ اور اصل منشاء ہماری اس گفتگو کا یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مقتضائے دین خیرخواہی ہے اور خیرخواہی اپنے معنی لغوی کے لحاظ سے مخالف ہے خیانت کے اور ہمارا اطلاع نہ کرنا خیانت ہے لہذا اطلاع خیرخواہی ہوگی اور خیرخواہی ضروری ہے لہذا اطلاع ضروری ہوئی خیرخواہی یہ ہی ہے کہ کسی کے ساتھ سچی دوستی اور ہمدردی کی جاوے اور اگر دھوکہ کیا جاوے تو ایسا کرنے والا خائن اور سگ پوست ہوگا نہ کہ دوست اور خیرخواہ پس ہم یہ نصیحت تم کو محض دوستی سے اور بدوں کسی خیانت کے کرتے ہیں لہذا تم کو ماننا چاہئے۔اور مقتضائے عقل وانصاف سے نہ پھرنا چاہئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

عاشق کا ناصحوں اور ملامت گویوں کو جواب دینا

گفت اوائے ناصحان من بے ندم	از جہان زندگی سیر آمدم
اس نے کہا اے نصیحت کرنے والو! میں بغیر کسی ندامت کے	زندگی کی دنیا سے پیٹ بھر چکا ہوں

یعنی اس نے کہا کہ اے ناصحو میں بغیر کسی ندامت کے جہان زندگی سے سیر آ گیا ہوں یعنی مجھے اب زندگی کی ضرورت نہیں ہے اور اب تو میرا دل جینے کو نہیں چاہتا۔

منبلے ام زخم جو وزخم خواہ	عافیت کم جوے از منبل براہ
میں بے حس زخم کو تلاش کرنے والا اور زخم کا خواہشمند ہوں	بے حس آدمی سے راہ (زندگی) میں عافیت کی تمنا نہ کر

یعنی میں کاہل ہوں زخم جو اور زخم خواہ ہوں تم کاہل سے راہ میں عافیت کم ڈھونڈو یعنی جو کاہل ہوگا چلنے میں اس کی عافیت اور خیر مت سمجھو اس لئے کہ کاہل ہے وہ اپنے بچاؤ وغیرہ کی کوئی تدبیر نہ کرے گا اور کہتا ہے کہ۔

منبلے نے کو بود خود برگ جو	منبلے ام لاابالی مرگ جو
(میں) وہ بے حس نہیں ہوں جو سامان تلاش کرے	میں وہ بے حس ہوں جو لاپروا "موت کا تلاش کرنیوالا ہو

یعنی وہ کاہل نہیں کہ جو خود برگ جو ہو (بلکہ میں ایک کاہل ہوں بے پرواہ موت کا متلاشی یعنی میں ایسا کاہل نہیں ہوں کہ جو دوسروں سے میں یہ کہوں کہ مجھے کچھ دو اور خود کچھ نہ کروں بلکہ میں ایسا کاہل ہوں کہ اس دنیا سے بے پرواہ ہوں اور موت کی تلاش میں ہوں۔

منبلم بے زخم ناساید تنم	عاشقم بر زخمہا بر می تنم
میں وہ بے حس ہوں کہ بغیر زخم کے میرا جسم آرام پاتا ہے	میں عاشق ہوں زخموں کے چکر کاٹتا ہوں

یعنی میں کاہل ہوں بے زخم کے میرا بدن آرام نہیں پاتا۔ میں زخموں پر عاشق ہوں اور ان پر تنتا ہوں۔ مطلب یہ کہ قاعدہ ہے کہ جو کاہل ہوتے ہیں وہ اکثر بدن دبواتے ہیں اور کٹواتے ہیں تب ان کو آرام ملتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تو کاہل ہوں میرے بدن کو تو بے زخموں کے آرام نہیں ملتا لہذا میں مرنے کو اور اپنے بدن کو زخم پہنچانے کو حاضر ہوں۔

آن نہ کو بر ہر دو کانے میں برزند	بل جہد از کون و کانے برزند
نہ وہ کہ جو ہر دکان پر مارا مارا پھرے	بلکہ دنیا کو کود جائے اور کان پر پہنچ جائے

یعنی وہ نہیں کہ جو ہر دو کان پر مارے بلکہ کون سے کود کر معدن پر مارے مطلب یہ کہ میں وہ نہیں ہوں کہ ہر دو کان

www.besturdubooks.wordpress.com

پر گداگری کروں اور بھیک مانگوں بلکہ میں ایسا کامل ہوں کہ اس ہستی سے گزر کر معدن حیات ابدی پر پہونچوں گا۔

مرگ شیرین گشت و نقلم زین سرا	چون قفص ہشتن پریدن مرغ را
اس سرائے سے منتقل ہونا اور موت میرے لئے شیریں ہوگئی ہے	جیسا کہ پرند کے لئے پنجرا چھوڑنا (اور) اڑ جانا

یعنی موت اور اس سرا سے منتقل ہونا مجھے شیریں ہو گیا ہے جیسے کہ قفس چھوڑنا اور اڑنا جانور کو یعنی جس طرح کہ قفس کو چھوڑ کر جانور اڑنے کا سائق ہوتا ہے اور اڑ جانا اس کے لئے جیسا شیریں ہوتا ہے اسی طرح میرے لئے اس جہاں سے چلا جانا شیریں اور لذیذ ہو گیا ہے۔

آن قفص کو ہست عین باغ در	مرغ می بیند گلستان و شجر
وہ پنجرا جو عین باغ میں ہے	پرند باغ اور درخت دیکھ رہا ہے

یعنی وہ قفس جو کہ عین باغ میں ہو اور جانور باغ اور درخت دیکھ رہا ہے۔

جوق مرغان از برون گرد قفص	خوش ہمی خوانند ز آزادی قصص
پرندوں کا جھنڈ باہر پنجرے کے چاروں طرف	آزادی کے قصے خوشی سے پڑھ رہے ہیں

یعنی جانوروں کے گروہ قفس کے باہر گرداگرد جب آزادی سے قصے پڑھیں۔

مرغ را اندر قفص زان سبزہ زار	نے خورش ماندست نے صبر و قرار
پنجرے کے اندر پرند کے لئے سبزہ زار کی وجہ سے	نہ بھوک رہی، اور نہ صبر و قرار (رہا)

یعنی (اس) جانور کو قفس میں اس سبزہ زار کی وجہ سے نہ کھانا رہا ہے اور نہ صبر و قرار رہا ہے (بلکہ اس کی یہ حالت ہے کہ)

سر زہر سوراخ بیرون می کند	تا بود کاین بند از پا برکند
وہ ہر سوراخ سے سر باہر نکالتا ہے	کہ شاید اس بیڑی کو پاؤں سے نکال دے

یعنی (قفس کے) ہر سوراخ سے سر باہر کرتا ہے تاکہ شاید کہ اس قید کو پاؤں سے نکال دے۔

چون دل و جانش چنین بیرون بود	آن قفص را در کشائی چون بود
جب اس کا دل اور جان اس طرح باہر (کی مشتاق) ہو	اس پنجرے کا دروازہ کھلا کیا ہو گا؟

یعنی جب اس کا دل و جان اس طرح باہر ہووے تو (اگر) تو اس قفس کا دروازہ کھول دے تو کیا ہووے۔

مطلب ''آن قفص کو ہست الخ'' سے یہاں تک کا یہ ہے کہ اس نے جو کہا تھا کہ مجھے موت اور اس دنیا سے جانا ایسا شیریں ہے جیسے کہ جانور کو قفس سے چھوٹنا شیریں ہوا کرتا ہے اب ان اشعار میں جانور کے قفس سے چھوٹنے کا شیریں ہونا بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو جو جانور کہ اس کا پنجرہ باغ میں رکھا ہوا اور چاروں طرف سے جانور بول رہے ہوں تو وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بے صبر ہو جاویگا۔ اور نہ اسے دانہ اچھا لگے گا نہ پانی بلکہ وہ پنجرہ کے ہر سوراخ سے سر باہر نکالے گا کہ کوئی تدبیر ایسی ہو کہ جس سے میں اس سے باہر نکل جاؤں اس وقت اگر اس کا پنجرہ کوئی کھول دے تو دیکھو اس کو کس قدر مسرت ہوگی اسی طرح میں ہوں کہ میں اپنے چاروں طرف سے رحمت حق کو دیکھ رہا ہوں جنت ہے۔ اس میں میرے ہم جنس موجود ہیں لہذا مجھے اس جہان سے جانے کا بہت ہی شوق ہے تو اس حالت میں اگر کوئی مجھے مار کر اس قفس حیات سے چھڑا دے تو اس سے زیادہ اور کیا بات مسرت اور خوشی کی ہوسکتی ہے اسی لئے میں موت کا نخبی سے شائق ہوں۔

نے چنان مرغ قفس دراندہان	گرد بر گردش بحلقہ گربگان
وہ پنجرے کو اس پرند کی طرح نہیں ہے جو غموں میں ہو	(اور) اس کے ارد گرد بلیاں حلقہ کئے ہوں

یعنی نہ ایسا مرغ قفس کہ اندوہوں میں (ہو) اور اس کے گرداگرد حلقہ کئے ہوئے بلیاں ہوں۔

کے بود او رادران خوف وحزن	آرزوئے از قفس بیرون شدن
اس کو اس ڈر اور رنج میں کب ہو گی؟	پنجرے سے باہر نکلنے کی آرزو

اس کو اس خوف وحزن میں قفس سے نکلنے کی کب آرزو ہوگی (بلکہ)

او ہمی خواہد کزین ناخوش حفص	صد قفس باشد بگرد این قفص
وہ چاہے گا کہ اس ناگوار زنبیل کی بجائے	اس پنجرے کے چاروں طرف سو پنجرے ہوں

یعنی وہ یہ چاہتا ہے کہ اس ناخوش زنبیل سے سو قفس اس قفس کے گرد ہوں مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ میں اس مرغ کی طرح نہیں ہوں کہ جس کے پنجرہ کے گرد بلیاں جمع ہوں کہ ذرا سا اگر اس کا پنجہ بھی باہر نکلا تو انہوں نے پکڑ لیا تو بیشک اس کو قفس سے نکلنے کی تمنا نہ ہوگی بلکہ وہ تو یہ چاہے گا کہ اس پنجرہ کے گرد اور بہت سے پنجرے ہو جاویں تو اس نے کہا کہ چونکہ میں ایسا نہیں ہوں بلکہ اس مرغ کی طرح ہوں جس کا ذکر اوپر آیا لہذا میں موت کا شائق ہوں اور ان دونوں مثالوں میں مومنین اور کافرین کی حالت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ مومنین تو موت کے شائق ہوتے ہیں اس لئے کہ جنت کو اپنے چاروں طرف دیکھتے ہیں اور اپنے ہم جنسوں کو دیکھتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ موت سے متنفر ہوتے ہیں اس لئے کہ اپنے چاروں طرف عذاب ہی عذاب دیکھتے ہیں (نعوذ باللہ منہ) آگے مولانا جالینوس کی حکایت لاتے ہیں کہ وہ کہا کرتا تھا کہ بعد موت کے میرے اندر کچھ ذرا زہوری حیات رہے تا کہ میں اس جہان کو دیکھتا رہوں تو وہ اس لئے کہتا تھا کہ اس کو اس جہان میں تو کچھ ملنے کی امید تھی نہیں جو کچھ تھا وہ اسی کو مایہ حیات سمجھتا تھا لہذا تمنا کرتا تھا کہ میری یہ حیات باقی رہے تو اس کی مثال اس جانور کی سی ہوئی کہ جس کے قفس کے گرد بلیاں ہوں اور وہ نکلنا نہ چاہتا ہو۔ اب حکایت سنو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔اس نے کہا کہ اے ناصحو میں عالم زندگی سے سیر ہو چکا ہوں اور اب مجھے نہ جینے کی ہوس ہے نہ آرزوئے مرگ سے پشیمان ہوں میں اس کاہل کی مثل ہوں جو کہ اپنی کاہلی سے زخم کھائے جاتا ہے اور بچتا نہیں اس لئے گویا کہ وہ طالب زخم ہے پس جبکہ میں اس کاہل کی مثل ہوں اور کاہل سے طلب عافیت بے فائدہ ہے پس مجھے بھی طلب عافیت فضول ہے لہٰذا تم مجھ سے بچنے کی درخواست مت کرو۔ کیونکہ جو سامان عافیت کی جستجو کرے۔ وہ کاہل ہی نہیں۔ اور میں کہہ چکا ہوں کہ میں کاہل اور لاابالی و طالب مرگ ہوں پس مجھ میں اور طلب سامان عافیت میں منافات ہے اور چونکہ میں کاہل ہوں اس لئے مجھے بدوں زخم کے چین نہیں آتا اور چونکہ عاشق ہوں اس لئے زخموں سے ہی تعلق رکھتا ہوں اب مولانا فرماتے ہیں کہ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ کاہل وہ نہیں جو طالب مال دنیا ہے بلکہ کاہل وہ چست و چالاک شخص ہے جو اس پل سے گزر جائے اور دنیا پر لات مار دے اور کاہل وہ نہیں جو طلب مال کے لئے دوکانوں کو لپٹے اور حرص سے تجارت میں مشغول ہو بلکہ کاہل وہ ہے جو اس عالم سے تعلق قطع کر کے کان دولت (حق سبحانہ) سے وابستگی پیدا کرے یہاں تک اس مضمون کو بیان کر کے پھر اس مسافر کا مقولہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے کہا کہ میرے لئے تو مرنا اور اس جہان سے گزرنا یوں مرغوب ہو گیا ہے جیسے کہ جانور کے لئے قفس سے چھوٹنا اور اڑ جانا۔ اب مولانا پھر انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یاد رکھو کہ پنجرہ کے اندر جانوروں کی دو حالتیں ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ پنجرہ باغ میں رکھا ہوا ہو اور پرند اس کے سوراخوں میں سے اپنی ہمجنس پرندوں اور خوشنما درختوں کو دیکھ رہا ہو اور حالت یہ ہو کہ پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ پنجرہ کے گرد باہر کی جانب مزہ سے آزادی کی حکایتیں بیان کر رہے ہوں۔ ایسی حالت میں وہ جانور اس سبزہ زار کو دیکھ کر کھانا پینا چھوڑ دے گا۔ اور آزادی کے لئے بے تاب ہو جائیگا اور بے قرار ہو کر ہر سوراخ سے سر باہر نکالے گا کہ کسی طرح اس قید سے چھوٹ جاؤں اب تم سوچو کہ جب اس جانور کا دل اور اس کی جان یوں باہر ہو تو اگر تم اس پنجرہ کا دروازہ کھولو تو مارے خوشی کے اس کی کیا حالت ہو گی۔ دوسرے یہ کہ جانور مغموم و محزون ہو اور پنجرہ کے چاروں طرف بلیاں بیٹھی ہوئی ہوں اس کی حالت اس مقدم الذکر جانور کی مثل نہ ہو گی اور اس کو اس رنج و غم کی حالت میں ہرگز رہائی کی آرزو نہ ہو گی بلکہ وہ تو یہ چاہے گا کہ اس فی نفسہ نامرغوب مکان تنگ کی جنس سے اس پنجرہ کے گرد اور سو پنجرہ ہوں پس یہی حالت اہل اللہ اور اہل دنیا کی ہے کہ اہل اللہ کو قید تن سے رہائی پانے کے بعد خوشی ہی خوشی نظر آتی ہے اس لئے وہ موت کے آرزومند ہوتے ہیں اور اہل دنیا کو رنج و غم عقوبت و تکلیف محسوس ہوتی ہے لہٰذا وہ اس قید خانہ ہی کو غنیمت سمجھتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

بیان اس کا کہ جالینوس کا عشق دنیا پر اس لئے تھا تاکہ وہ اسی عالم میں کام آوے اور اس نے کوئی ہنر ایسا قبول نہ کیا تھا کہ اس بازار میں کام آتا اور عوام سے ممتاز رہتا

آنچنانکہ گفت جالینوس راد	از ہوائے این جہان و از مراد
جیسا کہ حکیم جالینوس نے کہا	اس دنیا کی محبت اور مراد میں

یعنی جیسا کہ جالینوس دانا نے اس جہان کی خواہش اور مراد کی وجہ سے کہا کہ۔

راضیم کز من بماند نیم جان	کہ زکون استرے بینم جہان
کہ میں راضی ہوں اگر آدھی جان (بھی) رہے	تاکہ خچر کی دبر سے دنیا کو دیکھوں

یعنی میں راضی ہوں کہ مجھ سے آدھی جان رہ جاوے کہ میں خچر کی کون سے جہاں کو دیکھوں۔

یعنی وہ کہتا تھا کہ اول تو میں یہ چاہتا ہوں کہ میں مروں ہی نہیں اور اگر مروں تو خیر اسی پر راضی ہوں کہ اس جہان کی طرف ذرا سا سوراخ مثل گول استر کے رہ جاوے کہ میں اس کو دیکھ لیا کروں اور یہ میرے پیش نظر رہے مولانا فرماتے ہیں کہ کہ یہ اس وجہ سے تمنا کرتا تھا کہ

گربہ می بیند بگرد خود قطار	مرغش آیس گشتہ بود ست از مطار
قطار میں اپنے چاروں طرف بلیاں دیکھتا ہے	اس کا پرند (روح) پرواز سے مایوس ہو گیا ہے

یعنی وہ اپنے گرد بلیوں کی قطار دیکھ رہا ہے اور اس کا مرغ (روح) اڑنے سے ناامید ہو گیا ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ اس کو ترقی اور عروج مراتب عالیہ سے ناامیدی ہو چکی تھی اس لئے وہ تمنا کرتا تھا کہ اس جہان کو دیکھ کر ہی میں دل خوش کر لیا کروں اس لئے کہ وہاں تو عذاب ہی عذاب ہے۔ کیونکہ کوئی عمل ایسا نہیں ہے کہ کام آسکے لہذا اس کی یہ تمنا تھی۔

یا عدم دیدست غیر این جہان	در عدم نادیدہ او حشر نہان
یا اس نے اس جہان کے علاوہ کو معدوم سمجھا ہے	اس نے عدم میں چھپا ہوا حشر نہیں دیکھا ہے

یعنی یا اس نے اس جہان کے علاوہ (سب کو) معدوم سمجھا ہے اور عدم میں اس نے حشر نہاں کو نہیں دیکھا (مصرعہ ثانی میں عدم اضافی یعنی عالم غیب مراد ہے) مطلب یہ کہ یا تو اس تمنا کی وجہ وہ ہے کہ اپنے چاروں طرف

www.besturdubooks.wordpress.com

عتاب کو دیکھتا ہے اور یا یہ بات ہے کہ وہ بعد مرنے کے حیات کا اور ثمرات کے حصول کا قائل نہیں ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہے بس یہ حیات دنیاوی ہی ہے اس میں جو ل رہے گا وہی ملے گا۔ لہٰذا تمنا کرتا ہے کہ اس میں سے کچھ باقی رہے تاکہ بعد موت بھی اس سے مسرور ہوا کروں بالکل بیکار اور معدوم نہ ہو جاؤں آگے مولانا جالینوس کی اس تمنا کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ وہ جو اس جہان سے نکلنا نہ چاہتا تھا اور اس جہان میں جانا نہ چاہتا تھا اس کی ایسی مثال ہے۔

چون جنین کش میکشد بیرون کرم	می گریزد او پس سوئے شکم
جیسا کہ پیٹ کا بچہ کہ اس کو کرم (خداوندی) باہر کھینچتا ہے	وہ پیٹ کی جانب پیچھے کو بھاگتا ہے

یعنی جیسے کہ جنین کہ اس کو کرم باہر کھینچتا ہے اور وہ پیٹ کی طرف پیچھے کو بھاگتا ہے۔

لطف رویش سوئے مصدر میکند	او مقر در پشت مادر می کند
مہربانی اس کا رخ نکلنے کی جگہ کی طرف کرتی ہے	وہ ماں کی کمر میں ٹھکانا بناتا ہے

یعنی لطف (حق) اس کا منہ نکلنے کی طرف کرتا ہے اور وہ پشت مادر میں ٹھکانا کرتا ہے (اور سمجھتا ہے کہ)

کہ اگر بیرون نہم زین شہر گام	اے عجب دیگر نہ بینم این مقام
کہ میں اگر اس شہر سے قدم باہر رکھوں گا	ہائے عجب! پھر یہ جگہ نہ دیکھوں گا

یعنی کہ اگر میں اس شہر سے قدم باہر رکھوں گا تو ارے پھر میں اس مقام کو نہ دیکھوں گا (اور کہتا ہے کہ)

یا درے بودے درین شہر وخم	کہ نظارہ کردمے اندر رحم
یا اس گندے شہر میں کھڑکی ہوتی	کہ میں رحم میں سے نظارہ کرتا

یعنی اس شہر وسیع میں کوئی دروازہ ہوتا تاکہ میں رحم کے اندر نظارہ کیا کرتا (اور تمنا کرتا ہے کہ)

یا چو چشم سوزنے را ہم بدے	کہ زبیرون رحم دیدہ شدے
یا سوئی کے ناکے کی برابر میرے راستہ ہوتا	کہ رحم کے باہر کی چیز دیکھ لی جاتی

یعنی یا سوئی کے ناکہ کی برابر مجھے راستہ ہوتا کہ رحم کے باہر سے دیکھا جاتا۔ مطلب یہ کہ دیکھو جنین کو جب حق تعالیٰ رحم سے باہر نکالنا چاہتے ہیں تو وہ نکلتا نہیں ہے بلکہ اسی میں رہنا چاہتا ہے اور جب نکلنے ہی لگتا ہے تو تمنا کرتا ہے کہ افسوس ایسا شہر خوش پھر کہاں دیکھنے کو ملے گا۔ پس کوئی تدبیر ہوتی کہ میں اس کے اندر دیکھ لیا کرتا خواہ کوئی ذرا سا سوراخ ہوتا کہ اس کے اندر سے جھانک لیا کرتا لیکن ہر عاقل اس جنین کی اس حرکت کو اور اس کی عقل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھے گا تو اسی طرح جالینوس یا جو اس کے مثل ہو جب دنیا میں رہنا چاہتا ہے اور آخرت میں جانے سے گھبراتا ہے اہل عقل اور اولیاء کے نزدیک وہ بھی ایسا ہی قابل نفرت اور لائق مضحکہ ہے۔ آگے اس جنین کی اس تمنا کی وجہ فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

این جنین ہم غافلست از عالمے	ہمچو جالینوس او . نامحرمے
وہ بھی دنیا سے اسی طرح غافل ہے	وہ جالینوس کی طرف ناواقف ہے

یعنی یہ جنین بھی ایک عالم سے غافل ہے اور مثل جالینوس کے وہ نامحرم ہے یعنی جس طرح کہ جالینوس عالم غیب سے غافل ہوکر اس عالم دنیا میں رہنے کی تمنا کرتا تھا اسی طرح وہ بچہ بھی اس عالم دنیا سے غافل ہوکر رحم میں رہنے کی تمنا کرتا ہے۔

او نداند کو رطوباتے کہ ہست	آن مدد از عالم بیرونی است
وہ نہیں سمجھتا کہ وہ رطوبتیں جو ہیں	وہ بیرونی دنیا کی مدد سے ہیں

یعنی وہ نہیں جانتا کہ جو رطوبتیں ہیں وہ عالم بیرونی ہی سے مدد ہے یعنی جن چیزوں پر رحم کی کہ یہ عاشق ہو رہا ہے اور ان کو اپنا مایہ حیات سمجھے ہوئے ہے اسے یہ خبر نہیں کہ یہ اس عالم دنیا ہی سے مدد پہنچ کر پیدا ہوتی ہے اور اگر اس عالم میں آ گیا تو اس سے لاکھوں درجہ اچھی غذائیں اس کو ملیں گی۔

آنچناں کہ چار عنصر در جہان	صد مدد دارد ز شہر لامکان
جس طرح سے دنیا میں چاروں عنصر	لامکان کے شہر سے سینکڑوں مددیں پاتے ہیں

یعنی جیسا کہ چار عنصر جہان میں کہ شہر لامکان سے سو مدد رکھتے ہیں۔

آب و دانہ در قفس گر یافتہ است	آن ز باغ و عرصۂ در یافتہ است
اگر پنجرے میں پانی اور دانہ موجود ہے	وہ باغ اور میدان سے روٹھا ہوا ہے

یعنی قفس میں اگر آب و دانہ پالیا ہے تو وہ باغ اور میدان سے پایا ہے مطلب یہ کہ دنیا میں جو چار عناصر ہیں ان کو عالم غیب سے مدد پہنچ رہی ہے اس لئے یہ خوشنما معلوم ہوتے ہیں ورنہ اگر اس طرف سے مدد نہ ہو تو سب غارت ہو جاویں تو اس سے قیاس کرو کہ اس جہان میں کیسی کچھ خوبیاں اور خوشنمائیاں ہوں گی۔ لیکن جس طرح کہ جنین کو ان خوبیوں کی خبر نہیں ہے اسی طرح اس شخص کو جو دنیا میں منہمک ہے اس عالم کی خبر نہیں ہے تو وہاں جاتا ہوا گھبراتا ہے۔

جانہائے انبیا بینند باغ	زین قفس در وقت نقلان و فراغ
انبیاء کی جانیں باغ کو دیکھتی ہیں	اس پنجرے سے، منتقل اور فارغ ہونے کے وقت

یعنی انبیاء علیہم السلام کی ارواح اس قفس (دنیا) میں سے منتقل اور فارغ ہونے کے وقت باغ دیکھتے ہیں۔

پس ز جالینوس و عالم فارغ اند	ہمچو ماہ اندر فلکہا بازغ اند
اس لئے وہ جالینوس اور دنیا سے بے نیاز ہیں	وہ چاند کی طرح آسمانوں پر روشن ہیں

یعنی پس وہ حضرات جالینوس اور عالم سے فارغ ہیں اور چاند کی طرح افلاک میں بازغ ہیں۔

(جالینوس سے فارغ ہونا ایک مشرب سے فارغ ہونا) مطلب یہ کہ چونکہ ان حضرات انبیاء واولیاء کی ارواح کو اس دنیا سے وہ عالم نظر آتا ہے جیسے کہ وہ جانور قفس میں سے باغ کو دیکھ رہا تھا تو یہ حضرات اس عالم میں جانے کی آرزو کرتے ہیں اور جالینوس کی طرح اس عالم میں رہنے کے متمنی نہیں ہوتے اس لئے کہ یہ تو ان کے نزدیک قفس ہے پھر اس میں ان کا دل کس طرح رہنے کو چاہے گا۔ حاصل یہ کہ جس کو اس عالم میں جانے سے امید بہبودی اور فلاح کی ہوگی وہ تو اس عالم کو قفس سمجھ کر یہاں سے نکلنا چاہے گا اور جو اس کو ملجا و ماوا جانے گا وہ اسی میں لگا رہے گا اب چونکہ مولانا نے جالینوس کی یہ حکایت صرف سنی ہے کوئی یقین نہیں ہے لہذا آگے احتیاط کی وجہ سے فرماتے ہیں کہ۔

پس جوابم بہر جالینوس نیست	ورز جالینوس این گفت افتریست
تو میرا جواب جالینوس کے لئے نہیں ہے	اگر یہ بات جالینوس پر بہتان ہے

یعنی اور اگر جالینوس سے یہ قول افتراء ہے تو میرا جواب جالینوس کو نہیں ہے۔ یعنی اگر کسی نے جالینوس کی طرف اس قول کو غلط منسوب کر دیا ہے تو پھر میرا روئے سخن اس کی طرف نہ ہوگا (بلکہ)

کہ نبودستش دلے بانور جفت	این جواب آنکس آمد کاین بگفت
کیونکہ اس کا دل نور کا ساتھی نہیں ہے	(پھر) یہ اس کے لیے جواب ہے جس نے یہ کہا ہے

یعنی یہ اس شخص کا جواب ہوگا جس نے کہ یہ کہا کہ اس کا دل نور کیساتھ قرین نہ تھا یعنی ہم یہ کہیں گے کہ اس کو نور قلب حاصل ہی نہ تھا لہذا ہم اسی شخص کو خطاب کریں گے اور کہیں گے کہ۔

چون شنید از گربگان او عرجوا	مرغ جانش موش شد سوراخ جو
جب اس نے بلیوں سے "غیرلو" سنا	اس کی جان کا پرند سوراخ ڈھونڈنے والا چوہا بن گیا

یعنی مرغ جان اس کا موش ہو گیا ہے سوراخ کا ڈھونڈنے والا تو جب اس نے بلیوں سے غرغر سنا (عرخوا۔ تعبیر ہے بلی کی آواز کی جس کو اردو میں غرغر کہتے ہیں) مطلب یہ کہ جس کا یہ قول ہے اس نے مرغ جان نے جب وہاں کے عذاب دیکھے تو چوہے کی طرح دبک رہا۔

اندرین سوراخ دنیا موش دار	زان سبب جانش وطن دید وقرار
چوہے کی طرح اس دنیا کے سوراخ میں	اسی لئے اس کی جان نے وطن اور ٹھکانا دیکھا

یعنی اسی سبب سے اس کی جان نے وطن اور قرار چوہے کی طرح اس سوراخ دنیا ہی میں دیکھا۔

در خور سوراخ دانائے گرفت	ہم درین سوراخ بنائے گرفت
سوراخ کے مناسب عقل اختیار کی	اسی سوراخ میں اس نے تعمیر سازی کی

یعنی اسی سوراخ میں معماری اختیار کی اور سوراخ ہی کے لائق دانائی اختیار کر لی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پیشہائے کہ مراو را در مزید	اندرین سوراخ کار آید گزید
وہ پیشے جو اس کے لئے اضافے میں	اس سوراخ میں کام آئیں اس نے اختیار کیے

یعنی وہ پیشے کہ اس کو زندگی بسر کرنے میں اس سوراخ میں کام آویں قبول کر لئے۔ مطلب یہ کہ چونکہ اس قائل کا مرغ جان موش کی طرح ہو گیا ہے لہذا اس سوراخ دنیا میں اس نے بود و باش اختیار کر لی ہے اسی کے لائق اس کو عقل ہے اسی کے مناسب اس نے گھر بنایا اور ایسے ہی پیشے اختیار کیے کہ جن سے اس دنیا میں راحت مل سکے اور یہ سب اس لئے ہے کہ۔

زانکہ دل بر کند از بیرون شدن	بستہ شد راہ رہیدن از بدن
کیونکہ اس نے باہر نکلنے سے دل پھیر لیا	(اور) بدن سے نجات کا راستہ بند ہو گیا ہے

یعنی اس لئے کہ اس نے باہر جانے سے دل اکھاڑ لیا ہے اور بدن سے چھوٹنے کی راہ بند ہو گئی ہے۔ یعنی مدارج عالیہ پر پہنچنے کی اب صلاحیت نہیں رہی ہے۔ سارے در بند ہو گئے اور اس نے سمجھ لیا ہے کہ بس یہیں رہنا ہے لہذا اس کو ماوا و ملجا بنا لیا ہے آگے پست ہمتی کی وجہ سے ذلیل اشیاء کو اختیار کرنے کی نظیر بیان فرماتے ہیں کہ۔

عنکبوت از طبع عنقا داشتی	از لعابے خیمہ کے افراشتی
مکڑی اگر عنقا کا مزاج رکھتی	لعاب سے خیمہ کب بلند کرتی ؟

یعنی لکڑی اگر طبیعت عنقا کی رکھتی تو ایک لعاب سے خیمہ کیوں بلند کرتی۔ یعنی لعاب جیسی کمزور شے سے گھر کیوں بناتی اس کا ایسے کمزور مقام کو اختیار کرنا صاف اس کی پست ہمتی کی دلیل ہے۔ اسی طرح دنیادار کی چونکہ ہمت پست ہے اور عالی مراتب سے مایوس ہو چکا ہے لہذا وہ اس ذلیل و خوار دنیا کا غلام بنا ہوا ہے اوپر جو کہا تھا کہ اس قائل کا مرغ جان مثل موش کے ہو گیا ہے اور اس کے چاروں طرف بلب جان غرار ہی ہیں۔ آگے پھر اسی مضمون کی طرف رجوع ہے کہ۔

گربہ کردہ چنگ خود اندر قفص	نام چنگش صرع و سرسام و مغص
بلی نے اپنا پنجرے میں ڈال دیا	اس کے پنجہ کا نام مرگی سرسام اور پیچش ہے

یعنی بلی اپنا پنجہ قفص میں ڈالے ہوئے ہے اور اس کے پنجہ کا نام درد سر اور سرسام اور پیچش ہے۔

حصبہ و قولنج و مالیخولیا	سکتۂ وسل و جذام و ماشرا
چیچک اور قولنج اور مالیخولیا	سکتہ اور سدہ اور کوڑھ اور منہ کا ورم ہے

یعنی چیچک ہے اور قولنج اور مالیخولیا ہے۔ سکتہ اور سل اور جذام اور ماشرا ہے۔ (ماشرا ایک ورم ہوتا ہے جو کہ صفرا کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے)

گربہ مرگست و مرض چنگال او	می زند بر مرغ و پر و بال او
موت بلی ہے اور مرض اس کا پنجہ ہے	جو وہ پرند اور اس کے بال و پر پر چلاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بلی تو موت ہے اور مرض اس کے پنجے ہیں وہ مرغ (جان) اور اس کے پر و بال پر مارتی ہے۔

گوشہ گوشہ می دود سوئے دوا	مرگ چون قاضی ور بخوری گوا
وہ دوا کی جانب ادھر ادھر دوڑتا ہے	موت قاضی کی طرح ہے اور مرض گواہ ہے

یعنی وہ (مرغ جان) علاج کے لئے کونہ کونہ دوڑتا ہے موت تو قاضی کی طرح ہے اور مرض گواہ ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ جس جانور کے پنجرہ کے چار طرف بلیاں ہوں اور وہ پنجے مارتی ہوں تو وہ جانور بھاگتا پھرتا ہے اسی طرح موت جو بلی کی طرح ہے وہ مرض کو تم پر مسلط کرتی ہے جو کہ اس بلی کے پنجہ کی طرح ہے تو جب مرض آتا ہے تو دنیا دار علاج کے لئے بھاگے پھرتے ہیں مگر موت اور مرض کی ایسی مثال ہے کہ جیسے قاضی اور اس کا پیادہ ہوتا ہے کہ جب قاضی نے پیادہ کو بھیجا تو وہ تم کو پکڑ کر لے ہی جاوے گا اگر تم نے اس سے کہا سنا اور آج چھوڑ بھی دیا تو کل کو ضرور پکڑ کر لے جاوے گا۔ اسی طرح اگر مرض سے آج بچ گئے اور قاضی موت صاحب کی خدمت میں آج حاضر نہ ہوئے تو اس کے بعد وہ پکڑ کر لے جاوے گا اور تم کو چھوڑنے والا نہیں ہے۔ تو جب اس سے مفر نہیں ہے تو بہتر ہے کہ قبل اس کے کہ پکڑ کر جاؤ خود ہی حاضر ہو جاؤ اور معذرت کر لو آگے خود اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

چون پیادہ قاضی آمد این گواہ	کہ ہمی خواند ترا تا حکم گاہ
یہ گواہ قاضی کے پیادے کی طرح آیا ہے	کہ وہ تجھے عدالت میں بلاتا ہے

یعنی یہ گواہ مثل پیادہ قاضی کے ہے کہ وہ تم کو عدالت تک بلاتا ہے یعنی یہ گواہ موت یعنی مرض صرف گواہ ہی نہیں ہے بلکہ سپاہی بھی ہے یہ ضرور تم کو پکڑ لے جاوے گا۔

مہلتے خواہی تو از وے در گریز	گر پذیرد شد وگرنہ گفت خیز
تو بھاگ کے لئے اس سے مہلت مانگتا ہے	اگر اس نے مان لیا تو وہ مہلت ملی ورنہ وہ کہے گا اٹھ جا

یعنی تم اس سے بھاگنے کے لئے مہلت چاہتے ہو اگر قبول کر لیا تو چلا گیا ورنہ اس نے کہا کہ اٹھ یعنی تم اس سپاہی سے مہلت مانگتے ہو تو اگر اس نے مہلت کو قبول کر لیا تو خیر چھوڑ گیا ورنہ پھر اس نے کہا کہ اٹھو اور یہ کہہ کر لے کر روانہ ہو گیا۔

جستن مہلت دواو چارہا	کہ زنی بر خرقۂ تن پارہا
مہلت طلب کرنا دوا اور تدبیریں ہیں	تاکہ تو جسم کے چیتھڑوں کو پیوند لگا لے

یعنی مہلت کا تلاش کرنا دوا اور علاج ہیں کہ تم خرقہ تن پر پیوند لگا رہے ہو۔ یعنی تم جو علاج کرتے ہو یہ بجائے اس کے ہے کہ جیسے سپاہی سے مہلت مانگی تو خیر کبھی مہلت دیدیتا ہے مگر۔

عاقبت آید صباحے خشم وار	چند باشد مہلت آخر شرم دار
بالآخر وہ کسی صبح کو غضبناک ہو کر آتا ہے	آخر مہلت کتنی ہو گی شرم کر

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی آخر کار ایک صبح کو دشمن کی طرح آتا ہے (اور کہتا ہے کہ) آخر مہلت کہاں تک ہوگی شرم کر یعنی وہ مہلت نہیں دیتا اور تم جو مہلت مانگتے ہو یعنی علاجات کرتے ہو تو وہ کہتا ہے کہ ارے اب کب تک مہلت دیں کچھ شرم کر کہ کتنی مرتبہ مہلتیں لے چکا ہے بس اب تو چل۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

عذر خود از شہ بخواہ اے پر حسد	پیش از انکہ آنچناں روزے رسد
اے حاسد! بادشاہ سے عذر خواہی کر لے	اس سے قبل کہ ایسا دن آئے

یعنی اے پر حسد بادشاہ سے اپنا عذر اس سے پہلے چاہ لے کہ ایسا دن پہنچے یعنی اس سے پہلے کہ تیری یہ گت بنے اور تجھے کشاں کشاں عدالت میں لے جاویں تو خود عذر خواہی کر لے کہ معاف ہو جاوے گا۔ اور پھر ساری بلائیں دور ہو جائیں گی۔

وانکہ در ظلمت براند بارگی	بر کند زان نور دل یکبارگی
اور جو اندھیرے میں گھوڑا دوڑاتا ہے	اس نور سے یک لخت دل کو ہٹاتا ہے

یعنی اور جو شخص کہ گھوڑے کو ظلمت میں چلاتا ہے اور اس نور سے ایک بارگی دل اکھاڑ لیتا ہے یعنی اس کو وہ نور تو میسر نہیں ہوتا اور وہ توبہ نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ ظلمت معصیت ہی میں رہتا ہے نعوذ باللہ منہ۔

میگریزد از گواہ و مقصدش	کان گواسوئے قضا میخواندش
وہ گواہ اور اس کے مقصد سے بھاگتا ہے	کیونکہ وہ گواہ اس کو موت کی طرف بلاتا ہے

یعنی وہ گواہ اور اس کے مقصد سے بھاگتا ہے کہ وہ گواہ اس کو قضا کی طرف بلاتا ہے یعنی چونکہ وہ گواہ اور پیادہ اس کو فیصلہ کرنے کے واسطے بلاتا ہے تو یہ اس سے بھاگتا ہے کیونکہ اس میں اس کی ساری قلعی کھلتی ہے آخر یہ انجام ہوتا ہے کہ۔

ناگہاں گیرند او را خوار و زار	کش کشان تا پیش قاضی شرمسار
اس کو ذلیل اور عاجز (بناکر) اچانک پکڑیں گے	شرمندگی کی حالت میں اس کو قاضی کے سامنے کھینچ لے جائیں گے

یعنی ناگاہ اس کو خوار و زار کر کے پکڑ لیتے ہیں کھینچتے ہوئے قاضی کے سامنے شرمسار یعنی جب کہ خود اپنی خوشی سے نہیں جاتا تو آخر کشاں کشاں لے جاتے ہیں اور قاضی یعنی موت کے پاس لے جا کھڑا کرتے ہیں اس وقت سخت شرمندگی ہوتی ہے اس لئے کہ آج تک بھاگتا ہی پھرتا تھا اب مولانا اس سے انتقال فرما کر اس مہمان کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

زین گزر کن جانب آں شخص ران	کو بمسجد آمد آن شب میہمان
اس کو چھوڑ اس شخص کی جانب چل	جو اس رات کو مسجد میں مہمان بن کر آیا

یعنی اس سے گزر کر اس شخص کی طرف چلو جو کہ اس رات کو مسجد میں مہمان آیا ہے۔ (اب آگے اسی کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ)

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔اس کی حالت ایسی ہی ہوتی ہے جیسے کہ حکیم جالینوس نے اس جہان کی محبت اور اس کے مقصود ہونے کی سبب کہا تھا کہ میں اس پر بھی راضی ہوں کہ میری ذراسی ہی جان اس میں رہ جاوے یا یہ کہ ایک چھوٹا سا سوراخ میرے لئے ہو جس سے کہ میں مرنے کے بعد اس عالم کو دیکھ سکوں۔ بات کیا تھی جو وہ یہ کہتا تھا وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے گربلیوں کی قطار دیکھ رہا تھا یعنی عذاب الہٰی س کے پیش نظر تھا اور اس کی روح جو ایک پرندہ کی شکل تھی اڑنے اور اس عذاب سے نجات پانے سے ناامید ہو چکی تھی یا یہ وجہ تھی کہ اس عالم کے علاوہ دوسرے عالم کو بالکل معدوم سمجھتا تھا اور عدم میں اس کو مخفی حشر نظر نہ آتا تھا لہذا اس کی ایسی حالت تھی جیسے کہ جنین کہ کرم حق اس کو قید خانہ سے چھوڑ کر ایک وسیع عالم میں لانا چاہتا ہے مگر وہ اس کو معدوم سمجھ کر پیچھے کی جانب شکم کی طرف بھاگتا ہے عنایت حق اس کو باہر لانا چاہتی ہے اور وہ پشت مادری کو اپنا مستقر بنانا چاہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اگر اس شہر سے باہر میں نے قدم رکھا تو پھر مجھے یہ دلکش مقام دوبارہ نظر نہیں آئے گا۔ پس یا تو میں اس شہر سے نکلوں نہیں اور اگر مجبوراً نکلنا ہو تو اس شہر میں کوئی دروازہ ہونا چاہئے جس سے کہ میں اس رحم کو دیکھ کر جی خوش کر لیا کروں اور اگر دروازہ بھی نہ ہو تو سوئی کے ناکہ ہی کی برابر کوئی راستہ ہو جس سے میں باہر سے رحم کو دیکھ سکوں۔ پس یہ نامحرم جنین بھی یوں ہی عالم دنیا سے ناواقف ہے جس طرح کہ جالینوس عالم آخرت سے وہ نہیں جانتا کہ یہ رطوبات رحم جو اس کے لئے مایۂ حیات ہیں یہ بھی عالم بیرونی ہی سے حاصل ہوئی ہیں جس کا وہ منکر ہے یا جس کو وہ ناپسند کرتا ہے جس طرح عالم دنیا میں چاروں عنصروں کو شہر لامکان وعالم غیب سے جس کا جالینوس منکر تھا یا جس کو وہ ناپسند کرتا تھا سینکڑوں امدادیں پہنچتی ہیں آب ودانہ جو اس جالینوس کو اس عالم میں ملتا ہے یہ اسی باغ ومیدان غیب سے ظہور پذیر ہوا ہے پس رحم میں جنین کو یا دنیا میں جالینوس کو جو حیات حاصل ہے یہ انہیں عالموں کا صدقہ ہے جن کے وہ منکر یا کارہ ہیں۔ اگر وہ معدوم ہوتے جیسا کہ ان کا خیال ہے تو خود یہ بھی نہ ہوتے۔ ارواح انبیاء چونکہ اس باغ اور اس طمانیت کا جو کہ ان کو وہاں حاصل ہوگی اس پنجرہ کو چھوڑنے اور اس سے انتقال کے وقت مشاہدہ کرتے ہیں اس لئے وہ نہ جالینوس کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ اس عالم کی بلکہ چاند کی طرح عالم بالا پر چمکتے ہیں یہ گفتگو تو اس وقت ہے جبکہ واقع میں جالینوس نے ایسا کہا ہو جیسا کہ اس کی طرف منسوب ہے اور اگر یہ قول اس پر افتراء ہے تو میرا جواب جالینوس کو نہیں ہے بلکہ اس کو ہے جس نے ایسا کہا کیونکہ اس کا دل نور معرفت سے منور نہیں ہے اور اس کی جان کا پرندہ ایک چوہا ہے جو کہ بلی کی آواز سن کر سوراخ ڈھونڈتا ہے اور اسی سبب سے اس کی جان نے چوہے کی طرح اس دنیا کو جو سوراخ کی طرح تنگ ہے وطن اور مستقر بنا رکھا ہے اسی لئے وہ اس سوراخ میں عمارتیں بناتا ہے اور اسی کے موافق دانائی حاصل کرتا ہے اور اس لئے اس نے ان کاموں کو اختیار کیا ہے جو اس سوراخ کے اندر ترقی

www.besturdubooks.wordpress.com

حاصل کرنے میں کام آئیں کہ وہ سمجھ بیٹھا ہے کہ مجھے اس سوراخ سے باہر جانا نہیں ہے اور بدن سے جدائی کے ذرائع مسدود ہیں کیونکہ اگر وہ ایسا نہ سمجھتا اور عالم غیب کو اپنا وطن اصلی سمجھتا تو یہ سامان نہ کرتا۔ اور مکڑی یعنی اہل دنیا میں اگر عنقا اہل اللہ کی خاصیت ہوتی ہے تو وہ کبھی لعاب یعنی ناپائیدار اور کمزور اشیاء سے خیمہ نہ بناتے۔ کیونکہ بلی پنجرہ میں اپنے پنجے ڈال رہی ہے اور اس پر قابو پانے کی کوشش کر رہی ہے پنجہ سے کیا مراد ہے۔ مرگی' سرسام' مروڑا' چیچک' قولنج' مالیخولیا' سکتہ' سدہ' جذام' ماشرا وغیرہ خلاصہ یہ کہ بلی موت ہے اور امراض اس کے پنجے جس کو وہ اس کے پروبازو پر مارتی ہے اور اس کو پکڑنے کی کوشش کرتی ہے اور یہ کونہ کونہ دوا کے لئے دوڑتا ہے اور اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے یا یوں کہو کہ مرض ایک قاضی ہے اور امراض گواہ۔ اور یہ گواہ قاضی کے سپاہی کا کام دیتا ہے اور کہتا ہے کہ چلو قاضی صاحب تم کو اپنے اجلاس میں طلب کرتے ہیں اب تم جان چراتے ہو اور مہلت مانگتے ہو اگر اس نے مہلت دیدی تو وہ چل دیا۔ اور اگر مہلت نہ دی تو کہتا ہے کہ نہیں تم کو ابھی حاضر ہونا پڑے گا۔ اور زبردستی پکڑ لے جاتا ہے مہلت مانگنے سے کیا مطلب ہے۔ دوائیں تلاش کرنا اور خرقہ تن میں پیوند لگانے کی کوشش کرنا پس جبکہ تم پے در پے مہلتیں مانگتے ہو تو ایک روز وہ مخاصمانہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ بھلے مانس تجھے شرم نہیں آتی آخر مہلت کی کوئی حد بھی ہے اب مہلت نہیں دی جا سکتی۔ میرے ساتھ چلو اور پکڑ کر لے جاتا ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ ارے کمبخت قبل اس کے کہ ایسا دن آئے کہ تجھے جان چرانی پڑے اور بالآخر تجھے مجبوراً حاضر ہونا پڑے۔ حق سبحانہ سے معذرت کر کے اپنا قصور معاف کرائے اور اس کے ساتھ تعلق پیدا کر لے اور مھتدی ہو جا کیونکہ جو شخص نور ہدایت حاصل کر لیتا ہے اس کو قاضی موت سے کچھ خوف نہیں ہوتا اور نہ وہ جان چراتا ہے بلکہ بلانے کے ساتھ ہی اس کے ساتھ ہو لیتا ہے اور جو شخص ظلمت ضلالت ہی میں گھوڑا چلاتا ہے اور ہدایت سے بالکل قطع تعلق کر لیتا ہے وہ اس سپاہی اور اس کے ارادہ سے بھاگتا ہے جو کہ اس کو محکمہ قاضی' میں لے جانا چاہتا ہے مگر وہ اس سے بچ نہیں سکتا بلکہ اس کو نہایت ذلت کے ساتھ کھینچتے ہوئے قاضی کے پاس لے جاتے ہیں اور وہ وہاں نہایت شرمندگی کے ساتھ جاتا ہے' اچھا اب اس قصہ کو تو چھوڑ دو اور اس شخص کی طرف رخ کرو جو مسجد میں مہمان ہو کر آیا تھا۔

شرح شبّیری

اہل مسجد کا مہمان کو ملامت کرنا تا کہ اس مسجد میں نہ سووے

قوم گفتندش مکن جلدی برو	تا نگردد جامہ و جانت گرو
لوگوں نے اس سے کہا بہادری نہ دکھا' چلا جا	تا کہ تیری جان اور کپڑے گروی نہ ہو جائیں

یعنی لوگ کہتے کہ جلدی مت کر جا۔ تا کہ تیری جان اور کپڑے گرو نہ ہو جاویں یعنی کہیں تو ہیں کا نہ ہو رہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور تیری جان یہیں جاوے تو یہاں سے چلا جا۔

آن زدور آسان نماید بہ نگر	کہ بآخر سخت باشد رہ گزر
وہ دور سے آسان نظر آتا ہے اچھی طرح دیکھ لے	کہ انجام کار راستہ دشوار ہو گا

یعنی وہ دور سے آسان دکھائی دیتا ہے اچھی طرح دیکھ لے۔ کہ آخر میں راستہ سخت ہو جاوے گا یعنی پھر نکلنا نہ ملے گا اور پھنس جاؤ گے لہذا ذرا اچھی طرح سوچ سمجھ لو اور سب نے کہا کہ۔

بس کسا کاویخت خود را از نخست	وقت پیچا پیچ دستاویز جست
بہت سے انسان ہیں جنہوں نے شروع میں اپنے آپ کو لٹکا دیا	پیچیدگی کے وقت سہارا ڈھونڈا

یعنی بہت سے آدمیوں نے کہ اپنے کو پہلے تو لٹکا دیا اور پیچا پیچ کے وقت پناہ ڈھونڈی یعنی اول تو بے سوچے سمجھے نس پڑے اور جب ان پر پڑی تو گھبرا کر پناہ گزین ہوتے پھرے۔

پیشتر از واقعہ آسان بود	در دل مردم خیال نیک و بد
واقعہ سے پہلے آسان ہوتا ہے	انسانوں کے دل میں اچھے برے کا خیال

یعنی واقعہ سے پہلے تو آدمی کے دل میں نیک و بد کا خیال آسان ہوتا ہے (مگر)

چون در آید اندرون کار زار	آن زمان گردد بر آنکس کار زار
جب میدان جنگ میں آ جاتا ہے	اس وقت اس شخص پر کام دشوار ہو جاتا ہے

یعنی جب لڑائی میں آتا ہے تو اس وقت اس شخص پر کام خراب ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ کام پڑنے سے پہلے تو انسان اس کو آسان سمجھتا ہے اور اس میں گھس پڑتا ہے لیکن جب موقعہ آ کر پڑتا ہے تو مصیبت پڑتی ہے لہذا اس مسجد میں سو رہنا ابھی تو آسان معلوم ہوتا ہے لیکن جب مصیبت پڑے گی اس وقت حقیقت معلوم ہو گی لہذا ذرا سنبھل کر قدم رکھو تاکہ پھر پچھتانا نہ پڑے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

چون نہ شیرے ہین منہ تو پائے پیش	کان اجل گرگست و جان تست میش
جبکہ تو شیر نہیں ہے خبردار آگے قدم نہ رکھ	کیونکہ موت بھیڑیا ہے اور تیری جان بھیڑ ہے

یعنی جب تو شیر نہیں ہے تو قدم آگے مت رکھ کیونکہ وہ اجل تو بھیڑیا ہے اور تیری جان میش ہے مطلب یہ کہ جب تم انسان کامل نہیں ہو اور تمہارے اندر قوت اس قدر نہیں ہے کہ مصائب کو برداشت کر سکو تو پھر قدم آگے مت بڑھاؤ اور بہت موت کی تمنا مت کرو اس لئے کہ وہاں جا کر پھر کمبختی آوے گی۔

ورز ابدالی و میشت شیر شد	ایمن آکہ مرگ تو سر زیر شد
اگر تو ابدال میں سے ہے اور تیری بھیڑ شیر ہو گئی ہے	مطمئن ہو کر آ' کیونکہ تیری موت سرنگوں ہو گئی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اور اگر تو ابدال سے ہے اور تیرا میش شیر ہو گیا ہے تو تو بے خوف آ کہ تیرا بھیڑیا مغلوب ہو گیا مطلب یہ کہ اگر تیرے اخلاق ذمیمہ اخلاق حمیدہ سے بدل گئے ہیں اور تو ابدال میں سے ہو گیا ہے تو اب تو بے خوف ہو کر رہ اس لئے کہ تیرا گزند پہنچانے والا جو تھا اب وہ مغلوب ہو گیا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

کیست ابدال آنکہ او مبدل شود	خمرش از تبدیل یزدان خل شود
ابدال کون ہے؟ وہ جو تبدیل ہو جائے	اللہ (تعالیٰ) کے تبدیل کرنے سے اس کی شراب سرکہ ہو جائے

یعنی ابدال کون ہے جو کہ مبدل ہو جاوے اور اس کی خمر حق تعالیٰ کو بدل دینے سے سرکہ ہو جاوے مطلب یہی کہ اس کے اخلاق ذمیمہ مبدل بہ اخلاق حمیدہ ہو جاویں وہی ابدال میں سے ہے"۔

لیک مست شیر گیری وزگمان	شیر پنداری تو خود را ہین مران
لیکن تو نیم مست ہے، اور گمان سے	اپنے آپ کو شیر سمجھتا ہے خبردار! آگے نہ بڑھ

یعنی لیکن تو نیم مست ہے اور گمان سے اپنے کو شیر سمجھے ہوئے ہے تو ہاں چلا مت۔ مطلب یہ کہ تو صاحب حال ہے صاحب مقام نہیں ہے یہ جوش وخروش غلبۂ حال کی وجہ سے ہے اور غلبۂ حال کی کیفیت معتبر نہیں بلکہ کیفیت وہ معتبر ہے جو کہ صاحب مقام کی ہو لہذا تیرا یہ جوش قابل اعتبار نہیں ہے اور تیرے اندر قوت ابھی پوری نہیں آئی ہے لہذا ذرا سنبھل کے قدم رکھو کہ کہیں قدم پھسل نہ جاوے۔

گفت حق ز اہل نفاق نا سدید	باسہم ما بینہم باس شدید
اللہ (تعالیٰ) نے گمراہ منافقوں کے بارے میں فرمایا ہے	ان کی بہادری آپس میں سخت بہادری ہے

یعنی منافقین ناموافق کے حق میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کی لڑائی آپس میں سخت لڑائی ہے مطلب یہ کہ دیکھو قرآن شریف میں ہے۔ باسهم بينهم شديد تحسبهم جميعا و قلوبهم شتى یعنی ان کی آپس کی لڑائی تو بڑی سخت ہے اور آپ ان کو متفق گمان فرماویں گے اور ان کے قلوب پراگندہ ہیں تو دیکھو منافقین میں چونکہ قوت نہ تھی اس لئے وہ ویسے تو بڑے قوی معلوم ہوتے تھے لیکن جب موقعہ پڑتا تھا تو رہ جاتے تھے۔

درمیان ہمدگر مردانہ اند	در غزا چون عورتان خانہ اند
ایک دوسرے کے لئے بہادر ہیں	جہاد میں گھر کی عورتوں کی طرح ہیں

یعنی آپس میں تو مردانہ ہیں اور لڑائی میں گھر کی عورتوں کی طرح ہیں۔

گفت پیغمبر سپہ دار غیوب	لا شجاعۃ یافتی قبل الحروب
غیب کے سپہ سالار پیغمبرؐ نے فرمایا	اے نوجوان! لڑائیوں سے پہلے بہادری کچھ نہیں ہے

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سپہدار غیب نے فرمایا ہے کہ اے جوان لڑائی سے پہلے شجاعت نہیں ہے یعنی قبل اس

www.besturdubooks.wordpress.com

کے کہ موقعہ پڑے کوئی شجاعت کرے تو وہ قابل اعتبار نہیں ہے اور منافقین کی یہ حالت ہے کہ۔

وقت لاف غزو مستان کف زنند	وقت جوش و جنگ چون کف می فتند
جہاد کی شیخی بگھارتے وقت مستوں کی طرح سینہ ٹھوکتے ہیں	جوش اور جنگ کے وقت جھاگ کی طرح گر پڑتے ہیں

یعنی لڑائی کی شیخی کے وقت مستون کی طرح تالیاں بجاتے ہیں اور جوش و جنگ کے وقت کف کی طرح گر پڑتے ہیں مطلب یہ کہ جب لڑائی کی شیخی کا وقت آتا ہے تب تو خوب جوش و خروش کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے بڑے مرد ہیں اور جب لڑائی کا وقت آتا ہے تو بس جھاگ کی طرح گر پڑتے ہیں گویا سارا ست نکل گیا۔

وقت ذکر غز و شمشیرش دراز	وقت کروفر تیغش چون پیاز
جہاد کے ذکر کے وقت اس کی تلوار دراز ہے	کروفر کے وقت اس کی تلوار پیاز کی طرح ہے

یعنی لڑائی کے ذکر کے وقت تو اس کی شمشیر دراز ہوتی ہے اور خود لڑائی کے وقت اس کی تیغ پیاز کی طرح (تہ شدہ) ہوتی ہے مطلب یہ کہ جب لڑائی کا ذکر ہو تب تو معلوم ہوتا ہے کہ بہت بڑے بہادر ہیں کہ تلوار نیام سے باہر ہوئی جاتی ہے۔ ین موقعہ پر میاں کی تلوار لپٹی کی لپٹی رہ جاتی ہے۔

وقت اندیشہ دل او غزو جو	بس بیک سوزن تہی شد خیک او
خیال کے وقت اس کا دل جنگجو ہے	پھر ایک سوئی سے اس کی مشک خالی ہو گئی

یعنی سوچنے کے وقت تو اس کا دل زخم جو ہے اور بس ایک سوئی سے اس کی مشک خالی ہوگئی یعنی جب لڑائی کے سوچنے کا وقت آوے تب تو بہت زیادہ بہادر معلوم ہوتے ہیں اور خوب خیالات پکاتے ہیں کہ جو کہ خیالات بہادری کے ہوتے ہیں۔ لیکن جب موقعہ آتا ہے تو ایک سوئی کے لگنے ہی سے کام تمام ہو جاتا ہے اور ساری مشک خالی ہو جاتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

من عجب دارم ز جویائے صفا	کورمد در وقت صیقل از جفا
مجھے صفائی کے (اس) طالب پر تعجب ہے	جو صیقل کے وقت تکلیف سے بھاگ جائے

یعنی میں صفا کے متلاشی سے تعجب کرتا ہوں کہ وہ صیقل کے وقت جفا سے بھاگتا ہے مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ جو شخص طالب صفائی قلب ہو اور وہ مجاہدات سے بھاگے۔

عشق چون دعوی جفا دیدن گواہ	چون گواہت نیست شد دعوی تباہ
عشق دعویٰ ہے تکلیف برداشت کرنا گواہ ہے	جب تیرے پاس گواہ نہیں ہے تو دعویٰ برباد ہے

یعنی عشق تو مثل دعوے کے ہے اور جفا دیکھنا گواہ ہے تو جب تمہارے پاس گواہ نہیں ہے تو دعویٰ خراب ہو گیا۔ مطلب یہ کہ عشق تو ایک دعویٰ ہے اور اس پر گواہ تحمل اور صبر علے الشد ائد ہے کہ جو مصیبت ہو اور جو بات اس راہ میں پیش

www.besturdubooks.wordpress.com

آوے اس کو برداشت کرے پھر اگر تم صبر نہ کرسکے اور برداشت نہ کرسکے تو سارا دعویٰ وغیرہ ختم ہوگیا۔ اب کچھ بھی نہ رہا۔

چون گواہت خواہد این قاضی مرنج	بوسہ دہ برمار تا یابی تو گنج
جب یہ قاضی گواہ مانگے تو رنجیدہ نہ ہو	سانپ کو چوم لے' تاکہ تو خزانہ پائے

یعنی یہ قاضی جب تجھے گواہ طلب کرے تو رنجیدہ مت ہو (بلکہ) سانپ کو بوسہ دو تا کہ خزانہ ملے۔ مطلب یہ کہ اگر اس راہ میں مشکلات و مجاہدات پیش آویں تو ان کو برداشت کرو اور رنجیدہ مت ہو بلکہ ان کو شوق سے برداشت کرو تا کہ تم کو خزانہ علوم و معارف حاصل ہو آگے تسلی اور ہمت دلانے کے لئے ایک نیا مضمون فرماتے ہیں کہ۔

آن جفا باتو نباشد اے پسر	بلکہ باوصف بدی اندر تو در
اے صاحبزادے! وہ سختی تجھ پر نہیں ہے	بلکہ اس بری صفت پر ہے جو تیرے اندر ہے

یعنی اے صاحبزادے وہ جفا تیری ساتھ نہیں ہے بلکہ (اس) وصف کے ساتھ ہے جو تیرے اندر ہے مطلب یہ کہ مجاہدات اور ریاضات جو تم سے کرائے جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے تمہارے اوپر بظاہر مشقت ہوتی ہے تو وہ مشقت تم پر نہیں ہے بلکہ اصل میں وہ محنت اور مشقت تمہارے ان اخلاق سیئہ پر ہے جو کہ تمہارے اندر بھرے پڑے ہیں آگے اس کی مثالیں دیتے ہیں کہ۔

بر نمد چوبے کہ آنرا مرد زد	بر نمد آنرا نہ زد بر گرد زد
اس شخص نے نمدے پر جو لکڑی ماری	وہ نمدے پر نہیں ماری' گرد پر ماری ہے

یعنی نمدہ پر لکڑی جو کہ کسی مرد نے ماری تو وہ نمدہ پر نہیں ماری (بلکہ) گرد پر ماری۔ مطلب یہ کہ دیکھو نمدہ کو جھاڑتے ہیں جو لکڑی اس پر مارتے ہیں تو بظاہر تو وہ لکڑی اس نمدہ پر ماری مگر اصل میں اس گرد پر ماری جو اس کے اندر بھری پڑی ہے تا کہ وہ اس کے اندر سے نکل جاوے اسی طرح یہ مجاہدات وریاضات شاقہ بظاہر تمہارے اوپر ہیں لیکن اصل میں تمہارے ان اخلاق پر ہیں کہ وہ تمہارے اندر سے نکل جاوے آگے اسی کی دوسری مثال فرماتے ہیں کہ۔

گر بزد مر اسپ را آن کینہ کش	آن نزد بر اسپ زد بر سکسکش
اگر سزا دینے والے نے گھوڑے کو مارا	اس نے گھوڑے کو نہیں مارا اس کی ست رفتاری کو مارا

یعنی گھوڑے کو اس کینہ کش نے مارا تو اس نے گھوڑے پر نہیں مارا (بلکہ) اس کی بدرفتاری پر مارا ہے (اس لئے کہ)

تا ز سکسک وارہد خوش پے شود	شیر را زندان کنی تا مے شود
تا کہ وہ ست رفتاری سے نجات پا جائے خوش رفتار ہو جائے	تو شیرہ کو قید کرتا ہے تا کہ شراب بن جائے

یعنی تا کہ وہ بدرفتاری سے چھوٹ جاوے اور خوش قدم ہو جاوے اور شیرہ کو تم قید کرتے ہو تا کہ شراب بن جاوے مطلب یہ کہ تم نے جو گھوڑے کو مارا تو اس لئے تا کہ اس کی چال درست ہو جاوے تو وہ مار اس پر نہ تھی بلکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کی اس بدرفتاری کی صفت پر تھی دوسرے مصرعہ میں دوسری مثال ہے کہ دیکھو تم شیرۂ انگور کو مٹکوں وغیرہ میں بند کرتے ہو تا کہ وہ پینے کے قابل شراب بن جاوے تو دیکھو اس کو جو بند کیا گیا صرف اس لئے کہ اس کے اندر جو خرابی تھی کہ وہ اس قابل نہ تھی کہ کوئی اس کو منہ لگاوے وہ خرابی جاتی رہی تو اسی طرح انسان مجاہدات و ریاضات کر کے اخلاق ذمیمہ کو اپنے اندر سے دور کر دیتا ہے آگے ایک اور مثال ہے کہ۔

آن یکے میزد یتیمے را بقہر	قند بود آن لیک بنمودہ چو زہر
ایک شخص غصہ سے ایک یتیم کو مارتا تھا	وہ شکر تھا لیکن زہر جیسا نظر آتا تھا

یعنی ایک شخص ایک یتیم کو غصہ سے مار رہا تھا تو (وہ مارنا) قند تھا (یعنی مفید تھا) لیکن بظاہر زہر معلوم ہوتا تھا۔

دید مردے آن چنانش زار زار	آمد و بگرفت زودش در کنار
ایک شخص نے اس کو ایسا زار زار (روتا) دیکھا	کہ وہ آیا اور فوراً اس کو بغل میں لے لیا

یعنی ایک شخص نے اس کو اس طرح زار زار دیکھا وہ آیا اور اس کو جلدی سے بغل میں لے لیا۔

گفت چندان آن یتیمک را زدی	چون نہ ترسیدی ز قہر ایزدی
اس نے کہا تو نے اس یتیم بچے کو اتنا مارا	تو خدا کے قہر سے کیوں نہ ڈرا؟

یعنی کہا کہ تو نے اتنا اس ذرا سے یتیم کو مارا تو قہر حق تعالیٰ سے کیوں نہ ڈرا (تو اس ضارب نے سن کر یہ جواب دیا کہ)

گفت اورا کے زدم اے جان دوست	من بران دیوے زدم کو اندر دوست
اس نے کہا اے پیارے! میں نے اس کو کب مارا ہے؟	میں نے اس شیطان کو مارا ہے جو اس کے اندر ہے

یعنی اس نے اس کو کہا کہ اے جان دوست میں نے اس کو کب مارا میں نے تو اس دیو کو مارا ہے جو اس کے اندر ہے۔ یعنی اس نے کہا کہ اس کے اندر جو شیطان گھسا ہوا ہے میں تو اس کو مار رہا ہوں اس یتیم کو مار ہی کب رہا ہوں آگے اور مثال ہے کہ۔

مادرار گوید ترا مرگ تو باد	مرگ آن خو خواہد و مرگ فساد
اگر تجھے ماں کہے خدا کرے تو مرے	تو وہ عادت کی موت اور فساد کی موت چاہتی ہے

یعنی ماں اگر (بچہ کو) کہے کہ تیری موت آوے تو اس خصلت کی موت چاہتی ہے اور مرگ فساد کی یعنی وہ مرنے کو کہتی ہے تو اس مرنے سے اس خصلت بد کا زوال مراد ہوتا ہے تو جب یہ جفائیں اور یہ بلائیں خود انسان پر ہیں ہی نہیں بلکہ اس کے اخلاق سیہ پر ہیں تو پھر وہ ان سے کیوں گھبراتا ہے اوپر کہا تھا کہ من عجب دارم ز جویائے جفا الخ آگے پھر اسی کی طرف رجوع ہے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آن گروہے کز ادب بگریختند	آب مردی و آب مردان ریختند
وہ لوگ جو ادب (حاصل کرنے) سے بھاگے	انہوں نے انسانیت اور انسانوں کی آبروز ریزی کی

یعنی وہ گروہ کہ جو ادب سے بھاگے تو مردی کی اور مردوں کی آبرو انہوں نے گرائی مطلب یہ کہ جو لوگ کہ مجاہدات اور ریاضات سے بھاگے تو آخر کار ایسے لوگوں نے مردانگی اور مردوں کی آبرو کھوئی ہے۔

عاذلان شان از وغا وا راندند	تا چنین حیز و مخنث ماندند
ملامت کرنے والو نے انہیں جنگ سے باز رکھا	یہاں تک کہ وہ ایسے نامرد اور مخنث رہ گئے

یعنی ناصحین نے ان کو وغا سے باز رکھا یہاں تک وہ ایسے حیز اور مخنث رہ گئے مطلب یہ کہ لوگوں نے ان کو سمجھایا مجاہدات و ریاضات سے ڈرایا تو یہ ان کے کہنے میں آ گئے۔ اور مجاہدات و ریاضات سے باز رہے اور نفس و شیطان کا مقابلہ نہ کیا تو آخر نامرد رہ گئے اور انسان کامل اور مرد نہ ہو سکے آگے مضمون ارشادی فرماتے ہیں کہ۔

لاف و غرہ ژاژ خارا کم شنو	با چنیہا در صف ہیجا مرو
بکواس کرنے والے کی شیخی اور گھمنڈ کو نہ سن	ایسے لوگوں کے ساتھ جنگ کی صف میں نہ جا

یعنی بیہودہ گو کی شیخی اور غرہ کو مت سن اور نامردوں کے ساتھ لڑائی کی صف میں مت جا چنیہا سے مراد اہل چنیہا) مطلب یہ کہ جو لوگ کہ تم کو مجاہدات و ریاضات سے باز رکھتے ہیں اور ڈراتے ہیں ان کی باتیں ہرگز مت سنو کہ یہ تو ہمیشہ تم کو خرابی میں ڈالیں گے اور ان نامردوں کے ساتھ نفس و شیطان کے مقابلہ میں مت جاؤ اس لئے کہ اگر ان کے ہمراہ ہو گے اور یہ بھاگیں گے تو تمہاری بھی ہمت ٹوٹ جاوے گی۔ آگے اس کی ایک دلیل قرآن شریف سے لاتے ہیں کہ۔

زانکہ زادو کم خبالا گفت حق	کز رفاق ست بر گردان ورق
کیونکہ اللہ (تعالیٰ) نے "وہ تم میں زیادہ خرابیاں ڈالتے ہیں" فرمایا ہے	تاکہ تو ست ساتھیوں سے ورق پلٹ دے

یعنی اس لئے کہ حق تعالیٰ نے مازادو کم الا خبالا (نہ زیادہ کریں گے تم کو مگر خرابی) فرمایا ہے (جس کا حاصل یہ ہے کہ) رفیق ست سے ورق لوٹ دے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے منافقین کی بابت فرمایا ہے کہ اگر وہ جنگ میں تمہارے ہمراہ ہوں گے تو چونکہ وہ خود نامرد ہیں تم کو کم ہمت کر دیں گے۔ اور اپنے ساتھ تم کو بھی لے بھاگیں گے لہذا ان کی ہمراہ مت رہو۔ اسی طرح اگر تم ان نامردوں کے ساتھ رہو گے تو یہ تم کو نفس و شیطان کے مقابلہ سے باز رکھیں گے اور نفس و شیطان تم پر غالب آ جاویں گے۔ لہذا ایسے لوگوں سے الگ رہنا ہی بہتر ہے۔

کہ گر ایشان با شما ہمراہ شوند	غازیان بے مغز ہمچون کہ شوند
کیونکہ وہ اگر تمہارے ساتھ ہوں گے	غازی تنکے کی طرح بیکار ہو جائیں گے

یعنی کہ اگر وہ لوگ تمہارے ہمراہ ہوں گے تو غازی لوگ گھاس کی طرح بے مغز ہو جاویں گے یعنی جو کام

www.besturdubooks.wordpress.com

کرنے والے ہیں ان کے ساتھ مل کر وہ بھی بیکار ہو جاویں گے۔

خویشتن را باشما ہم صف کنند	پس گریزند و دل صف بشکنند
وہ اپنے آپ کو تمہارے ساتھ ہم صف کریں گے	پھر بھاگیں گے اور صف کا دل توڑ دیں گے

یعنی اپنے کو تمہارے ساتھ ہم صف کرتے ہیں پھر بھاگ جاتے ہیں اور صف کا دل توڑ دیتے ہیں (اس طرح جو لوگ خود کم ہمت ہیں وہ تمہارے ساتھ ملیں گے اور مل کر تم کو بھی خراب کریں گے)

پس سپاہی اندکے بے این نفر	بہ کہ با اہل نفاق آید حشر
تو تھوڑے سپاہی اس جماعت کے بغیر	بہتر ہیں بہ نسبت اس کے منافقوں کے ساتھ اجتماع ہو

یعنی بس تھوڑے سے سپاہی بدوں اس جماعت کے بہتر ہیں کہ اہل نفاق ساتھ ایک جمگھٹ آوے یعنی منافقین کے ساتھ مل کر جماعت کثیر ہو جانے سے بہتر ہے کہ تھوڑے ہوں مگر ہوں سارے باہمت اور مسلمان۔

ہست بادام کم خوش بیختہ	بہ کہ بسیاری بتلخ آمیختہ
خوش (ذائقہ) تھوڑے بادام چھنے ہوئے	بہت سے کڑوے ملے ہوؤں سے بہتر ہیں

یعنی اچھے بادام کم بہتر ہیں زیادہ ہونے سے جو تلخی کے ساتھ ملے ہوئے ہوں یعنی وہ بادام جو کہ زیادہ ہوں اور ہوں تلخ برے ہیں اور جو شیریں ہوں اور ہوں تھوڑے وہ بہتر ہیں اسی طرح جو لوگ کم ہمت ہوں اور ہوں بہت زیادہ وہ برے اور جو باہمت ہوں اور ہوں تھوڑے سے وہ اچھے ہیں کہ وہی کچھ کام کریں گے۔

تلخ وشیریں گر بصورت یک شے اند	نقص ازان افتاد کہ ہمدل نے اند
کڑوا اور میٹھا اگرچہ بظاہر ایک چیز ہیں	خرابی اس وجہ سے واقع ہوئی کہ وہ باطن میں یکساں نہیں ہیں

یعنی تلخ و شیریں اگرچہ صورت میں ایک شے ہیں (لیکن) نقصان اس وجہ سے پڑا ہے کہ ہمدل نہیں ہیں۔

گر ترسان دل بود کو از گمان	می زید در شک ز حال آنجہان
کافر خوفزدہ دل والا ہوتا ہے کیونکہ وہ گمان	میں جی رہا ہے اس جہان کے حال کے شک میں

یعنی کافر ترسان دل ہوتا ہے کیونکہ وہ گمان کی وجہ سے اس جہان کے حال سے شک میں ہے۔

می رود در رہ نداند منزلے	گام ترسان می نہد اعمی دلے
وہ راستہ چلتا ہے منزل کو نہیں جانتا ہے	اندھے دل والا ڈرتے ہوئے قدم رکھتا ہے

یعنی راستہ میں چلتا ہے اور منزل کو نہیں جانتا قدم کو اندھے دل والا ڈرتا ہوا رکھتا ہے۔

چوں نداند رہ مسافر چوں رود	باتردد ہا و دل پرخون رود
جب مسافر نہیں جانتا ہے وہ کیسے راستہ چلے؟	مشکوک اور پرخون دل کے ساتھ چلتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب مسافر راستہ کو نہ جانے تو کس طرح چلے تر ددوں کی ساتھ اور دل پر خون ہو جاوے۔

ہر کہ گوید ہائے اینسو راہ نیست	او کند از بیم آنجا وقف وا یست
جو کوئی کہہ دے کہ ہائے اس طرف راستہ نہیں ہے	وہ اسی جگہ خوف سے توقف اور ٹھاؤ کر دیتا ہے

یعنی جو کوئی کہہ دے کہ ہائے اس طرف کو راستہ نہیں ہے تو وہ خوف کی وجہ سے اس جگہ توقف اور قیام کرتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو کافر جو راہ چلتا ہے اور اس راہ دنیا کو طے کرتا ہے تو ڈرتا ہوا چلتا ہے اس لئے کہ اس کو اس جہان کے وجود ہی میں شک ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی مسافر راہ چلے اور راستہ جانتا نہ ہو تو جہان کسی نے کہہ دیا کہ ارے ادھر راستہ نہیں ہے تو چونکہ جانتا نہیں ہے ڈر کے مارے وہیں ٹھہر جاوے گا اور اگر راہ کو جانتا تو وہ کسی کہنے والے کی پرواہ نہ کرتا بلکہ وہ بے کھٹکے قدم بڑھائے ہوئے چلا جاتا تو یہ ہر جگہ کھڑا ہو جاتا اور ٹھہر جاتا اس کی دلیل ہے کہ یہ راستہ سے ناواقف ہے اور رجما بالغیب ہی جا رہا ہے۔

ور بداندرہ دل باہوش او	کے رود ہر ہائے و ہو در گوش او
اگر اس کا باہوش دل راستہ جانتا ہے	تو ہر ہائے و ہو اس کے کان میں کہاں پہنچتی ہے؟

یعنی اور اگر راستہ کو اس کا باہوش دل جانتا ہوتا تو ہر ہائے ہو پر کب اس کا کان جاتا یعنی اگر وہ راستہ سے واقف ہوتا تو وہ اس ہائے ہوی کرنے کو اور اس غل مچانے کو کب سنتا اس کو خود یقین ہوتا کہ میں راستہ درست چل رہا ہوں اب خواہ کوئی کتنا ہی ڈراوے وہ ڈرنے والا نہیں ہے۔ بہت بے فکری سے راہ طے کرے گا آگے فرماتے ہیں کہ۔

پس مشو ہمراہ این اشتر دلان	زانکہ وقت ضیق بیم اند آفلان
تو ان اونٹ کے دل والوں کا ہمراہی نہ بن	کیونکہ وہ تنگی اور خوف کے وقت غائب ہو جانے والے ہیں

یعنی پس تم ان اشتر دلوں (کم ہمتوں) کے ساتھ مت رہو اس لئے کہ خوف وضیق کے وقت یہ لوگ چھپ جانے والے ہیں یعنی جب موقعہ آوے گا تو یہ تمہارا ساتھ نہ دینگے لہذا تم ان کے ساتھ مت جاؤ کہ تم کو بھی غاری کریں گے۔

پس گریزند و تراتنہا ہلند	گرچہ اندر لاف سحر بابل اند
وہ بھاگ جائیں گے اور تجھے تنہا چھوڑ دینگے	اگرچہ وہ شیخی مارنے میں بابل کا جادو ہیں

یعنی پس بھاگ جاویں گے اور تجھے تنہا چھوڑ دیں گے اگرچہ شیخی میں سحر بابل ہیں۔ مطلب یہ کہ اگرچہ شیخی بازی میں تو سحر بابل کی طرح مشہور ہیں لیکن حقیقت میں بالکل بزدل ہیں۔

توز رعنایان مجو ہین کار زار	توز طاؤسان مجو صید و شکار
خبردار! تو نازنینوں سے جنگ کی توقع نہ رکھ	تو موروں سے صید و شکار کا طالب نہ بن

یعنی تو نازکوں سے لڑائی کو مت تلاش کر اور تو موروں سے صید و شکار کو مت ڈھونڈ مطلب یہ کہ ان نازک دلوں سے

www.besturdubooks.wordpress.com

اوران بزدلوں سے تم مقابلہ اور صید وشکار کی امید مت رکھو۔اس لئے ان سے کچھ نہ ہوگا۔اور بلکہ تم کو بھی کھودینگے۔

طبع طاؤسیت وسواست کند	دم دہد تا از مقامت بر کند
تیری مور والی طبیعت تیرے اندر وسوسے ڈالتی ہے	وہ فریب دیتی ہے تاکہ تجھے (بلند) مقام سے ہٹادے

یعنی تیری طبع طاؤسی تجھے وسواس کرتی ہے اور دم دیتی ہے تاکہ جگہ سے تجھے اکھاڑ دے مطلب یہ کہ تمہاری طبیعت جو کہ کم ہمت ہے اور جو صید معانی میں کمزور ہے وہ تجھے وسوسہ ڈالتی ہے اور مجاہدات وریاضات سے ڈر کی وجہ سے بچاتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم کو تمہاری جگہ سے اکھاڑ دے گی اور تم اس قابل بھی نہ رہو گے جتنے اب ہو۔آگے غزوہ بدر کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو جس طرح شیطان نے اول تو سب کفار کو آکر بہکایا اور سب سے کہا کہ چل کر لڑو اور میں ضامن ہوں کہ تم کو فتح ہوگی اور جب میدان میں پہنچا تو اس کو ملائکہ نظر آئے جو مدد کے لئے آئے تھے تو یہ وہاں سے بھاگا جب لوگوں نے اس سے کہا کہ اب بھاگتا کیوں ہے تو بولا کہ انسی اری مالاترون کہ میں ایسی شے کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو نظر نہیں آتی۔تو فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ شیطان وقت پر بھاگ گیا اور پہلے سے بہت شیخی بگھار رہا تھا اسی طرح یاد رکھو کہ یہ لوگ جو کہ تم کو مجاہدات وریاضات سے مانع ہیں یا خود کم ہمت ہیں تم کو بیچ میں ہی چھوڑ دینگے اور ہرگز ہرگز تمہارا ساتھ نہ دیں گے۔اب حکایت سنئے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔لوگوں نے کہا میاں جاؤ اور مسجد میں جانے میں جلدی نہ کرو تاکہ تمہارے جان کے کپڑے (یعنی تمہاری جان جو کہ مثل کپڑوں کے ہے) مجبوس نہ ہوجائیں اس میں قیام کرنا دور ہی سے آسان معلوم ہوتا ہے مگر خوب سمجھ لو کہ آخر میں یہ راستہ بہت دشوار گزار ہوگا۔بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اپنے کو پہلے پھنسادیتے ہیں اور جب کشمکش میں پڑتے ہیں تو سہارا ڈھونڈھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کوئی ہم کو اس بلا سے نکالے۔واقعہ سے پہلے اس کا خیال خواہ اچھا ہو خواہ برا نہایت آسان معلوم ہوتا ہے اور جب معرکہ کا سامنا ہوتا ہے اس وقت ان پر مصیبت پڑتی ہے جبکہ تم شیر نہیں ہو تو خبردار جنگ میں قدم نہ رکھو کیونکہ موت ایک بھیڑیا ہے اور تمہاری جان بھیڑ۔پس موت کا اس پر قابو پالینا کچھ دشوار نہیں ہاں اگر تم کوئی ابدال ہو اور تمہاری جان جو پیشتر بھیڑ کے مانند کمزور تھی اب شیر کی مانند قوی ہو گئی ہے تو اب تم کو کچھ اندیشہ نہیں ہے۔اب آجاؤ کیونکہ اب موت مغلوب ہے جانتے ہو کہ ابدال کون لوگ ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جن کی کایا پلٹ ہوچکی ہے اور قلب ماہیت ہوکر شراب سے سرکہ بن گئے ہیں۔یعنی خدا نے ان کو نجس العین سے مظہر الذات بنادیا ہے لیکن ہم کو قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تم ابھی نیم مست یعنی ناقص ہو گو تم اپنے زعم باطل میں اپنے کو شیر اور کامل سمجھتے ہو پس دیکھو تم وہاں نہ جاؤ دیکھو حق سبحانہ نے بداطوار منافقین کی نسبت فرمایا ہے۔ باسھم بینھم شدید۔ یعنی آپس میں تو خوب بہادر ہیں اور جب لڑائی میں آتے ہیں تو ایسے بزدل ہوجاتے ہیں جیسے گھروں

www.besturdubooks.wordpress.com

کی مستورات۔ نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنگ سے پہلے شجاعت ہرگز قابل اعتماد نہیں۔ لوگ لڑائی سے پہلے تو مستوں کی طرح خوش ہوتے اور تالیاں بجاتے ہیں مگر جب جوش اور لڑائی کا وقت آتا ہے اس وقت جھاگ کی طرح بیٹھ جاتے ہیں۔ جب لڑائی کا تذکرہ ہوتا ہے اس وقت تو ان کی تلواریں کھنچی ہوئی ہوتی ہیں اور جب کروفر کا وقت ہوتا ہے اس وقت وہ تلواروں کو لپیٹ کر پیاز کی مانند کر لیتے ہیں خیال جنگ کے وقت تو ان کے دل میں لڑائی کی آرزو ہوتی ہے مگر جب کوئی ذرا سا بھی زخم لگتا ہے اس وقت ان کا سارا جوش نکل جاتا ہے اور مشک کی طرح خالی ہو جاتے ہیں۔ پس اس سے تم اپنے جوش وخروش کا اندازہ کر لو اور سمجھ لو کہ یہ جب ہی تک ہے جب تک کہ بلا کا سامنا نہیں ہوا اور جب سامنا ہوگا سارے نشے ہرن ہو جائیں گے اب ایک مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھے سالکین خام پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ صفا چاہتے ہیں اور جب صیقل ہوتی ہے اور اس کے لئے ان کو ریاضت ومجاہدات کرنے پڑتے ہیں تو تکلیف سے بھاگتے ہیں۔ ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ ان کا عشق ایک دعویٰ ہے اور تحمل مشاق اس کا ثبوت۔ پس جب تمہارے پاس ثبوت نہ ہوگا تو لامحالہ دعویٰ خارج ہوگا۔ پس جبکہ محبوب تم سے تمہارے دعوے عشق کا ثبوت مانگے تو تم کو جزبز نہ ہونا چاہئے بلکہ مارتکالیف کو چوم چاٹ کر قبول کرنا چاہئے تا کہ گنج وصل حاصل کر سکو اور یہ بھی واضح رہے کہ ان تکالیف سے مقصود تم کو تکلیف پہنچانا نہیں ہے بلکہ ان سے ان اوصاف کہ ذمیمہ کا ازالہ مقصود ہے جو تمہارے اندر ہیں مثلاً جب کوئی شخص نمدہ پر لکڑی مارتا ہے تو اس سے اس نمدہ کو مارنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ گرد کو مارنا مقصود ہوتا ہے یوں ہی اگر کوئی چلے تن گھوڑے کو مارتا ہے تو وہ حقیقت میں گھوڑے کو نہیں مارتا بلکہ اس کی شرارت کو مارنا مقصود ہوتا ہے تا کہ وہ شرارت کو چھوڑ کر خوش قدم ہو جاوے۔ نیز دیکھو تم شیرہ کو قید خانہ خم میں قید کرتے ہو اس سے تم کو مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس کی صفت شیرہ بدل جاوے اور وہ صفت مے اختیار کر لے ورنہ اس کی ذات سے خصوصیت نہیں ہوتی۔ علیٰ ہذا ایک شخص ایک یتیم کو مار رہا تھا یہ مار اگرچہ قند تھی مگر خود اس کو اور نیز دوسرے دیکھنے والوں کو زہر معلوم ہوتی تھی چنانچہ ایک شخص نے اس کو اس خستہ حالت میں دیکھا تو آیا اور فوراً اس کو گود میں اٹھا لیا اور مارنے والے سے کہا کہ میاں تم نے اس بیچارہ یتیم کو اس قدر مارا تمہیں خدا کا بھی خوف نہ آیا۔ اس نے کہا جناب میں نے اسے نہیں مارا بلکہ اس شیطان کو مارا ہے جو اس کے اندر حلول کئے ہوئے ہے۔ اور دیکھو ماں اگر تم سے کہتی ہے کہ تو مر جاوے تو وہ تمہارا مرنا نہیں چاہتی بلکہ اس خصلت بد کا مرنا چاہتی ہے جس سے اس کو تکلیف ہوتی ہے اور اس خرابی کا دفع ہونا چاہتی ہے جو تمہارے اندر ہے۔ پس یاد رکھو کہ جو لوگ ادب سے بھاگتے ہیں وہ شجاعت کو دھبہ لگاتے ہیں اور بہادروں کو بھی بدنام کرتے ہیں لوگ کبھی تو ادب سے خود اپنی کمزوری کے سبب بھاگتے ہیں اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ ملامت گران کو میدان جنگ بانفس وشیطان سے بھگا دیتے ہیں اور وہ ویسے کے ویسے ہی حیز اور مخنث رہ جاتے ہیں جیسے کہ لوگ اس مہمان کو بہکانا چاہتے ہیں۔ پس جبکہ نفس وشیطان سے لڑنے کے لئے نکلو تو ایسے بیہودہ لوگوں کی شیخیاں اور بہادری کے جھوٹے لمبے چوڑے دعوے نہ سنو اور نامردوں کے ساتھ جنگ میں نہ جاؤ کیونکہ حق

www.besturdubooks.wordpress.com

سبحانہ نے فرمایا ہے لو خرجوا فیکم ما زادوکم الا خبالا۔ یعنی اگر بزدل منافقین تمہارے ساتھ جہاد میں جاتے تو ان سے سوائے نقصان کے نفع کچھ نہ ہوگا۔ اور مقصود یہ ہے کہ بزدل ہمراہیوں سے بچو کیونکہ اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ جائیں گے تو غازیان شجاع بھی ان کے سبب کاہ کی طرح بے حقیقت ہو جائیں گے۔ یہ لوگ تمہارے ساتھ صف جنگ میں شریک ہوں گے تو خود بھی بھاگیں گے اور تمہاری صف کو بھی درہم برہم کر دینگے لہذا تھوڑی سی فوج جس میں یہ لوگ شامل نہ ہوں اس سے بہتر ہے کہ منافقین کے شامل ہونے سے جماعت کثیر ہو جاوے۔ دیکھو عمدہ اور چیدہ بادام اگر تھوڑے ہوں تو وہ ان زیادہ باداموں سے اچھے ہیں جن میں کڑوے باداموں کی آمیزش ہو۔ اب یہ دیکھو کہ بادام شیریں و تلخ باوجودیکہ صورت میں یکساں ہیں پھر ان میں تفاوت کیوں ہے سو وجہ اس کی یہ ہے کہ صورت کے اتحاد کے ساتھ سیرت یکساں نہیں پس یہی فرق بہادروں اور بزدلوں میں ہے اب اس کی وجہ سنو کہ اہل باطل کمزور اور بزدل کیوں ہوتے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ چونکہ وہ مبتلائے گمان ہیں اس لئے ان کو عالم آخرت میں شک ہے اور وہ اسی شک میں زندگی بسر کرتے ہیں وہ راستہ تو چلتے ہیں مگر ان کو منزل مقصود معلوم نہیں۔ پس ان کو بچ بچ کر اور ڈرتے ڈرتے قدم رکھنا ضروری ہے کیونکہ جس طرح آنکھوں کے اندھے پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں یوں ہی دل کے اندھے اور ناواقف بھی ڈرتے ڈرتے قدم رکھیں گے۔ دیکھو اگر کوئی مسافر راستہ نہ جانتا ہو تو وہ کیسے چلتا ہے اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ طرح طرح کے ترددات اس کو لاحق ہوتے ہیں اور نہایت ملول ہوتا ہے اور جو شخص اس سے کہتا ہے ارے ادھر راستہ نہیں ہے وہ ڈر کر وہیں ٹھہر جاتا ہے اور اگر اس کا ہوشیار دل راستہ سے واقف ہو تو وہ کسی کے شور و شر پر بھی کان نہ دھرے گا۔ پس تم ان کمزور اور بزدل لوگوں کے ہمراہ نہ ہو کیونکہ یہ لوگ تنگی اور خوف کے وقت غائب ہو جانے والے ہیں۔ پس یہ تو بھاگ جائیں گے اور تمہیں تنہا چھوڑ دینگے گو اس وقت یہ جادو بھری تقریروں سے اپنی بہادری کا یقین دلاتے ہیں تم کو نازنینوں سے لڑائی کی توقع نہ رکھنی چاہئے اور موروں سے حسد شکار کا متوقع نہ رہنا چاہئے دیکھو تمہاری طاؤس نما طبیعت تمہارے اندر طرح طرح کے خیال پیدا کرتی ہے اور تمہارے قدم اکھاڑنے کے لئے فریب دیتی ہے پس تم اس کے دھوکے میں نہ آنا اور معرکہ سے نہ بھاگنا۔

شرح شبیری

شیطان کا قریش سے کہنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑو میں تمہاری مدد کرونگا اور اپنے قبیلہ کو مدد کے لئے بلاؤں گا پھر مقابلہ کے وقت اس کا بھاگنا

ہمچو شیطان کز وساوس بر قریش	دم دمید و گفت گرد آرید جیش
شیطان کی طرح جس نے قریش پر وسوسوں کے ذریعہ	منتر پھونکا، اور کہا لشکر جمع کر لو

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی شیطان کی طرح کہ اس نے وساوس سے قریش پر دم پھونکا اور کہا کہ لشکر جمع کرلو۔

تا کہ در احمد ہزیمت افگنیم	بیخ و بنیاد از زمینش بر کنیم
تا کہ احمدؐ (کی صفوں) میں ہم شکست ڈال دیں	زمین سے اس کی بیخ و بنیاد اکھاڑ دیں

یعنی تا کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ہم شکست ڈال دیں اور ان کی بیخ و بنیاد زمین سے اکھاڑ دیں (نعوذ باللہ) یعنی اس نے کہا کہ لشکر جمع کرلو تا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شکست دیدیں اور (نعوذ باللہ) ان کی بیخ و بنیاد کو دنیا سے اجاڑ دیں۔

چونکہ شیطان در سپہ شد صد یکم	خواند افسوں کہ انی جار لکم
جب شیطان سپاہیوں میں ایک سو ایک واں بن گیا	اس نے منتر پڑھا کہ میں تمہیں پناہ دینے والا ہوں

یعنی جب شیطان لشکر میں ہوا سو میں ایک تو اس نے افسوں پڑھا کہ میں تمہارا مددگار ہوں یعنی جبکہ منجملہ سپاہ کے شیطان بھی ہو گیا تو اس نے سب سے کہا کہ میں تمہارا مددگار ہوں اور واضح رہے کہ مولانا خود بھی آگے فرماویں گے اور احادیث میں بھی ہے کہ شیطان سراقہ کی صورت میں بن کر آیا تھا اور اس نے آکر ساری باتیں کہی تھیں لوگ سمجھے کہ سراقہ ضامن ہوتا ہے اور یہ سراقہ خود بہت قوی تھا پھر اپنے قبیلہ کو بلانے کا مدد کیلئے وعدہ کیا تو لوگ دھوکہ میں آگئے اور یہ نہ سمجھے کہ یہ بڑا شیطان ہے۔

چون سپہ گرد آمدند از گفت او	کرد باایشان بحیلت گفتگو
جب اس کی بات سے سپاہی جمع ہو گئے	تو ان سے چالاکی سے گفتگو کی

یعنی جب لشکر اس کے کہنے سے جمع ہو گیا تو اس کے ساتھ حیلہ سے گفتگو کی (کہ)

کہ بیارم من قبیلہ خویش را	تا کہ در ہیجا بود پشت شما
کہ میں اپنے خاندان کو لے آؤں گا	تا کہ جنگ میں تمہاری طاقت ہو

یعنی کہ میں اپنے قبیلہ کو لاؤں گا تا کہ لڑائی میں وہ تمہارا مددگار رہو (اور کہا کہ)

من شمارا عون و یاریہا کنم	تا سپاہ دشمنان تان بشکنم
میں تمہاری مدد اور اعانتیں کروں گا	تا کہ تمہارے دشمنوں کے لشکر کو شکست دیدوں

یعنی میں تمہاری مدد اور مدد کروں گا تا کہ تمہارے دشمن کی سپاہ کو شکست دیدوں۔

چون قریش از گفت او حاضر شدند	ہر دو لشکر در ملاقات آمدند
قریش جب اس کی باتوں کی وجہ سے جمع ہو گئے	(اور) دونوں لشکروں میں مڈ بھیڑ ہوئی

جب قریش اس کے کہنے سے حاضر ہوئے اور دونوں لشکر ملاقات میں آئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دید شیطان از ملائک اسپہے	سوئے صف مومنان اندر رہے
شیطان نے فرشتوں کا ایک لشکر دیکھا	مومنوں کی صف کی جانب (آتا ہوا) راستہ میں

یعنی شیطان نے فرشتوں کا ایک لشکر مومنوں کی صف کی طرف راہ میں دیکھا۔ یعنی اس نے دیکھا کہ ایک لشکر فرشتوں کا مسلمانوں کی طرف ان کی مدد کے لئے موجود ہے اور دیکھا کہ۔

آن جنود الم تروہا صف زدہ	گشت جان اوز بیم آتشکدہ
اس لشکر نے "جس کو تم نے نہ دیکھا" صف بنائی	اس کی جان خوف سے بھٹی بن گئی

یعنی وہ لشکر کہ نہیں دیکھتے تم اس کو صف لگائے ہوئے ہے تو اس کی جان خوف سے آتشکدہ ہوگئی یعنی آتش کدہ کی طرح اندر سے جلنے لگا اور سخت خوف اس پر مسلط ہوا۔

پائے خود واپس کشیدہ می گرفت	کہ ہمی بینم سپاہے پس شگفت
اپنے پاؤں واپس کھینچ کے روکتا تھا	کہ میں عجیب فوج دیکھ رہا ہوں

یعنی اپنے پاؤں پیچھے کو ہٹانا شروع کئے (اور کہا) کہ میں ایک لشکر بہت عظیم دیکھتا ہوں (اور کہا کہ)

کہ اخاف اللہ مالی منہ عون	اذھبوا انی اری مالا ترون
میں اللہ (تعالیٰ) سے ڈرتا ہوں میری اس کی جانب سے کوئی مدد نہیں ہے	بھاگ جاؤ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو

یعنی کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں میری کوئی مدد نہیں ہے تم جاؤ میں دیکھتا ہوں وہ کہ تم نہیں دیکھتے یعنی اس نے کہا کہ بھائی میں تو ایسی شے کو دیکھ رہا ہوں جو تمہیں نظر نہیں آتی یعنی فرشتے لہٰذا اب تم جاؤ میں تو جا نہیں سکتا۔ اس لئے کہ مجھے خوف معلوم ہوتا ہے کیونکہ مر تو سکتا نہیں قیامت کی عمر ہے لیکن فرشتوں کو اگر لڑائی میں مل جاتا تو تیج تو یہ ہے کہ گت تو خوب بناتے۔

گفت حارث اے سراقہ شکل ہین	دے چرا تو می نگفتی این چنین
حارث نے کہا اے سراقہ کی شکل والے ہائیں!	کل تو نے اس طرح کیوں نہ کہا؟

یعنی حارث نے کہا کہ ارے سراقہ شکل تو نے کل اس طرح کیوں نہ کہا تھا۔ یعنی حارث نے کہا کہ اے سراقہ کمبخت تو نے کل کیوں نہ کہا تھا کہ میں خاص موقعہ سے بھاگوں گا اور سراقہ شکل مولانا نے اس لئے فرمایا کہ وہ تو شیطان تھا مگر حارث نے سراقہ ہی کہا تھا سراقہ شکل نہ کہا تھا غرضکہ اس نے کہا کہ کمبخت اگر پہلے سے کہہ دیتا تو ہم کیوں اس مصیبت میں آکر پھنستے تو جواب دیتا ہے کہ۔

گفت ایندم من ہمی بینم حرب	گفت می بینی جعاشیش عرب
اس (شیطان) نے کہا اب میں سختی دیکھ رہا ہوں	اس (حارث) نے کہا تو عرب کے غریبوں کو دیکھ رہا ہے

یعنی شیطان نے کہا کہ میں اس وقت سختی دیکھ رہا ہوں تو حارث نے کہا کہ تو عرب کے فقیروں کو دیکھتا ہے مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شیطان نے کہا کہ مجھے ایک لشکر عظیم معلوم ہوتا ہے اس لئے میں تو جاتا نہیں تو حارث بولا کہ کمبخت تو جھوٹا ہے اس لئے کہ تو صرف عرب کے فقیروں کو سامنے دیکھ رہا ہے۔ لشکر عظیم کہاں ہے باقی تیرا بھاگنا بزدلی کی وجہ سے ہے اور حارث نے کہا کہ۔

می نہ بینی غیر این لیک اے تو شنگ	آن زمان لاف بود این وقت جنگ
اس کے علاوہ تو کچھ نہیں دیکھ رہا ہے لیکن اے شوخ!	وہ شیخی کا وقت تھا یہ جنگ کا وقت ہے

یعنی ارے ڈاکو تو سوائے ان (گدایان عرب) کے اور کچھ نہیں دیکھتا لیکن وہ تو شیخی کا وقت تھا اور یہ وقت لڑائی کا ہے۔ مطلب یہ کہ حارث نے کہا کہ کمبخت تو جو کہہ رہا ہے کہ میں ایک ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں کہ جو تم کو نظر نہیں آتا۔ یہ سب غلط ہے بلکہ تو ان ہی لوگوں کو دیکھ رہا ہے جو سامنے کھڑے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ وہ وقت تو شیخی کا تھا تو نے کہہ دیا کہ میں مدد کروں گا اور اب جو لڑائی کا وقت آیا تو بھاگتا ہے۔

دی ہمی گفتی کہ پابندان شدم	کہ بودتان فتح و نصرت دمبدم
کل تو کہتا تھا کہ میں ذمہ دار ہوں	کہ تمہیں دم بدم فتح اور نصرت ہو گی

یعنی تو کل کہتا تھا کہ میں ضامن ہوا ہوں کہ دمبدم تم کو ہی فتح و نصرت ہو گی۔

دی زعیم الجیش بودی اے لعین	وین زمان نامرد و ناچیز و مہین
اے ملعون! کل تو لشکر کا سردار تھا	اب نامرد اور ناچیز اور ذلیل ہے

یعنی ارے ملعون کل تو تو ضامن لشکر تھا اور اس وقت ناچیز اور نامرد اور ذلیل ہے۔

تا بخوردیم آن دم تو و آمدیم	تو بتون رفتی و ماہیزم شدیم
یہاں تک کہ ہم تیرا جھانسا کھا گئے اور ہم آ گئے	تو بھٹی میں گیا اور ہم ایندھن بن گئے

یعنی یہاں تک کہ ہم نے وہ تیرا دم کھا لیا اور ہم آ گئے تو اب تو تو حمام میں چلا گیا اور ہم ایندھن ہو گئے یعنی ہم تیرے بہکانے میں آ کر یہاں چلے آئے تو اب تو چھوڑ چھاڑ کر اور ہمیں اس بلا میں جھونک کر جاتا ہے اور بھاگتا ہے۔

چونکہ حارث با سراقہ گفت این	از عتابش خشمگین شد آن لعین
جب حارث نے سراقہ سے یہ بات کہی	وہ ملعون اس کے غصہ سے غضبناک ہو گیا

یعنی جبکہ حارث نے سراقہ سے یہ کہا تو اس کے عتاب سے وہ ملعون غصہ میں ہو گیا یعنی جب حارث نے برا بھلا کہا تو اس ملعون کو غصہ آ گیا۔

دست خود خشمین زدست او کشید	چون ز گفت اوش درد دل رسید
غصہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑا لیا	چونکہ اس کی گفتگو سے اس کو دل کا درد ہوا

یعنی اپنا ہاتھ غصہ میں اس کے ہاتھ سے کھینچ لیا جبکہ اس کے کہنے سے اس کو درد دل پہنچا یعنی اس کے برا بھلا

www.besturdubooks.wordpress.com

کہنے سے جو دل دکھا تو اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

سینہ اش را کوفت شیطان و گریخت	خون آن بیچارگان زین مکر ریخت
شیطان نے اس کے سینہ پر دو ہتڑ مارا اور بھاگ گیا	اس مکاری سے ان بیچاروں کا خون بہا دیا

یعنی شیطان نے حارث کے سینہ کو کوٹا اور بھاگ گیا اور ان بیچاروں کا خون اس مکر سے ریختہ کیا یعنی ہاتھ چھڑا کر حارث کے سینہ پر ایک لات رسید کر کے چل دیا۔ اور ان سب کو بلا میں پھنسا کر ان کا خون گرایا کہ قریب قریب سارے قتل ہوئے۔

چونکہ ویران کرد چندین عالم او	پس بگفت انی بری منکم
جب اس نے اتنی دنیا ویران کر دی	تو بولا میں تم سے بیگانہ ہوں

یعنی جب کہ اس نے اس قدر عالم کو ویران کر دیا تو پھر کہا کہ میں تم سے بری ہوں یعنی جب سب کو لا کر پھنسا چکا اور بلا میں ڈال چکا تو اب کہتا ہے کہ میں بری ہوں میں تمہارا ساتھ نہیں دیتا۔

کوفت اندر سینہ و انداختش	پس گریزان شد چو ہیبت تاختش
اس کی چھاتی پیٹی اور اس کو گرا دیا	پھر بھاگ گیا جبکہ اس پر ہیبت طاری ہوئی

یعنی اس کے سینہ میں مارا اور اس کو ڈال دیا پھر جب ہیبت اس کو ہوئی تو بھاگ گیا۔ یعنی جب فرشتوں کو دیکھا تو حارث کو دھکا دیکر خود چل دیا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

نفس و شیطان ہر دو یک تن بودہ اند	در دو صورت خویش را بنمودہ اند
نفس اور شیطان دونوں ایک تھے	انہوں نے دو صورتوں میں اپنے آپ کو دکھایا ہے

نفس و شیطان دونوں ایک تن ہیں اور اپنے کو دو صورتوں میں دکھلایا ہے۔ مطلب یہ کہ نفس انسانی اور شیطان دونوں ایک ہی ہیں صرف صورت میں فرق ہے ورنہ دونوں ایک ہی ہیں تو جس طرح کہ اس شیطان نے دھوکہ دیا اور وقت پر چھوڑ کر بھاگ گیا اسی طرح تمہارا نفس بھی تمہارا ساتھ نہ دے گا۔ بلکہ چھوڑ کر الگ ہو جاویگا۔

چون فرشتہ و عقل کایشان یک بدند	بہر حکمتہاش دو صورت شدند
جیسے کہ فرشتہ اور عقل کہ وہ ایک تھے	اس (اللہ) کی حکمتوں کی وجہ سے دو صورت ہو گئے

یعنی جیسے کہ فرشتہ اور عقل کہ وہ ایک تھے اور حکمتوں کے لئے وہ دو صورت ہو گئے اسی طرح نفس و شیطان بھی دونوں ایک ہی ہیں لیکن صرف صورتیں مختلف ہیں اور ایک ہونے کے دونوں کے معنے یہ ہیں کہ دونوں کے مقتضیات و شہوات یکساں ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

دشمنے داری چنین در سر خویش	مانع عقل ست و خصم جان و کیش
تو اپنے اندر ایسا دشمن رکھتا ہے	جو عقل کیلئے مانع اور جان اور مذہب کا دشمن ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تو ایک ایسا دشمن اپنے باطن میں رکھتا ہے جو کہ مانع عقل ہے اور جان و مذہب کا دشمن ہے۔

یک نفس حملہ کند چون سوسمار	پس بسوراخے گریزد در فرار
وہ گوہ کی طرح ایک دم حملہ کرتا ہے	پھر بھاگتا ہوا سوراخ میں گھس جاتا ہے

یعنی ایک گھڑی کے لیے سوسمار کی طرح حملہ کرتا ہے پھر سوراخ میں بھاگ جاتا ہے۔

در دل او سوراخہا دارد کنون	سر زہر سوراخ می آرد برون
وہ اب اس (انسان) کے دل میں بہت سے سوراخ بنائے ہوئے ہے	(اور) ہر سوراخ سے سر باہر نکالتا ہے

یعنی دل میں وہ بہت سے سوراخ رکھتی ہے کہ اب ہر سوراخ سے سر باہر نکالتی ہے۔ (سوسمار کا قاعدہ ہے کہ یہ اپنے گھر کے بہت سے سوراخ بناتی ہے اگر ایک طرف سے کوئی مارتا ہے تو دوسری طرف سے نکل جاتی ہے ادھر سے کوئی مارے تو اور طرف سے باہر ہو جاوے غرضکہ مار نہیں کھاتی) تو فرماتے ہیں کہ سوسمار کی طرح یہ نفس و شیطان بھی دل کے اندر بہت سے سوراخ رکھتے ہیں وہ سوراخ طرق اضلال ہیں کہ مختلف طریقوں سے انسان کو بہکاتے ہیں اور اگر ایک طرف سے گمراہ نہ کر سکے تو دوسرا طریقہ اختیار کرتے ہیں غرضکہ قابو میں نہیں آتے۔

نام پنہان گشتن دیو از نفوس	واندران سوراخ رفتن شد خنوس
شیطان کا نام انسانوں سے چھپ جانے	اور سوراخوں میں گھس جانے سے خنوس ہوگیا ہے

یعنی شیطان کے نفوس سے پوشیدہ ہونے کا اور اس سوراخ میں چلے جانے کا نام خنوس ہوگیا۔

کہ خنوسش چون خنوس قنفذ است	چون سر قنفذ ور آمد شد است
اس کا گھس جانا سیہی کے گھسنے کی طرح ہے	سیہی کے سر کی طرح اس کی آمد و رفت ہے

یعنی کہ اس کا پوشیدہ ہونا مثل سیہی کے پوشیدہ ہونے کے ہے جیسے کہ سیہی کا سر کہ اس کے لئے آمد و شد ہے یعنی جس طرح کہ سیہی کہ وہ کبھی سر کو باہر نکالتی ہے اور کبھی اندر کر لیتی ہے اسی طرح نفس و شیطان کہ کبھی پوشیدہ ہوتے ہیں اور کبھی ظاہر ہوتے ہیں۔

کہ خدا آن دیو را خناس خواند	کہ سر آن خار پشتک را بماند
اللہ (تعالیٰ) نے اس شیطان کو خناس کہا ہے	کیونکہ وہ سیہی کے سر کی مانند ہے

یعنی کہ خدا نے اس شیطان کو خناس کہا اس لئے کہ اس خار پشت کے سر کے مشابہ ہوا مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے جو شیطان کو خناس کہا ہے تو اس لئے کہ اس کی عادت ہے کہ کبھی پوشیدہ ہوتا ہے اور کبھی ظاہر تو اسی پوشیدگی کو خنوس کہدیا اور اس کی وجہ سے صاحب خنوس کو خناس فرمادیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

می نہان گردد سر آن خار پشت	دمبدم از بیم صیاد درشت
اس سیہی کا سر چھپ جاتا ہے	فوراً سخت شکاری کے ڈر سے

یعنی اس خار پشت (سیہی) کا سر دمبدم صیاد سخت کے خوف سے پوشیدہ ہوتا ہے یعنی جس طرح کہ وہ صیاد کے ڈر کے مارے اپنا سر چھپا لیتی ہے اسی طرح یہ حضرت شیطان بھی چھپتے پھرتے ہیں۔

تا چو فرصت یافت سر آرد برون	زین چنین مکرے شود مارش زبون
جب اس نے موقع پایا سر باہر نکالا	ایسے مکر سے اس سے سانپ مغلوب ہو جاتا ہے

یعنی تاکہ جب فرصت پاوے تو سر باہر نکالے تو ایسے مکر سے اس کا ساتھی عاجز ہو جاتا ہے یعنی جب دیکھا کہ اب میں مغلوب ہوں گا تو چھپ جاتا ہے اور جب خوف جاتا رہا تو اب پھر سر نکالتا ہے اس طریقہ سے اپنے ساتھی کو عاجز کر دیتا ہے کہ وہ اس کا کچھ نہیں کر سکتا آگے فرماتے ہیں کہ۔

گر نہ نفس از اندرون راہت زدے	رہزناں را بر تو کے دستے بدے
اگر نفس اندر سے تیری راہزنی نہ کرتا	رہزنوں کو تجھ پر کب قابو ہوتا؟

یعنی اگر اندر سے تیری راہ نفس نہ مارتا تو رہزنوں کو تجھ پر کب قدرت ہوتی مطلب یہ کہ انسان پر جو آفات آتی ہیں یہ ساری اس کی نحوست ہے کہ یہ خود ارتکاب معاصی کرتا ہے ورنہ اگر یہ خود کچھ نہ کرے تو کوئی وبال اس پر نہ آوے۔

زان عوان مقتضی کہ شہوت است	دل اسیر حرص و آز و آفت است
اس تقاضہ کرنے والے سپاہی کی وجہ سے جو کہ شہوت ہے	دل حرص اور لالچ اور معصیت کا قیدی ہے

یعنی اس سپاہی کا تقاضا گری کی وجہ سے جو کہ شہوت ہے دل حرص و آز اور آفت کا اسیر ہے۔

زان عوان سر شدی دزد و تباہ	تا عوانان را بقہر تست راہ
اس پوشیدہ سپاہی کی وجہ سے تو چور اور تباہ بنا	یہاں تک کہ سپاہیوں کو تیرے اوپر ظلم کا موقع ملا

یعنی اس سپاہی کی وجہ سے تو بتر اور چور اور تباہ ہو گیا ہے یہاں تک کہ سپاہیوں کو تیرے قہر پر راستہ ہے۔ مطلب یہ کہ جبکہ تو اس عوان شہوت و غضب کی وجہ سے تباہ ہو رہا ہے تو یہی وجہ ہے کہ تو ان آفات دنیاوی میں پھنس رہا ہے۔ وہ باطنی عوان صورت ظاہر میں نمودار ہو جاتے ہیں۔

در خبر بشنو تو این پند نکو	بین جنبیکم لکم اعدا عدو
حدیث میں تو اس نیک نصیحت کو سن لے	(کہ) تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے دونوں پہلوؤں میں ہے

یعنی تم حدیث میں یہ عمدہ نصیحت سن لو کہ درمیان دونوں پہلوؤں تمہارے کے سب سے بڑا دشمن ہے یعنی حدیث میں ہے اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک تو کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ تمہارا دشمن

www.besturdubooks.wordpress.com

یہی ہے اسی سے بچنا ضروری ہے بس جو یہ کہے اس کی سننا ہی مت۔

طمطراق این عدو مشنو گریز	کو چو ابلیس است در رنج وستیز
اس دشمن کی شان وشوکت (کی باتیں) نہ سن' بھاگ جا	کیونکہ وہ جھگڑے اور لڑائی میں شیطان کی طرح ہے

یعنی اس عدو کی طمطراق مت سنو اور بھاگ جاؤ کیونکہ وہ رنج وستیز میں مثل ابلیس کے ہے یعنی جس طرح کہ ابلیس ہر گھڑی اور ہر وقت لڑنے اور رنج دینے کو تیار ہے اسی طرح یہ نفس بھی ہر گھڑی تکلیف پہنچانے کو تیار ہے لہذا خدا کے واسطے اس سے الگ رہو اور اس کی مت سنو۔

بر تو او از بہر دنیا و نبرد	آن عذاب سرمدی را سہل کرد
تجھ پر اس نے دنیا اور دشمنی کی خاطر	اس دائمی عذاب کو آسان کر دیا ہے

یعنی تجھ پر اس نے دنیا اور نبرد کے واسطے اس عذاب ابدی کو سہل کر دیا ہے یعنی اس نے صرف دنیا کے واسطے اس عذاب ابدی کو تمہیں سہل کر کے دکھا دیا اور تم کو اس سے بےخوف کر دیا ہے اور اس قدر جری کر دیا کہ برابر مرتکب معاصی کے ہوتے ہو اور کچھ خبر نہیں۔

چہ عجب گر مرگ را آسان کند	او ز سحر خویش صد چندان کند
کیا تعجب ہے اگر وہ موت کو آسان کر دے	وہ اپنے جادو سے اس سے سو گنا کر دیتا ہے

یعنی کیا تعجب ہے اگر موت کو آسان کر دے وہ اپنے سحر سے ایسے سینکڑوں کو کرتا ہے یعنی اس نے موت کو تم پر آسان کر دیا اور اس سے بےخوف کر دیا تو کچھ تعجب نہیں اس لئے کہ اس کی فسوں گری تو اس سے کہیں زیادہ ہے آگے کچھ سحر کے آثار کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

سحر کاہے را بصنعت کہ کند	باز کوہے را چو کاہے می تند
جادو کاریگری سے تنکے کو پہاڑ بنا دیتا ہے	پھر پہاڑ کو تنکا جیسا کر دیتا ہے

یعنی سحر کاریگری سے تنکے کو پہاڑ کر (کے دکھا) دیتا ہے اور پھر پہاڑ کو تنکے کی طرح کر (کے دکھا) دیتا ہے۔

زشتہا را نغز گرداند بفن	نغز ہا را زشت گرداند بہ ظن
فریب سے برائیوں کو بھلا کر دیتا ہے	بدگمانی سے بھلائیوں کو برا بنا دیتا ہے

یعنی برائیوں کو (اپنے) فن سے بھلائیاں کر دیتا ہے اور بھلائیوں کو گمان میں زشت کر دیتا ہے۔

آدمی را خر نماید ساعتے	آدمی سازد خرے را زایتے
ایک گھڑی میں آدمی کو گدھا بنا دیتا ہے	فن سے گدھے کو آدمی بنا دیتا ہے

یعنی آدمی کو ایک گھڑی کے لئے گدھا (کر) دکھاتا ہے اور گدھے افسوں سے آدمی بنا دیتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کار سحر انیست کودم می زند	ہر نفس قلب حقائق می کند
جادو کا یہ کام ہے کہ وہ پھونک مارتا ہے	ہر وقت حقیقتوں کو تبدیل کر دیتا ہے

یعنی سحر کا یہی کام ہے کہ وہ پھونکتا ہے تو ہر گھڑی تبدیل حقائق کر دیتا ہے (اور اچھے کو برا اور برے کو اچھا کر دکھاتا ہے)

این چنین ساحر درون تست سر	ان فی الوسواس سحرا مستتر
ایسا جادوگر تیرے اندر پوشیدہ ہے	بیشک وسوسوں میں مستقل جادو ہے

یعنی ایسا ہی ایک ساحر تیرے اندر پوشیدہ تحقیق وسواس میں ایک سحر مستتر ہے (مطلب یہ کہ جیسے کہ ہم نے اوپر آثار سحر بیان کئے ہیں بس ایسا ہی ایک ساحر تیرے اندر بھی ہے جو کہ ایسا ہی سحر تجھ پر کرتا رہتا ہے اور وہ ساحر نفس ہے اور سحر وساوس ہیں کہ وساوس میں مبتلا ہو کر انسان کو حقائق اشیاء سے بے خبری ہو جاتی ہے اب یہاں سننے والے کو ایک قسم کی یاس ہوتی ہے کہ جب خود ہمارے اندر ہی یہ بلا موجود ہے تو اب ہم اس سے کہاں بچ سکتے ہیں اب تو ضرور اس کے ہاتھوں تباہ ہوں گے۔ لہٰذا آگے اس کے تسلیہ کے لئے فرماتے ہیں کہ۔

اندران عالم کہ ہست این سحرہا	ساحران ہستند جادوئے کشا
جس دنیا میں یہ جادو ہیں	(وہاں) جادو کا توڑ کرنے والے جادوگر بھی ہیں

یعنی اس عالم میں کہ یہ سحر ہیں بہت سے ساحر جادو کشا ہیں۔ مطلب یہ کہ جہاں یہ سحر کرنے والے اور گمراہ کنندگان ہیں وہاں اس سحر کو کھولنے والے اور ہدایت کنندگان بھی موجود ہیں اور وہ شیوخ کاملین ہیں کہ وہ شیطان کے مکروں کو پہچان کر اس کا توڑ کر دیتے ہیں۔

اندران صحرا کہ رست این زہر تر	نیز روئیدست تریاق اے پسر
جس جنگل میں یہ تازہ زہر اگا ہے	اے صاحبزادے! (وہاں) تریاق بھی اگا ہے

یعنی جس صحرا میں کہ یہ زہر تر اگا ہے (وہیں) اے صاحبزادے تریاق بھی پیدا ہوا ہے۔

گویدت تریاق از من جو سپر	کہ ز زہرم من بتو نزدیک تر
تریاق تجھ سے کہتا ہے مجھ سے ڈھال لے لے	کیونکہ میں تجھ سے زہر سے زیادہ نزدیک ہوں

یعنی تریاق تجھ سے (بزبان حال) کہہ رہا ہے کہ مجھ سے پناہ تلاش کر کہ میں زہر کی نسبت تجھ سے زیادہ نزدیک ہوں۔ مطلب یہ کہ مرشدین کاملین بلا رہے ہیں کہ اے شیطان کے پھندے میں پھنسنے والو ادھر آؤ اور ہماری مدد سے اس ورطۂ ہلاکت سے نجات پاؤ اور میرے پاس آ جاؤ اس لئے کہ میں اس گمراہ کنندہ اور شیطان کی نسبت تم سے زیادہ نزدیک ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت او سحرست و ویرانے تو	گفت من سحرست و دفع سحر او
اس کی گفتگو جادو ہے (اور) تیری تباہی ہے	میری باتیں جادو ہیں اور اس کے جادو کا توڑ ہیں

یعنی (وہ مرشدین فرما رہے ہیں کہ) اس کا کہنا سحر ہے اور تیری ویرانی ہے اور میرا کہنا سحر ہے اور اس سحر کا دفع ہے یعنی اس کے اقوال تو ایسے ہیں کہ سحر ہیں لیکن اس سے تم کو بربادی اور ویرانی حاصل ہوتی ہے اور میرا کہنا بھی سحر ہے یعنی سریع التاثیر ہے لیکن یہ میرے اقوال اس سحر کے دافع اور ہدایت کرنے والے ہیں۔

گفت پیغمبر کہ ان فی البیان	سحر او حق گفت آن خوش پہلوان
پیغمبرؐ نے فرمایا بے شک بیان میں	جادو ہے اس اچھے سردار نے سچ فرمایا

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیان میں سحر ہوتا ہے اور اس اچھے پہلوان نے حق کہا ہے یعنی حدیث میں جو ان من البیان لسحرا آیا ہے یہ بالکل صحیح ہے کہ دیکھو ان گمراہ کنندگان کے اقوال بھی سحر ہیں کہ بیحد سریع التاثیر ہیں اور ہدایت کنندگان کے اقوال بھی سحر ہی کی طرح سریع التاثیر ہیں لیکن مابین فرق یہ ہے کہ۔

لیک سحرے دفع سحر ساحران	مایۂ تریاک باشد در جہان
لیکن وہ جادو جو جادوگروں کے جادو کا توڑ ہے	(اور) دنیا میں تریاق کا سرمایہ ہوتا ہے

یعنی لیکن ایک سحر تو ساحروں کی سحر کا دافع ہے اور جہان میں مایۂ تریاق ہوتا ہے۔

آن بیان اولیاؤ اصفیاست	کز ہمہ اغراض نفسانی جداست
وہ اولیاء اللہ اور برگزیدہ لوگوں کا بیان ہے	جو تمام نفسانی غرضوں سے جدا ہے

یعنی وہ بیان اولیاء واصفیاء کا ہے کہ تمام اغراض نفسانی سے جدا ہے مطلب یہ کہ کلام دو طرح کے ہوتے ہیں جو سحر کی طرح سریع التاثیر ہوتے ہیں ایک تو وہ جو ہلاک کرنے والا راہ حق سے پھیرنے والا وہ تو کلام شیاطین و وساوس نفس ہے اور ایک وہ جو کہ ہدایت کرنے والا اور شیاطین کے سحر کو اور اس کے اثر کو دفع کرنے والا وہ کلام اولیاء اللہ ہے کہ جو تمام اغراض نفسانیہ سے جدا ہو چکے ہیں کہ ان کے کلام میں ہدایت و رشد ہوتی ہے آگے ان سب کا حاصل فرماتے ہیں کہ۔

حاصل آن کز زہر نفس دون گریز	نوش کن تریاق مرشد چست و تیز
خلاصہ یہ ہے کہ کمینہ نفس کے زہر سے بھاگ	چستی اور تیزی سے مرشد کا تریاق پی لے

یعنی حاصل یہ ہے کہ کمینہ کے زہر سے تو بھاگ اور مرشد کا تریاق چست و چالاک (ہوکر) نوش کر۔ یعنی اس کی باتوں اور اس کی ہدایتوں پر عمل کر اور نفس و شیطان کو دفع کرتا کہ تو کسی کام کا ہو۔

این طلسم سحر نفس اندر شکن	سوئے گنج پیر کامل نقب زن
نفس کے جادو کے اس طلسم کو توڑ دے	کامل شیخ کے خزانے کی طرف سوراخ کر لے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس طلسم سحر نفس کو توڑ ڈال اور پیر کامل کے خزانہ کی طرف نقب لگا۔ یعنی اس خزانہ شیخ کامل کو حاصل کر اور اس نفس و شیطان کے طلسم کو توڑتا کہ رہائی پا کر اور گمراہی سے نکل کر راہ ہدایت پر آ جاؤ آگے فرماتے ہیں کہ۔

بس درازست این سوئے آغاز ران	جانب مہمان و مسجد باز را
یہ بہت لمبی بات ہے شروع کی طرف چل	مہمان اور مسجد کی طرف پھر چل

یعنی یہ (قصہ تو) بہت دراز ہے تم شروع کی طرف چلو۔ مہمان اور مسجد کی طرف کو واپس چلو۔ مطلب یہ کہ یہ مضمون نفس کے مکائد کا اور مرشد کی ترغیب کا تو بہت طویل ہے لہٰذا اس کو یہیں چھوڑ کر اب ذرا مہمان اور مسجد کا قصہ بیان کرو۔

زین گذر کن باز تا مسجد بیا	قصہ مہمان بگو وان ماجرا
اس کو چھوڑ پھر مسجد کی طرف آ	مہمان کا قصہ اور وہ سرگذشت بیان کر

یعنی اس سے گزر کر اور پھر مسجد تک آ۔ قصہ مہمان کا کہہ اور وہ ماجرا یعنی اب اس مسجد والے مہمان کے قصہ کو پورا کر دو اور اسے بیان کرو آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اوپر بیان کیا تھا کہ نامردوں کے ساتھ مت ہو کیونکہ یہ بھاگ جائیں گے اور تمہیں تنہا چھوڑ جائیں گے۔ اس کو ایک واقعہ سے واضح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہاری حالت ایسی ہوگی جیسے کہ شیطان نے قریش پر وساوس سے جادو کیا تھا کہ تم لشکر جمع کرو تا کہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شکست دیں اور ان کی بیخ و بنیاد صفحہ ہستی سے اکھیڑ ڈالیں۔ جبکہ شیطان فوج میں سردار ہو گیا تو اس نے یہ منتر پھونکا کہ میں تمہارا معین و مددگار ہوں تم ہرگز نہ گھبراؤ اور نہایت اطمینان کے ساتھ تیاری کرو جب اس کے کہنے سے فوجیں مجتمع ہوئیں تو اب اس نے یہ جل کھیلا کہ میں اپنے قبیلہ کو لاتا ہوں تا کہ لڑائی میں تمہارا مددگار ہو تم گھبراؤ مت میں تمہاری خوب مدد کروں گا۔ حتیٰ کہ تمہارے دشمنوں کی فوج کو کامل شکست دوں گا۔ جبکہ اس دم دلاسے سے قریش میدان جنگ میں آئے اور دونوں لشکر مقابل ہوئے تو شیطان نے دیکھا کہ ملائکہ کی فوج مسلمانوں کی صف کی طرف مدد کے لئے آ رہی ہے اور غیر مبصر لشکر صف زدہ ہے یہ دیکھ کر مارے خوف کے اس کی جان آتش کدہ ہوگئی اور یہ کہتا ہوا الٹے پاؤں لوٹا کہ میں ایک عجیب لشکر دیکھ رہا ہوں اور میں خدا سے ڈرتا ہوں کیونکہ اس کے مقابلہ میں میرا کوئی مددگار نہیں اور میں اس سے نہیں بچ سکتا۔ بس جاؤ میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔ کیونکہ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ اس پر حارث بن ہشام نے کہا کہ اے شبیہ سراقہ تو یہ تو بتا کہ کل تو نے یہ کیوں نہ کہہ دیا تھا کہ ہم مصیبت میں نہ پڑتے اب تو ہم کو پھنسا کر الگ ہوتا ہے اس نے کہا کہ کل وہ تباہی میرے پیش نظر نہ تھی جو اب دیکھ رہا ہوں اس نے کہا کہ ابھی تیرے سامنے کونسی فوج جرار ہے صرف چند فقراء عرب ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ وہ شیخی کا وقت تھا اس لئے

ڈینگیں مار رہا تھا اور اب لڑائی کا وقت ہے اس لئے بھاگتا ہے کل تو تو کہتا تھا کہ میں ذمہ دار ہوں کہ تم کو فتح و نصرت ہوگی اور آج یوں جان چراتا ہے۔ نیز کل تو تو سپہ سالار بنا ہوا تھا اور اب نامرد حقیر اور بودا بنتا ہے۔ تیری شیخیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم دھوکہ میں آ کر میدان جنگ میں آ گئے تو نے گوہ کھایا۔ اور جھوٹے وعدے کئے اور ہم کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ کہ ہم آتش جنگ کا ایندھن بن گئے۔ (هذا هو المراد ولا تلتفت الى ماقال ولى محمد یعنی چنانچہ کناس از گلخن سرگین آوارہ درآتشدان حمام می انداز دو بازی رود ہمچنین مارا آوردہ درآتش جنگ بہ سوختن داوے انتہی فانه لا یساعده عنوان البیان) جب حارث نے سراقہ سے اس قسم کی گفتگو کی تو وہ لعین اس کی سرزنش سے غصہ ہو گیا اور غصہ سے اپنا ہاتھ اس ہاتھ سے چھڑا لیا کیونکہ اس کی گفتگو سے اس کو سخت صدمہ پہنچا تھا وہ آپ تو اس کے سینہ پر دو تھپڑ مار کر بھاگ گیا اور فریب سے ان بیچاروں کا خون کر گیا۔ اور جبکہ اتنے عالم کو ویران کر چکا تو کہا مجھے تم سے کچھ کام نہیں اور سینہ پر ہاتھ مار کر حارث کو گرا گیا اور جبکہ ہیبت ملائکہ غالب ہوئی تو خود بھاگ گیا۔ اب سمجھو کہ نفس و شیطان دونوں حقیقت کے لحاظ سے ایک ہیں اور دو صورتوں میں جلوہ گر ہوئے ہیں اور ان کی حالت ایسی ہے جیسے کہ فرشتہ و عقل کہ وہ بھی حقیقۃً ایک ہیں اور بمقتضائے حکمت الٰہیہ دو صورتوں میں نمودار ہوئے۔ پس جو حالت شیطان کی ہے وہی نفس کی بھی ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ تمہارے اندر تمہارا ایک دشمن شیطان چھپا ہوا ہے جو کہ عقل کو اس کے مقتضیٰ سے روکتا ہے اور جان اور ایمان کا دشمن ہے کبھی تو وہ گوہ کی طرح حملہ کرتا ہے اور کبھی ڈر کر اور بھاگ کر سوراخ میں گھس جاتا ہے دل کے اندر اس کے بہت سے سوراخ ہیں اور وہ ہر سوراخ سے نمودار ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ وہ نہایت بزدل ہے جبکہ وہ حریف کو کمزور پاتا ہے تو حملہ کرتا ہے اور جبکہ اس کو قوی پاتا ہے تو چھپ جاتا ہے اور بزدلی کے ساتھ مکار بھی ہے کہ مختلف سوراخوں سے مختلف رنگوں میں جلوہ نما ہوتا ہے کہ حریف کسی نہ کسی صورت سے دھوکہ کھا جاوے اسی بناء پر شیطان کے آدمیوں سے چھپنے اور سوراخ میں گھس جانے کا نام خنوس ہوا کیونکہ خنوس کے معنے ہیں چھپ جانا اور سوراخ میں گھس جانا پس چونکہ اس کا سوراخ میں چلا جانا ایسا ہی ہے جیسا کہ ساہی کا سر یہ ہی وجہ ہے کہ خدا نے اس کو خناس کہا کیونکہ اس کا سر ساہی کے سر کے مشابہ ہے اس لئے کہ ساہی کا سر صیاد کے خوف سے اندر رہتا ہے تا آنکہ جب اس کو موقعہ ملتا ہے تب وہ اپنا سر باہر نکالتی ہے اور اس کے اس مکر سے سانپ بھی عاجز ہے پس یہی حالت شیطان کی ہے اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ نفس و شیطان حقیقۃً دونوں ایک ہیں یعنی مضل تام کے دو فرد ہیں تو نفس کی بھی یہی حالت ہوگی اب سمجھو کہ اصل دشمن تمہارا نفس ہے جو کچھ فساد ہے سب اسی کا ہے کیونکہ اگر یہ اندر سے تمہارا راہ نہ مارتا تو رہزنوں شیاطین الانس والجن کا تم پر قابو نہ چلتا پس۔ تمہارے اندر جو خواہش نفسانی ہے وہ ہی اصل پہرہ دار ہے جو برائیوں کو چاہتا ہے اور اسی کے سبب دل حرص و طمع اور دیگر آفات میں قید ہے اسی مخفی سپاہی کے سبب سے تم چور اور تباہ ہوئے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ پولس کے لوگوں کو تمہاری سرکوبی کا موقع ملا ہے حدیث میں کیا اچھی نصیحت آئی ہے۔ ان اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک یعنی سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو کہ تمہارے اندر موجود ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس تم اس سے بھاگنا اور اس کی ظاہری خوشنما باتوں کو نہ سننا کیونکہ یہ بھی شیطان کی طرح لڑاکا اور جھگڑالو ہے۔ اسی کمبخت نے حب دنیا اور اپنی عداوت کی وجہ سے تم پر عذاب ابدی کو آسان کر دیا ہے اور تم بے تکلف ان کاموں کو کرتے ہو جو تمہارے لئے عذاب ابدی کا باعث ہیں اور یہ کمبخت کبھی حرام موت کو بھی آسان کر دیتا ہے اور اگر وہ ایسا کرے تو کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہ بڑا جادوگر ہے اور اپنے جادو سے ایسے ایسے سینکڑوں شعبدے دکھلاتا ہے کیونکہ جادو کو حق سبحانہ نے بڑی قوت عطا کی ہے وہ تنکے کو پہاڑ اور پہاڑ کو تنکا بنا دیتا ہے۔ بروں کو اچھا اچھوں کو برا کر دیتا ہے کبھی آدمی کو گدھا بنا دیتا ہے اور کبھی گدھے کو آدمی بنا دیتا ہے جو کہ اس کی قوت کی ایک بڑی دلیل ہے غرضیکہ جادو کا کام یہ ہے کہ وہ منتر پھونک کر ہر دم قلب حقائق کرتا رہتا ہے۔ اب تم سمجھو کہ ایسا کامل جادوگر تمہارے اندر موجود ہے اور وہ وساوس سے ہمیشہ جادو کرتا رہتا ہے لیکن یہ بھی یاد رہے کہ جہاں یہ عظیم الشان جادو ہیں وہیں وہ جادوگر بھی ہیں جو ان کا توڑ کرتے ہیں اور جس جنگل میں یہ تر و تازہ زہر پیدا ہوا ہے وہیں تریاق بھی پیدا ہوا ہے وہ تریاق کہتا ہے کہ جب تم پر زہر غلبہ کرلے تو مجھے سپر بناؤ کیونکہ میں زہر کی نسبت تم سے زیادہ قریب ہوں نفس و شیطان کا منتر اگر جادو اور تمہاری بربادی کا سبب ہے تو میرا منتر وہ جادو ہے جو اس جادو کا توڑ کرنے والا ہے اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان من البیان لسحرا یعنی بعض بیان جادو ہوتے ہیں اور واقعی آپ نے نہایت بجا فرمایا ہے مگر یہ بھی یاد رکھو کہ جو جادو جادوگروں کے جادو کا توڑ ہو وہ حقیقت میں جادو نہیں بلکہ وہ اس زہر سحر کا تریاق ہے اب یہ سمجھو کہ وہ بیان جو جادوگروں کے جادو کا توڑ ہو کون سا ہے سو وہ برگزیدہ اہل اللہ کا بیان ہے جس میں اغراض نفسانیہ کا ذرہ بھر میل نہیں خلاصہ کلام یہ کہ تم نفس کے زہر سے بھاگو اور بہت جلد شیخ کا تریاق پیو اور نفس کے طلسم سحر کو توڑ دو اور پیر کے خزانہ معارف میں سرنگ یا نقب لگا کر پہنچو خیر یہ گفتگو تو بہت طویل ہے اب ابتداء کی طرف لوٹنا چاہئے اور مہمان اور مسجد کے قصہ کی طرف چلنا چاہئے۔ اور اس کو یہیں چھوڑ کر مسجد کو چلنا چاہئے اور مہمان کا قصہ اور واقعہ بیان کرنا چاہئے۔

شرح شبیری

ملامت گروں کا مسجد کے مہمان کو مکرر نصیحت کرنا

ہین مکن جلدی بروائے بوالکرم	مسجد و ما را مکن زین متہم
خبردار اے بھلے آدمی! بہادری نہ دکھا	ہمیں اور مسجد کو متہم نہ بنا

یعنی (اہل محلہ نے کہا کہ) ارے بھلے آدمی جلدی مت کر چلا جا ہمیں اور مسجد کو اس سے متہم مت کر۔ یعنی اگر تو یہاں ٹھہرا اور مارا گیا تو سب لوگ ہم پر الزام رکھیں گے اور سمجھیں گے کہ ان ہی لوگوں نے مار ڈالا ہے تو تو ہمیں کیوں بدنام کرتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بگوید دشمنے از دشمنی	آتشے درمازند فرداد نے
اگر دشمنی سے کوئی دشمن کہدے گا	تو کمینہ کل کو ہمیں (آگ میں) پھونک دے گا

یعنی اگر کوئی دشمنی کی وجہ سے کہدے اور کل کو کوئی کمینہ ہمارے اندر آگ لگادے (اور یہ کہے کہ)

کہ بتاسانید او را ظالمے	بر بہانہ مسجد او بد سالمے
کہ اس کا کسی ظالم نے گلا گھونٹا ہے	مسجد کے بہانے سے، وہ اچھا خاصہ تھا

یعنی کہ گلا گھونٹ دیا ہے اس کا کسی ظالم نے اور مسجد کے بہانہ پردہ بے فکر تھا۔

تا بہانہ قتل بر مسجد نہد	چونکہ بدنام است مسجد او جہد
تاکہ موت کا بہانہ مسجد پر رکھ دے	چونکہ مسجد بدنام ہے، وہ چھوٹ جائے گا

یعنی تاکہ قتل کا بہانہ مسجد پر رکھ دے جبکہ مسجد بدنام ہے تو وہ (صاف) نکل جاوے۔ مطلب یہ کہ لوگوں نے کہا کہ میاں یہاں سے چل دے ورنہ کوئی دشمن دشمنی کی وجہ سے ہمارے اوپر الزام لگادے گا اور کہدے گا کہ میاں ان ہی لوگوں نے مار دیا ہے اور چونکہ مسجد بدنام ہے کہ یہاں جو آتا ہے مرجاتا ہے اس لئے مار کر اس مسجد کا نام لے دیا تو چونکہ ہمیں اس الزام کا خوف ہے لہذا تو یہاں سے روانہ ہوجا۔

تہمتے بر ما منہ اے سخت جان	کہ نہ ایم ایمن ز مکر دشمنان
اے جانکش! ہم پر تہمت نہ رکھ	کیونکہ ہم دشمنوں کے مکر سے مطمئن نہیں ہیں

یعنی (اہل محلہ نے کہا کہ) ارے سخت جان ہمارے اوپر تہمت مت رکھ کیونکہ ہم دشمنوں کے مکر سے بے خوف نہیں ہیں یعنی ان لوگوں نے کہا کہ میاں ہمارے اوپر تہمت مت رکھ اس لئے کہ ہمیں دشمنوں کا بہت خوف ہے ممکن ہے کہ لوگ ہم پر تہمت لگادیں گے اس لئے تو یہاں سے روانہ ہوجا۔

ہیں برو جلدی مکن سودا مپز	کہ نتان پیمود گردوں را بگز
خبردار! بہادری نہ کر خیالی (پلاؤ) نہ پکا	کیونکہ آسمان کو گز سے نہیں ناپا جا سکتا

یعنی ارے جا جلدی مت کر سودا مت پکا کیونکہ آسمان کو گز سے کوئی ناپ نہیں سکتا مطلب یہ کہ جلدی مت کر سوچ سمجھ کر کام کر اور ایسے تمام خیالات کو مت پکا اس لئے کہ یہ ایسا مشکل کام ہے جیسے کہ آسمان کی پیائش کرنا اور آسمان کی پیائش کوئی کر نہیں سکتا۔ لہذا تو بھی اس مسجد میں نہیں رہ سکتا۔

چوں تو بسیاران بلافیدہ زبخت	ریش خود برکندہ یک یک لخت لخت
تجھ جیسے بہت سوں نے نصیبہ وری کی شیخی ماری ہے	ہر ایک نے اپنی داڑھی کا ایک ایک بال نوچا ہے

یعنی تجھ جیسے بہتیرے جو کہ بخت کی وجہ سے شیخی کرتے تھے اپنی ڈاڑھی کو یک ایک کرکے اکھاڑ دی مطلب یہ کہ یہاں بہت لوگوں نے بخت آزمائی کرلی ہے مگر کوئی بھی یہاں سے بازی نہ لے سکا بلکہ جو آیا تباہ و برباد ہی ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

لہٰذا تو اس خیال میں مت پڑ اور چلا جا۔

ہین برو کوتاہ کن این قیل و قال	خویش و مارا در میفگن در وبال
خبردار! چلا جا اس بحث مباحثہ کو مختصر کر	اپنے آپ کو اور ہمیں مصیبت میں نہ پھنسا

یعنی ارے جا اور اس کہنے سننے کو کم کر اور اپنے کو اور ہمیں وبال میں مت ڈال مطلب یہ کہ سب نے کہا کہ بس ان باتوں کو جانے دو اور ہم پر تو الزام مت لگاؤ اور اپنے کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ بس تم یہاں سے چلے ہی جاؤ جب اس نے ان سلامت گروں کی یہ باتیں نصیحتیں سنیں تو اس نے جواب ذیل دیا۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ انہوں نے پھر کہا کہ آپ جائیں اور جلدی نہ کریں اور ہم کو اور ہماری مسجد کو الزام قتل سے متہم نہ کریں ہم کو ڈر ہے کہ کوئی دشمنی سے یوں نہ کہے کہ اور کوئی کمینہ ہم کو یوں ضرر نہ پہنچائے کہ صاحب مارا تو ہے اسے کسی ظالم نے اور نام لے دیا مسجد کا اور اس بہانہ سے خود بچ گیا اور اس نے یہ جرات اس لئے کی ہے کہ چونکہ مسجد بدنام ہے اس لئے اس کو مسجد کے سر تھوپ دے اور خود کود کر الگ ہو جاوے۔ پس آپ بہادر سہی مگر ہم کو الزام سے بچایئے اس لئے کہ ہم دشمنوں کی شرارت سے مطمئن نہیں ہیں دیکھئے ہم کہتے ہیں کہ آپ تشریف لے جایئے اور جلدی نہ کیجئے اور خیال خام نہ پکایئے کیونکہ مسجد میں رہ کر بچ جانا یوں ہی ناممکن ہے جیسا کہ آسمان کو گز سے ناپنا اور یہ تو ناممکن ہے لہٰذا وہ بھی ناممکن ہے آپ جیسے بہت سے آئے ہیں انہوں نے اپنی خوش اقبالی کی شیخیاں ماری ہیں لیکن نتیجہ یہی ہوا کہ وہ پچھتائے اور مارے غم کے اپنی ڈاڑیاں نوچ کر ایک ایک بال اکھیڑ ڈالا۔ اچھا تو اب تشریف لے جائیں اور زیادہ نہ کہیں سنیں نہ اپنے کو مصیبت میں ڈالیں اور نہ ہم کو بلا میں پھنسائیں۔

شرح شبّیری

اس مہمان کا انکو جواب دینا اور کھیت والے لڑکے کا اور اپنی کھیتی سے ڈھیپڑی کے ذریعہ سے محمود غزنوی کے نقارہ بردار اونٹ کو ہٹانے کی مثل بیان کرنا

گفت اے یاران ازان دیوان نیم	کہ زلاحولے ضعیف آید پیم
اس نے کہا اے دوستو! میں ان بھوتوں میں سے نہیں ہوں	کہ ایک لاحول سے میرا قدم کمزور پڑے

یعنی اس نے کہا کہ اے یارو میں ان دیوانوں سے نہیں ہوں کہ جو ایک لاحول سے میرا قدم ضعیف ہو جاوے یعنی اس نے کہا کہ میں ان لوگوں سے نہیں ہوں کہ جو تمہاری باتوں سے ڈر جاؤں اور میرا قدم سست ہو جاوے اور میں اس مسجد میں نہ ٹھہروں اس لئے کہ میری مثال تو ایسی ہے کہ۔

کودکے کو حارس کشتے بدے	طبلکے در دفع مرغان می زدے
ایک بچہ جو کھیتی کا رکھوالا تھا	پرندوں کو اڑانے کے لئے ایک ڈفلی بجاتا تھا

یعنی ایک لڑکا چونکہ نگہبان ایک کھیتی کا تھا جانوروں کے دفع کرنے کے لئے ایک ڈھپڑی بجایا کرتا تھا۔

تا رمیدے مرغ ازان طبلک زکشت	کشت ازان مرغان بد بے خوف گشت
حتیٰ کہ پرند اس ڈفلی سے کھیتی سے اڑ جاتے	کھیتی شریر پرندوں سے بے خوف ہو جاتی

یعنی یہاں تک کہ جانور اس ڈھپڑی کی وجہ سے کھیت سے بھاگ جاتے تو کھیتی بد جانوروں سے بے خوف ہوگئی تھی۔

چونکہ سلطان شاہ محمود کریم	بر گزر زد آنطرف خیمہ عظیم
جب شاہ سلطان محمود کریم	گزرا وہاں اس نے بڑا خیمہ لگایا

یعنی جبکہ سلطان محمود شاہ کریم نے گزرگاہ پر اس طرف خیمہ عظیم لگایا۔

با سپاہے ہمچو استارہ اثیر	انبہ و فیروز صفدر ملک گیر
ایسے لشکر کیساتھ جو آسمان کے ستاروں کی طرح تھا	گھنا اور کامیاب صفوں کو چاک کرنے والا ملک کو فتح کرنے والا

یعنی ساتھ ایک لشکر کے جو مثل آسمان کے ستاروں کی بے حد تھا اور کامیاب اور شجاع اور ملک گیر یعنی اس حالت میں محمود غزنوی اس لڑکے کے کھیت کی طرف کو گزرا تو اس نے اتفاقاً وہیں ڈیرہ ڈال دیا۔

اشترے بد کو بدے حمال کوس	بختی بد پیشرو ہمچو خروس
ایک اونٹ تھا جو نقارہ اٹھانے والا تھا	آگے چلنے والا بختی (نسل کا) تھا مرغ کی طرح

یعنی ایک اونٹ تھا جو کہ نقارہ بردار تھا ایک بختی تھا مرغ کی طرح آگے چلنے والا یعنی جس طرح کہ مرغ تمام جانوروں میں سحر خیز ہوتا ہے اسی طرح وہ اونٹ بھی سب میں آگے چلنے والا تھا۔

بانگ کوس و طبل بروے روز و شب	می زدند اندر رجوع و در طلب
رات دن نقارہ اور ڈھول اس پر	بجاتے تھے روانگی اور واپسی پر

یعنی کوچ کے روز طبل کی آواز اس کے اوپر رات دن آنے جانے میں بجایا کرتے تھے۔

اندران مزرع درآمد آن شتر	کودک آن طبلک بزد در حفظ بر
وہ اونٹ اس کھیت میں آ گیا	گیہوں کی حفاظت کے لئے بچہ نے وہ ڈفلی بجائی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ اونٹ اس کھیتی میں آ گیا تو لڑکے نے اس ڈھپڑی کو گیہوں کی حفاظت کے لئے بجایا۔

عاقلے گفتش مزن طبلک کہ او	بخیت طبل است و بآ نشست خو
ایک عقلمند نے اس سے کہا ڈفلی نہ بجا کیونکہ وہ	نقارے کا اونٹ ہے اور اس کو اس کی عادت ہے

یعنی ایک عاقل نے اس سے کہا کہ تو ڈھپڑی مت بجا اس لئے کہ وہ تو بختی ہے اور وہ اس کا عادی ہے (آن شست خواصل میں آتش خوست تھا یعنی اس طبل کے ساتھ اس کی عادت ہے تو پھر وہ اس ڈھپڑی سے کیا ڈرے گا۔

پیش او چہ بود تبوراک تو طفل	کہ کشد او طبل سلطان بیست کفل
اس کے سامنے تجھ لڑکے کی ڈفلی کیا ہے	کیونکہ وہ بادشاہ کا بیس گنا نقارہ اٹھاتا ہے

یعنی اے لڑکے اس کے آگے تیری ڈھپڑی کیا ہوگی کیونکہ وہ تو طبل سلطانی کو جو بیس گنا ہے کھینچتا ہے۔ (تو وہ اس ذرا سی ڈھپڑی سے کیا ڈریگا اب اس مثل کو بیان کر کے وہ مہمان کہتا ہے کہ)

عاشقم من کشتۂ قربان لا	جان من نوبتگہ طبل بلا
میں عاشق ہوں اور لا کا مقتول اور قربان ہوں	میری جان مصیبت کے نقارہ کی نقار خانہ ہے

یعنی میں عاشق ہوں مارا ہوا اور قربان فنا کا ہوں اور میری جان طبل بلا کی نوبت گاہ ہے۔

خود تبوراک است این تہدید ہا	پیش انچہ دیدہ است این دیدہا
یہ ڈراوے ڈفلی ہیں	اس کے سامنے جو کچھ ان آنکھوں نے دیکھا ہے

یعنی یہ تہدیدیں خود ان چیزوں کے سامنے جن کو کہ ان آنکھوں نے دیکھا ہے ڈھپڑیاں ہیں مطلب یہ کہ جس طرح کہ وہ اونٹ طبل بردار تھا اس وجہ سے اس ڈھپڑی سے نہ ڈرتا تھا اسی طرح میں بھی بلاؤں کا برداشت کرنے والا ہوں مجھ پر سینکڑوں بلائیں نازل ہو چکی ہیں تو پھر میرے سامنے تمہاری یہ دھمکیاں کیا چل سکتی ہیں یہ دھمکیاں میرے آگے ایسی ہیں جیسے کہ اس اونٹ کے آگے وہ ڈھپڑی اس لئے کہ میں نے تو اس سے کہیں زیادہ بلائیں برداشت کی ہیں۔

ای حریفان من ازانہا نیستم	کز خیالاتے درین رہ بیستم
اے دوستو! میں ان میں سے نہیں ہوں	کہ خیالات کی وجہ سے اس راستے سے باز رہوں

یعنی اے دوستوں میں ان میں سے نہیں ہوں کہ خیالات کی بناء پر اس راہ میں کھڑا ہو جاؤں۔ یعنی تم جو باتیں کر رہے ہو یہ صرف خیالات ہیں کہ یوں ہوگا اس طرح ہوگا تو میں ایسا نہیں کہ خیالات کی بناء پر ڈر جاؤں بلکہ۔

من چو اسمعیلیانم بے حذر	بل چو اسماعیل آزادم ز سر
میں اسماعیلیوں کی طرح نڈر ہوں	بلکہ (حضرت) اسماعیل کی طرح سر سے بے نیاز ہوں

یعنی میں اسمعیلیوں (ایک فرقہ کا نام ہے) کی طرح ہوں بے خوف بلکہ اسماعیل کی طرح سر سے آزاد ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مجھے مرجانے سے خوف نہیں ہے میں تو مرنے کو پھرتا ہوں میں اپنے سر سے بالکل آزاد ہوں۔

فارغم از طمطراق و از ریا	قل تعالوا گفت جانم را بیا
میں شان و شوکت اور دکھاوے سے خالی ہوں	اس نے "قل تعالوا" میری جان کے لئے کہا ہے کہ آجا

یعنی میں شان وشوکت اور ریا سے فارغ ہوں قل تعالوا نے میری جان کو کہا ہے کہ آ۔ یعنی مجھے شان و شوکت کی ضرورت نہیں ہے جو شبہ ہو کہ میں یہ باتیں اس لئے کر رہا ہوں نہ مجھے ریا مقصود ہے بلکہ تعالوا کا جو خطاب ہو رہا ہے وہ خطاب مجھے بلا رہا ہے اور اس کی وجہ سے میں جان دینے پر دلیر ہوں۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

اس نے جواب دیا کہ صاحبو! میں شیطان نہیں ہوں کہ لاحول سن کر میرا قدم سست ہو جاوے لہذا یہ تہدیدات اور دھمکیاں مجھے میرے ارادہ سے باز نہیں رکھ سکتیں میں تم کو ایک قصہ سناتا ہوں غور سے سنو ایک لڑکا جو کہ ایک کھیت کی رکھوالی کرتا تھا جانوروں کو ہٹانے کے لئے ڈھپڑی بجادیتا تھا اس سے جانور بھاگ جاتے تھے اور اس ذریعہ سے کھیتی ان سے مامون ہو جاتی تھی جبکہ سلطان محمود نے اس طرف کو گزرتے ہوئے ایک ستاروں کی مانند بیشمار اور فتحمند صف شکن ملک گیر لشکر کے ساتھ وہاں قیام کیا تو اس کا ایک نقارہ بردار اور جس طرح مرغ سب سے پہلے اٹھتا ہے یوں سب سے آگے چلنے والا بختی اونٹ تھا اتفاقاً وہ اونٹ اس کھیت میں جا گھسا اس پر لڑکے نے ڈھپڑی کو بغل میں لے کر اس کو نکالنے کے لئے بجانا شروع کیا۔ کسی عقلمند نے اس سے کہا کہ میاں صاحبزادے تم ڈھپڑی نہ بجاؤ کیونکہ یہ نقارہ بردار اونٹ اور اس آواز کے سننے کا عادی ہے یہ اس سے نہیں ڈر سکتا جبکہ یہ تمہاری ڈھپڑی سے بیس گنا بڑا نقارہ اٹھاتا اور اس کی آواز سنتا ہے تو تمہاری ڈھپڑی کیا چیز ہے۔ سو صاحبو میں عاشق اور فنا پر مٹا ہوا ہوں میری جان مصائب کا نقارخانہ ہے پس جو بلائیں میں نے ان آنکھوں سے دیکھی ہیں ان کے سامنے یہ دھمکیاں ایسی ہیں جیسے نقارہ محمود کے سامنے ڈھپڑی۔ نیز میرے سامنے یہ دھمکیاں ایسی ہیں جیسے رہگیر کے لئے خیالی صورتیں پس میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو خیالی صورتوں سے متاثر ہو کر راستہ میں ٹھہر جاؤں اور چلنا چھوڑ دوں میں اسماعیل مسترب لوگوں کی طرح بے خوف ہوں بلکہ خود اسماعیل علیہ السلام کی طرح سر سے بے پرواہ ہوں تم میری باتوں کو شیخی سمجھتے ہو مگر میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ نہ مجھے نمائشی باتوں کی ضرورت ہے نہ دکھاوے کی حاجت بلکہ میری جان کو تو حکم قل تعالوا بلا رہا ہے اس لئے میں سر ہتھیلی پر لئے پھرتا ہوں۔

شرح شبیری

گفت پیغمبر کہ جادِ فی السلف	بالعطیہ من تیقن بالخلف
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ اچھا کیا قرض	دینے میں جس نے اجر کا یقین کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پہلے لوگوں میں عطا کرنے میں اس نے سخاوت کی ہے جس نے عوض کا یقین کر لیا یعنی جس کو کہ جود و کرم کا بدلہ یعنی جنت کا یقین ہو گیا اس نے جان لیا کہ اگر میں عطا کروں گا تو اس کے بدلہ میں مجھے بے حد نعمتیں ملیں گی تو بس اس نے خوب جود و کرم کیا۔

ہر کہ بیند مر عطارا صد عوض	زود در بازد عطا رازین غرض
جو دینے میں سو بدلے دیکھتا ہے	اس غرض سے دینے کی بازی جلد کھیلتا ہے

یعنی جو شخص کہ عطا کے سو عوض دیکھ لیتا ہے وہ جلدی سے عطا کا دروازہ اس غرض کے لئے کھول دیتا ہے یعنی جس نے دیکھا کہ ایک دینے سے سو ملتے ہیں تو اس نے فوراً دروازہ عطا کا کھول دیا کہ وہ اس نفع سے متمتع ہو سکے تو چونکہ اس شخص نے یہی سمجھ لیا تھا کہ اگر میں مارا ہی گیا تو شہید ہوں گا اس لئے وہ جان دینے کو تیار ہو گیا تھا اور آگے قصہ چند اشعار مولانا فرماویں گے جس سے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ان ساری باتوں سے امور ظاہر مراد ہی نہیں بلکہ جان دینے سے مراد مجاہدات و ریاضات کرنا ہے اور وہ طلسم راہ حق کی مشکلات ہیں اور وہ خزانہ جو اس طلسم میں تھا اس سے مراد خزانہ علوم و معارف ہے تو اب تو مطلب بالکل ظاہر ہو گیا کہ اس نے دیکھا کہ مجاہدات و ریاضات کرنے سے بے حد فوائد ہیں لہذا وہ مجاہدات و ریاضات پر تیار ہو گیا اور ان مجاہدات و ریاضات میں اس نے بلاؤں کے آنے کی اور جان کے جانے کی پرواہ نہ کی اور یہی وہ کہہ رہا ہے کہ مجھے پرواہ نہیں ہے اب چونکہ بیان کیا ہے کہ جو عطاء کے عوض کو دیکھ لیتا ہے وہ پھر خوب عطا کرتا ہے تو آگے اس کی نظائر بیان فرماتے ہیں کہ۔

جملہ در بازار زان گشتند بند	تاچو سود افتاد مال خود دہند
تمام لوگ بازار میں اسی لئے پھنسے ہیں	تاکہ جب نفع ہو اپنا مال دیدیں

یعنی سارے لوگ بازار میں اس لئے بند ہو رہے ہیں کہ جب نفع پڑے تو اپنا مال دیدیں۔

زر در انبانہا نشستہ منتظر	تاکہ سود آید بہ بزل آید مصر
(ہر شخص) روپیہ تھیلیوں میں لئے منتظر بیٹھا ہے	خرچ کر دینے پر مصر ہے تاکہ نفع آئے

یعنی روپیہ پیسہ تھیلیوں میں رکھے ہوئے اور منتظر بیٹھے ہوئے ہیں تاکہ نفع آوے اور کوئی اصرار کرنے والا خرچ میں آوے مطلب یہ کہ دیکھو بازار میں تاجر اپنے مال کو اور صراف روپیہ پیسہ کو لئے بیٹھے ہیں کہ اگر ہم کو نفع ملے تو اپنا مال دیدیں تو دیکھو نفع ملنے پر اور عوض کے حاصل ہو جانے پر اپنا مال دیدینے کے لئے تیار ہیں۔

چون بہ بیند کالۂ در ربح بیش	سرد گردد عشقش از کالائ خویش
جب کسی سامان کو نفع میں بڑھا ہوا دیکھتا ہے	اپنے سامان سے اس کا عشق ٹھنڈا پڑ جاتا ہے

یعنی جب (تاجر) اسباب کو نفع میں زیادہ دیکھتا ہے تو اس کا عشق اپنے اسباب سے سرد ہو جاتا ہے مطلب

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ کہ جب اس نے دیکھا کہ اگر اس مال کو دیدیا تو اس کے بدلہ میں عوض زیادہ ملے گا تو اس کے دل میں جو مال کی محبت تھی اب وہ جاتی رہی اور یہ اپنے مال کو دیدینے کو تیار ہو گیا۔

گرم زان ماندست با آن کو ندید	کالہائے خویش را ربح و مزید
سرگرم اس لئے رہا ہے کہ اس نے نہیں دیکھا	اپنے سامان کا نفع اور بڑھاؤ

یعنی اس اسباب کا شائق اس لئے ہے کہ اس نے اپنے اسباب کا نفع اور زیادہ ہونا نہیں دیکھا یعنی جس کو کہ خبر نہیں ہے کہ اس اسباب کے دینے سے یہ نفع ہوتا ہے وہ خود اس اسباب ہی پر عاشق اور اسی کا شائق بن بیٹھا ہے۔

ہمچنین علم و ہنر ہائے و حرف	چوں ندید افزون ازانہا در شرف
یہی عالم علم اور ہنروں اور پیشوں کا ہے	جبکہ اس نے فضیلت میں ان سے زیادہ کچھ نہ دیکھا

یعنی اسی طرح علم و ہنر اور پیشے جب ان میں زیادتی کو نہ دیکھا شرف میں یعنی اسی طرح علم و ہنر ہیں کہ جب انسان ان میں کوئی زیادتی نہ دیکھے تو ان کو بھی خرچ نہیں کرتا اور جب اس میں زیادتی معلوم ہو جاتی ہے تو پھر خرچ کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔

تا بہ از جان نیست جان باشد عزیز	چون بہ آمد نام جان شد چیز لیز
جب تک وہ جان سے زیادہ پیارے نہ ہوں جان پیاری ہوتی ہے	جب وہ بہتر ہوں جان کا نام ناچیز ہو جاتا ہے

یعنی جب تک کہ جان سے بہتر نہیں ہے جان عزیز ہوتی ہے اور جب بہتر آیا تو جان کا نام ایک شے حقیر ہو گیا۔ مطلب یہ کہ جس وقت تک جان سے بہتر شے کوئی نہیں دیکھتا اس وقت تک جان محبوب ہے اور جب اس سے بہتر شے مل گئی اب جان کی قدر بھی جاتی رہی۔

لعبت مردہ بود جان طفل را	تا نگشت او در بزرگی طفل زا
مردہ گڑیا بچے کی جان ہوتی ہے	جب تک کہ وہ بڑائی میں بچہ پیدا کرنے والا نہ بن جائے

یعنی مردہ گڑیا بچہ کی جان ہوتی ہے جب تک کہ وہ بزرگی میں بچہ کا جننے والا نہ ہو۔ یعنی جب تک کہ انسان عاقل نہیں ہوتا اس وقت تک تو گڑیوں کو جو مردہ ہیں محبوب سمجھتا ہے اور جب عاقل بالغ ہوا اور خود اس کے بچے پیدا ہوں تو اب اس کو ان مردہ گڑیوں سے محبت نہیں رہی کیونکہ اب اس کو اس سے بہتر چیز خود اس کے بچے مل گئے۔

این تصور وین تخیل لعبت است	تا تو طفلی پس بدانت حاجت است
یہ تصور اور یہ تخیل گڑیا ہے	جب تک تو بچہ ہے اس کی تجھے ضرورت ہے

یعنی یہ خیالات اور تصورات گڑیاں ہیں جب تک کہ تو بچہ ہے تجھے ان کی حاجت ہے (لیکن)

www.besturdubooks.wordpress.com

چون ز طفلی رست جان شد در وصال	فارغ از حس است و تصویر و خیال
جب جان بچپن سے نجات پا گئی واصل ہو گئی	حس اور تصویر اور خیال سے فارغ ہو گئی

یعنی جب طفلی سے چھوٹا اور جان وصال میں ہوئی تو (اب جان) حسن اور تصورات اور خیالات سے فارغ ہو گئے یعنی جب تم کو وصال حق میسر ہوا اور تم کو قرب نصیب ہوا جس سے عقل و ہوش سب درست ہو گئے تو اب تم ان حواس سے بھی چھوٹ گئے اور تم کو ان تخیلات واہیہ کی ضرورت مندی آگے فرماتے ہیں کہ۔

نیست محرم تا بگویم بے نفاق	تن زدم واللہ اعلم بالوفاق
محرم نہیں ہے تاکہ بغیر تصنع کہہ دوں	میں خاموش ہو گیا اور خدا موافقت کرنے والوں کو زیادہ جانتا ہے

یعنی کوئی محرم نہیں ہے تاکہ میں بے نفاق کے بیان کروں تو چپ رہتا ہوں واللہ اعلم بالوفاق مطلب یہ کہ کوئی ایسا محرم تو ہے نہیں جس سے صاف صاف بیان کر دوں اب تو صرف اشارات میں کہا جاتا ہے تو جب کوئی محرم نہیں ہے تو اب چپ رہنا ہی بہتر ہے اب یہاں مضمون وصال و اتحاد کو بند کر دیا آگے دوسرا مضمون ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

مال و تن برف اندر یزان فنا	حق خریدارش کہ اللہ اشتری
مال اور جسم برف ہیں جو فنا سے پگھل رہے ہیں	اللہ (تعالیٰ) ان کا خریدار ہے کیونکہ اللہ نے خرید لیا ہے

یعنی مال و تن برف ہیں فنا کے گرائے ہوئے خریدار اس کا حق ہے کہ اشتریٰ مطلب یہ کہ مال و تن برف کی طرح فانی اور ہر وقت گھٹنے والے ہیں اور ان کا خریدار حق تعالیٰ ہے کہ ارشاد ہے کہ ان اللّٰہ اشتری من المؤمنین انفسهم واموالهم بان لهم الجنة

برفہا زان از ثمن اولیستت	کہ توئی در شک یقینے نیستت
تیرے لئے برف، عوض سے زیادہ بہتر ہے	کیونکہ تو شک میں ہے، تجھے یقین نہیں ہے

یعنی برف قیمت سے تجھے اس لئے بہتر ہے کہ تو شک میں ہے اور تجھے یقین نہیں ہے مطلب یہ کہ تو جو دنیا کے مال و اسباب پر جو ذاتی ہیں ریجھ رہا ہے اور اس کی جو قیمت حق تعالیٰ نے تجویز فرمائی ہے یعنی جنت اس سے تو ان کو بہتر سمجھتا ہے تو وجہ اس کی یہ ہے کہ تجھ کو ابھی درجہ یقین اصل نہیں ہوا تو ابھی تک شک میں ہے اگر یقین ہو جاتا تو ضرور تو اس فانی شئے کو ترک کرتا اور اس باقی کو حاصل کرتا۔

وین عجب ظنے ست در تو اے مہین	کہ نمی پرد بہ بستان یقین
اے ذلیل! تجھ میں یہ عجب ظن ہے	جو یقین کے باغ کی طرف پرواز نہیں کرتا ہے

یعنی اور تیرے اندر اے ذلیل یہ عجیب ظن ہے جو کہ بستان یقین تک اڑتا ہی نہیں یعنی عجب ظن ہے کہ جو اس کے بعد یقین حاصل ہی نہیں ہوتا ورنہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر گمان تشنہ یقین ست اے پسر	می زند اندر تزائد بال و پر
اے بیٹا ہر گمان یقین کا پیاسا ہے	جو بڑھاؤ کی طرف بال و پر پھڑپھڑاتا ہے

یعنی اے صاحبزادہ ہر گمان یقین کا طالب ہے اور زیادتی میں بال و پر مارتا ہے یعنی ہر گمان ترقی کر کے یقین تک پہنچنا چاہتا ہے۔

چون رسد در علم پس برپا شود	مر یقین را علم او پویا شود
جب وہ علم (کے درجہ) میں پہنچتا ہے قائم ہو جاتا ہے	اس کا علم یقین کی طرف دوڑتا ہے

یعنی جب (وہ شک) علم میں پہنچ جاتا ہے تو استوار ہو جاتا ہے اور یقین کیلئے اس کا علم دوڑنے والا ہوتا ہے یعنی اول شک ہوتا ہے وہ شک ترقی کر کے علم تک پہنچ جاتا ہے پھر وہ علم چل کر اور دوڑ کر یقین تک پہنچا دیتا ہے مگر تعجب ہے کہ تمہارا شک نہ علم بنتا ہے نہ یقین ورنہ ترتیب یہی ہے۔

زانکہ ہست اندر طریق مفتتن	علم کمتر از یقین و فوق ظن
چونکہ آزمائے ہوئے طریقے ہیں	علم یقین سے کم اور ظن سے اوپر ہے

یعنی اس لئے کہ طریق ممتحن میں علم یقین سے کم ہے اور ظن سے اوپر ہے۔

علم جویائے یقین باشد بدان	وان یقین جویائے دید ست و عیان
سمجھ لے علم یقین کا طالب ہوتا ہے	اور یقین دید اور مشاہدے کا طالب ہے

یعنی علم تو طالب یقین کا ہوتا ہے جان لو اور وہ یقین طالب دید کا اور معائنہ کا ہوتا ہے مطلب یہ کہ تمام میں یہی قاعدہ اور یہی ترتیب ہے لیکن تم ہمیشہ سے شک ہی میں ہو تمہارا یہ شک ختم ہی نہیں ہوتا نہ تو علم بنتا ہے اور نہ یقین آگے اس ترتیب کی ایک دلیل قرآن شریف سے لاتے ہیں کہ۔

اندر الھکم بجواین را کنون	از پس کلا پس لو تعلمون
(سورۂ) الھکم میں اس کو تلاش کر لے	کلا کے پیچھے لو تعلمون کے پیچھے

یعنی الھکم میں اب تم اس کو ڈھونڈ لو کلا کے پیچھے اور پیچھے لو تعلمون کے (از پس کلا سے مراد کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون ہے اور پس لو تعلمون سے مراد کلا لو تعلمون علم الیقین ہے مطلب یہ ہے کہ الھکم التکاثر میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم لوگ جو دنیا میں شک میں پڑے ہوئے ہو تو تم ضرور جان لو گے اور پھر ضرور جان لو گے (یہ ترجمہ ہے کلا سوف تعلمون الخ کا) تو اس لئے تو علم ثابت ہوا کہ تم کو جو بہشت وغیرہ میں شک ہے ان سب کا علم ہو جاوے گا آگے فرماتے ہیں کلا لو تعلمون علم الیقین اس سے بعد علم کے یقین معلوم ہوتا ہے کہ بعد شک کے تم کو علم ہوگا اس کے بعد یقین ہو جاوے گا تو

www.besturdubooks.wordpress.com

شک کے بعد علم اور علم کے بعد یقین تو ثابت ہو گیا اب صرف یقین کے بعد معائنہ کا ثبوت رہا وہ بھی سورۃ میں مذکور ہے جس کو شعر ذیل میں بیان فرماتے ہیں کہ۔

می کشد دانش بہ بینش ای علیم	گر یقین بودے بدیدندے جحیم
اے علم والے! علم مشاہدے کی طرف لے جاتا ہے	اگر انہیں یقین ہوتا تو وہ دوزخ کا مشاہدہ کر لیتے

یعنی اے علیم یقین رویت کی طرف کھینچتا ہے کہ اگر یقین ہوتا تو جحیم کو دیکھ لیتے اگر یقین بودے بدیدندے جحیم ترجمہ ہے لترون الجحیم ثم لترونھا عین الیقین ؕ) مطلب یہ کہ پھر وہ یقین رویت کی طرف لے جاتا ہے اور اس کے بعد معائنہ و رویت ہو جاتی ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ ارشاد ہے کہ لترون الجحیم الخ یعنی اس یقین کے بعد جو کہ حاصل ہوا ہے رویت و معائنہ حاصل ہوگا۔ پس قرآن شریف سے ثابت ہو گیا کہ ترتیب اسی طرح ہے کہ اول شک ہوتا ہے پھر علم ہوتا ہے پھر یقین پھر معائنہ و مشاہدہ ہوتا ہے لیکن فرماتے ہیں کہ تعجب ہے کہ تم لوگ ابھی تک شک ہی میں پڑے ہوئے ہو تم عروج کر کے ان مراتب تک پہنچتے ہی نہیں ہو بلکہ شک ہی میں پڑے ہوئے ہو حالانکہ۔

دید زاید از یقین بے امتہال	آنچنان کز ظن ہمی زاید خیال
مشاہدہ یقین سے بغیر توقف کے پیدا ہوتا ہے	جس طرح ظن سے خیال پیدا ہوتا ہے

یعنی یقین سے تو مشاہدہ بے مہلت کے پیدا ہوتا ہے جیسے کہ ظن سے خیال پیدا ہوتا ہے (خیال سے مراد علوم تقلیدی ہے) مطلب یہ کہ جس طرح کہ ظن و شک سے علم تقلیدی پیدا ہو جاتا ہے اور ظن کے بعد علم تقلیدی حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یقین سے مشاہدہ پیدا ہو جاتا ہے۔

اندر الھکم بیان این بہ بین	کہ شود علم الیقین عین الیقین
(سورۃ) الہکم میں اس کا بیان دیکھ لے	کہ علمُ الیقین عین الیقین ہو جاتا ہے

یعنی اس کا بیان الہکم میں دیکھ لو کہ علم الیقین عین الیقین ہو جاتا ہے (جیسا کہ ابھی اوپر معلوم ہوا کہ یقین کے بعد مشاہدہ حاصل ہوتا ہے آگے وہ مہمان کہہ رہا ہے کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب مولانا فرماتے ہیں (اور ممکن ہے کہ مقولہ عاشق ہی ہو) کہ کسی کو مذکورہ بالا بیان بعید نہ معلوم ہو کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (کما ہو المنقول واللہ اعلم بصحۃ النقل) کہ جس کسی کو معاوضہ کا یقین ہوتا ہے وہ ابتداء میں مال کے دینے میں دل کھول دیتا ہے اور یہ امر نہایت صحیح ہے چنانچہ لوگ بازاروں میں اسی لئے مقید ہیں کہ جب نفع ملے تو مال دے ڈالیں تھیلیوں میں سونا بھرے منتظر بیٹھے ہیں کہ نفع کا

www.besturdubooks.wordpress.com

مال ملے تو زبردستی اسے کسی کے گلے منڈھ دیں پس جب ان لوگوں کو زیادہ نفع کا مال ملتا ہے تو ان کو اپنے مال کی محبت نہیں رہتی کیونکہ ان کو اپنے مال سے اسی لئے محبت ہے کہ نفع کا مال نہیں ملا ہے علی ہذا علم و ہنر اور پیشوں سے بھی اسی لئے محبت ہے کہ ان سے زیادہ اشرف شے ان کو نہیں ملی ورنہ جبکہ ایسی شے مل جاوے تو بھی محبت نہ رہے گی۔ پس جبکہ یہ اصول معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جان اسی وقت تک عزیز ہے جب تک اس سے زیادہ عزیز شئے نہیں ملتی اور جبکہ اس سے بہتر کوئی شے ملتی ہے تو پھر وہ عزیز نہیں رہتی بلکہ ایک حقیر شے ہو جاتی ہے اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ بہتر عوض کے مقابلہ میں جان حقیر چیز ہو جاتی ہے اب یوں سمجھو کہ کبھی آدمی اس شے کو جو حقیقۃً جان نہیں ہے جان سمجھ لیتا ہے اس لئے کہ وہ حقیقی جان کو نہیں دیکھتا چنانچہ بچہ بے جان گڑیا کو اس وقت تک جان سمجھتا ہے جب تک وہ جوان نہیں ہوتا اور اس کے اولاد نہیں ہوتی اور جبکہ اس کے اولاد ہوتی ہے اور وہ جاندار گڑیا کو دیکھتا ہے اس وقت اس کی نظر میں وہ گڑیا کچھ بھی نہیں رہتی جب یہ امر ممہد ہو چکا تو اب سمجھو کہ دنیا و مافیہا جو کہ بمنزلہ ایک تصور و تخیل کے ہے واقع میں ایک بے جان کھلونا ہے اور جب تک کہ تم کامل العقل اور بالغ حقیقی نہیں ہوئے اس وقت تک تم کو اس کی ضرورت ہے پس جبکہ آدمی حقیقی بالغ ہو گیا اور وصل محبوب حقیقی نصیب ہو گیا تو پھر نہ اسے حس کی ضرورت رہتی ہے نہ تصور و خیال کی اور دنیا و مافیہا اس کی نظر میں ہیچ ہو جاتی ہے چونکہ کوئی محرم نہیں ہے تا کہ میں اس مضمون کو صاف صاف بیان کر سکوں اس لئے اسی قدر بیان کر کے خاموشی اختیار کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تفصیل وصال حق سبحانہ ہی خوب جانتے ہیں اور اس عنوان کو چھوڑ کر دوسرے عنوان سے سمجھاتا ہوں سنو مال اور تن برف ہیں جو کہ گھٹتے اور فنا ہوتے رہتے ہیں اور خدا ان کا خریدار ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے ان اللّٰہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ پس جو شخص کہ وصال حق سبحانہ سے کامیاب ہو گا یا دوسرے عنوان کی بناء پر یوں کہو کہ وہ اپنی جان کی اعلیٰ قیمت دیکھے گا اس کی نظر میں جان کی کیا وقعت ہو سکتی ہے اور وہ اس کے دے ڈالنے میں کیا پس و پیش کریگا۔ پس اب اس عاشق کے بیان میں کچھ بھی استبعاد نہ رہا۔ استبعاد کا منشاء یہ ہے کہ تم اس کی حالت کو اپنی حالت پر قیاس کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ جیسے ہم کو جان عزیز معلوم ہوتی ہے یوں ہی اس کو بھی ہونی چاہئے مگر یہ قیاس مع الفارق ہے تم کو یہ برف اس قیمت کے مقابلہ میں اس لئے عزیز ہے کہ تم کو شک ہے اور یقین نہیں ہے برخلاف اس کے کہ اس کو یقین ہے اور شک بھی عجیب قسم کا ہے کہ یقین تک پہنچنا ہی نہیں چاہتا حالانکہ ہر شک کا قاعدہ ہے کہ وہ طالب یقین ہوتا ہے اور ترقی کرنے کے لئے پر پرزے ہلاتا ہے پس جبکہ وہ علم تک پہنچتا ہے تو وہاں نہیں ٹھہرتا بلکہ سیدھا یقین تک پہنچتا ہے کیونکہ اس راہ میں علم پہلے پڑتا ہے اور یقین بعد کو ملتا ہے اس لئے کہ علم ظن اور یقین کے درمیان میں واقع ہے اس لئے اولاً وہ علم ہوتا ہے اور جب ہو جاتا ہے تو یقین کا طالب ہوتا ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ علم جویائے یقین ہے اور جب یقین تک پہنچ جاتا ہے تو وہاں بھی نہیں ٹھہرتا بلکہ حق الیقین تک پہنچتا ہے کیونکہ یقین طالب مشاہدہ و معائنہ ہوتا ہے اس کی تصدیق تم کو الھکم التکاثر میں کلا لو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم ثم لترونھا عین الیقین سے ہوگی

www.besturdubooks.wordpress.com

اور معلوم ہوگا کہ علم سے مشاہدہ پیدا ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کلالو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم ثم لترونہا عین الیقین جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کفار کو علم الیقین حاصل ہو جاتا تو وہ دوزخ کا مشاہدہ کرتے پس معلوم ہوا کہ علم یقینی سے مشاہدہ پیدا ہوتا ہے جس طرح کہ ظن سے خیال پیدا ہوتا ہے دیکھو الحکم میں صاف مذکور ہے کہ علم الیقین عین الیقین یعنی اصل اور حقیقی یقین جس کو اصطلاح میں حق الیقین کہتے ہیں ہو جاتا ہے۔

فائدہ:۔ اس بیان میں ظن سے مراد جانب راجح نہیں جو کہ مصطلح اہل معقول ہے بلکہ وہ علم مراد ہے جس میں طمانیت نہ ہو اور ہم نے جو اس کا ترجمہ شک کیا ہے اس سے بھی معنی اصطلاحی مراد نہیں بلکہ یہی معنی مراد ہیں اور علم سے علم تقلیدی مراد ہے فتنبہ لہ)

شرح شبّیری

وز ملامت برنمی گردد سرم	از گمان و از یقین بالاترم
ملامت سے میرا سر چکراتا ہے	میں گمان اور یقین سے بالاتر ہوں

یعنی یقین اور گمان سے میں بالاتر ہوں اور ملامت کی وجہ سے میرا سر نہیں پھرتا۔ یعنی وہ کہتا ہے کہ میں صاحب حال ہوں میرے ساتھ یہ ترتیب نہیں ہے کہ اول شک ہو پھر علم ہو پھر یقین وغیرہ بلکہ میں صاحب حال ہوں مجھے عوض کا یقین ہے کہ میں اگر جان دونگا تو مجھے ضرور اس سے بہتر عوض ملے گا لہذا اب اس میں کوئی شک ڈالنے والا شک نہیں ڈال سکتا۔

چشم روشن گشتم و بینائے او	چون دہانم خورد از حلوائے او
میں روشن چشم اور اس کو دیکھنے والا بن گیا ہوں	جبکہ میرا منہ اس کا حلوا کھا چکا ہے

یعنی جبکہ میرے منہ نے اس کے حلوے سے کھایا ہے تو میں چشم روشن ہو گیا ہوں اور اس کا بینا ہو گیا ہوں مطلب یہ کہ چونکہ میں چاشنی وصل چکھ چکا ہوں لہذا اب میری آنکھ کھل گئی ہے مجھے ہرگز شک نہیں ہو سکتا۔

پانہ لرزانم نہ کورانہ روم	پانہم گستاخ چون خانہ روم
نہ پاؤں کو لرزاتا ہوں نہ اندھا دھند چلتا ہوں	میں جب گھر کو جاتا ہوں تو بے پروائی سے قدم رکھتا ہوں

یعنی میں بے تکلف چلتا ہوں جبکہ گھر جاتا ہوں نہ تو پاؤں کو لرزاتا ہوں نہ اندھوں کی طرح جاتا ہوں یعنی دیکھو مجھے گھر جانے میں چونکہ کوئی شک وغیرہ نہیں ہوتا بلکہ یقین ہوتا ہے اس لئے میں بے تکلف چلا جاتا ہوں تو اسی طرح چونکہ مجھے اس میں بھی یقین ہے کہ مجھے عوض اس جان سے بہتر ملے گا لہذا میں اس میں بھی بے باک ہوں مجھے کچھ خوف نہیں ہے۔

بادل من گفت صد چندانش کرد	انچہ گل را گفت حق خندانش کرد
میرے دل سے کہا اور اس کو سو گنا کر دیا	جو کچھ اللہ نے پھول سے کہا اور اس کو شگفتہ کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جو کچھ کہ حق تعالیٰ نے گل کو کہا اور اس کو خنداں کر دیا میرے دل پر وہی کہا اور سو چند اس کا کر دیا یعنی حق تعالیٰ نے جو تجلی کہ گل پر کی ہے کہ جس کی وجہ سے وہ خنداں ہے وہی تجلی حق تعالیٰ نے مجھ پر کی ہے کہ جس کی وجہ سے میں بے فکر اور بے باک ہو گیا ہوں اور جان دینے کو تیار ہوں۔

آنچہ زد بر سرو و قدش راست کرد	وانچہ از وے نرگس و نسرین بخورد
وہ جو سرو پر نازل اور اس کا قد سیدھا کر دیا	اور وہ جو اس سے نرگس اور نسرین نے حاصل کی

یعنی جو شئے کہ سرو پر ماری اور اس کے قد کو راست کر دیا اور جو شئے کہ اس سے نرگس و نسرین نے کھائی۔

انچہ نے را کرد شیریں جان و دل	وانچہ خاکی یافت زو نقش چگل
وہ جس نے گنے کی جان اور دل کو شیریں کر دیا	اور وہ جس سے خاکی نے چگل کا نقش حاصل کر لیا

یعنی جس شئے نے کہ نئے کا جان و دل شیریں کر دیا اور جس شئے سے کہ خاک نے نقش چگل پایا۔ یعنی انسان نے جو کہ خاکی ہے حسن و جمال پایا۔

انچہ ابرو را چناں طرار ساخت	چہرہ را گلگونہ و گلنار ساخت
جس نے ابرو کو ایسا نوکیلا بنایا	چہرے کو سرخ اور گلنار بنایا

یعنی جس شئے نے کہ ابرو کو ایسا طرار بنا دیا اور چہرہ کو گلگونہ اور گلنار کر دیا۔

مر زباں را داد صد افسونگرے	وان کہ کان را داد زر جعفری
جس نے زبان کو سو جادو سکھائے	جس نے کان کو جعفری سونا عطا کیا

یعنی زبان کو اس نے سو افسونگری دیں اور وہ کہ جس نے معدن کو خالص سونا دیا (زر جعفری خالص سونے کو کہتے ہیں اس لئے کہ مشہور ہے کہ جعفر برمکی نے حکم دیا تھا کہ سونے کو خالص کر کے پھر سکہ لگایا جاوے اور آنچہ زد بر سرو سے اس شعر تک سب مبتدا ہیں جن کی خبریں محذوف ہیں) مطلب یہ کہ جس نے کہ ان چیزوں کو ایسا ایسا بنا دیا اسی نے مجھے ہی ہمت اور یہ قوت عطا فرمائی ہے اور اسی نے مجھے ایسا یقین کامل عطا فرمایا ہے آگے کہتے ہیں کہ۔

چون در زر او خانہ باز شد	غمزہائے چشم تیر انداز شد
جب اسلحہ خانہ کا دروازہ کھلا	آنکھ کے غمزے تیر انداز بنے

یعنی جبکہ سلاح خانہ کا دروازہ کھلا تو غمزہائے چشم تیر انداز ہوئے۔

بردلم زد تیر و سودائیش کرد	عاشق شکر و شکر خائیش کرد
اس نے میرے دل پر تیر مارا اس کو مجنون بنا دیا	شکر اور شکر خور کا عاشق کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میرے دل پر تیر مارا اور اس کو سودائی کر دیا اور عاشق شکر اور شکر خائی کا اس کو کر دیا یعنی جب اس کے عشق نے مجھ پر اثر کیا اور میرے دل کو اپنا سودائی بنا لیا اور ان امور کا میں عاشق ہو گیا اور کہتا ہے کہ۔

عاشق آنم کہ ہر آن آن اوست	عقل و جان جاندار یک مرجان اوست
میں اس کا عاشق ہوں کہ ہر ملکیت اس کی ملکیت ہے	عقل اور جان اس کے لب سے جاندار ہے

یعنی میں اس کا عاشق ہوں کیونکہ ہر وہ چیز اسی کی ملک ہے عقل و جان اس کی ایک لب کی جاندار ہیں مطلب یہ کہ عقل و جان جو بھی ہیں سب کو اسی سے جان حاصل ہوتی ہے اور اسی کی لب سے ان کی جان ہے کہ اس ہی سے ان کو جان حاصل ہوئی ہے اور کہتا ہے کہ۔

من نہ لافم ور بلافم ہمچو آب	نیست در آتش کشی ام اضطراب
میں شیخی نہیں مارتا ہوں اور اگر مارتا ہوں تو پانی کی طرح	آگ بجھانے میں مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے

یعنی میں شیخی نہیں کرتا اور اگر پانی کی طرح شیخی کروں تو میری آتش کشی میں کوئی شک نہیں ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ میں جو باتیں کر رہا ہوں یہ شیخی سے نہیں ہیں اور اگر شیخی کروں بھی تو میری شیخی بھی بجا اور درست ہوگی جیسے کہ پانی کہ اگر وہ شیخی کرے تو میں آتش کش ہوں تو اس کی شیخی بجا ہے اس لئے کہ وہ ایسا ہے تو اسی طرح میں اگر کہوں بھی تو بجا ہے اس لئے کہ میں ایسا ہوں۔

چون بدزدم چون حفیظ مخزن اوست	چون نباشم سخت رو پشت من اوست
میں کیسے چرا سکتا ہوں جبکہ وہ خزانہ کا محافظ ہے	میں اکڑا کیوں نہ بنوں جبکہ وہ میری پشت (پناہ) ہے

یعنی میں پوشیدہ کیوں کروں جب کہ خزانہ کا محافظ وہ ہے اور میں دلیر کیوں نہ ہوں میری پناہ تو وہ ہے مطلب یہ کہ وہ کہتا ہے کہ ان اسرار کے پوشیدہ کرنے کی مجھے کیا ضرورت ہے اس لئے کہ محافظ تو حق تعالیٰ ہیں پھر اگر کسی کو معلوم بھی ہو گیا تب بھی کوئی چرا نہیں سکتا اور جب میری پشت و پناہ وہ ہے پھر اگر میں دلیر ہوں اور بیباکانہ گفتگو کروں تو کیا حرج ہے۔

ہر کہ از خورشید باشد پشت گرم	سخت رو باشد نہ بیم او را نہ شرم
جو سورج کیجہ سے گرم کر والا ہو	وہ اکڑ ہو گا اس کو نہ ڈر ہو گا نہ شرم

یعنی جو شخص کہ خورشید سے پشت گرم ہو تو وہ دلیر ہوگا نہ اس کو خوف ہوگا نہ شرم ہوگی مطلب یہ کہ جس کی پشت و پناہ خورشید ہو اس کو پھر کیا شرم ہوگی اور کیا حجاب ہوگا وہ تو اپنا چہرہ سب کے آگے رکھے گا اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ میرے اندر سے کوئی کچھ کم کر ہی نہیں سکتا۔

ہمچو روئے آفتاب بے حذر	گشت رویش خصم سوز و پردہ در
نڈر سورج کے چہرے کی طرح	اس کا چہرہ دشمن کو جلانے والا اور پردہ دری کرنے والا ہوتا ہے

یعنی مثل روئے آفتاب کے بے کھٹکے اس کا چہرہ خصم سوز اور پردہ در ہو گیا۔ یعنی جس کو کہ آفتاب سے حرارت اور

www.besturdubooks.wordpress.com

روشنی پہنچ رہی ہو وہ تو آفتاب ہی کی طرح بے باک اور بے خوف ہوگا اسے کسی کی پرواہ ہوگی وہ اپنے جمال کو اپنے نور کو اپنی روشنی کو خوب ظاہر کرے گا۔ تو اسی طرح چونکہ میرا پشت پناہ خدا ہے اس لئے میں بھی بے باک ہوں اور کہتا ہے کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب مولانا مقولہ عاشق کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے کہا کہ جب مجھے حق سبحانہ اپنی طرف بلاتے ہیں اور میری جان کا ہزار گونہ بہتر بدلا دیتے ہیں تو میں کیسے دلیر نہ ہوں کیونکہ میں تمہاری طرح شبہ میں نہیں پڑا ہوں بلکہ میں تو علم الیقین سے بھی آگے بڑھ گیا ہوں اور مقام مشاہدہ تک پہنچ گیا ہوں پس نہ میں تمہاری بات مان سکتا ہوں اور نہ میرا خیال تمہاری ملامت سے بدل سکتا ہے چونکہ میں اس کی شیرینی وصال کھا چکا ہوں لہذا میری چشم بصیرت روشن ہوگی ہے اور میں اس کو پہچان گیا ہوں اور معرفت و بینش حقیقت میں وہ چیز ہے جو ان تمام ہراسوں کو دور کر دیتی ہے جن کا منشاء وہم ہے چنانچہ جب میں اپنے گھر جاتا ہوں تو چونکہ میں اس سے واقف ہوتا ہوں لہذا بے خطر گھس جاتا ہوں۔ نہ میرے پاؤں میں لغزش ہوتی ہے اور نہ اندھوں کی طرح ٹٹولتا چلتا ہوں ایسی حالت میں مجھے کیا اندیشہ ہو سکتا ہے میں ان عنایات کو بیان نہیں کر سکتا جو حق سبحانہ نے مجھ پر مبذول فرمائی ہیں چنانچہ جو بات کہ حق سبحانہ نے گل سے کہی ہے جس سے وہ ہنس پڑا اسی قسم کی بات میرے دل سے کہی تو اس کو پھول سے سینکڑوں درجہ زیادہ شگفتہ کر دیا اور جس چیز کو مار کر اس نے سرو کے قد کو سیدھا کیا ہے اور جو کچھ نرگس و نسرین کھا کر تر و تازہ ہوئیں اور جس چیز نے کہ گنے کے جان و دل کو شیریں کیا اور جس سے کہ خاک کو صورت حسن عنایت ہوئی اور جس نے کہ ابرو کو اس قدر دلربا بنایا اور چہرہ کو گلگونہ اور گلنار بنایا اور زبان کو سینکڑوں طرح کے سحر بیانی عطا کی اور جس نے کہ کان کو زر خالص عطا کیا انہوں نے جو آثار محمودہ میرے اندر پیدا کیے ان کو تو میں کیا ہی بیان کر سکتا ہوں لہذا خاموشی ہی بہتر ہے مجملاً اتنا سنو کہ جب سلاح خانہ کا دروازہ کھلا اور غمزہائے چشم نے تیر اندازی شروع کی تو میرے دل پر تیر مارا اور مجھے اس کا دیوانہ بنا دیا اور اس کی شیریں مہی اور شیرین بیانی کا عاشق کر دیا۔ پس میں تو اس پر عاشق ہوں کہ جملہ کمالات اس کے لئے حاصل ہیں اور عقل و جان جو اس قدر کمالات رکھتی ہیں اس کی ایک جنبش لب (حکم کن) سے زندہ ہیں۔ میں شیخی نہیں مارتا اور شیخی اگر ماروں تو میری شیخی بے جا نہیں بلکہ وہ ایسی ہے جیسے کہ پانی کی آگ کو بجھا دینے کے متعلق شیخی۔ پس جس طرح اس کی یہ شیخی صحیح ہے یونہی میری شیخی بھی واقعی ہے میرا خزانہ کلام تو اسی کے قبضہ میں ہے پس میں اس خزانہ سے چرا کر غلط باتیں اپنی بابت کیسے بیان کر سکتا ہوں (یعنی حق سبحانہ چونکہ مجھے جھوٹ سے بچاتے ہیں اس لئے میں جھوٹ نہیں بول سکتا ہذا ہو المراد ولا تلتفت الی ما قال المحشون) اور میں سچ بات کہنے میں دلیر کیوں نہ ہوں کیونکہ حق سبحانہ میرے مددگار ہیں قاعدہ ہے کہ جس کا معاون آفتاب ہو وہ دلیر ہوگا نہ کسی سے ڈرے گا اور نہ شرم کرے گا کیونکہ اس کی تصدیق کے لئے آفتاب موجود ہے لہذا آفتاب کے بے خوف چہرہ کے موافق اس کا چہرہ بھی قصم سوز اور پردہ در ہوگا پس جبکہ آفتاب حقیقی میرا معاون ہے تو

www.besturdubooks.wordpress.com

میرے لئے شرمانے یا ڈرنے کی کونسی وجہ ہے جو بات ہے صاف صاف کہتا ہوں جس کو شک ہو آزمالے۔

شرح شبّیری

ہر پیمبر سخت رو بد در جہان	یک سوارہ کوفت بر جیش شہان
دنیا میں ہر پیغمبر بہادر ہوا ہے	اس نے بادشاہوں کے لشکروں کو تنہا شکست دی ہے

یعنی جہان میں ہر پیمبر دلیر ہوا ہے کہ تنہا بادشاہوں کے لشکر پر حملہ کیا ہے۔

رو نگردانید از ترس و غمے	یک تنہ تنہا بزد بر عالمے
اس نے کسی غم اور ڈر سے منہ نہیں موڑا ہے	تنہا ایک جہان پر ٹوٹ پڑا ہے

یعنی خوف وغم کی وجہ سے منہ نہیں پھیرا اکیلے نے تنہا ایک عالم پر حملہ کیا (یہ صرف اسی لئے کہ ان کی پشت پناہ اور ان کا مددگار خدا تھا) آگے پیغمبروں کے دلیر ہونے کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

سنگ باشد سخت رو و چشم شوخ	او نترسد از جہان پر کلوخ
پتھر سخت رو اور نڈر ہوتا ہے	وہ ڈھیلوں بھرے جہاں سے نہیں ڈرتا ہے

یعنی پتھر دلیر اور شوخ چشم ہوتا ہے تو وہ ڈھیلے بھرے ہوئے جہان سے ڈرتا نہیں۔ یعنی اگر سارا جہان ڈھیلوں سے بھر جاوے تو پتھر کو مطلق پرواہ نہ ہوگی وہ بالکل بے فکر ہوگا کیونکہ۔

کان کلوخ از خشت زن یک لخت شد	سنگ از صنع خدائے سخت شد
ڈھیلا اینٹ پاتھنے والے سے مجسم بنا ہے	پتھر خدائی کاریگری سے سخت ہوا ہے

یعنی کیونکہ وہ ڈھیلا تو کمہار سے ایک جسم ہوا ہے اور پتھر خدا کے بنانے سے سخت ہوا ہے۔ (لہٰذا پتھر کے اندر قوت ہے اور ڈھیلے کے اندر قوت نہیں ہے تو پتھر ڈھیلوں سے ڈرتا نہیں ہے اسی طرح چونکہ انبیاء واولیا کو پناہ حق ہوتی ہے اس لئے وہ بھی دلیر ہوتے ہیں اور کسی سے ڈرتے نہیں ہیں) آگے دوسری مثال ہے کہ۔

گوسفندان گو برون انداز حساب	زانبہے شان کے بترسد آں قصاب
بکریاں، اگرچہ شمار سے باہر ہوں	قصائی ان کی کثرت سے کب ڈرتا ہے؟

یعنی بکریاں اگرچہ حساب سے باہر ہیں (مگر) ان کی زیادتی سے قصائی کب ڈرتا ہے (تو اسی طرح اگرچہ مخالفین بے حد تھے مگر حضرت انبیاء علیہم السلام ان کی زیادتی سے کب خوف کرتے تھے)

کلکم راع نبی چوں رائی است	خلق مانند و مہ او سائی است
تم سب ریوڑ ہو نبی گلہ بان کی طرح ہے	مخلوق ریوڑ اور وہ (ان کی بھلائی کے لئے) کوشاں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی سارے کے سارے تم راعی ہو اور نبی جب راعی ہے اور خلق مانند گلہ کے ہے اور وہ ساعی ہے مطلب یہ کہ دیکھو اول تو تم سب بھی راعی ہو اور نبی تو راعی بین ہے اور دیگر مخلوق ان کے سامنے مثل گلہ بکریوں کے ہے تو بھلا کہیں چرواہا بھی بکریوں سے ڈرا ہے آگے خود ہی فرماتے ہیں کہ۔

از رمہ چوپان نترسد در نبرد	لیک شان حافظ بود از گرم و سرد
مقابلے میں گذریہ ' ریوڑ سے نہیں ڈرتا ہے	ہاں وہ اچھے برے سے ان کا نگہبان ہوتا ہے

یعنی گلہ سے چرواہا مقابلہ میں ڈرتا نہیں ہے لیکن ان کا گرم و سرد سے محافظ ہوتا ہے۔

گر زند بانگے ز قہر او بر رمہ	آن زمہر ست آنکہ وارد بر ہمہ
اگر وہ غصہ سے ریوڑ پر چیختا ہے	وہ اس محبت کی وجہ سے ہے ' جو اس کی سب پر ہے

یعنی اگر وہ غصہ سے گلہ پر کوئی آواز کسے تو وہ اس محبت کی وجہ سے ہے جو کہ سب پر رکھتا ہے مطلب یہ کہ یہ حضرات اگر بظاہر سختی بھی کرتے ہیں تو وہ فی الحقیقت سختی نہیں ہوتی بلکہ اصل میں وہ محض محبت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ ان کو شفقت ہوتی ہے کہ یہ لوگ کہیں ہلاک نہ ہوں اس کی ایسی مثال سمجھو کہ جیسے بکریوں والا بکریوں کو کھیت وغیرہ سے ہٹاتا ہے اور اگر نہیں ہٹتیں تو ڈنڈا رسید کرتا ہے تو اس کا مارنا صرف اس لئے ہے کہ کہیں کھیت والا ان کو جان ہی سے نہ مار ڈالے ورنہ اس کو بکریوں سے کوئی خوف وغیرہ نہیں ہوتا بلکہ وہ تو ان کا نگہبان ہوتا ہے اس کا مارنا ہی محبت پر دلالت کرتا ہے۔ آگے کہتا ہے کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ ہر پیمبر جو دنیا میں آیا ہے موید من اللہ تھا اسی لئے وہ اس قدر جری تھا کہ اکیلے نے بادشاہوں کے لشکر پر حملہ کیا اور جو خوف یا جو غم اس کے سامنے آیا کبھی اس سے منہ نہیں موڑا اور اکیلے نے تمام عالم پر حملہ کیا کیوں نہ ہو وہ تو پتھر کی مثل جری اور نڈر ہے جو کہ عالم بھر کے ڈھیلوں سے نہیں ڈرتا۔ ڈرے کیونکر ڈھیلے میں جو قوت اور گھٹاؤ آیا ہے وہ اینٹیں پاتھنے والے کی طرف سے اور پتھر کی سختی خداداد ہے علی ہذا عالم بھر میں جو جرات ہے وہ نفس و شیطان کی طرف سے ہے اور نبی میں جو جرات ہے وہ خدا کی طرف سے پھر نبی ان سے کیونکر ڈر سکتا ہے یا یوں سمجھو کہ نبی قصائی کی مثل ہے اور عالم گلہ گوسفندان کی مانند پس اگر بھیڑ بکریاں بے انتہا بھی ہوں تو قصائی تو ان کی کثرت سے نہیں ڈرتا پس نبی عالم سے کیونکر ڈر سکتا ہے چونکہ نبی اور اہل عالم کے نسبت کا ذکر آ گیا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اصلی نسبت بیان کر دی جائے تا کہ وہ شبہ دفع ہو جاوے جو کہ ان کی عارضی نسبت سے پیدا ہو گیا ہے کہ نبی مخلوق کو فنا کرنے کے لئے آتا ہے۔ سو سنو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کلکم راع اس بناء پر نبی بالا ولیٰ اپنی امت کا

www.besturdubooks.wordpress.com

رائی ہوگا اور مخلوق اس کے لئے بمنزلہ گلہ گوسفند ان کے ہوگی اور وہ ان کی بہبودی میں کوشاں ہوگا پس اصلی تعلق نبی اور امت کا یہ ہے اور قصائی تو ہو اس وقت بنتا ہے جبکہ بکریاں سرکشی کرتی ہیں اور کسی طرح نہیں مانتیں اور دوسرے بکریوں کو ان سے ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس نسبت سے بھی معلوم ہوگیا کہ نبی امت سے نہیں ڈر سکتا۔ کیونکہ چرواہا گلہ سے نہیں ڈرتا بلکہ گرمی و سردی سے ان کی حفاظت کرتا ہے پس نبی بھی ان سے نہ ڈرے گا بلکہ ان کا محافظ ہوگا اس کی ظاہری سختی سے تم کو اس کی بے مہری کا شبہ ہونا چاہئے کیونکہ چرواہا اگر کبھی گلہ کو غصہ سے ڈانٹتا ہے تو اس کا منشاء وہ شفقت ہوتی ہے جو کہ اس کو سب پر ہے۔

شرح شبّیری

ہر زمان گوید بگوشم بخت نو	گر ترا غمگین کنم غمگین مشو
نئی خوشی ہر وقت میرے کان میں کہتی ہے	اگر میں تجھے غمگین کروں تو غمگین نہ بن

یعنی میرے کان میں ہر وقت بخت نو کہہ رہا ہے کہ اگر میں تجھے غمگین (بھی) کروں تو (بھی) تو غمگین مت ہو۔ یعنی اگر بظاہر اس طرف سے کوئی بات ناگوار بھی پیش آ جاوے تو بھی اس سے رنجیدہ نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ اس کے اندر لاکھوں مصالح ہوتے ہیں آگے اس ظاہری غم دینے کی مصلحت بتاتے ہیں کہ۔

من ترا غمگین و گریان زان کنم	تاکت از چشم بدان پنہان کنم
میں تجھے غمگین اور رونے والا اس لئے بناتی ہوں	تاکہ تجھے بروں کی نگاہ سے پوشیدہ کر دوں

یعنی میں تجھ کو غمگین اور گریان اس لئے کرتا ہوں کہ تجھے بدوں کی آنکھ سے پوشیدہ کروں۔ یعنی وہ فرماتے ہیں کہ میں جو تم کو مصیبت میں رکھتا ہوں اور غم دیتا ہوں تو یہ اس لئے تاکہ تم برے لوگوں کی نظر بد سے محفوظ رہو۔ میں تم کو نظر بد سے بچانے کے لئے اس طرح رکھتا ہوں اور فرماتے ہیں کہ۔

تلخ گردانم زغمہا خوئے تو	تا بگردد چشم بد از روئے تو
غموں کی وجہ سے میں تجھے بد مزاج بناتی ہوں	تاکہ نظر بد کو تیرے چہرے سے واپس کر دوں

یعنی میں غموں سے تیری عادت کو تلخ رکھتا ہوں تاکہ چشم بد تیرے رو سے پھر جاوے یعنی تاکہ تم کو نظر بد نہ لگے اس لئے میں تم کو غموں میں مبتلا رکھتا ہوں۔

نے تو صیادی نہ جویائے منی	بندۂ و افگندۂ رائے منی
کیا تو میرا شکاری اور میرا طالب نہیں ہے؟	تو میرا بندہ اور میری رائے کا تابع نہیں ہے؟

یعنی نہ تو تو صیاد ہے اور نہ میرا جویا ہے (بلکہ) غلام اور میری رائے کا ڈالا ہوا ہے مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ تیرے اندر خود کوئی قابلیت نہیں ہے یہ سب ہمارا عطیہ ہے کہ ہم تجھے عطا کر رہے ہیں۔ ورنہ تو کیا تو طالب بنتا

www.besturdubooks.wordpress.com

اور کیا صیاد ہوتا بلکہ تیری تو یہ حالت ہے کہ

حیلہ اندیشی کہ در من در رسی	در فراق و جستن من بیکسی
تو تدبیر سوچتا ہے کہ مجھ تک پہنچے	تو میری جدائی اور جستجو میں بیکس ہے

یعنی تو حیلہ سوچتا ہے کہ میرے اندر پہنچے میرے فراق اور طلب میں تو بے کس ہے یعنی تو تو تدابیر وصال کرتا ہے مگر وصال اور فراق تیرے قبضہ میں نہیں ہے بلکہ اس میں اگر ہماری مدد نہ ہو اور ہمارے طرف سے کشش نہ ہو اس وقت تک کچھ نہیں ہوسکتا۔ بلکہ یہ ہوتا ہے کہ۔

چارہ میجو بد پے من درد تو	می شنودم دوش آہ سرد تو
تیرا درد میرے وصل کی تدبیر تلاش کرتا ہے	میں کل رات تیری ٹھنڈی آہ سن رہا تھا

یعنی تیرا درد میرے لئے چارہ ڈھونڈھتا ہے اور کل میں تیری آہ سرد کو سن رہا تھا یعنی ہوتا تو ہے سب ہماری جذب اور کشش ہی سے لیکن وہ کشش پیدا ہوتی ہے تیری طلب سے تو تیرا درد جو ہم کو طلب کر رہا تھا اور ہم تیری آہ سرد کو سن رہے تھے تو ہم نے اپنی طرف جذب کرلیا ورنہ طالب خود واصل نہیں ہوسکتا اب یہاں ایک سوال پیدا ہوا کہ جب آپ ہی کے قبضہ میں وصول ہے تو پھر اس بھٹکانے سے کیا فائدہ ایک دفعہ ہی اپنے پاس کیوں نہیں بلا لیتے اور وصول ایک دفعہ ہی کیوں حاصل نہیں ہو جاتا آگے اس کا جواب دیتے ہیں کہ

من توانم ہم کہ بے این انتظار	رہ دہم بنمایمت راہ گزار
میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ بغیر اس انتظار کے	راستہ دیدوں تجھے (آنے کا) راستہ دکھا دوں

یعنی میں یہ بھی کرسکتا ہوں کہ بغیر اس انتظار کے میں راہ دیدوں اور رہگزر تم کو دکھلا دوں۔

تا ازین گرداب دوران وارہی	برسر گنج وصالم پانہی
تاکہ تو زمانے کے اس بھنور سے نکل جائے	میرے وصل کے خزانے پر قدم رکھ دے

یعنی یہاں تک کہ اس گرداب دوراں سے تو چھوٹ جاوے اور میرے وصال کے خزانہ پر پاؤں رکھے یعنی فرماتے ہیں کہ یہ بھی ممکن تھا کہ تم کو کچھ بھی کرنا نہ پڑتا اور وصول حاصل ہو جاتا مگر انتظار میں یہ مصلحت تھی کہ۔

لیک شیرینی و لذات مقر	ہست بر اندازۂ رنج سفر
لیکن منزل کی مٹھاس اور لذتیں	سفر کی تکلیف کے اندازے کے مطابق ہیں

یعنی لیکن قیام گاہ کی شیرینی اور لذات رنج سفر کے موافق ہیں مطلب یہ کہ قاعدہ ہے کہ اگر طویل اور سخت سفر ہوگا اس کے بعد جو قیام ہوگا تو اس قیام میں زیادہ لطف اور راحت اور آسائش ہوگی اور اگر سفر مختصر اور کوئی تکلیف بھی نہ ہوئی تو اس کے بعد قیام کا لطف نہ ہوگا اس لئے کہ جیسا سفر دیسا حضر تو فرماتے ہیں کہ ہم تم کو انتظار میں اور مشکلوں میں اس

www.besturdubooks.wordpress.com

وجہ سے رکھ رہے ہیں کہ اس کے بعد جو وصول ہو تو اس کے اندر مزید لطف ہو اور لذت بے حد زیادہ ہو جاوے۔

ہر چہ آسان یافتی آسان دہی	درد مشکل یاب را بر جان نہی
تو جو آسانی سے پاتا ہے آسانی سے دے دیتا ہے	مشکل سے حاصل ہونے والی چیز کا درد دل پر رکھتا ہے

یعنی جو شے کہ تم نے آسانی سے پالی اس کو آسانی سے دیدو گے اور درد مشکل یاب کو جان پر رکھو گے۔ یعنی جس امر کو ذرا محنت و مشقت سے حاصل کیا ہو گا اس کو تو جان کی برابر رکھو گے اور جو شے آسانی سے مل گئی ہے اس کو تم بھی آسانی ہی سے اور سستی ہی دیدو گے تو اس لئے ذرا مشکلیں اور بلائیں تم پر ڈالی جا رہی ہیں لہٰذا تم کو چاہئے کہ۔

انگہ از شہر و ز خویشان برخوری	کز غریبی رنج و محنتہا بری
اپنوں اور شہر سے تو اس وقت فائدہ اٹھائے گا	جبکہ مسافرت کی تکلیف اور مشقتیں اٹھالے گا

یعنی شہر اور اپنے لوگوں سے اس وقت تم پھل کھاؤ گے کہ سفر سے بہت سے تکالیف اور محنتیں برداشت کی ہوں گی یعنی اگر سفر کے اندر تم نے بہت سی مشکلیں برداشت کی ہیں تب تو تم کو گھر پہنچ کر اپنے لوگوں سے مل کر لطف آوے گا ورنہ کچھ بھی لطف نہ آوے گا۔ تو اسی طرح اگر اس راہ میں تم کو کچھ مشکلیں پڑیں گی تب تو تم کو اس کی قدر ہو گے ورنہ یہ ہو گا کہ۔

وز بلاہا رو مگردان اے جوان	بشنو این تمثیل و قدر خود بدان
اے جوان! مصیبتوں سے منہ نہ موڑ	یہ مثال سن لے اور اپنا مرتبہ پہچان لے

یعنی اے جوان بلاؤں سے منہ مت پھیر اور اس تمثیل (ذیل) کو سن اور اپنی قدر جان۔ آ ے ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ ایک عورت چنے بھون رہی تھی تو اس چنے نے عورت سے کہا کہ بھلا تو مجھے کیوں آگ پر جلا رہی ہے اور کیوں بلا میں مبتلا کر رہی ہے۔ اس عورت نے کہا کہ مجھے تجھ سے کوئی دشمنی نہیں ہے بلکہ میں اس لئے تجھے آگ میں بھون رہی ہوں تاکہ تو کھانے کے قابل ہو جاوے۔ اور پھر جزو انسان بن کر تجھے عروج ہو اور پھر اتحاد اصطلاحی حق کے ساتھ تجھے ہو جب اس چنے نے یہ سنا تو وہ جلنے بھننے پر راضی ہو گیا۔ تو فرماتے ہیں کہ اسی طرح جو بلائیں اور مجاہدات و ریاضات کی مشکلیں تم پر پڑ رہی ہیں وہ بھی سب اس لئے ہیں تاکہ تم کام کے ہو جاؤ تو ان بلاؤں سے گھبراؤ مت اور پریشان مت ہو اس لئے کہ یہ بلائیں ہی تم کو کام کا کر دیں گی۔ اب مثال کو سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ مضمون استطرادی کو ختم کر کے پھر مولانا مقولہ عاشق یعنی مہمان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے کہا کہ میں مصائب کے مقابلہ میں سخت اور حمری کیوں نہ ہوں جبکہ خدا میرا مددگار ہے نیز وہ ہر وقت میری نئی خوش نصیبی کے سبب مجھ سے کہتا ہے کہ میں اگر تجھے کسی تکلیف میں مبتلا کر کے غمگین کروں تو تو غمگین نہ ہونا کیونکہ میں تجھے اس لئے غمگین کرتا ہوں کہ تجھے نظر بد سے محفوظ رکھوں میں تیری طبیعت کو غموں سے مکدر کرتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

اور مقصود یہ ہوتا ہے کہ تجھے نظر نہ لگے اچھا بتا کیا تو میرا طالب اور میرا خواستگار نہیں ہے اور میرا مطیع اور میری رائے کا تسلیم کرنے والا نہیں ہے جبکہ تو ایسا ہے تو تجھے میری رضا پر راضی رہنا چاہئے اور میری رضا یہ ہے کہ تو فراخ حوصلگی سے مصائب کے سامنے سینہ سپر رہے پس تجھے ایسا کرنا چاہئے میں جانتا ہوں کہ تو میرا قرب چاہتا ہے اور میری جدائی اور میری طلب میں تیری حالت زار ہے اور تیری تکلیف میرے قرب کے لئے تدبیر کی طالب ہے اور میں جانتا ہوں کہ تو سخت تکلیف میں ہے چنانچہ میں کل تیری اس آہ سرد کو سن رہا تھا جو تو میری جدائی میں کر رہا تھا اور میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ بدوں انتظار کے تیرے لئے وصال کی سبیل پیدا کر دوں اور تجھے اس تکلیف سے گزر جانے کا راستہ دکھلا دوں تا کہ تو اس گردش کے بھنور سے نکل کر میرے خزانہ وصال تک پہنچ جاوے مگر میں اس لئے نہیں کرتا کہ اس وقت تجھے اس میں زیادہ لطف آئے گا کیونکہ منزل مقصود کی لذتیں سفر کی مصیبتوں کے اندازہ کے موافق ہوتی ہیں جس قدر سفر میں کلفت ہوتی ہے اسی قدر منزل پر پہنچ کر راحت ہوتی ہے نیز بے مشقت مل جانے میں تم کو اس کی قدر نہ ہوگی کیونکہ جو چیز آسانی سے ملتی ہے اس کے کھو دینے میں دریغ نہیں ہوتا۔ اور جو چیز مشکل سے ملتی ہے اس کا تم کو جان و دل سے درد ہوتا ہے نیز دیکھو تم اسی وقت اپنے شہر اور اپنے عزیزوں کی ملاقات سے متمتع ہوتے ہو جبکہ مسافرت کی تکالیف اٹھاؤ پس معلوم ہوا کہ تکالیف کی ضرورت ہے اور ان سے تم کو منہ نہ موڑنا چاہئے چونکہ مجھ کو یہ ہدایت ہے اس لئے میں تکالیف کا جرات کے ساتھ مقابلہ کرتا ہوں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ اے مخاطب جب تجھ کو بلاؤں کی حقیقت معلوم ہوگئی تو تجھے ان سے منہ نہ موڑنا چاہئے اچھا اب ایک مثال سن اور اس سے اپنی حقیقت جان۔

شرح شبّیری

بلاؤں میں مومن کیا اضطرابی اور بے صبری کی مثال چنے کے بھنتے وقت نکل کر بھاگنے اور عورت کے اس کو روکنے کے ساتھ

در نخود بنگر کہ اندر دیگ چون	مے جہد بالا چوشد ز آتش زبون
چنے کو دیکھ کہ وہ دیگ میں کیسا	اوپر کو اچھلتا ہے جب آگ سے عاجز آ جاتا ہے

یعنی چنے میں دیکھ کہ دیگچی میں کس طرح کودتا ہے جبکہ آگ سے عاجز ہوتا ہے

ہر زمانے مے برآید وقت جوش	بر سر دیگ و برآرد صد خروش
جوش کے وقت ہر وقت باہر کو نکلتا ہے	دیگ پر اور سینکڑوں چیخیں مارتا ہے

یعنی ہر گھڑی جوش کے وقت وہ دیگچی کے منہ پر نکل آتا ہے اور سو (جوش) وخروش نکالتا ہے (اور پکانے والی سے کہتا ہے کہ)

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ چرا آتش بمن در می زنی	چون خریدی چون نگونم مے کنی
کہ تو کیوں مجھ میں آگ لگاتی ہے؟	جبکہ تو نے مجھے خریدا ہے کیوں مجھے اوندھا کرتی ہے؟

یعنی کہ کیوں میرے اندر آگ لگا رہی ہے جب تو نے خریدا تو مجھے ذلیل کیوں کرتی ہے (اس کو سن کر پکانے والی یہ کہتی ہے کہ)

میزند کفلیز کد بانو کہ نے	خوش بجوش و بر مجہ ز آتش کنے
بی بی کفگیر چلاتی ہے کہ نہیں	خوب جوش کھا اور آگ جلانے والے سے نہ بھاگ

یعنی بیگم صاحبہ کفگیر مارتی ہے کہ نہیں خوب جوش کر اور آگ کرنے والے سے بھاگ مت۔

زان نجوشانم کہ مکروہ منی	بلکہ تا گیری تو ذوق و چاشنی
میں تجھے اس لئے جوش نہیں دے رہی ہوں کہ تو مجھے ناپسند ہے	بلکہ (اس لئے) کہ تجھ میں ذائقہ اور لذت پیدا ہو جائے

یعنی میں اس لئے جوش نہیں دیتی کہ تو میرا مکروہ ہے بلکہ (اس لئے) تا کہ تو مزہ اور چاشنی حاصل کر لے۔

تا غذا گردی بیامیزی بجان	بہر خواری نیستت این امتحان
تا کہ تو غذا بنے جان میں گھل مل جائے	یہ آزمائش تیرے ذلیل کرنے کے لئے نہیں ہے

یعنی تا کہ تو غذا ہو جاوے اور جان کے ساتھ مل جاوے اور تیرا یہ امتحان ذلت کی وجہ سے نہیں ہے یعنی وہ کہتی ہے کہ میں جو تجھے پکا رہی ہوں تو اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ میں تجھے ذلیل و خوار سمجھتی ہوں بلکہ اس لئے پکا رہی ہوں تا کہ تو غذائے انسانی بن جاوے۔

آب میخوردی بہ بستان سبز و تر	بہر این آتش بدست آن آب خور
تو سبزہ و تر رہ کر باغ میں پانی پیتا تھا	وہ پانی پینا اسی آگ کے لئے تھا

یعنی باغ میں تو سبز و تر پانی پیا کرتا تھا تو وہ پانی پینا اس آگ ہی کے لئے تھا یعنی تیرے اندر جو خوب پانی دیا گیا اور تیری سب طرح کی حفاظتیں کی گئیں وہ ساری اسی لئے تھیں کہ ایک روز تو آگ پر رکھا جاوے اور پھر لذیذ و مزیدار ہو کر تجھے لوگ کھاویں تو جب تجھے اول ہی سے اس لئے پالا گیا ہے کہ تجھے آگ میں بھون کر کھاویں تو آج گھبرانے کے کیا معنے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ چنے کو دیکھ کہ جب وہ آگ سے مغلوب ہوتا ہے تو ہانڈی سے کیسا کیسا اچھلتا ہے کہ جب جوش ہوتا ہے نکلنے کے لئے ہانڈی کے منہ تک آجاتا ہے اور بے حد شور کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تو مجھے آگ میں کیوں جلاتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اگر مجھے یوں ہی تباہ کرنا تھا تو خریدا تھا کیوں لیکن بی بی اس کو ڈوئی سے دباتی ہے اور کہتی ہے کہ نہیں تو پریشان مت ہو اچھی طرح پک جا اور آگ جلانے والی اور پکانے والے سے بھاگ مت میں تجھے اس لئے نہیں تو پریشان مت ہو اچھی طرح پک جا اور آگ جلانے والی اور پکانے والے سے بھاگ مت میں تجھے اس لئے نہیں پکاتی اور تکلیف دیتی کہ تو مجھے بڑا معلوم ہوتا ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ تو مزیدار ہو جاوے اور غذا ابن کر جان کے ساتھ اتصال حاصل کرے یہ آزمائش ذلت کے لئے نہیں ہے باغ میں جو تجھ کو پانی دے کر سرسبز کیا گیا تھا تو اسی دن کے لئے کیا تھا۔

شرح شبّیری

رحمتش سابق بدست از قہر زان	تاز رحمت گردد اہل امتحان
اس کی رحمت قہر سے اسی لئے پہلے ہے	تا کہ رحمت کے ذریعہ وہ آزمائش کے قابل بن جائے

یعنی رحمت حق تعالیٰ قہر سے اسی لئے سابق ہے تا کہ رحمت سے اہل امتحان (پیدا) ہوں۔

رحمتش بر قہر زان سابق شدہ است	تا کہ سرمایہ وجود آید بدست
اس کی رحمت اس کے قہر سے اسی لئے پہلے ہے	تا کہ وجود کا سرمایہ ہاتھ آ جائے

یعنی اس کی رحمت قہر پر اس لئے سابق ہوئی ہے تا کہ سرمایہ وجود ہاتھ میں آ جاوے۔

زانکہ بے لذت نروید لحم و پوست	چون نروید چہ گدازد عشق دوست
کیونکہ گوشت وپوست بغیر لذت کے پیدا نہیں ہوتا ہے	جب وہ نہ پیدا ہوا ہو تو دوست کا عشق کس چیز کو پگھلائے گا؟

یعنی اس لئے کہ بے لذت کے لحم و پوست پیدا نہیں ہوتے اور جب پیدا ہی نہ ہوں گے تو عشق دوست کس کو پگھلا دے گا۔ مطلب یہ ہے کہ ارشاد حق ہے کہ سبقت رحمتي على غضبي تو اس سبقت رحمت کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اول رحمت حق انسان کو پیدا کرتی ہے اس کی پرورش کرتی ہے یہاں تک کہ وہ بڑا اور قابل امتحان ہو جاتا ہے اس وقت اس کو پھر حق تعالیٰ بلاؤں میں مبتلا فرماتے ہیں اور پھر فنا کر دیتے ہیں تو دیکھو اگر اول رحمت انسان کو نہ بناتی تو پھر فنا کس کو کرتی اور اول جو بنایا تھا اور رحمت کی تھی وہ اسی لئے تھی کہ پھر فنا کیا جاوے۔

زان تقاضا گر بیاید قہر ہا	تا کنی ایثار آن سرمایہ را
اگر اس (عشق کے) تقاضے سے مصیبتیں آئیں	تا کہ تو اس سرمایہ کو قربان کر دے

یعنی اس تقاضا گر سے اگر (صورۃً) قہر آویں (تو وہ اس لئے ہیں) تا کہ تم اس سرمایہ (وجود) کو ایثار کر دو یعنی پیدا کرنے کے بعد جو صورۃً قہر آتے ہیں وہ اس لئے ہوتے ہیں تا کہ تم کو جو وہ سرمایہ وجود رحمت کی وجہ سے ملا ہے اس کو اب فدا کر دو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

باز لطف آید برائے عذر راؤ	کہ بکردی غسل و برجستی زجو
پھر اس کی عذر خواہی کے لئے مہربانی آتی ہے	کہ تو نے غسل کر لیا ہے اور تو نہر کو کود گیا ہے

یعنی پھر لطف اس کے عذر کے لئے آتا ہے تو نے غسل کرلیا اور تو ندی سے کود گیا یعنی اول صورۃ قہر آتے ہیں تا کہ اس سرمایہ وجود کو تم ایثار کر دو اس کے بعد پھر لطف آتا ہے اور عذر خواہی کرتا ہے کہ لو بس اب تم کامل ہو گئے اور اس نجاست وجود سے پاک ہو گئے ہو لہٰذا اب نکل آؤ تو بعد فنا کے بقا اور بعد ان صوری قہر وں کے الطاف بیکراں پیدا ہوتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف رخ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے جو فرمایا ہے رحمتی سبقت غضبی تو اس رحمت کے غضب سے مقدم ہونے کا راز یہ ہے کہ رحمت سے آدمی صالح للامتحان ہو جاوے اور رحمت قہر پر اس لئے مقدم ہوئی ہے تا کہ سامان وجود ہاتھ آ جاوے کیونکہ قہر کی حالت میں نہ کھال پیدا ہو سکتی ہے نہ گوشت کیونکہ اس لئے لذت کی ضرورت ہے اور جب تک گوشت پوست پیدا نہ ہو اس وقت تک عشق محبوب کے گھلائے گا لہٰذا ضرورت ہوئی کہ اولاً رحمت ہو جب ابتداءً رحمت ہوئی اور گوشت پوست تیار ہو گیا اب بلائیں آتی ہیں اور تقاضا ہوتا ہے کہ جب تم مدعی عشق ہو تو یہ سامان لٹاؤ اور گھل گھل کر فنا ہو جب تم نے یہ کر لیا اس وقت اس کی معذرت میں پھر رحمت ہوتی ہے اور حکم ہوتا ہے کہ اب تم صفات ذمیمہ سے پاک ہو چکے اور ہمارے تمہارے درمیان جو ایک خلیج حائل تھی اس سے تم پار ہو گئے اور ہمارے حریم قرب میں پہنچ گئے۔

شرح شبّیری

بانخود گوید چریدی در بہار	رنج مہمان توشد نیکوش دار
وہ چنے سے کہتی ہے تو نے (موسم) بہار میں (خوب) چرا ہے	رنج تیرا مہمان بنا ہے اس کی دیکھ بھال کر

یعنی چنے سے کہتی ہے کہ تو نے (موسم) بہار میں (خوب) چرا ہے (بسا) رنج تیرا مہمان ہوا ہے اس کو اچھی طرح سے رکھ۔

تا کہ مہمان باز گردد شکر ساز	پیش شہ گوید ز ایثار تو باز
تا کہ مہمان شکریہ ادا کرتا ہوا لوٹے	بادشاہ کے سامنے تیرے ایثار کو کھل کر بیان کرے

یعنی تا کہ مہمان شکر کرتا ہوا بادشاہ کے پاس لوٹے اور تیرے ایثار کو بیان کرے۔

تا بجائے نعمت منعم رسد	جملہ نعمتہا برد بر تو حسد
تا کہ تیرے پاس نعمت کی بجائے نعمت دینے والا آ جائے	(اور) تمام نعمتیں تجھ پر حسد کرنے لگیں

یعنی تا کہ نعمت کی جگہ تم کو منعم پہنچے اور تمام نعمتیں تم پر حسد لے جاویں (نخود سے مراد انسان ہے) مطلب یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو نے خوب گل چھرے اڑائے ہیں اب ذرا محنت اور بلائیں اور رنج خداوندی تمہارے مہمان ہوئے ہیں ان کو اچھی طرح رکھو اور ان کا اچھی طرح رکھنا یہی ہے کہ ان پر صبر کرو تو یہ اگر خوش گئے تو پھر یہ جا کر خدا سے کہیں گے کہ ہم کو خوب اچھی طرح رکھا ہماری خوب خاطر کی اس کو سن کر حق تعالیٰ خوش ہوں گے اور بجائے اس کے کہ وہ نعمتیں دیتے خود تشریف لے آویں گے اور وہ حالت ہو جاوے گی کہ تمام نعمتیں بھی تم پر حسد کریں گی کہ اس کے پاس تو خود منعم ہی تشریف لے آئے۔ لہٰذا تم کو چاہئے کہ تم ان بلاؤں کو برداشت کرو اور صبر وشکر سے کام لو کہ اس طرح حق تعالیٰ کا قرب اور معیت تم کو حاصل ہو جاوے گی اور حق تعالیٰ تم سے راضی رہیں گے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ ان اشعار کو محشین نے بی بی کا مقولہ قرار دیا ہے اور نخود سے معنی حقیقی مراد لئے ہیں مگر مجھے الفاظ مجبور کرتے ہیں کہ میں ان کو بھی اشعار سابقہ کا ہی ضمیمہ قرار دوں اور نخود سے مکلف مراد لوں لہٰذا میں ایسا ہی کرتا ہوں اگر کسی کو یہ پسند ہو کہ وہ اس کو بی بی کا مقولہ قرار دے تو وہ ایسا ہی کرلے حق سبحانہ مکلف سے فرماتے ہیں کہ تو نے بہت مزے اڑائے ہیں اب کچھ دنوں کے لئے ہماری طرف سے رنج تمہارا مہمان ہوتا ہے پس تم اس کے خوب خاطر کرنا تا کہ یہ مہمان تمہارا شکر کرتا ہوا واپس لوٹے اور تمہاری سخاوت کی ہمارے سامنے خوب تعریف کرے اور اس کا نتیجہ یہ ہو کہ بجائے اس کے کہ ہم تم پر انعام کریں خود ہی تم کو مل جائیں اور ہمارے ایسا کرنے سے تم کو وہ شرف حاصل ہو کہ تمام نعمتوں کو تم پر رشک آوے۔

شرح شبّیری

من خلیلم تو پسر پیش بچک	سر بنہ انی ارانی اذ بحک
میں خلیل (اللہ) ہوں تو فرزند ہے چھری کے سامنے	سر رکھ دے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں

یعنی میں خلیل (کی طرح) ہوں اور تو چھری کے سامنے لڑکا ہے تو تو سر رکھ دے میں دیکھتا ہوں کہ تجھے میں ذبح کروں مطلب یہ کہ تم کو ظاہری اور صوری تکالیف ہو رہی ہیں تو تم ان کو صبر وشکر سے برداشت کرلو تو ان کے برداشت کرنے سے تمہارے درجات ترقی پذیر ہوں گے جیسے کہ حضرت اسماعیلؑ کے درجات تکلیف کو برداشت کرنے سے بلند ہو گئے تھے۔

سر بہ پیش قہر نہ دل برقرار	تا ببرم حلقت اسماعیل وار
اطمینان قلب کے ساتھ تکلیف کے سامنے سر رکھ دے	تا کہ اسماعیل کی طرح میں تیرا گلا کاٹ دوں

یعنی قہر (صوری) کے آگے دل کو برقرار رکھ کر سر رکھ دے تا کہ میں اسماعیل کی طرح تیرا حلق کاٹ دوں

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ بظاہر جو تم کو تکلیف ہو رہی ہے یہ صرف صورۃً تکلیف ہے ورنہ حقیقت میں تمہارے مدارج عالیہ ہوتے ہیں تو تم صبر و شکر کیساتھ راضی برضا ہو جاؤ جس سے کہ میں تم کو یہ تکلیف صوریہ پہنچا کر پاک وصاف کر دوں اور تمہارے درجے عالی ہو جاویں اور کہتے ہیں کہ۔

سر ببرم لیک این سرآن سریست	کز بریدہ گشتن و کشتن بریست
میں سر کاٹ رہی ہوں لیکن یہ سر وہ سر ہے	جو کٹنے اور مرنے سے بری ہے

یعنی میں سر کاٹوں لیکن یہ سر وہ سر ہے کہ کاٹے جانے اور مارے جانے سے بری ہے مطلب یہ کہ مرنا اور سر کٹ جانا تو ایک نقصان ہے لہذا کہتے ہیں کہ میں بظاہر تو سر کاٹ رہا ہوں اور تکلیف پہنچا رہا ہوں لیکن اس سے کوئی کسی قسم کا نقصان نہ ہوگا بلکہ ان تکالیف سے نفع ہی ہوگا اور درجات عالی ہوں گے آگے خود اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

لیک مقصودم ازان تعلیم تست	اے مسلمان بایدت تسلیم جست
لیکن اس سے میرا مقصد تیری تعلیم ہے	اے مسلمان! تجھے سر رکھ دینا چاہیے

یعنی لیکن اس سے میرا مقصود تیری تعلیم ہے تو اے مسلمان تم کو تسلیم ڈھونڈنا چاہیے۔ مطلب یہ کہ کہتے ہیں کہ میں بظاہر تم کو تکالیف تو پہنچا رہا ہوں مگر اس سے مجھے مقصود تکلیف دینا نہیں ہے بلکہ مقصود اس سے تیری تعلیم ہے کہ اس ذریعہ سے تمہارے اخلاق درست ہوں گے مراتب بڑھیں گے تو تم کو چاہئے کہ تسلیم و رضا سے کام لو اور ہرگز ہرگز ان تکالیف سے گھبراؤ نہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ مندرجہ بالا اشعار کی طرح ان اشعار کے بھی دو محمل ہیں مگر میں ان کو بھی مقولہ مولانا ہی قرار دینا بہتر سمجھتا ہوں اس وقت حاصل اشعار یہ ہے کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ میری مثال ایسی ہے جیسے خلیل اور تیری ایسی ہے جیسے چھری کے سامنے اسمٰعیل پس میری رائے یہ ہے کہ میں تجھے ذبح کروں لہذا تم ہمارے کاروقہر ظاہری کے سامنے اطمینان قلب کے ساتھ سر جھکا دو تا کہ اسمٰعیل کی طرح میں تمہارا گلا کاٹ دوں اور سر الگ کر دوں لیکن یاد رکھو کہ یہ سر وہ سر ہے جو کٹ نہیں سکتا بلکہ کٹنے اور مرنے سے بری ہے پھر یہ جو میں نے کہا ہے کہ گلا کاٹ دوں اور سر الگ کر دوں یہ تمہارے محاورہ میں تمہارے سمجھانے کے لئے کہا ہے کیونکہ تم اسے کٹنا اور مرنا سمجھتے ہو پس تم کو اطاعت کرنی چاہئے اور ہماری رضا پر راضی ہونا چاہئے۔

شرح شبّیری

اے نخود میجوش اندر ابتلا	تانہ ہستی و نہ خود ماند ترا
اے چنے! آزمائش میں جوش کھا	تا کہ تجھ میں اپنی ہستی اور خودی (باقی) نہ رہے

یعنی اے چنے تو آزمائش میں جوش کرتا کہ تیرے لئے نہ ہستی رہے اور نہ خودی رہے مطلب یہ کہ امتحان سے بھاگ مت تا کہ ان مجاہدات وریاضات میں رہ کر تجھے درجہ فنا کا حاصل ہو جاوے۔

اندر آن بستان اگر خندیدهٔ	تو گل بستان جان و دیدهٔ
اگر تو اس باغ میں مسکرایا ہے	(اب) تو جان اور آنکھ کے باغ کا پھول ہے

یعنی اس باغ میں تو اگر ہنسا ہے تو (اب) تو جان و دیدہ کے باغ کا پھول ہے مطلب یہ کہ اگر تو اس ہرے بھرے کھیت سے الگ ہو گیا ہے تو کوئی رنج کی بات نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو باغ ظاہری تھا اور اب تو باغ جان ودل میں آ گیا ہے اور اجزاء انسانی بن گیا ہے پھر کیا غم ہے اور کیوں ان مجاہدات سے گھبراتا ہے۔

گر جدا از باغ آب وگل شدی	لقمہ گشتی و اندر احیا آمدی
اگر تو پانی اور مٹی کے باغ سے جدا ہو گیا ہے	تو لقمہ بن گیا ہے اور زندوں کے اندر آ گیا ہے

یعنی اگر چہ آب وگل کے باغ سے تو جدا ہو گیا ہے مگر اب تو تو لقمہ ہو گیا ہے اور زندوں میں آ گیا ہے یعنی احیاء کا جزو بن گیا ہے اور تیرے اندر بھی حیات پیدا ہو گئی ہے۔

شو غذائے و قوت اندیشها	شیر بودی شیر شو در بیشها
خیالات کی غذا اور روزی بن جا	تو دودھ تھا (اب) کچھاروں کا شیر بن جا

یعنی تو فکروں کی غذا اور قوت ہو جا تو (پہلے) شیر (خوار) تھا اب جنگلوں میں شیر ہو جا یعنی پہلے تو تو بالکل ضعیف تھا اور اب اجزاء انسانی میں داخل ہو کر تو قوی ہو جا۔ اور جس طرح جنگلوں میں شیر قوی ہوتا ہے اسی طرح تو بھی قوی ہو جا اور یہ سب حاصل جب ہو گا جب ان مجاہدات میں ثابت قدم رہے گا اور ان سے گھبراوے گا نہیں لہذا تجھے چاہئے کہ پریشان مت ہو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اب بی بی کہتی ہے کہ اے چنے تو اس امتحان میں خوب جوش کھاتا کہ اس کا انجام یہ ہو کہ نہ تیری ہستی باقی رہے اور نہ خودی (اس شعر میں یہ بھی احتمال ہے کہ اشعار ما قبل کے ساتھ مرتبط ہو اور نخود سے مراد متکلف ہو اور مقولہ کد بانو اندران بستان الخ سے شروع ہوا ہو وہذا ہو الراجح عندی) تو اس باغ میں اگر خوش وخرم رہا ہے تو یہ نہ سمجھنا کہ وہی باغ تیری اصلی جگہ ہے بلکہ تو تو حقیقۃً کھائے جانے کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس لئے اصل مقام تیرا جان اور آنکھ ہے اور اصل میں تو اس باغ کا پھول ہے اور اگر تو باغ آب وگل سے جدا ہو گیا ہے تو اس کا غم نہ کرنا کیونکہ تو غذا بنے گا اور حیات حاصل ہو کر زندوں میں شامل ہو گا پس تو انسانوں کی غذا اور افکار کی قوت کا ذریعہ بن اول تو شیر (دودھ) کی طرح بے جان تھا اب اس جنگل کا شیر بن یعنی جسم میں جا کر حیات اور قوت حاصل کر۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

از صفاتش رستۂ واللہ نخست	در صفاتش باز رو چالاک و چست
خدا کی قسم تو پہلے اس کی صفات کے ذریعہ سے اگا ہے	پھر تیزی اور چستی سے اس کی صفات کی طرف لوٹ جا

یعنی تو تو اول سے اسی کی صفات سے پیدا ہوا ہے تو اسی کی صفات میں پھر چالاک و چست ہو کر چلا جا مطلب یہ ہے کہ تمام عالم انسان ہی کے لئے پیدا ہوا ہے اور تمام عالم مظہر ہے حق تعالیٰ کی صفات کا اور مظہر اتم صفات حق کا انسان ہے تو گویا ایک طرح سے یہ تمام عالم صفات انسانی کا بھی مظہر ہوئے تو فرماتے ہیں کہ اے چنے تو تو اس انسان ہی کی صفات کا ایک مظہر ہے تو جب اول سے اسی کی صفات کا مظہر ہے تو اب تجھے اس کے اندر جانے سے کیوں خوف معلوم ہوتا ہے تجھے چاہئے کہ شوق وذوق سے اس کے اندر جانے کی اور اس کا جز بننے کی خواہش کرے اور اس کا جز و اسی طرح بن سکتا ہے جب ان مجاہدات کو برداشت کرے۔ لہذا ان سے مت گھبرا۔ اسی طرح انسان کامل جب ہو سکتا ہے اور حق تعالیٰ کا مقرب اس وقت ہوگا جبکہ مجاہدات وریاضات سے گھبراوے نہیں بلکہ صبر وشکر کے ساتھ اس کو برداشت کرے۔ تو پھر وہ مقرب حق ہو جاوے گا اور پھر اس کے افعال واقوال تمام افعال واقوال حق ہی ہوں گے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ز ابرو خورشید و ز گردون آمدی	پس شدی اوصاف وز گردون برشدی
ابر اور سورج اور آسمان کے ذریعہ تو آیا ہے	پھر تو اوصاف میں داخل ہو گیا اور آسمان سے باہر ہو گیا

یعنی ابر اور خورشید اور گردوں سے آیا ہے تو پھر صاف ہو گیا ہے تو اور گردوں سے بڑھ گیا ہے مطلب یہ کہ اول تو تو عناصر سے پیدا ہوا تھا لیکن پھر مجاہدات سے صفائی حاصل کر کے تو گردوں سے بھی عالی ہو گیا ہے اور اس سے بھی گزر گیا ہے۔

آمدی در صورت باران و تاب	میروی اندر صفات مستطاب
تو بارش اور دھوپ کی صورت میں آیا	(اب) تو پاکیزہ صفات میں داخل ہو رہا ہے

یعنی تو بارش اور تابش (آفتاب) کی صورت میں آیا ہے اور (اب) صفات حق میں جا رہا ہے مطلب وہی کہ اول تو عناصر سے پیدا ہوا تھا اور اب صفات انسانی میں داخل ہو رہا ہے جو مظہر اتم حق تعالیٰ کا ہے۔

جزو شمس و ابرو انجما بدی	نفس و فعل و قول و فکرتها شدی
تو سورج اور ابر اور ستاروں کا جزو تھا	روح اور فعل اور قول اور افکار بن گیا

یعنی تو (پہلے) سورج اور ابر اور ستاروں کا جز و تھا (اور اب) نفس اور فعل اور قول اور افکار ہو گیا ہے مطلب یہ کہ کہتے ہیں کہ اے چنے تو پہلے تو عناصر کا جز و تھا اور وہ تیرے اصول تھے اور اب انسان کا جز و بن کر تو افعال واقوال وغیرہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوگیا ہے کیونکہ اس کی صفات میں داخل ہوگیا اور اس کی بھی صفات ہیں اور یہ سب اس مجاہدہ ہی سے حاصل ہوا ہے۔

شرح حبیبی

بیگم اس چنے سے کہتی ہے کہ تو حنذی ہی کی صفات سے پیدا ہوا تھا کیونکہ اسی نے تجھے جوتا بویا تھا اب تو اسی کی صفات میں واپس چلا جا اور پھر اسی کی صفت بن جا کیونکہ کل شے یرجع الی اصلہ۔ دیکھ تو اولاً ابر اور آفتاب اور آسمان سے آیا تھا کیونکہ ابر کے پانی نے سیراب کیا سورج نے گرمی پہنچائی اضاع فلکیہ نے اپنا کام کیا تب تو بنا لیکن جبکہ تو حنذی کی صفت بن جاوے گا تو تجھے پہلے سے بھی زیادہ شرف حاصل ہوگا۔ اور تو انسان کے تابع ہوکر اشرف المخلوقات بن جاوے گا۔ پس پہلے تو تیری یہ حالت تھی کہ بارش اور گرمی سے پیدا ہوا تھا اور اب تکلیف کی برکت سے یہ حالت ہوگی کہ تو عمدہ صفات میں شامل ہوگا اور اول تو تو آفتاب ابر اور ستاروں کا جز تھا اور اب ذات شریف انسانی اور اس کا قول وفعل اور اس کے خیالات بنے گا۔ یہ بین تفاوت رہ از کجاست تابہ کجا اور یہ سب انہیں تکالیف کی برکت ہے جن سے تو بھاگتا ہے۔

شرح شبیری

هستئ حیوان شد از مرگ نبات	راست آمد اقتلونی یا ثقات
نباتات کی موت سے حیوانات وجود میں آئے	سچ ثابت ہوا اے معتمد لوگو "مجھے قتل کر دو"

یعنی حیوان کی ہستی نبات کے مرنے سے ہوئی ہے تو اقتلونی یا ثقات درست آیا ہے مطلب یہ ہے کہ ایک شے کے فنا کے بعد ترقی ہونا کوئی بعید نہیں ہے اس لئے کہ دیکھو اول تو نباتات ہوتے ہیں جب وہ فنا ہوکر اجزاء انسانی بن جاتے ہیں تو دیکھو ان کو ترقی ہوتی ہے تو نباتیت سے حیوانیت میں داخل ہو جاتے ہیں تو منصور کا اقتلونی الخ کہنا صحیح ہے اس لئے کہ ان کا مطلب یہ تھا کہ مجھے مار ڈالو تو میں فنا ہوکر ترقی کروں گا اور حیوانیت سے بھی آگے بڑھوں گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

چون چنین بردیست مارا بعد مات	راست آمدان فی قتلی حیات
جبکہ ہماری ہار کے بعد اس طرح کی جیت ہے	سچ ثابت ہوا 'بیشک میرے قتل میں زندگی ہے"

یعنی جبکہ فنا کے بعد ہمارے لئے ایسی بقا ہے تو یہ بات سچ ہے کہ میرے قتل میں حیات ہے یعنی منصور کا کہنا کہ ان فی قتلی الخ یہ بالکل صحیح ہے اس لئے کہ بعد فنا کے بقا حاصل ہوتی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

فعل وقول صدق شد قوت ملک	تا بدین معراج شد سوئے فلک
سچا قول و فعل ' فرشتے کی روزی بنا	یہاں تک کہ وہ آسمان کی جانب اسی بلندی پر پہنچا

یعنی فرشتہ کی غذا فعل وقول اور صدق ہوئی یہاں تک کہ وہ اس معراج کی وجہ سے آسمان کی طرف چلا گیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ دیکھو فرشتہ نے جو اپنی غذا فعل و قول وغیرہ کو بنایا تو یہ اشیاء اس کی غذا ہونے کی وجہ سے فنا ہو گئیں اور اس کے بعد اس کو درجہ ملکیت کا حاصل ہو گیا۔ تو یہاں سے بھی وہی بقا بعد الفناء کا مسئلہ حل ہوا آگے تقریب فہم کے لئے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

آنچنان کان طعمہ شد قوت بشر	از جمادی برشد و شد جانور
اسی طرح کہ وہ لقمہ جو انسان کی غذا بنا	جمادیت سے بلند ہو گیا اور جاندار بن گیا

یعنی جس طرح کہ وہ لقمہ انسان کی روزی ہوئی تو وہ جمادیت سے نکلا اور جانور ہو گیا۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ دیکھو انسان کی غذا جو لقمہ وغیرہ ہوئی تو وہ غذا بن کر فنا ہو گئی اور اس فنا کے بعد وہ بشر ہو گیا اور وہی اجزاء نباتی انسان بن گئے اور نباتیت سے درجہ بشریت کا حاصل ہو گیا اب اس مضمون کو ختم فرمانا چاہتے ہیں لہذا فرماتے ہیں کہ۔

این سخن را ترجمہ پہنا ورے	گفتہ آید در مقام دیگرے
اس بات کا مفصل بیان	دوسرے مقام پر کیا جائے گا

یعنی اس بات کا پورا پورا بیان کسی دوسری جگہ بیان کیا جاوے گا۔ اب آگے ایک مضمون ارشادی بطور نتیجہ کے بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ نبات مر کر حیوان بن گیا۔ پس اس سے منصور کے قول اقتلونی یا ثقات کا درست اور بجا ہونا ظاہر ہو گیا کیونکہ معلوم ہو گیا کہ موت ترقی کا ذریعہ ہے اور ترقی کے آرزو ہر ایک کرتا ہے اور جبکہ ہم کو موت کے بعد ایک اعلیٰ حیات ملنے والی ہے تو اس کے قول ان فی قتلی حیات کی واقعیت بھی ظاہر ہو گئی۔ موت ترقی کا ذریعہ ہے۔ اس کی تصدیق تم کو اس سے بھی ہو گی کہ اقوال و افعال اور صدق و غذا و ملائک بنتے ہیں اور اس طرح سے فنا ہوتے ہیں۔ تو ان کو اس ذریعہ سے معراج آسمانی حاصل ہوتی ہے اور وہ جزو ملائک بن کر آسمان میں رہتے ہیں ان کی یہ ترقی ایسی ہی ہے جیسے کہ غذائے جسمانی کی ترقی کہ وہ انسانوں کی غذا بن کر جاندار بن جاتی ہے اس گفتگو کی تفصیل بہت وسیع ہے جو یہاں نہیں آسکتی اس لئے کسی دوسرے مقام پر خدا نے چاہا تو بیان کی جاوے گی۔

شرح شبّیری

کاروان دائم زر گردون میرسد	تا تجارت میکند وا مے رود
قافلہ ہمیشہ آسمان سے آتا ہے	تاکہ تجارت کرے (اور) واپس جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی قافلہ ہمیشہ آسمان سے پہنچتا ہے یہاں تک کہ تجارت کرتا ہے اور چلا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ روز و شب آمد و رفت اس عالم سے اس عالم میں اور بالعکس ہو رہی ہے اور آخر جانا تو ضرور ہے ہی اس سے تو چارہ نہیں لہذا تجھے چاہئے کہ۔

پس تر و شیرین و خوش با اختیار	نے بہ تلخی و کراہت دزد وار
پس تو اپنے اختیار سے ممگی اور خوشی سے جا	نہ کہ چوروں کی طرح کڑواہٹ اور ناگواری سے

یعنی پس تو شیرین اور خوش (اپنے) اختیار سے چلا جا نہ کہ تلخی اور کراہت سے چوروں کی طرح مطلب یہ کہ جب جانا ہی ہے تو پھر زبردستی پکڑے ہوئے جاؤ اس سے کیا فائدہ ہے بہتر ہے کہ خود اپنے اختیار ہی سے جاؤ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب مولانا مضمون سابق کے مناسب نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دنیا میں تمہارا قیام عارضی ہے اور اصل وطن تمہارا عالم غیب ہے کیونکہ عالم غیب سے یہاں قافلہ محض تجارت اور کسب اعمال کے لئے آیا ہے پس تم یہاں دل نہ لگاؤ اور عالم غیب کو جانے کے لئے تیار رہو اور وہاں خوش خوش اور اپنی خوشی سے جاؤ نہ کہ ناگواری اور نفرت اور رنج کے ساتھ کیونکہ جانا تو پڑے ہی گا پھر ناگواری وغیرہ بے سود ہے۔

شرح شبّیری

زان حدیث تلخ مے گویم ترا	تاز تلخیہا فرو شویم ترا
میں تجھے کڑوی بات اس لئے کہتی ہوں	تاکہ تجھ سے کڑواہٹیں دھو دوں

یعنی میں اسی وجہ سے سخت تجھے کہہ رہا ہوں تاکہ تجھے تلخیوں سے دھوؤں۔ مطلب یہ کہ میں جو تجھے مجاہدات و ریاضات میں مشغول کر رہا ہوں اور تجھ پر تلخی کر رہا ہوں اس کی یہی وجہ ہے کہ میں تجھے تلخیوں کا عادی کرتا ہوں تاکہ تو پھر تلخیوں سے گھبراوے نہیں آگے اس تلخی سے دوسری تلخی کے عادی ہونے کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

ز آب سرد انگور افسردہ زہد	سردی و افسردگی بیرون نہد
ٹھنڈے پانی سے ٹھٹھرا ہوا انگور جوش مارنے لگتا ہے	(پھر) سردی اور ٹھٹھر کو باہر نکال ڈالتا ہے

یعنی ٹھنڈے پانی سے افسردہ انگور پیدا ہوتا ہے تو سردی اور افسردگی کو باہر رکھ دیتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو انگور ٹھنڈے پانی سے پیدا ہوتا ہے اور خود بھی افسردہ ہوتا ہے لیکن پھر جب اس کو پکایا جاتا ہے اور درست کر کے اس کی شراب بنائی جاتی ہے تو اس کی ساری سردی وغیرہ جاتی رہتی ہے اور اس کے اندر حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور جوش و خروش آ جاتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تو ز تلخی چونکه دل پرخون شوی	پس ز تلخیہا ہمہ بیرون شوی
تو چونکہ کڑواہٹ سے پرخون دل والا بنتا ہے	پھر تلخیوں سے پوری طرح جدا ہو جائے گا

یعنی جبکہ تلخی سے تو پراگندہ دل ہوتا ہے پس تلخیوں سے بالکل باہر ہوجاوے گا۔

ہر کہ او اندر بلا صابر نشد	مقبل این درگہ فاخر نشد
جو مصیبت میں صابر نہ بنا	اس قابل فخر درگاہ میں مقبول نہ بنا

یعنی جو شخص کہ بلا میں صابر نہیں ہوا وہ اس درگاہ فاخر کا مقبل نہیں ہوا یعنی جس نے کہ صبر نہ کیا وہ اس درگاہ خداوندی میں مقبول نہیں ہوسکتا ہے آگے بلا میں صابر نہ ہونے والے کے مقبول نہ ہونے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

فارغ آئی گر بتو ریزند خل	آنزمان شیرین شوی ہمچون عسل
اگر تجھ پر سرکہ ڈالیں (اور) تو بے فکر رہے	اس وقت تو شہد کی طرح میٹھا ہو گا

یعنی اگر تجھ پر سرکہ ڈالیں (یعنی تجھ پر بلا ڈالیں) تو تو فارغ رہ اس وقت تو شہد کی طرح شیرین ہوگا یعنی اگر تو بلاؤں میں صابر رہے تو تیری زندگی شیریں ہوجاوے آگے فرماتے ہیں کہ۔

سگ شکاری نیست اورا طوق نیست	خام وناجوشید جز بے ذوق نیست
جس کے گلے میں پٹا نہیں ہے وہ شکاری کتا نہیں ہے	کچا اور جوش نہ دیا ہوا سوائے بے ذائقہ کے کچھ نہیں ہے

یعنی کتا شکاری نہیں ہوتا تو اس کے طوق نہیں ہوتا اور جو خام اور غیر پختہ ہے وہ سوائے بے ذوق کے نہیں ہے مطلب یہ کہ دیکھو کتا جب شکاری ہوتا ہے اور بلاؤں میں مبتلا ہوتا ہے جب ہی اس کے گلے میں پٹا ڈالتے ہیں ورنہ ویسے ہی رہتا ہے اور کوئی شے جب تک خام رہتی ہے اس وقت تک یوں ہی بے ذوق رہتی ہے اور جب آگ میں پختہ ہوجاتی ہے تو اس کے اندر مزہ پیدا ہوجاتا ہے آگے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ جب مومن کو بلا کی مصلحت معلوم ہوجاتی ہے تو وہ بہت آسانی سے صابر ہوجاتا ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔اب بی بی کہتی ہے کہ میں تم سے کڑوی کڑوی باتیں اس لئے کرتی ہوں کہ اس سے تیری ساری بدمزگی دور ہوجاوے اور یہ سرد مہری کی باتیں اس لئے کہتی ہوں کہ قاعدہ ہے کہ جب انگور مرجھا جاتا ہے تو اسے سرد پانی میں ڈالتے ہیں اس سے وہ تر وتازہ ہوجاتا ہے اور سردی وافسردگی سے کود کر الگ ہوجاتا ہے پس جبکہ تو تلخی سے غمگین ہوگا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ساری تلخیوں سے الگ ہوجاوے گا۔اب مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو جو بلاؤں پر صبر نہیں کرتا جن میں تلخی نصیحت بھی داخل ہے تو وہ ہرگز درگاہ عالی حق سبحانہ میں مقبول نہیں ہوتا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پس اگر تم پر سرکہ ڈالیں اور کوئی تکلیف پہنچائیں تو تم کو بے فکر رہنا چاہئے اور پریشان نہ ہونا چاہئے جب تم ایسا کرو گے تو شہد کی طرح شیرینی سے لبریز ہو جاؤ گے دیکھو جو کتا شکاری نہیں ہوتا اس کے گلے میں طوق نہیں ہوتا اور جو طعام کہ کچا اور غیر پختہ ہوتا ہے اس میں مزہ نہیں ہوتا علی ہذا جو شخص کہ مصائب میں مبتلا نہیں ہوتا وہ اہل کمال نہیں ہوتا لہذا ابنا بر اغلب کمال کے لئے ابتلاء بالمصائب ضروری ہے پس طالب کمال کو بلاؤں سے پریشان نہ ہونا چاہئے۔

شرح شبّیری

مومن کی جب وہ بلا پر واقف ہو جاوے صابر ہونے کی ایک مثال

آن نخود گفت ار چنین ست اے ستی	خوش بجوشم یاریم دہ راستی
اس چنے نے کہا اے بی بی! اگر ایسا ہے	مجھے خوب جوش دے میری مدد کر تو سچ کہتی ہے

یعنی اس چنے نے کہا کہ اے بی بی اگر اس طرح تو میں اچھی طرح جوش کھاتا ہوں تو مجھے خوب اچھی طرح درست کر اور کہتا ہے کہ

تو درین جوشش چو معمار منی	کفچلیزم زن کہ بس خوش میزنی
چونکہ تو اس جوش دینے میں میری تعمیر کرنے والی ہے	میرے کفگیر مار کیونکہ تو اچھا مارتی ہے

یعنی اس جوش دینے میں تو مثل معمار میرے کے ہے تو کفگیر مار کہ تو خوب مار رہی ہے مطلب یہ کہ وہ کہتا ہے کہ جب یہ بات ہے تو اب تو تو اس جوش دینے میں مجھے سنوار رہی ہے تو پھر کیا ہے خوب جوش دے اور خوب تچھے میرے اندر مارتا کہ میری خوب اصلاح ہو اسی طرح جب مومن دیکھتا ہے کہ مرشد ان مجاہدات سے میری اصلاح کر رہا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ خوب مجاہدات و ریاضات میں مجھے مشغول رکھتا کہ میری خوب اصلاح ہو اور کہتا ہے کہ۔

ہمچو پیلم بر سرم زن زخم و داغ	تا نہ بینم خواب ہندوستان و باغ
میں ہاتھی کی طرح ہوں میرے سر پر زخم اور داغ لگا	تا کہ میں ہندوستان اور باغ کا خواب نہ دیکھوں

یعنی ہاتھی کی طرح میرے سر پر زخم اور داغ لگا تا کہ میں ہندوستان اور باغ کا خواب نہ دیکھو یہ مشہور ہے کہ چونکہ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے تو اگر اس کو کسی اور ملک میں لے جاتے ہیں اور یہ خواب میں ہندوستان کو دیکھ لیتا ہے تو اس قدر مست ہوتا ہے کہ پھر پیل بان وغیرہ کی کسی کی نہیں سنتا تو اس وقت اس کے سر پر داغ لگاتے ہیں جس سے یہ درست ہو جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں بھی بہت زیادہ سرکش اور باغی ہو گیا ہوں اے مرشد مجھے بھی مجاہدات و ریاضات میں مبتلا کرتا کہ میرے اندر سے بھی یہ طغیان اور بغاوت نکل جاوے اور ناسوت کی طرف توجہ نہ رہے اور یہ حالت ہو جاوے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تا کہ خود را در دہم در جوش من	تا رہے یابم درین آغوش من
تا کہ میں اپنے جوش (کھانے) میں خودی کو دیدوں	تا کہ میں اس آغوش میں راستہ پالوں

یعنی تا کہ میں اپنے کو جوش میں دیدوں اور تا کہ میں اس آغوش میں رہائی پاؤں مطلب یہ کہ تو مجاہدات میں مجھے مشغول کرتا کہ میں اس کا عادی ہو جاؤں اور اے مرشدی تیری آغوش میں رہ کر ان بلیات معاصے سے رہائی پاؤں۔ اور یہ طغیان میرے سر سے باہر ہو۔ آگے اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جو مجاہدات میں مشغول کرنے کی تم سے درخواست کرتے ہیں وہ اس وجہ سے ہے کہ۔

زانکہ انسان در غنا طاغی شود	ہمچو پیل خواب بین باغی شود
کیونکہ انسان بے فکری میں سرکش بن جاتا ہے	خواب دیکھنے والے ہاتھی کی طرح باغی بن جاتا ہے

یعنی اس لئے کہ انسان بے فکری میں باغی ہو جاتا ہے اور خواب دیکھنے والے ہاتھی کی طرح نافرمان ہو جاتا ہے تو بس جب مجاہدات و ریاضات کریگا تو وہ بے فکری نہ رہے گی اور وہ بغاوت اور طغیان جاتا رہے گا۔

پیل چون در خواب بیند ہندرا	پیل بان را نشنود آرد دغا
جب ہاتھی خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے	فیل بان کی نہیں سنتا ہے دغا بازی کرتا ہے

یعنی ہاتھی جب خواب میں ہند کو دیکھ لیتا ہے تو ہاتھ بان کی سنتا نہیں ہے اور سرکشی لاتا ہے (ہند سے مراد ناسوت ہے) مطلب یہ کہ جب انسان عالم ناسوت کی طرف توجہ کرتا ہے تو پھر مرشد کی طرف سے توجہ ہٹ جاتی ہے اور سرکش ہو جاتا ہے تو پھر مجاہدات کی ضرورت ہوتی ہے آگے پھر اسی نخوداور کد بانو کا قصہ بطور تمثیل کے بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ خیر تو چنے نے بیگم کی نصیحت سن کر کہا کہ اگر یہی بات ہے تو مجھے خوب پکا اور میرے جزو انسان بننے پر اعانت کر تو اپنے فعل میں مصیب ہے اور اس پکانے میں میری مصلح ہے ہاں خوب ڈوئیاں مار کہ مجھے تیری مار بہت اچھی معلوم ہوتی ہے میں ہاتھی کی مثل ہوں لہذا تیرے سر پر خوب آنکس لگا کہ میں ہندوستان یعنی اپنے وطن اصلی اور باغ کو خواب میں دیکھ کر مست اور سرکش نہ ہو جاؤں اور تا کہ خوب اچھی طرح اپنے کو پختہ کرلوں تا کہ اس ذریعہ سے میں آغوش انسانیت میں چلا جاؤں اب سمجھو کہ یہی وجہ ہے کہ انسان کو مبتلائے مصائب کیا جاتا ہے کیونکہ وہ بے فکری میں سرکش ہو جاتا ہے اور ہندوستان کو خواب میں دیکھنے والے ہاتھی کی طرح باغی ہو جاتا ہے قاعدہ ہے کہ جب ہاتھی ہندوستان کو خواب میں دیکھتا ہے تو ہاتھی بان کی بات نہیں سنتا اور مقابلہ کے لئے تیار ہو جاتا ہے یہی حالت انسان کی ہے کہ جب وہ نشہ راحت میں مست ہوتا ہے تو پھر کسی ناصح اور خیر خواہ کی بات نہیں سنتا لہذا مصائب کی ضرورت ہے تا کہ وہ سرکش نہ ہونے پائے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

بی بی کا چنے سے معذرت کرنا اور اس کو جوش دینے کی حکمت کا بیان

آن ستی گوید ورا کہ پیش ازین	من چو تو بودم ز اجزائی زمین
وہ بی بی اس سے کہتی ہے کہ اس سے پہلے	میں تیری طرح زمین کے اجزاء میں سے تھی

یعنی وہ بی بی اس چنے سے کہتی ہے کہ اس سے پہلے میں تیری ہی طرح اجزائے زمین سے تھی۔ یعنی اس نے کہا کہ جس طرح کہ تو اس وقت نباتات میں سے ہے اسی طرح پہلے میں بھی مجموعہ عناصر کا تھی۔

چون بپوشیدم جہاز آذری	پس پذیرا گشتم و اندر خوری
جب میں نے آتشی لباس پہنا	تب میں مقبول اور لائق بنی

یعنی جب میں نے آگ کا سامان پہنا تو میں مقبول اور لائق ہوگئی۔ (جہاز آذری سے وہ غذائیں وغیرہ مراد ہیں جو کہ انسان بعد آگ کے پختہ کر دینے کے کھاتا پیتا ہے اور پھر معدہ کے اندر جا کر وہ پکتی ہیں) مطلب یہ ہوا کہ جب میں نے بھی محنتیں کی ہیں اور بہت سی مشکلیں برداشت کی ہیں اس وقت اس نباتیت سے نکل کر جامۂ انسانی میں آئی ہوں ورنہ پہلے میں بھی نباتات ہی سے تھی۔

مدتے جوشیدہ ام اندر زمن	مدتے دیگر درون دیگ تن
ایک مدت تک میں نے زمانے میں جوش کھایا ہے	پھر ایک مدت تک جسم کی دیگ میں (جوش کھایا ہے)

یعنی ایک مدت تک زمانہ میں میں نے جوش کیا ہے اور ایک دوسری مدت دیگ تن میں مطلب یہ کہ ایک مدت تک مجاہدات وغیرہ کیے ہیں جب ایسی حالت ہوگئی ہے۔

زین دو جوشش قوت حسہا شدم	روح گشتم پس ترا استا شدم
ان دو جوشوں سے میں حسوں کی طاقت بنی ہوں	میں روح بن گئی ہوں پھر میں تیری استاد بنی ہوں

یعنی ان دونوں جوشوں سے میں قوت حواس ہوگئی اور روح ہوگئی پھر تیری استاد ہوگئی مطلب یہ کہ بہت مجاہدات تو ایسے کیے جو کہ بدن سے خارج تھے اور خارجی چیزوں میں پخت و پز ہوتا رہا۔ اس کے بعد کچھ دن کے لئے خود اپنے جسم کے تغیر و تبدل میں رہی ہوں تب یہ مرتبہ حاصل ہوا ہے کہ آج تیری مربی اور تیری استاد بن کر بیٹھی ہوں۔

در جماد ی گفتمے زان میروی	تا شوی علم و صفات معنوی
میں جماد ہونے کی حالت میں کہتی تھی کہ تو اس سے نکل اور رہی ہے	تاکہ تو ستی کا علم اور صفات بن جائے

یعنی جمادیت میں میں کہتی تھی کہ تو اس لئے جا رہا ہے تا کہ تو علم اور صفات معنوی بن جاوے یعنی بی بی کہتی ہے کہ تو جو جمادیت میں حرکت کر رہا تھا تو وہ اس لئے تھا کہ تو علم وصفات معنوی بن جاوے یعنی بشریت تجھ کو حاصل ہو جاوے۔

چون شدی تو روح پس بار دگر	جوش دیگر کن ز حیوانی گزر
جب تو روح ہو گئی پھر دوبارہ	دوسرا جوش کھا کر حیوانیت سے گزر جا

یعنی جبکہ تو روح ہو گیا تو دوسری مرتبہ دوسرا جوش کر ا. حیوانیت سے گزر جا. یعنی اول جمادیت سے حیوانیت اور بشریت کے مرتبہ کو پہنچا تھا اب دوسری حرکت کرنا کہ اس سے گزر کر تو مرتبہ اعلیٰ میں پہنچ جاوے اور مرتبہ ملکوتی تجھے حاصل ہو جاوے اب چونکہ ان باتوں سے غلط فہمی ہو جانا ممکن تھا اس لئے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اس کے بعد وہ عورت کہتی ہے کہ تجھ پر یہ مصیبت نہیں ہے بلکہ اس سے پیشتر میں بھی تیری ہی مثل زمین کا جزو اور خاک تھی اس کے بعد میں نے بھی آتشی لباس پہنا اس سے میں مقبول طبائع اور قابل قبول ہوئی ہوں۔ ایک عرصہ تک میں نے بدن سے باہر تاؤ کھائے ہیں اس کے بعد بدن میں آئی تو وہاں تاؤ کھائے ہیں ان دو قسم کے تاؤں کے بعد میں صاحب صہبائے قوی ہوئی ہوں۔ اور جاندار بن کر تیری استاد بنی ہوں۔ جب میں جماد تھی اس وقت میں اپنے دل میں کہتی تھی کہ تو اس لئے ترقی کر رہی ہے کہ ایک روز صاحب کمال انسان کا علم اور اس کی صفت بن جاوے اب کہتی ہوں کہ جب تو جاندار بن گئی تو پھر تاؤ کھا اور حیوانیت سے تجاوز کر کے کچھ اور بن جا۔

شرح شبّیری

از خدا می خواہ تازین نکتہا	ورنہ لغزی ورسی در منتہا
خدا سے دعا تا کہ ان نکتوں سے	لغزش نہ کھا جائے اور انجام تک پہنچے

یعنی خدا سے (توفیق) مانگ تا کہ ان نکتوں سے تو پھسل نہ جاوے اور منتہا کو پہنچ جاوے۔

زانکہ از قرآن بسے گمرہ شدند	زان رسن قومے درون چہ شدند
اس لئے کہ بہت سے لوگ قرآن سے گمراہ ہوتے ہیں	اسی رسی کے ذریعہ ایک قوم کنویں میں چلی گئی ہے

یعنی اس لئے کہ قرآن سے بہت گمراہ ہو چکے ہیں اور اس رسی سے ایک قوم کنویں میں چلی گئی ہے۔

مر رسن را نیست جرمے اے عنود	چون ترا سودائے سربالا نبود
اے سرکش! رسی کا کوئی قصور نہیں ہے	جبکہ تجھے ہی سر ابھارنے کا خیال نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے معاند رسی کی (اس میں) کوئی خطا نہیں ہے جبکہ تجھے ہی اوپر ابھرنے کا خیال نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کنویں میں ایک رسی لٹکی ہوئی ہو تو اس کو پکڑ کر بعض تو ایسے لوگ ہوں گے کہ وہ کنویں سے اوپر نکل آویں گے۔ اور بعض ایسے ہونگے کہ اسی رسی کے سہارے کنویں کے اندر چلے جاویں گے مگر اس میں رسی کی کوئی خطا اور اس میں کوئی کمی نہیں ہے اسی طرح قرآن سے بعض نے تو ہدایت پائی اور بعض گمراہ ہوئے تو جب قرآن سے بھی لوگ گمراہ ہوئے ہیں تو اگر مثنوی شریف سے گمراہ ہو جاویں تو کیا عجب ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ خدا سے توفیق ہدایت کی دعا کرو کہیں غلط فہمی نہ ہو جاوے اب آگے اس مسجد کے مہمان کا قصہ بیان فرمانا شروع کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ۔

جانب آن عاشق بے خویش ران	کہ دران مسجد چہ کرد از امتحان
اس بے خود عاشق کی جانب چلا	کہ اس نے اس مسجد میں آزمائش میں کیا کیا ؟

یعنی (کلام کو) اس عاشق بیخود کی طرف چلاؤ۔ کہ اس نے امتحان سے اس مسجد میں کیا کیا۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اب چونکہ سامع کو غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہوا کہ مبادا کہیں حق سبحانہ کے ساتھ اتحاد ذاتی نہ سمجھ جاوے اس لئے فرماتے ہیں کہ خدا سے دعا کر کہ کہیں ان نکتوں سے تیری فہم لغزش نہ کھا جاوے اور تو اصل مقصد تک پہنچ جاوے کیونکہ میری مثنوی کا طرز بیان ایسا ہی ہے جیسے قرآن کا اور قرآن سے بھی بہت سے لوگ گمراہ ہو گئے ہیں اور اسی رسی کو پکڑ کر لوگ کنویں میں اتر گئے ہیں تو یہ رسی کا قصور نہیں بلکہ یہ تمہارا قصور ہے کہ تم اس کو پکڑ کر اوپر کو کیوں نہ چلے نیچے کو کیوں اترے یعنی قواعد شرعیہ کا لحاظ کر کے تم نے اس سے معانی کیوں نہ اخذ کئے اور تفسیر بالرائی میں کیوں مبتلا ہو گئے۔ پس یہی حالت مثنوی کی ہے اچھا اس مضمون کو ختم کرو اور اس عاشق بیخود کی طرف چلو اور دیکھو کہ اس آزمائش میں مسجد میں جا کر اس نے کیا کیا۔

شرح شبیری

اس مسجد والے مہمان کے قصہ کا بقیہ اور اس کے عزم کے ثبات وصدق کے بیان میں

آن غریبے شہر سر بالا طلب	گفت می خسپم درین مسجد بہ شب
اس شہر کے پردیسی (عالم) بالا کے طالب نے	کہا میں رات کو اسی مسجد میں سوؤں گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس مسافر شہر بالا کو طلب کرنے والے نے کہا کہ میں رات کو اسی مسجد میں سوتا ہوں۔ (چونکہ یہ شخص اہل دل معلوم ہوتا ہے اس لئے اس کو غریب شہر لکھ دیا یعنی یہ باشندہ تو شہر سر کا تھا مگر یہاں آ کر ایک مسافر کی حیثیت رکھتا ہے) غرضکہ اس نے کہا کہ میں تو رات کو اسی مسجد میں سوتا ہوں۔ خواہ کچھ بھی ہو آگے اس مسجد کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ۔

مسجد اگر کربلائے من شوی	کعبۂ حاجت روائے من شوی
اے مسجد! اگر تو میری کربلا بنے گی	تو میری حاجت کو پورا کرنے والا کعبہ بنے گی

یعنی اے مسجد اگر تو میری کربلا ہو جاوے تو میرے لئے کعبہ حاجت روا ہو جاوے یعنی کہتا ہے کہ اے مسجد اگر میں رات کو مر جاؤں اور تو اس کا سبب بنے تو یہ تو عین میری خوشی ہے اور یہی مقصود ہے تو گویا میری کعبہ حاجت روا ہو جاوے گی اب آگے اس ناصح کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ۔

ہین مرا بگزار اے بگزیدہ یار	تا رسن بازی کنم منصور وار
اے منتخب دوست! خبردار مجھے اجازت دے	تاکہ منصور (حلاج) کی طرح (دار و) رسن کا کھیل کھیلوں

یعنی اے برگزیدہ دوست ہاں مجھے چھوڑ تاکہ میں منصور کی طرح رسن بازی کروں یعنی کہتا ہے کہ اے ناصح تو مجھے نصیحت مت کر مجھے اسی حالت میں چھوڑ دے تاکہ میں مرنے کو تیار ہو جاؤں۔

گر شدید اندر نصیحت جبرئیل	می نخواہد غوث در آتش خلیل
اگر تم نصیحت کرنے میں جبرئیل ہو	(تو) آگ میں خلیل (اللہ) مدد نہیں چاہتا ہے

یعنی اگر تم نصیحت میں جبرئیل ہو گئے تو خلیل کو آگ میں مدد نہیں چاہئے (بلکہ وہ کہتے ہیں کہ)

جبرئیلا رو کہ من افروختہ	بہترم چون عود و عنبر سوختہ
اے جبرئیل! جا کہ میں جلا ہوا	بہتر ہوں جیسا کہ جلا ہوا عود اور عنبر

یعنی اے جبرئیل جاؤ کہ میں بھڑکا ہوا اور عود و عنبر کی طرح جلا ہوا بہتر ہوں (اور کہتے ہیں کہ)

جبرئیلا گرچہ یاری میکنی	چون برادر پاسداری میکنی
اے جبرئیل! اگرچہ تو مدد کر رہا ہے	(اور) بھائی کی طرح میری حفاظت کر رہا ہے

یعنی اے جبرئیل تم اگرچہ مدد کرتے ہو اور بھائی کی طرح حفاظت کرتے ہو (لیکن)

اے برادر من بر آذر چابکم	من نہ آن جانم کہ گردد بیش و کم
اے بھائی! میں آگ پر تیز رو ہوں	میں وہ جان نہیں ہوں جو گھٹ بڑھ سکے

یعنی اے بھائی میں آگ پر چست ہوں اور میں وہ جان نہیں ہوں کہ جو کم و بیش ہوں (اس لئے کہ)

www.besturdubooks.wordpress.com

جان حیوانی فزاید از علف	آتشے بود او چو ہیزم شد تلف
حیوانی جان جو چارے سے بڑھتی ہے	آگ ہے وہ ایندھن کی طرح ختم ہو جاتی ہے

یعنی روح حیوانی تو گھاس دانہ سے بڑھتی ہے اور وہ آگ ہی تھی جو کہ لکڑیوں کی طرح تلف ہو گئی۔

فائدہ:۔ یہاں جو جان حیوانی کو آگ سے تشبیہ دی ہے تفصیل اس کی عنقریب اشعار آئندہ میں آتی ہے جس کا حاصل یہ ہو گا کہ جس طرح یہ آگ بوجہ اس کے کہ اصلی نہیں ہے دیرپا نہیں ہے بلکہ ہیزم کی طرح جو کہ آگ سے فنا ہو جاتی ہے خود یہ آگ بھی فنا ہو جاتی ہے اسی طرح جان حیوانی بھی بوجہ اس کے کہ یہ اصل جان نہیں ہے اصلی جان دوسری ہی ہے تلف ہو جاتی ہے۔

گر نہ گشتے ہیزم او مثمر بدے	تا ابد معمور وہم عامر بدے
اگر وہ ایندھن نہ بنتی تو پھلتی	ابد تک آباد اور آباد کرنے والی بھی ہوتی

یعنی اگر وہ لکڑی ایندھن نہ ہو جاتی تو پھل والی ہوتی اور ہمیشہ کے لئے معمور اور عامر ہوتی۔ (یہاں جبرئیل سے مثال اس ناصح کو دی ہے اور خلیل سے مثال خود اپنے کو دی ہے) مطلب یہ ہے کہ اے ناصح اگرچہ تو مجھے نصیحت کرتا ہے اور اس طرح خیر خواہی کرتا ہے جس طرح کہ جبرئیل علیہ السلام حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے خیر خواہ تھے مگر میں بھی حضرت خلیل اللہ کی طرح ہوں کہ جب ان سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ میں تمہاری مدد کو آؤں تو انہوں نے انکار کر دیا تھا اور فرما دیا تھا کہ اے جبرئیل اگرچہ تم خیر خواہ ہو لیکن میں بے تمہاری مدد کے جلا ہوا اچھا ہوں اور یہ تو بالفرض ہے ورنہ اصل میں تو میں جلوں گا بھی نہیں اس لئے کہ روح حیوانی کو فنا ہے اور عناصر پر عناصر کا اثر ہوتا ہے لیکن میری روح تو عنصری نہیں رہی بلکہ یہ تو ملکوتی ہو گئی ہے اس لئے یہ آگ اس پر اثر نہ کرے گی تو اسی طرح وہ مہمان کہتا ہے کہ اول تو میں اس مسجد میں رہ کر مروں گا نہیں اس لئے کہ مجھ پر اس کا اثر نہ ہو گا اور اگر ہو بھی گیا تو میں تو مرنے کو تیار ہوں ہی پھر کیوں مجھے نصیحت کرتے ہو آگے بھی حضرت خلیل اللہ کی زبانی حضرت جبرئیل علیہ السلام کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

باد سوز انست این آتش بدان	پرتو آتش بود نے عین آن
سمجھ لے یہ آگ مشتعل ہوا ہے	آگ کا پرتو ہے نہ کہ عینہ آگ

یعنی یہ آگ جلنے والی ہوا ہے جان لے اور سایہ آگ کا ہوتا ہے نہ کہ اس کا عین۔

عین آتش در اثیر آمد یقین	پرتو وسایہ ویست اندر زمین
اصل آگ یقینا کرۂ آتش میں ہے	زمین میں اس کا پرتو اور سایہ ہے

یعنی آگ کا عین تو کرۂ آتش ہی میں ہے یقینا اور اس کا پرتو اور سایہ زمین میں ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

لاجرم پر تو نپاید ز اضطراب	سوئے معدن باز می گردد شتاب
لامحالہ پرتو بے چینی کی وجہ سے ناپائیدار ہے	جلدی معدن کی طرف لوٹا جاتا ہے

یعنی آخرکار سایہ اضطراب کی وجہ سے ٹھہرتا نہیں ہے (بلکہ) جلدی سے معدن کی طرف واپس چلا جاتا ہے مطلب یہ کہ وہ فرماتے ہیں کہ جس طرح کہ یہ آگ ہے دنیا میں ہے اس آگ کا جو کرۂ آگ میں ہے سایہ ہے اس لئے فنا ہو جاتی ہے اور وہ اصلی آگ فنا نہیں ہوتی۔ اسی طرح جو روح عنصری ہے وہ تو ایک دم سے فنا ہو جاتی اور جو روح ملکوتی ہے وہ فنا نہیں ہوتی۔ آگے سایہ کے فنا ہونے اور اصل کے باقی رہنے کی ایک مثال فرماتے ہیں۔

قامت تو برقرار آمد بساز	سایہ ات کوتہ دمے یکدم دراز
تیرا قد سکون کی وجہ سے برقرار ہے	تیرا سایہ کبھی چھوٹا ہے کبھی دراز ہے

یعنی تیرا قد تو موافقت سے برقرار آیا اور تیرا سایہ ایک دم چھوٹا ہے اور ایک دم دراز ہے۔

زانکہ در پرتو نیابد کس ثبات	عکسہا واگشت سوئے امہات
اس لئے کہ سائے میں کوئی شخص ٹکاؤ نہیں پاتا ہے	عکس اصلوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں

یعنی اس لئے کہ سایہ میں کوئی شخص ثبات نہیں پاتا اور عکوس اصول کی طرف لوٹ جاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ دیکھو تمہارا قد تو یکساں رہتا ہے اور سایہ چھوٹا بڑا ہوتا ہے اور پھر گھٹتے گھٹتے اصل قد کی طرف لوٹ آتا ہے تو بس اسی طرح روح عنصری ہے جو فنا ہو جاتی ہے ورنہ روح ملکوتی تو اپنی اصل کی طرف چلی جاتی ہے اب بیان فرماتے فرماتے مولانا رکتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ ہاں تو اس مسافر نے جو کہ شہر غیب یعنی عالم بالا کا طالب تھا یہی کہا کہ کچھ ہو میں تو اسی مسجد میں رات کو سوؤں گا اے مسجد اگر تو میرے لئے کربلا کی طرح بھی محل مصائب ہو جاوے تو میں سمجھوں گا کہ تو میرا کعبہ ہے جو کہ میرا کام بنانے والا ہے اچھا اے نصیحت گر اب تو مجھے چھوڑ تا کہ میں موت کے منہ میں جاؤں اور منصور کی طرح سولی پر چڑھ کر تماشا کروں اگر آپ لوگ میرے لئے نصیحت میں جبرئیل کی مانند ہیں تو میں خلیل کی مانند آپ سے طالب مدد نہیں اور اے اشباہ جبرئیل تم جاؤ کہ میں آتش بلا میں جلا ہوا ہی اچھا ہوں۔ جس طرح کہ عود و عنبر جلا ہوا اچھا ہوتا ہے اور اے جبرئیل کے مشابہ لوگوں تم اگرچہ میری مدد کرتے ہو اور بھائیوں کی طرح میرا خیال کرتے ہو لیکن بھائیو خیال رکھو کہ میں آتش بلا یا پر بہت خوب چل سکتا ہوں کیونکہ میں وہ جان نہیں ہوں جو کہ کم و بیش ہو سکے کیونکہ وہ جان حیوانی ہے جو خوراک سے بڑھتی ہے اور وہ آگ تھی لہذا ایندھن کی طرح تلف ہو گئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

فائدہ:۔ اس شعر میں جان حیوانی کو آگ کہا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح یہ آگ بوجہ اس کے کہ دیر پا نہیں ہے بلکہ ہیزم کی طرح جو کہ آگ سے فنا ہو جاتی ہے خود یہ آگ بھی فنا ہو جاتی ہے اسی طرح جان حیوانی بھی بوجہ اس کے کہ یہ اصلی جان نہیں ہے اصلی جان دوسری ہے تلف ہو جاتی ہے۔

اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر جان آتش شہوت وغضب کا ایندھن نہ بن جاتی تو اس سے بہت عمدہ آثار پیدا ہوتے اور وہ ہمیشہ کے لئے خود بھی فیوض سے مالا مال ہوتی اور دوسروں کو بھی مالا مال کرتی اب مولانا اس آتش شہوت وغضب کا فانی اور نا قابل التفات ہونا اور اس کی اصل یعنی رب ذوالجلال کا باقی اور قابل توجہ ہونا بیان کرتے ہیں مگر اس کو آتش حسی کی تمثیل سے بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو آتش متعارف واقعی آگ نہیں ہے بلکہ اصالۃً ہوا ہے جو مشتعل ہو کر آگ بن گئی ہے اس لئے حقیقی آگ کا پرتو ہے نہ کہ خود آگ بلکہ حقیقی آگ تو کرۂ نار میں ہے اور یہ زمین پر اس کا ظل اور اس کی شبیہ ہے جبکہ یہ اصل آگ کا ظل ہوئی تو لازم ہے کہ اپنے کرہ کی طرف لوٹنے کے لئے بے چین ہو اور بالآخر نہ ٹھہر سکے اور بہت جلد اپنے کرہ کی طرف لوٹ جاوے تم اپنے قد ہی کو دیکھ لو کہ وہ اصل ہے اس لئے قائم اور برقرار رہتا ہے لیکن تمہارا سایہ کبھی لمبا ہوتا ہے اور کبھی گھٹتا ہے اور بالآخر اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے اور خود فنا ہو جاتا ہے پس چونکہ یہ قاعدہ عام ہے کہ ظل قائم نہیں رہ سکتا۔ اسی لئے تمام ظلال وعکوس اپنی اصول کی طرف لوٹ جاتے اور خود فنا ہو جاتے ہیں جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ آتش شہوت وغضب جس پر تم عاشق ہو اور اپنی روح کو تم نے اس کا ایندھن بنا دیا ہے وہ ایک ظل اور پرتو ہے حق سبحانہ کا جس کو ایک دن فنا ہونا اور اپنی اصل کی طرف لوٹ جانا لازم ہے پس اس میں کیوں دل پھنساتے ہو اصل ہی سے جی کیوں نہیں لگاتے جس کے لئے کبھی فنا نہیں۔

فائدہ:۔ یاد رکھو کہ جان حیوانی فزاید از علف الخ میں جان حیوانی سے وہ روح مراد ہے جو صفات بہیمیہ سے مغلوب ہو۔ خواہ اس کی حقیقت بخارات لطیفہ ہوں یا کچھ اور۔ اور اس روح انسانی کو بھی شامل ہے جو غلبۂ صفات بہیمیہ سے اپنے مزاج اصلی سے متغیر ہو گئی ہے۔

شرح شبیری

ہین دہان بر بند فتنہ لب کشاد	خشک آر اللہ اعلم بالرشاد
خبردار! منہ بند کر لے فتنہ نے لب کشائی کی ہے	تغافل برت خدا راستی کو زیادہ جانتا ہے

یعنی ہاں منہ کو بند کر لو کہ فتنہ نے لب کھولا خشک لاؤ واللہ اعلم بالرشاد۔ مطلب یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ بس اب چپ رہو اس لئے کہ ایک فتنہ پیدا ہو گیا ہے اس فتنہ کی تفصیل آگے خود فرماویں گے۔

فتنہ زاد و کرد عالم را خراب	شرق و غرب افتاد اندر اضطراب
فتنہ پیدا ہو گیا ہے اور اس نے دنیا کو تباہ کر دیا ہے	مشرق اور مغرب بے چینی میں مبتلا ہو گئے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی فتنہ پیدا ہو گیا اور عالم کو خراب کر دیا اور شرق و غرب اضطراب میں پڑ گئے۔

چون مراتب گرد دلہا تنگ شد	ہر یکے با دیگرے در جنگ شد
جب حقیقتیں دلوں کے چاروں طرف تنگ ہو گئی ہیں	ہر ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی میں لگ گیا ہے

یعنی جبکہ حقائق قلوب کے گرد تنگ ہو گئے تو ہر ایک دوسرے کے ساتھ جنگ میں ہو گیا۔ یعنی جب قلوب پر حقائق پوشیدہ ہو گئے تو سب آپس میں لڑنے لگے اور کسی نے حقیقت کو نہ سمجھا۔

گفتگو بسیار شد خامش شدم	مسئلہ تسلیم کردم تن زدم
بیان بہت ہو گیا میں چپ ہو گیا	میں نے بات مان لی میں خاموش ہو گیا

یعنی گفتگو زیادہ ہو گئی ہے (لہذا) میں خاموش ہوتا ہوں اور مسئلہ تسلیم (کا اختیار) کرتا ہوں اور چپ ہو جاتا ہوں یعنی چونکہ گفتگو زیادہ ہو چکی ہے اور فتنہ پیدا ہو گیا ہے تو بس اب چپ رہنا ہی مناسب ہے۔

در تو گوئی موجب فتنہ چہ بود	باز گویم گوش کن چون غم فزود
اگر تو کہے کہ فتنے کا سبب کیا تھا؟	چونکہ غم بڑھا ہوا ہے میں پھر بتاتا ہوں سن

یعنی اور اگر تو کہے کہ فتنہ کا سبب کیا تھا تو میں بیان کرتا ہوں سن جبکہ غم زیادہ ہو گیا یعنی اب چونکہ غم زیادہ ہو گیا ہے لہذا اب میں اس فتنہ کا بیان کرتا ہوں لو سن لو۔

بداندیشوں کے خیال کا ذکر

پیش ازان کاین قصہ مخلص رسد	دو دو گندی آمد از اہل حسد
اس سے پہلے ہی کہ یہ قصہ خاتمے تک پہنچے	حاسدوں کی جانب سے دھواں اور بدبو پیدا ہو گئی

یعنی پہلے اس سے کہ یہ قصہ ختم تک پہنچے دھواں اور گندگی اہل حسد کی طرف سے آئی۔ یعنی اہل حسد نے قبل اس قصہ کے ختم کے اعتراض شروع کر دیا۔ اب کوئی کہتا ہے کہ اگر اعتراض کر ہی دیا تو آپ کو برا کیوں معلوم ہوتا ہے۔ صبر کیجئے آگے اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

من نمی رنجم ازین لیک این لکد	خاطر سادہ دلے را پے کند
میں اس سے رنجیدہ نہیں ہوتا ہوں لیکن یہ دولتی	کسی سادہ دل کی طبیعت کا پیچھا کرے گی

یعنی میں تو اس سے رنجیدہ نہیں ہوتا لیکن یہ لات کسی سادہ دل کے دل کو خراب کرے گی۔ مطلب یہ کہ مجھے تو ان اعتراضات کی پرواہ نہیں ہے لیکن اس سے ڈر یہ ہے کہ کہیں کوئی سادہ دل گمراہ نہ ہو جائے اور ان اعتراضات کو صحیح سمجھ کر مثنوی سے بددل نہ ہو جاوے اور ان مضامین کا دوسرا محمل نہ لے لے اس لئے ہم چپ ہو گئے اب آگے اس

www.besturdubooks.wordpress.com

اعتراض کو اٹھاتے ہیں کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ اس قسم کے اعتراضات تو ہمیشہ ہوتے ہی رہے ہیں حتیٰ کہ قرآن پر بھی لوگوں نے اس قسم کے اعتراض کیے ہیں آگے حکیم غزنوی کے مقولہ سے اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

خوش بیان کرد آن حکیم غزنوی	بہر محجوبان مثال معنوی
اس غزنوی دانا نے بہت اچھی بات کہی ہے	منکروں کے لئے، ایک باطنی مثال

یعنی اس حکیم غزنوی نے محجوبین کے لئے ایک معنوی مثال خوب بیان کی ہے (وہ یہ کہ)

کہ ز قرآن گر نہ بیند غیر قال	این عجب نبود ز اصحاب ضلال
کہ اگر قرآن میں سوائے لفظوں کے کچھ نہ دیکھیں	تو گمراہوں سے یہ تعجب کی بات نہیں ہے

یعنی کہ اگر سوائے قال کے قرآن سے کوئی بات نہ دیکھے تو یہ بات اصحاب ضلال سے عجب نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اگر گمراہ لوگ قرآن شریف سے صرف قال دیکھنے کے نفع کو سمجھیں تو اس سے کیا ہوتا ہے قرآن شریف میں جو منافع ہیں وہ تو ان لوگوں کے نہ سمجھنے پر بھی موجود ہیں۔

کز شعاع آفتاب پر ز نور	غیر گرمی می نہ یابد چشم کور
کیونکہ نور سے بھرے ہوئے سورج کی شعاعوں سے	اندھی آنکھ گرمی کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتی

یعنی آفتاب پرنور کی شعاع سے سوائے گرمی کے اندھا کچھ بھی نہیں دیکھتا۔ (لیکن اس کے نور میں کسی قسم کی کمی نہیں آتی تو اسی طرح اگر مثنوی پر کوئی اعتراض کرے تو اس سے اس کی خوبی میں کوئی فرق نہیں آتا یہ ایک تمہید تھی آگے اس فتنہ کا بیان فرماتے ہیں کہ۔

خر بطے ناگاہ از خرخانۂ	سر برون آورد چون طعانۂ
گدھے کے طویلے سے ایک احمق نے اچانک	طعنہ باز کی طرح سر ابھارا

یعنی ناگاہ ایک خربط نے ایک خرخانہ سے طعن کرنے والے کی طرح سر باہر نکالا (اور وہ اعتراض یہ ہے کہ)

کاین سخن پست است یعنے مثنوی	قصۂ پیغمبر ست و پیروی
یہ بات یعنی مثنوی گھٹیا بات ہے	پیغمبرؑ اور (انکی) پیروی کا قصہ ہے

یعنی کہ یہ سخن پست ہے یعنی مثنوی اور قصہ پیغمبر کا اور پچھلے لوگوں کا ہے۔

نیست ذکر و بحث و اسرار بلند	کہ دوانند اولیا زانسو سمند
بلند اسرار کی بحث اور ذکر نہیں ہے	کہ اولیاء اس طرف گھوڑا دوڑائیں

یعنی ذکر اور بحث اسرار کی نہیں ہے کہ جو اولیاء اس طرف کو گھوڑا دوڑا دیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

از مقامات تبتل تا فنا	پایہ پایہ تا ملاقات خدا
خلوت سے فنا تک کے مقامات	درجہ بدرجہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات تک

یعنی مقامات انقطاع خلق سے فنا تک رجبۂ رجبۂ ملاقات خدا تک۔

شرح و حد ہر مقام و منزلے	کہ بہ پر زو بر پرد صاحب دلے
ہر مقام اور ہر منزل کی شرح اور حد (ہوتی)	تاکہ پروں کے ذریعہ صاحب دل اس سے پرواز کرتا

یعنی ہر مقام اور ہر منزل کی شرح اور حد کہ پر سے کوئی صاحب دل اڑ سکے مطلب یہ ہے کہ کسی معترض نے اعتراض یہ کیا کہ اس مثنوی میں صرف قصص اور پہلے لوگوں کے حالات ہی ہیں اور اسرار اور مقامات کی شرح نہیں کی ہے۔اس میں تو چاہئے تھا کہ تمام مراتب کو جداگانہ جداگانہ ملاقات حق تک بیان کرتے چلے جاتے اس لئے کہ یہ تو تصوف کی کتاب ہے اس میں تو اسی قسم کی باتیں ہوتیں اور اب اس کی یہ حالت ہے کہ۔

جملہ سر تا سر فسانست و فسون	کودکانہ قصہ بیرون و درون
سب سراسر افسانہ اور گورکھ دھندا ہے	اندر اور باہر سے بچگانہ قصہ

یعنی بالکل سارا افسانہ اور فسوں ہی ہے اور بچوں کی طرح اندر باہر کے قصے ہی ہیں۔اب مولانا اس بات کا ایک الزامی جواب دیتے ہیں کہ۔

چون کتاب اللہ بیامد ہم بران	این چنین طعنہ زدند آن کافران
جب اللہ کی کتاب آئی اس پر بھی	ان کافروں نے اس طرح کے طعنے دیئے

یعنی قرآن شریف کی طرح چاہئے کہ اس پر بھی اسی طرح ان کافروں نے طعنے کئے ہیں یعنی فرماتے ہیں کہ مثنوی اگر ایسی ہوگئی ہے تو کچھ حرج نہیں ہے اس لئے کہ قرآن بھی تو ایسا ہی ہے اور اس پر بھی لوگوں نے اسی قسم کے اعتراضات کئے ہیں اور کہا ہے کہ۔

کہ اساطیر است و افسانہ نژند	نیست تحقیقے و تعمیقے بلند
کہ پرانی کہانیاں اور افسانہ ہے	کوئی تحقیق اور بلند گہرائی نہیں ہے

یعنی کہ قصے اور پرانے افسانے ہیں کوئی بلند تحقیق اور تعمیق نہیں ہے (بلکہ حالت یہ ہے کہ)

کودکان خرد فہمش می کنند	نیست جز امر پسند و ناپسند
اس کو چھوٹے بچے سمجھ لیتے ہیں	(اس میں) پسندیدہ اور ناپسندیدہ احکام کے سوا کچھ نہیں ہے

یعنی چھوٹے بچے اس کو سمجھ لیتے ہیں اور سوائے جائز اور ناجائز کے کچھ نہیں ہے۔یعنی اسرار و حقائق

www.besturdubooks.wordpress.com

دو دقائق نہیں ہیں بلکہ صرف یہی ہے کہ یہ جائز ہے اور یہ ناجائز لطیف باتیں نہیں ہیں۔

ذکر آدم گندم و ابلیس و مار	ذکر ہود و باد و ابراہیم و نار
آدمؑ گیہوں شیطان اور سانپ کا ذکر ہے	ہودؑ اور ہوا اور ابراہیمؑ اور آگ کا ذکر ہے

یعنی آدمؑ اور گیہوں اور ابلیس اور سانپ کا ذکر ہے اور ہود اور ہوا اور ابراہیم اور نار کا ذکر ہے۔

ذکر نوح و کشتی و طوفان تن	ذکر کنعان و سر از خط تافتن
نوحؑ کشتی اور جسم کے طوفان کا ذکر ہے	کنعان اور حکم سے منہ موڑنے کا ذکر ہے

یعنی نوح اور طوفان تن اور کشتی کا ذکر ہے اور کنعان کا اور اس کے خط (مستقیم) سے سر پھیرنے کا ذکر ہے۔

ذکر اسمٰعیلؑ و ذبح جبرئیلؑ	ذکر قصہ کعبہ و اصحاب فیل
اسمٰعیلؑ ذبح اور جبرئیلؑ کا ذکر ہے	کعبہ کے ارادے اور ہاتھی والوں کا ذکر ہے

یعنی اسمٰعیلؑ اور جبرئیلؑ کے ذبح کا ذکر ہے اور کعبہ کے قصہ کا ذکر ہے اور اصحاب فیل کا ذکر ہے۔

ذکر یوسفؑ ذکر زلف پر خمش	ذکر یعقوب و زلیخا و غمش
یوسفؑ کا ذکر ہے ان کی بل کھائی ہوئی زلف کا ذکر ہے	یعقوبؑ اور زلیخا اور اس کے غم کا ذکر ہے

یعنی یوسفؑ اور ان کی زلف پرخم کا ذکر ہے اور یعقوب اور زلیخا اور ان کے غم کا ذکر ہے۔

ذکر بلقیس و سلیمان و سبا	ذکر داؤد و زبور و اوریا
بلقیس اور سلیمانؑ اور سبا کا ذکر ہے	داؤدؑ اور زبورؑ اور اوریا کا ذکر ہے

یعنی بلقیس اور سلیمانؑ اور سبا کا ذکر ہے اور داؤد اور زبور اور اوریا کا ذکر ہے۔ (اوریا ایک شخص کا نام ہے جو داؤدؑ کا خادم تھا۔)

ذکر طالوت و شعیب و صوم او	ذکر یونس ذکر لوط و قوم او
طالوت اور شعیبؑ اور اس کے روزے کا ذکر ہے	یونس کا ذکر ہے لوطؑ اور ان کی قوم کا ذکر ہے

یعنی طالوت اور شعیب اور ان کے روزہ کا ذکر ہے اور یونس کا ذکر اور لوط اور ان کی قوم کا ذکر ہے۔

ذکر حمل مریمؑ و نخل و مخاض	ذکر زکریا و یحییٰ و ریاض
مریمؑ کے حمل کھجور اور درد زہ کا ذکر ہے	زکریاؑ اور یحییٰؑ اور باغوں کا ذکر ہے

یعنی مریمؑ کے حمل کا اور کھجور کا اور جائے دردزہ کا ذکر ہے اور زکریا اور یحییٰؑ اور باغوں کا ذکر ہے۔

ذکر صالحؑ ناقہ و تقسیم آب	ذکر ادریسؑ و مناجات و جواب
صالحؑ (ان کی) اونٹنی اور پانی کی تقسیم کا ذکر ہے	ادریسؑ اور ان کی سرگوشی اور جواب کا ذکر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی صالح اور ناقہ اور تقسیم آب کا ذکر ہے اور ادریسؑ اور مناجات اور جواب کا ذکر ہے۔

ذکر الیاسؑ و عزیرؑ و موت او	ذکر قارون و زمین رفتن فرو
الیاسؑ اور عزیرؑ اور ان کی موت کا ذکر ہے	قارون اور زمین میں دھنسنے کا ذکر ہے

یعنی الیاسؑ اور عزیرؑ اور ان کی موت کا ذکر ہے اور قارون اور اس کے زمین میں چلے جانے کا ذکر ہے۔

ذکر ایوبؑ و صبوری در بلا	ذکر اسرائیلیان در تیہ لا
ایوبؑ اور مصیبت میں (ان کے) صبر کرنے کا ذکر ہے	بنجر تیہ میں اسرائیلیوں کا ذکر ہے

یعنی ایوبؑ کا اور ان کے بلا میں صبر کا ذکر ہے اور بنی اسرائیل کا ایک نامعلوم جنگل میں پھرنے کا ذکر ہے۔

ذکر موسیٰؑ و شجر طور و عصا	خلع نعلین و خطابات و عطا
موسیٰؑ اور درخت طور اور عصا کا ذکر ہے	جوتے اتارنے اور خطابات اور بخشش کا ذکر ہے

یعنی موسیٰؑ اور شجر کا اور طور کا اور عصا کا اور نعلین نکالنے اور خطابات اور عطا کا ذکر ہے۔

ذکر عیسیٰؑ و عروجش بر سما	ذکر ذوالقرنین و خضرؑ و ارمیا
عیسیٰؑ اور ان کے آسمان پر چڑھنے کا ذکر ہے	ذوالقرنین اور خضر اور ارمیا کا ذکر
ذکر فضل احمدؐ و خلق عظیم	کہ قمر از معجزاتش شد دو نیم
احمدؐ کی فضیلت اور ان کے بلند اخلاق کا ذکر ہے	کہ چاند ان کے معجزے سے دو ٹکڑے ہوگیا
ظاہر است و ہر کسے پے می برد	کو بیان کہ گم شود دروے خرد
(یہ سب) ظاہر ہے اور ہر شخص جانتا ہے	وہ بیان کہاں ہیں جن میں عقلیں گم ہو جائیں؟

یعنی (یہ سب امور) ظاہر میں اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور وہ بیان کہاں ہے کہ جس میں عقل گم ہو۔ مطلب یہ کہ کفار کہا کرتے تھے کہ یہ سب باتیں تو ایسی آسان ہیں کہ ادھر ادھر کے قصے جمع کر دیے گئے ہیں باقی اسرار و حقائق و دقائق کا کہیں پتا بھی نہیں ہے تو جیسے قرآن شریف پر اعتراض کیا جاتا تھا اسی طرح مثنوی پر بھی یہ اعتراض ہے تو پھر کیا نئی بات ہے آگے ان کے اس کہنے کا کہ آسان کلام ہے ایک الزامی جواب دیتے ہیں کہ۔

گفت اگر آسان نماید این بتو	این چنین یک سورہ گوائے سخت گو
فرمایا اگر تجھے یہ آسان نظر آتا ہے	اے بھاری بات کرنے والے ایسی ایک سورت کہدے

یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ تجھے آسان معلوم ہوتا ہے تو اے سخت کلام ایسی ایک سورۃ ہی کہدے۔

جنیان و انسیان و اہل کار	گو یکے آیت ازین آسان بیار
جن اور انسان اور کام کے لوگ	کہدے اس آسان کی ایک آیت لے آئیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جنات اور انسان اور اہل کار (سب کو) کہہ دو کہ ایک ہی آیت اس سے آسان لے آؤ۔ آگے اس امر کو بیان فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کے صرف الفاظ ہی نہیں ہیں بلکہ قرآن شریف کے اندر بہت سے بطون ہیں جو کہ ظاہر نظر میں معلوم بھی نہیں ہوتے اس کو ایک حدیث سے ثابت کرتے ہیں اور بطور تفسیر حدیث کے بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ مولانا کی مثنوی پر کچھ لوگوں نے اعتراضات شروع کئے تھے۔ پس جب مولانا اس مقام تک پہنچے ہیں تو مولانا کو کسی طریقہ سے جس کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا ان اعتراضات کا علم ہو گیا۔ لہذا مولانا کے طبیعت پر ابتداءً کچھ افسردگی چھا گئی اور چاہا کہ اس کو یہیں ختم کر دیں اس لئے فرماتے ہیں کہ بس جی بند کر و فتنہ اٹھ کھڑا ہوا ہے اور خاموش رہو شاید حق سبحانہ کے نزدیک اس کی تکمیل ٹھیک نہیں اور خدا ہی راستی سے زیادہ واقف ہے خاموشی کا سبب جیسا کہ پہلے بھی بیان کر دیا ہے یہ ہے کہ فتنہ پیدا ہو گیا ہے اور اس نے عالم کو خراب کر دیا ہے اور اس کے سبب مشرق و مغرب میں ہل چل پڑ گئی ہے اور حقائق قلوب کے گرد تنگ ہو گئے ہیں یعنی وہ حقائق قلوب سے پوشیدہ ہو گئے تو ہر ایک دوسرے کے ساتھ برسر پیکار ہو گیا ہے چونکہ قیل وقال بہت ہونے لگی ہے لہذا میں بھی خاموش ہو گیا اور راضی برضائے حق ہو کر چپ ہو بیٹھا۔ اب اگر تم یہ پوچھو کہ اس فتنہ کا سبب کیا تھا تو چونکہ مجھے اس واقعہ سے نہایت صدمہ ہوا ہے اس لئے وہ بھی کہے دیتا ہوں سنو بات یہ ہے کہ قبل اس کے کہ یہ قصہ جو زیر بیان ہے تمام ہو حاسدوں کے دلوں میں آگ لگ گئی اور اس کا دھواں اور چڑ انڈ (یعنی اثر از قسم اعتراض وغیرہ) مجھے محسوس ہوئی سو مجھے (گو طبعاً ناگوار ہوا جیسا کہ پیشتر معلوم ہو چکا ہے مگر عقلاً) اس کا کچھ ملال نہیں (کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میں اور میری مثنوی تو کیا ہیں قرآن کریم اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ واقعات پیش آئے ہیں جیسا کہ آگے اس کی تفصیل آئے گی) لیکن خیال صرف اتنا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ بھولے بھالے لوگ جو معاند نہیں ان کے دھوکہ میں آ جاویں اور ان کو نقصان پہنچ جائے۔ ان معترضین کی تمثیل حکیم ثنائی علیہ الرحمۃ نے نہایت خوب اور پر معنی بیان کی ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر گمراہ لوگ قرآن کے صرف ظاہری مضامین کو دیکھیں اور اس پر اعتراض کریں تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ پر نور آفتاب کی شعاعوں سے اندھے کو بجز گرمی اور کچھ حاصل نہیں ہوتا ہاں جو آنکھ والے ہیں ان کو اس سے محسوسات دکھلائی دیتے ہیں۔ پس یہی حالت ان معترضین کی ہے کہ الفاظ مثنوی پر نظر کرتے ہیں اور اس کے اسرار و دقائق کو نہیں دیکھ سکتے خیر اصل واقعہ یہ ہے کہ ایک گدھے نے خرخانہ سے طاعنانہ صورت میں سر نکالا اور کہا کہ یہ کلام یعنی مثنوی ایک گھٹیا کلام ہے کیونکہ اس میں پیغمبران علیہ السلام کے قصے اور اتباع کی ترغیب ہے۔ نہ کوئی دقیق بحث ہے نہ اسرار غامضہ ہیں جن کی طرف

www.besturdubooks.wordpress.com

اہل اللہ اپنی عنان توجہ منعطف کریں اس میں مقام انقطاع عن الخلق سے لے کر مقام فنا تک اور رفتہ رفتہ وصال حق سبحانہ تک کی بحث ہونی چاہئے تھی اور ہر مقام کی تفصیل وتحدید ہونی چاہئے تھی تاکہ ان امور پر مطلع ہوکر ارباب دل ان سے ترقی روحانی حاصل کرتے مگر یہ تو سراسر افسانہ اور تلمیع ہے اور سراسر بچوں کی کہانیاں ہیں۔ ہاں صاحبو تمہاری کچھ شکایت نہیں کیونکہ جب کتاب اللہ نازل ہوئی تھی تو اس وقت جو تمہارے بھائی کفار موجود تھے انہوں نے بھی قرآن پر اسی قسم کے طعن کئے تھے اور کہا تھا ان هذا الا اساطیر الاولین یعنی یہ تو محض پرانے قصے ہیں نہ کوئی جدید تحقیق ہے نہ کوئی باریک بات ہے بلکہ موٹی موٹی باتیں ہیں جن کو بچے بھی سمجھتے ہیں نیز اس میں اور دھرا ہی کیا ہے۔ بجز اس کے یہ کرو وہ نہ کرو یہ ہم کو پسند ہے وہ ناپسند۔ اور بجز اس کے کہ آدم اور شیطان اور سانپ کا تذکرہ ہے اور ہودؑ اور حواؑ اور ابراہیمؑ اور آگ کا قصہ ہے۔ نوحؑ اور کشتی اور طوفان اور کنعان اور اس کی نافرمانی کا واقعہ ہے۔ اسماعیلؑ اور ان کے ذبح کرنے اور جبرئیل کے دنبہ لانے کا ذکر ہے۔ کعبہ اور اصحاب فیل کا قصہ ہے یوسفؑ اور ان کی زلف پرغم یعقوبؑ اور زلیخا اور ان کے غم کا بیان ہے بلقیس اور سلیمان اور شہر سبا کی تفصیل ہے داؤد زبور اور اوریا کا واقعہ ہے طالوت کا ذکر ہے۔ شعیب اور ان کے روزہ کا قصہ ہے یونس کا ذکر ہے لوط اور ان کی قوم کا واقعہ ہے مریم علیہا السلام کے حمل اور ان کے دردزہ کی تکلیف اور ان کی اس حالت میں درخت خرما سے تسکین حاصل کرنے کا مذکور ہے۔ زکریا و یحییٰ کا تذکرہ ہے باغات کا بیان ہے صالح اور ان کی اونٹنی اور پانی کی تقسیم کا طریقہ مذکور ہے ادریس اور ان کی مناجات اور اس کے جواب کا بیان ہے الیاس کا ذکر ہے عزیر اور ان کی موت کا بیان ہے قارون اور اس کے زمین میں دھنس جانے کا قصہ ہے ایوب اور ان کے مصیبت میں صبر کرنے کا ذکر ہے اسرائیلیوں کی وادی فنا میں سرگشتی کا واقعہ ہے موسیٰ اور شجرہ۔ عصا و طور جوتیاں اتارنے اور حق سبحانہ سے ہم کلام ہونے اور توریت وغیرہ ملنے کا قصہ ہے۔ عیسیٰؑ اور ان کے آسمان پر چلے جانے کا ذکر ہے۔ ذوالقرنین خضر اور ارمیا کے واقعات ہیں۔ احمدؐ کے اوصاف اور ان کے خلق عظیم کا بیان ہے اور یہ مذکور ہے کہ آپ کے معجزات میں سے ایک یہ ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہوگئے پس یہ ہیں وہ باتیں جو قرآن میں مذکور ہیں اور جو کچھ بھی ہے وہ اس قدر ظاہر اور عام فہم ہے کہ ہر شخص زبان دان سمجھ لیتا ہے ایسے مضامین نہیں جن میں عقل بھی خبط ہو جاوے۔ یہ تو ان کا اعتراض تھا مگر اب سنو کہ اس کا جواب کیا دیا گیا۔ سو فرمایا گیا کہ بہت اچھا اگر یہ ایسا ہی آسان کلام ہے جس کو بچے بھی سمجھ سکتے ہیں اور اس لئے وہ تمہارے نزدیک محقر ہے تو ایسی ہی آسان تم بھی ایک سورۃ بنا دو تم تو کیا بناتے ہم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ تمام جنات تمام انسان اور تمام وہ جو اس میدان کے مرد ہیں ذرا سب کے سب کمیٹی ہی کر کے بقدر ایک آیہ ہی ایسا آسان اور محقر کلام بنا دیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

حدیث ان للقران ظھر او بطناً ولبطنہ بطنا الیٰ سبعة ابطن و فی روایة الیٰ سبعین بطنا کی تفسیر

حرف قرآن رابدان کہ ظاہر است	زیر ظاہر باطنے بس قاہر است
سمجھ لے کہ قرآن کے لفظ (اس کا) ظاہر ہیں	(اور) ظاہر کے نیچے ایک مضبوط باطن ہے

یعنی حروف قرآن کو تو وہ جانو جو کہ ظاہر ہے (مگر) ظاہر کے نیچے ایک زبردست باطن ہے۔

زیر آن باطن یکے بطن دگر	خیرہ گردد اندر و فکر و نظر
اس باطن کے نیچے ایک دوسرا باطن ہے	جس میں فکر و نظر حیران ہو جاتی ہے

یعنی اس باطن کے نیچے اور دوسرا باطن ہے کہ اس کے اندر نظر و فکر سب خیرہ ہو جاتی ہے۔ یعنی وہ ایسا باطن ہے کہ وہ ہر کس و ناکس کی سمجھ میں بھی نہیں آتا۔

زیر آن باطن یکے بطن سوم	کہ درو گردد خردہا جملہ گم
اس باطن کے نیچے ایک تیسرا باطن ہے	کہ اس میں تمام عقلیں گم ہو جاتی ہیں

یعنی اس باطن کے نیچے ایک تیسرا باطن ہے کہ اس کے اندر تمام عقول گم ہو جاتے ہیں۔

بطن چارم از نبی خود کس ندید	جز خدائے بے نظیر و بے ندید
قرآن کا چوتھا باطن کسی نے نہیں دیکھا	لامثیل اور لاشریک خدا کے سوا

یعنی چوتھا بطن قرآن شریف سے خود کسی شخص نے سوائے خدائے بے نظیر و بے شریک کے نہیں دیکھا ہے۔

ہم چنین تا ہفت بطن اے ذو الکرم	می شمر تو زین حدیث معتصم
اے بھلے! اسی طرح سات باطن تک	تو اس محفوظ حدیث سے گن لے

یعنی اسی طرح سات بطن تک اے ذو الکرم گن لے۔ اس حدیث معتصم سے یعنی اسی طرح ایک سے لے کر سات تک گنتے چلے جاؤ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے جو کہ سرخی میں ہے۔

تو ز قرآن اے پسر ظاہر مبین	دیو آدم را نہ بیند جز کہ طین
اے بیٹا! قرآن کے (صرف) ظاہر کو نہ دیکھ	شیطان نے آدم کو سوائے مٹی کے کچھ نہ دیکھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے صاحبزادے تم قرآن سے صرف ظاہر کو مت دیکھو کہ شیطان آدمؑ کو سوائے مٹی کے کچھ نہیں دیکھتا۔ مطلب یہ کہ دیکھو جب شیطان کو سجدہ کے لئے کہا گیا ہے تو اس نے یہی کہا ہے کہ یہ تو مٹی کے ہیں میں ان کو کیوں سجدہ کروں اور ان کے اندر جو کمالات تھے وہ اس کو دکھلائی نہیں دیئے تو اسی طرح تم بھی قرآن شریف کے صرف الفاظ کو مت دیکھو بلکہ اس کے معانی اور بطون پر بھی غور کرو تاکہ اس کی کچھ حقیقت معلوم ہو۔

ظاہر قرآن چو شخص آدمی است	کو نقوشش ظاہر و جانش خفی است
قرآن کا ظاہر آدمی کے وجود کی طرح ہے	کہ اس کے نقش ظاہر ہیں اور اس کی روح پوشیدہ ہے

یعنی قرآن شریف کا ظاہر آدمی کے جسم کی طرح ہے کہ اس کے نقوش تو ظاہر ہیں اور اس کی جان خفی ہے۔

مرد را صد سال عم و خال او	یک سر موئے نہ بیند حال او
سو سال تک انسان کے چچا اور ماموں	اس کی حالت کا بال برابر نہیں دیکھ سکتے ہیں

یعنی آدمی کو سو برس تک اس کے چچا اور ماموں (دیکھتے ہیں مگر) ایک بال برابر بھی اس کے حال کو نہیں دیکھتے مطلب یہ کہ دیکھو انسان کے جسم کو اس کے رشتہ دار ہی برسوں تک دیکھتے رہتے ہیں مگر اس کے اندرونی حالات کا پتہ بھی نہیں چلتا اسی طرح صرف قرآن شریف کے الفاظ سے اس کے بطون اور اس کے اسرار تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ آگے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء جو غاروں وغیرہ میں پوشیدہ رہتے ہیں اس میں کیا مصلحت ہے۔ چونکہ یہاں بیان کیا تھا کہ صرف جسم کو دیکھ لینے سے حقیقت کا پتہ نہیں چلتا تو اب فرماتے ہیں کہ اسی طرح اولیاء وغیرہ کے پوشیدہ رہنے سے اس کی اصل حقیقت اور وجہ معلوم نہیں ہو سکتی۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ مولانا یہاں تک معترضین کا اعتراض اور اس کا اجمالی جواب بیان کر کے اب تفصیلی جواب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ قرآن صرف آسان ہے کیونکہ قرآن کیلئے ایک معنی ظاہری ہیں اور اس کے تحت میں ایک معنی باطنی ہیں (مگر ان ظاہری اور باطنی معنوں میں تخالف نہیں خوب سمجھ لو دھوکہ نہ کھانا) اور اس باطنی معنی کے تحت میں ایک اور معنی باطنی ہیں جس میں عقول و افکار اہل ظاہر متحیر ہو جاتے ہیں اور اس باطن کے تحت میں ایک تیسرا باطن ہے کہ اس کے اندر تمام عقول حیران ہو جاتی ہیں۔ الا ماشاء اللہ اور قرآن کا بطن چہارم تو خدائے وحدہٗ لاشریک کے سوا کسی نے دیکھا ہی نہیں اسی طرح تم اس حدیث معتمد سے ساتوں بطون کو گن جاؤ۔

فائدہ:۔ مولانا کے اس مضمون سے یہ امر معلوم ہو گیا کہ کسی مخلوق کو تمام اشیاء کا علم نہیں بلکہ یہ صفت حق سبحانہ کے ساتھ مختص ہے پس جن مضامین سے اہل اللہ کے احاطہ علمی کا شبہ ہوتا تھا ان کی تشریح خود مولانا ہی کے مضمون سے ہو گئی اور خود مولانا ہی نے اس شبہ کا ازالہ فرما دیا اور اس سے ان لوگوں کی غلطی بھی ظاہر ہو گئی جو ما من رطب

www.besturdubooks.wordpress.com

ولا یابس الافی کتاب مبین سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ما کان و ما یکون پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ اگر یہ امر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ کتاب مبین سے قرآن ہی مراد ہے اور یہ بھی مان لیا جائے کہ یہ حصر حقیقی ہی ہے تب بھی ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ تمام اشیاء مذکور بھی ہوں گی تو ظہر مع بطون سبعہ میں مذکور ہوں گی او بطن چہارم و پنجم و ششم و ہفتم کا علم مختص بذات جل مجدہ ہے تو جو اشیاء ان بطون اربعہ میں مذکور ہے ان کا علم خدا کے سوا کسی کو نہ ہوگا۔ پس علم ما کان و ما یکون پر استدلال باطل ہو گیا اور منافی احاطہ تصریحات و نصوص میں تاویل کرنا اور بظاہر مثبت احاطہ میں تاویل نہ کرنا کھلی ہٹ دھرمی اور جدال صریح ہے واللہ اعلم و علمہ اتم) پس اس مضمون سے ثابت ہو گیا کہ قرآن صرف آسان ہی نہیں بلکہ دشوار بھی اتنا ہے کہ عقول عامہ تو درکنار عقول خاصہ کی رسائی بھی وہاں تک نہیں۔ پس تم قرآن کے ظاہر ی کو نہ دیکھو بلکہ اس کے بطون پر نظر کرو۔ اس لئے کہ صرف ظاہر کو دیکھنا اور باطن پر نظر نہ کرنا سنت ہے۔ ابلیس کی کہ وہ آدم میں صرف مٹی دیکھتا ہے اور ان کے کمالات علمیہ و عملیہ کو نہیں دیکھتا اور بے دھڑک انا خیر منہ کہہ بیٹھتا ہے تمام ظاہر قرآن کو ایسا سمجھو جیسے کہ ظاہر آدمی کہ اس کا تشکل ظاہر ہے اور روح مخفی یوں ہی ظاہر قرآن کے لئے بھی باطن ہے جو کہ مخفی ہے اور جس طرح کہ آدمی کو اس کے چچا ماموں وغیرہ سو برس تک دیکھتے ہیں مگر اس کے تمام حالات باطنی پر مطلع نہیں ہو سکتے یہی حالت قرآن کی ہے کہ کوئی کتنی ہی جدوجہد کرے مگر اس کے کل باطنی معانی پر اس کو بھی اطلاع نہیں ہو سکتی۔

شرح شبّیری

بیان اس کا کہ انبیاء و اولیاء کا غاروں میں جانا اپنے کو پوشیدہ کرنے کے واسطے نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کو یہ بات بتلانے کے واسطے ہوتا ہے کہ دنیا سے قطع تعلق کرنا چاہیے

آنکہ گویند اولیاء در کہ بوند	تاز چشم مردمان پنہان شوند
لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اولیاء پہاڑوں میں ہوتے ہیں	تا کہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہیں

یعنی یہ جو کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ پہاڑوں میں (اس لئے) ہوتے ہیں تا کہ لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہیں۔

پیش خلق ایشان فراز صد کہ اند	گام خود بر چرخ ہفتم می نہند
مخلوق کے سامنے (رہتے ہوئے بھی) وہ سو پہاڑوں کی بلندی پر ہیں	اپنا قدم ساتویں آسمان پر رکھتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مخلوق کے سامنے وہ سو پہاڑوں کی بلندی پر ہیں اور اپنا قدم ساتویں آسمان پر رکھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ لوگوں میں جو مشہور ہے کہ اولیاء اللہ پہاڑوں میں اس لئے رہتے ہیں تاکہ پوشیدہ رہیں تو یہ غلط ہے بلکہ وہ تو لوگوں کے سامنے خوب بلندی پر ہوتے ہیں کہ جس کا دل چاہے دیکھ لے اور معلوم کرلے۔

پس چرا پنہان شود کہ جو بود	کز صد دریاؤ کہ آنسو بود
تو کیوں چھپے پہاڑوں کو کیوں تلاش کرے	وہ جو سو دریاؤں اور پہاڑوں سے ادھر ہو

یعنی پھر وہ پوشیدہ اور پہاڑ کے متلاشی کیوں ہوں گے کہ وہ تو سو دریا اور کوہ سے اس طرف ہیں یعنی وہ تو ان سب دریاؤں اور کوہ سے بالا ہو چکے ہیں ان کو ان تعلقات کی پرواہ نہیں رہی ہے اور وہ اس کے محتاج نہیں رہے ہیں کہ اپنے کو پوشیدہ کرنے کے لئے پہاڑوں میں چھپتے رہیں۔

حاجتش نبود بسوئے کہ گریخت	کز پیش کرہ فلک صد نعل ریخت
اس کو پہاڑوں کی جانب بھاگنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے	جس کے پیچھے (بھاگنے میں) آسمان کے بچھیرے نے سینکڑوں نعل توڑے ہیں

یعنی اس ولی کو پہاڑ کی طرف بھاگنے کی حاجت نہیں ہوتی جس کے پیچھے کرہ فلک نے سو نعل گرادئے۔ یعنی جن حضرات کی تہ کو فلک بھی باوجود کوشش کے نہ پہنچ سکا ان کو پہاڑوں میں پوشیدہ ہونے کی بھلا کیا حاجت ہے۔

چرخ گردید و ندید او گرد جان	تعزیت جامہ بپوشید آن زمان
آسمان گھوما اور اس نے روح کی گرد کو (بھی) نہ دیکھا	اس وقت اس نے ماتمی لباس پہن لیا

یعنی آسمان پھرا اور اس نے (ان کی) جان کی گرد (بھی) نہ دیکھی۔ (تو) اس وقت تعزیت کا کپڑا پہن لیا (چونکہ پہلے جامہ تعزیت نیلا پہنتے تھے اس لئے چرخ کی نیلی رنگت کو جامہ تعزیت کہدیا) مطلب یہ ہے کہ جب چرخ نے ان کی تہ کو پہنچنا چاہا اور پھر یہ نہ مل سکے تو آخرکار مجبور ہو کر جامہ تعزیت پہن کر بھٹک کر بیٹھ رہا۔ آگے ان حضرات کے حالات کے پوشیدہ ہونے کو دوسرے عنوان سے بیان فرماتے ہیں کہ۔

گر بظاہر آن پری پنہان بود	آدمی پنہان تر از پریان بود
اگرچہ بظاہر پری پوشیدہ ہوتی ہے	آدمی پریوں سے زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے

یعنی اگرچہ بظاہر جن پوشیدہ ہوتا ہے (لیکن) آدمی جنوں سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے۔

نزد عاقل زان پری کہ مضمر است	آدمی صد بار خود پنہان تر است
عقلمند کے نزدیک اس پری سے جو پوشیدہ ہے	آدمی سو گنا زیادہ پوشیدہ ہے

یعنی عاقل کے نزدیک اس جن سے جو کہ پوشیدہ ہے آدمی سو دفعہ خود پوشیدہ زیادہ ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو جنات بالکل پوشیدہ ہوتے ہیں کہ کسی کو نظر نہیں آتے مگر انسان اپنے حالات کے اعتبار سے ان سے بھی

زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے کہ اس کی اصلی حالت اور اندرونی حال کا پتہ چلنا بہت ہی مشکل قریب بہ محال ہے اور یہ بات ایسی ہے کہ ہر انسان کو عام ہے تو جو اور بھی برگزیدہ اور ولی خدا ہیں ان کے باطن کی حالت تو بھلا کس طرح معلوم ہو سکتی ہے آگے خود اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

آدمی نزدیک عاقل چون خفی است	چون بود آدم کہ در غیب او صفی است
جبکہ عقلمند کے نزدیک آدمی پوشیدہ ہے	تو ان آدم کا کیا حال ہوگا جو (عالم) غیب کے برگزیدہ ہیں؟

یعنی عاقل کے نزدیک جب آدمی خفی ہے تو وہ آدم کس طرح ہونگے جو کہ غیب میں برگزیدہ ہیں مطلب یہ کہ جب عوام الناس کے باطنی حالات کا پتہ نہیں چلتا تو بھلا اولیاء اللہ اور انبیاء کے حالات تو کیا ہی پتہ چل سکتا ہے۔ آگے انسان کے جسم کے ظاہر اور اس کے حالات کے خفی ہونے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

اولیاء اللہ کی صورت اور ان کے کلام کی عصائے موسیٰ اور فسوں عیسیٰ علیہ السلام کی صورت سے تشبیہ

آدمی ہمچون عصائے موسیٰ است	آدمی ہمچون فسون عیسیٰ است
آدمی (حضرت) موسیٰ کے عصا کی طرح ہے	آدمی (حضرت) عیسیٰ کے دم (کرنے) کی طرح ہے

یعنی آدمی موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی طرح ہے اور آدمی عیسیٰ علیہ السلام کے فسوں کی طرح ہے۔

در کف حق بہر داد و بہر زین	قلب مومن ہست بین الاصبعین
عطا اور زینت کے لئے اللہ (تعالیٰ) کے ہاتھ میں	مومن کا دل دو انگلیوں کے درمیان ہے

یعنی حق تعالیٰ کے قبضہ میں واسطے داد کے اور زینت کے مومن کا قلب دو انگلیوں کے درمیان میں ہے۔

فائدہ:۔ اس شعر کی وجہ ربط شعر آئندہ کی تقریر میں آتی ہے۔

ظاہرش چوبے ولیکن پیش او	کون یک لقمہ چو بکشاید گلو
اس کا ظاہر لکڑی ہے لیکن اس کے سامنے	جب وہ منہ کھولے، عالم ایک لقمہ ہے

یعنی ظاہر میں تو ایک لکڑی ہے لیکن اس کے آگے تمام دنیا ایک لقمہ ہے جو وہ گٹکو کھوٹ مطلب یہ کہ انسان بظاہر تو ایک مضغۂ لحم ہے اس کے اندر کچھ بھی نہیں ہے جس طرح کہ عصائے موسیٰ صرف ایک لکڑی تھا لیکن جس طرح کہ وہ موسیٰ کے ہاتھ میں آ کر اژدہا جاندار بن جاتا تھا اسی طرح یہ قلب انسانی اصبعین حق میں رہ کر اس قدر باقوت و عظمت ہو جاتا ہے کہ پھر اس کے آگے کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔

تو مبین ز افسوں عیسیٰ حرف و صوت	آن بہ بیں کز وے گریزان گشت موت
(حضرت) عیسیٰ کے دم کرنے میں تو حرف اور آواز کو دیکھ	یہ دیکھ کہ اس سے موت بھاگ گئی ہے

یعنی تو افسوں عیسوی سے صرف حرف وصوت ہی کو مت دیکھ (بلکہ) یہ دیکھ کہ اس (افسوں) سے موت بھاگ گئی۔ مطلب یہ کہ یہ بات صرف مت دیکھو کہ یہ تو صرف الفاظ ہیں ان کا پڑھنا کیا مشکل ہے اور اس سے عیسیٰ علیہ السلام کی کیا فضیلت معلوم ہوئی تو بات یہ ہے کہ اس میں غور کرنے کے بعد دیکھنے کی تو یہ بات ہے کہ اس آواز سے موت بھاگ گئی مردے زندہ ہو گئے۔

تو مبین ز افسونش آن لہجات پست	آن نگر کہ مردہ بر جست و نشست
ان کے دم کرنے میں تو دھیمے لہجے کو نہ دیکھ	یہ دیکھ کہ مردہ کودا اور بیٹھ گیا

یعنی تم ان کے افسوں سے ان پست لہجوں کو مت دیکھو (بلکہ اس کو دیکھو کہ مردہ کود کر بیٹھ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ صرف اس کی صورت ہی کو مت دیکھو بلکہ اس کی اصلی حالت کو دیکھو۔

تو مبین مر آن عصا را سہل یافت	آن ببیں کہ بحر اخضر را شگافت
تو اس عصا کو آسانی سے حاصل ہو جانے والا نہ دیکھ	یہ دیکھ کہ اس نے بحر اخضر کو چیر دیا

یعنی تم اس عصا کو سہل یاب مت دیکھو وہ دیکھو کہ اس نے بحر اخضر کو پھاڑ دیا مطلب یہ کہ عصائے موسوی میں صرف اس بات کو مت دیکھو کہ یہ تو ایک لکڑی ہے اس کا ملنا تو بہت آسان ہے کہ ایک اس ساتھ کی لکڑی ہم بھی بنالیں گے مگر یہ تو دیکھو کہ جو صفت اس کے اندر ہے وہ تو تمہارے عصا میں نہیں ہے۔ بس یہی فرق اس عصائے موسوی اور تمہارے عصا میں ہے کہ مثلاً اس نے دریا کو پھاڑ دیا تھا اور راستہ بنا دیا تھا مگر تمہارا عصا اس کام کا نہیں ہے۔

توز دوری دیدۂ چتر سیاہ	یک قدم پا پیش نہ بنگر سپاہ
تو نے دور سے سیاہ چھتر دیکھا ہے	ایک قدم آگے رکھ لشکر کو دیکھ

یعنی تو نے دور سے چتر سیاہ کو دیکھ لیا ہے مگر ایک قدم پاؤں آگے رکھ اور سپاہ کو دیکھ لے مطلب یہ کہ تم نے دور سے چتر کو دیکھا ہے تو تم سمجھے ہوئے ہو کہ بس یہ چیز ہی چھتر ہے اور کوئی چیز نہیں ہے حالانکہ اس کے ہمراہ فوج بھی تو ہے اگر تم آگے بڑھو گے تو اس فوج کو بھی دیکھ لو گے بس اسی طرح اولیاء کی صرف صورت دیکھ کر تم نے سمجھ لیا ہے کہ جو ہے یہی ہے حالانکہ تم اگر آگے بڑھو اور دیکھو تو اس وقت ان کی اصلی حقیقت معلوم ہو۔

توز دوری می نہ بینی جز کہ گرد	اند کے پیش آ ببین در گرد مرد
تو دوری سے سوائے گرد کے کچھ نہیں دیکھتا ہے	تھوڑا سا آگے آ، گرد میں مرد کو دیکھ

یعنی تو دور سے سوائے گرد کے اور کچھ نہیں دیکھتا تو تو تھوڑا سا آگے بڑھ تو گرد میں تو مرد کو دیکھے گا مطلب یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ دور سے تو صرف گرد ہی معلوم ہو رہی ہے لیکن آگے بڑھو تو اس میں سپاہی بھی نظر آ دیں گے۔ آگے انبیاء و اولیاء کے کچھ اور حالات بیان فرماتے ہیں اور اس کے ضمن میں آیت یا جبال اوبی الخ کی تفسیر بھی فرماتے ہیں۔

حق تعالیٰ کے قول یا جبال اوبی معه والطیر کی تفسیر

دیدہ ہارا گرد او روشن کند	کوہ ہارا مردئی او برکند
اس کی گرد آنکھوں کو روشن کر دیتی ہے	اس کی بہادری پہاڑوں کو اکھاڑ دیتی ہے

یعنی ان (حضرات) کی گرد آنکھوں کو روشن کرتی ہے اور پہاڑوں کو اس کی ایک پھونک اکھاڑ دیتی ہے۔

چون برآمد موسیٰ از اقصائے دشت	کوہ طور از مقدمش رقاص گشت
جب (حضرت) موسیٰ جنگل کے آخر سے برآمد ہوئے	ان کی تشریف آوری سے کوہ طور رقص کرنے لگا

یعنی جب موسیٰ منتہائے جنگل سے تشریف لائے تو طور پہاڑ ان کے آنے کی وجہ سے ناچنے لگا یعنی خوشی میں وجد کرنے لگا۔

روئے داؤدؑ از فرش تابان شدہ	کوہ ہا اندر پیش نالان شدہ
(حضرت) داؤدؑ کا چہرہ اس (اللہ) کی شان سے روشن ہوا	پہاڑ ان کے پیچھے روئے

یعنی داؤدؑ کا چہرۂ مبارک حق تعالیٰ کے جلال سے تابان ہوا تھا تو پہاڑ ان کے پیچھے نالاں ہوئے تھے مطلب یہ کہ دیکھو بظاہر تو یہ حضرات بھی صرف انسان ہی تھے لیکن چونکہ خدا سے ان کو تعلق ہو گیا ہے اس لئے ان کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ سب چیزیں ان کے تابع ہو گئی ہیں۔

کوہ باداؤد گشتہ ہمرہے	ہر دو مطرب مست در عشق شہے
پہاڑ (حضرت) داؤدؑ کے ساتھی بنے	دونوں گانے والے شاہ کے عشق میں مست تھے

یعنی پہاڑ داؤدؑ کا ساتھی ہوا کہ دونوں مطرب عشق شاہ میں مست تھے۔ مطلب یہ کہ دیکھو ان حضرات کی وہ شان تھی کہ پہاڑ بھی ان کے ہمزبان ہو جاتے تھے اور ان کے ساتھ ذکر کرتے تھے اور یہ حالت تھی کہ۔

یا جبال اوبی امر آمدہ	ہر دو ہم آواز وہم پردہ شدہ
اے پہاڑو! جوابی ہو کا حکم آیا	دونوں ہم آواز اور ہم ساز ہو گئے

یعنی یا جبال اوبی حکم آیا ہوا تو دونوں ہم آواز اور ہم پردہ ہو رہے تھے مطلب یہ کہ دیکھو ان حضرات کی یہ شان تھی کہ پہاڑوں کو حکم دیا گیا تھا کہ ان کے ساتھ ہمزبان رہو اور اگر کسی وقت ذکر سے ان کو غفلت ہو جاوے تو تم یاد دلا دیا کرو گے آگے ایک اور حالت بیان فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت داؤدا تو ہجرت دیدۂ	بہر من از ہمدمان ببریدۂ
(اللہ نے) فرمایا اے داؤدؑ! تو نے ہجر دیکھا ہے	میرے لئے تو ساتھیوں سے کٹا ہوا ہے

یعنی حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے داؤدؑ تم نے ہجر دیکھا ہے میرے واسطے تم نے ہمدموں سے قطع کرلیا ہے

ائے غریب وفرد بے مونس شدہ	آتش شوق ازدلت شعلہ زدہ
اے اکیلے مسافر! تو بے یار بنا ہے	تیرے دل سے شوق کی آگ بھڑکی ہے

یعنی اے غریب اور یکتا جو کہ بے مونس ہوگیا ہے اور شوق کی آگ تیرے دل سے شعلہ ماررہی ہے۔

مطربان خواہی و قوال و ندیم	کوہ ہارا پیش آرد آن قدیم
تو گویے اور قوال اور ہم مجلس چاہتا ہے	وہ قدیم (اللہ) تیرے سامنے پہاڑوں کو لاتا ہے

یعنی تم کو مطربوں کی اور قوالوں کی اور ندیم کی خواہش ہے تو وہ قدیم (حق تعالیٰ) تمہارے آگے پہاڑوں کو لاتا ہے یعنی تم کو جو اس کی ضرورت ہے کہ ذکر وشغل میں کوئی تمہارا ساتھی ہو تو اس کے لئے پہاڑوں کو مقرر کیا جاتا ہے کہ وہ تمہارے ہم زبان رہیں گے۔

تاکہ قوالی و سرنائی کنند	جملہ پیشت باد پیمائی کنند
تاکہ وہ (تیرے لئے) قوالی اور شہنائی بجائیں	سب تیرے سامنے نغمہ سرائی کریں

یعنی تاکہ (وہ پہاڑ) قوالی اور خوش آوازی کریں اور تاکہ تمہارے سامنے نغمہ سرائی کریں تو ایک تو ان پہاڑوں کی تسبیح میں مصلحت تھی کہ داؤدؑ کی ہمزبان ہوجاویں اور ایک یہ مصلحت تھی کہ۔

تابدانی نالہ چون کہ را رواست	بےلب ودندان ولی را نالہ ہاست
تاکہ تو سمجھ لے کہ جب پہاڑ کا نالہ ہو سکتا ہے	تو ولی کے نالے بغیر ہونٹ اور دانتوں کے ہیں

یعنی تاکہ تم جان لو کہ جب نالہ پہاڑ کیلئے جائز ہے تو بےلب ودندان کے ولی کے لئے نالے ہیں مطلب یہ کہ اس سے ایک یہ بات مقصود تھی کہ تاکہ سب کو معلوم ہوجاوے کہ جب پہاڑ بھی بول سکتے ہیں جن کے کہ نہ منہ ہے اور نہ زبان ہے تو اولیاءاللہ بھی بے زبان ہلائے صرف دل سے تسبیح وتہلیل کرسکتے ہیں۔

نغمۂ اجزائے آن صافی جسد	ہر شبے در گوش حسش می رسد
اس صاف جسم کے اجزاء کا نغمہ	ہر رات کو اس کے حس کے کان میں پہنچتا ہے

یعنی اس صافی جسد کے اجزاء کے نغمے ہر رات کو اس کے گوش حس میں پہنچتے ہیں۔

ہمنشیناں نشنوند او بشنود	اے خنک جان کو بغیبش بگرود
ہمنشین نہیں سنتے وہ سنتا ہے	وہ جان قابل مبارکباد ہے جو اس کی نادیدہ باتوں کی گرویدہ ہو

یعنی ہمنشین لوگ تو سنتے نہیں اور وہ سنتا ہے کیا اچھی ہے وہ جان جو کہ اس کی طرف گرویدہ ہو۔ (اور اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ)

بنگرد در نفس خود صد گفتگو	ہمنشین او نبردہ ہیچ بو
وہ اپنے نفس میں سیکڑوں گفتگوئیں دیکھتا ہے	(اور) اس کے ہمنشین کو کچھ پتہ نہیں ہے

یعنی وہ اپنے نفس میں سو گفتگو دیکھتا ہے اور اس کا ہمنشین کسی قسم کی بو نہیں لے گیا ہے یعنی وہ بہت سی گفتگوئیں اپنے نفس میں سنتا ہے اور اس کے ہمنشین کو بالکل خبر بھی نہیں ہوتی آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

صد سوال و صد جواب اندر دلت	می رسد از لامکان تا منزلت
تیرے دل میں سیکڑوں سوال اور سیکڑوں جواب	لامکان سے تیرے مقام تک پہنچتے ہیں

یعنی سینکڑوں سوال اور سینکڑوں جواب تیرے دل میں لامکان سے تیرے گھر تک پہنچتے ہیں۔

بشنوی تو نشنود زان گوشہا	گر بہ نزدیک تو آرد گوش را
تو سنتا ہے وہ ان کانوں سے نہیں سنتا	اگرچہ وہ کانوں کو تیرے قریب لے آئے

یعنی تم تو سنتے ہو اور وہ ان کانوں سے نہیں سنتا اگرچہ وہ کان کو تیرے پاس کو لے آوے (مولانا فرماتے ہیں کہ)

گیرم اے کر خود تو آنرا نشنوی	چون مثالش دیدۂ چون نگروی
اے بہرے! میں مانتا ہوں تو اس کو نہیں سنتا ہے	جب تو نے اس کی ایک مثال دیکھ لی گرویدہ کیوں نہیں ہوتا؟

یعنی اے بہرے میں نے فرض کیا کہ تو خود ان باتوں کو نہیں سنتا (مگر) جب تو نے اس کی مثال دیکھ لی تو کیوں گرویدہ نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو بہت سے خیالات تمہارے دل میں پیدا ہوتے ہیں اور سوال و جواب دل میں آتے ہیں اور تم سب سنتے ہو مگر تمہارے ہمنشین کو خبر بھی نہیں ہوتی تو اگرچہ تم اولیاء اللہ کی باتوں کو سن نہیں سکتے مگر جب یہ ایک مثال موجود ہے اور خود تمہارے ساتھ بھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک بات کو تم سنتے ہو اور تمہارا ہمنشین نہیں سنتا تو پھر اس مثال ہی سے سمجھ لو کہ ایسا ہو سکتا ہے آگے اس طاعن مثنوی کا جواب دیتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اوپر مولانا نے بیان فرمایا تھا کہ آدمی کی باطنی حالت مخفی ہے اس کو مبنی قرار دیکر عوام کی غلط فہمی کو دور کرنا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اولیاء پہاڑوں میں رہتے ہیں اور وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی نظروں سے مخفی رہیں یہ ان کی غلطی ہے اس لئے کہ وہ تو لوگوں کے سامنے بھی سینکڑوں پہاڑوں پر ہے ہیں اور گویا کو چرخ ہفتم پر ہیں۔ اس لئے کہ لوگ اپنی باطنی حالت سے ان کے پیش نظر ہوتے ہوئے بھی واقف

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں ہو سکتے جب ان کی یہ حالت ہے تو ان کو کیا ضرورت ہے کہ وہ چھپیں اور پہاڑوں کو ڈھونڈیں۔ کیونکہ وہ تو عوام کے لحاظ سے ایسے ہی ہیں جیسے کوئی سینکڑوں مندروں اور پہاڑوں کے ادھر ہو پس ان کو اس کی ضرورت نہیں کہ وہ پہاڑوں میں بھاگ کر جائیں کیونکہ وہ تو اس قدر تیز رو ہیں کہ اسپ فلک نے بھی ان کو پانے میں سینکڑوں نعلیں توڑ ڈالیں۔ آسمان اس قدر گھوما مگر وہ روح کی گرد کو بھی نہ دیکھ سکا۔ اس لئے غم میں ماتمی لباس (سیاہی مائل) پہن لیا گو بظاہر پری مخفی ہے مگر آدمی پریوں سے بھی زیاد. مخفی ہے جو شخص سمجھ رکھتا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ آدمی مخفی پری سے گو نہ زیادہ مخفی ہے تو شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ پری تو ظاہراً بھی مخفی ہے اور باطناً بھی مگر آدمی میں یہ کمال ہے کہ وہ باوجود ظاہر ہونے کے مخفی ہے مگر اس سے اچھا یہ ہے کہ یوں کہا جاوے کہ جن کمالات کی قابلیت عام انسانوں میں مضمر ہے اس کا عشر عشیر بھی پریوں میں نہیں اس لئے یہ زیادہ مخفی ہیں۔ بہ نسبت ان کے) پس جبکہ عام آدمی عاقل کے نزدیک مخفی ہے تو اس سے تم سمجھ لو کہ انسان کامل کس قدر مخفی ہوگا جو کہ برگزیدہ عالم غیب ہے۔ نیز یاد رکھو کہ آدمی عصائے موسیٰ کی مثل ہے یا یوں کہو کہ افسون عیسیٰ کی مانند ہے مومن کا قلب زینت اور افاضہ فیوض کے لئے حق سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں یعنی اس کی دو انگلیوں کے درمیان ہے اس میں بیان ہے مضمون بالا کی علت کا یعنی ایسا کیوں ہے جواب یہ ہے کہ وجہ اس کی یہ ہے کہ انسان کامل باعتبار قلب کے اصبعین حق کے درمیان میں ہے پس یہ سب کمالات ان اصبعین کی برکت ہے۔ جس طرح عصائے موسیٰ ایک چوب تھی مگر ید موسوی کی برکت سے اس میں کیا کمال ظاہر ہو جاتا تھا چنانچہ آگے اسی مضمون کی تصریح ہے کہ عصائے موسیٰ ظاہر میں تو ایک لکڑی ہے مگر جب وہ منہ کھولے تو عالم اس کا ایک لقمہ ہے پس یہی حالت آدمی کی ہے کہ وہ صورت میں ایک خاک کا پتلا ہے مگر اس میں ایسے ایسے عجیب وغریب کمالات ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے نیز افسون عیسیٰ بظاہر آواز اور چند حروف کا مجموعہ ہے مگر تم اسے نہ دیکھو بلکہ اس کے اس کمال کو دیکھو کہ اس سے موت ڈر کر بھاگتی ہے اور تم اس کی چپکے چپکے پڑھے جانے کو نہ دیکھو بلکہ اس کے اس کمال کو دیکھو کہ اس سے مردہ کود کر بیٹھ جاتا ہے نیز تم عصائے موسیٰ کی اس ظاہری حالت کو نہ دیکھو کہ سہل الوصول ہے بلکہ اس کے اس کمال کو دیکھو کہ اس نے بحر اخضر کے دو ٹکڑے کر ڈالے (علیٰ ہذا القیاس آدمی کے بھی ظاہر کو نہ دیکھو بلکہ اس کی صفات باطنہ پر نظر کرو یوں ہی قرآن کی بھی ظاہری سہولت پر نظر مت کرو بلکہ اس کی بواطن سبعہ کو دیکھو علیٰ ہذا مثنوی کی بھی ظاہری عنوان پر نظر نہ کرو بلکہ ان حقائق کو دیکھو جو اس میں مودع ہیں) تم نے دور سے چتر سیاہ دیکھ لیا اور سمجھ لیا کہ بس چتر ہی ہے اور کچھ نہیں مگر یہ تمہاری غلطی ہے ذرا پاس آ کر لشکر جرار کو دیکھو نیز تم کو دور سے صرف گرد دکھائی دیتی ہے مگر ذرا آگے بڑھو اور دیکھو کہ اس میں مرد بھی ہے اور مرد بھی ایسا جس کی گرد آنکھوں کو روشن کرتی ہے اور اس کی شجاعت پہاڑوں کو اکھیڑ ڈالتی ہے۔ دیکھو جب موسیٰ علیہ السلام تیہ سے نکلے تھے تو ان کی آمد سے طور کو وجد ہو گیا تھا۔ (واللہ اعلم بصحتہ) اور دیکھو داؤد علیہ السلام کا چہرہ فتر حق سبحانہ سے چمکا تو ان کے پیچھے پہاڑ روتے تھے پہاڑ داؤد علیہ السلام کے ہم آواز ہوئے اور دونوں نغمہ سرا ہوئے اور حکم ہوا یا جبال اوبی معہ اس بنا پر پہاڑ ان کے ساتھ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہم آواز اور ہم نغمہ ہوئے نیز حق سبحانہ نے فرمایا کہ داؤد تم نے جدائی دیکھی ہے اور میرے لئے اپنے دوستوں سے قطع تعلق کیا ہے اور اے بے کس تنہا اور بے غمخوار تیرے دل میں آتش شوق شعلہ زن ہے اس لئے تجھ کو مطربوں اور قوالوں اور ہمنشینوں کی ضرورت ہے لہذا ہم تیرے سامنے پہاڑوں کو لاتے ہیں تا کہ یہ قوالی کریں اور گائیں بجائیں اور سب کے سب تیرے نغمہ سرا ہوں اور اس ذریعہ سے تیری آتش شوق میں کچھ سکون ہو جب تم کو یہ امر معلوم ہو گیا تو تم کو اپنی نظر کو صرف صورت ظاہری انسانی ہی تک محدود نہ رکھنا چاہئے بلکہ ان کمالات کو بھی دیکھنا چاہئے اور اسی پر قرآن اور مثنوی کی حالت کو قیاس کر لینا چاہئے اب تم یہ سمجھو کہ جب پہاڑ نالے کر سکتے ہیں حالانکہ ان کے نہ ہونٹ ہیں اور نہ دانت۔ یوں ہی قلوب اولیاء اللہ بھی بلا ہونٹوں اور دانتوں کے نالہ کرتے ہیں۔ اور ان مہذب الاجسام والقلوب حضرات کے اجزاء کا نالہ ہر شب ان کے حسی کانوں تک پہنچتا ہے اور وہ ان ہی کانوں سے اس کو سنتے ہیں گو بوجہ عدم صفا کے ان کے پاس بیٹھنے والے نہیں سنتے مگر وہ اپنی صفا کے سبب خود سنتے ہیں پس چاہئے کہ ان کی حالت مخفیہ کی تصدیق کی جائے کیونکہ ایسے لوگ بہت خوش نصیب ہیں یہ لوگ اپنے دلوں کو سینکڑوں طرح کی باتیں کرتے سنتے ہیں مگر ان کے پاس بیٹھنے والے کو اس کی ہوا بھی نہیں لگتی۔ مثلاً تمہارے دل اور تمہارے اس مکان میں عالم غیب سے سینکڑوں سوال و جواب آتے ہیں مگر تم خود ان کو سنتے ہو لیکن اگرچہ دوسرے لوگ کان پاس لا کر اور خوب غور سے بھی سننا چاہیں مگر تا ہم نہیں سن سکتے۔ پس اے بہرے ہم نے مانا کہ تجھے وہ آواز نہیں سنائی دیتی لیکن جب تیرے پاس اس کی نظیر موجود ہے تو پھر اس کے قبول کرنے میں تجھے کیوں حجت ہے۔ (تنبیہ "حرف قرآن را بدان کو ظاہر ست"۔ سے یہاں تک مضمون استطرادی تھا اس کے بعد مقصد اصلی کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے سگ طاعن تو عو عو میکنی الخ۔

شرح شبیری

مثنوی پر اپنے فہم کی کمی کی وجہ سے طعن کرنے والے کا جواب

اے سگ طاعن تو عو عو میکنی	طعن قرآن رابرون شو میکنی
اے طعنہ دینے والے کتے! تو بھوں بھوں کرتا ہے	قرآن پر طعنہ کے لئے راستہ بناتا ہے

یعنی اے طعن کرنے والے کتے تو بھوں بھوں کرتا ہے اور قرآن کے طعن کو مخلص تلاش کرتا ہے۔

این نہ آن شیر ست کزوے جان بری	یاز پنجۂ قہر او ایمان بری
یہ وہ شیر نہیں ہے جس سے تو جان بچا سکے	یا اس کے غضب کے پنجے سے ایمان کو بچا سکے

یعنی یہ وہ شیر نہیں ہے کہ اس سے تو جان بر ہو سکے یا اس کے پنجہ قہر سے ایمان لے جاوے مطلب یہ ہے کہ

اے طاعن تو جو مثنوی پر طعن کر رہا ہے اور وہ طعن بالکل طعن قرآن کے مثل ہے اور مثنوی کی حالت بالکل قرآن جیسی ہے اور قرآن پر طعن کرنے سے ظاہر ہے کہ ایمان کی سلامتی نہیں ہے تو بس مولانا فرماتے ہیں کہ مثنوی پر طعن کرنے سے بھی ایمان سلامت نہ رہے گا۔

تا قیامت می زند قرآن ندا	اے گروہ جہل را گشتہ فدا
قیامت تک کے لئے قرآن آواز دے رہا ہے	اے نادانی پر فدا گروہ!

یعنی قیامت تک قرآن ندا کر رہا ہے کہ اے وہ گروہ جو کہ جہل پر فدا ہو رہا ہے۔

مرمرا افسانہ مے پنداشتید	تخم طعن و کافری مے کاشتید
تم نے مجھے ایک افسانہ سمجھا	طعنے اور کفر کا بیج بویا ہے

یعنی مجھ کو تم ایک افسانہ سمجھتے تھے اور طعن و کافری کا بیج بوتے تھے۔

خود بدیدید آں کہ طعنہ می زدید	کہ شما فانی و افسانہ بدید
تم جو طعنہ زنی کرتے تھے تم نے خود دیکھ لیا	کہ تم خود فنا ہونے والے اور افسانہ بن گئے

یعنی یہاں تک کہ اے لوگو جو کہ طعنے مارتے تھے دیکھ لوگے کہ تم ہی فانی اور افسانہ تھے اور میری تو یہ حالت ہے کہ۔

من کلام حقم و قائم بذات	قوت جان جان و یاقوت زکات
میں اللہ کا کلام اور (اللہ کی) ذات سے قائم ہوں	روح کی روح کی غذا اور پاک یاقوت ہوں

یعنی میں تو کلام حق ہوں اور قائم بذات (حق) ہوں اور جان جان کی روزی اور یاقوت پاکی کا ہوں مطلب یہ کہ وہ کلام پاک کہتا ہے کہ میں کلام نفسی کے درجہ میں فانی نہیں ہوں اور قائم بذات حق ہوں اب تم ہی دیکھ لو کہ کون فانی اور افسانہ ہے۔

نور خورشیدم فتادہ بر شما	لیک از خورشید ناگشتہ جدا
میں سورج کا نور ہوں جو تم پر پڑ رہا ہے	لیکن سورج سے جدا نہیں ہوا ہے

یعنی میں نور خورشید ہوں جو کہ تم پر پڑا ہے لیکن خورشید سے جدا نہیں ہوا ہے مطلب یہ کہ میں نور خورشید ہوں کہ تم پر اپنا فیض اور اپنی روشنی ڈال رہا ہوں مگر خورشید سے بھی الگ نہیں ہوا بلکہ خورشید سے میرا تعلق باقی ہے اور میں خورشید کے ساتھ رہ کر تم کو فیض پہنچا رہا ہوں۔

نک منم ینبوع آں آب حیات	تا رہانم عاشقاں را زین ممات
یہ میں اس آب حیات کا چشمہ ہوں	تاکہ عاشقوں کو اس موت سے نجات دیدوں

یعنی یہ میں اس آب حیات کا چشمہ ہوں تاکہ میں عاشقوں کو اس ممات سے چھڑاؤں مطلب یہ ہے کہ وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

قرآن کہتا ہے کہ میں آب حیات کا چشمہ ہوں کہ میں عشاق کو اس موت ابدی سے چھڑاتا ہوں۔

گر چنان گند آزتان نگیختے	جرعۂ برگورتان حق ریختے
اگر تمہاری حرص ایسی گندگی نہ اچھالتی	اللہ (تعالیٰ) تمہاری قبر پر ایک گھونٹ بہا دیتا

یعنی اگر تمہاری مرض اس طرح گندگی نہ پھیلاتی تو ایک گھونٹ تمہاری گور پر حق تعالیٰ ڈالتے مطلب یہ کہ اگر تم لوگ حرص وطمع کو نہ پھیلاتے تو حق تعالیٰ اس کلام پاک میں سے تم کو بھی حصہ عنایت فرماتا مگر تم لوگ تو دنیا میں لگ گئے تو پھر اس کا فیض تم تک کب پہنچ سکتا تھا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

نے بگیرم گفت و پند آن حکیم	دل نگردانم بہر طعن سقیم
نہیں میں اس دانا کا قول اور نصیحت اختیار کرتا ہوں	ہر کمزور طعنے کی وجہ سے دل نہیں پھیرتا ہوں

یعنی نہیں میں اس حکیم کی بات اور پند کو اختیار کرتا ہوں اور ہر طعن سقیم کی وجہ سے دل نہیں پھیرتا۔

یعنی تا کہ میرا درد اس سے دوا پاوے اور میں ہر اس طعن سے فارغ اور جدا ہو جاؤں مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ میں ان طعنوں کی وجہ سے رکوں گا نہیں اور اسی طرح فیض دیتا رہوں گا اور میں حکیم کی پند پر عمل کروں گا جس کو کہ ذیل میں بیان کرتے ہیں حکیم سے مراد حکیم غزنوی ہیں وہ ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ او طعن کرنے والے کتے تو بھوں بھوں کرتا ہے۔ جا دور ہو۔ کمبخت تو قرآن پر اعتراض کرتا ہے کیونکہ جو اسلوب مثنوی میں اختیار کیا گیا ہے وہ ہی اسلوب قرآن کا ہے۔ پس تیرا اس کو نقص سمجھنا گویا کہ قرآن کو ناقص کہنا ہے یاد رکھ میری مثنوی وہ شیر نہیں ہے۔ جس کے پنجہ سے تیری جان سلامت رہ جاوے یا اس کے پنجہ قہر سے تیرا ایمان محفوظ رہ جاوے کیونکہ اس پر اعتراض کرنا مستلزم ہے قرآن پر اعتراض کرنے کو اور قرآن پر اعتراض کرنا تو سمجھ لے کیا ہے تو قرآن پر کیا اعتراض کرتا ہے یاد رکھ کہ وہ تو قیامت تک بآواز بلند پکارتا رہے گا کہ اے فدائے جہل گروہ تم نے مجھے اساطیر الاولین سمجھا اور طعن وکفر کا بیج بویا مگر اے طاعنو تم نے دیکھ لیا کہ تم خود فانی وافسانہ تھے اور میں فانی نہیں ہوں کیونکہ میں کلام اللہ اور اس کی ذات کے ساتھ قائم ہوں گو میرے لباس یعنی اصوات قارئین فانی ہیں اور میں غذائے روح کامل اور ایک یاقوت مزکی عن ادناس النقائص ہوں گو میں تمہارے پاس آیا ہوں مگر ذات حق سے جدا نہیں ہوں اس لئے میری مثال ایسی ہے جیسے آفتاب کا نور کہ وہ دنیا کو اپنے فیوض سے مستفید بھی کرتا ہے اور ذات خورشید سے جدا بھی نہیں دیکھو میں آب حیات کا ایک چشمہ ہوں اور اس لئے ہوں کہ عاشقان الٰہی کو موت روحانی سے بچاؤں اگر تمہاری حرص گرد اعتراض نہ اڑاتی تو ممکن تھا کہ حق سبحانہ میرا کچھ فیض تم کو بھی عطا فرماتے جس سے اگر تم کو حیات کامل حاصل نہ ہوتی تو بالکل مردہ بھی نہ رہتے۔ یہاں

www.besturdubooks.wordpress.com

تک مولانا افسردہ خاطر تھے اور چاہتے تھے کہ سلسلہ مثنوی کو ختم کردوں اب فرماتے ہیں کہ نہیں میں ایسا نہیں کرتا اور اس سلسلہ کو ختم نہیں کرتا بلکہ حکیم سنائی کے مقولہ اور ان کی نصیحت کو اختیار کرتا ہوں اور بیہودہ ولایعنی اعتراضات پر کوئی توجہ نہیں کرتا۔ آگے اس نصیحت کو ان الفاظ سے بیان فرماتے ہیں کہ آنکہ فرمودہ است او اندر خطاب الخ۔

شرح شبّیری

ایک بچھیرے کے پانی پینے سے بھاگنے کی مثل

آنکہ فرمودہ است او اندر خطاب	کرہ و مادر ہمے خوردند آب
جو گفتگو میں انہوں نے فرمایا	بچھیرا اور ماں پانی پی رہے تھے

یعنی وہ کہ اس حکیم نے خطاب میں فرمایا ہے کہ ایک بچھیرا اور ماں پانی پی رہے تھے۔ یعنی اس حکیم نے یہ حکایت بیان کی ہے کہ ایک بچھیرا اور اس کی ماں دونوں پانی پی رہے تھے۔

می شخولیدند ہر دم آن نفر	بہر اسپاں کہ ہلا زین آب خور
وہ جماعت ہر وقت سیٹی بجا رہی تھی	گھوڑوں کے لئے کہ پانی کی طرف متوجہ رہو

یعنی وہ ایک جماعت ہر دم چلا رہی تھی گھوڑوں کے واسطے کہ اس آب خور سے بھاگو مطلب یہ کہ گھوڑے جو پانی پینے آتے تھے تو لوگ ان کو بھگانے کے لئے شور و غل مچایا کرتے تھے۔

آن شخولیدن بکرہ می رسید	سرہمی برداشت و زخود می رمید
وہ سیٹی بجانا بچھیرے کو پہنچتا تھا	(وہ) سر اٹھا لیتا تھا اور خود بخود بھاگتا تھا

یعنی وہ چلانا بچھیرے کو پہنچتا تھا تو سر اٹھاتا تھا اور خود بخود بھاگتا تھا یعنی وہ شور کو سن کر بدکا کرتا تھا۔

مادرش پرسید کاے کرہ چرا	می رمی ہر ساعتے زین استقا
اس کی ماں نے دریافت کیا اے بچھیرے! کیوں	تو پانی پینے سے ہر وقت بھاگتا ہے؟

یعنی اس کی ماں نے پوچھا کہ اے بچھیرے تو ہر گھڑی پانی پینے سے بھاگتا کیوں ہے۔

گفت کرہ می شخولند آیں گروہ	ز اتفاق بانگ شان دارم شکوہ
بچھیرے نے کہا' یہ لوگ سیٹی بجاتے ہیں	مجھے ان کی آواز کے اکٹھا ہونے سے ڈر لگتا ہے

یعنی بچھیرے نے کہا کہ وہ گروہ شور کرتے ہیں تو ان کی آواز کے اجتماع کی وجہ سے مجھے خوف معلوم ہوتا ہے۔

پس دلم می لرزد از جا می رود	ز اتفاق نعرہ خوفم می رسد
تو میرا دل لرزتا ہے' بے قابو ہو جاتا ہے	ان کے نعروں کے ملنے سے مجھے ڈر لگتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بس میرا دل کانپتا ہے اور جگہ سے جاتا ہے اور آواز کے اتفاق سے مجھے خوف پہنچتا ہے یعنی یہ لوگ جو ایک دم سے شور کر رہے ہیں اس سے مجھے ڈر لگتا ہے۔

گفت مادر تا جہان بودہ است ایں	کارا فزایان بدند اندر زمیں
ماں نے کہا جب سے یہ دنیا (بنی) ہے	فضول کام کرنے والے زمین میں ہوئے ہیں

یعنی ماں نے کہا کہ جب سے کہ جہاں ہوا ہے ایسے بیہودہ لوگ زمین میں رہے ہیں۔

ہیں تو کار خویش کن اے ارجمند	زود کایشان ریش خود بر می کنند
اے اقبال مند! بخردار، تو اپنا کام کر	عنقریب وہ خود اپنی داڑھی نوچیں گے

یعنی اے صاحبزادے تو اپنا کام کر اور یہ جلدی ہونے والا ہے کہ یہ لوگ اپنی ڈاڑھیاں اکھاڑیں گے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ ایسے لوگ ہمیشہ ہوئے ہیں آج کوئی نئی بات نہیں ہے تم اپنا کام کرو یہ خود پریشان و پشیمان ہو کر چپ ہو جاویں گے بس اسی طرح مولانا فرماتے ہیں کہ میں ان طاعنوں کی پرواہ نہیں کرتا اور میں اپنا کام کرتا ہوں یہ خود ہی اپنا ضرر کر رہے ہیں میرا اس میں کیا حرج ہے۔

وقت تنگ و میرود آب فراخ	پیش ازان کز ہجر گردی شاخ شاخ
وقت تنگ ہے اور پانی تیزی سے جا رہا ہے	اس سے پہلے کہ فراق میں تیرا جوڑ جوڑ (جدا) ہو جائے
شہر کاریزی ست پر آب حیات	آب کش تا بردہد از تو نبات
آب حیات سے بھری مشہور نہر ہے	پانی ڈال تاکہ تیرے پودے پھل دیں

یعنی وقت تنگ ہے اور آب فراخ چل رہا ہے تو پہلے اس سے کہ تو ہجر کی وجہ سے شاخ شاخ ہو تو ایک سوت آب حیات سے بھرا ہوا ہے تو پانی کھینچ لے تاکہ تجھ سے نبات پیدا ہو مطلب یہ کہ زندگی دنیا کی تو کم ہے اور یہ دنیا جارہی ہے اس کے اندر جو اعمال ہو سکیں وہ کرلو اور ان کو بجالاؤ اس سے پہلے کہ تم اس جہان کو چھوڑو لہذا مثنوی کا لکھنا بھی ترک مت کرو بلکہ اس کو لکھتے رہو اس میں اجر عظیم تم کو ملے گا۔

آب خضر از جوئے نطق اولیاء	میخوریم اے تشنۂ غافل بیا
اولیاء کی گفتگو کی نہر سے خضر والا پانی	ہم پیتے ہیں! اے غافل پیاسے! آ جا

یعنی اولیاء اللہ کے کلام سے ہم آب خضر پی رہے ہیں تو اے تشنۂ غافل تو بھی آ جا (آب خضر سے مراد آب حیات ہے اور اضافت بادنے ملابست ہے) مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کے کلام سے ہم آب حیات پی رہے ہیں تو اے غافل تو بھی آ جا اور تو بھی پی لے اب کوئی کہتا ہے کہ ہمیں تو آب حیات کہیں نظر نہیں آتا مولانا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر نہ بینی آب کورانہ بفن	سوئے جو آور سبو در جوئی زن
اگر تو اندھے پن سے پانی کو نہیں دیکھتا تدبیر کیساتھ	ٹھلیا نہر کی جانب لا (اور) نہر میں ڈبو دے

یعنی اگر تو پانی اندھوں کی طرح فن سے نہ دیکھے تو تو ندی کی طرف آ اور ندی میں گھڑے کو مار مطلب یہ فرماتے ہیں کہ اگر تم کو اولیاء اللہ کے کلام میں آب حیات دکھائی نہ دے تو تم ان کے پاس آ کر ان کی صحبت اختیار تو کرو اس کے بعد خود تم کو معلوم ہو جاوے گا۔

چون شنیدی کاندرین جو آب ہست	کور را تقلید باید کار بست
جب تو نے سن لیا کہ اس نہر میں پانی ہے	اندھے کو تقلید کو کام میں لانا چاہیے

یعنی جب تو نے سنا کہ اس ندی میں پانی ہے تو اندھے کو تقلید سے کام کرنا چاہیے۔

جو فرو بر مشک آب اندیش را	تا گران بینی تو مشک خویش را
پانی میں شک کرنے والی مشک کو نہر میں ڈبو دے	تاکہ تو اپنی مشک کو بھاری دیکھے

یعنی پانی کی مشک کو تو ندی پر لے جا تاکہ تو اپنی مشک کو بھاری دیکھے۔

چون گران دیدی شوی تو مستدل	رست از تقلید خشک انگاہ دل
جب تو بھاری دیکھ لے گا تو صاحب دلیل بن جائے گا	اس وقت دل خشک تقلید سے نجات پا جائے گا

یعنی جب تو نے (مشک کو) گراں دیکھا تو تو مستدل ہو گیا اور اس وقت تقلید خشک سے دل چھوٹ گیا۔
مطلب یہ کہ جو اندھا ہو اور سنے کہ ندی میں پانی ہے تو اس کو چاہئے کہ اپنی مشک کو لے جا کر دوسروں کے کہنے ہی سے ندی میں ڈالے تو جب وہ بھرے گی اور بھاری ہوگی معلوم ہو جاوے گا کہ پانی ضرور ہے اور پہلے تو مقلد تھے اب خود محقق ہو جاؤ گے تو اسی طرح جب کوئی کہتا ہے کہ اولیاء اللہ کے پاس آب حیات ہے تو اب تم کو چاہئے کہ ان کی صحبت اختیار کرو اور اپنے کو ان کے سپرد کر دو تو اول تو تم تقلیداً ہی ان کے پاس گئے تھے پھر خود تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ بے شک ان حضرات کے پاس آب حیات تھا اور لوگ سچ کہتے تھے۔

گر نہ بیند کور آب جو عیان	لیک داند چون سبو بیند گران
اگرچہ اندھا نہر کے پانی کا مشاہدہ نہیں کرتا ہے	لیکن سمجھ لیتا ہے جب ٹھلیا کو بھاری دیکھتا ہے

یعنی اگرچہ اندھا ندی کے پانی کو ظاہر طور پر نہ دیکھے لیکن جان لیتا ہے جبکہ گھڑا بھاری ہو جاوے۔

کہ ز جو اندر سبو آبے برفت	کاین سبک بود و گران شد ز آب زفت
کیونکہ نہر سے ٹھلیا میں پانی پہنچ گیا	اس لئے کہ یہ ہلکی تھی بھاری پانی سے بھاری ہوگئی

یعنی کہ ندی سے گھڑے میں کچھ پانی ہے کہ یہ ہلکا تھا اور (اب) بہت سے پانی کی وجہ سے بھاری ہو گیا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکہ ہر بادے مرا در می ربود	بادے نربایدم ثقلم فزود
کیونکہ ہر ہوا مجھے پھسلا دیتی تھی	(اب) ہوا مجھے نہیں پھسلاتی ہے میرا بوجھ بڑھ گیا ہے

یعنی اس لئے کہ ہر ہوا اس کو لے جاتی تھی (اور اب) ہوا مجھے اڑاتی نہیں ہے تو میرا ثقل بڑھ گیا ہے مطلب یہ ہے کہ جو لوگ حقیقت سے اندھے ہیں ان کو اولیاء اللہ کے وہ انوار نظر تو آتے نہیں لیکن اگر وہ اوروں کے کہنے سے ان کی صحبت میں جانا شروع کر دیتے ہیں تو اس سے ان کو فیض ہوتا ہے اس وقت ان کو معلوم ہوتا ہے کہ بیشک انوار ان حضرات کی خدمت میں موجود ہیں اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ میرا ہر ہوا و ہوس ان کو دین سے الگ کر دیتے تھے اور اب بڑے سے بڑی شہوت دھوا کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور اب یہ ہلتے بھی نہیں تو معلوم ہوا کہ کوئی شئے ان حضرات کے اندر سے ان میں آئی ہے اور کوئی فیض ان حضرات سے ان کو بھی پہنچا ہے لہٰذا تم اگر ان حضرات کے انوار کو خود نہیں دیکھتے تو اس سے یہ مت سمجھو کہ ان کے اندر کچھ ہے ہی نہیں بلکہ یوں سمجھو کہ تم اندھے ہو اور یہ سمجھ کر تقلیداً ان کی خدمت میں حاضری شروع کرو اس کے بعد خود تم بھی وہی کہو گے جو کہ اور لوگ تم کو کہہ رہے تھے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

مر سفیہان را رباید ہر ہوا	زانکہ بنود شان گرانے و قوی
بیوقوفوں کو ہر ہوا پھسلا دیتی تھی	کیونکہ ان میں بھاری پن اور قوتیں نہیں ہوتی ہیں

یعنی بیوقوفوں کو ہر ہوا و ہوس لے بھاگتی ہے اس لئے کہ ان کے اندر گرانی (ایمان) اور قوت نہیں ہوتی مطلب یہ کہ جو دیندار و بزرگوں کے خدمت گزار نہیں ہیں وہ ذرا ذرا سی بات میں دین سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور تھوڑی سی خواہش نفسانی ان کے دین کو برباد کرنے کے لئے کافی ہے آگے ان کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

کشتی بے لنگر آمد مرد شر	کہ ز باد کژ نیابد او حذر
شریر آدمی، بے لنگر کی کشتی ہے	کہ مخالف ہوا سے اس کا بچاؤ نہیں ہوتا ہے

یعنی شریر آدمی بے لنگر کے کشتی ہوتا ہے کہ کج ہوا سے وہ حذر نہیں پاتی۔ مطلب یہ کہ جس طرح بے لنگر کے کشتی ہوتی ہے کہ ہر ہوا اس کو درہم برہم کرنے کے واسطے کافی ہے اسی طرح جو شخص شر والا ہوتا ہے اس کو بھی تھوڑی سی خواہش نفسانی دین سے اور راہ مستقیم سے ہٹانے کے لئے کافی ہے۔

لنگر عقل است عاقل را امان	لنگر دریوزہ کن از عاقلان
عقلمند کے لئے عقل کا لنگر (باعث) امن ہے	عقلمندوں سے لنگر مانگ لے

یعنی عاقل کو عقل کا لنگر امن ہے تو عاقلوں سے لنگر مانگ مطلب یہ کہ عاقل آدمی کے پاس عقل ایک ایسی شئے ہے کو وہ ان کو ڈانواں ڈول نہیں ہونے دیتی اور راہ مستقیم پر لئے چلے جا رہی ہے تو تو بھی عاقلوں سے اس عقل ہی کو سیکھ اور حاصل کر کہ یہی وہ شے ہے کہ انسان کو سیدھے راستہ پر پہنچا سکتی ہے۔

او مدد ہائے خرد چوں در ربود	از خزینہ درآن دریائے جود
جب وہ عقل کی مددیں حاصل کر لیتا ہے	اس سخاوت کے دریا کے موتیوں کے خزانے سے

یعنی اس نے جب خرد کی امداد اس دریائے جود کی موتی کے خزانہ سے لے لی۔ (تو یہ ہوا کہ)

زین چنیں امداد دل پرفن شود	بجہد از دل چشم ہم روشن شود
اس طرح کی مدد سے دل صاحب تدبیر ہو جاتا ہے	دل سے (آگے) بڑھتا ہے آنکھیں بھی روشن ہو جاتی ہیں

یعنی ایسی امداد سے دل پرفن ہو جاتا ہے اور دل سے کودتا ہے تو آنکھ بھی روشن ہو جاتی ہے۔

زانکہ نور از دل برین دیدہ نشست	تاچو دل شد دیدۂ تو عاطل است
کیونکہ نور دل سے ان آنکھوں میں آتا ہے	جب دل ضائع ہو گیا' تیری آنکھ بیکار ہے

یعنی اس لئے کہ نور دل ہی سے اس آنکھ پر بیٹھا ہے یہاں تک کہ جب دل جاتا رہا تو تمہاری آنکھ بیکار ہے (دریائے جود سے مراد عارف) مطلب یہ کہ جب کسی شخص نے عارف سے عقل سلیم لے لی اور دل اس عقل کی وجہ سے پرفن اور چست و چالاک ہو گیا تو اب اس دل میں سے اس عقل سلیم نے جوش کیا اور اسی نے آنکھ کو بھی روشن کر دیا اور اب آنکھ سے علوم و معارف نظر آنے لگے اس لئے کہ جب تک دل ہے اسی وقت تک آنکھ بھی کام دیتی ہے اور جب دل نہ رہا تو آنکھ بھی بیکار ہو جاتی ہے۔ لہٰذا دل جب روشن ہوا اسی وقت دل سے امداد آنکھ کو پہنچی کہ وہ دل کی تابع تھی۔

دل چو بر انوار عقلی پر زند	زان نصیبے ہم بدو دیدہ دہد
جب دل عقلی نوروں پر قابو پا لیتا ہے	وہ دونوں آنکھوں کو بھی اس سے حصہ دیدیتا ہے

یعنی دل جب انوار عقلی پر پر مارتا ہے تو اس میں سے ایک حصہ دونوں آنکھوں کو بھی دیتا ہے مطلب یہ کہ جب انوار حق سے دل روشن ہوتا ہے تو اس کی روشنی آنکھوں تک بھی پہنچتی ہے اور آنکھیں بھی روشن ہو جاتی ہیں۔

پس بدان کاب مبارک ز آسمان	وحی دلہا باشد و صدق بیان
پھر جان لے کہ آسمان سے بابرکت پانی	دلوں کی وحی اور بیان کی سچائی بنتا ہے

یعنی پس جان لو کہ آب مبارک آسمان سے قلوب کی وحی ہوتی ہے اور صدق بیان ہوتا ہے مطلب یہ کہ آسمان سے جو وحی اور الہامات اور انوار آ رہے ہیں وہ گویا کہ پانی ہیں۔

ماچو آن کرہ ہم آب جو خوریم	سوئے آن وسواس طاعن ننگریم
ہم بھی اس بچھیرے کی طرح نہر کا پانی پئیں گے	اس طعنہ دینے والوں کے وسوسوں کی طرف نظر نہ کریں گے

یعنی ہم بھی اس بچھیرے کی طرح آب جو پی رہے ہیں اور اس طاعن کے وسواس کی طرف نہیں دیکھتے مطلب یہ کہ یہ انوار وغیرہ آسمان سے پانی کی طرح آ رہے ہیں اور ہم اس بچھیرے کی طرح اس سے مستفیض ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

رہے ہیں تو اب ہم کو ان طاعنوں اور شور مچانے والوں کی نہ سننا چاہئے بلکہ کام میں لگنا چاہئے۔

پیرو پیغمبرانی رہ سپر	طعنۂ خلقان ہمہ بادے شمر
تو پیغمبروں کا پیرو ہے راستہ طے کر	لوگوں کے طعنہ کو بالکل ہوائی سمجھ

یعنی تو پیغمبروں کا پیرو ہے تو راستہ چل اور مخلوق کے طعنوں کو ایک ہوا گن۔ مطلب یہ کہ اپنے نفس کو خطاب فرماتے ہیں کہ تو تو پیغمبروں کا پیرو ہے تو تجھے چاہئے کہ اپنا راستہ لے اور کام کرے اور ان طاعنوں کی نہ سنے اور ان کی وجہ سے اپنے کام میں حرج نہ کرے۔

آن خداوندان کہ رہ طے کردہ اند	گوش بابانگ سگان کے کردہ اند
جن آقاؤں نے راستہ طے کیا ہے	انہوں نے کتوں کے بھونکنے پر کب کان دھرا ہے؟

یعنی ان آقاؤں نے کہ راہ طے کی ہے کان کتوں کی آواز پر کب کئے ہیں مطلب یہ کہ جن لوگوں نے کہ کام کئے ہیں انہوں نے طاعنوں کے کہنے پر کب کان دھرا ہے انہوں نے ہمیشہ اپنا کام کیا ہے اگر وہ اس طرف توجہ کرتے تو ان کا کام رہ جاتا اسی طرح اگر تم ان طاعنوں کی طرف توجہ کرو گے تو پھر کام نہ کرسکو گے لہذا اس طرف توجہ نہ کرو اور کام کئے جاؤ۔

باز گو کان پاک بازو شیر مرد	اندر آن مسجد چہ بنمود و چہ کرد
پھر بتا اس پاکباز اور شیر مرد کو	اس مسجد میں اس کو کیا نظر آیا؟ اس نے کیا کیا؟

یعنی پھر بیان کرو کہ اس پاک باز شیر مرد نے اس مسجد میں کیا ناپا اور کیا کیا مطلب یہ کہ اب ان طاعنوں کی باتیں تو سنو مت اور اس شخص کا قصہ بیان کرو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ ہم کو اس نصیحت کو اختیار کرنا چاہئے جو انہوں نے اثنائے گفتگو میں فرمائی ہے یعنی یہ کہ ایک گھوڑی کا بچہ اور ایک گھوڑی پانی پی رہے تھے۔ سائیس لوگ پانی پلانے کے لئے سیٹیاں بجا رہے تھے جس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ گھوڑو پانی پیو۔ ان سیٹیوں کی آواز گھوڑی کے بچہ تک بھی پہنچتی تھی اور وہ اس کو سن کر چونکتا اور پانی سے سر اٹھالیتا اور بھڑکتا تھا۔ آخر اس کی ماں نے پوچھا کہ بچھیرے تو پانی کیوں نہیں پیتا اور ہردم بھڑکتا کیوں ہے اس نے کہا کہ یہ لوگ سیٹیاں بجاتے ہیں اور مجھ پر ان کی مجموعی آواز سے ایک خوف طاری ہوتا ہے اس لئے میرا دل کانپتا ہے اور دل ٹھکانے نہیں رہتا۔ مجھے تو ان کی مجموعی آواز سے خوف معلوم ہوتا ہے ماں نے کہا کہ بیٹا جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اسی وقت سے فضول حرکتیں کرنے والے اور کام بڑھانے والے لوگ بھی ہوتے رہے ہیں۔ پس تم ایسے لوگوں کی طرف التفات نہ کرو اور جلدی سے اپنا کام کرلو یہ لوگ تو لایعنی حرکتیں کرکے اپنا نقصان کر رہے ہیں دیکھو وقت تھوڑا ہے اور پانی بکثرت چلا جارہا ہے پس تم قبل اس کے کہ اس کی جدائی سے مغموم ہو خوب

www.besturdubooks.wordpress.com

سیراب ہولو یہ ایک آب حیات ہے پر اور مشہور کاریز ہے تم پانی پی لوتا کہ تم کو نما حاصل ہو یہ تو ایک واقعہ تھا قبل اس کے کہ ہم اس سے مناسب مقام نتیجہ نکالیں ایک ضروری اور استطرادی مضمون سن لو اہل اللہ کے کلام کی نہر سے آب حیات جاری ہے اور ہم اس کو پیتے ہیں پس اے بے خبر پیاسے آ تو بھی پی لے۔ اگر تو اندھوں کی طرح پانی نہیں دیکھتا تو جبکہ تو نے سن لیا ہے کہ اس نہر میں پانی ہے اور اس سے بہت سے تشنے سیراب ہوتے ہیں تو اس نہر میں گھڑا لا کر ڈال یعنی اگر تجھے ان کے کلام کی صفت حیات بخشی معلوم نہیں ہے تو سن کر ہی اپنے قلب کو خلوص کے ساتھ اس کی طرف متوجہ کر کیونکہ اندھے کو دوسرے بیناؤں کی تقلید اور پیروی کرنی چاہئے۔ اور یہ تیرا دل جو ایک مشک کی مانند ہے جس کو آب فیض کے ہونے میں شبہ ہے اس کو تو اس نہر میں ڈال یعنی ان کے کلام کی طرف خلوص سے توجہ کرتا کہ تو اپنی مشک کو پانی سے بھاری دیکھے یعنی اثر جدید کو اس کے اندر محسوس کرے جب تو اس مشک کو بھاری دیکھے گا اور اس کے اندر نئی کیفیت محسوس کریگا تو اس وقت تیرا دل تقلید جامد سے نکل جاوے گا اور دلیل سے تجھے اس کا وجود معلوم ہو جاوے گا کیونکہ اگر اندھا آنکھ سے نہر کا پانی نہیں دیکھتا تو نہ سہی مگر جب وہ اپنے گھڑے کو بھاری دیکھتا ہے تو اسے پانی کا وجود یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے اور وہ سمجھ لیتا ہے کہ نہر سے گھڑے میں پانی آ گیا۔ کیونکہ اول وہ ہلکا تھا اور اب وہ بہت سے پانی کے سبب بھاری ہو گیا ہے اسی طرح یہ شخص بھی سمجھ لے گا کہ مجھ میں ایک نئی بات پیدا ہو گئی ہے کیونکہ وہ سمجھے گا کہ اول مجھے ہر باد ہوا و ہوس اڑا لے جاتی تھی اور اب مجھے ہوا نہیں اڑا سکتی لہذا معلوم ہوا کہ اب مجھ میں گرانی بڑھ گئی ہے اب سمجھو کہ خفیف العقل لوگوں کو ہر باد ہوا و ہوس اڑا لے جاتی ہے کیونکہ نہ ان میں گرانی ہوتی ہے نہ قوت ایسے برے لوگ جو کج رفتار ہوا سے محفوظ نہیں رہتے کشتی بے لنگر کے مانند ہوتے ہیں اور اہل عقل کی کشتی کو لنگر عقل تباہی سے بچاتا ہے اس لئے تم کو چاہئے کہ عقلاء سے اس لنگر کو حاصل کرو۔ پس جبکہ کوئی اس بحر سنی (عاقل) کے خزانہ در سے عقل کی پیہم امداد حاصل کرے گا تو اس امداد سے اس کے دل میں بھی ہوشیاری پیدا ہو جاوے گی۔ اور وہ دل ہی تک محدود نہ رہے گی بلکہ اس سے تجاوز کر کے آنکھوں تک بھی پہنچے گی اور آنکھوں کو بھی اس سے فی الجملہ روشنی حاصل ہوگی اور جو نقص آنکھوں میں دل کے نقص کے سبب تھا مثلاً عداوت کے سبب اچھے کا برا دکھلائی دینا وغیرہ وہ رفع ہو جائے گا۔ یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اس کی ہوشیاری کا اثر آنکھوں تک بھی پہنچے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ آنکھ میں جو نور آیا ہے وہ دل ہی کے سبب ہے دیکھ لو جب دل نہیں رہتا تو آنکھیں بھی بیکار ہو جاتی ہیں۔ مثلاً حیات کا تعلق جب دل سے منقطع ہوتا ہے تو آنکھیں بھی کچھ نہیں دیکھ سکتیں یا یہ کہ جب دل تندرست نہیں رہتا اور اس میں حسد وغیرہ امراض پیدا ہو جاتے ہیں تو آنکھیں بھی ادراک اشیاء علے ما ہی علیہ سے قاصر رہتی ہیں جبکہ دل کا تعلق آنکھ سے معلوم ہو گیا تو اس کی روشنی سے اس کی روشنی کے بڑھنے کا استبعاد جاتا رہا اور ثابت ہو گیا کہ جب دل انوار عقلی سے ملتبس ہوتا ہے تو اس سے دونوں آنکھوں کو بھی حصہ ملتا ہے یہ تو استطرادی مضمون تھا اب ہم اس قصہ کے نتیجہ مقصودہ بیان کرتے ہیں سنو کہ آسمان کا پانی الہام قلب اور صدق بیان ہے پس ہم بھی اس بچھیرے کی مانند یہ پانی پیتے ہیں اور طاعن کے وسواس کی طرف التفات نہیں

کرتے پس اے سالک تو پیغمبروں کا پیرو ہے لہذا لوگوں کے طعنوں کو ایک ہوا سمجھ۔ جو ادھر سے آتی ہے اور ادھر کو چلی جاتی ہے کیونکہ ہمیشہ سے سالکین کا یہی طریق رہا ہے کہ کتوں کی آوازوں کی طرف انہوں نے التفات نہیں کیا ہے اچھا یہ قصہ تو ہو چکا اب یہ بیان کرو کہ اس شیر اور بہادر آدمی نے کیا دیکھا اور کیا کیا۔

شرح شبّیری

مہمان کش مسجد کے مہمان کے قصہ کا بقیہ

خفتہ در مسجد خود او را خواب کو	مرد غرقہ گشتہ چون خسپد بجو
وہ مسجد میں لیٹ گیا اس کو نیند کہاں	ڈوبا ہوا انسان نہر میں کیسے سوئے؟

یعنی وہ مسجد میں سویا ہوا تھا (مگر) اس کو خود نیند کہاں۔ ڈوبا ہوا آدمی ندی میں کس طرح سووے مطلب یہ کہ وہ مسجد میں جا تو بیٹھا مگر اس کو نیند کہاں اس کی ایسی مثال تھی جیسے کہ ڈوبا ہوا آدمی تو ڈوبے ہوئے آدمی کو نیند کب آیا کرتی ہے تو وہ جب اس قدر خوف وہراس میں مبتلا تھا اس کو نیند کب آ سکتی تھی۔

خواب مرغ و ماہیان باشد ہمی	عاشقان را زیر غرقاب غمی
پرندوں اور مچھلیوں کی نیند ہوتی ہے	عاشقوں کے لئے غم کے ڈباؤ پانی میں

یعنی پرند جانوروں اور مچھلیوں جیسی نیند عاشقوں کو غم کے غرقاب کے نیچے ہوتی ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ اڑتا جانور اور مچھلی کو نیند نہیں آتی بس یہی حال اس عاشق کا ہوتا ہے جو کہ کسی غم کے اندر ڈوبا ہوا ہو کہ اس کو بھی نیند نہیں آیا کرتی۔ غرضیکہ وہ لیٹ تو گیا مگر اس کی آنکھ تک نہ جھپکی۔

نیم شب آواز با ہولے شنید	کایم آیم بر سرت اے مستفید
آدھی رات کو خوفناک آواز آئی	اے فائدہ مند! میں آتا ہوں میں آتا ہوں تیرے سر پر

یعنی آدھی رات کو ایک ہولناک آواز سنی کہ اے فائدہ اٹھانے والے میں سر پر آتا ہوں۔ مطلب یہ کہ آدھی رات کو ایک ہولناک آواز یہ سنائی دی کہ آتا ہوں آتا ہوں۔

پنج کرت این چنین آواز سخت	می رسید و دل ہمی شد لخت لخت
اس طرح کہ سخت آواز پانچ مرتبہ	آئی اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا تھا

یعنی پانچ مرتبہ ایسی ہی سخت آواز پہنچی اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا آگے مولانا ایک دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہوتے ہیں کہ جس طرح یہ آواز آ رہی تھی کہ آتا ہوں حالانکہ کوئی بھی نہ آتا تھا صرف ڈرانا ہی ڈرانا تھا جیسا کہ آگے معلوم ہوگا اسی طرح جب انسان کوئی نیک کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو شیاطین اسی طرح ڈرایا کرتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

اور اس کو کہتے ہیں کہ اس کام کو مت کر لیکن وہ صرف ڈرانا ہی ڈرانا ہوتا ہے واقعیت کچھ نہیں ہوتی ۔ یہ تو اجمال تھا اب اس کی تفصیل سنو اس کو مولانا ایک آیت کی تفسیر کے پیرایہ میں بیان فرماتے ہیں ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ غرضکہ وہ مسجد میں سورہا مگر اسے نیند کہاں کیونکہ وہ تو بحر الم میں ڈوبا ہوا تھا اور ڈوبنے والا شخص نہر کے اندر کیسے سو سکتا ہے عاشق تو بحر علم میں ڈوب کر یوں ہی خواب نہیں چاہتا جس طرح مرغ ہوا میں یا مچھلی پانی میں سونا نہیں چاہتی ۔ (ہذا ما قیل واللہ اعلم) آدھی رات کے وقت ایک خوفناک آواز آئی کہ میں آتا ہوں تیری خبر لوں گا پانچ مرتبہ ایسی ہی سخت آواز آئی اور خوف طبعی سے اس کا دل پارہ پارہ ہوا جاتا تھا اس سے مولانا ایک مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو چو عزم دین کنی با اجتہاد الخ

شرح شبّیری

آیت واجلب علیھم بخیلک و رجلک کی تفسیر

تو چو عزم دین کنی با اجتہاد	دیو بانگت بر زند اندر نہاد
جب تو کوشش سے دین کا قصد کرتا ہے	جسم کے اندر سے شیطان تجھے آواز دیتا ہے

یعنی تو جب دین کا قصد کوشش کے ساتھ کرتا ہے تو شیطان تیرے بدن میں آواز دیتا ہے کہ ۔

کہ مروز انسو بیندیش ای غوی	کہ اسیر رنج و درویشی شوی
کہ اے گمراہ! اس طرف نہ جا سوچ لے	کہ تو تکلیف اور افلاس کا قیدی بن جائے گا

یعنی کہ اے گمراہ اس طرف مت جا کیونکہ رنج اور درویشی میں قید ہو جاوے گا ۔

بے نوا گردی زیاران وا بری	خوار گردی و پشیمانی خوری
تو مفلس بن جائے گا یاروں سے چھوٹ جائے گا	ذلیل ہو جائے گا اور پریشانی اٹھائے گا

یعنی فقیر ہو جاوے گا اور دوستوں سے الگ ہو جاوے گا اور ذلیل ہو جاوے گا اور پشیمانی کھاوے گا مطلب یہ کہ جب تو کوئی دین کا کام کرنا چاہتا ہے تو شیطان تجھے ڈراتا ہے اور کہتا ہے کہ ارے مولوی ہوگا اور عربی پڑھے گا تو مسجد کا مینڈھا ہو جاوے گا نئی روشنی والوں میں تیری قدر نہ رہے گی ذلیل و خوار پھرے گا اور پھر پشیمان ہوگا لہذا تو مولوی مت بن اور دین کا کام مت کر جب وہ یوں ڈراتا ہے تو یہ ہوتا ہے کہ ۔

تو ز بیم بانگ آن دیو لعین	وا گریزی در ضلالت از یقین
تو اس ملعون شیطان کی آواز کے ڈر سے	یقین سے گمراہی میں لوٹ جاتا ہے

یعنی تو اس شیطان لعین کی آواز کے خوف سے یقین سے گمراہی میں بھاگتا ہے یعنی دین کو چھوڑ کر دنیا میں اور گمراہی میں پھنس جاتا ہے اور سوچتا ہے کہ۔

کہ ہلا فردا و پس فردا مراست	راہ دین پویم کہ مہلت پیش ماست
کہ ہاں کل اور پرسوں میرے لئے ہے	دین کے راستہ پر دوڑ پڑوں گا کیونکہ مہلت ہمارے سامنے ہے

یعنی ارے کل پرسوں (سب) میرے لئے ہے تو دین کی راہ میں دوڑلوں گا کہ مہلت ہمارے سامنے ہے مطلب یہ کہ تیری یہ حالت ہوجاتی ہے کہ۔

ہر شبے گویم کہ فردا ترک این سودا کنم — باز چون فردا شود امروز رافردا کنم

غرضکہ یہ سمجھ کر کہ ابھی تو جوان ہیں عمر پڑی ہے دین کے کام بھی کرلیں گے دین سے غافل ہوجاتے ہو۔ اس کے بعد ایسا ہوتا ہے کہ۔

مرگ رابینی کہ اواز چپ وراست	می کشد ہمسایہ را تا بانگ خاست
تو موت کو دیکھتا ہے کہ وہ بائیں دائیں سے	پڑوسی کو کھینچ رہی ہے حتیٰ کہ آواز بلند ہوئی

یعنی تو موت کو دیکھتا ہے کہ داہنے ہاتھ سے ہمسایوں کو کھینچ رہی ہے یہاں تک کہ آواز اٹھی مطلب یہ کہ اول تو دین سے غافل ہوجاتے ہو پھر جب دیکھتے ہو کہ لوگ مر رہے ہیں اور جارہے ہیں اس وقت ذرا ہوش ہوتا ہے۔

باز عزم دین کنی از بیم جاں	مردہ سازی خویشتن رایک زماں
جان کے ڈر سے تو پھر دین کا ارادہ کرتا ہے	تھوڑی دیر کے لئے اپنے آپ کو مردہ بنا لیتا ہے

یعنی پھر جان کے خوف سے دین کا قصد کرتے ہو اور اپنے آپ کو ایک زمانہ کے لئے مردہ بنالیتے ہو یعنی کچھ دنوں کے لئے مردہ کی طرح ہوجاتے ہو اور بہت ہی خشوع وخضوع سے کام لیتے ہو۔

پس سلاح از علم سازی و حکم	کہ من از خوفے نیارم پائے کم
پھر تو علم اور عقلوں کے ہتھیار باندھتا ہے	کہ میں ڈر کی وجہ سے سست رفتار نہ رہوں گا

یعنی پھر علم اور حکمت کے ہتھیار بناتے ہو (اور کہتے ہو) کہ میں خوف کی وجہ سے پاؤں کم نہ لاؤں گا یعنی کچھ دنوں کے لئے ڈر پیدا ہوجاتا ہے اور اس وقت کہتے ہو کہ اب کبھی دین میں قدم سست نہ کروں گا۔

باز بانگے بر زند بر توز مکر	کہ بترس و باز گرد از تیغ فقر
وہ پھر مکاری سے تجھے پکارتا ہے	کہ افلاس کی تلوار سے ڈر اور باز آجا

یعنی شیطان پھر مکر سے آواز لگاتا ہے کہ ارے تیغ فقر سے ڈر اور واپس ہوجا۔ مطلب یہ کہ جب تم ذرا دین کی طرف توجہ کرتے ہو وہ شیطان پھر تم کو فقر سے ڈراتا ہے حق تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ ان الشیطان یعدکم

www.besturdubooks.wordpress.com

الفقر جب وہ پھر فقر سے ڈراتا ہے دین پر چلنے سے دنیا کا نقصان دکھاتا ہے تو پھر یہ ہوتا ہے کہ۔

باز بگریزی زراہ روشنی	آن سلاح علم و فن را بفگنی
پھر تو نور کے راستہ سے واپس بھاگ پڑتا ہے	علم اور فن کے ہتھیار پھینک دیتا ہے

یعنی پھر تو روشنی کی راہ سے بھاگتا ہے اور اس علم و فن کے ہتھیار کو پھینک دیتا ہے مطلب یہ کہ وہ جو ہتھیار علم و حکمت کے تیار کیے تھے اب اس کے ڈرانے سے ان کو الٹ پھینک پھانک اور پھر دین کو چھوڑ دیتے ہو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

سالہا اور ابانگے بندۂ	در چنین ظلمت نمد افگندۂ
تو آواز کی وجہ سے سالوں سے اس کا غلام بنا ہوا ہے	ایسی ہی تاریکی میں تو مقیم ہے

یعنی سالہا سال تک اس کی آواز کے تم غلام ہو اور ایسی ظلمت میں تم نے نمدہ پھینک دیا ہے مطلب یہ کہ سالہا سال تک شیاطین کے تابع فرمان رہے ہو اور ظلمت دنیا اور کفر میں اپنے دین کو برباد کیا ہے۔

ہیبت بانگ شیاطین خلق را	بند کردست و گرفتہ حلق را
شیطانوں کی آواز کے ڈرنے مخلوق کو	باندھ دیا ہے اور گلا دبا دیا ہے

یعنی شیاطین کی آواز کی ہیبت نے مخلوق کو بند کر دیا ہے اور حلق کو پکڑ رکھا ہے۔

تا چنان نومید شد جانشان زنور	کہ روان کافران ز اہل قبور
یہاں تک کہ نور الٰہی سے ان کی جان اس طرح ناامید ہو گئی ہے	جس طرح کہ مردہ کافروں کی جان

یعنی یہاں تک کہ ان کی جان تو ایسی ناامید ہو گئی جیسے کہ قبر والے کافروں کی جان مطلب یہ کہ جو کفار مر چکے ہیں ان کو چونکہ حقیقت منکشف ہو گئی ہے تو ان کو معلوم ہو گیا ہے کہ ہم کو اب نور حاصل نہیں ہو سکتا اور اب بالکل مایوسی ہو گئی ہے پس اسی طرح جو لوگ کہ شیاطین کی آواز کو سنتے ہیں اور اس پر عامل ہوتے ہیں وہ بھی نور سے اسی طرح ناامید ہو چکے ہیں کہ ان کو کسی درجہ میں امید رہی ہی نہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

این شکوہ بانگ آن ملعون بود	ہیبت بانگ خدائی چون بود
یہ اس ملعون کی آواز کا دبدبہ ہے	تو خدائی آواز کی ہیبت کیا ہو گی؟

یعنی یہ دبدبہ اس ملعون کی آواز کا ہوتا ہے تو آواز خداوندی کی ہیبت کیسی ہو گی۔ یعنی اب دیکھو کہ اس کی آواز کی اس قدر ہیبت ہے کہ سب اس کے پیچھے پیچھے ہو لیے تو پھر آواز خداوندی ہے اس کا دبدبہ تو کیا کچھ ہو گا اب یہاں یہ شبہ ہوا کہ جس طرح کہ اس ملعون کی آواز کے دبدبہ نے ہم پر اثر کیا اگر آواز خداوندی میں زیادہ دبدبہ ہے تو وہ ہم پر کیوں اثر نہیں کرتی۔ اور ہم کو دین پر کیوں نہیں لگائے رہتی۔ مولانا اس پر شبہ کو آگے دفع فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیبت بازست بر کبک نجیب	مرمگس رانیست زان ہیبت نصیب
باز کا خوف شریف چکور کو ہے	اس ہیبت میں مکھی کا حصہ نہیں ہے

یعنی نجیب چکرر پر باز کی ہیبت ہوتی ہے اور مکھی کو اس ہیبت میں سے کچھ بھی حصہ نہیں ہے۔

زانکہ بنور باز صیاد مگس	عنکبوتان می مگس گیر ند و بس
کیونکہ باز مکھی کا شکاری نہیں ہوتا	مکڑیاں صرف مکھی پکڑتی ہیں

یعنی اس لئے کہ باز مکھی کا شکار کرنے والا نہیں ہوتا مکڑیاں مکھیوں کو پکڑتی ہیں اور بس مطلب یہ کہ دیکھو باز کا خوف کبک وغیرہ کے دل میں تو ہوتا ہے مگر مکھیوں کے دل میں بالکل بھی باز کا خوف نہیں ہوتا بلکہ مکھی کو مکڑی کا خوف ہوتا ہے تو اسی طرح تم چونکہ گناہ ہونے کی وجہ سے ذلیل وحقیر ہوگئے ہو لہذا تم پر خوف حق طاری نہیں ہوتا بلکہ اس شیطان کا جو کہ اس مکڑی کی طرح حقیر ہے تم جیسے مکھیوں پر خوف طاری ہوتا ہے۔

عنکبوت دیو بر چو تو ذباب	کر و فر دارد نہ بر کبک و عقاب
شیطان کی مکڑی تجھ جیسی مکھی پر	دبدبہ رکھتی ہے، نہ کہ چکور اور شاہین پر

یعنی شیطان کی مکڑی تجھ جیسی مکھی پر کروفر رکھتی ہے نہ کہ کبک وعقاب پر یعنی شیاطین کی ہیبت تم جیسے ذلیل اور حقیر لوگوں پر پڑ جاتی ہے اور فرماں بردار اور دیندار لوگوں پر اس ملعون کی ہیبت ہرگز بھی نہیں پڑتی۔

بانگ دیوان گلہ بان اشقیاست	بانگ سلطان پاسبان اولیاست
شیطانوں کی آواز بدبختوں کی گلہ بان ہے	شاہ کی آواز اولیاء کی محافظ ہے

یعنی شیاطین کی آواز شقی لوگوں کی گلہ بان ہے اور سلطانی آواز اولیاء کرام کی پاسبان ہے یعنی شیاطین کی آواز پر چلنے والے تو اشقیا ہیں اور آواز سلطانی پر چلنے والے اولیاء اللہ اور دیندار لوگ ہیں اور یہ اس لئے کہ۔

تا نیا میزد بہم بیناؤ کور	قطرۂ از بحر خوش با بحر شور
تاکہ بینا اور نابینا آپس میں نہ مل جائیں	میٹھے سمندر کا قطرہ کھارے سمندر سے

یعنی تاکہ آپس میں اندھا اور سمکھا اور ایک قطرہ دریائے شیریں دریائے شور کے ساتھ نہ مل جاوے مطلب یہ کہ اگر سب لوگ ہر آواز پر چلا کرتے اور ہر آواز کا اثر ہر شخص پر ہوا کرتا تو پھر فرق ہی کیا رہتا یہ فرق اس لئے رکھا گیا ہے تاکہ شقی اور سعید میں فرق رہے اور آپس میں مل نہ سکیں آگے پھر اسی مہمان مسجد کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جب تم دین کا مستعدی کے ساتھ پختہ ارادہ کرتے ہو تو یوں ہی تمہاری باطن میں شیطان آواز دیتا ہے کہ خبردار اس طرف نہ جانا اور خوب سمجھ لینا کہ تو اس طرف چل کر رنج اور درویشی میں پھنس جاوے گا۔ (اشارۃ

www.besturdubooks.wordpress.com

الی قولہ تعالیٰ الشیطان یعدکم الفقر الخ) تو مفلس ہو جائے گا یار دوستوں سے تعلقات منقطع ہو جائیں گے ذلیل وپشیمان ہو گا تم شیطان کی اس آواز کو سن کر خوف کے سبب یقین کو چھوڑ کر گمراہی میں بھاگتے ہو اور کہتے ہو کہ کل اور پرسوں تو اپنی ہی ہے ابھی تو بہت وقت پڑا ہے دین کے راستہ پر بھی چل لیں گے اس کے ساتھ تم دیکھتے ہو کہ دائیں بائیں موت پڑوسیوں کو مار رہی ہے اور ان کے گھروں سے شور وشیون بلند ہو رہا ہے اس پر تم خائف ہو کر تہ دل سے پھر عزم دین کرتے ہو اور تھوڑی دیر کے لئے اپنے کو مردہ بنا لیتے ہو اس کے بعد تم علم وحکمت سے کام لے کر شیطان کا مقابلہ کرتے ہو اور ارادہ کرتے ہو کہ میں ڈر کر ہرگز کوشش نہ چھوڑوں گا لیکن پھر وہ تم کو ڈانٹتا ہے اور کہتا ہے کہ ارے کمبخت ڈر اور تیغ فقر کے سامنے سے ہٹ جا اب تم اس سے پھر متاثر ہوتے ہو اور روشنی کے راستہ سے بھاگتے ہو اور علم وفن کے ہتھیار ڈال دیتے ہو غرضکہ برسوں سے یوں ہی تم شیطان کی آواز کے غلام ہو اور ظلمت ضلالت میں اقامت پذیر ہو بات یہ ہے کہ شیاطین کی آواز کی ہیبت نے خلق کو پابستہ کر رکھا ہے اور ان کا حلق بند کر رکھا ہے کہ نہ وہ راہ دین پر چل سکتے ہیں اور نہ غذائے روحانی کھا سکتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نور ہدایت سے ان کی جان یوں ناامید ہوگئی کہ جیسے مردہ کفار کی بھلا تم سوچو تو سہی کہ جب شیطان کی آواز میں یہ شوکت ہے تو خدا کی آواز میں کس قدر ہیبت ہوگی تم یہ شبہ نہ کرنا کہ اگر خدا کی آواز میں شیطان کی آواز سے زیادہ ہیبت ہوتی تو اس کو اس پر غالب آنا چاہئے تھا اور اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ ہم شیطان کی آواز سے متاثر نہ ہوتے۔ حالانکہ اس کے خلاف مشاہد ہے کیونکہ تم میں ہنوز اس سے متاثر ہونے کی قابلیت ہی نہیں یہ وجہ ہے کہ تم اس سے متاثر نہیں ہوتے اور شیطان کی آواز سے متاثر ہوتے ہو۔ یہ نہیں کہ اس میں ہیبت نہیں دیکھو بداہتہ باز کی ہیبت مکڑی کی ہیبت سے زیادہ ہے مگر کبک یعنی چکور پر تو اس کی ہیبت ہے لیکن مکھی پر اس کا کچھ اثر نہیں اور راز اسکا یہ ہے کہ باز مکھی کا شکار ہی نہیں کرتا اور مکڑی چونکہ اس کا شکار کرتی ہے اس لئے اس کی ہیبت اس پر ہے یوں ہی شیطان جو ایک مکڑی کی مانند ہے تجھ پر جو کہ ایک مکھی کی مانند ہے اکڑفوں کرتا ہے اور تو اس کی ہیبت سے متاثر ہوتا ہے مگر اہل اللہ جو کہ چکور اور عقاب کی مثل ہیں ان پر اس کا کچھ بس نہیں چلتا۔ کما قال اللہ تعالیٰ ان عبادی لیس لک علیھم سلطان بس یہ راز ہے کہ شیطان کی آواز اشقیا کو ہانکتی ہے اور بادشاہ حقیقی کی آواز اولیاء اللہ کو اور مقصود یہ ہے کہ اندھے اور دیکھنے والے مخلوط نہ ہو جائیں اور بحر شیرین کا قطرہ شور میں نہ مل جائے یعنی اہل اللہ اور غیر اہل اللہ میں امتیاز رہے اور جو جس مرتبہ کے قابل ہے وہ اسی مرتبہ پر رہے اپنی حد سے تجاوز نہ کر سکے۔

شرح شبّیری

مسجد کے مہمان کو آدھی رات کو طلسم کی آواز آنا

بشنو اکنوں قصہ آں بانگ سخت	کہ نرفت از جا بداں آں نیک بخت
اب اس سخت آواز کا قصہ سن	اس سے وہ نیک بخت جگہ سے نہ ہلا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اب اس سخت آواز کا قصہ سنو کہ وہ نیک بخت اس کی وجہ سے جگہ سے گیا نہیں یعنی جب وہ طلسم کی سخت آواز آئی تو اس کی وجہ سے وہ شخص اپنی جگہ سے ٹلا نہیں بلکہ وہیں جما رہا۔

گفت چون ترسم چو ہست این طبل عید	تا دہل ترسد کہ زخم او را رسید
اس نے کہا میں کیوں ڈروں جبکہ یہ عید کا نقارہ ہے	ڈھول ڈرے کیونکہ چوٹ اس پر پڑی ہے

یعنی وہ بولا کہ میں کیوں ڈروں جب کہ وہ طبل عید ہے ڈھول ہی ڈرتا ہے کہ اس کو زخم پہنچا یعنی اس نے سوچا کہ میں تو مرنے کو پھرتا ہی ہوں پھر میں ڈروں یہ تو میرے لئے طبل عید ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے دہلہائے تہی و بے قلوب	قسم تان از عید جان شد زخم چوب
اے خالی ڈھولو بے دلو!	جان کی عید میں سے تمہارا حصہ لکڑی کی چوٹ ہے

یعنی اے خالی اور بے قلوب ڈھولو تمہارا حصہ جان کی عید میں سے زخم چوب ہے۔ مطلب یہ کہ اے وہ لوگو جو کہ باطن سے خالی ہو اور تمہارے قلوب ناپاک ہیں تو عید کے روز ڈھول تو تم بھی ہو مگر تمہاری قسمت میں لکڑیاں لکھی ہیں کہ لکڑیاں پڑتی ہیں اور پٹتے ہو آگے اس عید کو اور ان کے دہل تہی ہونے کو بتاتے ہیں کہ وہ کیا کیا ہیں فرماتے ہیں کہ۔

شد قیامت عید و بیدینان دہل	ما چو اہل عید خندان ہمچو گل
قیامت عید ہے اور بے دین ڈھول ہیں	ہم چونکہ عید والے ہیں پھول کی طرح مسکرا رہے ہیں

یعنی قیامت تو عید ہے اور بے دین لوگ ڈھول ہیں اور ہم اہل عید کی طرح گل کی طرح خوش ہیں مطلب یہ کہ قیامت کے روز عید ہوگی لیکن دین داروں کے لئے تو خوشی ہوگی لہذا وہ تو گل کی طرح خوش ہونگے اور بے دین کے لئے رنج ہوگا اور وہ جس طرح کہ ڈھول عید میں پٹا کرتا ہے اسی طرح پٹے گا تو مطلب یہ کہ جو ڈھول کہ وہ باطن میں سے خالی ہو اس کی تو گت بنتی ہے اور جو ڈھول کہ ٹھوس ہوتا ہے اس کو کوئی بھی نہ مارے نہ اسے بجاوے آگے فرماتے ہیں کہ۔

بشنوا کنوں این دہل چون بانگ زد	دیگ دولت باچگونہ می نپرد
اب سن! اس ڈھول نے جب آواز دی	دولت (کے شوربے) کی دیگ کس طرح پکتی ہے

یعنی اب سنو کہ اس ڈھول نے جب آواز لگائی تو ہماری دولت کی آواز کس طرح پکتی ہے یعنی وہ ڈھول خالی تو پٹنے ہی میں رہا مگر اب جو ہمارا دہل بولا تو اس سے کیسے دولت حاصل ہوئی ہے لو سنو۔

چونکہ بشنود آن دہل آن مرد دید	گفت چون ترسد دلم از طبل عید
جب اس ڈھول کو اس دیدہ ور نے سنا	اس نے کہا میرا دل عید کے نقارے سے کیوں ڈرے؟

یعنی جبکہ اس دہل کو اس آنکھ والے مرد نے سنا تو بولا کہ میرا دل عید کے طبل سے کیوں ڈرے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت باخود ہیں طرزان دل کزین	مرد جان بد دلان بے یقین
اس نے اپنے آپ سے کہا خبردار! دل کو نہ لرزا کیونکہ اس سے	بے یقین بدلوں کی جان مری ہے

یعنی اپنے سے بولا کہ ارے دل کو لرزا مت کہ اس سے تو بددل اور بے یقین لوگوں کی جان مری ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ جو بددل ہوں اور بے یقین ہوں ان کو اس سے گزند پہنچ سکتا ہے اور میں ایسا ہوں نہیں لہذا مجھے گزند بھی نہیں پہنچ سکتا۔ تو میں کیوں ڈروں اور بولا کہ۔

وقت آن آمد کہ حیدرؓ وارمن	ملک گیرم یا پرد ازم بدن
وہ وقت آ گیا ہے کہ میں حیدرؓ کی طرح	ملک فتح کروں یا جسم کو خالی کر دوں

یعنی وہ وقت آیا ہے کہ حیدرؓ کی طرح ملک لوں یا بدن خالی کر دوں یعنی وہ بولا کہ اب تو اس کا وقت آ گیا یا تو یہ نہیں یا ہم نہیں جب یہ ٹھان لی تو پھر ڈر کس کا۔

برجہید و بانگ بر زوکائے کیا	حاضرم اینک اگر مردی بیا
وہ کودا اور چیخا اے پہلوان!	میں حاضر ہوں اگر تو بہادر ہے آ جا

یعنی کودا اور آواز دی کہ اے زیرک میں یہ موجود ہوں اگر تو مرد ہے تو آ جا۔ یعنی اس کے جواب میں اس نے کہا کہ تو آتا ہے تو میں بھی حاضر ہوں لے آ جا اس کے کہتے ہی یہ ہوا کہ۔

درزمان بشکست زآواز آن طلسم	زر ہمی ریزید ہر سو قسم قسم
وہ طلسم آواز سے فوراً ٹوٹ گیا	طرح طرح کا سونا ہر طرف بکھرنے لگا

یعنی اسی وقت آواز سے وہ طلسم ٹوٹ گیا اور سونا ہر طرف قسم قسم کرنے لگا۔ مطلب یہ کہ اس شخص نے جو کہا کہ ہاں ہاں میں حاضر ہوں تو آ جا اور اس طلسم کے ٹوٹنے کی بھی تدبیر یہی تھی کہ کوئی دلیر ہو کر اس کا مقابلہ کرے اور اس وقت تک جو کوئی وہاں آیا تھا وہ اس کی ڈر کے مارے پہلے ہی مر جاتا تھا تو بس جب اس نے دلیر ہو کر جواب دیا تو فوراً وہ طلسم ٹوٹ گیا اور اس کے اندر جو سیم و زر تھا وہ گرنا شروع ہو گیا۔

ریخت چندان زر کہ ترسید آن پسر	تا نگیرد زر ز پری راہ در
اس قدر سونا بہا کہ وہ لڑکا ڈرا	کہ سونا کثرت کی وجہ سے دروازے کا راستہ بند نہ کر دے۔

یعنی اس قدر سونا گرا کہ وہ لڑکا ڈرا کہ کہیں سونا زیادتی کی وجہ سے دروازہ کی راہ نہ روک لے مطلب یہ کہ روپیہ پیسہ کی اس قدر زیادتی ہوئی کہ یہ شخص ڈرا کہیں ساری مسجد اس روپیہ سے بھر جاوے تو مجھے دروازہ میں سے نکلنے کی بھی جگہ نہ رہے گی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پرشد آن مسجد ز زر ہر جائگاہ	مرد حیران شد ز تقدیر آلہ
ہر جگہ سے وہ مسجد سونے سے بھر گئی	اللہ (تعالیٰ) کی تقدیر سے مرد حیران ہوگیا

یعنی وہ مسجد سونے سے پوری بھر گئی اور یہ مرد خدا کی تقدیر سے حیران تھا۔ یعنی یہ خدا کی قدرت کے تماشے دیکھ رہا تھا کہ اللہ تو نے یہ دولت مجھے عطا فرمائی جو کہ مرنے کو تیار تھا۔

بعد ازان برخاست آن شیر عنید	تا سحر گہ زر بہ بیرون می کشید
اس کے بعد وہ بہادر شیر اٹھا	(اور) صبح تک سونا باہر نکالتا رہا

یعنی اس کے بعد وہ شیر تیار اٹھا اور صبح تک روپیہ باہر کھینچتا تھا یعنی مسجد کے اندر سے صبح تک اس کے صحن میں وہ روپیہ ڈھوڈھو کر لایا۔

دفن میکرد و ہمی آمد بہ زر	باجوال و توبرہ بار دگر
دفن کرتا اور سونا نکالتا	تھیلے اور توبرے سے دوبارہ

یعنی دفن کرتا تھا اور روپیہ کے پاس آتا تھا معہ گون اور توبرہ کے دوسری مرتبہ مطلب یہ کہ روپیہ کو صحن مسجد میں دفن کر کے پھر گون اور توبرہ لے کر آتا تھا کہ پھر بھر کر لے جاوے۔

گنجہا بنہاد آن جانباز ازان	کوری و ترسانی واپس خزان
اس سے اس بہادر نے خزانے بھرے	واپس بھاگنے والوں کے اندھے پن اور خوف کے لئے

یعنی اس جان باز نے اس میں سے بہت سے خزانے اٹھا کے واپس ہٹنے والوں کی ناکامی اور خوف پر مطلب یہ کہ جو لوگ کہ اس خوف کی وجہ سے ہمت نہ کرتے تھے اور اس مسجد میں نہ جاتے تھے ان کے خلاف اور ناکامی کے باوجود اس نے بہت سے خزانے جمع کر لئے اور خوب روپیہ بھر لیا اور وہ خائف لوگ محروم ہی رہے۔ آگے مولانا اس حکایت کا ماحصل اور اس کا اصلی مقصود بیان فرماتے ہیں کہ اس قصہ سے مراد کیا ہے فرماتے ہیں کہ۔

این زر ظاہر بخاطر آمد است	دردل ہر کور دون زر پرست
یہ ظاہری سونا دل میں آیا ہے	ہر کمینے زر پرست اندھے کے دل میں

یعنی یہ ظاہری روپیہ دل میں آیا ہے ہر اندھے کمینے زر پرست کے مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اس قصہ سے لوگ یہی سمجھے ہوں گے کہ یہ ظاہری روپیہ پیسہ اس کو مل گیا اور خوب ہی دولت مل گئی لیکن یہ بات نہیں تھی اس لئے کہ یہ ظاہری روپیہ پیسہ تو اصل سونا چاندی ہی ہے نہیں اس کی تو ایسی مثال ہے کہ۔

کود کان اسفالہا را بشکنند	نام زر بنہند و در دامن کنند
بچے ٹھیکروں کو توڑتے ہیں	سونا کہتے ہیں اور دامن میں کر لیتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بچے ٹھیکروں کو توڑتے ہیں اور نام روپیہ رکھتے ہیں اور دامن میں بھر لیتے ہیں۔

اندران بازی چو گوئی نام زر	آن کند در خاطر کودک گزر
اس کھیل کود میں جب تو سونے کا نام لے گا	بچے کے خیال میں وہی آئے گا

یعنی اس کھیل میں جب تم روپیہ کا نام لو تو بچہ کے دل میں وہی گزر جاوے گا۔ تو بس جس طرح کہ وہ بچے روپیہ کے نام سے ان ٹھیکروں کو سمجھیں گے اسی طرح دنیا دار لوگ روپیہ کے نام سے اس ظاہری روپیہ پیسہ ہی کو مراد لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہی روپیہ ملا ہوگا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ روپیہ نہیں ملا بلکہ۔

بل زر مضروب ضرب ایزدی	کو نگردد کاسد آمد سرمدی
بلکہ خدائی ٹکسال کا ڈھلا ہوا سکہ	جو کھوٹا نہیں ہوتا ہے دائمی ہے

یعنی بلکہ روپیہ سکۂ خداوندی کا سکہ زدہ کہ وہ کم نہیں ہوتا سرمدی آیا ہے مطلب یہ کہ اس کو وہ روپیہ ملا تھا کہ جس پر ضرب خداوندی لگی ہوئی تھی یعنی اس کو دولت باطنی نصیب ہوئی تھی اور وہ اس کو ملی تھی۔

آن زرے کاین زرازان زرتاب یافت	گوہر و تابندگی و آب یافت
وہ سونا کہ اس سونے نے اس سے رونق حاصل کی ہے	جوہر اور چمک اور رونق پائی ہے

یعنی وہ زر کہ اس زر نے اس سے تاب پائی گوہری اور چمک اور آب پائی یعنی اس کو وہ زر ملا تھا کہ جس کی یہ شان تھی کہ اس دنیاوی سیم وزر نے بھی اسی سے رونق پائی تھی اور اس کے اندر بھی تاب اسی کی وجہ سے آئی ہے۔

آن زرے کہ دل ازو گردد غنی	غالب آید بر قمر در روشنی
وہ سونا کہ دل اس کی وجہ سے غنی ہے	روشنی میں چاند پر غالب آجائے

یعنی وہ زر کہ اس سے دل غنی ہو اور روشنی میں قمر پر بھی غالب آجاوے اور یہ نشانی دولت باطنی ہی کی ہے تو معلوم ہوا کہ اس کو دولت باطنی حاصل ہوئی تھی۔

شمع بود آن مسجد و پروانہ او	خویشتن در باخت آن پروانہ خو
وہ مسجد شمع تھی اور وہ پروانہ تھا	وہ پروانہ مزاج اپنی جان پر کھیل گیا

یعنی وہ مسجد شمع تھی اور وہ شخص پروانہ تھا تو اپنے کو اس پروانہ کی خصلت والے نے ہار دیا مطلب یہ کہ چونکہ اول میں بھی وہ مسجد اس کی مطلوب تھی اور آخر میں بھی اس لئے کہ اول جب اس میں گیا تھا تو معلوم ہوا تھا کہ اس میں جو آتا ہے مرجاتا ہے تو اس کا اس وقت بھی مطلوب تھا اور وہ مرنے کو حاضر تھا اب آخر میں اس کو دولت بے انتہا مل گئی اس بناء پر وہ مسجد اس کی مطلوب بن گئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

سوخت پرش را ولیکن ساختش	بس مبارک آمد آن انداختش
اس نے اس کے پر جلائے لیکن اس کو بنا دیا	اس کا جان پر کھیلنا بہت مبارک ہوا

یعنی اس کے پر کو جلا دیا لیکن اس کو بنا دیا اور اس کا وہ ڈال دینا بہت مبارک آیا۔ مطلب یہ کہ بظاہر تو وہ مسجد میں ہلاک ہونے گیا تھا اور مسجد اس کے لئے ظاہراً ہالک تھی مگر اصل میں مسجد نے اس کو بنا دیا اور اس کا کام چلا دیا اور وہ جو مسجد میں جا کر پڑ رہا تھا تو اس کا یہ پڑ رہنا بے حد مبارک تھا کہ بس اسی نے اس کا کام بنا دیا اور اس کو بے انتہا دولت دلوادی۔

ہمچو موسےٰ بود آن مسعود بخت	کاتشے دید او بسوئے آن درخت
وہ نیک بخت حضرت موسیٰ کی طرح تھا	کہ انہوں نے اس درخت کی جانب آگ دیکھی

یعنی وہ نیک بخت موسےٰ کی طرح تھا کہ انہوں نے اس درخت کی طرف ایک آگ دیکھی تھی۔

چون عنایتہا برو موفور بود	نارمی پنداشت آنخود نور بود
چونکہ ان پر (خداوندی) عنایتیں بھرپور تھیں	وہ آگ سمجھ رہے تھے (حالانکہ) وہ خود نور تھا

یعنی جب عنایتیں ان پر بے حد تھیں تو وہ آگ سمجھتے تھے اور وہ خود نور تھا مطلب یہ ہے کہ دیکھو جس طرح کہ موسےٰ علیہ السلام نے آگ جلانے والی سمجھی اور وہ حالانکہ نور تھا اسی طرح اس شخص نے بھی ہلاکت سمجھی حالانکہ وہی اس کے لئے حیات ابدی اور سرمدی تھی۔

مرد حق را چون بہ بینی اے پسر	تو گمان داری برو نار بشر
اے بیٹا! جب تو مرد خدا کو دیکھتا ہے	تو اس پر انسانی آگ کا گماں کرتا ہے

یعنی اے لڑکے مرد حق کو جب تو دیکھتا ہے تو اس پر تو نار بشر کا گمان کرتا ہے (نار بشر میں اضافت بیانیہ ہے) مطلب یہ کہ جب مرد حق کو دیکھتے ہو تو سمجھتے ہو کہ جس طرح اور بشر ہیں ویسا ہی یہ ہے حالانکہ وہ سراسر نور ہو چکتا ہے اور اس کے اندر سے اوصاف بشریت کے مغلوب ہو چکتے ہیں وہ صرف بشر نہیں رہتا بلکہ بشر مع اوصاف ملک ہو جاتا ہے۔

توز خودی آئی و آن در تو است	نار و خار و ظن باطل این سو است
تو اپنے اوپر جاتا ہے اور وہ تجھ میں ہے	آگ اور کانٹا اور گمان اور باطل اسی جانب ہے

یعنی تو اپنے ہی میں سے آتا ہے اور وہ تیرے ہی اندر ہے نار اور خار اور ظن باطل اسی طرف ہے یعنی فرماتے ہیں کہ یہ حضرات جو تم کو صرف بشر ہی نظر آتے ہیں اور ان کی اصل حالت جو تم کو معلوم نہیں ہوتی اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام اوصاف بشری تمہاری ہی اندر ہیں تو وہ صفات بشری جو تمہارے اندر ہیں تمہیں اوروں کے اندر بھی معلوم ہوتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

او درخت موسیٰ است و پر ضیا	نور خوان نارش مخوان بارے بیا
وہ (حضرت) موسیٰ کا درخت ہے اور پر نور ہے	نور کہہ اس کو نار نہ کہہ اب آ جا

یعنی وہ درخت موسوی ہیں اور پر ضیا ہیں نور کہہ ان کو نار مت کہہ بارے آ۔ مطلب یہ کہ ان کی مثال درخت موسےٰ علیہ السلام جیسی ہے کہ جس طرح وہ دور سے نار معلوم ہوتا تھا لیکن اصل میں نور تھا اسی طرح یہ حضرات تمہیں نار معلوم ہوتے ہیں اور ان سے تم گھبراتے ہو مگر آؤ تو سہی ایک دفعہ ان کے پاس ہو تو جاؤ اس کے بعد ہی کوئی رائے قائم کرنا۔

نے فطام این جہان نارے نمود	سالکان رفتند آں خود نور بود
کیا اس دنیا کا چھوڑنا نار نظر نہیں آتا؟	سالک چل پڑے وہ نور تھا

یعنی کیا اس جہان کا چھوڑنا آگ نہیں دکھائی دیا۔ سالک لوگ گئے تو وہ خود نور تھا مطلب یہ کہ دیکھو اس عالم سے جدائی شاق معلوم ہوتی تھی اور آگ کی طرح ناگوار معلوم ہوتی تھی مگر جب سالک لوگ چلے گئے تو اب وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ جس کو نار سمجھا تھا وہ تو سراسر نور ہی نور تھا تو اسی طرح ان کو دور سے نار اور ناگوار سمجھ رکھا ہے جب قریب جاؤ گے تو اس وقت معلوم ہوگا کہ سراسر نور ہی نور ہیں آگے اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ۔

پس بدانکہ شمع دیں بری شود	ایں نہ ہمچوں دیگر آتشہا بود
بس تو جان لے کہ دین کی شمع بلند ہوتی ہے	یہ دوسری آگوں کی طرح نہیں ہوتی ہے

یعنی پس جان لو کہ شمع دین کی بڑھتی ہے اور یہ دوسری آگوں کی طرح نہیں ہوتی مطلب یہ کہ جب معلوم ہوا کہ دیں اور دیندار لوگ دور ہی سے برے اور ناگوار معلوم ہوتے ہیں اور قریب سے اور دراصل نور ہوتے ہیں تو پس شمع دین کی لو زیادہ ہوتی ہے تو اس میں سوزش نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ محض نور ہی نور ہوتی ہے اور آتشوں کی طرح جلانے والی اور ناگوار نہیں ہوتی۔

ایں نماید نور و سوز و یار را	واں بصورت نار و گل زوار را
یہ (دنیاوی شمع) نور نظر آتی ہے اور یار کو جلا دیتی ہے	وہ بظاہر نار ہے اور زیارت کرنے والوں کے لئے پھول ہے

یعنی یہ (دنیا) نور دکھائی دیتی ہے اور یار کو جلا دیتی ہے اور وہ (دین) صورت میں نار ہے اور زیارت کرنے والے کے لئے پھول ہے مطلب یہ ہے کہ دین بظاہر تو بہت مشکل شئے ہے کہ اس کے مجاہدات و ریاضات بہت مشکل ہیں مگر اصل میں جب اس کو دیکھو تو وہ بہت خوشگوار ہے اور یہ دنیا ظاہر میں تو نور ہے کہ خوب ٹیپ ٹاپ معلوم ہوتی ہے لیکن اصل میں نار ہے کہ ہلاک اور برباد کرنے والی ہے۔

ایں چو سازندہ ولے سوزندہ	واں گہ وصلت دل افروزندہ
یہ (بظاہر) سازگار جیسی ہے لیکن جلانے والی ہے	اور وہ مل جانے پر دل کو روشن کرنے والی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی یہ سنوارنے والے کی طرح ایک جلانے والا ہے اور وہ وصل کے وقت دل کو روشن کرنے والا ہے یعنی دنیا ظاہر میں تو عیش کی جگہ ہے مگر اصل میں برباد کرنے والی ہے اور دین جب اس سے وصل ہو تو دل کو روشن کر دینے والی شے ہے۔

شکل شعلہ نور پاک و ساز دار	حاضراں را نور و دوراں را چو نار
شعلہ کی شکل ہے، ساز کرنے والی پاک نور ہے	پاس والوں کے لئے نور ہے اور دور والوں کے لئے آگ جیسی ہے

یعنی شکل تو شعلہ کی اور ہے پاک اور سنوارنے والا حاضروں کے لئے تو نور ہے اور دوروں کے لئے نار کی طرح ہے۔

حاضراں از غائباں خوشحال تر	غائباں را نیست توفیق خبر
اس بات کا خاتمہ نظر نہیں آتا ہے	عاشق اور بزرگ صدر کی بات کر

یعنی حاضر لوگ غائبین سے زیادہ خوش حال ہیں اور غائبین کو خبر کی (بھی) توفیق نہیں ہے مطلب یہ کہ جو لوگ کہ ان حضرات کے پاس رہنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے جو غائب ہیں زیادہ اچھے ہیں اگرچہ ظاہر میں مشقت میں ہوتے ہیں مگر اصل میں آرام ہوتے ہیں تو غرضکہ یہ جو اس مہمان کے لئے مشقتیں اور موت کے لئے تیار ہونے کو کہا ہے۔ اس سے مراد مجاہدات و ریاضات ہیں اور اس کو جو روپیہ پیسہ ملنے کو کہا ہے اس سے مراد دولت باطنی کا حصول ہے کہ وہ مجاہدات و ریاضات بظاہر تو مہلک تھے مگر اصل میں وہ اس کے لئے نور اور حصول دولت کا باعث تھے اب آگے فرماتے ہیں کہ۔

این سخن را نیست پایانے پدید	گو حدیث عاشق و صدر مجید
اس بات کا خاتمہ نظر نہیں آتا ہے	عاشق اور بزرگ صدر کی بات کر

یعنی اس گفتگو کی تو ظاہراً کہیں انتہا نہیں ہے تو عاشق اور صدر حمید کی بات کہو مطلب یہ کہ ان اسرار و حقائق کی تو بظاہر کہیں انتہا معلوم نہیں ہوتی یہ تو بے انتہا ہیں لہٰذا ان کے بیان کو چھوڑ دو اور اس عاشق اور اس کے معشوق اس بادشاہ کا قصہ بیان کرو آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اچھا تو اب اس سخت آوز کا قصہ سننا چاہئے وہ یہ ہے کہ اس کوس کر مہمان گو طبعاً خائف ہوا مگر ہوش و حواس قائم رہے اور اپنے دل میں کہا کہ یہ تو عید کا نقارہ ہے پھر میں کیوں ڈروں مجھے تو خوش ہونا چاہئے ہاں ڈھول کو ڈرنا چاہئے کہ اس پر چوٹ پڑتی ہے یعنی اس سے اہل دنیا کو ڈرنا چاہئے جو ڈھول کی طرح اندر سے خالی ہیں اور صفات کمال نہیں رکھتے کیونکہ یہ انہیں کو ضرر پہنچا سکتی ہے نہ کہ مجھے آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے ڈھول کی طرح خالی اور قلب صافی نہ رکھنے والے لوگو یاد رکھو کہ جس طرح جسم کے لئے عید ہے یوں ہی روح کے لئے بھی عید ہے اور روح کی عید سے تمہارے حصہ میں بجز ڈنکے کی چوٹ کے اور کچھ نہیں یاد

رکھو کہ عید روح قیامت ہے اور بے دین لوگ ڈھول اور ہم اہل اللہ عید والے اور گل کی طرح خوش ہیں خیر یہ استطرادی مضمون تو ختم ہو گیا اب سنو کہ جب اس وہل طلسم نے آواز دی تو وہ ہانڈی جس کا شور بادولت ہے کیسے پکتی ہے اور اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے سو بات یہ ہے کہ جب اس عارف نے اس ڈھول کی آواز سنی تو اپنے دل میں کہا کہ یہ تو میرے لئے عید کا نقارہ ہے اور عید کے نقارہ سے میرا دل کیونکر ڈر سکتا ہے اور یہ بھی کہا کہ اس سے تمہارا دل نہ کانپنا چاہئے کیونکہ یہ تو بد باطن اور بے یقین لوگوں کی موت روحانی کا سبب ہے نہ کہ تمہاری موت کا بس اب وقت آ گیا ہے کہ یا تو میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح ملک لے لوں یا جسم کو روح سے خالی کر دوں اور مر جاؤں۔ یہ سوچ کر وہ اٹھا اور للکارا کہ او آواز دینے والے میں موجود ہوں اگر تو مرد ہے تو آ جا یہ کہنا تھا کہ وہ طلسم ٹوٹ گیا اور ہر طرف طرح طرح کا سونا برسنا شروع ہو گیا اور اس قدر برسا کہ اسے اندیشہ ہوا کہ سونے کی کثرت سے نکلنے کا دروازہ نہ بند ہو جاوے غرضکہ وہ مسجد اس سونے سے ہر جگہ سے بھر گئی اور وہ شخص اس قضائے الٰہی کو دیکھ کر متحیر ہو گیا اس کے بعد وہ بہادر اٹھا اور صبح تک سونا ڈھوتا رہا ایک دفعہ لے جا کر دفن کر آتا تھا اور پھر دوبارہ توبرہ خرجین لے کر آتا تھا غرضکہ اس جانباز نے برخلاف پیچھے ہٹنے والوں کی کوری اور خوف کے اس طرح خزانہ قائم کر لئے معلوم ہوتا ہے کہ اندھے اور پست ہمت زر پرست لوگوں نے اس سے ظاہری سونا سمجھا اور یہ ان سے کچھ بعید نہیں کیونکہ بچے ٹھیکرے توڑتے ہیں اور اس کا نام اشرفیاں رکھ کر دامن میں بھرتے ہیں پس کھیل کے اندر جب اشرفی کا نام آتا ہے تو بچے کے ذہن میں وہی ٹھیکرے آتے ہیں پس یہی حالت ان زر پرستوں کی ہے کہ جب یہ سونے کا نام سنتے ہیں تو ان کا ذہن زر ظاہر کی طرف منتقل ہوتا ہے ہماری مراد یہ سونا نہیں بلکہ وہ اشرفیاں مراد ہیں جن کا سکہ خدائی ہے اور جن کے کھرے ہونے کی خدا تصدیق کرتا ہے اور جو اس کے یہاں کار آمد ہیں اور جو کہ کبھی کھوٹے نہیں ہو سکتیں بلکہ ابدا رائج ہیں اور وہ اشرفیاں مراد ہیں جن سے اس سونے کو چمک حاصل ہوئی ہے (غالباً تجلیات ربانی مراد ہیں) اور جن سے کہ ان کو جوہر اور چمک اور رونق حاصل ہوئی ہے اور وہ اشرفیاں مراد ہیں جن سے کہ غناء قلب حاصل ہوتی ہے اور جن کی روشنی چاند کی روشنی پر غالب آتی ہے (اور مسجد سے مراد دین ہے اور ناصحین سے تقاضا ہائے نفسانی اور آواز سے آواز شیطانی اور حاصل یہ کہ جب اس نے تقاضائے نفسانی کی اطاعت نہ کی اور راہ دین پر استوار رہا تو شیطان نے دھمکی دی اور اس نے اس کی مزاحمت کی تو دولت باطنی سے مالا مال ہو گیا واللہ اعلم) یا دوسرے عنوان سے یوں سمجھو کہ مسجد بمنزلہ شمع کے تھی اور یہ اس کا پروانہ تھا یہ پروانہ خصلت شخص اس کے لئے اپنی جان پر کھیل گیا جس سے اس کے پر جل گئے اور خواہشات نفسانی کا قلع قمع ہو گیا مگر اس سے اس کو نقصان نہ پہنچا بلکہ اس نے اس کو بنا دیا اور اس کا اپنے کو اس خطرہ میں ڈالنا نہایت مبارک ہوا یا یوں کہو کہ وہ خوش قسمت موسےٰ علیہ السلام کی مانند تھا کہ انہوں نے درخت کی جانب آگ دیکھی تھی لیکن چونکہ حق سبحانہ کی عنایتیں ان پر بہت تھیں اس لئے وہ تو آگ سمجھتے تھے مگر وہ ان کے لئے نور تھی علیٰ ہذا یہ تو اس کو بظاہر مضر دیکھتا تھا مگر حقیقت میں وہ اس کے لئے مفید ثابت ہوئی اس مقام پر یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ جب

www.besturdubooks.wordpress.com

تم کسی اہل اللہ کو دیکھتے ہو تو اس کو آگ یعنی بشر محض مثل دیگر عوام سمجھتے ہو پس یہ تمہارا خیال اپنی اصل پر جانا اور اس کو اپنے اوپر قیاس کرنا ہے کیونکہ یہ بات خود تجھ میں موجود ہے نہ کہ اس میں ناریت اور خاریت اور ظن و باطل سب تیرے اندر موجود ہیں لہذا تو اس میں بھی یہی سمجھتا ہے اس کو تم ایسا سمجھو جیسے شجر موسےٰ جو کہ دیکھنے والے کو آگ معلوم ہوا اور واقع میں نور ہو لہذا اس کو تم نور سمجھو نہ کہ نار اور اس سے اتصال پیدا کرو تا کہ اس کی نورانیت تم پر منکشف ہو جاوے ایسا ہوتا ہے کہ ایک شے بظاہر نار اور مضر معلوم ہوتی ہے مگر حقیقت میں وہ نور اور سراسر مفید ہوتی ہے دیکھو ترک عالم ناسوت اس آگ اور ناموافق معلوم ہوتی تھی مگر سالکین اس روش پر چلے تو ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ نار نہیں بلکہ نور ہے جب یہ واقعہ معلوم ہو گیا تو ثابت ہو گیا کہ ہم نے جو کہا تھا کہ۔

لیک شمع عشق چوں آن شمع نیست الخ بالکل صحیح ہے اور شمع دین (یعنی عشق) روشن ہوتی ہے تو یہ اور آگوں کی طرح نہیں ہوتی کیونکہ اور آگیں تو نور دکھلائی دیتی ہیں مگر قریب آنے سے جلا دیتی ہیں اور یہ دور سے آگ معلوم ہوتی ہے اور واقع میں تماشائی کے لئے پھول ہوتی ہے یہ آگیں بظاہر موافق طبع ہیں مگر حقیقت میں جلانے والے اور برخلاف ان کے شمع عشق اتصال کے وقت دل کو روشن کرنے والی ہے وہ بظاہر شعلہ کی مانند ہے اور حقیقت میں نور پاک اور موافق طبع ہے وہ پاس والوں کے لئے نور ہے اور دور والوں کے لئے آگ کی مثل خیر اس گفتگو کی تو کہیں انتہا ہی نہیں اچھا اب اس عاشق اور صدر جہاں کا قصہ بیان کرو۔

شرح شبیری

اس عاشق کی ملاقات صدر جہان کے ساتھ

آن بخاری نیز خود بر شمع زد	گشتہ بود از عشق آسان آں کبد
اس بخاری نے بھی اپنے آپ کو شمع سے بھڑا دیا	وہ مشقت عشق کی وجہ سے آسان ہو گئی تھی

یعنی اس بخاری نے بھی اپنے کو شمع پر مارا اور عشق کی وجہ سے اس کو وہ مصائب آسان ہو گئے تھے مطلب یہ کہ اس بخاری نے بھی اپنے کو بظاہر مصائب میں پھنسا رکھا تھا مگر وہ مصائب اس کے لئے عشق کی وجہ سے سب آسان ہو گئیں تھیں۔

آہ سوزانش سوئے گردون شدہ	دردل صدر جہان مہر آمدہ
اس کی گرم آہ آسمان پر پہنچ گئی تھی	صدر جہاں کے دل میں محبت آ گئی تھی

یعنی اس عاشق کی آہ سوزاں آسمان کی طرف گئی ہوئی اور صدر جہان کے دل میں محبت آئی ہوئی۔

گفت باخود درسحر گہ کائے احد	حال آں آوارہ ماچون بود
اس نے صبح کے وقت اپنے آپ سے کہا اے خدا!	اس ہمارے آوارہ کا کیا حال ہوگا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اپنے سے صبح کے وقت میں کہتا تھا کہ اے اللہ ہمارے اس آوارہ کا کیا حال ہوگا۔

او گناہے کرد و ما دیدیم لیک	رحمت مرا نمی دانست نیک
اس نے قصور کیا اور ہم نے دیکھ لیا لیکن	وہ اچھی طرح ' ہماری رحمت کو نہ جانا

یعنی اس نے ایک گناہ کیا اور ہم نے دیکھ (بھی) لیا لیکن اس نے ہماری رحمت کو اچھی طرح نہ جانا یعنی اس نے اگر گناہ کیا تھا تو معاف کراتا اور سمجھتا کہ بڑے رحیم ہیں معاف کردیں گے یہاں سے چلا کیوں گیا آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ بھی یہی فرماتے ہیں کہ۔

خاطر مجرم زما ترسان شود	لیک صد امید در ترسش بود
خطا وار کا دل ہم سے خوف کھاتا ہے	لیکن اس کے خوف میں سینکڑوں امیدیں ہوتی ہیں

یعنی مجرم کا دل ہم سے ترسان ہوتا ہے لیکن اس کے خوف میں سو امیدیں ہوتی ہیں مطلب یہ کہ مجرم ہم سے ڈرتا ہے مگر اس خوف کی حالت میں بھی اس کو بہت سی امیدیں عفو کی ہم سے ہوتی ہیں۔

من بترسانم و قیح و یاوہ را	آنکہ ترسد من چہ ترسانم ورا
میں بے شرم اور لغو آدمی کو ڈراتا ہوں	جو خود ڈرے میں اس کو کیا ڈراؤں؟

یعنی میں تو بے حیا اور گمراہ کو ڈراتا ہوں اور جو کہ خود ڈرے میں اس کو کیا ڈراؤں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے کہا کہ میں خود تو اس کو ڈراؤں جو کہ خود نہ ڈرتا ہو اور جو خود ہی ڈرتا ہو اس کو ڈرانے کی تو کوئی وجہ نہیں ہے آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

بہر دیگ سرد آذر مے رود	نے بدان کہ جوشش از سر میرود
ٹھنڈی دیگ کے لئے آگ جلتی ہے	نہ کہ اس کے لئے جس کا ابال اوپر سے نکلے

یعنی ٹھنڈی ہنڈیا کے لئے آگ جاتی ہے نہ کہ اس کے لئے جس کا جوش کہ سر سے گزر گیا ہو۔ مطلب یہ کہ جو ہنڈیا کہ خود ہی ابل رہی ہو اس کو آگ کی کیا ضرورت ہے آگ کی ضرورت تو جب ہوگی جب ہنڈیا ابل نہ رہی ہوگی تو اسی طرح خود ڈرانے کی تو جب ضرورت ہو جبکہ وہ پہلے سے خائف نہ ہو اور جب وہ پہلے سے خود خائف ہے پھر ڈرانے کے کیا معنی۔

ایمناں را من بترسانم بعلم	خائفان را ترس بردارم زحلم
میں نڈر لوگوں کو غصہ سے ڈراتا ہوں	ڈرنے والوں کا بردباری کے ذریعہ خوف دور کرتا ہوں

یعنی نڈر لوگوں کو میں علم سے ڈراتا ہوں اور ڈرنے والوں کو حلم سے خوف اٹھا دیتا ہوں۔ یعنی جو لوگ کہ بے خوف ہیں ان کو تو اس طرح خوف دلاتا ہوں کہ دیکھو میں علیم بھی ہوں مجھے سب باتوں کا علم ہے اور جو خود ہی ڈر رہے ہیں ان کو کہتا ہوں کہ میں حلیم ہوں تا کہ ان کا خوف کم ہو۔

پارہ دوزم پارہ در موضع نہم	ہر کسے را شربت اندر خوردہم
پیوند سیتا ہوں پیوند جگہ پر لگاتا ہوں	ہر کسی کیلئے مناسب شربت دیتا ہوں

یعنی میں پیوند سیتا ہوں اور پیوند کی جگہ سے رکھتا ہوں اور ہر شخص کو شربت اس کے لائق دیتا ہوں۔

ہست سر مرد چون بیخ درخت	زان بروید برگہاش از چوب سخت
انسان کا باطن درخت کی جڑ کی طرح ہے	اس سے اس کے پتے اگتے ہیں جس طرح سخت لکڑی سے

یعنی انسان کا باطن درخت کی جڑ کی طرح ہے کہ اسی سے اس کے پتے چوب سخت سے اگتے ہیں مطلب یہ کہ جس طرح کہ شاخ میں سے کہ وہ چوب سخت ہوتی ہے پتے نکلتے ہیں اسی طرح انسان کا باطن بھی ایک جڑ ہے کہ اس پر بہت سے پتے وغیرہ نکل رہے ہیں اور وہ پتے اس کے احوال ہیں جو کہ اس پر وقتاً فوقتاً طاری ہوتے ہیں۔

درخور آن بیخ رستہ برگ ہا	در درخت و در نفوس و در نہا
اس جڑ کے مناسب پتے اگے ہیں	درختوں میں اور نفسوں میں اور عقلوں میں

یعنی اسی جڑ کے لائق پتے اگے ہوئے ہوتے ہیں درخت میں اور نفوس میں اور عقول میں مطلب یہ کہ بس جیسا آدمی ہوتا ہے اس کے ساتھ ویسا ہی عمل کیا جاتا ہے۔

بر فلک برہاست ز اشجار وفا	اصلہا ثابت و فرعہ فی السما
وفا کے درختوں کے آسمان پر پھل ہیں	ان کی جڑ قائم ہے اور اس کی شاخیں آسمان پر ہیں

یعنی فلک پر بہت سے پھل اشجار وفا کے ہیں کہ ان کی جڑ تو قائم ہے اور ان کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ مطلب یہ کہ بہت سے افعال ایسے ہیں کہ ان کے پھل پھول یعنی ان کا اثر تو آسمان پر ہوتا ہے اور وہ خود زمین میں قائم ہوتے ہیں۔

چوں برست از عشق بر بر آسمان	چون نروید در دل صدر جہان
جبکہ آسمان پر عشق کا پھل اگا ہے	تو صدر جہاں کے دل میں کیوں نہ اگے گا؟

یعنی جبکہ عشق کی وجہ سے پھل آسمان پر اگ آیا تو صدر جہان کے دل میں کیوں نہ اگے گا۔ مطلب یہ کہ جب عشق کا اثر آسمان پر ہوتا ہے تو بھلا صدر جہان کے دل میں کیوں نہ ہوتا ضرور ہوا۔

موج می زد در دلش عفو گنہ	زانکہ از دل تا دل آمد روزنہ
خطا کی معافی اس کے دل میں موجیں مارتی تھی	کیونکہ دل سے دل تک سوراخ ہے

یعنی اس صدر جہان کے دل میں عفو گناہ موج مار رہا تھا اس لئے کہ دل سے دل تک روزن ہوتا ہے مطلب یہ کہ صدر جہان کے دل میں یہ امر موج زن تھا کہ اس کے گناہ کو معاف کر دیا جاوے کیونکہ مثل مشہور ہے کہ دل را بدل رہیست درین گنبد سپہر الخ۔ تو اسی کے موافق اس عاشق کے قلب کا اثر صدر جہان کے قلب پر پڑا اور وہ بھی نرم ہو گیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ ز دل تا دل یقین روزن بود	نے جدا و دور چون دو تن بود
دل سے دل تک یقیناً راہ ہوتی ہے	نہ کہ دو جسموں کی طرح دور اور جدا ہوتے ہیں

یعنی کہ دل سے دل تک یقیناً راہ ہوتی ہے نہ کہ دو جسموں کی طرح دور اور جدا ہوتے ہیں مطلب یہ کہ قلوب میں آپس میں جو تعلق ہوتا ہے اس کی وجہ سے ایک کے رنج اور تکلیف اور راحت اور خوشی کا اثر دوسرے پر بھی پڑ جاتا ہے اور جسموں کی طرح نہیں ہوتے کہ ان میں کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں۔

متصل نبود سفال دو چراغ	نور شان ممزوج باشد در مساغ
دو چراغوں کے دیوے ملے ہوئے نہیں ہوتے ہیں	ان کی روشنی پھیلاؤ میں ملی ہوئی ہوتی ہے

یعنی دو چراغوں کے ٹھیکرے متصل نہیں ہوتے (مگر) ان کا نور گزرگاہ میں ملا ہوا ہوتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو دو چراغوں کی اجسام تو علیحدہ ہوتے ہیں اور ان کا نور ایک دوسرے میں ملا ہوا ہوتا ہے کہ ہر ایک کے نور کو ممتاز نہیں کر سکتے اسی طرح اجسام علیحدہ ہوتے ہیں اور آپس میں اجسام میں بعد ہوتا ہے لیکن دل کو دل سے برابر راہ ہوتی ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو آگے قاعدہ کلیہ بیان کرتے ہیں۔

ہیچ عاشق خود نباشد وصل جو	کہ نہ معشوقش بود جویائے او
کوئی عاشق خود بخود وصل کا طالب نہیں ہوتا ہے	جب تک کہ اس کا معشوق اس کا طالب نہ ہو

یعنی کوئی عاشق خود وصل کا طالب نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا معشوق اس کا طالب نہ ہو (مگر فرق یہ ہوتا ہے)

لیک عشق عاشقان تن زہ کند	عشق معشوقان خوش و فربہ کند
لیکن عاشقوں کا عشق جسم کو لاغر بنا تا ہے	معشوقوں کا عشق (ان کو) موٹا تازہ بناتا ہے

یعنی لیکن عاشقوں کا عشق تو بدن کو ضعیف کر دیتا ہے اور معشوق کا عشق خوش و فربہ کرتا ہے مطلب یہ کہ عاشقوں کے عشق میں تو چونکہ طلب زیادہ غالب ہوتی ہے اس لئے ان کا عشق ان کو ضعیف اور کمزور کر دیتا ہے اور معشوقوں کے عشق میں بھی طلب ہوتی ہے مگر ایک محبوبیت کی شان کو لئے ہوئے لہٰذا ان کے عشق کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

چون درین دل برق مہر دوست جست	اندر آن دل دوستی میدان کہ ہست
جب اس دل میں دوست کی محبت کی بجلی کوندی	سمجھ لے کہ اس دل میں بھی محبت ہے

یعنی جب اس دل (عاشق) میں دوست کی محبت کی بجلی چمکی تو جان لو کہ اس دل (معشوق) میں محبت ہے مطلب یہ کہ اگر کوئی کسی پر عاشق ہو تو سمجھ لو کہ محبوب کو بھی اس کا خیال اور اس کی محبت ہے۔

در دل تو مہر حق چوں شد دو تو	ہست حق را بیگمان مہرے بتو
جب تیرے دل میں اللہ (تعالیٰ) کی محبت دو گنی ہو گئی	یقیناً اللہ (تعالیٰ) کو تجھ سے محبت ہے

یعنی جب تیرے دل میں حق تعالیٰ کی محبت زیادہ ہو تو یقیناً حق تعالیٰ کو تجھ سے ایک محبت ہے مطلب یہ کہ اوپر بیان کیا ہے کہ بے معشوق کے جذب کے عاشق کو طلب نہیں ہو سکتی تو فرماتے ہیں کہ اسی طرح اگر کسی کے قلب میں حق تعالیٰ کی محبت اور طلب پیدا ہو تو اس کو اپنا کمال نہ سمجھے کیونکہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ اسی طرف کی کشش ہے اگر اس طرف سے جذب نہ ہو تو نہ اس میں طلب رہے اور نہ یہ محبت رہے یہ سب اسی طرف کی کشش کا اثر ہے آگے صرف ایک قلب سے بغیر دوسرے کے متوجہ ہوئے عشق نہ ہوسکنے کی ایک مثال دیتے ہیں۔

ہیچ بانگ کف زدن آید بدر	از یکے دستے تو بے دستے دگر
ہتھیلی بجانے کی آواز بھی باہر آتی ہے	تیرے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کے بغیر

یعنی کیا تالی بجانے کی آواز تمہارے ایک ہاتھ سے بے دوسرے ہاتھ کے نکلتی ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجا کرتی بلکہ دونوں ہاتھوں کے ملنے سے آواز نکلتی ہے اسی طرح عشق بھی ایک طرف سے نہیں ہوا کرتا بلکہ دونوں طرف سے ہوتا ہے آگے اسی کی چند مثالیں دیتے ہیں۔

تشنہ می نالد کہ اے آب گوار	آب ہم نالد کہ کو آن آب خوار
پیاسا روتا ہے کہ ہائے خوشگوار پانی	پانی بھی روتا ہے کہ پینے والا کہاں ہے؟

یعنی پیاسا روتا ہے کہ اے پانی خوشگوار (تو کہاں ہے) تو پانی بھی (بزبان حال) روتا ہے کہ وہ پانی پینے والا کہاں ہے۔

جذب آبست این عطش در جان ما	ما از آن او و اوہم زان ما
ہماری جان میں یہ پیاس پانی کی کشش ہے	ہم اس کے ہیں اور وہ بھی ہمارا ہے

یعنی ہماری جان میں جو پیاس ہے یہ پانی کا جذب ہے ہم اس کے ہیں اور وہ بھی ہمارا ہے مطلب یہ کہ جس طرح ہم اس کے طالب ہیں وہ بھی ہمارا طالب ہے ورنہ سچ یہ ہے کہ اگر پیاسے نہ ہوں تو پانی کو کون پوچھے تو اس کی طرف سے بھی طلب اپنے اظہار کمال کے لئے ضروری ہوئی کہ اگر پیاسے ہونگے تو اس کا یہ کمال کہ وہ سیراب کرنے والا ہے ظاہر ہوگا اور نہ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔ آگے کلیۃً فرماتے ہیں۔

حق بحکمت در قضا و در قدر	کردہ مارا عاشقان ہمدگر
قضا و قدر میں اللہ (تعالیٰ) نے حکمت سے	ہمیں ایک دوسرے کا عاشق بنا دیا ہے

یعنی حق تعالیٰ نے حکمت سے قضا و قدر میں ہمیں ایک دوسرے کا عاشق کر دیا ہے۔

جملہ اجزائے جہان زان حکم پیش	جفت جفت و عاشقان جفت خویش
اس ازلی حکم کی وجہ سے دنیا کے تمام اجزاء	جوڑ جوڑ ہیں اور اپنے جوڑے کے عاشق ہیں

یعنی تمام اجزاء جہان کے اس حکم ازلی کی وجہ سے جوڑا جوڑا ہیں اور اپنے جوڑے کے عاشق ہیں مطلب یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ دنیا میں ہر چیز کو دیکھ لو کہ وہ یقیناً کسی دوسری چیز کی طالب اور محتاج ہوگی آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں۔

ہست ہر جزوے بعالم جفت خواہ	راست ہمچون کہربا و برگ کاہ
دنیا میں ہر چیز جوڑے کی خواہشمند ہے	بالکل اسی طرح جیسے کہربا اور گھاس کا تنکا

یعنی ہر ایک جزو عالم میں جوڑے کا طالب ہے ٹھیک جیسے کہ کہربا اور گھاس کا پتہ مطلب یہ کہ دنیا میں ہر چیز دوسرے کی طالب ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کہربا گھاس کو کھینچتا ہے اور جذب کرتا ہے بس اسی طرح دنیا کی ہر چیز ایک دوسرے کو جذب کر رہی ہے آگے زمین اور آسمان کے ایک دوسرے طلب کرنے کو بیان کرتے ہیں۔

آسمان گوید زمین را مرحبا	باتو ام چون آہن و آہن ربا
آسمان زمین کو کہتا ہے خوش آمدید	میں تیرے لئے ایسا ہی ہوں جیسے لوہا اور مقناطیس

یعنی آسمان زمین سے کہتا ہے کہ مرحبا میں تیرے ساتھ مثل لوہے اور لوہے کے اچک لینے والے کے ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان زمین سے بزبان حال کہتا ہے کہ میری اور تیری مثال لوہے اور مقناطیس جیسی ہے کہ ان میں بھی ہر ایک دوسرے کا طالب ہوتا ہے تو اسی طرح یہاں بھی میں تیرا طالب اور محتاج ہوں اور تو میرے آگے۔ ان کے ایک دوسرے کے محتاج ہونے کی صورت بتلاتے ہیں۔

آسمان مرد و زمین زن در خرد	ہرچہ او انداخت این می پرورد
عقلاً آسمان شوہر اور زمین بیوی ہے	جو وہ ڈالتا ہے یہ پالتی ہے

یعنی آسمان تو مرد ہے اور زمین سمجھنے میں عورت ہے جو کچھ وہ (آسمان) ڈالتا ہے یہ (زمین) پالتی ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح مرد عورت کے رحم میں نطفہ ڈال دیتا ہے اور وہاں پرورش پا کر جاندار بچہ ہو جاتا ہے اسی طرح آسمان پانی برساتا ہے دھوپ دیتا ہے سردی اور گرمی پہنچاتا ہے جس سے کہ زمین کے پھل پھول پرورش پا کر دیکھنے والوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو جاتے ہیں تو دیکھئے کہ اگر آسمان نہ ہو تو زمین بیکار اور اگر زمین نہ ہو تو آسمان کی یہ داد و دہش بیکار پس معلوم ہو گیا کہ جذب اور کشش اور طلب دونوں طرف سے موجود ہے آگے اسی کو بیان فرماتے ہیں۔

چوں نماند گرمیش بفرستد او	چوں نماند تری و نم بدہد او
جب اس میں گرمی نہیں رہتی وہ بھیجتا ہے	جب تری اور نمی نہیں رہتی وہ عطا کرتا ہے
برج خاکی خاک ارضی را مدد	برج آبی تریش اندر دہد
خاکی برج زمین کی خاک کے لئے مدد	آبی برج اس میں تری پیدا کرتا ہے

یعنی برج خاکی زمین کی خاک کے لئے مدد ہے اور برج آبی اس کو تری دیتا ہے۔

برج بادی ابر سوئے او برد	تا بخارات وخسم را برکشد
بادی برج اس کی جانب ابر لے جاتا ہے	یہاں تک کہ ناموافق بخارات کو کھینچ لیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی برج ہوائی اس (میں) کی طرف ابر لے جاتا ہے تاکہ خراب بخارات کو کھینچ لے۔

برج آتش گرمی خورشید ازو	ہمچو تابہ سرخ ز آتش پشت رو
آتشی برج کہ سورج کی گرمی اس سے ہے	توے کی طرح آگ سے (اس کی) رو اور پشت سرخ ہے

یعنی برج آتشی خورشید کی گرمی اسی سے ہے اور توے کی طرح آگ کی وجہ سے پشت و روئے سرخ ہے مطلب یہ ہے کہ برج خاکی اور آبی اور بادی اور آتشی یہ سب آسمان میں ہی ہیں تو اگر زمین کو تری کی ضرورت ہوتی ہے تو آسمان برج آبی کے ذریعہ سے تری پہنچاتا ہے اور اگر گرمی کی ضرورت ہوتی ہے تو برج آتشی سے بذریعہ آفتاب کے گرمی پہنچاتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ زمین کو اپنے پھلنے پھولنے میں آسمان کی سخت احتیاج ہے اور یہاں پر بھی سمجھ لینا چاہئے کہ مولانا نے جو بروج کے عمل بتلائے ہیں اسی سے مولانا یہ عقیدہ ہونا لازم نہیں آتا بلکہ مولانا نے علی المشہور منجمین کی اصطلاح سے اپنے مدعا کو ثابت کر دیا ہے جس میں کوئی خرابی نہیں کہ ایک تائید کے درجہ میں ان کی اصطلاحات کو بھی بیان کر دیا گیا اگر چہ وہ محض ظنی ہیں آگے آسمان کا طالب زمین ہونا بیان فرماتے ہیں۔

ہست سرگردان فلک ار زمن	ہمچو مردان گرد مکسب بہر زن
زمانے میں آسمان سرگرداں ہے	شوہروں کی طرح بیوی کے لئے کمائی کے گرد

یعنی آسمان زمانہ میں مثل ان مردوں کے جو عورت کے لئے کمائی کے گرد پھرتے ہیں سرگرداں ہے۔

وین زمین کد بانوی ہامی کند	بر ولادت و رضاعش می تند
اور یہ زمین بیگم پن کرتی ہے	جننے اور اس کو دودھ پلانے میں لگی ہے

یعنی اور یہ زمین بیگم پنا کرتی ہے اور پر ولادتوں اور دودھ پلانے اس (مولود) کے تیار ہوتی ہے مطلب یہ کہ آسمان تو مردوں کی طرح کمائی کرتا پھرتا ہے اور بچہ کی پرورش کے لئے جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے اس کو مہیا کر دیتا ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اور زمین بیوی کی طرح اس مولود پھل پھول گھاس وغیرہ کو اپنے اندر رکھ کر پرورش کرتی ہے آگے اس پر ایک تفریع فرماتے ہیں۔

پس زمین و چرخ را دان ہوش مند	چونکہ کار ہوش مندان می کنند
پس زمین اور آسمان کو ہوشمند سمجھ	کیونکہ وہ ہوشمندوں سے کام کرتے ہیں

یعنی پس زمین و آسمان کو باشعور سمجھو جبکہ وہ شعور والوں جیسا کام کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ صوفیہ کہتے ہیں کہ ہر شے میں ایک قسم کا شعور ہے جس سے کہ اس کو اپنے مرتبہ کے موافق معرفت حق حاصل ہوتی ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ ہمارے اس تمام بیان سے صوفیہ کا یہ مسئلہ ثابت ہو گیا کہ زمین و آسمان میں بھی شعور ہے۔

گر نہ از ہم این دو دلبر می مزند	پس چرا چون جفت در ہم می خزند
اگر یہ دونوں دلبر ایک دوسرے سے مزانہیں اڑا رہے ہیں	تو جوڑے کی طرح ایک دوسرے میں کیوں گھستے ہیں؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر یہ دونوں دلبر آپس میں نہیں چوتے ہیں تو کیوں جوڑے کی طرح آپس میں گھستے ہیں مطلب یہ کہ اگر یہ دونوں زمین و آسمان جو دو دلبروں کی طرح ہیں ایک دوسرے سے محتاج یہ کو جذب نہیں کرتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ میاں بیوی کی طرح تعلقات رکھتے ہیں۔

بے زمین کے گل بروید وارغوان	پس چہ زاید ز آب و تاب آسمان
زمین کے بغیر گل اور ارغوان کب اگتا ہے؟	آسمان کی آب و تاب سے کیا اگتا ہے؟

یعنی بے زمین کے کب پھول اور ارغوان جمتے ہیں اور آسمان نے پانی اور گرمی سے پھر کیا پیدا ہوگا۔ مطلب یہ کہ اگر زمین نہ ہو تو آسمان کا پانی اور اس کی گرمی سب بیکار ہو جاوے۔ کوئی پھول پھل جم ہی نہیں سکتا اور بے آسمان کے زمین بیکار ہے جیسا کہ ظاہر ہے آگے فرماتے ہیں۔

بہر آن میلست در مادہ ز نر	تابود تکمیل کار ہمدگر
اسی لئے مادہ میں نر کی جانب جھکاؤ ہے	تاکہ ایک کا کام دوسرے سے مکمل ہو سکے

یعنی اسی واسطے مادہ میں نر کی طرف سے رغبت ہے تاکہ ایک دوسرے کے کام کی تکمیل ہو جاوے۔

میل اندر مرد و زن حق زان نہاد	تا بقایا بد جہان زین اتحاد
مرد اور عورت میں اللہ (تعالیٰ) نے اس لئے میلان رکھا ہے	تاکہ اس اتحاد سے دنیا بقا حاصل کر لے

یعنی حق تعالیٰ نے مرد و زن میں رغبت اس لئے رکھ دی تاکہ جہان اس اتحاد سے بقا پاوے۔

میل ہر جزوے بجزوے ہم نہد	ز اتحاد ہر دو تولیدے جہد
ہر جزو میں دوسرے جزو کی طرف میلان رکھا ہے	دونوں کے اکٹھا ہونے سے تولید ہوتی ہے

رغبت ہر ایک جزو کی دوسرے جزو سے بھی رکھی ہے کہ دونوں کے اتحاد سے ایک ولادت نکلتی ہے۔

شب چنین با روز اندر اعتناق	مختلف در صورت اما اتفاق
گلے لگانے میں رات' دن کے ساتھ اسی طرح ہے	بظاہر مختلف ہیں لیکن (باہمی) اتفاق ہے

یعنی رات کو اسی طرح دن تک لپٹنے میں مختلف صورت میں لیکن (اصل میں) متفق۔

روز و شب ظاہر دو ضد و دشمن اند	لیک ہر دو یک حقیقت می تنند
بظاہر رات اور دن دو مخالف اور دشمن ہیں	لیکن دونوں ایک حقیقت پر عمل کرتے ہیں

یعنی رات دن ظاہراً دو ضد اور دشمن ہیں لیکن دونوں ایک حقیقت پر تنتے ہیں مطلب یہ کہ رات دن ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر میں جو دو چیزیں ضد اور دشمن ہیں ان کے ملنے سے حقیقت واحدہ پیدا ہوتی ہے اور دونوں کی حالت یہ ہوتی ہے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر یکے خواہان دگر را ہمچو خویش	از پئے تکمیل فعل و کار خویش
ہر ایک دوسرے کو اپنی (جان کی) طرح چاہتا ہے	اپنے فعل اور کام کے عمل کرنے کے لئے

یعنی ہر ایک دوسرے کا اپنوں کی طرح اپنے فعل اور کام کی تکمیل کے واسطے خواہاں ہے۔

زانکہ بے شب دخل نہ بود طبع را	پس چہ اندر خرج آرد روزہا
کیونکہ رات کے بغیر طبیعت کو آمدنی نہیں ہوتی ہے	تو دن میں کیا خرچ کریں گے؟

یعنی اس لئے کہ بے رات کے طبیعت کو آمدنی نہیں ہوتی پھر دن خرچ میں کیا لاویں گے مطلب یہ کہ رات کو چونکہ سکون ہوتا ہے اس لئے طبیعت علوم وغیرہ کو جمع کر لیتی ہے جن کو دن میں خرچ کر دیتی ہے۔ سو اگر رات نہ ہو تو آمدنی بھی نہ ہو پھر دن میں خرچ کیا کرے۔ پس معلوم ہوا کہ دن رات کا طالب ہے اور اگر دن نہ ہو رات کا خزانہ یوں ہی جمع رہے لہذا رات بھی دن کی طالب ہے آگے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ انسان کے اندر جو عناصر کا مجموعہ ہے وہ بھی ہر ایک اپنی اپنی جنس کا طالب ہے اور اسی کو جذب کرتا ہے۔

ہر عنصر کا اپنی جنس کو جو کہ آدمی کی ترکیب میں مقید ہے جذب کرنا

خاک گوید خاک تن را باز گرد	ترک جان گو سوئے ما آ ہمچو گرد
جسم کی مٹی کو مٹی کہتی ہے واپس آ جا	جان کو چھوڑ دے گرد کی طرح ہماری جانب آ جا

یعنی (کرۂ) خاک بدن کی خاک سے کہتا ہے کہ لوٹ آ جان کو ترک کر اور ہماری طرف گرد کی طرح چلی آ مطلب یہ کہ انسان میں جو ایک عنصر خاک ہے اس کو کرۂ خاک جذب کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ ہمارے اندر چلا آوے اور کہتا ہے کہ۔

جنس مائی پیش ما اولے تری	بہ کہ زان تن وارہی زین سو پری
تو ہماری جنس ہے تیرا ہمارے سامنے رہنا بہتر ہے	بہتر ہے کہ اس جسم کو چھوڑ دے اس جانب اڑ آ

یعنی تو ہماری جنس ہے ہمارے ہی سامنے زیادہ بہتر ہے۔ بہتر ہے کہ اس تن کو چھوڑے اور اس طرح اڑے مطلب یہ کہ وہ کرہ بزبان حال کہہ رہا ہے کہ اے خاک تو تو مجھ میں سے ہے ان غیر جنسوں میں کہاں جا لگی ان کو چھوڑ کر میرے پاس چلی آ تو وہ کہتی ہے کہ۔

گوید آرے لیک من پابستہ ام	گرچہ ہمچوں تو ز ہجراں خستہ ام
وہ کہتی ہے ہاں لیکن میں پابند ہوں	اگرچہ تیری طرح فراق سے غمگین ہوں

یعنی وہ کہتی ہے کہ ہاں لیکن میں پابند ہوں اگرچہ تیری طرح جدائی سے زخمی ہو رہی ہوں۔ مطلب یہ کہ یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بدن انسان کی خاک بھی کہتی ہے کہ اے کرہ میں بھی تیری جدائی میں چین سے نہیں ہوں مگر کیا کروں ایسی مقید ہوں کہ آ نہیں سکتی۔ تو دیکھئے کہ یہاں بھی دونوں ہی طرف سے طلب اور جذب ہے۔

تری تن را بجویند آبہا	کاے تری باز آ زغربت سوئے ما
پانی جسم کی تری کو تلاش کرتے ہیں	کہ اے تری مسافرت سے ہماری جانب لوٹ آ

یعنی تن کی تری کو پانی ڈھونڈ رہے ہیں (اور کہہ رہے ہیں) کہ اے تری مسافرت سے ہماری طرف چلی آ مطلب یہ کہ بدن انسان میں جو ایک عنصر پانی کا ہے اس کو کرہ آب جذب کر رہا ہے۔

گرمئ تن را ہمی خواند اثیر	کہ زناری راہ اصل خویش گیر
کرہ نار بھی جسم کی گرمی پکارتا ہے	کہ تو آگ سے ہے اپنی اصل کا راستہ اختیار کر

یعنی بدن کی گرمی کو کرہ نار بلا رہا ہے کہ تو تو نار میں سے ہے اپنے اصل کی راہ اختیار کر۔

ہست ہفتاد و دو علت در بدن	از کششہائے عناصر بے رسن
بدن میں بہتر بیماریاں ہیں	عنصروں کی بغیر رسی کی کھینچ تان کی وجہ سے

یعنی بدن میں بہتر بیماریاں عناصر کی کششوں کی وجہ سے جو کہ بے رسی کے ہیں (بہتر سے مراد عدد نہیں بلکہ صرف کثرت مراد ہے) مطلب یہ ہے کہ بیماریاں جو آتی ہیں وہ اس لئے آتی ہیں کہ ہر عنصر اپنے اصل کی طرف جانا چاہتا ہے تو اس کشش کی وجہ سے بدن مریض ہو جاتا ہے۔

علت آید تا بدن را بگسلد	تا عناصر ہمدگر را واہلد
بیماری آتی ہے تاکہ جسم کو متفرق کر دے	تاکہ عنصر ایک دوسرے کو چھوڑ دے

یعنی بیماری آتی ہے تاکہ بدن کو توڑ دے تاکہ عناصر ایک دوسرے کو چھوڑ دیں (لیکن)

چار مرغ اند این عناصر بستہ پائے	مرگ و رنجوری و علت پاکشائے
یہ عناصر چار پاؤں بندھے پرند ہیں	موت اور بیماری اور تکلیف پاؤں کھولنے والی ہے

یعنی یہ عناصر چار جانور پاؤں بندھے ہوئے ہیں موت اور تکلیف بیماری پاؤں کے کھولنے والی ہے۔

پائے شان از ہمدگر چون باز کرد	مرغ ہر عنصر یقین پرواز کرد
جب اس نے ایک دوسرے کے پاؤں کو کھول دیا	ہر عنصر کا پرند یقینا اڑ جائے گا

یعنی پاؤں ان کا ایک دوسرے سے جب (موت نے) کھول دیا تو ہر عنصر کا جانور یقینا اڑ گیا مطلب یہ ہے کہ انسان کے بدن میں جو چار عناصر ہیں ان کی ایسی مثال ہے کہ جیسے مختلف مقامات کے چار جانور ہوں کہ ایک دوسرے کا پاؤں آپس میں بندھا ہوا ہو کہ کوئی علیحدہ ہو کر نہ اڑ سکے لیکن اگر کوئی ان کے پاؤں کی رسی کو کاٹ دے تو ہر

www.besturdubooks.wordpress.com

جانور اپنی اپنی جگہ میں چلا جاوے گا بس اسی طرح یہ عناصر بھی بدن انسانی کی رسی میں اس طرح بندھے ہوئے ہیں کہ کوئی ایک دوسرے سے الگ ہو کر نہیں جا سکتا لیکن اگر انسان کی موت آ جاتی ہے تو یہ موت ان کی پاؤں کے کھولنے والی ہوتی ہے اور ہر ہر عنصر اپنی اپنی اصل میں جا ملتا ہے اور ان میں جو آپس میں ہر ایک کی اصل کشش کرتی ہے اور بدن جو مثل رسی کے ہے اس کو توڑنا چاہتے ہیں یہ بیماریاں ہیں اور اس رسی کا ٹوٹ جانا موت ہے۔

جذبہ این اصلہا و فرعہا	ہر دمے رنجے نہد در جسم ما
ان اصلوں اور فرعوں کی کشش	ہر وقت ہمارے جسم میں مرض پیدا کرتی ہے

یعنی ان اصلوں اور فرعون کی کشش ہر دم ایک تکلیف ہمارے جسم میں رکھ دیتی ہے۔

تا کہ این ترکیبہا را بر ورد	مرغ ہر جزوے باصل خود پرد
تاکہ ان بندھنوں کو توڑ دے	ہر جزو کا پرند اصل کی جانب اڑ جائے

تاکہ ان ترکیبوں کو توڑ ڈالے اور ہر جزو کا جانور اپنی اصل کی طرف اڑ جاوے (مگر)

حکمت حق مانع آید زین عجل	جمع شان دارد بصحت تا اجل
اللہ تعالیٰ کی حکمت اس عمل سے مانع رہتی ہے	موت تک ان کو صحت کے ساتھ جمع رکھتی ہے

یعنی حکمت حق کی اس جلدی کرنے سے مانع آتی ہے اور ان کو تندرستی کے ساتھ موت تک جمع رکھتی ہے۔

گویدا ے اجزاء اجل مشہود نیست	پرزدن پیش از اجل تان سود نیست
(وہ حکمت) کہتی ہے اے اجزاء موت معلوم نہیں ہے	موت سے پہلے تمہارا پھڑ پھڑانا مفید نہیں ہے

یعنی (وہ حکمت حق) کہتی ہے کہ اے اجزا موت حاضر نہیں ہے اور موت سے پہلے پر مارنا تمہارے مفید نہیں مطلب یہ کہ جب اصول اپنے فروع کو اپنی طرف کھینچتے ہیں تو وہ فروع چاہتے ہیں کہ جسم انسانی کی رسی کو توڑ کر ایک دفعہ اپنی اصل میں جا ملیں اور اس ارادہ ہی کا نام مرض ہے مگر چونکہ حکمت حق ان کو اس بدن کی قید میں کچھ روز اور رکھنا چاہتی ہے لہذا وہ اس رسی کو صحت کے ذریعہ سے پھر قوت دیتی ہے اور ان اجزاء سے کہتی ہے کہ موت سے پہلے کوئی مرتا نہیں تمہارے پاؤں کی کھولنے والی موت ہی ہے اور اس کا وقت مقرر ہے پھر وقت سے پہلے ہاتھ پیر پیٹنا کیا فائدہ۔ آگے مولانا دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔

چونکہ ہر جزوے بجوید ارتفاق	چون بود جان غریب اندر فراق
جبکہ ہر جزو رفاقت چاہتا ہے	تو مسافر جان کا فراق میں کیا حال ہو گا؟

یعنی جبکہ ہر چیز رفاقت کو ڈھونڈتی ہے تو غریب جان فراق میں کس طرح ہوگی۔ مطلب یہ کہ عناصر جو کہ ناسوتی ہیں مگر ان کو اپنے اصول سے کچھ بعد ہو گیا ہے اپنی اصل کی طرف جانے کے لئے کس قدر کوشش کرتے ہیں تو روح جو کہ ملکوتی ہے اس

www.besturdubooks.wordpress.com

ناسوت میں آ کر کس درجہ پریشان ہوگی اور وہ اپنی اصل کی طرف کتنا جانا چاہتی ہوگی آگے اسی کو بیان کرتے ہیں۔

روح کا بھی عالم ارواح کی طرف منجذب ہونا

گوید اے اجزائے پست فرشیم	غربت من تلخ تر من عرشیم
وہ کہتی ہے کہ اے میرے زمینی پست اجزاء	میری مسافرت زیادہ کڑوی ہے میں عرشی ہوں

یعنی (جان) کہتی ہے کہ اے میرے پست اور فرشی اجزاء میری غربت زیادہ تلخ ہے (کیونکہ) میں عرشی ہوں۔ مطلب یہ کہ جب اجزائے بدن اپنی اپنی اصلوں کی طرف جانا چاہتے ہیں تو روح کہتی ہے کہ ارے تم تو ناسوتی ہو تم کو اپنے اصول سے اتنا بعد نہیں ہوا ہے جتنا کہ مجھے اپنی اصل سے ہے کیونکہ میں ملکوتی ہوں اور یہاں ناسوت میں آ کر پھنس گئی ہوں اور ملکوت اور ناسوت میں جو بعد ہے وہ ظاہر ہے آگے فرماتے ہیں۔

میل تن در سبزہ و آب رواں	زاں بود کہ اصل او آمد ازاں
جسم کا میلان سبزے اور بہتے پانی کی جانب	اسی لئے ہے کہ اس کی اصل وہاں سے آئی ہے

یعنی بدن کی رغبت سبزہ اور آب رواں میں اس لئے ہوتی ہے کہ اس کی اصل اسی سے آئی ہے (سبزہ و آب رواں سے مطلق ناسوت مراد ہے)

میل جان اندر حیات و درحی است	زانکہ جان لامکان اصل ویست
جان کا میلان زندگی اور حی (وقیوم) کی جانب ہے	کیونکہ اس کی اصل لامکانی جان ہے

یعنی روح کی رغبت حیات اور حی میں ہے اس لئے کہ روح لامکانی اس کی اصل ہے مطلب یہ ہے کہ صوفیا اس روح کو جو بدن انسانی میں مقید ہے روح زجاجی کہتے ہیں اور اس کی اصل ایک روح اعظم بتلاتے ہیں جس کا کہ یہ روح انسانی عکس اور پرتو ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ اس روح زجاجی کو ملکوت کی طرف اس لئے رغبت ہے کہ اس کی اصل وہیں ہے اور روح اعظم کا اطلاق بعض اوقات صوفیا ذات حق پر بھی کر دیتے ہیں۔

میل جان در حکمت است و در علوم	میل تن در باغ و راغ ست و کروم
جان کا میلان حکمت اور علوم کی جانب ہے	جسم کا میلان باغ چمن اور انگور کی بیلوں کی جانب ہے

یعنی روح کی رغبت تو حکمت اور علوم میں ہے اور بدن کی رغبت باغ میں اور کھیتی میں اور انگوروں میں ہے۔ حکمت و علوم سے مراد مطلق ملکوت ہے اور باغ و راغ سے مطلب ناسوت)

میل جان اندر ترقی و شرف	میل تن در کسب اسباب علف
جان کا میلانؔ ترقی اور شرافت کی طرف ہے	جسم کا میلان چارے کے اسباب حاصل کرنے کی طرف ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی روح کی رغبت تو ترقی اور شرف میں ہوتی ہے اور بدن کی رغبت روزی کمانے کے اسباب میں ہوتی ہے۔

میل و عشق آن شرف ہمسوئے جان	زین یحب را و یحبون را بدان
شرافت کا میلان اور عشق بھی جان کی جانب ہے	اس کو "وہ محبت کرتا ہے اور وہ محبت کرتے ہیں" سے سمجھ لے

یعنی رغبت اور عشق اس شرف کا بھی جان کی طرف ہے اس سے یحب اور یحبون کو جان لو مطلب یہ کہ قرآن شریف میں حق تعالیٰ مومنوں کے بارہ میں فرماتے ہیں۔ یحبھم و یحبونہ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ محبت اور کشش اور جذب اور رغبت سب دونوں طرف سے ہوتے ہیں آگے فرماتے ہیں۔

گر بگویم شرح این بیحد شود	مثنوی ہشتاد من کاغذ شود
اگر میں اس کی شرح کردوں لامحدود ہو جائے گی	مثنوی اسی سیر کاغذ ہو جائے گی

یعنی اگر اس کی شرح کہوں تو بے حد ہو جاوے گا اور مثنوی اسی من کاغذ ہو جاوے (اسی من سے صرف زیادتی مراد ہے)

حاصل آنکہ ہر کہ او طالب بود	جان مطلوبش بر و راغب بوذ
خلاصہ یہ ہے کہ جو طالب ہوگا	مطلوب کی جان اس کی طرف راغب ہو گی

یعنی حاصل یہ ہے کہ جو کوئی طالب ہوتا ہے اس کے مطلوب کی جان اس پر راغب ہوتی ہے۔

آدمی حیوان نباتے و جماد	ہر مرادے عاشقے ہر بے مراد
آدمی حیوان نباتات اور جماد	ہر معشوق ہر نامراد (عاشق) کا عاشق ہے

یعنی آدمی حیوان گھاس پھونس اور پتھر ہر ایک مطلوب ہر طالب کا عاشق ہے۔ (ہاں فرق یہ ہے)

بے مرادان بر مرادے می تنند	وان مرادان جذب ایشان می کنند
نامراد (عاشق) محبوب کا چکر کاٹتے ہیں	وہ محبوب ان کو کھینچتے ہیں

یعنی عشاق تو مطلوبیت پر تنتے ہیں اور وہ معشوق ان کو جذب کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ عشاق تو اس کی کوشش کرتے ہیں کہ مطلوب مل جاوے اور معشوق صرف کشش کرتے ہیں تو عشاق میں شان طلب زیادہ ہوتی ہے اور معشوقوں میں بے نیازی زیادہ ہوتی ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے۔

لیک میل عاشقان لاغر کند	میل معشوقان خوش و بافر کند
لیکن عاشقوں کا عشق (ان کو) لاغر کرتا ہے	معشوقوں کا عشق ان کو حسین اور باشوکت بناتا ہے

یعنی لیکن عاشقوں کی رغبت تو (ان کو) لاغر کر دیتی ہے اور معشوقوں کا میلان (ان کو) خوش اور بادبدبہ کر دیتا ہے۔

عشق معشوقان دورخ افروختہ	عشق عاشق جان او را سوختہ
معشوقوں کے عشق نے دونوں رخسارے روشن کر دیے ہیں	عاشق کے عشق نے اس کی جان جلا ڈالی ہے

یعنی معشوقوں کا عشق تو (ان کے) دونوں رخساروں کو چمکائے ہوئے ہوتا ہے اور عاشق کا عشق اس کی جان کو جلائے ہوئے ہوتا ہے۔ (آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں)

کهربا عاشق بشکل بے نیاز	کاه مے کوشد در آن راه دراز
کہربا لاپروائی کے ساتھ عاشق ہے	تنکا اس (عشق) میں دراز راستہ طے کرتا ہے

یعنی کہربا عاشق ہے (مگر) بے نیازی کی شکل میں اور تنکا اس راہ دراز میں کوشش کر رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اصل میں جذب اور کشش تو دیکھو کہربا ہی کی طرف سے ہے اور وہی چاہتا ہے کہ میں تنکے کو اپنے کنار میں لے لوں۔ لیکن خود دوڑ کر تنکے کے پاس نہیں پہنچتا اپنی کشش سے تنکے ہی کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ تو جو شخص تنکے کو کہربا کی طرف جاتے ہوئے دیکھتا ہے اور حقیقت سے ناواقف ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ تنکا ہی کوشش کر کے کہربا کے پاس پہنچا اسی طرح سمجھو کہ اگر کہیں کسی کے دل میں حق تعالیٰ کی محبت ذرہ بھر بھی پیدا ہوتی ہے تو یہ کشش اصل میں اسی طرف سے ہے اس شخص کو اپنا کمال نہ سمجھنا چاہئے آگے اس عاشق صدر جہان کے قصہ کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔

این رہا کن عشق آن تشنہ دہان	تافت اندر سینۂ صدر جہان
اس کو چھوڑ اس پیاسے کا عشق	صدر جہاں کے سینے میں چمک اٹھا

یعنی اس کو چھوڑو کہ اس پیاسے کا عشق صدر جہان کے سینہ میں چمک اٹھا ہے مطلب یہ کہ اس بیان کو چھوڑو کیونکہ صدر جہان کے سینہ میں بھی اپنے عاشق کی طلب پیدا ہوگئی ہے تو اب اسی کا قصہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

رود آن عشق و غم آتشکدہ	رفتہ در مخدوم او مشفق شدہ
اس عشق کا دھواں اور بھٹی کا غم	مخدوم کو پہنچا وہ مہربان ہو گیا

یعنی اس عشق کا دھواں اور آتشکدہ کا غم اس کے مخدوم میں گیا تو وہ مشفق ہوگیا۔ مطلب یہ کہ اس عاشق کے دل میں جو عشق کی آگ لگی ہوئی تھی جس سے کہ وہ آگ کا گھر ہو رہا تھا اس کا اثر صدر جہان کے دل میں بھی گیا جس سے کہ اس کو دوبارہ توجہ ہوئی۔

لیک از ناموس و بوش و آبرو	شرم می آید کہ وا جوید ازو
لیکن عزت اور فخر اور آبرو کی وجہ سے	اس کو شرم آتی تھی کہ وہ اس کی جستجو کرے

یعنی شرم اور عزت اور آبرو کی وجہ سے اس کو شرم آتی تھی کہ اس (عاشق) کو تلاش کرے۔

رحمتش مشتاق آن مسکین شدہ	سلطنت زین لطف مانع آمدہ
اس کی رحمت اس مسکین کی مشتاق ہو گئی	سلطنت اس مہربانی سے مانع بنی

رحمت اس کی تو اس مسکین کی مشتاق ہو رہی تھی اور سلطنت اس لطف سے مانع آ رہی تھی مطلب یہ کہ صدر

www.besturdubooks.wordpress.com

جہان اگر اپنے قلب کی حالت کی طرف نظر کرتا تھا جو کہ اب اس عاشق کی محبت سے پر تھا تو اس کا مشتاق ہو جاتا تھا اور چاہتا تھا کہ اس کو کہیں نہ کہیں سے ڈھونڈ کر اپنے سامنے لا کھڑا کرے لیکن سلطنت کا دبدبہ اور رعب اس کو مانع آتا تھا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ ایک غلام کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔

عقل حیران کاین عجب او را کشید	یا کشش زانسو بدین جانب رسید
عقل حیران ہے تعجب ہے کہ یہ اس کو کھینچ رہا ہے	یا کشش اس جانب سے اس جانب پہنچی ہے

یعنی عقل حیران تھی کہ یہ عجب ہے کہ یہ اس کو کھینچ رہا ہے یا کشش اس جانب سے اس طرف پہنچ رہی ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ کشش دونوں طرف سے ہو رہی تھی اور دونوں ایک دوسرے کو اپنی اپنی طرف کھینچ رہے تھے اور کشش دونوں طرف سے کامل تھی تو اس کا پتہ نہ چلتا تھا کہ اصل کشش کس طرف سے ہے آگے مولانا عقل کو خطاب کر کے فرماتے ہیں۔

ترک جلدی کن کزین ناواقفی	لب بہ بند اللہ اعلم بالخفی
بہادری چھوڑ کیونکہ تو اس سے ناواقف ہے	ہونٹ بند کر لے اور اللہ راز کو زیادہ جانتا ہے

یعنی جلدی کو چھوڑ کیونکہ تو اس سے ناواقف ہے لب بند کر لے اللہ پوشیدہ بات کو زیادہ جاننے والا ہے۔ مطلب یہ کہ عقل کو فرماتے ہیں کہ تو اس کے معلوم کرنے میں کشش کس طرف سے ہے جلدی مت کر کیونکہ تو اس سے ناواقف ہے تجھے اس کا پتہ چلنا مشکل ہے آگے مولانا فرماتے ہیں۔

لب بہ بندم ہر دمے زنیسان سخن	توبہ آرم ہر زمان صد بار من
میں اس طرح کی باتوں سے ہر وقت ہونٹ بند کرتا ہوں	ہر وقت سو بار توبہ کرتا ہوں

یعنی ہر دم ایسی باتوں سے لب کو بند کر لیتا ہوں اور ہر گھڑی سو دفعہ توبہ کرتا ہوں (اس بات کی کہ)

کاین سخن را بعد ازین مدفون کنم	آن کشندہ می کشد من چون کنم
کہ اس بات کو میں اس کے بعد دفن کر دوں گا	وہ کھینچنے والا کھینچتا ہے میں کیا کروں؟

یعنی کہ اس بات کو اس کے بعد دفن کر دوں گا (مگر) وہ کھینچنے والا کھینچتا ہے میں کیا کروں مطلب یہ کہ میں نے تو بارہا قصد کیا کہ اس قسم کی باتیں جیسا کہ اوپر ذکر آیا ہے بیان نہ کیا کروں مگر قضا و قدر کی وجہ سے تقاضا ایسا ہوتا ہے کہ مجھے مجبور ہو کر بیان کرنا پڑتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں۔

کیست آن کت می کشد اے معتنی	آنکہ می نگزاردت کہ دم زنی
اے ذخیرہ اندوز! وہ کون ہے جو تجھے کھینچتا ہے؟	وہ وہ ہے جو تجھے نہیں چھوڑتا کہ تو دم مارے

یعنی (کوئی پوچھتا ہے) کہ اے ذخیرہ کرنے والے وہ کون ہے کہ تجھے کھینچ رہا ہے (مولانا جواب دیتے ہیں) وہ شخص ہے جو کہ تجھے نہیں چھوڑتا کہ دم مارے۔ مطلب یہ کہ کوئی پوچھتا ہے کہ وہ کون ہے کہ تمہیں بیان

www.besturdubooks.wordpress.com

کرنے پر مجبور کرتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ وہ ذات ہے کہ جو تمہیں بولنے نہیں دیتا اور اس کی یہ شان ہے کہ۔

صد عزیمت می کنی بہر سفر	می کشاند مرترا جائے دگر
تو سفر کے لئے سو پختہ ارادے کرتا ہے	وہ تجھے دوسری جگہ کھینچ لے جاتا ہے

یعنی تم سفر کے لئے سینکڑوں ارادے کرتے ہو (مگر) وہ تم کو دوسری جگہ کھینچ لے جاتا ہے۔ آگے اس کی حکمت بیان فرماتے ہیں۔

زان بگرداند بہر سو آن لگام	تا خبر یابد ز فارس اسپ خام
وہ لگام کو ہر جانب اس لئے موڑ دیتا ہے	تاکہ ناتجربہ کار گھوڑا سوار کو جان جائے

یعنی وہ ہر طرف کو لگام اس لئے پھراتا ہے تاکہ نوآموز گھوڑا سوار کی خبر پالے مطلب یہ کہ جب نوآموز گھوڑے پر کوئی شہسوار سواری کرتا ہے تو اس کے لگام کو کبھی اس طرف کرتا ہے اور کبھی اس طرف کرتا ہے تاکہ وہ شرارت نہ کرے اور جان لے کہ کوئی شہسوار اوپر بیٹھا ہوا ہے۔ بس اسی واسطے حق تعالیٰ ہمارے ارادوں کو بدل اور توڑ دیتے ہیں تاکہ ہم سمجھ لیں کہ ہمارے اوپر کوئی زبردست اور قوی ہاتھ ہے کہ جو ہم سے بہت زیادہ بااختیار ہے۔

اسپ زیرک سار زان نیکو پیست	کو ہمی داند کہ فارس بر ویست
سمجھدار گھوڑا اس لئے عمدہ رفتار پر ہے	کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس پر سوار (موجود) ہے

ہوشیار گھوڑا اس لئے نیک قدر ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اس پر سوار ہے مطلب یہ کہ جن لوگوں کو معلوم ہے کہ ان کے اوپر زبردست ہاتھ بھی ہے تو اگر ان کے ارادے وغیرہ ٹوٹ بھی جاتے ہیں تب بھی ان کو رنج نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ ارادوں کا توڑ دینا اس بااختیار اور باحکمت ہاتھ کا کام ہے کہ جو علام الغیوب ہے۔

او دلت را بر دو صد سودا بہ بست	بے مرادت کرد پس دل را شکست
اس نے تیرے دل کو دو سو خیالات سے وابستہ کر دیا	تجھے نامراد کیا اور پھر دل کو توڑ دیا

یعنی اس نے تمہارے دل کو سینکڑوں خیالوں پر باندھ دیا اور پھر تم کو بے مراد کر کے دل توڑ دیا۔

چون شکست او بال آن رائے نخست	چون نشد ہستی بال اشکن درست
جب اس نے پہلی رائے کا بازو توڑ دیا	تو بازو توڑنے والے کی ذات کیسے ثابت نہ ہوئی؟

یعنی جب اس نے اس پہلی رائے کے بازو کو توڑ دیا تو اس بازو توڑنے والے کی ہستی کیوں ثابت نہ ہوگی۔ مطلب یہ کہ جب اس نے تمہاری رائے کو بدل دیا اور تمہارے ارادہ کو توڑ دیا تو اسی سے اس کی ہستی کا ثبوت ہوگیا۔

چون قضایش حبل تدبیرت شکست	چون نشد بر تو قضائے او درست
جب اس کے فیصلے نے تیری تدبیر کی رسی توڑ دی	تو اس کا فیصلہ تیرے لئے کیسے ثابت نہ ہوا؟

یعنی جب اس کی قضا نے تمہاری تدبیر کی رسی کو توڑ دیا تو اس کی قضا تم پر کیونکر ثابت نہ ہوئی مطلب یہ کہ جب اس نے اپنی قضا سے تمہاری تدبیر توڑ دی تو اس سے معلوم ہو گیا کہ اس کی قضا تم پر جاری ہے آگے اسی مضمون کو فرماتے ہیں۔

قصدوں اور ارادوں کا توڑنا آدمی کو اس بات کی خبر کرنے کے واسطے ہے کہ مالک اور قاہر خدائے تعالیٰ ہی ہے اور کبھی کبھی انسان کے ارادہ کو فسخ نہ کرنا اس لئے ہے تاکہ اس کی طبیعت ارادہ کرنے کی خوگر رہے اور پھر اس کو تنبیہ ہوتی رہے

عزمہا و قصدہا در ماجرا	گاہ گاہے راست می آید ترا
معاملے میں ارادے اور قصد	کبھی کبھی تیرے لئے ٹھیک ہوتے ہیں

ارادے اور قصد عالم میں کبھی کبھی تمہارے لئے ٹھیک ہو جاتے ہیں مطلب یہ کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تم جو قصد کرتے ہو وہی ہو جاتا ہے۔

تا بہ طمع آن دلت نیت کند	بار دیگر نیتت را بشکند
تاکہ اس کے لالچ میں تیرا دل ارادہ کرے	دوبارہ وہ تیرے ارادے کو توڑ دیتا ہے

یعنی تاکہ اس کے لالچ میں تمہارا دل ارادہ کرے تو دوسری مرتبہ حق تعالیٰ تمہارے ارادہ کو توڑ دے۔

ور بکلی بے مرادت داشتے	دل شدے نومید امل کے کاشتے
اگر وہ تجھے بالکلیہ نامراد رکھتا	دل ناامید ہو جاتا امید کا بیج کب بوتا؟

یعنی اور اگر بالکل تم کو بے مراد رکھتے تو دل ناامید ہو جاتا وہ امید کب بوتا۔

ورنہ کاریدے امل از عوریش	کے شدے پیدا برو مقہوریش
اگر وہ اپنے اندھے پنے سے امید (کا بیج) نہ بوتا	تو اس پر اپنا عاجز ہونا کب ظاہر ہوتا؟

یعنی اور اگر اپنی کم نگاہی کی وجہ سے (جو امید کیا کرتا تھا اس) امید (کو) نہ کرتا تو اس پر اپنی مقہوری کب ظاہر ہوتی۔ مطلب یہ کہ جب انسان کوئی ارادہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو پورا فرما دیتے ہیں جس سے دل اس کا بڑھتا ہے اور وہ دوبارہ پھر قصد کرتا ہے اور دوسری مرتبہ میں اس کے قصد کو توڑ دیتے ہیں تاکہ اس کو حق تعالیٰ کی عظمت اور قوت کا مشاہدہ ہو جاوے اور یہ بھی ممکن تھا کہ کوئی قصد بھی پورا نہ ہوا کرتا جس سے کہ حق تعالیٰ کی قوت کا پوری طرح مشاہدہ ہو جاتا مگر اس

www.besturdubooks.wordpress.com

کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ مایوس ہو کر قصد کرنا ہی چھوڑ دیتا تو اس عظمت اور جبروت کا اظہار نہ رہتا آگے فرماتے ہیں۔

عاقلان از بے مرادیہائے خویش	باخبر گشتند از مولائے خویش
سمجھدار لوگ اپنی نامرادی کی وجہ سے	اپنے مولا سے باخبر ہوئے ہیں

یعنی عاقل لوگ اپنی بے مرادیوں کی وجہ سے اپنے مولا سے باخبر ہو گئے۔ مطلب یہ کہ جو لوگ عاقل تھے جب انہوں نے اپنی بے مرادیاں دیکھیں تو اس سے حق تعالیٰ کی عظمت کی معرفت ان کو حاصل ہوئی جیسا کہ حدیث میں ہے عرفت ربی بفسخ العزائم۔

بے مرادی شد قلاؤز بہشت	حفت الجنۃ شنو اے خوش سرشت
نامرادی، بہشت کا پیشرو بنی ہے	اے خوش مزاج! "جنت کو گھیرا گیا ہے" سن لے

یعنی ناکامی بہشت کی رہبر ہوگئی اے نیک ذات حفت الجنۃ کو سن مطلب یہ ہے کہ دیکھو حدیث میں ہے کہ حفت الجنۃ بالمکارہ (گھیر دی گئی ہے جنت تکلیفوں سے) تو قصد کرنے کے بعد ناکامی ہونے سے زیادہ اور کیا مکروہ بات ہوگی جو اس پر راضی رہا وہ ان شاء اللہ ضرور جنت میں جاوے گا اس سے ناکامی کا رہبر جنت ہونا صاف ظاہر ہے۔

چون مرادات ہمہ اشکستہ پاست	پس کسے باشد کہ کام او رواست
جبکہ سب (انسانوں) کے مقاصد شکستہ پا ہیں	تو کوئی تو ہو گا جس کا مقصود پورا ہوتا ہو گا

یعنی جبکہ سب کی مرادیں شکستہ پا ہیں پس کوئی تو ہوگا کہ جس کا کام جاری ہے مطلب یہ کہ جب سب لوگوں کی امیدیں اور ارادے تو ایسے ہیں کہ اکثر ٹوٹ جاتے ہیں تو کوئی ذات یقیناً ایسی بھی ہے کہ جو ان ارادوں کو توڑنے والی ہے اور اس کے کل ارادے پورے ہوتے ہیں۔

پس شدند اشکستہ پاش این صادقان	لیک کو خود آن شکست عاشقان
پس یہ سچے انسان اس کی وجہ سے شکستہ پا ہوئے ہیں	لیکن عاشقوں کی (سی) شکستگی کہاں ہے؟

یعنی اس لئے یہ صادق لوگ حق تعالیٰ کے شکستہ پا ہیں لیکن وہ عاشقوں کی شکست کہاں ہے (اس لئے کہ)

عاقلان اشکستہ اش از اضطرا	عاشقان اشکستہ با صد اختیار
اہل عقل، مجبوری سے اس کے شکستہ (پا) ہیں	عاشق سو اختیاروں کے باوجود شکستہ (پا) ہیں

یعنی عاقل لوگ تو اس کے شکستہ مجبوری سے ہیں اور عاشق لوگ سو اختیار کے ساتھ شکستہ ہیں مطلب یہ ہے کہ عقلاء تو اپنے ارادوں میں بوجہ مجبوری کے ناکام اور شکستہ پا ہوتے ہیں اور قصد کرتے ہیں اور توڑ دیا جاتا ہے اور جو عشاق ہیں انہوں نے جب دیکھا کہ ہمارے ارادے بالکل دوسرے کے ہاتھ میں ہیں تو وہ اپنے اختیار سے بھی اسی کے سپرد ہو گئے اور اپنے ارادوں کو اسی کے سپرد کر دیا تو عقلاء اور عشاق دونوں شکستہ پا اور نامراد اور ناکام ہوئے مگر دونوں میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

عاقلانش بندگان بندی اند	عاشقانش شکری و قندی اند
عقلمند اس کے قیدی غلام ہیں	اس کے عاشق شکر اور قند کھانے والے ہیں

یعنی عاقل لوگ اس کے قید کردہ غلام ہیں اور عاشق ان کے (غلام) شکری اور قندی ہیں۔

ائتیا کرہاً مہار عاقلان	ائتیا طوعاً مہار بیدلان
"تم دونوں جبراً آؤ" اہل عقل کی مہار ہے	عاشقوں کی مہار "تم دونوں خوشی سے آؤ" ہے

ائتیا کرہاً (یعنی آؤ تم مجبوراً) مہار عاقلوں کی ہے اور ائتیا طوعاً (یعنی آؤ خوشی سے) مہار عاشقوں کی مطلب یہ ہے کہ جو عقلاء ہیں اور کارخانہ حق میں اپنی عقل کو دخل دیتے ہیں ان کی بھی عقل کچھ نہیں چلتی اور وہی ہوتا ہے جو حق تعالیٰ چاہتے ہیں مگر وہ اس کو مجبوراً مانتے ہیں اور جو عشاق ہیں وہ جب اپنے ارادہ کے خلاف ارادہ حق دیکھتے ہیں تو وہ راضی برضا ہو جاتے ہیں اور جیسا کہ پہلے اپنے ارادہ پر خوش تھے اسی طرح اب ارادہ حق پر راضی اور خوش ہوتے ہیں آگے ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کفار کو قید میں دیکھا جن کو مسلمان کشاں کشاں لا رہے تھے ان میں بعض وہ تھے کہ جو مسلمان ہونے والے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے کہ جو جنت کی طرف زنجیروں اور طوقوں میں باندھ کر لائے جاتے ہیں تو دیکھئے کہ وہ جنت کی طرف آنے پر راضی نہ تھے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ ہاں تو اس بخاری نے بھی اپنے کو اس مہمان کی طرح شمع سے ٹکرایا تھا اور عشق کی بدولت اس کی بھی تمام تکلیفیں آسان ہو گئی تھیں اس کی آہ سوزاں آسمان پر جاتی تھی بالآخر صدر جہاں کے دل میں محبت پیدا ہو گئی اور اس نے اپنے دل میں ایک صبح کو کہا کہ اے اللہ ہمارے اس آوارہ کا حال نہیں معلوم کیا ہے۔ اس نے قصور کیا تھا اور ہم نے دیکھ لیا تھا جس سے وہ خوف زدہ ہو کر بھاگ گیا مگر وہ ہمارے رحم کو اچھی طرح نہ جانتا تھا گو مجرم کا دل ہم سے ڈرتا ہے مگر واقع میں اس کے ڈر میں سینکڑوں امیدیں مخفی ہوتی ہیں گو اس کو ان کا احساس نہ ہو میں اس کو ڈراتا ہوں جو دیدہ دلیر اور لغو آدمی ہو۔ اور جو خود ڈرے میں اسے کیا ڈراتا۔ آگ سرد ہانڈی کے لئے ہوتی ہے اور اس کے لے نہیں ہوتی جس کا ابال سر سے تجاوز کر رہا ہے جو نڈر رہوں میں ان کو غضب سے ڈراتا ہوں اور جو ڈرتے ہوں ان کے خوف کو حلم سے دور کرتا ہوں میں تو پیوند لگانے والا ہوں لہذا جہاں جیسے پیوند کی ضرورت ہوتی ہے ویسا ہی لگاتا ہوں اور جہاں نہیں ہوتی وہاں نہیں لگاتا۔ اور میں ایک طبیب ہوں کہ ہر ایک کو اس کے مرض کے موافق شربت دیتا ہوں آدمی کا باطن درخت کی جڑ سے مشابہ ہے اور اس جڑ سے مختلف قسم کے پتے نکلتے ہیں اور پتے جڑ کے موافق ہوتے ہیں خواہ بیخ درخت ہو یا بیخ نفس یا بیخ عقل سودفا کا ایک ایسا درخت ہے جس کے پھل آسمان پر ہیں لہذا اس کو یوں کہنا چاہئے کہ

اس کی جڑ تو زمین میں ہے اور شاخ آسمان میں یعنی درخت وفا ایک عظیم الشان درخت ہے جس کے پھل و نتائج نہایت اعلیٰ ہیں اور جبکہ عشق کا پھل آسمان میں پیدا ہوتا ہے تو صدر جہان کے دل میں کیوں نہ پیدا ہوگا لہذا اس کے دل میں عفو گناہ موجزن تھا کیونکہ دل کو دل سے راہ ہے اور ان میں آپس میں اتصال ہے اور وہ دو جسموں کی طرح ایک دوسرے سے دور اور جدا نہیں ہوتے۔ پس جبکہ وہ اس کا جان نثار تھا تو یہ اس کا دشمن جان کیونکر ہو سکتا تھا اتصال قلوب اور انفصال اجسام کو یوں سمجھو جیسے دو چراغ آپس میں نہیں ملتے۔ مگر ان کا نور ممزوج ہوتا ہے۔ یہاں تک ہم نے یہ بیان کیا تھا کہ صدر جہاں کی محبت کا منشاء غلام کی محبت تھی مگر یہ گفتگو بنا بر ظاہر تھی۔ اب ہم نظر کو اور دقیق کر کے کہتے ہیں کہ اس عاشق کی محبت خود صدر جہان کی محبت کا نتیجہ تھی کیونکہ کوئی عاشق اس وقت تک طالب وصال نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا معشوق اس کا طالب نہ ہو مگر دونوں کے آثار میں فرق ہوتا ہے عشق عاشق تو جسم کو کمان بنا دیتا ہے اور عشق محبوبان ان کے جسم کو موٹا تازہ کرتا ہے اس تفاوت اثر سے شبہ ہو جاتا ہے کہ معشوق کو محبت نہیں ہوتی پس جب کسی کے دل میں کسی کی محبت پیدا ہو تو یقین کر لینا چاہئے کہ اس کے دل میں بھی اس کی محبت ہے۔ جب یہ اصول معلوم ہو گیا تو اس سے تم کو سلوک کا ایک نفیس مسئلہ بھی معلوم ہو گیا وہ یہ کہ جب تمہارے دل میں خدا کی محبت بڑھے تو تم کو یقین ہونا چاہئے کہ خدا کو بھی تم سے محبت ہے۔ موٹی بات ہے کہ ایک ہاتھ سے تالی نہیں بجتی۔ پس جبکہ اس کو محبت ہے تو لازم ہے کہ اس کو بھی ہو پس اگر پیاسا پانی کے لئے روتا ہے تو پانی بھی روتا ہے اور کہتا ہے کہ پانی پینے والا کہاں ہے یہ جو ہمارے اندر پیاس ہے یہ پانی ہی کا جذب ہے پس ہم پانی کے ہیں اور پانی ہمارا۔ اللہ جل جلالہٗ نے اپنی حکمت سے جو کہ قضاء و قدر میں ہے ہم کو ایک دوسرے کا عاشق کر دیا ہے اور تمام اجزاء عالم اس حکم ازلی کی بنا پر جوڑا جوڑا اور اپنے جوڑے کے عاشق ہو گئے ہیں عالم میں ہر جزو یقیناً ان ہی جوڑے کا طالب ہے۔ جیسے کہربا اور برگ کاہ اسی بناء پر آسمان زمین کی آؤ بھگت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میری اور تیری ایسی ہی مثال ہے جیسے مقناطیس اور لوہا ان میں بحکم عقل آسمان مرد ہے اور زمین عورت کیونکہ جو وہ ڈالتا ہے یہ اس کی پرورش کرتی ہے اور جبکہ گرمی نہیں رہتی تو وہ بھیجتا ہے اور جب تری و نمی نہیں رہتی تو وہ تری عطا کرتا ہے برج خاکی خاک کی مدد کرتا ہے برج آبی اس کو تری عطا کرتا ہے۔

برج بادی اس کے پاس ابر کو کھینچ کر لاتا ہے اور پانی برساتا ہے تا کہ بخارات ردیہ نکل جائیں رہا برج آتشی سو آفتاب کی گرمی اسی کے سبب ہے اور آفتاب کی رو و پشت اس کی گرمی سے توے کی طرح سرخ ہے تو آفتاب سے جو حرارت زمین کو حاصل ہوتی ہے وہ برج آتشی ہی کی ہے۔ اس لئے برج آتشی سے اس کو حرارت پہنچتی ہے خلاصہ یہ کہ فلک زمین کے لئے یوں ہی سرگرداں ہے جیسے مرد عورت کے لئے کماتا ہے اور یہ زمین اس کے لئے بیگم کا کام دیتی ہے کہ اس کے لئے بچے جنتی اور اس کے بچوں کو دودھ پلاتی ہے اسی سے تم سمجھ لو کہ آسمان و زمین بھی حس رکھتے ہیں کیونکہ ذوی العقول کے سے کام ان سے صادر ہوتے ہیں اور جو کہ دلیل ہیں ان کے حساس ہونے کی اگر یہ دونوں دلبر ایک دوسرے سے مستفیض نہیں ہوتے تو میاں بیوی کی طرح ایک دوسرے میں کیوں گھسے ہوئے ہیں اور خاوند بیوی کے سے تعلقات ان میں کیوں ہیں دیکھو بلا زمین کے گل و ارغوان پیدا نہیں ہوتے اور صرف آسمان کی آب و تاب سے

www.besturdubooks.wordpress.com

بدوں زمین کے کوئی نتیجہ نہیں پیدا ہوتا تو معلوم ہوا کہ آسمان زمین سے یوں ہی مستفیض ہے جیسے کہ زمین آسمان سے اور ان میں تعلقات زن وشوئی ہیں۔ آسمان خاوند ہے اور زمین بیوی اور ان نر و مادہ میں ایک کو دوسری کی طرف اس لئے رغبت ہے کہ ہر ایک کے کام کی دوسرے سے تکمیل ہو۔ اس لئے حق سبحانہ نے عورت و مرد کے اندر بھی ایک دوسرے کی طرف رغبت رکھی ہے تاکہ ان کے اتحاد سے عالم وقت معلوم تک باقی رہے۔ پس اسی لئے اور اجزاء عالم میں بھی دوسرے اجزاء کی طرف میلان رکھا ہے کہ ان کے اتحاد سے نتائج پیدا ہوں یوں ہی رات بھی دن کے گلے لپٹی ہوئی ہے گو صورت میں مختلف ہیں کہ ایک آتی ہے تو دوسرا جاتا ہے اور وہ آتا ہے تو یہ جاتی ہے مگر معنے ان میں اتحاد و اتفاق ہے اور گو ہر دو بظاہر ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ مگر حقیقت میں ایک کو دوسرے سے تعلق ہے اور اپنے کام کی تکمیل کے لئے ہر ایک دوسرے کو یوں ہی چاہتا ہے جیسے اپنے کو چاہتے ہیں کیونکہ دن کا کام ہے صرف کرنا اور صرف بدوں آمدنی کے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آمدنی کے لئے رات کی ضرورت ہے زمین و آسمان عورت و مرد و لیل و نہار کا ازدواج تو معلوم ہو گیا جس سے اشیاء متخالف میں ازدواج ثابت ہوا اب اشیاء متجانسہ کا ارتباط سنو۔ مٹی خاک جسم کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور کہتی ہے کہ میرے پاس چلی آ اور جان کو چھوڑ دے کیونکہ تو اس کی ہمجنس نہیں ہے بلکہ ہماری جنس ہے اس لئے ہمارے ہی پاس رہنا تیرے لئے بہتر ہے اس لئے بہتر ہے کہ تو جسم سے الگ ہو کر ہمارے پاس آ جا وہ جواب دیتی ہے کہ یہ آپ بجا فرماتی ہیں مگر میں مقید ہوں گو میں بھی صدمہ فراق سے نڈھال ہوں مگر مجبور ہوں کچھ بن نہیں پڑتی۔ پانی جسم کی تری کے طالب ہیں اور کہتے ہیں کہ اے تری تو اپنے اصلی وطن میں چلی آ اور مسافرت کو چھوڑ دے کرہ نار جسم کی گرمی کو اپنی طرف بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ تو از جنس نار ہے اپنی اصل کی طرف آ۔ پس یہ جو کثرت امراض جسم میں واقع ہوتے ہیں اس کی وجہ وہی عناصر کی معنوی کشش ہے۔ جس میں اس کو دخل نہیں اور مرض اسی لئے آتا ہے تاکہ بدن کے اجزاء کو متفرق کر دے اور عناصر کو اپنی اپنی اصل کی طرف چلتا کر دے۔ پس یہ عناصر ایسے ہیں جیسے چار جانور جن کے پاؤں باندھ دیئے گئے ہوں اور امراض ان کے پاؤں کھولنے والے۔ جبکہ کوئی مرض ان کے پاؤں کھول دیتا ہے تو مرغ ہر عنصر اپنے آشیانہ و حیز کی طرف اڑ جاتا ہے پس ان اصول و فروع میں جو باہم تجاذب فطری ہے یہی تجاذب ہر وقت ہمارے اندر ایک نیا مرض پیدا کرتا ہے اور مقصد اس کا یہ ہوتا ہے کہ ان ترکیبوں کو جدا کر دے اور مرغ ہر جزو عنصری اپنی اصل کی طرف اڑ جاوے لیکن حکمت خداوندی ان کو جلدی سے روک دیتی ہے اور ان کو ایک وقت معین تک صحت کے ذریعہ سے مجتمع رکھتی ہے وہ کہتا ہے کہ اے اجزاء ابھی وقت نہیں آیا۔ اور وقت سے پہلے پھڑ پھڑانا اور چھوٹنے کی کوشش کرنا بیکار ہے۔ جبکہ تم کو یہ معلوم ہو گیا کہ ہر جزو عنصری اپنی اصل کی مفارقت چاہتا ہے تو اس سے معلوم ہو گیا کہ اشیاء متناسبہ و متجانسہ میں بھی ارتباط ہے اور اس سے تم یہ بھی اندازہ کر سکتے ہو کہ جب اجزاء غیر حساسہ بظاہر کی فراق میں یہ حالت ہے تو جان جو ظاہراً و حقیقت ہر دو طرح حساس ہے مفارقت میں اس کی کیا حالت ہو گی اور وہ اپنی اصل کی طرف لوٹنے کی کس قدر مشتاق ہو گی وہ کہتی ہے اے میرے اجزاء ناسوتیہ سفلیہ نہیں عرشی ہوں اور مجھے یہ غربت نہایت ناگوار ہے دیکھو جسم سبزہ و آب رواں کی طرف اس لئے مائل ہے کہ وہ اس کی اصل ہے تو چونکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

لامکان وعالم غیب روح کی اصل ہے لہذا اس کو اس کی طرف میل ہوگا جو کہ عالم حیات بلکہ خود حی ہے نیز چونکہ جان خود حی ہے اس لئے اس کو صفات احیاء یعنی حکمت وعلوم کی طرف میل ہے اور جسم چونکہ خود بے جان ہے اس لئے اس کو اشیاء مردہ مثل باغ جنگل انگور وغیرہ کی طرف میلان ہے نیز چونکہ روح علوی الاصل ہے اس لئے اس کا میلان ترقی و شرف کی طرف ہے اور تن چونکہ سفلی الاصل ہے اس لئے اس کا میلان کھانے پینے کی طرف ہے اور جس طرح روح کو شرف کی طرف میلان ہے یوں ہی شرف کو روح کی طرف اسی۔ بہ تم تمہیم و تعبونہ کی حقیقت سمجھ سکتے ہو اگر میں اس مضمون تجاذب وازدواج کی تفصیل کروں تو کلام بہت دراز ہو جائے گا اور مثنوی کا وزن اسی من کاغذ ہو جاوے گا۔

خلاصہ یہ کہ جو طالب ہوتا ہے تو اس کے مطلوب کا دل بھی اس کا خواہاں ہوتا ہے خواہ آدمی ہو خواہ جانور۔ نبات ہو یا جماد غرض کہ ہر مطلوب اپنے طالب کا عاشق ہے عاشق اپنے معشوقوں سے تعلق رکھتے ہیں اور معشوق ان کو اپنی طرف کھینچتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ عاشقوں کا میلان تو ان کو دبلا کرتا ہے اور معشوقوں کا میلان ان کو شاندار بناتا ہے۔ معشوقوں کا عشق ان کے گالوں کو فروغ حسن سے چمکاتا ہے اور عاشق کا عشق اس کی جان کو جلاتا ہے۔ کہربا یعنی عاشق ہے مگر صورۃً بے نیاز ہے اور گھاس بھی عاشق ہے مگر وہ راہ دراز کو قطع کر کے اپنے معشوق تک پہنچنا چاہتا ہے اچھا اس بحث کو چھوڑو اصل مطلب یہ ہے کہ اس طالب صادق کا عشق صدر جہاں کے سینہ میں چمکا اور اس عشق کے دھوئیں اور اس آتش کدہ کے غم نے آقا کے دل میں سرایت کی اور وہ بھی مہربان ہو گیا مگر عزو شان و آبرو کے سبب سے اس کو شرم آتی تھی کہ اس کو ڈھونڈے اس کا رحم تو اس مسکین کا مشتاق تھا۔ مگر حکومت اس عنایت سے مانع ہوئی۔ عقل حیران اور متعجب ہے کہ اس عاشق نے اس کو کھینچا یا ادھر سے کشش ہوئی اور اس نے اسے کھینچا (اور محشین نے اس کی تشریح یوں کی ہے کہ عقل حیران ہے کہ صدر جہان نے خود بخود اس کو کھینچا ہے یا عاشق کی کشش صدر جہان تک پہنچی اس کے دل میں اس کی محبت پیدا ہوئی اور اس کشش کے ذریعہ سے اس نے اس عاشق کو کھینچا واللہ اعلم) اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے عقل اس راز کے معلوم کرنے میں جلدی نہ کر کیونکہ تو ابھی اس قابل نہیں ہے۔ اور خاموش رہ اور اس کے علم کو خدا کے حوالہ کردے اور کہدے کہ خدا ہی مخفیات اسرار کو خوب جانتا ہے میں ہر وقت ایسی باریک باتوں کے اظہار سے خاموش رہنا چاہتا ہوں اور ہر وقت سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں کہ اب ایسی باتوں کو دفن کر دوں گا۔ مگر کھینچنے والا کھینچتا ہے میں کیا کروں تم جانتے ہو کہ وہ کھینچنے والا کون ہے وہ وہی ہے جو تم کو کھینچتا ہے اور دم نہیں مارنے دیتا۔ اچھا اب سمجھو کہ تم سفر دینی یا دنیوی کے لئے سو بار پختہ ارادہ کرتے ہو مگر وہ تم کو دوسری طرف کھینچ لے جاتا ہے اس میں کیا راز ہے اس ہر طرف باگ موڑنے میں راز یہ ہے کہ ناواقف گھوڑا اپنے سوار سے واقف ہو جاوے۔ جو عقلمند گھوڑے ہیں وہ ٹھیک اس لئے چلتے ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہ شہسوار ہماری پیٹھ پر سوار ہے پس ایسا کرنے سے تم بھی ہوشیار ہو جاؤ گے۔ لہذا اولاً اس نے تمہارے دل کو سینکڑوں خیالات میں اٹکا دیا۔ پھر تم کو ناکام کر کے تمہارا دل توڑا تاکہ اس سے اس حاکم کا وجود اور متصرف فی الامور ہونا ثابت ہو جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کیونکہ جبکہ اس نے تمہارے ارادہ کا بازو توڑ دیا تو اس سے اس بازو شکن کا وجود کیوں نہ ثابت ہوا ضرور ثابت ہوا اور جبکہ قضا نے تمہاری تدبیر کی رسی کو منقطع کر دیا تو تم پر

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کی قضا کا تسلط کیوں نہ ثابت ہوا ضرور ہوا پس یہ راز تھا تمہارے فسخ عزائم کا کہ تم کو معلوم ہو جاوے کہ ہم خود مختار نہیں بلکہ محکوم ہیں کسی حاکم بالا دست کے اور اس ذریعہ سے تم نیک کردار بن جاؤ جب فسخ عزائم کی حکمت معلوم ہو گئی تو ان کی تنفیذ کا راز سمجھو کبھی تمہارے عزم اس لئے ٹھیک ہوتے ہیں تا کہ اس سے تمہارے دل میں لالچ پیدا ہو اور تم اپنے کو فی الجملہ مختار سمجھ کر نیت اعمال کرو اور پھر وہ تمہاری نیت کو توڑ دیتا ہے تا کہ تم کو اپنے ارادوں کے پورے ہوتے رہنے سے اس پہلے علم سے ذہول نہ ہو جاوے اور تم اپنے کو خود مختار نہ سمجھ بیٹھو۔ اگر تم کو بالکل نا کام رکھتا تو تمہارا دل بالکل نا امید ہو جاتا اور کوئی آرزو بھی نہ پیدا ہوتی اور اگر وہ اجل کے خلو عن الفائدہ کے سبب تخم امل کو بوتا ہی نہیں تو اس پر اس کی مغلوبیت کیسے ثابت ہوتی کیونکہ مغلوبیت تو فرع اس کی ہے کہ موجود ہو اور کام نہ کر سکے اگر اس کا وجود ہی نہ ہوتا تو مغلوبیت کیونکر ہوئی۔ پس عقلاء اپنی بے مرادیوں اور پیہم نا کامیوں کے سبب خدا سے واقف ہو گئے اور ان کے لئے نا کامی رہبر بسوئے جنت ہو گئی چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ حفت الجنۃ بالمکروہات۔ اور نا کامی بھی منجملہ مکروہات ہے لہذا وہ بھی فی الجملہ جنت میں پہنچانے والی ہے۔ نا کامی سے خدا کی واقفیت کا راز یہ ہے کہ جب سب کی مرادیں شکستہ پائیں تو اس سے ان کو معلوم ہوا کہ کوئی ایسا بھی ضرور ہے جس کے حسب منشاء کام ہوتا ہے اور وہ خدائے عز وجل ہے۔ لہذا وہ خدا کے قائل ہوئے اور جبکہ خدا کے قائل ہوئے تو بفتوائے عقل ان کو اس کی اطاعت لازم ہوئی اور اس بناء پر انہوں نے اس کی اطاعت کی۔ لہذا جنت میں پہنچے یہ سب کچھ ہے مگر یہ شکست عاشقوں کی شکست سے جداگانہ ہے عقلاء نے اضطرارا شکست مانی ہے اور عاشقوں نے باختیار یعنی بخوشی شکست کھائی ہے اور اپنے کو اس کا مطیع کر دیا ہے۔ لہذا عقلاء تو اس کے قید کئے ہوئے غلام ہیں اور عشاق شکر و قند کھلائے ہوئے۔ عقلاء کو تو انتیا کرہاً طاعت پر مجبور کرتا ہے اور عشاق کو ائتیا طوعاً اس طرف کھینچتا ہے۔

شرح شبیری

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا قیدیوں کو دیکھ کر مسکرانا اور یہ فرمانا کہ مجھے اس قوم پر تعجب ہے کہ جو جنت کی طرف زنجیروں کے ذریعہ سے کھینچے جاتے ہیں

دید پیغمبر یکے جوق اسیر	کہ ہمی بردند ایشان در نفیر
پیغمبرؐ نے قیدیوں کی ایک جماعت دیکھی	کہ وہ ان کو لئے جا رہے ہیں اور وہ رو رہے ہیں

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قیدیوں کی جماعت کو دیکھا کہ (لوگ) ان کو لے جا رہے ہیں اور وہ چلا رہے ہیں۔

دید شان در بند آن آگاہ شیر	می نظر کردند در وے زیر زیر
اس بیدار شیر نے ان کو قید میں دیکھا	وہ (قیدی) نیچی نظروں سے ان (آنحضورؐ) کو دیکھ رہی تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھا ان کو قید میں اس خبردار شیر نے کہ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نیچے ہی نیچے تظ کر رہے ہیں۔

تا ہمی خائید ہر یک از غضب	بر رسول صدق دندانہا و لب
حتی کہ ہر ایک غصے سے چبا رہا تھا	دانت اور ہونٹ سچے رسولؐ پر

یہاں تک کہ ہر ایک غصہ کی وجہ سے سچے رسول پر دانتوں اور ہونٹوں کو چبا رہا تھا۔

زہرہ نے با آن غضب کہ دم زنند	زانکہ در زنجیر قہر دہ من اند
باوجود اس غصہ کے کسی کی طاقت نہ تھی کہ دم مارے	کیونکہ وہ قہر کی دس سیر (وزنی) زنجیر میں تھے

یعنی باوجود اس غصہ کے یہ مجال نہیں کہ دم مار سکیں اس لئے کہ دس من کی زنجیر قہر میں تھے۔ مطلب یہ کہ چونکہ بھاری بھاری زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے اس لئے باوجود غصہ آنے کے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

می کشاندشان موکل سوی شہر	می برد از کافرستان شان بقہر
سپاہی ان کو شہر کی جانب لے جا رہا تھا	ان کو کفرستان سے جبرا لے جا رہا تھا

یعنی سپاہی ان کو شہر کی طرف کھینچ رہا تھا اور زبردستی ان کو کفرستان سے لے جا رہا تھا (اور وہ کہہ رہے تھے)

نے فدائے می ستاند نے زرے	نہ شفاعت میرسد از سرورے
نہ وہ فدیہ لیتا ہے نہ روپیہ	نہ کسی سردار کی سفارش آتی ہے

یعنی نہ تو فدیہ لیتے ہیں اور نہ روپیہ نہ کسی سردار کی شفاعت پہنچتی ہے۔

رحمت عالم ہمی گویند و او	عالمے را می برد حلق و گلو
اس کو رحمت عالم کہتے ہیں، اور وہ	ایک جہان کا گلا اور حلق کاٹتا ہے

لوگ ان کو رحمت عالم کہتے ہیں (حالانکہ) ایک عالم کا حلق اور گلا کاٹتے ہیں۔

با ہزار انکار می رفتند راہ	زیر لب طعنہ زنان برکار شاہ
وہ ہزار انکار کے ساتھ راستہ طے کر رہے تھے	شاہ کے کام پر چپکے چپکے طعنہ زنی کرتے ہوئے

یعنی ہم ہزاروں انکار کے ساتھ راستہ چل رہے تھے اور شاہ (عالم) کے کام پر منہ ہی منہ میں طعنہ مار رہے تھے (اور کہتے تھے)

چارہا کردیم و اینجا چارہ نیست	خود دل این مردکم از خارہ نیست
ہم نے بہت تدبیریں کیں اور یہاں کوئی تدبیر (کارگر) نہیں ہے	خود اس شخص کا دل پتھر سے کم نہیں ہے

یعنی ہم (پہلے) بہت علاج کیا کرتے تھے اور اس جگہ علاج ہی نہیں اس شخص (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کا دل پتھر سے کم نہیں۔ مطلب یہ کہ اگر پہلے ہم کسی مصیبت میں پھنستے تھے تو کوئی نہ کوئی علاج کر لیا کرتے تھے۔ مثلاً کسی سے سفارش کرا لی یا روپیہ پیسہ دیدیا مگر یہاں کچھ بس چلتا ہی نہیں اور کہتے تھے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ما ہزاران مرد کار الپ ارسلان	با دو سہ عریان وست و نیم جان
ہم ہزاروں بہادر شیر	دو تین ننگوں ' سست اور کمزوروں کے ساتھ ہیں

یعنی ہم ہزاروں کام کے آدمی شیران دلیر دو تین ننگوں اور سست اور نیم جانوں کے ساتھ۔

این چنین درماندہ ایم از کجرویست	یا ز اختر ہاست یا خود جادوی ست
ہم ایسے عاجز ہیں یہ (ہمارا) ٹیڑھا پن ہے	یا ستاروں کی وجہ سے یا جادو گری ہے

یعنی ایسے عاجز رہ گئے یہ کجروی کی وجہ سے ہے یا ستاروں کی وجہ سے ہے یا کوئی جادو ہے مطلب یہ کہ وہ اپنے مغلوب ہونے پر تعجب کرتے ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں بہادر اور مرد کاران تھوڑے بھوکوں ننگوں سے کس طرح مغلوب ہو گئے اب یہ مغلوب ہونا یا تو ہماری کجروی کی وجہ سے ہے یا ان کا ستارہ غالب ہے۔ اور ہمارا مغلوب اور یا انہوں نے کوئی جادو کیا ہے جس سے کہ یہ ہوا۔

بخت ما را بر درید آن بخت او	تخت ما شد سرنگون از تخت او
ہمارے نصیبے کو اس کے نصیبے نے چاک کر دیا	ہمارا تخت اس کے تخت سے اوندھا ہو گیا

یعنی ہمارے بخت کو اس کے بخت نے پھاڑ دیا اور ہمارا تخت ان کے تخت کی وجہ سے اوندھا ہو گیا (آگے پھر اس پر بھی تعجب کرتے ہیں)۔

کار او از جادوئے گر گشت زفت	جادوئے کردیم ما ہم چون نرفت
اگر اس کا معاملہ جادوگری کی وجہ سے بھاری پڑ گیا ہے	ہم نے بھی جادو کیا وہ کیوں نہ چلا؟

یعنی ان کا کام اگر جادو کی وجہ سے عظیم ہو گیا تو ہم نے بھی تو جادو کیا کیوں نہیں چلا۔

تفسیر اس آیت کی کہ ان تستفتحوا فقد جآءکم الفتح یعنی کفار کہتے تھے کہ اے اللہ ہم میں اور محمدؐ میں سے جو کوئی حق پر ہو اس کی مدد فرما اور یہ بات اس وجہ سے کہتے تھے کہ وہ اپنے کو حق پر جانتے تھے اور اب جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتحمند ہوئے تو ان کو تعجب ہوا

از بتان و از خدا درخواستیم	کہ بکن مارا اگر ناراستیم
ہم نے بتوں اور خدا سے درخواست کی	کہ اگر ہم غلط ہیں تو ہمیں (جڑ سے) اکھاڑ دے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی (وہ کہتے تھے کہ) ہم نے بتوں سے اور خدا سے درخواست کی تھی کہ ہم کو اجاڑ اگر ہم ٹیڑھے ہیں۔

وان کہ حق وراست است از ما و او	نصرتش دہ نصرت او را بجو
ہم میں اور اس میں سے جو حق اور سچائی پر ہے	اس کی مدد کر اس کا مددگار بن

یعنی جو ہم میں اور ان میں سے حق پر اور سیدھا ہو اس کو مدد دے اور اس کی مدد ڈھونڈ۔

ایں دعا بسیار کردیم و صلات	پیش لات و پیش عزیٰ و منات
ہم نے یہ دعا و درود بہت کئے	لات کے آگے، عزیٰ اور منات کے آگے

یہ دعا ہم نے بہت کی اور خیر خیرات سامنے لات کے اور عزیٰ کے اور منات کے۔

کہ اگر حق است او پیداش کن	گر نباشد حق زبون ماش کن
کہ اگر وہ برحق ہے اس کو نمایاں کر دے	(اور) اگر وہ حق پر نہیں ہیں ہم سے مغلوب کر دے

کہ اگر وہ حق پر ہے تو اس کو غالب کر دے اور اگر نہ ہو تو اس کو ہمارا مغلوب کر دے۔

چونکہ وا دیدیم او منصور بود	ماہمہ ظلمت بدیم او نور بود
جبکہ ہم نے کھلا دیکھ لیا کہ وہ فاتح رہا	(اور) ہم سب تاریکی تھے وہ نور تھا

جبکہ ہم نے دیکھا تو وہی محمد تھے۔ ہم بالکل اندھیرے تھے اور وہ نور تھے۔

این جواب ماست کانچہ خواستید	گشت پیدا کہ شما نارا ستید
یہ ہمارے لئے جواب ہے کہ جو تم نے چاہا	واضح ہو گیا کہ تم غلط ہو

یعنی یہ ہمارا جواب ہے کہ جو کچھ تم چاہتے تھے ہو گیا کہ تم ٹیڑھے ہو (مولانا فرماتے ہیں)

باز این اندیشہ را از فکر خویش	کور میکردند و دفع از ذکر خویش
وہ پھر اس خیال کو اپنے فکر سے	بے فروغ بناتے تھے اور اپنی یاد سے دفع کرتے تھے

یعنی پھر اس سوچ کو اپنے فکر سے اندھا اور اپنے ذکر سے دفع کر دیتے تھے۔ مطلب یہ کہ جب ان کو یہ خیال ہوتا تھا کہ یہ اثر ہماری دعاؤں ہی کا ہے جس کا صریح مطلب یہ تھا کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہی حق پر ہیں تو وہ اس بات کو پھر اپنے انہیں توہمات اور خیالات میں پڑ کر دفع کر دیتے تھے کیونکہ اگر یہ خیال غالب ہو جاتا تو مسلمان ہی نہ ہو جاتے اور یوں کہنے لگا کرتے تھے۔

کاین تفکر ماہم از ادبار رست	کہ صواب او شود در دل درست
کہ ہمارا یہ خیال بھی بدبختی سے پیدا ہوا ہے	تاکہ ان کی حقانیت دل میں بیٹھ جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی کہ یہ فکر بھی ہمارے ادبار ہی سے پیدا ہوا ہے کہ ان کا حق پر ہونا ہمارے دل میں ثابت ہوا۔

خود چہ شد گر غالب آمد چند بار	ہر کسے را غالب آرد روزگار
اگر وہ چند مرتبہ غالب ہو گیا تو کیا ہوا؟	زمانہ کسی کو بھی غالب کر دیتا ہے

خود کیا ہو گیا اگر وہ چند بار غالب آ گئے (کیونکہ) زمانہ ہر شخص کو غالب کر دیتا ہے۔ مطلب ان کا یہ تھا کہ اس سے مومنین کا حق پر ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

ما ہم از ایام بخت آور شدیم	بارہا بروے مظفر آمدیم
ہم بھی زمانے سے نصیبہ ور ہوئے ہیں	کئی بار اس پر فتحمند ہوئے ہیں

یعنی ہم بھی ایام کی وجہ سے نصیبہ ور ہو چکے ہیں بارہا اس پر فتحمند ہوئے ہیں مطلب یہ کہ وہ کہتے تھے کہ اگر یہ اس مرتبہ غالب ہی آ گئے تو کیا ہوا ہم بھی تو ان پر بارہا غالب آ چکے ہیں۔

باز می گفتند اگرچہ او شکست	چون شکست ما نبود آن زشت و پست
وہ پھر کہتے کہ اگر اس نے شکست (کھائی ہے)	وہ ہماری شکست کی طرح بری اور ذلیل نہ تھی

یعنی پھر کہتے تھے کہ اگرچہ انہوں نے شکست پائی (لیکن) وہ ہماری شکست کی طرح بری اور ذلیل نہیں تھی۔

زانکہ بخت نیک او را در شکست	داد صد شادی پنہان زیر دست
کیونکہ نیک نصیبے نے اس کو شکست میں	سو پوشیدہ خوشیاں قبضے میں دیدیں

یعنی کیونکہ نیک نصیبہ نے ان کو شکست میں سینکڑوں پوشیدہ خوشیاں نیچے ہی نیچے دے دیں۔

کو با شکستہ نمی مانست ہیچ	کہ نہ غم بودش دران نے پیچ پیچ
وہ بھی شکست خوردہ کی طرح نہیں بنا	کیونکہ اس کو اس میں نہ کوئی غم ہوا نہ پریشانی

یعنی کہ وہ شکست کھائے ہوئے کے بالکل مشابہ نہیں تھے کیونکہ اس شکست میں نہ ان کو غم تھا نہ پریشانی۔

چون نشان مومنان مغلوبی است	لیک در اشکست مومن خوبی است
چونکہ مومنوں کی پہچان مغلوب ہونا ہے	لیکن مومن کی شکست میں بھلائی ہے

یعنی جب نشان مومنوں کا مغلوبی ہے لیکن مومن کی شکست میں خوبی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ مومن جھگڑالو آدمی سے ایسا بھاگتا ہے جیسے بکری بھیڑیے سے تو دیکھئے مومن ہونے کی نشانی یہ ہوئی کہ وہ جھگڑوں سے بھاگے اور ڈرے اور اس شکست کھانے ہی میں اس کی خوبی ہے آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں۔

گر تو مشک و عنبری را بشکنی	عالمے از فیح و ریحان پر کنی
اگر تو مشک اور عنبر کو توڑے گا	ایک جہان کی خوشبو کی مہک سے بھر دے گا

یعنی اگر تم مشک و عنبر کو توڑ لو تو ایک عالم کو خوشبو کے پھیلنے سے پر کردو۔

در شکستی ناگہاں سرگین خر	خانہ ہا پرگند گردد سر بسر
اگر تو اچانک گدھے کی لید کو توڑے گا	سارے مکانات بدبو سے بھر جائیں گے

یعنی اور اگر تو نے ناگہاں گدھے کی لید توڑ دی تو تمام گھر بالکل گندہ ہو جاویں گے۔

کہ کند خود مشک با سرگین قیاس	آب را بابول اطلس با پلاس
مشک کو لید پر کوئی قیاس کرے گا؟	پانی کو پیشاب پر اور اطلس کو ٹاٹ پر (کوئی قیاس کریگا)؟

یعنی گوبر کو مشک کے ساتھ کون قیاس کرتا ہے پانی کو پیشاب کے ساتھ اور اطلس کو ٹاٹ کے ساتھ۔

مطلب یہ ہے کہ مومنین کا شکست کھانا تو ایسا ہے جیسے کہ عنبر اور مشک کا ٹوٹنا کیونکہ شکست میں بھی ان کے مراتب عالی ہوتے ہیں اور کفار کا شکست کھانا ایسا ہے جیسا کہ پاخانہ کا کھل جانا کہ یہ لوگ شکست کی حالت میں خسر الدنیا و آلاخرۃ کا مصداق ہو جاتے ہیں۔

بھید اس کا کہ واپس آنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حدیبیہ سے بے مراد ہو کر اور حق تعالیٰ کا اس کو فتح فرمانا کہ انا فتحنالک فتحا مبینا صورۃ میں شکست تھی اور اصل میں فتح تھی جیسا کہ مشک کا ٹوٹنا کہ بظاہر ٹوٹنا ہے اور معناً اس کے فوائد اور کمالات کی تکمیل ہے

وقت برگشت حدیبیہ رسول	در تفکر بود غمگین و ملول
حدیبیہ سے واپسی کے رسولؐ	فکر میں تھے اور غمگین اور ملول (تھے)

یعنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے لوٹنے کے وقت فکر میں تھے اور ملول تھے۔

ناگہان اندر حق شمع رسل	دولت انا فتحنا زود ہل
رسولوں کی شمع کے حق میں اچانک	دولت نے انا فتحنا کا ڈھول بجا دیا

یعنی ناگاہ شمع رسل (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے حق میں دولت انا فتحنا نے دہل بجایا مطلب یہ کہ وہاں کی واپسی کے وقت سورۃ انا فتحنا نازل ہوئی۔

آمدش پیغام از دولت کہ رو	تو ز منع این ظفر غمگین مشو
دولت کی جانب سے ان کو پیغام آیا کہ چلے جایئے	آپ اس فتح کے رکنے سے غمگین نہ ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

آیا ان کے پاس پیغام دربار سے کہ جاؤ تم اس فتح کے نہ ہونے سے غمگین نہ ہو۔

کاندریں خواری بنقدت فتحہاست	نک فلاں قلعہ فلاں بقعہ تراست
اس ذلت میں آپ کی فوری فتوحات ہیں	یہ فلاں قلعۂ فلاں علاقہ آپ کا ہے

یعنی کہ اس خواری میں قدرت میں بہت سی فتحیں ہیں وہ فلاں قلعہ اور فلاں زمین تمہارے لیے ہے۔
مطلب یہ کہ ارشاد ہوا کہ اس ظاہری خواری سے رنجیدہ مت ہو اس لئے کہ تم کو دوسری جگہ فتح عظیم ہونے والی ہے۔

بنگر آخر چونکہ واگر دید تفت	بر قریظہ بر نضیر از وے چہ رفت
دیکھئے جب وہ جلدی سے واپس آ گئے	ان کی جانب سے قریظہ اور ونضیر پر کیا گزری

یعنی دیکھ لو آخر وہ جلدی سے جب واپس ہوئے قریظہ اور نضیر پر ان کی طرف سے کیا گزرا۔

قلعہا ہم گرد آن دو بقہا	شد مسلم و از غنایم نفعہا
ان دونوں کے علاقوں کے آس پاس کے قلعے بھی	فتح ہو گئے اور غنیموں کے سبب نفعے (ہوئے)

ان دونوں زمینوں کے گرد قلعے بھی فتح ہوئے اور غنیموں سے بہت سے نفعے مطلب یہ کہ حدیبیہ سے لوٹنے کے بعد جو فتح کا وعدہ تھا وہ بنی قریظہ اور بنی نضیر کے مفتوح ہونے سے پورا ہوا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں۔

ورنہ باشد آن تو بنگر کاین فریق	بر غم و رنجند مفتون و عشیق
اگر یہ بھی نہ ہو تو دیکھ لے یہ لوگ	رنج و غم کے شیدا اور فریفتہ ہیں

یعنی اور اگر نہ ہو وہ (فتح) تو دیکھو کہ یہ وہ فریق ہے کہ غم اور رنج پر فریفتہ اور عاشق ہیں۔

زہر خواری را چو شکر میخورند	خار غمہا را چو اشتر میچرند
وہ ذلت کے زہر کو شکر کی طرح کھاتے ہیں	غموں کے کانٹے کو اونٹ کی طرح چرتے ہیں

یعنی ذلت کے زہر کو شکر کی طرح کھاتے ہیں اور غموں کے کانٹوں کو اونٹ کی طرح چرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اگر وہ فتح وغیرہ نہ ہوتی تو تب بھی یہ حضرات خوش ہی تھے اس لئے کہ یہ ظاہری ذلت کو ذلت نہیں سمجھتے تھے اور غموں سے گھبراتے نہیں تھے تو پھر بھی شکست میں خوش ہی رہتے۔

بہر عین غم نہ از بہر فرج	این تسافل پیش ایشان چون درج
صرف غم کے لئے، نہ کہ خوشی کے لئے	یہ تنزل ان کے لئے مراتب کی طرح ہے

یعنی خاص غم ہی کے واسطے نہ کہ خوشی کے واسطے یہ پستی ان کے سامنے مثل مرتبوں کے ہے مطلب یہ ہے کہ حضرات جو اس خواری اور غموں کو برداشت کرتے تھے تو اس میں یہ نیت نہ ہوتی تھی کہ ان غموں کو اٹھا دیں گے تو خوشی حاصل ہو گی بلکہ وہ ان غموں کو غموں ہی کے لئے اٹھاتے تھے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آنچنان شادند اندر قعر چاہ	کہ ہمیں ترسند از تخت و کلاہ
وہ کنویں کی گہرائی میں ایسے خوش ہیں	کہ تخت وتاج (کے حاصل ہونے) سے ڈرتے ہیں

یعنی وہ کنویں کے گڑھے میں اس طرح خوش ہیں کہ تخت وتاج سے ڈرتے ہیں۔

در فقیری ہر یکے صد شہر یار	در خزان فاقہ صد ہمچون بہار
ہر ایک" فقیری میں سینکڑوں شاہوں (کی طرح) ہے	فاقے کی خزاں میں سینکڑوں بہاروں کی طرح ہے

یعنی فقیری میں ہر ایک سو بادشاہ ہے اور سو فاقوں کے خزان میں مثل بہار کے ہے مطلب یہ کہ فقر وفاقہ میں وہ اس قدر خوش ہیں جتنا کہ سو بادشاہ اپنی اپنی سلطنت پر خوش ہوتے ہیں اور یہ اس لئے ہے۔

ہر کجا دلبر بود خود ہمنشین	فوق گردونست نے زیر زمین
جہاں کہیں محبوب خود ساتھی ہو	وہ آسمان پر ہے نہ کہ زمین کے نیچے

یعنی جس جگہ کہ دلبر اپنا ہمنشین ہو وہ آسمان کے اوپر ہے نہ کہ زمین کے نیچے مطلب یہ کہ اگر کسی کا محبوب و مطلوب کسی زمین کے گڑھے میں اس کے پاس بیٹھا ہو تو وہ جگہ اس کے لئے زیر زمین نہ ہوگی بلکہ وہ تو اس کو آسمان سے بھی بلند پایہ اور عالی مرتبہ سمجھے گا پس اسی طرح چونکہ ان حضرات کو اس ظاہری ذلت وخواری میں بھی معیت حق حاصل تھی لہٰذا وہ اس کو ذلت نہ سمجھتے تھے بلکہ ان کے نزدیک یہی سلطنت اور بادشاہی تھی آگے مولانا ایک حدیث کی تفسیر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے یونس ابن متا پر فضیلت مت دو کیونکہ اگر چہ ان سے ایک خطا اجتہادی ہوئی لیکن چونکہ وہاں بھی معیت حق حاصل تھی تو یہ خطا بھی ان کے لئے موجب نقص نہیں ہو سکتی۔ تو دیکھئے اس حدیث سے بھی معلوم ہو گیا کہ اگر قرب حق حاصل ہے تو ظاہری ذلت وخواری کا کچھ اعتبار نہیں۔

تفسیر حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ

لاتفضلونی علیٰ یونس ابن متا

گفت پیغمبر کہ معراج مرا	نیست بر معراج یونس اجتبا
پیغمبر نے فرمایا کہ میری معراج	یونس کی معراج سے پسندیدہ نہیں ہے

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری معراج کو یونس علیہ السلام کی معراج پر کوئی بزرگی نہیں۔

آن من بر چرخ وآن او نشیب	زانکہ قرب حق برونست از حسیب
(حالانکہ) میرا مقام آسمان پر اور ان کا مقام پستی	کیونکہ اللہ (تعالیٰ) کا قرب (اس) حساب سے بالاتر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میرا معاملہ آسمان پر تھا اور ان کا معاملہ نشیب میں اس لئے کہ قرب حق کا حساب سے باہر ہے۔

قرب نے بالا نہ پستی رفتن است	قرب حق از حبس ہستی رستن است
قرب نہ اوپر جانا ہے نہ نیچے جانا ہے	اللہ کا قرب وجود کی قید سے چھوٹنا ہے

قرب نہ تو اوپر جانا ہے نہ نیچے جانا ہے قرب حق کا ہستی کی قید سے چھوٹنا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کا قرب یہی نہیں ہے کہ جو آسمان پر چڑھے وہ زیادہ مقرب بلکہ اصل قرب درجۂ فنا کا حاصل ہونا ہے اس میں جو زیادہ بڑھا ہوا ہوگا وہی زیادہ مقرب ہوگا۔

نیست را چہ جائے بالا پست وزیر	نیست را نے زود و نے دور است و دیر
فنائیت کے لئے کیا اونچائی کیا نچائی	فنائیت کے لئے نہ جلدی ہے نہ دور اور دیر ہے

یعنی نیست کے لئے کیا اونچی جگہ اور کیا نیچی جگہ اور نیست کے لئے نہ جلدی ہے نہ دوری ہے نہ دیر ہے۔

کارگاہ گنج حق در نیستی است	غرۂ ہستی چہ دانے نیست چیست
اللہ کے خزانہ کا کارخانہ فنائیت میں ہے	تو ہستی کے دھوکے میں ہے تو کیا سمجھے کہ فنائیت.

یعنی حق تعالیٰ کے کارخانہ کا خزانہ عدم میں ہے تو مغرور ہستی کا ہے تو کیا جانے کہ فنا کیا ہے مطلب یہ ہے کہ جب قرب کا مدار فنا پر ٹھہرا اور مرتبہ فنا میں نہ اونچائی نہ دیر ہے نہ جلدی اس لئے کہ وہاں تمام باتیں فنا پر ہیں اس سے تو زیادہ قرب معلوم نہیں ہوتا کہ کوئی زیادہ اوپر چلا گیا ہاں اگر دوسرے دلائل سے افضلیت معلوم ہو اس کو مانیں گے یہاں کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ اس سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مفضول ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضور کی افضلیت پر تو دلائل قطعیہ قائم ہیں بلکہ مقصود مقام کا یہ ہے کہ حضور کو دوسرے انبیاء پر اس طرح فضیلت نہ دی جاوے کہ جس سے دوسرے انبیاء کا نقص معلوم ہو آگے پھر انہیں قیدیوں کا مقولہ ہے۔

حاصل ایں اشکست ایشان اے کیا	می نماند با اشکست ما
خلاصہ یہ ہے، اے بزرگ! ان کی شکست	ہماری شکست سے کسی طرح مشابہ نہیں ہے

یعنی حاصل یہ کہ اے دانا ان لوگوں کی شکست ہماری شکست سے بالکل مشابہ نہیں (کیونکہ)

آنچناں شاد اند در ذل و تلف	ہمچو ما در وقت اقبال و شرف
وہ ذلت اور تباہی میں اس طرح خوش ہیں	جس طرح ہم اقبال مندی اور بڑائی میں

یعنی یہ لوگ ذلت اور تلف ہونے میں ایسے خوش ہیں جیسے کہ ہم اقبال اور شرف کے وقت میں۔

برگ بے برگی ہمہ اقطاع اوست	فقر و خواری افتخار ست و حلواست
پوری بے سروسامانی کا سامان اس کی جاگیر ہے	فقر اور ذلت فخر اور بڑائی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تمام بے سامانی کا سامان ان کی جاگیریں ہیں اور فقر اور خواری فخر ہے اور بڑائی ہے۔

آن یکے گفت ار چنان است آن فرید	چون بخندید او چو مارا بستہ دید
ایک نے کہا اگر وہ یکتا ایسا ہے	تو وہ کیوں ہنسا جبکہ اس نے ہمیں بندھا ہوا دیکھا؟

یعنی اس ایک نے کہا کہ اگر وہ یکتا ایسے ہیں تو کیوں ہنسے جب انہوں نے ہمیں بندھا ہوا دیکھا۔

چونکہ او مبدل شداست و شادیش	نیست زین زندان وزین آزادیش
جبکہ اس میں تبدیلی ہو چکی ہے اور اس کی خوشی	اس قید اور اس آزادی سے (متعلق) نہیں ہے

یعنی جبکہ وہ بدل چکے ہیں اور ان کی خوشی اس قید خانہ (دنیا) اور اس کی آزادی سے نہیں ہے۔

پس بقہر دشمنان چون شاد شد	چون ازین فتح و ظفر پرباد شد
تو وہ دشمنوں کے مغلوب ہونے سے کیوں خوش ہوا ہے؟	اس فتح اور کامیابی سے کیوں مغرور بنا ہے؟

یعنی پھر دشمنوں کی مقہور ہونے سے کیوں خوش ہوئے اور اس فتح و ظفر سے کیوں پھول گئے (بلکہ بات یہ ہے)

شاد شد جانش کہ بر شیران نر	یافت آسان نصرت ودست وظفر
اس کی جان خوش ہوئی کیونکہ بہادر شیروں پر	آسانی سے فتح اور قابو اور ظفر پا لی

ان کی جان خوش ہوئی کہ شیران نر پر آسانی سے نصرت اور فتح اور ظفر پالی۔

پس بدانستیم کو آزاد نیست	جز بدنیا دل خوش ودل شاد نیست
تو ہم جان گئے کہ وہ آزاد نہیں ہے	دنیا کے سوا کسی چیز سے خوش دل اور مسرور نہیں ہے

پس ہم نے جان لیا کہ وہ آزاد نہیں سوائے دنیا کے دل خوش اور دل شاد نہیں۔

ورنہ چون خندد کہ اہل آنجہان	بربد و نیک اند مشفق مہربان
ورنہ کیوں ہنستا، جبکہ اس جہان والے	اچھے اور برے پر مشفق اور مہربان ہیں

یعنی ورنہ کیوں ہنستے کہ اس جہان والے تو برے اور اچھے سب پر مشفق اور مہربان ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب ان قیدیوں میں سے ایک نے یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا کی ذلت وخواری راحت و آرام کی کچھ پرواہ نہیں ہے اور آخرت کے عیش و آرام کی بنا پر اس ذلت وخواری ہی میں خوش ہیں تو ان میں سے ایک اور بولا کہ اگر یہ ایسے ہوتے تو ہم کو قید میں اور مصیبت میں دیکھ کر خوش نہ ہوتے کیونکہ اس جہان والوں کو تو کسی سے کچھ غرض نہیں ہوتی تو ان کے خوش ہونے سے معلوم ہوا کہ یہ دنیا دار ہیں اور دنیا کے حاصل ہو جانے پر کہ ان کو اتنا مال و دولت مل گیا اور بڑے بڑے دلیروں پر آسانی سے فتح حاصل ہو گئی خوش ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

این ہمی گفتند در زیر زبان	آن اسیران باہم اندر بحث آن
وہ آہستہ سے یہ کہہ رہے تھے	وہ قیدی آپس میں اس کی بحث میں

یعنی وہ قیدی آپس میں اس بحث میں یہ باتیں منہ ہی منہ میں (اس لئے) کہہ رہے تھے۔

تا موکل نشنود برما جہد	این سخن در گوش آن سلطان نہد
تاکہ سپاہی نہ سن لے (اور) ہم پر کود پڑے	یہ بات اس بادشاہ کے کان میں رکھ دے

تاکہ سپاہی نہ سن لے اور ہم پر کود ے اور اس بات کو اس سلطان کے کان میں رکھ دے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا طعن کرنیوالوں کی بات پر آگاہ ہوجانا

گرچہ نشنید آن موکل این سخن	رفت در گوشے کہ بد آن من لدن
اگرچہ اس سپاہی نے یہ بات نہ سنی	اس کان میں پہنچ گئی جو کہ اللہ کی جانب سے تھا

یعنی اگرچہ اس سپاہی نے اس بات کو نہ سنا (مگر) اس کان میں جو (حق تعالیٰ) کے نزدیک تھا پہنچ گئی۔

آگے مولانا اس معلوم ہوجانے کی چند نظیریں لاتے ہیں۔

بوئے پیراہان یوسفؑ را ندید	آنکہ حافظ بود یعقوبش شنید
(حضرت) یوسفؑ کے لباس کی خوشبو نہ محسوس کی	اس نے جو محافظ تھا' اس کو یعقوبؑ نے محسوس کیا

یعنی یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی خوشبو کو اس شخص نے جو کہ محافظ تھا نہ دیکھا اور یعقوب علیہ السلام نے سونگھ لیا۔

آن شیاطین برعنان آسمان	نشنوند آن سر لوح غیب دان
وہ شیاطینؔ آسمان کی بلندی پر	غیب کے جاننے والے کی لوح کے راز کو نہیں سنتے ہیں

یعنی وہ شیاطین آسمان کی بلندی پر غیب کے جاننے والے کی لوح کے بھید کو نہیں سن سکتے۔

آن محمدؐ خفتہ و تکیہ زدہ	آمدہ سرگد او گردان شدہ
محمدؐ سوئے ہوئے اور تکیہ لگائے ہوئے ہیں	راز آیا (اور) اس نے ان کے گرد چکر لگائے

یعنی وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سوئے ہوئے اور تکیہ لگائے ہوئے اور اسرار ان کے گرد قربان ہوتے ہوئے آئے۔

آن خورد حلوا کہ روزیش است باز	آن نہ کانگشتان او باشد دراز
حلوا وہ کھاتا ہے جس کی روزی کشادہ ہو	نہ کہ وہ جس کی انگلیاں لمبی ہوں

یعنی حلوا وہ کھاتا ہے کہ جس کی روزی کشادہ ہو اور وہ نہیں جس کی انگلیں لمبی لمبی ہیں مطلب یہ کہ کسی بات کا

www.besturdubooks.wordpress.com

معلوم کرنا اور حاصل کر لینا اس پر موقوف نہیں ہے کہ جو قریب ہو اس کو ہی حاصل ہو جایا کرے بلکہ اکثر اوقات قریب والے کو پتا بھی نہیں چلتا اور دوسرے کو دوری بیٹھے بیٹھے سب خبر ہو جاتی ہے۔

نجم ثاقب گشتہ حارث دیوران	کہ بہل وزدی ز احمد سر ستان
ٹوٹنے والا ستارہ نگہبان اور شیطان کو بھگانے والا بن گیا	کہ چوری چھوڑ احمد سے راز حاصل کر

یعنی چمکدار ستارہ نگہبان اور شیاطین کا بھگانے والا ہے کہ چوری کو چھوڑ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اسرار کو لے مطلب یہ کہ شیاطین باوجودیکہ آسمان تک پہنچ جاتے ہیں ان کو اسرار حق کی خبر نہیں ہوتی اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا ہی میں تمام اسرار کی اطلاع ہو جاتی ہے آگے مولانا فرماتے ہیں۔

اے دویدہ سوئے دکان از پگاہ	ہین بمسجد رو بجو رزق از آلہ
اے صبح سے دکان کی جانب دوڑے ہوئے!	خبردار! مسجد میں جا اللہ سے روزی مانگ

اے دوڑے ہوئے دکان کی طرف صبح سے ہاں مسجد میں جا اور رزق خداوندی کو ڈھونڈ۔ مطلب یہ کہ مولانا خطاب کرتے ہیں کہ اے لوگو یہ ضروری نہیں ہے کہ دکان پر جا کر تم کو رزق مل ہی جاوے بلکہ رزق رضائے خداوندی سے ملتا ہے اور خود رضا ہی اصل رزق ہے تو اس کو تلاش کر۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ یہاں سے ایک قصہ شروع کرتے ہیں جس کو مناسبت ہے انبیا طوعاً اور کرہاً کے جزو ثانی سے تفصیل اس کی یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو مقید دیکھا کہ وہ روتے پیٹتے لے جائے جارہے ہیں اور آپ نے ان کو قید میں دیکھا تو وہ آپ کو نیچی نظروں سے دیکھتے جاتے تھے اور نتیجہ اس کا یہ ہوتا تھا کہ ہر ایک مارے غصہ کے آپ پر دانت پیستا اور ہونٹ کاٹتا تھا مگر کسی کی یہ تاب نہیں تھی کہ باوجود اس قدر غصہ کے دم مار سکے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ زنجیر گران میں مقید ہیں سپاہی ان کو کافرستان سے شہر اسلام کی طرف جبراً لئے جارہا ہے جو کہ نہ فدیہ لے سکتا ہے نہ رشوت اور نہ کسی سردار کی سفارش ہی ممکن ہے اس حالت میں وہ کہتے تھے کہ لوگ ان کو رحمۃ للعٰلمین کہتے ہیں حالانکہ یہ لوگوں کے گلے کاٹتے ہیں غرضکہ نہایت ناگواری کے ساتھ وہ راستہ قطع کر رہے تھے اور چپکے چپکے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر طعنہ زنی کرتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم نے تدبیر کی مگر کچھ نہ بن پڑا علاوہ اس کے ایک نقص یہ بھی ہے کہ اس شخص کا دل بھی سنگ خارا سے کم سخت نہیں ہے ہم ہزاروں جنگجو اور بہادر شیر تھے۔ لیکن ان چند ننگے اور کمزور اور ادھ موئے لوگوں کے مقابلہ میں یوں عاجز ہو گئے اس کا سبب یا تو ہماری گمراہی ہے یا بد نصیبی یا ہم پر جادو کیا گیا ہے ان کے طالع نے ہمارے طالع کو شکست دی اور ان کے تخت نے ہمارے تخت کو الٹ دیا پھر کہتے تھے کہ اگر ان کو جادو سے فتح ہوئی تھی تو ہم نے بھی تو جادو کیا تھا ہمارا جادو کیوں نہ چلا

www.besturdubooks.wordpress.com

پھر کہتے تھے کہ بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہم نے خدا سے اور بتوں سے دعا کی تھی کہ اگر ہم باطل پر ہوں تو ہمارے بیخ کنی کر دی جاوے اور ہم میں اور اس مدعی نبوت میں جو حق پر ہو اس کو فتح دی جاوے اور مدد کی جاوے یہ دعا ہم نے بہت کی تھی اور لات وعزیٰ ومنات کے سامنے بہت سے چڑھاوے بھی چڑھائے کہ اگر وہ حق پر ہے تو اس کو فتح دی جاوے اور اگر باطل پر ہو تو اس کو ہم سے مغلوب کیا جاوے اب جبکہ ہم نے دیکھا تو ان کو فتح ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم باطل پر ہیں اور وہ حق پر ہم سراسر ظلمت ضلالت ہیں وہ سراپا نور ہدایت اور یہ جواب ہے اس دعا کا جو ہم نے کی تھی اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ ہم باطل پر ہیں اس کے بعد پھر اس خیال کو دل سے مٹاتے اور اس کو اپنے حافظہ سے بھلاتے تھے اور کہتے تھے کہ نہیں جی یہ بات نہیں بلکہ یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم کو شکست ہوئی اور یہ خیال قائم ہو گیا کہ وہ حق پر ہے اگر وہ غالب آ گیا تو کیا ہوا دو ایک مرتبہ تو زمانہ ہر کسی کو غالب کر دیتا ہے آخر ہم کو بھی تو زمانہ سے یہ خوش نصیبی حاصل ہوئی ہے کہ ہم بھی بہت سی مرتبہ اس پر غالب آئے ہیں پھر کہتے تھے کہ نہیں جی یہ تو کچھ اور ہی بات ہے کیونکہ اگرچہ ان کو بھی شکست ہوئی ہے مگر ان کی شکست ہماری شکست کی طرح بری اور پست نہیں۔ کیونکہ ان کی خوش قسمتی سے ان کو اس شکست میں بھی پوشیدہ خوشی حاصل ہوتی ہے اور ان کا عمدہ نصیب ان کو مٹھی میں چھپا کر سینکڑوں خوشیاں عطا کرتا ہے اور یہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی صورت سے شکست کھانا ظاہر نہیں ہوتا اور شکست کھانے والوں کی صورت سے ان کی صورت نہیں ملتی کیونکہ نہ ان کو غم ہوتا ہے نہ پیچ وتاب اب مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ مومنین کی علامت ایک قسم کی مغلوبی ہے کہ وہ جھگڑالوؤں کے منہ نہیں لگتے اس لئے کبھی کبھی ان کو شکست ہو جاتی ہے لیکن ان کی اس شکست میں بھی ایک خوبی ہوتی ہے۔ اور اس میں بھی منافع مضمر ہوتے ہیں برخلاف کفار کی شکست کے کہ اس میں سراسر برائی ہوتی ہے اس کو ایک مثال حسی سے یوں سمجھو کہ اگر تم مشک کو توڑ دو تو اس کے ٹوٹنے میں خوبی ہے کہ عالم مہک اور خوشبو سے معطر ہو جاوے گا اور اگر گدھے کی لید کو توڑ دو تو اس میں خرابی ہے کہ تمام گھروں میں اس کی بدبو پھیل جائے گی پس مومن کی شکست مشک کی شکست کے مشابہ ہے اور کفار کی شکست گدھے کی لید کی مثل پھر مسلمانوں کی شکست کو کفار کی شکست کے مشابہ ہے اور کفار کی شکست گدھے کی لید کی مثل پھر مسلمانوں کی شکست کو کفار کی شکست پر کون قیاس کر سکتا ہے کیونکہ ایسا قیاس کرنا شکست مشک کا شکست سرگین پر اور پانی کا پیشاب پر اور اطلس کا ٹاٹ پر قیاس کرنا ہے جو کہ کوئی عاقل نہیں کر سکتا۔ اب ہم ایک واقعہ سناتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ شکست میں مومنوں کی مصلحت ہوتی ہے صلح حدیبیہ چونکہ بظاہر دب کر ہوئی تھی اس لئے جناب رسول اللہ کو گونہ فکر ورنج وملال تھا۔ آپ راہ ہی میں تھے کہ آپ کے حق میں دولت انا فتحنا لک فتحا مبینا الخ کا نقارہ بجا اور آپ کو حق سبحانہ کا پیغام پہنچا کہ آپ اس فتح کے روک لینے سے غمگین نہ ہوں (اس ظاہری ذلت میں بھی آپ کے لئے فتوح موجود ہیں لیجئے فلاں زمین آپ کی ہے فلاں قلعہ آپ کا ہے اب دیکھ لیجئے کہ جب آپ لوٹے ہیں تو بنی قریظہ اور بنی نضیر پر کیا گزری اور انہوں نے کیسی شکست کھائی اور کیونکر ان کا ملک آپ کے قبضہ میں آیا۔ (یہ تو مولانا کا بیان ہے مگر بنی نضیر اور قریظہ کا واقعہ سیر کے بیان پر صلح حدیبیہ سے مقدم ہوا ہے لہذا اس کو فتح خیبر وفتح مکہ وغیرہ پر محمول کیا جاوے گا)

www.besturdubooks.wordpress.com

ان دونوں ریاستوں کی گرد جو قلعے تھے وہ بھی آپ کو مل گئے اور مال غنیمت سے آپ کو بہت سے منافع حاصل ہوئے۔ اب ہم علی سبیل التنزل کہتے ہیں کہ اگر یہ بھی نہ ہو تب بھی اس جماعت کا کوئی ضرر نہیں بلکہ پھر بھی انکا نفع ہے کیونکہ اس وقت ان کو غم ہوگا اور غم پر یہ لوگ عاشق ہیں یہ لوگ زہر ذلت کو شکر کی طرح مزہ لے لے کر کھاتے ہیں اور خارغم کو اونٹ کی طرح بے تکلف چباتے ہیں اور ان کو کوئی صدمہ نہیں پہنچتا۔ اور یہ حالت ان کی نفس غم کے لحاظ سے ہوتی ہے نہ اس لئے کہ وہ کسی خوشی کا ذریعہ ہے تا کہ اس خوشی کے نہ ہونے سے غم بدمزہ ہو جاوے اور یہ پستی ہی ان کے لئے عروج ہوتی ہے۔ یہ لوگ کنویں کی تہ میں اس قدر خوش ہوتے ہیں کہ تخت وتاج سے ڈرتے ہیں ان میں کا ہر شخص فقیری میں بھی ایک عظیم الشان بادشاہ ہوتا ہے اور خزان فاقہ ہی میں سینکڑوں بہار کی مانند خنداں ہوتا ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ ان کا محبوب ان کے ساتھ ہوتا ہے اور اس حالت میں ان کو اس سے زیادہ قرب ہوتا ہے اور جہاں کہیں کہ کسی کا محبوب اس کے ساتھ ہم نشین ہوتا ہے وہ اس جگہ اس کے لئے آسمان سے بھی اوپر ہوتی ہے نہ کہ زمین کے نیچے خواہ زمین کی تہ ہی کیوں نہ ہو اس پر ایک حدیث یاد آ گئی سنو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لاتفضلوني على يونس بني متى یعنی میں معراج میں آسمان پر گیا تھا اور یونس قعر دریا میں شکم ماہی میں گئے تھے تو میری اس حالت کو ان کی اس حالت پر ترجیح نہ دو کیونکہ وہ اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ قرب حق مدار فضیلت ہے اور وہ موقوف نہیں ہے بلندی و پستی پر بلکہ وہ اس حساب سے باہر ہے وہ اوپر یا نیچے جانے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ قید ہستی سے چھوٹنے سے حاصل ہوتا ہے تو اس کا تفاوت تو بیشک مدار تفضیل ہو سکتا ہے مگر بلندی و پستی مدار نہیں بن سکتی۔ کیونکہ فانی کے لئے تعلّی و تسفّل حسی دونوں برابر ہیں نہ اس کے لحاظ سے جلدی کوئی شے ہے نہ دیر۔ نہ قرب حسی کوئی چیز ہے نہ بعد حسی۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ خزانہ حق سبحانہ جہاں بنتا ہے وہ فنا ہی ہے لہذا وہ فنا ہی سے حاصل ہوتا ہے تم چونکہ ہستی کے دھوکہ میں مبتلا ہو اس لئے تم نہیں سمجھ سکتے فنا کیا چیز ہے خیر تو ان قیدیوں نے یہ کہا کہ ان لوگوں کے شکست ہم لوگوں کی شکست سے نہیں ملتی کیونکہ یہ لوگ ذلت اور بربادی میں یوں خوش ہوتے ہیں جیسے ہم لوگ عروج واقبال کے زمانہ میں سامان بے سامانی ان کی جاگیر ہے فقر و ذلت ان کے لئے موجب فخر اور مثل علو ہے دوسرے نے یہ گفتگو سن کر کہا کہ یہ تمہارا بیان غلط ہے اگر وہ ایسا ہوتا تو ہم کو مقید دیکھ کر ہنستا کیوں۔ کیونکہ یہ حالت تو ان لوگوں کی ہوتی ہے جو دنیا سے بالکل قطع تعلق کر لیتے ہیں اور ان کی کایا پلٹ ہو جاتی ہے اور دنیا کے قید خانے اور اس کی آزادی سے ان کو مطلق خوشی نہیں ہوتی۔ پس اگر وہ ایسا ہوتا تو اس سے اس کو کیوں خوشی ہوئی کہ اس نے اپنے دشمنوں کو مغلوب کر لیا اور اس فتح وظفر سے وہ پھول کر کپا کیوں ہو گیا۔ اور اس سے اس کو کیوں خوشی ہوئی کہ اس نے ایسے بہادروں پر آسانی سے فتح پائی اس سے معلوم ہوا کہ وہ علائق دنیا سے آزاد نہیں ہے اور دنیا ہی سے خوش ہوتا ہے ورنہ ہنستا کیوں کیونکہ عالم علوی سے تعلق رکھنے والے اچھے برے سب لوگوں پر مشفق و مہربان ہوتے ہیں ان کو کسی کی تکلیف سے خوشی نہیں ہوتے۔ وہ قیدی آپس میں یہ بحث اور گفتگو چپکے چپکے کر رہے تھے تا کہ سپاہی نہ سن لے اور ہم پر حملہ کر اور جا کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہدے خیر یہ مقصد تو ان حاصل ہو گیا کہ سپاہی نے

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ گفتگو نہ سنی لیکن دوسرا مقصد کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ معلوم ہو یہ نہ حاصل ہوا اور اگر چہ اس سپاہی نے جوان پر تعینات کیا گیا تھا یہ گفتگو نہ سنی مگر جناب رسول اللہ کے گوش قلب میں جو کہ ان کو حق سبحانہ کی طرف سے عطا ہوا تھا باعلام الٰہی یہ بات پہنچ گئی اور یہ امر کچھ بعید نہیں دیکھو پیراہن یوسف کا حال اس کی خوشبو نہ معلوم کر سکا مگر یعقوب علیہ السلام نے دور سے سونگھ لی شیاطین آسمان تک پہنچ کر لوح محفوظ کی غیب کی باتیں نہیں سن سکتے لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے سوئے ہوتے ہیں اور اسرار غیبیہ آکر ان کے گرد گھومتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ حلوا اسی کو ملتا ہے جس کی روزی کشادہ ہوتی ہے۔ اسے نہیں ملتا جس کی انگلیاں لمبی ہوں۔ لہذا شہاب ثاقب شیاطین کے لئے پہرہ دار ہوا کہ خبردار چوری مت کرو اگر اسرار کا شوق ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو۔ اور ان سے حاصل کرو۔ اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ارے تم جو طلب رزق کے لئے صبح سے محض دوکان پر جاتے ہو یہ ایسی ہی بے قاعدہ کوشش ہے جیسے کہ تحصیل اسرار کے لئے شیاطین کی اسے چھوڑ و اور صحیح طریقہ اختیار کرو۔ یعنی مسجد میں جا کر خدا سے روزی مانگو اور جو طریقہ وہ بتائے اس طریقہ سے حاصل کرو۔

شرح شبّیری

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ان قدیوں کے دل کی بات کو معلوم کر لینا

پس رسول آن گفت شان رافہم کرد	گفت آن خندہ بنودم از نبرد
پس رسولؐ ان کی وہ گفتگو سمجھ گئے	فرمایا وہ میرا ہنسنا جنگ کے معاملہ میں نہ تھا

یعنی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس کہنے کو سمجھ لیا۔ اور فرمایا کہ میری وہ ہنسی لڑائی کی وجہ سے نہ تھی یعنی میں اس لئے نہیں ہنسا تھا کہ مجھے اس لڑائی میں فتح ہوگئی اس لئے کہ یہ کچھ خوش ہونے کی بات ہی نہیں کیونکہ۔

مردہ اند ایشان و بوسیدہ فنا	مردہ کشتن نیست مردی پیش ما
وہ مردہ ہیں اور فنا سے گلے ہوئے ہیں	مردے کو مارنا ہمارے نزدیک بہادری نہیں ہے

یعنی وہ لوگ تو مردہ ہیں اور بوسیدہ اور فنا ہونے والے مردہ کو مار ڈالنا ہمارے نزدیک مردانگی نہیں ہے۔

خود کیند ایشان کہ مہ گردد شگاف	چونکہ من پا بفشرم اندر مصاف
وہ کیا ہیں؟ بلکہ چاند پھٹ جاتا ہے	جب میں میدان جنگ میں قدم جما لوں

یعنی خود وہ تو کیا ہیں چاند پھٹ جاوے جبکہ میں لڑائی کے اندر پاؤں جماؤں مطلب یہ کہ بھلا میں تمہارے مغلوب ہونے سے تو کیا ہی خوش ہوتا کیونکہ میری تو وہ شان ہے کہ اگر میں لڑائی میں ایک قدم ماروں تو چاند جیسا عظیم الجثہ بانور بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاوے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

انگہے کا زاد بودید و مکین	من شمارا بستہ می دیدم چنیں
جس وقت کہ تم آزاد اور مقیم تھے	میں تمہیں ایسا ہی بندھا ہوا دیکھ رہا تھا

یعنی جس وقت کہ تم آزاد اور اپنے اپنے ٹھکانوں میں تھے میں تم کو اسی طرح بندھا ہوا دیکھ رہا تھا مطلب یہ کہ خوش اس شے پر ہوتے ہیں کہ توقع کے خلاف خوشی کی بات ہو جاوے اور تمہارا قید ہونا اور یہ کہ تم میرے سامنے اس طرح بندھے ہوئے آؤ گے مجھے پہلے سے معلوم تھا' پھر خوشی کی کیا بات تھی۔

اے بنازیدہ بملک و خاندان	نزد عاقل اشترے بر نردبان
اے وہ جو سلطنت اور خاندان پر نازاں ہیں	(یہ) عقلمند کے نزدیک' سیڑھی پر اونٹ ہے

اے ملک اور خاندان پر اترائے ہوئے (یہ) عاقل کے نزدیک (مثل) ایک اونٹ کے ہے سیڑھی پر۔

مطلب یہ کہ دنیا کے ملک اور خاندان پر اترانا ایسا بے جوڑ ہے جیسے کہ اونٹ کا سیڑھی پر ہونا بے جوڑ ہے۔

نقش تن را تا فتاد از بام طشت	پیش چشمم کل آت آت گشت
جب سے جسم کا طشت بام سے گرا ہے	ہر آنے والی بات میری آنکھ کے سامنے آگئی ہے

یعنی نقش تن کا طشت جب بام سے گرا تو میری آنکھ کے سامنے ہر آنے والی چیز آگئی۔ مطلب یہ کہ جب اس تن کا ظہور ہوا ہے اور یہ تمام عالم پیدا ہوا ہے مجھ کو درجہ روحانیت میں تمام ضروری باتوں کا علم ہو گیا تھا۔

بنگرم در غورہ می بینم عیان	بنگرم در نیست شے بینم عیان
میں انگور کا کچا خوشہ دیکھتا ہوں' تو شراب دیکھ لیتا ہوں	میں عدم میں نظر کرتا ہوں تو وجود دیکھ لیتا ہوں

یعنی میں کچا انگور دیکھتا ہوں تو شراب کو ظاہر طور پر دیکھ لیتا ہوں اور نیست میں نظر کرتا ہوں تو شے دیکھ لیتا ہوں ظاہر طور پر مطلب یہ کہ جو چیز ہونے والی ہوتی ہے تو قبل از وجود وہ مجھے مکشوف ہو جاتی ہے۔

بنگرم سر عالمے بینم نہاں	آدم و حوا نرستہ از جہان
میں عالم غیب کو دیکھتا ہوں تو ایک پوشیدہ جہان دیکھ لیتا ہوں	جبکہ آدم اور حوا دنیا میں نہ پیدا ہوئے تھے

یعنی میں پوشیدہ دیکھتا ہوں تو ایک مخفی عالم کو دیکھتا ہوں (اس حال میں) کہ آدم و حوا علیہما السلام جہاں سے پیدا نہ ہوئے تھے۔

من شمارا وقت ذرات الست	دیدہ ام پابستۂ و منکوس و پست
میں نے تمہیں' الست کی چیونٹیوں کے وقت	پابہ زنجیر' اور اوندھا' اور ذلیل دیکھا ہے

میں تم کو ذرات الست کے وقت سے پاؤں بندھے ہوئے اور اوندھے ذلیل دیکھ رہا تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

از حدوث آسمان بے عمد	انچہ دانستہ بدم افزون نشد
بے ستون کے آسمان کے پیدا ہونے کے بارے میں	جو کچھ میں جان چکا تھا اس سے نہ بڑھا

یعنی آسمان بے ستون کے پیدا ہونے سے پہلے میں جو کچھ جانچ چکا تھا وہ زیادہ نہیں ہوا مطلب یہ کہ عالم کی پیدائش سے پہلے ہی مجھے ضروری امور کا علم اجمالی ہو چکا تھا۔

من شمارا سرنگون می دیدہ ام	پیش ازان کز آب وگل پالیدہ ام
میں نے تمہیں اوندھا دیکھا ہے	اس سے پہلے کہ میں نے آب وگل سے پرورش پائی ہے

یعنی میں تم کو اس سے پہلے کہ میں آب وگل سے پرورش پاؤں اوندھا دیکھ رہا تھا۔

نو ندیدم تا کنم شادی بدان	این ہمی دیدم دران اقبال تان
میں نے نئی بات نہیں دیکھی کہ اس پر خوشی مناؤں	یہ تو میں تمہارے مقدر میں دیکھ رہا تھا

یعنی میں نے کوئی نیا نہیں دیکھا ہے جو میں اس کی وجہ سے خوشی کروں اس کو میں تمہارے نصیبہ میں دیکھ رہا تھا۔

بستۂ قہر خفی وانگہ چہ قہر	قندمی خوردید درو ے درج زہر
مخفی قہر میں بندھے ہوئے پھر قہر بھی کیسا؟	تم شکر کھا رہے تھے اور اس میں زہر داخل تھا

یعنی اس حال میں کہ قہر مخفی کے بستہ تھے اور کیسا کچھ قہر تم قند کھا رہے تھے اور اس میں زہر داخل تھا مطلب یہ کہ تم مقہور حق تھے اور اس میں عیش وعشرت کر رہے تھے حالانکہ وہ عیش وعشرت ہی تمہارے لئے رسم قاتل تھا آگے ایک اس کی مثال دیتے ہیں۔

این چنین قندے پر از زہر از عدو	خوش بنوشد چیت حسد آید برو
اگر دشمن زہر سے بھری ہوئی ایسی شکر	خوشی سے کھائے تو اس پر کیا حسد ہو سکتا ہے؟

یعنی اگر ایسے زہر کی بھری ہوئی قند دشمن کھاوے تو تمہیں کیا اس پر حسد آوے مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا وہ عیش وآرام اصل میں زہر تھا اور تم اس میں منہمک تھے تو اس کی تو ایسی مثال ہے کہ ہمارا دشمن زہر ملی ہوئی قند کھانے لگے تو کیا ہمیں اس پر حسد آوے گا کہ یہ قند اس کو نہ ملے اور ہمیں مل جاوے اور کیا اس قند کے مل جاتے پر ہمیں کوئی خوشی ہو سکتی ہے۔

با نشاط آن زہر می کردی بنوش	مرگ تان خفیہ گرفتہ ہر دو گوش
تم خوشی سے وہ زہر پی رہے تھے	تمہاری موت نے مخفی طور پر دونوں کان بند کر دیئے تھے

یعنی عیش کے ساتھ تم وہ زہر پی رہے تھے اور موت خفیہ طور پر تمہارے دونوں کان پکڑے ہوئے تھی

(اور فرماتے ہیں)

www.besturdubooks.wordpress.com

من نمی کردم غزا از بہر آن	تا ظفر یابم فرو گیرم جہان
میں اس لئے جہاد نہیں کرتا ہوں	کہ فتح مند ہوں دنیا پر قبضہ کروں

یعنی میں لڑائی اس واسطے نہیں کرتا تھا کہ فتح پالوں اور ملک لے لوں (کیونکہ

کاین جہان جیفہ است و مردار و خسیس	بر چنین مردار چون باشم حریص
یہ دنیا مردار ہے اور سستا مردار	ایسے مردار پر میں کیسے لالچی بن سکتا ہوں؟

یعنی کہ یہ جہان مردار اور ناپاک اور بے قیمت ہے تو ایسے مردار پر میں کیونکر حریص ہوں (اس لئے کہ)

سگ نیم تا پرچم مردہ کنم	عیسیم آیم کہ تا زندہ اش کنم
میں کتا نہیں ہوں کہ مردار کی دم کے بال نوچوں	میں عیسیٰ ہوں (اس لئے) آیا ہوں تا کہ اس کو زندہ کروں

یعنی میں کتا تو نہیں کہ مردہ کی کھال اکھاڑوں عیسیٰ ہوں میں آتا ہوں تا کہ زندہ اس کو کروں مطلب یہ کہ مجھے اس مردار دنیا کی کیا ضرورت تھی کہ جو میں اس کے لئے قتل وقتال کرتا بلکہ۔

زان ہمی کردم صفوف جنگ چاک	تا رہانم مر شما را از ہلاک
میں نے جنگ کی صفوں کو اس لئے چاک کیا ہے	تا کہ تمہیں ہلاکت سے رہائی دوں

یعنی میں لڑائی کی صفوں کو اس لئے چاک کر رہا تھا تا کہ تم کو ہلاکت سے چھڑاؤں۔

زاں نم برم گلوہائے بشر	تا مرا باشد کروفر و حشر
میں انسانوں کے گلے اس لئے نہیں کاٹتا ہوں	کہ میرے لئے شان و شوکت اور اجتماع ہو

یعنی میں لوگوں کے گلے اس لئے نہیں کاٹتا تھا کہ میرے لئے کروفر اور انجام ہو جاوے (بلکہ)

زان ہمی برم گلوئے چند تا	زان گلوہا عالمے یابد رہا
میں چند انسانوں کا گلا اس لئے کاٹتا ہوں تا کہ	ان گلوں سے دنیا نجات پا جائے

یعنی میں چند گلے اس واسطے کاٹ رہا تھا تا کہ ان گلوں سے ایک عالم رہائی پاوے۔

گر شما پروانہ وار از جہل خویش	پیش آتش می کنید این حملہ کیش
اگر تم نے اپنی نادانی سے، پروانوں کی طرح	آگ پر اس حملے کو مذہب بنا لیا ہے

یعنی اگرچہ تم پروانہ کی طرح اپنے جہل کی وجہ سے آگ کے سامنے یہ تمام مذہب کر رہے تھے۔

من ہمی رانم شما را ہمچو مست	از درافتادن در آتش با دو دست
میں مست کی طرح تمہیں ہٹاتا ہوں	دونوں ہاتھوں سے آگ میں گرنے سے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں تم کو آگ میں گرنے سے دونوں ہاتھوں سے مست کی طرح ہٹا رہا ہوں۔ مطلب یہ کہ جس طرح مست کو بچایا کرتے ہیں کہ اسے خود کچھ خبر نہیں ہوتی اسی طرح فرماتے ہیں کہ میں تم کو بچا رہا ہوں۔ امام بخاری نے ایک روایت نقل کی ہے۔ عن ابی هريرة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثلي كمثل رجل استوقد ناراً فلما اضاءت ما حولها جعل الفراش و هذه الذواب التي تقع في النار يقعن فيها وجعلها يحجزهن و يغلبنه فيقتحمن فيها فانا آخذ بحجزكم عن النار وانتم تقتحمون. اسی روایت کے مضمون کو مولانا اس جگہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جو تم سے لڑتا تھا وہ ملک گیری کے لئے نہیں بلکہ تم اپنے مذہب کی باتیں کرتے آگ میں گھسے جاتے ہو اور میں تم کو اس سے ہٹانا چاہتا ہوں۔

آنکہ خود را فتحہا پنداشتید	تخم منحوسے خود می کاشتید
جس کو تم نے اپنی فتوحات سمجھا	تم نے اپنی نحوست کا بیج بویا ہے

یعنی جس کو کہ تم اپنے لئے فتح سمجھتے تھے وہ تم اپنی منحوسی کا بیج بو رہے تھے۔

یک دگر را جدوجد می خواندید	سوئے اژدرہا فرس می راندید
تم ایک دوسرے کو بڑے اصرار سے بلاتے تھے	اژدہوں کی جانب گھوڑا دوڑاتے تھے

یعنی ایک دوسرے کو کوشش اور کوشش سے بلا رہے تھے اور اژدہا کی طرف گھوڑا اچلا رہے تھے۔

قہر می کردید اندر عین قہر	خود شما مقہور قہر شیر دہر
تم ظلم کرتے تھے اور عین ظلم میں	تم خود زمانے کے شیر کے غلبہ سے مغلوب ہو گئے

یعنی تم عین قہر میں ظلم کر رہے تھے خود تم شیر زمانہ کے قہر کے مقہور تھے مطلب یہ کہ تم خود قہر حق میں مبتلا تھے۔ اور اس پر یہ ظلم کر رہے تھے آگے اس مضمون کو ایک مثال میں بیان فرماتے ہیں۔

بیان اس کا کہ ظالم عین ظلم کرنے کے وقت مقہور ہے

دزد قہر خواجہ کرد زر کشید	او دزان مشغول خود والی رسید
چور نے خواجہ کو مغلوب کیا اور سونا اکٹھا کیا	وہ اس میں مشغول تھا کہ خود حاکم آ گیا

یعنی چور نے خواجہ پر ظلم کیا اور روپیہ لے لیا وہ اسی میں مشغول تھا کہ حاکم خود پہنچ گیا۔

گرز خواجہ آن زمان بگریختی	کے برد والی حشر انگیختی
اگر وہ اس وقت، خواجہ کے پاس سے بھاگ جاتا	تو حاکم اس پر کب قیامت برپا کرتا؟

یعنی اگر خواجہ سے اس وقت بھاگ جاتا تو اس پر حاکم کب مجمع کو ڈالتا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

قاہری دزد مقہور ریش بود	زانکہ قہر او سرا و را ربود
چور کا غلبہ ہاں کی مغلوبیت تھی	اس لئے کہ اس کے غلبہ نے اس کا سر اڑا دیا

چور کا ظلم اسی کی مغلوبیت ہوگئی اس لئے کہ اسی کا قہر اس کے سر کو لے گیا۔

غالبی بر خواجہ دام او شود	تا رسد والے و بستاند قود
خواجہ پر غلبہ؛ اس کا جال بن جاتا ہے	حتیٰ کہ حاکم آ پہنچے اور قصاص لے لے

خواجہ پر غالب ہو جانا اسی (چور) کے لئے جال ہو جاتا ہے یہاں تک کہ حاکم پہنچتا ہے اور بدلہ لیتا ہے۔

آگے مولانا فرماتے ہیں۔

ایکہ تو بر خلق چیرہ گشتۂ	در نبرد و غالبی آغشتۂ
آں بقاصد منہزم کردست شاں	تا ترا در حلقہ می آرد کشاں

یعنی کہ شخص جو ایک مخلوق پر غالب ہو رہا ہے اور مقابلہ اور غالب ہونے میں ملا ہوا ہے تو۔

آن بقاصد منہزم کردست شان	تا ترا در حلقہ می آرد کشان
اس نے قصداً ان کو پسپا کیا ہے	تاکہ تجھے حلقے میں کھینچ لائے

یعنی اس (حق تعالیٰ) نے قصداً ان (لوگوں) کو پست کر دیا تاکہ تجھ کو حلقہ میں کھینچتا ہوا لاوے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے جو تجھے غالب اور ان کو مغلوب بنایا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ تو خوب ظلم کرلے تاکہ پھر تجھے ایک دم سے گرفتار کرلیں لہذا تجھے چاہئے۔

ہین عنان درکش پئے این منہزم	در مران تا تو نگردی منخزم
اس پسپا کا پیچھا کرنے سے باگ تھام	نہ چلا تاکہ تو کٹا نہ بن جائے

یعنی ہاں اس پست ہونے والے کے پیچھے سے باگ کھینچ لے (سواری کو) چلامت تاکہ تو مقطوع نہ ہو جاوے مطلب یہ کہ ان مظلوموں پر ظلم کرنا چھوڑ دے اس لئے کہ کہیں ان پر ظلم کرنے سے تجھ پر وبال نہ آ جاوے۔

چون کشانندت بدین شیوہ مدام	حملہ بینی بعد ازان اندر زحام
جب تجھے اس طریقہ پر جال میں کھینچ لائیں گے	اس کے بعد مجمع میں (تو اپنے اوپر) حملہ دیکھے گا

یعنی جب تجھ کو قضاوقدر اس طریقہ سے جال میں کھینچ لیں گے تو اس کے بعد تو ازدحام کے اندر حملہ دیکھے گا۔

عقل ازین غالب شدن کے گشت شاد	چون درین غالب شدن دید او فساد
اس غالب آنے سے عقل کب خوش ہوتی ہے؟	جبکہ اس غالب آنے میں اس نے تباہی دیکھ لی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی عقل اس غالب ہونے سے کب خوش ہوئی جبکہ اس غالب ہونے میں اس نے فساد دیکھا۔

تیز چشم آمد خرد بینائی پیش	کہ خدائش سرمہ کرد از کحل خویش
پیش بین عقل تیز آنکھوں والی .	کیونکہ خدا نے اپنے سرمے سے اس کے سرمہ لگایا ہے

یعنی عقل انجام میں تیز چشم ہوتی ہے جبکہ خدائے تعالیٰ نے اس کا سرمہ اپنے سرمہ سے کیا۔ مطلب یہ کہ جو عقل انجام بیں ہے اور حق تعالیٰ نے اسے بصیرت عطا فرمائی ہے وہ پہلے ہی دیکھ لیتی ہے کہ اس غالب ہونے میں بجز فساد کے کچھ نفع نہیں لہذا اس سے وہ کبھی خوش نہیں ہوتی۔

گفت پیغمبر کہ ہستند از فنون	اہل جنت در خصومتہا زبون
پیغمبرؐ نے فرمایا حکمتوں کی وجہ سے ہیں	جنتی جھگڑوں میں مغلوب

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فنون کی وجہ سے اہل جنت جھگڑوں میں عاجز ہوتے ہیں۔

از کمال حزم و سوء الظن خویش	نے ز نقص و بددلی و ضعف کیش
پوری ہوشیاری اور اپنے ساتھ بدگمانی کی وجہ سے ہے	نہ (عقل) نقصان اور بزدلی اور مذہب کی کمزوری کی وجہ سے

اپنے کمال احتیاط اور برائی کے اندیشہ کی وجہ سے نہ کہ کمی اور بد دلی اور مذہب کے ضعیف ہونے کی وجہ سے مطلب یہ کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو نیک لوگ ہیں وہ جھگڑوں میں ہمیشہ خود ہی مغلوب ہو جاتے ہیں اور یہ مغلوب ہونا کسی نقصان اور بد دلی کی وجہ سے نہیں ہوتا۔

در فرہ دادن شنیدہ در کمون	حکمت لولا رجال مومنون
غلبہ دینے (کے بارے) میں در پردہ سنے ہوئے تھے	لولا رجال مومنون کی حکمت

یعنی غلبہ دینے میں وہ پردہ ہی میں لولا رجال مومنون کی حکمت کو سنے ہوئے تھے۔

دست کوتاہی ز کفار لعین	فرض شد بہر خلاص مومنین
ملعون کفار سے ہاتھ روکنا	مومنوں کی خلاصی کے لئے فرض ہوا

کفار لعین سے ہاتھ روکنا مومنین کے چھٹکارہ کے واسطے فرض ہوا۔

قصۂ عہد حدیبیہ بخوان	کف ایدیکم تمامت زان بدان
حدیبیہ کی صلح کا قصہ پڑھو	"اس نے تمہارے ہاتھوں کو روکا" پورا اس سے سمجھ لے

حدیبیہ کے زمانہ کے قصہ کو پڑھ لے کف ایدیکم پورے کو اسی وجہ سے جان۔ مطلب یہ کہ اوپر کہا ہے کہ نیک لوگ جھگڑوں میں ہمیشہ خود ہی مغلوب ہو جاتے ہیں اور یہ مغلوب ہونا کسی احتیاط کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اب یہاں اس کی ایک نظیر بیان کرتے ہیں کہ دیکھو حدیبیہ میں جو بظاہر مسلمان مغلوب ہو گئے اس کی حکمت وہ تھی جو کہ آیت لولا رجال

www.besturdubooks.wordpress.com

مومنون الا یہ میں بیان کی گئی ہے کہ اگر مومنون مغلوب نہ ہوتے تو مکہ میں جو پوشیدہ ایمان والے مسلمان موجود تھے وہ بھی اس لڑائی میں مارے جاتے اور پھر مسلمانوں پر اس کا وبال پڑتا۔ لہذا حق تعالیٰ نے دونوں طرف سے ہاتھ رکوا دیئے اور قتال نہ ہونے دیا تو دیکھئے کہ ان کی مغلوبیت میں کس قدر عظیم الشان مصلحت تھی آگے فرماتے ہیں۔

نیز اندر غالبی ہم خویش را	دید او مغلوب دام کبریا
غلبے میں بھی اپنے آپ کو	اس نے اللہ کے جال میں مغلوب سمجھا

یعنی غلبہ کی حالت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کو حق تعالیٰ کے جال کا مغلوب دیکھا (اس لئے کہ)

مارمیت اذرمیت آمد خطاب	گم شد او واللہ اعلم بالصواب
"تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو نے پھینکا" خطاب آیا	تو وہ فنا ہوگیا اور اللہ درستگی کو زیادہ جانتا ہے

یعنی مارمیت اذرمیت کا خطاب آیا تو آپ فنا ہوگئے واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ جھگڑوں میں تو اپنے کو مصلحت کی وجہ سے مغلوب کر ہی لیتے تھے مگر غلبہ کی حالت میں بھی وہ اپنے کو مغلوب ہی سمجھتے تھے۔ جیسا کہ مارمیت اذرمیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضور کی رمی کو حق تعالیٰ نے اپنی ہی رمی فرمایا جس سے کہ درجہ کمال فنا اور اتحاد اصطلاحی معلوم ہوتا ہے تو یہاں بھی باوجودیکہ غلبہ تھا لیکن دست قدرت حق سے مغلوب ہی ہے آگے پھر حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قیدیوں سے ارشاد ہے۔

زاں نمی خندم من از زنجیر تان	کے بگردم ناگہاں شبگیر تان
میں تمہاری زنجیر سے اس لئے نہیں ہنستا ہوں	کہ میں نے تمہیں اچانک رات میں گرفتار کر لیا

یعنی میں تمہاری زنجیر پر اس وجہ سے نہیں ہنستا کہ میں تمہارا ناگہاں رات کا پکڑنے والا ہوگیا (بلکہ)

زاں ہمی خندم کہ با زنجیر وغل	می کشم تان سوئے سردستان وگل
میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ زنجیر اور طوق کیساتھ	میں تمہیں لے جا رہوں سرو اور گل کے باغیچہ میں

میں اس لئے ہنستا ہوں کہ قید وزنجیر کے ساتھ تم کو باغ اور پھول کی طرف کھینچ رہا ہوں۔

اے عجب کز آتش بے زینہار	بستہ می آریم تان تا سبزہ زار
کس قدر عجب بات ہے کہ بے پناہ آگ سے	تم کو سبزہ زار کی طرف باندھ کر لا رہا ہوں

تعجب ہے کہ بے پناہ آگ سے میں تم کو سبزہ زار کی طرف کھینچتا ہوا لا رہا ہوں۔

از سوئے دوزخ بزنجیر گراں	می کشم تان تا بہشت جاوداں
بھاری زنجیر کے ساتھ دوزخ سے	ابدی جنت کی طرف میں تمہیں کھینچ رہا ہوں

یعنی دوزخ کی طرف سے بھاری زنجیر کے ساتھ میں تم کو بہشت جاودانی کی طرف لا رہا ہوں آگے مولانا فرماتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر مقلد را درین رہ نیک و بد	ہم چنان بستہ بحضرت می کشد
ہر مقلد کو اس راستہ میں اچھائی سے یا برائی سے	اسی طرح باندھ کر دربار میں کھینچتا ہے

یعنی ہر مقلد کو اس نیک (بہشت) اور بد (دوزخ) راستہ میں اسی طرح باندھے ہوئے بارگاہ باری تک کھینچ رہے ہیں (مقلد سے مراد عوام ہیں)

جملہ در زنجیر بیم و ابتلاء	می روند این رہ بغیر اولیاء
سب خوف اور آزمائش کی زنجیر میں	اولیاء کے علاوہ اس راستہ پر چلتے ہیں

یعنی سب خوف اور امتحان کی زنجیر میں یہ راہ چل رہے ہیں سوائے اولیاء اللہ کے (کہ وہ اپنی رضا سے چل رہے ہیں)

می کشند این راہ را بیگار وار	جز کسانے واقف از اسرار کار
اس راستہ پر جبری طریقہ پر کھینچتے ہیں	سوائے ان کے جو کام کے بھیدوں سے واقف ہیں

یعنی اس راستے کو (عوام) بیگار کی طرح کھینچ رہے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو کام کے اسرار سے واقف ہیں۔

جہد کن تا نور تو رخشان شود	تا سلوک و خدمت آسان شود
مجاہدہ کر تاکہ تیری روشنی چمک اٹھے	تاکہ تیرے لئے چلنا اور حضوری آسان ہو جائے

یعنی کوشش کرتا کہ تیرا نور روشن ہو جاوے اور تاکہ تجھ کو سلوک اور خدمت آسان ہو جاوے آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں۔

کودکان را می بری مکتب بزور	زانکہ ہستند از فوائد چشم کور
تو بچوں کو مکتب میں جبراً لے جاتا ہے	اس لئے کہ وہ فائدوں سے اندھے ہیں

یعنی بچوں کو زبردستی مکتب لے جاتے ہو اس لئے کہ وہ فوائد (مکتب) سے اندھے ہیں۔

چون شود واقف بمکتب می رود	جانش از رفتن شگفتہ می شود
جب وہ جان جاتا ہے مکتب میں دوڑا جاتا ہے	اس کی روح جانے سے کھلتی ہے

یعنی جب (فوائد مکتب سے) واقف ہو جاتا ہے تو مکتب کی طرف دوڑتا ہے جان اس کی مکتب جانے سے شگفتہ ہوتی ہے۔

میرود کودک بہ مکتب پیچ پیچ	چون ندید از مزد کار خویش ہیچ
بچہ مکتب میں پیچ و تاب سے جاتا ہے	کیونکہ اس نے اپنے کام کا کوئی معاوضہ نہیں دیکھا ہے

یعنی بچہ مکتب میں گھبراتا ہوا جاتا ہے جبکہ وہ اپنے کام کی مزدوری ہی نہ دیکھے۔

چون کند در کیسہ دانگے دست مزد	انگھے بے خواب گردد شب وزد
جب ایک دانگ مزدوری تھیلی میں ڈال لیتا ہے	تب چور کی طرح رات کو جاگتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب بٹوہ میں ایک پیسہ مزدوری کا رکھ لیتا ہے تو اس وقت چور کی طرح رات کو بیخواب ہو جاتا ہے۔ یعنی پھر تو شوق کتب میں رات کو نیند بھی نہیں آتی آگے مولانا فرماتے ہیں۔

جہد کن تا مزد طاعت در رسد	بر مطیعان انگہان آید حسد
کوشش کر تاکہ بندگی کی مزدوری مل جائے	تب تجھے فرمانبرداروں پر حسد ہو گا

یعنی کوشش کرتا کہ طاعت کی مزدوری پہنچے اس وقت تجھ کو طاعت کرنے والوں پر غبطہ ہو یعنی کوشش کر کے کچھ حاصل کر اس وقت تجھے اپنے سے زیادہ لوگوں پر غبطہ ہوگا اور چاہے گا کہ میں بھی ایسا ہی ہو جاؤں۔

ائتیا کرہاً مقلد گشتہ را	ائتیا طوعاً صفا بسرشتہ را
مقلدوں کے لئے "تم دونوں جبرا آؤ" ہے	خلوص کی سرشت والوں کے لئے تم دونوں رضامندی سے آؤ" ہے

یعنی مقلد کے لئے تو ائتیا کرھا ہے اور صفا سے ملے ہوئے کے لئے ائتیا طوعا ہے۔

این محب حق زبہر علتے	وان دگر را بے غرض خود خلتے
یہ خدا کا دوست، کسی غرض سے ہے	اس دوسرے کی خود بے غرضی دوستی ہے

یہ (عوام) تو حق تعالیٰ کے محب کسی علت کی وجہ سے ہیں اور اس دوسرے (یعنی اولیاء) کو خود ایک دوستی ہے آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں۔

این محبّ دایہ لیک از بہر شیر	وان دگر دلدادہ بہر این ستیر
یہ انا کا عاشق ہے، لیکن دودھ کی خاطر	وہ دوسرا اس پردہ نشین کا دلدادہ ہے

یعنی یہ (بچہ) دایہ کا عاشق ہے لیکن دودھ کے واسطے اور وہ (زوج دایہ) اس عورت کا دلدادہ ہے کیونکہ

طفل را از حسن او آگاہ نے	غیر شیر او را ازو دلخواہ نے
بچے کو اس کے حسن سے واقفیت نہیں ہے	اس کے دودھ کے علاوہ اس کو کچھ مرغوب نہیں ہے

یعنی بچہ کو اس کے حسن کی خبر نہیں ہے اور سوائے دودھ کے اس کو اس سے کچھ مطلوب نہیں ہے۔

وان دگر خود عاشق دایہ بود	بے غرض در عشق یک رایہ بود
دوسرا خود انا کا عاشق ہوتا ہے	بلا کسی غرض کے عشق میں ایک رائے والا ہوتا ہے

اور وہ دوسرا (زوج دایہ) خود دایہ کا عاشق ہوتا ہے بغیر کسی غرض کے عشق میں ایک رائے والا ہوتا ہے آگے اس پر تفریع فرماتے ہیں۔

پس محب حق بامید و بترس	دفتر تقلید میخواند بدرس
لالچ اور ڈر سے، اللہ کا دوست	تقلید کی کتاب کو درس کے ساتھ پڑھ رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس جو خدا کا محب امید اور خوف کی وجہ سے ہے وہ سبق میں دفتر تقلید کو پڑھ رہا ہے۔

وان محب حق ز بہر حق کجاست	کہ ز اغراض و ز علتہا جداست
وہ اللہ کے لئے، اللہ کا دوست کہاں ہے؟	جو غرضوں اور علتوں سے جدا ہے

یعنی وہ محب حق جو حق ہی کے واسطے ہو کہاں ہے جو کہ غرضوں اور علتوں سے جدا ہے۔

گر چنین وگر چنان چون طالب ست	جذب حق اورا سوئے حق جاذب ست
خواہ ایسا ہے خواہ ویسا ہے، جبکہ وہ طلبگار ہے	اللہ (تعالیٰ) کی کشش اس کو اللہ کی جانب کھینچنے والی ہے

اگر اس طرح خواہ اس طرح جب طالب ہے جذب حق اس کے لئے حق کی طرف جاذب ہے۔ مطلب یہ کہ اوپر عوام کی محبت حق کو باغرض بتلایا تھا اور بظاہر اس کی کچھ مذمت کی تھی تو عوام کو اس سے کچھ یاس ہوئے اس کو دفع فرماتے ہیں کہ غرض کے ساتھ بے غرضی کے ساتھ جس طرح بھی ہو جب طلب ہوگی تو اس طرف سے کشش بھی ہوگی اور وہ کشش ایک دن مقصود تک پہنچا بھی دے گی۔ لہٰذا اصل چیز طلب ہے اس کو پیدا کرنا چاہئے۔

گر محب حق بود لغیرہ	کے ینال دائما من خیرہ
خواہ ماسوئی (اللہ) کے لئے اللہ کا دوست ہے	تاکہ ہمیشہ اس کی خیر حاصل کرے

یعنی اگر محب حق غیر حق کی وجہ سے ہوگا تو اس کی خیر سے ہمیشہ کب پہنچتا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی بہشت وغیرہ ہی کی وجہ سے محب حق ہے تو اس کو اس وقت تو بہشت مل ہی نہیں رہی ہے اور محب اس وقت ہے تو یہ محب لغیرہ بھی ایک درجہ میں محب لعینہ ہوا۔

یا محب حق بود لعینہ	لاسواہ خائفا من بینہ
یا اس کی ذات کی وجہ سے اس کا دوست ہے	وہ اس کے سوی سے نہیں اس کے فراق سے ڈرتا ہے

یا محب حق خاص حق کے واسطے ہو اور حق کے سوائے کسی سے ڈرنے والا نہ ہو۔

ہر دو را این جستجو ہا زان سرست	این گرفتاری دل زان دلبرست
دونوں کی جستجوئیں اسی کی جانب سے ہیں	یہ دل کی مجبوری اسی دلبر کی جانب سے ہے

دونوں کی جستجوئیں اسی طرف سے ہیں اور یہ دل کی گرفتاری اس دلبری کی وجہ سے ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی باتوں کو بذریعہ وحی سمجھ لیا اور یہ جواب دیا کہ میرا ہنسا جنگ کے سبب نہیں ہے کیونکہ کفار مردہ ہیں اور فنائے روحانی نے ان کو گلا دیا ہے اور مرے کو مارنا ہمارے

www.besturdubooks.wordpress.com

نزدیک کوئی بہادری نہیں ہے کہ ہم خوش ہوں یہ تو کیا بلا ہیں میری تو یہ حالت ہے کہ اگر میں جنگ میں پاؤں جماؤں تو ماہتاب کا جگر شق ہو جاوے نیز جس وقت تم آزاد تھے اور اپنے مقام میں تم کو پوری قوت حاصل تھی میں اسی وقت سے تم کو یوں ہی مقید دیکھتا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ تم خدا کے مخالف ہو اور اس سے جنگ کرنا چاہتے ہو اور خدا کے مقابلہ میں کوئی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ایک دن مقید ہونا یا مارا جانا یا اطاعت کر لینا ضرور ہے۔ غرضکہ تمہاری مغلوبیت لازم ہے کسی عنوان سے ہو۔ اے لوگو جو کہ اس حکومت اور خاندان پر مغرور ہو جو کہ یوں ہی زائل ہونے والا ہے جیسے اونٹ کو سیڑھی پر قرار نہیں ہوتا خوب سن رکھو کہ جب سے کہ میرا نقش تن فنا ہوا ہے اس وقت سے میرے نزدیک ہر وہ شے جو ہونے والی ہے اور جو تن کی وجہ سے محجوب تھی موجود اور پیش نظر ہو گئی۔ (تنبیہ طشت از بام افتادن کے معنی راز ظاہر ہونے اور مشہور ہونے کے لکھے ہیں مگر یہ معنی بظاہر درست نہیں اس لئے ہم نے وہ معنی کئے ہیں جو اوپر لکھے گئے خواہ ان معنی میں بھی یہ لفظ مستعمل ہو یا بنوعی از استلزام معنی منقول اس معنی کو مستلزم ہوں۔ واللہ اعلم) اب میرے علم کی وسعت کی یہ حالت ہے کہ خوشۂ انگور میں شراب کا مشاہدہ کرتا ہوں اور عدم میں وجود کو دیکھتا ہوں۔ یہ تو میرے علم متعلق بمستقبلات کی حالت ہے اب سنو کہ جب میں عالم غیب پر نظر کرتا ہوں تو اس میں ایک عالم کو مخفی پاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ ہنوز آدم وحوا کا بھی وجود نہیں ہوا یعنی اس حالت کا نظارہ بھی میری پیش نظر ہے غرضکہ ماضی و مستقبل ہر دو کے متعلق میرا علم بہت وسیع ہے گو محدود ہے یہ تو میری موجودہ حالت ہے اب میں اس سے بھی ترقی کر کے دیکھتا ہوں کہ جس وقت میثاق کے وقت انسان کو آدم علیہ السلام کی پشت سے چیونٹیوں کی شکل میں نکالا گیا تھا میں نے اسی وقت تم کو اجمالاً پابستہ اور اوندھے منہ اور پست دیکھ لیا تھا اور آسمانوں کے وجود سے میرے اس علم میں کوئی ترقی نہیں ہوئی جو مجھے پہلے تھا۔ ہاں مگر اجمال و تفصیل کا فرق ہو سکتا ہے۔ مثلاً مجھے یہ معلوم تھا کہ مجھ کو نبی بنایا گیا ہے اور مجھ کو دشمنوں پر غلبہ دیا جاوے گا۔ پس اس واقعہ سے اس علم کا مصداق متعین ہو گیا اور اجمال کی تفصیل ہو گئی مگر کوئی معتد بہ جدید علم زائد نہیں ہوا ہاں تو میں کہتا ہوں کہ میں قبل اس کے کہ آب و گل سے پرورش پاؤں اجمالاً تم کو مغلوب اور سرنگوں دیکھ چکا تھا کوئی نئی بات نہیں دیکھی کہ خوش ہوں میں تو تم کو پیشتر ہی دیکھ چکا تھا کہ تم قہر مخفی میں مقید ہو اور قہر بھی کیسا کچھ کہ تم قند کھاتے تھے اور اس میں زہر ملا ہوا تھا کیونکہ یہ حالت زیادہ خطرناک ہے کہ اس میں تنبیہ ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اگر کسی بدمزہ شے میں ملا ہو یا تنہا ہو تو اس سے آدمی بچ سکتا ہے اور جو زہر مرغوب شے میں ملا ہو اس سے بچنا نہایت دشوار ہے اب تم سمجھو کہ جب قند ایسی ہو کہ اس میں دشمن نے زہر ملا دیا ہو اور کوئی اس کو مزہ لے لے کر کھا رہا ہو تو اس پر تم کو حسد ہو سکتا ہے ہرگز نہیں پس تم خوش خوش زہر کھا رہے تھے اور موت تمہارے کان پکڑے ہوئے تھی اور میں دیکھ رہا تھا تو مجھے تمہاری حالت پر کیا رشک ہو سکتا تھا۔ میں نے اس لئے جہاد نہیں کیا کہ میں فاتح ہو کر دنیا بھر پر قبضہ کر لوں کیونکہ یہ جہان مردار اور بہت کم قیمت ہے ایسے مردار پر میں کیا حرص کرتا میں کتا نہیں کہ مردہ پر تسلط حاصل کروں بلکہ میں عیسیٰ ہوں اور میرا کام مردوں کو زندہ کرنا ہے لہٰذا میں صفہائے جنگ کو اس لئے چیرتا پھاڑتا تھا کہ تمہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہلاکت سے بچاؤں اور میں لوگوں کے گلے اس لئے نہیں کاٹتا کہ مجھے کوئی شان و شوکت حاصل ہو اور لاؤ لشکر میرے پاس ہو بلکہ میں اس لئے کاٹتا ہوں کہ میرے ایسا کرنے سے مخلوق کے گلے بچ جائیں اگر تم پروانہ کی طرح اپنی نادانی سے آگ کے سامنے اپنے پر کرتے ہو تو میں تم کو نہایت جرات کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے آگ میں گرنے سے بچاتا ہوں اور یہ جو تم نے کہا ہے کہ ہم کو بھی تحسیں حاصل ہوئی ہیں سو جس کو تم اپنی فتح سمجھتے ہو یہ فی الحقیقت تحسیں نہیں ہیں بلکہ تم اپنی منحوسی کا بیج بو رہے ہو تم آپس میں ایک دوسرے کو پوری کوشش سے بلاتے ہو اور اژدھے کے منہ میں جا رہے ہو۔ تم دوسروں کو مغلوب کرتے ہو مگر اس غلبہ میں خود تمہاری مغلوبی پنہاں ہے اور شیر زمانہ تم کو مغلوب کر رہا ہے یہ امر بدوں مثال کے آسانی سے سمجھ میں نہ آئے گا اس لئے ہم اس کو ایک مثال سے واضح کرتے ہیں فرض کرو کہ ایک چور نے ایک امیر کو مغلوب کیا اور اشرفیاں لے لیں وہ ایسا کر ہی رہا تھا کہ اچانک سپرنٹنڈنٹ پولیس آ گیا اور گرفتار کر لیا اب تم سمجھو کہ اس کا اس امیر کو مغلوب کرنا خود اس کی مغلوبی تھی یا نہیں دیکھو اگر وہ پہلے ہی امیر سے بھاگتا اور اسے نہ چھیڑتا تو یہ سپرنٹنڈنٹ پولیس اس پر دوش کیوں لاتا۔ پس معلوم ہوا کہ چور کا غلبہ فی الحقیقت اس کی مغلوبی تھا اس لئے کہ اس کے غلبہ ہی نے اس کی گردن ماری ہے۔ جب تم کو یہ معلوم ہو گیا کہ چور کا غلبہ خود اس کے لئے جال میں جانا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سپرنٹنڈنٹ پولیس پہنچ کر اس سے قصاص لیتا ہے تو اب سمجھو کہ تم جو مخلوق پر لڑائی میں غالب ہوتے ہو اور تم کو غصہ سے اتصال ہوتا ہے تو یہ فعل حق سبحانہ قصداً کرتے ہیں کہ ان کو تم سے شکست دلاتے ہیں تا کہ تم کو پابستہ زنجیر کر کے کھینچیں دیکھو اپنے گھوڑے کو روکنا اور ان بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کرنا تا کہ تم بے موت نہ مارے جاؤ کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو تم جال میں پھنس جاؤ گے اور جب اس تدبیر سے تم کو جال میں پھنسا لیا جاوے گا تو پھر تم پر جماعت کثیرہ کا دفعۃً حملہ ہو گا اور تم مارے جاؤ گے۔ اب تم سوچو کہ عقل ایسے غالب ہونے سے کیونکر خوش ہو سکتی ہے جبکہ وہ اس غلبہ میں اس قدر نقصان دیکھ رہی ہے۔ عقل پیش میں نہایت تیز نظر ہے کیونکہ حق سبحانہ نے اس کی آنکھ میں اپنے نور کا سرمہ لگایا ہے اور اس سے وہ ابتداء کار میں نتیجہ کو دیکھ لیتی ہے۔ اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ المومن یھرب من اللہ الخصام یعنی مومن جھگڑالو اور مجادل لوگوں سے بھاگتے ہیں کیونکہ یہ مغلوبی ان کی کمال حزم اور سوء الظن بہ نفس خود پر مبنی ہوتی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں نفس کی شرکت ہو جاوے اور اپنی کی اور کمزوری یا مذہب کی کمزوری کی بناء پر نہیں ہوتے خیر یہ گفتگو تو استطراداً تھی اب سنو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکست میں کیا راز تھا۔ پس بعد از مغلوبیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ طور پر (بذریعہ وحی) غلبہ کفار کی حکمت یہ سنی لولا رجال مومنون الخ جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے تم کو جنگ سے اس لئے روکا ہے کہ کفار مکہ میں کچھ لوگ خفیہ طور پر ایمان رکھتے تھے اور ان کا تم کو علم نہ تھا پس بہت قریب ہے کہ لڑائی کی صورت میں تم ان کو نقصان پہنچا بیٹھتے اور اس سے ضرر دنیوی یا دینی لاحق ہوتا اس سے بچنے کے لئے ہم نے لڑائی نہ ہونے دی۔ خلاصہ یہ کہ مومنین کو بچانے کے لئے کفار پر دست درازی نہ کرنا فرض ہوا تھا اس کی تصدیق کے

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے قصہ حدیبیہ قرآن میں پڑھ جس کا تتمہ کف ایدیکم الخ ہے۔ پس اس مغلوبی میں بھی مسلمانوں ہی کی فتح تھی کیونکہ مسلمان ضرر سے بچ گئے۔ کفار کا اس میں کوئی فائدہ نہ تھا کہ وہ تو بالآخر مغلوب ہوئے ہی زیادہ سے زیادہ یہ مغلوبی کچھ دنوں کے لئے ملتوی ہوگئی جو ان کے لئے محض بے سود تھی۔ سو اس سے یہ ثابت ہوا کہ وہ مغلوب حق تھے نہ کہ مغلوب کفار۔ اور یہ بات ان کو غلبہ کی صورت میں بھی حاصل تھی۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے مـــا رمـــیـت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ جس سے ثابت ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محض جارحہ حق سبحانہ تھے اور کرنے والا حق سبحانہ تھا پس ان کے لئے فتح وشکست دونوں برابر ہیں۔ نہ فتح ان کی شجاعت سے ہوئی نہ شکست ان کی بزدلی سے پھر ان کو نہ فتح کی خوشی ہو سکتی ہے نہ شکست کا رنج وہ ہر حال میں راضی برضائے حق ہیں جب حالت یہ تھی تو آپ نے فرمایا کہ میں فتح پر خوش نہیں ہوتا اور اس لئے نہیں ہنستا کہ میں نے دفعۃً تم پر حملہ کر کے گرفتار کر لیا بلکہ اس لئے ہنستا ہوں کہ تم کو پابہ زنجیر باغ جنت کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ اور میرے ہنسنے کا باعث یہ تعجب ہے کہ زبردستی تم کو آتش دوزخ سے بچا کر ابدی بہشت میں لے جا رہا ہوں کہ تم مغلوب ہو کر ہی ایمان لے آؤ اور بہشت کے مستحق بن جاؤ۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ راہ امید بہشت وخوف دوزخ میں ہر مقلد کی یہی حالت ہے کہ اس کو باندھ کر حق سبحانہ کی طرف لایا جاتا ہے یہ لوگ خوف وتکالیف دوزخ کی زنجیروں میں بندھے ہوئے خدا کی طرف جاتے ہیں بجز اولیاء کے کہ وہ بخوشی جاتے ہیں مقلدین اس راستہ کو نہایت ناگواری کے ساتھ طے کرتے ہیں اور اہل اللہ جو کہ واقف راز ہیں خوش خوش جاتے ہیں جب یہ فرق معلوم ہو گیا تو اب تم کو چاہئے کہ تم بھی مجاہدہ کر کے نور باطن حاصل کرو تا کہ یہ راہ روی اور اطاعت حق تم پر آسان ہو جاوے اور ناگوار نہ رہے۔ دیکھو تم بچوں کو زبردستی مکتب میں لے جاتے ہو کیونکہ وہ اس کے فوائد سے ناواقف ہوتے ہیں لیکن جبکہ وہ واقف ہو جاتے ہیں تو خود دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں اور مکتب میں جانے سے ان کو نہایت خوشی ہوتی ہے۔ نیز چونکہ بچہ اپنی محنت کا صلہ نہیں دیکھتا اس لئے نہایت پیچ وتاب کے ساتھ مکتب میں جاتا ہے اور جبکہ وہ اپنی محنت کے صلہ میں بٹوہ میں پیسے ڈالتا ہے تو چوروں کی طرح رات بھر جاگتا ہے اور کہتا ہے کہ کب صبح ہو کہ میں مکتب میں جاؤں اور پیسہ کماؤں پس تم بھی کوشش کرو تا کہ تم کو بھی تمہاری اطاعت کا صلہ ملے اور اس وقت تم کو اپنے سے زیادہ طاعت کرنے والوں پر رشک آئے یعنی بجائے کراہت کے نہایت رغبت پیدا ہو جاوے۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ طائعین دو قسم کے ہیں۔ کچھ قسراً اطاعت کرتے ہیں خواہ وہ قاسر معاوضہ ہو یا کچھ اور اور کچھ طبعاً کرتے ہیں تو اس سے معلوم ہو گیا کہ ائتیا طوعا او کرہاً۔ میں او تنویع وتقسیم کے لئے ہے نہ کہ شک وتشکیک کے لئے اور ائتیا کرہاً مقلدین کو خطاب ہے۔ اور ائتیا طوعاً صافی درون اور پاک باطن لوگوں کو اہل اللہ خدا سے بدوں غرض جر منفعت کے اور محض اس لئے کہ وہ اس کا مستحق ہے محبت کرتے ہیں اور مقلدین اس سے غرض سے محبت کرتے ہیں اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے کہ بچہ بھی دایہ سے محبت کرتا ہے اور اس کا عاشق بھی مگر بچہ دودھ کے لئے اس سے محبت کرتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے مگر عاشق خود اس کے کمال پر مفتون ہے بچہ کو اس کے حسن سے واقفیت بھی نہیں ہوتی اور اس سے اس کو بجز دودھ کے اور کچھ مطلوب نہیں ہوتا۔ اور دوسرا خود اسی پر عاشق ہوتا ہے اور اس کی اور کوئی غرض ہی نہیں ہوتی پس جو لوگ خدا سے بطمع انعام و یا بخوف آلام محبت کرتے ہیں یہ کتاب تقلید کا سبق پڑھتے ہیں اور مقلد ہیں ان کو اس سے کیا نسبت جو خدا سے خدا ہونے کے سبب محبت کرتے ہیں اور اغراض سے بالکل یکسو ہیں۔ یہ ان میں باہمی فرق ہے لیکن واقع میں ولاحوت حق خود ایک کمال ہے خواہ بطمع ہو یا بلا طمع گو ثانی اول سے اعلیٰ ہے پس خواہ ایسا ہو یا ویسا جبکہ وہ طالب ہے تو وہ مطلوب حق ہے اور حق سبحانہ نے اس کو اپنی طرف کھینچا ہے اور اگر کوئی حق سبحانہ سے لغیرہ محبت کرے اور مقصد یہ ہو کہ اس کا نفع اس کو ہمیشہ کھینچے یا اس سے لذاتہ لالغیرہ محبت کرے اور اس کی مفارقت سے ڈرے کوئی صورت ہو دونوں کی طلب محمود ہے اور حق سبحانہ ہی کی طرف سے ہے اور ان کے دل کو اسی دلبر نے پھنسایا ہے لہذا دونوں محمود العاقب اور سعید البخت ہیں۔ (اللھم اجعلنا منھم)

شرح شبّیری

معشوق کا عاشق کو اس طرح جذب کرنا نہ عاشق کو اس کا علم ہے اور نہ امید و وہم اور اس جذب سے سوائے خوف کے جو کہ نا امیدی کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے مع ہمیشہ رہنے طلب کے کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا

آمدیم اینجا کہ در صدر جہان	گر نبودے جذب آن عاشق نہان
ہم یہاں آ گئے کہ صدر جہاں میں	اگر اس عاشق کی پوشیدہ کشش ہوتی

یعنی اس جگہ آ گئے ہم کہ اگر صدر جہاں میں اس عاشق کا جذب پوشیدہ نہ ہوتا۔

ناشکیبا کے بدے او از فراق	کے دوان باز آمدے سوے وثاق
وہ جدائی سے بے صبر کب ہوتا؟	وہ قید کی جانب کب بھاگا آتا؟

یعنی وہ فراق کی وجہ سے بے صبر کب ہوتا اور گھر کی طرف دوڑتا ہوا واپس کیوں آتا مطلب یہ کہ صدر جہان ہی کا جذب تھا کہ اس کا عاشق دوڑتا ہوا اس کے پاس چلا آیا ہاں فرق اتنا تھا۔

میل معشوقان نہانست و ستیر	میل عاشق با دو صد طبل و نفیر
معشوقوں کا میلان پوشیدہ اور چھپا ہوا ہے	عاشق کا میلان دو سو نقاروں اور نفیریوں کے ساتھ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی معشوقوں کا میلان تو پوشیدہ اور مستور ہے اور عاشقوں کا عشق سینکڑوں طبل اور غل وشور کے ساتھ ہے۔

یک حکایت ہست اینجا ز اعتبار	لیک عاجز شد بخاری ز انتظار
عبرت کے لئے یہاں ایک قصہ ہے	لیکن بخاری انتظار میں عاجز آ گیا ہے

یعنی ایک حکایت اس جگہ عبرت کے واسطے ہے لیکن بخاری انتظار کی وجہ سے عاجز ہو رہا ہے۔ مطلب یہ کہ ہم اس حکایت کو بیان کرتے مگر چونکہ اس کو اپنے محبوب تک پہنچنے کا سخت انتظار ہے اس لئے اسی کے قصہ کو بیان کرتے ہیں۔

ترک آن کردیم کو در جستجوست	تا کہ پیش از مرگ بیند روئے دوست
ہم نے وہ چھوڑ دیا کیونکہ وہ تلاش میں ہے	تاکہ مرنے سے پہلے محبوب کا چہرہ دیکھ لے

یعنی اس حکایت کو ہم نے ترک کردیا کیونکہ وہ (عاشق) جستجوئے (محبوب) میں ہے تاکہ مرنے سے پہلے وہ دوست کے چہرہ کو دیکھ لے۔

تا رہد از مرگ و یابد او نجات	زانکہ دید دوست است آب حیات
تاکہ وہ موت سے چھٹکارا پالے اور نجات حاصل کر لے	کیونکہ دوست کا دیدار آب حیات ہے

یعنی تاکہ وہ مرنے سے چھوٹ جاوے اور نجات پالے کیونکہ دیدار دوست آب حیات ہے۔

ہر کہ دید او نباشد دفع مرگ	دوست نبود کہ نہ میوستش و نہ برگ
جس کا دیدار موت کا دفعیہ نہ ہو	وہ دوست نہ ہوگا کیونکہ نہ اس پر پھل ہیں نہ پتے

یعنی جو شخص کہ اس کا دیدار موت کا دفعیہ نہ ہو وہ دوست نہیں ہے کہ اس کے اندر نہ میوہ ہے نہ پتا ہے مطلب یہ ہے کہ جو شخص کہ ایسا ہو کہ اس کے دیدار سے موت نہ جاوے تو وہ اصل میں دوست ہی نہیں کیونکہ حقیقت میں دوست حق تعالیٰ ہیں اور ظاہر ہے کہ جب ان کا دیدار ہو گیا تو فنا کا کہیں نام نہیں رہ سکتا پھر تو بقا ہی بقا ہے۔

کار آن کارست اے مشتاق مست	کاندران کار ار رسد مرگت خوش است
اے مست مشتاق! کام تو دراصل وہ ہے	کہ اس کام میں اگر تجھے موت آ جائے تو بہتر ہو

یعنی اے مشتاق مست کام تو وہ کام ہے کہ اس کام میں تم کو موت آجاوے تو اچھا ہے یعنی اصلی کام تو وہ ہے کہ اگر اس کو کرتے وقت انسان مرجاوے تو کوئی خوف اور ہراس نہ ہو۔

شد نشان صدق ایمان اے جوان	آنکہ شید خوش ترا مرگ اندران
اے جوان! ایمان کی سچائی کی علامت ہے	کہ تجھے اس میں مرجانا اچھا لگے

یعنی اے جوان صدق ایمان کی نشانی وہ ہے کہ تجھے اس کے اندر موت بھلی معلوم دے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر نشد ایمان تو اے جان چنین	نیست کامل رو بجو اکمال دین
اے جان! اگر تیرا ایمان ایسا نہیں ہے	تو وہ کامل نہیں ہے جا ایمان کی تکمیل چاہ

یعنی اور اگر نہیں ہے اے جان ایمان تیرا ایسا تو کامل نہیں ہے ہاں ایمان کا کامل ہونا ڈھونڈ آگے اس کی ایک مثال ہے۔

ہر کہ اندر کار تو شد مرگ دوست	بر دل تو بے کراہت دوست اوست
جس دوست کی موت تیرے کام میں ہو	کسی ناگواری کے بغیر وہ تیرا دوست ہے

یعنی جو شخص کہ تیرے کام میں موت کا دوست رکھنے والا ہو جاوے تو تمہارے دل پر بے کراہت کے دوست وہی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی تمہارے کام میں مرنے تک کی پرواہ نہ کرے تو دیکھو تمہارا اصلی دوست وہی ہوگا تو اسی طرح اگر کوئی شخص راہ حق میں مرنے سے نہ گھبراوے تو وہ بھی یقیناً حق تعالیٰ کا دوست اور محبوب ہو جاوے گا۔

چون کراہت رفت آن خود مرگ نیست	صورت مرگ است نقلا کردن نیست
جب ناگواری ختم ہو گئی تو وہ موت ہی نہیں ہے	بظاہر موت ہے اور (حقیقتاً) منتقل ہونا ہے

یعنی جب کراہت جاتی رہی وہ خود موت ہی نہ رہی صورت موت کی ہے اور ایک منتقل ہونا ہے۔

چون کراہت رفت مردن نفع شد	پس درست آمد کہ مردن دفع شد
جب ناگواری جاتی رہی، موت مفید ہوئی	تو ثابت ہو گیا کہ موت دفع ہو گئی

یعنی جب کراہت جاتی رہی تو مرنا نافع ہو گیا پس درست آیا کہ مرنا دفع ہو گیا یعنی جب مرنے سے کراہت ہی نہ رہی بلکہ مرنے پر رضا ہو گئی تو وہ مرنا مرنا ہی نہ رہا۔

دوست حق است کسے وکش گفت او	کہ توئی آن من و من آن تو
دوست اللہ ہے اور وہ جس کو اس (اللہ) نے کہہ دیا ہے	کہ تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں

یعنی دوست حق کا ہے وہی کہ اس کو حق نے کہہ دیا کہ تو میرا اور میں تیرا (اس سے مراد اتحاد اصطلاحی ہے)

گوش دارا کنون کہ عاشق میرسد	بستہ عشق او را نکیل من مسد
اب سن کہ عاشق پہنچتا ہے	عشق نے اس کو مونج کی رسی سے باندھا ہے

یعنی سنو کہ اب عاشق پہنچتا ہے عشق نے اس کو کھجور کی رسی میں باندھ رکھا ہے۔ مطلب یہ کہ عشق اس کو کشاں کشاں محبوب تک لئے جا رہا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

جب سلسلہ گفتگو جذب محبوب تک پہنچا تو پھر ہم کو عاشق صدر جہان کا قصہ یاد آ گیا اور ہم اس گفتگو سے اس مضمون تک پہنچ گئے کہ اگر صدر جہاں میں اس عاشق کا جذب مخفی نہ ہوتا تو وہ فراق سے بے صبر نہ ہوتا اور دوڑا ہوا گھر واپس نہ آتا۔ معشوقوں میں بھی محبت ہوتی ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں مگر وہ مخفی ہوتے ہے اور عاشقوں کی محبت بہ ہزار شور وشیون اور ڈنکے کی چوٹ ہوتی ہے اس مقام پر قیاس کے لئے ایک حکایت یاد آ گئی لیکن ہم اس کو اس لئے بیان نہیں کرتے کہ بخاری انتظار کرتے کرتے مجبور ہو گیا ہے اور ہم نے اسے اس لئے چھوڑ دیا کہ وہ صدر جہاں سے ملنا چاہتا ہے اچھا ہے کہ مرنے سے پہلے وہ اپنے دوست سے مل لے اور اس طریقہ سے موت سے بچ جاوے کیونکہ دیدار یار میں آب حیات کی طرح خاصیت احیاء ہے اب مولانا یہاں سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر دیدار یار میں موت کو دفع کرنے کی قدرت نہ ہو تو وہ دوست ہی نہیں کیونکہ وہاں آثار دوستی مفقود ہیں۔ اور یہ بات صرف حق سبحانہ ہی میں ہے کسی فانی میں نہیں۔ لہذا محبوب وہی ہے اور کوئی نہیں دوست اور محبوب کی تو یہ شان ہے اور کرنے کے قابل وہ کام ہے کہ اگر اس حالت میں موت بھی آ جاوے تو وہ بھی اچھی ہو اور یہ کام طلب حق سبحانہ ہے اسی لئے حق سبحانہ نے صدق ایمان کی علامت یہ قرار دی ہے کہ تم کو موت محبوب ہو کیونکہ اگر ایمان ایسا نہیں تو ہنوز ناقص اور محتاج اکمال ہے اس کو کامل کرنے کی ضرورت ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ محب صادق وہی سمجھا جاتا ہے جو دوست کے لئے جان سے بھی دریغ نہ کرے۔ چنانچہ جو لوگ تمہارے کام میں مرجانا پسند کرتے ہیں تمہارے نزدیک سچے دوست وہی ہیں اور انہیں سے تم کو خالص محبت ہے اب یہ سمجھو کہ جب موت سے نفرت نہ رہی تو وہ موت ہی نہیں بلکہ صورت موت ہے اور واقع میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا اور جبکہ نفرت نہ رہی تو موت سراسر نفع ہو جاتی ہے۔ لہذا یہ کہنا صحیح ہے کہ موت دفع ہو گئی پس دوست دو ہیں اولاً اور حقیقۃً تو حق سبحانہ اور دنیا میں وہ شخص جو یوں کہے کہ تو میرا اور میں تیرا اچھا اب سنو کہ عاشق عشق کے سبب موت کی رسی میں بندھا ہوا آتا ہے۔

شرح شبّیری

بخاری عاشق کا صدر جہاں کی خدمت میں پہنچنا

چون بدید او چہرۂ صدر جہان	گوئیا پریدش از تن مرغ جان
جب اس نے صدر جہاں کا چہرہ دیکھا	گویا اس کے جسم سے مرغ جاں پرواز کر گیا

یعنی جب اس نے صدر جہاں کا چہرہ دیکھا تو گویا کہ بدن سے اس کا مرغ جان اڑ گیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچو چوب خشک افتاد آن تنش	سرد شد از فرق سر تا ناخنش
اس کا جسم خشک لکڑی کی طرح گر پڑا	سر کی مانگ سے اس کے ناخن تک ٹھنڈے پڑ گئے

یعنی ایک سوکھی لکڑی کی طرح اس کا وہ تن گر گیا اور سر سے ناخن کے سرے تک سرد ہو گیا۔

ہر چہ کردند از بخور و از گلاب	نے بجنبید و نے آمد در خطاب
انہوں نے جو کچھ بھی دھونی اور گلاب سے کیا	وہ نہ حرکت میں آیا نہ بولا

جتنا کہ دھونے اور گلاب پاشی کی نہ ہلا نہ خطاب میں آیا (آگے مولانا فرماتے ہیں)

کارناید در بخارا ہر بخور	جز کہ بوئے آن شہ بافر و نور
بخارا میں کوئی دھونی کارآمد نہ ہوگی	اس پرشوکت اور منور شاہ کی خوشبو کے علاوہ

یعنی بخارا میں ہر دھونے کام نہیں دیتی سوائے اس نور اور دبدبہ والے بادشاہ کی خوشبو کے۔

شاہ چون دید آن مزعفر روئے او	پس فرود آمد ز مرکب سوئے او
بادشاہ نے جب اس کا زعفرانی چہرہ دیکھا	تو اس کی جانب سواری سے اتر آیا

یعنی بادشاہ نے جب اس کا وہ زعفرانی چہرہ دیکھا تو سواری سے اس کے پاس اتر آیا۔

گفت عاشق دوست جوید تیز تفت	چونکہ معشوق آمد آن عاشق برفت
بولا عاشق معشوق کو تیزی اور گرمجوشی سے تلاش کرتا ہے	جب معشوق آیا وہ عاشق چلا گیا

یعنی کہنے لگا کہ عاشق محبوب کو جلدی جلدی ڈھونڈتا ہے اور جبکہ محبوب آ گیا تو عاشق چلدیا۔ مولانا فرماتے ہیں۔

عاشق حقی و حق آنست کو	چون بیاید از تو نبود تار مو
تو اللہ کا عاشق ہے اور حق یہ ہے کہ وہ	جب آئے تو تیرے بدن کا بال بھی نہ رہے

یعنی تو حق کا عاشق ہے اور حق وہ ہے کہ اگر وہ آوے تو تجھ میں سے ایک بال بھی باقی نہ رہے (بلکہ

صد چو تو فانی ست پیش آن نظر	عاشق بر نفی خود خواجہ مگر
اس کی نگاہ کے سامنے تجھ جیسے سینکڑوں فانی ہیں	اے خواجہ! شاید تو بھی اپنی فنا کا عاشق ہے

یعنی تجھ جیسے تو سینکڑوں اس نظر کے سامنے فانی ہیں تو ارے میاں تو اپنی فنا پر عاشق ہے یعنی تو نے جو اس سے محبت کی ہے اور اس کی محبت میں سینکڑوں تجھ جیسے فنا ہو چکے ہیں تو شاید تو اپنے فنا ہونے پر عاشق ہے اور اپنی فنا کو چاہتا ہے۔

سایۂ و عاشقی بر آفتاب	شمس آید سایہ لا گردد شتاب
تو سایہ ہے اور سورج پر عاشق ہے	سورج نکلا ہے تو سایہ فوراً فنا ہو جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تو سایہ ہے اور آفتاب پر عاشق ہے تو آفتاب آوے گا تو سایہ معدوم ہو جاوے گا جلدی سے (تو اسی طرح جب تم حق تعالیٰ پر عاشق ہو تو اس کی تجلی کے ظہور کے وقت تم بھی اسی طرح فنا ہو جاؤ گے)

چونکہ سر برزد ز مشرق قرص خور	زستارہ ماند نے از شب اثر
جبکہ سورج کی ٹکیا نے مشرق سے سر نکالا	نہ کسی ستارے کا نشان رہا نہ رات کا

یعنی جبکہ خورشید کی ٹکیہ نے مشرق سے سر نکالا تو نہ ستارہ رہتا ہے اور رات کا کچھ اثر رہتا ہے (بس اسی طرح)

از در دل چونکہ عشق آید درون	عقل رخت خویش اندازد برون
دل کے دروازے سے جب عشق اندر آ جاتا ہے	عقل اپنا بوریا بستر باہر لا ڈالتی ہے

یعنی جبکہ عشق دل کے دروازہ سے اندر آ جاتا ہے تو عقل اپنا اسباب باہر ڈال دیتی ہے یعنی عقل رخصت جاتی ہے آگے اس کی ایک مثال ہے۔

ہمچو شیر خورد با آہو دو چار	گشت آہو بے خبر افتاد زار
جیسے کہ شیر ہرن کے آمنے سامنے ہوا	تو ہرن بیہوش ہو کر بحالت زار گرا

مثل اس شیر کے جو کسی ہرن سے دوچار ہوا اور ہرن بے خبر ہو گیا اور کمزور ہو کر گر گیا مطلب یہ کہ اسی طرح عشق کے آنے کے وقت عقل بھی کمزور ہو جاتی ہے آگے اسی کی ایک دوسری مثال ہے۔

ہمچو زور پشہ پیش تند باد	فہم کن واللہ اعلم بالسداد
جیسے کہ مچھر کی طاقت تیز ہوا کے بالمقابل	سمجھ لے اور اللہ درستگی کو زیادہ جانتا ہے

یعنی جیسے کہ تیز ہوا کے سامنے مچھر کا زور ہوتا ہے سمجھو اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والے ہیں ٹھیک بات کو مطلب یہ کہ جس طرح کہ تیز ہوا کے سامنے مچھر کی کچھ نہیں چلتی بس اسی طرح حضرت عشق کے سامنے بیچاری عقل کی کچھ نہیں چلتی۔ آگے مچھر کی ہوا کے سامنے نہ چلنے پر ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جب اس نے صدر جہاں کا چہرہ دیکھا تو ایسی حالت ہو گئی جیسا کہ اس کی روح پرواز کر گئی ہو اور خشک لکڑی کی طرح اس کا جسم بے حس و حرکت ہو کر گر پڑا سر سے لے کر ناخن پا تک سرد ہو گیا بہت کچھ دھونیاں دی گئیں بہت گلاب چھڑکا گیا لیکن نہ اس نے حرکت کی اور نہ بولا بات یہ ہے کہ بخارا میں اس کے لئے کوئی بخور کار آمد نہیں بجز صدر جہاں کی بو کے یہی ہے جو اس کو ہوش میں لاسکتی ہے جب بادشاہ نے اس کا زرد چہرہ دیکھا تو سواری سے اتر کے اس کے پاس آیا اور نہایت افسوس سے کہا کہ عجیب حالت ہے عاشق اپنے محبوب

www.besturdubooks.wordpress.com

کو بہت جانکاہی کے ساتھ ڈھونڈتا ہے مگر جب وہ ملتا ہے تو یہ چل دیتا ہے اب تم کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہئے دیکھو تم عاشق ہو لہذا تمہاری شان یہ ہونی چاہئے کہ اس کے سامنے تمہاری ہستی بال برابر بھی نہ باقی رہنی چاہئے تو جو اس محبوب حقیقی کا عاشق ہوتا ہے اس سے معلوم ہونا چاہئے کہ تو اپنی فنا پر عاشق ہے اور تو اپنے کو مٹانا چاہتا ہے کیونکہ جب وہ جلوہ نما ہوگا تو بال برابر بھی تیرا وجود باقی نہ رہے گا اس لئے کہ اس نظر کے سامنے تیری کوئی حقیقت نہیں تم سے سینکڑوں مٹ چکے ہیں پس اگر یہ مقصود ہو تب تو اس راہ میں قدم رکھنا اور اگر خودی مطلوب ہو تو اس راہ میں تیرا کام نہیں عاشق حق ہونے کی صورت میں تو ایک سایہ ہوگا جو کہ آفتاب کے عشق کا دم بھرتا ہے پس جب آفتاب آئے گا سایہ فوراً فنا ہو جائے گا ایک سایہ کیا جبکہ آفتاب نکلتا ہے تو نہ ستارے رہتے ہیں نہ ذرات کا نشان باقی رہتا ہے۔

چو سلطان عزت علم در کشد جہان سربجیب عدم در کشد

اسی طرح سمجھو کہ جب دروازۂ دل سے عشق آتا ہے تو عقل اپنا اسباب نکال کر دل کو اس کے لئے خالی کر دیتی ہے عقل کی عشق کے سامنے ایسی مثال ہے جیسے ہرن کی شیر کے سامنے جب شیر ہرن کے سامنے آتا ہے تو ہرن بے ہوش ہو کر گر جاتا ہے نیز عقل کی قوت کی عشق کے سامنے ایسی ہی مثال ہے جیسے مچھر کی قوت کی آندھی کے سامنے خوب سمجھ لو اور ٹھیک بات خدا کو معلوم ہے۔

شرح شبّیری

مچھر کا ہوا کے ہاتھ سے سلیمان علیہ السلام کے دربار میں انصاف چاہنا

پشہ آمد از حدیقہ و از گیاہ	وز سلیمان گشت پشہ داد خواہ
باغ اور گھاس سے مچھر آیا	اور مچھر نے (حضرت) سلیمانؑ سے انصاف چاہا

یعنی ایک مچھر باغ اور گھاس میں سے آیا اور سلیمان علیہ السلام سے مچھر انصاف کا طالب ہوا۔

کاے سلیمان معدلت می گستری	بر شیاطین و آدمی زاد و پری
کہ اے سلیمانؑ! آپ انصاف کرتے ہیں	شیطانوں اور انسانوں اور پریوں کا

کہ اے سلیمانؑ تم انصاف کو شیاطین اور آدمی زاد اور جنات پر بچھاتے ہو۔

مرغ و ماہی در پناہ عدل تست	کیست آں گم گشتہ کش فضلت نجست
پرند اور مچھلیاں آپ کے انصاف کی پناہ میں ہیں	وہ کونسا گمراہ ہے جس کو آپ کی عنایت نے تلاش نہیں کیا

یعنی پرندہ اور مچھلیاں تمہارے عدل کی پناہ میں ہیں وہ کون گم گشتہ ہے جس کو آپ کے فضل نے نہیں تلاش کیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

داد دہ مارا کہ بس زاریم ما	بے نصیب از باغ و گلزاریم ما
ہمارا انصاف کیجئے کیونکہ ہم عاجز ہیں	ہم باغ اور چمن سے بے نصیب ہیں

یعنی ہمارا انصاف کیجئے کہ ہم بہت ہی عاجز ہو چکے ہیں اور باغ اور گلزار سے بے نصیب ہو گئے ہیں۔

مشکلات ہر ضعیفے از تو حل	پشہ باشد در ضعیفے خود مثل
ہر کمزور کی مشکلیں آپ سے حل ہوتی ہیں	مچھر خود کمزوری میں ضرب المثل ہے

یعنی ہر ضعیف کی مشکلیں آپ سے حل ہیں اور مچھر ضعف میں خود ضرب المثل ہوتا ہے۔

شہرہ ما در ضعف و اشکستہ پری	شہرہ تو در لطف و مسکین پروری
ہماری شہرت کمزوری اور ٹوٹے ہوئے پروں میں ہے	آپ کی شہرت مہربانی اور غریب پروری میں ہے

یعنی ہم ضعف اور شکستہ پر ہونے میں مشہور ہیں اور آپ مہربانی اور مسکین کی پرورش کرنے میں مشہور ہیں۔

اے تو در اطباق قدرت منتہی	منتہی ما در کمی و گمرہی
اے وہ کہ آپ قدرت کے مرتبوں کی انتہا پر ہیں	ہم کمزوری اور گمراہی میں انتہا پر ہیں

یعنی اے وہ ذات کہ آپ قدرت کے مراتب میں پورے ہیں اور ہم کمی اور گمراہی میں پورے ہیں۔

داد دہ مارا ازیں غم کن جدا	دست گیر اے دست تو دست خدا
ہمارا انصاف کیجئے غم سے جدا کر دیجئے	اے وہ کہ آپ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے ہماری دستگیری کیجئے

یعنی ہمارا انصاف کیجئے اور اس غم سے ہم کو جدا کیجئے اور دستگیری کیجئے اے وہ ذات کہ آپ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے

پس سلیمانؑ گفت اے انصاف جو	داد و انصاف از کہ می خواہی بگو
تو (حضرت) سلیمانؑ نے فرمایا اے انصاف کے طالب!	بتا تو کس سے فریاد اور انصاف چاہتا ہے؟

یعنی سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے انصاف کے طالب تو داد و انصاف کس سے چاہتا ہے بتا۔

کیست آں ظالم کہ از باد بروت	ظلم کردست وخراشیداست روت
وہ ظالم کون ہے کہ جس نے غرور سے	ظلم کیا اور تیرا چہرہ زخمی کیا ہے؟

یعنی وہ ظالم کون ہے جس نے کہ تکبر کی وجہ سے ظلم کیا ہے اور تیرے چہرہ کو چھیل ڈالا ہے۔

اے عجب در عہد ما ظالم کجاست	کونہ اندر حبس و در زنجیر ماست
تعجب ہے! ہمارے زمانے میں ظالم کہاں ہے	جو ہماری قید اور زنجیر میں نہیں ہے؟

یعنی تعجب ہے کہ ہمارے زمانہ میں ایسا ظالم کہاں ہے جو کہ ہماری قید اور ہماری زنجیر میں نہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ مازادیم ظلم آن روز مرد	پس بعہد ما کہ ظلمے پیش برد
جب ہم پیدا ہوئے اسی دن ظلم مر گیا	تو ہمارے زمانے میں کون ہے جس نے ظلم کیا ہے؟

یعنی جس دن ہم پیدا ہوئے تھے اس دن ظلم مر گیا تھا پھر ہمارے زمانہ میں کون ظلم کو آگے لایا۔

چون برآمد نور ظلمت نیست شد	ظلم را ظلمت بود اصل و عضد
جب نور آیا تاریکی معدوم ہوئی	ظلم کی اصل اور بازو تاریکی ہے

یعنی جب نور آ گیا تو ظلمت فنا ہو گئی اور ظلم ظلمت کے لئے جڑ اور بازو ہوتی ہے (تو جب ظلمت نہ رہی تو ظلم کیسا)

تک شیاطین کسب و خدمت می کنند	دیگران بستہ با صفا دند و بند
یہ شیطان کام اور خدمت کر رہے ہیں	دوسرے بیڑیوں اور قید میں بندھے ہوئے ہیں

یعنی کچھ جنات تو کمائی اور خدمت کرتے ہیں اور باقی زنجیروں اور قید میں بندھے ہوئے ہیں۔

اصل ظلم ظالمان از دیو بود	دیو در بند است استم چون نمود
ظالموں کے ظلم کی جڑ شیطان سے تھی	شیطان بند ہے ظلم کیسے ہوا؟

یعنی ظالموں کے جڑ تو شیاطین سے تھی اور شیاطین قید میں ہیں تو ظلم کس طرح کیا۔

ملک زان داد است مارا کن فکان	تا نالد خلق سوئے آسمان
(خدا کی قدرت) کن فکان نے ہمیں ملک اسی لئے دیا ہے	تاکہ مخلوق آسمان کی جانب فریاد نہ کرے

یعنی حق تعالیٰ نے ہم کو اس لئے ملک دیا ہے تاکہ خلق آسمان کی طرف نہ رووے۔ یعنی سب کی فریاد رسی ہمیں سے ہو جاوے۔

تا ببالا برنیاید دودھا	تا نگردد مضطرب چرخ و سہا
تاکہ دھوئیں اوپر نہ جائیں	تاکہ آسمان اور سہا پریشان نہ ہوں

یعنی تاکہ اوپر کو دھویں (فریاد کے) نہ آویں اور تاکہ آسمان اور سہا (نام ہے ایک ستارہ کا) مضطرب (فریاد کی وجہ سے) نہ ہوں۔

تا نہ لرزد عرش از نالہ یتیم	تا نگردد از ستم جانے سقیم
تاکہ یتیم کی فریاد سے عرش نہ لرزے	تاکہ کوئی جان ظلم سے بیمار نہ پڑے

یعنی تاکہ یتیم کے نالہ سے عرش نہ ہلے اور تاکہ ستم سے کوئی جان بیمار نہ ہو۔

زان نہادیم از ممالک مذہبے	تا نیاید بر فلک ہا یاربے
اسی لئے ہم نے ممالک میں ایک قانون بنایا ہے	تاکہ یارب کی آواز آسمان پر نہ جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اسی واسطے ہم نے ملک رانی کے طریقے بتائے ہیں تا کہ آسمانوں پر کوئی فریاد نہ آوے۔

منگرائے مظلوم سوئے آسمان	کاسمانے شاہ داری در زمان
اے مظلوم! تو آسمان کی طرف نہ دیکھ	کیونکہ تو دنیا میں آسمانی بادشاہ رکھتا ہے

یعنی اے مظلوم آسمان کی طرف مت دیکھ کیونکہ ایک آسمانی بادشاہ زمانہ میں تو رکھتا ہے۔

گفت پشہ داد من از دست باد	کو دو دست ظلم برما برکشاد
مچھر نے کہا میری فریاد ہوا کے ہاتھوں سے ہے	جس نے ظلم کے دونوں ہاتھ ہم پر کھول دیئے ہیں

یعنی مچھر نے کہا کہ میری فریاد ہوا کے ہاتھ سے ہے کہ اس نے ظلم کے دونوں ہاتھ مجھ پر کھولے ہیں۔

ماز ظلم او بہ تنگی اندریم	بالب بستہ ازو خون می خوریم
ہم اس کے ظلم سے تنگی میں ہیں	خاموشی کے ساتھ اس کی وجہ سے خون پی رہے ہیں

یعنی ہم اس کے ظلم سے تنگی کے اندر ہیں اور چپ چاپ اس کی وجہ سے خون کھا رہے ہیں۔

ظلم او برما صریحست و عیان	نیست مارا چارہ کردن جز بیان
اس کا ظلم ہم پر صاف اور کھلا ہوا ہے	سوائے بتا دینے کے ہمارے پاس کوئی تدبیر نہیں ہے

یعنی اس کا ظلم ہم پر صریح اور ظاہر ہے اور ہمارے پاس سوائے بیان کر دینے کے کوئی علاج نہیں ہے۔

داد ما و انصاف ما بستان ازو	اے کریمے عادلے اکرام خو
اس سے ہمارا عدل اور انصاف کیجئے	اے شریف مزاج، کریم، منصف

یعنی ہماری فریاد اور انصاف اس سے لے اے کریم منصف اکرام کی خصلت والے۔

سلیمان علیہ السلام کا مظلوم مچھر کو مدعا علیہ کے حاضر کرنے کیلئے حکم فرمانا

پس سلیمان گفت اے زیبا دمی	امر حق باید کہ از جان بشنوی
پھر حضرت سلیمان نے فرمایا اے اچھی بھنبھناہٹ والے	تجھے اللہ کا حکم (دل و) جان سے سننا چاہیے

پس سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اچھے بھن بھناہٹ والے تجھے چاہئے کہ خدا کے حکم جان سے سنے۔

حق بمن گفت است ہان اے داد ور	مشنو از خصمے تو بے خصم دگر
اللہ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ خبردار اے منصف	کسی فریق کی دوسرے فریق کے بغیر بات نہ سننا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی حق تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ انصاف کے کرنے والے ایک فریق سے بغیر دوسرے فریق کے مت سننا۔

تا نیاید ہر دو خصم اندر حضور	حق نیاید پیش حاکم در ظہور
جب تک دونوں فریق کچہری میں نہ آ جائیں	حاکم کے لئے حق ظاہر نہیں ہوتا ہے

یعنی جب تک کہ دونوں فریق سامنے نہ آویں حاکم کے سامنے حق ظاہر نہیں ہوتا۔

خصم تنہا گر برآرد صد نفیر	ہان وہان بے خصم قول او مگیر
ایک فریق اگر سو چیخ و پکار کرے	خبردار خبردار! بغیر (دوسرے) فریق کے اس کی بات نہ مان

یعنی تنہا ایک فریق اگرچہ سینکڑوں شور وغل نکالے خبردار بے دوسرے فریق کے اس کا قول مت قبول کرو۔

من نیارم روز فرمان تافتن	خصم خود را رو بیاور سوئے من
میں (اللہ کے) حکم سے منہ نہیں موڑ سکتا	جا اپنے مدعیٰ علیہ کو میرے پاس لا

یعنی میں حکم (حق) سے منہ نہیں پھیر سکتا۔ تو جا اور میری طرف اپنے مقابل کو لا۔

گفت قول تست برہان درست	خصم من بادست او در حکم تست
اس نے کہا آپ کا فرمان صحیح دلیل ہے	میرا مدعیٰ علیہ ہوا ہے اور وہ آپ کے حکم میں ہے

یعنی مچھر بولا کہ آپ کا فرمان ٹھیک دلیل ہے (مگر) میرے مقابل ہوا ہے اور وہ آپ کے حکم میں ہے۔

بانگ زد آن شہ کہ اے باد صبا	پشہ افغان کرد از ظلمت بیا
ان شاہ نے آواز دی اے باد صبا!	مچھر نے تیرے ظلم کی شکایت کی ہے

یعنی اس بادشاہ نے آواز دی کہ اے باد صبا مچھر نے تیرے ظلم کی وجہ سے فریاد کی ہے آ۔

ہین مقابل شو بخصمت روبرو	پاسخش گو و بکن دفع عدو
خبردار اپنے مدعی کے روبرو مقابل ہو جا	اس کا جواب دے اور دشمن کی مدافعت کر

یعنی ہاں اپنے دشمن کے آمنے سامنے ہو کر مقابل ہو اور اس کا جواب دے کر دشمن کو دفع کر۔

باد چون بشنید آمد تیز تیز	پشہ بگرفت آن زمان راہ گریز
ہوا نے جب سنا وہ بہت تیز آئی	اس وقت مچھر نے راہ فرار اختیار کی

یعنی ہوا نے جو سنا تو وہ تیز تیز آئی تو مچھر نے اس وقت بھاگنے کا راستہ لیا۔

پس سلیمان گفت اے پشہ کجا	باش تا بر ہر دو رانم من قضا
(حضرت) سلیمانؑ نے فرمایا او مچھر کہاں (جاتا ہے)؟	ٹھہر تاکہ میں دونوں کا فیصلہ کروں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی پس حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ اے مچھر کہاں۔ ٹھہرو تا کہ میں دونوں پر حکم چلاؤں۔

گفت اے شہ مرگ من از بود اوست	خود سیاہ این روز من از دود اوست
اس نے کہا اے شاہ! اس کے وجود سے میری موت ہے	میرا یہ دن اس کے دھویں سے کالا ہے

مچھر نے کہا کہ اے بادشاہ میری موت اسی کے ہونے سے تو ہے اور میرا یہ دن اسی کے دھویں سے تو سیاہ ہے۔

او چو آمد من کجا یابم قرار	کو بر آرد از نہاد من دمار
جب وہ آ گئی میں کہاں ٹھہروں؟	کیونکہ وہ مجھے مار ڈالتی ہے

یعنی جب وہ آ گئی تو میں کہاں قرار پا سکتا ہوں کیونکہ وہی تو میرے جسم میں سے ہلاکی کو نکالتی ہے۔

(آگے مولانا فرماتے ہیں)

ہم چنین جویائے درگاہ خدا	چون خدا آید شود جوینده لا
اسی طرح اللہ کے دربار کی جستجو کرنے والا	جب خدا آ جاتا ہے وہ فنا کی جستجو کرتا ہے

یعنی اسی طرح درگاہ خداوندی کا طالب ہے کہ جب حق تعالیٰ ظہور فرماتے ہیں تو طالب فنا ہو جاتا ہے۔

گرچہ آن وصلت بقا اندر بقاست	لیک ز اول آن بقا اندر فناست
اگرچہ تیرا وہ وصال بقا در بقا ہے	لیکن شروع میں وہ بقا فنا میں ہے

اگرچہ وہ وصل (جس میں کہ یہ طالب فنا ہو گیا ہے) بقا اندر بقا ہے لیکن اول سے وہ بقا ہی فنا میں ہے۔
مطلب یہ کہ اگرچہ اس وصل حق کے بعد جس میں کہ یہ فنا ہو گیا ہے بقا ہی بقا ہے مگر یہ بقا بھی تو فنا ہی ہو کر حاصل ہوتی ہے لہذا فنا ہونا ضروری ہوا۔ آگے اسی کی ایک مثال دیتے ہیں۔

سایہ ہائے کہ بود جویائے نور	نیست گردد چون کند نورش ظہور
وہ سائے جو نور کے جویاں ہوں	فنا ہو جاتے ہیں جب اس کا نور ظاہر ہوتا ہے

یعنی جو سائے کہ نور کے طالب ہوتے ہیں جب اس نور کا جوش ظہور کرتا ہے تو وہ فنا ہو جاتے ہیں۔

عقل کے ماند چو باشد سردہ او	کل شیء ھالک الا وجہہ'
عقل کہاں ٹھہرتی ہے جب اس کو وجود میں لانے والا موجود ہو	اس کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے

یعنی عقل کب رہ ہے جب ظہور کرنے والا وہ ہو تمام چیزیں ہلاک ہونے والی ہیں مگر اس کی ذات۔

ہالک آمد پیش وجہش ہست و نیست	ہستی اندر نیستی خود طرفہ ایست
اس کی ذات کے سامنے' فانی فانی اور باقی ہے	عدم میں وجود' خود عجیب بات ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس کی ذات کے سامنے تمام ہست ونیست ہلاک ہونے والے ہیں اور نیستی میں ہستی ہونا خود ایک عجیب بات ہے مطلب یہ کہ جب اس کے سامنے سب نیست ہیں تو ان کو ہست کہنا ایک تعجب خیز امر ہے۔

اندرین محضر خردہا شد زدست	چون قلم اینجا رسیدہ شد شکست
اس مقام میں عقلیں ہاتھ سے جاتی رہیں	جب قلم اس جگہ پہنچا۔ ٹوٹ گیا

یعنی اس جگہ عقلیں ہاتھ سے جاتی رہیں اور جب قلم اس جگہ پہنچا تو ٹوٹ گیا مطلب یہ کہ چونکہ یہاں عظمت وجلال حق کا بیان تھا لہٰذا اس جگہ پہنچ کر قلم ٹوٹ گیا۔ یعنی اس کی بابت کچھ نہ لکھ سکا لہٰذا اس مضمون کو یہیں تک چھوڑ کر صدر جہاں کا قصہ بیان کرتے ہیں۔

شرح مبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جس قصہ کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ باغ اور گھاس وغیرہ میں سے مچھر آیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے اجلاس میں دعویٰ دائر کیا جس کی تفصیل یہ ہے اے سلیمان آپ شیاطین پر اور آدمیوں پر اور جن و پری پر سب پر انصاف پھیلاتے ہیں پرندے اور مچھلیاں بھی آپ کے پناہ عدل میں ہیں۔ غرضکہ آپ کے انصاف کی وسعت کہاں تک بیان کروں اتنا کہنا کافی ہے کہ کوئی ایسا گمراہ نہیں جو آپ کے فضل کا طالب نہ ہو آپ ہمارا انصاف کریں ہم بہت تباہ حال ہیں ہم باغات سے متمتع نہیں ہوسکتے ہم کمزوری میں ضرب المثل ہیں۔ اس لئے ہم خود کچھ نہیں کر سکتے۔ ہماری مشکلات تو آپ ہی سے حل ہوں گی کیونکہ ہر کمزور کی مشکل آپ ہی سے حل ہوتی ہے۔ جس قدر ہم ضعف اور عجز میں مشہور ہیں اسی قدر آپ عنایت اور مسکین پروری میں مشہور ہیں۔ آپ قدرت کے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں اور ہم عجز کی انتہائی تہ میں آپ ہمارا انصاف فرمائیں اور ہمیں اس رنج سے چھڑائیں۔ آپ کا ہاتھ گویا کہ خدا کا ہاتھ ہے۔ آپ ہماری دستگیری فرمائیں پس سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے طالب انصاف مچھر تو کس سے انصاف چاہتا ہے بیان کر وہ کون ظالم ہے جس نے غرہ میں آ کر تجھے ستایا ہے اور تیرا منہ نوچا ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ تجھ پر ظلم ہو کیونکہ ہمارے زمانہ میں کون ظالم ہے جو ظلم کرے جس قدر ظالم ہیں سب جیل خانہ میں محبوس ہیں جب ہم پیدا ہوئے تھے ظلم تو اسی روز مر چکا تھا اب کون ایسا پیدا ہو گیا کہ ہمارے ہوتے اس نے تجھ پر ظلم کیا ہو قاعدہ ہے کہ جب روشنی آتی ہے تو تاریکی زائل ہو جاتی ہے پس ہمارے نور عدل کے سامنے تاریکی کہاں اور جب تاریکی نہیں تو ظلم کیسا۔ کیونکہ ظلم کا منشا تو اندھیری ہے دیکھ لو کچھ شیاطین تو بیگار میں پڑے ہوئے ہیں اور کام کر رہے ہیں اور جو باقی ہیں وہ بیڑیوں اور جیل خانوں میں مقید ہیں اور سنو جس قدر ظلم ہوتے تھے سب کا منشا ابلیس تھا سو وہ محبوس ہے پھر ظلم کیسے ہوا ہم کو تو خدائے قادر مطلق نے ملک اسی لئے دیا ہے کہ مخلوق ظلم سے رو کر حق سبحانہ سے فریاد نہ کرے اور ان کی آہوں کا دھواں آسمان پر نہ جائے تاکہ آسمان اور ستارے اس سے پریشان نہ ہوں اور یتیم کے رونے سے عرش نہ تھرا وے اور ستم سے

www.besturdubooks.wordpress.com

کوئی جاندار دکھیا نہ ہو اسی لئے ہم نے ملک میں ایک امن دینے والا قانون مقرر کیا ہے تاکہ کوئی فریاد آسمان پر نہ جاوے اور کہہ دیا گیا ہے کہ کوئی مظلوم آسمان کی طرف نہ دیکھے اس لئے کہ خدا کا خلیفہ زمین میں موجود ہے جو ہر قسم کے امن کا ذمہ دار ہے مچھر نے جواب دیا کہ میں ہوا کے ہاتھوں فریاد کرتا ہوں کیونکہ وہی ہاتھ دھو کر ہمارے پیچھے پڑی ہے ہم اس کے ظلم سے بہت تنگ ہیں اور ہونٹ سیئے ہوئے اپنا لہو پیتے ہیں اس کا ظلم ہم پر کھلا ہوا اور مشاہد ہے اور ہم اس کا کوئی علاج نہیں کر سکتے بجز اس کے کہ حضور کی خدمت میں رونا روئیں آپ ہمارا اور اس کا انصاف کیجئے اور اس سے ہمارا بدلہ لیجئے آپ کریم ہیں عادل ہیں اکرام آپ کی خصلت ہے۔

اس پر سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اے خوش کلام حق سبحانہ کے حکم کو دل سے سننا چاہئے مجھ سے حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ تم کو ایک فریق کی بات بغیر دوسرے فریق کے نہ سننی چاہئے کیونکہ جب تک مدعی اور مدعا علیہ سامنے نہ ہوں حاکم پر حق ظاہر نہیں ہو سکتا۔ پس ایک فریق تنہا کتنا ہی چلائے دوسرے فریق کے بغیر اس کی بات ہرگز نہ سننا چونکہ میں حکم حق سے روگردانی نہیں کر سکتا اس لئے تم اپنے مدعا علیہ کو میرے پاس لاؤ اس نے کہا کہ آپ کا ارشاد نہایت درست ہے میرا مدعا علیہ ہوا ہے اور وہ آپ کے حکم میں ہے آپ اس کو بلا سکتے ہیں اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے آواز دی کہ اے باد صبا مچھر نے تیرے ظلم سے فریاد کی ہے تو جواب دہی کے لئے حاضر ہو۔ اور اپنے مدعی کے سامنے آ اس کی بات کا جواب دے اور اس کے دعوے کی تردید کر جب ہوا نے یہ حکم سنا تو فوراً زناٹے کے ساتھ حاضر ہوئی اس کے آتے ہی مچھر رفو چکر ہو گیا اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اے مچھر کہاں چلا ذرا ٹھہر تو میں تمہارا دونوں کا فیصلہ کروں اس نے کہا جناب یہ تو میری موت ہے اور اسی کے دھوئیں سے میرا دن تاریک ہے جب وہ آئی تو میں کہاں ٹھہر سکتا ہوں کیونکہ وہ تو مجھے تباہ کر دے گی جب یہ معلوم ہو چکا تو جس طرح اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ عشق کے سامنے عقل نہیں ٹھہر سکتی یوں ہی اس سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ طالب خدا اور خدائے تعالیٰ کی بھی یہی شان ہے کہ جب حق سبحانہ تجلی فرماتے ہیں تو طالب نیست ہو جاتا ہے اگرچہ یہ وصل سراسر بقا ہے لیکن اس سے پہلے فنا ہونا ضروری ہے اور بقا اس فنا ہی میں ہے۔ تجلی حق سبحانہ کے سامنے بندہ کا فنا ہو جانا ایسا ہی ہے جیسے کہ یہ طالب نور ہو اور جب نور ظاہر ہوئے تو وہ نیست ہو جاوے۔ عقل اس کی ایک ادنیٰ مخلوق ہے پس اس کی تجلی کے سامنے وہ کیا ٹھہر سکتی ہے بات یہ ہے کہ بجز اس کی ذات کے اور تمام اشیاء مضمحل اور فانی ہیں اور جتنے ہست یا نیست ہیں اس کی ذات کے سامنے سب ہالک ہیں پس یہ عجیب طرفہ ماجرا ہے کہ ہستی نیستی جمع ہیں اس معاملہ میں عقلیں ہاتھ سے جاتی رہیں اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ جب قلم یہاں تک پہنچا تو ٹوٹ گیا (اجتماع وجود و عدم کی صورت یہ ہے کہ وجود ان کا عطائی ہے اور عدم اصلی پس ہر ممکن اپنے وجود عرضی کی حالت میں بھی بالنظر الی الذات معدوم ہے جیسے چاند کہ فی نفسہ تاریک ہے مگر آفتاب کی روشنی سے روشن۔ تو وہ ایک ہی حالت میں تاریک بھی ہے اور روشن بھی مگر چونکہ جہات مختلف ہیں اس لئے اجتماع وجود و عدم اور نور و ظلمت جائز ہے)

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

معشوق کا اپنے بیہوش عاشق کو نوازنا تاکہ وہ ہوش میں آجاوے

باز گردم جانب صدر جہان	در نوازش عاشق خود را نہان
میں پھر صدر جہاں کی طرف پلٹتا ہوں	جو درپردہ عاشق کو نواز رہا ہے

یعنی میں پھر صدر جہاں کی طرف لوٹتا ہوں کہ اس نے اپنے عاشق بیہوش کو نوازا۔

برگرفتش سر نہاد اندر کنار	بررخس می کرد اشک تر نثار
اس کا سر اٹھایا گود میں رکھا	اس کے چہرے پر تر آنسو نچھاور کر رہا تھا

یعنی اس کا سر لے کر گود میں رکھا اور اس کے چہرہ پر تر آنسو نثار کیے۔

می کشید از بیہشی اش در بیان	اندک اندک از کرم صدر جہان
اس کو بے ہوشی سے باتوں کی طرف لایا	صدر جہاں تھوڑا تھوڑا کرم کر کے

یعنی صدر جہاں اس کو تھوڑا تھوڑا کرم کی وجہ سے بیہوشی سے بیان میں لا رہا تھا۔ یعنی چاہتا تھا کہ وہ بولے۔

بانگ زد در گوش او شہ کاے گدا	زر نثار آوردمت دامن کشا
شاہ نے اس کے کان میں کہا' اے فقیر!	میں تیرے اوپر نچھاور کرنے کو سونا لایا ہوں دامن پھیلا

یعنی اس بادشاہ نے اس کے کان میں آواز دی کہ اے گدا میں تیرے پاس سونا نثار کرنے کے لئے لایا ہوں دامن کھول (زر سے مراد صدر جہاں کے الطاف و کرم ہیں)

جان تو کاندر فراقم می طپید	چونکہ زنہارش رسیدم چوں رمید
تیری جان جو میری جدائی میں تڑپ رہی تھی	جب میں اس کی پناہ کے لئے آیا کیوں بھاگ گئی؟

یعنی تیری جان میرے فراق میں تڑپ رہی تھی تو جبکہ میں اس کے پاس جلدی سے پہنچا کیوں بھاگ گئی۔

اے بدیدہ در فراقم گرم و سرد	باخود آ از بے خودی و باز گرد
اے وہ کہ جس نے میرے فراق میں گرم و سرد دیکھے	بے ہوشی سے ہوش میں آ جا اور لوٹ آ

یعنی اے میرے فراق میں گرم و سرد کو دیکھے ہوئے بیخودی سے خودی میں لوٹ آ۔ آگے ایک مثال دیتے ہیں۔

مرغ خانہ اشترے را بیخرد	رسم مہمانش بخانہ می برد
گھریلو مرغا' بے عقلی سے ایک اونٹ	مہمان بنانے کے لئے اپنے گھر لے جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ایک خانگی مرغ ایک اونٹ کو بے عقلی کی وجہ سے اس کی رسم مہمان کی وجہ سے گھر لے جاتا ہے۔

چون بخانہ مرغ اشتر پا نہاد	خانہ ویران گشت وسقف اندر فتاد
جب مرغ کے ڈربے پر اونٹ نے پاؤں رکھا	ڈربہ ٹوٹ گیا اور چھت اندر گر گئی

یعنی جب مرغ کے گھر میں اونٹ نے پاؤں رکھا تو گھر ویران ہو گیا اور چھت گر پڑی۔

خانۂ مرغ ست عقل و ہوش ما	ہوش صالح طالب ناقہ خدا
ہماری عقل اور ہوش مرغ کا ڈربہ ہے	ہوش (حضرت) صالح ہے جو اللہ کی اونٹنی کا طالب ہے

یعنی ہمارا عقل و ہوش مرغ کا گھر ہے اور نیک ہوش ناقہ خدا کے طالب ہیں۔ (ناقہ سے مراد عشق ہے)

ناقہ چون سر کرد در آب وگلش	نے گل آنجا ماند و نے جان ودش
جب اس کے پانی اور مٹی میں اونٹنی نے سر ابھارا	نہ وہاں مٹی رہی اور نہ اس کی جان اور دل

یعنی ناقہ نے جب ظہور کیا اس (ہوش) کے آب وگل میں تو نہ اس جگہ اس کی مٹی رہی اور نہ اس کا جان ودل رہا۔

کرد فضل عشق انساں را فضول	زیں فزوں جوئی ظلوم ست وجہول
عشق کی بڑائی نے انسان کو بیہودہ بنا دیا	اس بڑھی ہوئی جستجو کی وجہ سے وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے
جاہل ست او اندریں مشکل شکار	می کشد خرگوش شیرے در کنار
وہ اس مشکل شکار (کے معاملے) میں جاہل ہے	خرگوش، شیر کو بغل میں دباتا ہے

یعنی اس مشکل شکار میں وہ جاہل ہے کہ خرگوش ایک شیر کو گود میں لیتا ہے۔

کے کنار اندر کشیدے شیر را	گر بدانستے و دیدے شیر را
وہ شیر کو بغل میں کب لیتا؟	اگر وہ شیر کو جان لیتا اور دیکھ لیتا

یعنی شیر کو کب گود میں لے سکتا تھا اگر شیر کو جانتا اور دیکھ لیتا۔

ظالم است او بر خود و بر جان خود	ظلم بین کز عدلہا گو می برد
وہ اپنے اوپر اور اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے	ظلم کو دیکھ جو انصافوں سے بازی جیت رہا ہے

یعنی وہ اپنے اوپر اور اپنی جان پر ظالم ہے ظلم دیکھو کہ انصافوں سے سبقت لے جا رہا ہے۔

جہل او مر علمہا را اوستاد	ظلم او مر عدلہا راشد رشاد
اس کی نادانی، علموں کی استاد ہے	اس کا ظلم انصافوں کے لئے ہدایت ہے

یعنی اس کا جہل علموں کا استاد ہے اور اس کا ظلم انصافوں کے لئے رہبر ہے مطلب یہ ہے کہ جو شخص عشق حق کو اپنے

www.besturdubooks.wordpress.com

اوپر لیتا ہے وہ بظاہر گویا کہ اپنے اوپر ظلم کر رہا ہے کیونکہ جب عشق آوے گا تو وہ اس کو فنا اور نیست و نابود کر دے گا۔ اور اس نے جو اتنی بڑی چیز کو اپنے اوپر لے لیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو عظمت و جلال حق کی پوری طرح خبر نہیں لیکن اس کا یہ ظاہری ظلم لاکھوں انصافوں سے بہتر ہے اور اس کا یہ جہل لاکھوں علموں سے برتر ہے۔ آگے صدر جہاں کا مقولہ ہے۔

دست او بگرفت کاین رفتہ دمش	آنگہے آید کہ من دم بخشمش
اس نے اس کا ہاتھ پکڑا کہ اس کا گیا ہوا سانس	اس وقت آئے گا جب میں اسے سانس بخشوں گا

یعنی صدر جہاں نے اس کا ہاتھ پکڑا کہ اس کا یہ سانس گیا ہوا اس وقت آوے گا کہ میں اس کو سانس بخشوں گا۔

چون بمن زندہ شود آں مردہ تن	جان من باشد کہ و آرد بمن
جب وہ مردہ جسم میرے ذریعہ سے زندہ ہو گا	وہ میری جان ہو گی جو میری طرف متوجہ ہوگی

یعنی جب وہ مردہ تن میری وجہ سے زندہ ہو گا تو گویا کہ وہ میری جان ہوگی جو کہ میری طرف متوجہ ہوگی۔

من کنم او را ازین جان محتشم	جان کہ من بخشم بہ بیند بخششم
میں اسے اس جان سے معزز بناؤں گا	جو جان میں دوں گا وہ میری بخشش دیکھے گی

یعنی میں اس کو اس جان سے باشوکت کروں گا اور جو جان کہ میں بخشوں گا وہ میری بخشش کو دیکھے گی۔
مطلب یہ کہ اس کے پہلے ہوش و حواس تو جاتے رہے اب جو ہوش میری وجہ سے آئیں گے اس سے یہ میری بخشش اور الطاف و کرم کو دیکھے گا۔ بس اسی طرح جب حق تعالیٰ بندہ کو خود بصیرۃ عطا فرماتے ہیں تو بندہ اسی بصیرۃ سے عظمت و جلال حق کا مشاہدہ کرتا ہے ورنہ اس کے قوی اس قابل کہاں۔

جان نامحرم نہ بیند روے دوست	جز ہمان جان کاصل او از کوئی اوست
نامحرم جان دوست کا چہرہ نہیں دیکھ سکتی	سوائے اس جان کے جس کی اصل اس کے کوچے کی ہو

یعنی نامحرم جان محبوب کے چہرہ کو نہیں دیکھ سکتی سوائے اس جان کے کہ اس کی اصل اسی کوچہ سے ہو۔

دردمم قصاب وار این دوست را	تاہلد آن مغز نغزش پوست را
میں قصاب کی طرح اس دوست میں پھونک بھرتا ہوں۔	تاکہ اس کا نفیس مغز کھال کو چھوڑ دے

یعنی میں قصاب کی طرح اس دوست کے اندر پھونکوں گا تاکہ اس کا وہ مغز عمدہ کھال کو چھوڑ دے۔ مطلب یہ کہ قصاب کھال کے اندر پھونکا کرتے ہیں تاکہ جو جان باقی رہی ہے وہ بھی نکل جاوے تو اسی طرح وہ بھی کہتے ہیں کہ ہم اس کے اندر روح پھونکتے ہیں تاکہ اس کی یہ نفیس جان اس ناسوت کو چھوڑ کر ہماری طرف متوجہ ہو۔

گفت اے جان رمیدہ از بلا	وصل را مادر کشادیم الصلا
اس نے کہا' اے مصیبت سے بھاگنے والی جان	ہم نے وصل کا دروازہ کھول دیا ہے دعوت ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی فرماتے ہیں کہ اے جان جو کہ بلا کی وجہ سے بھاگی ہوئی ہے ہم نے وصل کے لئے دروازہ کھول دیا ہے آؤ مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ اے وہ جان جو کہ ہمارے عشق میں مبتلا ہو کر اپنے کو کھو چکی ہے اب ہم نے وصل کے لئے دروازہ کھول دیا ہے آؤ وصل حاصل کرو۔

اے خود ما بیخودی و مستیت	اے زہست ما ہمارہ ہستت
اے! ہمارا وجود تیری بے خودی اور مستی ہے	اے! تیری ہستی ہمیشہ ہماری ہستی سے ہے

اے وہ شخص کہ ہمارا وجود تیری بیخودی اور مستی ہے اور ہماری ہستی کی وجہ سے ہمیشہ تیری ہستی ہے۔

باتو بے لب این زمان من نو بنو	راز ہائے کہنہ می گویم شنو
میں اس وقت تجھ سے بغیر ہونٹوں کے تازہ تازہ	پرانے راز کہتا ہوں سن ......

یعنی تیرے ساتھ میں اس وقت بے لب کے نو بنو پرانے رازوں کو کہتا ہوں سن۔

زاں کہ آں لبہا ازیں دم می رمد	برلب جوئے نہاں بر می دمد
کیونکہ وہ ہونٹ اس بات سے گریز کرتے ہیں	وہ (بات) مخفی نہر کے کنارے پر اگتی ہے

یعنی اس لئے کہ وہ لب اسی دم سے پیدا ہوتے ہیں اور پوشیدہ ندی کے کنارہ پر ظاہر ہوتے ہیں مطلب یہ کہ ہم تم سے اسی زبان ظاہری سے کچھ باتیں بیان کرتے ہیں اس کے ذریعہ سے تمہارے قلب پر علوم اور فنون ظاہر ہوں گے۔

گوش بیگوشی دریندم برکشا	بہر راز یفعل اللہ ما یشاء
بے گوشی کے کان اس بات میں کھول	اس راز کے لئے کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

یعنی بے سننے کے کان یفعل اللہ ما یشاء کے راز کے واسطے کھولو مطلب یہ کہ ان رازوں کے لئے یہ ظاہری کان بھی کافی نہیں ہیں ان کے لئے بھی گوش قلب کی ضرورت ہے۔

چوں صلائے وصل بشنیدن گرفت	اندک اندک مردہ جنبیدن گرفت
جب وصل کی دعوت سننی شروع کی	مردے نے تھوڑا تھوڑا ہلنا شروع کر دیا

یعنی جب وصل کی آواز سننا شروع کی تو مردہ نے تھوڑا تھوڑا ہلنا شروع کیا۔ یعنی جب اس عاشق نے سنا کہ وصل محبوب کا وقت قریب ہے تو اس کے ہوش وحواس کچھ درست ہوئے اور اس نے ہلنا شروع کیا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

نے کم از خاکست کز عشوہ صبا	سبزہ پوشد سر برآرد از فنا
وہ مٹی سے گیا گزرا نہیں ہے کہ باد صبا کے ناز وانداز سے	سبزہ پہن لیتی ہے عدم سے سر ابھارتی ہے

یعنی وہ (عاشق) خاک سے تو کم نہیں ہے کہ (خاک نے) صبا کے عشوہ کی وجہ سے سبزہ پہن لیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کم ز آب نطفہ نبود کز خطاب	یوسفان زایند رخ چوں آفتاب
وہ نطفہ سے کم نہیں تھا کہ وہ (اللہ کے) حکم سے	آفتاب جیسے چہرے والے یوسفوں کو جنتا ہے

یعنی وہ نطفہ کے پانی سے کم نہیں کہ خطاب (حق) کی وجہ سے یوسف پیدا ہوتے ہیں (جن کے) چہرے آفتاب کی طرح ہوتے ہیں۔

کم ز بادے نے کہ شد از امر کن	در رحم طاؤس و مرغ خوش سخن
وہ ہوا سے کم نہیں ہے کہ وہ کن کے حکم سے بن گئی	رحم میں مور اور خوش الحان پرند

یعنی وہ ہوا سے کم نہیں ہے کہ جو امر کن کی وجہ سے رحم کے اندر مور اور خوش آواز جانور ہو گئے۔

کم ز نارے نیست کز امر سلام	گلستان شد بر خلیل خوش کلام
وہ آگ سے کم نہیں ہے کہ سلامتی کے حکم سے	خوش کلام خلیل (اللہ) پر گلستان بن گئی

یعنی وہ آگ سے تو کم نہیں ہے جو کہ امر حق کی وجہ سے خلیل خوش کلام پر گلستان ہو گئی تھی۔

کم ز چوبے نیست در دفع عدو	گشت اژدرہائے منکرز امر ہو
وہ لکڑی سے کم نہیں ہے کہ دشمن کی مدافعت کے لئے	اللہ کے حکم سے وہ خوفناک اژدہا بن گئی

یعنی لکڑی سے تو کم نہیں کہ وہ دشمن کے دفع کرنے میں ایک اژدہائے ہیبت ناک ہو گئی تھی۔

کم ز سنگ کوہ بنود کز ولاد	ناقۂ کان ناقہ ناقہ زاد زاد
وہ پہاڑ کے پتھر سے کم نہیں جس نے ولادت کے طریقہ پر	اس اونٹنی کو جنا جس نے اونٹنی کو جنا

یعنی پہاڑ کے پتھر سے تو کم نہیں ہے کہ ولادت کی وجہ سے اس نے ایک ایسی اونٹنی جنی کہ جس اونٹنی نے ایک اور بچہ جنا مطلب یہ کہ جب محبوب کی آواز سے اور اس کے حکم سے بے جان چیزوں میں جان پڑ جاتی ہے اور وہ جانداروں جیسا کام کرنے لگتی ہیں تو گر اس شخص کو محبوب کی آواز سے ہوش آ گیا تو کیا تعجب ہے آگے مولانا فرماتے ہیں۔

زیں ہمہ بگذر نہ آں مایہ عدم	عالمے زاد و بیزاید دم بدم
اس سب کو چھوڑ کیا عدم کی مادہ نے	عالم کو نہیں جنا اور دمبدم جن رہی ہے

یعنی ان سب کو چھوڑ دکیا اس مایہ عدم نے ایک عالم کو نہیں جنا ہے اور ہر گھڑی جن رہا ہے۔ مطلب یہ کہ ان چیزوں کے جاندار ہو جانے سے کیوں تعجب کرتے ہو جبکہ سارا عالم ہی عدم سے موجود ہوا ہے تو یہ بھی اسی عدم کی حالت میں موجود تھے۔

برجہید و برطپید و شاد شاد	یکدو چرخے زد بجود اندر فتاد
وہ کودا اور اچھل پڑا اور خوش خوش	اس نے ایک دو بار رقص کیا (اور) سجدے میں گر پڑا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی کودا اور تڑپا خوش خوش دو ایک چکر لگا کر سجدہ میں گر پڑا۔

بشکفید از روے او وشاد شد	در وصال از بند ہجر آزاد شد
وہ اس کا چہرہ دیکھ کر کھل گیا اور خوش ہو گیا	وصل میں فراق کی قید سے آزاد ہو گیا

یعنی اس (صدر جہاں) کے چہرہ کی وجہ سے کھل گیا اور خوش ہو گیا اور وصال (کی حالت) میں جدائی کی قید سے آزاد ہو گیا۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اچھا اب ہم صدر جہاں کی طرف لوٹتے ہیں جو اپنے عاشق پر خفیہ طور پر عنایت کرنے میں مصروف تھا۔ سو اس نے اس کو لیا اور اس کا سر اپنی آغوش میں رکھ لیا۔ اور اس کی یہ حالت دیکھ کر رونے لگا وہ اس کو اپنی عنایت سے رفتہ رفتہ بیہوشی سے ہوش میں لا کر گویائی میں لا رہا تھا۔ آخر کار اس نے اس کے کان میں کہا کہ دیکھ میں اشرفیاں تیرے دینے کو لایا ہوں تو دامن کھول یعنی تجھ پر وہ عنایات کرنے کو تیار ہوں جن کا تو طالب ہے۔ تو ہوش میں آ کر ان سے متمتع ہونے کے قابل بن تیری جان جو کہ میرے فراق میں بے قرار تھی اب جبکہ میں اس کی مدد کے لئے پہنچ گیا کیوں بھاگ گئی۔ اے شخص جس نے میرے فراق میں ہر قسم کی تکلیفیں اٹھائی ہیں تو ہوش میں آ اور حواس درست کر۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ تو صورت افسانہ تھی اب حقیقت افسانہ سنو اور اس کے لئے اولاً بطور تمہید کے یہ سمجھو کہ مرغ خانہ حماقت سے ایک اونٹ کو مہمان کے طور پر اپنے گھر لاتا ہے پس جبکہ اونٹ اس کے گھر میں پاؤں رکھتا ہے تو اس کا گھر تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور چھت بیٹھ جاتی ہے پس یہی حالت اس شخص کی ہے جو طالب خدا ہو اس کی عقل ایک ڈربہ ہے مرغ کا اور حق سبحانہ اس کے لحاظ سے ایسے ہیں جیسے خانہ مرغ کے لحاظ سے اونٹ (یہ تمثیل محض تقریب فہم کے لئے ہے ورنہ ہر دو نسبتوں میں کوئی نسبت ہی نہیں) پس جب حق سبحانہ اس کے وجود پر تجلی فرماتے تو پھر نہ جسم باقی رہتا ہے نہ جان نہ دل ؎

چو سلطان عزت علم در کشد جہان سر بجیب عدم در کشد

جب یہ معلوم ہو چکا تو اب سمجھو کہ عظمت عشق نے انسان کو بوالفضول بنا دیا کیونکہ یہ اس کا متحمل نہ تھا اور خواہ مخواہ اس کے بار کو اپنے سر لے لیا اسی زیادہ طلبی کے سبب اس نے ظلوم وجہول کا خطاب پایا چنانچہ فرمایا گیا ہے۔ انا عرضنا الامانة علی السموٰت والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه کان ظلوماً جهولا واقعی وہ اس کٹھن شکار میں جاہل ہے اور ایسا ہے جیسا کہ ایک خرگوش شیر کو بغل میں لے اور خرگوش کا ایسا کرنا اس کی جہالت ہے کیونکہ اگر وہ شیر کو جانتا اور دیکھتا ہوتا تو ہرگز اسے بغل میں نہ لیتا اور جبکہ وہ کرتا ہے تو خود

www.besturdubooks.wordpress.com

اپنے اوپر اور اپنی جان پر صریح ظلم کرتا ہے لیکن یہ ظلم ہزار عدلوں پر سبق رکھتا ہے اور یہ جہل ہزاروں علموں کا استاد اور یہ ظلم ہزاروں عدلوں کا رہنما ہے خیر یہ استطرادی مضمون تو ختم ہوا اب قصہ سنو اس نے اس کا ہاتھ پکڑا بدیں خیال کہ اس مردہ میں اس وقت جان آئے گی جبکہ میں اسے زندہ کروں گا اور جبکہ یہ مردہ میرے ذریعہ سے زندہ ہوگا تو گویا کہ میری جان میری طرف رخ کرے گی۔ یعنی اس کی زندگی میری زندگی ہوگی۔ میں اسے اس نئی جان سے جو میں دینے والا ہوں معزز و ممتاز کروں گا اور وہ جان جو کہ میں اسے دوں گا وہ میری بخشش کو دیکھے گی یہ جان جواب تک تھی یہ نہیں دیکھ سکتی کیونکہ یہ نامحرم ہے اور جان نامحرم دیدار یار کے قابل نہیں۔ اس کے قابل وہی ہے جو کوئے دوست سے ملی ہو۔ میں قصائی کی طرح اس کے اندر پھونک بھردوں گا تا کہ اس کا مغز پوست کو چھوڑ دے۔

اور پوست جا کر مغز ہی مغز رہ جاوے اس کے بعد کہا کہ اے شخص جس کی جان بلا سے پرواز کر گئی ہے اب بلا کا وقت جاتا رہا اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم نے وصل کا دروازہ تیرے لئے کھول دیا ہے تو آ اور اس سے متمتع ہو اور اے وہ شخص جس کا بیخودی اور مستی کا سبب ہمارا وجود ہے اور جس کی ہستی ہمیشہ ہماری ہستی سے وابستہ ہے میں اس وقت تجھ سے بدوں تکلم راز کہنا چاہتا ہوں تو سن کیونکہ وہ لب اور وہ زبان جس سے میں راز کہتا ہوں اس تکلم ظاہری سے آبی ہیں وہ تو باطنی نہر یعنی دل پر مضامین کا القا کرتی ہے اچھا اب تو بھی وہ کان کھول جو حقیقت میں کان ہیں اور وہ راز سن جسے قدرت خدا ظاہر ہو جبکہ عاشق نے اعلان وصل سنا شروع کیا تو آہستہ آہستہ حرکت شروع کی وہ کیونکر زندہ ہو جاوے آخر عاشق خاک سے تو کم نہیں پس جبکہ خاک عشوۂ صبا سے زندہ اور سبز پوش ہو جاتی ہے تو اگر عاشق الطاف محبوب سے زندہ ہو جاوے تو کون سی تعجب کی بات ہے نیز وہ آب نطفہ سے تو کم نہیں پھر جبکہ حکم کن سے اس سے یوسف اور آفتاب رو پیدا ہوتے ہیں تو عاشق کی زندگی کیا حیرت انگیز ہے نیز وہ ہوا سے تو کم نہیں کہ امر کن سے رحم میں مور اور خوش گفتار جانور بن جاتے تھے۔ (چونکہ پرندوں میں عنصر ہوائی غالب ہوتا ہے اس لئے مولانا نے مور کا مادہ ہوا قرار دیا واللہ اعلم) تو عاشق کیوں نہ زندہ ہو جاوے نیز وہ آگ سے تو کم نہیں کہ وہ یانار کونی برداً وسلاماً علی ابراھیم سن کر خلیل کے لئے باغ بن جاتی ہے نیز وہ لکڑی سے تو کم نہیں کہ وہ مدافعت فرعون کے لئے بحکم خداوندی اژدہا مکرو بن جاتی ہے نیز وہ پہاڑ کے پتھر سے تو کم نہیں جس نے ایک اونٹنی جن دی جس سے ایک اور اونٹنی پیدا ہوئی اچھا سب کو چھوڑو آخر وہ عدم سے تو کم نہیں جس سے ایک عالم پیدا ہوا اور برابر پیدا ہوتا رہتا ہے جبکہ یہ صورت ہے تو پھر عاشق کا زندہ ہو جانا کیا تعجب ہے۔ بالخصوص عاشق حق سبحانہ کا خیر تو اس نے حرکت کی اور اٹھا اور تڑپا اور خوش ایک دو مرتبہ وجد میں گھوما اور پاؤں میں گر پڑا اس کا چہرہ دیکھ کر بہت خوش ہوا اور پھول کی طرح کھل گیا اور وصال میں پہنچ کر قید فراق سے چھوٹ گیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

بیہوش عاشق کا ہوش میں آنا اور محبوب کی ثنا اور شکر کرنا

گفت اے عنقائے حق جانرا مطاف	شکر کہ باز آمدی زان کوہ قاف
بولا اے خدائی عنقاء جو جان کی طواف گاہ ہے	شکر ہے کہ تو کوہ قاف سے واپس آ گیا

یعنی عاشق نے کہا کہ اے حق کے عنقا اور جان کے طواف کی جگہ شکر ہے کہ آپ اس (استغناء کے) کے کوہ قاف سے واپس آ گئے۔ مطلب یہ کہ عاشق کہتا ہے کہ اے محبوب خدا کا شکر ہے تمہاری وہ حالت بے اعتنائی اور استغنا کی گئی اور مجھ پر مہربان ہوئے۔

اے سرافیل قیامت گاہ عشق	اے تو عشق عشق واے دلخواہ عشق
اے عشق کے میدان حشر کے اسرافیل!	اے وہ کہ تو عشق کا عشق اور عشق کا محبوب ہے

یعنی اے عشق کے قیامت گاہ کے اسرافیل اے وہ شخص کہ تم عشق کے معشوق ہو اور اے محبوب عشق

اول این خلعت کہ خواہی دادنم	گوش خواہم کہ نہی بر روزنم
سب سے پہلی خلعت جو آپ مجھے دیں	میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے منہ پر کان رکھ دیں

یعنی اول خلعت جو آپ مجھے دیں گے وہ یہ چاہتا ہوں کہ آپ میری بات پر کان رکھیں مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب کو خطاب کر کے کہہ رہا ہے کہ اے وہ شخص جو کہ عشق کی قیامت کے وقت مردوں کو زندہ کرنے والا ہے میں چاہتا ہوں کہ سب سے اول انعام جو مجھ پر ہو وہ یہ ہو کہ آپ میری باتیں سن لیں۔

گرچہ میدانی بصفوت حال من	بندہ پرور گوش کن اقوال من
اگرچہ (باطن کی) صفائی کی وجہ سے آپ میرا احوال جانتے ہیں	بندہ پرور میری باتیں (بھی) سن لیجئے

یعنی اگرچہ آپ برگزیدگی کی وجہ سے میری حالت کو جانتے ہیں (مگر) اے بندہ پرور میری باتوں کو سن ہی لیجئے۔

صد ہزاران بار اے صدر فرید	ز آرزوئے گوش تو ہوشم پرید
اے یکتا صدر لاکھوں بار	(آپ کے) کان کی آرزو میں میرے ہوش اڑے ہیں

یعنی اے صدر یکتا لاکھوں دفعہ تیرے کان کی آرزو میں میرے ہوش اڑ گئے ہیں۔ مطلب یہ کہ مجھے جدائی میں جب تیرا میری باتوں کو سننا یاد آیا ہے تو میرے ہوش اڑ گئے ہیں۔

آن سمیع تو و آن اصغائے تو	وان تبسمہائے جان افزائی تو
وہ آپ کا سننا اور آپ کا کان دھرنا	وہ آپ کی جان بڑھانے والی مسکراہٹیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تیرا وہ سننا اور تیرا وہ کان لگانا اور وہ تیرے جان کے بڑھانے والے تبسم۔

آن نیوشیدن کم و بیش مرا	عشوۂ جان بداندیش مرا
وہ میرے کم و بیش کو سننا	میری بد اندیش جان کے مکر کو (سننا)

یعنی وہ میرے کم وبیش کو سننا اور میری جان بد اندیش کے مکروں کو سننا۔

قلب ہائے من کہ آن معلوم تست	بس پذیرفتی تو چون نقد درست
میرے کھوٹے سکے جو آپ جانتے تھے	کھرے نقد کی طرح آپ نے بہت قبول کئے ہیں

یعنی میرے ان کھوٹوں کو جو تجھے معلوم ہیں تو نے بہت مرتبہ مثل عمدہ کھرے کے قبول کیا ہے۔

بہر گستاخ و شوخ غرہ	حلمہا در پیش حلمت ذرہ
ایک گستاخ اور شوخ بھکے ہوئے کے لئے	بہت سی بردباریاں آپ کی بردباری کے سامنے ایک ذرہ ہیں

یعنی گستاخی اور عاشق کی شوخی کے واسطے تمام حلم تیرے حلم کے سامنے ایک ذرہ ہیں۔ مطلب یہ کہ عاشق کی شوخی اور گستاخی کے برداشت کرنے کے لئے تمام حلم کافی نہیں ہیں مگر تیرے حلم نے ان کو بھی برداشت کیا ہے تو اور سب حلم تیرے حلم سے گھٹے ہوئے ہیں۔

اولاً بشنو کہ چون ماندم دشت	اول و آخر ز پیش من بہ چست
اولاً سنئے کہ جب میں کند سے نکل گیا	تو آغاز و انجام میرے سامنے سے چل دیا

یعنی اول تو سن کہ جب میں کمند (خدمت) سے جدا ہوا تو اول وآخر میرے آگے سے جاتا رہا۔ مطلب یہ کہ جب میں آپ کی خدمت سے جدا ہوا ہوں مجھے اول وآخر کی کچھ خبر نہیں رہی۔

ثانیاً بشنو تو اے صدر ودود	کہ بسے جستم ترا ثانی نبود
دوسرے سنئے اے محبوب صدر	کہ میں نے بہت ڈھونڈا آپ کا کوئی ثانی نہ تھا

یعنی اے صدر محبوب دوسری بات یہ سن کہ میں نے بہت ڈھونڈا مگر تیرا کوئی ثانی نہیں تھا۔

ثالثاً تا از تو بیرون رفتہ ام	گوئیا ثالث ثلثہ گفتہ ام
تیسرے جب سے کہ میں آپ کے پاس سے باہر نکلا ہوں	گویا کہ میں تین میں سے تیسرے کا قائل ہو گیا ہوں

یعنی تیسرے یہ کہ جب سے تیرے پاس سے گیا ہوں گویا ثالث ثلثہ کہا ہے میں نے۔ مطلب یہ کہ چونکہ آپ میرے اصلی محبوب ہیں اور میں آپ سے جدا ہو کر دوسری جگہ گیا تو ایسا ہو گیا جیسا کہ نصاریٰ محبوب حقیقی کو چھوڑ کر محبوبان مجازی کی طرف التفات کرتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

رابعاً چون سوخت مرا مزرعہ	می ندانم خامسہ از رابعہ
چوتھے جب میرا کھیت جل گیا	میں پانچویں کو چوتھے سے ممتاز نہیں کر سکتا

چوتھے یہ کہ جب ہماری (قرب) کی کھیتی جل گئی تو میں پانچویں کو چوتھے سے نہیں جانتا۔ مطلب یہ کہ جب آپ کا قرب جاتا رہا تو پھر مجھے اس قدر بے خودی نے گھیرا کہ مجھے چار و پانچ میں بھی امتیاز نہ رہا۔

خامساً در ہجرت اے صدر جہاں	از حواس خمسہ بودم درزیان
پانچویں اے صدر جہاں تیرے فراق میں	میں پانچوں حواس سے نقصان میں تھا

اور پانچویں اے صدر جہاں تیری جدائی میں حواس خمسہ سے نقصان میں تھا۔

سادساً از شش جہت بے روئے تو	گویا بارید برمن غم دو تو
چھٹے تیرے چہرے کے بغیر چھ جانبوں سے	گویا مجھ پر دوہرا غم برسا

یعنی چھٹے شش جہت سے بے چہرہ تیرے کے گویا کہ مجھ پر دوہرا غم برسا۔

سابع از ثامن ندانم ضالہ ام	خون ہمی گرید فلک از نالہ ام
مجھے ساتویں آٹھویں میں تمیز نہ رہی میں گمشدہ ہوں	میرے رونے سے آسمان خون (کے آنسو) روتا ہے

یعنی ساتویں کو آٹھویں سے نہیں جانتا گمراہ ہوں اور فلک میرے نالہ کی وجہ سے خون روتا ہے مطلب یہ کہ میرے نالہ کا اثر آسمان تک پہنچا۔

ہر کجا یابی تو خون برخاکہا	پے بری باشد یقین از چشم ما۔
زمینوں پر جہاں بھی آپ خون پائیں گے	کھوج لگا لیجئے وہ یقینا ہماری آنکھ کا ہوگا

یعنی جس جگہ کو تو خاک پر خون پاوے گا یقیناً ہماری آنکھ سے نشان لے جاوے گا یعنی جہاں کہیں خون پڑا ہوا دیکھو گے تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ ہم ادھر ہی کو روتے ہوئے گئے ہیں۔

گفت من رعدست واین بانگ وحنیں	زابر خواہد تا ببارد بر زمین
میری گفتگو اور یہ آواز اور رونا کڑک ہے	وہ ابر سے چاہتا ہے کہ زمین پر برسے

یعنی میری باتیں اور یہ آوازیں رعد ہیں اور ابر سے چاہتی ہیں کہ زمین پر برسے مطلب یہ کہ جب میں باتیں کرتا ہوں تو مجھے رونا آتا ہے اور ان باتوں کا تقاضا ہوتا ہے کہ میں خوب رووں۔

من میان گفت وگریہ می تنم	یا بگریم یا بگویم چون کنم
میں بولنے اور رونے کے درمیان کشمکش میں ہوں	رووں یا بات کروں کیا کروں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں رونے اور گفتگو کرنے کے درمیان میں کھنچ رہا ہوں کہ روؤں یا باتیں کروں کیا کروں۔

گر بگویم فوت می گردد بکا	ور بگریم چون کنم شکر و ثنا
اگر بولتا ہوں رونا چھوٹتا ہے	اگر روؤں شکریہ اور تعریف کیسے کروں

یعنی اگر باتیں کرتا ہوں تو رونا فوت ہوا جاتا ہے اور اگر روتا ہوں تو تعریف اور شکر کس طرح کروں۔

می فتد از دیدہ خون دل شہا	بین چہ افتادہ ست از دیدہ مرا
اے شاہ آنکھوں سے دل کا خون بہہ رہا ہے	دیکھ آنکھوں سے مجھ پر کیا افتاد پڑی ہے

یعنی اے بادشاہ آنکھوں سے خونگر رہا ہے دیکھو میری آنکھوں سے کیا گرا ہے۔

این بگفت و گریہ در شدن آن نحیف	کہ برو بگریست ہم دون ہم شریف
یہ کہا اور وہ لاغر رونے لگا	کہ اس پر ذلیل بھی اور شریف بھی رونے لگا

یعنی یہ کہا اور وہ نحیف رونے میں ہوا (اس طرح) کہ اس پر کمینہ بھی روئے اور شریف بھی۔

از دلش چندان برآمد ہائے و ہو	حلقہ کرد اہل بخارا گرد او
اس کے دل سے ایسی ہائے و ہو نکلی	کہ بخارا والوں نے اس کے گرد حلقہ کر لیا

یعنی اس کے دل سے اس قدر ہائے و ہو نکلی کہ اہل بخارا نے اس کے گرد حلقہ لگا لیا۔

خیرہ گویان خیرہ گریاں خیرہ خند	مرد و زن خورد و کلاں حیران شدند
بہت بولتے ہوئے بہت روتے ہوئے بہت ہنستے ہوئے	مرد و عورت، چھوٹے اور بڑے حیران ہو گئے

یعنی بے ڈھنگا کہنے والا اور بے ڈھنگا رونے والا اور بے ڈھنگا ہنسنے والا عورت و مرد چھوٹے اور بڑے حیران ہوئے۔

شہر ہم ہمرنگ او شد اشک ریز	مرد و زن درہم شدہ چون رستخیز
شہر بھی آنسو بہاتے ہوئے اس جیسا ہو گیا	قیامت کی طرح مرد و عورت گڈ مڈ ہو گئے

یعنی تمام شہر بھی اسی کی طرح رونے والا ہو گیا عورت اور مرد آپس میں قیامت کی طرح ملے ہوئے۔

مطلب یہ کہ جس طرح قیامت میں کسی کو ایک دوسرے کی خبر نہ ہوگی اسی طرح سب کے سب اس کے دیکھنے میں لگے ہوئے تھے کسی کو ایک دوسرے کی خبر نہ تھی۔

آسمان می گفت آندم باز بین	گر قیامت را ندیدستی بہ بین
اس وقت آسمان زمین سے کہہ رہا تھا	اگر تو نے قیامت نہیں دیکھی ہے تو دیکھ لے

یعنی آسمان اس وقت زمین سے کہہ رہا تھا کہ اگر تم نے قیامت کو نہ دیکھا ہو تو دیکھ لو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

که فراق او عجب تر یا وصال	عقل حیران که چہ عشق ست و چہ حال
کہ اس میں ہجر زیادہ تعجب خیز ہے یا وصل	عقل حیران تھی کہ عجب عشق ہے اور عجب حال ہے

یعنی عقل حیران تھی کیسا عشق ہے اور کیا حال ہے کہ فراق اس کا زیادہ عجب ہے یا وصال مطلب یہ کہ عقل کہتی تھی کہ یہ فراق میں بھی روتا ہی پھرتا تھا اور وصل میں بھی رو رہا ہے تو کونسی حالت زیادہ عجب ہے۔

تا مجرہ بردریدہ جامہ را	چرخ برخواندہ قیامت نامہ را
کہکشاں نے کپڑے پھاڑ لئے ہیں	آسمان نے قیامت نامہ پڑھ لیا ہے

یعنی آسمان قیامت نامہ کو پڑھ رہا تھا اور کہکشاں تک کپڑے پھاڑے ہوئے تھا۔ (آگے مولانا فرماتے ہیں)

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ عاشق نے پاؤں سے اٹھ کر کہا کہ اے نایاب زمانہ اور اے کعبہ جان خدا کا شکر ہے کہ تو کوہ قاف فراق سے واپس آیا اور اے محشر عشق کے اسرافیل اور عشاق کو زندہ کرنے والے اور اے وہ شخص کہ جس پر عشق بھی عاشق ہے اور اے عشق کے مطلوب پہلا خلعت جو آپ مجھے عطا فرمائیں وہ یہ ہونا چاہئے کہ آپ میرے منہ سے کان لگائیں تا کہ میں الم فراق کو بیان کر کے دل کی بھڑاس نکالوں۔ گو آپ صفائی باطن سے میری حالت جانتے ہیں مگر میری زبان سے سن لیجئے۔ سنئے لاکھوں مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ اس آرزو میں کہ آپ میری بات سنیں میرے حواس باختہ ہو گئے ہیں آپ کا سننا اور کان لگا کر متوجہ ہونا اور آپ کا جان افزا تبسم اور آپ کا میری معمولی سے معمولی بات کو سننا جو نفس میری جان بداندیش کا دھوکہ تھا جس کے ذریعہ سے وہ آپ کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی تھی اور یہ کہ آپ نے میرے ان نقائص کو جو آپ کو معلوم ہیں بسا اوقات خوبیوں کی طرح قبول فرمایا ہے اور یہ کہ ایک گستاخ اور مغرور شوخ کے لئے اوروں کے حلم آپ کے حلم کے مقابلہ میں ایک ذرہ ہیں یہ تمام باتیں مجھے اس درخواست پر جرات دلاتی ہیں اچھا سنئے اول تو یہ بات ہے کہ جب سے میں آپ کے جال سے نکلا ہوں مجھے آگے پیچھے کی کچھ خبر نہ رہی۔ دوم یہ کہ میں نے بہت کچھ ڈھونڈا اور سر مارا مگر آپ کا ثانی نہ ملا۔ سوئم یہ کہ جب سے میں آپ کے پاس سے گیا ہوں میں ایسا ہو گیا تھا جیسا کہ کافر نصرانی کہ مطلوبیت میں آپ کا شریک ٹھہرا لیا۔ چہارم یہ کہ جب سے میری خرمن جان پر بجلی گری ہے اور آپ سے جدا ہوا ہوں مجھے کچھ خبر نہ رہی حتیٰ کہ چوتھے اور پانچویں میں امتیاز نہ کر رہا۔ پنجم یہ کہ آپ کے ہجر میں میرے حواس خمسہ معطل ہو گئے۔ ششم یہ کہ بدوں آپ کے دیدار کے شش جہت سے مجھ پر غم کی موسلا دھار بارش ہوتی تھی میں بالکل بے خبر تھا۔ اور مجھے ساتویں اور آٹھویں میں تمیز نہ تھی۔ میرے نالوں پر آسمان خون روتا تھا۔ جہاں کہیں آپ کو زمین پر خون ملے گا تو جبکہ آپ کھوج لگائیں گے تو یقیناً وہ میری آنکھ کا خون ثابت ہوگا۔ میری یہ گفتگو اور یہ آواز گریہ ناک رعد ہے جو ابر کو چاہتی ہے کہ زمین پر برسے یعنی مجھے اس بیان سے رونا آتا ہے اب میں گفتگو اور رونے کے درمیان پھنسا ہوا ہوں۔ گفتگو کروں یا

www.besturdubooks.wordpress.com

روؤں کیا کروں اگر میں گفتگو کرتا ہوں تو رونا جاتا ہے اور اگر روؤں تو آپ کا شکر اور آپ کی تعریف کیونکر کروں میری آنکھوں سے خون دل بہتا ہے لیجئے دیکھئے یہ کیا گرا یہ کہہ کر زار زار رونا شروع کیا اور یوں رویا کہ اس کے رونے پر ادنیٰ و اعلیٰ سب روتے تھے اور اس کے دل سے اس قدر نالہ و فغاں نکلے کہ تمام اہل بخارا اس کے گرد جمع ہو گئے زبان سے بے تکی باتیں کرتا تھا آنکھوں سے بے حد روتا تھا اور کبھی بے انتہا ہنستا تھا غرضکہ عجیب حالت تھی جس کو دیکھ کر سب لوگ حیران تھے شہر کے لوگ بھی اس کی طرح روتے تھے اور عورتیں اور مرد سب گڈمڈ ہو گئے تھے اور قیامت کی سی حالت ہو گئی تھی آسمان بزبان حال زمین سے کہہ رہا تھا کہ اگر تو نے قیامت نہیں دیکھی تو لے یہ دیکھ لے۔ عقل حیران تھی کہ اس کا عشق اور اس کی حالت کس قدر عجیب ہے اور سوچتی تھی کہ اس کا فرق عجیب تر ہے یا وصال۔ آسمان قیامت نامہ پڑھ رہا تھا اور اس کے ایک ایک واقعہ کو اس پر منطبق کر رہا تھا یہاں تک کہ کہکشاں نے کپڑے پھاڑ ڈالے تھے۔

شرح شبّیری

باد و عالم عشق را بیگانگی	اندر و ہفتاد و دو دیوانگی
عشق کو دونوں جہان سے اجنبیت ہے	اس میں بہتر دیوانگیاں ہیں

یعنی عشق کو دونوں عالم سے بیگانگی ہے اس کے اندر بہتر جنون ہیں بہتر سے مراد کثرت ہے یعنی بہت سے جنون ہیں۔ مطلب یہ کہ عشق کے خواص سب موجودات عالم سے نرالے ہیں اس میں بے شمار جنون ہیں یہ بیان ہے اس کے بعض خواص کا کہ دونوں عالم کے مصالح کا مقتضی ہوش ہے اور یہاں بیہوشی ہے اور بیہوشی متعارف سے بھی یہ بیہوشی دوسری نوع کی ہے۔

سخت پنہانست و پیدا حیرتش	جان سلطانان جان در حسرتش
وہ ایک سخت پوشیدہ چیز ہے اور اس کی حیرانی کھلی ہوئی ہے	جان کے شہنشاہوں کی جان' اس کی حسرت میں ہے

یعنی وہ بہت پوشیدہ ہے اور اس کی حیرت ظاہر ہے اور جان کی بادشاہوں کی جان اس کی تمنا میں ہے مطلب یہ کہ عشق میں جو حیرت ہوتی ہے وہ باعتبار اپنی کنہ کے عوام سے پنہاں ہے کیونکہ وہ ذوقی ہے اور عوام اس ذوق سے خالی ہیں اور باعتبار بعض آثار کے ظاہر ہے چنانچہ ظاہر ہے اور شاہان جان یعنی انبیاء اور اولیاء اس کے شوق میں ہیں پس حسرت مجازاً بمعنی تمنا کے ہے۔

غیر ہفتاد و دو ملت کیش او	تخت شاہان تختہ بندی پیش او
بہتر ملتوں کے علاوہ اس کا مذہب ہے	اس کے سامنے شاہوں کے تخت کاٹھ کا ہے

یعنی بہتر دینوں سے اس کا مذہب جدا ہے اور بادشاہوں کا تخت اس کے سامنے قید خانہ ہے۔ مطلب یہ کہ تمام مذاہب سے الگ اس کا عشق ہے۔ مذاہب باطلہ سے الگ ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ عشق امر حق ہے اور ممکن ہے کہ ہفتاد و دو سے مراد صرف مذاہب باطلہ ہی لئے جاویں اور اگر قطع نظر عدد سے تمام مذاہب لئے جاویں تو

www.besturdubooks.wordpress.com

مذہب حق سے جدا ہونا اس طرح ہے کہ مذہب تو مکتسب اور عقلی ہے اور یہ موہوب اور حالی ہے اور تغایر دونوں کا ظاہر ہے اور عشق ایسی چیز ہے کہ بادشاہوں کا تخت و تاج اس کے سامنے بجائے جس کے یعنی کلفت دہ ہے۔

مطرب عشق این زند وقت سماع	بندگی بندو خداوندی صداع
عشق کا گویا سماع کے وقت یہ بجاتا ہے	غلامی قید اور آقائی دردِ سر ہے

یعنی سماع کے وقت عشق کا مطرب یہ بجا رہا ہے کہ بندگی ایک قید ہے اور خداوندی دردِ سر ہے۔ مطلب یہ کہ سماع کے وقت مطرب حق بزبانِ حال عشق کی صفت میں یہ کہتا تھا کہ تابعیت تو ایک قید ہے اور متبوعیت دردِ سر ہے چنانچہ ظاہر ہے یعنی عشق دونوں سے ارفع ہے اور اس میں دونوں سے آزادی ہے کیونکہ یہ دونوں فرع ہیں محو ہستی کے اور عشق میں فنا اور نیستی ہے۔

پس چہ باشد عشق دریائے عدم	در شکستہ عقل را آنجا قدم
تو عشق کیا ہے فنا کا دریا ہے	وہاں عقل کے پاؤں شکستہ ہیں

یعنی بس عشق کیا ہے ایک دریائے عدم ہے کہ اس جگہ عقل کے قدم ٹوٹے ہوئے ہیں مطلب یہ کہ اس سے ثابت ہوا کہ عشق کیا چیز ہے وہ ایک دریائے فنا ہے دریا سے تشبیہ باعتبار محل غرق ہونے کے ہے اور جس طرح دریا میں کوئی عاقل قدم نہیں رکھ سکتا اس میں بھی عقل شکستہ قدم ہے اور اس کی اس میں رسائی نہیں چنانچہ فنا کا فوق العقل ہونا ظاہر ہے۔

بندگی و سلطنت معلوم شد	زین دو پردہ عاشقی مکتوم شد
غلامی اور حکومت (اگر محسوس ہوئی)	ان دونوں پردوں میں عاشقی چھپ گئی

یعنی بندگی و سلطنت معلوم ہوگئی اور عاشقی ان دونوں پردوں سے پوشیدہ ہے مطلب یہ کہ اس تقریر بالا سے بندگی و تابعیت اور سلطنت و متبوعیت کا حال معلوم ہو چکا ان دونوں حجابوں سے عشق مکتوم ہے کہ وہاں دونوں کا گزر نہیں۔ اسی لئے ان دونوں کو حجاب کہدیا اور انہیں دونوں کی کیا تخصیص ہے جو علت ان دونوں کی رسائی نہ ہونے کی ہے یعنی ان دونوں کا فرع ہونا ہستی کے لئے اسی علت سے جتنی اشیاء وجودیہ ہیں سب کا عدم دخل معلوم ہو گیا اسی کو فرماتے ہیں۔

کاشکے ہستی زبانے داشتے	تاز ہستان پردہا برداشتے
کاش عشق زبان رکھتا	تا کہ عاشقوں کے پردے اٹھا دیتا

یعنی کاش ہستی ایک زبان رکھتی تا کہ تمام موجودات سے پردوں کو اٹھا دیتی۔ مطلب یہ کہ بجائے اس کے کہ ہم بعض اشیاء وجودیہ کا بیان کر رہے ہیں کاش خود ہستی کے زبان ہوتی تو وہ اپنی حقیقت بیان کر کے تمام اشیاء کی حقیقت خاص اس امر میں بیان کر دیتی کہ عشق تک کسی کی رسائی نہیں آگے فرماتے ہیں۔

ہر چہ گوئی اے دم ہستی ازان	پردۂ دیگر بروبستی بداں
اے (انسانی) وجود کی گفتگو تو جو کچھ بتاتی ہے	سمجھ لے اس پر ایک دوسرا پردہ تو نے ڈال دیا

یعنی اے ہستی کے کلام تو اس عشق سے جو کچھ بیان کرے تو اس پر ایک دوسرا پردہ باندھ دیتا ہے جان لے۔ مطلب یہ ہے کہ اس ہستی کے زبان ہونے سے بھی حقیقت عشق کی منکشف نہ ہوتی پس بعنوان خطاب فرماتے ہیں کہ اے ہستی کے تکلم یعنی اے ہستی متکلم تو فرنھا عشق کے ان خواص کو کہ وہاں کسی ہستی کا گزر نہیں جتنا بھی بیان کرے اس سے یہ ہوتا ہے کہ تو اس پر ایک اور حجاب ڈال دیتی یعنی یہ بیان خود ایک حجاب ہو جاتا اور حجاب میں عدم انکشاف ظاہر ہے اور یہ حجاب اس لئے ہو جاتا کہ۔

آفت ادراک آن قال است وحال	خون بخون شستن محال است ومحال
اس (عشق) کے علم کے لئے قول اور حال تباہی ہے	خون کو خون سے دھونا محال در محال ہے

یعنی ادراک کا مانع وہ قال اور حال ہے اور خون کا خون سے دھونا محال ہے مطلب یہ کہ ادراک عشق کی آفت یعنی مانع یہی دو چیزیں ہیں قال اور حال اور یہ بیان ہستی قال ہوتا اس لئے حجاب ہوتا چنانچہ قال کا مانع ہونا تو ظاہر ہے کہ عشق ایک حال ہے اور قال اس کا مضاد اور حال سے مراد غیر حال عشق ہے جو عشق سے ادون ہے اور ظاہر ہے کہ ادنیٰ کا حصول ادراک اعلیٰ کے لئے کافی نہیں اور عکس کافی ہے اس لئے ایسا حال بھی مانع ہوگا۔ آگے ایک مثال ہے تکلم ہستی کے رافع حجاب ہو سکنے کی یعنی جس طرح خون کو خون سے زائل کر سکتے اسی طرح دوسرے حجب اس حجاب یعنی تکلم ہستی سے زائل نہ ہوتے آگے اسی قال کا کشف عشق کے لئے کافی نہ ہونا بیان کرتے ہیں کہ۔

من چوبا سودائیانش محرمم	روز و شب اندر قفس درمی دمم
میں چونکہ اس (عشق) کے سودائیوں کا محرم راز ہوں	دن رات پنجرے میں پھونک بھر رہا ہوں

یعنی میں جب عشق کے سودائیوں کا محرم ہوں تو رات دن پنجرہ میں پھونک رہا ہوں۔ مطلب یہ کہ میں بوجہ اتصاف بہ عشق کے صرف اس کے سودائیوں یعنی عشاق کا محرم ہوں اور مخاطبین سودائی عشق نہیں ہیں اس لئے ان کے سامنے قال سے اس کی تحقیق کرنا ایسا ہے جیسا کہ قفس میں پھونک مارنا یعنی عبث ولا طائل آگے اس قال میں اپنا کسی قدر مغلوب ہونا اور باوجود اس مغلوبیت کے اس قال کے ترک کا مناسب ہونا بیان کرتے ہیں۔

سخت و مست و بیخود و آشفتۂ	دوش اے جان برچہ پہلو خفتۂ
تو بہت مست اور مدہوش اور پریشان ہے	اے جان تو کل رات کس پہلو پر سوئی تھی

یعنی تیز اور مست اور بیخود اور پریشان ہو رہا ہے تو اے جا کل کس پہلو پر سویا ہے۔

ہان وہان ہشدار برناری دمے	اولاً برجہ طلب کن محرمے
خبردار خبردار سانس نہ لے	پہلے اٹھ کسی محرم (راز) کو تلاش کر

یعنی ہاں ہاں سنبھل کر تو کوئی آواز نہ نکالے اولاً اٹھ اور کوئی محرم تلاش کر۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے نفس کو خطاب فرما رہے ہیں کہ تو بہت ہی تیز اور مست اور بیخود و آشفتہ ہو رہا ہے اے جان یعنی اے نفس تو کس پہلو پر سویا تھا کہ تیرے ہوش درست نہیں ہوئے ہاں ہوش کو سنبھال اور اس قسم کی ایک بات بھی منہ سے مت نکال بلکہ اولاً اس بیہوشی سے نکل اور کسی محرم کو ڈھونڈ

www.besturdubooks.wordpress.com

پھر اس سے کہنے کا مضائقہ نہیں اور علاوہ محرم نہ ہونے کے ایک اور مانع بھی اس قال کا پایا جاتا ہے۔ آگے اس کا بیان ہے کہ۔

عاشق و مستی و بکشادہ زبان	اللہ اللہ اشترے برنرد بان
تو عاشق اور مست ہے اور زبان کولے ہوئے	اللہ اللہ (گویا) سیڑھی پر اونٹ ہے

یعنی عاشق اور مستی اور زبان کھلی ہوئی اللہ اللہ ایک اونٹ ہے سیڑھی پر مطلب یہ ہے کہ عاشق ہو کر اور مستی عشق لئے ہوئے اور پھر زبان کھولے ہوئے یہ اجتماع المنافیین ہے جیسا کہ شتر کا نردبان پر ہونا عادۃً اجتماع المنافیین ہے آگے اسی قال کا نامناسب ہونا دوسرے عنوان سے بیان کرتے ہیں کہ۔

چون زر ازو ناز او گوید زبان	یا جمیل الستر خواند آسمان
جب زبان اس (عشق) کا راز اور انداز بیان کرتی ہے	آسمان پکارتا ہے اے عمدہ پردہ پوشی کرنیوالے

یعنی جبکہ عشق کے راز و ناز کو زبان بیان کرتی ہے تو آسمان یا جمیل الستر پڑھتا ہے مطلب یہ کہ جب عشق کے اسرار و اطوار زبان قال ظاہر کرتی ہے تو آسمان بھی جبکہ صعود عمل کے وقت اس پر مطلع ہوتا ہے اس اظہار قال سے توحش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے یا جمیل الستر استرہ یعنی اے ستار حسن الستر اس راز کو پوشیدہ کر دیجئے اور اس قائل کے قلب میں سکوت کا القاء کر دیجئے یہاں تک مولانا نے حکیمانہ رائے دی ہے کہ اس کا اخفا کرنا چاہئے آگے آثار عشق کا آثار حکمت پر غلبہ ہو گیا ہے اس غلبہ اور جوش میں کہتے ہیں کہ۔

ستر چہ در پشم و پنبہ آذرست	تاہمی پوشیش او پیدا ترست
پردہ پوشی کیسی اون اور روئی میں آگ ہے	کہ تو اس کو چھپاتا ہے وہ زیادہ ظاہر ہوتا ہے

یعنی چھپانا کیسا کہ اون اور روئی میں آگ ہے جتنا کہ تو اس کو چھپاتا ہے وہ زیادہ ظاہر ہے۔

چون بکوشم تا سرش پنہاں کنم	سر برآرد چون علم کا نیک منم
میں جب کوشش کرتا ہوں کہ اس (عشق) کے رازوں کو چھپاؤں	وہ (عشق) جھنڈے کی طرح سر ابھارتا ہے کہ میں یہ ہوں

جب میں کوشش کرتا ہوں کہ اس کے بھید کو پوشیدہ کروں تو وہ علم کی طرح سر نکالتا ہے کہ یہ میں ہوں مطلب یہ کہ کیسا اخفا اس راز کی تو ایسی مثال ہے جیسے اون اور روئی میں آگ کہ اس کے اندر مخفی کرنے سے زیادہ ظاہر ہو گی کہ پہلے تو اپنی ہی جگہ میں تھی روئی کے اندر رکھنے سے روئی کی چیز کو بھی گھیر لیا بلکہ اس کے نواح کو بھی تو بہت ہی پھیل گئی اسی طرح جب میں کوشش کرتا ہوں کہ اس کے راز کو مخفی کروں تو وہ پرچم بلند کی طرح ظاہر ہوتی ہے کہ دیکھو میں یہ ہوں مراد اس ظہور سے وہ ظہور نہیں جس کے اصدار سے اوپر منع کیا گیا ہے کہ وہ تو اثر ہے اظہار مکتسب کا بلکہ یہ دوسرا ظہور ہے جس کا اصدار حضرت حق سے ہوا ہے یعنی خود وجود واجب کا ظہور تکوینی مظاہر کونیہ میں اور اس میں ایک قسم کا انتقال ہے یعنی گو میں عشق کا اخفاء کرتا ہوں مگر خود ہی اس کا اس طرح ظہور ہو رہا ہے کہ وجود حق ظاہر ہے اور چونکہ یہی ظہور وجود عشاق حق کی نظر میں ظہور اسرار عشق ہے اس لئے اس کا نام ظہور عشق رکھا مگر عوام سے وہ اس حیثیت سے مستور ہے کہ عشاق کی نظر میں بھی وجود کا ظہور عین عشق ہے اس بناء پر اس مضمون

www.besturdubooks.wordpress.com

کو بعنوان استدراک لایا گیا ہے کہ کیا اخفا الخ اور جب میں کوشش کرتا ہوں الخ اور اسی مضمون کی آگے تاکید ہے کہ۔

رغم انغم گیردم ناگاہ گوش	کاے مدمغ چونش می پوشی بپوش
وہ (عشق) میری رسوائی کے لئے میرے دونوں کان پکڑتا ہے	اے بد دماغ تو اس کو کیسے چھپاتا ہے چھپا

یعنی کہ باوجود میری ناگواری کے وہ عشق ناگہاں میرے دونوں کان پکڑ کر کہتا ہے کہ اے پاگل تو اس کو کیوں کر چھپادے چھپا۔ مطلب یہ کہ وہ عشق علی رغم انفی میرے دونوں کان پکڑ کر کہتا ہے کہ مختل الدماغ تو راز عشق کو کیونکر مخفی کرتا ہے لے مخفی کر وہ مخفی ہوہی نہیں سکتا۔ جبکہ وجود واجب کا خود ظہور ہو چکا اور وہی راز عشق کا ظہور ہے اور اس کو ظہور راز عشق کہنا ایسا ہے جیسا بعض اہل حال نے لکھا ہے کہ وحدۃ الوجود کا اخفا کیوں کیا جاوے جبکہ لا الٰہ الا اللہ کا وہ مدلول ہے اور لا الٰہ الا اللہ کا اعلان منائر اور منابر اور محاریب میں کیا جاتا ہے آگے ایک مکالمہ ہے جو اسی معنی پر مبنی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مولانا بطون سر عشق کو راجح کہہ رہے ہیں دتوعا بھی کہ باوجود ظہور کے پھر وہ باطن ہی ہے اور استدعاءً بھی کہ محبوب حقیقی سے اسی کی درخواست کرتے ہیں اور محبوب حقیقی اس کے ظہور کو راجح کر رہا ہے اور درحقیقت یہ ظہور اور بطون دونوں مجتمع ہیں پس یہ محض عنوانا مکالمہ ہے معنوں میں مزاحمۃ نہیں اور مجموعہ کلامین سے یہ بتلاتا ہے کہ اگر بصیرت ہو تو حق تعالیٰ کا ظہور وجود عشاق کی نظر میں عین شہود ہے اور اگر بصیرت نہ ہو تو ہر شے حجاب مقصود ہے وہ مکالمہ یہ ہے۔

گویمش رو گرچہ بر جوشیدۂ	ہمچو جاں پیدائی و پوشیدۂ
میں اس سے کہتا ہوں جا تو اگرچہ جوش میں ہے	تو جان کی طرح ظاہر ہے اور پوشیدہ ہے

یعنی میں اس کو کہتا ہوں کہ جا اگرچہ تو ابل رہا ہے لیکن جان کی طرح ظاہر اور پوشیدہ ہے تو مطلب یہ کہ میں اس عشق سے کہتا ہوں کہ تو مجھ پر انکار کرتا ہے کہ تو مخفی نہیں کر سکتا تو میں یہ کہتا ہوں کہ تو ظاہر ہی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ تو اگرچہ ظہور میں جوش کر رہا ہے لیکن روح کی طرح من وجہ ظاہر ہے اور من وجہ باطن تو ظہور تام تو تیرا نہ ہوا چنانچہ ظاہر ہے کہ وجود حق آثار سے ظاہر ہے مگر کنہ اس کی نامعلوم پس پورا ظاہر نہ ہوا بلکہ غلبہ بطون ہی کو رہا۔

گوید او محبوس خم ست این تنم	چون مے اندر بزم خبنک میزنم
وہ کہتا ہے کہ میرا یہ جسم مٹکے میں مقید ہے	شراب کی طرح میں جلس میں ہتھیلیاں بجاتا ہوں

یعنی وہ کہتا ہے کہ میرا یہ بدن خم کے اندر قید ہو رہا ہے میں شراب کی طرح بزم کے اندر تالیاں بجا رہا ہوں مطلب یہ کہ وہ جواب میں کہتا ہے کہ میرے ظہور کو ترجیح ہے اس لئے کہ میں مشابہ مے انگور کے ہوں جو مرتبہ بطون فی العنب سے نزول کر کے متلبس بالدن یعنی موضوع در خم ہو جاوے اور پھر بزم میں آ کر مستی اور تالیاں بجانے کا سبب بن جاوے جو صاف ظہور ہے اسی طرح بطون سے میرا تن بمعنی وجود یعنی ذات مجازاً مظاہر میں ظاہر ہو گیا اور محسن اس مجاز کا اعتبار ہے جانب مشبہ بہ کا کہ اس کا تعیین مصداق تن کا ظاہر ہے۔

گویمش زان پیش کہ گزدی گرو	تا نیاید آفت مستی برو
میں اس سے کہتا ہوں اس سے پہلے کہ تو گروی ہو	تاکہ اس پر مستی کی مصیبت نہ آ جائے

www.pdfurdubooks.wordpress.com

یعنی میں اس سے کہتا ہوں کہ اس سے پہلے کہ تو گروی ہو (مستور ہوجا) تا کہ مستی کی آفت اس پر نہ آوے۔ مطلب یہ کہ پھر میں اس سے بطور استدعا کہتا ہوں کہ قبل اس کے کہ تو ادراک خلائق کا مرہون یعنی مدرک ہوجاوے اپنے کو باخفائے ممکن مخفی کرلے پس عامل زان پیش کا مقدر ہے اور مخفی اس لئے کرے تا کہ اس مدرک پر مستی کی آفت نہ آجاوے یعنی اندیشہ ہے کہ یہ ظہور وجود ظہور شہود تک کسی شخص کے اعتبار سے پہنچ جاوے اور وہ مغلوب السکر ہوکر آفت شطح میں مبتلا نہ ہوجاوے۔ اس لئے اس ظہور کو مستور کرلے۔

گوید از جام لطیف آشام من	یار روزم تا نماز شام من
وہ کہتا ہے کہ میں لطیف آشام جام کے ذریعہ	دن کا شام کی نماز تک (تیرا) ساتھی ہوں

یعنی کہتا ہے کہ ایک لطیف جام پینے کی وجہ سے میں دن کا یار ہوں اپنے نماز شام تک مطلب یہ کہ وہ جواب میں کہتا ہے کہ خواہ کچھ بھی ہو قیامت خاصہ یا عامہ تک تو یہ ظہور ضروری رہے گا۔ الاول باعتبار کل واحد والثانی باعتبار المجموع اس کو اس عنوان سے فرماتے ہیں کہ مظاہر کے واسطہ سے جس کو جام لطیف آشام سے اس لئے تعبیر کیا کہ مے کا ظہور بواسطہ جام کے ہوتا ہے کہ اس میں وہ مے لطیف بھر بھر کر پیتے ہیں مجازاً آلہ آشامیدن کو آشامندہ کہہ دیا۔ پس وہ جام مظہر ہوتا ہے مے کا اسی طرح ان مظاہر کے واسطے سے تجلی وجود موجب سیرابی طالبان تجلی ہوتی ہے غرض یہ کہ ان مظاہر کے واسطے سے نماز شام یعنی اختتام آجال تک تو میں نہار کا قرین یعنی متجلی اور ظاہر ضروری رہوں گا پھر نفخ صور پر باطن محض ہوجاؤں گا اور تیری درخواست بھی پوری کردوں گا گو پھر ظہور ثانیاً ہوجاوے مگر خیر ایک بار تو بطون محض ہوجاوے گا یہاں مکالمہ ختم ہوگیا ہے اور محبوب ہی کی بات درخواست کنندہ کی ایک تسلی منظوری بہ میعاد معین پر غالب رہی۔ اب مولانا جوش عشق میں اس وعدہ مذکورہ منظوری بطون کے متعلق کہتے ہیں کہ۔

چون بیاید شام و دزدد جام من	گویمش وادہ کہ نامد شام من
جب شام ہو جائے گی اور وہ میرا جام چرائے گی	میں اس سے کہوں گا واپس دیدے کیونکہ میری شام نہیں ہوئی ہے

یعنی جب شام آوے گی اور میرے جام کو چرا دے گی تو میں اس سے کہوں گا کہ واپس دیدے کیونکہ میری شام نہیں آئی ہے۔ مطلب یہ کہ جب وہ شام موجود آوے گی اور میرے جام یعنی میری ہستی کو کہ ایک مظہر خاص ہے وہ شام نہاں خانہ عدم میں مخفی کرنا چاہے گی تو میں اس شام سے کہوں کہ مہربانی کرکے میرا جام واپس دے کہاں لے چلی کیونکہ میری شام نہیں آئی یعنی تو ہر چند کہ شام ہے مگر تو میری شام نہیں ہے پس تیرا آنا میری شام کا آنا نہیں ہے میرا جام تو نہیں لے سکتی۔ مطلب یہ کہ میری قیامت فنا کے مرتبہ میں آچکی ہے اور اس فنا کے بعد بقائے سرمدی نصیب ہوچکی ہے اب میں استثنا الا من شاء اللہ میں داخل ہوں حاصل یہ ہوا کہ یہ جو وعدہ بطون محض کا ہے یہ عام کے اعتبار سے ہے مجھ سے محبوب حقیقی مخفی نہ ہوگا کیونکہ میری درخواست تھی انہیں کے اعتبار سے تھی جن کے لئے ظہور محتمل ابتلا بآفت شطح تھا دلست منہم آگے ایک حسن تعلیل ہے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

زان عرب نہاد نام مے مدام	زانکہ سیری نیست میخور را مدام
اسی لئے عربوں نے شراب کا نام مدام رکھا ہے	کیونکہ شراب نوش کو کبھی سیری نہیں ہوتی ہے

یعنی عرب نے شراب کا نام اس لئے مدام رکھا ہے کیونکہ شراب پینے والے کو کبھی سیری نہیں ہوتی۔ مطلب یہ کہ میں اس لئے اس سے اپنا جام واپس لے لوں گا کہ اس میں شراب تجلی دائمی پیوں کیونکہ شراب کو عربی میں مدام کہتے ہیں اس لئے کہ وہ چھوٹتی نہیں دائما پی جاتی ہے پس اس کا مقتضی بھی یہی ہے کہ میرا شرب کبھی منقطع نہ ہو۔ اور عدم واپسی میں انقطاع لازم آتا ہے۔ اس لئے بھی مجھ کو واپس ملنا ضرور ہے یہاں مضمون مقصود مقام ختم ہو گیا آگے ان مضامین کے حسن پر نظر کر کے ایک تفریع فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ (**تنبیہ**) ان اشعار کی تشریح میں حضرت مجدد الملۃ والدین کی ایک تحریر ہے جو کہ شرح شبیری میں درج ہے۔ مگر میں نے ان کی شرح دوسرے عنوان سے کی ہے تا کہ اس عنوان سے بھی واقفیت ہو جاوے اور فائدہ تام ہو پس سنو کہ۔ یہاں سے مولانا صفات عشق بیان کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں عشق ہی عجیب چیز ہے کہ تمام دنیا سے نرالا ہے کہ اس کے آثار دیگر موجودات کے آثار سے نہیں ملتے۔ عام میں اگر کسی میں ایک قسم کی دیوانگی ہوگی تو اس میں بہتر طرح کے جنون ہیں۔ ایک صفت اس کی یہ ہے کہ ذاتا نہایت مخفی ہے مگر حیرت اس کی ظاہر ہے اور ایک وصف اس کا یہ ہے کہ انبیاء اولیاء کو بھی باوجود یکہ وہ سلطانان جہان ہیں اس کی تمنا ہے اور وہ اس سے مستغنی نہیں ایک بات اس میں یہ ہے کہ اس کا مسلک تمام مذاہب و مسالک سے جداگانہ ہے مثلاً تخت شاہی اس کے نزدیک ایک قید ہے اور یہ اور کسی مسلک میں نہیں اگر ہوتو ضرور اس میں اس کی آمیزش ہوگی اور یہ اس کا مقتضی ہوگا چونکہ اس کی شان سب سے نرالی ہے اس لئے مطرب عشق (یعنی خود عشق) قوالی میں یہ راگ گاتا ہے یعنی بزبان حال یہ کہتا ہے کہ تابعیت ایک قید ہے اور متبوعیت دردسری جب مطلق عشق کی یہ حالت ہے جس میں عشق مجازی بھی داخل ہے تو خاص بحر عالم غیب یعنی حق سبحانہ کا عشق کیا ہوگا اور اس کی صفات مختصہ کس قدر عجیب ہوں گی سچ تو یہ ہے کہ اس کی حالت تک عقل کی رسائی ناممکن ہے اب مولانا اس کی خفا کی وجہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اصل وجہ خفا کی یہ ہے کہ لوگوں کو بندگی و سلطنت کا حال معلوم ہوا لہذا کسی نے بندگی اختیار کی اور کسی نے سلطنت اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ عشق کو ان دونوں سے نفرت ہے ایک کو وہ قید کہتا ہے دوسرے کو دردسری تو وہ ان کے ساتھ جمع نہ ہو سکا لہذا مخفی رہا۔ اور یہ ہر دو اس کا حجاب بن گئیں کسی ہست اور باخودی کی تو کیا مجال ہے کہ وہ اس کی حالت بیان کر سکے کاش خود بیخودی کے زبان ہوتی۔ اور وہ خود اپنی حالت بیان کرتی جس کے سبب بیخودوں اور بیخودی و عشق کی حالت معلوم ہوتی۔ رہا کلام جس کا منشاء ہستی ہے اس سے تو اس کی حالت پورے طور پر منکشف نہ ہوتی بلکہ اس سے اس کی حالت پر ایک اور پردہ پڑ جاتا ہے اور قال اس حال کے منافی ہے اس لئے کہ ان کا تعلق ہستی سے ہے پس اس چیز سے جو کہ ہستی سے تعلق رکھتی ہے اس حجاب کو دور کرنا جو کہ خود بھی ہستی سے تعلق رکھتا ہے یوں ہی ناممکن ہے جیسے خون کو خون سے دھونا۔ ہاں میں چونکہ اس کے سودائیوں کا محرم

www.besturdubooks.wordpress.com

راز ہوں اس لئے اس کی حالت سے واقف ہوں اور رات دن اس کی حقیقت کی سمجھانے کی لاطائل کوشش کرتا ہوں۔ مولانا جوش میں کہہ تو گئے کہ میں رازِ عشق سے واقف ہوں مگر پھر ان کو تنبیہ ہوا اس لئے فرماتے ہیں کہ تو نہایت مست اور بیخود اور آشفتہ ہے بتا تو سہی تو رات کس کروٹ سویا تھا دیکھ خبردار ایک لفظ منہ سے مت نکالنا ایسی ہی اگر ضرورت ہے تو اولاً کوئی محرم راز تلاش کر پھر جو جی میں آئے کہہ کچھ مضائقہ نہیں تو عاشق اور مست ہو اور تیری زبان کھلی ہو کس قدر عجیب اور بے جوڑ بات ہے بھائی ہم کو تو اس سے یوں ہی حیرت ہوتی ہے جیسے اونٹ کے سیڑھی پر چڑھنے سے بھلا اس کے راز و نیاز زبان کیونکر بیان کر سکتی ہے حالانکہ اس کی تستر کی آسمان تعریف کرتا ہے اور پکارتا ہے تو یا جمیل الستر اور اے خوب پوشیدہ کہہ کر پکارتا ہے یہاں تک تو اخفائے رازِ عشق کی ضرورت بیان کی تھی اب یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اگر بلا اختیار و بالاضطرار اس کے آثار ظاہر ہو جاویں تو مضائقہ نہیں کیونکہ اس کا چھپنا قدرت سے باہر ہے کہ عشق و مشک راننو اں نہفتن اس کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ اجی کیسا اخفا بھلا کہیں ممکن ہے کیونکہ اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے آگ کو روئی یا اون سے چھپاؤ تو جس طرح کہ وہ اس سے نہ چھپے گی بلکہ اور ظاہر ہوگی یوں ہی تم چاہتے ہو کہ ہم اسے بالکلیہ چھپائیں مگر وہ اس سے اور ظاہر ہوتا ہے اب خطاب سے تکلم کی طرف التفات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب میں اس کو مخفی کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ جھنڈے کی طرح سر بلند کرتا ہے اور کہتا ہے لو گو دیکھ لو میں ہوں غرضیکہ وہ میرے منشاء کے خلاف میرے کان پکڑ کر بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ بیہودہ تو مجھے چھپانا چاہتا ہے اچھا لے چھپا دیکھوں تو کیسا چھپانے والا ہے جب میں اس کا غصہ دیکھتا ہوں تو بمنت التجا کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ گو آپ غصہ میں ہیں اور جان کی طرح مخفی ہو کر بھی آپ ظاہر ہیں میں اس کا انکار نہیں کرتا اور نہ آپ کے ظہور کو میں روک سکتا ہوں مگر آپ تشریف لے جائیے اور خود اپنے کو مخفی کیجئے اس پر کہتا ہے کہ یہ میرے اختیار میں نہیں میں اگر چہ ارواح میں محبوس ہوں مگر نہ یہ حبس میرے ظہور کے لئے مانع ہے اور نہ عدم ظہور میرا اختیاری ہے پس میری مثال ایسی ہے جیسے شراب مٹکے میں محبوس ہو اور سر محفل تالیاں بجا رہی ہو اگر میں اس کو اس عنوان سے منع کرتا ہوں تو اس کا یہ جواب ملتا ہے جو تم سن چکے ہو اور اگر یوں کہتا ہوں کہ دیکھو یہ شیوہ اچھا نہیں ہے اس میں مصیبت میں پھنس جانے کا اندیشہ ہے کیونکہ جوش مستی میں میرے منہ سے نامناسب باتیں نکلیں گی اور لوگ دشمن ہو جائیں گے اور میرا ضرر خود آپ کا ضرر ہے اور میری دشمنی آپ کی دشمنی پس قبل اس کے کہ تم میری مستی کے سبب کسی مصیبت میں پھنسو بہتر یہ ہے کہ جا کر چھپ رہو تو جواب یہ ملتا ہے کہ تم ایک لطیف آشام شخص ہو۔ تنگ ظرف اور کم ظرف نہیں ہو لہٰذا میں کسی تنگ ظرف اور کم حوصلہ شخص کے پیالہ کی شراب نہیں بلکہ ایک نہایت نفیس پینے والے کی جام کی شراب ہوں۔ اس لئے مجھے اندیشہ نہیں کہ تم اول فول بکو گے لہٰذا میں نہ مخفی ہو سکتا ہوں اور نہ تم سے جدا ہو سکتا ہوں میں تو صبح سے شام تک تمہارے ساتھ رہوں گا۔ یعنی میرا اور تمہارا تو زندگی بھر کا ساتھ ہے اور موت سے پہلے تمہیں نہیں چھوڑ سکتا غرضیکہ میں قوت سے بھی کام لیتا ہوں اور منتیں بھی کرتا ہوں۔ دھمکیاں بھی دیتا ہوں مگر عشق ہے کہ بدوں ظاہر ہوئے نہیں رہتا ایسی حالت میں اگر افشائے راز ہو جاوے تو مجبوری ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ عشق کہتا ہے کہ میں شام تک تمہارے ساتھ رہوں گا اور مرتے دم تک تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گا میں کہتا ہوں کہ تیرا ابھی پیچھا نہ چھوڑوں گا جب شام موت میرا پیالہ چرانے اور مجھے عشق سے جدا کرنے آئے گی تو میں

www.besturdubooks.wordpress.com

کہوں گا لا میرا پیالہ ابھی شام نہیں ہوئی اور میرے مرنے کا وقت نہیں آیا کیونکہ عشاق کے لئے موت نہیں۔

ہر گز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق الخ

واقعی یہ شراب ایسی چیز ہے کہ اس سے کبھی جی نہیں بھرتا۔ یہ تو بڑی چیز ہے شراب محسوس سے بھی بادہ گسار سیر نہیں ہوتے اس لئے عرب نے شراب کو مدام کہا ہے کہ مے خوار اس سے کبھی سیر نہیں ہوتا اب مولانا پھر اوصاف عشق کی طرف انتقال کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ عشق جوشد بادۂ تحقیق را الخ

شرح شبیری

عشق جوشد بادۂ تحقیق را	او بود ساقی نہان صدیق را
عشق تحقیق کی شراب کو جوش دیتا ہے	وہ دوست کے لئے مخفی ساقی ہوتا ہے

یعنی عشق شراب تحقیق کو جوش دیتا ہے اور وہ صدیق کے لئے پوشیدہ ساقی ہوتا ہے مطلب یہ کہ ان مضامین حسنہ کا منشا عشق ہے اور وہ ایسی ہی چیز ہے کہ بادۂ تحقیق کو جوش میں لاتی ہے اور وہ عشق صدیقین یعنی اولیاء عارفین کے لئے ساقی اس شراب روحانی کا بن جاتا ہے۔

چون بجوئی تو بتوفیق حسن	بادہ آب جان بود ابریق تن
جب تو اچھی توفیق کے ذریعہ تلاش کرے گا	تو شراب روح کے لئے آب حیات اور جسم جام بن جائے گا

یعنی جب تو توفیق حسن کے ساتھ ڈھونڈے گا تو شراب جان کے لئے پانی ہو جاوے گی اور بدن موٹا ہو جاوے گا مطلب یہ کہ جب تو توفیق خیر وخلوص کے ساتھ اس کا طالب بن جاوے تو یہ شراب مذکور روح کے لئے آب حیات بخش بن جاتی ہے اور جسم اس کا ابریق ہو جاتا ہے جس کے اندر شراب رہتی ہے اور جسم کا اس آثار عشق ہونا ظاہر ہے۔

چون بیفزاید مے توفیق را	قوت مے بشکند ابریق را
جب وہ عشق، توفیق کی شراب کو بڑھاتا ہے	شراب کی تیزی جام کو توڑ دیتی ہے

یعنی جب وہ توفیق کی شراب کو بڑھاتا ہے تو شراب کی قوت لوٹے کو توڑ ڈالتی ہے مطلب یہ کہ پھر جب وہ عشق شراب توفیق کو زائد کر دیتا ہے یعنی آثار عشق کے زیادہ غلبہ کرتے ہیں تو شراب کا زور اس ابریق تن کو توڑ ڈالتا ہے یعنی آثار کثرت کے کہ مناسب تن کے ہیں مغلوب ہو جاتے ہیں اور آثار توحید کے غالب ہوتے ہیں۔

آب گردد ساقی وہم مست آب	خود بگو واللہ اعلم بالصواب
پانی ساقی بن جاتا ہے اور پانی ہی مست بن جاتا ہے	خود کہہ دے اللہ صحیح بات زیادہ جانتا ہے

یعنی پانی ہی ساقی بھی ہو جاتا ہے اور مست بھی ہو جاتا ہے خود کہہ دو واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ پس وہی پانی جیسا مشروب تھا وہ ساقی بھی ہو جاتا ہے اور مست آب یعنی شارب بھی ہو جاتا ہے یعنی تمائز مرتبہ التفات

www.besturdubooks.wordpress.com

سے رخصت ہوجاتا ہے اور اگر حقیقت اس کی سمجھ میں نہ آوے تو تم اللہ اعلم بالصواب کہدو انکار مت کرو۔

شیرہ برجوشید رقصاں گشت تفت	پرتو ساقی ست کاندر شیرہ رفت
شیرہ جوش مارنے لگا تیز ناچنے لگا	ساقی کا عکس ہے جو شیرے میں پہنچا

یعنی ساقی ہی کا سایہ ہے جو کہ شراب میں گیا شراب نے جوش کیا اور خوب ناچنے لگی مطلب یہ کہ یہ جو اس شیرہ یعنی شراب میں مستی آگئی یہ پرتو ساقی یعنی محبوب حقیقی کا ہے کہ اس نے اس میں یہ اثر دیا جس سے شیرہ جوشان اور رقصاں ہوگیا۔

کہ چنین کے دیدہ بودی شیرہ را	اندرین معنی بپرس آن خیرہ را
تو نے شیرے کو ایسا بھی دیکھا تھا	اس بیہودہ سے یہ بات دریافت کر

یعنی اس معنی میں کوئی اس بیہودہ سے پوچھے کہ اس نے شیرہ کو ایسا بھی دیکھا تھا مطلب یہ کہ جو لوگ اس عشق موہوب کے منکر ہیں عبد ہی کو خالق افعال کہتے ہیں۔ کالفلاسفۃ والمعتزلۃ ایسے خیرہ و بے باک سے اس مضمون کے بارہ میں ذرا پوچھو تو کہ تو نے شیرہ کو ایسا مست کنندہ کب دیکھا تھا چنانچہ نفس محبت مکتسب مع الحق کے مدعی وہ بھی ہیں جو بوجہ ضعیف ہونے کے مشابہ شیرہ کے ہے مگر وہ دیکھیں کہ کیا ان کی اس محبت میں بھی یہ جوش اہل اللہ کی سی محبت کا ہے پھر اگر یہ موہوب من اللہ نہیں ہے بلکہ مکتسب ہے تو دوسرے مکتسب اس کے برابر کیوں نہیں آگے اس مضمون کی تعلیم کرتے ہیں کہ اسی تصرف پر کیا منحصر ہے سب تصرفات اس خالق حقیقی ہی کی طرف سے ہیں پس فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ باگردندہ گردانندہ است	بے تفکر پیش ہر دانندہ است
کہ گھومنے والے کے لئے کوئی گھمانے والا ہے	بغیر سوچے ہر جاننے والے کے پیش نظر ہے

یعنی بلا کسی سوچ کے ہر جاننے والے کے سامنے یہ بات ہے کہ ہر متحرک کے ساتھ محرک ہے مطلب یہ کہ بلا تفکر یعنی بداہۃً ہر ذی علم کے سامنے یہ بات ثابت ہے کہ ہر متحرک کے ساتھ کوئی نہ کوئی محرک ہوتا ہے اور انتہا اس کا عقلاً حضرت حق تک ہے پس وہی متصرف حقیقی ہوا آگے اس پر مولانا ایک حکایت لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص ایک عورت پر عاشق تھا اور اس کو جدائی میں ایک مدت گزر گئی تھی اتفاق سے ایک مرتبہ باغ میں اس کی معشوقہ مل گئی تو وہ عاشق طالب وصل ہوا لیکن چونکہ وہ معشوقہ عفیفہ تھی اس لئے اس نے بچنا چاہا تو عاشق نے کہا کہ یہاں کون ہے سوائے ہوا کے اور تو کوئی نظر نہیں آتا۔ معشوقہ نے کہا کہ ارے باؤلے تو نے ہوا کو تو چلتے ہوئے دیکھا مگر یہ نہ دیکھا کہ اس کا چلانے والا بھی ہے اور ہماری ساری حرکتوں کو بھی دیکھ رہا ہے تو دیکھئے معلوم ہوا ہر متحرک کا محرک ضرور ہے چونکہ اس مقام کی تقریر حضرت قبلہ حکیم الامۃ دام ظلہم نے خود بھی تحریر فرمائی تھی۔ لہٰذا اس کو بعینہٖ ذیل میں نقل کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وھو ھذا۔ قولہ "بادہ عالم عشق رابیگانگی" الی قولہ "بے تفکر پیش ہر دانندہ ہست" حاصل اشعار کا یہ ہے کہ عشق کو دونوں عالم سے اجنبیت ہے یعنی اس کے خواص سب موجودات دو عالم سے نرالے ہیں اس میں بے شمار جنون ہیں یہ بیان ہے اس کے بعض خواص کا کہ دونوں عالم کے مصالح کا تنی ہوش ہے اور یہاں بیہوشی ہے اور بیہوشی متعارف سے بھی یہ بیہوشی دوسری نوع کی ہے اور اس میں جو حیرت ہوتی ہے وہ باعتبار اپنے کنہ کے عام سے پنہاں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ وہ ذوقی ہے عام اس ذوق سے خالی ہیں اور باعتبار بعض آثار کے ظاہر ہے چنانچہ ظاہر ہے اور شاہان جان یعنی انبیاءؑ واولیاءؒ اس کی تمنا اور شوق میں ہیں۔ پس حسرت مجازاً بمعنی تمنا کے ہے اور تمام مذاہب سے الگ اس عشق کا مذہب ہے مذاہب باطلہ ہی لئے جاویں اور اگر قطع نظر عدد سے عام مذاہب لئے جاویں تو مذہب حق سے جدا ہونا اس طرح ہے کہ مذہب تو مکتسب اور عقلی ہے اور یہ موہوب اور حالی ہے اور تغائر دونوں کا ظاہر ہے اور عشق ایسی چیز ہے کہ بادشاہوں کا تخت وتاج اس کے سامنے بجائے جبس کے یعنی تکلیف دہ ہے۔ سماع کے وقت مطرب حق بزبان حال عشق کی صفت میں یہ کہتا تھا کہ تابعیت تو ایک قید ہے اور متبوعیت دردسر ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے۔ یعنی عشق دونوں سے ارفع ہے اور اس میں دونوں سے آزادی ہے کیونکہ یہ دونوں فرع ہیں محو ہستی کے اور عشق میں فنا ونیستی ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ عشق کیا چیز ہے ایک دریائے فنا ہے دریا سے تشبیہ باعتبار محل غرق ہونے کے ہے اور جس طرح دریا میں کوئی عاقل قدم نہیں رکھ سکتا اس میں بھی عقل شکستہ قدم ہے اور اس کی اس میں رسائی نہیں چنانچہ فنا کا فوق العقل ہونا ظاہر ہے اور اس تقریر سے بندگی وتابعیت اور سلطنت ومتبوعیت کا حال معلوم ہو چکا۔ ان دونوں حجابوں سے عشق مکتوم ہے کہ وہاں دونوں کا گزر نہیں اسی لئے ان دونوں کو حجاب کہدیا اور ان ہی دو کی کیا تخصیص ہے۔ جو علت ان دونوں کی رسائی نہ ہونے کی ہے یعنی ان دونوں کا فرع ہونا ہستی کے لئے اسی علت سے جتنی اشیاء وجودیہ ہیں سب کا عدم دخل معلوم ہو گیا اسی کو فرماتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ ہم بعض اشیاء وجودیہ کا بیان کر رہے ہیں کاش خود ہستی کی زبان ہوتی تو وہ اپنی حقیقت بیان کر کے تمام اشیاء کی حقیقت خاص اس امر میں بیان کر دیتی کہ عشق تک کسی کی رسائی نہیں آگے فرماتے ہیں کہ اس سے بھی حقیقت عشق کی منکشف نہ ہوتی پس بعنوان خطاب فرماتے ہیں کہ اے ہستی کے تکلم یعنی اے ہستی متکلم تو فرضاً عشق کے ان خواص کو کہ وہاں کسی ہستی کا گزر نہیں جتنا بھی بیان کرے اس سے یہ ہوتا کہ تو اس پر ایک حجاب اور ڈال دیتی۔ یعنی یہ بیان خود ایک حجاب ہو جاتا اور حجاب میں عدم انکشاف ظاہر ہے اور یہ حجاب اس لئے ہو جاتا کہ ادراک عشق کی آفت یعنی مانع یہی دو چیزیں ہیں قال اور حال اور یہ بیان ہستی قال ہوتا اس لئے حجاب ہوتا چنانچہ قال کا مانع ہونا تو ظاہر ہے کہ عشق ایک حال ہے اور قال اس کا مضاد اور حال سے مراد غیر حال عشق ہے جو عشق سے ادون ہے اور ظاہر ہے کہ ادنیٰ کا حصول ادراک اعلیٰ کے لئے کافی نہیں اور عکس کافی ہے اس لئے ایسا حال بھی مانع ہوگا آگے ایک مثال ہے تکلم ہستی کے رافع حجاب نہ ہو سکنے کی یعنی جس طرح خون کو خون سے نہیں زائل کر سکتے۔ اسی طرح دوسرے حجب اس حجاب یعنی تکلم ہستی سے زائل نہ ہوتے۔ آگے اسی قال کا کشف عشق کے لئے کافی نہ ہونا بیان کرتے ہیں کہ میں بوجہ اتصاف بہ عشق کے صرف اس کے سودائیوں یعنی عشاق کا محرم ہوں اور مخاطبین سودائی عشق ہیں انہیں اس لئے ان کے سامنے قال سے اس کی تحقیق کرنا ایسا ہے جیسا قفس میں پھونک مارنا یعنی عبث ولاطائل۔ آگے اس قال میں اپنا کسی قدر مغلوب ہونا اور باوجود اس مغلوبیت کے اس قال کے ترک کا مناسب ہونا بیان کرتے ہیں پس اپنے نفس کو خطاب فرماتے ہیں کہ تو بہت ہی تیز دست وبخود آشفتہ ہو رہا ہے۔ اے جان یعنی اے نفس تو کس پہلو پر سویا تھا کہ تیرے ہوش درست نہیں ہوئے ہاں ہوش کو سنبھال اور اس قسم کی ایک بات بھی منہ سے مت نکال بلکہ اولاً اس بیہوشی سے نکل اور کسی محرم کو ڈھونڈ پھر اس سے کہنے کا مضائقہ نہیں اور علاوہ محرم کے نہ ہونے کے ایک اور مانع بھی اس قال کا پایا

www.besturdubooks.wordpress.com

جاتا ہے آگے اس کا بیان ہے کہ عاشق ہو کر اور مستی عشق لئے ہوئے اور پھر زبان کھولے ہوئے یہ اجتماع المتنافیین ہے جیسا شتر کا نردبان پر ہونا عادۃً اجتماع المتنافیین ہے۔ آگے اسی قال کا نامناسب ہونا اور دوسرے عنوان سے بیان کرتے ہیں کہ جب عشق کے اسرار و اطوار کو زبان قال ظاہر کرتی ہے تو آسمان بھی جبکہ صعود عمل کے وقت اس پر مطلع ہوتا ہے اس اظہار قال سے توحش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے۔ کہ یا جمیل الستر استرہ۔ یعنی اے ستار حسن الستر اس راز کو پوشیدہ کر دیجئے اور اس قائل کے قلب میں سکوت کا القاء کر دیجئے یہاں تک مولانا نے حکیمانہ رائے دی ہے کہ اس کا اخفاء کرنا چاہئے۔ آگے آثار عشق کا آثار حکمت پر غلبہ ہو گیا اس: بہ جوش میں کہتے ہیں کہ کیسا اخفاء اس راز کی تو ایسی مثال ہے جیسے اون اور روئی میں آگ کہ اس کے اندر مخفی کرنے سے زیادہ ظاہر ہوگی کہ پہلے تو اپنی ہی جگہ میں تھی روئی کے اندر رکھنے سے روئی کے حیز کو بھی گھیر لیا بلکہ اس کے نواح کو بھی تو بہت ہی پھیل گئی اسی طرح جب میں کوشش کرتا ہوں کہ اس کے راز کو مخفی کروں تو وہ پرچم بلند کی طرح ظاہر ہوتی ہے کہ دیکھو میں یہ ہوں مراد اس ظہور سے وہ ظہور نہیں جس کے اصدار سے اوپر منع کیا گیا ہے کہ وہ تو اثر ہے اظہار مکتسب کا بلکہ یہ دوسرا ظہور ہے جس کا اصدار حضرت حق سے ہوا ہے یعنی خود وجود واجب کا ظہور تکوینی مظاہر کونیہ میں اور اس میں ایک قسم کا انتقال ہے یعنی گو میں عشق کا اخفاء کروں مگر خود ہی اس کا اس طرح ظہور ہو رہا ہے کہ وجود حق ظاہر ہے۔ اور چونکہ یہی ظہور وجود عشاق حق کی نظر میں ظہور اسرار عشق ہے اس لئے اس کا نام ظہور عشق رکھا گو عوام سے وہ اس حیثیت سے مستور ہے مگر عشاق کی نظر میں یہی وجود کا ظہور عین عشق کا ظہور ہے اس بنا پر اس مضمون کو بعنوان استدراک لایا گیا کہ کیسا اخفاء الخ اور جب میں کوشش کرتا ہوں الخ اور اسی مضمون کی آگے تاکید ہے کہ وہ عشق علی رغم انفی میرے دونوں کان پکڑ کر کہتا ہے کہ تخیل الدماغ تو راز عشق کو کیونکر مخفی کرتا ہے لے مخفی کر دہ مخفی ہو ہی نہیں سکتا۔ جبکہ وجود واجب کا خود ظہور ہو چکا اور وہی راز عشق کا ظہور ہے۔ اور اس کو ظہور عشق کہنا ایسا ہے جیسا بعض اہل حال نے لکھا ہے کہ وحدۃ الوجود کا اخفاء کیوں کیا جاوے جبکہ لا الٰہ الا اللہ کا وہ مدلول ہے اور لا الٰہ الا اللہ کا اعلان منائر اور منابر اور محاریب میں کیا جاتا ہے آگے ایک مکالمہ ہے جو اسی معنی پر مبنی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مولانا بطون سر عشق کو راجح کہہ رہے ہیں دعویٰ بھی کہ باوجود ظہور کے پھر وہ باطن ہی ہے اور استدعا گو بھی کہ محبوب حقیقی سے اسی کی درخواست کرتے ہیں اور محبوب حقیقی اس کے ظہور کو راجح کر رہا ہے اور درحقیقت یہ ظہور و بطون دونوں مجتمع ہیں پس یہ محض عنواناً مکالمت ہے معنوں میں مزاحمت نہیں اور مجموعہ کلامین سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ اگر بصیرت ہو تو حق تعالیٰ کا ظہور وجود عشاق کی نظر میں عین شہود ہے اور اگر بصیرت نہ ہو تو ہر شئے حجاب مقصود ہے وہ مکالمہ یہ ہے کہ میں اس عشق سے کہتا ہوں کہ تو جو مجھ پر انکار کرتا ہے کہ تو مخفی نہیں کر سکتا تو میں یہ کہتا ہوں کہ تو ظاہر بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تو اگرچہ ظہور میں جوش کر رہا ہے لیکن روح کی طرح من وجہ ظاہر ہے اور من وجہ باطن تو ظہور تام تو تیرا نہ ہوا۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ وجود حق آثار سے ظاہر ہے مگر کنہ اس کی نامعلوم پس پورا ظاہر نہ ہوا۔ بلکہ غلبہ بطون ہی کو رہا اور جواب میں کہتا ہے کہ میرے ظہور کو ترجیح ہے اس لئے کہ میں مشابہ مئے انگور کے ہوں جو مرتبہ بطون فی العنب سے نزول کر کے متلبس بالدن یعنی موضوع در خم ہو جاوے اور پھر بزم میں آ کر مستی اور تالیاں بجانے کا سبب بن جاوے۔ جو صاف ظہور ہے اسی طرح بطون سے میرا تن بمعنی وجود یعنی ذات مجازاً مظاہر میں ظاہر ہو گیا۔ اور محسن اس مجاز کا اعتبار ہے جانب مشبہ بہ کا کہ اس کا

www.besturdubooks.wordpress.com

تعیین مصداق تن کا ظاہر ہے پھر میں اس سے بطور استدعا کہتا ہوں کہ قبل اس کے کہ تو ادراک خلائق کا مرہون یعنی مدرک ہو جاوے۔ اپنے کو باخفائے ممکن مخفی کر لے۔ پس عالی زان پیش کا مقدر ہے۔ اور مخفی اس لئے کر لے تا کہ اس مدرک پر مستی کی آفت نہ آ جاوے یعنی اندیشہ ہے کہ کبھی یہ ظہور وجود ظہور شہود تک کسی شخص کے اعتبار سے پہنچ جاوے اور وہ مغلوب السکر ہو کر آفت قطع میں مبتلا نہ ہو جاوے۔ اس لئے اس ظہور کو مستور کر لے وہ جواب میں کہتا ہے کہ خواہ کچھ ہی ہو قیامت خاصہ یا عامہ تک تو یہ ظہور ضرور ہی رہے گا الاول باعتبار کل واحد والثانی باعتبار المجموع اس کو اس عنوان سے فرماتے ہیں کہ مظاہر کے واسطہ سے جس کو جام لطیف آشام سے اس لئے تعبیر کیا کہ مے کا ظہور بواسطہ جام کے ہوتا ہے کہ اس میں وہ مے لطیف بھر بھر کر پیتے ہیں مجازاً آلہ آشامیدان کو آشامندہ کہہ دیا پس وہ جام مظہر ہوتا ہے مے کا اسی طرح ان مظاہر کے واسطہ سے تجلی وجود موجب سیرابی طالبان تجلی ہوتی ہے۔ غرض یہ کہ ان مظاہر کے واسطہ سے نماز شام یعنی اختتام آجال تک تو میں نہار کا قرین یعنی متجلی اور ظاہر ضرور ہی رہوں گا پھر نفخ صور پر باطن محض ہو جاؤں گا۔ اور تیری درخواست بھی پوری کر دوں گا۔ گو پھر ظاہر ثانیا ہو جاوے مگر خیر ایک بار تو بطون محض ہو جاوے گا۔ یہاں مکالمہ ختم ہو گیا اور محبوب ہی کی بات درخواست کنندہ کی ایک تسلی منظوری بہ میعاد معین پر غالب رہی۔ اب مولانا جوش عشق میں اس وعدۂ مذکورہ منظوری بطون کے متعلق کہتے ہیں کہ جب وہ شام موجود آوے گی اور میرے جام یعنی میری ہستی کو کہ ایک مظہر خاص ہے وہ شام نہان خانہ عدم میں مخفی کرنا چاہے گی تو میں اس شام سے کہوں گا کہ مہربانی کر کے میرا جام واپس دے کہاں لے چلی کیونکہ میری شام نہیں آئی یعنی تو ہر چند کہ شام ہے مگر تو میری شام نہیں ہے پس تیرا آنا میری شام کا آنا نہیں ہے میرا جام تو نہیں لے سکتی مطلب یہ کہ میری قیامت فناء کے مرتبہ میں آ چکی ہے اور اس فنا کے بعد بقاء سرمدی نصیب ہو چکی ہے مطلب یہ کہ میری قیامت فناء کے مرتبہ میں آ چکی ہے اور اس فنا کے بعد بقاء سرمدی نصیب ہو چکی ہے اب میں استثناء الا من شاء اللہ میں داخل ہوں۔ حاصل یہ ہوا کہ یہ جو وعدہ بطون محض کا ہے یہ عالم کے اعتبار سے ہے مجھ سے محبوب حقیقی مخفی نہ ہوگا کیونکہ میری درخواست بھی انہیں کے اعتبار سے تھی جن کے لئے ظہور محتمل ابتلاء با آفت قطع تھا والست منہم آگے ایک حسن التعلیل ہے کہ میں اس لئے اس سے اپنا جام واپس لے لوں گا کہ اس میں شراب تجلی دائمی پیوں کیونکہ شراب کو عربی میں مدام کہتے ہیں کیونکہ وہ چھوٹتی نہیں۔ دائما پی جاتی ہے پس اس کا مقتضا بھی یہی ہے کہ میرا شرب کبھی منقطع نہ ہو۔ اور عدم واپسی میں انقطاع لازم آتا ہے اس لئے بھی واپس ملنا مجھ کو ضرور ہے یہاں مضمون مقصود مقام ختم ہو گیا آگے ان مضامین کے حسن پر نظر کر کے ایک تفریع فرماتے ہیں کہ ان مضامین حسنہ کا منشاء عشق ہے اور عشق ایسی ہی چیز ہے کہ وہ بادۂ تحقیق کو جوش میں لاتی ہے اور وہ عشق صدیقین یعنی اولیاء عارفین کے لئے ساقی اس شراب روحانی کا بن جاتا ہے جب تو توفیق خیر و خلوص کے ساتھ اس کا طالب بن جاوے تو یہ شراب مذکور روح کے لئے آب حیات بخش بن جاتی ہے اور جسم اس کا ابریق ہو جاتا ہے جس کے اندر شراب رہتی ہے اور جسم کا محل آثار عشق ہونا ظاہر ہے۔ پھر جب وہ عشق شراب توفیق کو زائد کر دیتا ہے یعنی آثار عشق زیادہ غلبہ کرتے ہیں تو اس شراب کا زور اس ابریق تن کو توڑ ڈالتا ہے یعنی آثار کثرت کے کہ مناسب تن کے ہیں مغلوب ہو جاتے ہیں اور آثار توحید کے غالب ہوتے ہیں۔ پس وہی پانی جیسا مشروب تھا وہ ساقی بھی ہو جاتا ہے اور مست آب یعنی شارب بھی ہو جاتا ہے یعنی تمائز

www.besturdubooks.wordpress.com

مرتبہ التفات سے رخصت ہو جاتا ہے اور اگر حقیقت اس کی سمجھ میں نہ آوے تو تم اللہ اعلم بالصواب کہدو انکار مت کرو اور یہ جو اس شیرہ یعنی شراب میں مستی آ گئی یہ پرتو ساقی یعنی محبوب حقیقی کا ہے کہ اس نے اس میں یہ اثر دیا اور یہ ظاہر ہے جس سے شیرہ جوشان اور رقصاں ہو گیا اور جو لوگ اس عشق موہوب کے منکر ہیں عبد ہی کو خالق افعال کہتے ہیں کالفلاسفۃ والمعتزلۃ ایسے خیرہ و بے باک سے اس مضمون کے بارہ میں ذرا پوچھو تو کہ تو نے شیرہ کو ایسا مست کنندہ کب دیکھا تھا چنانچہ نفس محبت مکتسب مع الحق کے مدعی وہ بھی ہیں جو بوجہ ضعیف ہونے کے مشابہ شیرہ کے ہے۔ مگر وہ دیکھیں کہ کیا ان کی اس محبت میں بھی یہ جوش اہل اللہ کی سی محبت کا ہے پھر اگر یہ موہوب من اللہ نہیں ہے بلکہ مکتسب ہے تو دوسرے مکتسب اس کی برابر کیوں نہیں آگے اسی مضمون کی تعمیم کرتے ہیں کہ ایک اسی تصرف پر کیا منحصر ہے سب تصرفات اسی خالق حقیقی کی طرف سے ہیں پس فرماتے ہیں کہ بلا تفکر یعنی بدلہۃ ہر ذی علم کے سامنے یہ بات ثابت ہے کہ ہر متحرک کے ساتھ کوئی نہ کوئی محرک ہوتا ہے اور انتہا اس کا عقلاً حضرت حق تک ہے پس وہی متصرف حقیقی ہوا۔ انتہیٰ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ منجملہ خصوصیات عشق کے ایک یہ خصوصیت ہے کہ وہ رحیق تحقیق کو جوش دیتا اور صدیقین یعنی اولیاء اللہ کاملین کو وہ شراب تحقیق خفیہ طور پر پلا کر ان کو محقق بناتا ہے اگر حق سبحانہ کی امداد اور توفیق خیر تمہارے شامل حال ہو اور تم اس شراب کو طلب کرو تو یہ شراب تمہاری روح کے لیے آب حیات کا کام دے اور جسم اس کے لئے شیشہ بن جاوے۔ یعنی تم بحیات روحانی زندہ ہو جاؤ اور یہ شراب تمہارے رگ و پے میں سرایت کر جاوے اور جبکہ حق سبحانہ مے توفیق اضافہ فرمائیں اور مزید توفیق عطا فرمادیں تو یہ شراب اپنی تیزی سے شیشہ جسم کو بالکل توڑ دے اور علائق جسمانیہ سے تمہارا تعلق بالکل منقطع ہو جاوے اس وقت تمہاری یہ شان ہو کہ شراب اور ساقی اور مست سب ایک ہو جائیں یعنی ماسوائے اللہ نظر سے تمام غائب و فنا ہو جائیں اور تم فانی فی الحق ہو جاؤ پس اب کہدو کہ خدا خوب حقیقت حال سے واقف ہے اور اس مضمون کو ختم کرو اب ہم تمہیں ایک مفید بات بتلاتے ہیں وہ یہ کہ شراب میں یہ اثر ذاتی نہیں بلکہ پرتو ساقی و تصرف حق سبحانہ ہے کہ یوں جوشان ورقصاں ہو گئی ہے جو لوگ تصرف حق سبحانہ کے منکر ہیں ان سے پوچھو کہ شراب کی حقیقت شیرہ ہی تو ہے پھر بتاؤ شیرہ میں تم نے کبھی یہ صفت دیکھی ہے جبکہ نہیں دیکھی تو ضرور یہ جدید پیدا ہوئی ہے لہذا یہ ایک اثر حادث ہے اور ہر جاننے والے کے نزدیک یہ امر بدیہی ہے کہ متصرف (بالفتح) کے لیے ایک متصرف (بالکسر) ہے اور ہر اثر کے لیے ایک موثر ضروری ہے پس وہ کون ہے وہ حق سبحانہ ہے کیونکہ اس کے سوا جتنی چیزیں ہیں سب ان آثار کی طرح محتاج موثر ہیں اور ان کو خود ضرورت موثر ہے لہذا وہ کیا بالذات موثر ہوتیں پس ثابت ہوا کہ موثر بالذات حق سبحانہ ہی ہیں اب ایک واقعہ سنو جس سے اس کی تصدیق ہو کہ فاعل و موثر حقیقی صرف حق سبحانہ ہیں ایک جوانے برزنے عاشق شدہ است الخ

فائدہ:۔ قصہ آئندہ کے اس مدعا پر دلالت کی یہ وجہ ہے کہ عاشق اسباب متعارفہ للوصول الی المطلوب سے کامیاب نہ ہو سکا اور اسباب مضادہ سے کامیاب ہوا اس سے معلوم ہوا کہ کوئی اور ذات ہے جس کے قبضہ میں اسباب ہیں اور جو کہ اسباب و مسببات میں موثر ہے نیز دفتر چہارم میں معشوقہ نے حق سبحانہ کے تصرف کی بحث چھیڑی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

اس عاشق دراز ہجر اور بسیار امتحان کی حکایت

یک جوانے برزنے مجنون بدست	روز و شب بیخواب و بیخور آمدست
ایک جوان ایک عورت پر عاشق ہوا تھا	شب و روز بغیر نیند اور بغیر کھائے رہتا تھا

یعنی ایک جوان ایک عورت پر دیوانہ ہو گیا تھا رات دن بیخواب اور بے کھانے کے تھا۔

بیدل و شوریدہ ہم مجنون و مست	می ندادش روزگار وصل دست
بے دل اور پریشان تیز دیوانہ اور مست	وصل کا زمانہ اس کے ہاتھ نہ آتا تھا

یعنی بیدل اور پریشان اور مجنون اور مست زمانہ وصل کا اس کو اپنا ہاتھ نہ دیتا تھا۔

بس شکنجہ کرد عشقش بر زمین	خود چرا دارد ز اول عشق کین
اس کو عشق نے زمین پر شکنجے میں کس دیا تھا	(نہ معلوم) عشق ابتدا ہی سے کیوں دشمنی رکھتا ہے؟

یعنی عشق نے اس کو زمین پر بہت کھینچا تھا (مولانا بطور سوال کے فرماتے ہیں) کہ عشق اول ہی کیوں کینہ رکھتا ہے۔

عشق از اول چرا خونے بود	تا گریزد آنکہ بیرونے بود
عشق شروع سے خونی کیوں ہوتا ہے	تاکہ وہ بھاگ جائے جو اجنبی ہو

یعنی عشق اول ہی سے کیوں خونی ہوتا ہے (خود ہی جواب دیتے ہیں) تاکہ جو شخص باہر کا ہے بھاگ جاوے۔ مطلب یہ کہ عشق اول ہی سے جو سختیاں شروع کر دیتا ہے اس میں یہ مصلحت ہے کہ جو عاشق صادق ہے وہ تو باوجود ان سختیوں کے بھی کہیں نہیں جاوے گا اور جو عاشق صادق نہیں وہ گھبرا کر نکل بھاگے گا۔

چون فرستادے رسولے پیش زن	آن رسول از رشک گشتی راہزن
جب وہ عورت کے پاس کوئی قاصد بھیجتا	وہ قاصد رشک سے رقیب بن جاتا

یعنی اگر عورت کے پاس کوئی قاصد بھیجتا تو وہ قاصد رشک کی وجہ سے راہزن ہو جاتا مطلب یہ کہ قاصد صاحب خود عاشق ہو جاتے تھے۔

ور بسوئے زن بنشتی کاتبش	نامہ را تصحیف خوانید نائبش
اگر اس کا منشی عورت کو لکھتا	اس عورت کا نائب خط کو غلط پڑھ کر سناتا

یعنی اور اگر عاشق کا منشی عورت کی طرف (اس عاشق کی طرف سے) کچھ لکھتا تو اس عورت کا نائب اس کو بگاڑ کر پڑھتا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ور صبا را پیک کردے در وفا	از غبارے تیرہ گشتی آن صبا
اگر وفا کے بارے میں وہ صبا کو قاصد بناتا	وہ صبا غبار سے کالی پڑ جاتی

یعنی اور اگر صبا کو وفا میں قاصد بناتا تو وہ صبا کسی غبار کی وجہ سے تاریک ہو جاتی۔

رقعہ گر بر پرمرغے دوختی	پر مرغ از تف رقعہ سوختی
اگر وہ خط پرند کے پروں پر سیتا	خط کی گرمی سے پرند کے پر جل جاتے

یعنی اور اگر کسی جانور کے پر میں کوئی رقعہ سی دیتا تو رقعہ کی گرمی کی وجہ سے جانور کا پر جل جاتا۔

راہہائے چارہ را غیرت بہ بست	لشکر اندیشہ را رایت شکست
تدبیر کے راستے غیرت نے بند کر دیئے	سوچ کے لشکر کا جھنڈا توڑ دیا

یعنی تدبیر کے رستوں کو غیرت (عشق) نین باندھ دیا اور اندیشہ کے لشکر کا جھنڈا توڑ دیا۔ مطلب یہ کہ اب وہاں تک وہم کی بھی رسائی نہ تھی اور کوئی تدبیر وصل وہم میں بھی نہ آتی تھی۔

بود اول مونس غم انتظار	آخرش بشکست کہ ہم انتظار
پہلے انتظار غم کا غمگسار تھا	آخر میں وہ درہم برہم ہو گیا کون انتظار بھی

یعنی اول تو انتظار (محبوب) غم کا انیس تھا (لیکن) آخر اس کو بھی توڑ دیا کیونکہ انتظار کہاں تک۔

گاہ گفتی کاین بلائے بے دواست	گاہ گفتی نے حیات جان ماست
کبھی وہ کہتا کہ یہ لا علاج مرض ہے	کبھی کہتا نہیں ہماری جان کی زندگی ہے

یعنی کبھی کہتا کہ یہ بلائے بے درماں ہے اور کبھی کہتا کہ نہیں میری جان کیلئے زندگی ہے۔

گاہ ہستی زو برآوردے سرے	گاہ او از نیستی خوردے برے
کبھی ہستی اس میں سر ابھارتی	کبھی وہ نیستی کا پھل کھاتا

یعنی کبھی تو ہستی اس میں سے سر نکالتی اور کبھی نیستی سے وہ پھل کھاتا۔ مطلب یہ کہ کبھی تو یاد محبوب میں بالکل فنا ہو جاتا اور کبھی اس کو اپنے بھی ہوش و حواس نہ رہتے۔

گاہ فریادش بگردوں برشدی	گہ خیال دلبرش ہمدم بدی
کبھی اس کی فریاد آسمان پر پہنچتی	کبھی معشوق کا خیال اس کا ساتھی ہوتا

یعنی کبھی تو اس کی فریاد آسمان تک پہنچتی اور کبھی دلبر کا خیال اس کا ساتھی ہوتا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ بروے سرد گشتے این نہاد	جوش کردے گرم چشمہ اتحاد
جب یہ مزاج اس پر ٹھنڈا پڑ جاتا	اتحاد کا گرم چشمہ جوش مارتا

یعنی جبکہ اس کے اوپر یہ ذات ٹھنڈی ہو جاتی تو اتحاد کا تیز چشمہ جوش کرتا۔ مطلب یہ کہ اگر کبھی جوش عشق کم ہو جاتا تو محبوب سے وصل کا جوش ہوتا۔

چونکہ باپی برگے غربت بساخت	برگ بے برگی بسوئی او بتاخت
جبکہ مسافرت کی بے سرو سامانی سے اس نے ساز کیا	بے سرو سامانی کا سامان اس کی طرف بڑھا

یعنی جبکہ غربت کی بے سامانی کے ساتھ موافقت کی تو بے سامانی کا سامان اس کی طرف دوڑا۔

خوشہائے فکرتش بیگاہ شد	شب رواں را رہنما چوں ماہ شد
اس کی فکر کے خوشے بغیر پکے کے ہوگئے	وہ رات کے مسافروں کا چاند کی طرح رہنما ہو گیا

یعنی اس کی فکر کی خوشی صاف ہوگئی رات کے چلنے والوں کے لئے چاند کی طرح رہنما ہو گیا۔ مطلب یہ کہ چونکہ راتوں کو جاگتا تھا اور اکثر عشاق رات کو نہیں سوتے تو اس کا عشق اس قدر بڑھ گیا تھا کہ یہ اور عشاق کو بھی عشق کے راستے بتلاتا تھا۔

اے بسا طوطئ گویائے خمش	اے بسا شیرین رواں روترش
بہت سے طوطی کی طرح چہکنے والے خاموش ہیں	بہت سے خوش دل غمگین ہیں

یعنی بہت سی طوطیں (حقیقت میں) بولنے والی ہیں اور (ظاہر میں) خاموش ہیں اور بہت سے شیریں جان (مگر) روترش ہیں مطلب یہ کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ وہ بظاہر خاموش رہتے ہیں لیکن ان کی یہ خاموشی ہی بولنا ہے اس لئے کہ ان کی حالت ہی سے ان کی باتیں معلوم ہوتی ہیں آگے اس کے ایک مثال دیتے ہیں۔

روبگورستان دمے خامش نشین	آن خموشان سخن گورا بہ بین
تھوڑی دیر کے لئے قبرستان میں جا خاموشی سے بیٹھ	ان بولنے والے خاموشوں کو دیکھ

یعنی قبرستان میں جا اور ایک دم چپکا بیٹھ اور ان میں باتیں کرنے والے خاموش لوگوں کو دیکھ۔

لیک اگر یک رنگ بینی خاک شان	نیست یکساں حالت چالاک شان
لیکن اگر تو ان کی قبر کو یکساں دیکھتا ہے	ان کی چالاک حالت یکساں نہیں ہے

لیکن اگر ان کی خاک یکساں دیکھو تو ان کی چستی کی حالت یکساں نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اگر تم اوپر سے قبر کو سب کی یکساں دیکھو تو ان کے اندرونی حالت تو یکساں نہیں ہے اس سے عبرت حاصل کرو اس کی ایسی مثال ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شحم و لحم زندگان یکساں بود	آں یکے غمگین دگر شادان بود
زندوں کا گوشت اور چربی یکساں ہوتی ہے	لیکن ایک غمگین دوسرا خوش ہوتا ہے

یعنی گوشت پوست زندوں کا یکساں ہوتا ہے مگر ایک غمگین اور دوسرا خوش ہوتا ہے۔

تو چہ دانی تانہ نوشی قال شان	زانکہ پنہانست بر تو حال شان
تو کیا سمجھے جب تک ان کی بات نہ سن لے۔	کیونکہ تجھ پر ان کی حالت مخفی ہے

یعنی تو کیا جانے جب تک کہ تو ان کی باتیں نہ سنے اس لئے کہ تجھ پر ان کا حال تو پوشیدہ ہی ہے۔

بشنوی از قال ہائے وہوئے را	کے بہ بینی حالت صد توے را
تو زبان سے ہائے ہو کو سن لیتا ہے	تو سینکڑوں تہوں کی حالت کو کب دیکھ سکتا ہے

یعنی باتوں میں تو ہائے وہو کو سن لے مگر سوتہ کی حالت کو کب دیکھے گا۔

نقش ما یکسان بضدہا متصف	خاک ہم یکساں رواں شان مختلف
ہماری صورتیں یکساں ہیں، متضاد صفات سے متصف ہیں	مٹی بھی یکساں ہے ان کی روحیں مختلف ہیں

یعنی نقش ہمارے یکساں ہیں اور اضداد کیساتھ متصف ہیں خاک بھی یکساں ہیں اور جان ان کی مختلف ہے

(خاک سے مراد ظاہر بدن ہے)

ہم چنیں یکساں بود آوازہا	آں یکے پر درد و آں پر نازہا
اسی طرح آوازیں بھی یکساں ہوتی ہیں	ایک درد سے بھری ہے اور ایک نازوں سے بھری ہے

یعنی اسی طرح آوازیں یکساں ہوتی ہیں اور وہ ایک درد سے بھری ہوئی ہوتی ہے اور وہ دوسری نازوں سے بھری ہوئی۔

بانگ اسپاں بشنوے اندر مصاف	بانگ مرغان بشنوے اندر مطاف
میدان جنگ میں تو گھوڑوں کی آواز سنتا ہے	چکر کاٹنے میں تو پرندوں کی آواز سنتا ہے

یعنی گھوڑوں کی آواز لڑائی میں سنتے ہو اور پرواز میں جانوروں کی آواز سنتے ہو۔

آں یکے از حقدو دیگر ز ارتباط	آں یکے از رنج دیگر از نشاط
ایک دشمنی سے ہے اور دوسری تعلق کی وجہ سے	ایک رنج سے ہوتی ہے دوسری خوشی ہے

یعنی وہ ایک کینہ کی وجہ سے ہوئی ہے اور دوسری الفت کی وجہ سے اور وہ ایک رنج کی وجہ سے اور دوسری خوشی کی وجہ سے۔

ہر کہ دور از حالت ایشان بود	پیشش آں آواز ہا یکساں بود
جو ان کے احوال سے دور ہو	اس کے لئے وہ آوازیں یکساں ہوتی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جو کوئی کہ ان کی حالت سے دور ہوتا ہے تو اس کے سامنے وہ سب آوازیں یکساں ہی ہوتی ہیں۔

آن درختے جنبد از زخم تبر	وان درخت دیگر از باد سحر
ایک درخت کلہاڑے کی چوٹ سے ہلتا ہے	دوسرا درخت صبح کی ہوا سے

یعنی وہ ایک درخت کلہاڑی کے زخم سے ہلتا ہے اور وہ دوسرا درخت صبح کی ہوا کی وجہ سے ہلتا ہے۔

بس غلط گشتم زدیگ مردہ ریگ	زانکہ سرپوشیدہ می جوشیدہ دیگ
میں بہت سے مرتبہ بیکار دیگ سے غلطی میں پڑ گیا	کیونکہ دیگ منہ ڈھکے ہوئے جوش مار رہی تھی

یعنی ایک بیکار دیگ کی وجہ سے بہت غلط ہو گیا میں اس لئے کہ ہنڈیا ڈھکی ہوئی جوش کر رہی تھی مطلب یہ کہ بہت لوگوں کے ظاہری بدن کو دیکھ کر دھوکہ ہو چکا ہے کیونکہ اندر کی حالت کا تو کچھ پتا نہیں چلا بس دھوکہ کھا گئے۔

جوش و نوش ہر کست گوید بیا	جوش صدق و جوش تزویر و ریا
تجھ سے ہر شخص کا جوش اور ذائقہ کہتا ہے آ جا	سچائی کا جوش اور طمع سازی اور ریا کے جوش

یعنی جوش اور نوش ہر شخص کا تجھ کو کہتا ہے کہ آ صدق کا جوش دھوکہ اور ریا کا جوش یعنی ہر کس و ناکس اپنی طرف کھینچتا ہے۔

گر نداری دید ہائے روشناس	رو دماغے دست آور بو شناس
اگر تو پہچاننے والی آنکھیں نہیں رکھتا ہے	جا کوئی خوشبو پہچاننے والا دماغ حاصل کر

یعنی اگر تو پہچاننے والی آنکھ نہیں رکھتا تو جا کوئی دماغ بو کا پہچاننے والا لا۔

آن دماغے کہ بران گلشن تند	چشم یعقوبان ہم او روشن کند
وہ دماغ جو اس چمن سے تعلق رکھے	یعقوبوں کی آنکھ کو بھی روشن کرے

یعنی ایسا دماغ جو اس گلشن پر تنے اور یعقوبوں (یعنی عاشقوں) کی آنکھ کو بھی روشن کرے۔ مطلب یہ کہ ایسے دماغ کو تلاش کر جو محبوب کا بھی پتہ دے اور تمہاری آنکھ بھی روشن کر دے۔

ہین بگو احوال آن خستہ جگر	کز بخاری دور ناندیم اے پسر
خبردار اس خستہ جگر کے احوال بتا	کیونکہ اے لڑکے ہم بخاری سے دور جا پڑے

یعنی ہاں اس خستہ جگر کا حال بیان کرو کیونکہ اے صاحبزادے ہم بخاری سے تو دور ہو گئے۔ یعنی بخاری کا قصہ تو دور ہو گیا اب اسی کو بیان کر لو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ ایک جوان ایک عورت پر دیوانہ ہو گیا تھا اور اس وجہ سے نہ رات دن کھاتا تھا اور نہ سوتا تھا وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

دل دادہ اور شوریدہ اور دیوانہ اور مست تھا مگر اس کو زمانہ وصل میسر نہ آتا تھا۔ عشق نے اس کو بہت کچھ سزا دی تم پوچھو گے کہ اس نے ایسا کیوں کیا وجہ یہ ہے کہ ابتداء میں عداوت ظاہر کرنا اس کی عادت ہے اس پر تم سوال کرو گے کہ اچھا ابتداء میں وہ خونی کیوں ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ امتحان ہو جاوے اور عاشق صادق اور بوالہوس میں تمیز ہو جاوے اور بیگانہ بھاگ جاوے خیر تو اس کی یہ حالت تھی کہ جب وہ کوئی قاصد عورت کے پاس بھیجتا تو وہ رسول خود عاشق ہو جاتا اور رشک سے اس کے حق میں نیش زنی کرتا اور اگر اس کا منشی عورت کے پاس کوئی خط لکھتا تو عورت کا پیشکار اس کو الٹ پلٹ پڑھ دیتا تاکہ اس کے دل پر اثر نہ ہونے پائے اور اگر بادصبا کو قاصد بناتا تو وہ بھی غبار سے مکدر ہو جاتی اور اس کا مدعا بر نہ لاتی اگر کسی مرغ نامہ بر کے پر میں خط باندھ کر بھیجتا تو پر مرغ رقعہ کی حرارت سے جل جاتا غرضیکہ غیرت عشق نے امتحان کے لئے مقصد برآری کی تمام راہیں بند کر دیں اور لشکر فکر کے جھنڈے کو توڑ پھوڑ کر اس کو شکست دیدی یعنی کوئی تدبیر اس کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ ابتداء مونس غم انتظار تھا مگر اب وہ بھی درہم برہم ہو گیا کون درہم برہم ہو گیا وہ انتظار جو اس کو سنبھالے ہوئے تھا پس وہ عجیب ضیق میں مبتلا تھا کبھی کہتا تھا کہ کیا بلائے بے درماں پیچھے لگ گئی کبھی کہتا تھا نہیں جی بلائے بے درماں کیوں ہے یہ تو ہمارے جان کے لئے زندگی ہے کبھی ہستی غلبہ کرتی تھی اور خواہشات کا ہجوم ہوتا تھا کبھی فنا سے متمتع ہوتا اور برضائے محبوب پر راضی ہوتا اور اپنی خواہشات کو اس کے تابع کر دیتا کبھی اتنا چلاتا کہ شور و فریاد آسمان تک پہنچتا اور کبھی خیال سے تسکین حاصل کرتا اور شور و شیون موقوف کرتا جبکہ اپنا وجود اسے بے مزہ معلوم ہوتا تو چشمۂ اتحاد کو سخت جوش ہوتا اور فنافی المحبوب کا طالب ہوتا۔ الحاصل جبکہ اس نے بے سامانی غربت سے میل کیا تو سامان بے سامانی اس کو حاصل ہو گیا۔ اس کی فکر کی خوش خاشاک خیالات بیہودہ سے صاف ہو گئے اور خیالات حسنہ رہ گئے۔ اس طریقہ سے وہ ناواقفوں اور عشق سے نامحرموں کا ہادی ہو گیا اور ان کے لئے ایک بہتر نمونہ بن گیا۔ اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور اہل اللہ اور مدعیان ولایت میں تمیز کرنے کی ضرورت اور اس کا طریقہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لوگوں کی حالتیں مختلف ہیں بعض تو بظاہر طوطی کی طرح بولتے ہیں مگر باطن میں خاموش ہیں بظاہر خوش ہیں مگر باطن میں غموں کا انبار لگا ہوا ہے اور بہت سے ایسے ہیں کہ بظاہر مکدر ہیں مگر دل میں خوش و خرم ہیں نیز تم قبرستان میں جاؤ اور تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھو اور اس شہر خموشاں کے رہنے والوں کو دیکھو گو بظاہر تم کو سب یکساں معلوم ہوں گے مگر سب کی حالت یکساں نہیں ہے۔ اور دیکھو زندوں کی چربی اور گوشت وغیرہ یکساں ہے لیکن باہم فرق ہے ایک خوش ہے دوسرا رنجیدہ تم کو ان کی اصلی حالت نہیں معلوم ہو سکتی جب تک کہ تم ان کی گفتگو نہ سنو کیونکہ ان کی حالت تم سے پوشیدہ ہے جو بدون ظاہر کئے معلوم نہیں ہو سکتی اب ہم ترقی کر کے کہتے ہیں کہ گفتگو سے بھی صحیح حالت نہیں معلوم ہو سکتی کیونکہ اس سے تو صرف آواز معلوم ہوتی ہے حالت مخفیہ کا حال اس سے یقینی طور پر کیسے معلوم ہو سکتا ہے اور سنو صورتیں اور ہماری تصویریں یکساں ہیں مگر اوصاف متضاد ہیں ہماری خاک بھی یکساں ہے لیکن ارواح مختلف ہیں علیٰ ہذا آوازیں نفس صورت میں یکساں ہیں لیکن باہم اختلاف بھی ہے ایک پر درد ہے تو دوسری ناز بھری دیکھو تم

www.besturdubooks.wordpress.com

جنگ میں گھوڑوں کی آوازیں بھی سنتے ہو اور اڑنے میں جانوروں کی بھی تو آواز ہونے میں تو دونوں یکساں ہیں مگر گھوڑوں کی آوازیں کینہ سے ناشی ہیں اور جانوروں کی آپس کے ارتباط اور میل سے اور گھوڑوں کی آوازیں رنج سے ناشی ہیں اور جانوروں کی خوشی سے مگر جو شخص ان کی حالت سے ناواقف ہے وہ تمیز نہیں کر سکتا۔ اس کے نزدیک ہر دو آوازیں برابر ہیں اور سنو ایک درخت کلہاڑے کے صدمہ سے ہلتا ہے اور دوسرا بادِ سحری سے پس باوجودیکہ ہلنے میں دونوں یکساں ہیں مگر ہر دو حرکتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے چونکہ اتحاد صورت کے ساتھ اختلاف اوصاف ہوتا ہے اور اوصاف مخفی ہوتے ہیں اس لئے مجھے اجسام سے بہت کچھ دھوکے ہوئے ہیں کیونکہ سرپوش ڈھکی ہوئی ہانڈی پکتی ہے کیا معلوم اس میں کیا چیز پک رہی ہے دیکھو لوگوں کا ظاہری جوش و خروش تم کو اپنی طرف بلائے گا مگر اس میں بعض جوش صادق ہوگا اور بعض جوش فریب اور دکھاوا۔ اس وقت تم کو لغزش ہو جانے کا بہت بڑا احتمال ہے پس اول تو تم کو چشم باطنی سے کام لینا چاہئے اور اگر پہچاننے والی آنکھیں نہ ہوں تو کوئی دماغ حاصل کرنا چاہئے جو ہر ایک کی بو کو پہچانتا ہو یعنی وہ دماغ جو گلشن عشق یا گلشن محبوب حقیقی سے تعلق رکھتا ہو اور عشاق کی آنکھوں کو روشن کرتا ہو خواہ اس طرح کہ تم خود اپنے کو ایسا بنا لو یا اس طرح کہ شیخ کا دامن پکڑو (والاول اظہر) اچھا اب اس عاشق خستہ جگر کی حالت بیان کرنی چاہئے کیونکہ بخاری کا قصہ تو بہت دور چلا گیا۔

شرح شبّیری

عاشق کا معشوق کو پالینا اور بیان اس کا کہ ڈھونڈنے والا پانے والا ہوتا ہے کہ من طلب شیئاً وجد وجد حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے

کان جوان در جستجو بد ہفت سال	از خیال وصل گشتہ چون خیال
وہ جوان سات سال تلاش میں رہا	وصل کے خیال سے، خیال کی طرح ہو گیا

یعنی وہ جوان سات برس تک تلاش میں رہا۔ اور وصل کے خیال کی وجہ سے خیال کی طرف ہو گیا تھا۔

سایۂ حق برسر بندہ بود	عاقبت جوئندہ یا بندہ بود
بندے پر اللہ کا سایہ ہوتا ہے	انجام کار تلاش کرنے والا پانے والا ہوتا ہے

یعنی حق تعالیٰ کا سایہ بندہ کے اوپر ہوتا ہے اور طالب انجام کار پانے والا ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت پیغمبر کہ چون کوبی درے	عاقبت زان در برون آید سرے
پیغمبر نے فرمایا جب تو دروازہ کھٹکھٹائے گا	انجام کار اس دروازے سے سر باہر نکلے گا

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی دروازہ کو کوٹو گے آخر اس دروازہ سے ایک سر نکلے گا۔

چون نشینی برسر کوئے کسے	عاقبت بینی تو ہم روئے کسے
اگر تو کسی کے کوچے کے سرے پر بیٹھے گا	انجام کار کسی کا چہرہ دیکھ لے گا

یعنی جب تو کسی شخص کے کوچہ پر بیٹھ جاوے تو آخر کار تو کسی نہ کسی کا منہ دیکھے گا۔

چون زچاہے می کنی ہر روز خاک	عاقبت اندر رسی در آب پاک
جب تو کنویں سے روز مٹی نکالے گا	انجام کار پاک پانی میں پہنچ جائے گا

یعنی جب تم ایک کنوئیں سے ہر روز مٹی نکالو گے تو آخر کار پاک پانی پر پہنچ جاؤ گے۔

جملہ دانند این اگر تو نگروی	ہر چہ می کاریش روزے بدروی
سب جانتے ہیں خواہ تو نہ مانے	جو تو بوئے گا ایک دن کاٹے گا

یعنی سب جانتے ہیں اگرچہ تو یقین نہ کرے کہ جو کچھ تو بوئے گا اس کو ایک دن کاٹے گا۔

سنگ برآہن زدی آتش بجست	این بہ باشد ورنہ باشد نادرست
تونے لوہے پر پتھر مارا آگ نکلی	یہ ہوگا اگر نہ ہو تو نادر ہے

یعنی پتھر کو لوہے پر مارے تو آگ پیدا ہوگی۔ یہ بات اکثر ہوتی ہے اور اگر نہ ہو تو نادر ہے۔

آنکہ روزی نیستش از بخت ونجات	ننگرد عقلش مگر در نادرات
جس کا مقدر نصیبہ اور نجات نہیں ہے	اس کی عقل نادر کے سوا نہیں دیکھتی

یعنی جس شخص کی روزی اور بخت اور نجات نہ ہو اس کی عقل بجز نادرات کے اور کسی چیز کو نہیں دیکھتی۔

کان فلاں کس کشت کرد و بر نداشت	وان صدف برد وصدف گوہر نداشت
کہ اس فلاں نے کھیتی کی اور پھل نہ پایا	وہ سیپ لے گیا اور سیپ میں موتی نہ تھا

یعنی کہ فلاں شخص نے کھیتی کی اور پھل نہ اٹھایا اور فلاں شخص سیپی لے گیا اور سیپی موتی نہیں رکھتی تھی۔

بلعم باعور و ابلیس لعین	سود نامد شان عبادتہا و دین
بلعم باعور اور ملعون شیطان	ان کو عبادتیں اور دین مفید نہ پڑا

یعنی بلعم باعور اور ابلیس ملعون کو ان کی عبادتیں اور دین نافع نہ ہوئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

صد ہزاران انبیاؤ رہروان	ناید اندر خاطر آن بدگمان
لاکھوں نبیؑ اور راہبر	اس بدگمان کے دل میں نہ آئے

یعنی لاکھوں انبیاء اور سالکین اس بدگمان کے دل میں نہیں آتے۔

این دو راگیرد کہ تاریکی دہد	دردلش ادبار جز این کے نہد
ان دو کو اس نے پکڑا جو تاریکی پیدا کرتے ہیں	بدنصیبی اس کے دل میں اس کے علاوہ کیا رکھے؟

یعنی ان دونوں (بلعم باعوراور شیطان) کو لیتا ہے تا کہ تاریکی دیں ادبار اس کے دل میں سوائے اس کے کب رکھتا ہے مطلب یہ ہے کہ جو کم نصیب ہوتا ہے اور جس کی قسمت میں کچھ نہیں ہوتا۔ اس کی نظران لوگوں پر ہوتی ہے جن کو کہ مجاہدات اور ریاضات سے کچھ نفع اتفاقاً نہیں ہوا تو وہ شخص ایسے لوگوں کو نظیر میں پیش کر کے کہا کرتا ہے کہ میاں فلاں نے کیا تھا آخر کو کیا نفع ہوا بجز اس کے کہ مردود ہوئے۔ حالانکہ ان دوایک مردودین کے علاوہ لاکھوں ایسے ہوئے ہیں کہ جن کا انہیں مجاہدات وریاضات سے کام چل گیا ہے مگر یہ شخص ان کو نہیں دیکھتا اور اس طریقہ سے شیطان اس کی رہزنی کرتا ہے اور کام نہیں کرنے دیتا۔

بس کسا کہ نان خورد دلشاد او	مرگ او گردد بگیرد در گلو
بہت سے وہ ہیں کہ جو خوش دلی سے روٹی کھاتے ہیں	وہ ان کی موت بنتی ہے (اور) ان کا گلا پکڑتی ہے

یعنی بہت سے لوگ دل خوش ہو کر روٹی کھاتے ہیں ان کے لئے موت ہو جاتی ہے اور گلے میں اٹک جاتی ہے۔

پس تو اے ادبار رو ہم نان مخوز	تا نیفتی ہمچو او در شور و شر
تو اے منحوس صورت! تو بھی روٹی نہ کھا	تاکہ اس کی طرح شرو و شر میں مبتلا نہ ہو

پس اے مدبر تو روٹی بھی مت کھا تا کہ کہیں اس کی طرح شور و شر میں نہ پڑ جاوے۔ (مگر یہاں تو بول کہنے لگتے ہو کہ)

صد ہزارار خلق نانہا میخورند	زور می یابند جان می پرورند
لاکھوں انسان روٹی کھاتے ہیں	طاقت حاصل کرتے ہیں اور جان کی پرورش کرتے ہیں

یعنی لاکھوں مخلوق روٹی کھاتی ہے زور پاتے ہیں اور جان کو پالتے ہیں۔

تو بدان نادر کجا افتادۂ	گر نہ محرومی و ابلہ زادۂ
تو اس نادر میں کیوں پھنس گیا؟	اگر تو محروم اور بے وقوف کا بچہ نہیں ہے

یعنی تو اس اتفاقی بات پر کہاں پڑا ہوا ہے اگر تو محروم وابلہ زادہ نہیں ہے۔

این جہان پر آفتاب و نور ماہ	تو بہشتہ سرفرو بردہ بچاہ
یہ دنیا دھوپ اور چاند کی روشنی سے بھری ہوئی ہے	تو سر کو لٹکائے ہوئے کنویں میں گھسا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی یہ جہان آفتاب اور چاند کے نور (یعنی اولیاء اللہ) سے بھرا ہوا ہے اور تو اپنے سر کو کنوئیں کے اندر نیچے کو ڈالے ہوئے ہے (اور کہہ رہا ہے کہ)

کہ اگر حق ست پس کو روشنی	سر ز چاہ بردار و بنگر اے دنی
کہ اگر صحیح ہے تو روشنی کہاں ہے؟	اے کمینے! کنویں سے سر اٹھا اور دیکھ

یعنی کہ اگر سچ ہے تو روشنی کہاں ہے (مولانا فرماتے ہیں) اے کمینے کنوئیں سے سر اٹھا اور دیکھ۔

جملہ عالم شرق و غرب آن نور یافت	تا تو در چاہی نخواہد بر تو تافت
مشرق اور مغرب میں تمام جہان نے نور محسوس کیا	جب تک تو کنویں میں ہے وہ تجھ پر نہ چمکے گا

یعنی تمام عالم مشرق اور مغرب نے اس نور کو پالیا لیکن تو جب تک کنوئیں میں ہے وہ تجھ پر نہ چمکے گا۔

چہ رہا کن رو بایوان و کروم	کم ستیز این جا بدان کالج شوم
کنویں کو چھوڑ محلات اور باغات میں جا	یہاں کج بحثی نہ کر، سمجھ لے چٹالوپن بدبختی ہے

یعنی کنوئیں کو چھوڑ اور محلوں اور انگوروں میں جا اس جگہ کم لڑ کیوں کہ جھگڑا کرنا منحوس ہے۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کے انوار سے تمام عالم بھرا ہوا ہے اور تمام لوگ اس سے مستفید ہو رہے ہیں مگر تم دنیا میں لگے ہوئے ہو اور اگر تم سے کوئی اس نور کو بیان کرتا ہے کہ اس نے چار دانگ عالم کو احاطہ کر رکھا ہے تو تم دنیا ہی میں لگے ہوئے کہتے ہو کہ اگر یہ بات ٹھیک ہے تو وہ نور ہم کو کیوں نہیں نظر آتا تو اس کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے کنویں میں منہ لگا کر پوچھو کہ آفتاب کہاں ہے تو میاں کنویں سے سر نکالو اور پھر دیکھو اسی طرح تم دنیا کو ترک کرو تب ان کے انوار نظر آ دیں۔

ہیں مگو کا نیک فلانے کشت کرد	در فلان سال و ملخ کشتش بخورد
خبردار! یہ نہ کہہ کہ فلاں نے کھیتی کی	فلاں سال میں اور ٹڈی اس کی کھیتی کھا گئی

یعنی ہاں یوں مت کہو کہ فلاں شخص نے فلاں سال میں کھیتی کی تھی اور اس کی کھیتی کو ٹڈیاں کھا گئیں۔ (لہٰذا)

پس چرا کارم کہ اینجا خوف ہست	پس چرا افشانم این گندم ز دست
تو میں کھیتی کیوں کروں کہ یہاں خوف ہے	میں ہاتھ سے اس گیہوں کو کیوں بکھیروں؟

یعنی پھر میں کیوں بوؤں یہاں تو خوف ہے اور اس گیہوں کو ہاتھ سے کیوں ڈالوں۔

ہیں مکن استیزہ رو رو کار کن	با توکل کشت کن بشنو سخن
خبردار جھگڑا نہ کر جا جا کام کر	توکل کے ساتھ کھیتی کر، بات سن لے

یعنی ہاں لڑائی مت کر جا جا کام کر توکل کے ساتھ کھیتی کر بات سن مطلب یہ کہ خدا پر بھروسہ کر کے کام میں لگو اس کو مت دیکھو فلاں واصل ہو گیا تھا اور فلاں نہیں ہوا اور اپنے مرشد سے الجھو مت کیونکہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ استیزہ کند بر سر فتد	آن چنان کو برنخیزد تا ابد
جو کج بحثی کرتا ہے، سر کے بل گرتا ہے	اس طرح کہ قیامت تک نہیں اٹھ سکتا

یعنی جو شخص کہ جھگڑا کرتا ہے وہ ایسا سر کے بل گرتا ہے کہ ہمیشہ کو نہیں اٹھتا۔

وانکہ او نگذاشت کشت و کار را	پر کند کوریٔ تو انبار را
اور جس نے کھیتی اور کام کو نہ چھوڑا	وہ تیرے اندھے پن پر انبار بھرے گا

یعنی جس شخص نے کھیتی کو اور بونے کو نہ چھوڑا وہ باوجود تیری محرومی کے انبار کو پر کرلے گا۔ مطلب یہ کہ جو شخص کام میں لگا رہے گا وہ آخر مقصود تک پہنچ جائے گا۔

زین بیان بگذر زمانے باز ران	جانب احوال آن عاشق جوان
تھوڑی دیر کے لئے اس بیان سے گزر جا پھر چل	اس جوان عاشق کے احوال کی جانب

یعنی اس بیان کو تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دو اور پھر اس عاشق جوان کی طرف چلاؤ۔

چون درے می کوفت او از سلوتے	عاقبت دریافت روزے خلوتے
جب وہ لاپروائی سے دروازہ کھٹکھٹاتا رہا	انجام کار اس نے ایک روز (محبوب کی) خلوت حاصل کرلی

جبکہ وہ تسلی سے ایک ہی دروازہ کو کوٹ رہا تھا تو آخرکار خلوت پالی۔

جست از بیم عسس او شب بباغ	یار خود را یافت با شمع و چراغ
وہ رات کو کوتوال کے ڈر سے باغ میں گھس گیا	اس نے اپنے یار کو شمع اور چراغ کے ساتھ پالیا

یعنی کوتوال کے خوف سے رات کو وہ باغ میں کودا تو اپنے یار کو مع شمع اور چراغ کے پایا۔

گفت سازندہ سبب را آن نفس	اے خدا تو رحمتے کن بر عسس
اس وقت اس نے مسبب الاسباب سے کہا	اے خدا! کوتوال پر رحمت نازل فرما

یعنی اسباب کے بنانے والے سے اس وقت کہنے لگا کہ اے خدا تو کوتوال پر رحمت کیجیو۔

ناشناسا تو سبب ہا کردۂ	از در دوزخ بہشتم بردۂ
نامعلوم کو تونے سبب بنا دیا	تو دوزخ کے دروازے سے مجھے بہشت میں لے گیا

یعنی آپ نے اسباب نامعلوم کئے ہیں اور دوزخ (ہجر) کے دروازہ سے مجھ کو بہشت (وصل) میں لے گئے ہیں آپ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بہر آن کردی سبب این کار را	تا ندارم خوار من یک خار را
تو نے اس لئے (اس کو) اس کام کا سبب بنایا	تاکہ میں ایک کانٹے کو بھی ذلیل نہ سمجھوں

یعنی اس کام کو آپ نے اس لئے سبب کیا ہے تاکہ میں ایک کانٹے کو بھی ذلیل نہ رکھوں۔ مطلب یہ کہ کوتوال کو جو میں ظالم اور ذلیل سمجھتا تھا آپ نے اسی کو میرے لئے خوشی کا سبب بنا دیا تو یہ اس لئے کہ تاکہ میں چھوٹے سے چھوٹی چیز کو بھی ذلیل نہ سمجھوں کیونکہ۔

در شکست پائے بخشد حق پرے	ہم ز قعر چاہ بکشاید درے
اللہ تعالیٰ پاؤں ٹوٹنے کے بدلے میں پر عنایت کر دیتا ہے	کنویں کے اندر بھی وہ دروازہ کھول دیتا ہے

یعنی پاؤں کے ٹوٹنے میں حق تعالیٰ پر بخش دیتے ہیں اور کنویں کے گڑھے میں بھی ایک دروازہ کھول دیتے ہیں۔

ہر کہ او بر تو کراہیت بود	چون حقیقت بنگری رحمت بود
وہ چیز جو تجھے ناگوار ہوتی ہے	جب تو حقیقت کو دیکھتا ہے وہ رحمت ہوتی ہے

یعنی جو چیز کہ تم پر مکروہ ہو جب تم حقیقت دیکھو تو وہی رحمت ہووے۔ (آگے مقولہ حق تعالیٰ کا ہے)

تو مبین کہ بر درختی یا بچاہ	تو مرا بین کہ منم مفتاح راہ
یہ نہ دیکھ کہ تو درخت پر یا کنویں میں ہے	تو مجھے دیکھ میں راستے کی کنجی ہوں

یعنی تو یہ مت دیکھ کہ درخت پر ہے یا کنوئیں میں تو مجھ کو دیکھ کہ میں مفتاح راہ ہوں۔ مطلب یہ کہ اس کو مت دیکھ کہ تجھ کو مجاہدات و ریاضات سے نفع ہوا ہے یا نہیں بلکہ تجھے چاہئے کہ مجھ پر بھروسہ رکھے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں۔

گر تو خواہی باقی این گفتگو	اے اخی در دفتر چارم بجو
اگر تو اس گفتگو کا بقیہ چاہتا ہے	اے بھیا! چوتھے دفتر میں تلاش کر

یعنی اے بھائی اگر تم اس بات کا بقیہ چاہتے ہو تو چوتھے دفتر میں ڈھونڈھو یعنی اس حکایت کو ہم نے دفتر چہارم میں پورا کیا ہے۔

الحمدللہ کہ کلید مثنوی دفتر ثالث کا ربع رابع اختتام کو پہنچا۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ ہاں تو بات یہ ہے کہ وہ جوان سات سال تک کوشش کرتا رہا۔ حتیٰ کہ وصال کی دھن میں سراپا خیال بن گیا یا یوں کہو کہ بہت لاغر ہو گیا لیکن سایۂ رحمت حق سبحانہ بندہ کے سر پر ہے اس لئے طالب صادق محروم نہیں رہتا۔ انجام کار اس کا مطلوب اسے مل ہی جاتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جب تم کسی دروازہ کو کھٹکھٹاؤ گے تو کبھی نہ کبھی اس میں سے آدمی جو تمہارا مطلوب ہے ضرور نکلے گا اب میں کہتا ہوں کہ جبکہ تم کسی کے کوچہ میں بیٹھو گے تو کبھی نہ کبھی ضرور وہ شخص تمہیں ملے گا علیٰ ہذا جب کسی کنویں کے تھوڑی تھوڑی مٹی نکالتے رہو گے تو انجام کار تم صاف پانی تک پہنچ جاؤ گے یہ امر سب جانتے ہیں تم نہ مانو تو اور بات ہے کہ جب آدمی کوئی کوشش کرتا ہے تو اس کا ثمرہ اسے ضرور ملتا ہے دیکھو جب پتھر لوہے پر مارا جاوے گا تو آگ نکلے گی یہ ضرور ہوتا ہے اور اگر کسی عارض کے سبب ایسا نہ ہو تو یہ ایک اتفاقی امر ہے لیکن جس شخص کی قسمت میں خوش قسمتی اور بلا سے خلاصی نہیں ہوتی اس کی عقل ہمیشہ اتفاقیات پر نظر کرتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ دیکھو فلاں شخص نے بویا تھا مگر کچھ بھی نتیجہ نہیں نکلا اور فلاں شخص معیبت اٹھا کر دریا میں سے سیپ لایا مگر خالی نکلی۔ بلعم باعور اور ابلیس نے کس قدر عبادت کی مگر ان کی دینداری اور عبادت نے ان کو کچھ بھی فائدہ نہ دیا۔ اس منحوس کے خیال میں لاکھوں انبیاء و سالکین کی تو حالت نہیں آتی ہاں ان دونوں کو پکڑے ہوئے ہے جو ظلمت پیدا کرنے والے ہیں بات یہ ہے کہ یہ بد بخت ہے اور بدبختی کا نتیجہ یہ ہونا ہی چاہئے اس سے کوئی کہے کہ احمق بہت سے ایسے لوگ بھی تو ہیں کہ جو خوش خوش کھاتے ہیں مگر وہ کھانا ان کے لئے سبب موت ہو جاتا ہے اور گلے میں پھنس جاتا ہے۔ پس منحوس تو روٹی ہی مت کھا تا کہ تو بھی ان کی طرح خرابی میں نہ پڑ جاوے۔ ارے بھلے مانس جس طرح لاکھوں آدمی روٹی کھاتے ہیں اور قوت جسمانی و روحانی حاصل کرتے ہیں یوں ہی کوشش کرنے والے کامیاب بھی تو ہوتے ہیں اور جس طرح بعض کھانے والے مرتے ہیں یوں ہی بعض کوشش کرنے والے بھی محروم رہتے ہیں پس اگر تو محروم اور احمق کا بچہ نہیں ہے تو ان دو میں کہاں جا پڑا ان کو چھوڑ اور کامیابیوں پر نظر کر اور جبکہ تو انہیں دونوں پر نظر کرے گا تو ضرور تو محروم اور گدھے کا بچہ ہے تیری حالت یہ ہے کہ عالم دھوپ اور چاندی سے پر ہے مگر تو ان کو چھوڑ کر کنویں کے اندر سر جھکا کر بیٹھ گیا ہے اس پر کہتا ہے کہ اگر فی الواقع چاند اور سورج نکلے ہوئے ہیں تو روشنی کہاں ہے۔ ارے پاجی کنویں سے سر باہر نکال اور دیکھ لے کہ تمام عالم نے مشرق سے لے کر مغرب تک روشنی حاصل کر رکھی ہے اور جب تک تو کنویں میں ہے اس وقت تک تو تجھ پر روشنی نہیں پڑ سکتی کنواں چھوڑ محلات اور باغات میں جا وہاں تجھے روشنی ملے گی تو کج بحثی مت کر کیونکہ کج بحثی نحوست کی علامت ہے۔ دیکھ تو یہ نہ کہہ کہ فلاں نے فلاں سال کھیتی کی تھی مگر کچھ بھی حاصل نہ ہوا اور اس کی ساری کھیتی ٹڈیاں کھا گئیں۔ پس میں کیسے کھیتی کروں اور کیوں گیہوں بکھیروں دیکھ ہم کہتے ہیں کہ کج بحثی مت کر جا کام کر کہنا مان اور خدا کے بھروسے کھیتی کر ان شاء اللہ اس کا اچھا پھل ملے گا یاد رکھ جو کج بحثی کرتا ہے یوں سر کے بل گرتا ہے کہ قیامت تک اٹھنا نصیب نہیں ہوتا اور جو بوتا جوتتا ہے اور توہمات باطلہ کی بناء پر انہیں چھوڑتا نہیں وہ تیری آنکھوں میں خاک جھونک کر غلہ کے انبار لے جاتا ہے خلاصہ یہ کہ اعمال صالحہ میں کوشش کرو اور نتیجہ کو پیش نظر نہ رکھو بلکہ ان کو خود مطلوب سمجھو نتیجہ ضرور

www.besturdubooks.wordpress.com

ملے گا ان شاء اللہ تعالیٰ اچھا اسے کچھ دیر کے لئے چھوڑو اور اس جوان عاشق کی قصہ کی طرف لوٹو اس نے کوشش نہ چھوڑی چنانچہ ایک روز وہ بے خطر دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے خلوت میسر ہوگئی۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ کوتوال آرہا تھا اس کے خوف سے وہ بھاگا اور ایک باغ میں گھس گیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ اس کا محبوب شمع و چراغ سمیت موجود ہے اس وقت اس نے مسبب الاسباب سے کہا کہ اے اللہ تو اس کوتوال پر رحمت کر تیری بڑی شان ہے کہ تو نے ان اشیاء کو سبب بنا دیا جن پر میرا گمان بھی نہیں تھا اور دوزخ سے نکال کر بہشت میں لے آیا تو نے ان کو اس لئے اس کام کا سبب بنایا کہ میں کانٹے کو بھی حقیر نہ سمجھوں اور سمجھوں کہ اس میں بڑی حکمتیں ہیں گو مجھے معلوم نہیں جس طرح کہ میں نہ جانتا تھا کہ کوتوال وغیرہ وصال کا سبب بن جائیں گے مگر وہ سبب بن گئے واقعی اس کی بڑی قدرت ہے کہ وہ ایک ضد کو دوسری ضد کا سبب بنا دیتا ہے چنانچہ شکست پاسے پر کا کام لیتا ہے اور کنویں کی تہ میں رہائی کا راستہ پیدا کر دیتا ہے اب تم سمجھو کہ جو اشخاص تم کو مکروہ اور ناخوش معلوم ہوتے ہیں ان کی اگر حقیقت معلوم کرو گے تو وہ رحمت ثابت ہوں گے حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ جب تم کو میری قدرت معلوم ہوگئی تو اسباب ظاہرہ کو مطمح نظر نہ بناؤ اور یہ نہ دیکھو کہ تم درخت پر ہو یا کنویں میں بلکہ کوشش کئے جاؤ اور مجھ پر نظر رکھو کیونکہ حلال مشکلات تو میں ہوں اور میرے نزدیک کنواں اور درخت سب برابر ہیں اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہاں تک دفتر سوم ختم ہوا اگر پورا قصہ دیکھنا ہو تو دفتر چہارم میں تلاش کرو۔

الحمد للہ علیٰ اتمام ھذا الشرح للسفر الثالث من المثنوی المعنوی

والحمد للہ علیٰ ذٰلک

۲۳ ذی قعدہ ۱۳۳۴ ہجری یوم جمعہ

عاشقوں کی بہار ''تم دونوں خوشی سے آؤ'' ہے